القرآن الکریم

تفسیر

خیر البیان

جلد اول | پارہ 1 تا 15

لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ، آسان تفسیر

ترجمہ تفسیر: مولانا محمد ظفر مدظلہ

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

القرآن الکریم

تفسیر

خیر البیان

جلد اول | پارہ 1 تا 15

لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ، آسان تفسیر

ترجمہ و تفسیر: مولانا محمد ظفر مدظلہ

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون: 042-37224228-37355743

MAKTABA-E-REHMANIA

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَۃِ احادیثِ مبارکہ میں سورۂ فاتحہ کے بہت سے فضائل اور مختلف نام آئے ہیں جو اس کی اہمیت کی دلیل ہیں، اس مبارک سورت کو پورے قرآن کا خلاصہ قرار دیا گیا ہے، اس عاجز کے نزدیک سورۂ فاتحہ قرآن کریم کیلئے دیباچے کی طرح ہے جس میں اس کلام کے متکلم کا تعارف اس کی شان کے مطابق موجود ہے، اس کی "بسم اللّٰه" میں "ذکر" ہے، الحمد للّٰہ میں "شکر" ہے، الرحمن الرحیم میں امید ہے، ملك یوم الدین میں خوف ہے، ایاك نعبد وایاك نستعین میں "اخلاص" ہے، اھدنا الصراط المستقیم میں "دعا" ہے اور صراط الذین انعمت علیھم میں نفوسِ قدسیہ اور ارواحِ طیبہ کی پیروی کا ذکر ہے، آغازِ تلاوت میں جو "اعوذ باللّٰه" پڑھی جاتی ہے اسے "معرفت" پر محمول کیا جائے تو سورۂ فاتحہ میں آٹھ چیزوں کا بیان آجاتا ہے اور جنت کے بھی آٹھ دروازے ہیں، گویا جو شخص سورۂ فاتحہ پر ہی عمل کر لے، اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ واللّٰہ اعلم
[۱] اس آیت مبارکہ میں "حمد" کا جو لفظ ہے، اہلِ علم نے اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ زبان سے کسی اچھے اختیاری کام پر کسی کی تعریف کرنا "حمد" کہلاتا ہے، اسی کے قریب تر "مدح" اور "شکر" کا لفظ بھی ہے۔ لفظ "اللّٰہ" پر علماء نے کتابیں لکھی ہیں جن میں اس لفظِ مبارک کی خوب تحقیق کی گئی ہے۔ خلاصہ اس کلیہ ہے کہ اللّٰہ اس ذات کا مبارک نام ہے جس کا ہونا ضروری ہے، وہ اپنے اندر کمال کی تمام صفات کو سمیٹے ہوئے ہے اور وہ عیب و نقص اور زوال کی ہر کیفیت سے منزہ و مبرا ہے۔ لفظ "رب" کا اطلاق اس ذات پر ہوتا ہے جو کسی چیز کو آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہنچائے اور "العالمین" جمع ہے "العالم" کی، آسان لفظوں میں اس کا معنی یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ اللّٰہ کے علاوہ جو کچھ ہے وہ "العالم" ہے اور اللّٰہ ان سب کو درجہ کمال تک پہنچانے والا ہے۔

۱ سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۵ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۱ — اٰیَاتُهَا ۷ — رُکُوۡعُهَا ۱

اللّٰہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝۲ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۳ مٰلِکِ

اَلۡحَمۡدُ	لِلّٰہِ	رَبِّ	الۡعٰلَمِیۡنَ ۝	الرَّحۡمٰنِ	الرَّحِیۡمِ ۝	مٰلِکِ
تمام تعریفیں	اللّٰہ کیلئے	پالنے والا	جہان والوں کو	بہت مہربان	نہایت رحم والا	ملکیت والا

تمام تعریفیں اللّٰہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ (۱) بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ (۲) روزِ

یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝۴ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝۵ اِہۡدِنَا

یَوۡمِ	الدِّیۡنِ ۝	اِیَّاکَ	نَعۡبُدُ	وَ	اِیَّاکَ	نَسۡتَعِیۡنُ ۝	اِہۡدِنَا
دن	بدلے کا	تیری ہی	ہم عبادت کرتے ہیں	اور	تجھ سے ہی	ہم مدد طلب کرتے ہیں	ہماری رہنمائی کر

جزا کا مالک ہے۔ (۳) اے اللّٰہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ (۴) تو ہمیں

الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۝۶ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۝

الصِّرَاطَ	الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۝	صِرَاطَ	الَّذِیۡنَ	اَنۡعَمۡتَ	عَلَیۡہِمۡ ۝
راستہ	سیدھا	راستہ	وہ لوگ جو	تو نے انعام کیا	ان پر

سیدھے راستے پر چلا۔ (۵) اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا،

غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۝۷

غَیۡرِ	الۡمَغۡضُوۡبِ	عَلَیۡہِمۡ	وَ	لَا	الضَّآلِّیۡنَ ۝
علاوہ	غصہ کیا ہوا	ان پر	اور	نہ	گمراہ لوگ

جن پر نہ تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔ (٦)

المنزل ۱

[۲] رحمان اور رحیم دونوں مبارک نام لفظ "رحم" سے مشتق ہیں اور یہ وہی چیز ہے جس نے عرشِ الٰہی کے پائے کو پکڑ کر اپنے مقام کے تعین کا سوال کیا تھا اور حق تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جو تجھے جوڑے گا، میں اسے جوڑوں گا، اور جو تجھے توڑے گا، میں اسے توڑوں گا۔ آغازِ قرآن میں ان دونوں مبارک ناموں کو لا کر دراصل اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپس کی رحم دلی اور صلہ رحمی کو پروان چڑھانا ایمان کا تقاضا ہے، مفسرین نے ان دونوں مبارک ناموں میں فرق پر مفصل کلام کیا ہے، عام طور پر "الرحمن" کا اطلاق مؤمن اور کافر سب پر عمومی رحم کرنے والی ذات پر کیا جاتا ہے اور "الرحیم" کا تعلق آخرت میں نجات پانے والے مؤمنین سے جوڑا جاتا ہے، یہ غلط تو نہیں ہے البتہ "رحمان الدنیا والآخرۃ ورحیمھما" کی تعبیر بھی ثابت شدہ اور صحیح ہے اس لئے زیادہ بہتر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں ناموں میں "نوعیت" کے اعتبار سے فرق کیا جائے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں رحمان بھی ہے اور رحیم بھی، تاہم دونوں جگہ اس کی نوعیت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ واللّٰہ اعلم۔ [۳] اس آیت میں حق تعالیٰ کیلئے قیامت کے دن "ملکیت" اور دوسری قرأت کے مطابق "بادشاہت" کا خصوصیت کے ساتھ ذکر اس کی اہمیت کی وجہ سے کیا گیا ہے کہ اس دن ہر مجازی ملکیت اور ہر دنیوی بادشاہت ختم ہو جائے گی اور کسی میں جرأت نہ ہوگی کہ "لمن الملك الیوم" کے جواب میں اپنی ملکیت یا بادشاہت کا دعویٰ کر سکے، جبکہ دنیا اس قسم کے دعووں اور دعویداروں سے بھری پڑی ہے۔ [۴] اس آیت کا پہلا جملہ اللّٰہ کیلئے اور دوسرا بندوں کیلئے ہے، چنانچہ بندے اللّٰہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللّٰہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے، کثرت کے ساتھ اس آیت کی تلاوت مشکلات کے حل کیلئے نہایت مجرب ہے، یہ آیت اس بات کا تقاضا بھی کرتی ہے کہ انسان اللّٰہ کے علاوہ کسی کی عبادت کرے اور نہ ہی کسی سے مدد طلب کرے، اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیوی امور میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا یا اس کی درخواست کرنا حرام ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان اللّٰہ کی مدد پر بھروسہ رکھے، اسے اس بات کا یقین ہو کہ اللّٰہ کی مدد کے بعد کسی

ع ۱ / ۷

دوسرے کی مدد طلب کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، اسے اس بات کا یقین ہو کہ اللّٰہ جس کی مدد کرتا ہے، ساری کائنات مل کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، شیخ سعدیؒ نے کہا تھا۔ محال ست چوں دوست دارد ترا — کہ در دست دشمن گذارد ترا
[۵] اس آیت میں "صراطِ مستقیم" کی ہدایت مانگی گئی ہے، صراطِ مستقیم کا لفظی معنی سیدھا راستہ ہے اور اس سے مراد ایک ایسا روشن اور صاف ستھرا راستہ ہے جس پر "لیلھا کنھارھا" پوری طرح صادق آتا ہو، یعنی جس پر رات اور دن میں چلنا برابر ہو، جو سیدھا منزلِ مقصود تک پہنچانے والا ہو، جو پگڈنڈیوں، اتار چڑھاؤ اور ناہموار راستے سے پاک ہو اور جو "ماانا علیه واصحابی" کا مصداق بن سکے اور لفظ "ہدایت" کے دو معنی ہوتے ہیں ا۔ راستہ دکھانا ۲۔ منزل تک پہنچانا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اپنی قوم کو راستہ دکھانے کیلئے ہوتی رہی ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچانا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے، چونکہ اس آیت میں حق تعالیٰ سے دعا کی جارہی ہے، اس لئے یہاں یہ ترجمہ زیادہ موزوں ہوگا کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ [٦] اس آیت میں "صراطِ مستقیم" کی تعیین اس کی نوعیت سے کرنے کی بجائے ان افراد کے ذریعے کی گئی ہے جو ماضی میں اس راستے پر چل کر گئے، تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ راستہ آسان اور صاف ستھرا ہے، پہلے لوگ بھی اسی پر چل کر اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ چکے ہیں، تم اختیار کرو گے تو تم بھی یقیناً اپنی منزل کو پہنچو گے، یہ وہ لوگ تھے جن پر اللّٰہ نے انعام فرمایا، جو اللّٰہ کے غضب سے محفوظ رہے اور جو گمراہی کی دلدل میں دھنسنے سے بچ گئے، سورۂ نساء کی آیت نمبر ٦٩ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللّٰہ نے چار قسم کے لوگوں پر انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین اور ان کی رفاقت کو بہترین قرار دیا ہے، اسی بناء پر ہر رکعت میں انہی حضرات کی رفاقت مانگنے کی دعا سکھائی گئی ہے اور دشمنانِ دین مثلاً یہود و نصاریٰ اور دیگر گمراہ فرقوں کے راستے سے بچنے کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔ واللّٰہ اعلم۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ یہ مدنی سورت ۲۵،۵۰۰ حروف، ۶۱۲۱ کلمات، ۴۰ رکوعات اور ۲۸۶ آیتوں پر مشتمل ہے، اس سورت کی آیت نمبر ۶۷ میں ''بقرہ'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۃ البقرۃ'' رکھا گیا ہے اس میں گائے کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جس کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی (انشاء اللہ) احادیث میں اس سورت کے متعدد فضائل وارد ہوئے ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں اسے ''سنام القرآن وذروتہ'' یعنی قرآن کریم کا کوہان اور اس کی بلندی قرار دیا گیا ہے، مسند احمد کی ایک حدیث کے مطابق اس کی ہر آیت کے ساتھ اسی فرشتے نازل ہوئے ہیں، اس سورت میں ''آیۃ الکرسی'' بھی ہے جسے تمام آیات قرآن کی سردار قرار دیا گیا ہے، صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہو، وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ جادو ٹونے سے حفاظت کیلئے گھروں میں سورۂ بقرہ کی تلاوت ایک مجرب عمل اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اس سورت میں بہت سے احکام تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں جن کا تذکرہ اپنے موقع پر آئے گا۔ انشاء اللہ [1] اس سورت کا آغاز حروف مقطعات سے کیا گیا ہے، یہ حروف قرآن کریم کی انتیس سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں اور مکررات کو حذف کرنے کے بعد یہ کل چودہ حروف باقی رہتے ہیں، چونکہ ان حروف کو ملا کر پڑھنے کی بجائے الگ الگ اور گویا کاٹ کر پڑھا جاتا ہے اس لئے انہیں ''حروف مقطعات'' کہا جاتا ہے، اس حقیقت پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ان حروف مقطعات کی حقیقی مراد اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، البتہ یہ ممکن ہے کہ مختلف آثار و روایات کو سامنے رکھ کر ان کے متعلق کوئی غیر حتمی رائے قائم کی جا سکے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں مختلف اہل علم کے سولہ قول اس سلسلے میں نقل فرمائے ہیں، اُن میں سے کسی قول کو بھی غلط قرار دینے کی ضرورت نہیں، تاہم یہی کہا جائیگا کہ یہ ایک ممکنہ تفسیر ہے، حقیقت سے اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہیں۔ [2] اس آیت مبارکہ میں ''ذلك'' اسم اشارہ بعید لا کر قرآن کریم کی اہمیت و عظمت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس کتاب تک تمہاری رسائی ممکن نہیں تھی، یہ تمہاری دسترس سے بہت دور تھی، اللہ نے اپنی مہربانی سے تمہیں اس کتاب تک رسائی عطا فرمائی، سو اس میں کسی قسم کا شک مت کرو، اس تفسیر سے ان حضرات کے قول کی رعایت بھی ہوگئی جو ''لا ریب فیه'' خبر کو بمعنی نہی کے لیتے ہیں، عام مفسرین اس ''لا'' کو نفی جنس کیلئے مان کر اس کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ اس کتاب میں کسی قسم کا شک نہیں ہے، اس کے مضامین برحق اور اس کا اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہونا بھی برحق ہے، رہی یہ بات کہ قرآن کریم کے مضامین اور اس کے اللہ کی طرف سے ہونے میں تو لوگ ہمیشہ وساوس اور شکوک و شبہات نکالتے رہتے ہیں، سو حق تعالیٰ کے نزدیک ان میں کوئی جان اور وزن نہیں ہے، اس لئے انہیں قابل توجہ سمجھنے اور ان کا جواب دینے کی بجائے فرما دیا کہ اس کتاب میں تو کوئی شک نہیں ہے، جو لوگ شکوک و شبہات کی وادی میں بھٹک رہے ہیں، انہیں غلط فہمی ہو گئی ہے، کیونکہ یہ کتاب تو سراپا ہدایت ہے۔ لفظ ''ھدی'' کا یہ ترجمہ اس میں ''مبالغہ'' کا مفہوم واضح کرنے کیلئے کیا گیا ہے اور یہاں صرف متقیوں کیلئے ''ھدی'' فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ اس سے فائدہ اور رہنمائی حاصل کرنے کا حق متقی ہی ادا کرتے ہیں [3] اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہر عبادت کا تعلق تین میں سے کسی ایک چیز کے ساتھ ہوتا ہے یا تو اس کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً عقائد اور ایمانیات یا جسم کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً نماز اور روزہ یا مال و دولت کے ساتھ ہوتا ہے جیسے زکوٰۃ و صدقات، اس آیت میں متقی لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ان تینوں چیزوں کو جمع کیا گیا ہے، چنانچہ ایمان بالغیب کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور ''غیب'' سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا ادراک انسان محض اپنے حواس سے نہیں کر سکتا مثلاً جنت، جہنم، فرشتے، جنات، آسمانوں میں ہونے والے فیصلے اور فضاؤں پر نافذ ہونے والے احکام، اور نماز قائم کرنے کا تعلق جسم کے ساتھ ہے اور اس سے مراد صرف نماز پڑھ لینا نہیں ہے بلکہ اسے اس کی روح کے ساتھ مقررہ وقت اور مقررہ شرائط کے مطابق ادا کرنا مراد ہے اور خرچ کرنے کا تعلق مال و دولت کے ساتھ ہے، جس میں اس حقیقت کی طرف متوجہ کر دیا گیا ہے کہ وہ انسان کا اپنا ذاتی نہیں ہے بلکہ ہمارا دیا ہوا ہے، اس لیے اگر وہ ہمارے دیئے ہوئے میں سے ہمارے نام پر کچھ خرچ کرے گا تو اس کا ہم پر کوئی احسان نہ ہوگا، البتہ ہماری طرف سے وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ [4] اس آیت مبارکہ میں متقین کی مزید چند صفات کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ آپ پر نازل ہونے والی کتاب یعنی قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں اور پہلی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں، جن کے نام معلوم ہیں، ان پر نام کے ساتھ اور جن کے نام معلوم نہیں، ان پر اجمالاً۔ اس آیت کے انداز بیان سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، کیونکہ ان پر اور ان سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان لانے کا ذکر تو یہاں آیا ہے، اگر نبی علیہ السلام کے بعد نبوت جاری ہوتی تو ان کے بعد کسی کتاب کے نازل ہونے اور اس پر بھی ایمان لانے کا ذکر ضرور ہوتا، کیونکہ مقام، مقام ذکر ہے تو ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام کے بعد کوئی کتاب یا صاحب کتاب نہیں آئیگا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اس آیت میں ''ما'' کا لفظ عام ہے جو تمام آسمانی کتابوں کو شامل ہے اور آخرت پر یقین بھی متقیوں کی صفات میں سے ہے کیونکہ آخرت کا یقین ہی ان کیلئے نیکیوں کو اختیار کرنا اور گناہوں سے اجتناب کرنا آسان کرتا ہے۔

٢ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ٨٧ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٢٨٦ — رُكُوْعَاتُهَا ٤٠

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ②

الٓمّٓ ①	ذٰلِكَ	الْكِتٰبُ	لَا رَيْبَ ۛ	فِيْهِ ۛ	هُدًى	لِّلْمُتَّقِيْنَ ②
الٓمّٓ	وہ	کتاب	کوئی شک نہیں	اسمیں	سراپا ہدایت	ڈرنے والوں کیلئے

الٓمّٓ [1] یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کیلئے سراپا ہدایت ہے۔ [2]

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْغَيْبِ	وَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ
وہ لوگ جو	ایمان لاتے ہیں وہ	بن دیکھے	اور	قائم کرتے ہیں	نماز	اور	اس میں سے جو	ہم نے انہیں دیا

وہ لوگ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے

يُنْفِقُوْنَ ③ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ

يُنْفِقُوْنَ ③	وَ	الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	وَ	مَآ	اُنْزِلَ
خرچ کرتے ہیں وہ	اور	وہ لوگ جو	ایمان لاتے ہیں وہ	ساتھ اس کے جو	اتارا گیا	تیری طرف	اور	جو	اتارا گیا

خرچ کرتے ہیں۔ [3] اور وہ لوگ جو اُس (کتاب) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی اور جو آپ سے پہلے

مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④

مِنْ	قَبْلِكَ ۚ	وَ	بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	يُوْقِنُوْنَ ④
سے	تیرے پہلے	اور	ساتھ آخرت کے	وہ	یقین رکھتے ہیں

نازل کی گئی اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ [4]

أُولَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑤ إِنَّ

أُولَٰٓئِكَ	عَلَىٰ	هُدًى	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَ	أُولَٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُونَ ⑤	إِنَّ
وہ لوگ	پر	ہدایت	سے	اپنے رب کی	اور	وہ لوگ	وہی	کامیاب ہونے والے	بیشک

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ⑤ بیشک

الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ

الَّذِينَ	كَفَرُوا	سَوَآءٌ	عَلَيْهِمْ	ءَأَنذَرْتَهُمْ	أَمْ	لَمْ	تُنذِرْهُمْ
وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	برابر ہے	اُن پر	کیا آپ انہیں ڈرائیں	یا	نہ	آپ انہیں ڈرائیں

لوگ جنہوں نے کفر کیا، اُن پر برابر ہے کہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں،

لَا يُؤْمِنُونَ ⑥ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰٓ

لَا	يُؤْمِنُونَ ⑥	خَتَمَ	اللَّهُ	عَلَىٰ	قُلُوبِهِمْ	وَ	عَلَىٰ	سَمْعِهِمْ	وَ	عَلَىٰٓ
نہیں	وہ ایمان لائیں گے	مہر لگادی	اللہ نے	پر	اُن کے دلوں کے	اور	پر	اُن کے کانوں کے	اور	پر

وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ⑥ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی

أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑦ وَمِنَ النَّاسِ مَن

أَبْصَارِهِمْ	غِشَاوَةٌ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيمٌ ⑦	وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَن
اُن کی آنکھوں کے	پردہ	اور اُن کے لئے	عذاب	بہت بڑا	اور	سے	لوگ	وہ جو

آنکھوں پر پردہ ہے، اور اُن کیلئے بڑا عذاب ہے۔ ⑦ اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو

يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ⑧ يُخَادِعُونَ

يَقُولُ	آمَنَّا	بِاللَّهِ	وَ	بِالْيَوْمِ	الْآخِرِ	وَ	مَا	هُمْ	بِمُؤْمِنِينَ ⑧	يُخَادِعُونَ
کہتا ہے	ایمان لائے ہم	ساتھ اللہ کے	اور	ساتھ دن	پچھلے کے	اور	نہیں	وہ لوگ	ایمان لانے والے	دھوکہ دیتے ہیں وہ

کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے، حالانکہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ⑧ وہ اللہ کو

اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا ج وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا

اللَّهَ	وَ	الَّذِينَ	آمَنُوا	وَمَا	يَخْدَعُونَ	إِلَّآ	أَنفُسَهُمْ	وَ	مَا
اللہ کو	اور	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور نہیں	دھوکہ دیتے وہ	مگر	اپنی جانوں کو	اور	نہیں

اور اہلِ ایمان کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دیتے ہیں اور انہیں پتہ

ع ۱

وقف لازم

⑤ گزشتہ دونوں آیتوں میں جن متقی لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں، اس آیت میں اُن کیلئے ایک فوری اور ایک دیرپا جزا کا ذکر کیا گیا ہے، فوری بدلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کیلئے ہدایت اور رہنمائی کا فیصلہ فرمالیتا ہے اور جس ہدایت کی انہوں نے سورۂ فاتحہ میں دعا مانگی تھی، وہ انہیں عطا فرما دیتا ہے، اور دیرپا بدلہ یہ کہ اللہ کی بارگاہ میں ان لوگوں کو کامیاب تسلیم کر لیا جاتا ہے، اُن کیلئے اخروی کامیابی کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے جو کہ حقیقی کامیابی ہے اور اللہ جس کی کامیابی کا فیصلہ فرمالے، وہ کبھی ناکام نہیں ہوسکتا۔

⑥ اس آیت مبارکہ میں نبی ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا جارہا ہے کہ جو لوگ کفر میں پختہ ہو چکے انہیں ڈرانے کا کوئی فائدہ نہیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب کافروں کو ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں تو پھر نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد کیا رہ جاتا ہے؟ سو اس کا جواب اس کے الفاظ سے ہی واضح ہے کہ آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا اُن کیلئے برابر ہے، یہ نہیں فرمایا کہ آپ کیلئے برابر ہے، کیونکہ نبی ﷺ کو تو اس ڈرانے کا ثواب بہرحال ملے گا، انہیں اس سے فائدہ ہوگا یا نہیں، اس آیت میں صرف یہ بتایا جارہا ہے کہ انہیں فائدہ نہیں ہوگا، یہ ایسے ہی ہے جیسے بارش تو ہر جگہ برستی ہے، جذب اسے صرف نرم زمین ہی کرتی ہے۔ چٹیل اور بنجر زمین خشک ہی رہ جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

⑦ اس آیت مبارکہ میں کافروں کے دلوں اور کانوں پر مہر اور آنکھوں پر پردہ ڈال دینے کا ذکر فرمایا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اب اُن کے دل حق بات کو نہ سمجھ سکیں گے، اُن کے کان حق بات سننے کیلئے تیار نہ ہوں گے اور ان کی آنکھیں حق دیکھنے پر آمادہ نہ ہوں گی، کیونکہ کسی بھی چیز پر مہر لگانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ باہر کی کوئی چیز اس کے اندر نہ جائے اور اندر کی کوئی چیز باہر نہ آئے لہٰذا خلاصہ یہ ہے کہ اب کافروں کے دلوں اور کانوں میں باہر کا حق اندر نہیں جائیگا اور ان کے اندر کا کفر اور گندگی باہر نہیں نکل سکے گی، اور آنکھوں پر پردہ پڑ جانے کی تعبیر محاورے میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

⑧ اس آیت مبارکہ میں منافقین کا تذکرہ کیا گیا ہے جو اس پورے رکوع پر پھیلا ہوا ہے، چونکہ ان کا خطرہ کافروں سے بڑھ کر تھا، اس لئے تفصیل کے ساتھ اہلِ ایمان کو اس خطرے سے آگاہ کیا گیا، حافظ ابن کثیرؒ نے نفاق کی تعریف "اظهار الخير واسرار الشر" سے فرمائی ہے یعنی لوگوں کے سامنے اپنی نیکی اور پارسائی ظاہر کرنا اور دل میں برائی اور بدعملی چھپا کر رکھنا۔ نفاق کی دو بڑی قسمیں ہیں (۱) نفاق اعتقادی (۲) نفاق عملی۔ پہلے سے مراد یہ ہے کہ انسان کا عقیدہ منافقوں والا ہو کہ وہ ظاہر میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں والے اعمال سرانجام دیں، لیکن دل میں کفر کو چھپائے ہوئے ہوں اور نفاق عملی سے مراد یہ ہے کہ گو عقائد اور نظریات ٹھیک ہوں اور انسان دل سے مسلمان ہو، لیکن کام مسلمانوں والے نہ کرتا ہو، بلکہ منافقوں والے اعمال اختیار کر رکھے ہوں، جن کی نشاندہی اگلی آیات میں کی جارہی ہے، زیر تذکرہ آیت میں نفاق اعتقادی کا تذکرہ ہے۔

يَشْعُرُوْنَ ۝٩ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ

يَشْعُرُوْنَ ۝	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ ۙ	فَزَادَهُمُ	اللّٰهُ	مَرَضًا ۚ	وَ	لَهُمْ
شعور رکھتے وہ	بیچ	اُن کے دلوں کے	بیماری	سو بڑھادیا اُنہیں	اللہ نے	بیماری میں	اور	اُن کے لئے

نہیں چلتا۔ ۹ اُن کے دلوں میں بیماری ہے سو اللہ نے ان کی بیماری میں مزید اضافہ کر دیا ہے اور اُن کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝١٠ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي

عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ۙ	بِمَا	كَانُوْا	يَكْذِبُوْنَ ۝١٠	وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	لَا تُفْسِدُوْا	فِي
عذاب	دردناک	اس وجہ سے جو	وہ تھے	جھوٹ بولتے رہے	اور	جب	کہا جائے	اُن سے	مت فساد کرو تم	بیچ

درد ناک عذاب ہے، کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ ۱۰ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد

الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝١١ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ

الْاَرْضِ ۙ	قَالُوْٓا	اِنَّمَا	نَحْنُ	مُصْلِحُوْنَ ۝١١	اَلَآ	اِنَّهُمْ	هُمُ
زمین کے	کہا اُن سب نے	وہ تو صرف	ہم سب	اصلاح کرنے والے	آگاہ رہو	بیشک وہ	وہی

نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ ۱۱ آگاہ رہو کہ بیشک وہی

الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝١٢ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ

الْمُفْسِدُوْنَ	وَ	لٰكِنْ	لَّا	يَشْعُرُوْنَ ۝١٢	وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اٰمِنُوْا	كَمَآ	اٰمَنَ
فساد پھیلانے والے	اور	لیکن	نہیں	شعور رکھتے وہ	اور	جب	کہا جائے	اُن سے	ایمان لاؤ تم	جیسے وہ	ایمان لائے

فساد پھیلانے والے ہیں، لیکن وہ سمجھتے نہیں ہیں۔ ۱۲ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسے لوگ

النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ

النَّاسُ	قَالُوْٓا	اَنُؤْمِنُ	كَمَآ	اٰمَنَ	السُّفَهَآءُ ۭ	اَلَآ	اِنَّهُمْ	هُمُ	السُّفَهَآءُ
لوگ	کہا اُنہوں نے	کیا ایمان لائیں ہم	جیسے وہ	ایمان لائے	بیوقوف لوگ	آگاہ رہو	بیشک وہ	وہی	بیوقوف لوگ

ایمان لائے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے بیوقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟ آگاہ رہو کہ بیشک

وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝١٣ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا

وَ	لٰكِنْ	لَّا	يَعْلَمُوْنَ ۝١٣	وَ	اِذَا	لَقُوا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا ۚ	وَ	اِذَا
اور	لیکن	نہیں	جانتے وہ	اور	جب	ملیں وہ	وہ لوگ جو	ایمان لائے وہ	کہا انہوں نے	ایمان لائے ہم	اور	جب

وہی بے وقوف ہیں لیکن وہ جانتے نہیں ہیں۔ ۱۳ اور جب وہ اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، اور جب

۹ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اور اہلِ ایمان کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، وہ اس پر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں کو دھوکہ دے دیا کہ وہ ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں، حالانکہ ہم مسلمان نہیں ہیں، اس کے علاوہ بھی مختلف مواقع پر ان کی دھوکہ دہی نمایاں ہو جاتی ہے، اللہ نے واضح فرما دیا کہ یہ بیچارے اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور انہیں پتہ بھی نہیں چل رہا، معلوم ہوا کہ کسی کو دھوکہ دینا منافقوں والا عمل ہے اور اس کا نقصان دھوکہ دینے والے کو ہی ہوتا ہے۔ ۱۰ اس آیت میں منافقین کے دلوں میں ایک بیماری اور روگ کا ذکر کیا گیا ہے، وہ بیماری کیا ہے؟ اس سلسلے میں بعض مفسرین شک کا ذکر کرتے ہیں، بعض مفسرین ''ریا کاری'' کا اور بعض مفسرین ''نفاق'' کا ذکر کرتے ہیں، یہی تیسرا قول راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں پہلے دونوں قول بھی آ جاتے ہیں، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ منافقین کے دل میں نفاق کا مرض تو پہلے سے ہی موجود تھا، اب اسلام کی ترقی اور شان و شوکت کو دیکھ کر ان کی بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا ہے، دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ چونکہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اس لیے انہیں دردناک عذاب کیلئے تیار رہنا چاہئے، گویا جھوٹ اللہ کے عذاب کا ذریعہ ہے۔ ۱۱ اس آیت مبارکہ میں منافقین کا احساس برتری بیان کیا گیا ہے کہ اگر منافقین سے کہا جائے کہ تم اپنی روش کو تبدیل کرو، زمین میں فساد پھیلانے سے باز آؤ اور ماحول خراب نہ کرو تو بجائے اس کے کہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں، اکڑ جاتے ہیں اور اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے خود کو مصلح قرار دے دیتے ہیں، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ انسان کے ذمے مصلح بننا ضروری نہیں ہے، خود صالح ہونا ضروری ہے، تو جو کام ضروری ہے اسے وہ کرتے نہیں ہیں اور جو کرتے ہیں وہ ضروری نہیں ہے۔ ۱۲ اس آیت مبارکہ میں اللہ نے ان کے دعویٰ کو مسترد فرما دیا کہ اصل فساد پھیلانے والے اور ملک کا ماحول خراب کرنے والے وہی ہیں لیکن بات دراصل یہ ہے کہ انہیں تو یہ ہی معلوم نہیں کہ اصلاح اور فساد کسے کہتے ہیں؟ پھر وہ مفسد اور مصلح کے درمیان فرق کیونکر نکال سکیں گے؟ اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ مفسدین کا کیا انجام ہوتا ہے اور مصلحین کا کیا انجام ہوگا؟ ۱۳ اس آیت میں ''الناس'' سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور معنیٰ یہ ہے کہ جب منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا مخلصانہ ایمان لیکر آؤ، ان کی طرح جانثاری اور جاں سپاری کا جذبہ پیدا کرو، اپنا بھاؤ بڑھانے کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان کہلوا کر دنیوی وقتی فوائد کے پیچھے مت پڑو تو یہ بدزبان لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کر کے انہیں احمق اور بے وقوف قرار دیتے ہیں، اس پر حق تعالیٰ کو جلال آیا اور فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اصل بیوقوف اور احمق تو یہ منافقین ہیں اور اس قدر بیوقوف ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ اپنی اس منافقت اور دنیوی فوائد کو حاصل کرنے کی پالیسی سے وہ جو کچھ حاصل کریں گے کیا وہ ہمیشہ ان کے پاس رہے گا؟ کیا ''باقی'' کو چھوڑ کر ''فانی'' کے پیچھے لگ جانا، خالق سے بے خوف ہو کر مخلوق سے ڈرنا حماقت اور بے وقوفی نہیں ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو اصل بیوقوف اور احمق بھی منافقین ہی ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ادبی نفاق کی علامت ہے۔

خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ

خَلَوْا	اِلٰى	شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ	قَالُوْٓا	اِنَّا	مَعَكُمْ ۙ	اِنَّمَا	نَحْنُ
تنہا ہوئے وہ	طرف	اپنے شیطانوں کے	کہا انہوں نے	بیشک ہم	تمہارے ساتھ ہیں	وہ تو صرف	ہم سب

اپنے شیطانوں کے پاس تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو

مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٤﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ

مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٤﴾	اَللّٰهُ	يَسْتَهْزِئُ	بِهِمْ	وَ	يَمُدُّهُمْ	فِىْ	طُغْيَانِهِمْ
مذاق اڑانے والے	اللہ	مذاق اڑاتا ہے	اُن کا	اور	لمبا کرتا ہے انہیں	بیچ	اُن کی سرکشی کے

مذاق کرتے ہیں۔ ١٤ اللہ اُن سے مذاق کرتا ہے اور اُنہیں اُن کی سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے

يَعْمَهُوْنَ ﴿١٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا

يَعْمَهُوْنَ ﴿١٥﴾	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الضَّلٰلَةَ	بِالْهُدٰى ۠	فَمَا
بھٹکتے رہیں وہ	وہ لوگ	جو	خرید لیا اُنہوں نے	گمراہی کو	ہدایت کے بدلے	سو نہیں

کہ وہ بھٹکتے رہیں۔ ١٥ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا ہے، سو

رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٦﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى

رَبِحَتْ	تِّجَارَتُهُمْ	وَمَا كَانُوْا	مُهْتَدِيْنَ ﴿١٦﴾	مَثَلُهُمْ	كَمَثَلِ الَّذِى
نفع دیا	اُن کی تجارت نے	اور نہ ہوئے وہ	ہدایت یافتہ	مثال اُن کی	جیسے مثال اُس کی جو

اُن کی تجارت نفع بخش نہ ہوئی، اور وہ راہِ راست پر نہ ہوئے۔ ١٦ اُن کی مثال اس شخص کی سی ہے

اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ

اسْتَوْقَدَ	نَارًا ۚ	فَلَمَّآ	اَضَآءَتْ	مَا	حَوْلَهٗ	ذَهَبَ	اللّٰهُ	بِنُوْرِهِمْ
جلائی اُس نے	آگ	پھر جب	روشن کر دیا	وہ جو	اُس کے آس پاس	لے گیا	اللہ	اُن کی روشنی

جس نے آگ جلائی ، پھر جب اُس آگ نے آس پاس کی جگہ کو روشن کر دیا تو اللہ اُن کی روشنی کو لے گیا

وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧﴾ صُمٌّ ۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ

وَ	تَرَكَهُمْ	فِىْ	ظُلُمٰتٍ	لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧﴾	صُمٌّ ۢ	بُكْمٌ	عُمْىٌ	فَهُمْ
اور	اُس نے چھوڑ دیا اُنہیں	بیچ	اندھیروں کے	نہیں دیکھتے وہ	بہرے	گونگے	اندھے	سو وہ

اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا، سو وہ دیکھتے نہیں۔ ١٧ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ

١٤ اس آیت میں منافقین کا ''دوغلا پن'' بیان کیا گیا ہے کہ اہل ایمان کے سامنے ان کا چہرہ کوئی اور ہوتا ہے اور اپنے ہم جنسوں کے سامنے ان کا چہرہ دوسرا ہوتا ہے، احادیث میں ایسے شخص کو ''بدترین انسان'' قرار دیا گیا ہے، یہ لوگ مسلمانوں کے سامنے خود کو مسلمان کہتے ہیں اور جب خلوت میں ہوتے ہیں تو اپنے شیطانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہیں اور انہیں تسلی دیتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ ہماری ظاہری موافقت تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، ہم ان کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں، وہ ایسے نادان ہیں کہ صرف ہمارے دعوئ اسلام پر ہی مال غنیمت میں ہمیں حصہ دار بنا لیتے ہیں، ہم ان کی عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے راز کی باتیں بھی بڑی آسانی سے کہہ جاتے ہیں۔

١٥ اس آیت میں مذاق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف یہ نسبت مجازی ہوگی، اس لئے اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ منافقین کو ان کے اس تمسخر کا بدلہ اور سزا دے گا، فوری سزا اس لئے نہیں کہ ابھی وہ انہیں ڈھیل دے رہا ہے تاکہ وہ اپنی سرکشی میں خوب اچھی طرح ڈوب جائیں، پھر جب وہ اُن کی گرفت فرمائے گا تب ان کی سمجھ میں آئیگا کہ مذاق کس کا بنا؟ مسلمانوں کا یا خود اُن کا اپنا؟

١٦ اس آیت میں گمراہی کو سامان تجارت اور ہدایت کو اس کی قیمت سے تشبیہ دی گئی ہے اور سوداگر منافقین کو قرار دیا گیا ہے، تشبیہ کا حاصل یہ ہے کہ ان منافقین نے شیطانی بازاروں میں جا کر گمراہی خریدی، شیطانوں نے اس کی قیمت ''ایمان'' بتائی، منافقین نے اپنی قیمتی متاع ''ایمان'' اُن کے حوالے کی اور خود گمراہی کے بنڈل اٹھا کر اپنے گھروں کو لوٹ آئے اور یہ سوچ کر خوش ہونے لگے کہ خوب تجارت کی، حالانکہ ان کی یہ تجارت سراسر خسارے اور نقصان کی تجارت ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ہیرے جواہرات دے کر کسی جانور کا پاخانہ خرید کر لے آئے۔

١٧ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو اندھیری رات میں آگ جلا کر روشنی اور گرمی کا انتظام کرے، وہ آگ تھوڑی دیر تک جلنے کے بعد ماحول کو روشن اور گرم کرنے لگے کہ یکا یک طوفانی جھکڑ اور تیز ہوائیں چلنے لگیں جس کی وجہ سے وہ آگ بجھ جائے اور روشنی اور گرمی کا انتظام درہم برہم ہو جائے اور وہ شخص اندھیروں میں پڑا رہ جائے، غور طلب بات یہ ہے کہ اس قدر محنت کے باوجود وہ پہلے بھی اندھیروں میں تھا اور بعد میں بھی اندھیروں میں ہی رہا، یہی حال منافق کا ہے کہ اسلام کی روشنی سے پہلے بھی وہ اندھیروں میں تھا، اور بعد میں بھی اس سے کفر کے اندھیرے دور نہ ہو سکے، درمیان میں کچھ عرصے کیلئے اسے تھوڑی سی روشنی حاصل ہوئی لیکن اس نے اسے باقی رکھنے اور بڑھانے کی فکر نہ کی، نتیجہ یہ ہوا کہ معمولی آزمائش کا کوئی جھکڑ چلا اور منافقین دوبارہ کفر کے اندھیروں میں پڑے رہ گئے۔

لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ

لَا يَرْجِعُوْنَ ۝	اَوْ	كَصَيِّبٍ	مِّنَ	السَّمَآءِ	فِيْهِ	ظُلُمٰتٌ	وَّ	رَعْدٌ
واپس نہیں لوٹیں گے	یا	جیسے موسلا دھار بارش	سے	آسمان	اس میں	اندھیرے	اور	گرج

واپس نہیں لوٹیں گے۔ ۱۸ یا جیسے آسمان سے موسلا دھار بارش برس رہی ہو جس میں اندھیرے ہوں، اور بادل کی گرج

وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ

وَّ	بَرْقٌ	يَجْعَلُوْنَ	اَصَابِعَهُمْ	فِيْٓ	اٰذَانِهِمْ	مِّنَ	الصَّوَاعِقِ	حَذَرَ
اور	چمک	بنا لیتے ہیں وہ	انگلیاں اپنی	بیچ	اپنے کانوں کے	سے	بجلی کی کڑک	خوف

اور بجلی کی چمک ہو، وہ بجلی کی کڑک سے موت سے خوف زدہ ہو کر اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں

الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ

الْمَوْتِ	وَاللّٰهُ	مُحِيْطٌۢ	بِالْكٰفِرِيْنَ ۝	يَكَادُ	الْبَرْقُ	يَخْطَفُ
موت کا	اور اللہ	احاطہ کرنے والا	کافروں کا	قریب ہے	بجلی کی چمک	اچک لے

ڈال لیتے ہیں، اور اللہ کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ۱۹ قریب ہے کہ بجلی اُن کی نگاہوں کو

اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ڎ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ

اَبْصَارَهُمْ	كُلَّمَآ	اَضَاۗءَ لَهُمْ	مَّشَوْا	فِيْهِ	وَ	اِذَآ	اَظْلَمَ	عَلَيْهِمْ
نگاہیں اُن کی	جب بھی	روشنی کی اُس نے اُن کے لئے	چلنے لگے وہ	اس میں	اور	جب	اندھیرا چھا گیا	اُن پر

اچک لے، جب بھی ان کیلئے روشنی ہوتی ہے تو وہ اس میں چلنے لگتے ہیں، اور جب اُن پر اندھیرا چھا جاتا ہے

قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

قَامُوْا	وَلَوْ	شَاۗءَ	اللّٰهُ	لَذَهَبَ	بِسَمْعِهِمْ	وَاَبْصَارِهِمْ	اِنَّ	اللّٰهَ
کھڑے رہے وہ	اور اگر	چاہے	اللہ	تو لے جائے	اُن کے کان	اور اُن کی آنکھیں	بیشک	اللہ

تو وہ کھڑے رہ جاتے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو لے جاتا، بیشک اللہ

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ۧ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ

عَلٰي	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۝	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	اعْبُدُوْا	رَبَّكُمُ	الَّذِيْ
پر	ہر	چیز کے	قدرت رکھنے والا	اے لوگو!	تم عبادت کرو	اپنے رب کی	وہ جو

ہر چیز پر قادر ہے۔ ۲۰ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے

۱۸ اس آیت میں منافقین کو بہرا، گونگا اور اندھا جو فرمایا گیا ہے، یقیناً اس سے یہ ظاہری عوارض مراد نہیں ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ لوگ حق بات کو دیکھنے، سننے اور بولنے کیلئے تیار ہی نہیں ہیں، اس لیے یوں سمجھو کہ یہ بہرے، گونگے اور اندھے ہو چکے ہیں اور اب یہ حق کی طرف کبھی رجوع نہیں کریں گے، غور طلب بات یہ ہے کہ اسی سورت کی آیت نمبر ے میں کافروں کے دلوں اور کانوں پر مہر اور آنکھوں پر پردہ پڑ جانے کا ذکر آیا ہے اور یہاں منافقین کیلئے ایک دوسرے پیرائے میں اس سے ملتی جلتی چیزیں ارشاد فرمائی گئی ہیں، اس سے ان دونوں گروہوں کے مزاج کی یکسانیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور اسلوب بیان کی تبدیلی دونوں کے فرق پر دلالت کرتی ہے۔

۱۹ اس آیت میں منافقین کیلئے ایک اور مثال بیان کی گئی ہے، جسے پڑھ اور سن کر ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ اگر منافقت اس چیز کا نام ہے تو یہ واقعی قابل رحم ہے، مثال یہ ہے کہ اندھیری رات ہو، بادل گرج رہے ہوں، بجلی چمک رہی ہو، بادلوں کی گرج اس قدر شدید ہو کہ انسان کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے ہوں، انسان ڈر کے مارے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لے کہ کہیں آواز کی شدت سے کلیجہ پھٹ کر موت ہی نہ آ جائے اور اس پر مزید یہ کہ موسلا دھار بارش شروع ہو جائے، ایسے میں دیکھا جاتا ہے کہ انسان گھبرا جاتا ہے، اس کے بعد کی کیفیت اگلی آیت میں بیان کی گئی ہے۔

۲ ع ۱۳ ۲

۲۰ اس آیت میں گزشتہ مثال کی تکمیل کی گئی ہے کہ ایسی موسلا دھار بارش میں انسان آگے بڑھنے سے عاجز آ جاتا ہے، اندھیرے اس کے پاؤں کی رکاوٹ بن جاتے ہیں، بجلی کی چمک سے اس کی آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں، لیکن بجلی کی یہی چمک ان کیلئے روشنی کی ایک کرن بھی ثابت ہوتی ہے کہ انہیں راستہ نظر آتا ہے، چنانچہ وہ اسی کی روشنی میں آگے بڑھتے ہیں اور اندھیرا ہو جانے پر وہیں کھڑے رہ جاتے ہیں، منافقین کا دنیا میں بھی یہی حال ہے اور آخرت میں بھی یہی حال ہوگا، چنانچہ پہلے تو وہ کفر کے اندھیروں میں بھٹکتے رہے، پھر جب اسلام کی روشنی آئی تو انہوں نے اس کی روشنی میں چند قدم سفر طے کیا، اسی دوران احکام شرعیہ کی چمک اور غزوات میں فتوحات کی گرج اور کڑک نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کرنا اور کانوں کے پردے پھاڑنا شروع کر دیئے، جس پر انہوں نے ڈر کے مارے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور چمگادڑ کی طرح آنکھیں بند کر لیں، اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو اللہ ان کی قوت سامعہ اور باصرہ کو ہی ضائع کر دیتا، یوں وہ اندھیروں میں پڑے رہ گئے اور آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا کہ وہ مسلمانوں کی روشنی اور نور سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے ہوں گے، مسلمانوں کی تیز رفتاری کو دیکھ کر انہیں آہستہ چلنے کیلئے کہیں گے، وہ انہیں پیچھے سے روشنی لانے کی تجویز دیں گے، منافقین جب پلٹیں گے تو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک دیوار قائم ہو جائے گی اور منافقین اندھیرے میں کھڑے رہ جائیں گے۔

خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِیْ جَعَلَ

خَلَقَكُمْ	وَالَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ	الَّذِیْ	جَعَلَ
پیدا کیا اُس نے تمہیں	اور وہ لوگ جو	سے	تم سے پہلے	تاکہ تم	تقویٰ اختیار کرو	وہ جو	بنایا اُس نے

تمہیں اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ ﴿۲۱﴾ وہ اللہ جس نے

لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

لَكُمُ	الْاَرْضَ	فِرَاشًا	وَّالسَّمَآءَ	بِنَآءً	وَّاَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً
تمہارے لئے	زمین کو	بچھونا	اور آسمان کو	چھت	اور اتارا اُس نے	سے	آسمان	پانی

زمین کو تمہارے لیے بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی اتارا،

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ

فَاَخْرَجَ	بِهٖ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	رِزْقًا	لَّكُمْ	فَلَا تَجْعَلُوْا	لِلّٰهِ	اَنْدَادًا	وَّاَنْتُمْ
پھر نکالا اُس نے	اس کے ذریعے	سے	بہت سے پھل	بطور رزق	تمہارے لئے	سو مت بناؤ تم	اللہ کیلئے	بہت سے شریک	اور تم

پھر اُس پانی سے تمہارے لیے رزق کے طور پر پھلوں کو نکالا، سو تم جانتے بوجھتے بھی اللہ کے ساتھ

تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا

تَعْلَمُوْنَ	وَ	اِنْ	كُنْتُمْ	فِیْ	رَیْبٍ	مِّمَّا	نَزَّلْنَا	عَلٰی	عَبْدِنَا	فَاْتُوْا
جانتے ہو	اور	اگر	تم ہو	بیچ	شک	اُس سے جو	نازل کیا ہم نے	پر	اپنے بندے کے	تو لے آؤ تم

شریک مت ٹھہراؤ۔ ﴿۲۲﴾ اور اگر تم اس کلام کے حوالے سے شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو تم

بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

بِسُوْرَةٍ	مِّنْ مِّثْلِهٖ	وَادْعُوْا	شُهَدَآءَكُمْ	مِّنْ دُوْنِ	اللّٰهِ	اِنْ	كُنْتُمْ
کوئی سورت	اُس جیسی	اور پکارو تم	اپنے مددگاروں کو	علاوہ سے	اللہ کے	اگر	تم ہو

اُس جیسی ایک سورت لے آؤ، اور اللہ کے علاوہ اپنے تمام مددگاروں کو بلالو، اگر تم

صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا

صٰدِقِیْنَ	فَاِنْ	لَّمْ	تَفْعَلُوْا	وَلَنْ	تَفْعَلُوْا	فَاتَّقُوا	النَّارَ	الَّتِیْ	وَقُوْدُهَا
سچے	پھر اگر	نہ	کر سکو تم	اور ہرگز نہ	کر سکو گے تم	تو تم بچو	آگ سے	وہ جو	اُس کا ایندھن

سچے ہو۔ ﴿۲۳﴾ پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو بچو اُس آگ سے جس کا ایندھن

﴿۲۱﴾ اس آیت میں ساری انسانیت کو اللہ کی عبادت کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور اس کیلئے حق تعالیٰ کا ایک خاص وصف ذکر کیا گیا ہے یعنی خالق ہونا، مطلب یہ ہے کہ عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ جس نے ہمیں پیدا کیا، ہم اسی کی عبادت کریں، جس نے ہمیں پیدا نہیں کیا ہم اس کی عبادت کیوں کریں؟ گویا عبادت کیلئے معیار ''خالق'' ہونا ہے اور یہ سب ہی کو تسلیم ہے کہ اللہ ہمارا خالق ہے، ہمارے آباؤ اجداد کو بھی اسی نے پیدا کیا تھا، لہٰذا عبادت بھی اسی کی ہونی چاہئے۔

﴿۲۲﴾ عبادت کیلئے جب ''خالق'' ہونے کو معیار تسلیم کر لیا گیا تو اس کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی، لیکن اس آیت میں اس خالق کے چند ایسے مزید انعامات کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کے علاوہ کسی کی دسترس میں نہیں ہیں، چنانچہ اس نے زمین کو فرش اور بچھونا بنا دیا، اب اگر کسی کے پاس بچھانے کیلئے کچھ بھی نہ ہو تو زمین ہی اس کیلئے کافی ہے اور یہ ایک ایسا بچھونا ہے جو امیر اور غریب سب کو یکساں میسر ہے، اسی طرح اگر کسی کے پاس کوئی چھت بھی نہ ہو تو آسمان بہر حال اس کے سر پر قائم ہے اور یہ چھت بھی امیر اور غریب سب کو یکساں میسر ہے، پھر اللہ نے آسمان سے پانی برسا کر، زمین کے سینے کو پھاڑ کر اس میں سے مختلف رنگوں اور ذائقوں کے پھل نکالے، آسمان سے برسنے والی بارش اور زمین سے حاصل ہونے والا پھل اور پھول بھی اللہ کے احسانات ہیں، ان میں سے کوئی کام بھی کسی غیر اللہ کے بس میں نہیں ہے، پھر بھی تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ، یہ بڑی نادانی ہے۔

﴿۲۳﴾ اس آیت میں مشرکین مکہ اور پوری دنیا کے جن و انس اور تمام مخلوق کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اگر تمہیں اس قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک ہے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ محمد ﷺ نے از خود یہ کلام مرتب کر کے تمہارے سامنے اللہ کا کلام بنا کر پیش کر دیا ہے اور یہ کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں سچے نہیں ہیں تو پھر تم بھی زبان و بیان اور فصاحت و بلاغت رکھتے ہو، تم بھی اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ، ثابت ہو جائیگا کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے، ورنہ ہم اس جیسی سورت نہ بنا سکتے۔ یاد رہے کہ آغاز میں یہ چیلنج دس سورتوں کا تھا، پھر ایک سورت کا ہوا، پھر ایک بات کا ہوا لیکن آج تک پوری دنیا میں کوئی ایسا زبان آور، فصیح و بلیغ پیدا نہیں ہوا جو اس چیلنج کو قبول کر سکے اور تا صبح قیامت ایسا ہو بھی نہ سکے گا۔ ان شاء اللہ

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

النَّاسُ	وَالْحِجَارَةُ	اُعِدَّتْ	لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٤﴾	وَ	بَشِّرِ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
انسان	اور پتھر	تیار کی گئی ہے وہ	کافروں کے لئے	اور	خوشخبری دیدو تم	وہ لوگ جو	ایمان لائے وہ

انسان اور پتھر ہیں، جسے کافروں کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ ٢٤ اور اُن لوگوں کو خوشخبری دیدیجے جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	اَنَّ	لَهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
اور عمل کیا اُنہوں نے	اچھے کام	یہ کہ بیشک	اُن کے لئے	باغات	بہتی ہیں	سے	نیچے اُن کے	نہریں

اور اُنہوں نے نیک عمل کیے کہ ان کیلئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی،

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ

كُلَّمَا	رُزِقُوْا	مِنْهَا	مِنْ	ثَمَرَةٍ	رِّزْقًا	قَالُوْا	هٰذَا	الَّذِيْ	رُزِقْنَا	مِنْ
جب بھی	رزق دیا گیا اُنہیں	اس میں سے	سے	پھل	بطور رزق	کہا انہوں نے	یہ	وہ جو	دیا گیا ہمیں	سے

جب بھی انہیں وہاں کوئی پھل کھانے کیلئے دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے بھی

قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّهُمْ

قَبْلُ	وَاُتُوْا	بِهٖ	مُتَشَابِهًا	وَلَهُمْ	فِيْهَآ	اَزْوَاجٌ	مُّطَهَّرَةٌ	وَّهُمْ
پہلے	اور دیے گئے وہ	ساتھ اس کے	ایک دوسرے سے ملتا جلتا	اور اُن کے لئے	اس میں	بیویاں	پاکیزہ	اور وہ

دیا گیا تھا اور اُنہیں ایک دوسرے سے ملتے جلتے پھل دیے جائیں گے، اور وہاں اُن کیلئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا

فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَسْتَحْيٖٓ	اَنْ	يَّضْرِبَ	مَثَلًا	مَّا
اس میں	ہمیشہ رہنے والے	بیشک	اللہ	نہیں	شرماتا	یہ کہ	بیان کرے	مثال	کوئی سی

اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ٢٥ بیشک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ کوئی مثال بیان کرے،

بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

بَعُوْضَةً	فَمَا	فَوْقَهَا	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فَيَعْلَمُوْنَ	اَنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ
مچھر کی	پھر وہ جو	اُس سے اوپر ہو	پھر رہے	وہ لوگ جو	ایمان لائے وہ	سو جانتے ہیں وہ	یہ کہ بیشک وہ	برحق	سے

مچھر کی یا اس سے اوپر کسی چیز کی، پھر باقی رہے وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے رب کی

٢٤ اس آیت میں ایک اور چیلنج دیا گیا ہے کہ تم اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کرنے کے بعد بھی اس قرآن کی سب سے چھوٹی سورت جیسی سورت بھی بنا کر نہ لا سکو گے، اس لئے تسلیم کر لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو تمہیں اس کا مثل پیش کرنے میں قطعاً کوئی دشواری نہ ہوتی، اس لئے اللہ کی عبادت کرو، قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرو اور اس جہنم سے بچنے کی کوشش کرو جسے جلانے کیلئے لکڑیوں کے گٹھوں کی ضرورت نہ ہوگی، بلکہ انسانوں اور پتھروں کو اس کا ایندھن قرار دیا گیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

٢٥ اس آیت میں اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے اور اس کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، قرآن کریم میں جنت کی اس صفت کا تذکرہ بارہا کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی اور اہم ترین چیز ہے، ورنہ صرف ایک مرتبہ ہی قرآن میں کسی چیز کا ذکر آ جانا اس کی اہمیت کی دلیل بن جاتا ہے۔ دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اہل جنت کو وہاں جو پھل دیئے جائیں گے، وہ ظاہری طور پر شکل وصورت میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے لیکن ذائقے میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں گے، انسان فطری طور پر ایسی چیزوں میں اپنے لیے رغبت اور کشش محسوس کرتا ہے۔ تیسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کیلئے ظاہری اور باطنی گندگیوں سے پاک بیویاں ہوں گی، کیونکہ اگر بیوی کی صورت اچھی نہ ہو تو شوہر کو اس میں رغبت نہیں ہوتی اور اگر سیرت اچھی نہ ہو تب بھی شوہر اس سے مطمئن نہیں ہوتا اور چوتھی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ جنت ہمیشہ رہنے کیلئے ہے، لہٰذا جنتی وہاں ہمیشہ رہیں گے، انہیں وہاں سے بھی نکالا نہ جائیگا اور یہ احساس ہی انسان کے لطف کو دوبالا کر دیتا ہے۔

رَبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ

رَبِّهِمْ	وَ	اَمَّا	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَيَقُوْلُوْنَ	مَاذَآ	اَرَادَ	اللّٰهُ	بِهٰذَا	مَثَلًا
اُن کے رب کا	اور	رہے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	سو کہتے ہیں وہ	کیا چیز	ارادہ کیا	اللہ نے	اس سے	مثال کا

طرف سے برحق ہے، اور باقی رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، سو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے یہ مثال بیان کرکے کیا ارادہ کیا ہے؟

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا

يُضِلُّ	بِهٖ	كَثِيْرًا	وَّ	يَهْدِيْ	بِهٖ	كَثِيْرًا	وَ	مَا	يُضِلُّ	بِهٖٓ	اِلَّا
گمراہ کرتا ہے وہ	اس کے ذریعے	بہت سوں کو	اور	ہدایت دیتا ہے وہ	اس کے ذریعے	بہت سوں کو	اور	نہیں	گمراہ کرتا وہ	اس کے ذریعے	مگر

وہ اس کے ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے، اور اس کے ذریعے وہ فاسقوں کو ہی

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾	الَّذِيْنَ	يَنْقُضُوْنَ	عَهْدَ	اللّٰهِ	مِنْۢ بَعْدِ	مِيْثَاقِهٖ
نافرمانوں کو	وہ لوگ جو	توڑ دیتے ہیں	اقرار	اللہ کا	سے پیچھے	اُسے مضبوط کرنے کے

گمراہ کرتا ہے۔ [۲۶] وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں،

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي

وَ	يَقْطَعُوْنَ	مَآ	اَمَرَ	اللّٰهُ	بِهٖٓ	اَنْ	يُّوْصَلَ	وَيُفْسِدُوْنَ	فِي
اور	کاٹ دیتے ہیں	وہ جو	حکم دیا	اللہ نے	اُس کے ساتھ	یہ کہ	جوڑا جائے اُسے	اور فساد پھیلاتے ہیں وہ	بیچ

اور اُس رشتے کو توڑ دیتے ہیں جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور زمین میں فساد

الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ

الْاَرْضِ	اُولٰۗىِٕكَ	ھُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾	كَيْفَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاللّٰهِ
زمین	وہ لوگ	وہی	نقصان اٹھانے والے	کیونکر	تم کفر کرتے ہو	ساتھ اللہ کے

پھیلاتے ہیں، یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ [۲۷] تم اللہ کے ساتھ کفر کیسے کر سکتے ہو

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ

وَ	كُنْتُمْ	اَمْوَاتًا	فَاَحْيَاكُمْ	ثُمَّ	يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ	يُحْيِيْكُمْ	ثُمَّ	اِلَيْهِ
اور	تم تھے	بے جان	پھر زندہ کیا اُس نے تمہیں	پھر	موت دے گا وہ تمہیں	پھر	زندگی دے گا وہ تمہیں	پھر	اس کی طرف

حالانکہ تم بے جان تھے، سو اس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندگی دے گا، پھر تم اسی کی طرف

وقف لازم

[۲۶] اس آیت میں کفار و مشرکین کے ایک شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر یہ کلام، اللہ کا ہے تو پھر اس میں مکھی اور مچھر جیسی حقیر چیزوں کا ذکر کیوں ہے؟ اللہ کی عظمتِ شان اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کے کلام میں ان حقیر چیزوں کا تذکرہ نہ ہو، سو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مثال اور اسے پیش کرنے والے میں موافقت اور برابری کا ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ مثال کا مقصد صرف بات کو سمجھانا ہوتا ہے، مثال دینے والے کی عظمت کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان ان مثالوں کو برحق سمجھتے ہیں اور کفار و مشرکین آپس میں یہی باتیں کرتے رہ جاتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہے؟ سو واضح کر دیا گیا کہ اس کا مقصد اہلِ حق اور اہلِ باطل میں امتیاز اور فرق کرنا ہے، مطیع اور عاصی اسی طرح ممتاز ہوتے ہیں۔

[۲۷] اس آیت میں ان فاسقوں کی علامات کا ذکر کیا گیا ہے جو حق تعالیٰ کی مراد کے حوالے سے تمسخر کرتے اور مثالوں پر اعتراض کرتے ہیں، اُن کی پہلی علامت تو عہد اور معاہدے کو توڑنا ہے یعنی وہ لوگ جو خوب اچھی طرح عہد و پیمان کرنے کے بعد اسے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ قرار دے کر توڑ دیں، دوسری علامت رشتہ داریوں کو توڑنا ہے، یعنی اللہ نے جن رشتہ داریوں کو جوڑنے کا اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا ہے، وہ اس کے برخلاف رشتے توڑتے اور قطع رحمی کرتے ہیں اور تیسری علامت زمین میں فساد پھیلانا ہے، یعنی لوگوں کو ایمان سے نفرت دلانا، مسلمانوں میں گھس کر کم ہمتی اور بزدلی پیدا کرنا، دشمنانِ دین سے ساز باز کر کے مسلمانوں کیلئے پریشان کن حالات پیدا کرنا، ملکی امن و امان اور علاقائی سلامتی کو خطرے میں ڈالنا اور مذہبی رہنماؤں کے عیوب کی تشہیر کرنا، اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کو اصل نقصان اٹھانے والا قرار دیا ہے اور اللہ نے سچ فرمایا ہے۔

تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٨﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ق ثُمَّ

تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٨﴾	هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	لَكُمْ	مَّا	فِيْ	الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	ثُمَّ
تم لوٹائے جاؤ گے	وہ	جو	پیدا کیا اُس نے	تمہارے لئے	وہ جو	بیچ	زمین	سب کا سب	پھر

لوٹائے جاؤ گے۔ ٢٨ اللہ وہی ہے کہ زمین میں جو کچھ ہے، اس نے تمہارے لیے ہی پیدا کیا ہے، پھر وہ

اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اسْتَوٰٓى	اِلَى	السَّمَآءِ	فَسَوّٰىهُنَّ	سَبْعَ	سَمٰوٰتٍ ط	وَ	هُوَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ
متوجہ ہوا وہ	طرف	آسمان کے	پھر برابر کر دیا اُنہیں	سات	آسمان	اور	وہ	ساتھ ہر ایک	چیز کے

آسمان کی طرف متوجہ ہوا سو اس نے انہیں سات برابر آسمان بنا دیا، اور وہ ہر چیز کو

عَلِيْمٌ ﴿٢٩﴾ ع وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ

عَلِيْمٌ ﴿٢٩﴾	وَ	اِذْ	قَالَ	رَبُّكَ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اِنِّيْ	جَاعِلٌ	فِيْ	الْاَرْضِ
خوب جاننے والا	اور	جب	کہا	آپ کے رب نے	فرشتوں سے	یہ کہ بیشک میں	بنانے والا	بیچ	زمین

خوب جاننے والا ہے۔ ٢٩ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں

خَلِيْفَةً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ

خَلِيْفَةً ط	قَالُوْٓا	اَتَجْعَلُ	فِيْهَا	مَنْ	يُّفْسِدُ	فِيْهَا	وَيَسْفِكُ
ایک نائب	کہا انہوں نے	کیا تو بناتا ہے	اس میں	وہ جو	فساد پھیلائے گا	اُس میں	اور بہائے گا

ایک نائب بنانے والا ہوں، وہ کہنے لگے کہ کیا آپ زمین میں اس شخص کو مقرر کرتے ہیں جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزی

الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط قَالَ اِنِّيْٓ

الدِّمَآءَ ج	وَنَحْنُ	نُسَبِّحُ	بِحَمْدِكَ	وَنُقَدِّسُ	لَكَ ط	قَالَ	اِنِّيْٓ
بہت سے خون	اور ہم	تسبیح بیان کرتے ہیں ہم	آپ کی تعریف کے ساتھ	اور ہم پاکیزگی بیان کرتے ہیں	آپ کی	کہا اُس نے	یہ کہ بیشک میں

کرے گا؟ جبکہ ہم آپ کی تعریف کے ساتھ آپ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا بیشک میں

اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ

اَعْلَمُ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾	وَعَلَّمَ	اٰدَمَ	الْاَسْمَآءَ	كُلَّهَا	ثُمَّ	عَرَضَهُمْ
جانتا ہوں	وہ جو	تم نہیں جانتے	اور سکھایا اُس نے	آدم کو	بہت سے نام	سارے	پھر	پیش کیا اُنہیں

وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ ٣٠ اور آدم کو سارے نام سکھا دیئے، پھر انہیں فرشتوں کے سامنے

ع ٣ ٩ ٢

٢٨ اس آیت میں لوگوں سے ایک سوال پوچھا گیا ہے کہ تم لوگ بے جان تھے، اللہ نے تمہیں وجود عطا کیا، وہی تمہیں موت دیتا ہے اور وہی تمہیں دوبارہ بھی زندہ کرے گا، جو اللہ تمہاری موت وحیات کا فیصلہ کر رہا ہے اور تمہیں وجود کی دولت سے مالا مال کر رہا ہے تم اسی کے ساتھ کفر کر رہے ہو؟ تم اسی کو اپنا معبود اور اپنا رب ماننے کیلئے تیار نہیں ہو؟ حالانکہ تم لوٹ کر بھی اسی کے پاس جاؤ گے، سوال یہ ہے کہ تم کس طرح اس کا سامنا کرو گے؟ تم اس کے سامنے اپنے کفر کی کیا توجیہ پیش کرو گے؟ ٢٩ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور تمہیں اس سے فائدہ اٹھانے کی بھی اجازت دے رکھی ہے، اور تم اس سے فائدہ اٹھا بھی رہے ہو، پھر بھی اگر تم کفر کرو تو کس قدر نادانی ہے؟ تمہارے اوپر جو درجہ بدرجہ سات آسمان بنائے ہیں، دیکھو کہ اللہ نے کیسے توجہ فرمائی اور اتنی بڑی چھت کسی ستون کے بغیر کھڑی کر دی، اس کی تخلیق بے مثال اور اس کا علم باکمال، ایسے عظیم رب کو چھوڑ کر تم کہاں جا رہے ہو؟ ٣٠ اس آیت اور بعد میں آنے والی متعدد آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، قرآن کریم کی نو مختلف سورتوں کی پچیس آیات میں پچیس مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام کا نام آیا ہے، آدم سریانی، عبرانی یا عربی زبان کا لفظ ہے، سریانی اور عبرانی زبان میں اس کا صحیح تلفظ آدام ہے جس کا معنی مٹی ہے، چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی، اس لئے انہیں آدام کہا گیا اور اگر یہ عربی زبان کا لفظ ہو تو ممکن ہے کہ اسے ادیم سے لیا گیا ہو جو کہ سطح زمین کو کہتے ہیں، چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زمین کی جنس سے ہوئی ہے اس لئے انہیں یہ نام دیا گیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ "آدم" کا معنی ہوتا ہے ملانا، چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر پانی اور مٹی کو ملا کر تیار کیا گیا تھا، اس لئے انہیں یہ نام دیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کیلئے اللہ تعالیٰ نے زمین کے مختلف حصوں سے ایک مٹھی کے برابر مٹی لی تھی، یہی وجہ ہے کہ اس میں زمین کے مختلف حصوں کی تاثیر اور خواص جمع ہو گئے تھے، پھر اس مٹی میں پانی ملا کر اسے گوندھا گیا اور اسے کچھ عرصے کیلئے یونہی چھوڑ دیا گیا، جب اس خمیر میں بدبو پیدا ہو گئی اور وہ ٹھیکری کی طرح بجنے لگا تب اللہ تعالیٰ نے اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کیا، اس میں تمام اعضاء بنائے اور اسے ایک مکمل شکل دیدی، پھر کچھ عرصے کیلئے اسے یونہی رہنے دیا اور اسے مخفی رکھنے کی بجائے ایسی جگہ رکھا جہاں سے فرشتے اسے دیکھ سکیں، چنانچہ وہ اسے دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء اور غرض معلوم کرنے کے متمنی رہتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی منشاء سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اس کا نام آدم رکھا ہے، میں اسے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں، اس مقصد کیلئے میں زمین کو اس کی نسل سے آباد کروں گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان وہ مشہور مکالمہ ہوا جس کا ذکر ان آیات میں آیا ہے، اس مکالمے سے فرشتوں کا مقصد حق تعالیٰ کی تخلیق یا حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کیے جانے کے فیصلے پر اعتراض کرنا نہیں تھا، بلکہ وہ اس فیصلے کی حکمت معلوم کرنا چاہ رہے تھے جہاں تک ان کی رسائی نہیں ہو رہی تھی اسی وجہ سے انہوں نے اپنی عبادات اور تسبیح وتحمید کا ذکر کیا کہ اگر انسان کی تخلیق اس مقصد کیلئے ہے تو پھر اس مقصد کی تکمیل تو آپ ہمارے ذریعے فرما رہے ہیں اور اگر انسان کو تسبیح وعبادت کیلئے پیدا نہیں کیا جا رہا تو پھر یقیناً وہ زمین میں فساد پھیلائے گا، اس لئے تخلیق آدم کی حکمت معلوم نہیں ہو رہی، حق تعالیٰ نے بھی اپنی حکمت کی وضاحت ایک مقررہ وقت تک مؤخر فرما دی تا کہ وہ اس کا جواب اپنے کانوں سے سننے کی بجائے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، ظاہر ہے کہ عین الیقین کا درجہ علم الیقین سے بڑھ کر ہے، اس وقت صرف اتنا فرما دیا کہ میں جو کچھ جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے، عنقریب تمہیں ہمارے فیصلے کی حکمت معلوم ہو جائے گی۔

عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ

عَلَى	الْمَلٰٓئِكَةِ	فَقَالَ	اَنْۢبِـُٔوْنِىْ	بِاَسْمَآءِ	هٰٓؤُلَآءِ	اِنْ	كُنْتُمْ
پر	فرشتوں کے	سوکہا اُس نے	خبر دو تم مجھے	ساتھ ناموں	ان سب کے	اگر	تم ہو

پیش کیا اور فرمایا کہ تم مجھے ان ناموں کے متعلق بتاؤ اگر تم

صٰدِقِيْنَ ۝٣١ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ

صٰدِقِيْنَ ۝٣١	قَالُوْا	سُبْحٰنَكَ	لَا عِلْمَ	لَنَآ	اِلَّا	مَا	عَلَّمْتَنَا ؕ	اِنَّكَ
سچے	کہا اُنہوں نے	پاک ہے تو	کوئی علم نہیں	ہمارے لئے	مگر	وہ جو	تونے ہمیں سکھایا	بیشک تو

سچے ہو۔ [۳۱] وہ کہنے لگے کہ آپ پاک ہیں، ہمیں تو اتنا ہی علم حاصل ہے جو آپ نے ہمیں عطا فرمایا، بیشک آپ

اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝٣٢ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ

اَنْتَ	الْعَلِيْمُ	الْحَكِيْمُ ۝٣٢	قَالَ	يٰٓاٰدَمُ	اَنْۢبِئْهُمْ	بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ	فَلَمَّآ
تو	خوب جاننے والا	حکمت والا	کہا اُس نے	اے آدم!	خبر دو تم انہیں	ساتھ اُن ناموں کے	پھر جب

خوب جاننے والے، حکمت والے ہیں۔ [۳۲] اللہ نے فرمایا کہ اے آدم! تم انہیں ان ناموں کے متعلق بتا دو، پھر جب

اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ

اَنْۢبَاَهُمْ	بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ	قَالَ	اَلَمْ	اَقُلْ	لَّكُمْ	اِنِّىْٓ	اَعْلَمُ	غَيْبَ	السَّمٰوٰتِ
خبر دی اُس نے اُنہیں	ساتھ اُن ناموں کے	کہا اُس نے	کیا نہیں	کہا میں نے	تم سے	یہ کہ بیشک میں	جانتا ہوں	پوشیدہ باتیں	آسمانوں کی

آدم نے انہیں وہ نام بتائے تو اللہ نے فرمایا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو

وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝٣٣ وَاِذْ قُلْنَا

وَالْاَرْضِ ۙ	وَاَعْلَمُ	مَا	تُبْدُوْنَ	وَ	مَا	كُنْتُمْ	تَكْتُمُوْنَ ۝٣٣	وَاِذْ	قُلْنَا
اور زمین کی	اور میں جانتا ہوں	وہ جو	تم ظاہر کرتے ہو	اور	وہ جو	تم ہو	چھپاتے ہو	اور جب	کہا ہم نے

جانتا ہوں، نیز میں وہ باتیں بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ [۳۳] اور اُس وقت کو یاد کیجئے

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۗ

لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ	اِبْلِيْسَ ؕ	اَبٰى	وَاسْتَكْبَرَ ۗ
فرشتوں کو	سجدہ کرو تم	آدم کو	سو اُنہوں نے سجدہ کیا	مگر	ابلیس	انکار کیا اُس نے	اور تکبر کیا اس نے

جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا،

[۳۱] اس آیت میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے تیار شدہ پتلے میں روح پھونک دی جائے اور اسے اپنی خلافت کا مستحق بنا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس پتلے میں روح پھونک دی، یہ روح کیا تھی؟ اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح پھونک ماری؟ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے اس پر ایمان رکھنا چاہیے، یہ روح ان کے سر کے قریب اور بعض روایات کے مطابق ناک کے بانسے کے قریب پہنچی تو حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی اور بے ساختہ ان کی زبان سے ''الحمد للہ رب العالمین'' نکلا، یہ پہلے انسان کی پہلی چھینک اور اس پر اللہ تعالیٰ کا پہلا شکر تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر دانی فرمائی، خود انہیں ''یرحمك اللہ'' کہہ کر جواب عطا فرمایا، اور ان کی زبان سے نکلنے والے جملے کو قرآن کریم کی پہلی آیت بنا دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی میں روح پھونکنے کیلئے حق تعالیٰ نے جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد کا وقت منتخب فرمایا، بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ یہ جمعہ کا دن وہی تھا جس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان مختلف چیزوں کو پیدا فرمایا تھا، اور اس غلط فہمی کی بنیاد یہ ہے کہ اس حدیث میں ایک ہی طرز اسلوب میں کائنات کی تخلیق کے مختلف مراحل بیان کیے گئے ہیں، اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن فلاں چیز کو، اتوار کے دن فلاں چیز کو اور جمعرات کے دن فلاں چیز کو پیدا کیا اور اس کے بعد جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر کر دیا گیا، ظاہر ہے کہ یہ اسی ہفتے کا جمعہ نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ زمین و آسمان اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے درمیان ہزاروں سال کا وقفہ ہے، لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق کے عرصہ دراز کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا تو اس نے جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح پھونک دی۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ گز تھا، اور ان کے جسم پر گھنے بال تھے، بعد میں ان کی اولاد کا قد بھی یہی رہا، اور جنت میں جب اہلِ ایمان داخل ہو جائیں گے تو ان کا قد بھی ساٹھ گز لمبا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلا حکم یہ دیا کہ فرشتوں کی ایک جماعت کو جا کر سلام کریں، حضرت آدم علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی، اور فرشتوں کے پاس جا کر انہیں ''السلام علیکم'' کہا، فرشتوں نے جواب میں ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ'' کہا، حضرت آدم علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کلمات کو تمہاری اور تمہاری اولاد کی باہمی ملاقات کے وقت ابتدائی کلمات کے طور پر مقرر کیا جاتا ہے، مطلب یہ کہ تم اپنی اولاد کو یہ پیغام دے دینا کہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں تو اس کا آغاز سلام سے کریں، فطری طریقہ اور سلامتی والا راستہ یہی ہے، گویا انسان کا آغاز ''الحمد للہ'' سے کیا گیا، جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی گئی ہے، اور آغاز میں ہی اسے سلامتی کی تعلیم دے دی گئی ہے، لہٰذا انسان پر اللہ کا شکر اور اس کی تعریف کرنا لازم ہوا جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے سلامتی اور عافیت عطا فرمائے گا، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ اگر کسی شخص کو سلامتی مطلوب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اور اس کی تعریف کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ فرشتوں کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی برتری ثابت کریں، چنانچہ اس مقصد کیلئے حق تعالیٰ نے علم کا انتخاب فرما کر ظاہر فرما دیا کہ انسان اور دوسری تمام مخلوقات کے درمیان امتیاز اور برتری کا ذریعہ صرف اور صرف علم ہے، باقی یہاں جن ''ناموں'' کی تعلیم کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس سے مراد اسماء الٰہیہ کا اجمالی علم ہے، جس میں ان اسماء الٰہیہ کے خواص اور تاثیرات کا علم بھی شامل ہے، کیونکہ ''اسماء'' سے صرف ''اشیاء'' مراد لینا اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھا دیا تھا، کوئی فضیلت کی چیز نہیں ہے۔ [۳۲] اس آیت میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ان اسماء الٰہیہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اپنی عاجزی اور کوتاہی کا اعتراف کیا اور اس بات کو تسلیم کیا کہ ہمارے پاس کسی چیز کا ذاتی علم تو ہے نہیں، جتنا آپ نے ہمیں علم عطا فرما دیا، ہمارے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اصل علم تو آپ کے پاس ہے اور آپ کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ یقیناً تخلیق آدم کا فیصلہ

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۳۴ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ

وَكَانَ	مِنَ	الْكٰفِرِيْنَ ۳۴	وَ	قُلْنَا	يٰٓاٰدَمُ	اسْكُنْ	اَنْتَ	وَزَوْجُكَ
اور ہوگیا وہ	سے	کافروں کے	اور	کہا ہم نے	اے آدم!	رہائش اختیار کر	تُو	اور تیری بیوی

اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔ ۳۴ اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہائش اختیار

الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ

الْجَنَّةَ	وَكُلَا	مِنْهَا	رَغَدًا	حَيْثُ	شِئْتُمَا ۖ	وَلَا تَقْرَبَا	هٰذِهِ	الشَّجَرَةَ
جنت میں	اور کھاؤ تم دونوں	اس سے	بافراغت	جہاں	تم دونوں نے چاہا	اور تم دونوں قریب نہ جاؤ	یہ	درخت

کرو، اور اس میں جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ، اور اس درخت کے قریب نہ جانا،

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۳۵ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا

فَتَكُوْنَا	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ ۳۵	فَاَزَلَّهُمَا	الشَّيْطٰنُ	عَنْهَا	فَاَخْرَجَهُمَا
پھر ہوجاؤ تم دونوں	سے	ظلم والوں کے	سو پھسلا دیا اُن دونوں کو	شیطان نے	اُس سے	سو نکلوا دیا اُن دونوں کو

ورنہ تم ظلم والوں میں سے ہوجاؤ گے۔ ۳۵ سو شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلا دیا، اور انہیں وہاں سے نکلوا دیا

مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي

مِمَّا	كَانَا	فِيْهِ ۖ	وَقُلْنَا	اهْبِطُوْا	بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ	عَدُوٌّ ۚ	وَلَكُمْ	فِي
اس سے جو	تھے وہ دونوں	اس میں	اور کہا ہم نے	اترو تم سب	بعض تمہارے	بعض کے لئے	دشمن	اور تمہارے لئے	بیچ

جہاں وہ دونوں تھے، اور ہم نے حکم دیا کہ نیچے اترو، تم میں سے بعض، بعض کے دشمن ہوں گے، اور تمہارے لیے

الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۳۶ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ

الْاَرْضِ	مُسْتَقَرٌّ	وَّمَتَاعٌ	اِلٰى	حِيْنٍ ۳۶	فَتَلَقّٰٓى	اٰدَمُ	مِنْ رَّبِّهٖ
زمین	ٹھکانہ	اور سامان	تک	ایک وقت	سو پالیا	آدم نے	اپنے رب سے

زمین میں ٹھکانہ اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانے کا سامان ہو گا۔ ۳۶ پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات

كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۳۷ قُلْنَا اهْبِطُوْا

كَلِمٰتٍ	فَتَابَ	عَلَيْهِ ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ ۳۷	قُلْنَا	اهْبِطُوْا
چند کلمات	سو وہ متوجہ ہوا	اُس پر	بیشک وہ	وہی	خوب توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان	کہا ہم نے	اترو تم سب

حاصل کر لیے اور وہ ان پر متوجہ ہو گیا، بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۳۷ ہم نے حکم دیا کہ تم سب اکٹھے

بھی حکمتوں سے بھرپور ہوگا، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی ''لاعلمی'' کا اعتراف کر لینا فرشتوں والا عمل ہے۔ ۳۳ اس آیت میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ فرشتوں نے جب اپنی عاجزی اور لاعلمی کا اعتراف کر لیا، تب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ ان فرشتوں کو اسماء الٰہیہ اور ان کے خواص و تاثیر سے آگاہ کیجئے، حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیل فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی حکمت فرشتوں کے سامنے نمایاں ہو گئی کہ صرف عبادت فضیلت کا معیار نہیں ہے بلکہ اگر علم اور عبادت کے درمیان درجہ بندی کی جائے تو علم کا درجہ اس سے کئی گنا زیادہ اونچا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے علم کو انبیاء کرام علیہم السلام کے خصوصی وصف کے طور پر ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اپنے موقع پر آئیگا۔

۳۴ اس آیت میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا تفوق، ان کی علمی برتری و فضلیت اور خلافت الٰہیہ کے لائق اور مستحق ہونا ثابت ہو چکا تو پھر اس دوران اللہ تعالیٰ نے اپنی نورانی مخلوق فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا، ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور وہ راندۂ درگاہ ہوا، جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رہائش پذیر ہونے، اور ایک درخت کے علاوہ باقی تمام چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ملی، یہاں بعض لوگوں کو اشکال پیش آ گیا ہے کہ ابلیس تو فرشتوں میں سے نہیں تھا، پھر اس کے سجدہ نہ کرنے پر اسے سزا دینا قرین قیاس نہیں، کیونکہ سجدے کا حکم صرف فرشتوں کو دیا گیا تھا؟ اس ناکارہ کے نزدیک اس سوال کا جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اس لیے کہ اگر اس سوال میں کوئی وزن ہوتا تو ابلیس خود ہی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتا کہ پروردگار! سجدے کا حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا، اور میں فرشتوں میں سے نہیں ہوں، لہٰذا یہ حکم میری طرف متوجہ ہوتا ہی نہیں ہے، سو اگر میں نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تو مجھے اس کی سزا کیوں دی جا رہی ہے؟ لیکن اس نے یہ سوال نہیں اٹھایا، بلکہ حق تعالیٰ کے سامنے اپنے تکبر کا مظاہرہ کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود کو اس حکم کا مکلف سمجھتا تھا، تب ہی تو اس نے معذرت خواہانہ رویے کی بجائے گستاخانہ رویہ اختیار کیا، اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا مورد بن گیا۔ ۳۵ اس آیت میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کروانے کے بعد جنت میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور جنت ہی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تنہائی دور کرنے اور طبیعت کو مانوس کرنے کیلئے حضرت حوا علیہا السلام، کو پیدا فرمایا، چونکہ وہ حیات رکھنے والے ہر شخص کی ماں قرار پائیں اس لیے ان کا نام حوا علیہا السلام رکھا گیا، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا تھا، اور بعد میں اس جگہ دوبارہ گوشت پیدا فرما دیا تھا، بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم سے حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق اسی طرح ہوئی تھی جیسے ایک گٹھلی سے کھجور کا پورا درخت نکل آتا ہے، رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے کیوں پیدا فرمایا؟ تو اس کی دو وجہیں ہیں، ایک تو یہ کہ انسان اس حقیقت کو تسلیم کر لے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے، لہٰذا عورت کی فطرت میں ہی یہ کیفیت رکھی گئی ہے اور اس سے اس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی فائدہ اٹھانا ممکن ہے اور دوسری یہ کہ پسلی دل کے قریب ہوتی ہے اور دل محبت کا مرکز ہوتا ہے، اس لیے مرد کو اپنی بیوی سے محبت کرنی چاہیے، سر پر چڑھانا چاہیے اور نہ ہی اسے پاؤں کی جوتی سمجھنا چاہیے۔ اس آیت مبارکہ میں حضرت آدم و حوا علیہما السلام کیلئے جس ''شجر ممنوعہ'' کا ذکر آیا ہے، بعض حضرات اس کی تعیین کیلئے بہت دور نکل گئے ہیں اور انہوں نے ایسی آراء اختیار کر لی ہیں جن پر وہ کوئی مستند دلیل پیش نہیں کر سکے، ایسے امور میں اس ناکارہ کے نزدیک سلامتی والا راستہ ''توقف'' کا ہے۔ واللہ اعلم۔ ۳۶ اس آیت میں حضرت آدم و حواء علیہما السلام کے جنت سے نکالے جانے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے شیطان کی طرف منسوب کرنے کی وجہ صرف اتنی ہے کہ وہ اس نکلنے کا سبب بن گیا تھا، اس لئے بطور سبب کے اس کی طرف نسبت کر دی گئی، اس عاجز

مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ

مِنْهَا	جَمِيْعًا ۚ	فَاِمَّا	يَاْتِيَنَّكُمْ	مِّنِّيْ	هُدًى	فَمَنْ	تَبِعَ	هُدَايَ
اس سے	اکٹھے	سو اگر	آئے تمہارے پاس	میری جانب سے	کوئی ہدایت	تو جو کوئی	پیروی کرے	میری ہدایت کی

یہاں سے نیچے اترو، پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا،

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

فَلَا خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا
تو نہ کوئی خوف ہوگا	اُن پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	اور	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور جھٹلایا انہوں نے

ایسے لوگوں پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ﴿٣٨﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی

بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾ يٰبَنِيْٓ

بِاٰيٰتِنَآ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾	يٰبَنِيْٓ
ہماری آیتوں کو	وہ لوگ	جہنم والے	وہ	اُس میں	ہمیشہ رہنے والے	اے بیٹو!

تکذیب کی، یہی لوگ اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿٣٩﴾ اے بنی

اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ

اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ	اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَاَوْفُوْا	بِعَهْدِيْٓ
اسرائیل کے	یاد کرو تم	میری نعمت	وہ جو	انعام کی میں نے	تم پر	اور پورا کرو تم	میرے عہد کو

اسرائیل! میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی ہیں اور تم میرے عہد کو پورا کرو،

اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٤٠﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا

اُوْفِ	بِعَهْدِكُمْ ۚ	وَاِيَّايَ	فَارْهَبُوْنِ ﴿٤٠﴾	وَ	اٰمِنُوْا	بِمَآ	اَنْزَلْتُ	مُصَدِّقًا
پورا کروں گا میں	تمہارے عہد کو	اور خاص مجھے	تو تم مجھ سے ڈرو	اور	ایمان لاؤ تم	ساتھ اس کے جو	میں نے نازل کیا	تصدیق کرنے والا

میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا، اور خاص مجھ ہی سے ڈرو۔ ﴿٤٠﴾ اور ایمان لاؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے، وہ تمہاری کتاب کی تصدیق

لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫

لِّمَا	مَعَكُمْ	وَلَا تَكُوْنُوْٓا	اَوَّلَ	كَافِرٍۢ	بِهٖ ۠	وَلَا تَشْتَرُوْا	بِاٰيٰتِيْ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا ۫
اس کے لئے جو	تمہارے ساتھ	اور نہ ہو جاؤ تم	پہلے	انکار کرنے والا	اس کے ساتھ	اور نہ خریدو تم	میری آیتوں کے بدلے	قیمت	تھوڑی

کرتی ہے اور تم اُس کے پہلے منکر نہ ہو جاؤ اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت کے عوض نہ بیچو

کے نزدیک زمین پر اترنے کا یہ حکم سزا کے طور پر نہیں تھا، گو کہ اس کی شکل یہی ہو، بلکہ حقیقت میں یہ اس ارادے اور وعدے کی تکمیل کی ایک تقریب تھی جو خلافت آدم کے حوالے سے حق تعالیٰ کے علم ازلی میں پہلے سے طے شدہ اور مقدر تھا، نیز یہاں اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھا دیا گیا کہ شیطان اور انسان کے درمیان عداوت ہے، لہٰذا شیطان کبھی بھی انسان کا دوست نہیں ہو سکتا، ہاں! یہ ممکن ہے کہ وہ دوست کے بھیس میں آ کر انسان کو بہکا دے اور اس کی وہ قسم کھا کر آیا ہے اور وہ اپنی قسم کے مطابق انسان کو بہکانے کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہا ہے اور اس زمین میں جہاں انسان کا عارضی ٹھکانہ اور کچھ برتنے کی چیزیں ہیں، اللہ کی مخلوق کو گمراہ کر رہا ہے، کاش! کہ انسان اپنے دوست اور دشمن میں فرق کر سکے۔ ﴿٣٧﴾ اس آیت میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو آسمان سے زمین پر جب اتارا گیا تو وہ ہندوستان کے ایک مشہور جزیرے "سراندیپ" کے ایک پہاڑ پر اترے، اس پہاڑ پر ان کے قدموں کا نشان آج بھی موجود ہے اور لوگ اس کی زیارت کیلئے جاتے ہیں، یہ نہایت معتدل علاقہ ہے، زمین پر اتارے جانے کے بعد ایک عرصے تک حضرت آدم علیہ السلام آہ وزاری اور گریہ و بکاء میں مصروف رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں "ربنا ظلمنا انفسنا" والی دعا سکھا دی اور وہ ان الفاظ کے ذریعے اللہ سے اپنی لغزش کی معافی مانگنے اور توبہ کرنے لگے، اس آیت میں "کلمات" سے یہی دعا مراد ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا اور توبہ کو قبول فرما لیا۔

ع ١٠ ٤ ٤

﴿٣٨﴾ اس آیت میں زمین پر بھیجے جانے کے حکم کی تاکید کرتے ہوئے آئندہ کیلئے یہ ہدایت جاری فرما دی کہ تم لوگوں کی رہنمائی کیلئے میرے پاس سے وقتاً فوقتاً احکامات و ہدایات آتی رہیں گی، تم ان کی روشنی میں زندگی گزارنے کے پابند ہو گے، اگر تم نے حکم کے مطابق عمل کیا تو تمہارے پاس خوف اور غم پھٹکنے بھی نہ پائیں گے، مطلب یہ کہ آئندہ تمہیں اس بات کا خوف نہیں رہے گا کہ پھر کسی وقت دوبارہ جنت سے نکالے جاؤ، لہٰذا جنت سے نکلنے کا غم بھی نہیں ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو کسی چیز کا "خوف" پہلے اور "غم" بعد میں ہوتا ہے اور یہاں دونوں کی نفی کر کے اہل ایمان کو بھرپور تسلی دی گئی ہے۔ ﴿٣٩﴾ اس آیت میں اس دوسرے گروہ کا ذکر فرمایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات و ہدایات آنے کے بعد انہیں تسلیم نہ کرے، ان کی تکذیب کرے اور انہیں قبول کرنے سے انکار کر دے، ایسے لوگوں کیلئے سزا کے طور پر جہنم کو تجویز کیا گیا ہے اور انہیں وہاں ہمیشہ رہنے کی وعید سنائی گئی ہے، سمجھنے والوں کیلئے اس میں بڑی عبرت ہے۔ ﴿٤٠﴾ اس آیت مبارکہ سے بنی اسرائیل کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے جو کافی دور تک چلا گیا ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ ان کا تعارف کروایا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ بنی اسرائیل سے دنیا کی ملکی اور عملی قیادت واپس کیوں لی گئی؟ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کس قدر انعامات اور احسانات کیے تھے؟ دراصل اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب یا اصل نام ہے جو کہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اور "اسرا" اور "ایل" سے مرکب ہے، عربی زبان میں اس کا معنی عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ ہے، انہی کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے، یہاں ان سے خطاب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ میں نے تم پر جو انعامات کیے ہیں، ذرا انہیں یاد تو کرو، ایک عزت دار آدمی اپنے محسن کے احسانات کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے، اس کا شکر گزار ہوتا ہے، اس کی ناشکری نہیں کرتا سو تم بھی اللہ کی ناشکری نہ کرو، تم نے تورات کے احکام پر عمل کرنے کا عہد کیا تھا، اس میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کا عہد بھی موجود تھا، اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو میں اپنے وعدے کو پورا کرتے ہوئے تمہیں عزت و نصرت اور آخرت میں جنت عطا کروں گا، اگر تمہیں لوگوں کی ایذا رسانی اور تکلیف کا اندیشہ ہے تو اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، بس صرف مجھ سے ڈرتے رہو، میں تمہیں لوگوں کے اندیشے سے نجات دلا دوں گا۔

وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ

وَاِيَّايَ	فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾	وَلَا	تَلْبِسُوا	الْحَقَّ	بِالْبَاطِلِ	وَ	تَكْتُمُوا	الْحَقَّ
اور خاص مجھے	تو تم مجھ سے ڈرو	اور نہ	ملاؤ تم	حق کو	باطل کے ساتھ	اور	نہ چھپاؤ	حق کو

اور خاص مجھ ہی سے ڈرو۔ [41] اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو، اور جان بوجھ کر

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ

وَ	اَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾	وَ	اَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ	وَارْكَعُوْا	مَعَ
اور	تم	جانتے ہو	اور	قائم کرو تم	نماز کو	اور ادا کرو تم	زکوۃ کو	اور جھکو	ساتھ

حق کو مت چھپاؤ۔ [42] اور نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور جھکنے والوں کے ساتھ

الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ

الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾	اَتَاْمُرُوْنَ	النَّاسَ	بِالْبِرِّ	وَ	تَنْسَوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	وَ	اَنْتُمْ
جھکنے والوں کے	کیا حکم دیتے ہو تم	لوگوں کو	نیکی کا	اور	بھول جاتے ہو تم	اپنے آپ کو	اور	تم

جھکو۔ [43] کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم

تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ

تَتْلُوْنَ	الْكِتٰبَ ۭ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ﴿٤٤﴾	وَاسْتَعِيْنُوْا	بِالصَّبْرِ	وَالصَّلٰوةِ ۭ
تلاوت کرتے ہو	کتاب کی	تو کیا نہیں	تم سمجھتے ہو	اور مدد طلب کرو	ساتھ صبر کے	اور نماز کے

کتاب کی تلاوت کرتے ہو، تو کیا تم لوگ سمجھتے نہیں ہو؟ [44] اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کیا کرو،

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿٤٥﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا

وَ	اِنَّهَا	لَكَبِيْرَةٌ	اِلَّا	عَلَى	الْخٰشِعِيْنَ ﴿٤٥﴾	الَّذِيْنَ	يَظُنُّوْنَ	اَنَّهُمْ	مُّلٰقُوْا
اور	بیشک وہ	البتہ بھاری	مگر	پر	خشوع کرنے والوں کے	وہ لوگ جو	یقین رکھتے ہیں وہ	یہ کہ بیشک وہ	ملنے والے

اور بیشک وہ بہت بھاری ہے سوائے خشوع کرنے والوں کے۔ [45] جو لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات

رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿٤٦﴾ ع يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ

رَبِّهِمْ	وَاَنَّهُمْ	اِلَيْهِ	رٰجِعُوْنَ ﴿٤٦﴾	يٰبَنِيْٓ	اِسْرَاۗءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ
اپنے رب سے	اور یہ کہ بیشک وہ	اس کی طرف	لوٹنے والے	اے بیٹو!	اسرائیل کے	یاد کرو تم	میری نعمت

کرنے والے ہیں اور یہ کہ وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ [46] اے بنی اسرائیل! میری ان نعمتوں کو یاد کرو

[41] اس آیت میں بنی اسرائیل کو قرآن کریم پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تمہاری کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرتا ہے، اگر وہ تورات کی تکذیب کرتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ اس نئی کتاب نے ہمارے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے، اس لئے ہم اس پر ایمان نہیں لا سکتے، سو جب یہ کتاب تورات کی تصدیق کرتی ہے تو تمہیں اس پر سب سے پہلے ایمان لانا چاہیے، نہ یہ کہ سب سے پہلے کافر بن جاؤ، دوسری ہدایت یہ دی گئی ہے کہ لوگوں سے پیسے لیکر دین میں تحریف کر کے غلط مسئلے مت بتاؤ، تم اس کے عوض جتنا بھی مال و دولت لے لو، وہ تھوڑا ہی ہوگا، کیونکہ پوری دنیا اور اس کے تمام خزانے بھی اللہ کی آیتوں میں سے صرف ایک آیت کی قیمت بھی نہیں بن سکتے، اس لئے صرف مجھ سے ڈرو، میرے احکامات کی خرید وفروخت مت کرو اور صحیح دین لوگوں تک پہنچاؤ۔ [42] اس آیت میں بنی اسرائیل کو دو چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ایک تو یہ کہ حق اور باطل کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط اور گڈمڈ نہ کرو، اور دوسرا یہ کہ حق بات معلوم ہونے کے بعد اسے مت چھپاؤ، اس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک یہ دونوں باتیں جرم ہیں اور اگر کوئی شخص ان کا مرتکب ہو تو اسے توبہ کرنی چاہیے۔ [43] اس آیت میں بنی اسرائیل کو دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے، ایک تو یہ کہ نماز قائم کرو، دوسرا یہ کہ زکوۃ ادا کرو اور ساتھ ساتھ رکوع کرنے والوں میں شامل ہونے کا حکم بھی دیدیا، کیونکہ ان کی نماز میں رکوع نہ تھا، اس لئے گویا یوں فرمایا کہ اس سے پہلے تم نماز رکوع کے بغیر پڑھتے تھے، اب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز لیکر آئے ہیں، اس میں رکوع بھی شامل ہے، لہٰذا تم بھی اس نماز کو اختیار کرو، بعض مفسرین نے اسے جزو بول کر کل مراد لینے پر محمول کیا ہے اور بعض مفسرین نے اسے جماعت کے وجوب پر استدلال کیلئے بھی پیش کیا ہے۔ [44] اس آیت میں بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ تم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے لوگوں کو اُن کی تشریف آوری کی خوشخبری اور ان کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے کی تلقین کرتے تھے اور اسی کو ذریعہ نجات قرار دیتے تھے، جب وہ تشریف لے آئے تو تم خود ہی ایمان کی سعادت سے محروم ہو گئے، چنانچہ مسند احمد میں ایک یہودی عالم کا اسی نوعیت کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ اس نے جن لوگوں کو تلقین کی وہ تو مسلمان ہو گئے لیکن وہ خود اس سعادت سے بہرہ ور نہ ہو سکا، یہ تو لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور اپنے آپ کو بھول جانا ہے، اس کی مثال تو ایسے ہے جیسے کوئی آدمی کسی کو کنوئیں کا پتہ بتائے، وہ شخص اس جگہ پہنچ کر کنوئیں سے سیراب ہو جائے اور پتہ بتانے والا پیاس کی وجہ سے مر جائے، اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر انسان خود نیکی نہ کر رہا ہو تو اس کیلئے دوسروں کو تلقین کرنا بھی جائز نہیں ہے، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنی تلقین اور وعظ پر خود بھی عمل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ [45] اس آیت میں صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ انسان کے دو بڑے مسئلے ہیں، ایک حب مال اور دوسرا حب جاہ اور دونوں ہی نہایت خطرناک ہیں، لہٰذا صبر کے ذریعے حب مال کا علاج کیا گیا اور نماز کے ذریعے حب جاہ کا علاج کیا گیا، چونکہ حب جاہ سے دستبردار ہونا اتنا آسان نہیں ہے اس لئے نماز کو گراں قرار دیا گیا، کیونکہ اس میں انسان کو اپنی عاجزی اور ذلت کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور اپنی ناک اور پیشانی زمین پر رکھنی پڑتی ہے۔ [46] اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کیلئے حب جاہ سے دستبردار ہونا آسان ہے، یہ اپنے دلوں میں خشوع وخضوع کی کیفیت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ملاقات اور اس کی بارگاہ میں حاضری کا تصور ہر وقت اپنے دلوں میں رکھتے ہیں، ظاہر ہے کہ جب یہ لوگ حب جاہ سے دستبردار ہو سکتے ہیں تو ان کیلئے نماز کی ادائیگی میں بھی کوئی گرانی اور دشواری نہیں ہوگی۔

الَّتِيۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّيۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿٤٧﴾ وَاتَّقُوۡا

الَّتِيۡٓ	اَنۡعَمۡتُ	عَلَيۡكُمۡ	وَاَنِّيۡ	فَضَّلۡتُكُمۡ	عَلَى	الۡعٰلَمِيۡنَ ۞	وَ	اتَّقُوۡا
وہ جو	انعام کی میں نے	تم پر	اور یہ کہ بیشک میں	تمہیں فضیلت دی میں نے	پر	جہان والے	اور	ڈرو

جو میں نے تم پر انعام کی ہیں اور یہ کہ میں نے تمہیں جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ ٤٧ اور ڈرو

يَوۡمًا لَّا تَجۡزِيۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ

يَوۡمًا	لَّا	تَجۡزِيۡ	نَفۡسٌ	عَنۡ نَّفۡسٍ	شَيۡـًٔا	وَّ	لَا	يُقۡبَلُ	مِنۡهَا	شَفَاعَةٌ
وہ دن	نہیں	بدلہ دے گا	کوئی نفس	کسی نفس سے	کوئی بھی چیز	اور	نہیں	قبول کی جائے گی	اس سے	کوئی سفارش

اُس دن سے جب کوئی نفس کسی نفس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا، اس کی طرف سے کوئی سفارش قبول نہیں کی جائے گی،

وَّلَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿٤٨﴾ وَاِذۡ نَجَّيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ

وَّلَا	يُؤۡخَذُ	مِنۡهَا	عَدۡلٌ	وَّ	لَا	هُمۡ	يُنۡصَرُوۡنَ ۞	وَ	اِذۡ	نَجَّيۡنٰكُمۡ	مِّنۡ	اٰلِ
اور نہ	لیا جائیگا	اُس سے	کوئی فدیہ	اور	نہ	وہ	مدد کئے جائیں گے	اور	جب	نجات دی ہم نے تمہیں	سے	گھرانا

اس کی طرف سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔ ٤٨ اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے

فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ يُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ

فِرۡعَوۡنَ	يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ	سُوۡٓءَ	الۡعَذَابِ	يُذَبِّحُوۡنَ	اَبۡنَآءَكُمۡ
فرعون کا	وہ دیتے تھے تمہیں	برا	عذاب	ذبح کرتے تھے وہ	تمہارے بیٹوں کو

نجات عطا فرمائی، جو تمہیں بدترین عذاب میں مبتلا کرتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے

وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ ؕ وَفِيۡ ذٰلِكُمۡ بَلَآءٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ ﴿٤٩﴾ وَاِذۡ

وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ	نِسَآءَكُمۡ	وَ	فِيۡ	ذٰلِكُمۡ	بَلَآءٌ	مِّنۡ	رَّبِّكُمۡ	عَظِيۡمٌ ۞	وَ	اِذۡ
اور زندہ رکھتے تھے	تمہاری عورتوں کو	اور	بیچ	تمہاری وہ حالت	آزمائش	سے	تمہارا رب	بہت بڑی	اور	جب

اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ ٤٩ اور اس وقت کو یاد کرو جب

فَرَقۡنَا بِكُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَيۡنٰكُمۡ وَاَغۡرَقۡنَآ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ

فَرَقۡنَا	بِكُمُ	الۡبَحۡرَ	فَاَنۡجَيۡنٰكُمۡ	وَ	اَغۡرَقۡنَآ	اٰلَ	فِرۡعَوۡنَ	وَ	اَنۡتُمۡ
پھاڑ دیا ہم نے	تمہارے لئے	سمندر کو	سو نجات دی ہم نے تمہیں	اور	غرق کر دیا ہم نے	گھرانا	فرعون کا	اور	تم

ہم نے تمہارے لیے سمندر کو پھاڑ کر تمہیں نجات دی اور آل فرعون کو تمہارے دیکھتے دیکھتے

٤٧ اس آیت میں ایک مرتبہ پھر بنی اسرائیل کو اللہ کے احسانات یاد کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے تا کہ ان میں شکر کا جذبہ پیدا ہو سکے، آگے ان احسانات اور انعامات کی تفصیل دی گئی ہے جو وقتاً فوقتاً بنی اسرائیل پر ہوتے رہے، جن میں سے اس آیت میں صرف پہلے احسان کا تذکرہ ہے جو تمام احسانات پر بھاری ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو اہل عالم پر فضیلت اور برتری عطا فرمائی، اُن میں نبوت اور سلطنت رکھی اور ان کی نسل چلائی، اگر وہ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے تو اس میں مزید ترقی ہوتی، چونکہ انہوں نے ناشکری کا راستہ اختیار کیا اس لئے ترقی تو کیا ہوتی، الٹا تنزل ہو گیا اور ان سے یہ اعزاز چھین کر نبی آخر الزمان ﷺ کی امت کو دے دیا گیا، اس طرح ان کی برتری ختم ہو گئی۔

٤٨ اس آیت میں قیامت کے دن سے ڈرنے اور احتیاط کرنے کی تلقین کرتے ہوئے اس دن کی مناسبت سے چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ۱۔ کوئی نفس کسی نفس کے کسی کام نہ آ سکے گا، انسان آڑے وقتوں میں اپنے دوستوں اور متعلقین سے کم از کم اتنی توقع تو رکھتا ہی ہے۔ ۲۔ کسی نفس کی طرف سے سفارش قبول نہ ہو گی، لوگ اپنے متعلقین کو بچانے کیلئے کسی مضبوط سفارش سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ۳۔ کسی نفس کی طرف سے فدیہ نہیں لیا جائیگا، سفارش سے کام نہ چل سکے تو لوگ فدیہ، ضمانت اور جرمانہ کے ذریعے بچاؤ کرتے ہیں۔ ۴۔ کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے گا، کچھ بھی نہ ہو سکے تو اسے اپنی مدد اور تعاون کا یقین دلاتے ہیں، لیکن قیامت کے دن ان میں سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا، اس لئے اس دن کی تیاری کرو اور یہ خیال چھوڑ دو کہ پدرم سلطان بود۔

٤٩ اس آیت میں یہودیوں کو وہ وقت یاد دلایا گیا ہے جب فرعون کی طرف سے ان کے لڑکوں کو ذبح کرنے اور لڑکیوں کو زندہ باقی رکھنے کا حکم جاری کیا گیا تھا جو دراصل ایک خواب کی تعبیر پوری ہونے کے اندیشے سے تھا، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل اس زمانے میں ملک مصر کے بادشاہ فرعون "جس کا نام تحقیق بسیار کے بعد مفتاح معلوم ہوا ہے" نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی جانب سے ایک آگ آئی اور اس نے مصر کے تمام گھروں اور تمام قبطیوں کو جلا دیا، صرف بنی اسرائیل کے گھروں کو چھوڑ دیا، فرعون بیدار ہوا تو اس خواب کی طرف سے سخت پریشان تھا، اس نے اپنے تمام درباری کاہنوں اور ساحروں کو جمع کر کے یہ خواب سنایا، انہوں نے اس خواب کی تعبیر یہ بیان کی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہو گا، مصر کی تباہی اسی کے ہاتھوں لکھی گئی ہے، فرعون نے قبل از وقت اس کا حل یہ تجویز کیا کہ فرمان شاہی جاری کر دیا، آج کے بعد بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو، اسے قتل کر دیا جائے اور اگر کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہو تو اسے زندہ رہنے دیا جائے تا کہ وہ مصریوں کی خدمت کر سکیں، ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑی آزمائش تھی اور بنی اسرائیل کو اس سے نجات ملنا بڑا انعام تھا۔

تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

تَنْظُرُوْنَ﴿۵۰﴾	وَ	اِذْ	وٰعَدْنَا	مُوْسٰى	اَرْبَعِيْنَ	لَيْلَةً	ثُمَّ	اتَّخَذْتُمُ
دیکھ رہے تھے	اور	جب	وعدہ لیا ہم نے	موسیٰ سے	چالیس	رات	پھر	بنالیا تم نے

غرق کر دیا۔ ﴿۵۰﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ لیا، پھر تم نے ان کے

الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

الْعِجْلَ	مِنْۢ بَعْدِهٖ	وَاَنْتُمْ	ظٰلِمُوْنَ﴿۵۱﴾	ثُمَّ	عَفَوْنَا	عَنْكُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
بچھڑے کو	اس کے پیچھے سے	اور تم	ظلم کرنے والے	پھر	درگزر کیا ہم نے	تم سے	اس کے بعد

پیچھے بچھڑے کو معبود بنالیا، اور تم ظالم تھے۔ ﴿۵۱﴾ پھر اس کے بعد بھی ہم نے تمہیں معاف کر دیا

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ

لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ﴿۵۲﴾	وَ	اِذْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَالْفُرْقَانَ
تاکہ تم	تم شکر کرتے رہو	اور	جب	دیا ہم نے	موسیٰ کو	کتاب	اور حق و باطل میں فرق کرنے والی چیز

تاکہ تم شکر کرو۔ ﴿۵۲﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور "فرقان" دیا،

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ

لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ﴿۵۳﴾	وَ	اِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	يٰقَوْمِ	اِنَّكُمْ	ظَلَمْتُمْ
تاکہ تم	تم راہ راست پر آجاؤ	اور	جب	کہا	موسیٰ نے	اپنی قوم سے	اے میری قوم!	بیشک تم	ظلم کیا تم نے

تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔ ﴿۵۳﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو

اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا

اَنْفُسَكُمْ	بِاتِّخَاذِكُمُ	الْعِجْلَ	فَتُوْبُوْٓا	اِلٰى	بَارِئِكُمْ	فَاقْتُلُوْٓا
اپنی جانوں پر	ساتھ پکڑنے تمہارے کے	بچھڑے کو	تو تم توبہ کرو	جانب	اپنے پیدا کرنے والے کے	تو تم قتل کرو

معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، سو تم اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے توبہ کرو اور اپنے آپ کو

اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ

اَنْفُسَكُمْ	ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	عِنْدَ	بَارِئِكُمْ	فَتَابَ	عَلَيْكُمْ	اِنَّهٗ هُوَ
اپنی جانوں کو	تمہارا یہ عمل	زیادہ بہتر	تمہارے حق میں	نزدیک	تمہارے پیدا کرنے والے کے	تو وہ متوجہ ہوا	تم پر	بیشک وہ ہی

قتل کرو، یہی تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے، پھر وہ تم پر متوجہ ہوا، بیشک وہی

﴿۵۰﴾ اس آیت میں بنی اسرائیل کیلئے دریا میں راستہ بن جانے اور اسی راستے پر چل کر آنے والے فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی کا ذکر کیا گیا ہے، بنی اسرائیل کیلئے یہ بہت بڑا انعام تھا کہ ان کے دشمن کو ان کی آنکھوں کے سامنے اسی سمندر میں غرق کر دیا گیا جسے وہ ابھی صحیح سلامت عبور کر کے آئے تھے، اس کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی۔

﴿۵۱﴾ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمانے کیلئے طور پہاڑ پر چالیس راتوں کا اعتکاف اور ان کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل کا بچھڑے کی پوجا کرنا مذکور ہے، ابتداء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے یہ مدت تیس راتیں مقرر کی گئی تھی جسے بعد میں دس راتوں کے اضافے کے ساتھ چالیس تک پہنچا دیا گیا۔ اس کی وجہ نویں پارے میں انشاء اللہ آئے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حکم الٰہی کے مطابق طور پہاڑ پر تشریف لے گئے اور ان کے پیچھے بنی اسرائیل نے سامری کے بہکاوے میں آکر اسی کے بنائے ہوئے ایک بچھڑے کی پوجا شروع کر دی کیا تم وہ وقت بھول گئے ہو؟

﴿۵۲﴾ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے باوجود کہ تم نے شرک جلی کا ارتکاب کیا اور بچھڑے کی پوجا کر کے تم ظلم عظیم کے مرتکب ہوئے، ہم نے پھر بھی درگزر سے کام لیا اور پوری قوم کو تباہ کرنے کا فیصلہ نہ کیا، شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ، لیکن تم احسان فراموش قوم ثابت ہوئے، معلوم ہوا کہ یہودی احسان فراموش قوم بن چکے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ احسان فراموشی یہودیوں کا شیوہ ہے۔

﴿۵۳﴾ اس آیت میں بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور فرقان دینے کا انعام ذکر فرمایا ہے اور قوموں کی رہنمائی کیلئے آئین اور دستور کا فراہم ہو جانا جس کی روشنی میں وہ زندگی گزار سکیں اور ان کا کوئی قدم بھی ماورائے آئین نہ ہو، بہت بڑی نعمت ہے، لیکن بنی اسرائیل نے حسب عادت اس کی بھی قدر نہ کی، رہی یہ بات کہ "کتاب اور فرقان" سے کیا مراد ہے؟ تو کتاب سے مراد "تورات" ہے جو اللہ تعالیٰ نے تحریری شکل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی اور "فرقان" کی مراد متعین کرنے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں جن میں سے تین زیادہ مشہور ہیں۔ (الف) "فرقان" سے مراد وہ احکام شرعیہ ہیں جن سے جائز اور ناجائز، حلال اور حرام کے درمیان فرق ہو سکے۔ (ب) "فرقان" سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہ معجزات ہیں جو نبوت اور سحر میں فرق کرتے رہے۔ (ج) "فرقان" سے مراد بھی تورات ہی ہے کیونکہ اس سے بھی صحیح اور غلط میں امتیاز ہوتا ہے، اس عاجز کے نزدیک "فرقان" کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو حق اور باطل، کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کر سکے خواہ وہ تحریری شکل میں ہو یا کسی عملی شکل میں۔

التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۴﴾ وَ اِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى

التَّوَّابُ	الرَّحِيۡمُ ﴿۵۴﴾	وَ اِذۡ	قُلۡتُمۡ	يٰمُوۡسٰى	لَنۡ نُّؤۡمِنَ	لَكَ	حَتّٰى	نَرَى
خوب توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان	اور جب	کہا تم نے	اے موسیٰ!	ہرگز ایمان نہ لائیں گے ہم	تم پر	یہاں تک کہ	دیکھ لیں ہم

توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿۵۴﴾ اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم تو تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ اللہ کو

اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثۡنٰكُمۡ

اللّٰهَ	جَهۡرَةً	فَاَخَذَتۡكُمُ	الصّٰعِقَةُ	وَ	اَنۡتُمۡ	تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾	ثُمَّ	بَعَثۡنٰكُمۡ
اللہ کو	آمنے سامنے	تو پکڑ لیا تمہیں	بجلی کی کڑک نے	اور	تم	دیکھتے رہے	پھر	زندہ کیا ہم نے تمہیں

اپنے سامنے دیکھ لیں، پھر تمہیں تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے بجلی نے آ پکڑا۔ ﴿۵۵﴾ پھر ہم نے تمہیں تمہارے

مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡغَمَامَ

مِّنۡۢ بَعۡدِ	مَوۡتِكُمۡ	لَعَلَّكُمۡ	تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۵۶﴾	وَ	ظَلَّلۡنَا	عَلَيۡكُمُ	الۡغَمَامَ
پیچھے سے	تمہاری موت کے	تاکہ تم	تم شکر کرتے رہو	اور	سائبان بنایا ہم نے	تم پر	بادل

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا، تاکہ تم شکر کرو۔ ﴿۵۶﴾ اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا،

وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى ؕ كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا

وَ اَنۡزَلۡنَا	عَلَيۡكُمُ	الۡمَنَّ	وَالسَّلۡوٰى ؕ	كُلُوۡا	مِنۡ	طَيِّبٰتِ	مَا
اور نازل کیا ہم نے	تم پر	منہ میٹھا کرنے کی چیز	اور بٹیر	کھاؤ تم سب	سے	پاکیزہ چیزیں	وہ جو

اور ہم نے تم پر من و سلویٰ نازل کیا، کھاؤ وہ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تمہیں

رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذۡ

رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ	وَ	مَا	ظَلَمُوۡنَا	وَ	لٰكِنۡ	كَانُوۡۤا	اَنۡفُسَهُمۡ	يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۵۷﴾	وَ	اِذۡ
ہم نے تمہیں دیں	اور	نہیں	نقصان کیا انہوں نے ہمارا	اور	لیکن	وہ تھے	اپنی جانوں پر	وہ ظلم کرتے رہے	اور	جب

عطا کی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا، لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے رہے۔ ﴿۵۷﴾ اور جب

قُلۡنَا ادۡخُلُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ فَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ رَغَدًا

قُلۡنَا	ادۡخُلُوۡا	هٰذِهِ	الۡقَرۡيَةَ	فَكُلُوۡا	مِنۡهَا	حَيۡثُ	شِئۡتُمۡ	رَغَدًا
کہا ہم نے	داخل ہو جاؤ تم سب	یہ	بستی	تو تم کھاؤ	اس میں سے	جہاں سے	تم نے چاہا	بافراغت

ہم نے کہا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ،

﴿۵۴﴾ اس آیت میں اُن لوگوں کی سزا کا ذکر ہے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بچھڑے کی پوجا کی تھی، اس وقت ایک گروہ تو انہی لوگوں کا تھا، دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے بچھڑے کی پوجا بھی نہ کی اور دوسروں کو بھی نہ روکا، تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو خود تو رکے رہے لیکن دوسروں کو انہوں نے نہیں روکا، سو تیسرے گروہ کو حکم دیا گیا کہ تم لوگ بچھڑے کی پوجا کرنے والے گروہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کرو، اس سے پہلے توبہ کرنے کا حکم بھی انہیں دیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ ان کی پاکیزگی کیلئے دو درجے متعین کیے گئے تھے، ایک یہ کہ وہ اپنے اس فعل سے توبہ کریں، اور دوسرا یہ کہ بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو قتل کر دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ تمام لوگ سزا کے طور پر قتل کیے گئے۔ ﴿۵۵﴾ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی اور انہوں نے اسے بنی اسرائیل کے سامنے عمل کیلئے پیش کیا تو انہوں نے اسے اللہ کا کلام تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور یہ تقاضا کیا کہ اللہ تعالیٰ براہ راست ہم سے یہ کہے کہ یہ میرا ہی کلام ہے، تب ہم اس پر ایمان لائیں گے ورنہ نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کیا اور اپنے ساتھ کوہ طور پر لے گئے، وہاں حق تعالیٰ نے براہِ راست ان لوگوں سے فرما دیا کہ تورات میں نے ہی موسیٰ پر نازل کی ہے اور وہ میرا ہی کلام ہے، اس کے باوجود وہ بدنصیب کہنے لگے کہ ہمیں کیا خبر کہ یہ اللہ کی آواز ہے یا کسی جن اور شیطان کی؟ ہم تو جب مانیں گے کہ اللہ ہمارے سامنے آجائے اور ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تسلی کر لیں، یہ ان کی گستاخی کا آخری درجہ تھا، اس لئے اس پر فوراً گرفت ہوئی، بجلی چمک کر ان پر گری اور وہ ستر کے ستر آدمی وہیں مر گئے، اس آیت میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿۵۶﴾ اس آیت میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جن ستر لوگوں کو منتخب کر کے اپنے ساتھ لائے تھے، وہ اپنی قوم کے نمائندے تھے، ان کی ہلاکت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام فکر مند ہو گئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کی قوم انہی کو مجرم ٹھہرائے گی اور ان پر یہ الزام لگا دے گی کہ موسیٰ نے ہمارے ستر بندے اپنے ساتھ لیجا کر انہیں مروا دیا، اس لئے انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی، حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ان ستر لوگوں کو دوبارہ زندگی عطا فرما دی، یہ اللہ کا جتنا بڑا انعام اور احسان ہے اس کا وہ کبھی شکر ادا نہیں کر سکتے، یہاں اس لئے بیان کیا کہ ان کے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ ﴿۵۷﴾ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ فرعون کے غرق ہو چکنے کے بعد بنی اسرائیل آگے روانہ ہوئے تو انہیں ''ارضِ مقدس'' میں داخلے کا حکم ملا، انہوں نے اس موقع پر بھی حسبِ عادت نہایت گستاخانہ الفاظ بولے جن کا تذکرہ انشاء اللہ چھٹے پارے میں آئیگا، اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک انہیں ایک وادی میں محصور کر کے بھول بھلیاں قائم کر دیں، تاہم دورانِ سزا بھی اللہ کے انعامات ان پر ہوتے ہی رہے، مثلاً جب انہیں دھوپ نے ستایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا، جب بھوک نے ستایا تو ان پر من و سلویٰ اتار دیا، یعنی آزمائش کے دوران بھی ان پر انعامات ہوتے رہے لیکن یہ اس پر بھی احسان مند نہ ہوئے، یاد رہے کہ ''من'' ایک میٹھی چیز تھی جو دھنیے کے دانوں کی طرح ہوتی تھی، یہ دانے رات کو برستے لشکر کے گرد اس کے ڈھیر لگ جاتے اور ہر آدمی اپنی ضرورت کے مطابق صبح کے وقت اس میں سے اٹھا لیتا اور ''سلویٰ'' بٹیر کو کہتے ہیں جو شام کے وقت ہزاروں کی تعداد میں ان کے ارد گرد آ جاتے اور وہ اپنی مرضی کے مطابق انہیں پکڑ لاتے اور بھون کر کھا جاتے، بنی اسرائیل کو اس حوالے سے کوئی پابندی نہیں تھی کہ اتنا کھائیں اور اتنا نہ کھائیں، صرف اتنی تاکید کی گئی تھی کہ اسے ذخیرہ کر کے نہ رکھیں، باقی جتنا مرضی کھائیں، کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔

وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ط

وَّادْخُلُوا	الْبَابَ	سُجَّدًا	وَّ قُوْلُوْا	حِطَّةٌ	نَّغْفِرْ	لَكُمْ	خَطٰيٰكُمْ ط
اور داخل ہو جاؤ تم	دروازے سے	سجدہ کرتے ہوئے	اور کہو تم سب	الٰہی! معاف کر دے	ہم معاف کر دیں گے	تمہارے لئے	تمہارے گناہوں کو

اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ، اور کہتے جاؤ الٰہی! معاف کر دے تو ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کر دیں گے

وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ

وَ	سَنَزِيْدُ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾	فَبَدَّلَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	قَوْلًا	غَيْرَ	الَّذِيْ
اور	عنقریب ہم بڑھا دیں گے	نیکی کرنے والوں کو	پھر تبدیل کر دیا	وہ لوگ جو	ظلم کیا انہوں نے	بات کو	علاوہ	اس کے جو

اور نیکی کرنے والوں کو ہم مزید عطا فرمائیں گے۔ ﴿٥٨﴾ پھر ظالموں نے بات کو بدل ڈالا جو اس کے علاوہ تھی

قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا

قِيْلَ	لَهُمْ	فَاَنْزَلْنَا	عَلَى	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	رِجْزًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوْا
کہا گیا	اُن سے	تو نازل کیا ہم نے	پر	وہ لوگ جو	ظلم کیا انہوں نے	عذاب	سے	آسمان	اس وجہ سے جو	وہ تھے

جو اُن سے کہی گئی تھی، چنانچہ ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی

يَفْسُقُوْنَ ﴿٥٩﴾ ع وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ

يَفْسُقُوْنَ ﴿٥٩﴾ ع	وَاِذِ	اسْتَسْقٰى	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	فَقُلْنَا	اضْرِبْ
نافرمانی کرتے	اور جب	پانی طلب کیا	موسیٰ نے	اپنی قوم کیلئے	تو ہم نے کہا	مارو تم

کرتے رہے تھے۔ ﴿٥٩﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کیلئے پانی طلب کیا، تو ہم نے کہا کہ پتھر پر

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ط فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ط قَدْ عَلِمَ

بِّعَصَاكَ	الْحَجَرَ ط	فَانْفَجَرَتْ	مِنْهُ	اثْنَتَا عَشْرَةَ	عَيْنًا ط	قَدْ	عَلِمَ
اپنی لاٹھی کو	پتھر پر	تو پھوٹ پڑے	اُس سے	بارہ	چشمے	یقیناً	جان لیا

اپنی لاٹھی مارو، سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، ہر قوم نے اپنے پانی کے

كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ط كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي

كُلُّ	اُنَاسٍ	مَّشْرَبَهُمْ ط	كُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	مِنْ	رِّزْقِ اللّٰهِ	وَ	لَا	تَعْثَوْا	فِي
ہر	جماعت	اپنا گھاٹ	کھاؤ تم سب	اور پیو تم سب	سے	اللہ کا رزق	اور	نہ	پھیلاؤ	بیچ

گھاٹ کو پہچان لیا، اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو، اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے

﴿٥٨﴾ اس آیت میں ''بستی'' سے مراد صحیح اور راجح قول کے مطابق بیت المقدس ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل چالیس سال گزرنے کے بعد ''وادی تیہ'' سے نکلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت تک فوت ہو چکے تھے اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ان کے خلیفہ مقرر ہو چکے تھے، انہی کے ہاتھ پر ''بیت المقدس'' فتح ہوا، اس موقع پر بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ شہر میں سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے داخل ہونا اور ''حطۃ حطۃ'' کہتے جانا، اس سے پہلے تم سے جتنی کوتاہیاں اور گستاخیاں ہو چکی ہیں، ہم وہ سب معاف کر دیں گے، بلکہ مزید انعام بھی دیں گے۔

﴿٥٩﴾ اس آیت میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں داخلے کے جو آداب سمجھائے گئے تھے، حسب عادت انہوں نے اس میں بھی گستاخانہ رویہ اختیار کیا، چنانچہ انہوں نے ''حطۃ'' کہنے کی بجائے ''حبۃ'' یا ''حنطۃ'' کہنا شروع کر دیا، ان دونوں کے معنی میں زمین آسمان کا فرق ہے، کیونکہ ''حطۃ'' کا معنی ہے کہ اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما اور ''حبۃ یا حنطۃ'' کا معنی گندم اور غلہ ہے اور دوسری گستاخی یہ کی کہ شہر میں سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے داخل ہونے کی بجائے اپنی سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ حق تعالیٰ کے احکام کا مذاق اڑایا اور ان کی اہمیت کو سمجھنے کی بجائے انہیں معمولی سمجھا، ظاہر ہے کہ اس پر انہیں سزا خاصا ملنی چاہیے تھی اور وہ ملی چنانچہ ان پر ''طاعون'' کو مسلط کر دیا گیا اور اس وبائی بیماری نے ان میں خاصا کہرام مچایا۔

ع ١٢ ٦

فائدہ: طاعون ایک وبائی بیماری ہے جو پہلی قوموں کیلئے اللہ کا عذاب بن کر اترتی تھی، اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت اور شہادت بنا دیا ہے، لہٰذا اب اگر کوئی شخص طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہو جائے، حکما وہ شہید کے مرتبے میں ہوتا ہے، البتہ اس میں یہ بات ذہن میں رہے کہ جس علاقے میں یہ وبائی بیماری پھیلی ہوئی ہو، وہاں انسان کو جانا نہیں چاہیے اور جو لوگ وہاں پہلے سے موجود ہوں، انہیں اس سے گھبرا کر وہاں سے بھاگنا نہیں چاہیے۔

الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۞ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ

الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ ۞	وَ	اِذْ	قُلْتُمْ	يٰمُوْسٰى	لَنْ نَّصْبِرَ	عَلٰى	طَعَامٍ
زمین	فساد پھیلانے والے	اور	جب	تم نے کہا	اے موسیٰ!	ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے	پر	کھانا

مت پھرو۔ ۶۰ اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر

وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا

وَّاحِدٍ	فَادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُخْرِجْ	لَنَا	مِمَّا	تُنْۢبِتُ	الْاَرْضُ	مِنْۢ	بَقْلِهَا
ایک	تو تم دعا کرو	ہمارے لئے	اپنے رب سے	نکال دے وہ	ہمارے لئے	اس میں سے جو	اگاتی ہے	زمین	سے	ترکاری

نہ کریں گے، اس لیے آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار میں سے ترکاری،

وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ

وَ	قِثَّآئِهَا	وَ	فُوْمِهَا	وَ	عَدَسِهَا	وَبَصَلِهَا ؕ	قَالَ	اَتَسْتَبْدِلُوْنَ	الَّذِیْ
اور	اُس کی ککڑی	اور	اس کا گیہوں	اور	اس کی مسور	اور اس کی پیاز	کہا اُس نے	کیا تم تبدیل کرو گے	وہ جو

ککڑی، گندم، مسور کی دال اور پیاز نکال دے، موسیٰ نے کہا کہ کیا تم بہترین چیز کے بدلے میں

هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ

هُوَ	اَدْنٰى	بِالَّذِیْ	هُوَ	خَیْرٌ ؕ	اِهْبِطُوْا	مِصْرًا	فَاِنَّ	لَكُمْ	مَّا	سَاَلْتُمْ ؕ
وہ	گھٹیا	بدلے اُس کے جو	وہ	زیادہ بہتر	اترو تم سب	کسی بھی شہر میں	تو بیشک	تمہارے لئے	وہ جو	مانگا تم نے

گھٹیا چیز لینا چاہتے ہو، کسی بھی شہر میں اتر جاؤ، تم نے جو مانگا ہے وہ تمہیں مل جائے گا،

وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

وَ	ضُرِبَتْ	عَلَیْهِمُ	الذِّلَّةُ	وَالْمَسْكَنَةُ ۗ	وَ	بَآءُوْ	بِغَضَبٍ	مِّنَ	اللّٰهِ ؕ
اور	ماری گئی	اُن پر	ذلت	اور محتاجی	اور	واپس لوٹے وہ	غضب کے ساتھ	سے	اللہ

اور اُن پر ذلت اور مسکینی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لیکر لوٹے،

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَانُوْا	یَكْفُرُوْنَ	بِاٰیٰتِ	اللّٰهِ	وَ	یَقْتُلُوْنَ	النَّبِیّٖنَ	بِغَیْرِ
وہ	اس وجہ سے کہ وہ	تھے وہ	کفر کرتے رہے وہ	ساتھ آیتوں کے	اللہ کی	اور	قتل کرتے رہے وہ	نبیوں کو	بغیر

یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق شہید

۶۰ اس آیت میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ وادیٔ تیہ میں ہی جب بنی اسرائیل کو پیاس نے ستایا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے پانی کے بارہ چشمے جاری کردیئے کیونکہ ان کے قبیلوں کی تعداد بھی بارہ ہی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پتھر پر اپنی لاٹھی ماری، کہا جاتا ہے کہ یہ لاٹھی حضرت آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے اور ہوتے ہوتے یہ لاٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچ گئی تھی اور وہ پتھر چار کونوں والا اور انسان کے سر کی طرح تھا، یہ معجزہ دیکھ کر بنی اسرائیل پر لازم تھا کہ اپنی غلطیوں سے توبہ کرتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صدق دل سے اتباع کرتے اور ان کی ایذاء رسانی سے باز آجاتے لیکن پتھر سے پانی نکلتے ہوئے دیکھ کر بھی ان کے پتھر دل پانی نہ ہوئے۔

الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝٦١ ع اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

الْحَقِّ ۭ	ذٰلِكَ بِمَا	عَصَوْا	وَّكَانُوْا	يَعْتَدُوْنَ ۝٦١	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
حق کے	وہ اس وجہ سے جو	نافرمانی کی انہوں نے	اور وہ تھے	حد سے تجاوز کرتے رہے	بیشک	وہ لوگ جو	ایمان لائے وہ

کرتے تھے، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ ۶۱ بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

وَ	الَّذِيْنَ	هَادُوْا	وَالنَّصٰرٰى	وَ	الصّٰبِـِٕيْنَ	مَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ
اور	وہ لوگ جو	یہودی ہوئے وہ	اور عیسائی	اور	بے دین لوگ	جو	ایمان لایا وہ	اللہ پر	اور	دن

اور جو لوگ یہودی ہوئے، اور عیسائیوں اور بے دینوں میں سے جو بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر

الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ وَلَا خَوْفٌ

الْاٰخِرِ	وَعَمِلَ	صَالِحًا	فَلَهُمْ	اَجْرُھُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ ج	وَلَا	خَوْفٌ
پچھلے پر	اور عمل کئے اُس نے	نیک	تو اُن کے لئے	اُن کا اجر	نزدیک	اُن کے رب کے	اور نہ	کوئی خوف

ایمان لائے اور نیک عمل سرانجام دے تو ایسے لوگوں کیلئے ان کے رب کے یہاں اجر ہے، اور ان پر کوئی

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝٦٢ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا

عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ۝٦٢	وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَكُمْ	وَ	رَفَعْنَا
اُن پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	اور جب	لیا ہم نے	تم سے پختہ عہد	اور	بلند کیا ہم نے

خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ۶۲ اور اُس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور تمہارے اوپر

فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ

فَوْقَكُمُ	الطُّوْرَ ۭ	خُذُوْا	مَآ	اٰتَيْنٰكُمْ	بِقُوَّةٍ	وَّ	اذْكُرُوْا	مَا	فِيْهِ	لَعَلَّكُمْ
اوپر تمہارے	طور کو	پکڑو تم سب	وہ جو	دیا ہم نے تمہیں	مضبوطی سے	اور	یاد رکھو	وہ جو	اس میں	تاکہ تم

طور پہاڑ کو بلند کیا، کہ ہم نے تمہیں جو دیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑو، اور اس میں جو کچھ ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ۝٦٣ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

تَتَّقُوْنَ ۝٦٣	ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	مِّنْۢ	بَعْدِ ذٰلِكَ ج	فَلَوْلَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
تم بچتے رہو	پھر	منہ موڑ لیا تم نے	سے	اس کے بعد	پھر اگر نہ ہو	فضل	اللہ کا	تم پر

متقی بن جاؤ۔ ۶۳ پھر اس کے بعد بھی تم پھر گئے، سو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی

ع ۷

۶۱ اس آیت میں بنی اسرائیل کی ایک اور گستاخی کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر محنت اور مشقت کے کھانے کیلئے من وسلویٰ اور پینے کیلئے چشموں کا ٹھنڈا میٹھا پانی عطا فرمایا، انہوں نے شکر ادا کرنے کی بجائے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دالوں، سبزیوں اور گندم کا تقاضا شروع کر دیا، کہنے لگے کہ ہم تو ایک ہی قسم کا کھانا روزانہ کھاتے کھاتے اکتا گئے ہیں، اب ہم زمین کی پیداوار میں سے اپنا حق لینا چاہتے ہیں، ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ تم بڑھیا چیز کو چھوڑ کر گھٹیا اور اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو لینا چاہتے ہو؟ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ لیکن جب وہ نہ مانے تو پھر ان سے کہا گیا کہ تم کسی بھی شہر میں چلے جاؤ، تمہیں وہاں یہ چیزیں بآسانی دستیاب ہو جائیں گی، لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم پر ہمیشہ کیلئے ذلت مسلط کر کے تمہارا سکون چھین لیا جائیگا تمہارے پاس مال و دولت، اقتدار اور حکومت ہوئی بھی تو ذلت ہی تمہارا مقدر ہو گی، کیونکہ عزت، مال و دولت اور اقتدار و سلطنت کا نام نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے غریب لوگ معزز ہوتے ہیں اور بہت سے امیر لوگ ذلیل ہوتے ہیں، دراصل اس ذلت، قلبی بے سکونی اور اللہ کی ناراضگی کے اسباب بہت اہم تھے، ان میں سے کچھ چیزوں کا ذکر تو اوپر ہو چکا اور چند اہم اسباب حسب ذیل تھے۔ (الف) اللہ کی آیتوں کا انکار (ب) انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید کرنا (ج) اللہ اور اسکے پیغمبروں کی نافرمانی (د) اللہ کی مقررہ حدود سے تجاوز
۶۲ اس آیت میں یہ اصول طے کر دیا گیا ہے کہ انسان دنیا کے کسی رنگ نسل سے تعلق رکھنے والا ہو، کسی دین اور مذہب کا پیروکار رہ چکا ہو، اگر وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے اور عمل صالح کی زندگی گزارنا شروع کر دے، اس کے رب کے یہاں اس کیلئے اجر وثواب بھی تیار ہے اور ایسے لوگ ہر قسم کے خوف اور غم سے آزاد بھی ہوں گے۔ یہاں یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایک اور گروہ ''صابئین'' کا ذکر بھی آیا ہے جو کہ ''صابی'' کی جمع ہے، لغت میں اس کا معنی دین سے نکل جانا ہے، لہٰذا ہر وہ شخص جو اپنے زمانے کے سماوی دین سے نکل جائے، اس پر لغت کے اعتبار سے اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے، اگرچہ مفسرین نے اس لفظ کی تعیین میں کواکب پرست اور ملائکہ کی عبادت کرنے والے بھی مراد لیے ہیں اور بعض حضرات نے اسے یہود و نصاریٰ ہی کا ایک گمراہ فرقہ تسلیم کیا ہے تاہم اس عاجز کے نزدیک اسے لغوی معنی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔ ۶۳ اس آیت میں بنی اسرائیل کی ایک اور ہٹ دھرمی اور قدر ناشناسی کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ان کے پاس تورات لیکر آئے اور انہیں اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی تو حسب عادت انہوں نے اس سے انکار کر دیا، کیونکہ ان کے خیال میں ان پر ایسے احکام لاگو کر دیئے گئے تھے جن پر عمل کرنا ان کیلئے ممکن نہ تھا اور وہ ان کی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر تھا، حالانکہ اس سے پہلے وہ خود ہی اس تقاضے کو دہراتے رہتے تھے کہ ہمیں کوئی کتاب لاکر دیجئے تاکہ ہم اس پر عمل کر سکیں اور وہ پہلے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان بھی رکھتے تھے، اس لئے اس انکار پر ضروری معلوم ہوا کہ انہیں تورات پر عمل کرنے کی ضرورت و اہمیت سمجھائی جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر جبریل امین نے طور پہاڑ کو اس کی جگہ سے اٹھا کر ان کے سروں پر سائبان کی طرح تان دیا، جسے دیکھ کر بنی اسرائیل کی چیخیں نکل گئیں کہ اگر یہ پہاڑ ان پر گر پڑا تو ان کی ہڈیوں کا سرمہ بھی نہ ملے گا، لہٰذا بادل نخواستہ انہوں نے تورات پر عمل کرنے کا اقرار کیا، اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک آدمی کسی دوسرے ملک میں اپنے کاروباری یا کسی دوسرے مقصد سے جاتا ہے تو اس پر اس ملک میں نافذ تمام قوانین کا احترام اور ان پر عمل درآمد لازم ہوتا ہے، اگر کوئی شخص اس میں کوتاہی کرے تو اس پر اس معاملے میں سختی کی جاتی ہے اور اسے زبردستی ان قوانین پر عمل کرنے کیلئے مجبور کیا جاتا ہے اور کسی کو بھی اعتراض نہیں ہوتا، اسی طرح یہاں یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ بنی اسرائیل کو طاقت کے زور پر تورات کے مطابق عمل کیلئے مجبور کرنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟

وَ رَحۡمَتُهٗ لَكُنۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِيۡنَ اعۡتَدَوۡا

وَرَحۡمَتُهٗ	لَكُنۡتُمۡ	مِّنَ	الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۶۴﴾	وَلَقَدۡ	عَلِمۡتُمُ	الَّذِيۡنَ	اعۡتَدَوۡا
اور مہربانی اُس کی	تو تم ہو جاتے	سے	نقصان اٹھانے والے	اور البتہ یقیناً	جان لیا تم سب نے	وہ لوگ جو	حد سے تجاوز کیا انہوں نے

مہربانی نہ ہوتی تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔ ﴿۶۴﴾ اور یقیناً تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے

مِنۡكُمۡ فِى السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٕيۡنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلۡنٰهَا

مِنۡكُمۡ	فِى	السَّبۡتِ	فَقُلۡنَا	لَهُمۡ	كُوۡنُوۡا	قِرَدَةً	خٰسِـِٕيۡنَ ﴿۶۵﴾	فَجَعَلۡنٰهَا
تم میں سے	بیچ	ہفتے کے دن	تو کہا ہم نے	اُن سے	ہو جاؤ تم	بندر	ذلیل ہونے والے	تو بنا دیا ہم نے اُسے

ہفتہ کے دن کے حوالے سے حد سے تجاوز کیا تھا، سو ہم نے اُن سے کہدیا کہ تم ذلیل بندر ہو جاؤ۔ ﴿۶۵﴾ پھر ہم نے اسے وہاں

نَكَالًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهَا وَمَا خَلۡفَهَا وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۶۶﴾ وَاِذۡ قَالَ

نَكَالًا	لِّمَا	بَيۡنَ يَدَيۡهَا	وَمَا	خَلۡفَهَا	وَمَوۡعِظَةً	لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۶۶﴾	وَ	اِذۡ	قَالَ
نشانِ عبرت	اُس کے لئے جو	درمیان اُس کے دونوں ہاتھوں کے	اور جو	پیچھے اُس کے	اور نصیحت	متقیوں کے لئے	اور	جب	کہا

موجود لوگوں اور پیچھے آنے والوں کیلئے نشانِ عبرت اور متقیوں کیلئے باعثِ نصیحت بنا دیا۔ ﴿۶۶﴾ اور اُس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے

مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تَذۡبَحُوۡا بَقَرَةً ؕ قَالُوۡۤا

مُوۡسٰى	لِقَوۡمِهٖۤ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَاۡمُرُكُمۡ	اَنۡ	تَذۡبَحُوۡا	بَقَرَةً ؕ	قَالُوۡۤا
موسیٰ نے	اپنی قوم سے	بیشک	اللہ	حکم دیتا ہے تمہیں	یہ کہ	ذبح کرو تم	کوئی گائے	کہا انہوں نے

اپنی قوم سے کہا کہ بیشک اللہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو، وہ کہنے لگے

اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۶۷﴾

اَتَتَّخِذُنَا	هُزُوًا ؕ	قَالَ	اَعُوۡذُ	بِاللّٰهِ	اَنۡ	اَكُوۡنَ	مِنَ	الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۶۷﴾
کیا بناتا ہے تو ہم سے	مذاق	کہا اُس نے	پناہ مانگتا ہوں میں	اللہ کی	یہ کہ	ہو جاؤں میں	سے	جاہلوں کے

کہ کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟ موسیٰ نے کہا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ ﴿۶۷﴾

قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنۡ لَّنَا مَا هِىَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوۡلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

قَالُوا	ادۡعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنۡ	لَّنَا	مَا هِىَ ؕ	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوۡلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ
کہا انہوں نے	دعا کر	ہمارے لئے	اپنے رب سے	بیان کر دے وہ	ہمارے لئے	وہ کیا ہے	کہا اس نے	بیشک وہ	کہتا ہے	بیشک وہ	ایک گائے

وہ کہنے لگے کہ آپ اپنے رب سے دعا کر دیجئے کہ وہ ہمارے سامنے واضح کر دے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ موسیٰ نے کہا کہ وہ فرماتا ہے وہ گائے

﴿۶۴﴾ اس آیت میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "پھر اس کے بعد بھی تم پھر گئے" یہ ضروری نہیں ہے کہ چند دنوں میں ہی ایسا ہو گیا ہو، ممکن ہے کہ کچھ عرصے تک بنی اسرائیل احکام تورات پر پابندی سے عمل کرتے رہے ہوں اور طور پہاڑ کو اپنے سروں پر مسلط دیکھنے والی نسل نے اس منظر کو ہمیشہ یاد رکھا ہو اور نئی جنریشن اپنی تن آسانی اور آبائی عادت کی وجہ سے اسے فراموش کر کے تورات کے احکام کو پس پشت ڈال بیٹھی ہو، یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کے باوجود انہیں مکمل طور پر صفحۂ ہستی سے مٹا نہیں دیا، ان کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی نجات کیلئے مبعوث فرما دیا۔ ﴿۶۵﴾ اس آیت میں یہودیوں کو یاد کروایا جا رہا ہے کہ وہ لوگ بھی تم ہی میں سے تھے اور تم انہیں خوب اچھی طرح جانتے ہو جنہوں نے ہفتہ کے دن کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے ایک خصوصی حکم کی نافرمانی کی تھی، یہ لوگ "ایلہ" کے رہنے والے تھے اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کیلئے ہفتہ کے دن "اس کی تعظیم کی وجہ سے" مچھلی کا شکار ممنوع قرار دیا، کیونکہ ہفتہ وار عبادت کیلئے ہفتے کے دن کا انتخاب یہودیوں نے خود ہی کیا تھا، لہٰذا ان پر لازم تھا کہ اس دن کی تعظیم کرتے اور عبادت کے علاوہ کسی دوسرے کام میں مصروف نہ ہوتے، لیکن اس علاقے کے لوگوں نے اس ممانعت کی پرواہ نہ کی اور شیطان کے سکھائے ہوئے حیلے کے مطابق انہوں نے سمندر کے آس پاس چھوٹی چھوٹی نالیاں بنالیں، پانی کے بہاؤ کے ساتھ مچھلیاں ان نالیوں میں آ جاتیں، وہ ان کی واپسی کا راستہ بند کر دیتے اور اگلے دن انہیں پکڑ لیتے تھے، کچھ لوگوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ جمعہ کو سمندر میں جال ڈال دیتے، مچھلیاں اس میں پھنس جاتیں تو اتوار کو مچھلیوں سے بھرا ہوا جال نکال لیتے اور دل ہی دل میں خوش ہوتے کہ کیسی تدبیر اختیار کی، اس موقع پر کچھ لوگوں نے انہیں سمجھانے کی کوشش بھی کی تاہم اکثریت اپنی روش پر قائم رہی اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ان حیلوں اور تدبیروں کو پسند تو نہیں کرتے تھے لیکن حیلہ اختیار کرنے والوں کو منع کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے، یہ احکام الٰہیہ کا مذاق اڑانے کے مترادف تھا جس کی وجہ سے ان پر شکلیں مسخ کرنے کا عذاب آیا اور انہیں ذلیل بندر بنا دیا گیا، تین دن تک یہ لوگ اسی حال میں رہے، ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر روتے رہے اور بالآخر تین دن کے بعد مر گئے، ان کی نسل نہیں چلی کیونکہ صحیح احادیث کی رو سے مسخ شدہ قوموں کی نسلیں نہیں چلا کرتی ہیں۔ ﴿۶۶﴾ اس آیت میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ یہ واقعہ پہلوں اور پچھلوں کیلئے سامان عبرت ہے، تاکہ لوگ اسے سنیں، عبرت حاصل کریں، احکام الٰہیہ کا مذاق اڑانے سے اجتناب کریں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم صدق دل سے تسلیم کریں، تاکہ وہ اس قسم کے واقعات سے بچ سکیں۔ ﴿۶۷﴾ اس آیت سے اس واقعے کا بیان شروع ہو رہا ہے جس کی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۃ البقرۃ" رکھا گیا ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں "عامیل" نام کا ایک مالدار آدمی تھا، اسے مال کی لالچ میں اس کے بھتیجوں یا کزن نے قتل کر کے شہر کے دروازے پر لے جا کر پھینک دیا اور خود روتے پیٹتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور دہائی دینے لگے کہ ہمارے چچا کو کسی نے قتل کر دیا ہے، آپ قاتل کا پتہ چلا کر ہمیں اس سے قصاص دلوایئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ معاملہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا، وہاں سے حکم آیا کہ مقتول کے ورثا ایک گائے ذبح کریں اور اس کا گوشت لیکر مردے کے جسم سے لگائیں، مردہ زندہ ہو کر خود ہی اپنے قاتل کا پتہ بتا دے گا۔ بنی اسرائیل نے اپنے مزاج کے مطابق اسے مذاق سمجھا اور عجیب و غریب سوالات کرنا شروع کر دیئے۔ اگلی آیات میں وہ سوالات مذکور ہیں۔ انہیں پڑھ اور سن کر ہر آدمی یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ وہ اس حکم پر عمل کرنا ہی نہیں چاہتے، بالآخر نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے مطلوبہ گائے تلاش کر کے اسے ذبح کیا اور مقتول کے جسم کے ساتھ اسے لگایا، اسی وقت وہ زندہ ہو گیا اور اس نے اپنے قاتلوں کا نام بتا دیا، یہ وہی لوگ تھے جو قصاص کا تقاضا کر رہے تھے اور حقیقت میں اس کے مال پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، قاتلوں کا نام بتا کر وہ مقتول پھر مر گیا، قاتلوں کو پکڑ لیا گیا اور قصاصاً انہیں قتل کر دیا گیا۔

لَا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾

لَا	فَارِضٌ	وَّلَا	بِكْرٌ ؕ	عَوَانٌۢ	بَيْنَ	ذٰلِكَ ؕ	فَافْعَلُوْا	مَا	تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾
نہ	بوڑھی	اور نہ	بن بیاہی	جوان	درمیان	وہ	تو کرو تم	وہ جو	تم حکم دیے گئے ہو

نہ بوڑھی ہو اور نہ بن بیاہی، اس کے درمیان کی عمر والی ہو، لہٰذا تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اسے کر گزرو۔ ۶۸

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَّنَا	مَا	لَوْنُهَا ؕ	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ
کہا انہوں نے	تو دعا کر	ہمارے لئے	اپنے رب سے	بیان کر دے وہ	ہمارے لئے	کیا	رنگ اس کا	کہا اس نے	بیشک وہ	کہتا ہے	بیشک وہ	ایک گائے

وہ کہنے لگے کہ آپ اپنے رب سے دعا کر دیجیے کہ وہ ہمارے سامنے واضح کر دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰ نے کہا کہ وہ فرماتا ہے وہ گائے گہرے زرد

صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ

صَفْرَآءُ ۙ	فَاقِعٌ	لَّوْنُهَا	تَسُرُّ	النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ
زرد	گہرا	اُس کا رنگ	اچھا لگتا ہو	دیکھنے والوں کو	کہا انہوں نے	تو دعا کر	ہمارے لئے	اپنے رب سے	بیان کر دے وہ

رنگ کی ہو، اس کا رنگ دیکھنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہو۔ ۶۹ وہ کہنے لگے کہ آپ اپنے رب سے دعا کر دیجیے کہ وہ ہمارے سامنے

لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

لَّنَا	مَا	هِيَ ۙ	اِنَّ	الْبَقَرَ	تَشٰبَهَ	عَلَيْنَا ؕ	وَاِنَّآ	اِنْ	شَآءَ	اللّٰهُ
ہمارے لئے	کیا ہے	وہ	بیشک	گائے	مشتبہ ہو گئی	ہم پر	اور بیشک ہم	اگر	چاہا	اللہ نے

واضح کر دے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ کیونکہ ہم گائے کے حوالے سے شبہ میں پڑ گئے ہیں، اور اگر اللہ نے چاہا تو اب ہم

لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ

لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	لَّا	ذَلُوْلٌ	تُثِيْرُ	الْاَرْضَ
البتہ ہدایت پانے والے	کہا اس نے	بیشک وہ	کہتا ہے	بیشک وہ	ایک گائے	نہ	محنت کرنے والی	جوتتی ہو	زمین کو

ضرور راہ پالیں گے۔ ۷۰ موسیٰ نے کہا کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو محنت کرنے والی ہو کہ زمین میں ہل چلاتی ہو،

وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ

وَ	لَا	تَسْقِي	الْحَرْثَ ۚ	مُسَلَّمَةٌ	لَّا	شِيَةَ	فِيْهَا ؕ	قَالُوا	الْـٰٔنَ	جِئْتَ
اور	نہ	سیراب کرتی ہو	کھیت کو	صحیح سالم	نہ	کوئی داغ	اس میں	کہا انہوں نے	اب	لایا تو

اور نہ ہی کھیت کو سیراب کرتی ہو، بے عیب ہو، اس میں کوئی داغ نہ ہو، وہ کہنے لگے کہ اب آپ حق بات

۶۸ اس آیت میں بنی اسرائیل کے گائے سے متعلق پوچھے گئے اس سوال کا ذکر ہے کہ ہمیں جو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، اس کی عمر کتنی ہونی چاہیے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ وہ گائے نہ تو عمر رسیدہ ہو اور نہ ہی بالکل نو عمر ہو، بلکہ درمیانی عمر کی ہو، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ سال متعین کر کے یہ نہیں فرمایا گیا کہ مثلاً تین سال کی ہو، ورنہ ان کیلئے مزید دشواری ہو جاتی، درمیانی عمر کا کہہ کر پھر بھی ان کیلئے گنجائش رکھی اور یہ جو فرمایا کہ ''تمہیں جو حکم دیا گیا ہے، اسے کر گزرو'' اس میں درحقیقت انہیں سوال جواب کے چکر میں الجھنے کی بجائے تعمیل حکم کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ اگر اس موقع پر وہ کوئی بھی درمیانی عمر کی گائے ذبح کر لیتے تو مسئلہ حل ہو جاتا، لیکن ایسا نہ ہوا۔

۶۹ اس آیت کے مطابق بنی اسرائیل کا دوسرا سوال گائے کی رنگت سے متعلق تھا، اس سوال کے ذریعے انہوں نے اپنے لئے گائے کا انتخاب مزید مشکل کر دیا، چنانچہ ان سے کہا گیا کہ خوبصورت لگنے اور آنکھوں کو بھانے والا پیلا رنگ ہونا چاہیے، ظاہر ہے کہ اس رنگ کی گائے عام طور پر بہت کم دستیاب ہوتی ہے اس لئے ان لوگوں کو مطلوبہ گائے کی تلاش میں بہت زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

۷۰ اس آیت کے مطابق مقتول کے ورثاء نے تیسری مرتبہ اپنے اس عزم کا اظہار کیا کہ اگر آپ ہماری تسلی کروا دیں اور مکمل وضاحت کے ساتھ مطلوبہ گائے کے متعلق بتا دیں تو انشاء اللہ ہم ضرور اس گائے تک رسائی حاصل کر لیں گے اور حکم الٰہی کو پورا کر کے رہیں گے، چونکہ اس مرتبہ انہوں نے انشاء اللہ کہہ لیا تھا، اس لئے اس کی برکت سے یہ معاملہ یہیں پر حل ہو گیا، ورنہ وہ سوال کرتے جاتے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیتے جاتے اور یہ مسئلہ تا صبح قیامت کبھی حل نہ ہوتا، ایک حدیث میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔

بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝٧١ ع وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا

ع ١٠ / ٨

بِالْحَقِّ ؕ	فَذَبَحُوْهَا	وَ	مَا	كَادُوْا	يَفْعَلُوْنَ ۝	وَاِذْ	قَتَلْتُمْ	نَفْسًا
حق کو	سو ذبح کیا انہوں نے اُسے	اور	نہ	قریب تھے وہ	کام کرتے	اور جب	قتل کیا تم نے	ایک جان کو

لیکر آئے ہیں، سو انہوں نے اسے ذبح کر دیا اور لگتا نہ تھا کہ وہ ایسا کرلیں گے۔ (٧١) اور اُس وقت کو یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا،

فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝٧٢ ج فَقُلْنَا

فَادّٰرَءْتُمْ	فِيْهَا ؕ	وَ	اللّٰهُ	مُخْرِجٌ	مَّا	كُنْتُمْ	تَكْتُمُوْنَ ۝	فَقُلْنَا
پھر تم نے الزام ڈالا ایک دوسرے پر	اس میں	اور	اللہ	نکالنے والا	وہ جو	تم تھے	چھپاتے رہے	تو کہا ہم نے

پھر تم ایک دوسرے پر اُسے دھرنے لگے، اور اللہ اُس چیز کو ظاہر کرنے والا تھا جسے تم چھپا رہے تھے۔ (٧٢) پھر ہم نے کہا

اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

اضْرِبُوْهُ	بِبَعْضِهَا ؕ	كَذٰلِكَ	يُحْيِ	اللّٰهُ	الْمَوْتٰى ۙ	وَيُرِيْكُمْ	اٰيٰتِهٖ	لَعَلَّكُمْ
مارو تم سب اسے	کچھ حصہ اس کا	اسی طرح	زندہ کرتا ہے	اللہ	مُردوں کو	اور دکھاتا ہے تمہیں	اپنی نشانیاں	تا کہ تم

کہ گائے کا کچھ حصہ مُردے سے لگاؤ، اسی طرح اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تا کہ تم

تَعْقِلُوْنَ ۝٧٣ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ

تَعْقِلُوْنَ ۝	ثُمَّ	قَسَتْ	قُلُوْبُكُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ	فَهِيَ	كَالْحِجَارَةِ
سمجھو تم	پھر	سخت ہو گئے	دل تمہارے	اس کے بعد	سو وہ	پتھر کی طرح

سمجھو۔ (٧٣) پھر اس کے بعد بھی تمہارے دل سخت ہو کر پتھر کی طرح

اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ

اَوْ	اَشَدُّ	قَسْوَةً ؕ	وَاِنَّ	مِنَ	الْحِجَارَةِ	لَمَا	يَتَفَجَّرُ	مِنْهُ	الْاَنْهٰرُ ؕ
یا	زیادہ شدت والے	سختی میں	اور بیشک	سے	پتھر	وہ جو	پھوٹتی ہیں	اس سے	نہریں

بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے اور پتھروں میں سے بھی بعض وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹتی ہیں،

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ

وَاِنَّ	مِنْهَا	لَمَا	يَشَّقَّقُ	فَيَخْرُجُ	مِنْهُ	الْمَآءُ ؕ	وَ	اِنَّ	مِنْهَا	لَمَا	يَهْبِطُ
اور بیشک	ان میں سے	وہ جو	پھٹ جاتا ہے	تو نکلتا ہے	اس سے	پانی	اور	بیشک	ان میں سے	وہ جو	جاتا ہے

اُن میں سے بعض وہ بھی ہیں کہ وہ پھٹ جاتے ہیں، اور اُن سے پانی نکل آتا ہے اور اُن میں سے بعض وہ بھی ہیں جو اللہ کے

(٧١) اس آیت میں گائے کی مختلف صفات بیان کی گئی ہیں، ان صفات نے مقتول کے ورثاء کیلئے مطلوبہ گائے کو تلاش کرنا دشوار ترین بنا دیا کہ وہ گائے بے عیب ہو، محنت کرنے والی نہ ہو، زمین میں ہل نہ چلاتی ہو، کھیتوں کو پانی نہ لگاتی ہو، کسی قسم کا کوئی داغ اس میں نہ ہو، چنانچہ بے پناہ تلاش اور جستجو کے بعد مطلوبہ گائے ایک نوجوان کے پاس مل گئی، وہ اپنی ماں کا نہایت فرمانبردار تھا، مقتول کے ورثاء نے اس سے گائے کا سودا کرنے کی کوشش کی تو وہ گائے جو عام حالات میں بیس دینار کی مل جاتی تھی، ان کڑی شرائط کی وجہ سے اس نوجوان نے اول تو وہ گائے بیچنے سے انکار کیا، لیکن ان کے اصرار پر اس کی قیمت دو ہزار دینار مقرر کر دی، یہ سن کر مقتول کے ورثاء کے ہوش اڑ گئے، لیکن مجبور تھے اس لئے اس پر راضی ہونا پڑا، ورنہ وہ ایسے نہ تھے کہ اتنی بڑی قیمت ادا کر کے گائے ذبح کریں گے اور قاتل کی نشاندہی کے عمل میں شریک ہوں گے۔

(٧٢) یہ آیت تلاوت میں مؤخر اور واقعے میں مقدم ہے اور ترجمے میں یہ جو کہا گیا ہے کہ "پھر تم ایکدوسرے پر اسے دھرنے لگے" اس کا مطلب یہ ہے کہ قتل کا الزام ایک دوسرے پر لگانے لگے اور قاتل خود ہی معصوم اور مظلوم بن کر قصاص کا دعویٰ لیکر آ گئے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس مقدمے میں سچ کو آشکارا کیا جائے اور قاتل جس حقیقت کو چھپا رہے ہیں، وہ نمایاں کی جائے، تا کہ آئندہ اس نوعیت کے واقعات کا تدارک بھی ہو جائے۔

(٧٣) اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ مقتول کے ورثاء نے جب گائے ذبح کر لی تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس کا کچھ حصہ مقتول کے جسم سے لگایا گیا، گائے یا مقتول کے اس حصہ جسم کی تعیین نہیں کی گئی، مردہ زندہ ہو گیا اور اس نے اپنے قاتلوں کے نام بتا دیئے اور اس کے بعد دوبارہ فوت ہو گیا، اس واقعے سے جہاں قاتل کا پتہ چلا، وہیں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں گائے ذبح کرنے کا جو حکم دیا تھا، وہ اللہ ہی کی طرف سے تھا، اور یہ بھی کہ جب اس دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو پھر آخرت میں کیوں نہیں کر سکے گا؟

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ

مِنْ	خَشْيَةِ	اللّٰهِ	وَ	مَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٤﴾	اَفَتَطْمَعُوْنَ
سے	ڈر	اللہ کے	اور	نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	تو کیا طمع رکھتے ہو تم

• خوف سے گر جاتے ہیں اور اللہ اُن کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔ ﴿٧٤﴾ تو کیا تم اِس بات کی توقع رکھتے ہو

اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ

اَنْ	يُّؤْمِنُوْا	لَكُمْ	وَ	قَدْ	كَانَ	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	يَسْمَعُوْنَ	كَلٰمَ	اللّٰهِ	ثُمَّ
یہ کہ	ایمان لائیں وہ	تمہارے لئے	اور	یقیناً	تھا	ایک گروہ	ان میں سے	سنتے رہے وہ	کلام	اللہ کا	پھر

کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے؟ حالانکہ اُنہی میں سے ایک گروہ اللہ کا کلام سنتا ہے، پھر

يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ

يُحَرِّفُوْنَهٗ	مِنْۢ بَعْدِ مَا	عَقَلُوْهُ	وَ	هُمْ	يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾	وَ	اِذَا	لَقُوْا	الَّذِيْنَ
بدل دیتے ہیں اُسے	بعد اس کے جو	سمجھ لیا انہوں نے اُسے	اور	وہ	جانتے ہیں	اور	جب	ملیں	وہ لوگ جو

وہ اُسے سمجھنے کے بعد بھی جان بوجھ کر تبدیل کر دیتے ہیں۔ ﴿٧٥﴾ اور جب وہ اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب ایک

اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ

اٰمَنُوْا	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	وَ	اِذَا	خَلَا	بَعْضُهُمْ	اِلٰى	بَعْضٍ	قَالُوْٓا	اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ
ایمان لائے	کہا انہوں نے	ایمان لائے ہم	اور	جب	تنہا ہوا	بعض اُن میں سے	طرف	بعض کے	کہا انہوں نے	کیا تم بیان کرتے ہو اُن سے

دوسرے کے پاس تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم اُنہیں وہ باتیں کیوں بتاتے ہو

بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاۗجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا

بِمَا	فَتَحَ	اللّٰهُ	عَلَيْكُمْ	لِيُحَاۗجُّوْكُمْ	بِهٖ	عِنْدَ	رَبِّكُمْ	اَفَلَا
وہ جو	کھولا	اللہ نے	تم پر	تاکہ وہ جھگڑا کریں تم سے	اس کے ساتھ	نزدیک	تمہارے رب کے	تو کیا نہیں

جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں؟ تاکہ وہ اُن کے ذریعے تمہارے رب کے یہاں تم سے حجت بازی کریں؟ کیا تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا

تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٦﴾	اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ	اَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	يُسِرُّوْنَ	وَ	مَا
تم سمجھتے ہو	اور کیا نہیں جانتے وہ	یہ کہ بیشک	اللہ	جانتا ہے	وہ جو	چھپاتے ہیں وہ	اور	وہ جو

سمجھتے نہیں ہو؟ ﴿٧٦﴾ کیا اُنہیں معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے اور جو کچھ وہ

﴿٧٤﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے خطاب فرمایا ہے کہ تم نے اللہ کی قدرت کی اتنی بڑی نشانی اور ایسا عظیم معجزہ دیکھا، پھر بھی تمہارے دل پتھر کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت رہے، بجائے اس کے تمہارے دل اس کا اثر قبول کر کے نرم پڑتے، تم مزید سنگ دل ہو گئے، دیکھو! اگر کسی چیز کو سختی اور مضبوطی میں تشبیہ دینا ہو تو کہتے ہیں کہ فلاں چیز پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے، حالانکہ پتھر بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ بعض پتھروں سے نہریں جاری ہوتی ہیں، یعنی خود انہیں بھی فائدہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ان سے فائدہ ہوتا ہے۔ ۲۔ بعض پتھر پھٹ جاتے ہیں تو اُن سے پانی نکل آتا ہے، یعنی اُن سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے۔ ۳۔ بعض پتھر اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں یعنی اگر ان کی ذات سے کسی کو فائدہ نہ ہو رہا ہو، تو خود ان کے اپنے اندر انفعال کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ اے یہودیو! تم تو پتھروں سے بھی گئے گزرے ہو کہ نہ تم سے کسی کو فائدہ ہو رہا ہے اور نہ خود اپنی ذات کیلئے ہی تم اچھا کر رہے ہو۔

﴿٧٥﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ یہودیوں ہی کی ایک جماعت نے تورات میں تحریف کی اور جاننے بوجھنے کے باوجود اللہ کے کلام کو بدل ڈالا، کیا تم ان کے متعلق یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ ایمان لے آئیں گے؟ ایسا کبھی نہیں ہو گا، جو لوگ اپنی کتاب کے ساتھ مخلص نہیں اور جن لوگوں نے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کر دی، کیا وہ تمہاری کتاب کو یونہی تسلیم کر لیں گے اور اس میں تحریف کی کوشش نہ کریں گے؟ ضرور کریں گے، اس لئے تم ان سے چوکنے رہو، اور ان کے ایمان کے حوالے سے خوش فہمی میں نہ رہو۔

﴿٧٦﴾ اس آیت میں منافقین کی تنہائی کی ملاقاتوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہودیوں میں سے جن لوگوں نے منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ راہ و رسم بڑھائی، وہ خوشامد اور چاپلوسی کے انداز میں مسلمانوں کو بتاتے کہ آپ کی کتاب، پیغمبر، امت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہماری کتابوں میں نہایت تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور اس سلسلے کی شہادتوں اور خوشخبریوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد ہماری کتابوں میں موجود ہے، بعد میں جب اپنے سرغنوں سے ملاقات میں اس کی تفصیل بیان کرتے تو وہ انہیں سرزنش کرتے کہ تم ایسی باتیں مسلمانوں کو کیوں بتاتے ہو؟ کل کلاں کو وہ یہی باتیں تمہارے خلاف حجت کے طور پر پیش کریں گے، یہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا ہے، اسے مسلمانوں کے سامنے مت بیان کرو، ورنہ یہ تمہارے ہی خلاف حجت بن جائیگا اور آخرت میں تمہاری گرفت کا ذریعہ بن جائیگا کیونکہ اس طرح تم اقراری مجرم بن جاتے ہو۔

يَعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ

يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾	وَمِنْهُمْ	اُمِّيُّوْنَ	لَا	يَعْلَمُوْنَ	الْكِتٰبَ	اِلَّآ	اَمَانِيَّ	وَ	اِنْ
ظاہر کرتے ہیں وہ	اور ان میں سے	اَن پڑھ لوگ	نہیں	وہ جانتے	کتاب کو	مگر	جھوٹی آرزوئیں	اور	نہیں

ظاہر کرتے ہیں؟ ﴿۷۷﴾ اور اُن میں سے بعض اَن پڑھ بھی ہیں، جو سوائے آرزوؤں کے کتاب کو جانتے ہی نہیں، اور وہ

هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ

هُمْ	اِلَّا	يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾	فَوَيْلٌ	لِّلَّذِيْنَ	يَكْتُبُوْنَ	الْكِتٰبَ	بِاَيْدِيْهِمْ	ثُمَّ
وہ	مگر	گمان کرتے ہیں	سو ہلاکت	اُن لوگوں کیلئے جو	لکھتے ہیں	کتاب کو	اپنے ہاتھوں سے	پھر

تو صرف گمان کرتے ہیں۔ ﴿۷۸﴾ سو ہلاکت ہے اُن لوگوں کیلئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر

يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ

يَقُوْلُوْنَ	هٰذَا	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	لِيَشْتَرُوْا	بِهٖ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا ؕ	فَوَيْلٌ	لَّهُمْ
کہتے ہیں وہ	یہ	سے	نزدیک	اللہ کے	تاکہ خریدیں وہ	اس کے ذریعے	قیمت	تھوڑی	سو ہلاکت	اُن کیلئے

کہدیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اُس کے ذریعے تھوڑی سی قیمت خرید لیں، سو اُن کیلئے اُس چیز سے ہلاکت ہے

مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا

مِّمَّا	كَتَبَتْ	اَيْدِيْهِمْ	وَ	وَيْلٌ	لَّهُمْ	مِّمَّا	يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾	وَ	قَالُوْا	لَنْ تَمَسَّنَا
اس سے جو	لکھا	اُن کے ہاتھوں نے	اور	ہلاکت	اُن کیلئے	اس سے جو	وہ کماتے ہیں	اور	کہا انہوں نے	ہرگز نہ چھوئے گی ہمیں

جو اُن کے ہاتھوں نے لکھی اور اُس چیز سے بھی ہلاکت ہے جو انہوں نے کمائی۔ ﴿۷۹﴾ اور کہتے ہیں کہ سوائے گنتی کے چند دنوں کے

النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ

النَّارُ	اِلَّآ	اَيَّامًا	مَّعْدُوْدَةً ؕ	قُلْ	اَتَّخَذْتُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	عَهْدًا	فَلَنْ
آگ	مگر	دن	گنے چنے	تو کہہ	کیا تم نے بنالیا ہے	نزدیک	اللہ کے	کوئی عہد	سو ہرگز نہ

ہمیں جہنم کی آگ ہرگز نہ چھوئے گی، آپ فرما دیجیے کہ کیا تم اللہ سے کوئی عہد لے چکے ہو کہ اللہ

يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى

يُّخْلِفَ	اللّٰهُ	عَهْدَهٗٓ	اَمْ	تَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾	بَلٰى
خلاف کرے گا	اللہ	اپنے عہد کے	یا	کہتے ہو تم	پر	اللہ کے	وہ جو	تم نہیں جانتے	کیوں نہیں

اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہ کرے گا یا تم اللہ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟ ﴿۸۰﴾ کیوں نہیں،

﴿۷۷﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس فاسد خیال کی تردید فرمائی ہے کہ ان کے چھپانے سے اللہ پر کوئی چیز مخفی رہ جائے گی، اس کا علم تو ہر چیز پر محیط ہے، وہ ان کے ظاہر اور باطن سب کو جانتا ہے۔

﴿۷۸﴾ اس آیت میں یہودیوں کے ایک اور گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جو ان پڑھ ہیں، لکھنا پڑھنا کچھ نہیں جانتے، ان لوگوں نے صرف خواہشات پال رکھی ہیں، انہی کو پال پوس کر جوان کر رہے ہیں، ان کے پاس صرف اندازے اور تخمینے ہیں، قطعی اور یقینی علم ان کے پاس نہیں ہے، ظاہر ہے کہ محض خواہشات اور اندازے علم کے مقابلے میں کوئی اہمیت اور وقعت نہیں رکھتے۔

﴿۷۹﴾ اس آیت میں ان یہودیوں کا ذکر ہے جو محض دنیا کے کچھ مال و دولت کی لالچ میں اللہ کی کتاب کو ہی تبدیل کر دیتے ہیں، اپنے ہاتھ سے ایک مضمون یا کچھ الفاظ لکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کر دیتے ہیں اور اس میں ایسی ہوشیاری سے کام لیتے ہیں کہ عام آدمی تو ان کے دجل اور فریب کو سمجھ ہی نہ سکے، اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے اور ان کی اس حرکت کو مہلک اور تباہ کن قرار دیا ہے، اس آیت کے عموم میں وہ تمام صورتیں شامل ہیں جن میں کسی نوعیت کی بھی تحریف پائی جاتی ہے مثلاً نبی ﷺ کا حلیہ اور صفات، انبیاء کرام علیہم السلام کے حوالے سے نازیبا الفاظ، شان نبوت سے مناسبت نہ رکھنے والے جملے، احکامات میں قطع و برید اور اپنی مرضی سے ان کا حلیہ تبدیل کر کے انہیں اللہ کی طرف منسوب کرنا۔

﴿۸۰﴾ اس آیت کے مطابق یہودیوں کو یہ خوش فہمی تھی کہ اولاً تو ہم کبھی جہنم میں جائیں گے ہی نہیں، ہمارے لیے تو جنت بنائی گئی ہے، اور اگر کہیں جہنم میں جانے کی نوبت آ ہی گئی تو ہم صرف چالیس دن کیلئے جہنم میں جائیں گے تا کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اتنی مدت تک جو بچھڑے کی پوجا کی تھی، اس کا تدارک ہو جائے، اس کے بعد ہمیں جہنم سے نکال کر ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل کر دیا جائیگا، اس آیت میں ان کی اس خوش فہمی کو دور کر دیا گیا ہے کہ کیا اس سلسلے میں تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہوا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر تم اس یقین میں حق بجانب ہو، کہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تو تمہارے ساتھ ایسا کوئی معاہدہ نہیں کیا، بلکہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی جھوٹی نسبت کر رہے ہو، جنہیں جہنم میں دیگر جرائم کے علاوہ اس کی سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔

مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

مَنْ	كَسَبَ	سَيِّئَةً	وَّاَحَاطَتْ	بِهٖ	خَطِيْٓـئَتُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ
وہ جو	کمایا اس نے	کوئی گناہ	اور احاطہ کرلیا	اس کا	اُس کے گناہ نے	تو وہ لوگ	ساتھی

جس نے بھی گناہ کمائے اور اُس کے گناہوں نے اُس کا احاطہ کر لیا تو وہی لوگ اہلِ

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

النَّارِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ
جہنم کے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے	اور	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور عمل کئے انہوں نے	اچھے

جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿٨١﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کیے ،

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع وَاِذْ اَخَذْنَا

اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع	وَاِذْ	اَخَذْنَا
وہ لوگ	ساتھی	جنت کے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے	اور جب	ہم نے لیا

وہی لوگ اہلِ جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿٨٢﴾ اور اُس وقت کو یاد کرو جب ہم نے

مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ

مِيْثَاقَ	بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	لَا	تَعْبُدُوْنَ	اِلَّا	اللّٰهَ ۣ	وَبِالْوَالِدَيْنِ
پختہ عہد	بیٹوں	اسرائیل کے	نہ	عبادت کروگے تم	مگر	اللہ کی	اور والدین کے ساتھ

بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو گے، اور والدین کے ساتھ

اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ

اِحْسَانًا	وَّ	ذِي الْقُرْبٰى	وَ	الْيَتٰمٰى	وَالْمَسٰكِيْنِ	وَقُوْلُوْا	لِلنَّاسِ
حسن سلوک	اور	قرابت داروں	اور	تیموں	اور مسکینوں	اور کہو تم سب	لوگوں سے

حسنِ سلوک کرو گے، نیز قریبی رشتہ داروں، تیموں اور مسکینوں کے ساتھ، اور لوگوں سے بھلی بات

حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ

حُسْنًا	وَّاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ ۭ	ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْكُمْ
اچھی بات	اور قائم کرو تم	نماز	اور ادا کرو تم	زکوۃ	پھر	منہ موڑ لیا تم نے	مگر	تھوڑے	تم میں سے

کہو، نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو، پھر تم نے منہ پھیر لیا سوائے تم میں سے تھوڑے سے افراد کے

ع ٩ ١١ ٩

﴿٨١﴾ اس آیت میں یہودیوں کی خوش فہمی کو دور کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ جہنم میں کیوں نہیں جائیں گے؟ جو شخص بھی گناہ کرے گا اور اس کا کفر و شرک اور اس کے گناہ اس کا احاطہ کریں گے، وہ جہنم میں ضرور جائیگا، یہ اصول کسی خاص فرد یا قوم کیلئے نہیں ہے، بلکہ پوری دنیا کے لوگوں کیلئے ہے، جس پر بھی یہ اصول صادق آیگا اس کا یہی حکم ہوگا۔

یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ گناہوں کے احاطے سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کے گناہ اس قدر بڑھ جائیں کہ وہ چاروں طرف سے اسے گھیر لیں، جیسے کوئی شخص چاروں طرف سے دشمن کے نرغے میں پھنس جائے اور ہر سمت سے دشمن اس پر حملہ آور ہو، ایسا شخص اگر توبہ کر لے تو اسے وہاں سے نکلنے کا راستہ مل جاتا ہے، ورنہ دشمن اس کی تکہ بوٹی کر دیتا ہے اور وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

﴿٨٢﴾ اس آیت میں اہل جنت کیلئے یہ اصول طے کیا گیا ہے کہ جو شخص ایمان لائے اور نیک اعمال کی زندگی گزارے، اس کا ایمان اور عمل صالح ہی جنت میں داخلے کا معیار ہے اور یہ اصول بھی کسی خاص فرد یا قوم کیلئے نہیں، بلکہ پوری دنیا کے لوگوں کیلئے ہے۔

گویا کوئی فرقہ اور قوم اللہ کی محبوب اور چہیتی نہیں ہے، اللہ کا محبوب اور چہیتا بننے کیلئے انسان کے پاس ایمان اور عمل صالح ہی سب سے بہترین اور کامیاب ذریعہ ہے۔

وَاَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ لَا تَسۡفِكُوۡنَ دِمَآءَكُمۡ

وَ	اَنۡتُمۡ	مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾	وَ	اِذۡ	اَخَذۡنَا	مِيۡثَاقَكُمۡ	لَا	تَسۡفِكُوۡنَ	دِمَآءَكُمۡ
اور	تم	اعراض کرنے والے	اور	جب	لیا ہم نے	تم سے پختہ عہد	نہ	بہاؤ گے تم	بہت سے خون اپنے

اور تم ہو ہی اعراض کرنے والے۔ ﴿۸۳﴾ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم آپس میں خونریزی نہ کرو گے

وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ وَاَنۡتُمۡ

وَ	لَا	تُخۡرِجُوۡنَ	اَنۡفُسَكُمۡ	مِّنۡ	دِيَارِكُمۡ	ثُمَّ	اَقۡرَرۡتُمۡ	وَ	اَنۡتُمۡ
اور	نہ	نکالو گے تم	اپنے آپ کو	سے	اپنے گھروں کے	پھر	اقرار کیا تم نے	اور	تم

اور اپنوں کو اپنے گھروں سے نہ نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود

تَشۡهَدُوۡنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَتُخۡرِجُوۡنَ

تَشۡهَدُوۡنَ ﴿۸۴﴾	ثُمَّ	اَنۡتُمۡ	هٰٓؤُلَآءِ	تَقۡتُلُوۡنَ	اَنۡفُسَكُمۡ	وَتُخۡرِجُوۡنَ
گواہی دیتے ہو	پھر	تم	وہی لوگ ہو	قتل کرتے ہو تم	اپنے آپ کو	اور نکالتے ہو تم

گواہی دیتے ہو۔ ﴿۸۴﴾ پھر تم ہی وہ لوگ ہو جو ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو اور اپنے ایک گروہ کو

فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ

فَرِيۡقًا	مِّنۡكُمۡ	مِّنۡ	دِيَارِهِمۡ	تَظٰهَرُوۡنَ	عَلَيۡهِمۡ	بِالۡاِثۡمِ	وَالۡعُدۡوَانِ
ایک گروہ کو	اپنے میں سے	سے	ان کے گھروں کے	غالب آتے ہو تم	اُن پر	گناہ کے ساتھ	اور سرکشی سے

اُن کے گھروں سے نکال دیتے ہو، تم اُن پر گناہ اور سرکشی کے ساتھ غالب آجاتے ہو،

وَاِنۡ يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ

وَاِنۡ	يَّاۡتُوۡكُمۡ	اُسٰرٰى	تُفٰدُوۡهُمۡ	وَهُوَ	مُحَرَّمٌ	عَلَيۡكُمۡ
اور اگر	وہ آئیں تمہارے پاس	قیدی ہو کر	تم فدیہ دیتے ہو اُن کا	اور وہ	حرام کیا گیا	تم پر

اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو تم اُن کا فدیہ ادا کر دیتے ہو، حالانکہ انہیں تو نکالنا ہی تم پر

اِخۡرَاجُهُمۡ ؕ اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ

اِخۡرَاجُهُمۡ	اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ	بِبَعۡضِ	الۡكِتٰبِ	وَ	تَكۡفُرُوۡنَ	بِبَعۡضٍ
انہیں نکالنا	تو کیا تم ایمان لاتے ہو	کچھ حصے پر	کتاب کے	اور	کفر کرتے ہو تم	کچھ حصے سے

حرام تھا، تو کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کر دیتے ہو؟

﴿۸۳﴾ اس آیت میں اس عہد کا ذکر کیا گیا ہے جو تورات میں یہودیوں سے لیا گیا تھا، اس عہد کے مطابق یہودیوں کو مندرجہ ذیل چیزوں کا پابند کیا گیا تھا

(الف) اللہ کی عبادت کریں، اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں، کیونکہ اس کے علاوہ عبادت کا کوئی مستحق نہیں۔

(ب) والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں، ان کے حقوق ادا کریں اور ان کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئیں۔

(ج) لوگوں سے اچھی اور بھلی بات کہیں، شائستہ اور پاکیزہ الفاظ کا انتخاب کریں، ناشائستہ اور نامناسب الفاظ کے استعمال سے گریز کریں۔

(د) مخصوص شرائط و آداب کے ساتھ نماز قائم کرنے کا اہتمام کریں۔

(ھ) طے شدہ نصاب پر طے شدہ مقدار میں زکوٰۃ ادا کرنے کا اہتمام کریں۔

یہ وہ اچھے اخلاق اور پاکیزہ خوبیاں ہیں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں دیا ہے کیونکہ یہ وہ امورِ فطرت ہیں جن کا تقاضا فطرتِ سلیمہ کرتی ہے اور ان چند چیزوں میں دین کے دیگر عقائد و احکام کی نمائندگی آجاتی ہے، اس لئے ذہن میں یہ سوال نہ آئے کہ یہاں تو صرف چند چیزوں کا ہی ذکر کیا گیا ہے، اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر انسان صرف انہی احکام پر اس کی روح کے ساتھ عمل کرلے تو اس کیلئے شریعت کے باقی احکام پر عمل کی راہ کھل جاتی ہے، لیکن بنی اسرائیل میں بہت کم لوگ ان ہدایات کے پابند رہے، اکثر لوگوں نے اعراض ہی کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے احکام میں اعراض کرنا یہودیوں کی خصلت ہے۔

﴿۸۴﴾ اس آیت میں ایک اور عہد کا ذکر کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا اور وہ یہ کہ تم آپس میں خونریزی نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اس کے گھر بار، شہر اور وطن سے بے دخل نہیں کرو گے، ظاہر ہے کہ اس عہد کی پاسداری میں ان کا اپنا ہی فائدہ تھا اور ان کی اپنی جان، مال اور عزت و آبرو کا تحفظ تھا، سو ظاہری طور پر تو انہوں نے اس عہد کی پاسداری کا اقرار کرلیا، لیکن حقیقت میں وہی ڈھاک کے تین پات رہے۔ اگلی آیت میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

فَمَا	جَزَآءُ	مَنْ	يَّفْعَلُ	ذٰلِكَ	مِنْكُمْ	اِلَّا	خِزْيٌ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ
سو نہیں	سزا	وہ جو	کرتا ہے	وہ	تم میں سے	مگر	رسوائی	بیچ	زندگی	دنیا کی

سو تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا، اُس کی سزا یہی ہے کہ دنیوی زندگی میں اُسے رسوائی ملے

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

وَ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	يُرَدُّوْنَ	اِلٰٓى	اَشَدِّ	الْعَذَابِ ؕ	وَ	مَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا
اور	دن	قیامت کے	لوٹائے جائیں گے	طرف	سب سے سخت	عذاب کی	اور	نہیں	اللہ	بے خبر	اُن سے جو

اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے، اور اللہ اُن کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا

تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	بِالْاٰخِرَةِ ۫	فَلَا
عمل تم کرتے ہو	وہی لوگ	وہ جو	خرید لیا انہوں نے	زندگی	دنیا کی	بدلے آخرت کے	سو نہ

کرتے ہو۔ ﴿٨٥﴾ یہی لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو خرید لیا، سو اُن کے

يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

يُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَ	لَا	هُمْ	يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى
ہلکا کیا جائیگا	اُن سے	عذاب	اور	نہ	وہ	مدد کیے جائیں گے	اور	البتہ یقیناً	دیا ہم نے	موسیٰ کو

عذاب میں کوئی تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔ ﴿٨٦﴾ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو

الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

الْكِتٰبَ	وَ	قَفَّيْنَا	مِنْۢ بَعْدِهٖ	بِالرُّسُلِ ۫	وَ	اٰتَيْنَا	عِيْسَى	ابْنَ	مَرْيَمَ
کتاب	اور	پے درپے بھیجے ہم نے	ان کے پیچھے	بہت سے پیغمبر	اور	دیا ہم نے	عیسیٰ کو	بیٹا	مریم کا

کتاب دی اور اُن کے بعد پے درپے پیغمبر بھیجے، اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا

الْبَيِّنٰتِ	وَاَيَّدْنٰهُ	بِرُوْحِ	الْقُدُسِ ؕ	اَفَكُلَّمَا	جَآءَكُمْ	رَسُوْلٌۢ	بِمَا
واضح دلائل	اور تائید کی ہم نے اُس کی	ساتھ روح کے	پاکیزہ	تو کیا جب بھی	آئے تمہارے پاس	کوئی پیغمبر	ساتھ اُس کے جو

واضح دلائل دیئے اور روح القدس سے اُن کی تائید کی، تو کیا جب بھی تمہارے پاس کوئی پیغمبر وہ تعلیمات لیکر آئے گا، جو

ع ۱۰ ۴

﴿٨٥﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کی عہد شکنی کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ گزشتہ آیت کے عہد کو سامنے رکھ کر اب صرف مدینہ منورہ ہی کے یہودیوں کا جائزہ لے لیجئے جہاں یہودیوں کے دیگر قبائل کے علاوہ دو بڑے قبیلے بنوقریظہ اور بنونضیر بھی آباد تھے، انہوں نے وہاں موجود مشرکین کے قبائل کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر رکھا تھا. چنانچہ بنوقریظہ کا قبیلہ اوس اور بنونضیر کا قبیلہ، خزرج سے معاہدہ تھا اور دونوں فریق دوستی کے اس معاہدے کی پابندی کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اگر اوس اور خزرج کے درمیان لڑائی ہوتی تو بنوقریظہ اور بنونضیر بھی اس جنگ میں اپنے اپنے حلیف قبیلوں کی طرف سے شریک ہوتے تھے، پھر جس گروہ کو فتح ہوتی، اس کے پاس دوسرے گروہ کے یہودی قیدی بھی آ جاتے - یہ انہیں فدیہ دیکر چھڑا لیتے، اگر جنگ میں آمنا سامنا ہو جاتا تو یہ ایک دوسرے کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد کی دونوں شقوں پر عمل درآمد نہیں کیا، انہوں نے آپس میں خونریزی بھی کی، ایک دوسرے کو اس کے گھر بار سے بے دخل بھی کیا، صرف ایک حکم پر عمل کیا کہ اگر تم میں سے کوئی قیدی بن جائے تو اسے فدیہ دیکر چھڑا لیا کرو، یہ تو اپنی مرضی پر عمل کرنا ہوا، اللہ کے احکامات پر عمل ایسے تو نہیں ہوتا کہ جو حکم پسند آئے یا آسان لگے، اس پر عمل کر لیا جائے اور جو مشکل یا سخت معلوم ہو، اسے ترک کر دیا جائے۔ ایسے لوگوں کو دنیا میں بھی سزا ملتی ہے اور آخرت میں بھی سزا ملے گی، چنانچہ بنوقریظہ کو ایک خاص موقع پر خاص حکم کے تحت مکمل طور پر قتل کر دیا گیا اور بنونضیر کو جلاوطن کر دیا گیا اور وہ خود ہی اپنے وطن سے بے دخل ہو گئے، آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔

﴿٨٦﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس رویئے اور عہد کی خلاف ورزی کرنے کو ایک ایسی تجارت سے تشبیہ دی ہے جس میں خریدار نقصان کا شکار ہو جائے اور بلاشبہ سب سے بڑا خسارہ یہ ہے کہ انسان آخرت دے کر اس کے بدلے میں دنیا کی چندروزہ عیش اور سہولیات حاصل کر لے، ان یہودیوں کو اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہئے کہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہو سکے گی یا ان کی مدد کیلئے کوئی آ جائیگا، ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا

لَا	تَهْوٰٓى	اَنْفُسُكُمُ	اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ	فَفَرِيْقًا	كَذَّبْتُمْ	وَفَرِيْقًا
نہ	چاہتے ہوں	تمہارے دل	تم نے تکبر کیا	سو ایک گروہ کو	تم نے جھٹلایا	اور ایک گروہ کو

تمہارے دلوں کو اچھی نہیں لگتیں تو تم تکبر کرو گے؟ سو ایک فریق کو تم نے جھٹلایا اور ایک فریق کو

تَقْتُلُوْنَ ۝٨٧ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا

تَقْتُلُوْنَ ۝٨٧	وَ	قَالُوْا	قُلُوْبُنَا	غُلْفٌ	بَلْ	لَّعَنَهُمُ	اللّٰهُ	بِكُفْرِهِمْ	فَقَلِيْلًا
تم قتل کرتے رہے	اور	کہا انہوں نے	دل ہمارے	غلاف میں ہیں	بلکہ	اُن پر لعنت کی	اللہ نے	اُن کے کفر کی وجہ سے	تو بہت کم

تم قتل کرتے رہے ہو۔ ۸۸ اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں ، بلکہ اللہ نے اُن پر اُن کے کفر کیوجہ سے لعنت کی ہے، سو بہت کم

مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝٨٨ وَلَمَّا جَاۗءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا

مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝٨٨	وَ	لَمَّا	جَاۗءَهُمْ	كِتٰبٌ	مِّنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقٌ	لِّمَا
ایمان لاتے ہیں وہ	اور	جب	اُن کے پاس آئی	کتاب	سے	نزدیک	اللہ کے	تصدیق کرنے والی	اس کی

وہ ایمان لاتے ہیں۔ ۸۹ اور جب اُن کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آگئی جو اُن کے پاس موجود کتاب کی

مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَي الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ښ فَلَمَّا

مَعَهُمْ ۙ	وَكَانُوْا	مِنْ قَبْلُ	يَسْتَفْتِحُوْنَ	عَلَى	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ښ	فَلَمَّا
پاس اُن کے	اور وہ تھے	اس سے پہلے	فتح طلب کرتے	پر	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	پھر جب

تصدیق کرتی ہے اور وہ اس سے پہلے کافروں کے خلاف اُس کی برکت سے فتح کی دعا کرتے تھے، پھر جب

جَاۗءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝٨٩

جَاۗءَهُمْ	مَّا	عَرَفُوْا	كَفَرُوْا	بِهٖ	فَلَعْنَةُ	اللّٰهِ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ ۝٨٩
آیا اُن کے پاس	وہ جو	پہچان لیا انہوں نے	کفر کیا انہوں نے	اس کے ساتھ	سو لعنت	اللہ کی	پر	کافروں کے

اُن کے پاس وہ چیز پہنچ گئی جسے وہ پہچانتے ہیں تو اُنہوں نے اُس کا انکار کردیا، سو انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ ۸۹

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ

بِئْسَمَا	اشْتَرَوْا	بِهٖٓ	اَنْفُسَهُمْ	اَنْ	يَّكْفُرُوْا	بِمَآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	بَغْيًا	اَنْ	يُّنَزِّلَ
بہت برا ہے وہ	بیچا انہوں نے	اس کے بدلے	اپنی جانوں کو	یہ کہ	کفر کرتے رہے وہ	اس سے جو	نازل کیا	اللہ نے	حسد کی وجہ سے	یہ کہ	نازل کرتا ہے

بہت بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ دیا، یہ کہ وہ اللہ کی نازل کردہ کتاب کا

۸۷ اس آیت سے ایک دوسرا سلسلہ کلام شروع ہو رہا ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ سلسلہ نبوت سے وابستہ دیگر مقدس افراد کا ذکر بھی آرہا ہے، جس کا مقصد بنی اسرائیل کو اس بات کی یاد دہانی کرانا ہے کہ ہم نے تمہاری دینی رہنمائی اور تربیت کیلئے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کو مقرر نہیں کیا تھا، ان کے علاوہ بھی بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام تمہاری تربیت کیلئے یکے بعد دیگرے بھیجے، بعض مفسرین کے مطابق حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان ستر ہزار اور بعض مفسرین کے مطابق چار ہزار افراد کو نبی بنا کر بھیجا گیا، جو سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی دعوت دینے اور اس پر عمل درآمد کروانے کیلئے مقرر کیے گئے تھے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دے کر بنی اسرائیل ہی کی گمشدہ بھیڑوں کو جمع کرنے کیلئے بھیجا گیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سے اہم معجزات عطا فرمائے جن کا تذکرہ تیسرے پارے میں آئیگا۔ انشاء اللہ ۔ لیکن بنی اسرائیل کا ردعمل کیا تھا؟ انہوں نے بہت سے انبیاء علیہ السلام کی تکذیب کی اور بہت سوں کو شہید کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کی تکذیب اور انہیں شہید کرنا یہودیوں والا عمل ہے، یہاں یہ سوال بالکل بجا ہے کہ یہودیوں نے ایسا کیوں کیا جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ان کا کوئی ذاتی، مالی یا جائیداد کا جھگڑا نہیں تھا، سو اس کا جواب بھی اسی آیت سے مل گیا کہ بنی اسرائیل کا یہ مزاج بن گیا تھا کہ جو ان کے مطلب کی بات کرے، وہ صحیح ہے اور جو اُن کی طبیعت کے خلاف کوئی بات کہے خواہ وہ کوئی نبی ہو یا غیر نبی، اس کی اہمیت ان کی نگاہوں سے مخفی ہو جاتی تھی اور وہ اس کی مخالفت میں کسی بھی حد تک جا سکتے تھے۔ ۸۸ اس آیت میں یہودیوں کے اس قول کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ اپنے متعلق فخر کے انداز میں کہتے تھے کہ ہمارے دل تو غلاف میں محفوظ ہیں، اس لئے آپ جو باتیں کہتے ہیں، ہمارے دلوں پر ان کا اثر نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ بات یہ نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ یہ ملعون ہو کر اللہ کی رحمت سے دور ہو چکے ہیں جس کا سبب ان کا اپنا کفر ہے، اس لئے ان کے دلوں پر کسی دعوت اور پیغام کا اثر نہیں ہوتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودی لوگ اپنے متعلق مبالغہ کی حد تک خوش فہمی کا شکار رہے تھے۔

۸۹ اس آیت میں یہودیوں کو ان کا ماضی اور حال سنا کر دونوں میں ایک موازنہ کرنے کی تجویز ہے کہ تمہارا ماضی یہ ہے کہ تم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے وسیلے اور واسطے سے اپنے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح بھی عطا فرما دیتا تھا، گویا ماضی میں تم لوگ اس نبی کی عظمت و اہمیت اور ان کی تشریف آوری کو برحق سمجھتے تھے، ان کی آمد کے منتظر تھے اور لوگوں کو ان کی آمد کی بشارتیں اور خوشخبریاں سنایا کرتے تھے، اور حال میں تمہارا یہ حال ہے کہ تم اس قرآن کا انکار کر رہے ہو جو تمہاری کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہے اور اس پیغمبر کی تکذیب کر رہے ہو جس نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت کا درس دیا ہے، ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى

اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ	عَلٰى	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ ۚ	فَبَآءُوْ	بِغَضَبٍ	عَلٰى
اللہ	سے	اپنے فضل کے	پر	جو	چاہتا ہے وہ	سے	اپنے بندوں کے	تو وہ لوٹے	ساتھ غضب کے	پر

محض اِس حسد کی وجہ سے انکار کرتے ہیں کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنا فضل نازل کر دے، سو وہ غضب پر غضب

غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝٩٠ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ

غَضَبٍ ۭ	وَلِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ ۝٩٠	وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اٰمِنُوْا	بِمَآ
غضب کے	اور کافروں کے لئے	عذاب	رسوا کن	اور جب	کہا گیا	اُن سے	ایمان لاؤ تم	اُس پر جو

لے کر لوٹے، اور کافروں کیلئے رسوا کن عذاب ہے۔ ۹۰ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس کتاب پر ایمان لاؤ

اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۤ وَهُوَ

اَنْزَلَ	اللّٰهُ	قَالُوْا	نُؤْمِنُ	بِمَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْنَا	وَيَكْفُرُوْنَ	بِمَا	وَرَآءَهٗ ۤ	وَهُوَ
نازل کیا	اللہ نے	کہا انہوں نے	ایمان لائے ہم	اس پر جو	نازل کیا گیا	ہم پر	اور انکار کرتے ہیں	اس کا جو	اس کے علاوہ	اور وہ

جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اُس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اُس کے علاوہ کا انکار کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ

الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَاۗءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ

الْحَقُّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	مَعَهُمْ ۭ	قُلْ	فَلِمَ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْۢبِيَاۗءَ	اللّٰهِ	مِنْ قَبْلُ
برحق	تصدیق کرنے والا	اس کی جو	ان کے پاس	تو کہہ	تو پھر کیوں	تم قتل کرتے رہے ہو	نبیوں کو	اللہ کے	اس سے پہلے

کتاب برحق ہے، اُن کے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرتی ہے، آپ فرما دیجیے کہ پھر تم اس سے پہلے اللہ کے نبیوں کو قتل کیوں کرتے رہے ہو

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٩١ وَلَقَدْ جَاۗءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ

اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ۝٩١	وَلَقَدْ	جَاۗءَكُمْ	مُّوْسٰى	بِالْبَيِّنٰتِ	ثُمَّ
اگر	تم ہو	ایمان لانے والے	اور البتہ یقیناً	آیا تمہارے پاس	موسیٰ	واضح دلائل کے ساتھ	پھر

اگر تم مؤمن ہو؟ ۹۱ اور یقیناً تمہارے پاس موسیٰ واضح دلائل لیکر آئے، پھر

اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝٩٢ وَاِذْ اَخَذْنَا

اتَّخَذْتُمُ	الْعِجْلَ	مِنْۢ بَعْدِهٖ	وَ	اَنْتُمْ	ظٰلِمُوْنَ ۝٩٢	وَ	اِذْ	اَخَذْنَا
بنالیا تم نے	بچھڑے کو	اس کے پیچھے سے	اور	تم	ظلم کرنے والے	اور	جب	لیا ہم نے

بھی تم نے اُن کے پیچھے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم ظالم تھے۔ ۹۲ اور اُس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم سے

۹۰ اس آیت میں یہودیوں کے مرض اور ان کی بیماریوں کی جڑ کی نشاندہی کی گئی ہے کہ آخر وہ کلام اللہ کا انکار کیوں کر رہے ہیں؟ ایمان کے بدلے کفر کیوں خرید رہے ہیں؟ اور گھاٹے کے اس سودے کی اصل وجہ کیا ہے؟ ان سارے سوالات کا جواب صرف ایک لفظ "بغیا" میں آگیا ہے، جس کا ترجمہ اور مفہوم عام طور پر مفسرین نے حسد اور ضد بازی سے کیا ہے۔ اس ناکارہ نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے، دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے۔ بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور وہی ذبیح اللہ تھے، چھوٹے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام تھے جن کی ولادت کی خوشخبری کے ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت بھی دے دی گئی تھی، حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء کرام علیہم السلام بھی مبعوث ہوئے ان سب کا تعلق انہی کی نسل سے تھا، جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں صرف ایک ہی نبی کو مبعوث کیا گیا، لیکن وہ ایک ہی ایسے تھے کہ سب سے بڑھ کر اور سب سے افضل تھے، وہی وجہ تخلیق کائنات ٹھہرے اور انہی پر رب کائنات نے درود بھیجا یعنی ہمارے آقا و مولیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہودیوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے تھا، کیونکہ اس سے پہلے ان میں بہت سے پیغمبر آچکے تھے، اگر بنی اسماعیل میں بھی کوئی پیغمبر آگیا تو کوئی بات نہیں، لیکن یہودیوں کو اس پر سخت تشویش ہوئی اور انہیں اس بات پر حسد ہوا کہ دنیا کی قیادت ان کے ہاتھوں سے چھین کر بنی اسماعیل کے حوالے کیوں کی جا رہی ہے؟ علمی دنیا میں بھی ان کے رعب و دبدبے کو ختم کیا جا رہا ہے اور آئندہ کیلئے ایک نئی قوم کو دنیا کا امام، ہادی اور رہبر منتخب کیا جا رہا ہے، انہوں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ نبوت کوئی کسبی چیز نہیں ہے جسے محنت اور مجاہدہ کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہو یا جسے اللہ پر رعب اور دباؤ ڈال کر حاصل کیا جا سکتا ہو، یہ تو وہبی چیز ہے، اللہ کا فضل ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے یہ فضل فرما دے، اسے کوئی روک سکتا ہے اور نہ ہی مجبور کر سکتا ہے، انہوں نے اس پہلو پر بھی غور نہیں کیا کہ انہیں دنیا کی امامت سے کیوں محروم کیا گیا؟ اس کی وجوہات اور اسباب کیا ہیں؟ انہوں نے اس پہلو پر بھی غور نہیں کیا کہ کیا انہیں اپنی غلطیوں کی اصلاح کا موقع نہیں دیا گیا؟ کیا انہیں یونہی اچانک اس ذمہ داری سے برطرف کر دیا گیا؟ انہوں نے اس پہلو پر بھی غور نہیں کیا کہ کیا اب وہ واقعی طور پر دنیا کی امامت کے قابل ہیں؟ کیا اُن میں اب اس کی صلاحیت ہے؟ انہوں نے اپنے جرائم کی ایک لمبی فہرست کو بھی فراموش کر دیا جن میں سے ہر جرم ناقابل معافی اور ہر غلطی ناقابل تلافی تھی، انہوں نے اللہ کے ان گنت انعامات کو بھی یاد رکھنے کی زحمت نہیں کی جن میں سے چند ایک کا تذکرہ گزشتہ آیات میں بھی ہو چکا ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ بنی اسرائیل فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لا کر دوہرے اجر و ثواب کے مستحق قرار پاتے، لیکن ان کے حسد نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا، اس لئے وہ دوہرے غضب کے مستحق بن گئے۔ ۹۱ اس آیت میں قرآن کریم کی حقانیت کی ایک دلیل تو یہ بیان کی گئی ہے کہ جیسے تورات اللہ نے نازل فرمائی ہے، اسی طرح قرآن بھی اللہ نے نازل فرمایا ہے، دوسری دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ قرآن کریم، تورات کی تصدیق کرتا ہے، اس کی تکذیب نہیں کرتا، اس لئے یہودیوں کو خاص طور پر اور ساری دنیا کے لوگوں کو عمومی طور پر قرآن کریم کو اللہ کا کلام سمجھتے ہوئے اس پر ایمان لے آنا چاہئے اور اگر یہودیوں کو تورات پر ایمان کے دعویٰ میں اتنا ہی اصرار ہے تو صرف ایک سوال کا جواب دے دیں، کیا انہیں تورات میں اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے نبیوں کو شہید کرتے پھریں، یعنی ایک طرف تورات پر ایمان کا دعویٰ اور دوسری طرف تورات ہی کی دعوت و تبلیغ میں مصروف عمل انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید کرنا، کیا یہ دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں؟ ۹۲ اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ ایک طرف تم تورات پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہو اور دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ واضح معجزات اور دلائل دیکھ کر بھی تم لوگ بچھڑے کی پوجا میں مبتلا ہو گئے، یہ کیسا ایمان ہے جو تمہیں اللہ کی عبادت پر ہی قائم نہیں رکھ سکا اور تمہیں بچھڑے کی پوجا سے روک نہ سکا؟

مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

مِيْثَاقَكُمْ	وَرَفَعْنَا	فَوْقَكُمُ	الطُّوْرَ ؕ	خُذُوْا	مَآ	اٰتَيْنٰكُمْ	بِقُوَّةٍ
تمہارا پختہ عہد	اور بلند کیا ہم نے	اوپر تمہارے	طور کو	پکڑو تم سب	وہ جو	دیا ہم نے تمہیں	طاقت کے ساتھ

پختہ عہد لیا اور تمہارے اوپر طور پہاڑ کو بلند کر دیا کہ ہم نے تمہیں جو دیا ہے اُسے مضبوطی سے پکڑو

وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ

وَّاسْمَعُوْا ؕ	قَالُوْا	سَمِعْنَا	وَ	عَصَيْنَا ۗ	وَ	اُشْرِبُوْا	فِيْ	قُلُوْبِهِمُ	الْعِجْلَ
اور سنو تم سب	کہا انہوں نے	سن لیا ہم نے	اور	نافرمانی کی ہم نے	اور	پلائے گئے وہ	بیچ	اُن کے دل	بچھڑا

اور سنو، وہ کہنے لگے کہ ہم نے سن لیا اور مانیں گے نہیں، اور اُن کے کفر کی وجہ سے اُن کے دلوں میں بچھڑے کی محبت

بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾

بِكُفْرِهِمْ ؕ	قُلْ	بِئْسَمَا	يَاْمُرُكُمْ	بِهٖٓ	اِيْمَانُكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾
اُن کے کفر کی وجہ سے	تو کہہ	بہت برا ہے وہ جو	حکم دیتا ہے تمہیں	اس کا	تمہارا ایمان	اگر	تم ہو	ایمان لانے والے

ڈال دی گئی، آپ فرما دیجیے کہ بہت بری ہے وہ چیز جس کا تمہیں تمہارا ایمان حکم دیتا ہے اگر تم مؤمن ہو۔ ﴿٩٣﴾

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ

قُلْ	اِنْ	كَانَتْ	لَكُمُ	الدَّارُ	الْاٰخِرَةُ	عِنْدَ	اللّٰهِ	خَالِصَةً	مِّنْ	دُوْنِ
تو کہہ	اگر	ہے	تمہارے لئے	گھر	پچھلا	نزدیک	اللہ کے	خاص طور پر	سے	علاوہ

آپ فرما دیجیے کہ اگر آخرت کا گھر اللہ کے یہاں صرف تمہارے لیے ہے، دوسرے لوگوں

النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ

النَّاسِ	فَتَمَنَّوُا	الْمَوْتَ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾	وَ	لَنْ	يَّتَمَنَّوْهُ	اَبَدًا ۢ
لوگوں کے	تو تمنا کرو تم	موت کی	اگر	تم ہو	سچے	اور	ہرگز نہ	تمنا کریں گے وہ اس کی	ہمیشہ

کیلئے نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ ﴿٩٤﴾ اور یہ لوگ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے،

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ

بِمَا	قَدَّمَتْ	اَيْدِيْهِمْ ؕ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ ۢ	بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾	وَلَتَجِدَنَّهُمْ
اس وجہ سے جو	آگے بھیجا	اُن کے ہاتھوں نے	اور اللہ	خوب جاننے والا	ظالموں کو	اور آپ ضرور پائیں گے انہیں

اُن اعمال کی وجہ سے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ ﴿٩٥﴾ اور آپ انہیں عام لوگوں سے

﴿٩٣﴾ اس آیت میں بھی یہودیوں کے دعویٰ ایمان کی تردید کی گئی ہے کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ برحق ہے تو پھر طور پہاڑ کو تمہارے سروں پر لاکر کیوں مسلط کیا گیا تھا؟ جب تمہیں اللہ کا حکم سننے اور ماننے کی تلقین کی گئی تھی تو تم نے زبان سے "سمعنا" کہہ کر اس کی نافرمانی کیوں کی تھی؟ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا ایمان کا دعویٰ خالی خولی ہے، کیونکہ ایمان تو بچھڑے کی پوجا کرنے کا حکم نہیں دیتا، ایمان تو محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کا درس نہیں دیتا، ایمان تو ڈگمگاہٹ پیدا نہیں کرتا، ایمان تو انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید کرنے کا حکم نہیں دیتا، اگر ایمان اسی کا نام ہے تو اس نے تمہیں بہت بری چیز اختیار کرنے کا حکم دیا۔

﴿٩٤﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کے دعویٰ ایمان پر انہیں ایک دعوت دی جا رہی ہے کہ تمہیں نہ صرف یہ کہ ایمان کا دعویٰ ہے، بلکہ تمہارا دعویٰ یہ بھی ہے کہ جنت صرف تمہارے لیے ہی بنائی گئی ہے، تمہارے علاوہ جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا، اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر جنت میں اس دنیوی زندگی میں تو داخلہ ممکن نہیں ہے، بلکہ جو اس دنیا سے رخصت ہوگا، وہی جنت میں داخل ہو سکے گا، تو پھر تم ایسا کرو کہ اللہ سے موت کی تمنا اور دعا کرو، تاکہ تم اپنے دعویٰ کے مطابق فوراً جنت میں پہنچ جاؤ۔

﴿٩٥﴾ اس آیت میں یہودیوں کے حوالے سے چیلنج کیا گیا ہے کہ اپنے تمام تر دعوؤں کے باوجود یہ لوگ مرنے کی تمنا کبھی نہیں کریں گے، اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ گستاخیاں، سازشیں، ناحق قتل انبیاء، احسان فراموشی اور کتاب اللہ کی مخالفت پر مشتمل اعمال آگے بھیج رکھے ہیں، وہ انہیں بھولے تو نہیں ہیں، اور انہیں معلوم ہے کہ مرتے ہی عذاب کے فرشتے ان پر مسلط کر دیئے جائیں گے، اس لئے ان میں موت کی تمنا کی جرأت نہیں ہے، یہودیوں کیلئے اپنے دعویٰ کی صداقت میں اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی تھی کہ وہ اسی وقت موت کی تمنا کر لیتے، لیکن انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا اور نہ ہی کبھی ایسا کریں گے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اُن کا دعویٰ غلط اور باطل ہے اور یہ بھی کہ وہ جیسے ہی موت کی تمنا کریں گے، اس کی پکڑ میں آ جائیں گے۔

الربع

اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ

اَحْرَصَ	النَّاسِ	عَلٰى	حَيٰوةٍ	وَ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اَشْرَكُوْا	يَوَدُّ
سب سے زیادہ حریص	لوگوں میں	پر	زندگی کے	اور	سے	وہ لوگ جو	شرک کیا انہوں نے	خواہش رکھتا ہے

اور شرک کرنے والوں سے بھی زیادہ "زندگی" کا حریص پائیں گے، اُن میں سے ہر ایک یہ

اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ

اَحَدُهُمْ	لَوْ	يُعَمَّرُ	اَلْفَ	سَنَةٍ	وَ	مَا	هُوَ	بِمُزَحْزِحِهٖ	مِنَ
اُن سے میں ایک	اگر	عمر دی جائے اُسے	ایک ہزار	سال	اور	نہیں	وہ	دور کرنے والا اسے	سے

چاہتا ہے کہ کاش! اُسے ایک ہزار سال کی عمر مل جائے، اور یہ عمر مل جانا اُسے عذاب سے دور

الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قُلْ مَنْ كَانَ

ع ۱۰ ۱۱

الْعَذَابِ	اَنْ	يُّعَمَّرَ	وَ	اللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾	قُلْ	مَنْ	كَانَ
عذاب	یہ کہ	عمر دی جائے اُسے	اور	اللہ	خوب دیکھنے والا	اس چیز کو جو	وہ عمل کرتے ہیں	تو کہہ	جو کوئی	ہو

نہیں کر سکے گا اور اللہ خوب دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ ﴿٩٦﴾ اے نبی ﷺ، آپ فرما دیجیے کہ جو شخص

عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

عَدُوًّا	لِّجِبْرِيْلَ	فَاِنَّهٗ	نَزَّلَهٗ	عَلٰى	قَلْبِكَ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ	يَدَيْهِ
دشمن	جبریل کا	تو بیشک وہ	اتارا اس نے اُسے	پر	آپ کے دل کے	ساتھ اجازت	اللہ کی	تصدیق کرنے والا	اس کی جو	درمیان	اس کے دونوں ہاتھ

جبریل کا دشمن ہو تو ہوا کرے، کیونکہ اُس نے تو اللہ کے حکم سے اِس کلام کو آپ کے دل پر اتارا ہے، یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ

وَ	هُدًى	وَّ بُشْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾	مَنْ كَانَ	عَدُوًّا	لِّلّٰهِ
اور	سراپا ہدایت	اور خوشخبری	مؤمنین کے لئے	جو کوئی ہو	دشمن	اللہ کا

اور مؤمنین کیلئے سراپا ہدایت و خوشخبری ہے۔ ﴿٩٧﴾ جو شخص اللہ کا دشمن ہو

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ

وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ	وَ رُسُلِهٖ	وَ جِبْرِيْلَ	وَ مِيْكٰلَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
اور اس کے فرشتوں کا	اور اُس کے پیغمبروں کا	اور جبریل کا	اور میکائیل کا	تو بیشک	اللہ

اور اُس کے فرشتوں، پیغمبروں اور جبریل و میکائیل کا تو بیشک اللہ

﴿٩٦﴾ اس آیت میں حق تعالیٰ کی طرف سے یہودیوں کے متعلق ایک دعویٰ کیا گیا ہے کہ موت کی تمنا کرنا ان کی خواہش کے خلاف ہے، انہیں تو زندگی سے پیار ہے اور کسی دوسرے کو حتی کہ مشرکین کو بھی زندگی سے اتنا پیار نہیں ہوگا جتنا انہیں ہے، ان میں سے ہر ایک ہزار ہا برس کی زندگی چاہتا ہے، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ جتنی مرضی طویل زندگی مل جائے، بہر حال وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا اور زندگی کا طویل ہونا اسے اللہ کے عذاب سے محفوظ نہیں رکھ سکے گا، یہودیوں میں اتنی جرأت بھی نہیں ہے کہ آگے بڑھ کر صرف اتنا ہی کہہ دیں کہ ہمیں زندگی سے پیار نہیں ہے۔

﴿٩٧﴾ اس آیت کی تفسیر میں متعدد مفسرین نے یہ واقعہ شان نزول کے طور پر ذکر کیا ہے کہ عوالی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کچھ زمین تھی، وہاں آتے جاتے راستے میں ان کا گزر یہودیوں کے تعلیمی اداروں اور دینی مراکز پر بھی ہوتا تھا، ان کی کتابوں میں چونکہ نبی علیہ السلام کا حلیہ اور اخلاق کی تفصیلات درج تھیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی بصیرت میں مزید اضافے کیلئے ان کی کتابوں کا مطالعہ بھی فرما لیا کرتے تھے، یہودیوں نے یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کی اور کہنے لگے کہ اے عمر! ہمیں آپ سے بڑی محبت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن اللہ کی قسم! مجھے تم سے قطعاً محبت نہیں ہے، میں تو صرف اپنی بصیرت میں مزید اضافے کیلئے تمہاری کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں، وہاں یہودیوں کا ایک بڑا عالم ابن صوریا جس کا نام عبداللہ بیان کیا جاتا ہے بھی موجود تھا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وحی لانے والے فرشتے کے متعلق پوچھا، انہوں نے جبریل امین کا نام بتایا اس نے کہا کہ وہ تو ہمارا دشمن ہے، محمد ﷺ کو ہمارے رازوں اور خفیہ ارادوں سے مطلع کرتا ہے اور عذاب لیکر آتا ہے، اگر محمد ﷺ کے پاس وحی لانے والا فرشتہ میکائیل ہوتا تو ہم ان پر ضرور ایمان لے آتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو نبی علیہ السلام پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر کوئی شخص جبریل کا دشمن ہو تو ہوا کرے، جبریل کو اس سے کیا فرق پڑے گا؟ ایسے شخص کو چاہئے کہ غیظ و غضب میں جل بھن کر راکھ ہو جائے، جبریل تو اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں اور وہ اللہ کے حکم سے اپنی ذمہ داری پوری کرتے رہیں گے۔

عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ

عَدُوٌّ	لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾	وَ	لَقَدْ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ	اٰيٰتٍۭ	بَيِّنٰتٍ ۚ	وَ	مَا	يَكْفُرُ	بِهَآ
دشمن	کافروں کے لئے	اور	البتہ یقیناً	نازل کیا ہم نے	آپ کی طرف	آیتیں	واضح	اور	نہیں	انکار کرتا	ان کا

کافروں کا دشمن ہے۔ ۹۸ اور یقیناً ہم نے آپ کی طرف واضح آیتیں نازل کی ہیں، اور اُن کا انکار تو

اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ

اِلَّا	الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾	اَوَ	كُلَّمَا	عٰهَدُوْا	عَهْدًا	نَّبَذَهٗ	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	بَلْ
مگر	نافرمان لوگ	اور کیا	جب بھی	عہد کیا انہوں نے	کوئی عہد	اُسے پھینک دیا	ایک گروہ نے	ان میں سے	بلکہ

نافرمان لوگ ہی کرتے ہیں۔ ۹۹ کیا یہ لوگ جب بھی کوئی عہد کریں گے تو اِن میں سے ایک گروہ اُسے پھینک دے گا؟ بلکہ

اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اَكْثَرُهُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾	وَ	لَمَّا	جَآءَهُمْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ
اکثر اُن میں سے	نہیں	ایمان لاتے	اور	جب	آیا اُن کے پاس	رسول	سے	نزدیک	اللہ کے

اُن میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ۱۰۰ اور جب اُن کے پاس اللہ کی طرف سے ایک پیغمبر آیا

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙۗ كِتٰبَ

مُصَدِّقٌ	لِّمَا	مَعَهُمْ	نَبَذَ	فَرِيْقٌ	مِّنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	كِتٰبَ
تصدیق کرنے والا	اس کی جو	ان کے پاس	پھینک دیا	ایک گروہ نے	سے	وہ لوگ جو	دیئے گئے وہ	کتاب	کتاب

جو اُن کے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے تو اہلِ کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو

اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا

اللّٰهِ	وَرَآءَ	ظُهُوْرِهِمْ	كَاَنَّهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾	وَ	اتَّبَعُوْا	مَا	تَتْلُوا
اللہ کی	پیچھے	اپنی پشتوں کے	گویا کہ وہ	نہیں	جانتے	اور	پیروی کی انہوں نے	وہ جو	پڑھتے تھے

اپنے پسِ پشت ڈال دیا، گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔ ۱۰۱ اور اُنہوں نے اُس چیز کی پیروی کی

الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ

الشَّيٰطِيْنُ	عَلٰى	مُلْكِ	سُلَيْمٰنَ ۚ	وَ	مَا كَفَرَ	سُلَيْمٰنُ	وَلٰكِنَّ
بہت سے شیطان	پر	حکومت	سلیمان کی	اور	نہیں کفر کیا	سلیمان نے	اور لیکن

جو سلیمان کی حکومت میں شیاطین پڑھتے تھے، اور سلیمان نے کفر نہیں کیا، لیکن

۹۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کے ساتھ دشمنی کا اعلان فرمایا ہے جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ دشمنی کی راہ اختیار کرے اور اللہ جس کے ساتھ دشمنی کرے اسے ذلیل اور رسوا کر دیتا ہے۔ فرشتوں میں جبرئیل اور میکائیل کا ذکر بھی آ گیا تھا لیکن موقع کی مناسبت سے ان کا خصوصیت کے ساتھ دوبارہ بھی تذکرہ کر دیا گیا۔

۹۹ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ پر بہت سے واضح معجزات نازل کیے گئے ہیں، اتنے معجزات تو کسی ایک نبی کو کیا تمام نبیوں کو بھی نہیں دیئے گئے، ان معجزات کا انکار فاسق کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی نبی علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرے گا، وہ فاسق اور اللہ کی اطاعت کے دائرے سے خارج ہو گا۔

۱۰۰ اس آیت میں یہودیوں کے حوالے سے ایک سوال رکھا گیا ہے جو ان کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ یہودیوں کی یہ جو عادت ہے کہ وہ جب بھی کسی سے کوئی عہد کرتے ہیں تو ان ہی میں سے ایک جماعت اس عہد کو پس پشت ڈال کر توڑ دیتی ہے، کیا ان کی یہ عادت ہمیشہ برقرار رہے گی؟ کیا ان کی یہ عادت کبھی تبدیل ہوگی یا نہیں؟ اس تفسیر میں ایسا عموم ہے جو ہر زمانے کے یہودیوں اور ان کے ہر نوعیت کے عہد و پیمان کو شامل ہے، خواہ انہوں نے اللہ سے کوئی عہد کیا ہو، یا نبی علیہ السلام سے کوئی معاہدے کیے ہوں یا مسلمانوں سے کسی قسم کے عہد و پیمان کیے ہوں، اس لئے اسے کسی خاص وعدے اور معاہدے کے ساتھ محدود کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۰۱ اس آیت میں ''ایک پیغمبر'' سے مراد ہمارے آقا و مولیٰ جناب رسول اللہ ﷺ ہیں، ان کے پاس موجود کتاب سے مراد تورات ہے اور اللہ کی کتاب سے مراد بھی تورات ہے، لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، تو یہودیوں نے نبی علیہ السلام کی تصدیق کرنے کی بجائے الٹا تورات ہی کو اپنے پس پشت ڈال دیا، حالانکہ نبی علیہ السلام نے تورات کی تردید یا تکذیب نہیں کی، وہ تو ان کی تورات کی تصدیق فرماتے رہے اور وہ اپنی تورات ہی کی تکذیب کرتے رہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جاہل لوگ ہیں انہیں کچھ پتہ نہیں ہے۔

الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَی

الشَّیٰطِیْنَ	کَفَرُوْا	یُعَلِّمُوْنَ	النَّاسَ	السِّحْرَ ۗ	وَمَآ	اُنْزِلَ	عَلَی
شیطانوں نے	کفر کیا انہوں نے	سکھاتے تھے وہ	لوگوں کو	جادو	اور وہ جو	نازل کیا گیا	پر

شیاطین نے کفر کیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور اُس چیز کی پیروی کی

الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ

الْمَلَکَیْنِ	بِبَابِلَ	هَارُوْتَ	وَمَارُوْتَ ؕ	وَ	مَا	یُعَلِّمٰنِ	مِنْ اَحَدٍ
دو فرشتوں کے	بابل میں	ہاروت	اور ماروت	اور	نہیں	سکھاتے تھے وہ دونوں	کسی ایک کو

جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کی گئی اور وہ دونوں کسی کو نہیں سکھاتے تھے

حَتّٰی یَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَکْفُرْ ؕ فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا

حَتّٰی	یَقُوْلَآ	اِنَّمَا	نَحْنُ	فِتْنَةٌ	فَلَا	تَکْفُرْ ؕ	فَیَتَعَلَّمُوْنَ	مِنْهُمَا	مَا
یہاں تک کہ	کہہ دیتے وہ دونوں	وہ تو صرف	ہم	آزمائش	تو نہ	کفر کر تو	تو وہ سیکھتے تھے	اُن دونوں سے	وہ جو

یہاں تک کہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کیلئے ہیں، لہٰذا تم کفر نہ کرو، سو لوگ اُن دونوں سے وہ چیز سیکھتے تھے جس کے

یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ

یُفَرِّقُوْنَ	بِهٖ	بَیْنَ	الْمَرْءِ	وَزَوْجِهٖ ؕ	وَ	مَا	هُمْ	بِضَآرِّیْنَ	بِهٖ
جدائی ڈالتے تھے	اس کے ذریعے	درمیان	مرد	اور اس کی بیوی کے	اور	نہ	وہ	نقصان پہنچانے والے	اس کے ذریعے

ذریعے وہ مرد اور اُس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال سکیں، حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کا کوئی

مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَیَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ ؕ

مِنْ اَحَدٍ	اِلَّا	بِاِذْنِ	اللّٰهِ	وَیَتَعَلَّمُوْنَ	مَا	یَضُرُّهُمْ	وَلَا	یَنْفَعُهُمْ ؕ
کسی ایک کو	مگر	ساتھ اجازت	اللہ کی	اور سیکھتے تھے وہ	جو	نقصان پہنچائے انہیں	اور نہ	نفع دے انہیں

نقصان نہیں کر سکتے تھے اور وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو اُن کیلئے نقصان دہ تھی، نفع بخش نہ تھی،

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ۫ وَلَبِئْسَ

وَلَقَدْ	عَلِمُوْا	لَمَنِ	اشْتَرٰىهُ	مَا لَهٗ	فِی	الْاٰخِرَةِ	مِنْ	خَلَاقٍ ؕ۫	وَلَبِئْسَ
اور البتہ یقیناً	جان لیا انہوں نے	البتہ وہ جو	خریدا اُس نے اُسے	نہیں ہے اُس کا	بیچ	آخرت	سے	کوئی حصہ	اور البتہ بہت برا ہے وہ

اور یقیناً وہ جانتے تھے کہ انہوں نے جو کچھ خریدا ہے، آخرت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں ہے اور بہت بری ہے

۱۰۲ یہ آیت سورۃ البقرہ کی اہم ترین آیات میں سے ہے، اس لئے ہم اس پر ذیل میں اختصار کے ساتھ نمبردار چند گزارشات پیش کر رہے ہیں۔ (الف) آیت کا مضمون تو یہ ہے کہ یہودیوں نے تورات کو پس پشت ڈال کر جادو کو اپنے سینے سے لگا لیا، ان کا یہ فیصلہ کم علمی یا صحیح لفظوں میں جہالت پر مبنی تھا کہ ایسی پاکیزہ چیز کو چھوڑ کر کیسی گندی چیز کو اختیار کر لیا؟ انہوں نے ایک ایسی چیز خریدی جو ان کیلئے کسی صورت نفع بخش نہیں ہو سکتی، بلکہ اس میں ان کیلئے نقصان ہی نقصان ہے، کیونکہ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، اس کے باوجود ان کا یہ فیصلہ کرنا غلط فہمی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ (ب) اکثر یہودی حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کے منکر ہیں، وہ انہیں دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تسلیم کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا ملک جادو کی وجہ سے بنا اور بڑھا تھا، انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت یا تو اپنے اسی اعتقاد کی وجہ سے کی، یا پھر اس وجہ سے کہ جادو کی اہمیت لوگوں کے سامنے بڑھا چڑھا کر بیان کی جائے تاکہ لوگ اسے قبول کر لیں، چنانچہ اس سلسلے میں انہوں نے بہت سی کہانیاں بھی تصنیف کیں، اس سلسلے میں "سلیمانی انگوٹھی" کے کارناموں نے خاصی شہرت حاصل کی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے نیچے سحر اور جادو پر مشتمل کتابوں کا ذخیرہ مدفون ہونے کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کے بعد جب یہ ذخیرہ لوگوں کے ہاتھ لگا تو انہوں نے یہ بات مشہور کر دی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی کے بل بوتے پر سلطنت حاصل کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی برأت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ سلیمان نے کبھی بھی کفر نہیں کیا اور سحر بھی کفر ہے، لہٰذا سلیمان نے کبھی سحر نہیں کیا اور نہ ہی وہ ساحر تھے، سیاق قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنی بات ضرور تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں شیاطین اور جنات جادو منتر کیا کرتے تھے، جو ان یہودیوں نے ان سے سیکھ لیا اور اس کی نسبت حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف کر دی۔ (ج) یہودیوں نے جادو کا یہ فن ہاروت اور ماروت کے ذریعے نقل ہونے والے ہنر سے بھی حاصل کیا اور تورات کو چھوڑ کر اس کے پیچھے لگ پڑے، ہاروت اور ماروت کون تھے؟ اس سلسلے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ سیاق قرآن سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ وہ دونوں فرشتے تھے جنہیں بابل شہر میں اتارا گیا تھا، یہ عراق کا ایک شہر ہے، یہاں مختلف علاقوں کے لوگ جمع ہو گئے تھے جن میں سے کوئی ایک دوسرے کی زبان نہیں جانتا تھا، سب کی زبان ایک دوسرے سے مختلف تھی اس لئے اس شہر کا نام "بابل" پڑ گیا، کیونکہ لغت میں "بلبلۃ" کا یہی معنی ہے، ان فرشتوں کو حق تعالیٰ نے ایک خاص حکمت کے تحت بابل میں اتارا کیونکہ اس زمانے میں یہ شہر جادو اور سحر کی عملیات میں بہت مشہور تھا، اس حکمت کا ذکر قرآن کریم میں تو نہیں آیا، البتہ مسند احمد کی ایک روایت میں اس کی تفصیل آئی ہے، تاہم محدثین کو اس حدیث کی سند اور متن پر محدثانہ اعتراضات ہیں اس لئے ہم اسے یہاں ترک کرتے ہیں۔ (د) نفس واقعہ یہاں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں میں ہاروت اور ماروت کی شہرت پھیل گئی، لوگ ان کے پاس جادو سیکھنے کیلئے آنے لگے، وہ لوگوں کے سامنے واضح کر دیتے کہ ہم تو ایک آزمائش سے گزر رہے ہیں، تم کفر کا یہ راستہ اختیار نہ کرو، تم جادو کے ذریعے رشتہ داریاں ختم نہ کرو، کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ کرو اور یقین رکھو کہ اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، لیکن لوگ ان کی نصیحت پر کان نہ دھرتے، وہ مجبوراً اپنی ذمہ داری کی تکمیل کر دیتے، اس

مَاشَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۲ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا

مَا	شَرَوْا	بِهٖٓ	اَنْفُسَهُمْ	لَوْ	كَانُوْا	يَعْلَمُوْنَ۝	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	اٰمَنُوْا	وَاتَّقَوْا
جو	بیچ دیا انہوں نے	اس کے بدلے	اپنی جانوں کو	اگر	وہ ہوتے	جانتے	اور اگر	یہ کہ وہ	ایمان لے آئیں	اور تقویٰ اختیار کریں

وہ چیز جس کے بدلے اُنہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا، کاش! کہ وہ جانتے ہوتے۔ ۱۰۲ اور اگر وہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے

لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۳ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

لَمَثُوْبَةٌ	مِّنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	خَيْرٌ	لَوْ	كَانُوْا	يَعْلَمُوْنَ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
البتہ ثواب	سے	نزدیک	اللہ کے	زیادہ بہتر	اگر	وہ ہوتے	جانتے	اے	وہ لوگو! جو

تو اللہ کے یہاں سے ملنے والا ثواب سب سے زیادہ بہتر ہے، کاش! کہ وہ جانتے ہوتے۔ ۱۰۳ اے اہل

اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

اٰمَنُوْا	لَا	تَقُوْلُوْا	رَاعِنَا	وَقُوْلُوا	انْظُرْنَا	وَ	اسْمَعُوْا	وَلِلْكٰفِرِيْنَ
ایمان لائے	نہ	کہو تم	"راعنا"	اور کہو تم	دیکھ تو ہمیں	اور	سنو تم سب	اور کافروں کے لئے

ایمان! "راعنا" مت کہا کرو، اور "انظرنا" کہا کرو اور سنا کرو، اور کافروں کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۰۴ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

عَذَابٌ	اَلِيْمٌ۝	مَا	يَوَدُّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	اَهْلِ	الْكِتٰبِ
عذاب	دردناک	نہیں	چاہتے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	سے	والے	کتاب کے

دردناک عذاب ہے۔ ۱۰۴ اہل کتاب میں سے جو لوگ کافر ہیں، وہ اور مشرکین

وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

وَ	لَا	الْمُشْرِكِيْنَ	اَنْ	يُّنَزَّلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْ	خَيْرٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَاللّٰهُ
اور	نہ	شرک کرنے والے	یہ کہ	نازل کیا جائے	تم پر	سے	کوئی بھلائی	سے	تمہارے رب کی	اور اللہ

نہیں چاہتے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی خیر نازل کی جائے، اور اللہ

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۱۰۵ مَا

يَخْتَصُّ	بِرَحْمَتِهٖ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	وَ	اللّٰهُ	ذُوالْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ۝	مَا
خاص کر دیتا ہے	اپنی رحمت کے ساتھ	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	اللہ	فضل والا	بڑے	وہ جو

اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ۱۰۵ ہم جو

ع ۱۲ ۱۲

کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں خانگی نظام تباہ و برباد ہو گیا اور ہر شخص جادو سیکھنے میں مگن ہو گیا، اللہ کے احکام اور شریعت کی پاسداری سے وہ لوگ دور ہو گئے اور گھاٹے کا سودا کر کے انہوں نے اپنا نقصان کر لیا۔ (ھ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جادو کو سات مہلک چیزوں میں شمار کیا گیا ہے، اس لئے اس کے کبیرہ گناہ ہونے میں تو کوئی شک نہیں، البتہ اس کے کفر ہونے یا نہ ہونے میں علماء کی دو رائیں ہیں، اس موضوع کی مکمل تفصیل اس ناکارہ کی کتاب "ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہ" میں دیکھ لیجئے جو علامہ ابن حجر مکیؒ کی کتاب "الزواجر" کا اردو ترجمہ ہے۔ ۱۰۳ اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہودیوں نے سحر اور عملیات کا جو راستہ اختیار کیا، کتاب اللہ کو چھوڑا، انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کی اور تقویٰ کو ترک کیا، اگر وہ یہ سب کچھ نہ کرتے، صرف ایمان اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو کامیاب ہو جاتے اور اللہ کے یہاں اجر و ثواب کے مستحق قرار پاتے۔ ۱۰۴ اس آیت میں مسلمانوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے تم اپنے الفاظ کے انتخاب پر غور کر لیا کرو، کہیں بے دھیانی میں تمہاری زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکل جائے جو خلاف ادب یا گستاخی پر مبنی ہو، اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ نبی علیہ السلام جب مسلمانوں کو نصیحت فرماتے تو بعض مسلمان عرض کرتے "راعنا یا رسول اللہ" یعنی ہماری بھی رعایت فرمائیے، تا کہ ہم آپ کی بات سمجھ سکیں اور تھوڑا سا توقف فرمالیجئے، یہودیوں کے پاس جب یہ لفظ پہنچا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بھی نبی علیہ السلام کو اسی طرح مخاطب کرنا شروع کر دیا کیونکہ ان کی لغت میں یہ لفظ "رعونۃ" سے نکلا ہے جس کا معنی ان کی زبان میں حماقت ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہ کسی انسان کو احمق کہنا چاہتے تو اسے "راعنا" کہہ کر پکارتے تھے بعض مفسرین کے مطابق وہ عین کے کسرہ کو تھوڑا سا کھینچ کر اسے "راعینا" بنا لیا کرتے تھے، جس کا معنی معاذ اللہ یہ ہوتا تھا کہ اے ہمارے چرواہے! ہماری بات سن۔ بہر حال وجہ کچھ بھی ہو، مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے روک دیا گیا اور انہیں متبادل لفظ "انظرنا" دیدیا گیا، اس میں یہودیوں کی چالاکی نہیں چل سکتی، معلوم ہوا کہ الفاظ کے انتخاب میں بے حد احتیاط ضروری ہے، معمولی سی بے احتیاطی معنی میں بہت بڑی تبدیلی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

۱۰۵ اس آیت میں مسلمانوں کو یہودیوں اور مشرکوں کے اندرونی احوال اور قلبی کیفیات کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ وہ کبھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہات اور اس کے فضل و کرم کا مرکز تم بن جاؤ، انہیں اس بات سے کوئی خوشی نہیں ہوگی کہ اللہ نے تم میں "نبوت" رکھ دی اور تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر بھیج دیا اور وہ تمہارے خلاف سازشیں کرتے ہی رہیں گے، انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جس پر اپنی خصوصی رحمت نازل کرنا چاہے، وہ اس میں خود مختار ہے اور اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔

نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ

نَنۡسَخۡ	مِنۡ	اٰيَةٍ	اَوۡ	نُنۡسِهَا	نَاۡتِ	بِخَيۡرٍ	مِّنۡهَاۤ	اَوۡ	مِثۡلِهَا	اَلَمۡ	تَعۡلَمۡ	اَنَّ
منسوخ کردیں ہم	سے	کوئی آیت	یا	اسے بھلادیں ہم	لے آتے ہیں ہم	زیادہ بہتر	اُس سے	یا	اُس جیسی	کیا نہیں	جانتا تُو	یہ کہ بیشک

آیت بھی منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اُس جیسی ہی آیت لے بھی آتے ہیں، کیا آپ جانتے نہیں کہ

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ

اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَىۡءٍ	قَدِيۡرٌ ﴿۱۰۶﴾	اَلَمۡ تَعۡلَمۡ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَهٗ	مُلۡكُ	السَّمٰوٰتِ
اللہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا	کیا نہیں جانتا تُو	یہ کہ بیشک	اللہ	اُس کے لئے	حکومت	آسمانوں کی

اللہ ہر چیز پر قادر ہے؟ [۱۰۶] کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی

وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمۡ

وَالۡاَرۡضِ ؕ	وَ	مَا	لَكُمۡ	مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ	مِنۡ	وَّلِىٍّ	وَّ	لَا	نَصِيۡرٍ ﴿۱۰۷﴾	اَمۡ
اور زمین کی	اور	نہیں	تمہارے لئے	علاوہ اللہ کے	سے	کوئی دوست	اور	نہ	کوئی مددگار	کیا

بادشاہی ہے؟ اور اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ [۱۰۷] کیا

تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَكُمۡ كَمَا سُئِلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ

تُرِيۡدُوۡنَ	اَنۡ	تَسۡـَٔلُوۡا	رَسُوۡلَكُمۡ	كَمَا	سُئِلَ	مُوۡسٰى	مِنۡ قَبۡلُ ؕ	وَ	مَنۡ
تم چاہتے ہو	یہ کہ	سوال کرو تم	اپنے پیغمبر سے	جیسا کہ	سوال پوچھا گیا	موسیٰ سے	اس سے پہلے	اور	جو کوئی

تم چاہتے ہو کہ تم بھی اپنے پیغمبر سے اُسی طرح سوال کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے سوال پوچھے گئے؟ اور جو شخص

يَّتَبَدَّلِ الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيۡرٌ

يَّتَبَدَّلِ	الۡكُفۡرَ	بِالۡاِيۡمَانِ	فَقَدۡ	ضَلَّ	سَوَآءَ	السَّبِيۡلِ ﴿۱۰۸﴾	وَدَّ	كَثِيۡرٌ
تبدیل کرلے	کفر کو	ایمان کے بدلے	تو یقیناً	وہ بھٹک گیا	سیدھے	راستے سے	دل چاہتا ہے	بہت سارے

ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کرلے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ [۱۰۸] بہت سے اہل کتاب کی

مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَوۡ يَرُدُّوۡنَكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِكُمۡ كُفَّارًا ۖۚ حَسَدًا

مِّنۡ	اَهۡلِ	الۡكِتٰبِ	لَوۡ	يَرُدُّوۡنَكُمۡ	مِّنۡۢ بَعۡدِ	اِيۡمَانِكُمۡ	كُفَّارًا ۖۚ	حَسَدًا
سے	والے	کتاب کے	اگر	لوٹا دیں وہ تمہیں	پیچھے سے	تمہارے ایمان کے	کافر لوگ	حسد کی وجہ سے

خواہش ہے کہ کسی طرح تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر بنادیں، ایسا وہ اپنے

[۱۰۶] اس آیت میں یہودیوں کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم اس کتاب پر ایمان کیسے لائیں؟ اور اس کتاب کو اللہ کا کلام کیونکر تسلیم کریں جبکہ اس میں ایک دن ایک حکم دیا جاتا ہے، دوسرے دن اس حکم کو تبدیل کر کے دوسرا حکم دے دیا جاتا ہے، اصطلاح میں جسے ''نسخ'' کہا جاتا ہے۔ یہودیوں کے خیال میں اللہ کے کلام کو ''نسخ'' سے محفوظ ہونا چاہیے کیونکہ یہ عیب ہے، کیا اللہ کو معلوم نہ تھا کہ جو حکم وہ آج دے رہا ہے، کل اسے وہی حکم تبدیل کر کے دوسرا حکم جاری کرنا پڑے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ کلام اللہ میں ''نسخ'' عیب نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد تدریجی طور پر موقع کی مناسبت سے احکام صادر کرنا ہے اس سے حکم پر عمل کرنے والوں کیلئے آسانی ہو جاتی ہے اور حکم دینے والے کا حکمت والا ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے، جیسے ڈاکٹر مریض کو موقع محل کی مناسبت سے نسخہ لکھ کر دیتا ہے، چند دن بعد وہ اس نسخے کو تبدیل کر دیتا ہے کیونکہ وہ مریض میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لے رہا ہوتا ہے، نسخے کی اس تبدیلی کے باوجود ڈاکٹر کو کوئی بھی برا بھلا نہیں کہتا، بلکہ اس کی سمجھداری اور مہارت میں زمین آسمان کے قلابے ملا کر اس کی تعریفیں کرتا ہے، نسخ کے مسئلے کیلئے اگر اسی مثال کو سمجھ لیا جائے تو اس میں کوئی اشکال نہیں رہے گا اور اللہ کی قدرت اور اس کی حکمت نمایاں ہو کر سامنے آجائے گی۔

[۱۰۷] گزشتہ آیت میں مسئلہ نسخ پر اعتراض کا حکیمانہ جواب تھا کہ اگر ہم کسی حکم کو منسوخ کرتے ہیں تو اس سے زیادہ آسان اور نرم حکم بھی تو دیدیتے ہیں، اس آیت میں حاکمانہ جواب دیا گیا ہے کہ زمین و آسمان ہماری ملکیت میں ہیں اور ہم ان کے مالک ہیں اور مالک کو اپنے مملوک میں تصرف کرنے کا پورا اختیار ہوتا ہے، اس لئے حق تعالیٰ کا ہر تصرف برحق ہے، وہ جو چاہیں حکم نازل فرمائیں اور جو چاہیں حکم منسوخ فرمائیں، تمہیں اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

[۱۰۸] اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ کیا تم بھی بنی اسرائیل والی روش اختیار کر کے نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح کی درخواستیں اور مطالبے کرنا چاہتے ہو جیسے اس سے پہلے بنی اسرائیل کر چکے ہیں؟ ایسا ہرگز مت کرو، اعتراضات اور مطالبوں کی راہ پر مت چلو، کیونکہ یہ اصول طے ہو چکا ہے کہ جو شخص ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے گا، یقین کر لینا چاہئے کہ وہ سیدھے راستے سے بہک کر کسی اور ہی راستے پر چل پڑا ہے۔

مِّنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِهِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡحَقُّ ۚ فَاعۡفُوۡا

مِّنۡ	عِنۡدِ	اَنۡفُسِهِمۡ	مِّنۡۢ بَعۡدِ	مَا	تَبَيَّنَ	لَهُمُ	الۡحَقُّ ۚ	فَاعۡفُوۡا
سے	نزدیک	اپنی جانوں کے	پیچھے سے	وہ جو	واضح ہو چکا	اُن کے لئے	حق	تو معاف کردو تم

دلی حسد کی وجہ سے چاہتے ہیں، بعد اس کے کہ اُن کے سامنے حق واضح ہو چکا، سو تم معاف کردو

وَاصۡفَحُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۰۹﴾

وَاصۡفَحُوۡا	حَتّٰى	يَاۡتِىَ	اللّٰهُ	بِاَمۡرِهٖ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَىۡءٍ	قَدِيۡرٌ ۝
اور درگزر کرو تم	یہاں تک کہ	لے آئے	اللہ	اپنا حکم	بیشک	اللہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا

اور درگذر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے، بیشک اللہ ہرچیز پر قادر ہے۔ ۱۰۹

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ

وَ	اَقِيۡمُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتُوا	الزَّكٰوةَ ؕ	وَمَا	تُقَدِّمُوۡا	لِاَنۡفُسِكُمۡ	مِّنۡ
اور	قائم کرو تم	نماز	اور	ادا کرو تم	زکوۃ	اور وہ جو	آگے بھیجو گے تم	اپنی جانوں کے لئے	سے

اور نماز قائم کرو، اور زکوۃ ادا کرو اور تم اپنے لیے جو خیر بھی آگے بھیجو

خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوۡا لَنۡ

خَيۡرٍ	تَجِدُوۡهُ	عِنۡدَ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	تَعۡمَلُوۡنَ	بَصِيۡرٌ ۝	وَ	قَالُوۡا	لَنۡ
کوئی بھلائی	پاؤ گے تم اُسے	نزدیک	اللہ کے	بیشک	اللہ	اس چیز کو جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	اور	کہا انہوں نے	ہرگز نہ

گے، تم اُسے اللہ کے یہاں پاؤ گے، بیشک اللہ اُن کاموں کو خوب دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔ ۱۱۰ اور کہتے ہیں کہ

يَّدۡخُلَ الۡجَنَّةَ اِلَّا مَنۡ كَانَ هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى ؕ تِلۡكَ اَمَانِيُّهُمۡ ؕ

يَّدۡخُلَ	الۡجَنَّةَ	اِلَّا	مَنۡ	كَانَ	هُوۡدًا	اَوۡ	نَصٰرٰى ؕ	تِلۡكَ	اَمَانِيُّهُمۡ ؕ
داخل ہوگا	جنت میں	مگر	وہ جو	ہو	یہودی	یا	عیسائی	وہ	جھوٹی آرزوئیں اُن کی

جنت میں تو کوئی بھی ہرگز داخل نہ ہو گا سوائے اُس کے جو یہودی ہو یا عیسائی ہو، یہ اُن کی خواہشات ہیں،

قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ

قُلۡ	هَاتُوۡا	بُرۡهَانَكُمۡ	اِنۡ	كُنۡتُمۡ	صٰدِقِيۡنَ ۝	بَلٰى ۚ	مَنۡ	اَسۡلَمَ	وَجۡهَهٗ
تو کہہ	لے آؤ تم	دلیل اپنی	اگر	تم ہو	سچے	کیوں نہیں	جو کوئی	جھکا دے	چہرہ اپنا

آپ فرما دیجیے کہ تم اس پر دلیل لیکر آؤ اگر تم سچے ہو۔ ۱۱۱ کیوں نہیں، جس شخص نے اپنی ذات کو اللہ کے

۱۰۹ اس آیت میں یہودیوں کی ایک خواہش اور تمنا کا ذکر کیا گیا ہے کہ تم کسی طرح واپس کفر کی جانب لوٹ جاؤ، جس اندھیرے سے نکل کر تم روشنیوں کے سفر پر گامزن ہوئے ہو، واپس انہی اندھیروں میں جا پڑو، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ تمہیں باطل پر اور خود کو حق پر سمجھتے ہیں، بلکہ اس کی وجہ صرف ان کا حسد ہے کہ آخر مسلمانوں کو اس قدر عظیم کتاب کیوں دے دی گئی؟ انہیں آخری امت کیوں بنا دیا گیا؟ انہیں تھوڑی مدت عمر اور زیادہ اجر وثواب سے کیوں نوازا گیا؟ انہیں اس بات پر بھی حسد ہے کہ نبوت اور سلطنت بنی اسرائیل میں سے نکل کر بنی اسماعیل کے ہاتھوں میں کیوں چلی گئی؟ وہ اس بات پر بھی کڑھتے ہیں کہ دنیا پر ہمارا جو علمی رعب اور دبدبہ تھا، اسے کس کی نظر لگ گئی؟ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم انہیں ان کی جلن اور کڑھن میں پڑا رہنے دو، ان کی ایذا رسانیوں اور بدزبانیوں سے درگزر کرتے رہو، انہیں معاف کرتے رہو، جب اللہ کو منظور ہو گا تو اس کا فیصلہ نافذ ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں آسکتی، کیونکہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۱۱۰ اس آیت میں مسلمانوں کو عفو و درگزر کے بعد دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اپنی جان اور مال کو اللہ کی عبادت میں مشغول رکھو اور یاد رکھو کہ تم دنیا میں جو بھی نیکی کرو گے، وہ ہمارے یہاں محفوظ اور جمع ہوتی رہے گی، جو ذخیرہ تم ہمارے پاس بھیجتے رہو گے، وہ نقصان اور چوری ڈاکے وغیرہ کے اندیشے سے ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو جائیگا، اس لئے تم نیکی کے اعمال اختیار کرو۔

۱۱۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے اس قول باطل کی تردید کی ہے کہ جنت میں صرف یہودی یا عیسائی ہی داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ تو صرف ان کی خواہشات، آرزوئیں اور تمنائیں ہیں، جس کیلئے ان کے پاس کوئی دلیل اور سند نہیں ہے، اگر ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے تو لیکر آئیں، لیکن قیامت آجائیگی، وہ دلیل نہ لاسکیں گے، اس لئے ان کا یہ دعویٰ مردود اور ناقابل قبول ہے۔

لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

لِلّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	فَلَهٗٓ	اَجْرُهٗ	عِنْدَ	رَبِّهٖ ۠	وَلَاخَوْفٌ	عَلَيْهِمْ
اللہ کیلئے	اور وہ	نیکی کرنے والا	تو اس کے لئے	اُس کا اجر	نزدیک	اس کے رب کے	اور نہ کوئی خوف	اُن پر

تابع کر دیا، اِس حال میں کہ وہ نیکی کرنے والا ہو تو اُس کے رب کے یہاں اُس کیلئے اجر تیار ہے، ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہو گا

ع ١٣ ٩ ١٤

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠

وَ	لَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ﴿١١٢﴾	وَقَالَتِ	الْيَهُوْدُ	لَيْسَتِ	النَّصٰرٰى	عَلٰى	شَيْءٍ
اور	نہ	وہ	غمگین ہوں گے	اور کہا	یہودیوں نے	نہیں ہیں	عیسائی	پر	کسی چیز کے

اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ﴿١١٢﴾ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی چیز پر نہیں ہیں

وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ

وَّ	قَالَتِ	النَّصٰرٰى	لَيْسَتِ	الْيَهُوْدُ	عَلٰى	شَيْءٍ ۙ	وَّهُمْ	يَتْلُوْنَ
اور	کہا	عیسائیوں نے	نہیں ہیں	یہودی	پر	کسی چیز کے	اور وہ	تلاوت کرتے ہیں

اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی چیز پر نہیں ہیں، حالانکہ وہ سب ہی کتاب کی تلاوت

الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ

الْكِتٰبَ ؕ	كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	لَا	يَعْلَمُوْنَ	مِثْلَ	قَوْلِهِمْ ۚ	فَاللّٰهُ
کتاب کی	اسی طرح	کہا	ان لوگوں نے جو	نہیں	جانتے	مشابہ	ان کی بات کے	تو اللہ

کرتے ہیں، اِسی طرح ان جیسی بات اُن لوگوں نے بھی کہی جو کچھ نہیں جانتے، سو اللہ

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَنْ

يَحْكُمُ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	فِيْمَا	كَانُوْا	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١١٣﴾	وَ	مَنْ
فیصلہ کرے گا	اُن کے درمیان	دن	قیامت کے	اس میں جو	وہ تھے	اس میں	اختلاف کرتے	اور	کون

اُن کے درمیان قیامت کے دن اُن چیزوں میں فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ ﴿١١٣﴾ اور اُس شخص سے

اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ

اَظْلَمُ	مِمَّنْ	مَّنَعَ	مَسٰجِدَ	اللّٰهِ	اَنْ	يُّذْكَرَ	فِيْهَا	اسْمُهٗ	وَسَعٰى	فِيْ
زیادہ ظالم	اُس سے جو	روکے	مسجدوں سے	اللہ کی	یہ کہ	ذکر کیا جائے	اُن میں	نام اس کا	اور کوشش کرے	بیچ

بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ کی مسجدوں میں اُسی کا نام لینے سے منع کرے اور اُنہیں بے آباد کرنے کی

﴿١١٢﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اصول متعین فرما دیا ہے کہ جو شخص بھی اللہ کی وحدانیت کا قائل ہو اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع کر لے، اس کا اجر اللہ کے یہاں طے ہو گیا، اس کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہو گی، اور ایسے لوگ خوف و غم سے آزاد ہو جائیں گے۔

﴿١١٣﴾ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ جو اپنے آپ کو جنت کا دعویدار اور حق دار سمجھتے ہیں، ان کا اپنا حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کے دین کے منکر اور ایک دوسرے کو غلط قرار دیتے ہیں، یہودی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا کوئی دین مذہب نہیں ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں کا کوئی دین مذہب نہیں ہے، حالانکہ دونوں کے پاس ہی آسمانی کتاب ہے اور ان آسمانی کتابوں میں ایک دوسرے کی تصدیق بھی موجود ہے، یہی حال مشرکین کا ہے کہ وہ بھی کسی دوسرے کے دین مذہب پر سمجھنے کیلئے تیار نہیں ہیں، یہ فیصلہ تو قیامت کے دن اللہ ہی کرے گا کہ کون دین پر تھا اور کون بے دین تھا؟ کون حق پر تھا اور کون باطل پر؟ کون جنت میں جائیگا اور کون جہنم میں؟ لیکن ایک بات تو بتائیں، کیا انہوں نے دنیا میں اپنے احوال پر غور کیا ہے؟ کیا اہل جنت کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اور کیا اہل جنت آسمانی کتابوں اور اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب کرنے والے ہوتے ہیں؟

خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ لَهُمْ

خَرَابِهَا ۭ	اُولٰۗىِٕكَ	مَا	كَانَ	لَهُمْ	اَنْ	يَّدْخُلُوْهَآ	اِلَّا	خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ	لَهُمْ
اُسے ویران کرنے کی	وہ لوگ	نہیں	تھا	اُن کیلئے	یہ کہ	داخل ہوں وہ اُن میں	مگر	ڈرتے ہوئے	اُن کیلئے

کوشش کرے، ایسے لوگوں کو تو اس میں ڈرتے ہوئے ہی داخل ہونا چاہیے تھا، اُن کیلئے

فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۱۴ وَلِلّٰهِ

فِي	الدُّنْيَا	خِزْيٌ	وَّلَهُمْ	فِي	الْاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ ۝	وَلِلّٰهِ
بیچ	دنیا کے	رسوائی	اور اُن کیلئے	بیچ	آخرت کے	عذاب	بہت بڑا	اور اللہ کے لئے

دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کیلئے بڑا عذاب ہے۔ ۱۱۴ اور اللہ ہی کیلئے

الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۤ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ

الْمَشْرِقُ	وَالْمَغْرِبُ ۤ	فَاَيْنَمَا	تُوَلُّوْا	فَثَمَّ	وَجْهُ	اللّٰهِ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	وَاسِعٌ
مشرق	اور مغرب	سو جس طرف بھی	منہ پھیر لو تم	تو وہیں	توجہ	اللہ کی	بیشک	اللہ	وسعت والا

مشرق اور مغرب ہے، اس لیے تم جس طرف بھی رخ کرو گے، وہیں اللہ کی توجہ ہو گی، بیشک اللہ کشادگی والا،

عَلِيْمٌ ۝۱۱۵ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

عَلِيْمٌ ۝	وَقَالُوا	اتَّخَذَ	اللّٰهُ	وَلَدًا ۙ	سُبْحٰنَهٗ ۭ	بَلْ	لَّهٗ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ
خوب جاننے والا	اور کہا انہوں نے	بنالیا	اللہ نے	اولاد	پاک ہے وہ	بلکہ	اُس کا	جو	بیچ	آسمانوں کے

جاننے والا ہے۔ ۱۱۵ اور کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، بلکہ آسمانوں اور زمین میں

وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝۱۱۶ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا

وَالْاَرْضِ ۭ	كُلٌّ	لَّهٗ	قٰنِتُوْنَ ۝	بَدِيْعُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ۭ	وَ	اِذَا
اور زمین کے	ہر ایک	اس کے لئے	فرمانبرداری کرنے والے	انوکھا بنانے والا	آسمانوں کا	اور زمین کا	اور	جب

جو کچھ ہے، سب اُس کی ملکیت ہے، سب ہی اُس کے فرمانبردار ہیں۔ ۱۱۶ وہ آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والا ہے، اور جب

قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۱۱۷ وَقَالَ الَّذِيْنَ

قَضٰٓى	اَمْرًا	فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ۝	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
فیصلہ کرلے وہ	کسی کام کا	تو صرف	کہتا ہے وہ	اُس سے	ہوجا	تو وہ ہو جاتا ہے	اور	کہا	اُن لوگوں نے جو

وہ کسی کام کا فیصلہ کرلیتا ہے تو اُس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ ۱۱۷ اور جو لوگ

۱۱۴ اس آیت کے الفاظ عام ہیں اور ہر اس شخص کو شامل ہیں جو اللہ کی مسجدوں سے لوگوں کو روکے، ان میں نماز و ذکر اور تلاوت کیلئے رکاوٹیں کھڑی کرے اور مساجد کو بے آباد کرنے کی کوشش کرے، خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر، کوئی فرد کرے یا کوئی ادارہ اور حاکم کرے یا محکوم، اس میں مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے وہ تمام واقعات بھی شامل ہیں جو عیسائیوں کی طرف سے مسلط کیے گئے، اسی طرح نبی اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد حرام میں جانے، طواف اور سعی کرنے اور وہاں نماز پڑھنے سے روکنے کا واقعہ بھی اس میں شامل ہے، بابری مسجد کو شہید کرنے اور مساجد کے تقدس کو پامال کرنے کی تمام صورتیں بھی اس آیت کے عموم میں شامل ہیں، مساجد میں نماز پڑھنے والوں کیلئے دشواریاں پیدا کرنا، کسی غیر ملکی یا ملکی حکمران کے دورے پر مسجد پر پہرہ لگا دینا اور اذان کی آواز کو چار دیواری سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دینا بھی اس آیت کے مفہوم میں شامل ہے، حق تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ مسجد میں اس کے آداب اور تقدس کا خیال رکھتے ہوئے داخل ہوتے، ان پر حق تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا رعب غالب ہوتا اور وہ خشوع و خضوع کے ساتھ اس عالی شان دربار میں حاضری دیتے، لیکن ظالموں نے مسجدوں میں گھوڑے باندھے، شراب نوشی کی، خون ریزی کی، مقدس کتابوں کو جلایا، در و دیوار کے نقش و نگار مٹائے، ان کا حلیہ تبدیل کر کے انہیں گرجا اور مندر بنایا، ایسے لوگوں کیلئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم تیار ہے۔

۱۱۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو جہت اور مکان سے منزہ و مبرا قرار دینے کیلئے ایک حکیمانہ پیرایہ اختیار فرمایا ہے کہ مشرق بھی اللہ کا ہے، مغرب بھی اللہ کا ہے، اس لئے تم جس طرف بھی رخ کرلو، اللہ کی توجہ اور اس کی تجلی ہر جگہ موجود ہے، وہ سمت اور جہت سے پاک ہے، کوئی مکان، اس کا احاطہ نہیں کرسکتا اور وہ ہر قسم کی حد بندی سے پاک ہے، اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نماز میں نمازی کا قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں ہے، جہاں بھی رخ کرلے اس کی نماز ہوجائے گی کیونکہ اللہ ہر جگہ موجود ہے؟ اس لیے کہ نمازی کا قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا تو نماز صحیح ہونے کیلئے شرط ہے اور اگر قبلہ معلوم نہ ہو تو اسے معلوم کرنے کیلئے اہتمام کرنا ضروری ہے، زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سواری پر سوار ہو اور وہ دوران سفر اپنی سواری پر نفل نماز پڑھنا شروع کردے جس کی وجہ سے اس کا چہرہ قبلے کی جانب سے پھر جائے تو اس کی نماز ہوجائے گی۔

۱۱۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ثابت کرتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ اولاد اپنے والد کا جزء ہوتی ہے اور اللہ کا اپنی مخلوق کے ساتھ جزئیت کا تعلق نہیں ہے، بلکہ ملکیت کا تعلق ہے اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کی ملکیت میں ہے، اس کا جزء کوئی بھی نہیں ہے، لہٰذا اس کیلئے اولاد کو ثابت کرنا عقل کے بھی خلاف ہے۔

۱۱۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ وہ بغیر کسی سابقہ مثال اور نمونے کے آسمان و زمین اور ہر مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے، ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے کسی چیز کا نمونہ موجود ہو تو اسے کاپی کرلینا آسان ہوتا ہے اور بغیر نمونے کے کسی چیز کو وجود عطا کرنا اور اس میں کوئی کمی نہ چھوڑنا آسان نہیں ہے اور دوسری صفت یہ کہ اسے اپنا حکم پورا کرنے کیلئے انتظار کی زحمت گوارا نہیں کرنی پڑتی، ادھر حکم دیا اور ادھر پورا ہوگیا اور یہاں جو "کلمہ کن" کی تعبیر اختیار کی گئی ہے، وہ بھی صرف سمجھانے کیلئے ہے کہ جیسے کلمہ کن کہنے میں وقت نہیں لگتا اسی طرح اللہ کا حکم پورا ہونے میں بھی وقت نہیں لگتا۔

لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ

لَا	يَعْلَمُوْنَ	لَوْلَا	يُكَلِّمُنَا	اللّٰهُ	اَوْ	تَاْتِيْنَآ	اٰيَةٌ ؕ	كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
نہیں	جانتے وہ	کیوں نہیں	ہم کلام ہوتا ہم سے	اللہ	یا	آئے ہمارے پاس	کوئی نشانی	اسی طرح	کہا	ان لوگوں نے جو

نہیں جانتے، وہ کہتے ہیں کہ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ اللہ ہم سے بات کرے یا ہمارے پاس کوئی نشانی آجائے؟ اسی طرح ان جیسی بات

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ

مِنْ	قَبْلِهِمْ	مِّثْلَ	قَوْلِهِمْ ؕ	تَشَابَهَتْ	قُلُوْبُهُمْ ؕ	قَدْ	بَيَّنَّا	الْاٰيٰتِ
سے	ان کے پہلے	مشابہہ	ان کی بات کے	ایک جیسے ہوگئے	اُن کے دل	یقیناً	بیان کر چکے ہم	آیتیں

ان سے پہلے لوگوں نے بھی کہی تھی، اِن کے دل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، یقیناً ہم نے اُن لوگوں کیلئے نشانیاں

لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ

لِقَوْمٍ	يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾	اِنَّآ	اَرْسَلْنٰكَ	بِالْحَقِّ	بَشِيْرًا	وَّنَذِيْرًا ۙ	وَّلَا	تُسْـَٔلُ
اس قوم کیلئے جو	یقین رکھتے ہیں	بیشک ہم	آپ کو بھیجا ہم نے	حق کے ساتھ	خوشخبری دینے والا	اور ڈرانے والا	اور نہیں	پوچھا جائے گا تجھ سے

بیان کر دی ہیں جو یقین رکھتے ہیں۔ ﴿١١٨﴾ اے نبی! (ﷺ)، ہم نے آپ کو حق دے کر خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور اہل جہنم کے

عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ

عَنْ	اَصْحٰبِ	الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾	وَ	لَنْ	تَرْضٰى	عَنْكَ	الْيَهُوْدُ
سے	بہت سے ساتھی	جہنم کے	اور	ہرگز نہ	راضی ہوں گے	تجھ سے	یہودی

متعلق آپ سے نہیں پوچھا جائے گا۔ ﴿١١٩﴾ اور یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہ

وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ

وَ	لَا	النَّصٰرٰى	حَتّٰى	تَتَّبِعَ	مِلَّتَهُمْ ؕ	قُلْ	اِنَّ	هُدَى	اللّٰهِ	هُوَ
اور	نہ	عیسائی	یہاں تک کہ	پیروی کرے تو	ان کی ملت کی	آپ کہہ دیجئے	بیشک	ہدایت	اللہ کی	وہ

ہوں گے، یہاں تک کہ آپ اُن کے دین کی پیروی کرنے لگیں، آپ فرما دیجیے کہ اللہ کی طرف سے ملنے والی ہدایت ہی

الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ

الْهُدٰى ؕ	وَلَئِنِ	اتَّبَعْتَ	اَهْوَآءَهُمْ	بَعْدَ	الَّذِيْ	جَآءَكَ	مِنَ
ہدایت	اور البتہ اگر	تُو نے پیروی کی	اُن کی خواہشات کی	پیچھے	وہ جو	تیرے پاس آگیا	سے

اصل ہدایت ہے، اور اے مخاطب! اگر تم اُن کی خواہشات کی پیروی کرنے لگے بعد اس کے کہ تمہارے پاس

﴿١١٨﴾ اس آیت میں نادان اور جاہل لوگوں کی اس فرمائش کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے براہ راست ہم کلام کیوں نہیں ہوتا؟ اور وہ ہمارے فرمائشی معجزات کیوں رونما نہیں کرتا؟ انہوں نے اتنی بڑی فرمائش کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ کیا ہم اس قابل ہیں؟ ہم نے ایسے کون سے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری فرمائشیں پوری کرنا شروع کردے؟ جو باتیں آج یہ اہل مکہ کہہ رہے ہیں، ان سے پہلے مختلف اقوام کے مشرک لوگ بھی ایسی ہی باتیں کہہ چکے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہہ ہیں، لہٰذا ان کی سزا بھی ایک جیسی ہوگی۔

﴿١١٩﴾ اس آیت میں نبی علیہ السلام کی دو صفتیں بشیر اور نذیر بیان فرما کر یہ تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اور اپنے کفر اور عناد پر ڈٹے رہتے ہیں تو آپ سے اس کی باز پرس نہ ہوگی کہ یہ مسلمان کیوں نہ ہوئے؟ اور یہ جہنم میں کیوں چلے گئے؟ بس آپ خوشخبریاں دیتے رہیں اور برے انجام سے لوگوں کو ڈراتے اور آگاہ کرتے رہیں، نیز یہ تسلی بھی دے دی گئی کہ آپ حق پر ہیں اور آپ کو ہم نے بھیجا ہے، لہٰذا آپ مطمئن ہو کر اپنی ذمہ داریاں ادا فرماتے رہیں۔

الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

الْعِلْمِ	مَا لَكَ	مِنَ	اللّٰهِ	مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّلَا	نَصِيْرٍ ۝	اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ
علم کے	نہ ہوگا تیرے لئے	سے	اللہ کے	سے	کوئی کارساز	اور نہ	کوئی مددگار	وہ لوگ جو	دی ہم نے انہیں

علم آچکا تو اللہ کے سامنے تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہ ہو گا۔ ۱۲۰ جن لوگوں کو ہم نے کتاب

الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ

الْكِتٰبَ	يَتْلُوْنَهٗ	حَقَّ	تِلَاوَتِهٖ ؕ	اُولٰٓئِكَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ ؕ	وَمَنْ	يَّكْفُرْ
کتاب	تلاوت کرتے ہیں وہ اس کی	جیسا حق	اس کی تلاوت کا	وہی لوگ	ایمان لاتے ہیں	اس پر	اور جو کوئی	کفر کرے

دی ہے وہ اُس کی تلاوت اس طرح کرتے ہیں جیسے اُس کی تلاوت کرنے کا حق ہے، وہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو شخص اس کا انکار

بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ

بِهٖ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ۝	يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ
اس کے ساتھ	تو وہ لوگ	وہ سب	نقصان اٹھانے والے	اے بیٹو! اسرائیل کے	یاد کرو تم	میری نعمت

کرے گا تو ایسے ہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ ۱۲۱ اے بنی اسرائیل! میری اُن نعمتوں کو یاد کرو جو

الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا

الَّتِيْٓ	اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَ	اَنِّيْ	فَضَّلْتُكُمْ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ ۝	وَاتَّقُوْا
وہ جو	انعام کی میں نے	تم پر	اور	یہ کہ بیشک میں	فضیلت دی میں نے تمہیں	پر	جہان والوں کے	اور ڈرو

میں نے تم پر انعام کی ہیں اور یہ کہ میں نے تمہیں جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ ۱۲۲ اور ڈرو

يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ

يَوْمًا	لَّا	تَجْزِيْ	نَفْسٌ	عَنْ	نَّفْسٍ	شَيْئًا	وَّ	لَا	يُقْبَلُ	مِنْهَا	عَدْلٌ
اس دن سے	نہیں	بدلہ دے گا	کوئی نفس	سے	کسی نفس کے	کوئی بھی چیز	اور	نہیں	قبول کیا جائے گا	اس سے	کوئی فدیہ

اُس دن سے جب کوئی نفس کسی نفس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا، اُس کی طرف سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا،

وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ

وَّلَا	تَنْفَعُهَا	شَفَاعَةٌ	وَّلَا	هُمْ	يُنْصَرُوْنَ ۝	وَاِذِ	ابْتَلٰٓى	اِبْرٰهٖمَ	رَبُّهٗ
اور نہ	نفع دے گی اسے	کوئی سفارش	اور نہ	وہ	مدد کئے جائیں گے	اور جب	آزمایا	ابراہیم کو	اس کے رب نے

اور کوئی سفارش اُسے نفع نہ دے گی اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔ ۱۲۳ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب ابراہیم کو اُن کے

وقف منزل ۱۴ ع ۹ ۱۴

۱۲۰ اس آیت میں ایک دعویٰ کیا گیا ہے اور حق تعالیٰ کو دعویٰ کرنا زیب دیتا ہے، کہ یہ جو یہود ونصاریٰ ہیں، آپ کی پیروی کسی صورت کرنے والے نہیں ہیں، کیونکہ ان کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کرنے والے بن جائیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کرنے لگیں، کیونکہ اگر ایسا ہوا تو یہ ان کی خواہشات کی پیروی کے مترادف ہو گا، اور ایسی صورت میں اللہ کی ولایت اور نصرت کو حاصل کرنا ممکن نہ رہے گا، اس لئے ان کے ایمان اور ہدایت کی توقع نہ رکھیں، ہدایت کا فیصلہ اللہ نے کرنا ہوتا ہے، سو وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے، اس آیت کو پڑھ کر امت ایک لمحے کیلئے غور تو کرے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خطاب فرمایا جا رہا ہے جن کے حوالے سے یہ اطمینان کامل ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کبھی نہ کریں گے تو امت کے ہر فرد سے یہ خطاب کیوں نہ ہوگا اور درحقیقت یہاں نبی علیہ السلام سے خطاب فرما کر امت ہی کو سنانا متصور ہے تا کہ امت کسی مصلحت کا شکار نہ ہو جائے۔ ۱۲۱ اس آیت کی تفسیر ''الکتاب'' کا مصداق متعین کرنے پر موقوف ہے، عام طور پر مفسرین نے اس کا مصداق تورات کو قرار دیا ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو تورات کی تلاوت کرتے اور اس کا حق ادا کرتے ہیں، ایسے لوگ ہی حقیقت میں تورات پر ایمان لانے والے ہیں اور جو لوگ اس کا حق ادا نہیں کرتے، گویا کہ وہ اس پر ایمان ہی نہیں لائے اور نقصان کا شکار ہو گئے، لیکن اس ناکارہ کو یہ رائے زیادہ پسند ہے کہ ''الکتاب'' کو یا تو عام رکھا جائے، یا پھر اس کا اولین مصداق قرآن کریم کو قرار دے دیا جائے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جن لوگوں کو ہم نے قرآن عطا کیا ہے وہ اس کا حق ادا کر کے اس کی تلاوت کرتے ہیں، یعنی اندھے بہرے ہو کر اس کے اوپر سے نہیں گزرتے، اس کی آیات اور مضامین میں غور وفکر کرتے ہیں، اس کے محکمات پر عمل اور متشابہات پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے حروف اور حدود دونوں کو قائم کرتے ہیں، متکلم کی عظمت پر یقین رکھتے ہوئے اس کے کلام کو اہمیت دیتے ہیں، اپنے آنسوؤں کے نمکین پانی سے وضو کر کے اپنی ڈاڑھیوں کو تر کرتے ہیں، خوف کی آیات پر خوفزدہ اور امید وشوق کی آیات پر وہ خوش ہوتے ہیں، اس قرآن پر اصل ایمان لانے والے تو یہی لوگ ہیں اور وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں جو اس کا انکار کر کے کفر کا راستہ اختیار کرلیں۔ واللہ اعلم۔ ۱۲۲ اس آیت کے الفاظ اور ان کا مضمون بعینہٖ اسی اسلوب کے ساتھ سورۂ بقرہ ہی کی آیت نمبر ۴۷ میں بھی گزر چکا ہے، اسے بے فائدہ تکرار نہ سمجھا جائے کیونکہ عام طور پر اہم مضامین کا آغاز جس جملے سے کیا جاتا ہے، اختتام بھی اسی جملے پر کیا جاتا ہے اور فصحاء وبلغاء کے کلام میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں، اس اعتبار سے آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اے بنی اسرائیل! میرے احسانات اور نعمتوں کو یاد کرو، جن میں سے چند انعامات واحسانات کا ذکر یہاں بھی کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ بھی تم پر بے شمار انعامات کیے گئے۔ ۱۲۳ یہ آیت بھی معمولی فرق کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے اور مقصد اس آیت کا بنی اسرائیل کو خوف آخرت دلانا ہے تا کہ وہ حق کو قبول کرلیں اور ناحق ضد بازی اور حسد سے باز آجائیں، ورنہ قیامت کے دن تعاون کی ساری صورتیں باطل ہو جائیں گی اور کوئی بھی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔

بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ

بِكَلِمٰتٍ	فَاَتَمَّهُنَّ ؕ	قَالَ	اِنِّیْ	جَاعِلُكَ	لِلنَّاسِ	اِمَامًا ؕ	قَالَ	وَ	مِنْ
چند باتوں سے	تو اس نے انہیں پورا کیا	کہا اُس نے	بیشک میں	بنانے والا ہوں تجھے	لوگوں کیلئے	رہنما	کہا اُس نے	اور	سے

رب نے چند باتوں میں آزمایا، سو ابراہیم نے اُنہیں پورا کیا، اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کیلئے پیشوا بنادوں گا، ابراہیم نے کہا کہ

ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ

ذُرِّیَّتِیْ ؕ	قَالَ	لَا	یَنَالُ	عَهْدِی	الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾	وَ	اِذْ	جَعَلْنَا	الْبَیْتَ
میری اولاد	کہا	نہیں	پہنچے گا	میرا عہد	ظالموں کو	اور	جب	بنایا ہم نے	بیت اللہ کو

میری اولاد میں سے بعض کو بھی، اللہ نے فرمایا کہ میرا یہ عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ ﴿۱۲۴﴾ اور جب ہم نے بیت اللہ کو

مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ

مَثَابَةً	لِّلنَّاسِ	وَ	اَمْنًا ؕ	وَ	اتَّخِذُوْا	مِنْ مَّقَامِ	اِبْرٰهٖمَ	مُصَلًّی ؕ
جمع ہونے کی جگہ	لوگوں کے لئے	اور	امن کی جگہ	اور	بنالو تم	کھڑے ہونے کی جگہ کو	ابراہیم کی	جائے نماز

لوگوں کے جمع ہونے اور امن کی جگہ کے طور پر مقرر کیا، اور یہ کہ تم مقام ابراہیم کو ''جائے نماز'' بنالو،

وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ

وَعَهِدْنَاۤ	اِلٰۤی	اِبْرٰهٖمَ	وَ	اِسْمٰعِیْلَ	اَنْ	طَهِّرَا	بَیْتِیَ	لِلطَّآئِفِیْنَ
اور تاکید کی ہم نے	جانب	ابراہیم کے	اور	اسماعیل کے	یہ کہ	پاک رکھو تم دونوں	میرے گھر کو	طواف کرنے والوں کیلئے

اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو یہ تاکید کی کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں

وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا

وَالْعٰكِفِیْنَ	وَالرُّكَّعِ	السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾	وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّ	اجْعَلْ	هٰذَا
اور اعتکاف کرنے والوں کیلئے	اور رکوع کرنے والوں کیلئے	سجدہ کرنے والوں کیلئے	اور جب	کہا	ابراہیم نے	میرے پروردگار!	بنادے تو	یہ

اور رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھو۔ ﴿۱۲۵﴾ اور جب ابراہیم نے کہا کہ پروردگار! اس شہر کو

بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ

بَلَدًا	اٰمِنًا	وَّارْزُقْ	اَهْلَهٗ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	مَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ	بِاللّٰهِ	وَالْیَوْمِ
شہر	امن والا	اور رزق دے	یہاں رہنے والوں کو	سے	پھلوں کا	وہ جو	ایمان لائے	ان میں سے	اللہ پر	اور دن

امن والا بنا دے، اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے، اُسے پھلوں کا

﴿۱۲۴﴾ بنی اسرائیل کے ایک مفصل تذکرے کے بعد اب جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ شروع کر کے یاددلایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف میدانوں میں مختلف انداز سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا اور اللہ کے فضل سے وہ ہر امتحان میں سرخرو اور کامیاب ہوئے، ان امتحانات کی تفصیل قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور آیتوں میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے انعام کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''امامت'' کا عظیم تحفہ عطا فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو بھی اس میں شامل کرنے کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے ان پر واضح فرمادیا کہ جو حق دار ہوں گے، انہیں ضرور اس میں سے حصہ ملے گا اور جو ظالم ہوں گے، وہ محروم رہیں گے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ شروع ہوا ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک مختصر سوانحی تذکرہ بھی یہیں پیش کردیا جائے، قرآن کریم کی پچیس سورتوں کی ۶۳ آیات مبارکہ میں ۶۳ مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام آیا ہے، قرآن کریم نے ان کا تذکرہ نہایت عزت و احترام کے ساتھ کیا ہے اور انہیں اپنی ذات میں انجمن قرار دیا ہے، ابراہیم سریانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ''اب راحم'' ہے یعنی مہربان باپ، ان کا سلسلہ نسب مؤرخین نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ''ابراہیم بن آزر بن ناحور بن شاروخ بن راغو بن فالخ بن عبیر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح'' مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہاروی کو اس نسب نامے پر کچھ تحفظات ہیں جو اگر دور بھی ہو جائیں تب بھی یہ محض ایک تاریخی اور علمی مسئلہ رہے گا، حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے ایک قصبے ''اُور'' کے رہنے والے تھے، ان کی قوم بت پرست تھی، ان کا باپ بڑھئی تھا اور لکڑی کے بت بنا بنا کر اپنی قوم میں فروخت کیا کرتا تھا اور قوم اس کے تراشے ہوئے بے جان بتوں کی پوجا کرتی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب دعوت کا حکم دیا تو انہوں نے تعمیل حکم کا آغاز اپنے گھر سے کیا اور اپنے باپ کو پیار و محبت اور شفقت و اخلاص کے ساتھ معبودان باطلہ سے منہ موڑنے اور اللہ سے لو لگانے کی تلقین کی، اس کا مفصل تذکرہ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۴۱ سے آیت نمبر ۴۸ تک آیا ہے، ان کے باپ نے نہ صرف یہ کہ ان کی نصیحت اور خیر خواہی کو مسترد کر دیا بلکہ تلخی کے ساتھ انہیں سنگسار کرنے کی دھمکی بھی دے دی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو الوداعی سلام کیا اور اپنی دعوت کا رخ قوم کی طرف موڑ دیا، جس کیلئے انہوں نے نہایت مؤثر پیرائے اختیار فرمائے، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷۶، ۷۸ میں ایسے ہی ایک پیرائے کا ذکر موجود ہے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کے بتوں کو توڑنا'' جس کا مفصل تذکرہ سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۵۲، ۷۰ میں آیا ہے'' انہیں فہمائش اور نصیحت کرنے کیلئے تھا، لیکن قوم کے دلوں پر مہر لگ چکی تھی، اس لئے انہوں نے ایک دوسرے کو یہ کہہ کر جوش دلانا شروع کردیا کہ ابراہیم نے ہمارے خداؤں کی شان میں کمی کی ہے اور اس گستاخی کے ذریعے ہمارے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے، اس لئے وہ سزا کے مستحق ہیں اور ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں آگ کے بھڑکتے ہوئے الاؤ میں جھونک دیا جائے، ابھی اس منصوبے پر عمل نہ ہونے پایا تھا کہ عراق کے بادشاہ نمرود کو خبر لگ گئی، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دربار میں طلب کرلیا، اس کے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ہونے والے مکالمے کی تفصیلات سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۸ میں موجود ہیں، جب نمرود بھی لاجواب ہوگیا تو اس نے ریاستی جبر و تشدد کا راستہ اختیار کیا اور عوام کی پشت پناہی کی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سزا دینے کیلئے آگ جلانا شروع کی گئی، اس معاملے میں جوش و خروش اس قدر بڑھ گیا کہ بیماروں نے منت ماننی شروع کردی کہ اگر مجھے صحت مل گئی تو میں ابراہیم کو آگ میں جلانے کیلئے لکڑیاں جمع کروں گا، اس جوش و جذبے اور اپنے معبودوں کے ساتھ اندھی عقیدت میں جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو ان کی زبان پر ''حسبی اللہ ونعم الوکیل'' اور چہرے پر

الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ

الْاٰخِرِ ؕ	قَالَ	وَمَنْ	كَفَرَ	فَاُمَتِّعُهٗ	قَلِيْلًا	ثُمَّ	اَضْطَرُّهٗۤ	اِلٰى	عَذَابِ
پچھلے پر	کہا اس نے	اور جو کوئی	کفر کرے	تو میں اسے فائدہ دوں گا	تھوڑا	پھر	اسے گھسیٹوں گا	جانب	عذاب

رزق عطا فرما، اللہ نے فرمایا کہ جو کفر کرے گا، میں اُسے بھی تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا، پھر میں اُسے گھسیٹ کر جہنم کے عذاب کی طرف

النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٢٦﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ

النَّارِ ؕ	وَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ ﴿١٢٦﴾	وَاِذْ	يَرْفَعُ	اِبْرٰهٖمُ	الْقَوَاعِدَ	مِنَ الْبَيْتِ
جہنم کے	اور بہت برا	ٹھکانہ	اور جب	اٹھا رہا تھا	ابراہیم	بنیادیں	بیت اللہ کی

لے جاؤں گا، اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ (۱۲۶) اور جب ابراہیم و اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں

وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ

وَ	اِسْمٰعِيْلُ ؕ	رَبَّنَا	تَقَبَّلْ	مِنَّا ؕ	اِنَّكَ	اَنْتَ	السَّمِيْعُ
اور	اسماعیل	اے ہمارے پروردگار!	تو قبول فرما	ہماری طرف سے	بیشک تو	تو ہی	خوب سننے والا

اٹھا رہے تھے تو کہہ رہے تھے کہ پروردگار! ہماری طرف سے اِسے قبول فرما، بیشک تو خوب سننے والا،

الْعَلِيْمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً

الْعَلِيْمُ ﴿١٢٧﴾	رَبَّنَا	وَ	اجْعَلْنَا	مُسْلِمَيْنِ	لَكَ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّتِنَاۤ	اُمَّةً
جاننے والا	اے ہمارے پروردگار!	اور	بنادے تُو ہمیں	دونوں فرمانبردار	تیرے	اور	سے	ہماری اولاد کے	ایک جماعت

جاننے والا ہے۔ (۱۲۷) پروردگار! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا، اور ہماری اولاد میں سے بھی

مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

مُّسْلِمَةً	لَّكَ ۠	وَاَرِنَا	مَنَاسِكَنَا	وَ	تُبْ	عَلَيْنَا ۚ	اِنَّكَ	اَنْتَ
فرمانبردار	اپنی	اور دکھادے ہمیں	ہمارے ارکان	اور	توجہ فرما	ہم پر	بیشک تو	تو ہی

ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا، اور ہمیں ارکانِ حج سکھا اور ہم پر توجہ فرما، بیشک تو ہی

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا

التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ ﴿١٢٨﴾	رَبَّنَا	وَابْعَثْ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا	مِّنْهُمْ	يَتْلُوْا
خوب توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان	اے ہمارے پروردگار!	اور بھیج دے تو	اُن میں	ایک پیغمبر	انہی میں سے	تلاوت کرے وہ

توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ (۱۲۸) پروردگار! اُن میں اُنہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما، جو اُن کے سامنے

اطمینان تھا، حق تعالیٰ کے حکم سے وہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں سے زندہ سلامت باہر نکل آئے، ان کا یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر ان کی قوم کو ان پر ایمان لے آنا چاہیے تھا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوسکا اور سوائے حضرت لوط علیہ السلام کے ان پر کوئی ایمان نہ لایا، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے ہجرت کرکے ''کلدانیین'' نامی بستی میں پہنچے، وہاں سے حاران، فلسطین اور نابلس کا دورہ کیا، پھر وہ ملک مصر پہنچے اور وہاں حضرت سارہ کے ساتھ شاہِ مصر کی دست درازی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی حفاظت کا واقعہ پیش آیا، اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل چلانے اور بڑھانے کا بھی غیبی انتظام فرما دیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ شاہِ مصر نے اپنی بیٹی ہاجرہ حضرت سارہ کی خدمت کیلئے پیش کی، حضرت سارہ انہیں اپنے ساتھ لیکر آئیں اور انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت کیلئے وقف کردیا، جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی، اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۷ سال تھی، لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کے درمیان مزاج میں موافقت نہیں رہی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم پر اور وحی الٰہی کی روشنی میں اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور نورِ نظر لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس بے آب و گیاہ وادی میں اتار دیا جہاں زندگی کے کوئی آثار نہ تھے، اس آزمائش کا سب سے پہلا نتیجہ آبِ زمزم کی شکل میں سامنے آیا اور دوسرا نتیجہ مکہ مکرمہ کی آبادکاری کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس پہلی آزمائش میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے درمیان ظاہری اور جسمانی جدائی تھی، جس کا ازالہ کرنے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر ماہ ان سے ملاقات کیلئے براق پر سوار ہوکر آجاتے تھے، لیکن ان کی دوسری آزمائش اس سے زیادہ سخت تھی، چنانچہ انہوں نے ایک خواب دیکھا جس میں وہ اپنے فرزند ارجمند کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر رہے تھے، چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب حجت شرعیہ ہوتا ہے اس لئے وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء یہ ہے کہ میں اپنے بیٹے کو اس کے نام پر قربان کردوں، ظاہر ہے کہ اس صورت میں دعاؤں اور آہ و زاری سے حاصل ہونے والے اس نونہال کا زندہ رہنا ہی ممکن نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی انہیں سرخرو کیا اور ایک مینڈھا بھیج دیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کردیا، ذبح عظیم کے اس واقعے کے کچھ عرصے بعد'' جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہوچکی تھی اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کا انتقال ہوچکا تھا'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو کا حکم ملا، چنانچہ دونوں باپ بیٹوں نے مل کر بیت اللہ کی تعمیرِ نو کی، جس کا تذکرہ عنقریب آیا چاہتا ہے۔ (۱۲۵) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کے دو وصف بیان فرمائے ہیں، ایک تو یہ کہ وہ لوگوں کے جمع ہونے کا مرکز ہے، چنانچہ حج اور عمرہ کے سلسلے میں لوگ وہاں سارا سال پوری دنیا سے آکر جمع ہوتے رہتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ لوگوں کیلئے مقامِ امن ہے، چنانچہ وہاں داخل ہونے والا ہر شخص مامون ہوجاتا ہے، حتیٰ کہ وہاں کے جانور، درخت اور پرندے تک مامون ہیں اور انہیں خوفزدہ کرنا جائز نہیں ہے، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہش پر مقامِ ابراہیم کو مصلیٰ بنالینے کا حکم دیا گیا ہے، مقامِ ابراہیم اس جنتی پتھر کو کہتے ہیں جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی اور اس پر ان کے قدموں کے نشانات ثبت ہوگئے تھے، وہ پتھر آج بھی حرم کعبہ کے سامنے ایک بلوریں بکس میں رکھا ہوا ہے جس کے پیچھے کھڑے ہوکر دوگانہ طواف اور دیگر نمازیں ادا کی جاتی ہیں، اس کے علاوہ اس آیت میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے خانہ کعبہ کو پاک صاف رکھنے کی تاکید کا ذکر بھی کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرم کعبہ کی صفائی ستھرائی اس قدر اہمیت رکھتی ہے کہ اپنے وقت کے دو جلیل القدر پیغمبروں سے اس کا عہد لیا گیا، خوش نصیب

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ

عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِكَ	وَ	يُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ	وَ	الْحِكْمَةَ	وَيُزَكِّيْهِمْ	اِنَّكَ	اَنْتَ
اُن پر	تیری آیتوں کی	اور	تعلیم دے انہیں	کتاب کی	اور	حکمت کی	اور پاک کرے انہیں	بیشک تو	تو ہی

تیری آیتوں کی تلاوت کرے، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور اُن کا تزکیہ کرے، بیشک تو ہی

۱۵ ع ۸ ۱۵

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٢٩﴾ ع وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ

الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿١٢٩﴾	وَ	مَنْ	يَّرْغَبُ	عَنْ	مِّلَّةِ	اِبْرٰهٖمَ	اِلَّا	مَنْ	سَفِهَ
غالب	حکمت والا	اور	کون	بے رغبتی کرے	سے	ملت	ابراہیم کی	مگر	وہ جو	بیوقوف بنالے

غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿١٢٩﴾ اور ابراہیم کے دین سے اُس شخص کے علاوہ کون منہ پھیر سکتا ہے جو اپنے آپ کو

نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ

نَفْسَهٗ	وَلَقَدِ	اصْطَفَيْنٰهُ	فِي	الدُّنْيَا	وَ	اِنَّهٗ	فِي	الْاٰخِرَةِ
اپنے آپ کو	اور البتہ یقینا	چن لیا ہم نے اُسے	بیچ	دنیا کے	اور	بیشک وہ	بیچ	آخرت کے

احمق بنا لے؟ اور یقینا ہم نے ابراہیم کو دنیا میں چن لیا اور بیشک وہ آخرت میں

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾	اِذْ	قَالَ	لَهٗ	رَبُّهٗٓ	اَسْلِمْ	قَالَ	اَسْلَمْتُ	لِرَبِّ
البتہ نیکوکاروں میں سے	جب	کہا	اُس سے	اس کے رب نے	فرمانبردار ہوجاتو	کہا اس نے	فرمانبردار ہوگیا میں	پروردگار کیلئے

نیکوکاروں میں سے ہوں گے۔ ﴿١٣٠﴾ اُس وقت کو یاد کیجیے جب ابراہیم سے اُن کے رب نے کہا کہ فرمانبردار ہوجاؤ، ابراہیم نے کہا کہ میں رب العالمین کا

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾	وَوَصّٰى	بِهَآ	اِبْرٰهٖمُ	بَنِيْهِ	وَيَعْقُوْبُ	يٰبَنِيَّ	اِنَّ	اللّٰهَ
جہان والوں کے	اور وصیت کی	اسی کی	ابراہیم نے	اپنے بیٹوں کو	اور یعقوب نے	اے میرے بیٹو!	بیشک	اللہ نے

فرمانبردار ہوگیا۔ ﴿١٣١﴾ اور اسی بات کی تاکید ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو فرمائی اور یعقوب نے بھی، کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے

اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ ۭ اَمْ كُنْتُمْ

اصْطَفٰى	لَكُمُ	الدِّيْنَ	فَلَا	تَمُوْتُنَّ	اِلَّا	وَاَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾	اَمْ	كُنْتُمْ
چن لیا	تمہارے لئے	دین کو	تو نہ	مرنا تم	مگر	اور تم ہو	فرمانبرداری کرنے والے	کیا	تم تھے

تمہارے لیے دین کو چُن لیا ہے، سو تم نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ ﴿١٣٢﴾ کیا تم

ہیں وہ لوگ جنہیں حرم کعبہ کی صفائی ستھرائی میں اپنا حصہ ڈالنے اور اس کا اہتمام کرنے کی سعادت ملی ہوئی ہے، اے کاش! اس ناکارہ کو بھی یہ سعادت حاصل ہوجائے اور وہ بھی سنتِ انبیاء کی تکمیل وتعمیل میں اپنا حصہ ڈال سکے۔ ﴿١٢٦﴾ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے جو انہوں نے مکہ مکرمہ میں اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو آباد کرتے ہوئے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی تھی، مقام غور ہے کہ وہ جگہ اس وقت تک نہ تو آباد تھی اور نہ اسے شہر کہا جا سکتا تھا، وہاں تو زندگی کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں امن و امان کی دعا مانگ رہے ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ شہروں کی بقاء ہی امن و امان میں مخفی ہے، جس شہر سے امن و امان رخصت ہوجائے، وہاں کسی کی جان محفوظ رہتی ہے اور نہ مال، عزت و آبرو پر روزانہ ڈاکے پڑتے ہیں، وہاں سے سرمایہ کاری رخصت ہوجاتی ہے، معیشت تباہ ہوجاتی ہے اور لوگ غیر یقینی صورتحال کا شکار ہوجاتے ہیں اس لئے سب سے پہلے امن کی دعا فرمائی، اس کے بعد رزق کی دعا فرمائی اور اس میں بھی بطور خاص پھلوں کا ذکر فرمایا، کیونکہ انہیں اس حقیقت کا اندازہ تھا کہ یہ سرزمین تو بے آب و گیاہ ہے، یہاں پھول اور پھل اللہ کی قدرت کے بغیر اُگنا ممکن نہیں ہے، اس لیے یہ تو نہیں فرمایا کہ اس سرزمین کو قابل زراعت اور زرخیز بنادے، تاکہ یہاں پھول اور پھل اگا کریں، صرف یہ فرمایا کہ انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما، خواہ یہیں سے یا دنیا کے کسی بھی کونے سے، چنانچہ اللہ نے ان کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں اور آج جبکہ پوری دنیا میں امن وامان کو برقرار رکھنا ایک چیلنج بن چکا ہے، مکہ مکرمہ کا امن و امان بے مثال ہے اور پوری دنیا کا رزق وہاں جمع ہوجاتا ہے اور انسان کو بے موسمی پھل بھی مکہ مکرمہ میں مل جاتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اہل ایمان کی قید لگائی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے عام کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کفر کرے گا، دنیا کے ساز و سامان اور مال و متاع سے فائدہ اٹھانے کا موقع تو میں اسے بھی عطا کروں گا کیونکہ دنیا دارالجزاء نہیں ہے، البتہ آخرت میں ان کا حساب بے باق کردوں گا۔ ﴿١٢٧﴾ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا ذکر کی گئی ہے جس میں ان کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی شریک تھے اور یہ دعا تعمیر کعبہ کے موقع پر مانگی گئی تھی، اس مختصر لیکن جامع دعا میں ایسی تاثیر اور نورانیت ہے کہ دعا کرنے والوں کا اخلاص اسمیں سے جھلکتا ہوا نظر آتا ہے، اس قدر عظیم اور اہم خدمت سرانجام دینے کے بعد بھی کہیں اس پر فخر یا ناز کا اظہار نہیں کیا، بلکہ نہایت عاجزی کے ساتھ یہی درخواست بارگاہِ الٰہی میں گزاری کہ اس خدمت کو ہماری طرف سے قبول فرمالے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی چیز کی قبولیت کا فیصلہ ہوجانا ہی اس کی مقبولیت کی سند بن جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کی قبولیت کا دارومدار اس کی مقدار پر نہیں، معیار اور کیفیت پر ہوتا ہے اس کے یہاں چیزوں میں اخلاص سے جان پیدا ہوتی ہے اور دعاؤں سے اس میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے، پروردگار! اس گناہ گار کو بھی اخلاص اور دعاؤں کی مٹھاس عطا فرما کر اس خدمت کو قبول فرما، کیونکہ تو ہی سننے والا، جاننے والا ہے۔ ﴿١٢٨﴾ اس آیت میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی ایک اور مشترکہ دعا کا ذکر ہے جس میں انہوں نے اپنے اور اپنی نسل در نسل اولاد کیلئے اللہ سے فرمانبرداری اور اطاعت شعاری مانگی ہے، اس سے دو چیزیں ثابت ہوئیں، ایک تو فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کی اہمیت کہ اپنے آپ کو انسان اللہ کے حوالے کردے اور دوسرے اپنی نسل اور اولاد کے مذہبی جذبات کی فکر کہ ان کی تربیت بھی صحیح منہج پر ہوجائے، اس کے علاوہ انہوں نے ارکان حج سکھانے کی دعا کی ہے تاکہ جس بیت اللہ کی انہوں نے تعمیر جدید کی ہے اسے اللہ کے پسندیدہ طریقے سے آباد بھی کرسکیں، تیسری دعا میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے، توبہ کی قبولیت میں بھی اسی توجہ کا عنصر غالب ہوتا ہے، ان دعاؤں میں

شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ

شُهَدَآءَ	اِذْ	حَضَرَ	يَعْقُوْبَ	الْمَوْتُ ۙ	اِذْ	قَالَ	لِبَنِيْهِ	مَا تَعْبُدُوْنَ
حاضر ہونے والے	جب	آئی	یعقوب پر	موت	جب	کہا اس نے	اپنے بیٹوں سے	کس چیز کی تم عبادت کرو گے

اُس وقت موجود تھے جب یعقوب کی موت کا وقت قریب آیا؟ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد

مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

مِنْۢ	بَعْدِيْ ۭ	قَالُوْا	نَعْبُدُ	اِلٰهَكَ	وَاِلٰهَ	اٰبَآىِٕكَ	اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ
سے	پیچھے میرے	کہا انہوں نے	عبادت کریں گے ہم	آپ کے معبود کی	اور معبود	آپ کے باپوں کے	ابراہیم	اور اسماعیل

کس کی عبادت کرو گے؟ تو وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے معبود کی اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم، اسماعیل

وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۱۳۳ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ

وَاِسْحٰقَ	اِلٰهًا	وَّاحِدًا ښ	وَّ	نَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ ۝۱۳۳	تِلْكَ	اُمَّةٌ	قَدْ
اور اسحاق کے	معبود	ایک	اور	ہم	اس کیلئے	سب فرمانبردار	وہ	ایک جماعت	یقیناً

اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہی معبود ہے، اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔ ۱۳۳ یہ ایک جماعت تھی جو

خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔــلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا

خَلَتْ ۚ	لَهَا	مَا	كَسَبَتْ	وَلَكُمْ	مَّا	كَسَبْتُمْ ۚ	وَلَا تُسْـَٔــلُوْنَ	عَمَّا	كَانُوْا
گزر چکی	اس کیلئے	وہ جو	کمایا اس نے	اور تمہارے لئے	وہ جو	کمایا تم نے	اور نہ پوچھے جاؤ گے تم	اس سے جو	تھے وہ

گزر گئی، اُس کیلئے وہ جو اُس نے کمایا اور تمہارے لیے وہ جو تم نے کمایا، اور تم سے اُن کاموں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا

يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۴ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۭ قُلْ بَلْ مِلَّةَ

يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۴	وَقَالُوْا	كُوْنُوْا	هُوْدًا	اَوْ نَصٰرٰى	تَهْتَدُوْا ۭ	قُلْ	بَلْ	مِلَّةَ
عمل کرتے رہے	اور کہا انہوں نے	ہو جاؤ تم	یہودی	یا عیسائی	ہدایت پا جاؤ گے	تو کہہ	بلکہ	ملت

جو وہ کرتے تھے۔ ۱۳۴ اور کہتے ہیں کہ تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ، ہدایت پا جاؤ گے، آپ فرما دیجیے بلکہ ابراہیم کی ملت کو

اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۳۵ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

اِبْرٰهٖمَ	حَنِيْفًا ۭ	وَمَا	كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۳۵	قُوْلُوْٓا	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ
ابراہیم کی	سب سے یکسو ہونے والا	اور نہ	تھا وہ	سے	شرک کرنے والوں کے	کہہ دو تم	ایمان لائے ہم	اللہ پر

اختیار کرو جو سب سے یکسو ہو گئے تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔ ۱۳۵ تم کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے

بھی ایک مشترک بات یہ ہے کہ اپنی دنیوی ضروریات کو اللہ کے سامنے پیش نہیں کیا، بلکہ صرف دینی اور اخروی ضروریات کو پیش کیا تا کہ ان کی اہمیت کی طرف اشارہ ہو جائے ۱۲۹ اس آیت اور نبی علیہ السلام کے فرمان "انا دعوة ابی ابراہیم" کو ایک دوسرے کا تعارف اور تشریح سمجھنا چاہئے، کیونکہ اس آیت میں اہل مکہ کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت پیغمبر کے حوالے سے دعا کا ذکر ہے اور اس میں دو پہلو زیادہ اہم ہیں، ایک تو یہ کہ وہ پیغمبر انہی اہل مکہ میں سے ہو، تا کہ ان کے مزاج اور رواج کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہو، ان کے احوال سے مانوس اور وہاں کے لوگ اس سے شناسا ہوں کیونکہ اجنبی بہر حال اجنبی ہوتا ہے اور دوسرا پہلو یہ کہ اس میں مقاصد بعثت کی تعیین کر دی گئی ہے، یہ چار مقاصد ہیں جو قرآن کریم میں اس کے علاوہ بھی بعض مقامات پر مذکور ہیں، ان میں سے پہلا مقصد تلاوت آیات ہے، یعنی وہ نبی لوگوں کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے، تا کہ لوگوں کو اس کا تلفظ کرنا آئے، لوگ اس سے انداز و اسلوب قرأت سیکھیں، مختلف قرأتوں کا علم حاصل کریں، حروف کو ان کے مخارج اور صفات کا خیال رکھ کر ادا کر سکیں اور جان سکیں کہ کون سی آیت کہاں پر ختم ہوتی ہے؟ کہاں وقف کرنا چاہیے؟ اور تلاوت کے وہ کون سے آداب و احکام ہیں جو عند اللہ مطلوب و محمود ہیں، دوسرا مقصد "تعلیم کتاب" ہے، یعنی وہ نبی لوگوں کو اللہ کی مراد بتائے، آیات کے معنی اور مفہوم کو واضح کرے، اس کے اسرار و رموز سے پردے اٹھائے، ان کے اجمال کی تفصیل کرے، احکام کی تشریح کرے، مبہمات کی تفسیر کرے اور آیات اللہ کی تفسیر میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرے، تیسرا مقصد "تعلیم حکمت" ہے، حکمت کا لفظی معنی "کل کلام وافق الحق" ہوتا ہے، اس عاجز کے نزدیک یہاں "حکمت" سے مراد زندگی گزارنے کا وہ دستور ہے جو ہر مرحلے پر انسان کو رہنمائی فراہم کرے، ایک ایسا آئین جس میں کسی فرد یا ادارے کو ترمیم کا اختیار نہ ہو، ایک ایسا قانون جو صبح سے لیکر شام اور شام سے لیکر صبح تک، سردی سے لیکر گرمی اور گرمی سے لیکر سردی تک، مشرق سے لیکر مغرب اور مغرب سے لیکر مشرق تک ہر قوم اور ہر رنگ نسل کے لوگوں کو زندگی گزارنے کا عملی طریقہ سکھائے، دوسرے لفظوں میں آپ اسے "سنت" کہہ سکتے ہیں، چوتھا مقصد "تزکیہ نفس" ہے، یعنی انسانی نفس کو مانجھ کر اس طرح پاک صاف کرنا کہ وہ اخلاقی گندگیوں اور برائیوں کی دلدل سے نکل کر اخلاقی خوبیوں اور پاکیزہ صفات سے متصف ہو جائے، وہ ایسا روشن ہو جائے کہ اس میں حق تعالیٰ کی محبت کا چراغ روشن ہو جائے، اس کا زنگ اتر جائے اور وہ اللہ و رسول کی محبت سے آباد ہو جائے، اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں قبول فرمائی اور نبی علیہ السلام نے ان مقاصد بعثت کا حق ادا کر دیا فجزاہ اللہ عنا و عن المسلمین خیر الجزاء واحسنہ ۱۳۰ اس آیت میں ملت ابراہیمی سے اعراض کرنے والے کو "نادان" فرمایا گیا ہے، اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ ابراہیم کا انتخاب اللہ نے فرمایا ہے اور آخرت میں بھی ان کا مقام و مرتبہ اونچا ہوگا، معلوم ہوا کہ ابراہیم کی ملت اللہ ہی کی منتخب کردہ ہے، اب اگر کوئی شخص اس سے منہ پھیر کر نکل جاتا ہے تو اس کی نادانی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟ گویا اس آیت میں دعویٰ بھی ہے اور دلیل بھی۔ ۱۳۱ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک خوبی "اسلام" بیان کی گئی ہے یعنی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا، اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا، اس کی مرضی میں اپنی مرضی کو فنا کر دینا، اس کے حکم پر اپنی چاہت کو قربان کر دینا، اس کے ہر حکم کو حیل و حجت کے بغیر تسلیم کرنا اور اس کے معاملے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، یہ خوبی ملت ابراہیمی کا شعار ہے، اسی بناء پر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا نام ہی "مسلمان" رکھا گیا۔ ۱۳۲ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس وصیت کا ذکر کیا گیا ہے کہ تم ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہنا اور تمہیں اسی دین

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

وَ	مَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَمَآ	اُنْزِلَ	اِلٰٓى	اِبْرٰهٖمَ	وَ	اِسْمٰعِيْلَ	وَاِسْحٰقَ
اور	وہ جو	نازل کیا گیا	ہماری طرف	اور وہ جو	نازل کیا گیا	جانب	ابراہیم کے	اور	اسماعیل	اور اسحٰق

اور اُس کتاب پر جو ہم پر نازل ہوئی، اور جو چیز ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب

وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ

وَ	يَعْقُوْبَ	وَالْاَسْبَاطِ	وَ	مَآ	اُوْتِيَ	مُوْسٰى	وَعِيْسٰى	وَ	مَآ	اُوْتِيَ	النَّبِيُّوْنَ
اور	یعقوب	اور اُن کی اولاد کے	اور	وہ جو	دیا گیا	موسیٰ کو	اور عیسیٰ کو	اور	وہ جو	دیا گیا	نبیوں کو

اور اُن کی اولاد پر اُتری، اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دی گئی، اور جو دوسرے نبیوں کو اُن کے رب کی طرف سے

مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٦﴾ فَاِنْ

مِنْ	رَّبِّهِمْ	لَا	نُفَرِّقُ	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْهُمْ	وَنَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٦﴾	فَاِنْ
سے	ان کے رب کے	نہیں	تفریق کرتے ہم	درمیان	کسی ایک کے	اُن میں سے	اور ہم	اسی کے	فرمانبرداری کرنے والے	سو اگر

دی گئی، ہم اُن میں سے کسی ایک کے درمیان بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔ ﴿١٣٦﴾ سو اگر

اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ

اٰمَنُوْا	بِمِثْلِ	مَآ اٰمَنْتُمْ	بِهٖ	فَقَدِ	اهْتَدَوْا	وَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا	هُمْ	فِيْ
ایمان لے آئیں وہ	اسی طرح	جو ایمان لائے تم	اس پر	تو یقیناً	انہوں نے ہدایت پالی	اور اگر	انہوں نے منہ موڑا	تو صرف	وہ سب	بیچ

وہ اُسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو یقیناً اُنہوں نے ہدایت حاصل کر لی اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو وہ بدبختی میں

شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣٧﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ

شِقَاقٍ	فَسَيَكْفِيْكَهُمُ	اللّٰهُ	وَ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ﴿١٣٧﴾	صِبْغَةَ	اللّٰهِ
بدبختی کے	سوعنقریب آپ کی کفایت کرے گا اُن سے	اللہ	اور	وہ	خوب سننے والا	جاننے والا	رنگ	اللہ کا

پڑے ہیں، سو اللہ اُن سے آپ کی کفایت فرمائے گا اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔ ﴿١٣٧﴾ اللہ کا رنگ اختیار کرو،

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿١٣٨﴾ قُلْ

وَمَنْ	اَحْسَنُ	مِنَ	اللّٰهِ	صِبْغَةً	وَّ	نَحْنُ	لَهٗ	عٰبِدُوْنَ ﴿١٣٨﴾	قُلْ
اور کون	زیادہ اچھا	سے	اللہ کے	رنگ میں	اور	ہم	اسی کی	عبادت کرنے والے	تو کہہ

اور اللہ سے زیادہ کس کا رنگ اچھا ہو سکتا ہے؟ اور ہم اُسی کے عبادت گذار ہیں۔ ﴿١٣٨﴾ اے نبی ﷺ، آپ فرما دیجیے

موت آنی چاہیے یعنی مرتے دم تک اسی دین کے ساتھ وابستہ رہنا، اس دین کی بنیادی سپردگی پر ہے، یہودیوں میں یہ صفت ہمیشہ سے ہی کمیاب رہی ہے (پھر اُن کا یہ دعویٰ کرنا کہ ملت ابراہیمی پر قائم ہیں، یا یہ کہ ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی، کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟) یہ بتاؤ کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے وصال کا وقت آیا اور وہ اپنے بیٹوں کو وصیت فرما رہے تھے کیا تم اس وقت وہاں موجود تھے؟ کیا تم نے انہیں یہودیت پر جمے رہنے کی وصیت کرتے ہوئے سنا تھا؟ انہوں نے تو اپنے بیٹوں کو توحید پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی اور ان کی اولاد نے ان پر دو وعدے کیے تھے، ایک تو یہ کہ وہ توحید پر قائم رہیں گے، شرک نہیں کریں گے اور دوسرا یہ کہ وہ اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینے والے ہوں گے، احکام الٰہیہ کے سامنے چوں چراں ہرگز نہ کریں گے لیکن افسوس! کہ ایسا نہ ہو سکا اور وہ اس وصیت پر قائم نہ رہ سکے۔

﴿١٣٤﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا نظام عدل بیان فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار خود ہے اور ہر انسان سے اس کے اپنے اعمال ہی کے متعلق باز پرس کی جائے گی، پہلوں کے اعمال پہلوں کے ساتھ اور پچھلوں کے اعمال پچھلوں کے ساتھ، پہلوں کے اعمال کی پوچھ گچھ پچھلوں سے اور پچھلوں کے اعمال کی باز پرس پہلوں سے نہیں ہو گی، انسان سوچے تو صرف اسی بات سے یہ نتیجہ قائم کر سکتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے اور اس کا عدل و انصاف بے مثال ہے۔ ﴿١٣٥﴾ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کی اس سوچ اور کاوش کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کے مطابق وہ ہر شخص کو اپنے سانچے میں ڈھال کر اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں، یہودیوں کی خواہش ہے کہ ساری دنیا یہودی بن جائے اور عیسائیوں کی کوشش ہے کہ ساری دنیا کو عیسائی بنا لیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آج کے دور میں یہودیت یا عیسائیت نجات کا ذریعہ اور معیار نہیں ہے، آج کے دور میں نجات کا معیار ملت ابراہیمی ہے، جو اس کی پیروی کرے گا، وہی ہدایت یافتہ ہوگا، رہی یہ بات کہ ''ملت ابراہیمی'' سے کیا مراد ہے جسے معیار نجات قرار دیا گیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے کہ ''ملت'' ان اصول و قواعد کا نام ہے جن کی روشنی میں مسائل کا استنباط کیا جا سکے، ان اصولوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین اور جناب رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات ایک دوسرے کے موافق ہیں، اس لئے اگر تعبیر ''ملت ابراہیم'' ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ دونوں کے اصول اور قواعد ایک دوسرے کے موافق ہیں، یہاں سے اس شبہ کا جواب بھی ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد تو نجات کا معیار نبی علیہ السلام ہی کی اتباع ہے، پھر یہاں ملت ابراہیمی کو معیار نجات کیوں قرار دیا گیا ہے؟ ﴿١٣٦﴾ اس آیت میں ایمان کے حوالے سے ایک کلیہ متعین کر دیا گیا ہے کہ کسی شخص کے مؤمن ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لائے، کسی ایک نبی کی نبوت کا انکار بھی اسے دائرہ ایمان سے خارج کر دے گا، اس لئے اہل ایمان کا شیوہ یہ ہے کہ وہ کسی نبی کے معاملے میں تفریق نہیں کرتے، وہ بلا امتیاز سب انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں، جبکہ یہود و نصاریٰ اس امتیازی سلوک کو روا رکھتے ہیں، چنانچہ ان میں سے کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتا، کوئی خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کو تسلیم نہیں کرتا، وہ مسلمان کیوں کر اور اللہ کا فرمانبردار کس طرح ہو سکتا ہے؟ آسمانی تعلیمات اور الہامی کتابوں کا بھی یہی حال ہے کہ ان سب پر بھی بلا تفریق و امتیاز ایمان لانا اللہ کے پسندیدہ بندوں کا شعار ہے، جبکہ ناپسندیدہ لوگ ان میں سے بعض کتابوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ ﴿١٣٧﴾ یہ آیت شان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیان میں ایک منفرد آیت ہے، سیاق کلام میں اگرچہ یہود و نصاریٰ کا تذکرہ چلا آ رہا ہے لیکن الفاظ کا عموم ساری دنیا کے لوگوں کو شامل ہے، اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر میرے نبی کے صحابہ کی طرح ایمان لاؤ گے تو ہدایت ملے گی ورنہ بدبختی، بدنصیبی اور محرومی میں پڑے رہو گے، میرے نبی اور اُن کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا

اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ

اَتُحَآجُّوْنَنَا	فِي	اللّٰهِ	وَهُوَ	رَبُّنَا	وَرَبُّكُمْ	وَلَنَآ	اَعْمَالُنَا	وَلَكُمْ	اَعْمَالُكُمْ
کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے	بیچ	اللہ کے	اور وہ	رب ہمارا	اور رب تمہارا	اور ہمارے لئے	ہمارے اعمال	اور تمہارے لئے	تمہارے اعمال

کہ کیا تم اللہ کے متعلق ہم سے جھگڑا کرتے ہو؟ حالانکہ وہی ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال،

وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿١٣٩﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

وَنَحْنُ	لَهٗ	مُخْلِصُوْنَ ﴿١٣٩﴾	اَمْ	تَقُوْلُوْنَ	اِنَّ	اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ
اور ہم	اسی کیلئے	خالص کرنے والے ہیں	کیا	تم کہتے ہو	یہ کہ بیشک	ابراہیم	اور اسماعیل

اور ہم اُس کیلئے اخلاص رکھنے والے ہیں۔ ﴿١٣٩﴾ کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم، اسماعیل،

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ

وَ	اِسْحٰقَ	وَ	يَعْقُوْبَ	وَالْاَسْبَاطَ	كَانُوْا	هُوْدًا	اَوْ	نَصٰرٰى ؕ	قُلْ	ءَاَنْتُمْ
اور	اسحاق	اور	یعقوب	اور اُن کی اولاد	تھے	یہودی	یا	عیسائی	تو کہہ	کیا تم

اسحاق، یعقوب اور اُن کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے؟ آپ فرما دیجیے کہ تم لوگ زیادہ

اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا

اَعْلَمُ	اَمِ	اللّٰهُ ؕ	وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	كَتَمَ	شَهَادَةً	عِنْدَهٗ	مِنَ	اللّٰهِ ؕ	وَمَا
زیادہ جانتے ہو	یا	اللہ	اور کون	زیادہ بڑا ظالم	اس سے جو	چھپالے	گواہی	اپنے پاس	سے	اللہ کی	اور نہیں

جانتے ہو یا اللہ؟ اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ کی طرف سے آنے والی گواہی کو چھپائے، اور اللہ

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٠﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا

اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٠﴾	تِلْكَ	اُمَّةٌ	قَدْ	خَلَتْ ۚ	لَهَا	مَا
اللہ	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	وہ	ایک جماعت	یقیناً	گزر چکی	اس کیلئے	وہ جو

اُن کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔ ﴿١٤٠﴾ یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی، اُس کیلئے وہ جو اُس نے

كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤١﴾ ع

كَسَبَتْ	وَلَكُمْ	مَّا	كَسَبْتُمْ	وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ	عَمَّا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤١﴾
کمایا اس نے	اور تمہارے لئے	وہ جو	کمایا تم نے	اور نہ پوچھے جاؤ گے تم	اس سے جو	تھے وہ	عمل کرتے رہے

کمایا اور تمہارے لیے وہ جو تم نے کمایا، اور تم سے اُن کاموں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کرتے تھے ﴿١٤١﴾

١٦ ع ١٢ ١٦

تم کچھ نہ بگاڑ سکو گے، میں ان کی کفایت اور کفالت خود کروں گا، گویا اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو اس قدر اہمیت دی کہ اسے لوگوں کیلئے نمونہ اور معیار مقرر فرما دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟ اور ایسا ہونا ضروری تھا کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم و تربیت پائی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر اور حضر میں رہے تھے، روز و شب ان کی ہم نشینی میں گزارے تھے، اس شرف صحبت کا یہ نتیجہ نکلنا ضروری تھا ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے باطل پرست لوگ شکوک و شبہات پیدا کرتے، جیسا کہ کچھ لوگوں نے کیا بھی ہے اور ان کے شر سے اللہ نے ہر زمانے میں اپنے نبی اور ان کے صحابہ کی کفایت فرمائی ہے، شہید مدینہ، خلیفہ مظلوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قطرہ اسی آیت پر گرا تھا اور ساری دنیا کو پیغام دے گیا تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ حق پر تھے، ہدایت پر تھے، ہدایت یافتہ لوگوں کیلئے معیار تھے اور جنہوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کیا وہ بدبختی میں پڑے رہ گئے۔ ﴿١٣٨﴾ اس آیت میں عیسائیوں کی ایک خاص رسم "بپتسمہ" کا رد کیا گیا ہے، عیسائیوں کے یہاں یہ مذہبی رسم ہے کہ جو شخص عیسائیت قبول کرنا چاہے، اسے زرد رنگ کے ایک خاص پانی میں غوطہ دیا جاتا ہے اور کچھ خاص مذہبی رسوم ادا کرنے کے بعد سمجھا جاتا ہے کہ اب وہ شخص عیسائی ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے بڑھ کر کس کا رنگ اچھا ہو سکتا ہے اس لئے اللہ کا رنگ قبول کرنا چاہیے، اور اللہ کا رنگ اس کا دین ہے، اسے نیلے پیلے رنگوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ جو شخص اللہ کا دین قبول کر لے، گویا کہ اس نے اللہ کے رنگ کو قبول کر لیا، یہ ایسے ہی ہے جیسے محاورے میں رنگ پکڑنے کی تعبیر اختیار کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی نے فلاں کا رنگ قبول کر لیا، یا یہ کہ وہ اس کے رنگ میں رنگا گیا، اس جملے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ اس جیسا ہو گیا اور اس نے اس کے اثرات کو قبول کر لیا، سو تمہیں اللہ کے دین کے اثرات کو قبول کرنا چاہیے اور اس کے رنگ میں خود کو رنگنا چاہیے۔ ﴿١٣٩﴾ اس آیت میں حق تعالیٰ کے متعلق یہود و نصاریٰ کے ایک گمان فاسد کی تردید کی گئی ہے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کی رحمتوں اور عنایتوں کا مستحق ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، یہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ صرف یہود و نصاریٰ کا رب نہیں ہے، وہ تو سب کا ہی رب ہے، کوئی اسے اپنا رب مانے یا نہ مانے، البتہ یہ ضرور ہے کہ ہمارے اعمال ہمارے کام آئیں گے اور تمہارے اعمال تمہارے کام، ایسا نہیں ہو گا کہ وہ یہود و نصاریٰ کے اعمال تو قبول کر لے اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال رد فرما دے؟ ﴿١٤٠﴾ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے ایک اور دعویٰ کی تردید کی گئی ہے، وہ یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد در اولاد سب یہودی تھے یا عیسائی، اس دعوے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ یہ بتاؤ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اس سوال کا منشاء ان کے دعوے کی تردید ہے کہ جب اللہ کا علم کامل، مکمل اور یقینی ہونا طے شدہ ہے تو پھر اللہ کا علم ہی زیادہ ہو گا اور اللہ یہ فرماتا ہے کہ مذکورہ حضرات نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی تو اب منصف مزاج آدمی خود ہی فیصلہ کر لے کہ ان یہود و نصاریٰ کے دعوے کو اللہ کے علم پر ترجیح دینی چاہیے یا حق تعالیٰ کے علم حقیقی پر ایمان لا کر ان حضرات کو یہودیت اور عیسائیت سے مبرا سمجھا جائے؟ یہ لوگ بڑے ظالم ہیں جو اللہ کے یہاں ثابت شدہ گواہی کو چھپا لیتے ہیں، معلوم ہوا کہ حق کو چھپانے سے بڑا ظلم کوئی نہیں ہوتا۔ ﴿١٤١﴾ انہی الفاظ کے ساتھ یہ آیت اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے، بظاہر اس تکرار کا مقصد یا تو تاکید ہے، یا پھر وہاں سابقہ آسمانی کتابوں اور الہامی تعلیمات کے حاملین کی نسبت کا لحاظ تھا اور یہاں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی نسبت فرمایا گیا ہے کہ گزشتہ اقوام کے اعمال کی باز پرس تم سے اور تمہارے اعمال کی باز پرس ان سے نہیں ہو گی، دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ خود ہے، اسے اس جواب دہی کیلئے تیاری کر لینی چاہیے۔

سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا

سَیَقُوْلُ	السُّفَهَآءُ	مِنَ النَّاسِ	مَا	وَلّٰىهُمْ	عَنْ	قِبْلَتِهِمُ	الَّتِیْ	كَانُوْا
عنقریب کہیں گے	بہت سے بے وقوف	لوگوں میں سے	کس چیز نے	پھیر دیا انہیں	سے	ان کے قبلے کے	وہ جو	تھے

عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ انہیں اِن کے قبلے سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر

عَلَیْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی

عَلَیْهَا ؕ	قُلْ	لِّلّٰهِ	الْمَشْرِقُ	وَ	الْمَغْرِبُ ؕ	یَهْدِیْ	مَنْ	یَّشَآءُ	اِلٰی
اس پر	تو کہہ	اللہ ہی کیلئے	مشرق	اور	مغرب	ہدایت دیتا ہے وہ	جسے	وہ چاہتا ہے	جانب

یہ قائم تھے؟ آپ فرما دیجیے کہ مشرق اور مغرب اللہ ہیؒ کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف

صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا

صِرَاطٍ	مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۴۲﴾	وَ	كَذٰلِكَ	جَعَلْنٰكُمْ	اُمَّةً	وَّسَطًا	لِّتَكُوْنُوْا
راستے	سیدھے کی	اور	اسی طرح	بنایا ہم نے تمہیں	امت	معتدل	تاکہ ہو جاؤ تم

رہنمائی دیدیتا ہے۔ ﴿۱۴۲﴾ اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل اُمت بنایا تاکہ تم

شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ؕ وَ مَا

شُهَدَآءَ	عَلَى	النَّاسِ	وَ	یَكُوْنَ	الرَّسُوْلُ	عَلَیْكُمْ	شَهِیْدًا ؕ	وَ	مَا
گواہی دینے والے	پر	لوگوں کے	اور	ہو جائے	پیغمبر	تم پر	گواہی دینے والا	اور	نہیں

لوگوں پر گواہ بن جاؤ، اور پیغمبر ﷺ تم پر گواہ بن جائیں، اور جس

جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ

جَعَلْنَا	الْقِبْلَةَ	الَّتِیْ	كُنْتَ	عَلَیْهَاۤ	اِلَّا	لِنَعْلَمَ	مَنْ	یَّتَّبِعُ	الرَّسُوْلَ
بنایا ہم نے	قبلے کو	وہ جو	تھے آپ	اس پر	مگر	تاکہ جان لیں	کون	پیروی کرتا ہے	پیغمبر کی

قبلے پر آپ پہلے تھے، ہم نے اُسے اسی لیے مقرر کیا تھا کہ ہم معلوم کر لیں کہ کون پیغمبر کی اتباع کرتا ہے

مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ

مِمَّنْ	یَّنْقَلِبُ	عَلٰی	عَقِبَیْهِ ؕ	وَ	اِنْ	كَانَتْ	لَكَبِیْرَةً	اِلَّا	عَلَى	الَّذِیْنَ
اس سے جو	لوٹ جاتا ہے	پر	اپنی دو ایڑیوں کے	اور	نہیں	تھا	البتہ گراں	مگر	پر	وہ لوگ جو

اور کون اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاتا ہے؟ اور بیشک یہ بات بھاری تھی سوائے اُن لوگوں کے جنہیں اللہ نے

﴿۱۴۲﴾ اس آیت میں ''بیوقوف'' ان اہل کتاب کو قرار دیا گیا ہے جنہوں نے ''تحویل قبلہ'' پر اعتراض کیا تھا، تحویل قبلہ کا لفظی معنیٰ قبلہ کی تبدیلی ہے، اس کا خاص پس منظر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آغاز میں آپ کو بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ملا، مکہ مکرمہ میں تو یہ ممکن تھا کہ بیک وقت خانہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں جانب رخ کر کے نماز پڑھی جا سکے لیکن مدینہ منورہ میں ایسا ہونا ممکن نہ تھا، اس لئے جب بیت المقدس کی جانب رخ ہوا تو بیت اللہ کی جانب پشت ہوگئی، سولہ سترہ مہینے تک اسی طرح نماز پڑھی گئی، بعد میں نبی علیہ السلام کی خواہش پر قبلہ تبدیل کر کے بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کو مقرر کر دیا گیا، اسے ''تحویل قبلہ'' کہا جاتا ہے، اس پر یہود و نصاریٰ نے اعتراض کرنا شروع کر دیا کہ یہ عجیب معاملہ ہے، کبھی ادھر رخ کرتے ہیں اور کبھی ادھر، یہ پہلے غلط تھے یا اب غلط ہیں؟ بعض منافقین بھی ان کی ہمنوائی کرنے لگے، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ''بیوقوف'' قرار دیا، آیت کے دوسرے جزو میں ان بیوقوفوں کے اعتراض کا حاکمانہ جواب دیا گیا ہے کہ مشرق اور مغرب ہمارا ہے، ہم جس طرف چاہیں رخ کرنے کا حکم دیدیں، تمہیں اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے، ہماری مرضی جس طرف چاہیں، قبلہ مقرر کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیدیں، حکیمانہ جواب اگلی آیت میں دیا گیا ہے۔

هُدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ

هَدَى	اللّٰهُ	وَ	مَا	كَانَ	اللّٰهُ	لِيُضِيْعَ	اِيْمَانَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِالنَّاسِ
ہدایت دی	اللہ نے	اور	نہیں	تھا	اللہ	یہ کہ وہ ضائع کردے	تمہارا ایمان	بیشک	اللہ	لوگوں پر

ہدایت عطا فرمائی، اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تمہارا ایمان ضائع کردے، بیشک اللہ لوگوں پر

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ

لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾	قَدْ	نَرٰى	تَقَلُّبَ	وَجْهِكَ	فِي	السَّمَآءِ
البتہ بہت شفیق	نہایت مہربان	یقینا	ہم دیکھ رہے ہیں	بار بار پھیرنا	آپ کے چہرے کا	بیچ	آسمان کے

بہت شفیق، نہایت مہربان ہے۔ ﴿۱۴۳﴾ یقیناً ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں،

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ	قِبْلَةً	تَرْضٰىهَا	فَوَلِّ	وَجْهَكَ	شَطْرَ	الْمَسْجِدِ
سو ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے	اس قبلے کو	جسے آپ پسند کرتے ہیں	سو آپ پھیر لیجیے	اپنا چہرہ	جانب	مسجد

سو عنقریب ہم آپ کو اُس قبلے کی جانب پھیر دیں گے جو آپ کو پسند ہے، لہٰذا آپ اپنا رخ مسجد حرام کی جانب

الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ

الْحَرَامِ	وَ	حَيْثُ	مَا	كُنْتُمْ	فَوَلُّوْا	وُجُوْهَكُمْ	شَطْرَهٗ	وَاِنَّ
حرام کے	اور	جہاں	کہیں	تم ہوا کرو	تو پھیر لیا کرو	اپنے چہروں کو	اس کی جانب	اور بیشک

پھیر لیجیے، اور تم لوگ بھی جہاں کہیں ہوا کرو اپنا رخ مسجد حرام کی جانب پھیر لیا کرو اور بیشک

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ

الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	لَيَعْلَمُوْنَ	اَنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ رَّبِّهِمْ	وَ	مَا	اللّٰهُ
وہ لوگ جو	دیے گئے	کتاب	البتہ وہ جانتے ہیں	یہ کہ بیشک وہ	برحق	ان کے رب سے	اور	نہیں	اللہ

اہل کتاب جانتے ہیں کہ یہ اُن کے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ اُن کاموں سے

بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ

بِغَافِلٍ	عَمَّا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾	وَ	لَىِٕنْ	اَتَيْتَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	بِكُلِّ	اٰيَةٍ
بے خبر	اس سے جو	وہ کرتے ہیں	اور	اگر	تو لے آئے	وہ لوگ جو	دیے گئے	کتاب	ہر	نشانی

بے خبر نہیں ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ﴿۱۴۴﴾ اور اگر آپ اہل کتاب کے پاس تمام معجزات ہی لے آئیں،

﴿۱۴۳﴾ اس آیت میں سب سے پہلے تو اس امت کو "معتدل امت" قرار دیا گیا ہے اور اس کا اعتدال عقائد سے لیکر عبادات تک، معاملات سے لیکر معاشرت تک اور اخلاق و کردار سے لیکر زندگی کے تمام معاملات تک نمایاں کردیا گیا ہے، چونکہ اس امت کو "وسط امم" ہونے کا اعزاز حاصل ہے لہٰذا اس کیلئے قبلہ بھی "وسط عالم" کو ہونا چاہیے اور وہ خانہ کعبہ ہے، مسجد اقصیٰ نہیں، خانہ کعبہ کو قبلہ قرار دینے کی ایک دلیل اور ایک حکمت تو یہ ہے، دوسری حکمت یہ ہے کہ ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں امتیاز ہونا چاہیے اور یہ فرق واضح ہونا چاہیے کہ کون قبلے اور سمت کی عبادت کرتا ہے اور کون اس قبلے اور سمت کو مقرر کرنے والے رب کی عبادت کرتا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تحویل قبلہ کے اس حکم کے ذریعے امتیاز مقصد تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اہمیت سمجھنے والے اور نہ سمجھنے والے لوگ الگ الگ ہوجائیں، تیسرے جملے میں لوگوں کی فطرت اور مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ اس حکم پر عمل درآمد میں دشواری ہوگی اور طبیعت پر گرانی ہوگی، لیکن جن لوگوں کو اللہ نے ہدایت عطا فرما دی ہے، ان کی طبیعت پر اس تبدیلی حکم سے کوئی گرانی نہیں ہوگی، کیونکہ ان کا کام تو حکم پر عمل کرنا ہے، حکمت دریافت کرنا اور احکام پر تنقید کرنا نہیں۔ یہاں اس سوال کا جواب معلوم کرلینا بھی ضروری ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم آنے سے پہلے جو لوگ بیت المقدس کی جانب رخ کرکے نماز پڑھتے ہوئے فوت ہوگئے، ان کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ یہ سوال اعتراض کی صورت میں یہودیوں نے اٹھایا اور بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی اس حوالے سے تشویش پیدا ہوئی، سو اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں اہل ایمان کو تسلی دیدی کہ اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں ہے، یہاں "ایمان" نماز کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم جو نمازیں بیت المقدس کی جانب رخ کرکے پڑھ چکے ہو، وہ نمازیں ضائع نہیں ہوں گی کیونکہ اس وقت بھی تم نے اپنی مرضی سے بیت المقدس کی جانب رخ نہیں کیا تھا اور آج بھی ایسا نہیں ہے، تم تو صرف حکم الٰہی پر عمل کررہے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ تو عزت افزائی اور انعام کا تقاضا کرتا ہے، اس لئے تم بے فکر رہو، اس طرح سے یہودیوں کے اعتراض کا جواب بھی ہوگیا۔ اس آیت میں اس آخری امت کا یہ اعزاز بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مختلف انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ سوال فرمائے گا کہ کیا تم نے اپنی اپنی قوموں کو دعوت توحید و رسالت اور احکام و شرائع پہنچا دیئے تھے؟ وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی، ان کی امتوں سے اس کے متعلق تفتیش کی جائے گی تو وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا، اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام سے ان کے دعویٰ پر "شہادت" طلب فرمائے گا، وہ اس آخری امت کو پیش کردیں گے، ان کی امتیں یہ اعتراض کریں گی کہ گواہی دینے والے افراد چونکہ موقع پر موجود نہیں تھے اس لئے ان کی شہادت معتبر نہیں، اس پر نبی اکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی گواہی کو سچا قرار دیتے ہوئے حجت قائم فرمائیں گے، زیر تذکرہ آیت میں اس اعزاز کا ذکر بھی آگیا ہے۔ ﴿۱۴۴﴾ اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ نزول وحی کے انتظار و اشتیاق میں ہوتا تھا کہ کب اللہ کی طرف سے وحی آئے، خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کیا جائے اور بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا موقع اور لطف آئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا اشارہ تھا کہ بیت المقدس کی جانب رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم ہمیشہ کیلئے نہیں ہے، کچھ وقت کے بعد اسے تبدیل کردیا جائیگا تب ہی تو بار بار آسمان کی جانب دیکھتے تھے، سو اس آیت میں وہ حکم جاری کردیا گیا، چنانچہ پہلے تو نبی علیہ السلام کو خطاب کیا گیا اور خصوصی طور پر انہیں مسجد حرام کی جانب رخ کرکے نماز پڑھنے کی تلقین کی گئی، پھر تمام مسلمانوں کو عمومی طور پر مخاطب کرکے انہیں بھی یہی حکم دیدیا گیا تاکہ کسی کے ذہن میں یہ شبہ نہ رہے کہ شاید یہ حکم صرف نبی علیہ السلام کیلئے آیا ہو، اسی پہلو کو نمایاں کرنے کیلئے اس عاجز نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ تم لوگ بھی جہاں =

مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ

مَا	تَبِعُوْا	قِبْلَتَكَ	وَ	مَآ	اَنْتَ	بِتَابِعٍ	قِبْلَتَهُمْ	وَمَا	بَعْضُهُمْ	بِتَابِعٍ
نہ	پیروی کریں وہ	آپ کے قبلے کی	اور	نہیں	آپ	پیروی کرنے والے	ان کے قبلے کی	اور نہیں	ان میں سے بعض	پیروی کرنے والے

تب بھی وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے، اور آپ اُن کے قبلے کی پیروی کرنے والے نہیں ہیں اور وہ ایک دوسرے کے قبلے کی

قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ

قِبْلَةَ	بَعْضٍ	وَ	لَئِنِ	اتَّبَعْتَ	اَهْوَآءَهُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَكَ	مِنَ
قبلے کی	بعض کی	اور	اگر	تونے پیروی کرلی	اُن کی خواہشات کی	بعد اس کے	جو	تیرے پاس آچکا	سے

پیروی کرنے والے نہیں ہیں، اور اے مخاطب! اگر تم اُن کی خواہشات کی پیروی کرنے لگے بعد اس کے کہ تمھارے پاس

وقف لازم

الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

الْعِلْمِ	اِنَّكَ	اِذًا	لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾	اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ
علم	بیشک تو	اس وقت	البتہ ظالموں میں سے	وہ لوگ جو	ہم نے انہیں دی	کتاب

علم آچکا تو اُس وقت تم بھی ظالموں میں سے ہوجاؤ گے۔ ﴿۱۴۵﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ

يَعْرِفُوْنَهٗ	كَمَا	يَعْرِفُوْنَ	اَبْنَآءَهُمْ	وَاِنَّ	فَرِيْقًا	مِّنْهُمْ	لَيَكْتُمُوْنَ
وہ اسے پہچانتے ہیں	جیسے وہ جو	پہچانتے ہیں	اپنے بیٹوں کو	اور بیشک	ایک گروہ	ان میں سے	البتہ چھپاتے ہیں وہ

وہ نبی ﷺ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور بیشک اُن میں سے ایک گروہ

وقف منزل

الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

الْحَقَّ	وَ	هُمْ	يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾	اَلْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	فَلَا	تَكُوْنَنَّ	مِنَ
حق کو	اور	وہ سب	جانتے ہیں	حق	سے	آپ کے رب کی	سونہ	ہوجائیں آپ	سے

جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔ ﴿۱۴۶﴾ حق وہی ہے جو آپ کے رب کی طرف سے آئے، سو آپ شک کرنے والوں میں سے

ع ۱۷/۱

الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ

الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾	وَ	لِكُلٍّ	وِّجْهَةٌ	هُوَ	مُوَلِّيْهَا	فَاسْتَبِقُوْا	الْخَيْرٰتِ
شک کرنے والوں میں	اور	ہر ایک کیلئے	ایک سمت	وہ	اس کا رخ کرنے والا	سوتم آگے بڑھو	نیکیوں میں

نہ ہوں۔ ﴿۱۴۷﴾ اور ہر ایک کیلئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے، سو تم نیکیوں میں سبقت کرو،

=کہیں ہوا کرو، اپنا رخ مسجد حرام کی جانب پھیر لیا کرو، نبی اکرم ﷺ نے اپنے اوپر نازل ہونے والے اس حکم کی دوران نماز ہی تعمیل فرمائی اور اپنا رخ بیت المقدس سے پھیر کر مسجد حرام کی جانب فرمالیا، اسی وجہ سے وہ مسجد ''ذوالقبلتین'' کے نام سے مشہور ہوگئی اور آج بھی مدینہ منورہ کی تاریخی مساجد میں شمار ہوتی ہے۔

﴿۱۴۵﴾ اس آیت میں نبی علیہ السلام سے خطاب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر آپ اہل کتاب کو ہر قسم کے معجزات اور نشانیاں دکھا دیں اور یہ سمجھیں کہ وہ آپ کی بات مان لیں گے اور تحویل قبلہ کے سلسلے میں بھی اور اس کے علاوہ بھی اپنے تمام اعتراضات واپس لے لیں گے تو ایسا نہیں ہوگا، کیونکہ تحویل قبلہ پر ان کا اعتراض لاعلمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ حسد، عداوت، بغض اور کینے کی وجہ سے ہے جس کا یہ اس قدر شکار ہیں کہ باوجود اہل کتاب ہونے کے یہودی، عیسائیوں کے اور عیسائی، یہودیوں کے قبلے کی جانب رخ نہیں کرتے، اسلئے یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے قبلے کی جانب کبھی رخ کریں گے، یہی وجہ ہے کہ آج تک اہل کتاب نے مسلمانوں کے قبلے کو تسلیم نہیں کیا، مقبوضہ بیت المقدس کی تاریخ کے پیچھے غالباً یہی پس منظر کارفرما ہے۔

﴿۱۴۶﴾ اس آیت کی تفسیر میں ''یعرفونہ'' کی ضمیر مفعول کی تعیین میں علما کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات کے نزدیک اس ضمیر کا مرجع ''کتاب'' ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کو ''قرآن کریم'' کا ایسا تعارف حاصل ہے جیسا کسی انسان کو اپنی اولاد کا اور اولاد میں سے بھی بیٹوں کا ہوتا ہے، لیکن یہ لوگ جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں، ان کی کتابوں میں اس قرآن کا مکمل تعارف اور تذکرہ موجود ہے، بعض حضرات نے اس ضمیر کا مرجع نبی اکرم ﷺ کو قرار دیا ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل کتاب کو اپنی کتابوں کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کا ایسا تعارف حاصل ہے جیسا کسی انسان کو اپنے بیٹوں کا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ جان بوجھ کر آپ کے احوال واوصاف کو چھپاتے ہیں، بعض حضرات نے یہ تفسیر بھی بیان کی ہے کہ اہل کتاب کو تحویل قبلہ کا حکم اپنی کتابوں کے ذریعے پہلے سے معلوم ہے کہ اس آخری امت کو یہ حکم دیا جائیگا، اس کے باوجود یہ لوگ اسے تسلیم نہیں کرتے، اس صورت میں ضمیر ''تحویل قبلہ'' کی طرف لوٹے گی۔

﴿۱۴۷﴾ اس آیت میں ظاہری طور پر خطاب کا رخ نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے، لیکن حقیقت میں یہ ایسی تعبیر ہے جو دوسروں کو سنانے کیلئے ہوتی ہے کہ جب اس کتاب کے اولین مخاطب سے یہ فرمایا جا رہا ہے تو تمہیں یہ حکم بطریق اولی اور سب سے پہلے ہوگا، کیونکہ وہ تو اللہ کے کسی حکم میں ایک لمحے کے کروڑویں حصے میں بھی کبھی شک نہیں کر سکتے، کہیں تم شک میں مبتلا نہ ہوجاؤ۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اَيْنَ مَا	تَكُوْنُوْا	يَاْتِ	بِكُمُ	اللّٰهُ	جَمِيْعًا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ
جہاں کہیں بھی	تم ہو گے	لے آئے گا	تمہیں	اللہ	سب کو	بیشک	اللہ	پر	ہر	چیز کے

تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو اکٹھا کر کے لے آئے گا، بیشک اللہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ﴿١٤٨﴾ وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

قَدِيْرٌ ﴿١٤٨﴾	وَ	مِنْ حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ	وَجْهَكَ	شَطْرَ	الْمَسْجِدِ
قدرت والا	اور	جہاں سے	آپ نکلیں	تو پھیر لیجئے	اپنا چہرہ	جانب	مسجد

قادر ہے۔ ﴿١٤٨﴾ اور آپ جہاں سے بھی نکلیں، اپنا رخ مسجدِ حرام کی طرف پھیر

الْحَرَامِ ؕ وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

الْحَرَامِ ؕ	وَ اِنَّهٗ	لَلْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ ؕ	وَ	مَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا
حرام کے	اور بیشک وہ	البتہ برحق	سے	آپ کے رب کی	اور	نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو

لیا کریں، اور بیشک یہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے، اور اللہ اُن کاموں سے بے خبر نہیں ہے

تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٩﴾ وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٩﴾	وَ مِنْ حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ	وَجْهَكَ	شَطْرَ
تم کرتے ہو	اور جہاں سے	آپ نکلیں	تو پھیر لیجئے	اپنا چہرہ	جانب

جو تم کرتے ہو۔ ﴿١٤٩﴾ اور آپ جہاں سے بھی نکلیں، اپنا رخ مسجدِ حرام کی طرف

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ

الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ ؕ	وَ حَيْثُ	مَا	كُنْتُمْ	فَوَلُّوْا	وُجُوْهَكُمْ	شَطْرَهٗ ؕ
مسجد	حرام کے	اور جہاں	کہیں	تم تھے	تو پھیر لیا کرو	اپنے چہروں کو	اُس کی جانب

پھیر لیا کریں، اور تم لوگ بھی جہاں کہیں ہوا کرو، اپنا رخ اسی کی جانب پھیر لیا کرو،

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا

لِئَلَّا	يَكُوْنَ	لِلنَّاسِ	عَلَيْكُمْ	حُجَّةٌ ۙ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ ۚ	فَلَا
تاکہ نہ	ہوتا ہے وہ	لوگوں کیلئے	تم پر	کوئی حجت	مگر	وہ لوگ جو	ظلم کیا انہوں نے	ان میں سے	تو نہ

تاکہ تم پر لوگوں کی کوئی حجت نہ رہے، سوائے اُن لوگوں کے جنھوں نے اُن میں سے ظلم کیا، سو تم

﴿١٤٨﴾ ۔اس آیت میں ''عمل کے پہلو'' کو نمایاں کیا گیا ہے کہ جس سمت کو بھی قبلہ مقرر کر دیا جائے، اصل مقصد تو عمل کرنا اور رب کو راضی کرنا ہے، اس کیلئے نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرنی چاہئے، جہاں تک تعلق ہے قبلے کا تو وہ ہر ایک کا مختلف ہے، افراد کو دیکھیں تب بھی اور اقوام کو دیکھیں تب بھی، ہر شخص اور قوم نے ایک مخصوص سمت کو اپنی توجہات کا مرکز بنایا ہوا ہے، تم ایمان اور عمل صالح کو اپنی توجہات کا مرکز بنالو، جب اللہ تم سب کو اکٹھا کرے گا تو تمہیں تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا اور وہ تمہیں جمع کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے کیونکہ اس کی قدرت اور دسترس سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

﴿١٤٩﴾ ۔اس آیت میں ''تحویل قبلہ'' کا حکم دوبارہ دیا گیا ہے، جس کا مقصد اس کی تاکید مزید ہے اور اس کی اہمیت کی وجہ سے اسے مؤکد کیا گیا ہے، علاوہ ازیں اس حکم کو حق تعالٰی کی طرف منسوب کر کے برحق قرار دیا گیا ہے اور مخالفین کی شرارتوں اور ان کے اعتراضات کے حوالے سے ایک جامع بات فرما دی گئی ہے کہ اللہ ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے، تاہم وہ موقع محل کی رعایت فرما لیتا ہے۔

تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ق وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

تَخْشَوْهُمْ	وَاخْشَوْنِيْ	وَ	لِاُتِمَّ	نِعْمَتِيْ	عَلَيْكُمْ	وَلَعَلَّكُمْ
ڈرو تم اُن سے	اور مجھ سے ڈرو	اور	تاکہ میں تمام کردوں	اپنی نعمت	تم پر	اور تاکہ تم

اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، اور تاکہ میں تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دوں اور تاکہ تم

تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا

تَهْتَدُوْنَ	كَمَآ	اَرْسَلْنَا	فِيْكُمْ	رَسُوْلًا	مِّنْكُمْ	يَتْلُوْا	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِنَا
ہدایت حاصل کرلو	جیسا کہ وہ	ہم نے بھیجا	تم میں	ایک پیغمبر	تم میں سے	وہ تلاوت کرتا ہے	تم پر	ہماری آیتیں

ہدایت حاصل کرلو۔ ﴿١٥٠﴾ جیسا کہ ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے،

وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا

وَ	يُزَكِّيْكُمْ	وَيُعَلِّمُكُمُ	الْكِتٰبَ	وَ	الْحِكْمَةَ	وَيُعَلِّمُكُمْ	مَّا	لَمْ تَكُوْنُوْا
اور	پاک کرتا ہے تمہیں	اور سکھاتا ہے تمہیں	کتاب	اور	حکمت	اور سکھاتا ہے تمہیں	وہ جو	نہ تھے تم

تمہارا تزکیہ کرتا ہے، تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿١٥٢﴾ ع

تَعْلَمُوْنَ	فَاذْكُرُوْنِيْٓ	اَذْكُرْكُمْ	وَاشْكُرُوْا	لِيْ	وَ	لَا	تَكْفُرُوْنِ
جانتے رہے	سو تم مجھے یاد کرو	میں تمہیں یاد کروں گا	اور شکر ادا کرو	میرا	اور	نہ	میری ناشکری کرو

نہیں جانتے تھے۔ ﴿١٥١﴾ سو تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو، ناشکری نہ کرو۔ ﴿١٥٢﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اسْتَعِيْنُوْا	بِالصَّبْرِ	وَالصَّلٰوةِ	اِنَّ	اللّٰهَ	مَعَ
اے	وہ لوگو جو	ایمان لائے	مدد طلب کرو تم	صبر کے ذریعے	اور نماز کے	بیشک	اللہ	ساتھ

اے اہل ایمان! صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو، بیشک اللہ صبر کرنے

الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ

الصّٰبِرِيْنَ	وَ	لَا	تَقُوْلُوْا	لِمَنْ	يُّقْتَلُ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اَمْوَاتٌ	بَلْ
صبر کرنے والوں کے	اور	مت	کہو تم	اس کے لئے جو	قتل کردیا گیا	بیچ	راستے	اللہ کے	مردے ہیں	بلکہ

والوں کے ساتھ ہے۔ ﴿١٥٣﴾ اور اُن لوگوں کو مُردہ مت کہو جو اللہ کی راہ میں مار جائیں، بلکہ

١٥٠ اس آیت میں تیسری مرتبہ "تحویل قبلہ" کا حکم دہرایا گیا ہے اور اس کی تین ہی حکمتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی حکمت یہ کہ لوگ تم سے حجت بازی نہ کرسکیں، کیونکہ اگر خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر نہ کیا جاتا تو اہل کتاب یہ اعتراض کرتے کہ ہماری کتابوں میں تو لکھا ہے کہ ان کا قبلہ بیت اللہ شریف ہوگا اور یہ تو اس کی جانب رخ نہیں کرتے، پھر وہ یہ بھی کہتے تھے کہ جس طرح قبلے کے معالے میں انہوں نے ہماری موافقت کرلی ہے اور یہ بھی ہماری طرح بیت المقدس کی جانب رخ کرتے ہیں، عنقریب دیگر معاملات میں بھی یہ ہماری ہم نوائی کریں گے، دوسری طرف مشرکین یہ اعتراض کرتے تھے کہ ویسے تو یہ ملت ابراہیمی پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے ہاتھوں تعمیر شدہ بیت اللہ کی جانب رخ نہیں کرتے، سو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ذریعے ان کی حجت بازی کو ختم کردیا، دوسری حکمت "اتمام نعمت" بیان فرمائی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان پر نعمتوں کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوسکتی تھی جب تک "تحویل قبلہ" کا حکم نہ آجاتا، جب یہ حکم آگیا تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تکمیل کا ایک اہم جزء وقوع پذیر ہو گیا، اور تیسری حکمت "ہدایت کا حصول" بیان فرمائی، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اہل ایمان نے بیت اللہ شریف کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کی تو وہ گمراہ نہیں ہوئے، انہوں نے حق تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا اور ہدایت حاصل کرلی، گمراہ تو وہ لوگ ہیں جو اس پر اعتراض کررہے ہیں اور خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، یہیں سے "تحویل قبلہ" کا حکم بار بار دہرانے کی حکمت بھی معلوم ہوگئی۔ ١٥١ اس آیت میں "تحویل قبلہ" سے پہلے کی ایک نعمت کا حوالہ دیا جارہا ہے تاکہ "اتمام نعمت" کا مفہوم خوب واضح ہوجائے اور وہ نعمت ہے "بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم" اور یہ اس امت کیلئے بلکہ ساری انسانیت کیلئے سب سے عظیم نعمت ہے اور اسی آیت میں اس بعثت کے اہم ترین مقاصد کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے جن میں سب سے پہلی چیز "تلاوت آیات" ہے، دوسری چیز تزکیہ نفس ہے، تیسری چیز "تعلیم کتاب" ہے اور چوتھی چیز "تعلیم حکمت" ہے، اس کی مکمل وضاحت سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ١٢٩ کے ذیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، البتہ یہاں پانچویں چیز بھی ذکر کی گئی ہے جو وہاں مذکور نہیں ہوئی، اور وہ ان احکام و شرائع، اخبار و واقعات کا علم ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے امت کی طرف منتقل ہوا، ظاہر ہے کہ امت کو ان چیزوں کا علم نہیں تھا، اور نہ ہی امت کے پاس ان کے حصول کا کوئی مستند ذریعہ تھا، سو اللہ تعالیٰ نے امت کو نبی علیہ السلام کے ذریعے ایسی چیزوں کا علم بھی عطا فرمادیا۔ ١٥٢ اس آیت میں حق تعالیٰ نے اہل ایمان کو ذکر اور شکر دو چیزوں کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ یہ وعدہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم میرا ذکر کرو گے تو میں تمہیں یاد رکھوں گا، عام طور پر لوگوں کو اس آیت کا اور اس مضمون کی روایات کا مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے اور وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اگر بندہ اللہ کا نام لیتا ہے تو اللہ بھی اس بندے کا نام لیتا ہے، اگر ایسا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر بندے نے تسبیح پکڑ کر سو مرتبہ اللہ کا نام لیا تو اللہ بھی سو مرتبہ ہی بندے کا نام لے گا، ظاہر ہے کہ یہ مطلب صحیح نہیں ہے، محدثین نے اس کا صحیح مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تم مجھے "طاعت" کے ساتھ یاد رکھو، میں تمہیں "نعمت" کے ساتھ یاد رکھوں گا، اور شکر کا حکم دے کر ناشکری سے بچنے کی تاکید اس لئے فرمائی کہ انسان کی نعمتوں میں مزید اضافہ ہوسکے۔ ١٥٣ اس آیت میں اہل ایمان کو مخاطب بنا کر صبر اور نماز کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ انسان میں حب مال اور حب جاہ دو ایسی خطرناک بیماریاں ہیں جو انسان کو اخلاقی اور روحانی اعتبار سے نچوڑ کر رکھ دیتی ہیں، چنانچہ صبر کے ذریعے حب مال اور نماز کے ذریعے حب جاہ کا علاج کیا گیا ہے اور جب انسان ان دو بیماریوں پر قابو پانے میں کامیاب ہوجائے تو اسے اللہ کی معیت نصیب ہوجاتی ہے۔

اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿١٥٤﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ

اَحْيَآءٌ	وَّ	لٰكِنْ	لَّا	تَشْعُرُوْنَ ﴿١٥٤﴾	وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ	بِشَيْءٍ	مِّنَ الْخَوْفِ
زندہ لوگ	اور	لیکن	نہیں	تم شعور رکھتے	اور البتہ ہم تمہیں آزمائیں گے	تھوڑے سے	خوف سے

وہ زندہ ہیں، لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ ﴿١٥٤﴾ اور ہم تمہیں تھوڑے سے خوف، بھوک،

وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ

وَالْجُوْعِ	وَ	نَقْصٍ	مِّنَ	الْاَمْوَالِ	وَ	الْاَنْفُسِ	وَالثَّمَرٰتِ ؕ	وَ	بَشِّرِ
اور بھوک سے	اور	کمی کر کے	سے	مالوں میں	اور	جانوں میں	اور پھلوں میں	اور	خوشخبری دیدے

مال و جان اور پھلوں کی کمی کے ساتھ ضرور آزمائیں گے، اور آپ صبر کرنے والوں کو

الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ

الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾	الَّذِيْنَ	اِذَآ	اَصَابَتْهُمْ	مُّصِيْبَةٌ ۙ	قَالُوْٓا	اِنَّا	لِلّٰهِ	وَاِنَّآ
صبر کرنے والوں کو	وہ لوگ	جب	انہیں پہنچے	کوئی مصیبت	کہیں وہ	بیشک ہم	اللہ کیلئے	اور بیشک ہم

خوشخبری دیدیجیے۔ ﴿١٥٥﴾ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کیلئے ہیں اور ہم

اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ

اِلَيْهِ	رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾	اُولٰٓئِكَ	عَلَيْهِمْ	صَلَوٰتٌ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَرَحْمَةٌ
اسی کی طرف	لوٹنے والے	وہی لوگ	اُن پر	عنایتیں	سے	ان کے رب کی	اور مہربانی

اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ﴿١٥٦﴾ یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی طرف سے عنایتیں اور مہربانی ہے،

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ

وَ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾	اِنَّ	الصَّفَا	وَالْمَرْوَةَ	مِنْ	شَعَآئِرِ	اللّٰهِ ۚ
اور	وہ لوگ	وہی	ہدایت یافتہ لوگ	بیشک	صفا	اور مروہ	سے	نشانیاں	اللہ کی

اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ ﴿١٥٧﴾ بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں،

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ

فَمَنْ	حَجَّ	الْبَيْتَ	اَوِاعْتَمَرَ	فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْهِ	اَنْ	يَّطَّوَّفَ	بِهِمَا ؕ
سو جو کوئی	حج کرے	بیت اللہ کا	یا عمرہ کرے	تو نہیں	کوئی حرج	اس پر	یہ کہ	طواف کرے	ان دونوں کا

لہٰذا اب جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اُس پر اِن دونوں کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے،

﴿١٥٤﴾ اس آیت میں راہِ خدا میں شہادت کا رتبہ حاصل کرنے والوں کو "مردہ" کہنے سے منع کیا گیا ہے، جس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر شہید کو "مردہ" کہنا ممنوع ہے تو اس کے ساتھ مُردوں والے معاملات کیوں کیے جاتے ہیں؟ اس کی تجہیز و تکفین کیوں کی جاتی ہے؟ اس کی تدفین کیوں کی جاتی ہے؟ اس کی وراثت کیوں تقسیم کی جاتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ تمام معاملات اسی وقت ہوتے ہیں جب انسان مر جاتا ہے، زندہ آدمی کی تجہیز و تکفین اور تدفین تو نہیں کی جاتی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی زندگی کی اصل حقیقت و ماہیت اور کیفیت انسان کے ادراک و شعور کے دائرے سے باہر ہے، اس لئے وہ زندہ تو ہیں لیکن انسان کو اس زندگی کا شعور حاصل نہیں ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان کو ہر چیز کا شعور حاصل ہو، اس لیے انسان کا ان کی زندگی سے انکار کرنا مناسب نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ان کی تجہیز و تکفین اور تدفین کیوں عمل میں لائی جاتی ہے؟ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی روح کچھ دیر کے لیے ان کے جسم سے نکل جاتی ہے، گویا ظاہری طور پر وہ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اس لیے احکامِ میت ان کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور حقیقت میں وہ زندہ ہوتے ہیں اس لیے انہیں یہاں مُردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

﴿١٥٥﴾ اس آیت میں مستقبل کے حوالے سے ایک پیش بندی فرمائی گئی ہے تا کہ اہل ایمان اس کیلئے ذہنی طور پر تیار رہیں، کیونکہ ناگہانی واقعات انسان کیلئے زیادہ بڑا دھچکا ثابت ہوتے ہیں اس لئے پہلے سے بتا دیا گیا کہ ایمان قبول کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ناخوشگوار حالات کبھی پیش نہیں آئیں گے بلکہ ایسا ضرور ہوگا کہ انسان کی آزمائش کبھی خوف سے کی جائے، یہ خوف کسی بھی چیز کا ہو سکتا ہے، بھوک کے ذریعے اسے آزمایا جائے، مال میں کمی کر دی جائے، عزیز و اقارب میں سے کوئی فوت ہو جائے، پھلوں کی کمی واقع ہو جائے، اس موقع پر انسان کا صبر کرنا اور اللہ کا شکوہ بندوں سے نہ کرنا ہی صبر کے تقاضے کو پورا کرے گا گو کہ طبیعت پر رنج اور آنکھوں میں آنسو ہی ہوں اور ایسے ہی لوگوں کو خوشخبری دی گئی ہے۔

﴿١٥٦﴾ اس آیت میں مصیبت کے وقت پڑھے جانے والے کلمات سکھائے گئے ہیں، ضروری نہیں ہے کہ یہ کلمات کسی کی موت کی خبر سن کر پڑھے جائیں، کسی بھی مصیبت یا پریشان کن خبر کو سن کر یا اس میں مبتلا ہو کر یہ کلمات پڑھے جا سکتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو یہ حقیقت یاد کروائی جائے کہ وہ اللہ کی ملکیت میں ہے اور اللہ اس کا مالک ہے اور مالک کو اپنے مملوک میں تصرف کا پورا اختیار ہوتا ہے اس لئے اللہ کے فیصلے میں انسان کو شکوہ کی جگہ نہیں رکھنی چاہئے۔

﴿١٥٧﴾ اس آیت میں مصیبت پر صبر کرنے والوں کیلئے دو چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے، ایک تو اللہ کی عنایتوں کا اور دوسرا اللہ کی رحمت کا، اور اس کے ساتھ ہی انہیں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ صبر کرنے والے لوگ ہدایت یافتہ اور سیدھی راہ پر گامزن ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ بے صبری سیدھا راستہ نہیں ہے۔

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿۱۵۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ

وَ	مَنْ	تَطَوَّعَ	خَيْرًا	فَإِنَّ	اللّٰهَ	شَاكِرٌ	عَلِيمٌ ﴿۱۵۸﴾	إِنَّ	الَّذِينَ
اور	جو کوئی	خوشی سے کرے	کوئی نیکی	تو بیشک	اللہ	قدردان	خوب جاننے والا	بیشک	وہ لوگ جو

اور جو شخص اپنی خوشی سے نیکی کا کام کرے تو بیشک اللہ قدردان، جاننے والا ہے۔ ﴿۱۵۸﴾ بیشک جو لوگ

يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ

يَكْتُمُونَ	مَا	أَنْزَلْنَا	مِنَ	الْبَيِّنَاتِ	وَالْهُدَىٰ	مِنْ بَعْدِ	مَا	بَيَّنَّاهُ
چھپاتے ہیں	وہ جو	نازل کیا ہم نے	سے	واضح دلائل	اور ہدایت	پیچھے سے	وہ جو	بیان کیا ہم نے اسے

ہمارے اتارے ہوئے واضح دلائل اور ہدایت کو چھپا لیتے ہیں، بعد اس کے کہ ہم اُسے کتاب میں

لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا

لِلنَّاسِ	فِي	الْكِتَابِ	أُولَٰئِكَ	يَلْعَنُهُمُ	اللّٰهُ	وَيَلْعَنُهُمُ	اللَّاعِنُونَ ﴿۱۵۹﴾	إِلَّا
لوگوں کیلئے	بیچ	کتاب کے	وہی لوگ	لعنت کرتا ہے اُن پر	اللہ	اور لعنت کرتے ہیں اُن پر	لعنت کرنے والے	مگر

لوگوں کیلئے بیان کر چکے، تو ایسے ہی لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی اُن پر لعنت کرتے ہیں۔ ﴿۱۵۹﴾ سوائے

الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا

الَّذِينَ	تَابُوا	وَأَصْلَحُوا	وَ	بَيَّنُوا	فَأُولَٰئِكَ	أَتُوبُ	عَلَيْهِمْ	وَ	أَنَا
وہ لوگ جو	توبہ کی	اور اصلاح کر لی	اور	بیان کر دیا	تو وہی لوگ	میں توجہ کرتا ہوں	اُن پر	اور	میں

اُن لوگوں کے جو توبہ کر لیں، اپنی اصلاح کر لیں اور حق بات بیان کر دیں، تو انہی لوگوں پر میں توجہ کرتا ہوں، اور میں

التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ

التَّوَّابُ	الرَّحِيمُ ﴿۱۶۰﴾	إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	وَمَاتُوا	وَ	هُمْ	كُفَّارٌ	أُولَٰئِكَ
خوب توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور مر گئے	اور	وہ	کفر کرنے والے	وہی لوگ

خوب توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہوں۔ ﴿۱۶۰﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہونے کی حالت میں ہی وہ مر گئے، اُن پر

عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۶۱﴾ خَالِدِينَ

عَلَيْهِمْ	لَعْنَةُ	اللّٰهِ	وَالْمَلَائِكَةِ	وَ	النَّاسِ	أَجْمَعِينَ ﴿۱۶۱﴾	خَالِدِينَ
ان پر	لعنت	اللہ کی	اور فرشتوں کی	اور	لوگوں کی	سب کے سب	ہمیشہ رہنے والے

اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ ﴿۱۶۱﴾ وہ اُس لعنت میں

﴿۱۵۸﴾ اس آیت میں صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں کو "شعائر اللہ" میں سے قرار دیا گیا ہے اور شعار کسی بھی چیز کی اس مخصوص علامت کو کہا جاتا ہے جس سے اس کی شناخت ہو جائے مثلاً ہائیکورٹ کے باہر کالے کوٹ والے شخص کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا کہ یہ وکیل ہے، اور ہسپتال کے باہر سفید کوٹ والے شخص کو دیکھ کر اس کے ڈاکٹر ہونے کا اندازہ لگانا، کسی ویرانے میں مسجد دیکھ کر یا اذان سن کر مسلمان کا اندازہ لگانا، اسی طرح صفا اور مروہ کو دیکھ کر اللہ کی خاطر قربانی کے جذبے کا اندازہ لگانا بھی شعار ہے، یہاں یہ بات بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ ان پہاڑوں پر تو مشرکین نے بتوں کو رکھ چھوڑا تھا جن کی وہ عبادت کرتے تھے، اب اگر ان کی تعظیم کی گئی تو یہ ان کی تقویت کا سبب بن جائے گی، اس لئے واضح الفاظ میں فرما دیا کہ مشرکین کی غلط حرکات کی وجہ سے اصل حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ علامات اور نشانیاں ہیں، لہٰذا ان کے درمیان سعی کرنا گناہ نہیں ہے، اس اسلوب بیان سے یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ دراصل یہاں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا شرعی حکم بیان کرنا مقصود نہیں ہے، یہاں صرف اس غلط فہمی کا ازالہ مقصود ہے جو عنقریب ذکر ہوا، جہاں تک تعلق ہے اس کے شرعی حکم کا تو وہ واجب ہے اور بلا عذر ترکِ واجب پر دم واجب ہوتا ہے۔

﴿۱۵۹﴾ اس آیت میں "کتمانِ حق" کی سزا بیان کی گئی ہے کہ جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں، ان پر لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو، یعنی اللہ کی، تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، جیسا کہ آیت نمبر ۱۶۱ میں آ رہا ہے، مفسرین نے اس لعنت کا مصداق ان اہل کتاب کو قرار دیا ہے جنہوں نے حق واضح ہو جانے کے باوجود اسے چھپایا اور اللہ کے احکامات وکلمات میں تحریف کی، تاہم آیت کے الفاظ عام ہیں اور عام معنی مراد لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے کیونکہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے، خصوص مورد کا نہیں اس لئے ہر وہ شخص جو حق کو چھپائے اس آیت کے عموم میں شامل ہے۔

﴿۱۶۰﴾ اس آیت میں ان لوگوں کو "لعنت" سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو توبہ کر لیں، اپنی اصلاح کر لیں اور آئندہ کیلئے کتمان حق کو چھوڑ دیں، حق بات بیان کرنے میں کسی مصلحت کا شکار نہ ہوں، ایسے لوگ نہ صرف یہ کہ لعنت سے بچ جائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ بھی قبول فرمائے گا کیونکہ وہ تو ہے ہی خوب توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے والا۔

﴿۱۶۱﴾ اس آیت میں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی، تمام فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہے جو کفر کی حالت میں مر جائیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ مرنے سے پہلے تو یہ ممکن ہے کہ انسان توبہ کر لے، لیکن مرنے کے بعد تو یہ امکان بھی ختم ہو جاتا ہے، غور کیا جا سکتا ہے کہ آیت نمبر ۱۵۹ میں کتمان حق کی بھی یہی سزا بیان کی گئی تھی، گویا کہ حق کو چھپانا اور کفر پر مر جانا دونوں ہی اللہ کی لعنت کا سبب بننے والے عمل ہیں، حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ حق کو چھپانے والا کافر ہی ہو، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ دونوں پر ہونے والی لعنت اپنی مقدار اور کیفیت میں یکساں ہی ہو، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ دونوں ہی میں اللہ کی لعنت پوشیدہ ہے۔

فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿١٦٢﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

فِيْهَا ۚ	لَا	يُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا	هُمْ	يُنْظَرُوْنَ ﴿١٦٢﴾	وَاِلٰهُكُمْ	اِلٰهٌ
اس میں	نہ	ہلکا کیا جائیگا	اُن سے	عذاب کو	اور نہ	وہ	مہلت دیئے جائیں گے	اور تمہارا معبود	معبود

ہمیشہ رہیں گے، اُن کے عذاب میں کوئی تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی اُنہیں مہلت دی جائے گی۔ [۱۶۲] اور تمہارا معبود

وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ ع ۱۹ ۱۱ ۲

وَّاحِدٌ ۚ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	الرَّحْمٰنُ	الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾	اِنَّ	فِيْ	خَلْقِ
ایک	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	بہت رحم کرنے والا	نہایت مہربان	بیشک	بیچ	پیدا کرنے کے

ایک ہی معبود ہے، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بہت رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ [۱۶۳] بیشک آسمان

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ

السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَ	اخْتِلَافِ	الَّيْلِ	وَ	النَّهَارِ	وَالْفُلْكِ	الَّتِيْ
آسمانوں کے	اور زمین کے	اور	بدل بدل کر آنا	رات	اور	دن	اور کشتیوں میں	وہ جو

و زمین کی تخلیق میں، دن اور رات کے بدل بدل کر آنے میں، اُن کشتیوں میں جو

تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

تَجْرِيْ	فِي	الْبَحْرِ	بِمَا	يَنْفَعُ	النَّاسَ	وَ	مَآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	مِنَ السَّمَآءِ
چلتی ہیں	بیچ	سمندر کے	ساتھ اس کے جو	فائدہ دیتا ہے	لوگوں کو	اور	وہ جو	نازل کیا	اللہ نے	آسمان سے

لوگوں کی نفع بخش چیزیں لیکر سمندر میں چلتی ہیں، اُس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے

مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪

مِنْ	مَّآءٍ	فَاَحْيَا	بِهِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ	مَوْتِهَا	وَ	بَثَّ	فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ	دَآبَّةٍ ۪
سے	پانی	سو زندہ کیا	اس کے ذریعے	زمین کو	پیچھے	اس کے مرنے کے	اور	بکھیر دیا	اس میں	سے	ہر	چوپایہ

اتارا، پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر طرح کے چوپائے بکھیرے،

وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

وَّ	تَصْرِيْفِ	الرِّيٰحِ	وَالسَّحَابِ	الْمُسَخَّرِ	بَيْنَ	السَّمَآءِ	وَ	الْاَرْضِ
اور	پھیرنے میں	ہواؤں کے	اور بادلوں میں	کام میں لگا ہوا	درمیان	آسمان	اور	زمین کے

ہواؤں کے بدلنے میں اور آسمان و زمین کے درمیان کام میں لگے ہوئے بادلوں میں

[۱۶۲] اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ کفر کی حالت میں مرجانے والے ہمیشہ اس لعنت کا شکار رہیں گے، اس لئے کہ لعنت کو دور کرنے والی چیز "توبہ" کا دروازہ ان پر بند ہو چکا ہے، اسی بناء پر ان کے عذاب میں کوئی تخفیف یا کسی قسم کی مہلت انہیں نہ مل سکے گی۔

[۱۶۳] اس آیت میں "توحید خالص" کا بیان کیا گیا ہے، تاکہ انسان یہ سمجھے کہ معبود بننے کی صلاحیت اللہ کے علاوہ کسی میں نہیں، وہی اکیلا معبود برحق ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس کی رحمت عام بھی ہے اور تام بھی، دنیا میں بھی وہی مہربان ہے اور آخرت میں بھی وہی رحم فرمانے والا ہے، لہٰذا عبادت اور بندگی کا مستحق بھی صرف وہی ہے، کوئی اور نہیں۔

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

لَاٰیٰتٍ	لِّقَوْمٍ	یَّعْقِلُوْنَ﴿۱۶۴﴾	وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	یَّتَّخِذُ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ
البتہ نشانیاں	لوگوں کیلئے	عقل رکھتے ہیں وہ	اور سے	لوگ	وہ جو	بنالیتا ہے	سے	علاوہ اللہ کے

اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔ ﴿۱۶۴﴾ اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو

اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ

اَنْدَادًا	یُّحِبُّوْنَهُمْ	كَحُبِّ	اللّٰهِ ؕ	وَ	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْۤا	اَشَدُّ	حُبًّا	لِّلّٰهِ ؕ
شرکاء	وہ ان سے محبت کرتے ہیں	جیسی محبت	اللہ کی	اور	وہ لوگ جو	ایمان لائے	زیادہ سخت	محبت میں	اللہ کی

شریک بناتے ہیں، وہ اُن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے اللہ کی محبت ہو، اور اہلِ ایمان سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں،

وَلَوْ یَرَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۙ

وَلَوْ	یَرَى	الَّذِیْنَ	ظَلَمُوْۤا	اِذْ	یَرَوْنَ	الْعَذَابَ ۙ	اَنَّ	الْقُوَّةَ	لِلّٰهِ	جَمِیْعًا ۙ
اور اگر	دیکھتا	وہ لوگ جو	ظلم کیا انہوں نے	جب	دیکھیں گے وہ	عذاب کو	یہ کہ بیشک	طاقت	اللہ کیلئے	سب کی سب

کاش! کہ یہ ظالم وہ وقت دیکھیں جب وہ عذاب کو دیکھیں گے، کہ ساری کی ساری طاقت اللہ ہی کیلئے ہے

وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ

وَّ	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِیْدُ	الْعَذَابِ﴿۱۶۵﴾	اِذْ	تَبَرَّاَ	الَّذِیْنَ	اتُّبِعُوْا	مِنَ الَّذِیْنَ
اور	یہ کہ بیشک	اللہ	سخت دینے والا	عذاب کا	جب	بیزار ہوں گے	وہ لوگ جو	پیروی کیے گئے	ان لوگوں سے انہوں نے

اور یہ کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ ﴿۱۶۵﴾ جب وہ لوگ "جن کی پیروی کی گئی تھی" اپنی پیروی کرنے والوں سے بیزاری

اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ

اتَّبَعُوْا	وَرَاَوُا	الْعَذَابَ	وَتَقَطَّعَتْ	بِهِمُ	الْاَسْبَابُ﴿۱۶۶﴾	وَقَالَ
پیروی کی انہوں نے	اور دیکھیں گے وہ	عذاب کو	اور ٹوٹ جائیں گے	ان کے	تعلقات	اور کہیں گے

ظاہر کریں گے اور عذاب کو دیکھ لیں گے اور اُن کے سب تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ ﴿۱۶۶﴾ اور پیروی

الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا

الَّذِیْنَ	اتَّبَعُوْا	لَوْاَنَّ	لَنَا	كَرَّةً	فَنَتَبَرَّاَ	مِنْهُمْ	كَمَا	تَبَرَّءُوْا
وہ لوگ جو	پیروی کی انہوں نے	کاش! کہ	ہمارے لئے ہو	ایک مرتبہ لوٹنا	تو ہم بھی بیزار ہوں	ان سے	جیسا کہ	بیزار ہوئے

کرنے والے کہیں گے کہ کاش! ہم ایک مرتبہ واپس دنیا میں جاسکیں، پھر ہم بھی ان سے اسی طرح بیزاری ظاہر کریں گے جیسے یہ ہم سے

﴿۱۶۴﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل عقل کیلئے اپنی قدرت کی وہ نشانیاں بیان فرمائی ہیں جن میں سے ہر ایک نشانی پکار پکار کر "وحدہ، وحدہ" کا اعلان کر رہی ہے اور یہ تمام وہ دلائل قدرت ہیں جو معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے بھی بآسانی سمجھ سکتے ہیں، ان کی فہم کیلئے انسان کا بہت بڑا منطقی اور فلسفی ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن منطق یا فلسفے کی کتاب نہیں ہے، وہ عام آدمی کی رہنمائی کیلئے کتاب ہدایت و نصیحت ہے اس لئے قرآن میں عام طور پر وہی دلائل بیان کئے گئے ہیں جو عام آدمی کی سمجھ میں بآسانی آسکیں۔

چنانچہ یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی سات نشانیاں بیان کی گئی ہیں، پہلی نشانی زمین و آسمان کی تخلیق ہے، ہر شخص زمین پر چلتا اور آسمان تلے رہتا ہے، اسے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ آخر وہ کون سی ذات ہے جس نے اتنا وسیع وعریض اور اتنا بلند آسمان پیدا کر دیا؟ دوسری نشانی دن اور رات کا بدل بدل کر آنا ہے، چنانچہ دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے اور رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے، تیسری نشانی سمندر میں چلنے والی کشتیاں ہیں، ان بحری جہازوں کو پانی کی سطح پر چلانا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا انسان کی دسترس میں نہیں ہے، چوتھی نشانی آسمان سے برسنے والا پانی ہے جو زمین سمیت ہر مردہ چیز کے لیے زندگی کا سبب ہے، پانچویں نشانی زمین میں بکھری ہوئی جاندار مخلوق ہے، چھٹی نشانی ہواؤں کا نظام ہے اور ساتویں نشانی بادلوں کا نظام ہے، ان میں سے ہر چیز ہر شخص کے سامنے ہے، اگر وہ ان پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہے تو اُس کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

﴿۱۶۵﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہیں اور انہی سے محبت کرتے ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ وہ عبادت میں بھی شرک کرتے ہیں اور محبت میں بھی، حالانکہ ان کے معبودانِ باطلہ ضرورت کے وقت ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ ساری طاقتوں کا مالک اللہ ہے اور اس کی سزا بہت سخت ہے، جبکہ اہل ایمان عبادت بھی اللہ کی کرتے ہیں اور محبت بھی سب سے زیادہ اسی سے کرتے ہیں، گویا کہ اہل ایمان عبادت میں بھی شرک نہیں کرتے اور محبت میں بھی شرک سے بچتے ہیں۔

﴿۱۶۶﴾ اس آیت میں وہ منظر دکھایا گیا ہے جبکہ اللہ کی عبادت اور محبت میں دوسروں کو شریک کرنے والے اپنے باطل معبودوں سے بڑی بڑی توقعات وابستہ کر کے ان کی امداد کے منتظر ہوں گے اور وہ ان سے مکمل بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کریں گے اور ایسے ہو جائیں گے گویا ان کے درمیان کبھی کوئی تعلق رہا ہی نہ تھا۔

مِنَّا ۚ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَا هُمْ

مِنَّا	كَذٰلِكَ	يُرِيْهِمُ	اللّٰهُ	اَعْمَالَهُمْ	حَسَرٰتٍ	عَلَيْهِمْ	وَ	مَا	هُمْ
ہم سے	اسی طرح	دکھاتا ہے انہیں	اللہ	ان کے اعمال	حسرت دلانے کو	ان پر	اور	نہ	وہ

بیزار ہو رہے ہیں، اسی طرح اللہ انہیں اُن کے اعمال حسرت دلانے کیلئے دکھائے گا اور وہ جہنم سے

بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ ع ۲۰

بِخٰرِجِيْنَ	مِنَ	النَّارِ ﴿١٦٧﴾	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	كُلُوْا	مِمَّا	فِي	الْاَرْضِ
نکلنے والے	سے	آگ کے	اے	لوگو!	کھاؤ تم	اس میں سے جو	بیچ	زمین کے

کسی صورت نکلنے والے نہیں۔ ﴿١٦٧﴾ اے لوگو! زمین میں جو حلال پاکیزہ چیزیں ہیں،

حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

حَلٰلًا	طَيِّبًا	وَّلَا	تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ	الشَّيْطٰنِ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ
حلال	پاکیزہ	اور مت	پیروی کرو	قدموں کی	شیطان کے	بیشک وہ	تمہارا	دشمن

اُن میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بیشک وہ تمہارا

مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ

مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾	اِنَّمَا	يَاْمُرُكُمْ	بِالسُّوْٓءِ	وَالْفَحْشَآءِ	وَ	اَنْ	تَقُوْلُوْا	عَلَى	اللّٰهِ
کھلا	وہ توصرف	حکم دیتا ہے تمہیں	برائی کا	اور بے حیائی کا	اور	یہ کہ	تم کہو	پر	اللہ کے

کھلا دشمن ہے۔ ﴿١٦٨﴾ وہ تو تمہیں برائی اور بے حیائی کا ہی حکم دے گا اور یہ کہ تم اللہ کے حوالے سے وہ باتیں کہو

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦٩﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ

مَا	لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦٩﴾	وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمُ	اتَّبِعُوْا	مَآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	قَالُوْا	بَلْ	نَتَّبِعُ
وہ جو	نہیں	تم جانتے	اور	جب	کہا جائے	ان سے	پیروی کرو تم	وہ جو	نازل کیا	اللہ نے	کہا انہوں نے	بلکہ	ہم پیروی کریں گے

جو تم نہیں جانتے۔ ﴿١٦٩﴾ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کی ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اُس چیز کی پیروی

مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۚ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا

مَآ	اَلْفَيْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا	اَوَلَوْ	كَانَ	اٰبَآؤُهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ	شَيْئًا
وہ جو	ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپوں کو	اور کیا اگر	ہوئے	اُن کے باپ	نہ سمجھتے ہوں وہ	کچھ بھی

کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے، اگرچہ اُن کے آباؤاجداد کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں

﴿١٦٧﴾ اس آیت میں غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کی حسرت کا ذکر کیا گیا ہے جس کا اظہار وہ قیامت کے دن کریں گے کہ کاش! ہمیں ایک مرتبہ دنیا میں واپس لوٹا دیا جائے، تا کہ ہم بھی ان سے اسی طرح بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کریں، لیکن نہ صرف یہ کہ ان کی یہ حسرت پوری نہ ہوگی، بلکہ انہوں نے دنیا میں نیکی کے جو کام کئے ہوں گے، وہ بھی ان کیلئے باعث حسرت و ندامت بن جائیں گے، کیونکہ ایمان کے بغیر اعمال صالحہ بھی ریت کی دیوار ثابت ہوں گے اور وہ لوگ جہنم سے کبھی نہ نکل سکیں گے۔

﴿١٦٨﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کو مخاطب کر کے اسے ایک حکم دیا ہے اور ایک کام سے منع کیا ہے، حکم تو اس بات کا دیا ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور ممانعت شیطان کی پیروی کرنے کی فرمائی ہے، بظاہر ان دونوں کا مکلف اہل ایمان کو ہونا چاہیے اور خطاب بھی انہی سے ہونا چاہئے، کیونکہ اللہ کے حکموں کی پیروی کا عہد تو صرف انہوں نے کیا ہے، ساری انسانیت نے تو نہیں کیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں کام ساری انسانیت کیلئے یکساں مفید ہیں، حلال کھانا مسلم اور غیر مسلم دونوں کیلئے فائدہ مند ہے اور حرام میں دونوں کا نقصان ہے اور دونوں ہی اس کے برے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح شیطان کی پیروی سے بچنا مسلم اور غیر مسلم دونوں کیلئے فائدہ مند ہے، گویا کہ یہاں ہمدردانہ طور پر ساری انسانیت کو دعوت دی گئی ہے اور اہل ایمان کو خصوصیت کے ساتھ اس کا حکم دے کر مکلف بنایا گیا ہے۔

﴿١٦٩﴾ اس آیت میں شیطان کی پیروی کی ممانعت کی وجہ بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ شیطان تو تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا، وہ تمہیں اللہ کی طرف وہ باتیں منسوب کرنے کی ترغیب دے گا، جن کی حقیقت سے ہی تم ناواقف ہو اور تم نادانی میں اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے لگ جاؤ گے، اور اس کا نقصان تم ہی کو ہوگا، اس لئے شیطان کی پیروی سے بچو۔

وَلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ

وَ	لَا	يَهْتَدُوْنَ۝	وَمَثَلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	كَمَثَلِ	الَّذِيْ	يَنْعِقُ	بِمَا	لَا يَسْمَعُ
اور	نہ	وہ ہدایت یافتہ ہوئے	اور مثال	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	مثال اس کی	وہ جو	پکارے	اسے جو	نہیں سنتا

اور نہ راہِ راست پر ہوں؟ ۱۷۰ اور اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا، اُس شخص کی سی ہے جو ایسی چیزوں کو پکارے جو کچھ نہ سنیں

اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا

اِلَّا	دُعَآءً	وَّنِدَآءً	صُمٌّ	بُكْمٌ	عُمْیٌ	فَهُمْ	لَا	يَعْقِلُوْنَ۝	يٰٓاَيُّهَا
مگر	پکار	اور چلانا	بہرے	گونگے	اندھے	سو وہ	نہیں	عقل رکھتے	اے

سوائے پکار اور آواز کے، وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ کچھ نہیں سمجھیں گے۔ ۱۷۱ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُلُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا	رَزَقْنٰكُمْ	وَ	اشْكُرُوْا	لِلّٰهِ	اِنْ
لوگو! جو	ایمان لائے	کھاؤ تم	سے	پاکیزہ چیزیں	وہ جو	ہم نے تمہیں دیں	اور	شکر کرو تم	اللہ کا	اگر

اہلِ ایمان! وہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں، اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر

كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ

كُنْتُمْ	اِيَّاهُ	تَعْبُدُوْنَ۝	اِنَّمَا	حَرَّمَ	عَلَيْكُمُ	الْمَيْتَةَ	وَ	الدَّمَ	وَ	لَحْمَ
تم ہو	اُسی کی	عبادت کرتے	وہ تو صرف	اس نے حرام کیا	تم پر	مردار	اور	خون	اور	گوشت

تم اُسی کی عبادت کرتے ہو۔ ۱۷۲ اُس نے تو تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ

الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ

الْخِنْزِيْرِ	وَمَآ	اُهِلَّ	بِهٖ	لِغَيْرِ اللّٰهِ	فَمَنِ	اضْطُرَّ	غَيْرَ	بَاغٍ	وَّلَا	عَادٍ
خنزیر کا	اور وہ جو	نام لیا گیا	اس پر	غیر اللہ کا	سو جو کوئی	مجبور ہو جائے	نہ	سرکشی کرنے والا	اور نہ	حد سے بڑھنے والا

چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور ہو جائے، جبکہ نہ تو حد سے تجاوز کرے اور نہ ہی سرکشی کرنے والا ہو،

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ

فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْتُمُوْنَ
تو نہیں	کوئی گناہ	اس پر	بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	بیشک	وہ لوگ جو	چھپاتے ہیں

تو اُس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۱۷۳ بیشک وہ لوگ جو اللہ کی نازل کی ہوئی

۱۷۰ اس آیت میں مشرکین کے ایک لایعنی نقطہ نظر کو بیان کر کے اس کی تردید کی گئی ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکامات اور اس کی تعلیمات پر مشتمل کتابوں کی پیروی کرنے کی دعوت و ترغیب دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے آباؤ اجداد کا راستہ نہیں چھوڑ سکتے، یعنی آباؤ اجداد کی ایسی اندھی تقلید کہ اپنے کفر اور شرک کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتے، ایمان اور توحید خالص کا راستہ اختیار نہیں کرتے، بلکہ اس سلسلے میں اپنے آباؤ اجداد کو معیار بناتے ہیں، سوال یہ ہے کہ اگر ان کے آباؤ اجداد کے پاس عقل اور ہدایت نہیں تھی تو کیا پھر بھی یہ لوگ ان کی پیروی کرتے رہیں گے؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اگر آباؤ اجداد گمراہ ہوں تو کیا ان کی اولاد کا گمراہ ہونا بھی ضروری ہے؟ سوال یہ بھی ہے کہ کیا ہر وہ کام جو اُن کے آباؤ اجداد نے کیا، وہ اور ان کی نسلیں ہر کام میں اُن کی پیروی کرتی ہیں؟ سوال یہ بھی ہے کہ کیا ان کے آباؤ اجداد ہدایت اور گمراہی کا معیار تھے؟ سوال یہ بھی ہے کہ یہ معیار کسی انسان کا طے کردہ ہے یا خالق کا؟ اور سوال یہ بھی ہے کہ خالق کا متعین کردہ معیار برحق ہوتا ہے یا مخلوق کا؟ ۱۷۱۔ اس آیت میں کافروں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی جانور کے سامنے زور زور سے چلائے اور یہ توقع رکھے کہ جانور اس کی بات سمجھ جائیگا، ظاہر ہے کہ اس کی یہ توقع بے کار ہے اور اس کے چلانے سے اس کا کوئی کام نہیں بن سکتا، اسی طرح کفار اور مشرکین کا اپنے بتوں اور جھوٹے خداؤں کے سامنے چلانا اور ان سے دعائیں کرنا بے کار ہے اور اس سے ان کا کوئی کام ہرگز نہیں بن سکتا اور آخری جملے میں ان کافروں کو بہرا، گونگا اور اندھا فرما کر ان کی کم عقلی پر مہر لگا دی گئی ہے۔ ۱۷۲ اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ اہل ایمان کو مخاطب کر کے ''اکل حلال'' کی تاکید کی گئی ہے، جس کی اس سے پہلے عمومی طور پر ساری انسانیت کو دعوت دی گئی تھی، منشا اس کا یہ ہے کہ باقی لوگ حلال کھانے کا اہتمام کریں یا نہ کریں، اے ایمان والو! تم ضرور اس کا اہتمام کرو اور کھانا کھا کر اس کا شکر ادا کرو۔ ۱۷۳ اس آیت میں زمانۂ جاہلیت کی ایک خاص سوچ کی اصلاح مقصود ہے جس کے مطابق مشرکین نے آسمانی تعلیمات اور وحی الٰہی کے بغیر اپنی مرضی سے کچھ جانوروں کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اور کچھ جانوروں کو اپنے لیے حلال کر لیا تھا، ہونا یہ چاہئے تھا کہ وہ اللہ کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتے، لیکن انہوں نے صرف اپنی خواہشِ نفس کی بنا پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر رکھا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے تو تم پر مردار کو، خنزیر کے گوشت کو، خون کو اور غیر اللہ کے نام کے ذبیحے کو حرام قرار دیا تھا، تم نے انہیں حلال سمجھ کر کھانا شروع کر دیا اور جن جانوروں کو اس نے حلال کیا تھا، تم نے انہیں اپنے اوپر حرام قرار دے دیا، اس تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہاں تمام حرام چیزوں کا ذکر کرنا مقصد نہیں ہے، صرف ان مخصوص چیزوں کا ذکر مقصود ہے جو مشرکین اہل عرب حلال سمجھتے تھے، لہٰذا آیت میں مذکورہ چیزوں کے علاوہ بھی کچھ چیزیں حرام ہیں جو اپنے موقع پر بیان کی گئی ہیں۔ اس آیت میں سب سے پہلے تو مردار کو حرام قرار دیا گیا ہے، یعنی وہ جانور جو خود بخود مر جائے، یا اسے خلاف شرع طریقے سے ذبح کیا جائے، احادیث مبارکہ میں اس حکم سے صرف مچھلی اور ٹڈی دَل کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے نمبر پر خون کو حرام قرار دیا گیا ہے جس سے مراد بہتا ہوا خون ہے جو جانور کو ذبح کرتے وقت اس کی رگوں سے بہتا ہوا نکلتا ہے، احادیث مبارکہ میں اس حکم سے کلیجی اور تلی کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو کہ جما ہوا خون =

مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَشۡتَرُوۡنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا

مَآ	اَنۡزَلَ	اللّٰهُ	مِنَ	الۡكِتٰبِ	وَ	يَشۡتَرُوۡنَ	بِهٖ	ثَمَنًا	قَلِيۡلًا	اُولٰٓئِكَ	مَا
وہ جو	نازل کیا	اللہ نے	سے	کتاب کے	اور	خرید لیتے ہیں	اس کے بدلے	قیمت	تھوڑی	وہ لوگ	نہیں

کتاب کو چھپاتے ہیں اور اُس کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، وہ لوگ

يَاۡكُلُوۡنَ فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ

يَاۡكُلُوۡنَ	فِىۡ	بُطُوۡنِهِمۡ	اِلَّا	النَّارَ	وَ	لَا	يُكَلِّمُهُمُ	اللّٰهُ	يَوۡمَ	الۡقِيٰمَةِ
کھاتے	بیچ	اپنے پیٹوں کے	مگر	آگ	اور	نہ	بات کرے گا اُن سے	اللہ	دن	قیامت کے

اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ کے علاوہ کچھ نہیں بھر رہے، اور قیامت کے دن اللہ اُن سے ہم کلام نہیں ہو گا،

وَلَا يُزَكِّيۡهِمۡ ۖۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ

وَ	لَا	يُزَكِّيۡهِمۡ	وَ	لَهُمۡ	عَذَابٌ	اَلِيۡمٌ ﴿۱۷۴﴾	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيۡنَ	اشۡتَرَوُا	الضَّلٰلَةَ
اور	نہ	پاک کرے گا انہیں	اور	ان کیلئے	عذاب	دردناک	وہ لوگ	وہ جو	خرید لیا انہوں نے	گمراہی کو

اُن کا تزکیہ نہیں کرے گا، اور اُن کیلئے درد ناک عذاب ہے۔ ﴿۱۷۴﴾ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو

بِالۡهُدٰى وَالۡعَذَابَ بِالۡمَغۡفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصۡبَرَهُمۡ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾

بِالۡهُدٰى	وَالۡعَذَابَ	بِالۡمَغۡفِرَةِ	فَمَآ	اَصۡبَرَهُمۡ	عَلَى	النَّارِ ﴿۱۷۵﴾
ہدایت کے بدلے	اور عذاب کو	مغفرت کے بدلے	سو کس قدر	زیادہ صبر کرنے والے	پر	آگ کے

اور مغفرت کے بدلے عذاب کو خرید لیا ہے، سو یہ جہنم کی آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں۔ ﴿۱۷۵﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِى

ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	نَزَّلَ	الۡكِتٰبَ	بِالۡحَقِّ	وَ	اِنَّ	الَّذِيۡنَ	اخۡتَلَفُوۡا	فِى
وہ	اس وجہ سے کہ بیشک	اللہ	نازل کیا اُس نے	کتاب کو	برحق	اور	بیشک	وہ لوگ جو	اختلاف کیا انہوں نے	بیچ

یہ اس وجہ سے کہ اللہ نے برحق کتاب نازل فرمائی ہے، اور جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف

الۡكِتٰبِ لَفِىۡ شِقَاقٍۭ بَعِيۡدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ

الۡكِتٰبِ	لَفِىۡ	شِقَاقٍۭ	بَعِيۡدٍ ﴿۱۷۶﴾	لَيۡسَ	الۡبِرَّ	اَنۡ	تُوَلُّوۡا	وُجُوۡهَكُمۡ	قِبَلَ
کتاب	البتہ بیچ	بدبختی کے	دور کی	نہیں ہے	کامل نیکی	یہ کہ	تم پھیرلو	اپنے چہروں کو	جانب

پیدا کیا، وہ دور کی بدبختی میں جا پڑے ہیں۔ ﴿۱۷۶﴾ نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کا رخ مشرق

= ہونے کے باوجود مسلمانوں کیلئے حلال ہیں۔ تیسری چیز خنزیر کا گوشت ہے، لیکن اسے پڑھ کر کوئی اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ خنزیر کا صرف گوشت حرام ہے، کیونکہ یہاں صرف کھانے کی چیزوں کا بیان چل رہا ہے اور گوشت ہی کو کھایا جاتا ہے اس لئے صرف اسی کا ذکر کر دیا گیا ہے ورنہ خنزیر اپنی ذات کے اعتبار سے مکمل نجس ہے اور اس سے کسی بھی طرح فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ چوتھی چیز غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ ہے، اور اس کے عموم میں ہر وہ چیز شامل ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اس لئے جس جانور کو اللہ کے علاوہ کسی کے بھی نام پر ذبح کیا گیا ہو، اسے کھانا حلال نہیں ہوگا اور یہ بات عقل میں بھی آتی ہے کیونکہ جانور کو اللہ نے پیدا کیا، وہی اس کا رازق ہے اور وہی اس کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والا ہے، لہٰذا جس نے اسے پیدا کیا، اسی کے نام پر اسے قربان کیا جانا چاہئے، بصورت دیگر اسے حرام ہونا چاہئے۔ آخر میں ایک صورت کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جب انسان کیلئے حرام چیز بھی حلال ہو جاتی ہے اور وہ ہے ''اضطراری حالت'' یعنی انسان اس قدر مجبور ہو جائے کہ اس کے پاس اپنی جان بچانے کیلئے حرام کے علاوہ کوئی چیز نہ ہو، تو وہ بوقت ضرورت بقدر ضرورت اسی حرام کو استعمال کر سکتا ہے لیکن اس سے آگے نہ بڑھے۔ ﴿۱۷۴﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدہ کاموں میں ''کتمان علم'' کے ساتھ ایک اور چیز کا اضافہ فرمایا ہے یعنی لوگوں کی مرضی کے احکام اور مسائل بتا کر ہدیہ اور نذرانہ کے نام پر ان سے رشوت وصول کرنا، ان دونوں کی سزا یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ لوگ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں، اب یہ ان کی مرضی ہے کہ زیادہ بھریں یا تھوڑی، اس کے علاوہ قیامت کے دن یہ لوگ حق تعالیٰ کے لطف و کرم اور مہربانی والے کلام کی لذت سے محروم رہیں گے، اس دن ان کا تزکیہ بھی نہ ہو سکے گا کہ وہ پاک صاف ہو کر جنت میں جانے کے قابل ہو جائیں، یا یہ معنی ہے کہ کوئی ان کے حق میں گواہی دینے کیلئے تیار نہ ہوگا، اگر ہوگا بھی تو حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت نہ ہوگی، اس کے علاوہ ان کیلئے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

﴿۱۷۵﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حق چھپانے اور اس پر رشوت لینے والوں کی حماقت کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ لوگ تجارت کے اصولوں سے بھی ناواقف ہیں، انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو اور مغفرت کے بدلے عذاب کو خرید لیا، تاجر کبھی گھاٹے کا سودا نہیں کرتا، یہ کیسے لوگ ہیں کہ اتنی معمولی بات بھی نہیں سمجھتے، بڑے صابر لوگ ہیں کہ جہنم کی آگ پر صبر کر رہے ہیں۔ ﴿۱۷۶﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حق چھپانے والوں کو سزا دینے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ ہم نے تو جو کتاب نازل کی، وہ برحق تھی، اسے چھپانا یا اسے تبدیل کرنا یا اس میں اختلاف پیدا کرنا گمراہی ہے، اور اس کی سزا برحق ہے۔

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

الْمَشْرِقِ	وَالْمَغْرِبِ	وَلٰكِنَّ	الْبِرَّ	مَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ
مشرق	اور مغرب	اور لیکن	اصل نیکی	جو کوئی	ایمان لائے	اللہ پر	اور دن	پچھلے پر

اور مغرب کی جانب پھیر لو، لیکن نیکی یہ ہے کہ جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں، کتابوں

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى

وَالْمَلٰٓئِكَةِ	وَالْكِتٰبِ	وَالنَّبِيّٖنَ ۚ	وَ	اٰتَى	الْمَالَ	عَلٰى	حُبِّهٖ	ذَوِي الْقُرْبٰى
اور فرشتوں پر	اور کتاب پر	اور نبیوں پر	اور	دیا اُس نے	مال کو	پر	اس کی محبت کے	قریبی رشتہ داروں کو

اور نبیوں پر ایمان لائے، اور مال کی محبت کے باوجود قریبی رشتہ داروں، یتیموں،

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ

وَ	الْيَتٰمٰى	وَ	الْمَسٰكِيْنَ	وَ	ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ	وَالسَّآئِلِيْنَ	وَ	فِي	الرِّقَابِ ۚ
اور	یتیموں کو	اور	مسکینوں کو	اور	مسافر کو	اور سوال کرنے والوں کو	اور	بیچ	گردن چھڑانے کے

مسکینوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو دے اور گردنیں چھڑانے میں خرچ کرے،

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ

وَ	اَقَامَ	الصَّلٰوةَ	وَاٰتَى	الزَّكٰوةَ ۚ	وَ	الْمُوْفُوْنَ	بِعَهْدِهِمْ	اِذَا	عٰهَدُوْا ۚ
اور	قائم کی اُس نے	نماز	اور ادا کی اُس نے	زکوٰۃ	اور	پورا کرنے والے	اپنے عہد کو	جب	وہ عہد کریں

نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے، اور جب عہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں،

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ

وَالصّٰبِرِيْنَ	فِي	الْبَاْسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ	وَ	حِيْنَ	الْبَاْسِ ۗ	اُولٰٓئِكَ
اور صبر کرنے والے	بیچ	سختی	اور تکلیف کے	اور	وقت	جنگ کے	وہ لوگ

سختی اور تکلیف اور جنگ کے وقت صبر کرنے والے، یہی

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

الَّذِيْنَ	صَدَقُوْا ۗ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
وہ جو	سچ کر دکھایا انہوں نے	اور وہ لوگ	وہی	ڈرنے والے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔ ﴿١٧٧﴾ اے اہلِ ایمان!

﴿١٧٧﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''ابواب البر'' بیان فرمائے ہیں اور اس سلسلہ کلام کا آغاز جس جملے سے فرمایا ہے، وہ ایک خاص ذہنیت کی اصلاح کیلئے ہے کیونکہ لوگ کسی ایک کام کو اختیار کر کے باقی تمام کاموں سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک وہی ایک نیکی دوسری تمام نیکیوں پر بھاری اور ان کیلئے کفایت کرنے والی ہوتی ہے، چنانچہ یہود و نصاریٰ یہ سمجھتے تھے کہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا سب سے اعلیٰ نیکی ہے اور ہماری فضیلت کیلئے اتنا بھی کافی ہے۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ اگرچہ مخصوص قبلے کی جانب رخ کر کے عبادت کرنا بھی نیکی ہے، لیکن نیکی صرف مشرق اور مغرب کی جانب رخ کر لینے میں بند نہیں ہے، نیکی کے اس کے علاوہ بھی بہت سے کام ہیں، اس کے ساتھ ساتھ نیکی کے ان کاموں کو بھی اختیار کرنا چاہیے، جو لوگ نیکی کے ان کاموں کو اختیار کریں گے، وہی سچے لوگ ہیں اور انہی کو متقی ہونے کی سند ملے گی، وہ ''ابواب البر'' بہت سے عقائد، عبادات اور معاملات پر مشتمل ہیں، یہاں ایمانیات میں سے پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

١۔ اللہ پر ایمان ہونا۔
٢۔ آخرت پر ایمان ہونا۔
٣۔ فرشتوں پر ایمان ہونا۔
٤۔ کتابوں پر ایمان ہونا۔
٥۔ انبیاء علیہم السلام پر ایمان ہونا، عبادات میں سے مالی اور جسمانی دونوں عبادتوں کا ذکر کیا گیا ہے، مالی عبادات میں نفلی صدقات و خیرات بھی شامل ہیں اور فرض زکوٰۃ کی ادائیگی بھی، جس کے مصارف بھی یہاں ذکر کر دیئے گئے ہیں، جسمانی عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہے، سو اس کا ذکر بھی یہاں کر دیا گیا ہے، معاملات اور معاشرتی زندگی میں دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی چیز وعدہ پورا کرنا ہے اور دوسری چیز سختی اور آزمائش کے وقت صبر کرنا ہے، نیکی کے ان کاموں کو اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دو سندیں دی ہیں، پہلی یہ کہ وہ لوگ سچے ہیں اور دوسری یہ کہ وہ متقی ہیں، جس شخص کی سچائی اور تقویٰ کی تصدیق اللہ تعالیٰ خود فرمائے، اُسے مزید کسی تصدیق کی ضرورت نہیں رہتی۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ

كُتِبَ	عَلَيْكُمُ	الْقِصَاصُ	فِي	الْقَتْلٰى ؕ	اَلْحُرُّ	بِالْحُرِّ	وَ	الْعَبْدُ	بِالْعَبْدِ
لکھ دیا گیا	تم پر	برابری کرنا	بیچ	مقتولین کے	آزاد	آزاد کے بدلے	اور	غلام	غلام کے بدلے

تم پر مقتولین کے معاملے میں قصاص کو فرض کر دیا گیا ہے، آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے

وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ

وَالْاُنْثٰى	بِالْاُنْثٰى ؕ	فَمَنْ	عُفِيَ	لَهٗ	مِنْ اَخِيْهِ	شَيْءٌ	فَاتِّبَاعٌ
اور عورت	عورت کے بدلے	پھر جو کوئی	معاف کر دیا جائے	اسے	اس کے بھائی کی جانب سے	کوئی چیز	تو پیروی کرنا

اور عورت عورت کے بدلے، پھر جسے اُس کے بھائی کی طرف سے کوئی چیز معاف کر دی جائے تو بھلے طریقے سے

بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

بِالْمَعْرُوْفِ	وَ	اَدَآءٌ	اِلَيْهِ	بِاِحْسَانٍ ؕ	ذٰلِكَ	تَخْفِيْفٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ
بھلے طریقے سے	اور	ادا کرنا	اُس کی طرف	اچھے طریقے سے	وہ	بوجھ ہلکا کرنا	سے	تمہارے رب کے

پیچھا کیا جائے اور بھلے طریقے سے ادا کر دیا جائے، یہ تمہارے ربّ کی طرف سے تخفیف

وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٧٨﴾ وَلَكُمْ فِي

وَرَحْمَةٌ	فَمَنِ	اعْتَدٰى	بَعْدَ	ذٰلِكَ	فَلَهٗ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿١٧٨﴾	وَ	لَكُمْ	فِي
اور مہربانی	تو جو کوئی	حد سے تجاوز کرے	پیچھے	وہ	تو اس کیلئے	عذاب	دردناک	اور	تمہارے لئے	بیچ

اور مہربانی ہے، پھر جو شخص اس کے بعد بھی حد سے تجاوز کرے تو اُس کیلئے دردناک عذاب ہے۔ ﴿١٧٨﴾ اور اے اہلِ عقل! تمہارے لیے

الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٩﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ

الْقِصَاصِ	حَيٰوةٌ	يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٩﴾	كُتِبَ	عَلَيْكُمْ
برابری کے	زندگی	اے عقل والو!	تاکہ تم	بچتے رہو	لکھ دیا گیا	تم پر

قصاص کے حکم میں زندگی ہے تاکہ تم بچتے رہو۔ ﴿١٧٩﴾ جب تم میں سے کسی کی

اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ ۖ الْوَصِيَّةُ

اِذَا	حَضَرَ	اَحَدَكُمُ	الْمَوْتُ	اِنْ	تَرَكَ	خَيْرًا	الْوَصِيَّةُ
جب	حاضر ہو	تم میں سے ایک پر	موت	اگر	وہ چھوڑے	مال	وصیت کرنا

موت کا وقت قریب آئے اور وہ مال چھوڑے تو تم پر والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے

﴿١٧٨﴾ اس آیت میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے قصاص کی فرضیت کا حکم دیا گیا ہے، قصاص کا لفظی معنیٰ "برابری" ہوتا ہے، اور اس سے مراد قتل کے مقدمات میں قاتل کو مقتول کے ساتھ برابر کرنا ہے، یہ حکم سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی موجود تھا اور اہل عرب بھی اس قانون سے واقف تھے، لیکن حسب عادت اس حکم میں اس قدر تبدیلیاں کر دی گئی تھیں کہ یہ حکم ایک مذاق بن کر رہ گیا تھا، چنانچہ امیر کو غریب کے بدلے، مرد کو عورت کے بدلے اور آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جاتا تھا، ظاہر ہے کہ یہ لفظ "قصاص" کے تقاضے کو پورا نہ کرنے والی صورت حال تھی جس کی اس آیت میں اصلاح کر دی گئی ہے، اس تفصیل سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ اس آیت میں صرف آزاد، غلام اور عورت کو ایک دوسرے کے بدلے قتل کرنے کا جو ذکر کیا گیا ہے، یہ صرف مثال کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ صرف ان صورتوں میں قاتل اور مقتول کے درمیان برابری ضروی ہے، اور یہ مقصد بھی نہیں ہے کہ قتل کی صرف یہی صورتیں ہو سکتی ہیں بلکہ مقصد ان صورتوں میں اور اس کے علاوہ بھی تمام ممکنہ صورتوں میں برابری کی فرضیت بیان کرنا ہے۔ قصاص کا یہ حکم مقتول اور اس کے ورثا کے ساتھ خصوصی ہمدردی اور شفقت کی بناء پر دیا گیا ہے، اسی بناء پر یہ مقتول کے ورثاء کا حق ہے، لہٰذا انہیں یہ حق دیا جانا ضروری ہے، البتہ دیگر تمام حقوق کی طرح یہاں بھی صاحب حق کو اپنے حق سے دستبرداری کا اختیار ہے، اس لئے اگر مقتول کے ورثاء حق قصاص سے دستبردار ہو جائیں تو انہیں اس کا اختیار ہے، یہ دستبرداری دو طرح سے ہو سکتی ہے، ایک تو مالی معاوضے کے ساتھ کہ مقتول کے ورثا یہ کہیں کہ ہم قصاص کا مطالبہ چھوڑ دیتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ قاتل ہمیں اس قدر رقم دے اور دوسری صورت یہ کہ بغیر کسی مالی معاوضے کے وہ قاتل کو یہ کہہ کر معاف کر دیں کہ ہم نے اسے اللہ کی رضا کیلئے معاف کر دیا، پہلی صورت میں فریقین کو شائستگی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، مقتول کے ورثاء تقاضا کرنے میں شائستہ رویہ اختیار کریں اور قاتل انہیں طے شدہ رقم ادا کرنے میں پریشان نہ کرے، اس دستبرداری کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تخفیف اور مہربانی قرار دیا ہے، کیونکہ یہ تخفیف سابقہ آسمانی کتابوں میں نہیں تھی اور گزشتہ ادیان و مذاہب کے لوگ اس سے محروم تھے، اس لئے اب اگر اس قدر آسانی کے بعد بھی کوئی شخص حد سے تجاوز اور ظلم کرے تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ ﴿١٧٩﴾ اس آیت میں اہل عقل کو خطاب کر کے انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ قصاص کا یہ حکم اپنے لئے بھاری نہ سمجھو، اس میں زندگی کا راز پوشیدہ ہے، غور کرو کہ جس شخص نے ایک آدمی کو قتل کیا، اگر بدلے میں صرف اسی ایک آدمی کو قتل کیا جائے تو پورا قبیلہ اور خاندان اس کے جرم کی سزا بھگتنے سے بچ جائیگا، مقتول کے ورثا کو قاتل کے اہل خانہ کی جان اور مال سے تعرض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ملے گی، دوسرے لوگوں کو بھی اس سے عبرت ہوگی اور کوئی بھی شخص کسی کو قتل کرنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچے گا کہ بدلے میں مجھے بھی قتل کیا جائیگا، میرے پیچھے میرے گھر والوں کا کیا بنے گا؟ اور اگر وہ اس پہلو پر غور نہ کرے، جذبات سے مشتعل ہو کر قتل کا ارتکاب کر ہی بیٹھے تو یہ مجرم ہے اور اس کا یہ جرم ناقابل معافی ہے، اسے پھولوں کے ہار نہیں، تختہ دار پر چڑھایا جانا ہی عقل کا تقاضا ہے، اگر آج اسے سزا نہ دی گئی تو دوسرے لوگوں کی جرأت بھی بڑھے گی، یوں قتل کی وارداتوں میں بے پناہ اضافہ ہو جائیگا جو ملک میں بدامنی کا ذریعہ ہوگا اس لئے اس حکم کو نافذ کرنا ہی دانشمندی اور حکمت ہے۔

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ

لِلْوَالِدَيْنِ	وَ	الْاَقْرَبِيْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	حَقًّا	عَلَى	الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٨٠﴾	فَمَنْ
والدین کیلئے	اور	قریبی رشتہ داروں کیلئے	بھلے طریقے سے	یہ حق ہے	پر	متقی لوگوں کے	تو جو کوئی

بھلے طریقے سے وصیت کرنا فرض قرار دیا گیا ہے، یہ متقیوں پر حق ہے۔ ﴿١٨٠﴾ پھر جو شخص

بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

بَدَّلَهٗ	بَعْدَ	مَا	سَمِعَهٗ	فَاِنَّمَآ	اِثْمُهٗ	عَلَى	الَّذِيْنَ	يُبَدِّلُوْنَهٗ	اِنَّ	اللّٰهَ
بدل دے اسے	پیچھے	وہ	سنا اس نے اسے	تو صرف	اس کا گناہ	پر	وہ لوگ جو	اسے تبدیل کر دیں	بیشک	اللہ

اُسے سننے کے بعد بھی بدل دے تو اس کا گناہ اُن لوگوں پر ہو گا جو اُسے تبدیل کریں گے، بیشک اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ

سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ﴿١٨١﴾	فَمَنْ	خَافَ	مِنْ	مُّوْصٍ	جَنَفًا	اَوْ	اِثْمًا	فَاَصْلَحَ
خوب سننے والا	جاننے والا	پھر جو کوئی	ڈرے	سے	وصیت کرنے والے	حق تلفی کا	یا	گناہ کا	سو وہ صلح کروا دے

سننے والا، جاننے والا ہے۔ ﴿١٨١﴾ پھر جسے وصیت کرنے والے کی طرف سے جانبداری یا گناہ کا اندیشہ ہو اور وہ اُن کے درمیان

بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٨٢﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

بَيْنَهُمْ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿١٨٢﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
اُن کے درمیان	تو نہیں	کوئی گناہ	اس پر	بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اے	وہ لوگو! جو

صلح کروا دے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے، بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿١٨٢﴾ اے اہلِ

اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اٰمَنُوْا	كُتِبَ	عَلَيْكُمُ	الصِّيَامُ	كَمَا	كُتِبَ	عَلَى	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِكُمْ
ایمان لائے	لکھ دیا گیا	تم پر	روزہ	جیسا کہ	لکھا گیا	پر	وہ لوگ	تم سے پہلے

ایمان! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٨٣﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا

لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ ﴿١٨٣﴾	اَيَّامًا	مَّعْدُوْدٰتٍ	فَمَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ	مَّرِيْضًا
تاکہ تم	متقی بن جاؤ	کئی دن	گنے چنے	تو جو کوئی	ہو	تم میں سے	بیمار

تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ ﴿١٨٣﴾ یہ گنتی کے چند دن ہیں، لہٰذا تم میں سے جو شخص بیمار ہو

﴿١٨٠﴾ اس آیت میں والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں مرنے سے پہلے وصیت کرنے کو فرض قرار دیا گیا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں ہر وارث کا حصہ متعین کر دیا ہے، اور نبی ﷺ نے یہ اصول مقرر فرما دیا ہے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت کرنا معتبر نہیں ہے، اس لئے اب شرعی ورثاء کے حق میں تو وصیت کا حکم باقی نہیں رہا، البتہ اگر ان پر کسی کا کوئی حق لازم ہو تو اس کی وصیت کرنا اب بھی ضروری ہے، جہاں تک تعلق ہے اس آیت کا تو اس میں وصیت کی فرضیت کا حکم دینے کا پس منظر یہ ہے کہ لوگ اپنے ماں باپ کو وراثت میں ان کا حق نہیں دیتے تھے، میت کا سارا مال اس کی بیوہ اور اولاد لے جاتے تھے اور اولاد میں سے بھی بیٹے اس پر قبضہ کر لیتے تھے، اس لئے یہ ایک عارضی بندوبست کیا گیا کہ ان کے حق میں وصیت کو فرض کر دیا گیا، بعد میں جب ورثاء کے حصے متعین کیے گئے تو ان کا حصہ بھی متعین کر دیا گیا۔ ع ٢٢ ٦ ٦

﴿١٨١﴾ اس آیت میں وصیت تبدیل کرنے کو باعثِ وبال اور گناہ قرار دیا گیا ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے جو وصیت کی ہو، شرعی احکام کی روشنی میں مقررہ حد کے اندر اسے نافذ کرنا ضروری ہے، اگر ورثاء اس میں کوئی تبدیلی کریں گے تو گناہ گار ہوں گے۔

﴿١٨٢﴾ اس آیت میں وصیت کے حوالے سے یہ پہلو قابلِ غور آیا ہے کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ مرنے والے نے وصیت ہی میں ناانصافی اور ظلم سے کام لیا ہو، سو اگر کوئی آدمی ورثاء اور اس شخص یا ادارے کے درمیان صلح کروا دے جس کیلئے وصیت کی گئی ہو تو یہ بھی ظاہری طور پر مرنے والے کی وصیت میں تبدیلی ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس آیت نے واضح کر دیا کہ ایسی تبدیلی گناہ کا سبب نہیں بنتی، اس لئے صلح کروا دینا زیادہ بہتر ہے۔

﴿١٨٣﴾ اس آیت میں اہلِ ایمان سے خطاب کر کے ان پر روزوں کو فرض قرار دیا گیا ہے اور اس کیلئے گزشتہ اقوام کے روزوں کا حوالہ دیا گیا ہے تاکہ اہلِ ایمان کیلئے روزے رکھنا آسان ہو جائے، اہلِ ایمان سے خطاب کی وجہ یہ ہے کہ اس حکمِ شرعی کے مکلف وہی ہیں اور آخر میں روزے کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد کی طرف اشارہ فرما دیا کہ تمہارے بھوکا پیاسا رہنے اور اپنے نفس کی خواہشات کو پورا نہ کرنے کا منشا یہ نہیں ہے کہ العیاذ باللہ قدرت کے خزانوں میں غذائی ضروریات کی قلت واقع ہو گئی ہے اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ایک مہینے تک بھوکے پیاسے رہیں، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ان میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو جائے، وہ اللہ کے خوف سے نہ صرف یہ کہ حرام کو چھوڑنے والے بن جائیں، بلکہ اگر وہ انہیں حکم دے تو تعمیلِ حکم میں حلال کو بھی ترک کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور ان میں ضبطِ نفس کی عادت پیدا ہو جائے۔

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ

اَوْ	عَلٰى	سَفَرٍ	فَعِدَّةٌ	مِّنْ	اَيَّامٍ	اُخَرَ ؕ	وَعَلَى	الَّذِيْنَ	يُطِيْقُوْنَهٗ
یا	پر	سفر کے	تو گنتی کرنا	سے	کئی دن	دوسرے	اور پر	وہ لوگ جو	طاقت رکھتے ہیں اس کی

یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے، اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں، اُن کے ذمے

فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ

فِدْيَةٌ	طَعَامُ	مِسْكِيْنٍ ؕ	فَمَنْ	تَطَوَّعَ	خَيْرًا	فَهُوَ	خَيْرٌ	لَّهٗ ؕ	وَ	اَنْ
فدیہ	کھانا	ایک مسکین کو	پھر جو کوئی	خوشی سے کرے	کوئی نیکی	تو وہ	زیادہ بہتر	اس کیلئے	اور	یہ کہ

فدیہ ہے ایک مسکین کو کھانا کھلانا، پھر جو شخص اپنی خوشی سے نیکی کرے تو یہ اُس کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور

تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٤﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ

تَصُوْمُوْا	خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٤﴾	شَهْرُ	رَمَضَانَ	الَّذِيْٓ
تم روزہ رکھو	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے ہو تم	مہینہ	رمضان کا	وہ جو

تمہارا روزہ رکھنا تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ ١٨٤ رمضان ہی کا مہینہ ہے جس میں

اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى

اُنْزِلَ	فِيْهِ	الْقُرْاٰنُ	هُدًى	لِّلنَّاسِ	وَ	بَيِّنٰتٍ	مِّنَ	الْهُدٰى
اتارا گیا	اس میں	قرآن	سراپا ہدایت	لوگوں کیلئے	اور	واضح دلائل	سے	ہدایت کے

قرآن نازل کیا گیا، وہ لوگوں کیلئے سراپا ہدایت ہے اور ہدایت کی واضح دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والی

وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ

وَالْفُرْقَانِ ۚ	فَمَنْ	شَهِدَ	مِنْكُمُ	الشَّهْرَ	فَلْيَصُمْهُ ؕ	وَ	مَنْ	كَانَ
اور حق و باطل میں فرق کرنے والی چیز	تو جو کوئی	حاضر ہو	تم میں سے	اس مہینے میں	تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے	اور	جو کوئی	ہو

کتاب ہے، سو تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے تو اسے چاہیے کہ اس کے روزے رکھے، اور جو شخص

مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ

مَرِيْضًا	اَوْ	عَلٰى	سَفَرٍ	فَعِدَّةٌ	مِّنْ	اَيَّامٍ	اُخَرَ ؕ	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	بِكُمُ	الْيُسْرَ
بیمار	یا	پر	سفر کے	تو گنتی کرنا	سے	کئی دن	دوسرے	ارادہ کرتا ہے	اللہ	تمہارے ساتھ	آسانی کا

بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے، اللہ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے ،

١٨٤ اس آیت میں ماہِ رمضان کے روزوں کو اہل ایمان کیلئے آسان کرنے کو یہ تعبیر اختیار فرمائی گئی ہے کہ یہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں، جلدی ختم ہو جائیں گے، پورا سال روزے رکھنے کا حکم تو نہیں دیا گیا، اس لئے تمہیں ان روزوں کا اہتمام کرنا ضروری ہے، لیکن بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں ماہِ رمضان کے روزوں کا ذکر ہی نہیں کیا جا رہا، یہاں تو ایام بیض کے روزوں کا ذکر آیا ہے جن کے روزے آغاز میں فرض تھے، اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ اس آیت میں گنتی کے چند دنوں کی تعبیر پورے مہینے کے روزوں پر صادق نہیں آتی، کیونکہ ایک مہینہ خاصی مدت ہوتی ہے، ان حضرات کو آیت کے اگلے جملے میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں پڑتی جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں، وہ فدیہ دے سکتے ہیں، جبکہ دیگر مفسرین کو اس میں یہ تاویل کرنی پڑتی ہے کہ فدیہ کی اجازت آغاز میں تھی، بعد میں فدیہ کا حکم منسوخ ہو گیا اور صرف ان لوگوں کیلئے فدیہ کی اجازت رہ گئی جو عمر رسیدہ ہونے یا نا قابل علاج لاغر کر دینے والے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے روزہ رکھ ہی نہیں سکتے، اس آیت میں فدیہ کے ساتھ ساتھ قضا روزوں کا بیان بھی آیا ہے، جس کی وضاحت اگلی آیت کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

فائدہ: ''ایام بیض'' سے مراد چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخیں ہیں، آغاز میں ہر مہینے کی ان تاریخوں میں روزہ رکھنا تمام اہل ایمان پر فرض تھا، بعد میں رمضان کے روزے فرض کر کے ایام بیض کی فرضیت ختم کر دی گئی، تاہم نبی ﷺ سنت کے طور پر ان ایام کے روزے اکثر رکھ لیتے تھے اس لیے اب ان ایام میں روزے رکھنا مسنون ہے۔

وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا

وَ	لَا	يُرِيْدُ	بِكُمُ	الْعُسْرَ	وَ	لِتُكْمِلُوا	الْعِدَّةَ	وَلِتُكَبِّرُوا	اللّٰهَ	عَلٰى	مَا
اور	نہیں	چاہتا	تم پر	مشکل	اور	تاکہ تم مکمل کرو	گنتی کو	اور تاکہ تم بڑائی بیان کرو	اللہ کی	پر	وہ جو

اور وہ تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا، تاکہ تم گنتی پوری کر لو، اور اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اُس نے

هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ

هَدٰىكُمْ	وَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾	وَ	اِذَا	سَاَلَكَ	عِبَادِيْ	عَنِّيْ	فَاِنِّيْ
ہدایت دی اس نے تمہیں	اور	تاکہ تم	شکر کرتے رہو	اور	جب	تجھ سے پوچھیں	میرے بندے	میرے متعلق	تو بیشک میں

تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔ ۱۸۵ اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں

قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ

قَرِيْبٌ	اُجِيْبُ	دَعْوَةَ	الدَّاعِ	اِذَا	دَعَانِ	فَلْيَسْتَجِيْبُوْا	لِيْ
قریب ہوں	قبول کرتا ہوں	پکار کو	پکارنے والے کی	جب	وہ مجھے پکارے	سو انہیں چاہئے کہ حکم مانیں	میرا

قریب ہی ہوں، پکارنے والا جب بھی مجھے پکارتا ہے تو میں اُس کی پکار کو قبول کرتا ہوں، سو اُنہیں چاہیے کہ میری بات مانیں

وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ

وَلْيُؤْمِنُوْا	بِيْ	لَعَلَّهُمْ	يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾	اُحِلَّ	لَكُمْ	لَيْلَةَ	الصِّيَامِ	الرَّفَثُ
اور ایمان لائیں	مجھ پر	تاکہ وہ	راہ راست پالیں	حلال کیا گیا	تمہارے لئے	رات کو	روزے کی	بے تکلف ہونا

اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔ ۱۸۶ تمہارے لیے روزے کی رات میں اپنی عورتوں سے "بے تکلف" ہونا

اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ

اِلٰى	نِسَآئِكُمْ	هُنَّ	لِبَاسٌ	لَّكُمْ	وَ	اَنْتُمْ	لِبَاسٌ	لَّهُنَّ	عَلِمَ	اللّٰهُ	اَنَّكُمْ
جانب	اپنی بیویوں کے	عورتیں	لباس	تمہارا	اور	تم مرد	لباس	اُن کا	جان لیا	اللہ نے	یہ کہ بیشک تم

حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کا لباس ہو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم

كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ

كُنْتُمْ	تَخْتَانُوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	فَتَابَ	عَلَيْكُمْ	وَعَفَا	عَنْكُمْ	فَالْـٰٔنَ
رہے ہو	خیانت کرتے	اپنی جانوں سے	سو وہ متوجہ ہوا	تم پر	اور اس نے درگزر کیا	تم سے	تو اب

اپنی جانوں سے خیانت کرتے رہے ہو، سو وہ تم پر متوجہ ہوا اور اُس نے تم سے درگزر کیا، سو اب

۱۸۵ اس آیت میں ماہِ رمضان کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ یہ ایسا عظیم مہینہ ہے کہ نزول قرآن کیلئے اللہ نے اس کا انتخاب فرمایا، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کا نزول بھی اسی ماہ مبارک میں ہوا تھا، قرآن کریم کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ کروایا گیا ہے کہ وہ ساری انسانیت کیلئے ہدایت کا ذریعہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس میں ہدایت کی روشن دلیلیں موجود ہیں اور وہ ایسا فیصلہ کن کلام ہے جو حق اور باطل کے درمیان ایک واضح لکیر کھینچ دیتا ہے، اس اعتبار سے رمضان اور قرآن میں گہری مناسبت ہوگئی، لہٰذا جس شخص کو رمضان کا مہینہ نصیب ہو جائے، اسے اس مبارک مہینے کی برکتوں سے فیض یاب ہونے کیلئے روزے رکھنے چاہئیں، یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی شخص کو ماہ رمضان کی برکتیں روزہ رکھے بغیر نصیب ہو جائیں، لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان بہرحال انسان ہے، اس کے ساتھ بہت سے عوارض اور بشری تقاضے بھی لگے ہوئے ہیں، وہ بیمار بھی ہوتا ہے، وہ سفر بھی کرتا ہے اور اسے بہت سے شرعی عذر بھی پیش آسکتے ہیں تو کیا روزے کے حکم میں کوئی لچک بھی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب اسی آیت میں دے دیا گیا ہے کہ اللہ تمہارے لیے مشکلات پیدا نہیں کرتا، وہ تو تمہارے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے، چنانچہ اس مسئلے میں بھی اس نے یہ آسانی پیدا کی ہے کہ فدیہ اور قضا کا قانون بنا دیا، فدیہ کا قانون ان لوگوں کیلئے جو کبھی بھی روزہ نہیں رکھ سکتے، اس کا ذکر گزشتہ آیت میں آچکا، اور قضا کا قانون ان لوگوں کیلئے جو فی الحال تو روزہ نہیں رکھ سکتے، لیکن ان کا عذر ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے، چند دنوں کے بعد ختم ہو جائیگا جیسے مسافر یا بیمار آدمی کہ وہ سفر سے واپس آ جائیگا اور بیمار کو صحت مل جائے گی، ظاہر ہے کہ جب یہ لوگ اپنے ذمے فرض روزوں کی قضا کرلیں گے تو مہینے کی گنتی پوری ہو جائے گی اور ان کی ذمہ داری ادا ہو جائے گی۔

۱۸۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایک خاص کرم نوازی کا ذکر فرمایا ہے یعنی اپنے قرب اور دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ، اس طرح لوگوں کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو شخص بھی قریب ہونا چاہے، اس کیلئے اس کا قرب حاصل کرنا بہت آسان ہے اور یہ قرب دعا کے ذریعے بھی حاصل ہو سکتا ہے جس کے متعلق وعدہ کیا گیا ہے کہ جب بھی مجھ سے کوئی بندہ دعا کرے گا، میں اس کی دعا ضرور قبول کروں گا، خواہ اس کی صورت کوئی بھی ہو، جو رب اس قدر قریب ہو کہ شہ رگ سے بھی زیادہ قرب رکھتا ہو اور اس قدر مہربان ہو کہ ہر دعا قبول کرلے، اس کی دعوت کو قبول کرنا اور اس پر ایمان لانا چاہئے تاکہ انسان کو ہدایت نصیب ہو جائے۔

بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى

بَاشِرُوْهُنَّ	وَابْتَغُوْا	مَا كَتَبَ	اللّٰهُ	لَكُمْ	وَكُلُوْا	وَ	اشْرَبُوْا	حَتّٰى
ان سے جسم ملالو	اور تلاش کرو	وہ جو لکھ دیا	اللہ نے	تمہارے لئے	اور کھاؤ	اور	پیو	یہاں تک کہ

تم اُن کے ساتھ "جسم" ملا سکتے ہو اور اُس چیز کو تلاش کرو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے، اور کھاتے پیتے رہو، یہاں تک

يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪

يَتَبَيَّنَ	لَكُمُ	الْخَيْطُ	الْاَبْيَضُ	مِنَ	الْخَيْطِ	الْاَسْوَدِ	مِنَ	الْفَجْرِ
واضح ہوجائے	تمہارے لئے	دھاگہ	سفید	سے	دھاگا	سیاہ	سے	فجر کے

کہ تمہارے سامنے صبح کا سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے جدا ہو جائے،

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي

ثُمَّ	اَتِمُّوا	الصِّيَامَ	اِلَى	الَّيْلِ	وَ	لَا	تُبَاشِرُوْهُنَّ	وَ	اَنْتُمْ	عٰكِفُوْنَ	فِي
پھر	پورا کرو تم	روزے کو	تک	رات کے	اور	نہ	تم ان سے جسم ملاؤ	اور	تم ہو	اعتکاف کرنے والے	بیچ

پھر روزے کو رات تک مکمل کرو، اور جب تم مساجد میں اعتکاف کی حالت میں ہو تو عورتوں کے ساتھ "اپنا جسم"

الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

الْمَسٰجِدِ	تِلْكَ	حُدُوْدُ	اللّٰهِ	فَلَا	تَقْرَبُوْهَا	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ
مسجدوں کے	وہ	حدیں	اللہ کی	سو نہ	قریب جاؤ اُن کے	اسی طرح	بیان کرتا ہے	اللہ

نہ ملاؤ، یہ اللہ کی مقررہ حدود ہیں، سو اِن کے قریب بھی مت جاؤ، اسی طرح اللہ لوگوں کیلئے اپنی آیتیں

اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿١٨٧﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ

اٰيٰتِهٖ	لِلنَّاسِ	لَعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ ﴿١٨٧﴾	وَ	لَا	تَاْكُلُوْٓا	اَمْوَالَكُمْ	بَيْنَكُمْ
اپنی آیتیں	لوگوں کیلئے	تا کہ وہ	ڈرتے رہیں	اور	نہ	کھاؤ تم	اپنے مال	آپس میں

بیان کرتا ہے تا کہ وہ بچیں۔ ١٨٧ اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے

بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ

بِالْبَاطِلِ	وَتُدْلُوْا بِهَآ	اِلَى	الْحُكَّامِ	لِتَاْكُلُوْا	فَرِيْقًا	مِّنْ	اَمْوَالِ
ناحق	اور نہ پہنچاؤ اُنہیں	طرف	حاکموں کے	تا کہ تم کھالو	ایک حصہ	سے	مالوں کے

مت کھاؤ، اور اُنہیں حاکموں تک مت پہنچاؤ کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ

١٨٧ اس آیت میں بہت سے اہم امور زیر تذکرہ آئے ہیں، اختصار کے ساتھ ان میں سے ہر ایک پر چند سطریں لکھی جاتی ہیں۔ (الف) آیت کے پہلے جملے میں ماہ رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے "بے تکلف" ہونے کی اجازت دی گئی ہے، اس انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہ اجازت نہیں تھی، اور رمضان کے مہینے میں دوران روزہ بھی اپنی بیوی سے "تخلیہ" جائز نہیں تھا اور رات میں بھی اس کی اجازت نہیں تھی، احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے اور مزید وضاحت یہ سامنے آتی ہے کہ افطاری کے بعد اور سونے سے پہلے تک کھانا پینا اور اپنی بیوی سے "ملاقات" کرنا جائز تھا، سونے کے بعد یہ چیزیں حرام ہوجاتی تھیں خواہ درمیان رات میں ہی آنکھ کھل جائے، ظاہر ہے کہ یہ حکم مشقت والا تھا اس لئے اس پر عملدرآمد میں دشواری ہونی ہی تھی، سو وہ پیش آ کر رہی، آیت کے اس جملے میں کہ "اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں سے خیانت کرتے رہے ہو" اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (ب) آیت کے دوسرے جملے میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لئے "لباس" قرار دیا گیا ہے، میاں بیوی کے تعلق اور رشتے کی اس سے زیادہ خوبصورت اور بہترین تشبیہ ہو ہی نہیں سکتی، لباس کا مقصد "ستر پوشی" ہوتا ہے، میاں بیوی کا رشتہ بھی عیبوں کی پردہ پوشی کے بھرم پر قائم ہوتا ہے، لباس جسم کو برہنہ ہونے سے بچاتا ہے، میاں بیوی ایک دوسرے کو حرام طریقے سے خواہش پوری کرنے سے بچاتے ہیں، لباس انسان کو تحفظ فراہم کرتا ہے، میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو تحفظ فراہم کرتے ہیں، لباس کے کچھ آداب ہیں، میاں بیوی کے رشتے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں جن کا خیال رکھنے سے زندگی پرسکون ہوتی ہے اور اس تشبیہ سے ان لوگوں کی بھی اصلاح کردی گئی جو کہتے ہیں کہ عورت تو پاؤں کی جوتی ہے۔ (ج) اس آیت کے نزول سے پہلے جن لوگوں سے رات کے وقت "خواتین" کے معاملے میں بے احتیاطی ہوگئی تھی اور وہ اپنی بیویوں کے قریب چلے گئے تھے، ان کیلئے معافی کا عام اعلان کردیا گیا ہے۔ (د) روزے کی پابندیوں کیلئے وقت متعین کردیا گیا ہے اور رات کا آغاز ہوتے ہی ان پابندیوں کو اٹھالیا جاتا ہے چنانچہ اہل ایمان کیلئے رمضان کی راتوں میں کھانا پینا اور اپنی بیویوں سے اپنی خواہش پوری کرنا جائز قرار دے دیا گیا خواہ ساری رات جاگتے رہیں یا ساری رات سوتے رہیں یا کچھ وقت سوتے رہیں اور کچھ وقت جاگتے رہیں، البتہ جب کالا دھاگہ اور سفید دھاگہ ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں یعنی رات کی تاریکی ختم ہوکر صبح کا اجالا نمایاں ہونے لگے تو روزے کی پابندیاں شروع ہوجاتی ہیں اور روزہ شروع ہوجاتا ہے اس لئے اس کا احترام کرنا ضروری ہے۔ (ہ) اعتکاف کی حالت میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے قریب جانے سے بالکل منع کردیا گیا ہے، چنانچہ دن رات کے کسی بھی حصے میں یہ ممانعت ختم نہیں کی گئی، کیونکہ اگر اعتکاف کی حالت میں اس کی اجازت دی جاتی تو اعتکاف کی روح ہی ختم ہوکر رہ جاتی، پھر مسجد کا تقدس الگ پامال ہوتا، اس لئے زوجین کو اعتکاف کے دس دنوں میں خواہش نفس سے روک دیا گیا، یہ صورت حج کے زیادہ قریب تر اور مشابہہ ہے۔

ع ٢٣ ٦

النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٨﴾ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِيَ

النَّاسِ	بِالْاِثْمِ	وَ	اَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٨﴾	يَسْــَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْاَهِلَّةِ	قُلْ	هِيَ
لوگوں کے	گناہ کے ذریعے	اور	تم	جانتے ہو	وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں	سے	چاندوں کے	تو کہہ	وہ

ظلم کرکے کھا جاؤ، جبکہ تم جانتے بھی ہو۔ ١٨٨ اے نبی ﷺ، یہ لوگ آپ سے نئے چاند کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ یہ

مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ

مَوَاقِيْتُ	لِلنَّاسِ	وَالْحَجِّ	وَ	لَيْسَ	الْبِرُّ	بِاَنْ	تَاْتُوا	الْبُيُوْتَ	مِنْ
اوقات	لوگوں کیلئے	اور حج کے	اور	نہیں ہے	اصل نیکی	یہ کہ	تم آؤ	گھروں میں	سے

لوگوں کیلئے اور حج کے مقررہ اوقات ہیں اور نیکی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں اُن کی پشت کی

ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠

ظُهُوْرِهَا	وَ	لٰكِنَّ	الْبِرَّ	مَنِ	اتَّقٰى	وَاْتُوا	الْبُيُوْتَ	مِنْ	اَبْوَابِهَا
ان کی پشتوں کے	اور	لیکن	اصل نیکی	وہ جو	تقویٰ اختیار کرے	اور تم آؤ	گھروں میں	سے	اُن کے دروازوں کے

جانب سے آؤ، لیکن نیکی یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے، اور گھروں میں اُن کے دروازوں سے آیا کرو،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٨٩﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ﴿١٨٩﴾	وَ	قَاتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	الَّذِيْنَ
اور ڈرو	اللہ سے	تاکہ تم	کامیاب ہوجاؤ	اور	قتال کرو	بیچ	راستے	اللہ کے	وہ لوگ جو

اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ١٨٩ اور اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے قتال کرو

يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿١٩٠﴾

يُقَاتِلُوْنَكُمْ	وَ	لَا	تَعْتَدُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُحِبُّ	الْمُعْتَدِيْنَ ﴿١٩٠﴾
قتال کرتے ہیں تم سے	اور	مت	حد سے تجاوز کرو	بیشک	اللہ	نہیں	پسند کرتا	حد سے تجاوز کرنے والوں کو

جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو، بیشک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ١٩٠

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ

وَاقْتُلُوْهُمْ	حَيْثُ	ثَقِفْتُمُوْهُمْ	وَاَخْرِجُوْهُمْ	مِّنْ	حَيْثُ
اور قتل کرو انہیں	جہاں بھی	تم انہیں پاؤ	اور انہیں نکالو	سے	جہاں

اور اُنہیں جہاں پاؤ قتل کر دو، اور جہاں سے اُنہوں نے تمہیں نکالا تم بھی

١٨٨ اس آیت میں ناحق کسی کا مال کھانے کی ممانعت کی گئی ہے اور احادیث میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ انسان کیلئے کسی کا مال اس کی دلی رضامندی اور خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے اور دوسرے جملے میں اس کی ایک خاص صورت ذکر کی گئی ہے کہ عدالت میں کسی کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کر کے اس کا مال ناحق کھانے کی کوشش کرنا، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

١٨٩ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چاند کے متعلق لوگوں کے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ چاند کے بڑھنے اور گھٹنے میں کیا حکمت ہے؟ لیکن اس جواب کو پڑھ کر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوال اور جواب میں مطابقت نہیں ہے کیونکہ جواب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ چاند کے ذریعے لوگوں کو اپنے معاملات کا وقت متعین کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اس سے حج کے اوقات و ایام کا تعین بھی ہوتا ہے، دراصل اس جواب کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا گیا کہ چاند کی جسمانی ساخت کو موضوع بحث بنانے کی بجائے اس کے مقصد تخلیق پر غور کرو، تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ قمری نظام بیش از بیش حکمتوں پر مبنی ہے اس لئے کام کی باتوں پر زیادہ توجہ دیا کرو، جیسے زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد اگر کسی ضرورت سے گھر جانے کی نوبت آتی تو گھر کے دروازے سے داخل ہونے کو گناہ سمجھتے تھے، ان کے خیال میں یہ احرام کی پابندی کے خلاف تھا، اس لئے وہ گھر کی پشت سے دیوار توڑ کر گھر کے اندر جاتے تھے اور اسے اعلیٰ درجے کا کمال اور نیکی گمان کرتے تھے، اس آیت میں اس غلط خیال کی اصلاح بھی کر دی گئی ہے۔

١٩٠ اس آیت میں ان لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے جو مسلمانوں پر جنگ مسلط کریں، اس حکم میں جگہ کی تعیین نہیں کی گئی بلکہ اسے عام رکھا گیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ اگر دشمن کسی حرمت والے مہینے یا جگہ کی حرمت کو پامال کرے تو چونکہ آغاز اس نے کیا ہے لہٰذا اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا، تمہیں اپنا دفاع کرنے کی اجازت ہے اس شرط کے ساتھ کہ تم حد سے تجاوز نہ کرنا، مثلاً عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا اور ان آداب کا خیال رکھنا جن کی تلقین مجاہدین کو کی جاتی ہے اور احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ

اَخْرَجُوْكُمْ	وَالْفِتْنَةُ	اَشَدُّ	مِنَ	الْقَتْلِ ۚ	وَ	لَا	تُقٰتِلُوْهُمْ	عِنْدَ
انہوں نے تمہیں نکالا	اور فتنہ پھیلانا	زیادہ سخت	سے	قتل کرنے کے	اور	مت	قتل کرو انہیں	نزدیک

انہیں نکال دو، اور فتنہ پھیلانا قتل کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، اور تم اُن سے مسجدِ حرام کے قریب

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ

الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ	حَتّٰى	يُقٰتِلُوْكُمْ	فِيْهِ ۚ	فَاِنْ	قٰتَلُوْكُمْ	فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ
مسجد	حرام کے	یہاں تک کہ	وہ تم سے قتال کریں	اس میں	پھر اگر	وہ تم سے قتال کریں	تو تم انہیں قتل کرو

قتال نہ کرو، یہاں تک کہ وہی تم سے اس میں قتال کریں، سو اگر وہ قتال کریں تو تم بھی اُنہیں قتل کرو،

كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩١﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

كَذٰلِكَ	جَزَآءُ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩١﴾	فَاِنِ	انْتَهَوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ
اسی طرح	سزا	کافروں کی	پھر اگر	وہ باز آجائیں	تو بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا

کافروں کی یہی سزا ہے۔ ١٩١ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا،

رَّحِيْمٌ ﴿١٩٢﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ

رَّحِيْمٌ ﴿١٩٢﴾	وَ	قٰتِلُوْهُمْ	حَتّٰى	لَا	تَكُوْنَ	فِتْنَةٌ	وَّيَكُوْنَ	الدِّيْنُ	لِلّٰهِ ؕ
نہایت مہربان	اور	قتال کرو اُن سے	یہاں تک کہ	نہ	رہے	کوئی آزمائش	اور ہو جائے	دین	اللہ کیلئے

نہایت مہربان ہے۔ ١٩٢ اور اُن سے یہاں تک قتال کرو کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ ہی کا حکم جاری ہو جائے،

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩٣﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ

فَاِنِ	انْتَهَوْا	فَلَا	عُدْوَانَ	اِلَّا	عَلَى	الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩٣﴾	اَلشَّهْرُ	الْحَرَامُ
پھر اگر	وہ باز آجائیں	تو نہ	کوئی ناانصافی	مگر	پر	ظالموں کے	مہینہ	حرمت والا

پھر اگر وہ باز آجائیں تو کسی پر حد سے تجاوز نہ کیا جائے سوائے ظالموں کے۔ ١٩٣ حرمت والا مہینہ

بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

بِالشَّهْرِ	الْحَرَامِ	وَالْحُرُمٰتُ	قِصَاصٌ ؕ	فَمَنِ	اعْتَدٰى	عَلَيْكُمْ
بدلے مہینے کے	حرمت والے	اور حرمتیں	برابر	سو جو کوئی	حد سے تجاوز کرے	تم پر

حرمت والے مہینے کے بدلے ہے، اور حرمتیں تو برابر ہیں، پھر جو شخص تم پر ظلم کرے

١٩١ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں ان کے شہروں سے نکال دو، آیت کی حقیقت پر غور کئے بغیر کچھ لوگوں نے اس پر سطحی نوعیت کے اعتراضات وارد کئے ہیں، حالانکہ اگر وہ آیت کے سیاق وسباق پر غور کر لیتے تو یہ اعتراضات خود بخود ختم ہو جاتے، دراصل گزشتہ آیت میں مسلمانوں کو اپنے دفاع کی اجازت دی گئی تھی، یہ اجازت خاص طور پر صلح حدیبیہ کے بعد عمرۃ القضاء کے موقع پر آئی تھی، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اندیشہ تھا کہ اگر اہل مکہ نے جنگ مسلط کر دی تو ہم کیا کریں گے؟ اگر اپنا دفاع کریں تو حرم میں خونریزی ہوگی اور اگر اپنا دفاع نہ کریں تو خود جانی نقصان برداشت کریں اور عمرہ بھی نہ کر پائیں، سو انہیں تسلی دی گئی کہ اگر وہ تم پر جنگ مسلط کریں تو تم انہیں چن چن کر مارو، انہیں ان کے شہر سے نکال کر شہر کا انتظام خود سنبھال لو، کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تمہیں اس شہر امن سے نکالا تھا، اس کا بدلہ یہ ہے کہ انہیں یہاں رہنے سے روک دیا جائے، اس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں صرف حرم شریف کا حکم بیان کیا گیا ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو، کیونکہ وہ مرکز اسلام ہے، وہاں کسی کافر کو مستقل شہری کی حیثیت سے رہنے کی اجازت نہیں ہے، وہ یا تو اسلام قبول کر لے، یا پھر جزیرۃ العرب کو چھوڑ دے، جزیہ کا حکم اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، جب یہ حکم صرف حرم شریف کیلئے ہے تو پھر دوسری جگہوں پر قانون کو ہاتھ میں لینے اور مشرکین کے جان و مال سے بلاوجہ تعرض کرنے کی اجازت کیلئے اس آیت سے استدلال کرنا ٹھیک نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ مسجد حرام کے پاس تم ان سے قتال نہ کرو، یعنی تم جنگ کا آغاز نہ کرو، لیکن اگر وہ تم پر جنگ مسلط کریں اور وہ پہل کریں تو تم بے دریغ انہیں قتل کرو، کیونکہ یہ فتنہ ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا جرم ہے اور اسے ختم کرنا زیادہ ضروری ہے۔

١٩٢ اس آیت میں مشرکین سے قتال کی حد متعین کی گئی ہے کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں یا آئندہ کیلئے اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور سابقہ روش ترک کر دیں تو تم بھی اپنا ہاتھ روک لو، اللہ گناہوں کو معاف فرمانے والا، نہایت مہربان ہے۔

١٩٣ اس آیت میں واضح فرمایا گیا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت ان کے ساتھ کسی ذاتی عداوت اور دشمنی کی بناء پر نہیں دی گئی، اس کی وجہ صرف اتنی ہے کہ فتنہ و فساد اور ظلم و ناانصافی کا خاتمہ ہو اور اللہ کا دین سربلند ہو جائے، جب یہ مقصد حاصل ہو جائے تو پھر کافروں کے خون بہانے کی معقول وجہ کے بغیر تلوار نیام میں رکھی جائے۔

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

فَاعْتَدُوْا	عَلَيْهِ	بِمِثْلِ	مَا	اعْتَدٰى	عَلَيْكُمْ	وَاتَّقُوْا	اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا
تو تم تجاوز کرو	اس پر	اتنا ہی	وہ	اس نے حد سے تجاوز کیا	تم پر	اور تم ڈرو	اللہ سے	اور	جان رکھو

تو تم بھی اُس سے اتنا ہی بدلہ لے سکتے ہو جتنا اُس نے تم پر ظلم کیا، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩٤﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ

اَنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩٤﴾	وَ	اَنْفِقُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	لَا	تُلْقُوْا	بِاَيْدِيْكُمْ
یہ کہ بیشک	اللہ	ساتھ	متقیوں کے	اور	خرچ کرو تم	بیچ	راستے	اللہ کے	اور	نہ	ڈالو	اپنے ہاتھوں کو

کہ بیشک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ ﴿١٩٤﴾ اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں

اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٩٥﴾ وَاَتِمُّوا

اِلَى	التَّهْلُكَةِ ۛ	وَاَحْسِنُوْا ۛ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٩٥﴾	وَ	اَتِمُّوا
جانب	ہلاکت کے	اور نیکی کرو	بیشک	اللہ	پسند کرتا ہے	نیکی کرنے والوں کو	اور	تکمیل کیا کرو

مت ڈالو، اور نیکی کرتے رہو، بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ﴿١٩٥﴾ اور اللہ کی رضا کیلئے

الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

الْحَجَّ	وَ	الْعُمْرَةَ	لِلّٰهِ	فَاِنْ	اُحْصِرْتُمْ	فَمَا	اسْتَيْسَرَ	مِنَ	الْهَدْيِ ۚ
حج	اور	عمرہ کو	اللہ کیلئے	پھر اگر	تم محصور ہو جاؤ	تو جو	آسان ہو	سے	قربانی کے

حج اور عمرے کو تکمیل کیا کرو، پھر اگر تمہیں روک دیا جائے تو جو قربانی کا جانور میسر ہو، کرو،

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ

وَ	لَا	تَحْلِقُوْا	رُءُوْسَكُمْ	حَتّٰى	يَبْلُغَ	الْهَدْيُ	مَحِلَّهٗ	فَمَنْ	كَانَ
اور	نہ	منڈواؤ تم	اپنے سروں کو	یہاں تک کہ	پہنچ جائے	قربانی	اپنے ٹھکانے پر	پھر جو کوئی	ہو

اور اپنے سروں کے بال نہ مونڈنا یہاں تک کہ قربانی اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے، پھر تم میں سے

مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ

مِنْكُمْ	مَّرِيْضًا	اَوْ	بِهٖٓ	اَذًى	مِّنْ	رَّاْسِهٖ	فَفِدْيَةٌ	مِّنْ	صِيَامٍ
تم میں سے	بیمار	یا	اسے	کوئی تکلیف	سے	سر کے	تو فدیہ دینا	سے	روزے

جو شخص بیمار ہو یا اُس کے سر میں تکلیف ہو تو روزوں یا صدقہ و خیرات یا جانور کی

ع ١

﴿١٩٤﴾ اس آیت میں حرمت والی جگہ اور زمانے کی حرمت سب کیلئے یکساں قرار دی گئی ہے، چنانچہ ان کا احترام مسلم اور غیر مسلم دونوں کو کرنا چاہیے لیکن اگر غیر مسلم اس کی حرمت کو پامال کریں تو چونکہ پہل انہوں نے کی ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس کا جواب دینے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، لیکن اس موقع پر بھی حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، یہی اس دین کا حسن اور اس کی خوبی ہے کہ کسی بھی موقع پر حتیٰ کہ میدان جنگ میں بھی حد اعتدال سے باہر نہیں نکلنے دیتا، وہ لوگ نادان اور حقیقت سے بے خبر ہیں جو اسلام کے مقابلے میں روشن خیالی اور اعتدا پسند کا نعرہ لگا کر لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام میں روشن خیالی اور اعتدال پسندی نہیں ہے، حالانکہ دنیا کے تمام ادیان و مذاہب میں سب سے زیادہ روشن خیال اور اعتدال پسند دین اسلام ہے، اس کے عقائد، عبادات اور معاملات سمیت ہر شعبے میں حسن اعتدال پایا جاتا ہے اور ہر مسلمان کو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اُس نے ہمارے لیے دین اسلام کو ضابطہ حیات کے طور پر منتخب فرمایا ہے۔

﴿١٩٥﴾ اس آیت میں راہِ خداوندی میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس میں ہر وہ عمل اور موقع شامل ہے جہاں اللہ کی رضا مندی پیش نظر ہونا ضروری ہو، دوسری تاکید یہ کی گئی ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، یہ الفاظ بھی عام ہیں۔ بعض مفسرین نے ان کا تعلق نفس مضمون کے ساتھ جوڑ کر آیت کی تفسیر اس طرح سے کی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل نہ کرو، کیونکہ اس سے دشمن طاقتور اور تم کمزور ہو گے اور یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، یہ آیت اس مضمون کو بھی شامل ہے اور ان تمام صورتوں کو بھی شامل ہے، جن میں انسان بے موقع اپنے لئے ہلاکت یا موت کا راستہ منتخب کرے اور تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ نیکی کے راستے پر گامزن رہو، تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔

أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَآ أَمِنتُمْ ۗ وقفة فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ

أَوْ	صَدَقَةٍ	أَوْ	نُسُكٍ ۚ	فَإِذَآ	أَمِنتُمْ ۗ	فَمَن	تَمَتَّعَ	بِالْعُمْرَةِ	إِلَى	الْحَجِّ
یا	صدقہ کرنا	یا	قربانی کرنا	پھر جب	تمہیں امن ہو	تو جو کوئی	فائدہ اٹھائے	عمرہ کے ساتھ	طرف	حج کے

قربانی کا فدیہ دے، اور جب تم امن کی حالت میں ہو تو جو کوئی عمرے کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھائے

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ فِي

فَمَا	اسْتَيْسَرَ	مِنَ	الْهَدْيِ ۚ	فَمَن	لَّمْ	يَجِدْ	فَصِيَامُ	ثَلَٰثَةِ	أَيَّامٍ	فِي
تو جو	میسر ہو	سے	قربانی	پھر جو کوئی	نہ	پائے	تو روزے رکھنا	تین	دن کے	بیچ

تو جو قربانی میسر ہو، کرے، اور جسے قربانی کا جانور نہ ملے تو وہ تین روزے ایامِ حج میں

الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ

الْحَجِّ	وَ	سَبْعَةٍ	إِذَا	رَجَعْتُمْ ۗ	تِلْكَ	عَشَرَةٌ	كَامِلَةٌ ۗ	ذَٰلِكَ	لِمَن	لَّمْ
حج کے	اور	سات	جب	تم واپس لوٹو	وہ	دس	پورے	وہ	اُس کیلئے جو	نہ

رکھے اور سات روزے اس وقت جب تم واپس لوٹو، یہ کل دس روزے ہوگئے، یہ حکم اُس شخص کیلئے ہے جس کے

يَكُنْ أَهْلُهُۥ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوٓا أَنَّ

يَكُنْ	أَهْلُهُۥ	حَاضِرِي	الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ ۚ	وَ	اتَّقُوا	اللَّهَ	وَ	اعْلَمُوٓا	أَنَّ
ہو	اس کے گھر والے	نزدیک	مسجد	حرام کے	اور	ڈرو تم	اللہ سے	اور	جان رکھو	کہ بیشک

گھر والے مسجدِ حرام کے قریب نہ رہتے ہوں، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ بیشک

اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾ ع الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَٰتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ ع ۲۴ ۸ ۸

اللَّهَ	شَدِيدُ	الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾	الْحَجُّ	أَشْهُرٌ	مَّعْلُومَٰتٌ ۚ	فَمَن	فَرَضَ
اللہ	سخت دینے والا	عذاب کا	حج	مہینے	متعین	تو جو کوئی	فرض ہوجائے

اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ [۱۹۶] حج کے مہینے متعین ہیں، سو ان مہینوں میں جس شخص پر

فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا

فِيهِنَّ	الْحَجَّ	فَلَا	رَفَثَ	وَ	لَا	فُسُوقَ	وَ	لَا	جِدَالَ	فِي	الْحَجِّ ۗ	وَ	مَا
ان مہینوں میں	حج	تو نہیں	بےتکلفی عورتوں سے	اور	نہ	کوئی گناہ	اور	نہ	کوئی جھگڑا	بیچ	حج کے	اور	وہ جو

حج فرض ہو جائے تو نہ عورتوں سے "بے تکلف" ہو، اور نہ گناہ کرے اور نہ ہی حج میں جھگڑا کرے، اور تم

[۱۹۶] اس آیت میں حج اور عمرہ کی مناسبت سے متعدد احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں، ان کی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے (الف) حج اور عمرہ کو اللہ کی رضا کیلئے پورا کرنا چاہیے، یعنی ایک تو حج اور عمرہ اللہ کی رضا کیلئے ہونا چاہئے اوردوسرا یہ کہ اسے درمیان میں ادھورا نہ چھوڑا جائے، بلکہ اسے مکمل کیا جائے۔ (ب)۔ اگر کوئی شخص حج یا عمرے کا احرام باندھنے کے بعد اپنے حج یا عمرے کو مکمل نہ کر سکے مثلاً فلائٹ کینسل ہوجائے اور اگلی فلائٹ دستیاب نہ ہو، یا جدہ ایئر پورٹ سے ہی اسے ڈی پورٹ کر دیا جائے یا انسان اس قدر شدید بیمار ہو جائے کہ حرم میں پہنچ کر بھی اپنے ارکان ادا کرنے پر قادر نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں اس "پر دم" لازم ہوگا، یعنی اس کی طرف سے مکہ مکرمہ میں کم از کم ایک بکری کی قربانی کی جائے، جب یقینی طور پر اس کی طرف سے قربانی ہو چکے تو اس کے بعد سر کے بال منڈوا کر یا کٹوا کر احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے، اسے "دم احصار" کہتے ہیں۔ (ج)۔ اگر کوئی شخص حالت احرام میں بیماری یا تکلیف کی وجہ سے احرام کی کسی پابندی کو توڑنے پر مجبور ہو جائے تو اسے "دم جنایت" ادا کرنا پڑے گا، جس کی صورت یہ ہے کہ تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا ایک بکرے کی قربانی کرے۔ (د) اگر کوئی شخص احرام باندھنے کے بعد ہر طرح مطمئن اور بے خوف رہا اور اس نے ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں کو اکٹھا کیا تو اس پر شکرانے کے طور پر قربانی کرنا واجب ہے جو ایک بکرا بھی ہو سکتی ہے اور سات حصوں والے جانور میں ایک حصہ بھی ہو سکتا ہے اگر اسے قربانی کا جانور میسر نہ ہو تو اس پر کل دس روزے رکھنا لازم ہوگا جن میں سے تین روزے ایام حج میں ہونا ضروری ہے یعنی نو ذی الحجہ تک یہ روزے رکھ لئے جائیں اور سات روزے ارکان ومناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھ لئے جائیں تا کہ یہ "دم شکر" کا بدلہ ہو جائے۔ (ھ)۔ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ جمع کرنے کی اجازت خواہ حج قران کی صورت میں ہو یا حج تمتع کی صورت میں صرف ان لوگوں کیلئے ہے جو حرم مکہ کے رہائشی نہ ہوں، کیونکہ اہل مکہ کو صرف حج افراد کی اجازت ہے، سو وہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کو جمع نہیں کر سکتے، وجہ اس کی یہ ہے کہ حج کا احرام حدود حرم کے اندر سے باندھا جاتا ہے اور عمرے کا احرام باندھنے کیلئے حدود حرم سے باہر جانا ضروری ہوتا ہے اور اہل مکہ مقامی لوگ ہیں، اس لئے انہیں صرف حج افراد کی اجازت دی گئی ہے، اس کے علاوہ یہ لوگ کسی بھی وقت عمرہ کر سکتے ہیں جبکہ باہر سے آنے والے لوگوں کیلئے ایسا کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔

تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ

تَفْعَلُوْا	مِنْ	خَيْرٍ	يَّعْلَمْهُ	اللّٰهُ ۭ	وَ تَزَوَّدُوْا	فَاِنَّ	خَيْرَ الزَّادِ
تم کرو	سے	کوئی نیکی	اُسے جانتا	اللہ	اور زادِ راہ لے لیا کرو	سو بیشک	بہترین توشہ

جو بھی نیکی کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے، اور زادِ راہ لے لیا کرو، کیونکہ بہترین زادِ راہ

وقف النبي صلى الله عليه وسلم

التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ١٩٧ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ

التَّقْوٰى	وَ	اتَّقُوْنِ	يٰٓاُولِي	الْاَلْبَابِ ١٩٧	لَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَنْ
بچنا	اور	مجھ سے ڈرو	اے اہل	عقل	نہیں ہے	تم پر	کوئی حرج	یہ کہ

”تقویٰ“ ہے اور اے اہلِ عقل! مجھ سے ڈرتے رہو ١٩٧ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم

تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

تَبْتَغُوْا	فَضْلًا	مِّنْ رَّبِّكُمْ	فَاِذَآ	اَفَضْتُمْ	مِّنْ	عَرَفٰتٍ	فَاذْكُرُوا	اللّٰهَ
تم تلاش کرو	فضل	اپنے رب کا	پھر جب	تم واپس لوٹو	سے	عرفات	تو یاد کرو تم	اللہ کو

اپنے رب کا فضل تلاش کرو، پھر جب تم عرفات سے طواف کیلئے واپس لوٹو تو مشعر الحرام کے قریب

عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ

عِنْدَ	الْمَشْعَرِ	الْحَرَامِ	وَ	اذْكُرُوْهُ	كَمَا	هَدٰىكُمْ	وَ اِنْ	كُنْتُمْ
نزدیک	مشعر	حرام کے	اور	تم یاد کرو اُسے	جیسا کہ	اس نے تمہیں ہدایت دی	اگرچہ	تم تھے

اللہ کو یاد کرو، اور اُسی طرح یاد کرو جیسے اُس نے تمہیں ہدایت دی ہے، اگرچہ اس سے

مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ١٩٨ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ

مِّنْ قَبْلِهٖ	لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ١٩٨	ثُمَّ	اَفِيْضُوْا	مِنْ	حَيْثُ	اَفَاضَ	النَّاسُ
اس سے پہلے	البتہ گمراہوں میں سے	پھر	تم واپس لوٹو	سے	جہاں	واپس لوٹیں	لوگ

پہلے تم ناواقف تھے۔ ١٩٨ پھر تم طواف کیلئے وہاں سے واپس آؤ جہاں سے عام لوگ واپس آئیں،

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ١٩٩ فَاِذَا قَضَيْتُمْ

وَ	اسْتَغْفِرُوا	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ١٩٩	فَاِذَا	قَضَيْتُمْ
اور	مغفرت طلب کرو	اللہ سے	بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	پھر جب	ادا کر چکو تم

اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ١٩٩ پھر جب تم ارکانِ حج

١٩٧ اس آیت میں آدابِ حج سے متعلق چند چیزیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً یہ کہ دورانِ احرام حج کی پابندیوں کو نہ توڑے، اپنی بیوی سے بے تکلفی کی کوئی بات یا عمل نہ کرے، کوئی گناہ نہ کرے، لڑائی جھگڑا اور بدزبانی نہ کرے، نیکی کے کاموں میں آگے بڑھے، زادِراہ ساتھ لیکر جائے تا کہ ضرورت کے موقع پر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے اور ہر موقع پر تقویٰ اختیار کرے، خاص طور پر حج کے ان مہینوں اور دنوں میں جنہیں متعین کر دیا گیا ہے، اس جملے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ لوگ اپنی مرضی سے ان مہینوں کو آگے پیچھے یا تبدیل نہیں کر سکتے، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ کر لیا کرتے تھے۔ ١٩٨ اس آیت میں دورانِ سفرِ حج تجارت کی اجازت دی گئی ہے، زمانۂ جاہلیت میں تو حج نام ہی چند رسومات اور تجارتی سرگرمیوں کا رہ گیا تھا، زمانہ اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس میں تردد ہوا کہ کہیں اس سے سفرِ حج کا مقصد فوت اور ثواب ضائع نہ ہو جائے، اس لئے اس آیت میں تجارت کی اجازت دے دی گئی اور اسے حق تعالیٰ کا فضل قرار دیا گیا، البتہ اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ارکانِ حج کی ادائیگی اس کی وجہ سے متاثر نہ ہو، چنانچہ عرفات سے نکل کر مزدلفہ میں پہنچنا اور اس کے ایک اہم پہاڑ ”مشعر الحرام“ یا اس کے قریب حدودِ مزدلفہ میں رات گزارنا اور وقوف کرنا واجب ہے، اس کے علاوہ ہر لحہ زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔
١٩٩ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ کفر کی ایک اور غلطی کی اصلاح فرمائی ہے اور وہ یہ کہ قریش کے لوگ خانہ کعبہ کی مجاورت و تولیت کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ مقدس اور مافوق القانون افراد میں شمار کرتے تھے، وہ اپنے آپ کو ”حُمس“ کہلواتے تھے، ایامِ حج میں وہ اپنا امتیاز اس طرح ظاہر کرتے تھے کہ وقوف کیلئے میدانِ عرفات میں نہ جاتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ چونکہ عرفات حدودِ حرم سے باہر ہے، اس لیے ہم حدودِ حرم سے باہر نہ جائیں گے، چنانچہ وہ مزدلفہ سے ہی واپس آجاتے تھے اس پر یہ فرمایا گیا کہ جہاں سے سب لوگ واپس لوٹیں تم بھی وہیں سے لوٹ کر آؤ، ارکان و مناسکِ حج میں ایسا امتیاز اختیار کرنے کی بجائے قابلِ توبہ و استغفار ہے، افسوس کہ آج بھی ارکانِ حج و عمرہ کی ادائیگی میں امتیازی شان کا مظاہرہ کرنے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور لوگ اللہ کے گھر کا طواف عاجزی اور مسکینی کے ساتھ کرنے کی بجائے پروٹوکول کے ساتھ کرنے کو باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ

مَّنَاسِكَكُمْ	فَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	كَذِكْرِكُمْ	اٰبَآءَكُمْ	اَوْ	اَشَدَّ	ذِكْرًا ؕ	فَمِنَ النَّاسِ
اپنے ارکان کو	تو یاد کرو	اللہ کو	جیسے تمہارا یاد کرنا	اپنے باپوں کو	یا	اس سے زیادہ	یاد کرنا	تو لوگوں میں سے

ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو، پھر بعض لوگ

مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ

مَنْ	يَّقُوْلُ	رَبَّنَآ	اٰتِنَا	فِي	الدُّنْيَا	وَ	مَا لَهٗ	فِي	الْاٰخِرَةِ	مِنْ
وہ جو	کہتا ہے	اے ہمارے پروردگار!	دے ہمیں	بیچ	دنیا کے	اور	نہیں ہے اس کیلئے	بیچ	آخرت کے	سے

تو کہتے ہیں کہ پروردگار! ہمیں دنیا میں ہی دیدے اور آخرت میں اُن کا کوئی حصہ

خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي

خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	يَّقُوْلُ	رَبَّنَآ	اٰتِنَا	فِي	الدُّنْيَا	حَسَنَةً	وَّ	فِي
کوئی حصہ	اور	ان میں سے	وہ جو	کہتا ہے	اے ہمارے پروردگار!	دے ہمیں	بیچ	دنیا کے	بھلائی	اور	بیچ

نہ ہوگا۔ [۲۰۰] اور اُن میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی

الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا

الْاٰخِرَةِ	حَسَنَةً	وَّ	قِنَا	عَذَابَ	النَّارِ ﴿٢٠١﴾	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا
آخرت کے	بھلائی	اور	بچالے ہمیں	عذاب سے	جہنم کے	وہی لوگ	اُن کیلئے	حصہ	اس میں سے جو

بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔ [۲۰۱] اِنہی لوگوں کیلئے اِن کی کمائی میں سے

كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ

كَسَبُوْا ؕ	وَ	اللّٰهُ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾	وَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	فِيْٓ	اَيَّامٍ
انہوں نے کمایا	اور	اللہ	جلد لینے والا	حساب	اور یاد کرو	اللہ کو	بیچ	دنوں کے

حصہ ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ [۲۰۲] اور طے شدہ ایام میں اللہ کا ذکر

مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ

مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ	فَمَنْ	تَعَجَّلَ	فِيْ	يَوْمَيْنِ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ ۚ	وَ	مَنْ
گنے چنے	پھر جو کوئی	جلدی کرے	بیچ	دو دنوں کے	تو نہیں	کوئی گناہ	اس پر	اور	جو کوئی

کیا کرو، پھر جو شخص دو ہی دن میں جلدی چلا گیا تو اُس پر کوئی گناہ نہیں اور جو شخص

النصف

[۲۰۰] اس آیت میں دس ذی الحجہ کے دن ارکان حج ادا کرنے کے بعد منیٰ میں قیام کا ادب سکھایا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے آباؤ اجداد کے مفاخر اور ان کے کارنامے یہاں بیان کرتے تھے، تم یہاں اس سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو، تا کہ یہ وادی اللہ کی یاد سے جگمگا اٹھے اور ذکر اللہ کے نور سے منور و آباد ہو جائے، اور اللہ سے دعا مانگو، لیکن ان لوگوں کی طرح نہیں جن کے پیش نظر صرف دنیا اور اس کی رونقیں ہیں، کیونکہ ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں کچھ نہیں ہے۔

[۲۰۱] اس آیت میں ایک دعا سکھائی گئی ہے جس میں دنیا اور آخرت کی ہر خیر اور بھلائی شامل ہے، نبی اکرم ﷺ یہ دعا بکثرت فرمایا کرتے تھے، ایک تو اس وجہ سے کہ قرآن نے سکھائی ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ یہ نہایت جامع دعا ہے جو صرف آخرت کی خیر پر مشتمل نہیں ہے بلکہ دنیا کی بھلائیوں کا سوال بھی اپنے اندر لئے ہوئے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا دنیا کی خیر مانگنا برا نہیں ہے، البتہ صرف دنیا کی بجائے اس کے ساتھ آخرت کی خیر بھی شامل کر لینی چاہئے تا کہ اس میں جامعیت کی شان بھی پیدا ہو جائے اور انسان کا مانگنا اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق بھی ہو جائے۔

[۲۰۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے پورے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے جو نیکیاں کما رہے ہیں اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے، وہ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔

تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ

تَاَخَّرَ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ	لِمَنِ	اتَّقٰى	وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّكُمْ	اِلَيْهِ
پیچھے رہ جائے	تو نہیں	کوئی گناہ	اس پر	اس کیلئے جو	تقویٰ اختیار کرے	اور	ڈرو تم	اللہ سے	اور	جان رکھو	یہ کہ بیشک تم	اس کی طرف

پیچھے رہ گیا تو اُس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے، جبکہ وہ تقویٰ اختیار کرے، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم اُسی کے پاس

تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾	وَ	مِنَ النَّاسِ	مَنْ	يُّعْجِبُكَ	قَوْلُهٗ	فِيْ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا
جمع کیے جاؤ گے	اور	لوگوں میں سے	وہ جو	آپ کو اچھی لگتی ہے	اُس کی بات	بیچ	زندگی کے	دنیا کی

جمع کیے جاؤ گے۔ [۲۰۴] اور لوگوں میں ایک آدمی ایسا بھی ہے جس کی بات دنیوی زندگی میں آپ کو اچھی لگتی ہے

وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى

وَ	يُشْهِدُ	اللّٰهَ	عَلٰى	مَا	فِيْ	قَلْبِهٖ	وَ	هُوَ	اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾	وَ	اِذَا	تَوَلّٰى
اور	وہ گواہ بناتا ہے	اللہ کو	پر	اس کے جو	بیچ	اس کے دل کے	اور	وہ	سخت جھگڑالو	اور	جب	وہ منہ موڑلے

اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ بناتا ہے اور حقیقت میں وہ سخت جھگڑالو ہے۔ [۲۰۴] اور جب وہ واپس جائے

سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ

سَعٰى	فِيْ	الْاَرْضِ	لِيُفْسِدَ	فِيْهَا	وَيُهْلِكَ	الْحَرْثَ	وَ	النَّسْلَ
کوشش کرتا ہے	بیچ	زمین کے	تاکہ فساد کرے	اس میں	اور ہلاک کرے	کھیت کو	اور	جانوروں کو

تو زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرے اور فصلوں اور جانوروں کو تباہ کرے،

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ

وَ	اللّٰهُ	لَا	يُحِبُّ	الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾	وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُ	اتَّقِ	اللّٰهَ	اَخَذَتْهُ	الْعِزَّةُ
اور	اللہ	نہیں	پسند کرتا	فساد کو	اور جب	کہا جائے	اُس سے	ڈر	اللہ سے	پکڑ لیا ہے اسے	غرور

اور اللہ فساد پھیلانے کو پسند نہیں کرتا۔ [۲۰۵] اور جب اُس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو غرور اُسے گناہ پر

بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

بِالْاِثْمِ	فَحَسْبُهٗ	جَهَنَّمُ	وَلَبِئْسَ	الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾	وَ	مِنَ النَّاسِ	مَنْ
گناہ کے ساتھ	سو کافی ہے اُسے	جہنم	اور البتہ بہت برا ہے وہ	ٹھکانہ	اور	لوگوں میں سے	وہ جو

آمادہ کردے، سو ایسے شخص کیلئے جہنم ہی کافی ہے، اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ [۲۰۶] اور لوگوں میں ایک وہ آدمی بھی ہے

[۲۰۳] ۔اس آیت میں متعین دنوں سے مراد گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ ہے اور آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف انہی دنوں میں اللہ کو یاد کرو، باقی دنوں میں نہیں، بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا ذکر ان دنوں میں عام دنوں کی نسبت زیادہ کیا کرو کیونکہ یہ منیٰ کے ایام ہیں، اس کے ساتھ اگر اس حدیث کو بھی ملا لیا جائے تو بات سمجھنا زیادہ آسان ہو جائیگا کہ یہ کھانے پینے اور ذکر اللہ کے دن ہیں، سو ان دنوں میں کھاؤ پیو اور اللہ کا ذکر کرو، اس آیت نے یہ رخصت بھی دیدی کہ تیرہویں تاریخ کو منیٰ میں قیام ضروری نہیں ہے، اگر کوئی شخص بارہ تاریخ کو ہی جمرات کی رمی سے فارغ ہو کر منیٰ سے جانا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر بارہ تاریخ کا سورج منیٰ میں ہی غروب ہو جائے تو پھر تیرہ تاریخ کو جمرات کی رمی کرنے کے بعد وہاں سے روانہ ہو جائے۔

[۲۰۴] ۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو زبان و ادب کی باریکیوں سے واقف ہونے کی وجہ سے بات کرتے ہیں تو سننے والا بہت متاثر ہوتا ہے کہ یہ شخص تو نہایت فصیح و بلیغ آدمی ہے، اس کی لچھے دار تقریر اور چکنی چپڑی باتیں لوگوں کو اپنے سحر سے مسحور کر لیتی ہیں اور لوگ اسے مخلص سمجھ کر یہ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ آدمی جو کہہ رہا ہے دل سے کہہ رہا ہے، لوگ اس کی شکل و صورت اور اس کے ظاہر کو دیکھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں، اس کی قسمیں لوگوں کو اس کی سچائی کا یقین دلانے میں معاون بن جاتی ہیں، ایسے لوگ ہمارے بھی دائیں بائیں بکھرے ہوتے ہیں اور بدقسمتی سے لوگ ان کے اصل چہرے سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لئے یہ لوگ ہر طرح سے کامیاب نظر آتے ہیں، منافقین میں اخنس بن شریق نامی ایک آدمی ایسا ہی تھا اور یہ آیتیں بھی اسی کی مناسبت سے نازل ہوئی تھیں۔

[۲۰۵] ۔اس آیت میں گزشتہ آیت کا مضمون مکمل کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ ظاہری طور پر بہت متاثر کن ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ فساد پھیلانے والے ہوتے ہیں، کسی کے کھیت کو آگ لگا دی، کسی کے جانور کو نقصان پہنچا دیا، راہ چلتے کوئی شرارت کر دی، کسی پر جھوٹا مقدمہ کروا دیا، کسی پر بے سروپا الزامات لگا دیئے اور کسی پر اپنے مال و دولت اور عہدہ و منصب کا رعب جھاڑ کر اسے نقصان پہنچا دیا، اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ یہ چیزیں اللہ کو پسند نہیں ہیں، اس لئے ان چیزوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

[۲۰۶] ۔اس آیت کا تعلق بھی گزشتہ دو آیتوں کے ساتھ ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جب ان کی فتنہ پروری اور شرانگیزی کو دیکھ کر انہیں کوئی آدمی سمجھانے کی کوشش کرے تو غرور و تکبر کی وجہ سے اس کی بات سننے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے اور نصیحت کرنے والے کے حوالے سے نخوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اسے جرأت کیسے ہوئی کہ ہمیں نصیحت کرے؟ کیا اسے ہماری اصلاح کی ذمہ داری سونپی گئی ہے؟ یہ ہماری اصلاح کرنے والا کون ہوتا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کیلئے جہنم ہی کافی ہے جو کہ بدترین ٹھکانہ ہے۔

يَشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

يَشْرِيْ	نَفْسَهُ	ابْتِغَآءَ	مَرْضَاتِ	اللّٰهِ	وَ	اللّٰهُ	رَءُوْفٌ	بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾
بیچ دیتا ہے	اپنے نفس کو	تلاش کرنے کیلئے	مرضی	اللہ کی	اور	اللہ	بہت شفیق	بندوں پر

جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اپنے نفس کو بیچ دیتا ہے، اور اللہ اپنے بندوں پر بہت شفیق ہے۔ ۲۰۷

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	ادْخُلُوْا	فِيْ	السِّلْمِ	كَاۗفَّةً	وَ	لَا	تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ
اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	داخل ہو جاؤ	بیچ	سلامتی کے	پورے کے پورے	اور	مت	پیروی کرو	قدموں کی

اے اہل ایمان! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے قدموں کی پیروی

الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا

الشَّيْطٰنِ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾	فَاِنْ	زَلَلْتُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	مَا
شیطان کے	بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلا	پھر اگر	تم پھسل گئے	بعد اس کے	جو

نہ کرو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ۲۰۸ پھر اگر تم اپنے پاس واضح دلائل آنے کے

جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ

جَاۗءَتْكُمُ	الْبَيِّنٰتُ	فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾	هَلْ	يَنْظُرُوْنَ
آئے تمہارے پاس	واضح دلائل	تو جان رکھو	کہ بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا	کیا	وہ انتظار کر رہے ہیں

بعد بھی پھسل جاؤ تو جان رکھو کہ بیشک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ۲۰۹ کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں

اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَقُضِيَ

اِلَّآ	اَنْ	يَّاْتِيَهُمُ	اللّٰهُ	فِيْ	ظُلَلٍ	مِّنَ	الْغَمَامِ	وَ	الْمَلٰۗىِٕكَةُ	وَ	قُضِيَ
اگر	یہ کہ	ان کے پاس آ جائے	اللہ	بیچ	سائبانوں کے	سے	بادلوں کے	اور	فرشتے	اور	فیصلہ کر دیا جائے

کہ اللہ اُن کے پاس بادل کے سائبانوں میں آ جائے اور فرشتے بھی، اور معاملہ

الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ كَمْ

الْاَمْرُ	وَ اِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾	سَلْ	بَنِيْٓ	اِسْرَاۗءِيْلَ	كَمْ
معاملے کا	اور جانب	اللہ کے	لوٹائے جائیں گے	معاملات	پوچھ لیجئے	بیٹوں سے	اسرائیل کے	کتنی

نمٹا دیا جائے، اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات کو لوٹایا جائے گا۔ ۲۱۰ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیجئے کہ ہم نے

۲۰۷ ۔ اس آیت میں منافقین کے بالمقابل مخلص لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنا مال تو کیا اپنی جان بھی اللہ کے نام پر بیچنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور اس کے عوض وہ صرف اللہ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں، مفسرین نے اس کے ذیل میں حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا واقعہ، ہجرت نقل کیا ہے کہ جب مشرکین کو ان کی ہجرت کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا اور ایک جگہ پہنچ کر انہیں روک لیا، حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے انہیں پیش کش کی کہ اگر تم مجھے ہجرت سے نہ روکو تو میں تمہیں اپنا گھر بار اور سارا مال و دولت دینے کیلئے تیار ہوں، مشرکین راضی ہو گئے اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے، آیت کے عموم میں یہ واقعہ بھی شامل ہے اور اس سے ملتے جلتے واقعات بھی اس کے عموم میں شامل کیے جا سکتے ہیں۔

۲۰۸ ۔ اس آیت میں اہل ایمان کو خطاب فرمایا جا رہا ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، یہودیوں والی روش مت اختیار کرو کہ کسی بات کو مان لیا اور کسی کو نہ مانا، جو چیز آسان یا طبیعت کے موافق معلوم ہوئی، اسے اختیار کر لیا اور جو چیز مشکل یا طبیعت کے خلاف معلوم ہوئی، اسے چھوڑ دیا، اگر تم نے اسلام قبول کیا ہے تو اسلام کامل اختیار کرو، شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، وہ تو تمہارا دشمن ہے، اس کے نشانات قدم پر چل کر تم جنت میں ہرگز نہ پہنچ سکو گے۔

۲۵ ع ۱۴ ۹

۲۰۹ ۔ اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ شریعت کے واضح احکام معلوم ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی شخص پھسل جائے اور لڑھکتا ہوا شیطانی وادی میں جا گرے تو یہ نہ سمجھے کہ اللہ کی گرفت سے بچ جائیگا، کیونکہ وہ تو زبردست، غالب ہے، البتہ اگر اس گرفت میں تاخیر ہو جائے تو کسی خاص حکمت سے ایسا ہونا ممکن ہے اور اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

۲۱۰ ۔ اس آیت میں کافروں کے انتظار پر استفہامیہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ آخر یہ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ کیا انہیں اس بات کا انتظار ہے کہ بادلوں کے سائبانوں میں ان کے سامنے خود رب العالمین آ جائے اور اس کی نورانی مخلوق فرشتے بھی آ جائیں اور تمام مقدمات کا فوری فیصلہ کر دیا جائے؟ ظاہر ہے کہ سارے معاملات اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں، وہی ان کا حتمی فیصلہ کرتا ہے، لہٰذا اس کا فیصلہ بھی وہی کرے گا۔

اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ

اٰتَيْنٰهُمْ	مِّنْ اٰيَةٍ	بَيِّنَةٍ	وَ	مَنْ	يُّبَدِّلْ	نِعْمَةَ	اللّٰهِ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْهُ
ہم نے انہیں دیں	نشانیوں میں سے	واضح	اور	جو کوئی	تبدیل کردے	نعمت کو	اللہ کی	بعد اس کے	وہ	اس کے پاس آگئی

انہیں کتنے واضح معجزات دیے، اور جو شخص اپنے پاس اللہ کی نعمت آنے کے بعد اُسے تبدیل کردے

فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

فَاِنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾	زُيِّنَ	لِلَّذِيْنَ	كَفَرُوا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا
تو بیشک	اللہ	سخت دینے والا	سزا کا	مزین کردیا گیا	اُن لوگوں کیلئے	کفر کیا انہوں نے	زندگی کو	دنیا کی

تو بیشک اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ [٢١١] کافروں کیلئے دنیا کی زندگی کو مزین کردیا گیا ہے

وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ

وَ	يَسْخَرُوْنَ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَالَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	فَوْقَهُمْ	يَوْمَ
اور	وہ مذاق اڑاتے ہیں	سے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور وہ لوگ جو	ڈرتے رہے	ان سے اوپر ہوں گے	دن

اور وہ اہلِ ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں، اور جو لوگ متقی ہیں، وہ قیامت کے دن اُن سے

الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾ كَانَ النَّاسُ

الْقِيٰمَةِ	وَ	اللّٰهُ	يَرْزُقُ	مَنْ	يَّشَآءُ	بِغَيْرِ	حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾	كَانَ	النَّاسُ
قیامت کے	اور	اللہ	رزق دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	بغیر	حساب کے	تھے	لوگ

برتر ہوں گے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ [٢١٢] تمام لوگ پہلے

اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠

اُمَّةً	وَّاحِدَةً	فَبَعَثَ	اللّٰهُ	النَّبِيّٖنَ	مُبَشِّرِيْنَ	وَ	مُنْذِرِيْنَ
امت	ایک	پھر بھیجے	اللہ نے	بہت سے نبی	خوشخبری دینے والے	اور	آگاہ کرنے والے

ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے خوشخبری سنانے اور آگاہ کرنے کیلئے نبیوں کو بھیجا،

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا

وَ	اَنْزَلَ	مَعَهُمُ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَ	النَّاسِ	فِيْمَا	اخْتَلَفُوْا
اور	نازل کیا	ان کے ہمراہ	کتاب	برحق	تاکہ وہ فیصلہ کرے	درمیان	لوگوں کے	اس میں جو	انہوں نے اختلاف کیا

اور اُن کے ہمراہ برحق کتاب نازل فرمائی، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اُن چیزوں میں فیصلہ کرے جن میں وہ اختلاف

[٢١١] اس آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ کا عذاب کسی قوم پر یونہی نہیں آجایا کرتا، پہلے ان کے پاس واضح احکام اور دلائل بھیجے جاتے ہیں، اس کے بعد بھی اگر کوئی باز نہ آئے تب اللہ کا عذاب آتا ہے، اس کی تصدیق تو بنی اسرائیل سے بھی کی جاسکتی ہے کیونکہ ان کے ساتھ بھی یہی حالات و واقعات پیش آئے تھے، اس کے علاوہ ان کے پاس سابقہ آسمانی کتابیں بھی ہیں اور وہ ایک قدیم قوم ہیں، اس لئے وہ اس کی تصدیق کریں گے۔

[٢١٢] اس آیت میں کافروں کے اصل روگ کی نشاندہی فرمائی گئی ہے کہ ان کے سامنے دنیا اپنی تمام تر زیب و زینت اور رونق کے ساتھ آگئی ہے، وہ اس کی دلچسپیوں کو اپنی تمام تر توجہات کا مرکز و محور بنا چکے ہیں اور ان کے نزدیک بس یہی دنیا کی زندگی اصل زندگی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ اہل ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں کہ یہ اَن دیکھی جنت کو حاصل کرنے کیلئے تنگی اور پریشانی کی زندگی برداشت کررہے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کیلئے اپنے حال کی قربانی دے رہے ہیں، ان کافروں کو یہ بات معلوم ہی نہیں کہ قیامت کے دن ایمان و تقویٰ والے ہی برتر و بلند ہوں گے اور جہاں تک تعلق ہے دنیا کے رزق کا تو وہ اللہ جسے چاہتا ہے، جتنا چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔

فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ

فِيْهِ ؕ	وَمَا	اخْتَلَفَ	فِيْهِ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	اُوْتُوْهُ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْهُمُ
اس میں	اور نہیں	اختلاف کیا	اس میں	مگر	وہ لوگ جو	وہ دی گئی اُنہیں	بعد اس کے	جو	ان کے پاس آچکے

کرتے ہیں، اور کتاب میں بھی اُنہی لوگوں نے اختلاف پیدا کیا جنہیں وہ دی گئی تھی، بعد اس کے کہ اُن کے پاس واضح دلائل

الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

الْبَيِّنٰتُ	بَغْيًاۢ	بَيْنَهُمْ ۚ	فَهَدَى	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لِمَا	اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ
واضح دلائل	ضد بازی کی وجہ سے	آپس میں	تو ہدایت دی	اللہ نے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اس چیز کی جو	انہوں نے اختلاف کیا	اس میں

آچکے، ایسا آپس کی ضد بازی کی وجہ سے ہوا، سو ان اختلافی معاملات میں اللہ نے اپنے حکم سے اہلِ ایمان کو

مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ

مِنَ	الْحَقِّ	بِاِذْنِهٖ ؕ	وَ	اللّٰهُ	يَهْدِىْ	مَنْ	يَّشَآءُ	اِلٰى	صِرَاطٍ
سے	حق کی	اپنے حکم سے	اور	اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	طرف	راستے

حق کی رہنمائی عطا فرمائی، اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت عطا

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢١٣﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢١٣﴾	اَمْ	حَسِبْتُمْ	اَنْ	تَدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	وَ	لَمَّا	يَاْتِكُمْ	مَّثَلُ
سیدھے کے	کیا	تم نے سمجھ لیا	یہ کہ	تم داخل ہوجاؤ گے	جنت میں	اور	اب تک نہیں	آئے تم پر	حالات

فرما دیتا ہے۔ ﴿٢١٣﴾ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اب تک تم پر

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا

الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ	مَسَّتْهُمُ	الْبَاْسَآءُ	وَ	الضَّرَّآءُ	وَ	زُلْزِلُوْا
وہ لوگ جو	گزر چکے	تم سے پہلے	اُنہیں چھولیا	سختی نے	اور	تکلیف نے	اور	وہ ہلائے گئے

پہلے لوگوں جیسے حالات نہیں آئے؟ اُنہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور انہیں یہاں تک ہلایا گیا

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ

حَتّٰى	يَقُوْلَ	الرَّسُوْلُ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ	مَتٰى	نَصْرُ	اللّٰهِ ؕ	اَلَآ
یہاں تک کہ	کہنے لگے	پیغمبر	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	ان کے ساتھ	کب	مدد	اللہ کی	آگاہ رہو

کہ پیغمبر اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ آگاہ رہو

﴿٢١٣﴾۔اس آیت میں بعثت انبیاء اور آسمانی کتابوں کے نزول کا پس منظر اور امتوں کا ان کے ساتھ برتاؤ ذکر کیا گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کا جو ضابطہ انسان کو عطا فرمایا ہے، وہ شروع سے ایک ہی چلا آرہا ہے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بنیادی تعلیمات اور ان کے عقائد مشترکہ ہیں، اسی وجہ سے آغاز میں لوگوں کے درمیان اختلافات بھی نہیں تھے، لیکن جب آہستہ آہستہ شیطان نے لوگوں کو ورغلانا شروع کیا تو ان میں اختلافات پیدا ہونے لگے، ان اختلافات کو ختم کرنے اور دین کو اس کی اصلی شکل وصورت میں واپس لانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے بعثت انبیاء کا سلسلہ شروع کیا، چنانچہ جیسے ہی کسی قوم میں کوئی بیماری پیدا ہوتی، فوراً اس کا سدباب کیا جاتا، کچھ لوگ اس کا اثر قبول کر لیتے اور کچھ لوگ اپنی پرانی روش کے اوپر چلتے رہتے، اس کی وجہ کوئی معقول استدلال اور مضبوط دلیل نہیں ہوتی تھی، بلکہ آپس کی ضد بازی، حسد، کینہ اور عداوت تھی، ان اختلافات میں اہل ایمان کو حق پر چلنے اور عمل کرنے کی ہدایت نصیب ہو جاتی تھی اور اہل فساد عذاب کا شکار ہو جاتے، چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر اور ان کی امت آخری امت ہے اس لئے انہیں ایک جامع دین عطا فرمایا گیا جو تا صبح قیامت ہدایت و رہنمائی کیلئے کافی اور وافی ہے، امت میں جس نوعیت کا بھی اختلاف پیدا ہو جائے، اُسے قرآن کریم کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں اُس کا حل تلاش کرنا چاہیے، پھر اُس حل پر خلوص نیت کے ساتھ موقع محل کی مناسبت سے عمل کرنا چاہیے۔

إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾ يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُلْ مَآ أَنْفَقْتُمْ

إِنَّ	نَصْرَ	اللّٰهِ	قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾	يَسْـَٔلُونَكَ	مَاذَا	يُنْفِقُونَ	قُلْ	مَآ	أَنْفَقْتُمْ
یہ کہ بیشک	مدد	اللہ کی	قریب	وہ تجھ سے پوچھتے ہیں	کیا چیز	وہ خرچ کریں	تو کہہ	وہ جو	تم خرچ کرو

کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔ [۲۱۴] یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیجیے کہ تم جو بھی مال خرچ کرو

مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِينِ

مِّنْ	خَيْرٍ	فَلِلْوَالِدَيْنِ	وَ	الْأَقْرَبِينَ	وَالْيَتٰمٰى	وَ	الْمَسٰكِينِ
سے	مال	تو والدین کیلئے	اور	قرابت داروں کیلئے	اور یتیموں کیلئے	اور	مسکینوں کیلئے

تو وہ والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں

وَابْنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيمٌ ﴿٢١٥﴾ كُتِبَ

وَابْنِ السَّبِيلِ	وَ	مَا	تَفْعَلُوا	مِنْ	خَيْرٍ	فَإِنَّ	اللّٰهَ	بِهٖ	عَلِيمٌ ﴿٢١٥﴾	كُتِبَ
اور مسافر کیلئے	اور	جو	تم کرو	سے	کوئی نیکی	تو بیشک	اللہ	اُسے	خوب جاننے والا	لکھ دیا گیا

کیلئے کرو، اور تم جو بھی نیکی کرو گے اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ [۲۱۵] تم پر

عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْـًٔا وَّهُوَ

عَلَيْكُمُ	الْقِتَالُ	وَ	هُوَ	كُرْهٌ	لَّكُمْ	وَعَسٰٓى	أَنْ	تَكْرَهُوا	شَيْـًٔا	وَّ	هُوَ
تم پر	قتال کرنا	اور	وہ	ناگوار	تمہارے لئے	اور ممکن ہے	یہ کہ	تم ناگوار سمجھو	کسی چیز کو	اور	وہ

قتال کو فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار معلوم ہوتا ہے، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى أَنْ تُحِبُّوا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

خَيْرٌ	لَّكُمْ	وَ	عَسٰٓى	أَنْ	تُحِبُّوا	شَيْـًٔا	وَّ	هُوَ	شَرٌّ	لَّكُمْ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ
بہتر	تمہارے لئے	اور	ہوسکتا ہے	یہ کہ	تم پسند کرو	کسی چیز کو	اور	وہ	بری	تمہارے لئے	اور	اللہ	جانتا ہے

تمہارے حق میں بہتر ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہی تمہارے حق میں بری ہو، اور اللہ جانتا ہے،

وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾ يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۗ قُلْ

وَ	أَنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾	يَسْـَٔلُونَكَ	عَنِ	الشَّهْرِ	الْحَرَامِ	قِتَالٍ	فِيهِ	قُلْ
اور	تم	نہیں	جانتے ہو	وہ تجھ سے پوچھتے ہیں	سے	مہینے کے	حرمت والے	قتال کرنے کے	اس میں	تو کہہ

تم نہیں جانتے۔ [۲۱۶] یہ لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجیے

ع ٢٦ / ٦ / ١٠

[۲۱۴]۔ اس آیت میں اہل ایمان کو ان آزمائشوں اور مصیبتوں کیلئے تیار کیا جارہا ہے جو اس سے پہلے بھی اہل ایمان پر آتی رہی ہیں اور ہر زمانے کے اہل ایمان ان کا سامنا کرتے رہے ہیں، بلکہ پہلی قوموں اور امتوں پر تو ایسے سخت حالات بھی آئے ہیں کہ انہیں ''زلزلے'' سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی جس طرح زلزلہ آئے تو زمین ہل جاتی ہے اور جتنی شدت کا زلزلہ ہوتا ہے، زمین اتنی ہی زیادہ ہلتی ہے، اسی طرح گزشتہ اقوام بھی ایسے سخت حالات کا شکار ہوئی ہیں، پھر جب انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے متبعین کے ساتھ مل کر اللہ سے نصرت اور فتح مانگی تو اللہ نے انہیں خوشخبری سنادی کہ اللہ کی نصرت قریب آچکی ہے، سو تم بھی تیار رہو، چنانچہ غزوۂ خندق میں اہل ایمان کو بھی ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑا اور پھر اللہ تعالٰی کی ایسی نصرت اتری کہ دوبارہ کبھی مشرکین کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

[۲۱۵]۔ اس آیت میں لوگوں کے اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ کیا خرچ کریں اور کتنا خرچ کریں؟ لیکن جواب میں ''مقدار'' کی بجائے ''مصارف'' کا تعین کیا گیا ہے، کیونکہ نفلی صدقات و خیرات کی کوئی حد متعین نہیں کی جاسکتی، اس لئے جواب کا منشا یہ ہوا کہ خرچ کرنے کی مقدار نہ پوچھو، اپنی گنجائش کے مطابق جہاں تک ممکن ہو، خرچ کیا کرو لیکن والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو دوسروں پر ترجیح دیا کرو، اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ تم نیکی کا جو کام بھی کرو گے، اللہ اسے خوب جانتا ہے اور وہ تمہیں اس کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔

[۲۱۶]۔ اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ تمہیں جو حکم دیا جاتا ہے اس پر کسی تردد کے بغیر عمل کرلیا کرو، اگرچہ تمہاری طبیعت پر وہ گراں گزرے، اس لیے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تم جس چیز کو اچھا سمجھ رہے ہو، وہ تمہارے حق میں اچھی بھی ہو اور تم جس چیز کو برا سمجھ رہے ہو، وہ تمہارے حق میں ضرور بری ہو، جیسے تمہارے لئے جہاد کا حکم آیا، طبیعت کو اس حکم پر عمل کرنا گراں معلوم ہوتا ہے، دل میں خیال آتا ہے کہ اگر شہید ہو گئے تو بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟ لیکن اس کی تعمیل میں ہی تمہاری بھلائی ہے جسے اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔

قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ

قِتَالٌ	فِيْهِ	كَبِيْرٌ	وَ	صَدٌّ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	كُفْرٌۢ	بِهٖ	وَالْمَسْجِدِ
قتال کرنا	اس میں	بڑا گناہ	اور	روکنا	سے	راستے	اللہ کے	اور	کفر کرنا	اس کے ساتھ	اور مسجد

کہ اس میں قتال کرنا بڑا گناہ ہے، جبکہ اللہ کے راستے سے روکنا، اُس کے ساتھ کفر کرنا، مسجد حرام سے

الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ

الْحَرَامِ	وَ	اِخْرَاجُ	اَهْلِهٖ	مِنْهُ	اَكْبَرُ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَ	الْفِتْنَةُ	اَكْبَرُ	مِنَ
حرام سے	اور	نکالنا	وہاں کے رہنے والوں کو	اس سے	زیادہ بڑا ہے	نزدیک	اللہ کے	اور	فتنہ پھیلانا	زیادہ بڑا	سے

روکنا اور وہاں رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے اور فتنہ پھیلانا قتل کرنے سے زیادہ بڑا

الْقَتْلِ ؕ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ

الْقَتْلِ	وَ	لَا	يَزَالُوْنَ	يُقَاتِلُوْنَكُمْ	حَتّٰى	يَرُدُّوْكُمْ	عَنْ	دِيْنِكُمْ	اِنِ
قتل کے	اور	نہیں	ٹلیں گے وہ	تم سے وہ قتال کرتے رہیں گے	یہاں تک کہ	تمہیں لوٹا دیں	سے	تمہارے دین کے	اگر

گناہ ہے، اور یہ لوگ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے

اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ

اسْتَطَاعُوْا	وَ	مَنْ	يَّرْتَدِدْ	مِنْكُمْ	عَنْ	دِيْنِهٖ	فَيَمُتْ	وَ	هُوَ	كَافِرٌ
وہ طاقت رکھتے ہوں	اور	جو کوئی	پھر جائے	تم میں سے	سے	اپنے دین کے	پھر وہ مرجائے	اور	وہ	کافر ہو

ہی پھیر دیں، اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور کافر ہونے کی حالت میں ہی مر جائے

فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ

فَاُولٰٓئِكَ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ	فِي	الدُّنْيَا	وَ	الْاٰخِرَةِ	وَاُولٰٓئِكَ
تو وہی لوگ	ضائع ہو گئے	اُن کے اعمال	بیچ	دنیا کے	اور	آخرت کے	اور وہی لوگ

تو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے، اور یہی لوگ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢١٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اَصْحٰبُ	النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ٢١٧	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
ساتھی	جہنم کے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے	بیشک	وہ لوگ جو	ایمان لائے

اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ٢١٧ بیشک جو لوگ ایمان لائے

٢١٧ ۔ اس آیت کی تفسیر سمجھنے کیلئے اس کے پس منظر سے واقف ہونا ضروری ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت روانہ فرمائی، مشرکین کے ساتھ ان کی جھڑپ ہوئی، اس میں عمرو بن امیہ الحضرمی نامی ایک مشرک مارا گیا، یہ واقعہ جمادی الثانیہ کی ٢٩ تاریخ کی شام کو پیش آیا، اتفاق سے وہ مہینہ ٢٩ کا ہوا اور سورج غروب ہونے کے بعد رجب کا چاند نظر آ گیا، جو کہ اشہر حرم میں سے ہے، اس پر مشرکین نے یہ واویلا شروع کر دیا کہ مسلمانوں نے تو حرمت والے مہینے کا تقدس پامال کر دیا، ادھر مسلمان بھی فکر مند ہوئے کہ کہیں ہم سے اشہر حرم کا تقدس تو پامال نہیں ہو گیا، چنانچہ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ ٹھیک ہے کہ اشہر حرم کا تقدس پامال نہیں ہونا چاہیے اور اس میں جنگ و جدال کبیرہ گناہ ہے، لیکن اس کے علاوہ بھی بڑے بڑے گناہ ہیں، جن کا ارتکاب اشہر حرم کے تقدس کا شور مچانے والے کرتے رہے ہیں، چنانچہ اللہ کے راستے پر چلنے سے لوگوں کو روکنا اور اس کیلئے رکاوٹیں کھڑی کرنا، اللہ کے ساتھ کفر کرنا، مسجد حرام آنے والوں کو روکنا، مقامی لوگوں کو مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کرنا اور فتنہ پھیلانا زیادہ بڑے گناہ ہیں، جبکہ مشرکین ان کا ارتکاب کرنے کے باوجود خود کو پاک صاف اور معصوم سمجھتے ہیں اور مسلمانوں پر رجب کی حرمت پامال کرنے کا الزام لگاتے ہیں، حالانکہ اگر رجب کا مہینہ شروع ہو بھی چکا ہوتا تو صرف ایک چیز کی حرمت کا مسئلہ ہوتا، یہاں تو اتنی ساری چیزوں کی حرمت پامال ہوئی ہے انہیں تو اس پر بات ہی نہیں کرنی چاہیے، لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو ان کے دین سے ورغلانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں گے، اگر کوئی شخص ان کی کوششوں سے متاثر ہو کر مرتد ہو گیا تو وہ خسارے میں پڑ گیا۔ والعیاذ باللہ۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ

وَ	الَّذِيْنَ	هَاجَرُوْا	وَ	جٰهَدُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ۙ	اُولٰٓئِكَ	يَرْجُوْنَ
اور	وہ لوگ جو	ہجرت کی انہوں نے	اور	جہاد کیا انہوں نے	بیچ	راستے	اللہ کے	وہی لوگ	امید رکھتے ہیں

اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی اللہ کی رحمت کے

رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ

رَحْمَتَ	اللّٰهِ ۭ	وَ	اللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾	يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْخَمْرِ
رحمت	اللہ کی	اور	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	وہ تجھ سے پوچھتے ہیں	سے	شراب کے

امیدوار ہیں، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ [۲۱۸] اے نبی ﷺ یہ لوگ آپ سے شراب

وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ

وَ	الْمَيْسِرِ ۭ	قُلْ	فِيْهِمَآ	اِثْمٌ	كَبِيْرٌ	وَّ	مَنَافِعُ	لِلنَّاسِ ۡ	وَاِثْمُهُمَآ	اَكْبَرُ
اور	جوئے کے	تو کہہ	ان دونوں میں	گناہ	بہت بڑا	اور	کچھ فائدے	لوگوں کیلئے	اور ان دونوں کا گناہ	زیادہ بڑا

اور جوئے کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ ان دونوں کا گناہ بڑا ہے اور لوگوں کیلئے کچھ فائدے بھی ہیں، ان کا گناہ ان کے فائدے سے

مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ

مِنْ	نَّفْعِهِمَا ۭ	وَ	يَسْـَٔلُوْنَكَ	مَاذَا	يُنْفِقُوْنَ ڛ	قُلِ	الْعَفْوَ ۭ	كَذٰلِكَ
سے	ان دونوں کے نفع کے	اور	وہ تجھ سے پوچھتے ہیں	کیا چیز	وہ خرچ کریں	تو کہہ	ضرورت سے زائد	اسی طرح

زیادہ بڑا ہے، اور یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیجیے کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو، اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ

يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ۙ	فِيْ	الدُّنْيَا	وَ	الْاٰخِرَةِ ۭ
بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	آیتیں	تاکہ تم	غور کرو	بیچ	دنیا کے	اور	آخرت کے

اللہ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔ [۲۱۹] دنیا و آخرت میں،

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ	قُلْ	اِصْلَاحٌ	لَّهُمْ	خَيْرٌ ۭ	وَ	اِنْ
اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں	یتیموں کے متعلق	تو کہہ	اصلاح کرنا	اُن کیلئے	زیادہ بہتر	اور	اگر

اور یہ لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ اُن کی خیرخواہی کرنا ہی سب سے بہتر ہے، اور اگر

[۲۱۸]۔ اس آیت میں ان لوگوں کو اللہ کی رحمت کا امیدوار بتایا گیا ہے جو ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اس طرح ان لوگوں کو بھی تسلی ہوگئی جن کی مناسبت سے آیت نمبر ۲۱۷ نازل ہوئی تھی اور آئندہ کیلئے بھی ایک اصول متعین ہوگیا۔ [۲۱۹]۔ اس آیت میں شراب اور جوئے کے متعلق لوگوں کے سوال کا ابتدائی جائزہ لیا گیا ہے، اس سلسلے کی یہ آخری آیت نہیں ہے، تدریج کے مختلف مراحل سے گزار کر شراب اور جوئے کا حتمی فیصلہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۰ میں بیان کیا گیا ہے۔ جو اپنے موقع پر آئے گا انشاء اللہ۔ یہاں صرف ان دونوں چیزوں کے نفع اور نقصان کا جائزہ لیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ کسی بھی چیز میں اگر نفع اور نقصان دونوں پہلو پائے جاتے ہیں تو عقل مند انسان یہ دیکھتا ہے کہ اس میں نفع زیادہ ہے یا نقصان، اگر نفع زیادہ ہو تو وہ اسے اختیار کر لیتا ہے اور معمولی نقصان کو برداشت کر لیتا ہے اور اگر نقصان زیادہ ہو تو وہ معمولی نفع حاصل کرنے کی خاطر زیادہ نقصان برداشت نہیں کرتا، چنانچہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں واضح فرما دیا کہ شراب اور جوئے کا نقصان زیادہ اور منافع معمولی ہے اس لئے احتیاط پسند لوگوں نے تو صرف اتنا سن کر ہی ان دونوں چیزوں کو ترک کر دیا، لیکن چونکہ واضح حکم نہیں آیا تھا اس لئے کچھ لوگ ابھی بھی ان سے شغل کرتے رہے، واضح حکم کی تفسیر اپنے موقع پر آئے گی۔ انشاء اللہ

تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ

تُخَالِطُوْهُمْ	فَاِخْوَانُكُمْ ؕ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	الْمُفْسِدَ	مِنَ	الْمُصْلِحِ ؕ	وَ	لَوْ
تم انہیں شریک کرلو	تو وہ بھائی ہیں تمہارے	اور اللہ	جانتا ہے	فساد پھیلانے والے کو	سے	اصلاح کرنے والے کے	اور	اگر

تم اُنہیں خرچ میں شریک کر لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والے اور اصلاح کرنے والے کو جانتا ہے اور اگر

شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا

شَآءَ	اللّٰهُ	لَاَعْنَتَكُمْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾	وَ	لَا	تَنْكِحُوا
چاہے	اللہ	البتہ تمہیں مشقت میں ڈال دے	بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا	اور	مت	نکاح کرو

اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈال دیتا، بیشک اللہ غالب ، حکمت والا ہے۔ [۲۲۰] اور مشرک عورتوں سے

الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ

الْمُشْرِكٰتِ	حَتّٰى	يُؤْمِنَّ ؕ	وَلَاَمَةٌ	مُّؤْمِنَةٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	مُّشْرِكَةٍ	وَّلَوْ
مشرکہ عورتوں سے	یہاں تک کہ	وہ ایمان لے آئیں	اور البتہ باندی	ایمان والی	زیادہ بہتر	سے	مشرکہ عورت کے	اگرچہ

نکاح مت کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں، اور یقیناً مسلمان باندی مشرکہ عورت سے بہتر ہے اگرچہ

اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ

اَعْجَبَتْكُمْ ۚ	وَ	لَا	تُنْكِحُوا	الْمُشْرِكِيْنَ	حَتّٰى	يُؤْمِنُوْا ؕ	وَ	لَعَبْدٌ
وہ تمہیں اچھی لگے	اور	مت	نکاح کرواؤ	مشرک مردوں سے	یہاں تک کہ	وہ ایمان لے آئیں	اور	البتہ غلام

وہ تمہیں اچھی لگتی ہو، اور مشرکین کے نکاح میں عورتوں کو مت دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں، اور یقیناً مسلمان غلام

مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى

مُّؤْمِنٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	مُّشْرِكٍ	وَّلَوْ	اَعْجَبَكُمْ ؕ	اُولٰٓئِكَ	يَدْعُوْنَ	اِلَى
ایمان والا	زیادہ بہتر	سے	مشرک کے	اگرچہ	وہ تمہیں اچھا لگے	وہ لوگ	بلاتے ہیں	طرف

مشرک مرد سے زیادہ بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگتا ہو، وہ لوگ جہنم کی دعوت

النَّارِ ۚۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ

النَّارِ ۚ	وَ	اللّٰهُ	يَدْعُوْٓا	اِلَى	الْجَنَّةِ	وَ	الْمَغْفِرَةِ	بِاِذْنِهٖ ۚ	وَ	يُبَيِّنُ	اٰيٰتِهٖ
جہنم کے	اور	اللہ	بلاتا ہے	طرف	جنت کے	اور	مغفرت کے	اپنے حکم سے	اور	بیان کرتا ہے	اپنی آیتیں

دیتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے، اور اپنی آیتیں لوگوں کیلئے کھول کھول کر

[۲۲۰] ۔اس آیت میں یتیموں کے مال سے متعلق لوگوں کے ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے، جس کی ضرورت اس طرح پیش آئی کہ آغاز میں لوگ یتیم بچوں کا مال اپنے مال میں شامل کر کے ان کی ضروریات پوری کرتے تھے، اس میں بعض لوگ بے احتیاطی بھی کرتے تھے اور یتیموں کا مال ناحق کھاتے تھے، اس پر سخت وعید آئی اور اسے جہنم کے انگارے قرار دیا گیا تاکہ لوگ یتیموں کے مال میں ظلم اور ناانصافی نہ کریں، اس طرح انہیں تنبیہ کی گئی لیکن بعض احتیاط پسند لوگوں میں اس حوالے سے تشویش پیدا ہوگئی کہ کہیں ہم بھی اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے تو نہیں بھر رہے، سوانہوں نے اپنی پرورش میں موجود یتیم بچوں کی ہر چیز الگ کر دی، چنانچہ وہ ان کا کھانا، پینا، دودھ اور دیگر ضروریات زندگی الگ کر کے انہی کے مال سے اسے پورا کرنے لگے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چیزیں خراب ہونے اور سڑنے لگیں کیونکہ انہیں محفوظ کرنے کے موجودہ ذرائع دستیاب نہیں تھے اور یہ ممکن نہیں تھا کہ ان بچوں کیلئے جو کھانا پکایا گیا ہے، وہ سارا ایک ہی وقت میں کھا جائیں، ظاہر ہے کہ اس میں یتیموں کا نقصان تھا، سو اس آیت میں واضح فرما دیا کہ اصل مقصد تو ان کے مال کی خبر گیری کرنا ہے اور اسے بے دریغ اڑانے کی ممانعت ہے، تم انہیں اپنا بھائی سمجھو اور ان کے مال کو ضائع ہونے سے بچاؤ، پھر اگر نیک نیتی کے ساتھ تم انہیں کھانے پینے اور دیگر معاملات میں اپنے ساتھ شریک کر لیتے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ع ۲۷ ۵ ۱۱

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ

لِلنَّاسِ	لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ۲۲۱	وَ	يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْمَحِيْضِ ؕ	قُلْ	هُوَ
لوگوں کیلئے	تاکہ وہ	نصیحت حاصل کریں	اور	تجھ سے پوچھتے ہیں	سے	ایام ماہانہ	تو کہہ	وہ

بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ [۲۲۱] اور یہ لوگ آپ سے "ماہانہ ایام" کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ وہ

اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى

اَذًى ۙ	فَاعْتَزِلُوْا	النِّسَآءَ	فِي	الْمَحِيْضِ ۙ	وَ	لَا	تَقْرَبُوْهُنَّ	حَتّٰى
گندگی	سوتم الگ رہو	عورتوں سے	بیچ	ماہانہ ایام	اور	مت	قریب جاؤ اُن کے	یہاں تک کہ

گندگی ہے اس لیے تم "ماہانہ ایام" میں عورتوں سے الگ رہا کرو، اور اُن کے قریب نہ جایا کرو یہاں تک

يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ

يَطْهُرْنَ ۚ	فَاِذَا	تَطَهَّرْنَ	فَاْتُوْهُنَّ	مِنْ	حَيْثُ	اَمَرَكُمُ	اللّٰهُ ؕ	اِنَّ
وہ پاک ہوجائیں	پھر جب	وہ خوب پاک ہوجائیں	توتم اُن کے پاس آؤ	سے	جہاں	تمہیں حکم دیا	اللہ نے	بیشک

کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ خوب پاک ہو جائیں تو تم اُن کے پاس جاؤ، جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے، بیشک

اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ

اللّٰهَ	يُحِبُّ	التَّوَّابِيْنَ	وَ	يُحِبُّ	الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۲۲۲	نِسَآؤُكُمْ	حَرْثٌ
اللہ	پسند کرتا ہے	توبہ کرنے والوں کو	اور	پسند کرتا ہے	پاک ہونے والوں کو	تمہاری عورتیں	کھیت

اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور وہ طہارت حاصل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ [۲۲۲] تمہاری عورتیں تمہارا

لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

لَّكُمْ	فَاْتُوْا	حَرْثَكُمْ	اَنّٰى	شِئْتُمْ ۫	وَ	قَدِّمُوْا	لِاَنْفُسِكُمْ ؕ	وَ	اتَّقُوْا	اللّٰهَ
تمہارا	توتم آؤ	اپنے کھیت میں	جہاں سے	تم چاہو	اور	آگے بھیجو	اپنی ذات کیلئے	اور	ڈرو	اللہ سے

"کھیت" ہیں ، سو تم اپنے کھیت میں جہاں سے چاہو آؤ، اور اپنے لیے آگے بھیجو، اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ

وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّكُمْ	مُّلٰقُوْهُ ؕ	وَبَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۲۲۳	وَ	لَا تَجْعَلُوْا	اللّٰهَ
اور	جان رکھو	یہ کہ بیشک تم	اس سے ملنے والے	اور خوشخبری دیدے	ایمان والوں کو	اور	مت بناؤ	اللہ کو

اور جان رکھو کہ تم اُس سے ملنے والے ہو اور آپ مؤمنین کو خوشخبری سنا دیجیے۔ [۲۲۳] اور اللہ کے نام کو

[۲۲۱]۔ اس آیت مبارکہ میں نکاح کے حوالے سے ایک خاص حکم دیا گیا ہے جس کا مقصد نکاح کے ذریعے مسلمان اور مشرک کے جمع ہونے اور نسل بڑھانے کی روک تھام کرنا ہے، اس لئے واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان مرد کیلئے کسی مشرکہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ نہایت حسین وجمیل اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہو، اگر کسی مسلمان کے پاس ایسے اسباب نہ ہوں کہ وہ کسی آزاد مسلمان عورت سے نکاح کر سکے تو اسے چاہئے کہ کسی مسلمان باندی سے نکاح کر لے لیکن مشرکہ عورت سے کسی صورت نکاح نہ کرے، اسی طرح مسلمان عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی مشرک مرد سے نکاح کرے، چونکہ مسلمان عورت اپنا نکاح خود سے کرنے کی بجائے اپنے ولی اور سرپرست کے ذریعے نکاح کے معاملات طے کرتی ہے اس لئے آیت میں روئے سخن اولیاء کی طرف رکھا گیا ہے اور انہیں بھی ترغیب دی گئی ہے کہ اپنی ولیہ کا نکاح کسی مسلمان غلام سے کروا دینا کسی آزاد مشرک سے نکاح کروانے سے زیادہ بہتر ہے، اگرچہ وہ کیسا ہی حسین وجمیل اور خوبرو ہو، اس ممانعت کی بہت سی حکمتوں میں سے یہاں صرف ایک حکمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مشرک لوگ اپنے شرک کی دعوت دیتے ہیں اور شرک انسان کو جہنم میں پہنچاتا ہے تو گویا وہ جہنم کی دعوت دیتے ہیں کیا تم اس دعوت کو قبول کرنا چاہتے ہو؟ دوسری طرف اللہ تمہیں ایمان کی دعوت دیتا ہے اور ایمان جنت تک پہنچاتا ہے تو گویا وہ جنت کی دعوت دیتا ہے، کیا تم اس دعوت کو رد کر سکتے ہو؟ اس کے علاوہ اللہ تمہیں اپنی مغفرت کی طرف بلاتا ہے کیا تمہیں اس سے رغبت ہو سکتی ہے خوب سمجھ لو۔ فائدہ:۔ اس آیت میں مطلق طور پر ہر قسم کے مشرک مرد اور عورت سے نکاح کی ممانعت کر دی گئی ہے تاہم سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵ سے اس حکم میں ایک تخصیص کی گئی ہے کہ کتابیہ عورتوں کو بشرطیکہ وہ صحیح معنی میں کتابیہ ہوں مسلمان مردوں کیلئے حلال کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ [۲۲۲]۔ اس آیت مبارکہ میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی علیہ السلام سے دم ماہانہ کے متعلق دریافت کیا تھا، ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کا منشاء "دم ماہانہ" کی تعریف پوچھنا نہیں تھا، بلکہ وہ اس حالت میں اپنی بیویوں سے بے تکلفی کی آخری حد معلوم کرنا چاہتے تھے، اس لئے آیت مبارکہ میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ وہ "گندگی ہے" اس سے اس کی تعریف بیان کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ آگے آنے والے حکم کی علت اور وجہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جب تک تمہاری بیویاں ماہانہ ایام کے دور سے گزر رہی ہوں، تم ان سے ازدواجی تعلق مت قائم کرو، بلکہ اس نیت اور ارادے سے ان کے قریب بھی نہ جاؤ، کیونکہ وہ تو نری گندگی ہے اور گندگی سے ہر شخص بچنے کا اہتمام کرتا ہے، علاوہ ازیں یہ ایک بیماری ہے اس لئے تمہیں اس حالت میں احتیاط ہی کرنی چاہیے، اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس حالت میں ازدواجی تعلق قائم کرنے پر مرد و عورت وہ لطف حاصل کرنے میں بھی ناکام رہتے ہیں جو اس عمل سے انہیں مطلوب ہوتا ہے، البذا جب خواتین پاک ہو جائیں خواہ اس طرح کہ دس دن پورے ہو جائیں (اس صورت میں غسل کے بغیر بھی قربت جائز ہے) یا عادت پوری ہو جائے (اس صورت میں غسل کرنا یا ایک نماز کا وقت گزر جانا قربت کیلئے ضروری ہے) تو مردوں کیلئے اپنی بیویوں سے ازدواجی تعلق قائم کرنا جائز ہو جاتا ہے، لیکن اس میں بھی اس پہلو کا بطور خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ جب بھی "قربت" کی نوبت آئے وہ اپنے محل میں ہی ہو، خلاف محل نہ ہو، یعنی اگلی شرمگاہ میں ہو، نہ کہ پچھلی شرمگاہ میں، جیسا کہ اگلی آیت میں آ رہا ہے۔ [۲۲۳]۔ اس آیت مبارکہ میں خواتین کو "کھیت" سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ نہایت بلیغ، معنی خیز اور برمحل تشبیہ ہے کیونکہ عقل مند کسان اپنی زمین میں ہی بیج بکھیرتا ہے کسی دوسرے کی زمین میں نہیں، کسان اپنے کھیت میں آنے کیلئے کسی خاص وقت کا پابند نہیں ہوتا، اس پر کسی خاص سمت کا اہتمام کرنا بھی لازم نہیں ہوتا اور کسان کی سب سے اولین ترجیح پیداوار کا صحیح سالم =

عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ

عُرْضَةً	لِّاَيْمَانِكُمْ	اَنْ	تَبَرُّوْا	وَ	تَتَّقُوْا	وَتُصْلِحُوْا	بَيْنَ	النَّاسِ	وَ	اللّٰهُ
نشانہ	اپنی قسموں کا	یہ کہ	تم نیکی کرو	اور	تقویٰ اختیار کرو	اور اصلاح کرو	درمیان	لوگوں کے	اور	اللہ

اپنی قسموں کا نشانہ مت بناؤ، اس بات سے کہ تم حسنِ سلوک کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور لوگوں کے درمیان صلح کرواؤ، اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ

سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾	لَا	يُؤَاخِذُكُمُ	اللّٰهُ	بِاللَّغْوِ	فِيْٓ	اَيْمَانِكُمْ	وَ	لٰكِنْ
خوب سننے والا	جاننے والا	نہیں	مؤاخذہ کرے گا تمہارا	اللہ	بیہودہ پر	بیچ	تمہاری قسموں کے	اور	لیکن

خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۲۲۴ اللہ تمہاری بیہودہ قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں فرمائیگا، لیکن

يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ

يُؤَاخِذُكُمْ	بِمَا	كَسَبَتْ	قُلُوْبُكُمْ	وَ	اللّٰهُ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾	لِلَّذِيْنَ
وہ مؤاخذہ کرے گا تمہارا	اس پر جو	ارادہ کیا	تمہارے دلوں نے	اور	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت بردبار	اُن لوگوں کیلئے جو

اُن قسموں پر مؤاخذہ فرمائیگا جن کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا ہو گا، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔ ۲۲۵ جو لوگ

يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

يُؤْلُوْنَ	مِنْ	نِّسَآئِهِمْ	تَرَبُّصُ	اَرْبَعَةِ	اَشْهُرٍ	فَاِنْ	فَآءُوْ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
قسم اٹھا لیتے ہیں	سے	اپنی بیویوں کے	انتظار کرنا	چار	مہینے	پھر اگر	وہ رجوع کر لیں	تو بیشک	اللہ

اپنی بیویوں کے پاس جانے سے قسم اٹھا لیتے ہیں، اُنہیں چار ماہ تک انتظار کرنا ہو گا، پھر اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾	وَ	اِنْ	عَزَمُوا	الطَّلَاقَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾
بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	اگر	وہ پختہ ارادہ کر لیں	طلاق کا	تو بیشک	اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا

بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۲۲۶ اور اگر وہ طلاق دینے کا پختہ ارادہ ہی کر لیں تو بیشک اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۲۲۷

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ

وَالْمُطَلَّقٰتُ	يَتَرَبَّصْنَ	بِاَنْفُسِهِنَّ	ثَلٰثَةَ	قُرُوْٓءٍ	وَ	لَا	يَحِلُّ	لَهُنَّ	اَنْ
اور طلاق یافتہ عورتیں	انتظار میں رکھیں	اپنے آپ کو	تین	ماہانہ ایام تک	اور	نہیں	حلال	اُن کیلئے	یہ کہ

اور طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو ایام کے تین دور تک روکے رکھیں، اور اُن کیلئے حلال نہیں ہے کہ

=حصول ہوتا ہے، اسی وجہ سے وہ اس کیلئے خاص محنت اور مشقت برداشت کرتا ہے اور بروقت اس کی تمام ضروریات کا اہتمام کرتا ہے، اسے موسم کے اثرات سے محفوظ رکھنے کیلئے بھی تدابیر اختیار کرتا ہے، یہی حال مرد کا بھی ہے صرف اس کی اپنی بیوی اس کیلئے حلال ہے، کوئی دوسری عورت اس کیلئے حلال نہیں ہے، وہ جب چاہے اپنی بیوی کی قربت سے لطف اندوز ہو سکتا ہے وہ ہر کیفیت سے اپنی بیوی کے پاس آ سکتا ہے خواہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا لیٹ کر اس شرط کے ساتھ کہ برمحل ہو، خلافِ محل نہ ہو اس کے علاوہ نفس کی خواہش پوری کرنے کے ساتھ ساتھ اگلی زندگی کی راحت کے اسباب فراہم کرنا مت بھولے، اس کیلئے اعمال کا ذخیرہ آگے بھیجے، کیونکہ اللہ کے ساتھ ملاقات ہونا ضروری ہے جس میں اہل ایمان کیلئے خوش خبری ہے۔

۲۲۴۔ اس آیت مبارکہ میں لفظ ''عرضۃ'' کا معنی کسی چیز کو باندھ کر اس پر نشانہ درست کرنا ہے، عام طور پر اناڑی لوگ اپنا نشانہ اسی طرح پختہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس اعتبار سے آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ تم نیکی نہ کرنے، تقویٰ اختیار نہ کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح نہ کرنے کیلئے اللہ کے نام کی قسمیں اٹھا کر گویا اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ بنا رہے ہو، تمہیں تو چاہئے کہ ان کاموں کو کرنے کیلئے اللہ کے نام کی قسمیں کھاؤ اور ایک دوسرے سے باہمی تعاون کے معاہدے کرو، نہ یہ کہ گناہ کے کاموں پر اللہ کی قسم اٹھا کر اسے اپنے نشانے پر رکھ لو

۲۲۵۔ اس آیت مبارکہ میں ''بیہودہ قسم'' کے قابلِ مؤاخذہ نہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد قسم کے وہ الفاظ ہوتے ہیں جو انسان کی زبان سے غیر اختیاری طور پر صرف عادۃً جاری ہو جاتے ہیں، متکلم کا مقصد قسم کھانا نہیں ہوتا، اسی بناء پر مخاطب بھی اس سے قسم نہیں سمجھتا، اصطلاح میں اسے ''یمین لغو'' کہا جاتا ہے، یہ قابلِ مؤاخذہ نہیں ہے، قسم کی دوسری قسم ''یمین غموس'' ہے جس میں انسان زمانہ ماضی کے کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی قسم اٹھاتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جھوٹی قسم اٹھا رہا ہے تاہم اپنی انا کی خاطر جھوٹ کے سمندر میں غوطہ لگانے پر آمادہ ہو جاتا ہے، اسی بنا پر اسے ''یمین غموس'' کہا جاتا ہے، اس کا کفارہ صرف توبہ و استغفار ہے، کوئی مالی جرمانہ نہیں، البتہ یہ کبیرہ گناہ ضرور ہے، قسم کا تیسرا درجہ ''یمین منعقدہ'' ہے جسے اس آیت میں قابلِ مؤاخذہ جرم قرار دیا گیا ہے کہ انسان مستقبل کے حوالے سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم اٹھا لے، اگر اس نے گناہ کے کسی کام کی قسم اٹھائی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی قسم کو توڑ دے اور اس کا کفارہ دیدے یعنی دس مسکینوں کو درمیانی قیمت کا کھانا کھلا دے یا انہیں کپڑے پہنا دے یا ایک غلام آزاد کر دے یا تین روزے مسلسل رکھ لے، اگر نیکی کے کسی کام کی قسم اٹھائی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی قسم پوری کرے اور کفارے سے بچے اور اگر قسم ٹوٹ جائے یا توڑنا پڑ جائے تو اس کا کفارہ دے، جو اوپر مذکور ہوا۔ ۲۲۶۔ اس آیت مبارکہ میں قسم کی ایک خاص صورت ''ایلاء'' کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ کوئی شخص قسم کھا لے کہ میں اپنی بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا، اس صورت میں چار ماہ کی مدت متعین کی گئی ہے، یعنی اگر چار ماہ کے دوران وہ اپنی بیوی کے پاس چلا گیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی جس کا اسے کفارہ ادا کرنا ہو گا اور اس کی بیوی اس کے نکاح میں ہی رہے گی، گویا کہ اس قسم سے اس کی بیوی مطلقہ نہ ہو گی۔ ۲۲۷۔ اس آیت مبارکہ میں ''ایلاء'' کی دوسری صورت ذکر کی گئی ہے کہ اگر مرد چار ماہ کے دوران اپنی بیوی کے پاس نہ جائے تو اس کی قسم پوری ہو گئی، لہٰذا اس پر قسم کا کفارہ لازم نہ ہو گا، لیکن چونکہ مقررہ مدت گزر گئی اور اس نے اپنی بیوی سے رجوع نہیں کیا تو شریعت اس عورت کو درمیان میں لٹکا ہوا نہیں چھوڑ سکتی، اس لئے اس رجوع نہ کرنے کو ''طلاق'' سمجھا جائیگا اور چونکہ اس کیلئے صریح الفاظ استعمال نہیں کئے گئے بلکہ کنائی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اس لئے یہ طلاق بائن ہو گی، خلاصہ یہ کہ اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اس کا نکاح ختم ہو جائیگا۔

يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

يَكْتُمْنَ	مَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	فِيْٓ	اَرْحَامِهِنَّ	اِنْ	كُنَّ	يُؤْمِنَّ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ
چھپائیں	وہ جو	پیدا کیا	اللہ نے	بیچ	ان کے رحموں کے	اگر	ہوں وہ	ایمان رکھتی	اللہ پر	اور	دن

اللہ نے اُن کے رحم میں جو کچھ پیدا کیا ہے، اُسے چھپائیں اگر وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان

الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا

الْاٰخِرِ ؕ	وَبُعُوْلَتُهُنَّ	اَحَقُّ	بِرَدِّهِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	اِنْ	اَرَادُوْٓا
پچھلے پر	اوراُن کے شوہر	زیادہ حق رکھتے ہیں	اُنہیں لوٹا لینے کا	بیچ	وہ	اگر	وہ ارادہ کریں

رکھتی ہوں، اور اُن کے شوہر اس مدت میں اُنہیں واپس لوٹا لینے کا زیادہ حق رکھتے ہیں اگر وہ اصلاح کا ارادہ

اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ

اِصْلَاحًا ؕ	وَ	لَهُنَّ	مِثْلُ	الَّذِيْ	عَلَيْهِنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ ۪	وَ	لِلرِّجَالِ
اصلاح کا	اور	اُن کیلئے	اسی طرح	وہ جو	اُن کے ذمے	بھلے طریقے سے	اور	مردوں کو

رکھتے ہوں، اور عورتوں کے بھلے طریقے سے کچھ حقوق بھی ہیں جیسے اُن کے ذمے کچھ فرائض ہیں، اور مردوں کو

ع ۲۸ ۷ ۱۲ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪

عَلَيْهِنَّ	دَرَجَةٌ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾	اَلطَّلَاقُ	مَرَّتٰنِ ۪
اُن پر	ایک گنا فضیلت	اور	اللہ	غالب	حکمت والا	طلاق	دومرتبہ

عورتوں پر ایک گنا فضیلت ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ۲۲۸ طلاق دو مرتبہ ہے،

فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ

فَاِمْسَاكٌۢ	بِمَعْرُوْفٍ	اَوْ	تَسْرِيْحٌۢ	بِاِحْسَانٍ ؕ	وَلَا	يَحِلُّ	لَكُمْ	اَنْ
پھر روک لینا	بھلے طریقے سے	یا	چھوڑ دینا	شائستگی سے	اور نہیں	حلال	تمہارے لئے	یہ کہ

پھر بھلے طریقے سے روک لینا ہے یا شائستہ طریقے سے چھوڑ دینا ہے ، اورتمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ

تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ

تَاْخُذُوْا	مِمَّآ	اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	شَيْـًٔا	اِلَّآ	اَنْ	يَّخَافَآ	اَلَّا	يُقِيْمَا	حُدُوْدَ
تم لےلو	اس میں سے جو	تم نے انہیں دیا ہو	کچھ بھی	مگر	یہ کہ	وہ اندیشہ رکھتے ہوں	یہ کہ نہ	قائم رکھ سکیں گے	حدیں

تم نے اُن عورتوں کو جو کچھ دے رکھا ہو، اس میں سے کچھ لے لو، سوائے اِس کے کہ اُن دونوں کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ

۲۲۸۔ اس آیت مبارکہ میں طلاق یافتہ عورتوں کی عدت بیان کی گئی ہے، دراصل عورت میں اللہ تعالیٰ نے ماں بننے کی صلاحیت رکھی ہے، جس کی وجہ سے اس کے رحم میں مادہ منویہ پیدائش کے مراحل سے گزر کر ایک انسانی وجود کی شکل اختیار کر لیتا ہے، مرد کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کیلئے تخلیق نہیں کیا ہے، اس لئے اسے مدت گزارنے کا حکم نہیں دیا گیا، سو جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی ہو، ممکن ہے کہ اس کے رحم میں کسی بچے کی ولادت کا مرحلہ شروع ہو گیا ہو، ضروری نہیں ہے کہ ہر مرتبہ مشینوں کی مدد سے اس کا صحیح نتیجہ معلوم ہو سکے اور ہر جگہ مشینیں دستیاب بھی نہیں ہوتی ہیں، اس لئے اتنی مدت متعین کرنا ضروری ہوا کہ اگر اس مدت کے دوران بچے کی پیدائش کے آثار نمایاں ہونا ہوتے تو ہو جاتے، اگر ایسا ہوا تو اس عورت کی عدت ''بچے کی پیدائش'' ہوگی اور اگر ایسا نہ ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے رحم میں کسی کی اولاد زیر تخلیق نہیں ہے لہٰذا وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے، یہی مدت ''عدت'' کہلاتی ہے جو اس آیت میں تین قروء' بیان کی گئی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے طہر مراد ہے اور امام ابو حنیفہؒ اس سے ماہانہ ایام کے تین دور مراد لیتے ہیں، اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ماہانہ ایام کی حالت میں طلاق دی ہو تو اسے تین کے عدد میں شمار نہیں کیا جائیگا، بلکہ نئے سرے سے تین کی گنتی پوری کرنا ہوگی اور ماہانہ ایام کی حالت میں طلاق دینے کی وجہ سے مرد گناہ گار ہوگا، اس آیت میں مردوں کو طلاق رجعی کی صورت میں عورتوں سے رجوع کرنے کا حق دیا گیا ہے لیکن اس کیلئے یہ شرط لگا دی گئی ہے کہ اس کا مقصد نیکی، حسن سلوک اور خوش اخلاقی سے پیش آنا ہو، عورت کو تنگ کرنا یا اس سے بداخلاقی کرنا جائز نہیں ہے اس آیت مبارکہ میں عورتوں کے فرائض کے ساتھ ساتھ ان کے حقوق بھی تسلیم کیے گئے ہیں، لہٰذا حقوق نسواں کیلئے ہمیں قرآن و سنت کے علاوہ کسی نئے بل کی ضرورت نہیں ہے، خواتین کو یہ باور کروایا گیا ہے کہ مردوں کو ان پر ایک گنا اضافی فضیلت حاصل ہے، تاہم اس فضیلت کی بنا پر خواتین کے حقوق متاثر نہیں ہونے چاہئیں۔

اللهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا

اللهِ ؕ	فَاِنْ	خِفْتُمْ	اَلَّا	يُقِيْمَا	حُدُوْدَ	اللهِ ۙ	فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْهِمَا	فِيْمَا
اللہ کی	سو اگر	تمہیں اندیشہ ہو	یہ کہ نہ	قائم رکھ سکیں گے وہ دونوں	حدیں	اللہ کی	تو نہیں	کوئی حرج	اُن دونوں پر	اس چیز میں جو

سکیں گے، سو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اُن دونوں پر اس چیز میں کوئی حرج نہیں

افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ

افْتَدَتْ	بِهٖ ؕ	تِلْكَ	حُدُوْدُ	اللهِ	فَلَا	تَعْتَدُوْهَا ۚ	وَ	مَنْ	يَّتَعَدَّ
فدیہ دیدے عورت	اس کا	وہ	حدیں	اللہ کی	سو نہ	تم ان سے تجاوز کرو	اور	جو کوئی	تجاوز کرے

جو عورت بدلے میں دیدے، یہ اللہ کی مقررہ حدود ہیں سو تم اُن سے تجاوز نہ کرو اور جو شخص اللہ کی حدود سے

حُدُوْدَ اللهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ

حُدُوْدَ	اللهِ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾	فَاِنْ	طَلَّقَهَا	فَلَا تَحِلُّ	لَهٗ
حدوں سے	اللہ کی	تو وہ لوگ	وہی	ظلم کرنے والے	پھر اگر	اس نے اسے طلاق دیدی	تو وہ حلال نہیں ہوگی	اس مرد کیلئے

تجاوز کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ ۲۲۹ پھر اگر وہ اُسے طلاق دیدے تو اُس کے بعد وہ عورت

مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ

مِنْۢ بَعْدُ	حَتّٰى	تَنْكِحَ	زَوْجًا	غَيْرَهٗ ؕ	فَاِنْ	طَلَّقَهَا	فَلَا	جُنَاحَ
اس کے بعد	یہاں تک کہ	وہ نکاح کرلے	کسی شوہر سے	اس کے علاوہ	پھر اگر	اس نے بھی اسے طلاق دیدی	تو نہیں	کوئی حرج

اُس شخص کیلئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ اُس کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلے، پھر اگر وہ بھی اُسے طلاق دیدے تو اُن دونوں پر

عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ ؕ وَتِلْكَ

عَلَيْهِمَآ	اَنْ	يَّتَرَاجَعَآ	اِنْ	ظَنَّآ	اَنْ	يُّقِيْمَا	حُدُوْدَ	اللهِ ؕ	وَتِلْكَ
اُن دونوں پر	یہ کہ	وہ ایک دوسرے سے رجوع کرلیں	اگر	وہ دونوں سمجھتے ہوں	یہ کہ	قائم رکھ سکیں گے	حدیں	اللہ کی	اور وہ

باہمی رجوع کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اُن دونوں کا یہ خیال ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے، اور یہ

حُدُوْدُ اللهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ

حُدُوْدُ	اللهِ	يُبَيِّنُهَا	لِقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾	وَ	اِذَا	طَلَّقْتُمُ	النِّسَآءَ	فَبَلَغْنَ
حدیں	اللہ کی	وہ انہیں بیان کرتا ہے	ان لوگوں کیلئے جو	جانتے ہیں	اور	جب	تم نے طلاق دی	عورتوں کو	پھر وہ پہنچ گئیں

اللہ کی مقررہ حدود ہیں جو وہ جاننے والوں کیلئے بیان کرتا رہتا ہے۔ ۲۳۰ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو

۲۲۹۔ اس آیت مبارکہ میں طلاق اور خلع کی حدود متعین کر کے انہیں ''حدود اللہ'' قرار دیا گیا ہے اور ان سے تجاوز کرنے والوں کو ''ظالم'' کہا گیا ہے، چنانچہ طلاق کی حد متعین کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ طلاق کی آخری حد دو مرتبہ ہے، اس کے بعد دو میں سے کوئی ایک صورت بچتی ہے، یا تو بیوی کو اپنے پاس رکھ لے، یا اسے چھوڑ دے، لیکن دونوں صورتوں میں حسن سلوک اور شائستگی ہمیشہ مدنظر رہے، اگر رکھنا ہو تب بھی حسن سلوک کا خیال رکھے، بلکہ پہلے سے زیادہ کرے کیونکہ اس سے پہلے وہ اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے چکا ہے، اگر اب بھی نباہ نہ ہوسکا اور ایک مرتبہ پھر طلاق کی نوبت آگئی تو وہ دونوں آئندہ کبھی نکاح کے ذریعے جمع نہ ہوسکیں گے، اور اگر چھوڑنا ہو تب بھی لڑ جھگڑ کر ایک دوسرے پر الزام تراشی کر کے بدمزگی کا مظاہرہ نہ کریں، بھلے طریقے سے جدا ہوجائیں، جہاں تک تعلق ہے خلع کا تو اس کی نوبت اس وقت آتی ہے جب عورت اپنے خاوند سے طلاق پر اصرار کرے اور وہ اسے طلاق دینے سے انکار کرے، عورت عدالت سے رجوع کرے، عدالت شوہر کو حسن سلوک کی تاکید کرے، بصورت دیگر کچھ مالی معاوضہ مقرر کر کے مرد کو طلاق دینے پر مجبور کرے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلع میں طلاق کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہوتا ہے اور اس میں مالی معاوضہ مقرر کیا جاتا ہے اگر میاں بیوی کے درمیان خلع کے ذریعے جدائی ہوئی ہو تو اسے ایک طلاق بائن شمار کیا جاتا ہے، پسندیدہ تو نہیں ہے کہ مرد پیسوں کے عوض اپنی بیوی کو طلاق دے لیکن اگر وہ پیسے وصول کر کے استعمال کرلے تو وہ اس کیلئے حرام نہیں ہیں، اسی طرح عورت کیلئے پیسوں کے عوض طلاق لینا پسندیدہ تو نہیں ہے لیکن اگر باہمی نباہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اسے پیسہ دیکر طلاق لینا حرام نہیں ہے اور ایسی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ۲۳۰۔ اس آیت مبارکہ کا مطالعہ گزشتہ آیت کے ساتھ کرنا چاہئے جس میں طلاق کی آخری حد دو مرتبہ طلاق دینے کو قرار دیا گیا ہے اور اس کے بعد دو صورتیں تجویز کی گئی ہیں، اگر رکھنا ہو تو بھلے طریقے سے رکھے اور اگر چھوڑنا ہو تو شائستگی کے ساتھ چھوڑ دے، درمیان میں خلع کا ذکر فرمایا، اب دوبارہ سابقہ مضمون کی تکمیل کر رہے ہیں کہ اگر دو طلاقیں دینے کے بعد کسی شخص نے حالات اور ماحول کا جائزہ لیکر اپنی بیوی کو تیسری طلاق دینے کا فیصلہ کرلیا تو اسے اس فیصلے پر خوب سوچ بچار کرنے کے بعد عمل کرنا چاہئے کیونکہ اگر اس نے تیسری طلاق بھی دیدی تو اس کی بیوی اس کیلئے حلال نہیں رہے گی، ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دے اور اس کے باوجود وہ دونوں ایک ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا چاہیں تو قرآن کریم نے اس کی صرف ایک صورت بیان کی ہے اور وہ یہ کہ پہلے وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے، وہ اس سے ازدواجی تعلق قائم کرے، پھر اپنی مرضی سے اس عورت کو طلاق دے، وہ اس طلاق کی عدت بھی گزارے، اس کے بعد اگر وہ اپنے سابقہ شوہر کے پاس واپس جانا چاہے تو اسے اجازت ہے، عرف عام میں اس پورے عمل کو ''حلالہ'' کہا جاتا ہے، اس کیلئے ضروری ہے کہ یہ سارا عمل فطری طریقے پر ہو، طے شدہ شرائط کے ساتھ نہ ہو، ورنہ حدیث میں حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت کی گئی ہے، قرآن کریم نے اس پہلو پر بھی متوجہ کیا ہے کہ حلالہ کرنے کے بعد اگر ان دونوں کو یقین ہو کہ حدود اللہ کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کے درمیان مزاج کی ہم آہنگی ہوجائے گی تو ضرور ایسا کریں، ورنہ اجتناب کریں۔

اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠

اَجَلَهُنَّ	فَاَمْسِكُوْهُنَّ	بِمَعْرُوْفٍ	اَوْ	سَرِّحُوْهُنَّ	بِمَعْرُوْفٍ
اپنی مدت کو	تو تم انہیں روک لو	بھلے طریقے سے	یا	انہیں چھوڑ دو	بھلے طریقے سے

پہنچ جائیں تو تم انہیں شائستہ طریقے سے روک لو یا شائستہ طریقے سے انہیں چھوڑ دو

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ

وَ	لَا	تُمْسِكُوْهُنَّ	ضِرَارًا	لِّتَعْتَدُوْا	وَ	مَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	فَقَدْ	ظَلَمَ
اور	نہ	روکو تم انہیں	ستانے کیلئے	تاکہ تم حد سے تجاوز کرو	اور	جو کوئی	کرے گا	وہ	تو یقینا	اُس نے ظلم کیا

اور اُنہیں ستانے کیلئے روک کر نہ رکھو کہ تم اُن پر ظلم کرو، اور جو شخص ایسا کرے گا، یقینا وہ اپنے اوپر ہی

نَفْسَهٗ ۭ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

نَفْسَهٗ	وَ	لَا	تَتَّخِذُوْٓا	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	هُزُوًا	وَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ
اپنی جان پر	اور	مت	بناؤ تم	آیتوں کو	اللہ کی	مذاق	اور	یاد کرو	نعمت کو	اللہ کی

ظلم کرے گا، اور اللہ کی آیتوں کو مذاق مت بناؤ، اور اپنے اوپر اللہ کا احسان

عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ

عَلَيْكُمْ	وَ	مَآ	اَنْزَلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنَ	الْكِتٰبِ	وَالْحِكْمَةِ	يَعِظُكُمْ	بِهٖ
تم پر	اور	وہ جو	اس نے نازل کیا	تم پر	سے	کتاب کے	اور حکمت کے	وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے	اس کے ساتھ

یاد کرو اور وہ جو اُس نے تم پر کتاب و حکمت نازل کی ہے، اللہ تمہیں اُس کے ذریعے نصیحت کرتا ہے

ع ۲۹ ۱۲ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ

وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾	وَ	اِذَا	طَلَّقْتُمُ
اور	ڈرو تم	اللہ سے	اور	جان رکھو	کہ بیشک	اللہ	ہر	چیز کو	خوب جاننے والا	اور	جب	تم نے طلاق دیدی

اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور جان رکھو کہ بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ ﴿۲۳۱﴾ اور جب تم عورتوں کو طلاق

النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ

النِّسَآءَ	فَبَلَغْنَ	اَجَلَهُنَّ	فَلَا	تَعْضُلُوْهُنَّ	اَنْ	يَّنْكِحْنَ	اَزْوَاجَهُنَّ
عورتوں کو	پھر وہ پہنچ گئیں	اپنی مدت کو	تو نہ	روکو تم انہیں	یہ کہ	وہ نکاح کرلیں	اپنے شوہروں سے

دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو تم انہیں اس بات سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں

﴿۲۳۱﴾۔ اس آیت مبارکہ میں مردوں کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر وہ اپنی بیویوں کو طلاق دیدیں اور ان کی عدت ختم ہونے کے قریب پہنچ جائے اور طلاق رجعی ہو، جس میں شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہوتا ہے، اور شوہر اپنے اس حق کو استعمال کر کے عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرنا چاہے تو اسے شائستگی کی تلقین کی گئی ہے تا کہ اگر اس عورت کے ساتھ زندگی گذارنی ہے تو حسن سلوک کے ساتھ گزارے، ورنہ اس پر ظلم کرنے کیلئے اسے روک کے نہ رکھے، جیسا کہ بعض ظالم کرتے ہیں کہ طلاق بھی نہیں دیتے اور آباد بھی نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسا کرنے والوں کو اپنی جان پر ظلم کرنے والا اور آیات الٰہیہ کا مذاق اڑانے والا قرار دیا ہے۔ اعاذنا اللہ منها۔

اس کے علاوہ یہاں تین حکم بھی دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، اور تم پر کتاب و حکمت کی صورت میں وعظ و نصیحت پر مبنی جو تعلیمات نازل کی ہیں، انہیں ہر لمحے یاد رکھو، کیونکہ جو انسان ''احسان'' یاد رکھتا ہے، وہ شکر گزار رہتا ہے اور جو انسان بھول جاتا ہے، اسے شکر کرنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی، دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو، طلاق دینے میں جذباتیت کا شکار نہ ہونا، بیوی کو اپنے پاس رکھنے کی صورت میں اس پر ظلم نہ کرنا، طلاق دینے کے بعد شرعی گنجائش کے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات نہ رکھنا اور اپنی گھریلو زندگی کا ہر قدم اللہ سے ڈر کر اُٹھانا، تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا یقین رکھو، اسے تمہارے ہر قول، عمل اور سوچ سے مکمل آگاہی اور واقفیت ہے۔

اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ

اِذَا	تَرَاضَوْا	بَيْنَهُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ ؕ	ذٰلِكَ	يُوْعَظُ	بِهٖ	مَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ
جب	وہ راضی ہوں	آپس میں	بھلے طریقے سے	وہ	نصیحت کی جاتی ہے	اس کے ذریعے	اسے جو	ہو	تم میں سے

جبکہ وہ باہم رضامند ہوں شائستہ طریقے سے، یہ نصیحت اُس شخص کو کی جاتی ہے جو تم میں سے

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ

يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ ؕ	ذٰلِكُمْ	اَزْكٰى	لَكُمْ	وَ	اَطْهَرُ ؕ	وَاللّٰهُ
ایمان رکھتا	اللہ پر	اور	دن	پچھلے پر	تمہاری یہ حالت	زیادہ پاکیزگی والی	تمہارے لئے	اور	زیادہ طہارت والی	اور اللہ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزگی اور زیادہ طہارت کا ذریعہ ہے، اور اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٢﴾ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ

يَعْلَمُ	وَ	اَنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٢﴾	وَ	الْوَالِدٰتُ	يُرْضِعْنَ	اَوْلَادَهُنَّ
جانتا ہے	اور	تم	نہیں	جانتے	اور	مائیں	دودھ پلائیں	اپنی اولاد کو

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ﴿٢٣٢﴾ اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال تک

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ

حَوْلَيْنِ	كَامِلَيْنِ	لِمَنْ	اَرَادَ	اَنْ	يُّتِمَّ	الرَّضَاعَةَ ؕ	وَ	عَلَى	الْمَوْلُوْدِ لَهٗ
دو سال	پورے	اس کیلئے جو	ارادہ کرے	یہ کہ	تکمیل کرے	دودھ پلانے کی مدت	اور	پر	باپ کے

دودھ پلائیں، یہ حکم اُس کیلئے ہے جو دودھ پلائی کی مدت پوری کرنا چاہے، اور باپ کے ذمے بھلے طریقے سے

رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

رِزْقُهُنَّ	وَ	كِسْوَتُهُنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ ؕ	لَا	تُكَلَّفُ	نَفْسٌ	اِلَّا	وُسْعَهَا ۚ
ان عورتوں کا کھانا	اور	اُن کا لباس	بھلے طریقے سے	نہیں	پابند بنایا جاتا	کسی نفس کو	مگر	اس کی ہمت کے مطابق

اُن عورتوں کا کھانا اور لباس لازم ہے، کسی نفس کو اُس کی ہمت سے بڑھ کر پابند نہیں بنایا جاتا،

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ

لَا	تُضَآرَّ	وَالِدَةٌ ۢ	بِوَلَدِهَا	وَلَا	مَوْلُوْدٌ لَّهٗ	بِوَلَدِهٖ ۚ	وَ	عَلَى	الْوَارِثِ
نہ	نقصان پہنچایا جائے	ماں کو	اُس کی اولاد کی وجہ سے	اور نہ	باپ کو	اُس کی اولاد کی وجہ سے	اور	پر	وارث کے

ماں کو اُس کی اولاد کیوجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ ہی باپ کو اُس کی اولاد کی وجہ سے، اور وارث پر بھی

﴿٢٣٢﴾ اس آیت مبارکہ میں مطلقہ عورت کے اولیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر عورت کی عدت گزر چکی ہے اور عورت کسی جگہ نکاح کرنا چاہتی ہو، وہ نکاح کفو میں ہو یا گنجائش کی صورت میں پہلے شوہر سے ہی ہو تو اولیاء کو محض اپنی انا کی خاطر اس میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے بلکہ اپنی بہن بیٹی کے گھر کی آبادکاری اور اس کی خوشنودی و بہبودی کو مدنظر رکھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف سے نصیحت قرار دیتے ہوئے اسے پاکیزگی بخش اور صحت مندانہ طریقہ قرار دیا ہے، چنانچہ جو لوگ اس ہدایت پر عمل کرتے ہیں، وہ خود بھی اور ان کی ولیہ بھی پرسکون اور مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں، بصورت دیگر بہت سی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

فائدہ: آج کل اس حکم پر عمل درآمد کی صورتیں بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں، کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان موافقت نہ ہونے کی وجہ سے طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے، بعد میں دونوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے، شرعی اعتبار سے رجوع کی گنجائش بھی ہوتی ہے اور دونوں رجوع کرنا بھی چاہتے ہیں، لیکن لڑکی کا باپ، بھائی یا اُس کے دیگر عزیز و اقارب آڑے آجاتے ہیں اور وہ اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں کہ اس شخص نے ہماری بہن، بیٹی کو پہلے طلاق کیوں دی تھی؟ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آباد ہوتا ہوا گھر عزیز و اقارب کی انا کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے اور معاشرے میں انتشار اور بےچینی مزید بڑھ جاتی ہے۔

مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا

مِثْلُ	ذٰلِكَ ۚ	فَاِنْ	اَرَادَا	فِصَالًا	عَنْ	تَرَاضٍ	مِّنْهُمَا	وَتَشَاوُرٍ	فَلَا
مثل	وہ	پھر اگر	وہ دونوں ارادہ کرلیں	دودھ چھڑانے کا	سے	باہمی رضامندی کے	ان دونوں کی	اور باہمی مشورے کے	تو نہیں

ایسی ہی ذمہ داری ہے، پھر اگر وہ دونوں باہمی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو اُن پر

جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا

جُنَاحَ	عَلَيْهِمَا ۗ	وَ	اِنْ	اَرَدْتُّمْ	اَنْ	تَسْتَرْضِعُوْٓا	اَوْلَادَكُمْ	فَلَا
کوئی حرج	ان دونوں پر	اور	اگر	تم چاہو	یہ کہ	دودھ پلاؤ کسی دایہ سے	اپنی اولاد کو	تو نہیں

کوئی گناہ نہیں ہے، اور اگر تم اپنی اولاد کو کسی دایہ سے دودھ پلانا چاہو تو تم پر

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	اِذَا	سَلَّمْتُمْ	مَّآ	اٰتَيْتُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ ۗ	وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ
کوئی حرج	تم پر	جب	تم حوالے کردو	وہ جو	تم نے دینا ہو	بھلے طریقے سے	اور	ڈرو	اللہ سے

کوئی حرج نہیں ہے جبکہ تم وہ چیز بھلے طریقے سے اُن کے حوالے کردو جو تم نے دینی ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ

وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾	وَ	الَّذِيْنَ	يُتَوَفَّوْنَ	مِنْكُمْ
اور	جان رکھو	کہ بیشک	اللہ	اُسے جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	اور	وہ لوگ جو	وفات پاجائیں	تم میں سے

اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ﴿۲۳۳﴾ اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں

وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ

وَيَذَرُوْنَ	اَزْوَاجًا	يَّتَرَبَّصْنَ	بِاَنْفُسِهِنَّ	اَرْبَعَةَ	اَشْهُرٍ	وَّعَشْرًا ۚ
اور وہ چھوڑ جائیں	بیویاں	وہ انتظار میں رکھیں	اپنے آپ کو	چار	مہینے	اور دس دن

اور بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک انتظار میں رکھیں،

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

فَاِذَا	بَلَغْنَ	اَجَلَهُنَّ	فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	فَعَلْنَ	فِيْٓ	اَنْفُسِهِنَّ
پھر جب	وہ پہنچ گئیں	اپنی مدت کو	تو نہیں	کوئی حرج	تم پر	اس میں جو	کیا انہوں نے	بیچ	اپنی جانوں کے

پھر جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو تم پر اُس چیز میں کوئی حرج نہیں ہے جو وہ اپنی ذات کے حوالے سے شائستہ

۲۳۳۔ اس آیت مبارکہ میں رضاعت یعنی بچوں کو دودھ پلانے کے حوالے سے چند اہم احکام بیان کئے گئے ہیں جن کی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے۔ ۱۔ مائیں اپنی اولاد کو اپنا دودھ پلائیں، جدید سائنس اسے زچہ اور بچہ دونوں کیلئے صحت مند اور مفید تسلیم کرچکی ہے۔ ۲۔ دودھ پلانے کی مدت پورے دو سال ہے لیکن یہ مدت ایسی نہیں ہے جس میں کمی نہ ہو سکے، اگر باہمی رضامندی اور مشورے سے زوجین اس مدت کو کم کرنے پر اتفاق کرلیں تو شرعاً کوئی گناہ نہیں ہے، تاہم یہ وہ مدت ہے جس میں بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو شرعاً وہ اس کی رضاعی ماں بن سکتی ہے اور رضاعت کے تمام احکام اس صورت میں متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ۳۔ اگر ماں خود اپنے بچے کو دودھ نہ پلائے یا نہ پلانا چاہے یا اسے پلانے نہ دیا جائے اور کسی دوسری عورت سے بچے کو دودھ پلوایا جائے تو اس خاتون کو اس کا پورا پورا حق ادا کرنا چاہیے اور اس کی حقیقی ماں کے حقوق میں بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ ۴۔ باپ کے ذمے لازم ہے کہ بچے کی ماں کو نفقہ اور لباس ہر حال میں فراہم کرے خواہ وہ اس کے بچے کو دودھ پلائے یا نہ پلائے، خواہ وہ اس کی منکوحہ رہے یا اس کی عدت گزار رہی ہو۔ ۵۔ ہر شخص اپنی ہمت کے مطابق احکام شرعیہ کا مکلف ہے۔ ۶۔ اگر بچے کا باپ مرجائے تو اس کے ورثاء پر اس کی بیوہ کے تمام اخراجات کی ادائیگی لازم ہوگی۔ ۷۔ اولاد کے معاملے میں ماں یا باپ کو کسی نوعیت کا بھی نقصان نہ پہنچایا جائے، اس کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں اور آیت کے عموم میں وہ سب ہی شامل ہیں، چونکہ اولاد اپنے والدین کے درمیان مشترک ہوتی ہے اس لیے دونوں کا حق تسلیم کیا گیا ہے، معاشرے میں بعض اوقات ماں کو اُس کی اولاد سے محروم کیا جاتا ہے اور بعض اوقات باپ اپنی اولاد کی آواز سننے کے لیے ترس جاتا ہے، فیملی کورٹس کے چکر، پیسے اور وقت کی بربادی اور لوگوں کے طعنے انہیں ذلیل اور رسوا کر دیتے ہیں، اس صورتحال کی روک تھام کے لیے یہ حکم نہایت معنی خیز اور اہم ہے۔

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ ﴿﴾	وَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا
بھلے طریقے سے	اور	اللہ	اُس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	اور نہیں	کوئی حرج	تم پر	اس میں جو

طریقے سے کریں، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔ ﴿۲۳۴﴾ اور اس بات میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے

عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ

عَرَّضْتُمْ	بِهٖ	مِنْ	خِطْبَةِ	النِّسَآءِ	اَوْ	اَكْنَنْتُمْ	فِيْٓ	اَنْفُسِكُمْ ؕ	عَلِمَ
تم نے اشارہ کیا	اس کے ساتھ	سے	پیغام نکاح دینا	عورتوں کو	یا	تم نے مخفی رکھا ہو	بیچ	اپنی جانوں کے	جان لیا

کہ تم اشاروں میں اُن عورتوں کو نکاح کا پیغام دیدو یا اپنے دل میں اُسے مخفی رکھو، اللہ

اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ

اللّٰهُ	اَنَّكُمْ	سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ	وَ	لٰكِنْ	لَّا	تُوَاعِدُوْهُنَّ	سِرًّا	اِلَّآ	اَنْ
اللہ نے	یہ کہ بیشک تم	ضرور ان کا ذکر کروگے	اور	لیکن	نہ	اُن سے وعدہ کرو	پوشیدہ	مگر	یہ کہ

جانتا ہے کہ تم اُن عورتوں کا ذکر ضرور کرو گے، لیکن تم اُن سے کوئی خفیہ وعدہ نہ کرو، مگر یہ کہ

تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ

تَقُوْلُوْا	قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا ؕ	وَ	لَا	تَعْزِمُوْا	عُقْدَةَ	النِّكَاحِ	حَتّٰى	يَبْلُغَ
تم کہو	بات	شائستہ طریقے سے	اور	مت	پختہ ارادہ کرو	گرہ باندھنے کا	نکاح کی	یہاں تک کہ	پہنچ جائے

شائستہ طریقے سے کوئی بات کہدو، اور نکاح کی گرہ باندھنے کا ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ عدت

الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

الْكِتٰبُ	اَجَلَهٗ ؕ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	فِيْٓ	اَنْفُسِكُمْ
لکھی ہوئی مدت	اپنے مقررہ وقت پر	اور	جان رکھو	یہ کہ بیشک	اللہ	جانتا ہے	وہ جو	بیچ	تمہاری جانوں کے

اپنے مقررہ وقت تک پہنچ جائے، اور جان رکھو کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ اُسے جانتا ہے

فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ ع لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

فَاحْذَرُوْهُ ۚ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ ﴿﴾	لَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ
تو تم اس سے ڈرو	اور	جان رکھو	کہ بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت بردبار	نہیں	کوئی حرج	تم پر

سو تم اُس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا، بردبار ہے۔ ﴿۲۳۵﴾ تم پر کوئی حرج نہیں ہے

ع ۳۰ ۱۴

﴿۲۳۴﴾ ۔اس آیت کریمہ میں عورتوں کیلئے عدتِ وفات بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی عورت بیوہ ہو جائے یعنی اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ چار ماہ دس دن تک عدت گزارے، زمانہ جاہلیت میں یہ مدت ایک سال تھی اور اس میں عورت کو اچھوت بنا دیا جاتا تھا، اس مدت کو شریعت نے کم کر کے عورت کیلئے بہت سی آسانیاں پیدا کر دیں اور عدت کا یہ دورانیہ سوگ کی حالت میں گزارنے کا حکم دے دیا، اس کے علاوہ ہر قسم کے سوگ کو تین دن تک محدود کر دیا، لہٰذا اب بیوہ عورت کے علاوہ کسی کیلئے تین دن سے زیادہ سوگ منانے کی اجازت نہیں ہے خواہ مرنے والا کتنا ہی محترم ہو، اگر بیوہ ہونے والی عورت یا طلاق یافتہ عورت ''امید'' سے ہو تو اس کی عدت سورۂ طلاق میں بیان کی گئی ہے اور وہ ہے ''وضع حمل'' یعنی بچے کی پیدائش، لہٰذا جب تک اس کے یہاں بچے کی ولادت نہیں ہوگی، اس وقت تک وہ عدت میں ہی رہے گی، عدت کے بعد اسے زیب و زینت اختیار کرنے کی بھی اجازت ہے اور عقد ثانی بھی اس کیلئے ممنوع نہیں ہے۔

﴿۲۳۵﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں عدت گزارنے والی عورت سے اس کی عدت کے دوران نکاح کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، نکاح تو دور کی بات، اسے پیغام نکاح دینا بھی جائز نہیں ہے، لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کو اس خاتون میں دلچسپی اور رغبت ہوتی ہے اور اسے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں وہ عدت کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے تو ایسی صورت میں اسے صرف اشاروں کنایوں میں اپنی بات کہنے کی اجازت ہے مثلاً یہ کہہ دے کہ آئندہ چند دنوں میں میرا ارادہ نکاح کرنے کا ہے، لیکن واضح لفظوں میں اپنے دل کی بات زبان پر نہ لائے، کیوں کہ یہ کھلی بیہودگی ہے، نیز اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بغاوت ہے، لیکن افسوس، صد افسوس کہ لوگ نہ صرف یہ کہ عدت گزارنے والی خواتین کے پاس نکاح کا پیغامات بھیج رہے ہیں، بلکہ اُن سے نکاح بھی کر رہے ہیں، اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت اور پکڑ نہ آئے تو اور کیا ہو؟

إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ

إِنْ	طَلَّقْتُمُ	النِّسَآءَ	مَا	لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ	اَوْ	تَفْرِضُوْا	لَهُنَّ	فَرِيْضَةً ۚ
اگر	تم نے طلاق دیدی	عورتوں کو	جب تک	تم نے اُنہیں چھوا نہ ہو	یا	مقرر نہ کیا ہو	ان کیلئے	کوئی مقررہ چیز

اگر تم عورتوں کو طلاق دو جب کہ تم نے انہیں "ہاتھ بھی نہ لگایا" ہو، یا اُن کیلئے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو

وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا

وَ	مَتِّعُوْهُنَّ ۚ	عَلَى	الْمُوْسِعِ	قَدَرُهٗ	وَ	عَلَى	الْمُقْتِرِ	قَدَرُهٗ ۚ	مَتَاعًا
اور	انہیں کچھ سامان دیدو	پر	کشادگی والے کے	اس کی گنجائش کے مطابق	اور	پر	تنگدست کے	اس کی گنجائش کے مطابق	فائدہ پہنچانا

اور اُنہیں کچھ خرچہ دیدو، وسعت والے پر اُس کی گنجائش کے مطابق اور تنگ دست پر اُس کی ہمت کے مطابق، یہ فائدہ پہنچانا ہے

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٢٣٦﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ	حَقًّا	عَلَى	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٢٣٦﴾	وَاِنْ	طَلَّقْتُمُوْهُنَّ	مِنْ
بھلے طریقے سے	حق بنتا ہے	پر	نیکی کرنے والوں کے	اور اگر	تم نے اُنہیں طلاق دیدی	سے

بھلے طریقے سے، یہ نیکی کرنے والوں پر حق بنتا ہے۔ [۲۳۶] اور اگر تم انہیں "چھونے" سے

قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا

قَبْلِ	اَنْ	تَمَسُّوْهُنَّ	وَ	قَدْ	فَرَضْتُمْ	لَهُنَّ	فَرِيْضَةً	فَنِصْفُ	مَا
پہلے	یہ کہ	تم انہیں چھوؤ	اور	یقینا	تم مقرر کر چکے	ان کیلئے	کوئی مقررہ چیز	تو نصف	اُس کا جو

پہلے ہی طلاق دیدو اور تم اُن کیلئے مہر مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا تھا، اُس کا نصف

فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ

فَرَضْتُمْ	اِلَّآ	اَنْ	يَّعْفُوْنَ	اَوْ	يَعْفُوَا	الَّذِيْ	بِيَدِهٖ	عُقْدَةُ	النِّكَاحِ ۭ	وَ	اَنْ
تم نے مقرر کیا	مگر	یہ کہ	وہ عورتیں درگزر کردیں	یا	معاف کردے	وہ جو	اس کے ہاتھ میں	گرہ	نکاح کی	اور	یہ کہ

اُنہیں دو، سوائے اِس کے کہ وہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کا بندھن ہے، اور

تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

تَعْفُوْٓا	اَقْرَبُ	لِلتَّقْوٰى ۭ	وَ	لَا	تَنْسَوُا	الْفَضْلَ	بَيْنَكُمْ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا
تم معاف کردو	زیادہ قریب ہے	تقویٰ کے	اور	مت	بھلاؤ تم	مہربانی کرنے کو	آپس میں	بیشک	اللہ	اسے جو

تم مَردوں کا معاف کر دینا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور آپس میں احسان کرنے کو فراموش نہ کرنا، بیشک اللہ اُن کاموں کو

[۲۳۶] ۔اس آیت مبارکہ میں رخصتی سے قبل طلاق یا مہر کے تقرر کے بغیر نکاح کا حکم بیان کیا گیا ہے، عقلی طور پر اس کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ۱۔مہر مقرر نہیں ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق دیدی، اس صورت میں شوہر کے ذمے مہر کے عنوان سے کچھ دینا واجب نہیں ہے، البتہ اپنی حیثیت کے مطابق مطلقہ کو کچھ نہ کچھ دے دینا چاہئے، اسے "متعۃ النساء" کہا جاتا ہے اور یہ واجب ہے۔ ۲۔مہر مقرر ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق دے دی اس کا حکم اگلی آیت میں مذکور ہے۔ ۳۔ مہر مقرر ہوا اور رخصتی بھی ہوئی یعنی خلوت صحیحہ کا موقع بھی ملا، پھر طلاق دیدی، اس صورت میں طے شدہ مہر مکمل ادا کرنا لازم ہوگا۔ ۴۔مہر مقرر نہ ہوا اور طلاق رخصتی وخلوت صحیحہ کے بعد دی ہو، اس صورت میں مطلقہ کو مہر مثل ملے گا۔مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس لڑکی کی بہن، خالہ یا پھوپھی وغیرہ کا جو مہر مقرر کیا گیا تھا، اُسے بھی وہی رقم ادا کی جائے، اس آیت مبارکہ میں "متعۃ النساء" کے حوالے سے ایک اصول طے کیا گیا ہے جو مہر کیلئے بھی ہے کہ لڑکے کی گنجائش کو دیکھ کر اس کا فیصلہ کیا جائیگا، اگر وہ مالدار ہو تو اپنی حیثیت کے مطابق دے اور اگر تنگدست ہو تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق دے اور شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٧﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ

تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ﴿٢٣٧﴾	حٰفِظُوْا	عَلَى	الصَّلَوٰتِ	وَ	الصَّلٰوةِ
تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	پابندی کرو	پر	نمازوں کے	اور	نماز

خوب دیکھ رہا ہے جو تم کر رہے ہو۔ ٢٣٧ تمام نمازوں کی اور خاص طور پر درمیان والی نماز کی

الْوُسْطٰى ق وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ

الْوُسْطٰى ق	وَ	قُوْمُوْا	لِلّٰهِ	قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾	فَاِنْ	خِفْتُمْ	فَرِجَالًا	اَوْ
درمیان والی	اور	کھڑے رہو تم	اللہ کیلئے	فرمانبرداری کرنے والے	پھر اگر	تمہیں اندیشہ ہو	تو پیدل ہو	یا

پابندی کیا کرو، اور اللہ کے سامنے عاجزی سے کھڑے رہا کرو۔ ٢٣٨ پھر اگر تمہیں خوف لاحق ہو تو پیادہ ہو کر پڑھو

رُكْبَانًا ج فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ

رُكْبَانًا ج	فَاِذَآ	اَمِنْتُمْ	فَاذْكُرُوْا	اللّٰهَ	كَمَا	عَلَّمَكُمْ	مَّا لَمْ
سوار ہوکر	پھر جب	تم بےخوف ہو	تو یاد کرو	اللہ کو	جیسا کہ	اس نے تمہیں سکھایا	وہ جو نہیں

یا سوار ہو کر، پھر جب تم پُر امن ہو جاؤ تو اللہ کو اُسی طرح یاد کیا کرو جیسے اُس نے تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم

تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ

تَكُوْنُوْا	تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٩﴾	وَ	الَّذِيْنَ	يُتَوَفَّوْنَ	مِنْكُمْ	وَيَذَرُوْنَ
تم تھے	جانتے	اور	وہ لوگ جو	وفات پا جائیں	تم میں سے	اور چھوڑ جائیں

نہیں جانتے تھے۔ ٢٣٩ اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں

اَزْوَاجًا ج وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ

اَزْوَاجًا ج	وَّصِيَّةً	لِّاَزْوَاجِهِمْ	مَّتَاعًا	اِلَى	الْحَوْلِ	غَيْرَ
بیویاں	وصیت کرنا	اپنی بیویوں کیلئے	خرچ کی	طرف	ایک سال کے	بغیر

چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کیلئے ایک سال کے خرچ کی وصیت کر دیں، گھر سے نکالے

اِخْرَاجٍ ج فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ

اِخْرَاجٍ ج	فَاِنْ	خَرَجْنَ	فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْ	مَا	فَعَلْنَ
نکالے	پھر اگر	وہ خود نکل جائیں	تو نہیں	کوئی حرج	تم پر	بیچ	وہ جو	وہ کریں

بغیر، سو اگر وہ خود ہی نکل جائیں تو تم پر اس کام میں کوئی حرج نہیں ہے

٢٣٧ ۔اس آیت مبارکہ میں اوپر ذکر کی گئی چار میں سے دوسری صورت کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ اگر مرد نے مہر مقرر کیا اور رخصتی سے قبل طلاق دے دی تو طے شدہ مہر کا نصف ادا کرنا شوہر کے ذمے لازم ہوگا، اگر عورت وہ آدھا مہر بھی چھوڑ دے اور اسے لینے سے انکار کر دے، یا مرد اسے پورا ہی ادا کر دے تو دونوں کو اس کی اجازت ہے، ترجمے میں ''جس کے ہاتھ میں نکاح کا بندھن ہے'' سے مرد مراد ہے اور مردوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ اگر وہ آدھے کی بجائے پورا مہر دیدیں تو زیادہ بہتر اور تقویٰ کے قریب تر ہے، حسن سلوک کا تقاضا بھی یہی ہے اور مرد کے با اختیار ہونے کا تقاضا بھی یہی ہے۔

٢٣٨ ۔احکام و مسائل طلاق کے درمیان اس آیت مبارکہ میں نمازوں کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے، ممکن ہے کہ گھر میں طلاق کا موضوع چل رہا ہو اور نماز کیلئے نکلنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کا کوئی بہترین حل دل میں ڈال دے، خاص طور پر درمیان والی نماز'' جس کی تعیین بیشتر مفسرین اور محدثین نے نماز عصر سے کی ہے'' کی پابندی کا حکم ایک تو اس کی اہمیت کی بناء پر دیا گیا ہے، دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عام طور پر باہمی مقدمات اور جھگڑوں کے مسائل اسی وقت زیر غور آتے ہیں، یہی وقت کاروبار کے عروج کا، ملازمت پیشہ افراد کیلئے یہی وقت چھٹی کا اور فرشتوں کیلئے یہی وقت ڈیوٹیوں کی تبدیلی کا ہوتا ہے، اس لئے نماز عصر کی خصوصی تاکید کی گئی اور آیت کے دوسرے جملے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے ساتھ کھڑا رہنے کی تاکید کی گئی ہے، تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس دوسرے جملے کے ذریعے نماز کے دوران سلام و کلام کی ممانعت کی گئی ہے، جس کی آغاز اسلام میں اجازت تھی، لیکن چونکہ نماز حق تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا نام ہے اس لئے مناسب وقت پر یہ حکم جاری کر دیا گیا کہ اب نماز کے دوران کوئی ایسا عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے جو جنس نماز میں سے نہ ہو، بلکہ نمازی کو یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ اپنی پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنی چاہئے۔

٢٣٩ ۔اس آیت مبارکہ میں اجمالی طور پر نمازِ خوف کا بیان آیا ہے اس کی تفصیلات سورۂ نساء کی آیت نمبر ١٠٢۔١٠١ میں بیان کی گئی ہیں، یہاں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ خوف کی حالت میں سوار ہو کر بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے اور پیدل بھی، اس سے نماز کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے کہ میدان جنگ میں دشمن سے معرکہ آراء ہونے کے باوجود نماز معاف نہیں ہے، عام حالت میں کیونکر معاف ہوگی۔

فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

فِيْٓ	اَنْفُسِهِنَّ	مِنْ	مَّعْرُوْفٍ	وَ	اللّٰهُ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾
بیچ	اپنی جانوں کے	سے	شائستہ طریقہ کے	اور	الله	غالب	حکمت والا

جو وہ اپنی ذات کے حوالے سے شائستہ طریقے سے کریں، اور الله غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿۲۴۰﴾

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ	مَتَاعٌ	بِالْمَعْرُوْفِ	حَقًّا	عَلَى	الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾
اورطلاق یافتہ عورتوں کیلئے	فائدہ پہنچانا	بھلے طریقے سے	یہ حق ہے	پر	متقیوں کے

اور مطلقہ عورتوں کو بھلے طریقے سے خرچ دینا ہو گا، یہ متقیوں پر حق بنتا ہے۔ ﴿۲۴۱﴾

ع ۳۱ ۱۵

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع اَلَمْ تَرَ

كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اٰيٰتِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾	اَلَمْ تَرَ
اسی طرح	بیان کرتا ہے	الله	تمہارے لئے	اپنی آیتیں	تا کہ تم	سمجھو	کیا تو نے نہیں دیکھا

اسی طرح الله تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے تا کہ تم سمجھو۔ ﴿۲۴۲﴾ کیا آپ نے اُن لوگوں کو

اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ

اِلَى	الَّذِيْنَ	خَرَجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ	وَ	هُمْ	اُلُوْفٌ	حَذَرَ
طرف	وہ لوگ جو	نکلے	سے	اپنے گھروں کے	اور	وہ	ہزاروں	ڈر سے

نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں نکل

الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

الْمَوْتِ	فَقَالَ	لَهُمُ	اللّٰهُ	مُوْتُوْا	ثُمَّ	اَحْيَاهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ
موت کے	تو کہا	اُن سے	الله نے	تم مرجاؤ	پھر	اُس نے انہیں زندہ کر دیا	بیشک	الله

پڑے تھے، الله نے اُن سے فرمایا کہ مرجاؤ، پھر الله نے اُنہیں زندہ کر دیا، بیشک الله

لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

لَذُوْفَضْلٍ	عَلَى	النَّاسِ	وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾
البتہ فضل والا	پر	لوگوں کے	اور	لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	شکر کرتے

لوگوں پر فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ ﴿۲۴۳﴾

﴿۲۴۰﴾۔اس آیت مبارکہ میں وراثت کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے جواب منسوخ ہو چکا ہے، چنانچہ آغاز میں بیوہ عورتوں کے تحفظ کیلئے یہ قانون بنایا گیا تھا کہ ان کے شوہر مرنے سے پہلے ان کیلئے ایک سال کے نفقے کی وصیت کر دیں اور یہ بھی کہ ان کیلئے رہائش کی وصیت کر دیں تا کہ انہیں گھر سے بے گھر نہ ہونا پڑے، لیکن بیوہ کو اس بات کا پابند نہیں کیا گیا کہ وہ لازماً ایک سال کی مدت اپنے فوت شدہ شوہر کے گھر میں گزارے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کیلئے رہائش کا کوئی متبادل انتظام موجود ہو اور یہ بھی ممکن ہو کہ بیوہ کو اس گھر میں اپنے دیور یا جیٹھ یا کسی اور فرد سے اپنی عصمت کے حوالے سے خطرہ محسوس ہوتا ہو، اس لئے انہیں اس سلسلے میں گنجائش دی گئی تھی، لیکن چونکہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو چکا، اس لئے اب آیت وراثت میں بیان کردہ احکام پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

﴿۲۴۱﴾۔اس آیت مبارکہ میں تمام مطلقہ عورتوں کیلئے ''متعہ النساء'' کی ترغیب دی گئی ہے، اس سے پہلے ایک مخصوص صورت میں اسے واجب بھی قرار دیا گیا ہے۔

﴿۲۴۲﴾۔اس آیت مبارکہ میں الله تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح اس نے تمہارے سامنے احکام و مسائل طلاق و نکاح بیان کئے ہیں، اسی طرح وہ تمہارے سامنے اپنی قدرت کی نشانیاں بھی بیان فرماتا ہے تا کہ تم ان میں غور و فکر کرو، اور عقل و شعور سے کام لیکر اس قادر مطلق تک پہنچنے کی کوشش کرو جس کی عظیم الشان قدرت کائنات کے ذرے ذرے میں مخفی اور پنہاں ہے۔

﴿۲۴۳﴾۔اس آیت مبارکہ میں ماضی کا ایک واقعہ اشارۃً بیان کیا گیا ہے جو اس قدر یقینی ہے کہ نبی علیہ السلام کو رویت کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے، مفسرین نے اس کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت جس شہر میں آباد تھی، وہاں طاعون کی وباء پھیل گئی، وہ لوگ گھبرا کر اس علاقے سے نقل مکانی کر گئے، الله تعالیٰ نے وہیں دو فرشتے بھیج دیئے اور ان کی چنگھاڑ سے دس ہزار لوگ یک بیک موت کے منہ میں چلے گئے اور تدفین کے بغیر ان کی لاشیں یوں ہی پڑی رہیں، عرصہ دراز کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا تو یہ منظر دیکھ کر انہیں تعجب ہوا۔ وحی کے ذریعے انہیں پورا واقعہ بتایا گیا، انہوں نے حق تعالیٰ سے انہیں دوبارہ زندہ کرنے کی درخواست کی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ان لاشوں کو مخاطب کر کے یوں کہو'' ايتها العظام البالية ان الله يا مرك ان تجتمعي ''اے بوسیدہ ہڈیو! الله تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جمع ہو جاؤ، چنانچہ ساری ہڈیاں اپنی جگہ آ گئیں، پھر ان پر گوشت، پٹھے اور کھال کا لباس چڑھ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان میں زندگی کی رمق دوڑنے لگی، جس الله نے ان دس ہزار افراد کو زندہ کیا وہی الله سارے انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، اس کیلئے دس ہزار اور دس کھرب انسانوں کو زندہ کرنا دونوں برابر ہیں۔

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾

وَ	قَاتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	اعْلَمُوْۤا	اَنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾
اور	قتال کروتم	بیچ	راستے	اللہ کے	اور	جان رکھو	یہ کہ بیشک	اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا

اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور جان رکھو کہ بیشک اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ﴿۲۴۴﴾

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ

مَنْ	ذَاالَّذِيْ	يُقْرِضُ	اللّٰهَ	قَرْضًا	حَسَنًا	فَيُضٰعِفَهٗ	لَهٗ
کون ہے	وہ جو	قرض دے	اللہ کو	قرض	اچھا	تو وہ اُسے دوگنا کردے	اُس کیلئے

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، سو وہ اُسے کئی گنا

اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَيْهِ

اَضْعَافًا	كَثِيْرَةً ؕ	وَ	اللّٰهُ	يَقْبِضُ	وَ	يَبْصُۜطُ ۪	وَ	اِلَيْهِ
کئی گنا	بہت سے	اور	اللہ	تنگ کرتا ہے	اور	کشادہ کرتا ہے	اور	اسی کی طرف

بڑھا دے؟ اور اللہ ہی تنگ اور کشادہ کرتا ہے اور اُسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾	اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الْمَلَاِ	مِنْ	بَنِيْۤ	اِسْرَآءِيْلَ	مِنْۢ بَعْدِ
تم لوٹائے جاؤگے	کیا تو نے نہیں دیکھا	طرف	جماعت کے	سے	بیٹوں کی	اسرائیل کے	پیچھے سے

تم لوٹائے جاؤ گے۔ ﴿۲۴۵﴾ کیا آپ نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو

مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ وقفِ لازم

مُوْسٰى ۘ	اِذْ	قَالُوْا	لِنَبِيٍّ	لَّهُمُ	ابْعَثْ	لَنَا	مَلِكًا	نُّقَاتِلْ	فِيْ
موسیٰ کے	جب	انہوں نے کہا	نبی سے	اپنے	مقرر کردیجئے	ہمارے لئے	ایک بادشاہ	ہم قتال کریں	بیچ

نہیں دیکھا؟ جب وہ اپنے نبی سے کہنے لگے کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کردیجئے تاکہ ہم اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا

سَبِيْلِ	اللّٰهِ ؕ	قَالَ	هَلْ	عَسَيْتُمْ	اِنْ	كُتِبَ	عَلَيْكُمُ	الْقِتَالُ	اَلَّا
راستے	اللہ کے	کہا	کیا	تم سے توقع ہے	اگر	لکھ دیا گیا	تم پر	قتال کرنا	یہ کہ نہ

قتال کریں، انہوں نے کہا کہ تم سے کیا بعید ہے کہ اگر تم پر قتال کو فرض کیا گیا تو تم

﴿۲۴۴﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ حکم جہاد بالنفس، جہاد بالمال اور جہاد کی تمام قسموں کو شامل ہے۔ اس لئے جس وقت جس جس قسم کا تقاضا ہو ، اس پر عمل کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کی سنتا ہے اور سب کو جانتا ہے، موقع کے تقاضے کو وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

﴿۲۴۵﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں انفاق فی سبیل اللہ کو قرض حسنہ سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ایسے ہے جیسے اللہ کو قرض دینا، عام طور پر قرض میں یہ اصول ہے کہ مقروض کے ذمہ قرض خواہ کو اتنی ہی رقم لوٹانا لازم ہوتا ہے جتنی اس نے لی ہوتی ہے، اس سے ایک پیسہ بھی زیادہ وصول کرنا اور دینا حرام ہوتا ہے اور اسے سود شمار کیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان سود نہیں ہے۔ اس لئے وہ اپنے بندوں کو کئی گنا اضافے کے ساتھ واپس لوٹاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے مراد یہ تو نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کسی سے قرض لینے آئیگا یا اسے اپنے بندوں کے مال کی ضرورت پیش آتی ہے، بلکہ اس سے مراد اللہ کے بندوں کو قرض حسنہ دینا ہے، اس میں اس کا ثواب بہت زیادہ ہے کہ انسان قرض دینے کے بعد واپسی کا تقاضا نہ کرے، گو کہ واپس لینا بھی جائز ہے۔

تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ

تُقَاتِلُوْا ؕ	قَالُوْا	وَ	مَا لَنَآ	اَلَّا	نُقَاتِلَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	قَدْ
تم قتال کرو	انہوں نے کہا	اور	ہمیں کیا ہوا	یہ کہ نہ	قتال کریں ہم	بیچ	راستے	اللہ کے	اور	یقیناً

قتال ہی نہ کرو؟ وہ کہنے لگے کہ ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں جبکہ

اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ

اُخْرِجْنَا	مِنْ	دِيَارِنَا	وَ	اَبْنَآئِنَا ؕ	فَلَمَّا	كُتِبَ	عَلَيْهِمُ
ہمیں نکال دیا گیا	سے	اپنے گھروں کے	اور	اپنے بیٹوں کے	پھر جب	لکھ دیا گیا	ان پر

ہمیں ہمارے گھروں اور بیٹوں سے نکال دیا گیا؟ پھر جب اُن پر قتال کو

الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾

الْقِتَالُ	تَوَلَّوْا	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْهُمْ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌۢ	بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾
قتال کرنا	منہ پھیر لیا انہوں نے	مگر	تھوڑے	ان میں سے	اور	اللہ	خوب جاننے والا	ظالموں کو

فرض کیا گیا تو اُن میں سے تھوڑے سے افراد کے علاوہ سب پھر گئے، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے ﴿۲۴۶﴾

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ

وَ	قَالَ	لَهُمْ	نَبِيُّهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	قَدْ	بَعَثَ	لَكُمْ	طَالُوْتَ	مَلِكًا ؕ
اور	کہا	ان سے	اُن کے نبی نے	بیشک	اللہ نے	یقیناً	مقرر کیا ہے	تمہارے لئے	طالوت کو	بادشاہ

اور اُن سے اُن کے نبی نے کہا کہ اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے،

قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ

قَالُوْٓا	اَنّٰى	يَكُوْنُ	لَهُ	الْمُلْكُ	عَلَيْنَا	وَ	نَحْنُ	اَحَقُّ	بِالْمُلْكِ
انہوں نے کہا	کہاں	ہوسکتا ہے	اس کیلئے	حکومت	ہم پر	اور	ہم	زیادہ حق دار	حکومت کے

وہ کہنے لگے کہ اُسے ہم پر حکومت کرنے کا حق کیونکر ہے جبکہ حکومت کے اُس سے زیادہ حقدار

مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ

مِنْهُ	وَ	لَمْ	يُؤْتَ	سَعَةً	مِّنَ	الْمَالِ ؕ	قَالَ	اِنَّ	اللّٰهَ
اُس سے	اور	نہیں	دی گئی اسے	گنجائش	سے	مال کی	اس نے کہا	بیشک	اللہ نے

تو ہم ہیں اور اُسے مال کی گنجائش بھی نہیں دی گئی، انہوں نے کہا کہ بیشک اللہ نے

﴿۲۴۶﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آنے والے حالات کے ضمن میں طالوت اور جالوت کا واقعہ شروع کیا گیا ہے، جس کا آغاز اس طرح ہوا کہ بنی اسرائیل پر ان کی غلطیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے کافروں کا ایک نہایت طاقتور بادشاہ جالوت مسلط ہوگیا، بنی اسرائیل اپنی کم ہمتی کی وجہ سے اس کا مقابلہ نہ کر پائے، اس نے انہیں جسمانی اور مالی نقصان پہنچایا، بنی اسرائیل عرصہ دراز تک ذلیل وخوار ہوتے رہے، بالآخر انہیں عقل آئی اور انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت شمویل علیہ السلام سے درخواست کی کہ ان کیلئے ایک مرکز حکومت یعنی بادشاہ کا تقرر کریں، جس کی قیادت میں وہ سب اکٹھے ہوکر دشمن سے جہاد کریں اور اپنے مقبوضہ علاقوں کو دشمن سے واپس لے سکیں، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل مرکز حکومت کے فقدان میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تنظیمی اور سیاسی طرز پر نہایت کمزور ہو چکے تھے۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے ان کی سابقہ تاریخ کو سامنے رکھ کر اپنے خدشہ کا اظہار کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کسی شخص کو تمہارا بادشاہ مقرر کر دوں اور تم اپنے اس ارادے سے ہی پیچھے ہٹ جاؤ، انہوں نے حضرت شمویل علیہ السلام کو بہت تسلیاں دیں اور اپنی تکلیفوں اور پریشانیوں کا ذکر کر کے ان سے وعدہ کیا کہ وہ ضرور اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور مرکز حکومت کی اطاعت کریں گے۔ لیکن بالآخر وہی ہوا جس کا خدشہ حضرت شمویل علیہ السلام نے ظاہر کیا تھا، جیسا کہ اگلی آیات میں آرہا ہے۔

اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ

اصْطَفٰهُ	عَلَيْكُمْ	وَ	زَادَهٗ	بَسْطَةً	فِي	الْعِلْمِ	وَالْجِسْمِ
اسے منتخب کیا ہے	تم پر	اور	اسے زیادہ دی ہے	فراخی	بیچ	علم کے	اور جسم کے

اُسے تم پر منتخب فرمایا ہے اور اُسے علم اور جسم میں زائد فراخی عطا فرمائی ہے

وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ

وَاللّٰهُ	يُؤْتِيْ	مُلْكَهٗ	مَنْ	يَّشَآءُ ۭ	وَ	اللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾	وَقَالَ
اور اللہ	دیدیتا ہے	حکومت اپنی	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	اللہ	کشادگی والا	جاننے والا	اور کہا

اور اللہ جسے چاہتا ہے، حکومت عطا فرما دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، جاننے والا ہے۔ [۲۴۷] اور اُن سے

لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ

لَهُمْ	نَبِيُّهُمْ	اِنَّ	اٰيَةَ	مُلْكِهٖٓ	اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ	التَّابُوْتُ	فِيْهِ
اُن سے	اُن کے نبی نے	بیشک	نشانی	اس کی حکومت کی	یہ کہ	تمہارے پاس آجائیگا	تابوت	اس میں

اُن کے نبی نے کہا کہ اُس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے وہ تابوت آجائے گا

سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ

سَكِيْنَةٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَ	بَقِيَّةٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	اٰلُ	مُوْسٰى	وَاٰلُ
تسکین	سے	تمہارے رب کی	اور	بچا ہوا	اس میں سے جو	چھوڑ دیا	گھرانے نے	موسیٰ کے	اور گھرانے نے

جس میں تمہاری تسکین اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جو آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون نے

هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ

هٰرُوْنَ	تَحْمِلُهُ	الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لَّكُمْ	اِنْ
ہارون کے	اسے اٹھائے ہوں گے	فرشتے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	تمہارے لئے	اگر

چھوڑی تھیں، اُس تابوت کو فرشتے اٹھائے ہوں گے، بیشک اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ ع ۳۲ ۶ ۱۶

كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾	فَلَمَّا	فَصَلَ	طَالُوْتُ	بِالْجُنُوْدِ ۙ	قَالَ
تم ہو	ایمان لانے والے	پھر جب	جدا ہوا	طالوت	لشکروں کے ساتھ	کہا اس نے

تم مؤمن ہو۔ [۲۴۸] پھر جب طالوت لشکروں کو لیکر روانہ ہوا تو کہنے لگا

[۲۴۷] ۔اس آیت مبارکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شمویل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق طالوت کو ''جن کا نام اسرائیلیات میں ساؤل بیان کیا گیا ہے'' بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کر دیا، ظاہر ہے کہ اس میں حضرت شمویل علیہ السلام کے پیش نظر وہی تفصیلات رہی ہو گی جو حق تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق ہوں اور اس انتخاب میں انہوں نے بنی اسرائیل کی بہتری، خیر خواہی اور ہمدردی کو ہی ملحوظ خاطر رکھا ہوگا لیکن بنی اسرائیل نے ان کی بادشاہت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور دلیل یہ دی کہ وہ تو مالی وسعت نہیں رکھتے، غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، ہم جیسے مالداروں پر ایک غریب آدمی حکومت کرے گا؟ حضرت شمویل علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ طالوت کا انتخاب میں نے نہیں، بلکہ خود اللہ نے کیا ہے، پھر وہ علمی اور جسمانی اعتبار سے بھی تم سب پر فوقیت رکھتے ہیں، اگر حاکم علم کی دولت سے مالا مال ہوتو وہ بروقت اور صحیح فیصلے کر سکتا ہے اور جسمانی اعتبار سے طاقتور ہو تو دشمن کے دانت کھٹے کر سکتا ہے اس لئے تم اس انتخاب پر اعتراض نہ کرو، تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے حکومت دے دے؟

[۲۴۸] ۔اس آیت مبارکہ میں طالوت کو بادشاہ مقرر کرنے کی ایک علامت بیان فرمائی گئی ہے جو دراصل بنی اسرائیل کی فرمائش پر پوری کی گئی، کیونکہ انہوں نے یہ تقاضا کیا تھا کہ اگر طالوت کا انتخاب اللہ نے کیا ہے تو وہ تابوت سکینہ'' جو ایک مقدس تابوت ہے، اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل کے تبرکات ہیں اور جو ہمارا دشمن جالوت ہم سے چھین کر لے گیا ہے'' ہمارے پاس آجائے، حضرت شمویل علیہ السلام نے انہیں اس کی یقین دہانی کروادی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا غیبی نظم اس طرح فرمایا کہ جس علاقے میں وہ تابوت ہوتا، وہاں کوئی وبائی بیماری اتر آتی، ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ وہ ان وبائی بیماریوں کا شکار اس تابوت کی وجہ سے ہو رہے ہیں لہٰذا اسے اپنے یہاں سے نکال دینا چاہئے، چنانچہ انہوں نے وہ تابوت دو بیلوں کی گدھا گاڑی پر لاد کر اپنے علاقے سے نکال دیا، فرشتوں نے ان بیلوں کو بنی اسرائیل کے علاقے کی طرف موڑ دیا اور جب وہ بیل تابوت سکینہ لیکر وہاں پہنچے تو بنی اسرائیل کو یقین آگیا کہ طالوت کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے، سو انہوں نے ان کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔

إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ

إِنَّ	اللّٰهَ	مُبْتَلِيْكُمْ	بِنَهَرٍ ۚ	فَمَنْ	شَرِبَ	مِنْهُ	فَلَيْسَ	مِنِّيْ ۚ
بیشک	اللہ	تمہیں آزمانے والا	ایک نہر سے	تو جو کوئی	پی لے	اُس سے	تو نہیں	مجھ سے

کہ اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے، سو جو شخص اُس نہر کا پانی پیئے گا، وہ مجھ سے نہیں ہے

وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ

وَ	مَنْ	لَّمْ	يَطْعَمْهُ	فَاِنَّهٗ	مِنِّيْٓ	اِلَّا	مَنِ	اغْتَرَفَ	غُرْفَةًۢ
اور	جو کوئی	نہ	چکھے اُسے	تو بیشک وہ	مجھ سے	سوائے	وہ جو	چلو بھر لے	ایک مرتبہ چلو بھرنا

اور جو اُس کا پانی نہیں چکھے گا تو وہ مجھ سے ہے، سوائے اُس شخص کے جو اپنے ہاتھ سے چلو

بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ

بِيَدِهٖ ۚ	فَشَرِبُوْا	مِنْهُ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْهُمْ ۭ	فَلَمَّا	جَاوَزَهٗ	هُوَ
اپنے ہاتھ سے	تو انہوں نے پی لیا	اس میں سے	سوائے	تھوڑے لوگوں کے	اُن میں سے	پھر جب	آگے بڑھا اُس سے	وہ

بھرلے، تو اُن میں سے چند افراد کو نکال کر سب ہی نے اُس کا پانی پی لیا، پھر جب وہ اور اُن کے ہمراہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ

وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ ۙ	قَالُوْا	لَا	طَاقَةَ	لَنَا	الْيَوْمَ	بِجَالُوْتَ
اور	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اس کے ہمراہ	انہوں نے کہا	نہیں	طاقت	ہمارے لئے	آج کے دن	جالوت کے مقابلے میں

ایمان لانے والے آگے بڑھے تو کہنے لگے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اُس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی

وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ

وَ	جُنُوْدِهٖ ۭ	قَالَ	الَّذِيْنَ	يَظُنُّوْنَ	اَنَّهُمْ	مُّلٰقُوا	اللّٰهِ ۙ	كَمْ مِّنْ
اور	اس کے لشکروں کے	کہا	وہ لوگ جو	سمجھتے تھے	کہ بیشک وہ	ملنے والے	اللہ سے	کتنی ہی مرتبہ

طاقت نہیں ہے، جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں، کہنے لگے کہ کتنی ہی مرتبہ

فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ

فِئَةٍ	قَلِيْلَةٍ	غَلَبَتْ	فِئَةً	كَثِيْرَةًۢ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ۭ	وَ	اللّٰهُ	مَعَ
ایک جماعت	تھوڑی	غالب آگئی	ایک جماعت پر	زیادہ	حکم سے	اللہ کے	اور	اللہ	ساتھ

تھوڑی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آئی ہے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے

۲۴۹۔ اس آیت مبارکہ میں طالوت کے لشکروں کو لیکر نکلنے کا ذکر آیا ہے، لشکروں کے لفظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طالوت کے ساتھ بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے نکلی تھی، لیکن ظاہر ہے کہ ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہوں گے جو کسی لالچ میں نکلے ہوں گے۔ بہت سے لوگ دوسروں کے ترغیب دینے پر نکل آئے ہوں گے۔ بہت سے لوگ کسی کے دباؤ میں آ کر بھی نکلے ہوں گے، اس لئے طالوت نے چاہا کہ پہلے ہی مرحلے پر ان لوگوں کا امتحان لے لیا جائے تا کہ کھرے اور کھوٹے میں فرق واضح ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کون اطاعت امیر کے جذبے سے سرشار ہے اور کون اس جذبے سے عاری اور خالی ہے۔ چنانچہ انہیں اس کا نہایت آسان موقع اس وقت میسر آیا جب وہ ایک نہر پر پہنچے، انہوں نے لشکروں میں منادی کرا دی کہ کسی کو اس نہر کا پانی پینے کی اجازت نہیں ہے اگر کسی نے اس نہر کا پانی پیا تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے، البتہ ایک چلو پانی پینے کی اجازت ہے، بنی اسرائیل نے اپنی عادت کے مطابق اس حکم کی پرواہ نہ کی اور بیشتر لوگوں نے اس نہر کا پانی خوب پیا اور اپنی ضروریات پوری کیں، مفسرین کے مطابق صرف ۳۱۳ افراد ایسے نکلے جنہوں نے طالوت کے اس امتحان میں کامیابی حاصل کی، سو طالوت انہی کو لیکر آگے روانہ ہوئے اور باقی سب کو واپس بھیج دیا، دشمن کا آمنا سامنا ہوا تو ان لوگوں کو تشویش ہوئی کہ افرادی اور مادی قوت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ ہمارا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے، اکیلا جالوت ہی ہم سب کیلئے کافی ہے، اس پر کچھ دوسرے لوگوں نے ''جن پر یقین کا غلبہ تھا'' انہیں سمجھایا=

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾	وَلَمَّا	بَرَزُوْا	لِجَالُوْتَ	وَجُنُوْدِهٖ	قَالُوْا	رَبَّنَا
صبر کرنے والوں کے	اور جب	وہ ظاہر ہوئے	جالوت کے سامنے	اور اُس کے لشکروں کے	انہوں نے کہا	اے ہمارے پروردگار!

ساتھ ہے۔ ﴿۲۴۹﴾ اور جب وہ جالوت اور اُس کے لشکروں کے سامنے ظاہر ہوئے تو کہنے لگے کہ پروردگار!

اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾

اَفْرِغْ	عَلَيْنَا	صَبْرًا	وَّثَبِّتْ	اَقْدَامَنَا	وَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾
تو انڈیل دے	ہم پر	صبر	اور جمادے	ہمارے قدموں کو	اور ہماری مدد فرما	پر	قوم کے	کفر کرنے والے

ہم پر صبر انڈیل دے، ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ ﴿۲۵۰﴾

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ

فَهَزَمُوْهُمْ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ۙ	وَقَتَلَ	دَاوٗدُ	جَالُوْتَ	وَ	اٰتٰىهُ	اللّٰهُ	الْمُلْكَ
تو انہوں نے انہیں شکست دیدی	حکم سے	اللہ کے	اور قتل کردیا	داؤد نے	جالوت کو	اور	اُسے دی	اللہ نے	حکومت

سو انہوں نے اللہ کے حکم سے اُنہیں شکست دیدی اور داؤد نے جالوت کو قتل کردیا اور اللہ نے اُنہیں سلطنت اور حکمت

وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

وَالْحِكْمَةَ	وَ	عَلَّمَهٗ	مِمَّا	يَشَآءُ ۭ	وَ	لَوْ	لَا	دَفْعُ	اللّٰهِ	النَّاسَ	بَعْضَهُمْ
اور حکمت	اور	اسے سکھایا	وہ جو	وہ چاہتا تھا	اور	اگر	نہ	دور کرنا	اللہ کا	لوگوں کو	ان میں سے بعض کو

عطا فرمائی، اور اُنہیں جو چاہا سکھایا، اور اگر اللہ ایک دوسرے سے لوگوں کا دفاع

بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

بِبَعْضٍ ۙ	لَّفَسَدَتِ	الْاَرْضُ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	ذُوْ فَضْلٍ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾
بعض کے ذریعے	البتہ فساد پھیل جاتا	زمین	اور لیکن	اللہ	فضل والا	پر	جہان والوں کے

نہ کرواتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا، لیکن اللہ اہلِ عالم پر فضل فرمانے والا ہے۔ ﴿۲۵۱﴾

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

تِلْكَ	اٰيٰتُ	اللّٰهِ	نَتْلُوْهَا	عَلَيْكَ	بِالْحَقِّ ۭ	وَ	اِنَّكَ	لَمِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾
وہ جو	آیتیں	اللہ کی	ان کی ہم تلاوت کرتے ہیں	تجھ پر	برحق	اور	بیشک تو	البتہ سے	پیغمبروں کے

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک تلاوت کرتے ہیں، اور بیشک آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ ﴿۲۵۲﴾

= کہ فتح اور شکست کا دارومدار افرادی اور مادی قوت پر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اعانت پر ہوتا ہے، دنیا نے بارہا دیکھا ہے کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر اپنی بے سروسامانی کے باوجود غالب آگئی اور لشکر جرار کو ایک چھوٹے سے دستے نے شکست دیدی، اس لئے تم فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کامیابی عطا فرمائے گا۔

﴿۲۵۰﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں ایک خاص دعا کا ذکر ہے جو طالوت کے رفقاء نے جالوت کا مقابلہ اور آمنا سامنا ہونے پر اللہ سے مانگی تھی، یہ دعا ہر اس موقع پر مانگی جاسکتی ہے جب انسان کا سامنا اپنے دشمن سے ہو، خاص طور پر اس وقت جب کہ دشمن زیادہ طاقتور ہو، عام حالات میں ''صبر'' کی دعا مانگنے کو پسند نہیں کیا گیا کیونکہ صبر مصیبت پر ہوتا ہے اور جب انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہوئے بغیر صبر مانگتا ہے تو گویا اس سے پہلے وہ مصیبت مانگتا ہے، اس دعا کی جامعیت یہ ہے کہ اس میں صبر کی دعا مانگی گئی ہے، ثابت قدمی کی درخواست کی گئی ہے اور کافروں کے مقابلے میں غیبی نصرت کا سوال کیا گیا ہے اور یہ تینوں چیزیں موقع محل کے عین مطابق ہیں۔

﴿۲۵۱﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں جالوت اور اس کے لشکروں کی شکست کا حال بیان کیا گیا ہے جس کا آغاز جالوت جیسے نامور اور آزمودہ کار پہلوان کے قتل سے ہوا اور اسے قتل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کسی نامور پہلوان سے کام نہیں لیا، بلکہ ایک ناتواں بچے سے اسے قتل کروادیا جسے راستے میں تین پتھر ملے تھے، ان پتھروں نے اس سے کہا تھا کہ ہمیں اٹھالو، ہم جالوت کو ماریں گے، یہ بچہ اپنے والد کی سب سے چھوٹی اولاد تھا اور آج دنیا اسے حضرت داؤد علیہ السلام کے نام سے جانتی ہے، جالوت سر سے لیکر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا، اس کمسن بچے کو اپنے مقابلے میں دیکھ کر ہنسنے لگا، حضرت داؤد علیہ السلام نے تاک کر اس کے ماتھے کا نشانہ لیا اور وہ تینوں پتھر اسے مارے، اس کی موت اسی طرح لکھی تھی سو وہ مر گیا۔ اس سے پہلے طالوت نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا، میں اپنی بیٹی کی شادی اس سے کروں گا اور اسے اپنا جانشین مقرر کروں گا۔ چنانچہ طالوت نے اپنا وعدہ پورا کردیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے گھرانے میں نبوت اور بادشاہت دونوں چیزیں جمع ہوگئیں، اللہ کا دستور رہا ہے کہ اس طرح کے مقابلوں سے زمین کو فتنہ وفساد سے پاک صاف کرتا رہتا ہے۔

﴿۲۵۲﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں مذکورہ واقعات کی طرف اشارہ کرکے انہیں برحق قرار دیا گیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ایک مرتبہ پھر اعلان کیا گیا ہے تاکہ ساری دنیا کو یقین آجائے کہ جس ہستی نے کبھی کسی کتاب کو ہاتھ لگایا اور نہ ہی کسی استاد کی شاگردی اختیار کی، اس کی زبان پر ایسے فصیح وبلیغ کلام کا جاری ہوجانا حق تعالیٰ کی وحی سے ہی ممکن ہے، نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالے سے جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے، وہی برحق ہے، اس موقع پر تورات میں طالوت اور حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالے سے جو بے سروپا داستانیں گھڑی گئی ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ

تِلْكَ	الرُّسُلُ	فَضَّلْنَا	بَعْضَهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	مِنْهُمْ	مَّنْ	كَلَّمَ	اللّٰهُ
وہ	بہت سے پیغمبر	ہم نے فضیلت دی	ان میں سے بعض کو	پر	بعض کے	ان میں سے	وہ جو	کلام کیا	اللہ نے

یہ پیغمبر ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے، اُن میں سے بعض وہ بھی ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

وَرَفَعَ	بَعْضَهُمْ	دَرَجٰتٍ	وَاٰتَيْنَا	عِيْسَى	ابْنَ	مَرْيَمَ	الْبَيِّنٰتِ
اور بلند کئے	ان میں سے بعض کے	درجے	اور دیئے ہم نے	عیسیٰ کو	بیٹا	مریم کا	واضح دلائل

اور اُن میں سے بعض کے درجے بلند کیے، اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح دلائل دیے،

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ

وَاَيَّدْنٰهُ	بِرُوْحِ	الْقُدُسِ	وَلَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	مَا اقْتَتَلَ	الَّذِيْنَ	مِنْۢ بَعْدِهِمْ
اور ہم نے اُس کی تائید کی	ساتھ روح کے	پاکیزہ	اور اگر	چاہتا	اللہ	نہ لڑتے	وہ لوگ جو	ان کے بعد

اور روح القدس کے ذریعے ہم نے اُن کی تائید کی، اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کے بعد آنے والے لوگ نہ

بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ

مِّنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	وَلٰكِنِ	اخْتَلَفُوْا	فَمِنْهُمْ
پیچھے سے	وہ جو	اُن کے پاس آئے	واضح دلائل	اور لیکن	انہوں نے اختلاف کیا	سو ان میں سے

لڑتے، بعد اس کے کہ اُن کے پاس واضح دلائل آچکے، لیکن انہوں نے اختلاف کیا، سو اُن

مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ

مَّنْ	اٰمَنَ	وَمِنْهُمْ	مَّنْ	كَفَرَ	وَلَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	مَا	اقْتَتَلُوْا	وَلٰكِنَّ
وہ جو	ایمان لایا	اور ان میں سے	وہ جو	کفر کیا	اور اگر	چاہتا	اللہ	نہ	وہ لڑتے	اور لیکن

میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئے، اور کچھ نے کفر کیا، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے، لیکن

اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿٢٥٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ

اللّٰهَ	يَفْعَلُ	مَا	يُرِيْدُ ﴿٢٥٣﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اَنْفِقُوْا	مِمَّا	رَزَقْنٰكُمْ
اللہ	کرتا ہے	وہ جو	ارادہ کرلیتا ہے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	خرچ کرو	اس میں سے جو	ہم نے تمہیں دیا

اللہ جو چاہتا ہے، کر گزرتا ہے۔ ﴿٢٥٣﴾ اے اہلِ ایمان! تم ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کر لو

ع ٥ / ٣٣ / ١

٢٥٣۔ اس آیت مبارکہ میں پیغمبروں کوایک دوسرے پرفضیلت دینے کی نسبت اللہ تعالی نے اپنی طرف فرمائی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کیلئے تمام پیغمبروں پر ایمان لانا یکساں ضروری ہے، اگر اللہ تعالی نے کسی نبی کو کوئی خاص معجزہ یا اضافی فضیلت عطا فرمائی ہوتو اس کی وجہ سے دوسرے پیغمبروں کی شان میں کمی کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ براہ راست ہم کلام ہوا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید ونصرت کیلئے جبریل امین علیہ السلام کو مقرر فرمایا اور انہیں بہت سے اہم معجزات عطا فرمائے، لیکن اس سے دوسروں کے مقام ومرتبے میں کمی کا تصور لانا ٹھیک نہیں اور امتوں کا آپس میں لڑ پڑنا بھی ٹھیک نہیں ہے، لوگوں کے پاس واضح دلائل آچکے ہیں، انہیں ان کی روشنی میں اپنی زندگی کا لائحہ عمل مرتب کرنا چاہئے، لیکن صورت حال یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے الجھ رہے ہیں، ان کے درمیان اختلافات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ کچھ لوگ ایمان لا رہے ہیں اور کچھ لوگ کفر پر جمے ہوئے ہیں، ظاہر ہے کہ ایمان اور کفر کا اختلاف بہت بڑا اختلاف ہے جس سے لوگوں کے درمیان الجھاؤ اور ٹکراؤ ہوتا ہے، لڑائیاں اور جنگیں ہوتی ہیں، اگر اللہ چاہےتو ایسا کبھی نہ ہو کیونکہ اللہ جو چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے لیکن اللہ نے ایک محدود اختیار لوگوں کو بھی دے رکھا ہے، اس کے علاوہ اگر زمین پر ہر طرف امن وامان کا دور دورہ ہو، کوئی اختلاف اور لڑائی جھگڑا نہ ہو اور زمین میں کوئی گناہ نہ ہو تو پھر اللہ تعالی کی مختلف صفات کا ظہور کیسے ہو؟ مثلاً اس کا غفار ہونا، قہار ہونا، اپنی مشیت کے مطابق دنیا کو چلانا، اپنی قدرت اور اپنے اختیارات کا اظہار کرنا، اسی وجہ سے دنیا، دنیا ہے، جنت نہیں ہے۔

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ

مِنْ قَبْلِ	اَنْ	يَّاْتِيَ	يَوْمٌ	لَّا	بَيْعٌ	فِيْهِ	وَلَا	خُلَّةٌ	وَّ	لَا	شَفَاعَةٌ ؕ
اس سے پہلے	یہ کہ	آجائے	وہ دن	نہ	کوئی تجارت	اس میں	اور نہ	کوئی دوستی	اور	نہ	کوئی سفارش

اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں کوئی تجارت اور دوستی ہو گی اور نہ ہی کوئی سفارش،

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٥٤﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ

وَالْكٰفِرُوْنَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٥٤﴾	اَللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	اَلْحَيُّ	الْقَيُّوْمُ ۚ
اور کفر کرنے والے	وہی	ظلم کرنے والے	اللہ	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	زندہ رکھنے والا	تھامنے والا

اور کافر ہی دراصل ظالم ہیں۔ [٢٥٤] اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ زندہ رکھنے والا، تھامنے والا ہے،

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

لَا	تَاْخُذُهٗ	سِنَةٌ	وَّ	لَا	نَوْمٌ ؕ	لَهٗ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي	الْاَرْضِ ؕ
نہیں	پکڑتی اسے	کوئی اونگھ	اور	نہ	کوئی نیند	اسی کا ہے	جو کچھ	بیچ	آسمانوں کے	اور جو کچھ	بیچ	زمین کے

اُسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اُسی کی ملکیت میں ہے،

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

مَنْ	ذَا الَّذِيْ	يَشْفَعُ	عِنْدَهٗٓ	اِلَّا	بِاِذْنِهٖ ؕ	يَعْلَمُ	مَا	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
کون	وہ جو	سفارش کرسکے	اس کے سامنے	مگر	اس کی اجازت سے	وہ جانتا ہے	جو کچھ	ان کے سامنے

کون ہے جو اُس کی اجازت کے بغیر اُس کے سامنے سفارش کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے سامنے ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ

وَمَا	خَلْفَهُمْ ۚ	وَلَا	يُحِيْطُوْنَ	بِشَيْءٍ	مِّنْ	عِلْمِهٖٓ	اِلَّا	بِمَا	شَآءَ ۚ
اور جو کچھ	ان کے پیچھے	اور نہیں	وہ احاطہ کرسکتے	کسی چیز کا	سے	اس کے علم کے	مگر	اس کا جو	وہ چاہے

اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے، اور وہ اُس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے،

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ

وَسِعَ	كُرْسِيُّهُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ ۚ	وَلَا	يَـُٔوْدُهٗ	حِفْظُهُمَا ۚ	وَهُوَ
کشادہ ہے	اُس کی کرسی	آسمانوں سے	اور زمین سے	اور نہیں	تھکاتی اُسے	اُن دونوں کی حفاظت	اور وہ

اُس کی کرسی آسمانوں اور زمین سے بھی وسیع ہے، اور ان دونوں کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی، اور وہی

[٢٥٤] ۔اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو قیامت کا دن آنے سے پہلے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ اس دن کوئی تجارت نہ ہوگی کہ نیکیاں خریدی جا سکیں، کوئی دوستی نہ ہوگی کہ ہدیۃ یا عاریۃً نیکیاں حاصل کی جا سکیں اور کوئی سفارش نہ ہو گی کہ اس کی سفارش سے کہیں سے نیکیوں کا بندوبست ہو سکے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ دوسروں سے کوئی چیز حاصل کرنے کے جتنے بھی طریقے دنیا میں ممکن ہیں، آخرت میں ان میں سے کوئی طریقہ بھی موثر نہ ہو سکے گا، اس لئے اس دن اپنی ضروریات کی تکمیل اور مانگنے کی شرمندگی سے بچنے کیلئے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے لیے ذخیرہ کرے اور زیادہ سے زیادہ کرے، اس آیت میں اسی پہلو کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اَلْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿٢٥٥﴾ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ

الْعَلِيُّ	الْعَظِيْمُ ۝	لَآ	اِكْرَاهَ	فِي	الدِّيْنِ	قَدْ تَّبَيَّنَ	الرُّشْدُ	مِنَ
سب سے برتر	عظمت والا	نہیں	کوئی زبردستی	بیچ	دین کے	یقیناواضح ہوچکی	ہدایت	سے

سب سے برتر، عظمت والا ہے۔ ﴿٢٥٥﴾ دین قبول کرنے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، یقیناً ہدایت، گمراہی سے ممتاز

الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

الْغَيِّ	فَمَنْ	يَّكْفُرْ	بِالطَّاغُوْتِ	وَيُؤْمِنْ	بِاللّٰهِ	فَقَدِ	اسْتَمْسَكَ
گمراہی	تو جو کوئی	انکار کرے	شیطان کا	اور ایمان لے آئے	اللہ پر	تو یقیناً	اس نے مضبوط تھاما

ہوچکی ہے، لہٰذا جو شخص "طاغوت" کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اُس نے مضبوط

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾ اَللّٰهُ

بِالْعُرْوَةِ	الْوُثْقٰى	لَا	انْفِصَامَ	لَهَا	وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ۝	اَللّٰهُ
رسی کو	مضبوط	نہیں	کوئی ٹوٹنا	اس کیلئے	اور اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا	اللہ

رسی کو تھام لیا جو ٹوٹنے والی نہیں، اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ﴿٢٥٦﴾ اللہ

وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۥ وَالَّذِيْنَ

وَلِيُّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	يُخْرِجُهُمْ	مِّنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَى	النُّوْرِ	وَالَّذِيْنَ
دوست	وہ لوگ جو	ایمان لائے	وہ انہیں نکالتا ہے	سے	اندھیروں کے	طرف	روشنی کے	اور وہ لوگ جو

اہلِ ایمان کا دوست ہے، وہ اُنہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے، اور جو لوگ

كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى

كَفَرُوْٓا	اَوْلِيٰۗـــُٔــھُمُ	الطَّاغُوْتُ	يُخْرِجُوْنَهُمْ	مِّنَ	النُّوْرِ	اِلَى
کفر کیا انہوں نے	اُن کے دوست	شیطان	وہ انہیں نکالتے ہیں	سے	روشنی کے	طرف

کافر ہیں، شیطان اُن کے دوست ہیں، وہ اُنہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف

الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾ اَلَمْ تَرَ

الظُّلُمٰتِ	اُولٰۗىِٕكَ	اَصْحٰبُ	النَّارِ	ھُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ۝	اَلَمْ تَرَ
اندھیروں کے	وہی لوگ	ساتھی	جہنم کے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے	کیا تو نے دیکھا نہیں

لے جاتے ہیں، یہی لوگ اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿٢٥٧﴾ کیا آپ نے اُس شخص کو

٣٤ ع ٤ ٢

﴿٢٥٥﴾ ۔ اس آیت مبارکہ کو "آیۃ الکرسی" کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کرسی کا ذکر آیا ہے، احادیث مبارکہ میں اس کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے، اس لئے ہر فرض نماز کے بعد اور رات کو سونے سے پہلے اس کا اہتمام کر لینا چاہئے، آیۃ الکرسی دراصل حق تعالیٰ کا ایک ایسا اجمالی تعارف ہے، جس میں تہہ در تہہ معانی کا سمندر موجزن ہے، اس میں حق تعالیٰ کی بارہ صفات بیان کی گئی ہیں۔ ١۔ وہ معبود حقیقی ہے، معبود ہونے میں اُس کا کوئی شریک نہیں اور وہ شرک کی تمام اقسام سے مبرا اور منزہ ہے۔ ٢۔ وہ نہ صرف یہ کہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، بلکہ سب کو زندگی دینے والا اور انہیں زندہ رکھنے والا بھی وہی ہے۔ ٣۔ وہ نہ صرف یہ کہ خود قائم ہے، بلکہ اُس نے ساری کائنات کو قائم کر رکھا ہے اور ہر چیز کو اُس نے تھام رکھا ہے، کوئی چیز اُس کی دسترس سے باہر نہیں ہے، اگر وہ چیزوں کو نہ تھامے تو زمین و آسمان میں تباہی آجائے۔ ٤۔ اسے نیند تو دور کی بات، اونگھ بھی نہیں آتی، کیوں کہ جو شخص سو جاتا ہے وہ غافل ہو جاتا ہے اور اللہ کبھی غافل نہیں ہو سکتا، نیز جسے اونگھ آتی ہے، اُسے جھٹکے لگتے ہیں اور اُس کے اعضاءِ جسم ڈھیلے پڑ جاتے ہیں ظاہر ہے کہ سستی اللہ تعالیٰ کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتی۔ ٥۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اُس کی ملکیت میں ہے، وہ مالک حقیقی ہے اور اُس کے علاوہ کسی کی ملکیت حقیقی نہیں ہے۔ ٦۔ اُس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا اور اجازت صرف اُسے ملے گی جس سے وہ راضی ہوگا۔ ٧۔ اُس کا علم کامل اور مکمل ہے اور وہ جہت سے بھی پاک ہے، ماضی اور مستقبل اُس کے لیے دونوں برابر ہیں اور وہ لوگوں کے ظاہر اور باطن سے مکمل باخبر اور واقف ہے۔ ٨۔ کسی مخلوق میں اُس کے علم کا احاطہ کرنے کی قدرت اور استطاعت نہیں ہے، وہ جسے چاہے، جتنا چاہے، علم عطا فرما دے، اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو کہ اُس نے حق تعالیٰ کی تمام صفات کا علم حاصل کرنے کا احاطہ کر لیا ہے تو یہ اُس کی غلط فہمی اور خام خیالی ہے۔ ٩۔ اُس کی کرسی اتنی بڑی ہے کہ زمین و آسمان اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود اُس کے سامنے ایسے ہے جیسے کسی بہت بڑے جنگل یا صحراء میں کسی کی انگوٹھی کا حلقہ گر جائے اور انسان کو اُس کی تلاش میں سرگرداں ہونا پڑے یاد رہے کہ عرش اور کرسی ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ایک ہی چیز کے دو نام نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔ ١٠۔ زمین و آسمان کی حفاظت اُس کو تھکاتی نہیں ہے، کیوں کہ جو تھک جاتا ہے، وہ عاجز ہوتا ہے اور جو عاجز ہوتا ہے وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ ١١۔ وہ سب سے برتر ہے، کوئی اس سے برتر نہیں، برتر تو بڑی دور کی بات ہے، اُس کے تو برابر اور ہمسر بھی کوئی نہیں ہے۔ ١٢۔ وہ سب سے زیادہ عظمت والا ہے، اُس کی عظمت میں اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ ﴿٢٥٦﴾ ۔ اس آیت مبارکہ میں دین میں جبر کی نفی کی گئی ہے، لوگ اس کا مطلب یہ سمجھے کہ کسی مسلمان کو نماز، روزے کی تلقین اور تاکید کرنا جبر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی فرمائی ہے، لہٰذا کسی کو بھی نماز، روزہ اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی تلقین کرنا درست نہیں ہے، حالانکہ اس آیت کا تو یہ مضمون ہی نہیں ہے، اس آیت مبارکہ میں تو یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ کسی شخص کو دین اسلام قبول کرنے کیلئے مجبور نہ کرو، اگر وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو تو بہت اچھا، لیکن اگر آپ کے دباؤ اور زبردستی کے نتیجے میں وہ دین اسلام قبول کرے گا تو اس میں پائیداری اور پختگی نہیں ہوگی، جہاں تک تعلق ہے احکام شرعیہ کی تاکید کا تو اس کا ذکر اس آیت میں نہیں کیا گیا، وہ تو سورۃ العصر میں بیان کیا گیا ہے، جس کے مطابق حق کی تاکید اور صبر کی تلقین انسان کو خسارے اور گھاٹے سے بچانے والی چیزیں ہیں، اس ملہوم کی تائید آیت کے اگلے جملے سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ یقیناً ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے، اسی وجہ سے اس عاجز نے پہلے جملے کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "دین قبول کرنے میں کوئی زبردستی نہیں ہے" تاکہ یہ اشکال سرے سے ہی ختم ہو جائے، اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ پر ایمان لانے کو "العروۃ الوثقیٰ" سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی وہ ایک ایسی مضبوط رسی ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتی، البتہ یہ ممکن ہے کہ انسان کی کسی نادانی کی وجہ سے اس سے چھوٹ جائے، اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو "العروۃ الوثقیٰ" مرتے دم تک نصیب فرمائے۔ (آمین) ﴿٢٥٧﴾ ۔ اس =

إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَٰهِمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ

اِلَی	الَّذِیْ	حَآجَّ	اِبْرٰھٖمَ	فِیْ	رَبِّہٖٓ	اَنْ	اٰتٰہُ	اللّٰہُ	الْمُلْکَ	اِذْ	قَالَ
طرف	وہ جو	جھگڑا کیا اُس نے	ابراہیم سے	بیچ	اس کے رب کے	یہ کہ	اُسے دی	اللہ نے	حکومت	جب	کہا

نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے معاملے میں حجت بازی کی؟ اس بناء پر کہ اللہ نے اُسے حکومت دی تھی، جب

إِبْرَٰهِمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ

اِبْرٰھٖمُ	رَبِّیَ	الَّذِیْ	یُحْیٖ	وَیُمِیْتُ	قَالَ	اَنَا	اُحْیٖ	وَاُمِیْتُ	قَالَ
ابراہیم نے	میرا رب	وہ جو	زندگی دیتا	اور موت دیتا	اُس نے کہا	میں ہی	زندگی دیتا	اور موت دیتا ہوں	کہا

ابراہیم نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے ، وہ کہنے لگا کہ زندگی اور موت تو میں بھی دیتا ہوں، ابراہیم

إِبْرَٰهِمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ

اِبْرٰھٖمُ	فَاِنَّ	اللّٰہَ	یَاْتِیْ	بِالشَّمْسِ	مِنَ	الْمَشْرِقِ	فَاْتِ	بِھَا	مِنَ
ابراہیم نے	تو بیشک	اللہ	لیکر آتا ہے	سورج کو	سے	مشرق کے	تو تو لے آ	اسے	سے

نے کہا کہ پھر اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے، تُو اُسے مغرب کی جانب سے

الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥٨﴾

الْمَغْرِبِ	فَبُھِتَ	الَّذِیْ	کَفَرَ	وَاللّٰہُ	لَا	یَھْدِی	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِیْنَ ﴿٢٥٨﴾
مغرب کے	سو حیران رہ گیا	وہ جو	کفر کیا اس نے	اور اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	اس قوم کو	ظلم کرنے والے

لے آ، تو کافر مبہوت رہ گیا اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ٢٥٨

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ

اَوْ	کَالَّذِیْ	مَرَّ	عَلٰی	قَرْیَۃٍ	وَّ	ھِیَ	خَاوِیَۃٌ	عَلٰی	عُرُوْشِھَا	قَالَ	اَنّٰی
یا	جیسے وہ جو	گزرا	پر	بستی کے	اور	وہ	گری پڑی تھی	پر	اپنی چھتوں کے	اس نے کہا	کیونکر

یا جیسے وہ شخص جو ایک بستی پر گذرا، اور وہ اپنی چھتوں کے بل گری پڑی تھی، وہ کہنے لگا کہ اسے اس کے

يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ

یُحْیٖ	ھٰذِہٖ	اللّٰہُ	بَعْدَ	مَوْتِھَا	فَاَمَاتَہُ	اللّٰہُ	مِائَۃَ	عَامٍ	ثُمَّ	بَعَثَہٗ	قَالَ
زندہ کرے گا	اسے	اللہ	پیچھے	اس کے مرنے کے	تو اسے موت دیدی	اللہ نے	سو	سال	پھر	اسے دوبارہ زندہ کیا	کہا

مرنے کے بعد اللہ کیونکر زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اُسے سو سال کیلئے موت دیدی، پھر اُسے دوبارہ زندہ کیا، اللہ نے فرمایا

وقف لازم

= آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کو اہل ایمان کا ولی اور دوست قرار دیا گیا ہے جبکہ شیاطین کو کافروں کا ولی قرار دیا گیا ہے، اہل ایمان کیلئے اس سے بڑی اور کیا بشارت ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کو ان کا ولی قرار دے دیا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اہل ایمان کا سرپرست قرار دیا ہے، کیونکہ اردو زبان میں لفظ ''ولی'' سرپرست کے معنی میں بھی آتا ہے اور وہ یہاں مراد لینے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے اور اگر دوست کا معنی مراد لیا جائے تو اس کے ساتھ شیخ سعدیؒ کے اس شعر کو ملا کر پڑھنا چاہئے تا کہ لطف دوبالا ہو جائے۔ محال ست چوں دوست دارد ترا
کہ در دست دشمن گذارد ترا

٢٥٨ ۔اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بادشاہ وقت کے درمیان ایک مکالمے کا ذکر ہے، جس کا نام مفسرین نے نمرود بیان کیا ہے اور وہ عراق کا ایک نہایت طاقتور حکمران گزرا ہے جو اپنی طاقت اور حکومت کے نشے میں ربوبیت کا دعویٰ کرتا تھا، اس کے مقابلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شبانہ روز کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت وتبلیغ تھا، اس ٹکراؤ کے نتیجے میں بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلا بھیجا، بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کی دعوت اور دعوے کی دلیل کا مطالبہ کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موت وحیات پر اس کی دسترس کو دلیل کے طور پر پیش کیا کہ زندگی اور موت جس کے قبضے میں ہے وہی میرا رب ہے، نمرود نے چالاکی سے کام لیکر لوگوں کو دھوکہ دیا اور دو آدمیوں کو بلا کر ان میں قصوروار کو چھوڑ دیا اور بے قصور کو مروا دیا اور کہنے لگا کہ اگر کسی کو رب ماننے کا معیار زندگی اور موت دینا ہے تو پھر میرا دعویٰ ربوبیت درست ہے کیونکہ یہ تو میں بھی کرسکتا ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی چالاکی کو بھانپ کر دوسری دلیل یا صفت یہ بیان کی کہ میرا رب روزانہ سورج کو مشرق سے نکال کرلاتا ہے، اگر تجھے ربوبیت کا دعویٰ ہے تو آج تو اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھا دے، مطلب یہ تھا کہ میرے رب کا حکم تو اس عظیم جثے پر بھی چلتا ہے جو تیرا اور تیری قوم کا معبود ہے، کیا تیرا حکم بھی اس پر چلتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نمرود پہلے کی طرح اس دوسری دلیل یا صفت سے بھی عاجز تھا لیکن پہلے کی طرح یہاں دھوکہ دینے میں کامیاب نہ ہوسکا اور حیران و پریشان ہوکر لاجواب رہ گیا، غالباً یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا ظہور کرنے کیلئے قیامت کے قریب سورج کو مغرب سے طلوع کر کے بھی دکھا دے گا تا کہ ساری دنیا دیکھ لے کہ ابراہیم خلیل اللہ کے دور میں ربوبیت کا دعویٰ کرنے والا بادشاہ جس دلیل سے عاجز اور لاجواب ہوگیا تھا، ابراہیم کے رب نے وہ انہونی بھی کر کے دکھا دی۔ ان اللہ علی کل شئ قدیر

كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ

كَمْ	لَبِثْتَ	قَالَ	لَبِثْتُ	يَوْمًا	اَوْ	بَعْضَ	يَوْمٍ	قَالَ	بَلْ	لَّبِثْتَ	مِائَةَ
کتنی مدت	تم ٹھہرے رہے	کہا	میں ٹھہرا رہا	ایک دن	یا	کچھ حصہ	ایک دن کا	کہا	بلکہ	تم ٹھہرے رہے	سو

تم کتنی دیر یہاں رہے؟ اُس نے کہا کہ میں ایک دن یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ یہاں رہا ہوں، اللہ نے فرمایا بلکہ تم یہاں سو سال

عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى

عَامٍ	فَانْظُرْ	اِلٰى	طَعَامِكَ	وَشَرَابِكَ	لَمْ	يَتَسَنَّهْ ۚ	وَانْظُرْ	اِلٰى
سال	تو تم دیکھو	طرف	اپنے کھانے کے	اور اپنے پینے کی چیز کے	نہیں	وہ سڑا	اور دیکھو	طرف

رہے ہو، اب تم اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو کہ وہ اب تک نہیں سڑا، اور اپنے گدھے کو

حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ

حِمَارِكَ	وَلِنَجْعَلَكَ	اٰيَةً	لِّلنَّاسِ	وَانْظُرْ	اِلَى	الْعِظَامِ	كَيْفَ
اپنے گدھے کے	اور تاکہ تمہیں بنادیں ہم	نشانی	لوگوں کیلئے	اور تم دیکھو	طرف	ہڈیوں کے	کیسے

دیکھو، ہم تمہیں لوگوں کیلئے اپنی قدرت کی نشانی بنانا چاہتے ہیں، اور ان ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم انہیں کس طرح ابھار کر

نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي

نُنْشِزُهَا	ثُمَّ	نَكْسُوْهَا	لَحْمًا	فَلَمَّا	تَبَيَّنَ	لَهٗ	قَالَ	اَعْلَمُ	اَنَّ	اللّٰهَ	عَلٰي
ہم انہیں ابھار رہے ہیں	پھر	ہم ان پر چڑھائیں گے	گوشت	سو جب	واضح ہو گیا	اس کے سامنے	کہا اس نے	میں جانتا ہوں	یہ کہ بیشک	اللہ	پر

جوڑ رہے ہیں؟ پھر ہم ان پر گوشت چڑھائیں گے، پھر جب اُس کے سامنے یہ بات واضح ہو گئی تو وہ کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں، بیشک اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۵۹ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ

كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۝	وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰھٖمُ	رَبِّ	اَرِنِيْ	كَيْفَ	تُحْيِ
ہر	چیز کے	قدرت رکھنے والا	اور جب	کہا	ابراہیم نے	اے میرے پروردگار	مجھے دکھا دے	کیسے	تو زندہ کرے گا

ہر چیز پر قادر ہے۔ ۲۵۹ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب ابراہیم نے کہا کہ پروردگار! مجھے دکھا دے کہ تو مُردوں کو کس طرح

الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰي وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ۭ

الْمَوْتٰى	قَالَ	اَوَلَمْ	تُؤْمِنْ	قَالَ	بَلٰي	وَلٰكِنْ	لِّيَطْمَىِٕنَّ	قَلْبِيْ
مردوں کو	کہا	اور کیا نہیں	تم ایمان لائے	کہا	کیوں نہیں	اور لیکن	تاکہ مطمئن ہو جائے	میرا دل

زندہ کرے گا؟ اللہ نے فرمایا کیا تم ایمان نہیں لائے؟ ابراہیم نے کہا کیوں نہیں، لیکن سوال اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

۲۵۹۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے مردوں کو زندہ کرنے کی ایک حقیقی صورت بیان فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمرود نے محض لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا تھا ورنہ اس میں مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت ہرگز نہ تھی، چنانچہ بنی اسرائیل کو بخت نصر کے زمانے میں جسمانی و مذہبی بہت سی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، اس نے اُن کے شہروں کو جلا کر برباد کیا اور ان کی مذہبی کتاب تورات کے تمام نسخے جلا ڈالے، خود بنی اسرائیل میں سے بیشتر کو قتل اور بہت سوں کو قید کر لیا، حضرت عزیر علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا تو شہر کو اس طرح ویران اور اجڑا ہوا پایا، دل میں خیال پیدا ہوا کہ جس سنگدلی سے اس شہر کو ویران اور اہل شہر کو تہ تیغ کیا گیا ہے، اس کی دوبارہ بحالی اور آبادی کیونکر ہو سکے گی؟ اللہ تعالیٰ نے معجزہ دکھانے کا فیصلہ فرما لیا، ان پر موت کو مسلط کر دیا، ان کی سواری کا گدھا بوسیدہ ہڈیوں کا ڈھیر بن گیا اور کھانا پینا جوں کا توں پڑا رہا اور سڑنے سے محفوظ رہا، سو سال کا عرصہ اسی طرح گزر گیا، اس دوران اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کیلئے کشادگی فرمائی، انہیں بخت نصر کے تسلط اور ظلم سے نجات عطا فرما کر دوبارہ بیت المقدس کو آباد کر دیا، شہر کی رونقیں دوبارہ بحال ہو گئیں اور بنی اسرائیل دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی نعمتوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، لیکن ایک چیز کی انہیں شدت سے کمی محسوس ہوتی تھی اور وہ یہ کہ ان کی مذہبی کتاب تورات ان سے چھن گئی تھی، زبانی وہ کسی کو یاد نہ تھی، اس موقع پر انہیں رہ رہ کر حضرت عزیر علیہ السلام کا خیال آتا تھا کیونکہ وہ واحد فرد تھے جنہیں تورات زبانی یاد تھی لیکن حضرت عزیر علیہ السلام کا کہیں پتہ نہیں چلتا تھا، وہ لوگ اپنے طور پر سمجھتے تھے کہ بخت نصر نے انہیں شہید کر دیا ہے، ایسے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو زندہ کیا، ان سے سوال جواب ہوئے، حضرت عزیر علیہ السلام کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر علم الیقین کے بعد عین الیقین کا درجہ بھی حاصل ہو گیا، پھر وہ اپنی قوم میں پہنچے تو لوگ انہیں شناخت نہ کر سکے، بالآخر تورات کی زبانی یادداشت سے ان کا تعارف ہوا اور حضرت عزیر علیہ السلام کی بیان کی ہوئی تفصیلات کو سن کر بنی اسرائیل کو بھی اللہ کی قدرت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے عقیدے کی صحیح معرفت حاصل ہو گئی۔

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ

قَالَ	فَخُذْ	اَرْبَعَةً	مِّنَ	الطَّيْرِ	فَصُرْهُنَّ	اِلَيْكَ	ثُمَّ	اجْعَلْ	عَلٰى	كُلِّ
کہا	تو پکڑلو	چار	سے	پرندے	پھر انہیں ہلالو	اپنی طرف	پھر	رکھ دو	پر	ہر

اللہ نے فرمایا پھر تم چار پرندے لیکر اُنہیں اپنے ساتھ ہلالو، پھر ہر پہاڑ پر اُن کا ایک ایک

جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ

جَبَلٍ	مِّنْهُنَّ	جُزْءًا	ثُمَّ	ادْعُهُنَّ	يَاْتِيْنَكَ	سَعْيًا ؕ	وَاعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ
پہاڑ کے	ان میں سے	ایک حصہ	پھر	انہیں بلاؤ	وہ تمہارے پاس آئیں گے	دوڑتے ہوئے	اور جان رکھو	کہ بیشک	اللہ

ٹکڑا رکھ دو، پھر اُنہیں بلاؤ، وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے، اور جان رکھو کہ بیشک اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦٠﴾ ع مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ع ٣٥ ٣ ٣

عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ﴿٢٦٠﴾	مَثَلُ	الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
غالب	حکمت والا	مثال	وہ لوگ جو	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	بیچ	راستے	اللہ کے

غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿٢٦٠﴾ اُن لوگوں کی مثال "جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں"

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ

كَمَثَلِ	حَبَّةٍ	اَنْۢبَتَتْ	سَبْعَ	سَنَابِلَ	فِيْ	كُلِّ	سُنْۢبُلَةٍ	مِّائَةُ	حَبَّةٍ ؕ
جیسے مثال	ایک دانے کی	وہ اگائے	سات	بالیں	بیچ	ہر	بالی کے	سو	دانے

اُس دانے کی سی ہے جو سات بالیں اگائے، ہر بالی میں سو دانے ہوں،

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ

وَاللّٰهُ	يُضٰعِفُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ ؕ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾	اَلَّذِيْنَ
اور اللہ	بڑھادیتا ہے	جس کیلئے	وہ چاہتا ہے	اور اللہ	کشادگی والا	خوب جاننے والا	وہ لوگ جو

اور اللہ جس کیلئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے، اور اللہ وسعت والا ، جاننے والا ہے۔ ﴿٢٦١﴾ جو لوگ

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا

يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	ثُمَّ	لَا	يُتْبِعُوْنَ	مَآ	اَنْفَقُوْا	مَنًّا
خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	بیچ	راستے	اللہ کے	پھر	نہ	پیچھے لائیں	وہ جو	انہوں نے خرچ کیا	احسان جتانا

اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر اپنے خرچ کیے ہوئے پر بعد میں نہ احسان جتاتے ہیں

﴿٢٦٠﴾۔ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے مُردوں کو زندہ کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ نمرود نے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موجودگی میں لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ انہیں اس عقیدے میں عین الیقین کا درجہ حاصل ہوجائے اور لوگوں کو بھی اس سے استفادہ کرنے کا موقع مل جائے ، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر چار پرندوں مور، مرغ ، کوا اور کبوتر کو لیکر اپنے ساتھ مانوس کرلیا، اس کے بعد انہیں ذبح کر کے ایک پہاڑ پر ان کے سر اور دوسرے پر ان کے پر رکھے یعنی ان کے جسم کے متفرق اجزاء کو متفرق جگہوں پر رکھ دیا ، پھر انہیں آواز دی تو ہر ایک کا جسم اپنے متفرق اجزاء سے مل کر وجود میں آ گیا اور وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر ان کے سامنے حاضر ہوگئے ، اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ثابت ہوئی ، اس لئے آیت کے آخر میں اس کی صفت "عزیز" بیان کی گئی ہے اور "حکیم" اس لئے فرمایا کہ ان چار پرندوں کی تخصیص اور ان کے عدد کو متعین کرنے میں بھی یقینا اس کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی کیونکہ اس کا کوئی عمل بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔

﴿٢٦١﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کی فضیلت ایک مثال کے ذریعے واضح کی گئی ہے کہ اگر کوئی کسان زمین میں بیج بکھیرے، اس ایک بیج سے سات بالیں اگ آئیں ، جن میں سے ہر ایک میں سو سو دانے ہوں تو وہ کسان خوشی سے پھولے نہیں سماتا کہ اسے ایک بیج سے سات سو بیج حاصل ہوگئے، یہی مثال اللہ کی راہ میں ایک دانہ خرچ کرنے کی ہے کہ انسان کو اس پر سات سو دانے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور یہ ثواب سات سو میں منحصر نہیں ہے، اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے اس لئے انسان کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے ، اس تشبیہ میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ہر کسان کھیتی باڑی کیلئے چند چیزوں کا خیال اور اہتمام ضرور کرتا ہے۔ ١۔ زمین ہموار ہو، بنجر نہ ہو۔ ٢۔ بیج عمدہ ہو، ردی نہ ہو۔ ٣۔ مناسب موقع پر اسے پانی دیتا ہے اور اس کی ضروریات مثلاً سپرے وغیرہ کا اہتمام کرتا ہے۔ ٤۔ فصل کو نقصان پہنچانے والی چیزوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو بھی ان چیزوں کا خیال کرنا چاہئے۔ ١۔ جس شخص پر خرچ کر رہا ہو، وہ ہموار ہو، بنجر نہ ہو۔ ٢۔ جو خرچ کر رہا ہو وہ عمدہ یعنی حلال ہو، حرام نہ ہو۔ ٣۔ اپنے خرچ کی حفاظت بھی کرے یعنی نیت خالص رکھے۔ ٤۔ نقصان دہ چیزوں سے بچائے یعنی احسان نہ جتلائے اور اذیت نہ پہنچائے۔

وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

وَ	لَآ	اَذًى ۙ	لَّهُمْ	اَجْرُهُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ ۚ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ
اور	نہ	ایذاء پہنچانا	ان کیلئے	ان کا اجر	نزدیک	اُن کے رب کے	اور نہیں	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ

اور نہ ایذاء پہنچاتے ہیں، اُن کیلئے اُن کے رب کے یہاں اجر ہے اور اُن پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ

يَحْزَنُوْنَ ٢٦٢	قَوْلٌ	مَّعْرُوْفٌ	وَّ	مَغْفِرَةٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	صَدَقَةٍ	يَّتْبَعُهَآ
غمگین ہوں گے	بات کہنا	شائستہ	اور	درگزر کردینا	زیادہ بہتر	سے	صدقہ کے	جس کے پیچھے آئے

غمگین ہوں گے۔ ٢٦٣ شائستہ بات کہنا اور درگذر کردینا اُس صدقے سے زیادہ بہتر ہے جس کے پیچھے

اَذًى ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا

اَذًى ۭ	وَاللّٰهُ	غَنِيٌّ	حَلِيْمٌ ٢٦٣	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تُبْطِلُوْا
ایذاء رسانی	اور اللہ	بے نیاز	نہایت بردبار	اے وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	ضائع کرو

ایذاء رسانی ہو، اور اللہ بے نیاز، بردبار ہے۔ ٢٦٤ اے اہلِ ایمان! اپنے صدقات کو

صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ

صَدَقٰتِكُمْ	بِالْمَنِّ	وَالْاَذٰى ۙ	كَالَّذِيْ	يُنْفِقُ	مَالَهٗ	رِئَاۗءَ	النَّاسِ
اپنے صدقے	احسان جتا کر	اور ایذاء پہنچا کر	اس شخص کی طرح جو	خرچ کرتا ہے	اپنا مال	دکھانے کیلئے	لوگوں کو

احسان جتا کر اور ایذاء پہنچا کر ضائع مت کیا کرو، اُس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کیلئے خرچ کرتا ہو،

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ

وَلَا	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ ۭ	فَمَثَلُهٗ	كَمَثَلِ	صَفْوَانٍ	عَلَيْهِ	تُرَابٌ
اور نہیں	ایمان لاتا	اللہ پر	اور دن	پچھلے پر	تو اُس کی مثال	ایسے ہے جیسے	صاف پتھر	اس پر	مٹی ہو

اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو، سو اُس کی مثال اس صاف پتھر کی سی ہے جس پر مٹی پڑی ہو،

فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا

فَاَصَابَهٗ	وَابِلٌ	فَتَرَكَهٗ	صَلْدًا ۭ	لَا	يَقْدِرُوْنَ	عَلٰى	شَيْءٍ	مِّمَّا
پھر اسے پہنچے	موسلا دھار بارش	سو وہ اسے چھوڑ دے	بالکل صاف کر کے	نہیں	وہ قدرت رکھتے	پر	کسی چیز کے	اس میں سے جو

پھر اُس پر موسلا دھار بارش برسے اور اُسے بالکل صاف کر چھوڑے، ایسے لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر

٢٦٢ ۔اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے اجر وثواب کا اور خوف وحزن سے حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور اس کے بعد اس غریب پر نہ تو احسان جتاتے ہیں اور نہ ہی اسے کسی نوعیت کی ایذاء پہنچاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص صدقہ خیرات کرنے کے بعد کسی بھی موقع پر احسان جتائے یا متعلقہ شخص کو اذیت پہنچائے تو اس کیلئے اجر وثواب کا وعدہ نہیں ہے، اسی وجہ سے سلف صالحین جس پر صدقہ کرتے تھے، اگر انہیں کوئی شخص دعا دے دیتا تھا تو وہ اس کے دعائیہ کلمات اس پر لوٹا دیتے تھے تا کہ ان کے صدقے کا ثواب آخرت کیلئے خالص ہو جائے ، غالباً اسی وجہ سے چھپ کر صدقہ کرنے کی بے پناہ ترغیب دی گئی ہے اور احادیث میں اس کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔

٢٦٣ ۔اس آیت مبارکہ میں شائستہ طریقے سے جواب دینے اور درگزر کر دینے کو اس صدقہ وخیرات سے زیادہ بہتر قرار دیا گیا ہے جس کے بعد انسان کسی پر احسان جتائے ، وجہ اس کی یہ ہے کہ جس شخص پر صدقہ کرنے کے بعد احسان جتایا جائے اس کی عزت نفس مجروح ہو جاتی ہے، اس کی غربت کا مذاق اڑایا جاتا ہے ، اسے دوسروں کے سامنے شرمندگی کا احساس ہوتا ہے لیکن جس شخص سے شائستگی کے ساتھ بات کر لی جائے، اس کا دل خوش ہو جاتا ہے، اسے اپنی عزت کا احساس ہوتا ہے اور وہ شرمندگی سے بچ جاتا ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اگر تم کسی کو کچھ نہیں دے سکتے تو کم ازکم گڑ جیسی بات ہی کرلو۔

كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

كَسَبُوْا	وَاللّٰهُ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾	وَمَثَلُ	الَّذِيْنَ
انہوں نے کمایا	اور اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	اس قوم کو جو	کفر کرنے والے	اور مثال	وہ لوگ جو

قادر نہ ہوں گے، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿٢٦٤﴾ اور اُن لوگوں کی مثال جو

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمُ	ابْتِغَاۗءَ	مَرْضَاتِ	اللّٰهِ	وَتَثْبِيْتًا	مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	حاصل کرنے کو	رضامندی	اللہ کی	اور ثابت قدم رکھنے کو	اپنے آپ کو

اپنے مال اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنے کیلئے خرچ کرتے ہیں،

كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ

كَمَثَلِ	جَنَّةٍۢ	بِرَبْوَةٍ	اَصَابَهَا	وَابِلٌ	فَاٰتَتْ	اُكُلَهَا	ضِعْفَيْنِ	فَاِنْ	لَّمْ
ایسے ہے جیسے	ایک باغ	ایک ٹیلے پر	اسے پہنچے	موسلادھار بارش	تو وہ لیکر آئے	اپنی پیداوار	دوگنی	سو اگر	نہ

اُس باغ کی سی ہے جو ایک ٹیلے پر واقع ہو، اُس پر موسلا دھار بارش برسے تو وہ اپنی پیداوار دوگنی لے کر آئے، اور اگر اُس پر

يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ

يُصِبْهَا	وَابِلٌ	فَطَلٌّ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾	اَيَوَدُّ	اَحَدُكُمْ
پہنچے اسے	موسلادھار بارش	تو ہلکی پھوار	اور اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	کیا پسند کرتا ہے	تم میں سے کوئی ایک

موسلا دھار بارش نہ پڑے تو ہلکی پھوار ہی کافی ہو، اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ﴿٢٦٥﴾ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو

اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اَنْ	تَكُوْنَ	لَهٗ	جَنَّةٌ	مِّنْ	نَّخِيْلٍ	وَّ	اَعْنَابٍ	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا
یہ کہ	ہو	اس کیلئے	ایک باغ	سے	کھجوروں	اور	انگوروں کے	بہتی ہوں	اس کے نیچے

پسند کرتا ہے کہ اُس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، اُس کے نیچے نہریں

الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ

الْاَنْهٰرُ	لَهٗ	فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ	الثَّمَرٰتِ	وَاَصَابَهُ	الْكِبَرُ	وَلَهٗ	ذُرِّيَّةٌ
نہریں	اس کیلئے	اس میں	سے	ہر طرح کے	پھل	اور پہنچ جائے اسے	بڑھاپا	اور اس کیلئے	بچے

بہتی ہوں، اُسے اس میں ہر طرح کے پھل میسر ہوں، اور اُس پر بڑھاپا آجائے، اُس کے ناتواں

﴿٢٦٤﴾۔اس آیت مبارکہ میں اپنے صدقات و خیرات کی حفاظت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ کچھ چیزیں انسان کے صدقات و خیرات کو باطل کر دیتی ہیں، مثلاً صدقہ دے کر احسان جتانا، اذیت پہنچانا اور ریاکاری کے جذبے سے خرچ کرنا تاکہ لوگ دیکھیں اور کہیں کہ نہایت سخی آدمی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال یہ بیان فرمائی ہے کہ ایک صاف اور چکنا پتھر ہو، جس پر تھوڑی بہت مٹی پڑی ہوئی ہو، ہوا چلنے کی وجہ سے وہ مٹی اڑ اڑ جاتی ہو، اگر ایسے پتھر پر بارش کا پانی پڑ جائے تو اس پر پڑی ہوئی وہ تھوڑی سی مٹی پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہے اور پتھر بالکل صاف ہوجاتا ہے، اسی طرح احسان جتانے والے یا ریاکاری کرنے والے کے نامۂ اعمال سے اس کا صدقہ وخیرات بھی مٹ جاتا ہے اور اسے اس کا کچھ ثواب نہیں ملتا۔

﴿٢٦٥﴾۔اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو اپنا مال اللہ کی راہ میں اسے راضی کرنے کی نیت سے خرچ کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ انہیں اس خرچ کرنے کا ثواب ضرور ملے گا، اس کیلئے ایک مثال بیان فرمائی گئی ہے کیونکہ مثال کے ذریعے بات سمجھنا زیادہ آسان ہوتا ہے، مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس باغ ہو، وہ باغ نشیبی علاقے میں نہ ہو، بلکہ کسی بلند ٹیلے پر واقع ہو اور ضرورت کے مطابق بارش کا پانی اسے سیراب کرتا رہتا ہو، موسلا دھار بارش اور ہلکی پھوار دونوں ہی اس کیلئے نفع بخش ہوں، باغبان کی محنت سے وہ باغ اگر دوگنا پھل لے آئے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا، اسی طرح اللہ کے نام پر اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے والا بھی جب اس کا ثواب پائے گا تو خوشی سے پھولے نہ سمائے گا، کیونکہ اس کے اخلاص نیت کی وجہ سے اس کا باغ بلند ٹیلے پر رہا اور زمانے کی دستبرد اور نشیب کی ناہمواری سے محفوظ رہا اور اس پر ثواب کی نیت کا پانی پڑتا رہا جس کی وجہ سے وہ سرسبز وشاداب رہا۔

ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ

ضُعَفَآءُ	فَاَصَابَهَآ	اِعْصَارٌ	فِيْهِ	نَارٌ	فَاحْتَرَقَتْ	كَذٰلِكَ
ناتواں	پھر پہنچے اس باغ کو	ایک بگولا	جس میں	آگ	سو وہ جل جائے	اسی طرح

بچے ہوں، پھر اُس باغ پر آگ کا ایک بگولا آپڑے جس سے وہ باغ جل جائے؟ اِسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

ع ٣٦ ٦ ٤

يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	آیتیں	تاکہ تم	غور وفکر کرو	اے وہ لوگو! جو	ایمان لائے

اللہ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔ ﴿٢٦٦﴾ اے اہلِ ایمان!

اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ

اَنْفِقُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا	كَسَبْتُمْ	وَمِمَّآ	اَخْرَجْنَا	لَكُمْ	مِّنَ
خرچ کرو	سے	پاکیزہ چیزیں	وہ جو	تم نے کمائیں	اور اس میں سے جو	ہم نے نکالا	تمہارے لئے	سے

اپنی کمائی میں سے عمدہ چیزیں خرچ کیا کرو اور اُس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے

الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ

الْاَرْضِ	وَلَا	تَيَمَّمُوا	الْخَبِيْثَ	مِنْهُ	تُنْفِقُوْنَ	وَلَسْتُمْ	بِاٰخِذِيْهِ
زمین کے	اور مت	ارادہ کرو	گھٹیا چیز کا	اس میں سے	تم خرچ کرو	اور نہ ہو تم	اسے لینے والے

نکالا، اور گھٹیا چیز خرچ کرنے کا ارادہ نہ کیا کرو جسے تم خود لینے والے نہ ہو،

اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾

اِلَّآ	اَنْ	تُغْمِضُوْا	فِيْهِ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	غَنِيٌّ	حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾
مگر	یہ کہ	تم آنکھ بند کرلو	اس میں	اور جان رکھو	کہ بیشک	اللہ	بے نیاز	قابل تعریف

سوائے اس کے کہ چشم پوشی کر جاؤ، اور جان رکھو کہ بیشک اللہ بے نیاز، قابلِ تعریف ہے۔ ﴿٢٦٧﴾

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ

اَلشَّيْطٰنُ	يَعِدُكُمُ	الْفَقْرَ	وَيَاْمُرُكُمْ	بِالْفَحْشَاۗءِ	وَاللّٰهُ	يَعِدُكُمْ
شیطان	تم سے وعدہ کرتا ہے	تنگدستی کا	اور تمہیں حکم دیتا ہے	بے حیائی کا	اور اللہ	تم سے وعدہ کرتا ہے

شیطان تمہیں تنگدستی سے ڈراتا اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تم سے اپنی مغفرت

﴿٢٦٦﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر صدقات و خیرات کو ضائع ہونے سے بچانے کی تاکید کی جا رہی ہے، یہ تاکید ایک مثال کے ذریعے کی گئی ہے جس میں غور وفکر کیلئے آمادہ کیا جا رہا ہے کہ ذرا سوچو! اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس کھجوروں یا انگوروں کا ایک قیمتی باغ ہو، اس باغ تک پانی کی بھرپور رسائی ہو، اس کا ہر درخت پھل دار ہو، وہ ہر طرح سے خوشحال ہو، وقت گزرتا جائے، وہ بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں، اس کے بڑھاپے کا واحد سہارا اس کا وہ باغ ہو جسے اس نے بڑی محبت اور محنت سے سینچا ہو، اچانک اس پر کوئی ناگہانی آفت آجائے، آگ کا کوئی بگولا آئے اور اس کے باغ کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کردے تو اس شخص کے آنسو تھمنے میں آسکتے ہیں؟ اس کے رنج وغم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے؟ یاد رکھو! کہ اپنے صدقات و خیرات کو احسان جتا کر یا ریاکاری کرکے برباد کرنے کی مثال ایسے ہی ہے کہ کسی شخص کے ہرے بھرے باغ کو آگ لگ جائے جبکہ ظاہری اسباب میں وہ اس کی معیشت کا واحد سہارا ہو۔

﴿٢٦٧﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں انفاق فی سبیل اللہ کے حوالے سے چند اہم ہدایات ارشاد فرمائی گئی ہیں، پہلی ہدایت یہ کہ حلال اور پاکیزہ چیز خرچ کیا کرو، کیونکہ اللہ خود پاک ہے اور پاک وحلال چیز کو ہی قبول کرتا ہے، دوسری یہ کہ اپنی کمائی میں سے خرچ کرو، تاکہ تمہیں اس کی اہمیت کا احساس ہو، تیسری یہ کہ زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار میں سے بھی خرچ کرو، چوتھی یہ کہ گھٹیا چیز خرچ نہ کیا کرو، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو کوئی چیز اچھی نہیں لگتی اور وہ اسے اللہ کے نام پر صدقہ کر دیتا ہے، حالانکہ اگر اسے کوئی شخص وہی چیز دینا چاہے تو وہ ہرگز اسے لینے کیلئے تیار نہ ہو، چشم پوشی کر جائے تو الگ بات ہے، ورنہ وہ اسے اپنی توہین سمجھتا ہو، ایسی چیز خرچ کرنے سے انسان کے دل سے مال کی محبت کم نہیں ہوتی جو انفاق فی سبیل اللہ کا اصل مقصد ہے۔

مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ۖۙ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ

مَغْفِرَةً	مِّنْهُ	وَفَضْلًا ۭ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾	يُّؤْتِي	الْحِكْمَةَ	مَنْ
مغفرت کا	اپنی سے	اور فضل کا	اور اللہ	کشادگی والا	خوب جاننے والا	وہ دیتا ہے	حکمت	جسے

اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے، اور اللہ وسعت والا، جاننے والا ہے۔ ۲۶۸ وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا

يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ

يَّشَاۗءُ ۚ	وَمَنْ	يُّؤْتَ	الْحِكْمَةَ	فَقَدْ	اُوْتِيَ	خَيْرًا	كَثِيْرًا ۭ	وَمَا	يَذَّكَّرُ
وہ چاہتا ہے	اور جسے	دی گئی	حکمت	تو یقیناً	اسے دی گئی	بھلائی	بہت سی	اور نہیں	نصیحت حاصل کرتے

فرما دیتا ہے، اور جسے حکمت مل گئی، یقیناً اُسے خیرِ کثیر مل گئی، اور نصیحت تو

اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ

اِلَّآ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾	وَمَآ	اَنْفَقْتُمْ	مِّنْ	نَّفَقَةٍ	اَوْ	نَذَرْتُمْ	مِّنْ
مگر	عقل والے	اور جو	تم نے خرچ کیا	سے	خرچ کرنا	یا	تم نے منت مانی	سے

اہلِ عقل ہی حاصل کرتے ہیں۔ ۲۶۹ اور تم جو خیرات بھی خرچ کرو گے یا جو منّت بھی تم

نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا

نَّذْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُهٗ ۭ	وَمَا	لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ	اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾	اِنْ	تُبْدُوا
کوئی منت	تو بیشک	اللہ	اسے جانتا ہے	اور نہیں	ظالموں کا	سے	مددگاروں کے	اگر	تم ظاہر کرو

مانو گے تو بیشک اللہ اُسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ ۲۷۰ اگر تم صدقات

الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ

الصَّدَقٰتِ	فَنِعِمَّا	هِيَ ۚ	وَاِنْ	تُخْفُوْهَا	وَتُؤْتُوْهَا	الْفُقَرَاۗءَ	فَهُوَ
صدقات کو	تو کیا ہی خوب ہے	وہ	اور اگر	تم اسے چھپاؤ	اور وہ دیدو	فقراء کو	تو وہ

ظاہر کر کے دو تو کیا ہی خوب ہے، اور اگر تم اُنہیں پوشیدہ طریقے سے فقراء کو پہنچا دو تو وہ

خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

خَيْرٌ	لَّكُمْ ۭ	وَيُكَفِّرُ	عَنْكُمْ	مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ
زیادہ بہتر	تمہارے لئے	اور کفارہ کردے گا	تم سے	تمہارے گناہوں کا	اور اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو

تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے، اور اللہ تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دے گا اور اللہ تمہارے کاموں سے

۲۶۸۔ اس آیت مبارکہ میں دو قسم کے وعدوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے ایک وعدہ رحمان کا ہے اور دوسرا وعدہ شیطان کا اور دونوں کا تعلق انسان کے خرچ کرنے کے جذبے سے ہے، شیطان کا وعدہ یہ ہے کہ اگر تم اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہے تو تم تنگدستی کا شکار ہو جاؤ گے اور فقر و فاقہ تم پر مسلط ہو جائے گا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ ہے کہ اگر تم اس کے راستے میں خرچ کرتے رہے تو وہ تمہاری مغفرت اور اپنے فضل کا فیصلہ فرمائے گا، اب تم فیصلہ کر لو کہ تمہیں شیطان کے وعدے پر یقین ہے جو تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا اور صدقات و خیرات سے روکتا ہے یا پھر رحمان کے وعدے پر جو تمہیں اپنے خزانوں سے غنی بناتا ہے؟ کیونکہ وہ خود سب سے زیادہ غنی اور قابل تعریف ہے۔

۲۶۹۔ اس آیت مبارکہ میں حکمت کو خیر کثیر قرار دیا گیا ہے، عام طور پر حکمت کا مفہوم متعین کرنے میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں، جن کا موجودہ حکمت اور طب سے کوئی تعلق نہیں ہے، گو کہ بہت سے لوگوں نے اس کی کوشش کی ہے، اس عاجز کے نزدیک حکمت کی زیادہ جامع تعریف ''کل کلام وافق الحق'' ہے یعنی ہر وہ کلام جو حق کے موافق ہو، اگر اس تعریف میں کلام کے ساتھ عمل کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس کی جامعیت میں مزید اضافہ ہو جائیگا کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر انسان کا کلام اور اس کا ہر عمل حق کے موافق ہو جائے تو اس سے بڑی خیر اور کیا ہو سکتی ہے؟

۲۷۰۔ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کو تسلی دی گئی ہے کہ تمہارا خرچ کیا ہوا ایک ذرہ بھی اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے وہ تو تمہارے دلوں کی منتوں اور مرادوں سے واقف ہے، اس لئے تم مطمئن ہو کر خرچ کرو، تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا، لیکن ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ط

خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾	لَيْسَ	عَلَيْكَ	هُدٰىهُمْ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ
خوب باخبر	نہیں	تجھ پر	انہیں ہدایت دینا	اور لیکن	اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے

خوب باخبر ہے۔ [٢٧١] انہیں ہدایت دینا آپ کے ذمے نہیں ہے، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے،

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ

وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ	خَيْرٍ	فَلِاَنْفُسِكُمْ	وَمَا	تُنْفِقُوْنَ	اِلَّا	ابْتِغَآءَ
اور جو کچھ	تم خرچ کرو گے	سے	کوئی خیر	تو وہ اپنی جانوں کیلئے	اور نہیں	تم خرچ کرتے	مگر	حاصل کرنے کو

اور تم جو مال بھی خرچ کرو گے سو اپنے ہی فائدے کیلئے، جب تک تم اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے

وَجْهِ اللّٰهِ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ

وَجْهِ	اللّٰهِ	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ	خَيْرٍ	يُّوَفَّ	اِلَيْكُمْ	وَاَنْتُمْ
توجہ	اللہ کی	اور جو کچھ	تم خرچ کرو گے	سے	کوئی مال	پورا پورا بدلہ دیا جائیگا	تمہیں	اور تم

خرچ کرو گے، ثواب پاؤ گے، اور تم جو مال بھی خرچ کرو گے، تمہیں اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر

لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

لَا	تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾	لِلْفُقَرَآءِ	الَّذِيْنَ	اُحْصِرُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
نہ	ظلم کئے جاؤ گے	حق ہے فقیروں کا	وہ لوگ جو	روک دیئے گئے	بیچ	راستے	اللہ کے

ظلم نہ کیا جائے گا۔ [٢٧٢] یہ اُن فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں،

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ز يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ

لَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	ضَرْبًا	فِيْ	الْاَرْضِ	يَحْسَبُهُمُ	الْجَاهِلُ	اَغْنِيَآءَ
نہیں	طاقت رکھتے وہ	پھرنے کی	بیچ	زمین کے	انہیں سمجھتا ہے	ناواقف آدمی	مالدار لوگ

زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے، ناواقف آدمی انہیں سوال سے بچنے کی وجہ سے

مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ج لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط

مِنَ	التَّعَفُّفِ	تَعْرِفُهُمْ	بِسِيْمٰهُمْ	لَا	يَسْـَٔلُوْنَ	النَّاسَ	اِلْحَافًا
سے	سوال سے بچنے کے	تو انہیں پہچان سکتا ہے	ان کی علامت سے	نہیں	سوال کرتے وہ	لوگوں سے	لگ لپٹ کر

مالدار سمجھتا ہے، آپ انہیں ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہیں، وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے،

[٢٧١] ۔اس آیت مبارکہ میں صدقہ و خیرات کے دو طریقوں کی نشاندہی کر کے ان کا حکم بیان کیا گیا ہے، جن میں سے پہلا طریقہ علی الاعلان صدقہ دینے کا ہے، عام طور پر اس کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں دوسروں کو دکھانا مقصود ہو، اگر اس میں ریاکاری کا عنصر شامل ہو جائے تو اس کا حکم پہلے بیان ہو چکا کہ ایسا صدقہ باطل ہے، اور اگر نیت یہ ہو کہ اسے صدقہ کرتے ہوئے دیکھ کر دوسروں کو بھی رغبت اور شوق پیدا ہو اور وہ بھی اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا حوصلہ کر سکیں تو زیر تذکرہ آیت میں اس کی تعریف کی گئی ہے، اور دوسرا طریقہ چھپ کر صدقہ کرنے کا ہے، عام طور پر اس کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں انسان خود کو نمایاں نہیں کرنا چاہتا یا غریب لوگوں کی عزت نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہتا، ظاہر ہے کہ یہ نہایت مبارک اور اعلیٰ جذبہ ہے، احادیث میں بھی اس کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور اسے صدقہ کا سب سے افضل طریقہ قرار دیا گیا ہے کہ انسان دائیں ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو کہ کیا ہوا۔

[٢٧٢] ۔اس آیت مبارکہ میں سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے کہ لوگوں کو ہدایت دے کر منزل مقصود تک پہنچا دینا اور لوگوں کے دلوں سے گمراہی کی تاریکی اور گندگی کو دور کر کے انہیں جلا بخشنا اور دلوں کو پھیر دینا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس لئے اگر کچھ لوگ آپ کی دعوت و نبوت پر ایمان نہ لائیں تو زیادہ فکرمند نہ ہوں، بس اپنا کام کرتے جائیں، پھر عام لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ یاد رکھو! تمہارے صدقات و خیرات کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا، اللہ یا اس کے پیغمبر کو تمہارے صدقات و خیرات کی احتیاج نہیں ہے اور نہ ہی اس میں ان کا فائدہ ہے، البتہ یہ ضرور یاد رکھو! کہ تم جو کچھ بھی خرچ کرو، اس میں اللہ کو راضی کرنے کی نیت کر لیا کرو، تا کہ تمہیں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو جائے، آخری جملے میں فرمادیا کہ تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے، تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا، اس میں ہرگز کوئی کمی نہ کی جائے گی، مفسرین کے مطابق آیت کے اس آخری جملے میں خرچ کرنے کا عمومی حکم دے کر مسلم اور غیر مسلم کی تخصیص کو ختم کیا گیا ہے اور عمومی اجازت دی گئی ہے کہ مسلم اور غیر مسلم دونوں پر صدقہ کر سکتے ہیں، شرط یہ ہے کہ اللہ کی رضا مقصود ہو۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢٧٣﴾ ع اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ	خَيْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	بِهٖ	عَلِيْمٌ ﴿٢٧٣﴾	اَلَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ
اور جو کچھ	تم خرچ کروگے	سے	کوئی مال	تو بیشک	اللہ	اسے	خوب جاننے والا	وہ لوگ جو	خرچ کرتے ہیں

اور تم جو مال بھی خرچ کرتے ہو، اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ ﴿٢٧٣﴾ جو لوگ اپنے مال دن رات

اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

اَمْوَالَهُمْ	بِالَّيْلِ	وَالنَّهَارِ	سِرًّا	وَّعَلَانِيَةً	فَلَهُمْ	اَجْرُهُمْ	عِنْدَ
اپنے مال	رات کو	اور دن کو	چھپ کر	اور سب کے سامنے	تو ان کیلئے	ان کا اجر	نزدیک

چھپ کر اور سب کے سامنے خرچ کرتے ہیں، اُن کیلئے اُن کے رب کے یہاں

رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ

رَبِّهِمْ ج	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾	اَلَّذِيْنَ	يَاْكُلُوْنَ
ان کے رب کے	اور نہیں	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	وہ لوگ جو	کھاتے ہیں

اجر ہے اور اُن پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ﴿٢٧٤﴾ جو لوگ سود

الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ

الرِّبٰوا	لَا	يَقُوْمُوْنَ	اِلَّا	كَمَا	يَقُوْمُ	الَّذِيْ	يَتَخَبَّطُهُ	الشَّيْطٰنُ	مِنَ
سود	نہیں	کھڑے ہوں گے وہ	مگر	ایسے جو	کھڑا ہوتا ہے	وہ جو	حواس اڑا دیئے ہوں اس کے	شیطان نے	سے

کھاتے ہیں ، وہ تو اُس شخص کی طرح ہی اُٹھیں گے جسے شیطان نے چٹ کر اُس کے ہوش و حواس

الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا م وَاَحَلَّ اللّٰهُ

الْمَسِّ ط	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْٓا	اِنَّمَا	الْبَيْعُ	مِثْلُ	الرِّبٰوا م	وَاَحَلَّ	اللّٰهُ
چھوکر	وہ	اس وجہ سے کہ وہ	کہنے لگے	وہ تو صرف	تجارت	مثل	سود کے	اور حلال کردیا	اللہ نے

اڑا دیئے ہوں، یہ اِس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہی ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال

الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ

الْبَيْعَ	وَحَرَّمَ	الرِّبٰوا ط	فَمَنْ	جَآءَهٗ	مَوْعِظَةٌ	مِّنْ رَّبِّهٖ	فَانْتَهٰى	فَلَهٗ
تجارت کو	اور حرام کردیا	سود کو	تو جو کوئی	آجائے اس کے پاس	نصیحت	اس کے رب سے	سو وہ رک جائے	تو اس کیلئے

کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے، پھر جس شخص کے پاس اُس کے رب کی طرف سے نصیحت آپہنچے اور وہ باز آجائے تو جو پہلے ہو چکا،

ع ٣٧ / ٥ — وقف منزل — وقف لازم

﴿٢٧٣﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں صدقات و خیرات کا ایک حقیقی مصرف بیان کیا گیا ہے کہ وہ فقراء جو محنت مزدوری اور کاروبار کو ترک کر کے صرف دین کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر بیٹھے ہیں، ہر قسم کے تجارتی سفر کو ترک کر چکے ہیں اور اپنا اوڑھنا بچھونا دین اور اس کی فکر کو بنا چکے ہیں ، تمہارے صدقات و خیرات کا سب سے اولین مصرف ہیں جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ صحابہ جو علم دین حاصل کرنے کیلئے مسجد نبوی کے ایک چبوترے پر آکر مقیم ہو گئے تھے اور آج تک اصحاب صفہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا شایان شان تعارف کروایا ہے کہ ان کی شانِ بے نیازی واستغناء سے ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت مالدار ہیں، تب ہی تو کسی سے سوال کرتے ہوئے دیکھے نہیں گئے لیکن حقیقت میں وہ عام فقراء سے زیادہ ضرورت مند ہوتے ہیں ، ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کو ''سفید پوش طبقہ'' کہا جاتا ہے جو بدقسمتی سے آہستہ آہستہ ختم ہوتا جارہا ہے، ان کی شناخت ان کے چہروں سے ہوسکتی ہے ، یعنی ان کی زبان نہیں بولتی، البتہ ان کا چہرہ بولتا ہے، وہ لوگوں سے کبھی بھی لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے ، ایسے لوگوں کو تلاش کرو اور انہیں مالی تعاون فراہم کرو، کسی کو تمہارے صدقہ و خیرات کا علم ہو یا نہ ہو، اللہ کو ضرور ہے اس لئے یہ خیال نہ کرنا کہ کہیں اس کا ثواب ضائع نہ ہوجائے۔

﴿٢٧٤﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر انفاق فی سبیل اللہ کا اہتمام کرنے والوں کیلئے اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو موقع محل کی مناسبت سے خرچ کرنا چاہئے، اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے، جب ضرورت درپیش ہو، آگے بڑھ کر اپنا حصہ پیش کرے خواہ دن یا رات ، لوگوں کی ترغیب کیلئے سب کے سامنے خرچ کرنا پڑے یا غریب کی عزت نفس کو بچانے کیلئے پس پردہ خرچ کرنا پڑے، یہ فیصلہ خود انسان کو کرنا ہے اور اس کیلئے اللہ کے یہاں بڑا اجر وثواب تیار ہے۔

مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

مَا	سَلَفَ ؕ	وَاَمْرُهٗٓ	اِلَى	اللّٰهِ ؕ	وَمَنْ	عَادَ	فَاُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ
وہ جو	پہلے ہو چکا	اور اس کا معاملہ	طرف	اللہ کے	اور جو کوئی	دوبارہ کرے	تو وہی لوگ	ساتھی

وہ اسی کا ہے اور اُس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے، اور جو شخص دوبارہ سودی لین دین کرے تو یہی لوگ اہلِ

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي

النَّارِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾	يَمْحَقُ	اللّٰهُ	الرِّبٰوا	وَيُرْبِي
جہنم کے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے	مٹاتا ہے	اللہ	سود کو	اور بڑھاتا ہے

جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿٢٧٥﴾ اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کو

الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

الصَّدَقٰتِ ؕ	وَاللّٰهُ	لَا	يُحِبُّ	كُلَّ	كَفَّارٍ	اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
صدقات کو	اور اللہ	نہیں	پسند کرتا	ہر	ناشکرے	گنہگار کو	بیشک	وہ لوگ جو	ایمان لائے

بڑھاتا ہے، اور اللہ کسی ناشکرے، گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿٢٧٦﴾ بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَاَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتَوُا	الزَّكٰوةَ	لَهُمْ	اَجْرُهُمْ
اور انہوں نے عمل کئے	نیک	اور قائم کی	نماز	اور ادا کی	زکوۃ	ان کیلئے	ان کا اجر

اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے، نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی، اُن کیلئے اُن کے رب کے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾

عِنْدَ	رَبِّهِمْ ۚ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾
نزدیک	ان کے رب کے	اور نہیں	کوئی خوف	ان پر	اور	نہ	وہ	غمگین ہوں گے

یہاں اجر ہے اور اُن پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ﴿٢٧٧﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَذَرُوْا	مَا	بَقِيَ	مِنَ	الرِّبٰوٓا	اِنْ	كُنْتُمْ
اے وہ لوگو! جو	ایمان لائے	ڈرو	اللہ سے	اور چھوڑ دو	وہ جو	باقی بچ گیا	سے	سود	اگر	تم ہو

اے اہلِ ایمان! اللہ سے ڈرو اور سود کے باقی معاملات چھوڑ دو اگر تم

﴿٢٧٥﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں سود خوروں کے انجام بد کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جو اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اس کے بندوں پر خرچ کرتے ہیں، یہاں سے ان لوگوں کا ذکر شروع ہوا ہے جو ناجائز طریقے سے لوگوں کے مال پر ڈاکہ ڈال کر اپنی تجوری بھرتے ہیں، مفاد پرستوں اور خود غرضوں کا یہ ٹولہ سود خوروں کا ہے، قیامت کے دن یہ لوگ ایسے مخبوط الحواس ہونے کی حالت میں اٹھائے جائیں گے جیسے کسی کو جن چمٹ جائے تو وہ صحیح اور غلط ، نفع اور نقصان ، اچھے اور برے کی تمیز بھلا دیتا ہے اور خود اپنا نقصان اپنے ہی ہاتھوں سے کر لیتا ہے، انہیں یہ سزا بے مقصد نہیں دی جائے گی، بلکہ اس کی بہت سی معقول وجوہات ہوں گی جن میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں حلال اور حرام کو ایک جگہ لا کر کھڑا کر دیا تھا، انہوں نے حلال اور حرام کا فرق مٹا دیا تھا اور انہوں نے یہ مفروضہ پیش کیا تھا کہ تجارت اور سود دونوں ایک ہی چیزیں ہیں، دونوں سے منافع حاصل ہوتا ہے، دونوں ہی فریقین کی رضا مندی سے معالے کی شکل اختیار کرتے ہیں، پھر تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دینا سمجھ سے بالاتر ہے، گویا کہ انہوں نے سود کو تجارت پر قیاس کر لیا، حق تعالیٰ نے ان کے اس قیاس کو باطل قرار دیدیا اور تجارت و سود کے درمیان فرق یا تجارت کے حلال اور سود کے حرام ہونے کی حکمت بیان کرنے کی بجائے واضح اور دوٹوک حکم جاری فرمایا کہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے، اس کی حکمت تمہاری عقل میں آئے یا نہ آئے، تمہیں اس حکم پر عمل کرنا ہے، اب سے پہلے جو ہو چکا، سو ہو چکا، آخرت میں حق تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق اس کا فیصلہ کر دے گا لیکن جو شخص اب بھی باز نہ آئے اور نصیحت پر کان نہ دھرے تو ایسے لوگوں کو اہل جہنم کی فہرست میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اللہ کی پناہ!

﴿٢٧٦﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں سود اور صدقہ کا انجام بیان کیا گیا ہے، ظاہری طور پر سود خوری کا نتیجہ تجوری بھرنے کی شکل میں نکلتا ہے اور صدقہ وخیرات کے ذریعے انسان کے مال میں کمی واقع ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں حقیقت اس کے برعکس ہے اور وہ یہ کہ سود خوری کا انجام ہمیشہ مال ودولت کی تباہی و بربادی کی شکل میں سامنے آتا ہے، وہ پانی کا ایک بلبلہ ہوتا ہے جو یکا یک ختم ہو جاتا ہے، ایسے لوگوں کی رسوائی دنیا کی نگاہوں کے سامنے بارہا آتی ہے، جبکہ صدقہ وخیرات کا اہتمام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ برکت نصیب فرماتا ہے، چنانچہ ظاہری طور پر اس کا مال کم ہونے کے باوجود غیبی برکت کی بدولت اسے کبھی بھی کم محسوس نہیں ہوتا اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ ہی فرماتا جاتا ہے۔

﴿٢٧٧﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں ایمان وعمل صالح، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے، بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سود خوروں کو تنبیہ کی جائے کہ تم لوگ جن گناہوں میں مبتلا ہو اور لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے ہتھیا کر اپنی تجوریاں بھر رہے ہو، انہیں چھوڑ کر ایمان اور عمل صالح والی زندگی اختیار کرو تا کہ تم قیامت کے رنج وغم سے محفوظ ہو جاؤ۔

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾	فَاِنْ	لَّمْ	تَفْعَلُوْا	فَاْذَنُوْا	بِحَرْبٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ
ایمان والے	پھر اگر	نہ	تم نے کیا	تو تیار ہو جاؤ	جنگ کیلئے	سے	اللہ کے	اور اس کے پیغمبر کے

مؤمن ہو۔ ٢٧٨ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ،

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾

وَاِنْ	تُبْتُمْ	فَلَكُمْ	رُءُوْسُ	اَمْوَالِكُمْ	لَا	تَظْلِمُوْنَ	وَلَا	تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾
اور اگر	تم توبہ کر لو	تو تمہارے لئے	اصل	تمہارے مالوں کی	نہ	تم ظلم کرو	اور نہ	تم پر ظلم کیا جائے

اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہیں تمہارا اصل مال ملے گا، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔ ٢٨٠

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ

وَاِنْ	كَانَ	ذُوْ عُسْرَةٍ	فَنَظِرَةٌ	اِلٰى	مَيْسَرَةٍ	وَاَنْ	تَصَدَّقُوْا	خَيْرٌ
اور اگر	وہ ہو	تنگدست	تو مہلت دینا ہے	تک	گنجائش ہونے کے	اور یہ کہ	تم معاف کر دو	زیادہ بہتر

اور اگر وہ تنگدست ہو تو کشادگی ہونے تک اُسے مہلت دیدی جائے، اور تمہارا صدقہ کر دینا تمہارے حق میں

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ

لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾	وَاتَّقُوْا	يَوْمًا	تُرْجَعُوْنَ	فِيْهِ	اِلَى	اللّٰهِ
تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے	اور ڈرو	اس دن سے	تم لوٹائے جاؤ گے	اس میں	جانب	اللہ کے

زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ ٢٨٠ اور اُس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے،

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾ يٰٓاَيُّهَا

٣٨ ع ٨ ٦

ثُمَّ	تُوَفّٰى	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾	يٰٓاَيُّهَا
پھر	پورا دیا جائیگا	ہر	نفس کو	وہ جو	اس نے کمایا	اور وہ	نہیں	ظلم کئے جائیں گے	اے

پھر ہر نفس کو اُس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ ٢٨١ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا	تَدَايَنْتُمْ	بِدَيْنٍ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى	فَاكْتُبُوْهُ
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	جب	تم ایک دوسرے سے ادھار کا معاملہ کرو	کسی قرض کا	طرف	ایک وقت کے	مقررہ	تو اسے لکھ لیا کرو

اہلِ ایمان! جب تم ایک مقررہ وقت کیلئے آپس میں ادھار کا معاملہ کرو تو اُسے لکھ لیا کرو،

٢٧٨ ۔اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اگر تم حقیقت میں مؤمن ہو اور ایمان کی جڑیں تمہارے دلوں میں پیوست راسخ اور مضبوط ہیں ،تو تمہیں آئندہ سودی معاملات کو ترک کر دینا چاہیے، پہلے ہونے والے سودی معاملات کو بھی ختم کر دو اور آئندہ کیلئے بھی اس بلائے بے درماں سے نجات حاصل کر لو، یہ تمہیں اور تمہارے مال و دولت کو تباہ کر دے گی ، تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ آئندہ کیلئے سود سے توبہ کر لو اور اس سے باز آ جاؤ۔

٢٧٩ ۔اس آیت مبارکہ میں سودخوروں کے ساتھ اعلان جنگ کیا گیا ہے، کہ اگر تم لوگ سودی کاروبار اور لین دین سے باز نہ آئے تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ ،سود کی حرمت ثابت کرنے کیلئے یہ تعبیر اس کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ بہت بڑے بڑے گناہوں پر بھی یہ تعبیر وارد نہیں ہوئی ہے، اس لئے جس شخص میں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا حوصلہ ہے، وہ میدان میں آ جائے کیونکہ میدان جنگ سج چکا اور طبل جنگ بج چکا ہے، اس عاجز نے اپنی گنہگار آنکھوں سے بہت سے لوگوں کو اس میدان میں عبرتناک اور ذلت آمیز شکست سے دو چار ہوتے ہوئے دیکھا ہے، اس لیے ہر وہ شخص جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا اور کلمہ پڑھتا ہو، اس پر لازم ہے کہ سودی معاملات کو ترک کر دے اور آئندہ کیلئے توبہ کر لے، اس توبہ کے نتیجے میں اس سے یہ تقاضا نہیں کیا جائیگا کہ وہ اپنا اصل رأس المال ہی چھوڑ دے، اس لئے کہ وہ تو اس کا حق ہے، اگر اسے اس کا حق نہ ملے تو وہ مظلوم بن جائیگا ،شریعت یہ چاہتی ہے کہ انسان ظالم نہ بنے اور مظلوم بھی نہ رہے، بلکہ جس کا جو حق ہے، وہ اسے مل جائے۔

٢٨٠ ۔اس آیت مبارکہ میں سود کی ممانعت کے بعد پیش آنے والے حالات کی مناسبت سے ایک ترغیب دی گئی ہے کہ اگر تم نے کسی غریب شخص کو پچاس ہزار روپے سود پر قرض دیا تھا، وہ پچاس ہزار روپے سود در سود چڑھ جانے کی وجہ سے اب ایک لاکھ روپے ہو چکے، اللہ نے سود کو حرام قرار دیدیا، تم نے اس حکم کو تسلیم کر لیا اور اوپر کے پچاس ہزار روپے چھوڑ دیئے، لیکن جو پچاس ہزار روپے کی اصل رقم تھی ، وہ تمہارا حق ہے اور تم اسے مقروض سے وصول کر سکتے ہو لیکن ممکن ہے کہ وہ تنگدست اور غریب ہو، فوری طور پر تمہارا اصل رأس المال بھی واپس نہ لوٹا سکتا ہو تو ایسی صورت میں دو میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے، پہلا یہ کہ اسے مہلت دے دی جائے ،اس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اس کے ساتھ ماہانہ قسطیں متعین کر لے اور ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سال چھ مہینے تک اسے رقم مہیا کرنے کا وقت دیدے، دوسرا راستہ یہ ہے کہ مقروض کو وہ رقم مکمل یا جزوی طور پر معاف کر دے مثلاً یوں کہہ دے کہ آپ نے میرے پچاس ہزار روپے ادا کرنے ہیں، میں وہ ساری رقم آپ کو معاف کرتا ہوں ، یا اس میں سے پچیس ہزار روپے معاف کرتا ہوں، اب آپ کے ذمے صرف پچیس ہزار روپے رہ گئے ہیں، یہ دوسری صورت حق تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

٢٨١ ۔اس آیت مبارکہ میں قیامت کا دن یاد دلایا جا رہا ہے جب تمام لوگوں کو بارگاہ خداوندی میں پیش کیا جائیگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ پورا پورا دیا جائیگا اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی جائیگی ، چنانچہ سود خور کو اپنی سودخوری کا انجام بھگتنا ہوگا اور جس نے صدقہ وخیرات کیا اور غریب مقروض کو مہلت دیدی، یا کلی اور جزوی طور پر اس کا قرض معاف کر دیا، وہ بھی حاضرِ بارگاہ ہوگا اور اپنی نیکیوں کا اجر و ثواب پائے گا۔

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۖ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا

وَلْيَكْتُبْ	بَّيْنَكُمْ	كَاتِبٌۢ	بِالْعَدْلِ	وَلَا	يَاْبَ	كَاتِبٌ	اَنْ	يَّكْتُبَ	كَمَا
اور چاہیے کہ لکھ دے	تمہارے درمیان	لکھنے والا	انصاف سے	اور نہ	انکار کرے	لکھنے والا	یہ کہ	وہ لکھ دے	جیسا کہ

اور لکھنے والے کو تمہارے درمیان انصاف کا خیال رکھتے ہوئے لکھنا چاہیے، لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے، جیسے

عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ

عَلَّمَهُ	اللّٰهُ	فَلْيَكْتُبْ	وَلْيُمْلِلِ	الَّذِيْ	عَلَيْهِ	الْحَقُّ	وَلْيَتَّقِ	اللّٰهَ	رَبَّهٗ
اسے سکھایا	اللہ نے	تو چاہیے کہ وہ لکھ دے	اور چاہیے کہ املاء کروائے	وہ شخص	جس پر	حق ہو	اور چاہیے کہ ڈرے	اللہ سے	اپنے رب سے

اللہ نے اُسے سکھایا ہے تو اُسے چاہیے کہ لکھ دے، اور لکھوائے وہ شخص جس پر حق بنتا ہو، اور اُسے چاہیے کہ اللہ سے ڈرے جو کہ اُس کا رب ہے،

وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا

وَلَا	يَبْخَسْ	مِنْهُ	شَيْـًٔا	فَاِنْ	كَانَ	الَّذِيْ	عَلَيْهِ	الْحَقُّ	سَفِيْهًا
اور نہ	کمی کرے	اس میں سے	کچھ بھی	پھر اگر	ہو	وہ شخص	جس پر	حق ہو	کم عقل

اور اس میں کچھ بھی کمی نہ کرے، پھر اگر وہ شخص جس پر حق بنتا ہو ، بیوقوف

اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ

اَوْ	ضَعِيْفًا	اَوْ	لَا	يَسْتَطِيْعُ	اَنْ	يُّمِلَّ	هُوَ	فَلْيُمْلِلْ	وَلِيُّهٗ	بِالْعَدْلِ
یا	کمزور	یا	نہ	طاقت رکھتا ہو	یہ کہ	املاء کروائے	وہ	تو چاہیے کہ املاء کروائے	اس کا سرپرست	انصاف سے

یا کمزور ہو، یا خود نہ لکھوا سکتا ہو تو اس کے سرپرست کو چاہیے کہ وہ انصاف کے ساتھ لکھوا دے،

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا

وَاسْتَشْهِدُوْا	شَهِيْدَيْنِ	مِنْ	رِّجَالِكُمْ	فَاِنْ	لَّمْ	يَكُوْنَا
اور گواہ طلب کرو	دو گواہ	سے	اپنے مردوں کے	پھر اگر	نہ	ہوں

اور اپنے مَردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنا لو، اگر دو مرد

رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ

رَجُلَيْنِ	فَرَجُلٌ	وَّامْرَاَتٰنِ	مِمَّنْ	تَرْضَوْنَ	مِنَ	الشُّهَدَاۗءِ	اَنْ
دو مرد	تو ایک مرد	اور دو عورتیں	اُن میں سے جو	تمہیں پسند ہوں	سے	گواہی دینے والے	تا کہ

نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہی سہی، اُن لوگوں میں سے جنہیں تم گواہ بنانا پسند کرو، تا کہ

سودخوری کے جواز پر لوگوں کے دلائل اور ان کے جوابات

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سود مطلقاً حرام نہیں ہے، اس لیے کہ اگر سود مطلقاً حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں یہ نہ فرماتا یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً

''اے اہلِ ایمان ! سود کو دو گنا چوگنا بڑھا کر مت کھایا کرو''

بعض متجددین یہ فرماتے ہیں کہ بینکوں کی طرف سے جو انٹرسٹ دیا جاتا ہے، وہ سود نہیں ہے لہٰذا وہ حرام بھی نہیں ہے، ان کی تحقیقِ جدید یہ ہے کہ نبی ﷺ کے دورِ باسعادت میں لوگ جب کسی سے قرض لیتے تھے'' تو وہ اپنی وقتی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے لیتے تھے مثلاً جس آدمی پر فاقوں کی نوبت آجاتی، وہ قرض لیکر اپنے جسم اور جان کا رشتہ برقرار رکھنے کی کوشش کرتا، مریض کے علاج کیلئے، میت کی تکفین وتدفین کیلئے اور اولاد کی شادی کیلئے قرض لیا جاتا، ظاہر ہے کہ ایسا شخص حقیقی طور پر مجبور ہوتا تھا اور ایسے آدمی سے اصل رقم پر اضافی رقم کا مطالبہ کرنا بہت بڑی سنگدلی اور ناانصافی ہے، جبکہ آج کل بینکوں سے قرض لینے والا آدمی آسودہ حال ہوتا ہے، وہ اپنی شخصی اور وقتی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے قرض نہیں لیتا، بلکہ کاروبار اور اپنے مال میں اضافہ کرنے کیلئے قرض لیتا ہے، ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ قرض کی یہ دوسری صورت عہدِ نبوت اور دورِ صحابہ میں چونکہ موجود ہی نہیں تھی، اس لیے قرآن وسنت کے احکام اس پر لاگو نہیں ہوتے، لہٰذا یہ حلال ہے،

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سود کی حقیقت ہی مشتبہ بلکہ نامعلوم ہے، لہٰذا اسے حرام قرار دینے کے فتوی پر علماء کو نظرثانی کرنی چاہیے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ 'آیاتِ احکام میں سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت، آیتِ ربوا ہے، لیکن جب نبی ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو اس وقت تک ہمارے سامنے اس کی پوری تشریح اور تفسیر بیان نہ فرمائی تھی'' جب نبی ﷺ ہی نے آیتِ ربوا کی وضاحت نہیں فرمائی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا آدمی اس میں تشنگی محسوس کرتا ہے تو پھر کس طرح جماؤ اور مضبوطی کے ساتھ سود کو اور خصوصاً اس کی موجودہ صورتوں کو حرام قرار دیا جاسکتا ہے؟

بعض لوگ اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک فتوی بھی ڈھونڈ لائے ہیں، بعض لوگوں کو عقلی طور پر سود کے بغیر معیشت ناہموار اور ڈانواں ڈول نظر آتی ہے، ان کے نزدیک آج کل کے زمانے میں سود کے بغیر کسی معیشت کو چلانا ممکن ہی نہیں ہے، یہ تمام سوالات اگرچہ اٹھائے جاتے ہیں لیکن عام طور پر سوال کرنے والے کا مقصد اپنی تشفی کرکے سودی معاملات سے اپنا پیچھا چھڑانا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مقصد مخاطب پر اپنی علمیت کا رعب جمانا اور اسے لاجواب کرنا ہوتا ہے، اس کے باوجود ان سوالات کا جواب دینا ضروری ہے تاکہ اس کے بعد بھی جو گمراہ ہو تو وہ دیکھ بھال کر گمراہ ہو، اور جو ہدایت پر آئے تو دلائل کی روشنی اس کے پاس موجود ہو، سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۰ میں '' جس کا اوپر حوالہ گذرا'' اس خاص صورت کا تذکرہ کیا گیا ہے جس کے مطابق قرض خواہ مدت گذرنے کے بعد مقروض کی رقم میں مزید اضافہ کردیتا تھا اور یوں اس کا سود اصل رقم سے کئی گنا بڑھ جاتا تھا،

تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ

تَضِلَّ	اِحْدٰىهُمَا	فَتُذَكِّرَ	اِحْدٰىهُمَا	الْاُخْرٰى ؕ	وَلَا	يَاْبَ
بھول جائے	ان دونوں میں سے ایک عورت	تو یاد دلا دے	ان دونوں میں سے ایک عورت	دوسری کو	اور نہ	انکار کریں

اگر اُن دو عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اُسے یاد کرا دے، اور گواہوں کو

الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْــَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا

الشُّهَدَآءُ	اِذَا مَا	دُعُوْا ؕ	وَلَا	تَسْــَٔمُوْٓا	اَنْ	تَكْتُبُوْهُ	صَغِيْرًا	اَوْ	كَبِيْرًا
گواہی دینے والے	جب بھی	وہ بلائے جائیں	اور نہ	اکتایا کرو	یہ کہ	تم اسے لکھو	چھوٹا ہو	یا	بڑا

جب بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں، اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اُسے مقررہ وقت تک لکھنے میں

اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى

اِلٰٓى	اَجَلِهٖ ؕ	ذٰلِكُمْ	اَقْسَطُ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَاَقْوَمُ	لِلشَّهَادَةِ	وَاَدْنٰٓى
طرف	اس کے مقررہ وقت کے	تمہارا یہ طریقہ	زیادہ انصاف والا	نزدیک	اللہ کے	اور زیادہ درست رکھنے والا	گواہی کو	اور زیادہ قریب

کوتاہی نہ کیا کرو، تمہارا یہ طریقہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے، گواہی کو درست رکھنے والا ہے اور اس بات کے

اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ

اَلَّا	تَرْتَابُوْٓا	اِلَّآ	اَنْ	تَكُوْنَ	تِجَارَةً	حَاضِرَةً	تُدِيْرُوْنَهَا	بَيْنَكُمْ	فَلَيْسَ
یہ کہ نہ	تم شک کرو	مگر	یہ کہ	ہو	تجارت	فوری	تم اسے گھماتے ہو	آپس میں	تو نہیں

قریب تر ہے کہ تم شک میں مبتلا نہ ہو، سوائے اس کے کہ فوری تجارت ہو جس کا تم آپس میں لین دین کرو، تو تم پر

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ

عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَلَّا	تَكْتُبُوْهَا ؕ	وَاَشْهِدُوْٓا	اِذَا	تَبَايَعْتُمْ	وَلَا	يُضَآرَّ
تم پر	کوئی گناہ	یہ کہ نہ	تم اسے لکھو	اور گواہ بنا لیا کرو	جب	تم ایک دوسرے سے خرید وفروخت کرو	اور نہ	نقصان پہنچایا جائے

اُسے نہ لکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، اور جب تم آپس میں خرید وفروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو، اور لکھنے والے

كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

كَاتِبٌ	وَّ	لَا	شَهِيْدٌ ؕ	وَاِنْ	تَفْعَلُوْا	فَاِنَّهٗ	فُسُوْقٌۢ	بِكُمْ ؕ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ
لکھنے والے کو	اور	نہ	گواہی دینے والے کو	اور اگر	تم یہ کرو گے	تو بیشک یہ	گناہ	تم سے	اور ڈرو	اللہ سے

اور گواہی دینے والے کو نقصان نہ پہنچایا جائے، اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارے اندر گناہ کی بات ہو گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو

اس آیت کا نزول ایک خاص پس منظر میں ہوا ہے، لہٰذا اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ سود مطلقاً حرام نہیں ہے، سوائے کج بحثی کے اور کچھ نہیں، مزید لطف کی بات یہ ہے کہ ان حضرات نے اس آیت کو دیکھا اور اس سے اپنی مرضی کا نتیجہ نکال لیا، لیکن سورۂ بقرہ کی ان آیات کو فراموش کر دیا جن کا متن اور ترجمہ اوپر گذرا، اس لیے کہ ان آیات سے انہیں اپنی مرضی کا نتیجہ نکالنے کا موقع نہیں ملتا، اور اگر سورۂ آل عمران ہی کی زیر تذکرہ آیت کو بھی لے لیا جائے تب بھی اس سے ان کا یہ نتیجہ نکالنا ''کہ سود کی رقم اصل رقم سے بڑھ جائے تو حرام، ورنہ حلال'' صحیح نہیں ہے، اس کی مثال ایسے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر فرمایا ہے ''وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا'' اور میری آیات کو تھوڑی قیمت کے عوض مت بیچا خریدا کرو''

ظاہر ہے کہ اس آیتِ مبارکہ کا یہ مقصد تو نہیں ہے کہ قرآنِ کریم کی آیات کو تھوڑی قیمت کے عوض بیچنا ناجائز ہے، اور زیادہ قیمت کے عوض بیچنا جائز ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ میری آیات کو دنیا کی کسی بھی قیمت کے عوض مت بیچا کرو، کیونکہ ساری دنیا بھی اس کے مقابلے میں قلیل ہے،

یہی مطلب سورۂ آل عمران کی آیت کا ہے کہ اے اہلِ ایمان! سود کا پیسہ مت کھایا کرو، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، کیونکہ اللہ کی نگاہوں میں وہ پھر بھی دوگنا چوگنا ہی ہے اس لیے کہ اس کا جرم بہت بڑا اور اس کی قباحت بہت زیادہ ہے، اس لیے ان متجددین کا اس آیت سے استدلال کرنا صحیح نہیں، جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ دورِ صحابہؓ میں تجارتی قرضے لینے کا رواج ہی نہ تھا لہٰذا بینکوں سے لیے جانے والے قرضوں کا حکم آیتِ ربوا سے حاصل نہیں کیا جا سکتا تو یہ تاریخ کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے،

یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہیے کیونکہ اس حوالے سے لوگوں کے ذہنوں میں جو بات بٹھائی جاتی ہے وہ انتہائی گمراہ کن مغالطے پر مشتمل ہے، دراصل بات یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں جب سود کی حرمت کا اعلان کیا گیا تو چونکہ ''ربوا'' کا لفظ عربی زبان میں اپنے معنی اور مفہوم کیلئے مشہور تھا، اس لیے لوگوں کو قرآنِ کریم کا منشا سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آئی، البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین میں بھی کچھ صورتوں کو ''ربوا'' میں شمار فرمایا، ان صورتوں کو عرب میں ''ربوا'' نہیں سمجھا جاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے کی تمام جزئیات بیان فرمانے کی بجائے صرف اصولی ہدایت ارشاد فرما دی، اور اس میں سے جزئیات کا استنباط امت کے فقہاء اور مجتہدین کیلئے چھوڑ دیا، جیسا کہ دیگر بہت سے ابوابِ شریعت میں ایسا ہی ہوا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سود کی اہمیت اور اس کے انتہائی خطرناک اثرات کے پیشِ نظر یہ خواہش رکھتے تھے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے کی جزئیات بھی بیان فرما دیتے تو زیادہ اچھا ہوتا اور اصولی ہدایات پر اکتفاء نہ فرماتے تو ہمارے لیے آسانی ہو جاتی، یہ ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس جملے کا صحیح پس منظر اسی طرح یہ کہنا بھی گمراہ کن مغالطہ ہے کہ آج کے اس دور میں سود کے بغیر نظامِ معیشت کو چلانا ناممکن ہے، اس لیے کہ جس اللہ نے سود کو حرام قرار دیا ہے، اسی اللہ نے اپنے بندوں کو اس کا متبادل نظام بھی عطا کیا ہے، چنانچہ اس کی ایک صورت شراکت داری کی ہے، اور دوسری صورت مضاربت کی ہے، اور دونوں صورتوں کے تفصیلی احکام کتبِ فقہ میں موجود ہیں، واللہ اعلم

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٢﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ

وَيُعَلِّمُكُمُ	اللّٰهُ	وَاللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ﴿٢٨٢﴾	وَاِنْ	كُنْتُمْ	عَلٰى	سَفَرٍ
اور تمہیں سکھاتا ہے	اللہ	اور اللہ	ہر ایک	چیز کو	خوب جاننے والا	اور اگر	تم ہو	پر	سفر کے

اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ ﴿٢٨٢﴾ اور اگر تم سفر پر ہو

وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۗ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

وَلَمْ	تَجِدُوْا	كَاتِبًا	فَرِهٰنٌ	مَّقْبُوْضَةٌ	فَاِنْ	اَمِنَ	بَعْضُكُمْ	بَعْضًا
اور نہ	پاؤ تم	کوئی لکھنے والا	تو گروی رکھنا	قبضہ کی ہوئی	سو اگر	اعتماد کرے	تم میں سے بعض	بعض پر

اور کوئی لکھنے والا نہ ملے تو گروی رکھوا دو جس پر قبضہ کر لیا جائے، پھر اگر تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو ''امین'' بنائے

فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا

فَلْيُؤَدِّ	الَّذِى	اؤْتُمِنَ	اَمَانَتَهٗ	وَلْيَتَّقِ	اللّٰهَ	رَبَّهٗ	وَلَا	تَكْتُمُوا
تو چاہئے کہ ادا کردے	وہ جو	امین بنایا گیا	اپنی امانت	اور چاہئے کہ ڈرے	اللہ سے	اپنے رب سے	اور نہ	چھپاؤ تم

تو جس کے پاس امانت رکھوائی جائے، اُسے چاہیے کہ اپنی امانت ادا کردے، اور اللہ سے ڈرے جو کہ اُس کا رب ہے، اور گواہی کو

الشَّهَادَةَ ۗ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

الشَّهَادَةَ	وَمَنْ	يَّكْتُمْهَا	فَاِنَّهٗٓ	اٰثِمٌ	قَلْبُهٗ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ
گواہی	اور جو کوئی	اسے چھپائے	تو بیشک وہ	گناہ گار	اس کا دل	اور اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو

مت چھپایا کرو، اور جو شخص گواہی کو چھپائے گا، اُس کا دل گنہگار ہو گا، اور اللہ تمہارے کاموں کو

٣٩ ع ٢ ٧

عَلِيْمٌ ﴿٢٨٣﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۗ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا

عَلِيْمٌ ﴿٢٨٣﴾	لِلّٰهِ	مَا	فِى	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِى	الْاَرْضِ	وَاِنْ	تُبْدُوْا	مَا
خوب جاننے والا	اللہ کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور وہ جو	بیچ	زمین کے	اور اگر	تم ظاہر کرو	وہ جو

خوب جانتا ہے۔ ﴿٢٨٣﴾ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی کا ہے، اگر تم وہ بات ظاہر کرو جو

فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۗ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۤءُ

فِىْٓ	اَنْفُسِكُمْ	اَوْ	تُخْفُوْهُ	يُحَاسِبْكُمْ	بِهِ	اللّٰهُ	فَيَغْفِرُ	لِمَنْ	يَّشَاۤءُ
بیچ	تمہارے دلوں کے	یا	تم اسے چھپاؤ	تم سے حساب لے گا	اس کا	اللہ	سو معاف کر دے گا	جسے	وہ چاہے گا

تمہارے دلوں میں ہے یا اُسے چھپالو، اللہ تم سے اُس کا حساب ضرور لے گا، پھر جسے چاہے گا معاف کر دے گا

٢٨٢ ۔ اس آیت مبارکہ کو ''آیت مداینہ'' کہا جاتا ہے اور یہ قرآن کریم کی سب سے طویل آیات میں سے ایک ہے، اس میں ادھار لین دین کے حوالے سے چند نہایت اہم اصول اور ضروری ہدایات دی گئی ہیں، ذیل میں ہم ان کا اختصار کے ساتھ جائزہ لے رہے ہیں۔

دو یا زیادہ افراد کے درمیان مالی معاملات اور لین دین کی ایک شکل تو نقد ہوتی ہے یعنی مشتری ثمن ادا کرے اور بائع اپنا مبیع اس کے حوالے کردے جیسے ہم بازار جاتے ہیں' دکاندار کو پیسے دیتے ہیں اور اپنی ضرورت کی چیز خرید کر لے آتے ہیں، اس میں تحریری معاہدے کی ضرورت تو نہیں ہے، لیکن اگر خریدی گئی چیزوں کی رسید کا تبادلہ ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے تا کہ اگر ان میں سے کوئی چیز خراب یا ضرورت سے زائد نکل آئے تو اسے واپس یا تبدیل کروایا جاسکے، آج کل سٹوروں اور بڑی دوکانوں میں اس کا اہتمام کیا جارہا ہے جو کہ ایک اچھی چیز ہے اور اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے، دوسری صورت ادھار اور قرض کی ہوتی ہے، ہمارے عرف میں ادھار کا معنی یہ سمجھا جاتا ہے کہ مشتری کے پاس فوری طور پر رقم کی ادائیگی کا انتظام نہ ہو، وہ دکاندار سے کہے کہ آپ یہ چیز مجھے دیدیں، میں ابھی گھر جا کر آپ کو رقم بھجوادیتا ہوں، اور قرض کا مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی شخص کو پیسوں کی ضرورت پیش آئے لیکن اس کی ملکیت میں اتنی رقم نہ ہو، وہ کسی صاحب حیثیت شخص کے پاس جا کر اپنی ضرورت بیان کرے اور اس سے رقم کا تقاضا کرے کہ میں اتنے عرصے میں آپ کی رقم آپ کو واپس لوٹادوں گا، ادھار کی صورت میں ایک راستہ تو اعتماد کا ہے یعنی دکاندار کو مشتری پر اعتماد ہوتا ہے اس لئے وہ اسے ضرورت کی متعلقہ چیز دیدیتا ہے اور بعد میں اپنی رقم وصول کر لیتا ہے، جبکہ بے اعتمادی یا ناواقفیت کی صورت میں وہ اس سے تقاضا کرتا ہے کہ بطور ضمانت کے اپنی کوئی چیز گروی رکھوادو، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ چند شرائط کا خیال کر لینا ضروری ہے جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے قرض کا تو احادیث مبارکہ میں قرض دینے کی فضیلت وارد ہوئی ہے، خود قرآن کریم میں بھی اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرض دینے والے کے مال کو تحفظ فراہم کرنا بھی ضروری ہے، ایسا نہ ہو کہ مقروض رقم واپس ہی نہ کرے، چنانچہ اس سلسلے میں یہ اہم ترین ہدایت جاری کی گئی ہے کہ فریقین کو ایک تحریری معاہدہ کرنا چاہئے اور اس دستاویز میں تمام ضروری نکات نہایت واضح طور پر تحریر کئے جائیں تا کہ بوقت ضرورت کام آئے، اب یہاں تین قسم کے لوگ ہوگئے۔ (الف) قرض لینے اور دینے والا (ب) تحریری معاہدہ لکھنے والا (ج) تحریری معاہدے کے گواہان' ان میں سے قرض لینے والا ضرورت مند اور دینے والا مہربان اور محسن ہے، انہیں پابند کیا گیا ہے کہ رقم تھوڑی ہو یا زیادہ، معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اور مدت کم ہو یا زیادہ، اسے تحریری شکل دینے میں سستی اور کوتاہی نہ کریں، تحریری معاہدہ لکھنے والے کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ معاہدہ لکھے، فریقین میں سے کسی کی طرف اس کا معمولی سا جھکاؤ بھی بہت بڑی ناانصافی اور ظلم کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے، اس لئے احتیاط کا پہلو یہ ہے کہ جو شخص قرض کی رقم لے رہا ہو، تحریری معاہدے کے نکات وہی لکھوائے، اگر وہ خود نہ لکھوا سکتا ہو تو اس کا ولی وارث لکھوائے، تا کہ وہ کل کو یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے تو اس تحریر کا علم ہی نہیں ہے، جب تحریر لکھی جاچکے تو اس پر دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی طلب کی جائے، تا کہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے، اس =

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲۸۴ اٰمَنَ

وَيُعَذِّبُ	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ	وَاللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۲۸۴	اٰمَنَ
اور عذاب دے گا	جو	وہ چاہے گا	اور اللہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا	ایمان لائے

اور جسے چاہے گا سزا دے گا، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۲۸۴ پیغمبر (ﷺ)

الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

الرَّسُوْلُ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْهِ	مِنْ	رَّبِّهٖ	وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ	كُلٌّ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ
پیغمبر ﷺ	اس پر جو	نازل کیا گیا	اس کی طرف	سے	اس کے رب کے	اور ایمان والے	ہر ایک	ایمان لایا	اللہ پر

اُس چیز پر ایمان لے آئے جو اُن پر اُن کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مؤمنین بھی، ہر ایک ایمان لے آیا اللہ پر،

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	وَكُتُبِهٖ	وَرُسُلِهٖ	لَا	نُفَرِّقُ	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْ	رُّسُلِهٖ
اور اس کے فرشتوں پر	اور اس کی کتابوں پر	اور اس کے رسولوں پر	نہیں	ہم تفریق کرتے	درمیان	کسی ایک کے	سے	اس کے پیغمبروں کے

اُس کے فرشتوں ، کتابوں اور پیغمبروں پر، ہم اُس کے پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے،

وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۲۸۵

وَقَالُوْا	سَمِعْنَا	وَ	اَطَعْنَا ۫	غُفْرَانَكَ	رَبَّنَا	وَاِلَيْكَ	الْمَصِيْرُ ۲۸۵
اور کہنے لگے	ہم نے سن لیا	اور	ہم نے مان لیا	مغفرت تیری (مانگتے ہیں)	اے ہمارے پروردگار!	اور تیری طرف	لوٹ کر آنا

اور وہ کہنے لگے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا، پروردگار! ہم تیری مغفرت چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ۲۸۵

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا

لَا	يُكَلِّفُ	اللّٰهُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا ؕ	لَهَا	مَا	كَسَبَتْ	وَ	عَلَيْهَا	مَا
نہیں	پابند بناتا	اللہ	کسی نفس کو	مگر	اس کی ہمت کے مطابق	اس کیلئے	وہ جو	اس نے کمایا	اور	اس پر	وہ جو

اللہ کسی نفس کو اُس کی ہمت سے بڑھ کر پابند نہیں بناتا، اُسے وہی ملتا ہے جو وہ کمائے، اور اُس پر وہی

اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا

اكْتَسَبَتْ ؕ	رَبَّنَا	لَا	تُؤَاخِذْنَآ	اِنْ	نَّسِيْنَآ	اَوْ	اَخْطَاْنَا ۚ	رَبَّنَا
اس نے محنت سے کمایا	اے ہمارے پروردگار!	نہ	پکڑ فرما ہماری	اگر	ہم بھول جائیں	یا	ہم غلطی کر بیٹھیں	اے ہمارے پروردگار!

پڑتا ہے جو وہ کرے، پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ فرما، پروردگار!

=طرح قرض خواہ کی رقم محفوظ ہو جائے گی، مقروض اسے مقررہ وقت پر ادا کرنے کا پابند ہوگا اور مقروض کی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی، لیکن بعض اوقات مقروض کی طرف سے تحریری معاہدہ لکھنے والے یا گواہی دینے والے افراد کو دھمکیاں بھی دی جاتی ہیں اور وہ اپنی جان و مال کے تحفظ کے حوالے سے خطرہ محسوس کرنے لگتے ہیں اس لئے زیر تذکرہ آیت میں انہیں بھی تحفظ فراہم کیا گیا ہے کہ خبردار! انہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچانا، اللہ سے ڈرتے رہنا، اگر تم نے ایسا کیا تو بڑے گناہ کا ارتکاب کیا، یاد رکھو! کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے اور اس کے علم سے کوئی چیز باہر اور مخفی نہیں ہے۔

۲۸۳۔ اس آیت مبارکہ میں تحریری معاہدہ لکھنے والے کی عدم دستیابی کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ اگر قرض لینے کی ضرورت دورانِ سفر پیش آ جائے، فریقین تحریری معاہدے کیلئے بھی تیار ہوں لیکن کوئی کاتب دستیاب نہ ہو تو ایسی صورت میں قرض لینے والے کو اپنی کوئی چیز گروی رکھوا کر قرض وصول کر لینا چاہیے، پھر جب وہ قرض خواہ کو اس کی رقم لوٹا دے تو وہ اسے اس کی گروی رکھوائی ہوئی چیز واپس لوٹا دے، اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کرے، ہیرا پھیری سے کام لیکر ایسا بھی نہ کرے کہ اصل چیز چھپا لے اور اس جیسی نقلی چیز اسے لوٹا دے، یہ بڑا گناہ ہے، جیسے گواہی چھپانا بڑا گناہ ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کے دل پر گناہ کے اثرات غالب آ گئے ہیں۔

۲۸۴۔ اس آیت مبارکہ میں آسمان و زمین کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی مملوک و ملکیت قرار دیا گیا ہے اور مالک اپنی ملکیت میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے، انسان بھی اس کی ملکیت ہے، لہٰذا اسے انسان پر بھی تصرف کرنے کا پورا حق حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ انسان سے ہر چیز کا محاسبہ کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے، چنانچہ اگر انسان اپنے قول اور فعل سے کسی چیز کو ظاہر کرے یا اپنے دل اور دماغ میں اسے چھپا کر رکھے، وہ اس کے سامنے تو آشکارا ہے، لہٰذا وہ اس کا محاسبہ بھی کر سکتا ہے، پھر اس محاسبے کے نتیجے میں وہ جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے، سزا دیدے، لیکن چونکہ ظاہری اعتبار سے انسان کیلئے اس میں بڑی گرانی اور مشکل ہے کہ دل دماغ میں آنے والے وساوس اور خیالات پر بھی گرفت کی جائے، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ نبوت میں اپنی اس مشکل کا ذکر کیا، کیونکہ یہ تو ایک غیر اختیاری چیز ہے اور اس پر گرفت کا فیصلہ انسان کے محدود فہم سے بالاتر ہے، لیکن نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی تلقین کی کہ سمع و طاعت سے کام لیں، اللہ تعالیٰ ضرور اس مشکل کا حل نکالے گا، چنانچہ اگلی آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ اطاعت اور اس سے اگلی آیت میں حق تعالیٰ کی جانب سے آنے والی سہولت کا ذکر ہے۔

۲۸۵۔ اس آیت مبارکہ میں پیغمبر ﷺ اور ان پر ایمان لانے والوں کے ایمان کی گواہی دی گئی ہے، ایمانیات میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اس کے فرشتوں، کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لانے کا ذکر بھی آیا ہے، یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ طاعت کی گواہی بھی دیتی ہے کہ انہوں نے سمجھ میں نہ آنے والے حکم پر بھی سر تسلیم خم کر دیا اور بارگاہ رب ذوالجلال میں عرض کر دیا کہ ہم نے آپ کا حکم سن لیا اور مان لیا، پروردگار! ہم تیری مغفرت کا سوال کرتے ہیں، ہمیں تیری بارگاہ میں ہی لوٹ کر آنا ہے، اُس دن تو ہمیں معاف فرما دینا اور ہم پر اپنا رحم فرما دینا۔

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج

وَلَا	تَحْمِلْ	عَلَيْنَآ	اِصْرًا	كَمَا	حَمَلْتَهٗ	عَلَى	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِنَا ج
اورنہ	بوجھ ڈال	ہم پر	بوجھ	جیسا کہ	تونے اسے ڈالا	پر	وہ لوگ جو	ہم سے پہلے

ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا،

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَا وقفة

رَبَّنَا	وَلَا	تُحَمِّلْنَا	مَا لَا	طَاقَةَ	لَنَا	بِهٖ ج	وَاعْفُ	عَنَّا وقفة	وَاغْفِرْ لَنَا وقفة
اے ہمارے پروردگار	اورنہ	ہم سے بوجھ اٹھوا	وہ جو نہیں	کوئی طاقت	ہمارے لئے	اس کی	اور درگزر فرما	ہم سے	اور مغفرت فرما ہماری

پروردگار! ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت نہیں ہے، اور ہم سے درگزر فرما، ہماری مغفرت فرما،

وَارْحَمْنَا وقفة اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ع ﴿٢٨٦﴾

وَارْحَمْنَا وقفة	اَنْتَ	مَوْلٰىنَا	فَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٨٦﴾
اور رحم فرما ہم پر	تو	ہمارا آقا	سو تو ہماری مدد فرما	پر	ان لوگوں کے	کفر کرنے والے

ہم پر رحم فرما، توہمارا آقا ہے، سو کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ [٢٨٦]

ع ٤٠ / ٣ / ٨

اٰيَاتُهَا ٢٠٠ (٣) سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ (٨٩) رُكُوْعَاتُهَا ٢٠

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿٢﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

الٓمّٓ ﴿١﴾	اللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	الْحَيُّ	الْقَيُّوْمُ ﴿٢﴾	نَزَّلَ	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ
الم	اللہ	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	زندہ رکھنے والا	تھامنے والا	اس نے نازل کی	تجھ پر	کتاب

الٓـمّٓ [١] اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ زندہ رکھنے والا، تھامنے والا ہے۔ [٢] اُس نے آپ پر برحق کتاب

بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٣﴾

بِالْحَقِّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيْهِ	وَاَنْزَلَ	التَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٣﴾
برحق	تصدیق کرنے والی	اس کی جو	اس سے پہلے	اور اس نے نازل کی	تورات	اور انجیل

نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اُسی نے تورات اور انجیل نازل کی۔ [٣]

[٢٨٦] ۔اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ سمع وطاعت سے خوش ہوکر دو اصول متعین فرمادیئے اور سات دعاؤں کی تلقین فرمادی، ان میں سے پہلا اصول یہ ہے کہ کسی شخص پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جائیگا اور اسے کسی ایسے حکم کا پابند اور مکلف نہیں بنایا جائیگا جو اُس کی دسترس اور قدرت سے باہر ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ دل دماغ میں آنے والے وساوس اور خیالات پر گرفت نہیں ہو گی کیونکہ وہ غیر اختیاری ہیں اور انسان کی دسترس اور قدرت سے باہر ہیں، دوسرا اصول یہ متعین کیا گیا ہے کہ انسان کیلئے جزا اور سزا کا فیصلہ اس کے اعمال اور جرائم کو سامنے رکھ کر کیا جائیگا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کے اعمال پر ہی اس کی گرفت ہو گی، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ پائیگا اور اگر جرائم کا مرتکب ہوتا رہا تو سزا پائے گا، اس کے علاوہ جو دعائیں سکھائی گئی ہیں، امت کے ہر فرد کو ان کا اہتمام کرنا چاہیے، یہ عرش الٰہی کے نیچے ایک خزانے سے نازل کیے جانے والے بابرکت کلمات ہیں، ایک مرتبہ پھر ان کے الفاظ اور ترجمہ دہرا لیجئے، انہیں یاد کر لیجئے، اپنی دعاؤں کا حصہ بنا لیجئے، کیونکہ ان دعاؤں کی جامعیت اور تاثیر بہت زیادہ ہے اور جس شخص کے حق میں بھی یہ دعائیں قبول ہو جائیں، اسے دنیا و آخرت کی خیر نصیب ہو جاتی ہے۔ اے اللہ! محض اپنے فضل و کرم سے ہر خیر عطا فرما اور ہر شر سے حفاظت فرما الحمدللہ! آج سورۂ بقرہ کے مختصر حواشی مکمل ہوئے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بقیہ قرآن کریم کے حواشی کی تکمیل کے اسباب بھی مہیا فرمائے۔ آمین

۱۷ جنوری ۲۰۱۸ء

سورۂ آل عمران

سورۂ آل عمران مدنی سورت ہے، اس میں ۱۴۵۲۵ حروف، ۳۴۸۱ کلمات اور ۲۰۰ آیتیں ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۳۳ میں سب سے پہلے ''آل عمران'' کا لفظ آیا ہے، اس کے بعد بھی متعدد آیات میں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ آل عمران رکھا گیا، دراصل عمران حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا دونوں کے والد کا نام ہے، لیکن یہاں حضرت مریم کے والد مراد ہیں اور انہی کے خانوادے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام بھی آتا ہے جن کا مفصل تعارف اس سورت کا حصہ ہے، احادیث مبارکہ میں سورۂ بقرہ اور آل عمران کو ''زہراوین'' قرار دیا گیا ہے یعنی دو نہایت روشن سورتیں جو اپنے پڑھنے والوں پر قیامت کے دن سایہ کریں گی، سنن دارمی کی ایک روایت میں آیا ہے ''من قرأ سورة آل عمران فهو غني'' یعنی جو شخص سورۂ آل عمران کی تلاوت کرے، وہ بہت مالدار آدمی ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون عیسائیوں کے عقائد باطلہ کی تردید ہے اور اس میں انہیں اپنے اعتقادات و احوال کی اصلاح کرنے کی دعوت دی گئی ہے، نیز غزوۂ احد کا مفصل تذکرہ بھی اس سورت کا حصہ ہے، اس سورت کی ابتدائی اسی سے زائد آیات نجران سے آنے والے عیسائیوں کے ایک وفد کے حوالے سے نازل ہوئی ہیں جن کی تعداد ساٹھ افراد پر مشتمل تھی، جن میں چودہ معززین ورؤساء بھی شامل تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دین کی دعوت دی اور انہیں مناظرہ ومکالمہ کے انداز میں سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان لوگوں نے اپنے دین کو چھوڑنا پسند نہ کیا، انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بھی گوارا نہ تھی اس لئے انہوں نے نبی علیہ السلام سے مالی معاملات میں رہنمائی کیلئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کی درخواست کی، سو نبی علیہ السلام نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ہمراہ بھیج دیا۔ [١] اس سورت کی پہلی آیت حروف مقطعات میں سے ہے، اس پر سورۂ بقرہ کا پہلا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔ [٢] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے معبودِ حقیقی ہونے کا اعلان کر کے دراصل عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث کی تردید کی گئی ہے کیونکہ وہ تین معبودوں کے قائل ہیں، اگلی دو صفتوں کا ذکر اس مناسبت سے نہایت اہم ہے کہ اللہ وہ ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے، ہمیشہ زندہ رہے گا، نہ صرف یہ بلکہ وہ تو دوسروں کو بھی زندگی

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مِنْ	قَبْلُ	هُدًى	لِّلنَّاسِ	وَاَنْزَلَ	الْفُرْقَانَ ؕ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
سے	پہلے	سراپا ہدایت	لوگوں کیلئے	اور نازل کی	حق و باطل میں فرق کرنے والی چیز	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے

اِس سے پہلے، لوگوں کی ہدایت کیلئے، اور حق و باطل میں فرق کرنے والی چیز اتاری، بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴ اِنَّ

بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	لَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِيْدٌ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	ذُو انْتِقَامٍ ۝۴	اِنَّ
ساتھ آیتوں کے	اللہ کی	ان کیلئے	عذاب	سخت	اور اللہ	غالب	انتقام والا	بیشک

آیتوں کا انکار کیا، اُن کیلئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب، انتقام والا ہے۔ [۴] بیشک

اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝۵ هُوَ الَّذِيْ

اللّٰهَ	لَا	يَخْفٰى	عَلَيْهِ	شَيْءٌ	فِي	الْاَرْضِ	وَلَا	فِي	السَّمَآءِ ۝۵	هُوَ	الَّذِيْ
اللہ	نہیں	مخفی	اس پر	کوئی چیز	بیچ	زمین کے	اور نہ	بیچ	آسمان کے	وہ	وہ جو

اللہ پر زمین و آسمان میں کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ [۵] وہی ہے

يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ

يُصَوِّرُكُمْ	فِي	الْاَرْحَامِ	كَيْفَ	يَشَآءُ ؕ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	الْعَزِيْزُ
تمہاری تصویر بناتا ہے	بیچ	رحموں کے	جیسے	وہ چاہتا ہے	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	غالب

جو ماں کے رحم میں جیسے چاہتا ہے، تمہاری تصویر کشی کرتا ہے، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ غالب،

الْحَكِيْمُ ۝۶ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ

الْحَكِيْمُ ۝۶	هُوَ	الَّذِيْٓ	اَنْزَلَ	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	مِنْهُ	اٰيٰتٌ	مُّحْكَمٰتٌ
حکمت والا		وہ جو	نازل کی اس نے	تجھ پر	کتاب	اس میں سے	کچھ آیتیں	محکم ہیں

حکمت والا ہے۔ [۶] اللہ وہی ہے جس آپ پر کتاب نازل کی، اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں،

هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ

هُنَّ	اُمُّ	الْكِتٰبِ	وَاُخَرُ	مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	زَيْغٌ
وہ	اصل	کتاب کی	اور کچھ دوسری	متشابہات	سو باقی رہے	وہ لوگ جو	بیچ	ان کے دلوں کے	ٹیڑھا پن

وہی اس کتاب کی اصل ہیں اور کچھ آیتیں ''متشابہات'' میں سے ہیں، سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے،

عطا فرماتا ہے اور ان کی حیات و ممات کے فیصلے کا اختیار رکھتا ہے، کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں الوہیت کی یہ صفت پائی جاتی ہے؟ اسی طرح اللہ تو وہ ہے جو ہر چیز کو قائم رکھنے والا، تھامنے والا اور ان کی بقاء کا ضامن ہے چنانچہ آسمان و زمین کو بھی اُسی نے تھام رکھا ہے، اگر وہ انہیں چھوڑ دے تو کوئی انہیں تھامنے کی قدرت نہیں رکھتا، کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں الوہیت کی یہ شان پائی جاتی ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر وہ معبود بھی ہرگز نہیں ہو سکتے۔

[۳] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی سچائی اور اس کا برحق ہونا بیان کیا گیا ہے اور اس کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ قرآن کریم سابقہ آسمانی کتابوں کے مضامین کی تصدیق و تائید کرتا ہے، وہ ان کی تردید نہیں کرتا، اس لئے سابقہ آسمانی کتابوں کے پیروکاروں کو اس میں اپنے لیے اجنبیت کا احساس نہیں ہونا چاہئے' اس کے علاوہ جس معبود حقیقی نے سابقہ آسمانی کتابوں خصوصاً تورات اور انجیل کو نازل فرمایا، اُسی نے قرآن کریم کو بھی نازل کیا ہے، اس لئے اس پر ایمان لانا چاہیے، یہاں قرآن کریم کیلئے ''نزل'' اور سابقہ آسمانی کتابوں کیلئے ''انزل'' کے لفظ میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ قرآن کریم کا نزول حکمت کے مطابق تھوڑا تھوڑا کیا گیا ہے اور سابقہ آسمانی کتابیں ایک ہی دفعہ نازل کر دی گئی تھیں۔

[۴] اس آیت مبارکہ میں ''من قبل'' کا تعلق تورات وانجیل کے نزول کے ساتھ ہے اور آگے قرآن کریم کے نزول کا مقصد ''انسانیت کی ہدایت'' بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس قرآن میں ساری دنیا کے سارے انسانوں کے لیے آئین ہدایت بننے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے، جہاں تک تعلق ہے لفظ فرقان کا تو بعض مفسرین نے اس سے مراد زبور کو لیا ہے اور بعض نے اسے قرآن کریم ہی کا دوسرا نام قرار دیا ہے لیکن راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس کے لغوی معنی میں استعمال کیا جائے یعنی ایک ایسی چیز جو حق اور باطل، صحیح اور غلط، حلال اور حرام اور جملہ احکام شریعت میں امتیاز کر دے، اس طرح اس کا تعلق ہر زمانے میں نازل ہونے والی آسمانی کتابوں سے ہو جائیگا، چنانچہ آج کے دور میں قرآن کریم ہی فرقان ہے۔

[۵] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کے علم کامل و محیط کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اس سے زمین و آسمان کی معمولی سی چیز بھی مخفی نہیں، وہ انہیں دیکھ بھی رہا ہے، ان کی آوازیں سن بھی رہا ہے اور ان کی ہر حرکت اور سکون سے مکمل طور پر واقف بھی ہے، ظاہر ہے کہ ایسا علم کامل و محیط کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہے، اس لئے عبادت کے لائق بھی کوئی مخلوق نہیں ہو سکتی۔

[۶] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت ''مصور'' بیان کی گئی ہے کہ وہ ایسا مصور ہے جو ماں کے رحم میں تصویر کشی کرتا ہے، اس کا کوئی رنگ نہ کچا ہوتا ہے اور نہ پھیکا پڑتا ہے، اس جیسی تصویر کشی کوئی نہیں کر سکتا اس لئے کسی کو مصور کہلانے کا حق بھی نہیں ہے، کیا دنیا میں آج تک کوئی ایسا مصور آیا ہے جو پانی پر تصویر کھینچ سکے پھر اسے وجود اور دوام بخش سکے؟ اس سے بھی عیسائیوں کی تردید ہو گئی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسی تصویر کشی نہیں کر سکتے اور ان کی حیات مبارکہ میں اس کی ایک مثال بھی موجود نہیں ہے۔

فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا

فَيَتَّبِعُوْنَ	مَا	تَشَابَهَ	مِنْهُ	ابْتِغَآءَ	الْفِتْنَةِ	وَابْتِغَآءَ	تَاْوِيْلِهٖ ۚ	وَمَا
تو وہ پیچھے پڑتے ہیں	وہ جو	متشابہ ہو	اس سے	تلاش کرنے کو	فتنہ	اور تلاش کرنے کو	اپنی مرضی کا مطلب	اور نہیں

وہ فتنہ پھیلانے اور اپنی مرضی کا مطلب نکالنے کیلئے ''متشابہات'' کے پیچھے پڑتے ہیں، حالانکہ

يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘؔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ

يَعْلَمُ	تَاْوِيْلَهٗٓ	اِلَّا	اللّٰهُ ۘؔ	وَالرّٰسِخُوْنَ	فِي	الْعِلْمِ	يَقُوْلُوْنَ	اٰمَنَّا	بِهٖ ۙ
جانتا	اس کا صحیح مطلب	مگر	اللہ	اور پختگی رکھنے والے	بیچ	علم کے	کہتے ہیں	ایمان لائے ہم	اس پر

اُس کا صحیح مطلب اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور علم میں پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے،

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞٧ رَبَّنَا

كُلٌّ	مِّنْ	عِنْدِ	رَبِّنَا ۚ	وَمَا	يَذَّكَّرُ	اِلَّآ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞	رَبَّنَا
ہر ایک چیز	سے	نزدیک	ہمارے رب کے	اور نہیں	نصیحت حاصل کرتے	مگر	عقل والے	اے ہمارے پروردگار!

یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے، اور نصیحت تو اہلِ عقل ہی حاصل کرتے ہیں۔ ⑦ پروردگار!

لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ

لَا	تُزِغْ	قُلُوْبَنَا	بَعْدَ	اِذْ	هَدَيْتَنَا	وَهَبْ	لَنَا	مِنْ	لَّدُنْكَ	رَحْمَةً ۚ
نہ	ٹیڑھا کر	ہمارے دلوں کو	بعد	اس کے کہ	تو ہمیں ہدایت دے چکا	اور عطا فرما	ہمارے لئے	سے	اپنے پاس	خاص رحمت

جب تو ہمیں ہدایت عطا فرما چکا تو اُس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرما، اور ہمیں اپنے پاس سے خصوصی رحمت عطا فرما،

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۞٨ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ

اِنَّكَ	اَنْتَ	الْوَهَّابُ ۞	رَبَّنَآ	اِنَّكَ	جَامِعُ	النَّاسِ	لِيَوْمٍ	لَّا	رَيْبَ
بیشک تو	تو	خوب عطا فرمانے والا	اے ہمارے پروردگار!	بیشک تو	جمع کرنے والا	لوگوں کو	ایک ایسے دن میں	نہیں	کوئی شک

بیشک تو خوب ہی عطا فرمانے والا ہے۔ ⑧ پروردگار! تو لوگوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی

فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۞٩ ع اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ

فِيْهِ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُخْلِفُ	الْمِيْعَادَ ۞	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَنْ تُغْنِيَ
اس میں	بیشک	اللہ	نہیں	خلاف کرتا	وعدے کے	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا	ہرگز کام نہ آئیں گے

شک نہیں، بیشک اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ⑨ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اُن کے مال

وقف النبی ﷺ
وقف لازم
ع ١ ٩ ٩

⑦ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کی آیات کو دو بڑے حصوں پر تقسیم کر دیا گیا ہے، ان میں سے پہلے حصے کو ''آیات محکمات'' اور دوسرے کو ''آیات متشابہات'' کہا جاتا ہے، محکمات سے مراد وہ آیات مبارکہ ہیں جن کی مراد متعین ہے، ان میں کسی نوعیت کا بھی ابہام یا اجمال نہیں ہے، سننے اور پڑھنے والے کو اس کی مراد بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے اس لئے عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر بے چون وچرا عمل کیا جائے یا ان کے مطابق عقیدہ رکھا جائے، جبکہ متشابہات سے مراد وہ آیات مبارکہ ہیں جن کی مراد الفاظ سے واضح نہ ہو، سننے اور پڑھنے والا اشتباہ میں پڑ جائے کہ اس آیت سے یہ معنی مراد ہے یا وہ معنی؟ ظاہر ہے کہ جب الفاظ میں اتنی گنجائش ہوگی، تب ہی اس میں مختلف معانی مراد لیے جانے کا امکان ہوگا، ایسی صورت میں قرآن کریم کی دوسری آیات مبارکہ میں اس کا معنی معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی کیونکہ یہ اصول ہے کہ ''القرآن یفسر بعضه بعضا'' اگر دوسری آیات میں اس کی وضاحت مل جائے تو وہی معنی متعین ہو جائیگا اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا معنی مراد لینے کی ضرورت واجازت نہ ہوگی اور اگر قرآن کریم میں اس کی وضاحت دستیاب نہ ہو تو احادیث مبارکہ کی طرف رجوع کیا جائے ورنہ پھر اس پر ایمان رکھا جائے، اسے برحق مانا جائے اور اس کے حقیقی معنی کو اللہ کے حوالے کر دیا جائے، علم کی گہرائی اور پختگی رکھنے والوں کا یہی شیوہ ہے اور یہ اللہ کو بہت پسند ہے کہ انسان اپنی کم علمی اور قصورِ فہم کا اعتراف کر کے اپنے رب کے علم کامل کے آگے سرنگوں ہو جائے لیکن جو لوگ دلوں کی کجی اور ٹیڑھے پن کا شکار ہیں، وہ ''محکمات'' کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے لپکتے ہیں، لوگوں کے سامنے جان بوجھ کر ان علمی مباحث کو چھیڑتے ہیں، تا کہ اپنی علمی برتری اور دوسروں کی کم تری ظاہر کر سکیں، ان کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اس طرح لوگوں میں انتشار پیدا کیا جائے اور اپنی مرضی کا مطلب قرآن کریم پر مسلط کیا جا سکے، حالانکہ یہ واضح بات ہے کہ اگر ان متشابہات کے ساتھ اہل ایمان کے کسی عمل یا شریعت کے کسی حکم کا تعلق یا اس پر دارومدار ہوتا تو حق تعالیٰ اس میں کبھی ابہام نہ چھوڑتا، یہ ابہام ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان ''متشابہات'' میں اہل ایمان سے صرف اتنا مطالبہ ہے کہ وہ ان پر ایمان رکھیں، ان کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھیں اور یقین کر لیں کہ ان متشابہات کا کوئی نہ کوئی معنی ضرور ہوگا جو ہمارے رب کے علم میں ہے اور ہم اس سے ناواقف ہیں۔ ⑧ اس آیت مبارکہ میں پروردگار عالم کے سامنے نیازمندانہ وعاجزانہ انداز میں دلوں کے ٹیڑھے پن سے پناہ مانگی گئی ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ متشابہات کے پیچھے لگ کر محکمات کو چھوڑ دینے اور ہر اعتقاد وعمل میں کوتاہی کرنے سے پناہ مانگی گئی ہے، نیز اللہ تعالیٰ سے اس کی خصوصی رحمت کو طلب کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرما دے، اس کے دل کو ٹیڑھے پن سے بچاتا ہے اور وہ جس سے اپنی رحمت ہٹا لے، اس کا دل ٹیڑھے پن کا شکار ہو جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ من زیغ القلوب۔ ⑨ اس آیت مبارکہ میں دعائیہ انداز میں پروردگار عالم کے سامنے اعتراف کیا گیا ہے کہ وہ قیامت کے دن سب لوگوں کو جمع کر کے رہے گا، کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، سو جب یہ اعتراف موجود ہے تو اس پہلو پر غور کر لینا چاہیے کہ وہاں محکمات پر عمل کے حوالے سے سوال ہوگا یا متشابہات پر عمل کے حوالے سے پوچھ گچھ ہوگی، اور اسی کے حوالے سے مناسب تیاری کر لینی چاہیے۔

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ

عَنْهُمْ	اَمْوَالُهُمْ	وَلَآ	اَوْلَادُهُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	شَيْـًٔا ؕ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمْ
ان سے	ان کے مال	اور نہ	ان کی اولاد	سے	اللہ کے	کچھ بھی	اور وہ لوگ	وہ سب

اور اُن کی اولاد اللہ کے سامنے اُن کے کچھ بھی کام ہرگز نہیں آسکتے، اور یہی لوگ جہنم کا

وَقُوْدُ النَّارِ ⑩ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

وَقُوْدُ	النَّارِ ⑩	كَدَاْبِ	اٰلِ	فِرْعَوْنَ ۙ	وَالَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ ؕ
ایندھن	جہنم کا	جیسا حال	گھرانے کا	فرعون کے	اور وہ لوگ جو	سے	ان کے پہلے

ایندھن ہیں۔ ⑩ جیسا حال آلِ فرعون اور اُن سے پہلے لوگوں کا ہوا

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ

كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا ۚ	فَاَخَذَهُمُ	اللّٰهُ	بِذُنُوْبِهِمْ ؕ	وَاللّٰهُ	شَدِيْدُ
انہوں نے تکذیب کی	ہماری آیتوں کی	تو انہیں پکڑ لیا	اللہ نے	ان کے گناہوں کی وجہ سے	اور اللہ	سخت دینے والا

جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی، پھر اللہ نے انہیں اُن کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا، اور اللہ سخت

الْعِقَابِ ⑪ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى

الْعِقَابِ ⑪	قُلْ	لِّلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	سَتُغْلَبُوْنَ	وَتُحْشَرُوْنَ	اِلٰى
سزا کا	تُو کہہ	ان لوگوں سے جو	کفر کیا انہوں نے	عنقریب تم مغلوب کردیے جاؤ گے	اور تم جمع کیے جاؤ گے	طرف

عذاب والا ہے۔ ⑪ اے نبی! (ﷺ) آپ کافروں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور تم جہنم کے پاس

جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ

جَهَنَّمَ ؕ	وَبِئْسَ	الْمِهَادُ ⑫	قَدْ	كَانَ	لَكُمْ	اٰيَةٌ	فِيْ	فِئَتَيْنِ	الْتَقَتَا ؕ
جہنم کے	اور بدترین ہے وہ	ٹھکانہ	یقیناً	ہے	تمہارے لئے	نشانی	بیچ	دو جماعتوں کے	ملیں ایک دوسرے سے

جمع کیے جاؤ گے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ ⑫ تمہارے لیے اُن دو جماعتوں میں نمونہ موجود ہے جو آمنے سامنے ہوئیں،

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ

فِئَةٌ	تُقَاتِلُ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَاُخْرٰى	كَافِرَةٌ	يَّرَوْنَهُمْ	مِّثْلَيْهِمْ	رَاْيَ
ایک جماعت	لڑ رہی تھی	بیچ	راستے	اللہ کے	اور دوسری	کفر کرنے والی	وہ انہیں دیکھ رہے تھے	اپنے سے دوگنا	دیکھنے میں

ایک جماعت اللہ کی راہ میں لڑ رہی تھی، اور دوسری جماعت "کافر" تھی، آنکھ سے دیکھنے میں وہ اُنہیں اپنے سے دوگنی تعداد میں

⑩۔اس آیت مبارکہ میں تمام کفار کیلئے ایک عمومی حکم بیان کیا گیا ہے جس میں عیسائی بھی شامل ہیں اور وہ یہ کہ ان کا مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلے میں اُن کے کسی کام ہرگز نہ آئیں گے، مطلب یہ کہ جس مال واولاد کی خاطر وہ حق کو قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں، بلکہ اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں، اللہ کی بارگاہ میں حاضری کا جب وقت آئیگا تو یہ چیزیں ان کی نجات کا ذریعہ نہ بن سکیں گی اور وہ سب کے سب جہنم کا ایندھن بن جائیں گے، اس لئے محض دنیوی آسائشوں اور راحتوں کی خاطر دین سے دوری، کفر کی دلدل میں دھنستے چلے جانا اور اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کرنا دانشمندی نہیں ہے۔

⑪۔اس آیت مبارکہ میں گزشتہ آیت کے مضمون کی تکمیل ایک مثال کے ذریعے کی گئی ہے کہ آل فرعون کے انجام کو دیکھو، ان سے پہلے گزر جانے والی اقوام کے انجام پر نظر کرو اور سوچو کہ کیا وہ لوگ مال واولاد والے نہ تھے؟ کیا ان کے پاس خزانوں کی کوئی کمی تھی؟ کیا ان کے پاس نام روشن کرنے والی حاضر باش اولاد نہ تھی؟ آج وہ لوگ کہاں ہیں؟ یقیناً وہ اللہ کی گرفت میں آگئے، انہوں نے گناہوں سے اپنے نامۂ اعمال کو داغ دار کرلیا، سو اللہ نے انہیں سخت عذاب میں گرفتار کرلیا، یہ تذکرہ اس لئے کہ تم عبرت پکڑو اور ان جیسے انجام سے بچ سکو۔

⑫۔اس آیت مبارکہ میں کفار ومشرکین سے دو وعدے کیے گئے ہیں اور ان کا اعلان رسول اکرم ﷺ کی زبانی کروایا گیا ہے، پہلا یہ کہ عنقریب وہ مغلوب اور شکست خوردہ ہو جائیں گے اور دوسرا یہ کہ انہیں ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جائیگا اور اس میں ان سب کو جمع کر دیا جائیگا، ان میں سے پہلے وعدے کو "جو درحقیقت پیشین گوئی ہے" دنیا نے بدر کے میدان میں پورا ہوتے ہوئے بچشم خود دیکھ لیا اور دوسرا وعدہ بھی پہلے کی طرح یوم محشر پورا ہو جائے گا۔

الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً

الْعَيْنِ ۭ	وَاللّٰهُ	يُؤَيِّدُ	بِنَصْرِهٖ	مَنْ	يَّشَاۗءُ ۭ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَعِبْرَةً
آنکھ کے	اور اللہ	تائید کرتا ہے	اپنی نصرت کے ساتھ	جس کی	وہ چاہتا ہے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ عبرت

دیکھتے تھے، اور اللہ اپنی نصرت کے ساتھ جس کی چاہتا ہے تائید فرما دیتا ہے، بیشک اس میں آنکھ رکھنے والوں کیلئے

لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ⑬ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ

لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ⑬	زُيِّنَ	لِلنَّاسِ	حُبُّ	الشَّهَوٰتِ	مِنَ	النِّسَاۗءِ	وَالْبَنِيْنَ
دیکھنے والوں کیلئے	مزین کر دیا گیا	لوگوں کیلئے	محبت کو	مرغوب چیزوں کی	سے	عورتیں	اور بیٹے

عبرت کا سامان موجود ہے۔ [١٤] لوگوں کیلئے مرغوب چیزوں کی محبت کو مزین کر دیا گیا ہے یعنی عورتیں، بیٹے،

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ

وَالْقَنَاطِيْرِ	الْمُقَنْطَرَةِ	مِنَ	الذَّهَبِ	وَالْفِضَّةِ	وَالْخَيْلِ	الْمُسَوَّمَةِ
اور خزانے	جمع کئے ہوئے	سے	سونے کے	اور چاندی کے	اور گھوڑے	نشان زدہ

سونے چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے، نشان زدہ گھوڑے،

وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ

وَالْاَنْعَامِ	وَالْحَرْثِ ۭ	ذٰلِكَ	مَتَاعُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ	وَاللّٰهُ	عِنْدَهٗ
اور چوپائے	اور کھیت	وہ	سامان	زندگی کا	دنیا کی	اور اللہ	اس کے پاس

جانور اور کھیت، یہ دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے، اور اللہ ہی کے پاس

حُسْنُ الْمَاٰبِ ⑭ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا

حُسْنُ	الْمَاٰبِ ⑭	قُلْ	اَؤُنَبِّئُكُمْ	بِخَيْرٍ	مِّنْ	ذٰلِكُمْ ۭ	لِلَّذِيْنَ	اتَّقَوْا
بہترین	ٹھکانہ	تو کہہ	کیا میں تمہیں بتاؤں	زیادہ بہتر کا	سے	تمہاری ان چیزوں کے	ان لوگوں کیلئے جو	ڈرے

بہترین ٹھکانہ ہے۔ [١٥] اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ کیا میں تمہیں تمہاری ان چیزوں سے بھی بہتر بتاؤں؟ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا، ان کیلئے

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

عِنْدَ	رَبِّهِمْ	جَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا
نزدیک	ان کے رب کے	باغات	بہتی ہیں	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اس میں

اُن کے رب کے یہاں ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ

[١٣] ۔ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ بدر کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے جس کا اوپر اشارہ فرمایا تھا، غزوۂ بدر اسلام اور کفر کا سب سے پہلا اور بڑا معرکہ تھا، قرآن کریم نے اسے "یوم الفرقان" کا نام دیا ہے، اس موقع پر کفار قریش ایک ہزار کی تعداد میں تھے، ان کے پاس سات سو اونٹ اور سو گھوڑے تھے، ان میں سے ہر شخص مسلح تھا، جبکہ مسلمانوں کی کل تعداد تین سو سے کچھ اوپر تھی، ان کے پاس کل ستر اونٹ، دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں گویا کفار کی تعداد مسلمانوں سے دوگنا زیادہ تھی، لیکن مسلمان اس سے خوف زدہ یا مرعوب نہ تھے کیونکہ اُن کے سامنے اُن کا نبی موجود تھا اور حق تعالیٰ کا وعدۂ نصرت اُن کی تسلی کا سامان تھا، جبکہ کفار قریش حیرت انگیز معجزے کے طور پر مسلمانوں کی تعداد بھی اپنے سے دوگنی سمجھ رہے تھے، اگر اُن کی نگاہوں میں یہ تعداد دوگنی نہ ہوتی تو اُن کے حوصلے بلند ہو جاتے اور وہ مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچا سکتے تھے، جو کہ حق تعالیٰ کی حکمت اور مرضی کے خلاف تھا، اس لئے وہ مسلمانوں کی اصلی تعداد سے لاعلم رہے، یوں بھی اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر اس جنگ میں فرشتوں کو مسلمانوں کی نصرت و اعانت کیلئے بھیج دیا تھا، جب دنیا کے میدان جنگ میں کافروں کا مال و دولت اور ان کی اولاد ان کے کسی کام نہ آسکی، تو میدان حشر میں یہ چیزیں کیونکر اُن کے کام آسکیں گی؟

[١٤] ۔ اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ لوگ اپنی پسندیدہ چیزوں کی محبت سے مغلوب ہو جاتے ہیں، کسی کو کسی خاتون کا حسن و جمال مغلوب کر دیتا ہے، کوئی بیٹوں کی محبت میں نجانے کہاں کہاں جا کر منتیں اور مرادیں پیش کرتا ہے، کسی کو سونے چاندی اور مال و دولت کے خزانوں کی محبت بے قرار کرتی ہے اور کسی کو قیمتی گھوڑے، مویشی اور فصلیں مرغوب خاطر ہوتی ہیں، اس متاع دنیا کے حصول میں بہت سے لوگ جائز اور ناجائز، حلال اور حرام کی تفریق بھی مٹا دیتے ہیں اور اپنے رب اور اس کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں، یہ مغلوبیت اور غفلت اللہ کو پسند نہیں ہے، لہٰذا اگر انسان ان چیزوں کی محبت سے مغلوب نہ ہو، اپنے رب کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو اور اسے یہ چیزیں بھی نصیب ہو جائیں تو اس میں کوئی برائی اور قباحت نہیں ہے۔

وَاَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ۚ ﴿۱۵﴾

وَاَزۡوَاجٌ	مُّطَهَّرَةٌ	وَّرِضۡوَانٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	بَصِيۡرٌۢ	بِالۡعِبَادِ ﴿۱۵﴾
اور بیویاں	پاکیزہ	اور خوشنودی	سے	اللہ کی	اور اللہ	خوب دیکھنے والا	بندوں کو

رہیں گے، اور پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی رضا مندی ہے، اور اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ﴿۱۵﴾

اَلَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَقِنَا عَذَابَ

اَلَّذِيۡنَ	يَقُوۡلُوۡنَ	رَبَّنَاۤ	اِنَّنَاۤ	اٰمَنَّا	فَاغۡفِرۡ لَنَا	ذُنُوۡبَنَا	وَقِنَا	عَذَابَ
وہ لوگ جو	کہتے ہیں	اے ہمارے پروردگار	بیشک ہم	ایمان لائے	تو تو مغفرت فرمادے ہمارے لئے	ہمارے گناہوں کی	اور بچالے ہمیں	عذاب سے

وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ پروردگار! بیشک ہم ایمان لے آئے، سو تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے

النَّارِ ۚ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيۡنَ وَالصّٰدِقِيۡنَ وَالۡقٰنِتِيۡنَ وَالۡمُنۡفِقِيۡنَ

النَّارِ ﴿۱۶﴾	اَلصّٰبِرِيۡنَ	وَالصّٰدِقِيۡنَ	وَالۡقٰنِتِيۡنَ	وَالۡمُنۡفِقِيۡنَ
آگ کے	صبر کرنے والے	اور سچ بولنے والے	اور فرمانبرداری کرنے والے	اور خرچ کرنے والے

بچا لے۔ ﴿۱۶﴾ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، فرمانبرداری کرنے والے، خرچ کرنے والے

وَالۡمُسۡتَغۡفِرِيۡنَ بِالۡاَسۡحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ

وَالۡمُسۡتَغۡفِرِيۡنَ	بِالۡاَسۡحَارِ ﴿۱۷﴾	شَهِدَ	اللّٰهُ	اَنَّهٗ	لَاۤ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ
اور مغفرت طلب کرنے والے	سحری کے وقت	گواہی دی	اللہ نے	یہ کہ بیشک وہ	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی

اور سحری کے وقت مغفرت طلب کرنے والے۔ ﴿۱۷﴾ اللہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں،

وَالۡمَلٰۤئِكَةُ وَاُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡعَزِيۡزُ

وَالۡمَلٰۤئِكَةُ	وَاُولُوا الۡعِلۡمِ	قَآئِمًۢا	بِالۡقِسۡطِ	لَاۤ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	الۡعَزِيۡزُ
اور فرشتے	اور اہل علم	قائم کرنے والا	انصاف کو	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	غالب

اور فرشتوں اور اہلِ علم نے بھی، کہ وہ انصاف قائم کرنے والا ہے، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ غالب،

الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ ۗ وَمَا اخۡتَلَفَ

النّصف

الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۸﴾	اِنَّ	الدِّيۡنَ	عِنۡدَ	اللّٰهِ	الۡاِسۡلَامُ	وَمَا	اخۡتَلَفَ
حکمت والا	بیشک	دین	نزدیک	اللہ کے	اسلام	اور نہیں	اختلاف کیا

حکمت والا ہے۔ ﴿۱۸﴾ بیشک اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے، اور اہلِ کتاب نے

﴿۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں پہلے ذکر کی جانے والی چیزوں سے زیادہ عمدہ اور بہتر چیزوں کی اطلاع اور خبر دی گئی ہے تاکہ لوگ زیادہ بہتر چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ اوپر جتنی چیزیں مذکور ہوئیں، وہ سب فانی اور ختم ہو جانے والی ہیں، لیکن جن چیزوں کو حق تعالیٰ نے بہترین قرار دیا ہے اور اہل تقویٰ کیلئے انہیں تیار کیا ہے وہ باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہیں، ان میں نمایاں طور پر ان باغات کا ذکر کیا گیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان بیویوں کا جو نہایت پاکیزہ ہوں گی، ان کی پاکیزگی جسمانی بھی ہو گی اور روحانی بھی، ان کی صورت بھی خوب اور سیرت بھی خوب تر ہو گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں حق تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی نصیب ہو جائے گی جو بلاشبہ وہاں کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے، دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہو جائے اور ہمیں اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرما دے۔ ﴿۱۶﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھائی ہے تاکہ وہ اسے اس کے حضور پیش کیا کریں کہ پروردگار! تیری بخشی ہوئی توفیق سے ہم ایمان لے آئے ہیں، اس ایمان کی برکت سے تو ہمارے اگلے پچھلے، چھوٹے اور بڑے، ظاہری اور باطنی تمام گناہوں کو معاف فرما دے، اور تو نے کافروں اور گناہ گاروں کیلئے جو عذابِ جہنم تیار کر رکھا ہے، ہمیں اس سے بچالے، اس دعا میں ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ گناہ اسی کے معاف ہوں گے جو ایمان لائے گا، ورنہ نہیں۔ ﴿۱۷﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص اور چنیدہ بندوں کے چند اوصاف بیان فرمائے ہیں کہ وہ بڑی سے بڑی مصیبت، تکلیف اور بیماری پر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی زبان بھی سچی ہے اور ان کے دل اور ان کے معاملات بھی سچے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو حق تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں، اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور اپنی روح کو جلا بخشنے کیلئے رات کے آخری پہر میں اٹھتے ہیں، اپنے رب سے راز و نیاز کرتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگتے ہیں، کیسے پاکیزہ لوگ ہیں۔ ﴿۱۸﴾ اس آیت مبارکہ کے متعلق ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سوتے وقت اس کی تلاوت کر لے، اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو قیامت کے دن تک کیلئے اس کی بخشش کی دعا کرنے پر مقرر فرما دیتا ہے، یہ آیت دعویٰ توحید کی ایک نہایت اہم دلیل ہے، دعویٰ یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، دلیل یہ ہے کہ خود اللہ اس کی گواہی دیتا ہے کہ وہ واحد و یکتا ہے، یہاں کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ اس طرح تو مدعی اور گواہ ایک ہو گئے، حالانکہ مدعی اور گواہ دو الگ الگ فرد ہوتے ہیں؟ اس کا جواب سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات اور ماورائے کائنات میں سب سے بڑی گواہی اللہ کی ہے، اس سے بڑی گواہی کسی اور کی نہیں ہو سکتی، لہٰذا دعویٰ جتنا بڑا اور اہم ہے، گواہ بھی اتنا ہی بڑا اور اہم ہونا چاہئے، اس لئے خود حق تعالیٰ کی گواہی پیش کی گئی، اس کے بعد دوسری گواہیاں بھی پیش کی گئی ہیں جن میں فرشتوں اور اہلِ علم کی گواہی کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے، ورنہ تو شاعر کا یہ کہنا برمحل ہے۔ وفی کل شیٔ له آیة تدل علی انه واحد اس آیت میں" قائما بالقسط "حق تعالیٰ کی دوسری صفت ہے کہ وہ انصاف قائم کرنے والا ہے، منصف کیلئے ضروری ہے کہ وہ زبردست ہو، زیردست نہ ہو، کیونکہ زیردستوں کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا جاتا اور وہ حکمت والا بھی ہوتا کہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر سکے، اسی وجہ سے آیت مبارکہ کے آخر میں حق تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں بیان کی گئی ہیں۔

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ

الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	اِلَّا	مِنْ	بَعْدِ	مَا	جَآءَهُمُ	الْعِلْمُ	بَغْيًا	بَيْنَهُمْ
وہ لوگ جو	دیئے گئے	کتاب	مگر	سے	پیچھے	وہ جو	ان کے پاس آیا	علم	حسد کی وجہ سے	آپس میں

اختلاف جب ہی کیا کہ اُن کے پاس علم آچکا، جو آپس کے حسد کی وجہ سے تھا،

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَاِنْ

وَمَنْ	يَّكْفُرْ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ ﴿١٩﴾	فَاِنْ
اور جو کوئی	کفر کرے	آیتوں کے ساتھ	اللہ کی	تو بیشک	اللہ	جلد لینے والا	حساب کا	پھر اگر

اور جو شخص اللہ کی آیتوں کا انکار کرے گا تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ ﴿١٩﴾ پھر بھی اگر

حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ

حَآجُّوْكَ	فَقُلْ	اَسْلَمْتُ	وَجْهِيَ	لِلّٰهِ	وَمَنِ	اتَّبَعَنِ ؕ	وَقُلْ
وہ تجھ سے جھگڑا کریں	تو تو کہہ	میں نے حوالے کردیا	اپنا چہرہ	اللہ کیلئے	اور وہ جس نے	میری پیروی کی	اور تو کہہ

یہ لوگ آپ سے حجت بازی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں اور میری پیروی کرنے والے اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بنا چکے ہیں، اور آپ اہلِ کتاب

لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ

لِلَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	وَ	الْاُمِّيّٖنَ	ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ	فَاِنْ	اَسْلَمُوْا	فَقَدِ
ان لوگوں سے جو	دیئے گئے	کتاب	اور	ان پڑھ لوگ	کیا تم فرمانبردار ہوتے ہو؟	سو اگر	وہ فرمانبردار ہو جائیں	تو یقیناً

اور اَن پڑھ لوگوں سے فرما دیجئے کہ کیا تم بھی فرمانبردار ہوتے ہو؟ سو اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں تو یقیناً

ع ٢ ١١ ١٠

اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ ع

اهْتَدَوْا ۚ	وَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا	عَلَيْكَ	الْبَلٰغُ ؕ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌۢ	بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾
وہ ہدایت حاصل کر چکے	اور اگر	انہوں نے منہ موڑلیا	تو صرف	تجھ پر	پہنچانا	اور اللہ	خوب دیکھنے والا	بندوں کو

اُنہوں نے ہدایت پالی اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے، اور اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ﴿٢٠﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَيَقْتُلُوْنَ	النَّبِيّٖنَ	بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ
بیشک	وہ لوگ جو	کفر کرتے ہیں	ساتھ آیتوں کے	اللہ کی	اور قتل کرتے ہیں	نبیوں کو	ناحق

جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے ہیں

﴿١٩﴾ اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک زندگی گزارنے کا واحد دستور ''اسلام'' ہے اور اسلام کا معنی اپنے آپ کو کسی کے حوالے کر دینا اور سر تسلیم خم کر دینا ہے اور دیکھا جائے تو قرآن وسنت کی تمام تعلیمات کا خلاصہ اسی ایک لفظ میں آجاتا ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے، وہ جو حکم بھی دے، اس پر فوری عمل کرے اور اسمیں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو انہی کاموں کا حکم دے گا، جو ان کیلئے دنیا یا آخرت میں نفع بخش ہوں گے اور انہی کاموں سے روکے گا جو اُن کیلئے دنیا یا آخرت میں نقصان دہ ہوں گے، لیکن سابقہ آسمانی کتابیں جن لوگوں کو دی گئی تھیں، انہوں نے باہمی ضد، عداوت اور حسد کی بنیاد پر ان پاکیزہ احکامات میں اختلافات پیدا کر دیئے، یہ اختلافات بڑھتے بڑھتے مخالفت بن گئے اور اس مخالفت کے نتیجے میں ان کے درمیان خونریز جنگیں بھی ہوئیں، حالانکہ اگر وہ چاہتے تو ان خونریزیوں سے بچ سکتے تھے، اس کا آسان حل یہ تھا کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے، گویا اس امت کو سنایا جا رہا ہے کہ کہیں تم بھی اہلِ کتاب کے راستے پر نہ چل پڑنا۔ ﴿٢٠﴾ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اگر اہل کتاب آپ سے حجت بازی کریں اور کہیں کہ ہم تو پہلے سے ہی مسلمان ہیں، یعنی ہمیں اسلام کی دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ نجران سے آنے والے وفد نے نبی علیہ السلام کی دعوتِ اسلام کے جواب میں کہا تھا تو آپ انہیں جواب دیدیجئے کہ جس اسلام کا تم دعویٰ کر رہے ہو، وہ فرضی اسلام ہے اور ہم تمہیں حقیقی اسلام کی دعوت دے رہے ہیں جس کا ایک نمونہ پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ تسلیم و سپردگی ہے، اگر تم لوگ بھی اس جذبہ تسلیم و سپردگی کا اظہار کر سکو تو ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے ورنہ پیغمبر اسلام کے ذمے تو اپنا پیغام پہنچا دینا ہے، ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے، اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی زبردست تعریف ہوگئی کہ حق تعالیٰ نے ان کے جذبہ تسلیم و سپردگی کی تحسین کرتے ہوئے بعد میں آنے والوں کیلئے اسی کو معیار قرار دیا ہے۔ فرضي الله عنهم أجمعين.

وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ

وَ	يَقْتُلُوْنَ	الَّذِيْنَ	يَاْمُرُوْنَ	بِالْقِسْطِ	مِنَ	النَّاسِ ۙ	فَبَشِّرْهُمْ
اور	قتل کرتے ہیں	ان لوگوں کو جو	حکم دیتے ہیں	انصاف کا	سے	لوگوں کے	تو تُو انہیں خوشخبری دیدے

اور لوگوں میں سے جو انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں، اُنہیں قتل کرتے ہیں تو آپ اُنہیں دردناک عذاب کی

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

بِعَذَابٍ	اَلِيْمٍ ﴿٢١﴾	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ	فِي	الدُّنْيَا
عذاب کی	دردناک	وہی لوگ	وہ جو	ضائع ہوگئے	اُن کے اعمال	بیچ	دنیا کے

خوشخبری سنا دیجئے۔ ٢١ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں

وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا

وَالْاٰخِرَةِ ۫	وَمَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٢﴾	اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	اُوْتُوْا
اور آخرت کے	اور نہیں	ان کیلئے	سے	مدد کرنے والوں کے	کیا تُو نے نہیں دیکھا	طرف	وہ لوگ جو	دیے گئے

ضائع ہو گئے اور اُن کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ ٢٢ کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں

نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

نَصِيْبًا	مِّنَ	الْكِتٰبِ	يُدْعَوْنَ	اِلٰى	كِتٰبِ	اللّٰهِ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَهُمْ	ثُمَّ
ایک حصہ	سے	کتاب کے	بلائے جاتے ہیں	طرف	کتاب کے	اللہ کی	تا کہ وہ فیصلہ کرے	ان کے درمیان	پھر

کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، اُنہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے، تا کہ وہ اُن کے درمیان فیصلہ کرے، پھر

يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ

يَتَوَلّٰى	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	وَهُمْ	مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْا	لَنْ
منہ پھیر لیتا ہے	ایک گروہ	ان میں سے	اور وہ	منہ موڑنے والے	وہ	اس وجہ سے کہ وہ	کہنے لگے	ہرگز نہ

اُن میں سے ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے اِس حال میں کہ وہ اعراض کرتے ہیں۔ ٢٣ یہ اِس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں

تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا

تَمَسَّنَا	النَّارُ	اِلَّآ	اَيَّامًا	مَّعْدُوْدٰتٍ ۠	وَغَرَّهُمْ	فِيْ	دِيْنِهِمْ	مَّا
چھوئے گی ہمیں	آگ	مگر	کئی دن	گنے چنے	اور انہیں دھوکے میں ڈال دیا	بیچ	ان کے دین کے	وہ جو

جہنم کی آگ صرف گنتی کے چند دن ہی چھو سکے گی، اور اُنہیں اُن کے دین کے حوالے سے اُس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے

٢١ اس آیت مبارکہ میں وفد نجران کو سناتے ہوئے اُن لوگوں کیلئے دردناک عذاب کی بشارت اور پیشین گوئی کی گئی ہے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے رہے، ایک ایک دن میں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید کرتے رہے، ان کے پاس انہیں شہید کرنے کا کوئی جواز بھی نہ تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید کرنے کا جواز تلاش کرنا اور اسے پیش کرنا ممکن ہی نہیں ہے، اس لئے کہ کسی بھی شخص کو قتل کرنے کا جواز یہ ہے کہ وہ قاتل ہو، یا شادی شدہ ہو کر بھی منہ کالا کرے، یا مرتد ہو جائے اور انبیاء کرام علیہم السلام ان تینوں گناہوں سے بھی اور ہر گناہ سے بھی معصوم ہوتے ہیں، اس کے علاوہ ان کے ہاتھ ان لوگوں کے خون سے بھی رنگین ہیں جو لوگوں کو انصاف اور عدل کی تلقین و تاکید کرتے ہیں، یعنی خود تو انصاف سے کام لیتے نہیں، اور جو لوگ اس کام کا بیڑا اٹھاتے ہیں، وہ ان سے دشمنی کر کے انہیں اپنے راستے سے ہٹا دیتے ہیں، اگر وہ سزا کے مستحق نہیں ہیں تو کیا انعام کے مستحق ہیں؟

٢٢ اس آیت مبارکہ میں انبیاء و مصلحین کو شہید کرنے والوں اور اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے والوں کی یہ سزا بیان کی گئی ہے کہ ان کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے، اگر دنیا میں انہوں نے نیکی کے کچھ کام کیے ہوں گے، وہ سب اکارت ہو جائیں گے، آخرت میں وہ ان کے کسی کام نہ آسکیں گے، اس سے ان کے جرم کی سنگینی کی طرف اشارہ ہو گیا اور یہ بھی کہ وہاں ان کی مدد کرنے والا بھی کوئی نہ ہو گا جو انہیں جہنم سے بچالے، یا جنت میں داخل کرا دے، یا اللہ سے سفارش کر دے یا کسی طرح بھی ان کے کام آسکے۔

٢٣ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے طرز عمل کو غور و فکر کا متقاضی قرار دیا گیا ہے کہ ایک طرف تو انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کر دی جس کی وجہ سے اب اُن کے پاس ان کی کتابوں کا کچھ ہی حصہ اصلی حالت میں بچا ہے، غالباً اسی وجہ سے ''نَصِيْبًا'' کا لفظ تنوین تنکیر کے ساتھ لایا گیا ہے، دوسری طرف جب انہیں کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو اُن میں سے بہت سے لوگ پشت پھیر کر چلے جاتے ہیں، گویا وہ کتاب اللہ کی روشنی میں باہمی جھگڑوں کا حل تلاش کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، یہاں ''کتاب اللہ'' سے مراد قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے جو اُن کی کتابوں کا تصدیق کرتا ہے اور تورات و انجیل کو بھی مراد لیا جا سکتا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ وہ تو اپنی ہی آسمانی کتابوں پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں اور جب انہیں اس کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ پشت پھیر کر چلے جاتے ہیں۔

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ

كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ﴿٢٤﴾	فَكَيْفَ	اِذَا	جَمَعْنٰهُمْ	لِيَوْمٍ	لَّا	رَيْبَ	فِيْهِ
تھے	وہ گھڑتے	تو کیسا ہوگا	جب	ہم انہیں اکٹھا کریں گے	ایک دن کیلئے	نہیں	کوئی شک	اس میں

جو وہ گھڑا کرتے ہیں۔ [۲۴] تو اُس وقت کیا ہو گا جب ہم اُنہیں ایک ایسے دن جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں

وَّ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ

وَوُفِّيَتْ	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ﴿٢٥﴾	قُلِ	اللّٰهُمَّ
اور پورا پورا دیا جائیگا	ہر	نفس کو	وہ جو	اس نے کمایا	اور وہ	نہ	ظلم کئے جائیں گے	تو کہہ	اے اللہ!

اور ہر نفس کو اُس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ [۲۵] اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے اے اللہ!

مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز

مٰلِكَ	الْمُلْكِ	تُؤْتِي	الْمُلْكَ	مَنْ	تَشَآءُ	وَتَنْزِعُ	الْمُلْكَ	مِمَّنْ	تَشَآءُ
اے مالک	حکومت کے	تو دیتا ہے	حکومت	جسے	تو چاہتا ہے	اور چھین لیتا ہے	حکومت	جس سے	تو چاہتا ہے

اے حکومت کے مالک! تُو جسے چاہے حکومت دے دیتا ہے اور جس سے چاہے حکومت چھین لیتا ہے،

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى

وَتُعِزُّ	مَنْ	تَشَآءُ	وَتُذِلُّ	مَنْ	تَشَآءُ	بِيَدِكَ	الْخَيْرُ	اِنَّكَ	عَلٰى
اور تو عزت دیتا ہے	جسے	تو چاہتا ہے	اور تو ذلت دیتا ہے	جسے	تو چاہتا ہے	تیرے ہی ہاتھ میں	ہر خیر	بیشک تو	پر

تُو جسے چاہے عزت دے دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی ہر طرح کی خیر ہے، بیشک تو

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز

كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ﴿٢٦﴾	تُوْلِجُ	الَّيْلَ	فِي	النَّهَارِ	وَتُوْلِجُ	النَّهَارَ	فِي	الَّيْلِ
ہر	چیز کے	قدرت والا	تو داخل کرتا ہے	رات کو	بیچ	دن کے	اور تو داخل کرتا ہے	دن کو	بیچ	رات کے

ہر چیز پر قادر ہے۔ [۲۶] تُو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے،

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ

وَتُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَتُخْرِجُ	الْمَيِّتَ	مِنَ	الْحَيِّ	وَتَرْزُقُ
اور تو نکالتا ہے	زندہ کو	سے	مردہ کے	اور تو نکالتا ہے	مردہ کو	سے	زندہ کے	اور تو رزق دیتا ہے

تُو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تُو جسے

[۲۴] اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے اعراض کی اصل وجہ اور حقیقت بیان کی گئی ہے کہ دراصل ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی ہے یا بٹھا دی گئی ہے کہ اوّل تو ہم کبھی جہنم میں جانے والے نہیں اور اگر قسم پوری کرنے کیلئے ہمیں جہنم میں بھیجنا ہی ضروری ٹھہرا، تب بھی چالیس دن سے زیادہ ہم جہنم میں نہ رہیں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آخرت کی سزا سے بے خوف ہیں اور اصول یہ ہے کہ جو شخص سزا سے بے خوف ہو، خواہ اس کی وجہ کچھ بھی ہو، وہ سرکشی اور گناہوں پر حد سے زیادہ جری ہو جاتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اسے کوئی سزا نہیں دے سکتا، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے دین میں جو باتیں گھڑ گھڑ کر شامل کر لی ہیں، ان کی وجہ سے بھی وہ اس دھوکے کا شکار ہیں جیسا کہ عیسائیوں نے اپنے دین میں کفارے کا عقیدہ شامل کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ساری انسانیت کی طرف سے اپنے آپ کو سولی پر چڑھا دیا تا کہ ساری دنیا کے سارے انسان عیسائیت اختیار کر لیں اور تا کہ وہ سزا سے بے خوف ہو جائیں۔

[۲۵] اس آیت مبارکہ میں قیامت کا ایک منظر بیان کیا گیا ہے کہ اہل کتاب پر اُس دن یہ حقیقت کھل جائے گی کہ وہ دھوکے اور خوش فہمی میں مبتلا رہے، اس دن کا برپا ہونا برحق ہے، اُس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا، کسی پر رتی برابر بھی ظلم نہیں ہوگا، اس وقت عقیدہ کفارہ کا پول بھی کھل جائیگا اور چالیس دن کی سزا کی حقیقت بھی سامنے آجائے گی۔

[۲۶] اس آیت مبارکہ کے ساتھ اگلی آیت کو فرض نمازوں کے بعد پڑھنے کا اہتمام کرنے والے کے رزق میں غیب سے کشادگی اور برکت ڈال دی جاتی ہے، یہاں مناجات کی شکل میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ اللہ ہی حکومت و سلطنت کا مالک ہے، وہی حکومت دیتا ہے اور وہی واپس چھین لیتا ہے، امریکہ نہیں، وہی عزت دیتا ہے اور وہی ذلیل کرتا ہے، آئے روز اس کا نظارہ ہوتا رہتا ہے، جو لوگ کل حکمران تھے، آج وہ قید و بند کی صعوبتیں اور جلاوطنی کا درد سہہ رہے ہیں، جو لوگ کل قیدی تھے، آج وہ صاحب اقتدار و سلطنت ہیں، کل کے معززین آج کے ذلیل اور آج کے ذلیل کل کے معززین ہیں، یہ انسان ہی ہے جو اپنی کم فہمی کی وجہ سے اپنی سلطنت واقتدار اور عزت کو دائمی سمجھ کر دھوکے کا شکار ہو جاتا ہے، وہ اس رب کو بھول جاتا ہے جس کے دست قدرت میں ہر طرح کی خیر اور شر موجود ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝٢٧ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ

مَنْ	تَشَآءُ	بِغَيْرِ حِسَابٍ۝	لَا	يَتَّخِذِ	الْمُؤْمِنُوْنَ	الْكٰفِرِيْنَ
جسے	تو چاہتا ہے	بے حساب	نہ	پکڑیں	ایمان والے	کافروں کو

چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ ۲۷ مسلمان، مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ

اَوْلِيَآءَ	مِنْ	دُوْنِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ	وَمَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	فَلَيْسَ	مِنَ
بہت سے دوست	سے	علاوہ	ایمان والوں کے	اور جو کوئی	کرے گا	ایسا	تو نہیں	سے

اپنا دوست نہ بنائیں، اور جو شخص ایسا کرے گا تو اُس کا اللہ سے

اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ

اللّٰهِ	فِيْ	شَيْءٍ	اِلَّآ	اَنْ	تَتَّقُوْا	مِنْهُمْ	تُقٰىةً ۭ	وَيُحَذِّرُكُمُ	اللّٰهُ
اللہ کے	بیچ	کسی چیز کے	مگر	یہ کہ	تم بچاؤ کرو	اُن سے	بچاؤ کرنا	اور تمہیں ڈراتا ہے	اللہ

کوئی تعلق نہیں ہے، سوائے اِس کے کہ تم اُن سے اپنا بچاؤ کرنا چاہو، اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے

نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝٢٨ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ

نَفْسَهٗ ۭ	وَاِلَى	اللّٰهِ	الْمَصِيْرُ۝	قُلْ	اِنْ	تُخْفُوْا	مَا	فِيْ	صُدُوْرِكُمْ
اپنی ذات سے	اور طرف	اللہ کے	لوٹ کر جانا	تُو کہہ	اگر	تم چھپاؤ	وہ جو	بیچ	تمہارے سینوں کے

ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ۲۸ اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اگر تم اُسے چھپاؤ

اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

اَوْ	تُبْدُوْهُ	يَعْلَمْهُ	اللّٰهُ ۭ	وَيَعْلَمُ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي	الْاَرْضِ ۭ
یا	تم اسے ظاہر کرو	جان لے گا اسے	اللہ	اور وہ جانتا ہے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور جو	بیچ	زمین کے

یا ظاہر کرو، اللہ اُسے جانتا ہے اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے،

وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٢٩ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

وَاللّٰهُ	عَلٰي	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ۝	يَوْمَ	تَجِدُ	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّا	عَمِلَتْ
اور اللہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا	جس دن	پائے گا	ہر	نفس	وہ جو	اس نے کیا

وہ اُسے بھی جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۲۹ جس دن ہر نفس اُس چیز کو بھی موجود پائے گا جو

۲۷ اس آیت مبارکہ میں دن اور رات کو چھوٹا بڑا کرنے کیلئے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ اے اللہ! تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے جس کی وجہ سے رات چھوٹی اور دن بڑا ہو جاتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے جس کی وجہ سے دن چھوٹا اور رات بڑی ہو جاتی ہے، اسی طرح آیت مبارکہ میں زندہ اور مردہ کو ایک دوسرے سے نکالنے پر اللہ کی قدرت بیان کی گئی ہے، یہاں اس سوال کا جواب بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ زندہ اور مردہ سے کیا مراد ہے؟ سو اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں اور سب ہی موقع کی مناسبت سے صحیح ہیں، چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ زندہ سے مراد مسلمان اور مردہ سے مراد کافر ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کی قدرت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ مسلمان کے یہاں کافر کو اور کافر کے یہاں مسلمان کو پیدا کر دیتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ زندہ سے مراد عالم اور مردہ سے مراد جاہل ہے، یعنی اللہ کو اس بات پر قدرت ہے کہ علماء کے یہاں جہلاء کو اور جہلاء کے یہاں علماء کو پیدا کر دے، ایک قول یہ ہے کہ زندہ سے مراد جاندار اور مردہ سے مراد بے جان ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ جاندار سے بے جان کو پیدا کر دے اور بے جان سے جاندار کو نکال دے، آیت کے مفہوم میں ان سب کی گنجائش ہے، آخر میں فرمایا کہ اللہ جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق عطا فرماتا ہے کیونکہ ہر چیز کے خزانے اسی کی ملکیت میں ہیں۔ ۲۸ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنائیں، اس سلسلے کی مختصر وضاحت اس طرح ہے کہ اگر کسی غیر مسلم کو مالی مدد اور تعاون کی ضرورت ہو یا جسمانی تعاون کی ضرورت ہو، مثلاً وہ بیمار ہو، اس کے پاس علاج معالجے کی رقم نہ ہو، یا کوئی تیمارداری کرنے والا نہ ہو تو ایک مسلمان کیلئے جائز ہے کہ اس کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری سے پیش آئے اور اس کے ساتھ تعاون کرے، اسے ''مواساۃ'' کہتے ہیں، اگر کوئی غیر مسلم بطور مہمان آ جائے اور آداب میزبانی کے تحت اس کی مناسب آؤ بھگت کرنا پڑے تو ایک مسلمان کیلئے ایسا کرنا بھی جائز ہے، اسے ''مدارات'' کہتے ہیں، اگر کسی غیر مسلم کے ساتھ کاروبار کرنا پڑ جائے اور لین دین کے معاملات طے کرنا پڑ جائیں تو شریعت میں مسلمان کو اس کی بھی اجازت دی گئی ہے، اسے ''معاملات'' سے تعبیر کریجیے، لیکن یہاں ایک چوتھی چیز ہے جسے ''موالات'' کہا جاتا ہے، ایک مسلمان کیلئے کسی غیر مسلم کے ساتھ ''موالات'' کا تعلق رکھنا جائز نہیں ہے، اس کا لفظی معنیٰ قلبی محبت اور دوستی ہے، مثال سے اس کی وضاحت اس طرح ہو سکتی ہے کہ مسلمان اپنے ملکی اور قومی وفوجی راز کسی غیر مسلم کو دینا چاہے، ان کے مذہبی تہواروں اور مقدس تقریبات میں شرکت کرنے لگے، ان کے ساتھ دینی ومذہبی اخوت قائم کرنے لگے، جنگ کی صورت میں ان کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف گوارا اٹھالے، ان کے دین کو اسلام کے مقابلے میں بہتر گرداننے لگے تو ان تمام صورتوں پر ''موالات'' کا اطلاق ہوگا اور ایک مسلمان کیلئے ان میں سے کسی چیز کی بھی اجازت نہ ہوگی، البتہ صرف ایک صورت مستثنیٰ ہے، حقیقت میں وہ موالات تو نہیں ہے لیکن اس کی شکل ضرور ہے اور وہ یہ کہ کسی بڑی مصلحت کی وجہ سے ان کے مذہبی تہواروں میں شرکت کر لے، اس صورت میں یاد رکھے کہ سب کو اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے، وہاں سب کی حقیقت کھل جائے گی۔ ۲۹ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل ومحیط کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ ان تمام باتوں کو جانتا ہے جو تم اپنے قول اور عمل کے ذریعے ظاہر کرتے ہو اور اُن تمام باتوں کو بھی جو تمہارے دل دماغ میں پنپ رہی ہوں اور تم انہیں اپنی زبان پر نہ لاتے ہو، وہ تو زمین وآسمان کی ہر چیز اور حالت سے باخبر ہے اور اُسے ہر چیز پر قدرت ورسائی اور دسترس حاصل ہے، کیا تمہارے اقوال واعمال اور تمہاری حرکات وسکنات اور کفار ومشرکین کے ساتھ تمہارے خفیہ مراسم وتعلقات اُس سے مخفی ہیں؟ کیا وہ تمہاری گرفت کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ یاد رکھو! کہ تم اللہ کے علم اور اُس کی قدرت سے باہر نہیں ہو، اس لیے اپنے رب کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔

مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۛ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا

مِنْ	خَيْرٍ	مُّحْضَرًا ۚۛ	وَّ	مَا	عَمِلَتْ	مِنْ	سُوْٓءٍ ۚۛ	تَوَدُّ	لَوْ	اَنَّ	بَيْنَهَا
سے	کوئی نیکی	حاضر کی گئی	اور	وہ جو	اس نے کی	سے	کوئی برائی	وہ چاہے گا	کاش	یہ کہ بیشک	اس کے درمیان

اُس نے نیکی کے کام کیے ہوں گے اور جو اُس نے برائی کے کام کیے ہوں گے، اُس کی خواہش یہ ہوگی کہ اُن کے اور اُس کے درمیان

وَ بَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ

وَبَيْنَهٗٓ	اَمَدًۢا	بَعِيْدًا ؕ	وَيُحَذِّرُكُمُ	اللّٰهُ	نَفْسَهٗ ؕ	وَاللّٰهُ	رَءُوْفٌۢ
اور اس کے درمیان	فاصلہ	دور کا	اور تمہیں ڈراتا ہے	اللہ	اپنی ذات سے	اور اللہ	شفیق

دور کی مسافت حائل ہو جائے، اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے، اور اللہ اپنے بندوں پر

بِالْعِبَادِ ۝30 ع قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

بِالْعِبَادِ۝	قُلْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تُحِبُّوْنَ	اللّٰهَ	فَاتَّبِعُوْنِيْ	يُحْبِبْكُمُ	اللّٰهُ
بندوں پر	تُو کہہ	اگر	تم ہو	محبت کرتے	اللہ سے	تو میری اتباع کرو	محبت کرے گا تم سے	اللہ

بہت شفیق ہے۔ [30] اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، تا کہ اللہ تم سے محبت کرے

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝31 قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ	ذُنُوْبَكُمْ ؕ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ۝	قُلْ	اَطِيْعُوا	اللّٰهَ
اور معاف کر دے گا تمہارے لئے	تمہارے گناہ	اور اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	آپ فرما دیجئے	اطاعت کرو تم	اللہ کی

اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ [31] اے نبی (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ تم اللہ اور اُس کے رسول کی

وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝32 اِنَّ اللّٰهَ

وَالرَّسُوْلَ ۚ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُحِبُّ	الْكٰفِرِيْنَ۝	اِنَّ	اللّٰهَ
اور پیغمبر ﷺ کی	سو اگر	وہ منہ موڑ لیں	تو بیشک	اللہ	نہیں	پسند کرتا	کافروں کو	بیشک	اللہ

اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو بیشک اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ [32] بیشک اللہ

اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى

اصْطَفٰٓى	اٰدَمَ	وَنُوْحًا	وَّ	اٰلَ	اِبْرٰهِيْمَ	وَاٰلَ	عِمْرٰنَ	عَلَى
چن لیا اس نے	آدم کو	اور نوح کو	اور	گھرانے کو	ابراہیم کے	اور گھرانے کو	عمران کے	پر

نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہان والوں میں

معانقہ

ع ۳ / ۱۰ / ۱۱

[30] اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ایک دن آئے گا جس میں انسان کی نیکی اور بدی اُس کے سامنے آجائے گی، اُس کی کوئی نیکی یا گناہ پوشیدہ نہیں رہے گا، اللہ اپنے مہربانی سے تمہیں پیشگی آگاہ کر رہا ہے کہ کہیں یہ نہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اُس دن کی آمد کی کسی نے خبر بھی نہ دی تھی، یاد رکھو! کہ اگر کسی شخص نے اپنے آگے گناہ بھیجے ہوں گے اور اُس کا نامۂ اعمال گناہوں سے داغ دار ہوگا تو وہ اس بات کی تمنا اور آرزو کرے گا کہ کاش! اُس کے اعمال اور اُس کی اپنی ذات کے درمیان بڑی دوری اور فاصلہ حائل ہو جاتا، تا کہ وہ انہیں کبھی دیکھ بھی نہ پاتا، لیکن اُس کی یہ تمنا کسی صورت پوری نہ کی جائے گی اور ہر شخص کے ساتھ اُس کے نامۂ اعمال کے مطابق معاملہ کیا جائے گا۔ [31] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا ایک طریقہ بیان کیا گیا ہے یعنی پیغمبر ﷺ کی اتباع، انسان جوں جوں اتباع پیمبر میں آگے بڑھتا جائے گا اُس تناسب سے اُسے حق تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی جائے گی اور یہ محبت دو طرفہ ہوگی یعنی پہلے انسان اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتا تھا، اب اللہ تعالیٰ بھی اُس سے محبت فرماتا ہے، اس طرح اُن میں سے ہر ایک حبیب اور محبوب دونوں ہیں، اتباع پیغمبر کی برکت سے دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی اتباع نصیب فرما دے جس کے نتیجے میں اللہ کی محبت اور گناہوں کی مغفرت نصیب ہو جائے۔ [32] اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ دونوں کی اطاعت کا حکم ایک ہی جملہ میں دیا گیا ہے، وجہ اُس کی یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے، دراصل اس طرح حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ پر اپنے کامل اعتماد کا اظہار فرمایا ہے کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ پیغمبر ﷺ کوئی ایسی بات نہیں فرمائیں گے جو حق تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے خلاف ہو، اسی لیے فرما دیا کہ تم پر میری اطاعت کے ساتھ ساتھ پیغمبر ﷺ کی اطاعت بھی لازم اور ضروری ہے۔

الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۳ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۴ۚ اِذْ

الْعٰلَمِيْنَ ۝	ذُرِّيَّةً	بَعْضُهَا	مِنْ	بَعْضٍ	وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ۝	اِذْ
جہان والوں کے	اولاد	ان میں سے بعض	سے	بعض کے	اور اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا	جب

منتخب فرمایا ہے۔ ۳۳ یہ ایک دوسرے کی اولاد تھے، اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۳۴ اُس وقت کو یاد کیجیے جب

قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ

قَالَتِ	امْرَاَتُ	عِمْرٰنَ	رَبِّ	اِنِّيْ	نَذَرْتُ	لَكَ	مَا	فِيْ	بَطْنِيْ
کہا	بیوی نے	عمران کی	اے میرے پروردگار!	بیشک میں	منت مانی	تیری خاطر	وہ جو	بیچ	میرے پیٹ کے

عمران کی بیوی نے کہا کہ پروردگار! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، میں تیری رضا کیلئے اُسے آزاد کرنے کی

مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۳۵ فَلَمَّا

مُحَرَّرًا	فَتَقَبَّلْ	مِنِّيْ	اِنَّكَ	اَنْتَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ۝	فَلَمَّا
آزاد کیا گیا	تو تو قبول فرما	میری طرف سے	بیشک تو	تو ہی	خوب سننے والا	جاننے والا	پھر جب

منت مان رہی ہوں سو تو اُسے میری طرف سے قبول فرما، بیشک تو خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۳۵ پھر جب

وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

وَضَعَتْهَا	قَالَتْ	رَبِّ	اِنِّيْ	وَضَعْتُهَآ	اُنْثٰى	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا
اس نے اسے جنم دیا	کہنے لگی	اے میرے پروردگار!	بیشک میں نے	اسے جنم دیا ہے	لڑکی	اور اللہ	خوب جانتا ہے	اسے جو

اُس نے اُسے جنم دیا تو کہنے لگی کہ پروردگار! میں نے تو یہ لڑکی جنم دے دی، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اُس نے کے

وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ

وَضَعَتْ	وَلَيْسَ	الذَّكَرُ	كَالْاُنْثٰى	وَاِنِّيْ	سَمَّيْتُهَا	مَرْيَمَ	وَاِنِّيْٓ
اس نے جنم دیا	اور نہیں	لڑکا	جیسی وہ لڑکی	اور بیشک میں نے	اس کا نام رکھا ہے	مریم	اور بیشک میں

جنم دیا؟ اور ایسا لڑکا نہ ہوگا جیسی وہ لڑکی تھی، اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں

اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝۳۶ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا

اُعِيْذُهَا بِكَ	وَذُرِّيَّتَهَا	مِنَ	الشَّيْطٰنِ	الرَّجِيْمِ ۝	فَتَقَبَّلَهَا	رَبُّهَا
اسے پناہ میں دیتی ہوں تیری	اور اس کی اولاد کو	سے	شیطان	مردود کے	تو اسے قبول کرلیا	اس کے رب نے

اِسے اور اس کی اولاد کو شیطانِ مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ ۳۶ سو اُسے اُس کے رب نے عمدہ قبولیت کے ساتھ

۳۳ اس آیت مبارکہ میں چند افراد اور خانوادوں کے انتخاب کا ذکر ہے، چونکہ یہ انتخاب حق تعالیٰ کا ہے اس لیے نہایت شاندار وجاندار ہے، افراد میں سے حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے جس کی وجہ واضح ہے کہ ان میں سے اوّل الذکر نوع انسانی کے سب سے پہلے فرد ہیں، اسی لیے انہیں ابوالبشر کہا جاتا ہے اور مؤخر الذکر ایک عالم گیر طوفان کے بعد نسل انسانی کی بقاء اور اُس کی افزائش کا سبب ہیں، اسی بنا پر انہیں ''ابوالبشر ثانی'' کہا جاتا ہے اس لیے تمام مخلوقات میں ان کا امتیاز نمایاں ہے، جہاں تک تعلق ہے خانوادوں کا تو ان میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور عمران کے خانوادوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے، اوّل الذکر خانوادہ اس اعتبار سے نہایت خوش نصیب ہے کہ سب سے زیادہ انبیاء ورسل اسی خانوادے میں بھیجے گئے، اور مؤخر الذکر اس اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر شخصیت کا نام آتا ہے اگلی آیات میں اسی خانوادے کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔ ۳۴ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ منتخب افراد اور خانوادوں کو ایک دوسرے کی ذریت اور نسل قرار دیا گیا ہے، تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی قرآن کریم کے اس بیان کی تصدیق کرسکتا ہے اس عاجز کے نزدیک انسانیت کا یہ سلسلۃ الذہب ہے جس کی ایک کڑی دوسری کڑی سے جڑی ہوئی ہے، اور ''الولد سر لابیہ'' کا مصداق ہے ان حضرات نے اپنے اپنے وقت میں انسانیت کی وہ خدمت کی ہے جس سے ہمیشہ ثابت ہوا کہ وہ یقیناً خدائی انتخاب ہیں، ان حضرات پر اللہ کی کروڑہا رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ ۳۵ اس آیت مبارکہ میں عمران کی اہلیہ کی ایک دعا اور منت کا ذکر کیا گیا ہے، عمران کی اہلیہ کا نام حنہ تھا، یہ دونوں میاں بیوی بنی اسرائیل میں اپنی عبادت گزاری اور تقویٰ کے لیے معروف تھے، تاہم صاحبِ اولاد نہ تھے، جس کے لیے وہ شب و روز دعاؤں اور عبادتوں میں مشغول رہا کرتے تھے، بالآخر حق تعالیٰ نے اُن کی دعائیں قبول فرمالیں اور حنہ اُمید سے ہوگئیں، لیکن اسی دوران عمران کا انتقال ہوگیا، ادھر حنہ کو جب ولادت کی اُمید ہوگئی تو انہوں نے منت مان لی کہ وہ اپنے پیٹ کے بچے کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کر دیں گی، بظاہر انہیں توقع ہوگی کہ اُن کے یہاں لڑکا ہوگا، کیونکہ عبادت گاہوں کی خدمت کے لیے لڑکیوں کو وقف کرنے کا رواج اُس زمانے میں بھی نہ تھا۔ ۳۶ اس آیت مبارکہ میں حنہ کے یہاں ولادت کے بعد کی صورتحال بیان کی گئی ہے کہ حنہ کے یہاں ان کی توقع کے برخلاف لڑکی پیدا ہوگئی، انہیں نہایت حسرت ہوئی اور سوچنے لگیں کہ اب وہ اپنی منت کیونکر پوری کرسکیں گی اس لیے حسرت کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار! میرے یہاں تو بچی نے جنم لیا ہے یہ بیت المقدس میں کیسے رہے گی اور اُس کی خدمت کیسے کرے گی؟ خیر! اس میں بھی تیری کوئی حکمت ہوگی جو اس وقت میں سمجھنے سے قاصر ہوں میں اس بچی کا نام مریم تجویز کرتی ہوں، سریانی زبان میں اس کا معنیٰ ''خادم'' ہے، میں اس بچی اور اس کی نسل کو تیری پناہ میں دیتی ہوں کہ تو شیطان مردود کے شر سے ان کی حفاظت فرماتے رہنا، تاکہ یہ اور اس کی نسل شیطانی چالوں اور حربوں سے محفوظ رہیں، حق تعالیٰ نے حنہ کے دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے ان کلمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غیبی حفاظت کا بہترین انتظام فرمادیا۔ درمیان میں حنہ کی حسرت وافسوس پر کلام کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ کو خوب معلوم تھا کہ حنہ کے یہاں جنم لینے والا لڑکا ہے یا لڑکی، لیکن حنہ کو معلوم نہ تھا کہ ان کے یہاں کیسی مبارک لڑکی نے جنم لیا ہے، اس ناکارہ مترجم نے ''ولیس الذکر کالأنثی'' کی ترجمانی میں اس کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ ''ایسا لڑکا نہ ہوگا جیسی وہ لڑکی تھی'' یوں بھی دیکھا جائے تو عام حالات میں بھی لڑکی انسان کیلئے زیادہ راحت کا سبب بنتی ہے، چنانچہ وہ اس کی خدمت کرتی ہے، اس کیلئے کھانا تیار کرتی ہے، اس کے کپڑے دھوتی اور استری کرتی ہے، اسے گرم اور سرد سے بچانے کی کوشش کرتی ہے تھوڑے پر راضی ہوجاتی ہے اور اپنے حقوق سے بھی دستبردار ہوجاتی ہے جبکہ لڑکوں کا حال سب کو معلوم ہے کہ والدین اپنا کلیجہ نکال کر بھی اس کے آگے رکھ دیں تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ نے ہمارے لیے کیا کیا ہے؟

بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ

بِقَبُوۡلٍ	حَسَنٍ	وَّاَنۡۢبَتَهَا	نَبَاتًا	حَسَنًا ۙ	وَّ	كَفَّلَهَا	زَكَرِيَّا ۚ	كُلَّمَا	دَخَلَ
ساتھ قبولیت کے	اچھی	اور اسے پروان چڑھایا	پروان چڑھانا	اچھا	اور	اسے کفالت میں دیدیا	زکریا کی	جب بھی	داخل ہوا

قبول کر لیا، اور خوب عمدہ انداز میں اُسے بڑھایا، اور اُسے زکریا کی کفالت میں دے دیا، جب بھی زکریا اُس کے پاس

عَلَيۡهَا زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى

عَلَيۡهَا	زَكَرِيَّا	الۡمِحۡرَابَ ۙ	وَجَدَ	عِنۡدَهَا	رِزۡقًا ۚ	قَالَ	يٰمَرۡيَمُ	اَنّٰى
اس پر	زکریا	حجرے میں	پایا	اس کے پاس	کوئی رزق	کہنے لگا	اے مریم!	کہاں سے آیا

حجرے میں داخل ہوتے تو اُس کے پاس رزق پاتے، کہنے لگے کہ اے مریم! تمہارے پاس

لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ

لَكِ	هٰذَا ؕ	قَالَتۡ	هُوَ	مِنۡ	عِنۡدِ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَرۡزُقُ	مَنۡ	يَّشَآءُ
تمہارے لئے	یہ	اس نے کہا	یہ	سے	نزدیک	اللہ کے	بیشک	اللہ	رزق دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے

یہ رزق کہاں سے آتا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق

بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنۡ

بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾	هُنَالِكَ	دَعَا	زَكَرِيَّا	رَبَّهٗ ۚ	قَالَ	رَبِّ	هَبۡ	لِىۡ	مِنۡ
بے حساب	اسی موقع پر	پکارا	زکریا نے	اپنے رب کو	کہنے لگا	اے میرے پروردگار!	تحفہ عطا فرما	مجھے	سے

عطا فرماتا ہے۔ [۳۷] اُسی موقع پر زکریا نے اپنے رب سے دعا کر دی، کہنے لگے کہ پروردگار! مجھے اپنے پاس سے

لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتۡهُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ

لَّدُنۡكَ	ذُرِّيَّةً	طَيِّبَةً ۚ	اِنَّكَ	سَمِيۡعُ	الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾	فَنَادَتۡهُ	الۡمَلٰٓـئِكَةُ
اپنے پاس	اولاد	پاکیزہ ۔	بیشک تو	خوب سننے والا	دعا کا	سو اُسے پکارا	فرشتوں نے

پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو دعاؤں کو سننے والا ہے۔ [۳۸] پھر فرشتوں نے زکریا کو آواز دی

وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّىۡ فِى الۡمِحۡرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحۡيٰى

وَهُوَ	قَآئِمٌ	يُّصَلِّىۡ	فِى	الۡمِحۡرَابِ ۙ	اَنَّ	اللّٰهَ	يُبَشِّرُكَ	بِيَحۡيٰى
اور وہ	کھڑا	نماز پڑھ رہا تھا	بیچ	حجرے کے	یہ کہ بیشک	اللہ	تجھے خوشخبری دیتا ہے	یحیٰی کی

جبکہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بیشک اللہ تمہیں "یحیٰی" کی خوشخبری سناتا ہے

[۳۷] اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کی مقبولیت، بہترین نشو ونما اور حضرت زکریا علیہ السلام کے زیر کفالت ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت کا تذکرہ آیت نمبر ۴۴ میں آئیگا (انشاء اللہ)

جب حضرت مریم علیہا السلام اپنے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کے زیر کفالت تھیں تو وہ دیکھتے تھے کہ مریم علیہا السلام کے پاس بے موسمی پھل نجانے کہاں سے آجاتے ہیں؟ انہیں اس پر تعجب ہوتا تھا، ایک دن اُن سے رہا نہ گیا اور انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے پوچھ ہی لیا کہ تمہارے پاس یہ بے موسمی پھل کہاں سے آجاتے ہیں؟ کیونکہ اس کے ظاہری اسباب دکھائی نہیں دیتے تھے، حضرت مریم علیہا السلام کے حجرے میں کسی مرد کو آمدورفت کی اجازت نہ تھی، اس کے علاوہ سردی کے موسم میں گرمی کے پھل کچھ اور ہی تعجب خیز ہو جاتے ہیں، حضرت مریم علیہا السلام نے انہیں جواب دیا کہ میرے پاس یہ پھل حق تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں اور وہ جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق عطا فرما دیتا ہے، اس طرح کہ انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

[۳۸] اس آیت مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے مریم علیہا السلام کو بے موسمی پھل عطا فرما رہا ہے تو وہ مجھے "بے موسمی پھل" یعنی اولاد کیوں نہیں دے سکتا؟ بے موسمی اس لئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نہایت عمر رسیدہ بزرگ ہو چکے تھے اور ان کی اہلیہ بھی بانجھ تھیں، یہی وہ موقع تھا جب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے نیک صالح اولاد کی دعا کر دی، تا کہ وہ وراثت نبوت میں ان کی ذمہ داریوں کو باحسن طریق سنبھال سکے۔

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ

مُصَدِّقًا	بِكَلِمَةٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَسَيِّدًا	وَّحَصُوْرًا	وَّنَبِيًّا	مِّنَ
تصدیق کرنے والا	کلمے کی	سے	اللہ کے	اور سردار	اور عورتوں سے رکنے والا	اور نبی	سے

جو کہ اللہ کے ایک کلمے کی تصدیق کریں گے، سردار ہوں گے، عورتوں سے رکنے والے ہوں گے، نبی ہوں گے، شائستہ لوگوں میں سے

الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ

الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾	قَالَ	رَبِّ	اَنّٰى	يَكُوْنُ	لِيْ	غُلٰمٌ	وَ	قَدْ	بَلَغَنِيَ	الْكِبَرُ
نیکوکاروں کے	کہنے لگا	اے میرے پروردگار!	کہاں	ہوگا	میرے لئے	لڑکا	اور	یقیناً	پہنچ چکا مجھ پر	بڑھاپا

ہوں گے۔ ﴿٣٩﴾ زکریا نے کہا کہ پروردگار! میرے یہاں لڑکا کیسے ہو گا جبکہ مجھ پر بڑھاپا آچکا ہے

وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ

وَامْرَاَتِيْ	عَاقِرٌ	قَالَ	كَذٰلِكَ	اللّٰهُ	يَفْعَلُ	مَا	يَشَاۗءُ ﴿٤٠﴾	قَالَ	رَبِّ
اور میری بیوی	بانجھ	کہا	اسی طرح	اللہ	کرتا ہے	جو	وہ چاہتا ہے	کہنے لگا	اے میرے پروردگار!

اور میری بیوی بھی بانجھ ہے؟ فرمایا کہ اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ ﴿٤٠﴾ زکریا نے کہا کہ پروردگار!

اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ

اجْعَلْ	لِّيْٓ	اٰيَةً	قَالَ	اٰيَتُكَ	اَلَّا	تُكَلِّمَ	النَّاسَ	ثَلٰثَةَ	اَيَّامٍ	اِلَّا	رَمْزًا
بنادے	میرے لئے	کوئی نشانی	کہا	تمہارے لئے نشانی	یہ کہ نہ	تم بات کرسکو گے	لوگوں سے	تین	دن	مگر	اشارے سے

میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دے، اللہ نے فرمایا کہ تمہارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے علاوہ لوگوں سے کوئی بات نہ کرسکو گے،

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾ ع وَاِذْ قَالَتِ

وَاذْكُرْ	رَّبَّكَ	كَثِيْرًا	وَّسَبِّحْ	بِالْعَشِيِّ	وَالْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾	وَاِذْ	قَالَتِ
اور یاد رکھو	اپنے رب کو	بہت زیادہ	اور تسبیح کرو	شام کو	اور صبح کو	اور جب	کہا

اور تم کثرت کے ساتھ اپنے رب کا ذکر کرو، اور صبح و شام اُس کی تسبیح بیان کرو۔ ﴿٤١﴾ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب

ع ٤ ١١ ١٢

الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ

الْمَلٰۗىِٕكَةُ	يٰمَرْيَمُ	اِنَّ	اللّٰهَ	اصْطَفٰىكِ	وَطَهَّرَكِ	وَاصْطَفٰىكِ
فرشتوں نے	اے مریم!	بیشک	اللہ نے	تمہیں چن لیا	اور تمہیں پاک کیا	اور تمہیں چن لیا

فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! اللہ نے تمہیں منتخب کر کے پاکیزگی عطا فرمائی ہے اور تمہیں اہلِ عالم کی

﴿٣٩﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے، ایک ایسے وقت میں جبکہ ظاہری اسباب کی دنیا میں حضرت زکریا علیہ السلام کے یہاں اولاد کا ہونا حدِ امکان سے خارج تھا، انہیں یہ خوشخبری دی گئی کہ آپ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، جس کا نام یحییٰ ہوگا، وہ کلمۃ اللہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی بشارت لوگوں کو دیں گے، ان کی تصدیق و تائید کریں گے، حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ بھی بتایا گیا کہ آپ کے یہاں پیدا ہونے والا لڑکا سردار ہوگا، نفس کی خواہشات سے اس قدر بچنے والا ہوگا کہ حرام تو درکنار حلال اور جائز طریقے سے بھی جنسی خواہشات کی تکمیل کی طرف اس کا ہرگز کوئی رجحان نہ ہو گا، ہم اسے نبوت بھی عطا کریں گے اور شائستگی بھی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

﴿٤٠﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کے اُس تعجب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اولاد کی دعا قبول ہونے پر انہیں ہوا کہ پروردگار! میں خود بوڑھا ہو چکا ہوں، میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے، اس سے تو میرے یہاں جوانی میں اولاد نہیں ہوئی، اس بڑھاپے میں کیونکر ہوگی؟ کیا ہم دونوں جوان ہو جائیں گے؟ کیا کسی دوسری عورت سے میرے یہاں اولاد پیدا ہوگی؟ کیا میرا بڑھاپا اس سلسلے میں رکاوٹ نہیں بنے گا؟ ان تمام سوالات کا جواب صرف ایک جملے میں دے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، کرتا ہے، کوئی چیز اس کی مشیت کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

﴿٤١﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف سے یہ درخواست کی گئی ہے کہ جب میری بیوی ولادت کی امید سے ہو جائے تو مجھے اس کا علم ہو جانے کیلئے کوئی علامت مقرر کر دے تاکہ میری آنکھیں مزید ٹھنڈی ہوں اور تیرا شکر ادا کرنے میں مزید لطف اٹھاؤں، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمالی اور علامت یہ تجویز فرمائی کہ تم تندرست اور توانا ہونے کے باوجود تین دن تک لوگوں سے بات چیت نہیں کرسکو گے اور تمہاری زبان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور اس کے ذکر کے علاوہ کوئی چیز بھی ادا نہ ہو سکے گی، اس کے علاوہ اگر تم کوئی بات کہنا چاہو گے تو اشاروں اور کنایوں میں کہہ سکو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے علامت مقرر فرمانے کی درخواست کیوں کی؟ خواتین کو تو یہ بات بآسانی معلوم ہو جاتی ہے اور ان کے ذریعے مردوں کے علم میں بھی آجاتی ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی اہلیہ بوڑھی اور بانجھ تھیں، اس لیے دمِ ماہانہ کا سلسلہ پہلے ہی منقطع ہو چکا تھا، لہٰذا ظاہری طور پر کوئی ایسی علامت نہ تھی جس سے اُن کے ماں بننے کی تعیین ہو جاتی، اس لیے انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا پیش کر دی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا۔

عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٢﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ

عَلٰى	نِسَآءِ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٢﴾	يٰمَرْيَمُ	اقْنُتِيْ	لِرَبِّكِ	وَاسْجُدِيْ
پر	عورتوں کے	جہان والوں کی	اے مریم!	عاجزی کر	اپنے رب کے سامنے	اور سجدہ کر

عورتوں پر چُن لیا ہے۔ ﴿٤٢﴾ اے مریم! اپنے رب کے سامنے عاجزی ظاہر کرو، سجدہ کرو اور جھکنے

وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ

وَارْكَعِيْ	مَعَ	الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾	ذٰلِكَ	مِنْ	اَنْۢبَآءِ	الْغَيْبِ	نُوْحِيْهِ
اور رکوع کر	ساتھ	رکوع کرنے والوں کے	وہ	سے	خبریں	غیب کی	ہم اسے وحی کرتے ہیں

والوں کے ساتھ جھکو۔ ﴿٤٣﴾ یہ غیب کی وہ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی

اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ

اِلَيْكَ	وَمَا	كُنْتَ	لَدَيْهِمْ	اِذْ	يُلْقُوْنَ	اَقْلَامَهُمْ	اَيُّهُمْ	يَكْفُلُ
تیری طرف	اور نہ	تھا تو	اُن کے پاس	جب	وہ ڈال رہے تھے	اپنے قلم	ان میں سے کون	کفالت کرے گا

کرتے ہیں، اور آپ اُن کے پاس اُس وقت موجود نہ تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ اُن میں سے کون مریم کی

مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ

مَرْيَمَ	وَمَا	كُنْتَ	لَدَيْهِمْ	اِذْ	يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾	اِذْ	قَالَتِ	الْمَلٰۗىِٕكَةُ
مریم کی	اور نہ	تھا تو	اُن کے پاس	جب	وہ جھگڑ رہے تھے	جب	کہا	فرشتوں نے

کفالت کرے گا؟ اور آپ اُس وقت بھی اُن کے پاس نہ تھے جب وہ تکرار کر رہے تھے۔ ﴿٤٤﴾ اُس وقت کو یاد کیجئے جب فرشتوں نے کہا

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ڰ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى

يٰمَرْيَمُ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُبَشِّرُكِ	بِكَلِمَةٍ	مِّنْهُ	اسْمُهُ	الْمَسِيْحُ	عِيْسَى
اے مریم!	بیشک	اللہ	تجھے خوشخبری دیتا ہے	ایک کلمے کے	اپنے	نام اس کا	مسیح	عیسیٰ

کہ اے مریم! اللہ تمہیں اپنے ایک کلمہ کی خوشخبری سناتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم

ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ

ابْنُ	مَرْيَمَ	وَجِيْهًا	فِي	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَمِنَ	الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾	وَيُكَلِّمُ
بیٹا	مریم کا	باوجاہت	بیچ	دنیا کے	اور آخرت کے	اور سے	مقرب لوگوں کے	اور کلام کرے گا

ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں باوجاہت ہو گا، اور مقرب لوگوں میں سے ہوگا۔ ﴿٤٥﴾ اور وہ لوگوں سے

﴿٤٢﴾ اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کے حضرت مریم علیہا السلام سے خطاب کا ذکر ہے کہ اے مریم علیہا السلام! اللہ نے آپ کا انتخاب فرمایا ہے، آپ کو ہر طرح کی طہارت اور پاکیزگی عطا فرمائی ہے، یہ پاکیزگی جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی، اور آپ کو جہان بھر کی عورتوں پر منتخب فرمایا ہے، آیت کے اس آخری جملے نے مفسرین کے درمیان یہ بحث چھیڑ دی ہے کہ دنیا کی عورتوں میں سب سے افضل خاتون کون سی ہیں؟ چنانچہ بعض حضرات نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں میں سب سے افضل قرار دیا ہے، بعض حضرات نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سب سے افضل قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے اس آیت کی رو سے حضرت مریم علیہا السلام کا نام لیا ہے، لیکن یہ کوئی ایسا اختلاف نہیں ہے جس میں تطبیق نہ دی جا سکے، کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی افضلیت کی جہت دیگر خواتین کی جہت سے مختلف ہے اور جہت کے بدل جانے سے تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ ﴿٤٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام سے خطاب ہے کہ آپ کو ملنے والے مقامِ بلند کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے رب کے سامنے عاجزانہ و نیازمندانہ جھکی رہیں اور جس طرح دوسرے لوگ اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، آپ بھی مشغول رہیں، غالباً یہاں رکوع اور سجدہ کا ذکر جز دبول کر کل مراد لینے کے قبیل سے ہے۔ ﴿٤٤﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، یہ آیت ترتیب قرآنی میں اسی طرح ہے، تاہم واقعاتی ترتیب کے اعتبار سے یقیناً مقدم ہے، چنانچہ باوجود لڑکی ہونے کے حضرت مریم علیہا السلام کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے قبول کر لیا گیا اور طے کیا گیا کہ ایک حجرہ تعمیر کیا جائے جہاں کسی مرد کو جانے کی اجازت نہ ہو، اس سب کے باوجود یہ ضروری تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کسی نہ کسی کے زیر کفالت ہوں، اس موقع پر بیت المقدس کے ہر مجاور نے اس خدمت و کفالت کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا، جس کا فیصلہ کرنے کیلئے قرعہ اندازی تجویز کی گئی، اس کی صورت یہ مقرر ہوئی کہ جو شخص بھی مریم علیہا السلام کی کفالت کا خواہش مند ہو، وہ اپنا تورات لکھنے والا قلم چلتے پانی میں چھوڑ دے، جس کا قلم پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت بہنے لگے، وہی مریم علیہا السلام کی کفالت کرے گا، چنانچہ ان میں سے حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم مخالف سمت بہنے لگا اور فیصلہ ہو گیا کہ وہی مریم علیہا السلام کی کفالت کریں گے، اور یوں بھی وہ رشتے میں ان کے خالو تھے، اس لیے یہ طے کیا گیا کہ مریم علیہا السلام دن بھر اپنے حجرے میں عبادت کریں اور رات اپنی خالہ کے یہاں گزارا کریں۔ ﴿٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی گئی ہے، انہیں کلمۃ اللہ، مسیح اور عیسیٰ کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے، کلمۃ اللہ کا لفظی معنی اللہ کا کلمہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُن سے وجود میں آنے والا، یوں تو اس کائنات رنگ و بو کی ہر چیز ہی اللہ تعالیٰ کے کلمۂ کُن سے وجود میں آئی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ سب سے یکسر مختلف اور عادی و مادی اسباب سے ہٹ کر ہے اس لئے صرف انہی کو "کلمۃ اللہ" کہا گیا، دوسرا لفظ "مسیح" ہے جو کہ عبرانی زبان میں "ماشیح" یا "مشیحا" تھا، اہل عرب نے اسے "مسیح" سے تبدیل کر دیا، اس کا لفظی معنی "مبارک اور بابرکت ذات" ہے، جبکہ لفظ مسیح اب اس کے علاوہ دیگر بہت سے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے، تیسرا لفظ "عیسیٰ" ہے جو کہ عبرانی زبان میں دراصل "ایشوع" تھا، معرب ہو کر عیسیٰ بن گیا، اس کا لفظی معنی "سردار" ہے، یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کی والدہ کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں باوجاہت ہوں گے، یہ لفظ معزز ین اور پاکباز لوگوں پر بولا جاتا ہے خاص طور پر بارعب شخصیات کیلئے جن کی شخصیت سے لوگ متاثر ہوتے ہوں، یہی صفت ایک دوسرے مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے بھی بیان کی گئی ہے، یہاں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ خداوندی کے مقربین میں شمار ہوں گے، مطلب یہ کہ بن باپ کے پیدا ہونے سے عند اللہ ان کے مقام و مرتبے میں ہرگز کوئی کمی واقع نہ ہوگی، بلکہ وہ بہت سوں پر نمایاں امتیاز و فضیلت رکھتے ہوں گے۔

النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۴۶ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى

النَّاسَ	فِي	الْمَهْدِ	وَكَهْلًا	وَ	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ ۝	قَالَتْ	رَبِّ	اَنّٰى
لوگوں سے	بیچ	گہوارے کے	اور پوری عمر میں	اور	سے	نیکوکاروں کے	کہنے لگی	اے میرے پروردگار!	کہاں

گہوارے اور پوری عمر میں ہم کلام ہو گا، اور نیکوکاروں میں سے ہوگا۔ [۴۶] مریم نے کہا کہ پروردگار! میرے یہاں

يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا

يَكُوْنُ	لِيْ	وَلَدٌ	وَ	لَمْ	يَمْسَسْنِيْ	بَشَرٌ	قَالَ	كَذٰلِكِ	اللّٰهُ	يَخْلُقُ	مَا
ہوگا	میرے لئے	لڑکا	اور	نہیں	چھوا مجھے	کسی انسان نے	کہا	اسی طرح	اللہ	پیدا کرتا ہے	جو

لڑکا کیسے ہوگا جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں؟ فرمایا کہ اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے پیدا

يَشَاۗءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۴۷ وَيُعَلِّمُهُ

يَشَاۗءُ	اِذَا	قَضٰٓى	اَمْرًا	فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ۝	وَيُعَلِّمُهُ
وہ چاہتا ہے	جب	وہ فیصلہ کرلے	کسی کام کا	تو صرف	وہ کہتا ہے	اس سے	ہوجا	تو وہ ہوجاتا ہے	اور سکھائے گا اُسے

کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اُس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ [۴۷] اور وہ اُسے کتاب وحکمت

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝۴۸ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ

الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَالتَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ ۝	وَرَسُوْلًا	اِلٰى	بَنِيْٓ
کتاب	اور حکمت	اور تورات	اور انجیل	اور پیغمبر بنائے گا	طرف	بیٹوں کے

اور تورات و انجیل کی تعلیم دے گا۔ [۴۸] اور اُسے بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر

اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ

اِسْرَاۗءِيْلَ	اَنِّىْ	قَدْ	جِئْتُكُمْ	بِاٰيَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	اَنِّىْٓ	اَخْلُقُ	لَكُمْ
اسرائیل کے	یہ کہ بیشک میں	یقیناً	تمہارے پاس آیا ہوں	نشانی کے ساتھ	سے	تمہارے رب کی	یہ کہ بیشک میں	بناتا ہوں	تمہارے سامنے

بھیجے گا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح نشانی لے کر آیا ہوں، یہ کہ میں تمہارے سامنے

مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـــَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

مِّنَ	الطِّيْنِ	كَهَيْـــَٔةِ	الطَّيْرِ	فَاَنْفُخُ	فِيْهِ	فَيَكُوْنُ	طَيْرًۢا	بِاِذْنِ	اللّٰهِ
سے	مٹی کے	جیسے شکل	پرندے کی	تو پھونک مارتا ہوں	اس میں	سو وہ ہوجاتا ہے	اڑنے والا پرندہ	اجازت سے	اللہ کی

مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں، تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے والا پرندہ بن جاتا ہے،

[۴۶] اس آیت مبارکہ میں بتایا جارہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارے میں دودھ پیتے بچے کی عمر میں کلام کریں گے تاکہ اپنی والدہ کی پاکیزگی اور براءت روز روشن کی طرح آشکارا کرسکیں اور کسی کو بھی ان کی والدہ پر حرف گیری کی جرأت نہ ہوسکے، دراصل یہ جملہ حضرت مریم علیہا السلام کی تسکین کیلئے لایا گیا ہے کہ اگر آپ کو یہ اندیشہ ہو کہ بن باپ کے بچہ پیدا ہونے کی صورت میں لوگوں کے طعن وتشنیع کا کیا جواب دے سکوں گی؟ تو آپ خاطر جمع رکھیں کہ اس موقع پر آپ کو بولنے اور جواب دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی، وہ بچہ خود معجزانہ طور پر آپ کی پاکدامنی کا اعلان کرے گا اور جب پوری عمر کا ہوگا تب بھی لوگوں سے ہم کلام ہوا کرے گا اور انہیں اپنے رب کا کلام سنایا کرے گا، نیز یہ کہ وہ نہایت شائستہ لوگوں میں سے ہوگا۔

[۴۷] اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کے تعجب کا ذکر کیا گیا ہے کہ پروردگار! یہ کیسے ممکن ہے کہ مذکورہ صفات کا حامل عظیم بچہ میرے یہاں پیدا ہو؟ اس تعجب کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت حضرت مریم علیہا السلام کنواری تھیں اور آئندہ بھی ان کی شادی ہونے کا امکان نہ تھا کیونکہ وہ تو اپنی والدہ کی منت کی وجہ سے بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف تھیں اور ایسے لوگ شادی بیاہ اور دیگر تمام ضروریات وتعلقات زندگی سے لاتعلق رہتے ہیں، حق تعالیٰ نے الہام و القاء کے ذریعے انہیں تسلی دیدی کہ فکر نہ کرو، اللہ کیلئے بن باپ کے بچہ پیدا کرنا مشکل نہیں ہے، اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کردیا، کیا وہ بن باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا؟ یقیناً وہ اس پر پوری دسترس رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، وہ صرف کن کہتا ہے اور مشکل سے مشکل نظر آنے والا کام وجود میں آجاتا ہے اور وہ اپنے کاموں کیلئے لفظ کن کہنے کا بھی محتاج نہیں ہے، یہ بھی صرف تمہیں سمجھانے کیلئے ہے کہ لفظ ''کن'' کہنے میں تمہیں جتنی دیر لگتی ہے، اللہ کا ارادہ پورا ہونے میں اتنی دیر بھی نہیں لگتی۔

[۴۸] اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چار چیزوں کا علم عطا فرمانے کی پیشین گوئی کی گئی ہے جن میں سے ایک تورات ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، دوسری انجیل ہے جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئی، تیسری چیز کتاب اور چوتھی چیز حکمت ہے، مفسرین نے ان آخری دو چیزوں کی تعیین میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں لیکن راجح تر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جب کوئی لفظ ''مطلق'' بولا جائے تو اس سے اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے اور کتاب کا فرد کامل قرآن کریم اور حکمت کا فرد کامل سنت ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فیصلہ خداوندی یہ ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی نصرت واعانت اور قتل دجال کے سلسلے میں آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے اور جب تک اللہ کو منظور ہوگا، زمین پر قیام فرمائیں گے، شادی فرمائیں گے، صاحب اہل وعیال ہوں گے اور زمین پر نظام عدل قائم فرمائیں گے، اس مقصد کیلئے روئے زمین پر اسلام کے علاوہ تمام ادیان کو مٹا دیا جائے گا اور اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے گا اور اسلام میں احکام شرعیہ کے بنیادی ماخذ قرآن وسنت ہیں، ان پر عمل اور ان کے مطابق فیصلہ سازی اسی وقت ممکن ہوگی جب ان دونوں چیزوں کا وافر علم انہیں دیا گیا ہو، اس لیے یہاں کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت ہی ہیں۔

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ

وَاُبْرِئُ	الْاَكْمَهَ	وَالْاَبْرَصَ	وَاُحْيِ	الْمَوْتٰى	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ۚ	وَاُنَبِّئُكُمْ
اور میں ٹھیک کر دیتا ہوں	پیدائشی نابینا کو	اور کوڑھی کو	اور زندہ کر دیتا ہوں	مردوں کو	حکم سے	اللہ کے	اور تمہیں بتا دیتا ہوں

اور میں پیدائشی نابینا اور کوڑھ کے مریض کو ٹھیک کر دیتا ہوں، اور اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں، اور میں تمہیں بتا دیتا ہوں

بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ

بِمَا	تَاْكُلُوْنَ	وَمَا	تَدَّخِرُوْنَ ۙ	فِيْ	بُيُوْتِكُمْ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لَّكُمْ
وہ جو	تم کھاتے ہو	اور وہ جو	تم ذخیرہ کرتے ہو	بیچ	اپنے گھروں کے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	تمہارے لئے

جو تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرآتے ہو، بیشک اس میں تمہارے لیے نشانی ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾	وَمُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيَّ	مِنَ	التَّوْرٰىةِ
اگر	تم ہو	ایمان والے	اور تصدیق کرنے والا	اس کی جو	میرے سامنے	سے	تورات

اگر تم مؤمن ہو ﴿۴۹﴾ اور میں تصدیق کرتا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ

وَلِاُحِلَّ	لَكُمْ	بَعْضَ	الَّذِيْ	حُرِّمَ	عَلَيْكُمْ	وَجِئْتُكُمْ	بِاٰيَةٍ	مِّنْ
اور تاکہ میں حلال کروں	تمہارے لئے	کچھ	وہ جو	حرام کیا گیا	تم پر	اور میں لایا ہوں تمہارے پاس	نشانی	سے

اور تاکہ میں تمہارے لیے بعض اُن چیزوں کو حلال کروں جو تم پر حرام کی گئی ہیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر

رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ

رَّبِّكُمْ ۣ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	رَبِّيْ	وَرَبُّكُمْ
تمہارے رب کے	تو تم ڈرو	اللہ سے	اور اطاعت کرو میری	بیشک	اللہ	میرا رب	اور تمہارا رب

آیا ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ﴿۵۰﴾ بیشک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے،

فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى

فَاعْبُدُوْهُ ؕ	هٰذَا	صِرَاطٌ	مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾	فَلَمَّآ	اَحَسَّ	عِيْسٰى
تو تم اس کی عبادت کرو	یہ	راستہ	سیدھا	پھر جب	محسوس کیا	عیسیٰ نے

سو تم اُسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ ﴿۵۱﴾ پھر جب عیسیٰ نے اُن میں

﴿۴۹﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند علمی اور عملی معجزات کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے پہلے یہ متعین کر دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جائے گا، گویا کہ ان کی نبوت و رسالت عالمگیر نہیں ہوگی اور انہیں صرف ایک مخصوص قوم کی اصلاح و ہدایت کیلئے بھیجا جائیگا، اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وہ مٹی سے پرندے کی شکل تیار کرتے، اس میں پھونک مارتے اور فرماتے کہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا تو حق تعالیٰ کے حکم سے اس میں روح پیدا ہو جاتی اور وہ اڑنے والا پرندہ بن جاتا ظاہر ہے کہ مٹی کے اس پرندے میں حیات کے آثار حق تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوتے تھے اس لیے حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا فعل تھا جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرما دیتا تھا، اسی کو معجزہ کہا جاتا ہے، اسی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس پرندے کا خالق نہیں کہا جا سکتا، اور نہ ہی کبھی انہوں نے خالق ہونے کا دعویٰ کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''روح اللہ'' کہنے کی ایک توجیہہ یہ بھی ہو سکتی ہے، دوسرا معجزہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدائشی نابینا اور کوڑھ کے مرض میں مبتلا لوگوں پر ہاتھ پھیرتے تھے تو اللہ کے حکم سے وہ لوگ ٹھیک ہو جاتے تھے، کسی زمانے میں طب، حکمت اور میڈیکل سائنس اس عروج پر نہیں پہنچ سکی کہ معالج کے محض ہاتھ پھیر دینے سے مریض شفایاب ہو جائے اور مرض بھی وہ جو لاعلاج ہو چکا ہو، تیسرا معجزہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی مردے کے پاس سے گزرتے تو اس سے فرما دیتے کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا، تو وہ زندہ ہو جاتا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوالات کا ٹھیک ٹھیک جواب دیتا تھا، یہاں بھی زندہ کرنے والی ذات حق تعالیٰ کی ہی ہوتی تھی۔ لیکن اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں خلاف عادت ظاہر کر کے انہیں ایک معجزہ عطا کیا گیا، نیز اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس طرح معجزانہ طور پر مردوں کو زندہ کرنے کے بعد وہ ہمیشہ کیلئے مستقل طور پر زندہ ہو جاتے ہوں اور دوبارہ معمول کی زندگی گزارنے لگتے ہوں، اس کے علاوہ علمی معجزہ یہ ہے کہ میں تمہیں ماضی اور مستقبل کی بعض خبریں بھی دیتا ہوں جیسے تم کیا کھا کر آئے ہو اور تم نے اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کر رکھا ہے تاکہ تمہیں یقین آ جائے کہ مجھے یہ علم میرے رب نے عطا فرمایا ہے اور میں اس کا بھیجا ہوا ہوں۔ ﴿۵۰﴾ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تورات کی تکذیب کرنے کیلئے نہیں بھیجا گیا تھا، اس لئے انہوں نے ہمیشہ تورات کی تصدیق کی اور اس کا اعلان بھی کیا، البتہ یہ ضرور ہوا کہ بعض فروعی احکامات میں انہوں نے موقع کی مناسبت سے کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا، کیونکہ احوال کی تبدیلی احکام کی تبدیلی کا تقاضا کرتی ہے، نزول تورات وانجیل کے درمیان ایک طویل عرصہ حائل رہا، اس دوران آنے والی تبدیلیوں کو نظر انداز کرنا مناسب نہ تھا، اس لئے فروعی مسائل واحکام میں تبدیلی وقت کا تقاضا تھی جو انجیل نے پوری کر دی، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات کی تکذیب کر رہے ہیں، بلکہ وہ تو اس کی تکمیل فرما رہے ہیں۔ ﴿۵۱﴾ اس آیت مبارکہ میں صراط مستقیم اس چیز کو قرار دیا جا رہا ہے کہ اللہ کو اپنا رب مان لو، اس کا اقرار کر لو اور اس کا اعتقاد پختہ کر لو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہ الفاظ کہ ''اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، سو تم اسی کی عبادت کرو'' پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ نہیں ہیں، وہ عبداللہ ہیں، وہ معبود نہیں ہیں، وہ تو اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں، اور یہ الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ جن لوگوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت یا ابنیت کے ساتھ موصوف کر دیا، وہ گمراہ ہیں اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں، وہ اس راستے کو چھوڑ بیٹھے ہیں جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں چھوڑ کر گئے تھے۔

مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

مِنْهُمُ	الْكُفْرَ	قَالَ	مَنْ	اَنْصَارِيْٓ	اِلَى	اللّٰهِ	قَالَ	الْحَوَارِيُّوْنَ
ان سے	کفر	کہا	کون	میرامددگار	جانب	اللہ کے	کہا	حواریوں نے

کفر محسوس کیا تو کہنے لگے کہ اللہ کی راہ میں کون میری مدد کرے گا؟ حواری کہنے لگے

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ

نَحْنُ	اَنْصَارُ	اللّٰهِ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَاشْهَدْ	بِاَنَّا	مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾	رَبَّنَآ
ہم	مددگار	اللہ کے	ایمان لائے ہم	اللہ پر	اور تو گواہ رہ	کہ بیشک ہم	فرمانبرداری کرنے والے	اے ہمارے پروردگار!

کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لے آئے، اور آپ گواہ رہیں کہ بیشک ہم مسلمان ہیں۔ ﴿۵۲﴾ پروردگار!

اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

اٰمَنَّا	بِمَآ	اَنْزَلْتَ	وَاتَّبَعْنَا	الرَّسُوْلَ	فَاكْتُبْنَا	مَعَ	الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾
ہم ایمان لائے	اس پر جو	تو نے نازل کیا	اور ہم نے اتباع کی	پیغمبر کی	تو تو ہمیں لکھ دے	ساتھ	گواہی دینے والوں کے

ہم اُس کتاب پر ایمان لے آئے جو تُو نے نازل کی اور ہم نے پیغمبر کی اتباع کی، سو تو ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ ﴿۵۳﴾

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع اِذْ قَالَ اللّٰهُ

وَمَكَرُوْا	وَمَكَرَ	اللّٰهُ	وَ	اللّٰهُ	خَيْرُ	الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾	اِذْ	قَالَ	اللّٰهُ
اور انہوں نے تدبیر کی	اور تدبیر کی	اللہ نے	اور	اللہ	سب سے بہتر	تدبیر کرنے والوں میں	جب	کہا	اللہ نے

اور اُنہوں نے بھی تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی، اور اللہ سب سے بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ ﴿۵۴﴾ اُس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ نے فرمایا

يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ

يٰعِيْسٰٓى	اِنِّىْ	مُتَوَفِّيْكَ	وَرَافِعُكَ	اِلَىَّ	وَمُطَهِّرُكَ	مِنَ	الَّذِيْنَ
اے عیسیٰ!	بیشک میں	تجھے پورا لینے والا	اور تجھے اٹھانے والا	اپنی طرف	اور تجھے پاک رکھنے والا	سے	وہ لوگ جو

کہ اے عیسیٰ! میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا، تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا، تمہیں کافروں سے پاک

كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ

كَفَرُوْا	وَجَاعِلُ	الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْكَ	فَوْقَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِلٰى	يَوْمِ
کفر کیا انہوں نے	اور بنانے والا	وہ لوگ جو	تیری پیروی کی انہوں نے	اوپر	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	تک	دن

رکھوں گا اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو کافروں پر قیامت کے دن تک غالب

﴿۵۲﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کی تمہید بیان کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اس بات کا یقین ہوگیا کہ یہودی ان کی دعوت اور نبوت کو کبھی قبول نہیں کریں گے اور ہمیشہ انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اور یہ کہ اب وہ ان کی جان کے درپے ہو گئے ہیں اور اس مقصد کیلئے منصوبہ بندی کر رہے ہیں تو انہوں نے ان تمام لوگوں کو جمع فرمایا جو ان پر ایمان لائے تھے، وہ لوگ بیشتر دھوبی تھے، لوگوں کے کپڑے دھویا کرتے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں لوگوں کے دل دھونا سکھا دیئے، اسی وجہ سے انہیں ''حواری'' کہا جانے لگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں تمام حالات سے آگاہ کر کے دین الٰہی کی نصرت اور اس کی تائید وحمایت میں مصروف رہنے اور اس کی ترویج کرنے کی تلقین کی، ان کے حواریوں نے انہیں یقین دلایا کہ آپ مطمئن رہیں، ہم دین الٰہی کی نصرت وتائید کیلئے ہمیشہ مصروف عمل رہیں گے، ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

ع ۵ ۱۴ ۱۲

﴿۵۳﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی دعا بیان کی گئی ہے کہ پروردگار! تو نے جو وحی نازل فرمائی ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، ہم تیرے بھیجے ہوئے پیغمبر کے پیروکار ہیں اور اس کے اتباع کا اقرار کرتے ہیں، اس لئے تو بھی ہمیں گواہی دینے والوں میں شامل فرما لے تا کہ ان کیلئے جس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ ہمیں بھی مل جائے۔

﴿۵۴﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کے مکر وفریب اور اس کے بالمقابل حق تعالیٰ کی لطیف وخفیہ تدبیر کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کے الفاظ میں ایسا عموم ہے جو ہر زمانے میں دیکھا، سنا اور پڑھا گیا ہے کہ ایک تدبیر لوگ کرتے ہیں اور ایک تدبیر اللہ کرتا ہے، کامیاب وہی تدبیر ہوتی ہے جو اللہ کرتا ہے، لوگ اپنی تدبیروں کی کامیابی کا یقین رکھتے ہیں جب وہ ناکام ہوتی ہے تب انہیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان سے اوپر بھی کوئی تدبیر کرنے والا ہے جس کی تدبیر کبھی ناکام نہیں ہوتی اور وہ اللہ ہے۔

الْقِيٰمَةِ ج ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ

الْقِيٰمَةِ	ثُمَّ	اِلَیَّ	مَرْجِعُکُمْ	فَاَحْکُمُ	بَیْنَکُمْ	فِیْمَا	کُنْتُمْ	فِیْهِ
قیامت کے	پھر	میری ہی طرف	تمہارے لوٹنے کی جگہ	تو میں فیصلہ کروں گا	تمہارے درمیان	اس میں جو	تم تھے	اس میں

رکھوں گا، پھر میری طرف ہی تمہیں لوٹ کر آنا ہے، سو میں اُن چیزوں میں تمہارے درمیان فیصلہ کردوں گا جن میں

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾	فَاَمَّا	الَّذِیْنَ	کَفَرُوْا	فَاُعَذِّبُهُمْ	عَذَابًا	شَدِیْدًا	فِی
اختلاف کرتے	پھر رہے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	تو میں انہیں عذاب دوں گا	عذاب	سخت	بیچ

تم اختلاف کرتے تھے۔ ﴿۵۵﴾ سو جن لوگوں نے کفر کیا تو میں اُنہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب میں

الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

الدُّنْیَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَمَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِیْنَ ﴿۵۶﴾	وَاَمَّا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا
دنیا کے	اور آخرت کے	اور نہیں	اُن کا	سے	مددگاروں کے	اور رہے	جو لوگ	ایمان لائے

مبتلا کروں گا اور اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ﴿۵۶﴾ اور باقی رہے وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فَیُوَفِّیْهِمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَاللّٰهُ	لَا	یُحِبُّ
اور انہوں نے عمل کئے	نیک	تو وہ انہیں پورے دے گا	ان کے اجر	اور اللہ	نہیں	پسند کرتا

اور انہوں نے نیک عمل کیے، وہ اُنہیں اُن کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا، اور اللہ ظالموں کو پسند

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ ﴿۵۸﴾

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۷﴾	ذٰلِكَ	نَتْلُوْهُ	عَلَیْكَ	مِنَ	الْاٰیٰتِ	وَالذِّکْرِ	الْحَکِیْمِ ﴿۵۸﴾
ظلم کرنے والوں کو	وہ	ہم اسے تلاوت کرتے ہیں	آپ پر	سے	آیتوں کے	اور ذکر	حکمت والا

نہیں کرتا۔ ﴿۵۷﴾ یہ ہم آپ کو آیتیں اور حکمت والا ذکر تلاوت کر کے سناتے ہیں۔ ﴿۵۸﴾

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ

اِنَّ	مَثَلَ	عِیْسٰی	عِنْدَ	اللّٰهِ	کَمَثَلِ	اٰدَمَ	خَلَقَهٗ	مِنْ	تُرَابٍ	ثُمَّ	قَالَ
بیشک	مثال	عیسیٰ کی	نزدیک	اللہ کے	جیسے مثال	آدم کی	اللہ نے اسے پیدا کیا	سے	مٹی کے	پھر	کہا

بیشک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آدم کی مثال، کہ اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اُس سے فرمایا

﴿۵۵﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کا ذکر آیا ہے، تاہم اس کے ساتھ ساتھ اس کے دیگر متعلقات بھی زیر تذکرہ آئے ہیں، سب سے پہلے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا گیا ''انی متوفیک'' جس سے بہت سارے لوگوں نے جان بوجھ کر یا انجانے میں ایسا معنی مراد لیا کہ ان کے دعویٰ کی تائید ہو سکے، اس لئے کہ بعض گمراہ لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، جیسا کہ مرزا غلام قادیانی اور اس کے پیروکاروں کا خیال ہے، ان کے بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی ایک دلیل ان کی قبر بھی ہے جس پر لکھا ہوا ہے ''هذا قبر رسول الله عیسی ابن مریم علیہ السلام'' حالانکہ ان دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں کی جاسکتی، وجہ اس کی یہ ہے کہ دوسرے دلائل اور قرائن کی روشنی میں یہاں ''انی متوفیک'' وفات یا موت کے معنی میں نہیں آیا ہے، اور یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے، لغت عرب میں اس کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ ایک لفظ اپنے معروف معنی میں استعمال ہونے کی بجائے دوسرے معنی میں استعمال ہو اور بعض اوقات اس دوسرے معنی میں اس کا استعمال زیادہ بلیغ ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہوا ہے، اسی وجہ سے اس ناکارہ نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ''میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا'' یہ معنی مراد لینے کا قرینہ وہ آیات و روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی سازش کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش ناکام بنادی، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید نہ کر سکے، وہ انہیں سولی پر چڑھانے کی خواہش پوری نہ کر سکے، اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا، قیامت کے قریب وہ دوبارہ نزول فرمائیں گے، وہ قرب قیامت کی ایک علامت اور نشانی ہیں، وہ آسمان سے نزول کے بعد دجال کو قتل کریں گے، وہ زمین پر نظام عدل قائم کریں گے، اپنے مقررہ وقت پر فوت ہوں گے اور ان کی قبر مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ میں بنے گی، قرآن وسنت میں ان میں سے ہر نکتہ نہایت واضح لفظوں میں بیان کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور اس لفظ سے ان کی وفات ثابت نہیں ہوتی، جن حضرات نے لفظ ''متوفیك'' سے وفات کا معنی مراد لیا ہے اور کہا ہے کہ ''میں تمہیں موت دے دوں گا'' انہوں نے اس پہلو پر غور نہیں فرمایا کہ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مختلف بشارتیں دی جارہی ہیں کہ میں تمہیں اپنے پاس اٹھا لوں گا، تمہیں کافروں سے بچا کر پاک صاف رکھوں گا اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو کافروں پر غلبہ عطا کروں گا، کیا ان بشارتوں کا آغاز ''موت'' سے کرنا مناسب ہے؟ کیا یہاں یہ تسلی دینا مناسب نہ ہوگا کہ عیسیٰ! فکر نہ کرو، یہ لوگ تمہارے خلاف جتنی مرضی سازشیں کرلیں، میں ان کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دوں گا، میں تمہیں تمہاری پوری عمر تک ضرور پہنچاؤں گا؟ یقیناً اس کا یہی پہلو حقائق وواقعات سے مطابقت رکھنے کی وجہ سے قابل تسلیم ہے اور ''موت'' پر محمول کرنا دیگر آیات وروایات سے متصادم ہے۔ جہاں تک تعلق ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کا تو وہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۵۸ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے، وہیں اس پر چند سطریں سپرد قلم ہوں گی (انشاء اللہ) تاہم یہاں اس پہلو کو واضح کرلینا چاہیے کہ زیر تذکرہ آیت مبارکہ عیسائیوں کے غلبے پر دلالت کررہی ہے اور یہ کہ یہ غلبہ قیامت تک رہے گا، اس عاجز کے نزدیک عیسائیوں کے غلبے پر یہ استدلال محض دھوکہ اور فریب نظر ہے، اس لئے کہ آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے والوں کے غلبے کا ذکر ہے، نہ کہ عیسائیوں کے، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار بھی ہو، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ موجودہ عیسائیت وہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی تعلیمات پر مشتمل ہے؟ کیا عقیدہ ابنیت، عقیدۂ الوہیت، عقیدۂ کفارہ اور اسی طرح کی دیگر لغویات کی تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی؟ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی سچا

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾

لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾	اَلْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	فَلَا	تَكُنْ	مِّنَ	الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾
اس سے	ہوجا	تو وہ ہوگیا	حق	سے	تیرے رب کے	تو نہ	ہوجا	سے	شک کرنے والوں کے

کہ ہو جا تو وہ ہوگیا۔ ﴿۵۹﴾ حق وہ ہے جو آپ کے رب کی طرف سے آئے، سو آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ ﴿۶۰﴾

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا

فَمَنْ	حَآجَّكَ	فِيْهِ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَكَ	مِنَ	الْعِلْمِ	فَقُلْ	تَعَالَوْا
تو جو کوئی	تجھ سے جھگڑا کرے	اس میں	پیچھے سے	وہ جو	تیرے پاس آیا	سے	علم	تو تُو کہہ	آؤ تم سب

پھر جو شخص اس معاملے میں آپ کے پاس علم آنے کے بعد بھی آپ سے حجت بازی کرے تو آپ فرما دیجئے کہ آؤ،

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ

نَدْعُ	اَبْنَآءَنَا	وَاَبْنَآءَكُمْ	وَنِسَآءَنَا	وَنِسَآءَكُمْ	وَاَنْفُسَنَا	وَاَنْفُسَكُمْ
ہم بلاتے ہیں	اپنے بیٹوں کو	اور تمہارے بیٹوں کو	اور اپنی عورتوں کو	اور تمہاری عورتوں کو	اور اپنی ذات کو	اور تمہاری ذات کو

ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہاری ذات کو بلاتے ہیں،

ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ

ثُمَّ	نَبْتَهِلْ	فَنَجْعَلْ	لَّعْنَتَ	اللّٰهِ	عَلَى	الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾	اِنَّ	هٰذَا	لَهُوَ
پھر	ہم گڑگڑائیں	سو ہم کریں	لعنت	اللہ کی	پر	جھوٹوں کے	بیشک	یہ	البتہ وہی

پھر التجا کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کرتے ہیں۔ ﴿۶۱﴾ بیشک یہی

الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

الْقَصَصُ	الْحَقُّ ۚ	وَمَا	مِنْ	اِلٰهٍ	اِلَّا	اللّٰهُ ۭ	وَاِنَّ	اللّٰهَ	لَهُوَ	الْعَزِيْزُ
بیان	برحق	اور نہیں	سے	کوئی معبود	مگر	اللہ	اور بیشک	اللہ	البتہ وہی	غالب

بیان برحق ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اور بیشک اللہ ہی غالب،

ع ۶ ۹ ۱۴ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ ع قُلْ يٰٓاَهْلَ

الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌۢ	بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾	قُلْ	يٰٓاَهْلَ
حکمت والا	سو اگر	وہ منہ موڑلیں	تو بیشک	اللہ	خوب جاننے والا	فساد کرنے والوں کو	تو کہہ	اے اہل

حکمت والا ہے۔ ﴿۶۲﴾ پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو بیشک اللہ فساد پھیلانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ ﴿۶۳﴾ اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اے اہل

پیروکار ایسا ہو ہی نہیں سکتا جو پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت ورسالت پر ایمان نہ لائے، اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنے پیروکاروں کو اس کی تلقین فرما گئے تھے، لہٰذا زیر تذکرہ آیت میں عیسائیوں کا غلبہ مراد نہیں ہے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کا غلبہ ہے، خوب سمجھ لیجیے! ﴿۵۶﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ آیت کے آخری جملے کی وضاحت کی گئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کر کے ان کے درمیان تمام تصفیہ طلب امور کا فیصلہ فرما دے گا، جن لوگوں نے کفر کا راستہ منتخب کیا، ان کیلئے دنیا وآخرت میں شدید عذاب تیار کیا گیا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ آخرت میں جو سزا ملے گی، وہ تو اپنی جگہ، دنیا میں بھی اس کا کچھ نمونہ دکھا دیا جائیگا اور اس سزا سے انہیں بچانے کیلئے اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ﴿۵۷﴾۔اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن اہل ایمان کیلئے ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کا پورا پورا بدلہ دینے کا وعدہ کیا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مزدور کو اس کی مزدوری ملنی چاہیے، اگر کوئی شخص محنت تو پوری کروائے لیکن مزدور کو اس کی اجرت پوری نہ دے تو اسے ظلم شمار کیا جاتا ہے اور اللہ ظالم نہیں ہے، وہ تو ظالموں کو پسند بھی نہیں کرتا، اس لئے ایمان اور عمل صالح والے تسلی رکھیں کہ ان کی محنت کا صلہ انہیں پورا پورا دیا جائیگا۔ ﴿۵۸﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ نے تلاوت آیات کی نسبت خود اپنی طرف فرمائی ہے، حالانکہ عام طور پر نبی اکرم ﷺ کے پاس جبریل امین وحی لیکر آتے تھے اور وہی تلاوت کر کے سناتے تھے لیکن چونکہ اُن کا تلاوت کرنا حق تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے تھا اس لئے یوں سمجھنا چاہیے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے ہی تلاوت فرمائی، اس سے جبریل امین کی عند اللہ اہمیت بھی ثابت ہوگئی، اور ذکر حکیم سے مراد بھی قرآن کریم ہے کیونکہ اس سے زیادہ حکمت والا کوئی ذکر نہیں ہوسکتا ﴿۵۹﴾ اس آیت مبارکہ میں عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے، جس پر ان کا استدلال اس طرح ہے کہ کنواری عورت سے اولاد ہونا ممکن نہیں ہے اور عالم شہود میں حضرت مریم علیہا السلام کا کوئی شوہر نہیں تھا، لہٰذا ثابت ہوا کہ (معاذ اللہ) وہ اللہ کی بیوی تھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن کے بیٹے، اس بیہودہ استدلال کے بہت سے جواب دیے جاسکتے ہیں لیکن قرآن کریم نے ایک نہایت شائستہ اور مسکت جواب دیا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ماننے کا معیار یہ ہے کہ ان کا کوئی باپ نہ تھا اس لئے ان کا باپ اللہ ہوا تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے اللہ کا بیٹا قرار دینا چاہیے کیونکہ ان کا تو نہ باپ تھا اور نہ ماں، وہ تو بن باپ اور بن ماں کے محض کلمہ کن سے وجود میں آئے تھے، لیکن آج تک دنیا کے کسی رنگ نسل اور زبان سے تعلق رکھنے والے شخص نے آدم کو ابن اللہ قرار نہیں دیا، نیز اس اعتبار سے آدم کا باپ اللہ کو ہونا چاہیے اور اس کے تم بھی قائل نہیں ہو، اگر آدم ابن اللہ نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر عیسیٰ بھی ابن اللہ نہیں ہو سکتے۔ ﴿۶۰﴾۔اس آیت مبارکہ میں روئے سخن اگرچہ نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے لیکن مراد ہر مخاطب ہے، کہ حق بات وہی ہے جو آپ کے رب نے بیان فرما دی، اس لیے آپ کو اس میں شک نہیں ہونا چاہیے اور اسے دل کی گہرائیوں سے تسلیم کر لینا چاہیے۔ ﴿۶۱﴾۔اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق واضح فرما دیا ہے اور دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ نہیں ہیں، بلکہ عبد اللہ ہیں، اگر اس کے بعد بھی کچھ لوگ مثلاً نجران سے آنے والے ارکان وفد ہی آپ سے حجت بازی اور تکرار کریں اور ان واضح، روشن دلائل کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں تو پھر آخری صورت یہ ہے کہ آپ انہیں ''مباہلہ'' کی دعوت دے دیں، اگر وہ اپنے دعویٰ کو صحیح اور خود کو حق پر سمجھتے ہوں گے تو آپ کی دعوت مباہلہ کو قبول کر لیں گے اور اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں یا تردد میں پڑ جائیں تو ساری دنیا پر واضح ہو جائیگا کہ ان کے دعویٰ میں کوئی صداقت نہیں ہے، مباہلہ کی صورت یہ ہے کہ

الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ

الْكِتٰبِ	تَعَالَوْا	اِلٰى	كَلِمَةٍ	سَوَآءٍۭ	بَيْنَنَا	وَبَيْنَكُمْ	اَلَّا	نَعْبُدَ	اِلَّا	اللّٰهَ
کتاب	آؤتم سب	طرف	ایک بات کے	برابر	ہمارے درمیان	اور تمہارے درمیان	یہ کہ نہ	عبادت کریں گے ہم	مگر	اللہ کی

کتاب! ایک ایسے فیصلے کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کریں گے ،

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

وَلَا	نُشْرِكَ	بِهٖ	شَيْئًا	وَ	لَا	يَتَّخِذَ	بَعْضُنَا	بَعْضًا	اَرْبَابًا	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ
اور نہ	شریک کریں گے ہم	اس کے ساتھ	کسی چیز کو	اور	نہ	پکڑے گا	ہم میں سے کوئی	کسی کو	کئی رب	سے	علاوہ	اللہ کے

اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہیں بنائے گا،

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقُوْلُوا	اشْهَدُوْا	بِاَنَّا	مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾	يٰۤاَهْلَ	الْكِتٰبِ	لِمَ
سو اگر	وہ منہ موڑلیں	تو تم کہدو	تم گواہ رہو	کہ بیشک ہم	فرمانبرداری کرنے والے	اے اہل	کتاب	کیوں

پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو کہدو کہ تم گواہ رہو کہ بیشک ہم مسلمان ہیں۔ ﴿۶۴﴾ اے اہلِ کتاب! تم

تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ

تُحَآجُّوْنَ	فِيْۤ	اِبْرٰهِيْمَ	وَمَاۤ	اُنْزِلَتِ	التَّوْرٰىةُ	وَالْاِنْجِيْلُ	اِلَّا	مِنْۢ بَعْدِهٖ
تم جھگڑتے ہو	بیچ	ابراہیم کے	اور نہیں	نازل کی گئی	تورات	اور انجیل	مگر	اس کے پیچھے سے

ابراہیم کے متعلق کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو اُن کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں،

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ

اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾	هٰۤاَنْتُمْ	هٰۤؤُلَآءِ	حَاجَجْتُمْ	فِيْمَا	لَكُمْ	بِهٖ
تو کیا نہیں	تم سمجھتے	یہ تم	وہی لوگ ہو	تم نے جھگڑا کیا	اس میں جو	تمہارے لئے	اس کا

تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ﴿۶۵﴾ یہ تم ہی لوگ ہو جو اُن چیزوں کے حوالے سے جھگڑتے رہے ہو جن کا تمہیں

عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

عِلْمٌ	فَلِمَ	تُحَآجُّوْنَ	فِيْمَا	لَيْسَ	لَكُمْ	بِهٖ	عِلْمٌ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	وَاَنْتُمْ
علم	تو کیوں	تم جھگڑتے ہو	اس میں جو	نہیں ہے	تمہارے لئے	اس کا	کوئی علم	اور اللہ	جانتا ہے	اور تم

کچھ علم ہے، تو تم اُن چیزوں میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے؟ اور اللہ جانتا ہے اور تم

دونوں فریق ایک کھلے اور کشادہ میدان میں جمع ہوں، دونوں گروہ اپنے اپنے اہل خانہ (بیوی، بچوں) کولیکر آئیں اور نہایت عاجزی کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں عرض کریں کہ پروردگار! ہم میں سے جو شخص جھوٹا ہو، اس پر اپنی لعنت نازل فرما، چنانچہ نبی ﷺ نے نجران کے وفد کو مباہلہ کی دعوت دیدی، اس پر انہوں نے مشورہ کرنے کیلئے مہلت مانگی، مشورے میں یہ بات طے ہوئی کہ مباہلہ نہ کیا جائے، بلکہ صلح کر کے واپس اپنے گھروں کو لوٹ جائیں، اس لیے کہ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور ہماری آسمانی کتابوں میں ان کا تذکرہ موجود ہے، محض دنیوی آسائشوں کے چھن جانے کے ڈر سے تم ان پر ایمان نہیں لا رہے ہو، اگر ہم نے ان سے مباہلہ کرلیا اور ان سے ٹکراؤ کی راہ پر چلے تو ہمارا کوئی چھوٹا بڑا زندہ نہ بچے گا اور ان کی لعنت کا اثر ہماری اگلی نسلوں میں بھی منتقل ہوتا رہے گا، اس پر اتفاق رائے کے بعد وہ لوگ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، امام حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو لیے تشریف لا رہے ہیں تو ان کے سب سے بڑے پادری نے کہا کہ میں ایسے پاکیزہ چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہلا سکتی ہے، ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ زمین پر ایک عیسائی بھی باقی نہ بچے گا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ساری دنیا کے سامنے واضح ہوگیا کہ عیسائیوں کے اس دعویٰ میں کوئی صداقت اور وزن نہیں ہے کہ عیسیٰ ابن اللہ ہیں۔ ﴿۶۱﴾ اس آیت مبارکہ میں جس بیان کو سچا اور برحق قرار دیا ہے، اس کا تعلق اوپر کے مضمون سے ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے واضح کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے نہیں، یہی مضمون سچا اور برحق ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿۶۲﴾ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اگر عیسائی دلائل کے میدان میں ناکام ہو جائیں اور مباہلہ کرنے سے عاجز آجائیں، اس کے باوجود اسلام قبول کرنے کیلئے تیار نہ ہوں تو یہ لوگ مفسد ہیں، اور مفسدین اللہ کے علم سے باہر نہیں ہیں، اللہ کو معلوم ہے کہ کہاں کہاں، کون کون سا مفسد، کیا کیا فساد پھیلا رہا ہے؟ عنقریب وہ انہیں سزا سے دوچار کرے گا۔ ﴿۶۳﴾ اس آیت مبارکہ میں دنیا بھر کے اہل کتاب کو دعوت دی گئی ہے" کیونکہ اس وقت نجران کا عیسائی وفد مخاطب تھا ورنہ یہ دعوت ہر کافر ومشرک کیلئے بھی اسی طرح ہے" کہ ایک متفقہ لائحہ عمل طے کر لیتے ہیں جس پر تم بھی عمل کرو اور ہم بھی عمل کریں، یہ ایک ایسا متفقہ اصول ہے جس کی خلاف ورزی ہم میں سے کوئی بھی نہ کرے، اور وہ یہ کہ ہم اللہ کی عبادت کریں گے، ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اور ہم اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہیں بنائیں گے، ظاہر ہے کہ جب یہ اصول طے ہو جائے گا تو ہر ایک اس پر عمل کرنے کیلئے پابند ہوگا، آگے رسالت، کتابیں، عقیدۂ قیامت، بعث بعد الموت، جنت اور جہنم جیسے معاملات رب کے حکم پر اطاعت کیلئے جمع ہونے کے نتیجے میں خود بخود طے ہو جائیں گے، لیکن اگر وہ لوگ تمہاری دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیں تو تم اپنا قبلہ درست رکھو اور تم اپنی فرمانبرداری پر قائم ہو۔ ﴿۶۴﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کو مخاطب کیا جا رہا ہے کہ تم لوگ خود کو دین ابراہیمی پر قرار دیتے ہو اور محمد ﷺ پر ایمان نہیں لاتے ہو، تم میں سے جو لوگ یہودی ہیں، وہ ابراہیم کو یہودی قرار دیتے ہیں اور تم میں سے جو لوگ عیسائی ہیں، وہ ابراہیم کو عیسائی قرار دیتے ہیں، ابراہیم کے معاملے میں تم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ کیوں جھگڑ رہے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بہت بعد نازل ہوئی ہیں، جو کتاب ان کے بعد نازل ہوئی اور جو دین اُن کے بعد اترا، اُس کتاب اور دین کی طرف پہلے گزر جانے والے نبی ابراہیم کو کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے؟ یہ تو ایسے ہے کہ کوئی شخص ۲۰۱۸ء میں یہ دعویٰ کرے کہ میرے پردادا ۱۹۱۸ء میں موبائل فون، لیپ ٹاپ اور انٹرنیٹ استعمال کرتے تھے، تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا؟ تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ

لَا	تَعْلَمُوْنَ﴿٦٦﴾	مَا	كَانَ	اِبْرٰهِيْمُ	يَهُوْدِيًّا	وَّ	لَا	نَصْرَانِيًّا	وَّلٰكِنْ	كَانَ
نہیں	جانتے ہو	نہ	تھا	ابراہیم	یہودی	اور	نہ	عیسائی	اورلیکن	تھا وہ

نہیں جانتے۔ ﴿٦٦﴾ ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی، لیکن وہ سب سے یکسو

حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ

حَنِيْفًا	مُّسْلِمًا ؕ	وَمَا	كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ﴿٦٧﴾	اِنَّ	اَوْلَى	النَّاسِ
سب سے یکسو	فرمانبرداری کرنے والا	اور نہ	تھا وہ	سے	شرک کرنے والوں کے	بیشک	سب سے قریب	لوگوں میں

رہنے والے مسلمان تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ ﴿٦٧﴾ انسانوں میں ابراہیم کے سب سے

بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ

بِاِبْرٰهِيْمَ	لَلَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْهُ	وَهٰذَا	النَّبِيُّ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا ؕ	وَاللّٰهُ	وَلِيُّ
ابراہیم کے	البتہ وہ لوگ جنہوں نے	اتباع کی اس کی	اور یہ	نبی ﷺ	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور اللہ	دوست

زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اُن کی پیروی کی، اور یہ نبی اور ان پر ایمان لانے والے، اور اللہ مؤمنین کا

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ

الْمُؤْمِنِيْنَ﴿٦٨﴾	وَدَّتْ	طَّآئِفَةٌ	مِّنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	لَوْ	يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ
ایمان والوں کا	چاہتی ہے	ایک جماعت	سے	اہل کتاب کی	کاش	وہ تمہیں گمراہ کردیں

دوست ہے۔ ﴿٦٨﴾ اہلِ کتاب کی ایک جماعت کی یہ خواہش ہے کہ کسی طرح وہ تمہیں گمراہ کردیں،

وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

وَمَا	يُضِلُّوْنَ	اِلَّآ	اَنْفُسَهُمْ	وَمَا	يَشْعُرُوْنَ﴿٦٩﴾	يٰٓاَهْلَ	الْكِتٰبِ	لِمَ
اورنہیں	وہ گمراہ کرتے	مگر	اپنی جانوں کو	اورنہیں	وہ شعور رکھتے	اے اہل	کتاب	کیوں

اور وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ ﴿٦٩﴾ اے اہلِ کتاب! تم

تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

تَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَاَنْتُمْ	تَشْهَدُوْنَ﴿٧٠﴾	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ
تم کفر کرتے ہو	ساتھ آیتوں کے	اللہ کی	اور تم	گواہی دیتے ہو	اے اہل کتاب	کیوں

اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ تم گواہی دیتے ہو؟ ﴿٧٠﴾ اے اہلِ کتاب! تم

﴿٦٦﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ تمہیں جس چیز کا علم ہی نہیں ہے، تم اس میں جھگڑا کیوں کرتے ہو؟ انسان کو جس چیز کا علم ہو، اس میں جھگڑا کرنا، حجت بازی اور تکرار کرنا سمجھ میں آتا ہے لیکن انسان کو جس چیز کی الف بے سے واقفیت اور شناسائی نہ ہو، اس میں جھگڑنا سوائے جہالت اور جگ ہنسائی کے کیا ہے؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ تورات وانجیل کے نزول کا زمانہ کیا ہے؟ تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ ابراہیم کی شریعت دنیا میں موجود اس وقت تمام ادیان و مذاہب میں کس کے سب سے زیادہ قریب ہے اور تم یہ فیصلہ کرنے میں بھی غلطی کا شکار ہو کہ ابراہیم یہودی یا عیسائی تھے، اس کی اصل حقیقت سے اللہ واقف ہے اور اسی کا بیان سچا ہے جو آگے آتا ہے۔ ﴿٦٧﴾ اس آیت مبارکہ میں واضح اعلان کر دیا گیا ہے کہ ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی عیسائی، گویا کہ واضح لفظوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کی تردید کر دی گئی، لہٰذا اب یہ دعویٰ تو باطل ہو گیا، لیکن یہ سوال پیدا ہو گیا کہ اگر ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی تو پھر وہ کیا تھے؟ سو اس کا جواب اگلی سطر میں دے دیا گیا کہ وہ حنیف تھے، مسلم تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے، اس تیسرے جزو سے مشرکین کے ساتھ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لاتعلقی ظاہر کر دی گئی کیونکہ وہ بھی خود کو ملت ابراہیمی کا پیروکار قرار دیتے تھے، دوسرے لفظ سے ان کی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری کو ثابت کیا گیا ہے، جبکہ لفظ ''حنیف'' ایک ایسے شخص پر بولا جاتا ہے جس نے ''خلق'' سے ٹوٹ کر ''حق'' کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کر لیا ہو، جو تمام مخلوق سے منہ موڑ کر اپنے خالق و مالک کیلئے یکسو ہو جائے اور جس کا ایمان اس قدر مضبوط ہو کہ وہ ساری دنیا سے ٹکر لے سکے اور ساری دنیا مل کر بھی اس کے پائے ایمان میں لغزش پیدا نہ کر سکے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے لوگ ان کی ان صفات سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ﴿٦٨﴾ اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ ساری دنیا کے انسانوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قرب اور مناسبت صرف ان لوگوں کے نصیب میں لکھی گئی ہے جنہوں نے ان کے زمانے میں ان کے لائے ہوئے دین کو قبول کیا، ان پر ایمان لائے اور دل و جان سے ان کی تعلیمات کی پیروی کی، جبکہ بعد کے زمانوں میں نبی آخر الزمان ﷺ اور ان کی امت کو قرب و مناسبت ابراہیم کا شرف حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ صورت و سیرت دونوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نہایت مشابہت اور قرب رکھتے تھے، اور اسی مناسبت و قرب کی وجہ سے اس امت کو امت مسلمہ کہا جاتا ہے، یہ نام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تجویز کردہ ہے اور اسی وجہ سے امت مسلمہ کا ہر فرد نماز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو بھی درود شریف میں شامل کر کے اپنی دعاؤں کا حصہ بناتا ہے۔ ﴿٦٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو اہل کتاب کی چال بازیوں اور ناپاک عزائم سے خبردار کیا جا رہا ہے کہ ان کی کوشش اور خواہش یہی ہے کہ جس طرح وہ گمراہی کے راستے پر چل رہے ہیں، تمہیں بھی اس راستے پر ڈال دیں اور تمہیں بھی گمراہ کر دیں، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے اس لئے وہ اہل ایمان کی حفاظت فرمائے گا اور اہل کتاب کے یہ ناپاک عزائم انہی پر الٹے پڑیں گے اور وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے، درحقیقت اہل ایمان کیلئے اس میں بہت بڑی بشارت اور تسلی کا سامان ہے۔ ﴿٧٠﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کو مخاطب

تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع ۸ ۱۵

تَلْبِسُوْنَ	الْحَقَّ	بِالْبَاطِلِ	وَتَكْتُمُوْنَ	الْحَقَّ	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ
تم ملاتے ہو	حق کو	باطل کے ساتھ	اور تم چھپاتے ہو	حق کو	اور تم	جانتے ہو

حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو؟ اور جان بوجھ کر حق کو کیوں چھپاتے ہو؟ [۷۱]

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ

وَقَالَتْ	طَّآئِفَةٌ	مِّنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	اٰمِنُوْا	بِالَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	عَلَى	الَّذِيْنَ
اور کہا	ایک جماعت نے	سے	اہل کتاب کی	ایمان لے آؤ	اس پر جو	نازل کیا گیا	پر	وہ لوگ جو

اور اہلِ کتاب کے ایک گروہ نے کہا کہ مسلمانوں پر جو چیز نازل ہوئی ہے،

اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾

اٰمَنُوْا	وَجْهَ	النَّهَارِ	وَاكْفُرُوْٓا	اٰخِرَهٗ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ
ایمان لائے	آغاز میں	دن کے	اور انکار کردو	دن کے آخر میں	تاکہ وہ	لوٹ جائیں

دن کے آغاز میں اُس پر ایمان لے آیا کرو، اور دن کے آخری حصے میں اُس کا انکار کردیا کرو تاکہ دوسرے لوگ بھی پھر جائیں۔ [۷۲]

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ

وَلَا	تُؤْمِنُوْٓا	اِلَّا	لِمَنْ	تَبِعَ	دِيْنَكُمْ	قُلْ	اِنَّ	الْهُدٰى	هُدَى	اللّٰهِ	اَنْ
اور مت	اعتماد کرو	مگر	اسی پر جو	پیروی کرے	تمہارے دین کی	تو کہہ	بیشک	کامل ہدایت	ہدایت	اللہ کی	یہ کہ

اور صرف اُنہی لوگوں کا اعتبار کیا کرو جو تمہارے دین کی پیروی کریں، اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ حقیقی ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے، یہ اس لیے

يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ

يُّؤْتٰٓى	اَحَدٌ	مِّثْلَ	مَآ	اُوْتِيْتُمْ	اَوْ	يُحَآجُّوْكُمْ	عِنْدَ	رَبِّكُمْ	قُلْ
دی گئی	کسی ایک کو	جیسی	وہ جو	تم دیئے گئے	یا	وہ تم سے جھگڑا کریں	نزدیک	تمہارے رب کے	تو کہہ

کہ جیسی چیز تمہیں ملی تھی، کسی اور کو ویسی ہی چیز کیوں مل گئی؟ یا وہ تمہارے رب کے یہاں تم پر کیوں غالب آگئے؟ آپ فرما دیجئے

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

اِنَّ	الْفَضْلَ	بِيَدِ	اللّٰهِ	يُؤْتِيْهِ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ
بیشک	فضیلت	ہاتھ میں	اللہ کے	وہ اسے دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور اللہ	کشادگی والا	جاننے والا

کہ فضیلت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ وسعت والا، جاننے والا ہے۔ [۷۳]

کر کے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ تمہارے پاس اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ ہو تو بیان کرو؟ قرآن کریم پر ایمان نہ لانے کی کوئی تسلی بخش وجہ بیان کرو؟ یہ خطاب نزول آیت سے لیکر بعد میں آنے والے ہر زمانے کے اہل کتاب سے ہے لیکن وہ باوجود اہل علم ہونے کے کوئی عقلی اور منطقی دلیل پیش کر سکے اور نہ آئندہ کبھی کر سکیں گے، حالانکہ وہ تورات وغیرہ آسمانی کتابوں میں بیان کردہ علامات اور نشانیوں کی روشنی میں اس بات کے گواہ ہیں کہ قرآن کریم اللہ ہی کا کلام ہے اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ اس کے آخری پیغمبر ہیں۔

[۷۱] اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب سے ایک اور سوال پوچھا گیا ہے کہ تم جان بوجھ کر حق اور باطل کو خلط ملط کیوں کر دیتے ہو؟ بلکہ بعض اوقات تو تم حق بات کو مکمل چھپا ہی لیتے ہو؟ کیا تمہارے ایسا کرنے سے حق اور باطل میں امتیاز نہیں ہو سکے گا؟ کیا تمہارے چھپانے سے حق مخفی رہ جائیگا؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور اللہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کر کے رہے گا۔

[۷۲] اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے حق کو چھپانے کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں نے ایک مرتبہ یہ منصوبہ بنایا کہ کچھ لوگ تیار کیے جائیں جو صبح کے وقت پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں جا کر مسلمان ہو جائیں، سارا دن اُن کے ساتھ گزاریں، یوں ظاہر کریں کہ وہ مسلمانوں کے احوال کا بغور جائزہ لے رہے ہیں تا کہ دین کی حقیقت سے آگاہی حاصل کر سکیں، ان کے اجتماعی اعمال میں بھی شریک ہوں اور شام ہونے پر ان کے ساتھ اپنی لاتعلقی اور دین سے بےزاری کا اظہار کر کے وہاں سے نکل آئیں، اگر کچھ لوگ اس کی وجہ پوچھیں تو انہیں بتا دیں کہ ہم نے اپنی کتابوں میں جس پیغمبر کی صفات پڑھی تھیں، ان میں وہ صفات نہیں ہیں اور نہ ہی یہ وہ تعلیمات ہیں جو سابقہ انبیاء لیکر آئے تھے، اس تدبیر سے لوگوں کا دین اسلام پر اعتقاد کمزور ہو جائیگا اور وہ دین اسلام سے مرتد ہونے لگیں گے۔

[۷۳] اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے بنائے ہوئے منصوبے کی دوسری شق اور اس منصوبہ بندی کی اصل وجہ بیان کی گئی ہے، ان کی دوسری شق یہ تھی کہ اس کام کیلئے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جائے جو پکے یہودی ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے بیچ بیچ کے مسلمان بن جائیں اور یہ کہ وہ صرف یہودیوں کی بات پر ہی اعتماد کر سکتے ہوں، اس منصوبہ بندی کی اصل وجہ اہل کتاب کا اس بات پر حسد ہے کہ نبوت ورسالت بنی اسرائیل میں سے نکل کر بنی اسماعیل کے پاس کیسے چلی گئی؟ کسی اور کو وہ سیادت وقیادت کیوں مل گئی جس پر صدیوں سے یہودیوں کی اجارہ داری قائم تھی؟ اس حسد نے انہیں قرآن وصاحب قرآن ﷺ سے دور کر دیا، انہیں سازشوں اور دشمنی پر آمادہ کر دیا اور انہیں ہدایت سے بے بہرہ کر کے گمراہی کی دلدل میں دھکیل دیا کیونکہ ہدایت اسی کو ملتی ہے جسے اللہ ہدایت عطا فرماتا ہے، اگر مسلمان دین برحق پر عمل کر کے دنیا کی تمام اقوام پر غالب آتے چلے جا رہے ہیں اور انہیں اپنے رب کے سامنے حجت پیش کرنے کا موقع مل رہا ہے تو یہ اللہ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہتا ہے، اپنے فضل سے نواز دیتا ہے اس لیے یہودیوں کا حسد دراصل اللہ کے فضل پر ہے جو کہ ان کے دلوں کی سختی کی علامت ہے۔

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾

يَّخْتَصُّ	بِرَحْمَتِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	ذُوالْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ
خاص کرلیتا ہے	اپنی رحمت سے	جسے	وہ چاہتا ہے	اوراللہ	فضل والا	بڑا

وہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر دیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ﴿٧٤﴾

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ

وَ	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مَنْ	اِنْ	تَاْمَنْهُ	بِقِنْطَارٍ	يُّؤَدِّهٖ
اور	سے	اہل کتاب کے	وہ جو	اگر	تم اسے امانت رکھواؤ	ایک خزانہ	وہ اسے ادا کرے گا

اور اہلِ کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ اُن کے پاس ایک خزانہ امانت رکھوا دیں تو وہ آپ کو ادا

اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ

اِلَيْكَ	وَمِنْهُمْ	مَّنْ	اِنْ	تَاْمَنْهُ	بِدِيْنَارٍ	لَّا	يُؤَدِّهٖ	اِلَيْكَ
تمہاری طرف	اوران میں سے	وہ جو	اگر	تم اسے امانت رکھواؤ	ایک دینار	نہ	وہ اسے ادا کرے گا	آپ کی طرف

کردیں گے، اور اُنہی میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ اُن کے پاس سونے کا ایک سکّہ بھی امانت رکھوا دیں تو وہ آپ کو ادا نہ کریں گے،

اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا

اِلَّا	مَادُمْتَ	عَلَيْهِ	قَآئِمًا	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْا	لَيْسَ	عَلَيْنَا
مگر	جب تک تم رہو	اس پر	کھڑے	وہ	اس وجہ سے کہ وہ	کہنے لگے	نہیں ہے	ہم پر

سوائے اس کے کہ آپ اُن کے سر پر کھڑے رہیں، یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُمیوں کا مال لینے میں

فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ

فِي	الْاُمِّيّٖنَ	سَبِيْلٌ	وَيَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَهُمْ
بیچ	ان پڑھوں کے	کوئی حرج	اور کہتے ہیں	پر	اللہ کے	جھوٹ	اور وہ

ہم پر کوئی گناہ نہیں ہو گا، اور وہ جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ

يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

يَعْلَمُوْنَ	بَلٰى	مَنْ	اَوْفٰى	بِعَهْدِهٖ	وَاتَّقٰى	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ
جانتے ہیں	کیوں نہیں	جوکوئی	پورا کرے	اپنے عہد کو	اور ڈرے	تو بیشک	اللہ	پسند کرتا ہے

باندھتے ہیں۔ ﴿٧٥﴾ کیوں نہیں، جو شخص اپنا عہد پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے تو بیشک اللہ متقیوں کو

﴿٧٤﴾ اس آیت مبارکہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ کچھ لوگوں کو خاص کرنے کیلئے کسی کی پسند اور ناپسند کا پابند نہیں ہے، وہ جسے چاہے اپنی خصوصی رحمت سے نواز دے، اس کے عمومی ابر کرم سے تو سب ہی فیض یاب اور فیض بار ہو رہے ہیں، اگر وہ کسی کو کوئی اضافی خصوصیت یا فضیلت عطا فرمانا چاہے تو وہ اس میں مکمل آزاد اور مختار ہے، کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ مثلاً اس نے بنی اسرائیل کی جگہ بنی اسماعیل میں نبوت و رسالت رکھ دی اور اہل مکہ میں سے نبی اکرم ﷺ کا انتخاب کر کے انہیں اپنا آخری نبی بنا دیا تو بنی اسرائیل اس پر غضب ناک کیوں ہو رہے ہیں؟ اور اُن کے خلاف سازشوں کا جال کیوں بچھا رہے ہیں؟ نبوت و رسالت تو اللہ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہے، اپنا فضل عطا فرما دے، بنی سرائیل کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

﴿٧٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک گروہ اعتدال پسندوں کا ہے اور دوسرا گروہ شدت پسندوں کا، ہر جماعت میں ان دونوں طبقوں کی نمائندگی ہوتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ اعتدال پسند کم اور شدت پسند زیادہ ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود اعتدال پسندوں کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ اہل کتاب میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر انہیں پورے خزانے پر امین مقرر کر دیا جائے تو وہ اس میں ایک سکے کی بھی خیانت نہ کریں اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ خزانہ تو بڑی دور کی بات، اگر ایک آدھ سکہ ہی ان کے پاس رکھوا دیا جائے تو وہ اس میں بھی خیانت کے مرتکب ہو جائیں اور اس سے مکر جائیں، پھر اگر کوئی ان سے کہے کہ تم نے کسی مسلمان کے مال میں خیانت کیوں کی یا تم رقم لیکر مکر کیوں گئے؟ تو وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ امی ہیں اور امیوں کا مال ہمارے لیے حلال ہے، خواہ وہ کسی بھی طرح ہو، اللہ تعالیٰ نے سخت الفاظ میں اس کی تردید اور مذمت فرمائی ہے اور اسے اپنی طرف جھوٹی نسبت قرار دیا ہے جس کا انجام برا ہو گا۔

اَلْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ

الْمُتَّقِيْنَ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَشْتَرُوْنَ	بِعَهْدِ	اللّٰهِ	وَاَيْمَانِهِمْ
ڈرنے والوں کو	بیشک	وہ لوگ جو	خرید لیتے ہیں	بدلے عہد کے	اللہ کے	اور اپنی قسموں کے

پسند فرماتا ہے۔ ﴿٧٦﴾ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی

ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ

ثَمَنًا	قَلِيْلًا	اُولٰٓئِكَ	لَا	خَلَاقَ	لَهُمْ	فِي	الْاٰخِرَةِ	وَلَا	يُكَلِّمُهُمُ
قیمت	تھوڑی	وہی لوگ	نہیں	کوئی حصہ	ان کیلئے	بیچ	آخرت کے	اور نہ	ان سے ہم کلام ہوگا

قیمت لیتے ہیں، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا، اللہ ان سے ہم کلام

اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۖ وَلَهُمْ

اللّٰهُ	وَلَا	يَنْظُرُ	اِلَيْهِمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	وَلَا	يُزَكِّيْهِمْ ۖ	وَلَهُمْ
اللہ	اور نہ	دیکھے گا	ان کی طرف	دن	قیامت کے	اور نہ	ان کا تزکیہ کرے گا	اور ان کیلئے

نہ ہو گا، قیامت کے دن ان پر نظرِ کرم نہ فرمائے گا اور نہ ہی ان کا تزکیہ کرے گا، اور ان کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٧﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ

عَذَابٌ	اَلِيْمٌ۝	وَاِنَّ	مِنْهُمْ	لَفَرِيْقًا	يَّلْوٗنَ	اَلْسِنَتَهُمْ
عذاب	دردناک	اور بیشک	ان میں سے	البتہ ایک گروہ	مروڑتے ہیں	اپنی زبانیں

دردناک عذاب ہوگا۔ ﴿٧٧﴾ اور ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے کہ وہ کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو

بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ

بِالْكِتٰبِ	لِتَحْسَبُوْهُ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَمَا	هُوَ	مِنَ	الْكِتٰبِ ۚ
ساتھ کتاب کے	تاکہ تم اسے سمجھو	سے	کتاب کے	اور نہیں	وہ	سے	کتاب کے

مروڑتے ہیں تاکہ تم اُسے کتاب کا حصہ سمجھو، حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہوتا،

وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ

وَيَقُوْلُوْنَ	هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	وَمَا	هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ ۚ
اور کہتے ہیں	وہ	سے	نزدیک	اللہ کے	اور نہیں	وہ	سے	نزدیک	اللہ کے

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا

﴿٧٦﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے خائن و شدت پسند گروہ کے اس مفروضے کو غلط ثابت کیا گیا ہے کہ امیوں کا مال ہمارے لیے حلال ہے اور اسے استعمال کرنے میں ہمیں کوئی گناہ نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے گناہ کیوں نہیں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں تو عہد پورا کرنے والوں کی اہمیت ہے، جو لوگ عہد کر کے مکر جائیں اور امانت میں خیانت کر کے بدعہدی کے مرتکب ہوں، نہ ان کا یہ عمل اللہ کو پسند ہے اور نہ وہ خود، اللہ تعالیٰ تو متقیوں کو پسند فرماتا ہے اور امانت میں خیانت کرنے والا شخص متقی نہیں ہوسکتا، لوگوں کا مال ہر طرح ہڑپ کر جانے والا اور حلال و حرام کی تمیز نہ کرنے والا کبھی متقی نہیں ہوسکتا۔

﴿٧٧﴾ اس آیت مبارکہ میں بدعہدی کرنے والوں، اللہ کے نام پر قسمیں کھا کر توڑ دینے والوں اور ان کے عوض مال و دولت اور لوگوں کی جائیدادیں حاصل کرنے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے، مثال کے طور پر ایک آدمی کسی کی جائیداد یا مال و دولت پر قبضہ کر لے، پھر اس پر قسم کھالے کہ وہ اس کی اپنی ملکیت ہے تو اس نے اللہ کے نام کو اس جائیداد یا مال و دولت کے عوض بیچ ڈالا، اس شخص کا جرم اتنا بڑا ہے کہ آخرت میں اس کا کوئی بھی حصہ نہیں ہونا چاہیے، اسے حق تعالیٰ کے ساتھ شرف ہم کلامی سے محروم رہنا چاہیے، اس پر نظرِ کرم اور اس کا تزکیہ نہیں ہونا چاہیے، اور اسے دردناک سزا ملنی چاہیے کیونکہ اس نے اللہ کے نام کی حرمت کو پامال کیا۔

وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٨﴾ مَا كَانَ

وَيَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ۝	مَا	كَانَ
اور کہتے ہیں	پر	اللہ کے	جھوٹ	اور وہ	جانتے ہیں	نہیں	ہے

اور وہ جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ﴿٧٨﴾ کسی انسان کا

لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ

لِبَشَرٍ	اَنْ	يُّؤْتِيَهُ	اللّٰهُ	الْكِتٰبَ	وَالْحُكْمَ	وَالنُّبُوَّةَ	ثُمَّ	يَقُوْلَ
کسی انسان کیلئے	یہ کہ	اسے دے	اللہ	کتاب	اور حکمت	اور نبوت	پھر	وہ کہنے لگے

یہ کام ہی نہیں ہے کہ اللہ اُسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا فرمائے، پھر وہ لوگوں سے

لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا

لِلنَّاسِ	كُوْنُوْا	عِبَادًا	لِّيْ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	وَلٰكِنْ	كُوْنُوْا
لوگوں سے	تم ہو جاؤ	بندے	میرے	سے	علاوہ	اللہ کے	اور لیکن	تم ہو جاؤ

یہ کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ یوں کہے کہ تم اللہ والے

رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ

رَبّٰنِيّٖنَ	بِمَا	كُنْتُمْ	تُعَلِّمُوْنَ	الْكِتٰبَ	وَبِمَا	كُنْتُمْ
اللہ والے	جیسا کہ	تم تھے	سکھاتے	کتاب	اور جیسا کہ	تم تھے

بن جاؤ، جیسا کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے تھے اور جیسا کہ تم خود بھی

تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ

تَدْرُسُوْنَ۝	وَلَا	يَاْمُرَكُمْ	اَنْ	تَتَّخِذُوا	الْمَلٰٓئِكَةَ
پڑھتے	اور نہ	وہ تمہیں حکم دے	یہ کہ	بنالو تم	فرشتوں کو

پڑھتے تھے۔ ﴿٧٩﴾ اور وہ تمہیں یہ حکم نہ دینے لگے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو ہی

وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ

وَالنَّبِيّٖنَ	اَرْبَابًا ؕ	اَيَاْمُرُكُمْ	بِالْكُفْرِ	بَعْدَ	اِذْ	اَنْتُمْ
اور نبیوں کو	بہت سے رب	کیا وہ تمہیں	حکم دے گا	پیچھے	اس کے کہ	تم ہو

رب بنالو، کیا وہ تمہیں کفر کرنے کا حکم دے گا بعد اِس کے کہ تم

﴿٧٨﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے ایک گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جو تورات میں تحریف کا مرتکب ہوا، وہ لوگ اپنے انداز اور الفاظ سے کتاب اللہ میں تحریف کے مجرم ہیں، وہ اپنے الفاظ اور مضامین کو اللہ کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے، حالانکہ وہ اللہ کا کلام ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی کتاب کا حصہ اور وہ جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں، اس سے ان لوگوں کی تردید ہوگئی جو تورات وانجیل میں تحریف کا انکار کرتے ہیں، اہل علم نے اثباتِ تحریف پر متعدد قابل قدر تصانیف سے امت کی رہنمائی اور اہل کتاب کا پول کھولا ہے۔ فجز اھم اللہ۔

﴿٧٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت ورسالت پر فائز حضرات کے تقرر کا مقصد بیان کیا ہے اور ''بشر'' کا لفظ نکرہ لانے میں تمام انبیاء ورسل کو شامل کرنا اور ان کی بشریت کو ثابت کرنا مقصود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو کتاب و حکمت، نبوت اور رسالت دے کر اس لیے نہیں بھیجا جاتا کہ وہ لوگوں کو اپنی عبادت اور پرستش کی دعوت اور ترغیب دینے لگیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام خالق سے تعلق توڑنے کیلئے نہیں بھیجے جاتے، وہ تو خالق سے تعلق جوڑنے، لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت کی شمع جلانے اور انہیں خدا شناسی کی تعلیم دینے کیلئے آتے ہیں، قرآن کریم اس کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جس مقصد کیلئے مبعوث فرمایا تھا، انہوں نے اس مقصد کے حصول اور تکمیل کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دیں، انہوں نے پوری پوری قوم سے ٹکر لے لی، لوگوں کے طعنے سنے، مذاق برداشت کیے، مار پیٹ کا سامنا کیا، الزامات اور بہتان تراشی کی اذیت برداشت کی، یہاں تک کہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا، لیکن کسی ایک نبی نے بھی اپنے مقصد کی تکمیل میں ایک لمحے کے کروڑویں حصے میں بھی کوتاہی نہیں کی، کسی ایک نبی نے بھی لوگوں کو اللہ کی بندگی کی بجائے اپنی بندگی کی دعوت نہیں دی، اس میں نجران کے وفد کو بھی تنبیہ ہوگئی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت یا کم از کم ابنیت کا دعویٰ کرتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو اس کا مطلب یہ نکلتا کہ اللہ تعالیٰ نے جس فرد کو نبوت اور رسالت کیلئے منتخب کیا تھا، اس نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی، اس نے اپنی حدود سے تجاوز کیا اور سب سے بڑھ کر اللہ کے انتخاب پر حرف گیری کا موقع ملتا کہ اللہ نے ایک ایسے فرد کا انتخاب کیا جو اس کے ساتھ مخلص اور وفادار نہیں تھا اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کا انتخاب کبھی غلط نہیں ہو سکتا لہٰذا یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی نبی نے لوگوں کا تعلق اللہ سے توڑ کر خود سے جوڑنے اور انہیں اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہو۔

مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ

مُّسْلِمُوْنَ﴿٨٠﴾	وَاِذْ	اَخَذَ	اللّٰهُ	مِيْثَاقَ	النَّبِيّٖنَ	لَمَآ	اٰتَيْتُكُمْ
فرمانبرداری کرنے والے	اور جب	لیا	اللہ نے	پختہ عہد	نبیوں سے	البتہ وہ جو	میں تمہیں دوں

مسلمان ہو؟ ﴿٨٠﴾ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ نے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ میں تمہیں جو کتاب

مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا

مِّنْ	كِتٰبٍ	وَّ	حِكْمَةٍ	ثُمَّ	جَآءَكُمْ	رَسُوْلٌ	مُّصَدِّقٌ	لِّمَا
سے	کتاب	اور	حکمت	پھر	آئے تمہارے پاس	ایک رسول	تصدیق کرنے والا	اس کی جو

و حکمت دوں گا، پھر تمہارے پاس ایک پیغمبر آئے جو تمہارے پاس موجود چیزوں کی

مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ

مَعَكُمْ	لَتُؤْمِنُنَّ	بِهٖ	وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ	قَالَ	ءَاَقْرَرْتُمْ
تمہارے پاس	البتہ تم ضرور ایمان لاؤ گے	اس پر	اور البتہ تم ضرور اس کی مدد کرو گے	کہا	کیا تم نے اقرار کیا

تصدیق کرے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اُس کی نصرت کرو گے، اللہ نے فرمایا کیا تم اِس کا اقرار کرتے ہو

وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ

وَاَخَذْتُمْ	عَلٰى	ذٰلِكُمْ	اِصْرِىْ ؕ	قَالُوْٓا	اَقْرَرْنَا ؕ	قَالَ
اور پکڑا تم نے	پر	تمہاری اس حالت کے	میرا عہد	کہا انہوں نے	ہم نے اقرار کیا	کہا

اور اِس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا

فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ

فَاشْهَدُوْا	وَاَنَا	مَعَكُمْ	مِّنَ	الشّٰهِدِيْنَ﴿٨١﴾	فَمَنْ	تَوَلّٰى	بَعْدَ
پھر تم گواہ رہو	اور میں	تمہارے ساتھ	سے	گواہی دینے والوں کے	تو جو کوئی	منہ موڑ لے	پیچھے

کہ پھر تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔ ﴿٨١﴾ پھر جو شخص اس کے بعد

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٨٢﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ

ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْفٰسِقُوْنَ﴿٨٢﴾	اَفَغَيْرَ	دِيْنِ	اللّٰهِ	يَبْغُوْنَ
اس کے	تو وہ لوگ	وہی	نافرمانی کرنے والے	تو کیا علاوہ	دین کے	اللہ کے	وہ تلاش کررہے ہیں

منہ موڑ لے گا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔ ﴿٨٢﴾ تو کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کررہے ہیں؟

ع ٩ / ١٦

﴿٨٠﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ کسی نبی کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو حکم دے کہ وہ فرشتوں اور نبیوں کو اپنا رب بنالیں، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ پہلے وہ لوگوں کو بت پرستی اور کفر وشرک سے نکالنے کی محنت کریں، پھر انہیں فرشتوں اور نبیوں کی عبادت کی دعوت دے کر دوبارہ کفر وشرک کی دلدل میں دھنسنے کیلئے چھوڑ دیں، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص محنت کر کے گھر بنائے، سجائے اور سنوارے، پھر بغیر کسی وجہ کے اپنے ہاتھوں سے اس پر پٹرول چھڑک کر اسے آگ لگادے۔

﴿٨١﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک خاص معاہدے کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا تھا، یہ معاہدہ یقیناً عالم بالا میں ہوا ہوگا جس کا اظہار تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں کرتے رہے، معاہدہ یہ ہوا کہ میں آپ لوگوں کو کتاب وحکمت سے سرفراز کروں گا، آپ لوگ اس کی اشاعت کے پابند ہوں گے لیکن اگر میرا خاص پیغمبر آپ میں سے کسی کی موجودگی میں آجائے، تو آپ پر لازم ہو گا کہ اس پر ایمان لائیں اور دل وجان سے اس کی نصرت کریں، وہ خاص پیغمبر بھی آپ کی تصدیق کرنے والا ہوگا، لیکن اس کی موجوگی میں آپ لوگ اپنی کتاب کی اشاعت کرنے کی بجائے اس کے دست و بازو بن کر اس پر ایمان لائیں گے، کیا آپ لوگ اس کا اقرار کرتے اور میرے ساتھ عہد کرتے ہیں؟ تمام انبیاء و رسل نے اقرار اور عہد کیا، اللہ تعالیٰ نے اس عہدو پیمان پر ان سب سے گواہی لی اور اپنی گواہی بھی ثبت فرمادی، یہ آیت ہمارے آقا ومولی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم فضیلت کی نہایت روشن دلیل ہے، اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب قرب قیامت آسمان سے نزول فرمائیں گے تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور قرآن کریم پر عمل کروائیں گے، نہ کہ انجیل پر۔

﴿٨٢﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام سے لیے جانے والے اس عہد و پیمان سے روگردانی کریں، یہاں دو باتیں واضح ہیں، ایک یہ کہ کسی نبی نے بھی اس معاہدے سے کبھی روگردانی نہیں کی، دوسری یہ کہ ہر نبی نے اپنی امت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور ان پر ایمان لانے سے متعلق تاکید وتلقین کی اور انہیں اس معاہدے سے آگاہ کیا، لہٰذا روگردانی کا تعلق امتوں سے ہوسکتا ہے، انبیاء کرام علیہم السلام سے نہیں۔

وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا

وَلَهٗٓ	اَسْلَمَ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	طَوْعًا	وَّ	كَرْهًا
اور اسی کا	فرمانبردار ہے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور زمین کے	خوشی سے	اور	پابند ہوکر

حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے اُسی کا فرمانبردار ہے ، خوشی سے ہو یا زبردستی،

وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ

وَّاِلَيْهِ	يُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾	قُلْ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَمَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْنَا	وَمَآ
اور اس کی طرف	وہ لوٹائے جائیں گے	تُو کہہ	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	ہم پر	اور جو

اور اُسی کی طرف سب لوگ لوٹائے جائیں گے۔ ﴿٨٣﴾ اے نبی! (ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُس چیز پر جو ہمارے اوپر اتاری گئی اور جو

اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

اُنْزِلَ	عَلٰٓى	اِبْرٰهِيْمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ	وَاِسْحٰقَ	وَيَعْقُوْبَ
نازل کیا گیا	پر	ابراہیم کے	اور اسماعیل کے	اور اسحاق کے	اور یعقوب کے

ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اُن کی اولاد پر اتاری

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ

وَالْاَسْبَاطِ	وَمَآ	اُوْتِيَ	مُوْسٰى	وَعِيْسٰى	وَالنَّبِيُّوْنَ	مِنْ
اور اُس کی اولاد کے	اور جو	دیا گیا	موسیٰ کو	اور عیسیٰ کو	اور نبیوں کو	سے

گئی، اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور دیگر نبیوں کو اُن کے رب کی طرف سے

رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ

رَّبِّهِمْ	لَا	نُفَرِّقُ	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْهُمْ	وَنَحْنُ	لَهٗ
ان کے رب کے	نہیں	ہم تفریق کرتے	درمیان	کسی ایک کے	ان میں سے	اور ہم	اس کے لئے

ملا، ہم اُن میں سے کسی کے درمیان بھی تفریق نہیں کرتے، اور ہم اُسی کے

مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ

مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾	وَمَنْ	يَّبْتَغِ	غَيْرَ	الْاِسْلَامِ	دِيْنًا	فَلَنْ	يُّقْبَلَ
فرمانبرداری کرنے والے	اور جو کوئی	تلاش کرے	علاوہ	اسلام کے	کوئی دین	تو ہرگز نہ	قبول کیا جائے گا

فرمانبردار ہیں۔ ﴿٨٥﴾ اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو اُسے اُس کی طرف سے ہرگز

﴿٨٣﴾ اس آیت مبارکہ میں لوگوں سے یہ سوال پوچھا جارہا ہے کہ کیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کی تلاش میں ہیں؟ تعجب ہے، آسمان وزمین کی ہر مخلوق اللہ کی مطیع وفرمانبردار ہو اور اشرف المخلوقات انسان اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے گریزاں، کسی اور دین کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہو؟ یہاں "طوعا وکرھا" کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری پر مجبور کیا ہے اور کوئی مخلوق اپنی خوشی سے بھی اس کی مطیع و فرمانبردار ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے بعض اپنے ارادہ و اختیار سے اسکی اطاعت وفرمانبرداری کرتی ہیں اور بعض مخلوقات کو حق تعالیٰ نے ارادہ و اختیار کی صفت عطا ہی نہیں کی، اس کے باوجود وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت اور فرمانبرداری کیلئے تیار نہیں ہیں۔

﴿٨٤﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ آپ اپنی امت کو تمام انبیاء ورسل اور ان پر نازل ہونے والی تعلیمات اور وحی پر ایمان لانے کی ترغیب اور دعوت دیں، اس امت کو چونکہ آخری امت بنایا گیا ہے اس لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ بعض انبیاء پر ایمان لائے اور بعض پر نہ لائے، یا بعض کتابوں کی تصدیق کرے اور بعض کی تردید، چنانچہ اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ کسی ایک نبی کا انکار تمام انبیاء کے انکار کو مستلزم ہے، گویا کسی شخص کے مسلمان ہونے کیلئے تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے، لیکن کسی شخص کے کافر ہونے کیلئے تمام انبیاء کا انکار ضروری نہیں، صرف ایک نبی کے انکار سے بھی انسان دائرہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔

مِنْهُ ج وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٨٥ كَيْفَ يَهْدِي

مِنْهُ ج	وَهُوَ	فِي	الْاٰخِرَةِ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ ۝٨٥	كَيْفَ	يَهْدِي
اس سے	اور وہ	بیچ	آخرت کے	سے	نقصان اٹھانے والوں کے	کیسے	ہدایت دے گا

قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ ٨٥ اللہ اُس قوم کو کیونکر

اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ

اللّٰهُ	قَوْمًا	كَفَرُوْا	بَعْدَ	اِيْمَانِهِمْ	وَشَهِدُوْٓا	اَنَّ	الرَّسُوْلَ
اللہ	ایسی قوم کو	کفر کیا انہوں نے	پیچھے	اپنے ایمان لانے کے	اور گواہی دے چکے وہ	یہ کہ بیشک	پیغمبر (ﷺ)

ہدایت دے گا، جو ایمان لانے کے بعد اور یہ گواہی دے کر کفر کرنے لگے کہ پیغمبر (ﷺ)

حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

حَقٌّ	وَّجَآءَهُمُ	الْبَيِّنٰتُ ط	وَاللّٰهُ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ
برحق	اور آچکے ان کے پاس	واضح دلائل	اور اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	اس قوم کو

برحق ہیں اور اُن کے پاس واضح دلائل بھی آچکے، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت

الظّٰلِمِيْنَ ۝٨٦ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ

الظّٰلِمِيْنَ ۝٨٦	اُولٰٓئِكَ	جَزَآؤُهُمْ	اَنَّ	عَلَيْهِمْ	لَعْنَةَ
ظلم کرنے والے	وہ لوگ	ان کی سزا	یہ کہ بیشک	ان پر	لعنت

نہیں دیتا۔ ٨٦ ایسے لوگوں کی یہی سزا ہے کہ اُن پر اللہ کی،

اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝٨٧ لا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ج

اللّٰهِ	وَالْمَلٰٓئِكَةِ	وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ ۝٨٧ لا	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ج
اللہ کی	اور فرشتوں کی	اور لوگوں کی	سب کے سب	ہمیشہ رہنے والے	اس میں

فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ ٨٧ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ،

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝٨٨ لا اِلَّا

لَا	يُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا	هُمْ	يُنْظَرُوْنَ ۝٨٨ لا	اِلَّا
نہ	ہلکا کیا جائے گا	ان سے	عذاب	اور نہ	وہ	مہلت دیئے جائیں گے	مگر

اُن کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی اُنہیں مہلت دی جائے گی۔ ٨٨ سوائے

٨٥ اس آیت مبارکہ میں دوٹوک اعلان کر دیا گیا ہے کہ اسلام کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی دین معتبر اور قابل قبول نہیں ہے، اگر کوئی شخص اس کے علاوہ کسی اور دین و مذہب کی تلاش میں ہے تو وہ خسارے کا شکار ہے اور آخرت میں بھی وہ نقصان اٹھائے گا، لہٰذا اب انسانوں کی نجات کا واحد راستہ اور معیار دین اسلام ہے اور بس۔

٨٦ اس آیت مبارکہ میں مرتدین کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ جو لوگ پہلے ایمان لے آئے اور پیغمبر ﷺ کے برحق ہونے کی گواہی دے چکے، اس کے بعد دوبارہ کفر کی دلدل میں جا دھنسے، انہیں ہدایت کیونکر ملے گی؟ وہ واضح دلائل دیکھ کر بھی گمراہ ہو گئے، ان سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ اسی طرح وہ اہل کتاب جنہیں یقین ہے کہ رسول اکرم ﷺ برحق ہیں اور انہیں اللہ نے شرفِ نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا ہے، اس کے باوجود ایمان نہیں لاتے، انہیں ہدایت کیونکر ملے گی؟

٨٧ ٨٨ ان دونوں آیتوں میں مرتد ہو جانے والوں اور حق واضح ہونے کے بعد بھی ایمان نہ لانے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہو، فرشتوں کی لعنت ہو، سارے انسانوں کی لعنت ہو، وہ اس لعنت سے کبھی نکلنے نہ پائیں گے، ان کے عذاب میں کسی قسم کی کوئی تخفیف نہیں کی جائے گی اور انہیں دم لینے کا موقع بھی نہیں ملے گا، اس سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ دین اسلام قبول کرلیں اور ہمیشہ کیلئے اس پر ثابت قدم رہیں۔

الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ

الَّذِيْنَ	تَابُوْا	مِنْۢ	بَعْدِ	ذٰلِكَ	وَاَصْلَحُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ
وہ لوگ جو	توبہ کی انہوں نے	سے	پیچھے	اس کے	اور اصلاح کرلی	تو بیشک	اللہ

اُن لوگوں کے جنہوں نے اِس کے بعد توبہ اور اصلاح کرلی تو بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ

غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بَعْدَ	اِيْمَانِهِمْ	ثُمَّ
بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	پیچھے	اپنے ایمان کے	پھر

بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ٨٩ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا، پھر

ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ

ازْدَادُوْا	كُفْرًا	لَّنْ	تُقْبَلَ	تَوْبَتُهُمْ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ
بڑھ گئے وہ	کفر میں	ہرگز نہ	قبول کی جائیگی	ان کی توبہ	اور وہ لوگ	وہی

وہ کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے، اُن کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی، اور وہی لوگ

الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ

الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَمَاتُوْا	وَهُمْ	كُفَّارٌ	فَلَنْ
گمراہ ہونے والے	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور مرگئے وہ	اور وہ	کفر کرنے والے	تو ہرگز نہ

گمراہ ہیں۔ ٩٠ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اورکافر ہونے کی حالت میں ہی مرگئے تو اُن

يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى

يُّقْبَلَ	مِنْ	اَحَدِهِمْ	مِّلْءُ	الْاَرْضِ	ذَهَبًا	وَّلَوِ	افْتَدٰى
قبول کیا جائیگا	سے	ان میں کسی ایک کا	بھرکر	زمین کے	سونا	اگرچہ	فدیے میں دیدے

میں سے کسی سے زمین بھر کر سونا بھی قبول نہ کیا جائے گا، اگرچہ وہ اُسے فدیے میں

بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾ ع ٩ ١١ ١٧

بِهٖ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	وَّمَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾
اسے	وہی لوگ	ان کیلئے	عذاب	دردناک	اورنہیں	ان کا	سے	مددگاروں کے

دینا چاہے، انہی لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ٩١

٨٩ اس آیت مبارکہ میں اللہ کی لعنت اور اس کے عذاب سے استثناء حاصل کرنے کی صورت بیان کی گئی ہے کہ صدق دل سے توبہ کریں اور اپنی اصلاح کریں، آئندہ کیلئے اپنے گزشتہ تمام گناہوں پر ندامت اور شرمندگی کے ساتھ اجتناب کریں اور اعمال صالحہ والی زندگی گزاریں۔

٩٠ اس آیت مبارکہ میں اُن مرتدین کا حال بیان کیا گیا ہے جو اپنے کفر وارتداد میں آگے سے آگے بڑھتے ہی چلے گئے، ان کے قدم ایمان کی طرف واپس نہ پلٹے اور انہوں نے ساری زندگی حق کی مخالفت میں گزار دی، وقتِ نزع انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا، جب موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہوئے تو اس وقت توبہ کا خیال آیا، ایسی توبہ کا کوئی فائدہ نہیں اور ان لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی، یہ لوگ پکے گمراہ ہیں اوران کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کچھ نہیں۔

٩١ اس آیت مبارکہ میں خبردار کردیا گیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں تو کسی نے بتایا ہی نہ تھا، قیامت کے دن کافروں کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا، اوّل تو وہاں مال ودولت نام کی کوئی چیز ہی نہ ہوگی، لیکن اگر بالفرض ہو بھی اور وہاں اسے سونے چاندی سے بھری ہوئی پوری زمین مل جائے اور وہ چاہے کہ سونے کی اس زمین کو دے کر جہنم سے چھٹکارا حاصل کرلے، تب بھی اسے جہنم سے چھٹکارا نہیں ملے گا، احادیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی سے حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر روئے زمین کے خزانے تیرے پاس ہوں اور میں تجھ سے وہ سب مانگوں تو تو مجھے دیدے گا؟ وہ فوراً عرض کرے گا کیوں نہیں پروردگار! ضرور دیدوں گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو دنیا میں تجھ سے بہت آسان کام کا تقاضا کیا تھا، لیکن تو نے وہ آسان کام نہ کیا، میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا لیکن تو شرک کیے بغیر نہ مانا، ایسے شخص کیلئے دردناک عذاب کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے!

اعاذنا اللہ من سائر انواع العذاب

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ۬ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ

لَنْ	تَنَالُوا	الْبِرَّ	حَتّٰى	تُنْفِقُوْا	مِمَّا	تُحِبُّوْنَ ؕ۬	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ	شَیْءٍ
ہرگز نہ	حاصل کرسکو گے تم	کامل نیکی	یہاں تک کہ	تم خرچ کرو	اس میں سے جو	تم پسند کرتے ہو	اور جو	تم خرچ کرو گے	سے	کوئی چیز

تم نیکی کا اعلیٰ درجہ ہرگز حاصل نہیں کرسکتے یہاں تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیز خرچ کرنے لگو، اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

فَاِنَّ	اللّٰهَ	بِهٖ	عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾	كُلُّ	الطَّعَامِ	كَانَ	حِلًّا	لِّبَنِیْۤ	اِسْرَآءِیْلَ
تو بیشک	اللہ	اسے	خوب جاننے والا	ہر ایک	کھانے کی چیز	تھی	حلال	بیٹوں کیلئے	اسرائیل کے

اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ ۹۲ بنی اسرائیل کیلئے کھانے کی ہر چیز ہی حلال تھی

اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ

اِلَّا	مَا	حَرَّمَ	اِسْرَآءِیْلُ	عَلٰى	نَفْسِهٖ	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تُنَزَّلَ	التَّوْرٰىةُ ؕ
مگر	وہ جو	حرام کرلیا	اسرائیل نے	پر	اپنی ذات کے	سے	پہلے	یہ کہ	نازل کی گئی	تورات

سوائے اُس کے جو تورات نازل ہونے سے پہلے یعقوب نے اپنی ذات پر خود حرام کرلی تھی،

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى

قُلْ	فَاْتُوْا	بِالتَّوْرٰىةِ	فَاتْلُوْهَاۤ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾	فَمَنِ	افْتَرٰى
تُو کہہ	تو تم لے آؤ	تورات کو	پھر اس کی تلاوت کرو	اگر	تم ہو	سچے	تو جو کوئی	گھڑے

آپ فرما دیجئے کہ تم تورات لیکر آؤ اور اُس کی تلاوت کرو اگر تم سچے ہو۔ ۹۳ پھر جو شخص اس کے بعد بھی

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ

عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	مِنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ	فَاُولٰٓىِٕكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾	قُلْ
پر	اللہ کے	جھوٹ	پیچھے سے	اس کے	تو وہ لوگ	وہی	ظلم کرنے والے	تُو کہہ

اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ ۹۴ اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے

صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ

صَدَقَ	اللّٰهُ ۫	فَاتَّبِعُوْا	مِلَّةَ	اِبْرٰهِیْمَ	حَنِیْفًا ؕ	وَمَا	كَانَ	مِنَ
سچ کہا	اللہ نے	تو تم پیروی کرو	ملت کی	ابراہیم کی	سب سے یکسو ہونے والا	اور نہ	تھاوہ	سے

کہ اللہ نے سچ کہا ہے، سو تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو سب سے یکسو ہو گئے تھے اور وہ مشرکین میں سے

(٤) ربع

وقف جبریل علیہ السلام

۹۲ اس آیت مبارکہ میں نیکی کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ تم اپنی پسندیدہ چیز خرچ کیا کرو، اس لیے کہ اگر گھٹیا چیز خرچ کی جائے تو وہ اللہ کو پسند نہیں، خود انسان بھی اسے لینا پسند نہیں کرتا، تو پھر دینا کیوں پسند کرے؟ علاوہ ازیں جب پسندیدہ چیز خرچ کرے گا تو یہ نفس پرشاق اور گراں گزرے گا، اس طرح دل سے مال کی محبت نکلے گی اور حب مال کے مرض کا علاج ممکن ہوسکے گا، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ سن کر اپنا سب سے قیمتی باغ ''بیرحاء'' اللہ کے نام پر صدقہ کردیا تھا۔

۹۳ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل پر کھانے کی تمام چیزیں حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں اب حلال ہیں، وہ پہلے بھی حلال تھیں، البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ذاتی طور پر اپنے لیے اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام کرلیا تھا جس کی وجہ ان کی منت تھی، دراصل انہیں پاؤں کی رگ میں نہایت تکلیف دہ درد ہوتا تھا جسے ''عرق النساء'' کہا جاتا ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ منت مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس مرض سے شفا دیدے تو میں اپنے کھانے پینے کی سب سے مرغوب چیز چھوڑ دوں گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا دیدی، انہوں نے یہ دونوں چیزیں چھوڑ دیں، ان کے احترام میں ان کی اولاد نے بھی یہ دونوں چیزیں چھوڑ دیں، یہ تورات نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے، تورات میں ان دونوں چیزوں کو حرام قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی ان دنوں چیزوں کو ملت ابراہیمی میں حرام کیا گیا ہے اس لیے اگر ملت ابراہیمی سے تعلق رکھنے والی امت مسلمہ یہ دونوں چیزیں استعمال کرے تو اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

۹۴ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت کرنے والوں اور افتراء پردازوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہودی کہتے تھے کہ اونٹ کے گوشت اور دودھ کی حرمت کا حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اور وہ ملت ابراہیمی کا حصہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو پھر تورات لیکر آؤ اور اس کے متعلقہ مقام کی تلاوت کرو تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے، کسی زمانے کے یہودیوں میں یہ چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی جس سے ان کا جھوٹ اور ظلم کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

الْمُشْرِكِيْنَ ۝٩٥ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا

الْمُشْرِكِيْنَ ۝	اِنَّ	اَوَّلَ	بَيْتٍ	وُّضِعَ	لِلنَّاسِ	لَلَّذِيْ	بِبَكَّةَ	مُبٰرَكًا
مشرکین کے	بیشک	پہلا	گھر	رکھا گیا	لوگوں کیلئے	وہ ہے جو	مکہ میں	بابرکت

نہ تھے۔ ۹۵ بیشک سب سے پہلا وہ گھر "جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا" وہی ہے جو مکہ میں ہے، وہ بابرکت

وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝٩٦ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ

وَ	هُدًى	لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝	فِيْهِ	اٰيٰتٌۢ	بَيِّنٰتٌ	مَّقَامُ	اِبْرٰهِيْمَ	وَمَنْ
اور	مرکز ہدایت	جہان والوں کیلئے	اس میں	نشانیاں	واضح	کھڑے ہونے کی جگہ	ابراہیم کی	اور جو کوئی

اور اہل عالم کیلئے مرکزِ ہدایت ہے۔ ۹۶ اس میں واضح نشانیاں ہیں جیسے مقامِ ابراہیم، اور جو

دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ

دَخَلَهٗ	كَانَ	اٰمِنًا	وَلِلّٰهِ	عَلَى	النَّاسِ	حِجُّ	الْبَيْتِ	مَنِ	اسْتَطَاعَ
داخل ہوا اس میں	ہوگیا وہ	امن والا	اور اللہ ہی کیلئے	پر	لوگوں کے	حج کرنا	بیت اللہ کا	جو کوئی	طاقت رکھے

اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ ہی کی رضا کیلئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جبکہ وہ وہاں تک

اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝٩٧ قُلْ

اِلَيْهِ	سَبِيْلًا	وَمَنْ	كَفَرَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَنِيٌّ	عَنِ	الْعٰلَمِيْنَ ۝	قُلْ
اس تک	راستے کی	اور جو کوئی	کفر کرے	تو بیشک	اللہ	بے نیاز	سے	جہان والوں کے	تُو کہہ

پہنچنے کی قدرت رکھے، اور جو شخص انکار کرے تو بیشک اللہ اہل عالم سے بے نیاز ہے۔ ۹۷ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	شَهِيْدٌ	عَلٰى	مَا
اے کتاب والو!	کیوں	تم انکار کرتے ہو	آیتوں کا	اللہ کی	اور اللہ	روبرو	پر	اس کے جو

کہ اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو؟ جبکہ اللہ تمہارے کاموں کو خوب

تَعْمَلُوْنَ ۝٩٨ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ

تَعْمَلُوْنَ ۝	قُلْ	يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	مَنْ
تم کرتے ہو	تُو کہہ	اے اہل کتاب!	کیوں	تم روکتے ہو	سے	راستے	اللہ کے	اسے جو

دیکھ رہا ہے۔ ۹۸ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں

۹۵ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ جب یہودی اپنے دعویٰ کی تائید میں تورات کی کوئی آیت پیش نہ کر سکیں اور دنیا پر ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے، تو حق تعالیٰ کا فرمان سچا ہونا مزید نمایاں ہو جاتا ہے اس لیے آپ ملت ابراہیمی کی پیروی کرتے رہیں، اور یہودیوں کو بھی چاہیے کہ وہ ہٹ دھرمی چھوڑ کر اصل ملت ابراہیمی کی پیروی کریں، وہ ابراہیم جو مشرک نہ تھے اور انہوں نے ہر طرف سے منہ موڑ کر اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیا تھا۔

۹۶ اس آیت مبارکہ میں خانہ کعبہ کو روئے زمین پر سب سے پہلی تعمیر قرار دیا گیا ہے، اس کی تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ لوگ یہاں آکر اس گھر کا طواف کریں، اپنے آنسو بہائیں، گناہ معاف کروائیں، اپنی گزارشات پیش کر کے ان پر قبولیت کی مہر لگوائیں، بیت المقدس اور دیگر مقدس مقامات بعد میں تعمیر ہوئے اور خانہ کعبہ کے معمار جدید حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، انہوں نے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور بڑے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہاں آباد کیا تھا، اس مبارک سرزمین سے ان کی گہری دلی وابستگی تھی، یہاں ان کی بہت ساری یادگاریں موجود ہیں، اس لیے اب خانہ کعبہ ہی کو مرکز انوار و تجلیات سمجھنا چاہیے، اسی کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنی چاہیے اور اسے ملت ابراہیمی سے جدا نہیں سمجھنا چاہیے۔

۹۷ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے، مکہ مکرمہ "جس کا پرانا نام بکہ تھا" میں واقع بیت اللہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات کا مرکز رہا ہے، یہاں اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی برکتیں رکھی ہیں، یہ حق تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت کی ایک عظیم علامت ہے، یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں، یہاں محبوب حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں، یہاں اللہ سے پکی سچی محبت کرنے والے ابراہیم کی ایک نشانی "مقام ابراہیم" موجود ہے، یہ وہ پتھر ہے جو خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت ابراہیم کی ضرورت کے مطابق اوپر اور نیچے ہو جاتا تھا، یہ مقام مقام امن ہے، دنیا بھر کے مظلوم اور بے کس لوگوں کیلئے جائے امن، کسی کو یہاں کے امن وامان سے کھیلنے کی اجازت نہیں، انسان تو ایک طرف، یہاں کے جانوروں اور پرندوں، گھاس اور پودوں کو بھی امن حاصل ہے، اس لیے ہر شخص کو کم از کم ایک مرتبہ تو اس مبارک گھر کی زیارت کیلئے ضرور آنا چاہیے، لیکن چونکہ ہر شخص صاحب استطاعت نہیں ہوتا، بہت سے لوگ غریب اور محتاج بھی ہوتے ہیں، اس لیے انہیں مستثنیٰ کر کے ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض قرار دیا جاتا ہے، جو شخص اپنا یہ فریضہ ادا کرے گا، ثواب کا مستحق قرار پائے گا اور جو شخص اس سے انکار کرے گا تو اللہ کو اس کے حج کی ضرورت نہیں ہے، وہ غنی اور بے نیاز ہے لیکن وہ تارک فریضہ ہونے کی وجہ سے گناہ گار اور منکر فریضہ ہونے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

۹۸ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا ہے کہ تم لوگ قرآن کریم کا انکار کرنے کی کوئی دلیل بیان کرو، آخر کوئی تو معقول وجہ لیکر آؤ، یہ چیلنج آج بھی موجود ہے لیکن دنیا بھر کے اہل کتاب میں یہ جرأت موجود نہیں ہے کہ اسے قبول کر کے انکار قرآن کی کوئی ایک معقول وجہ ہی بیان کریں، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے اعمال سے اللہ ناواقف نہیں ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں؟

اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

اٰمَنَ	تَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا	وَّ	اَنْتُمْ	شُهَدَآءُ ۗ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا
ایمان لائے	تم اسمیں تلاش کرتے ہو	ٹیڑھا پن	اور	تم	گواہی دینے والے	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو

روکتے ہو؟ اور تم اس پر گواہ ہونے کے باوجود اس میں ٹیڑھا پن کیوں تلاش کرتے ہو؟ اور اللہ تمہارے کاموں سے

تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٩﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ

تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٩﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنْ	تُطِيْعُوْا	فَرِيْقًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ
تم کرتے ہو	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	اگر	تم اطاعت کرنے لگو	ایک گروہ کی	سے	وہ لوگ جو

بے خبر نہیں ہے۔ ﴿٩٩﴾ اے اہلِ ایمان! اگر تم اہلِ کتاب کے ایک گروہ کی بات

اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ

اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	يَرُدُّوْكُمْ	بَعْدَ	اِيْمَانِكُمْ	كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٠﴾	وَكَيْفَ	تَكْفُرُوْنَ
دیئے گئے	کتاب	وہ تمہیں لوٹا دیں گے	پیچھے	تمہارے ایمان کے	کفر کرنے والے	اور کیسے	تم کفر کرتے ہو

ماننے لگے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد پلٹا کر کافر بنادیں گے۔ ﴿١٠٠﴾ اور تم کس طرح کفر کر سکتے ہو

وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ

وَاَنْتُمْ	تُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتُ	اللّٰهِ	وَفِيْكُمْ	رَسُوْلُهٗ ۗ	وَمَنْ	يَّعْتَصِمْ
اور تم	تلاوت کی جاتی ہیں	تم پر	آیتیں	اللہ کی	اور تم میں	اس کا پیغمبر	اور جو کوئی	مضبوط تھام لے

جبکہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے اور تمہارے درمیان اُس کا پیغمبر موجود ہے؟ اور جو شخص اللہ کی رسی کو

بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

ع ١٠ ١

بِاللّٰهِ	فَقَدْ	هُدِيَ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا
اللہ کو	تو یقیناً	اسے ہدایت مل گئی	طرف	راستے کے	سیدھے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

مضبوطی سے تھام لے تو یقیناً اُسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت مل گئی۔ ﴿١٠١﴾ اے اہلِ ایمان!

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾

اتَّقُوا	اللّٰهَ	حَقَّ	تُقٰتِهٖ	وَلَا	تَمُوْتُنَّ	اِلَّا	وَاَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾
ڈرو	اللہ سے	جیسا حق	اس سے ڈرنے کا	اور نہ	تم مرنا	مگر	اور تم	مسلمان ہو

اللہ سے اُس طرح ڈرو جیسے اُس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم مسلمان ہو کر ہی مرنا۔ ﴿١٠٢﴾

﴿٩٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کو خطاب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم لوگ خود سعادت ایمان سے محروم ہو تو یہ تمہاری محرومی ہے، لیکن تم لوگ تو اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر ایمان لانے والوں کا راستہ کھوٹا کرتے ہو، ان کے سامنے دین میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہو، انہیں دین کے حوالے سے تذبذب میں مبتلا کر کے متزلزل کرنا چاہتے ہو، یہ تو دوہرا جرم ہے، یہ مت بھولو کہ اللہ کو تمہاری سب خبر ہے، وہ تم سے غافل اور بے خبر نہیں ہے، لوگوں کو جانتے بوجھتے گمراہ کرنے اور دین پر ان کا اعتماد و اعتقاد کمزور کرنے کی سزا تمہیں ضرور ملے گی۔

﴿١٠٠﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو اہل کتاب کی اطاعت کرنے اور ان کی بات ماننے کے انجام سے خبردار کیا جا رہا ہے کہ اگر تم ان کی بات مانتے رہے تو وہ اپنا کام کر جائیں گے، ان کی تو خواہش ہے کہ کسی طرح تمہیں تمہارے ایمان سے برگشتہ کر کے دوبارہ کفر کی طرف واپس پلٹا دیں، اس لیے تم آستین کے ان سانپوں سے ہوشیار اور خبردار رہو۔

﴿١٠١﴾ اس آیت مبارکہ میں استفہام کے انداز میں اس بات پر نکیر کی گئی ہے کہ کوئی مسلمان دوبارہ کفر کی طرف واپس پلٹے اور دو عظیم نعمتوں کا ذکر کر کے اہل ایمان کو ان کی قدر کرنے کی تلقین کی گئی ہے، ان میں سے ایک نعمت تو یہ ہے کہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے، تمہیں قرآن کریم پڑھ پڑھ کر سنایا جاتا ہے، تم اسے چھوڑ کر اہل کتاب کی باتوں میں آنا چاہتے ہو؟ دوسری نعمت یہ کہ تمہارے درمیان اللہ کا پیغمبر موجود ہے، اس کا وجود ہی عظیم سعادت اور نعمت خداوندی ہے، اگر اس کے باوجود تم کفر کا راستہ اختیار کرو تو ان نعمتوں کی کیسی ناقدری ہے؟ تعجب ہے کہ تم پیغمبر کی بات چھوڑ کر اہل کتاب کی بات مان رہے ہو؟ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، کیونکہ ہدایت اُسی کو ملے گی جو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے۔

﴿١٠٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے جس طرح اُس سے ڈرنے کا حق ہے، یہ ایک ایسا حکم ہے جس پر سو فیصد عمل ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ اللہ سے ڈرنے کا حق کوئی بھی ادا نہیں کر سکتا، اسی وجہ سے لوگوں کی تشویش دور کرتے ہوئے ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا" فاتقوا الله ما استطعتم " کہ جہاں تک تم سے ممکن ہو سکے، اللہ سے ڈرا کرو یعنی حق تو ادا نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کی کوشش ضرور کی جا سکتی ہے لہٰذا جتنی کوشش کر سکتے ہو، اس میں کوتاہی نہ کرو اور اپنا جینا مرنا اسلام کیلئے وقف کر دو۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

وَاعْتَصِمُوْا	بِحَبْلِ	اللّٰهِ	جَمِيْعًا	وَّ	لَا	تَفَرَّقُوْا ۠	وَاذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ
اور مضبوط تھام لو	رسی کو	اللہ کی	سب کے سب	اور	مت	تفرقہ ڈالو	اور یاد کرو	احسان	اللہ کا

اور سب کے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو اور تفرقہ مت ڈالو، اور اپنے اوپر اللہ کا احسان

عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ

عَلَيْكُمْ	اِذْ	كُنْتُمْ	اَعْدَآءً	فَاَلَّفَ	بَيْنَ	قُلُوْبِكُمْ	فَاَصْبَحْتُمْ	بِنِعْمَتِهٖٓ
اپنے اوپر	جبکہ	تم تھے	بہت سے دشمن تھے	تو الفت پیدا کردی	درمیان	تمہارے دلوں کے	تو تم نے صبح کی	اس کے فضل سے

یاد کرو، جبکہ تم باہم دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی، اور تم اُس کے فضل سے بھائی بھائی

اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ

اِخْوَانًا ۚ	وَكُنْتُمْ	عَلٰى	شَفَا	حُفْرَةٍ	مِّنَ	النَّارِ	فَاَنْقَذَكُمْ	مِّنْهَا ۭ
بھائی بھائی	اور تم تھے	پر	کنارے	گڑھے کے	سے	جہنم کے	تو اس نے تمہیں بچالیا	اس سے

ہو گئے، اور تم لوگ جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے کہ اللہ نے تمہیں اُس سے بچا لیا،

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ

كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اٰيٰتِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾	وَلْتَكُنْ	مِّنْكُمْ
اسی طرح	بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	اپنی آیتیں	تاکہ تم	ہدایت حاصل کرو	اور چاہیے کہ ہو	تم میں سے

اسی طرح اللہ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرلو۔ ۱۰۳ اور تم میں سے ایک جماعت

اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

اُمَّةٌ	يَّدْعُوْنَ	اِلَى	الْخَيْرِ	وَيَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَيَنْهَوْنَ	عَنِ
ایک جماعت	وہ بلاتے ہوں	طرف	خیر کے	اور حکم دیتے ہوں	بھلائی کا	اور روکتے ہوں	سے

ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف دعوت دے، بھلائی کا حکم دے اور برائی سے

الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا

الْمُنْكَرِ ۭ	وَاُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾	وَلَا	تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	تَفَرَّقُوْا
برائی کے	اور وہ لوگ	وہی	کامیابی والے	اور نہ	ہو جاؤ تم	جیسے وہ لوگ جو	تفرقہ ڈالا انہوں نے

روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ۱۰۴ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ ڈالا،

۱۰۳ اس آیت مبارکہ کا مفہوم سمجھنے کیلئے ایک واقعہ معلوم کر لینا ضروری ہے، مدینہ منورہ میں ایک یہودی شاس بن قیس رہتا تھا، اُس نے ایک شخص کو اس کام کیلئے تیار کیا کہ مسلمانوں کے درمیان لڑائی پیدا کرنی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کے لوگ جمع ہوں، موقع پا کر وہاں جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دے، یہ جنگ ان دونوں قبیلوں کے درمیان برسہابرس جاری رہی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد نہ صرف یہ کہ اوس اور خزرج کے درمیان پرانی عداوتیں ختم ہو گئی تھیں بلکہ ان کی جگہ مہر والفت اور محبت ومودت نے لے لی تھی، وہ یہودی موقع کی تلاش میں رہا، ایک دن موقع پا کر اُس نے جنگ بعاث سے متعلق کچھ اشعار پڑھ دیئے، ان اشعار نے بجھی ہوئی راکھ میں دوبارہ آگ بھڑکا دی، قریب تھا کہ یہ دونوں گروہ آپس میں الجھ پڑتے اور خونریزی تک نوبت پہنچ جاتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا، آپ فوراً مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے اور حالات پر حکمت عملی کے ساتھ قابو پالیا، لوگ شیطانی چال کو سمجھ گئے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے، اس مناسبت سے یہ آیت نازل ہوئی، جس میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی رسی یعنی اس کے دین کو مضبوطی سے تھام کر رکھو، آپس میں انتشار پیدا کرنے کی تمام کوششوں کو ناکام بناؤ، کیا تم وہ وقت بھول گئے ہو جب تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور تمہارے درمیان صدیوں اور نسلوں تک عداوتیں قائم رہتی تھیں، اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی کی، اپنے پیغمبر کو تمہارے پاس بھیجا، ان کی محنت کی برکت سے تمہارے دلوں میں محبت والفت پیدا کی، تمہارے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور تمہیں ایک دوسرے کا ہمدرد وغم خوار بنایا، تم لوگ جہنم کے کنارے پہنچ چکے تھے، قریب تھا کہ تم اس میں گر پڑتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو تمہارے پاس بھیج دیا، انہوں نے تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ پکڑ کر پیچھے گھسیٹا، تمہیں جہنم کے گڑھے سے نجات دلائی اور تمہاری مسیحائی کی، اس لیے مناسب نہیں ہے کہ تم دشمن کی شرارت سے آپس میں لڑنے لگ جاؤ۔

۱۰۴ اس آیت مبارکہ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور دعوت الی الخیر کا فریضہ سرانجام دے، تاکہ نیکیوں کو فروغ ملے، گناہوں کی روک تھام ہو، انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس فریضے کی ادائیگی میں مصروف عمل رہے، اس سلسلے کو مزید آگے بڑھانا چاہیے، نیکی کی فضا اسی طرح قائم ہوگی اور گناہ سے نفرت اسی طرح پیدا ہوگی اور زمین اللہ کے فرمانبرداروں کے انوار و برکات سے آراستہ وپیراستہ ہوگی۔

وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ

وَاخْتَلَفُوْا	مِنْ	بَعْدِ	مَا	جَآءَهُمُ	الْبَيِّنٰتُ ۭ	وَاُولٰۗىِٕكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ
اورانہوں نے اختلاف کیا	سے	پیچھے	وہ جو	ان کے پاس آئے	واضح دلائل	اور وہی لوگ	ان کیلئے	عذاب

اور واضح دلائل آجانے کے بعد اختلاف کیا، اِنہی لوگوں کیلئے بڑا

عَظِيْمٌ ۝١٠٥ ۙ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

عَظِيْمٌ ۝١٠٥	يَّوْمَ	تَبْيَضُّ	وُجُوْهٌ	وَّ	تَسْوَدُّ	وُجُوْهٌ ۚ	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ
بہت بڑا	جس دن	روشن ہوں گے	بہت سے چہرے	اور	سیاہ ہوں گے	بہت سے چہرے	سو رہے	وہ لوگ جو

عذاب ہے۔ ۱۰۵ جس دن بہت سے چہرے روشن اور بہت سے چہرے سیاہ ہوں گے، سو جن لوگوں کے

اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

اسْوَدَّتْ	وُجُوْهُهُمْ ۣ	اَكَفَرْتُمْ	بَعْدَ	اِيْمَانِكُمْ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ
سیاہ ہو گئے	اُن کے چہرے	کیا تم نے کفر کیا	پیچھے	اپنے ایمان کے	تو چکھو تم مزہ	عذاب کا

چہرے سیاہ ہوں گے، اُن سے کہا جائے گا کہ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟ سو اب تم عذاب کا مزہ چکھو

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝١٠٦ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ

بِمَا	كُنْتُمْ	تَكْفُرُوْنَ ۝١٠٦	وَاَمَّا	الَّذِيْنَ	ابْيَضَّتْ	وُجُوْهُهُمْ	فَفِيْ
اس وجہ سے کہ	تم تھے	کفر کرتے	اور رہے	وہ لوگ	روشن ہوں گے	اُن کے چہرے	تو بیچ

اِس وجہ سے کہ تم کفر کرتے رہے ہو۔ ۱۰۶ اور باقی رہے وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے تو وہ اللہ کی

رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝١٠٧ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْھَا عَلَيْكَ

رَحْمَةِ	اللّٰهِ ۭ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ۝١٠٧	تِلْكَ	اٰيٰتُ	اللّٰهِ	نَتْلُوْھَا	عَلَيْكَ
رحمت کے	اللہ کی	وہ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے	وہ	آیتیں	اللہ کی	ہم ان کی تلاوت کرتے ہیں	تجھ پر

رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ۱۰۷ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک تلاوت

بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٨ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

بِالْحَقِّ ۭ	وَمَا	اللّٰهُ	يُرِيْدُ	ظُلْمًا	لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٨	وَلِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ
برحق	اور نہیں	اللہ	ارادہ کرتا	ظلم کرنے کا	جہان والوں پر	اور اللہ ہی کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے

کرتے ہیں اور اللہ اہلِ عالَم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ ۱۰۸ اور آسمانوں اور زمین میں

۱۰۵ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو ہوشیار کیا جا رہا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح تفرقہ اور اختلاف میں مت پڑو، یعنی ایسا اختلاف جو ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق اور تضحیک و تجہیل تک پہنچا دے، ایسا اختلاف جو ذاتی پسند اور ناپسند کی بنیاد پر ہو، ایسا اختلاف جو مضبوط علمی دلائل اور حق واضح ہوجانے کے بعد بھی محض اپنی انا اور علمی برتری کے زعم کی بناء پر ہو، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ ایسا اختلاف جو اپنی حدود سے تجاوز کر کے مخالفت کی سرحد میں داخل ہوجائے، ظاہر ہے کہ اختلاف اور مخالفت میں فرق ہوتا ہے، اوپر کی سطروں میں "اختلاف" کی وضاحت جس مفہوم سے کی گئی ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ فروعی اختلافات کو اس آیت سے مستثنیٰ کیا جا سکے، اسی طرح یہ بھی واضح ہوجائے کہ محض رائے کا اختلاف برا نہیں ہے، یہ تو ہر جگہ ہوتا ہے، لیکن اگر اس اختلاف کو زندگی اور موت کا مسئلہ بنا لیا جائے، اس کی بنیاد پر امن وامان کو خطرے میں ڈال دیا جائے، لوگوں کا مذاق اڑایا جائے، کفر کے فتوے جاری کیے جائیں اور ملک میں انتشار کو ہوا دی جائے تو شریعت اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔

۱۰۶ ان آیتوں میں قیامت کے دن کا ایک منظر بیان کیا گیا ہے جب بہت سے چہرے روشن اور بہت سے چہرے سیاہ ہوں گے، اس روشنی اور سیاہی کا تعلق ان کے ایمان واعمال اور کفر وضلال کے ساتھ ہوگا، یہ ضروری نہیں ہے کہ دنیا میں جس شخص کا رنگ سرخ وسفید رہا ہو، آخرت میں بھی وہ روشن چہرے والا ہوگا، یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ دنیا میں جس شخص کا رنگ سیاہ رہا ہو، آخرت میں بھی اس کی رنگت سیاہ ہوگی، دنیا کے بہت سے حسین وجمیل اور خوبرو لوگوں کے چہروں پر اس دن ذلت اور رسوائی چھائی ہوگی جس کی وجہ ان کا اپنا کفر، ارتداد، نفاق، بدعملی اور گمراہی ہوگی، ان کے گناہ اُس دن اُن کی روسیاہی کا سبب بنیں گے اور دنیا میں بہت سے کالے سیاہ رنگ والوں کے چہرے اُس دن چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے، جس کی وجہ اُن کا اپنا ایمان، تقویٰ اور عمل صالح ہوگا اور اس سے بڑھ کر اللہ کی رحمت اور اس کا فضل وکرم ہوگا، کیونکہ جنت مرکز رحمت ہے، اس مرکز رحمت میں وہی داخل ہوسکتا ہے جس پر رب کریم رحم فرما دے۔ اللهم اجعلنا ممن تبيض وجوههم برحمتك يا ارحم الراحمين۔

۱۰۸ اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ قرآن کریم اللہ کا کلام برحق ہے اور حق تعالیٰ نے اس کی تلاوت کی نسبت اپنی جانب فرما کر اس کی مزید اہمیت بیان فرمائی ہے، اس لئے اس کا انکار کرنا مناسب نہیں ہے، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ کبھی نہیں رہا کہ وہ اپنی مخلوق پر ظلم اور ناانصافی کرے، ایک حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم کرنے کو حرام قرار دے رکھا ہے، اس لئے تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو، جب حق تعالیٰ ظلم کرنا تو دور کی بات، اس کا ارادہ بھی نہیں فرماتا تو پھر یقین رکھو کہ جس شخص کو جہنم میں داخل کیا جائیگا اور اس کی روسیاہی اس کے جہنمی ہونے کی دلیل بنے گی تو یہ اس پر ظلم نہیں ہوگا، بلکہ انصاف کے عین مطابق ہوگا۔

ع ۱۱ ۸ ۲

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ

وَمَا	فِي	الْاَرْضِ ؕ	وَاِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾	كُنْتُمْ	خَيْرَ	اُمَّةٍ
اور وہ جو	بیچ	زمین کے	اور طرف	اللہ کے	لوٹائے جائیں گے	معاملات	تم ہو	بہترین	امت

جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جائیں گے۔ ﴿۱۰۹﴾ تم سب سے بہترین امت ہو

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اُخْرِجَتْ	لِلنَّاسِ	تَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَتَنْهَوْنَ	عَنِ	الْمُنْكَرِ
نکالی گئی	لوگوں کیلئے	تم حکم دیتے ہو	بھلائی کا	اور روکتے ہو	سے	برائی کے

جسے لوگوں کیلئے نکالا گیا ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ

وَتُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ ؕ	وَلَوْ	اٰمَنَ	اَهْلُ الْكِتٰبِ	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ ؕ
اور ایمان لاتے ہو	اللہ پر	اور اگر	ایمان لے آتے	اہل کتاب	البتہ ہوتا	زیادہ بہتر	ان کیلئے

اور اللہ پر ایمان لاتے ہو، اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے حق میں بھی بہتر ہو جاتا،

مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ

مِنْهُمُ	الْمُؤْمِنُوْنَ	وَاَكْثَرُهُمُ	الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾	لَنْ	يَّضُرُّوْكُمْ	اِلَّآ
ان میں سے	ایمان لانے والے	اور ان میں سے اکثر	نافرمان لوگ	ہرگز نہ	وہ تمہارا نقصان کر سکیں گے	مگر

اُن میں سے کچھ لوگ مؤمن ہیں اور اکثر نافرمان ہیں۔ ﴿۱۱۰﴾ وہ تمہیں زبان سے ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں

اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اَذًى ؕ	وَاِنْ	يُّقَاتِلُوْكُمْ	يُوَلُّوْكُمُ	الْاَدْبَارَ قف	ثُمَّ	لَا	يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
ستانا	اور اگر	وہ تم سے لڑیں گے	تم سے پھیر لیں گے	پشت	پھر	نہ	مدد کیے جائیں گے

پہنچا سکتے، اور اگر وہ تم سے لڑے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر اُن کی مدد نہیں کی جائے گی۔ ﴿۱۱۱﴾

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ

ضُرِبَتْ	عَلَيْهِمُ	الذِّلَّةُ	اَيْنَ مَا	ثُقِفُوْٓا	اِلَّا	بِحَبْلٍ
ماری گئی	ان پر	ذلت	جہاں کہیں بھی	وہ پائے جائیں	مگر	ساتھ رسی کے

وہ جہاں بھی چلے جائیں اُن پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے، سوائے اِس کے کہ اللہ کی

﴿۱۰۹﴾ اس آیت مبارکہ میں آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کی مملوک قرار دی گئی ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے، اصول یہ ہے کہ خالق کا مالک ہونا ضروری ہے، مالک کا خالق ہونا ضروری نہیں ہے، اور تمام معاملات کا فیصلہ وہی کرے گا، اور اس میں کسی قسم کی ناانصافی سے کام نہیں لے گا، کیونکہ وہ ظلم کرنا تو دور کی بات، اس کا ارادہ بھی نہیں فرماتا۔

﴿۱۱۰﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کو ''خیر الامم'' یعنی سب سے بہترین امت کا خطاب دیا گیا ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ ان کا نبی ''خیر الانبیاء'' ہے یہ فضیلت ہزاروں امتوں میں سے صرف اسی ایک امت کو ملی جو کہ آخری امت ہے، جس پر اہل کتاب سب سے زیادہ سیخ پا ہوتے ہیں، تاہم اس امت کو اپنے لیے یہ خطاب ثابت کرنے کیلئے چند ذمہ داریاں دی گئی ہیں، یہ ذمہ داریاں بہت مشکل نہیں ہیں، البتہ ثابت قدمی کا تقاضا کرتی ہیں، کیونکہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کے الفاظ میں جو عموم پایا جاتا ہے، وہ بہت سی صورتوں کو شامل ہے اور اس کیلئے انسان کو موقع محل کی مناسبت سے ان صورتوں کو اختیار کرنا پڑتا ہے، چنانچہ کہیں زبان کی ضرورت ہوتی ہے اور کہیں تلوار کی، کہیں قلم کی اور کہیں مال کی، وہ شخص دانشمند ہے جو ان میں سے ہر ایک چیز کو اس کے محل میں رکھے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اگر اس کا تعلق اہل کتاب سے ہو اور وہ بھی ایمان لے آئے تو ''خیر الامم'' میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل کر سکتا ہے اور یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ ان میں سے کچھ لوگ اللہ کی توفیق اور مہربانی سے مشرف بہ ایمان بھی ہوئے، لیکن اکثریت نافرمانوں کی ہی رہی۔

﴿۱۱۱﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر اہل کتاب مسلمان نہ ہوں تو کوئی فرق نہیں پڑتا، تم مطمئن رہو، وہ تمہیں کوئی نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکتے، اگر کبھی یہ لوگ میدان جنگ میں تمہارے سامنے آئے تو ٹھہر نہ سکیں گے، ناکامی اور شکست کا داغ اپنی پیشانی پر لگوائیں گے اور کوئی ان کی مدد کو نہ آئے گا، دنیا کی تاریخ اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے۔

مِّنَ اللّٰهِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتۡ

مِّنَ اللّٰهِ	وَحَبۡلٍ	مِّنَ	النَّاسِ	وَبَآءُوۡ	بِغَضَبٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَضُرِبَتۡ
اللہ کی	اور رسی	سے	لوگوں کے	اور لوٹے وہ	ساتھ غضب کے	سے	اللہ کے	اور ماری گئی

رسی اور لوگوں کی رسی تھام لیں، اور وہ اللہ کا غضب لیکر لوٹے، اور اُن پر محتاجی

عَلَيۡهِمُ الۡمَسۡكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

عَلَيۡهِمُ	الۡمَسۡكَنَةُ ؕ	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمۡ	كَانُوۡا	يَكۡفُرُوۡنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ
ان پر	محتاجی	وہ	اس وجہ سے کہ وہ	تھے	کفر کرتے	ساتھ آیتوں کے	اللہ کی

مسلط کر دی گئی، یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے

وَيَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوۡا وَّكَانُوۡا

وَيَقۡتُلُوۡنَ	الۡاَنۡۢبِيَآءَ	بِغَيۡرِ حَقٍّ ؕ	ذٰلِكَ	بِمَا	عَصَوۡا	وَّ	كَانُوۡا
اور قتل کرتے	نبیوں کو	ناحق	وہ	اس وجہ سے کہ	انہوں نے نافرمانی کی	اور	وہ تھے

اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے تھے، یہ اس وجہ سے کہ اُنہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے

يَعۡتَدُوۡنَ ۝۱۱۲ لَيۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتۡلُوۡنَ

يَعۡتَدُوۡنَ ۝	لَيۡسُوۡا	سَوَآءً ؕ	مِنۡ	اَهۡلِ الۡكِتٰبِ	اُمَّةٌ	قَآئِمَةٌ	يَّتۡلُوۡنَ
حد سے تجاوز کرتے	نہیں ہیں وہ سارے	برابر	سے	اہل کتاب کے	ایک جماعت	قائم ہے	وہ تلاوت کرتے ہیں

تجاوز کرتے تھے۔ ۱۱۲ وہ سارے بھی برابر نہیں ہیں، اہلِ کتاب ہی میں سے ایک جماعت سیدھے راستے پر بھی قائم ہے، وہ لوگ رات کے

اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَهُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ ۝۱۱۳ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ

اٰيٰتِ	اللّٰهِ	اٰنَآءَ	الَّيۡلِ	وَهُمۡ	يَسۡجُدُوۡنَ ۝	يُؤۡمِنُوۡنَ	بِاللّٰهِ	وَالۡيَوۡمِ
آیتوں کی	اللہ کی	اوقات میں	رات کے	اور وہ	سجدہ کرتے ہیں	وہ ایمان لاتے ہیں	اللہ پر	اور دن

اوقات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔ ۱۱۳ اللہ پر اور آخرت کے دن پر

الۡاٰخِرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُسَارِعُوۡنَ

الۡاٰخِرِ	وَيَاۡمُرُوۡنَ	بِالۡمَعۡرُوۡفِ	وَيَنۡهَوۡنَ	عَنِ	الۡمُنۡكَرِ	وَيُسَارِعُوۡنَ
پچھلے پر	اور حکم دیتے ہیں	بھلائی کا	اور روکتے ہیں	سے	برائی کے	اور ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں

ایمان لاتے ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے

۱۱۲ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب اور ان میں سے بھی خاص طور پر یہودیوں سے ذلت ورسوائی اور اللہ کے غضب کی وعید سنائی گئی ہے کہ یہ لوگ جہاں بھی جائیں گے، ذلت اور رسوائی کو ہمیشہ کیلئے اُن کے مقدر کا حصہ بنا دیا گیا ہے جیسے ٹیکسال میں سکے کو ڈھالا جائے تو اس پر بنے ہوئے نقش ونگار کو مٹایا نہیں جا سکتا، اسی طرح ان کی ذلت ورسوائی کو بھی مٹایا نہیں جا سکتا، ان پر اللہ کا غضب نازل ہو اور وہ ہمیشہ مسکین و محتاج رہیں، زیر تذکرہ آیت میں اس کی چار وجوہات بیان کی گئی ہیں جن میں سے ہر ایک وجہ ان کی ذلت ورسوائی کا سبب بننے کیلئے کافی سے زیادہ ہے، پہلی وجہ اللہ کی آیتوں کا انکار ہے، دوسری وجہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ناحق شہید کرنا ہے، تیسری وجہ ان کی نافرمانی وسرکشی ہے اور چوتھی وجہ ان کا حد سے تجاوز کرنا ہے، ان وجوہات کی بناء پر وہ ہمیشہ کیلئے ذلت و رسوائی کے گڑھے میں جا گرے ہیں، اگر دنیا میں کہیں انہیں عزت یا حکومت حاصل ہے تو اس کی دو میں سے کوئی ایک وجہ ہو سکتی ہے، ایک تو یہ کہ وہ تورات پر جیسا کیسا، عمل کرتے رہیں، اور دوسری یہ کہ دنیا کی کسی طاقتور قوم کے ساتھ کوئی معاہدہ کر لیں جیسا کہ اس وقت موجودہ اسرائیلی حکومت کی مثال ہے۔

۱۱۴ ۱۱۳ ان دونوں آیتوں میں اہل کتاب کے ایک دوسرے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ تمام اہل کتاب برابر نہیں ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ان میں سارے شریر و بد بخت ہیں، کچھ ان میں نیک فطرت اور معتدل مزاج لوگ بھی ہیں، قرآن کریم کا یہ منصفانہ اسلوب ہی اسے دیگر کتابوں سے ممتاز کرتا ہے کہ اگر کسی گروہ میں سے مجرم طبقے کی نشاندہی کی ہے تو اس میں سے اعتدال پسند اور راہ حق پر قائم لوگوں کی تعریف بھی کرے تا کہ جس کا جو حق ہو، اسے وہ حق مل جائے، چنانچہ قرآن کریم نے نہایت فراخی کے ساتھ اہل کتاب کے اس معتدل طبقے کی صفات بیان کی ہیں کہ وہ لوگ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، اللہ کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں، آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، قرآن کریم نے واضح لفظوں میں انہیں ''صالحین'' کے اہم ترین خطاب سے نوازا ہے جو ان کی کاوشوں کی قدر دانی کی دلیل ہے۔

فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ

فِي	الْخَيْرٰتِ ؕ	وَاُولٰٓئِكَ	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾	وَمَا	يَفْعَلُوْا	مِنْ	خَيْرٍ
بیچ	نیکیوں کے	اور وہی لوگ	سے	نیکو کاروں کے	اور جو کچھ	وہ کریں گے	سے	کوئی نیکی

آگے بڑھتے ہیں، اور یہی لوگ نیکو کاروں میں سے ہیں۔ ﴿۱۱۴﴾ اور وہ نیکی کا جو کام بھی کریں گے،

فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ

فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌۢ	بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَنْ
تو ہرگز اس کی ناشکری نہ کی جائے گی	اور اللہ	خوب جاننے والا	تقویٰ والوں کو	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	ہرگز نہ

اُس کی ہرگز ناقدری نہیں کی جائے گی، اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ ﴿۱۱۵﴾ جن لوگوں نے کفر کیا، اُن کے

تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ

تُغْنِيَ	عَنْهُمْ	اَمْوَالُهُمْ	وَلَآ	اَوْلَادُهُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	شَيْـًٔا ؕ	وَاُولٰٓئِكَ
کام آئیں گے	ان کے	ان کے مال	اور نہ	ان کی اولاد	سے	اللہ کے	کچھ بھی	اور وہی لوگ

مال اور اُن کی اولاد اللہ کے سامنے اُن کے کچھ بھی کام نہ آسکے گی، یہی لوگ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ

اَصْحٰبُ	النَّارِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾	مَثَلُ	مَا	يُنْفِقُوْنَ	فِيْ
ساتھی	جہنم کے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے	مثال	اس کی جو	وہ خرچ کرتے ہیں	بیچ

اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿۱۱۶﴾ اِس دنیوی زندگی میں

هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ

هٰذِهِ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	كَمَثَلِ	رِيْحٍ	فِيْهَا	صِرٌّ	اَصَابَتْ	حَرْثَ	قَوْمٍ
اس	زندگی کے	دنیا کی	جیسے مثال	ہوا کی	اس میں	پالا ہو	وہ پہنچے	کھیت کو	اس قوم کے

وہ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں، اُس کی مثال اُس سرد ہوا کی سی ہے جو اُن لوگوں کے کھیت پر آپڑے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ

ظَلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	فَاَهْلَكَتْهُ ؕ	وَمَا	ظَلَمَهُمُ	اللّٰهُ	وَلٰكِنْ	اَنْفُسَهُمْ
ظلم کیا انہوں نے	اپنی جانوں پر	سو وہ اسے تباہ کردے	اور نہیں	ان پر ظلم کیا	اللہ نے	اور لیکن	اپنی جانوں پر

جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، سو وہ ہوا اُسے تباہ کردے، اور اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا، لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی

﴿۱۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصول متعین فرمادیا ہے کہ لوگ نیکی کا جو کام بھی کریں، اس کی ناقدری ہرگز نہ ہوگی، چنانچہ اہل کتاب اسلام قبول کرنے کے بعد اوپر ذکر کیے گئے نیکی کے جتنے بھی کام کریں یا اس کے علاوہ کوئی اور نیکی سرانجام دیں، انہیں اس کا جلد یا بدیر ثمرہ ضرور ملے گا اور اللہ کو یہ بات خوب معلوم ہے کہ کون دل سے متقی ہے اور کون اوپر سے دکھاوا کر رہا ہے۔

﴿۱۱۶﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں کی اس خوش فہمی کو دور کر دیا گیا ہے کہ آخرت میں بھی انہیں مال واولاد سے نوازا جائیگا یا ان کا موجودہ مال واولاد آخرت میں ان کے کسی کام آسکیں گے، ان کا کفر انہیں جہنم میں پہنچا کر چھوڑے گا اور اپنے کفر کی وجہ سے وہ کبھی بھی جہنم سے نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ

يَظْلِمُوْنَ﴿١١٧﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَتَّخِذُوْا	بِطَانَةً	مِّنْ	دُوْنِكُمْ
وہ ظلم کرتے رہے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	نہ	بناؤ تم	رازدار	سے	اپنے علاوہ

ظلم کرتے رہے۔ ﴿١١٨﴾ اے اہلِ ایمان! اپنے علاوہ کسی کو اپنا راز دار نہ بناؤ،

لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ

لَا	يَاْلُوْنَكُمْ	خَبَالًا ؕ	وَدُّوْا	مَا	عَنِتُّمْ ۚ	قَدْ	بَدَتِ	الْبَغْضَآءُ	مِنْ
نہیں	وہ تم سے کمی کرتے	نقصان میں	خوش ہوتے ہیں	وہ جو	تمہیں تکلیف ہوتی ہے	یقیناً	ظاہر ہوتی ہے	دشمنی	سے

وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے، تمہیں جس قدر تکلیف ہو، اُنہیں اُسی قدر خوشی ہوتی ہے، اُن کے منہ سے

اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ

اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ	وَمَا	تُخْفِيْ	صُدُوْرُهُمْ	اَكْبَرُ ؕ	قَدْ	بَيَّنَّا	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ
ان کے مونہوں کے	اور وہ جو	چھپاتے ہیں	ان کے سینے	زیادہ بڑا	یقیناً	ہم نے بیان کردیں	تمہارے لئے	آیتیں

دشمنی پھوٹی پڑتی ہے، اور جو کچھ اُن کے سینوں میں پوشیدہ ہے، وہ اُس سے بھی بڑا ہے، یقیناً ہم تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان کر چکے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١١٨﴾ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ

اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْقِلُوْنَ﴿١١٨﴾	هٰٓاَنْتُمْ	اُولَآءِ	تُحِبُّوْنَهُمْ	وَلَا	يُحِبُّوْنَكُمْ
اگر	تم ہو	عقل رکھتے	یہ تم ہو	وہی لوگ	تم ان سے محبت کرتے ہو	اور نہیں	وہ تم سے محبت کرتے

اگر تم عقل رکھتے ہو۔ ﴿١١٩﴾ یہ تم لوگ ہی ہو جو اُن سے محبت کرتے ہو، وہ تم سے محبت نہیں کرتے

وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا

وَتُؤْمِنُوْنَ	بِالْكِتٰبِ	كُلِّهٖ ۚ	وَاِذَا	لَقُوْكُمْ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا ۚۖ	وَاِذَا	خَلَوْا
اور تم ایمان لاتے ہو	کتاب پر	ساری	اور جب	وہ تم سے ملیں	کہتے ہیں	ہم ایمان لے آئے	اور جب	اکیلے ہوں

اور تم ساری کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں

عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ

عَضُّوْا	عَلَيْكُمُ	الْاَنَامِلَ	مِنَ	الْغَيْظِ ؕ	قُلْ	مُوْتُوْا	بِغَيْظِكُمْ ؕ
کاٹ کھائیں	تم پر	انگلیاں	سے	غصے کے	تو کہہ	تم مرجاؤ	اپنے غصے میں

تو تم پر غصے کی وجہ سے انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ تم اپنے غصے میں ہی مر جاؤ،

﴿١١٧﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک مثال کے ذریعے یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر کسی کافر اور غیر مسلم کو دنیا میں نیکی کے کسی مصرف میں اپنا مال خرچ کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے" جیسا کہ دنیا بھر میں ایسے سینکڑوں ہزاروں کافر موجود ہیں" تو آخرت میں وہ اس کے اجر وثواب سے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ اس کی حفاظت کا اہتمام نہیں کرتے، یہ ایسے ہی ہے کہ کسی آدمی نے نہایت محنت اور محبت سے زمین میں بیج بکھیر کر فصل اگائی، لیکن اسے محفوظ رکھنے کی کوئی تدبیر نہ کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہایت سرد ہواؤں نے اس کے کھیت کا سارا کام تمام کر دیا، اگر کوئی شخص نیکی کرے تو اسے محفوظ رکھنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ایمان لے آئے، اس کا ایمان ہی اس کی نیکیوں کی حفاظت کر سکتا ہے، ورنہ اس کی ساری محنت برباد ہو جائے گی اور آخرت میں اسے کچھ نہیں ملے گا۔

﴿١١٨﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو خطاب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کو اپنا بھیدی اور راز دار نہ بنائیں، خواہ وہ یہود ونصاریٰ ہوں یا منافقین اور مشرکین، کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دینی و مذہبی اور معاشی اعتبار سے تمہارا خیر خواہ نہیں ہے، وہ تو تمہاری تکلیفوں اور پریشانیوں سے خوش ہوتے ہیں، ان کی زبانیں تمہارے خلاف زہر اگلتی ہیں اور ان کے دلوں میں تمہارے خلاف منصوبے پنپتے رہتے ہیں، ہم نے تمہیں اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے، اب اگر تم عقل سے کام لو تو ان سے ہوشیار رہو اور ہرگز اپنے راز انہیں منتقل نہ کرو۔

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١١٩﴾ إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ

إِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيمٌ	بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١١٩﴾	إِنْ	تَمْسَسْكُمْ	حَسَنَةٌ
بیشک	اللہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتیں	اگر	تمہیں چھولے	کوئی بھلائی

بیشک اللہ سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ [۱۱۹] اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے

تَسُؤْهُمْ ز وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ط وَإِنْ تَصْبِرُوا

تَسُؤْهُمْ	وَإِنْ	تُصِبْكُمْ	سَيِّئَةٌ	يَفْرَحُوا	بِهَا	وَإِنْ	تَصْبِرُوا
انہیں بری لگتی ہے	اور اگر	تم پر آپڑے	کوئی برائی	خوش ہو جائیں	اس کی وجہ سے	اور اگر	تم صبر کرو

تو اُنہیں ناگوار گذرتی ہے، اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں، اور اگر تم صبر کرو

وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾ ع ۱۲ / ۱۱ / ۲

وَتَتَّقُوا	لَا	يَضُرُّكُمْ	كَيْدُهُمْ	شَيْئًا	إِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	يَعْمَلُونَ	مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾
اور ڈرو	نہیں	نقصان کرے گی تمہارا	ان کی تدبیر	کچھ بھی	بیشک	اللہ	اس کا جو	وہ اعمال کرتے ہیں	احاطہ کرنے والا

اور تقویٰ اختیار کرو تو اُن کی تدبیر تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گی، بیشک اللہ اُن اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو وہ کرتے ہیں۔ [۱۲۰]

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط

وَإِذْ	غَدَوْتَ	مِنْ	أَهْلِكَ	تُبَوِّئُ	الْمُؤْمِنِينَ	مَقَاعِدَ	لِلْقِتَالِ
اور جب	آپ صبح کو نکلے	سے	اپنے گھر والوں کے	آپ بٹھا رہے تھے	ایمان والوں کو	ٹھکانوں پر	لڑائی کیلئے

اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکل کر جنگ کیلئے مسلمانوں کو اُن کے ٹھکانوں پر بٹھا رہے تھے

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾ لا إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا لا

وَاللّٰهُ	سَمِيعٌ	عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾	إِذْ	هَمَّتْ	طَائِفَتَانِ	مِنْكُمْ	أَنْ	تَفْشَلَا
اور اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا	جب	ارادہ کرلیا	دوگروہوں نے	تم میں سے	یہ کہ	وہ کمزوری دکھائیں

اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ [۱۲۱] جب تم میں سے دو گروہوں نے بھی کمزوری دکھانے کا ارادہ کرلیا

وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ

وَاللّٰهُ	وَلِيُّهُمَا	وَ	عَلَى	اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾	وَلَقَدْ	نَصَرَكُمُ
اور اللہ	ان دونوں کا دوست	اور	پر	اللہ کے	بھروسہ کرنا چاہیے	ایمان والوں کو	اور البتہ یقیناً	مدد کی تمہاری

اور اللہ اُن کا مددگار تھا، اور اللہ پر ہی مؤمنین کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ [۱۲۲] اور یقیناً بدر میں بھی اللہ تمہاری

[۱۱۹] اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو اہل کتاب سے تعلق رکھنے پر اصل صورت حال سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ دیکھو! تم لوگ ان کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتے ہو، لیکن وہ تمہارے دوست نہیں ہیں، تم لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہو، جس میں ان کی کتاب بھی شامل ہے، لیکن وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں لاتے، تم سارے پیغمبروں پر ایمان لاتے ہو، جن میں ان کے پیغمبر بھی شامل ہیں، لیکن وہ تمہارے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے، تمہاری موجودگی میں وہ ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور تمہارے پیٹھ پیچھے غیظ و غضب سے انگلیاں کاٹتے اور دانت پیستے ہیں، کیا تمہیں ان کے ساتھ دوستی کرنی چاہیے؟

[۱۲۰] اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ تم جن لوگوں کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے ہو، انہیں تمہاری خوشی سے خوشی نہیں ہوتی، تمہاری ترقی، راحت اور خوشی سے وہ غمگین ہو جاتے ہیں اور تمہاری مصیبت اور پریشانی کا سن کر وہ خوشی سے نہال ہو جاتے ہیں، کیا یہ لوگ تمہارے مخلص، ہمدرد اور دوست ہو سکتے ہیں؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے شر اور تکلیف سے بچنے کیلئے دوستانہ تعلقات رکھے جائیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم ثابت قدمی اور تقویٰ اختیار کرو، ان کے شر اور تکلیف سے ہم تمہیں بچائیں گے، ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات نہیں، کیونکہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں، ان سب کا اللہ نے احاطہ کر رکھا ہے اور اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

[۱۲۱] اس آیت مبارکہ میں غزوۂ احد کا ایک منظر یاد دلایا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ بنفس نفیس مسلمانوں کی صف بندی فرما رہے تھے اور فوجی ترتیب کے ساتھ انہیں منظم اور مرتب فرما رہے تھے، وہ وقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ غزوۂ احد کے موقع پر مشرکین کا مسلح لشکر تین ہزار سورماؤں پر مشتمل تھا اور مسلمان ابتداء میں ایک ہزار تھے، لیکن عبد اللہ بن ابی ''جو کہ رئیس المنافقین تھا'' اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ آدھے راستے سے ہی واپس چلا گیا تھا، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد مزید کم ہو کر سات سو رہ گئی، اس طرح ایک اور تین کا مقابلہ بھی نہیں تھا لیکن اللہ مسلمانوں کے ساتھ تھا۔

[۱۲۲] اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کے دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جو عبد اللہ بن ابی اور اس کے ہم خیال لوگوں کے واپس چلے جانے اور قریش کی مسلح افواج کی تعداد اور ساز و سامان زیادہ ہونے کی وجہ سے فکرمند ہو گئے تھے، یہ لوگ بنو حارثہ اور بنو سلمہ تھے، لیکن چونکہ وہ لوگ مخلص مسلمان تھے، عبد اللہ بن ابی اور اس کے ہم خیال لوگوں کی طرح منافق نہ تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے غیبی طور پر ان کی دستگیری فرمائی، ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا اور ان کے دلوں سے میدان جنگ کو چھوڑنے کا خیال ہی مٹا دیا، یقیناً اللہ نے ان کی مدد اور سرپرستی فرمائی، اسی لیے ''واللہ ولیھما'' کی بشارت بنو حارثہ اور بنو سلمہ کیلئے نہایت اہمیت کی حامل ہے اور وہ خود بھی اس کا اظہار کرتے تھے۔

اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ

اللّٰهُ	بِبَدْرٍ	وَ	اَنْتُمْ	اَذِلَّةٌ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	اِذْ	تَقُوْلُ
اللہ نے	بدر میں	اور	تم	تھوڑے	تو ڈرو	اللہ سے	تاکہ تم	شکر کرو	جب	تو کہہ رہا تھا

مدد کر چکا ہے جبکہ تم تعداد میں تھوڑے تھے، سو اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر ادا کرو۔ ﴿۱۲۳﴾ جب آپ مؤمنین سے

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ

لِلْمُؤْمِنِيْنَ	اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ	اَنْ	يُّمِدَّكُمْ	رَبُّكُمْ	بِثَلٰثَةِ	اٰلٰفٍ	مِّنَ
ایمان والوں سے	کیا تمہیں ہرگز کافی نہیں	یہ کہ	تمہاری مدد کرے	تمہارا رب	ساتھ تین	ہزار	سے

فرما رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب آسمان سے اترنے والے تین ہزار

الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ

الْمَلٰٓئِكَةِ	مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾	بَلٰٓى	اِنْ	تَصْبِرُوْا	وَ	تَتَّقُوْا	وَيَاْتُوْكُمْ	مِّنْ
فرشتوں کے	اتارے جانے والے	کیوں نہیں	اگر	تم صبر کرو	اور	ڈرو	اور وہ تم پر آ جائیں	سے

فرشتوں سے تمہاری مدد کرے؟ ﴿۱۲۴﴾ کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کفار ابھی

فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

فَوْرِهِمْ هٰذَا	يُمْدِدْكُمْ	رَبُّكُمْ	بِخَمْسَةِ	اٰلٰفٍ	مِّنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ
فوراً اسی لمحے	تمہاری مدد کرے گا	تمہارا رب	ساتھ پانچ	ہزار	سے	فرشتوں کے

تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب نشان زدہ گھوڑوں پر سوار پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾	وَ	مَا	جَعَلَهُ	اللّٰهُ	اِلَّا	بُشْرٰى	لَكُمْ	وَلِتَطْمَئِنَّ	قُلُوْبُكُمْ
نشان زدہ	اور	نہیں	بنایا اسے	اللہ نے	مگر	خوشخبری	تمہارے لئے	اور تاکہ مطمئن ہو جائیں	تمہارے دل

تمہاری مدد کرے گا۔ ﴿۱۲۵﴾ اور یہ تو اللہ نے تمہارے لیے خوشخبری بنا دی، تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن

بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ

بِهٖ	وَ	مَا	النَّصْرُ	اِلَّا	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾	لِيَقْطَعَ
اس سے	اور	نہیں	مدد	مگر	سے	نزدیک	اللہ کے	غالب	حکمت والا	تاکہ ہلاک کرے

ہو جائیں، اور مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہی آتی ہے جو کہ غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿۱۲۶﴾ تاکہ کافروں کے

﴿۱۲۳﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یاد دلایا ہے کہ اللہ نے تو تمہاری غزوۂ بدر کے موقع پر بھی نصرت فرمائی تھی، اس وقت تم لوگوں کی تعداد بھی تھوڑی تھی اور ساز و سامان اور اسلحہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا، لیکن چونکہ اللہ کی نصرت تمہارے ساتھ تھی، اس لیے افراد اور اسلحہ کی قلت سے تمہیں کوئی فرق نہ پڑا اور تمہیں فتح مبین حاصل ہوئی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں لاؤ لشکر، قیمتی تلواریں، بہترین زرہیں، مہنگے خود اور ڈھالیں، بکتر بند گاڑیاں، گولہ بارود اور اسلحہ کی کثرت فتح اور شکست کا معیار نہیں ہے، بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اس نے مٹھی بھر بے سرو سامان جماعت کو ایک عظیم مسلح اور تربیت یافتہ فوج پر غلبہ عطا فرمایا ہے، اس لیے تم فکرمند نہ ہو۔

﴿۱۲۵﴾ ﴿۱۲۴﴾ ان دونوں آیتوں میں غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہونے والے فرشتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا تھا کہ کفار قریش کے اس لاؤ لشکر اور مسلح جم غفیر کو دیکھ کر پریشان نہ ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت و اعانت کیلئے خاص اس مقصد کے تحت تین ہزار فرشتے نازل کر سکتا ہے، یہ تعداد مشرکین کے لشکر سے دوگنا زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی تائید اور حمایت کرتے ہوئے فرمایا کیوں نہیں، اگر ضرورت پڑی تو قیمتی گھوڑوں پر سوار کر کے ہم پانچ ہزار فرشتوں کا لشکر بھیج دیں گے، تمہیں صرف ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہے اور تقویٰ کا دامن تھامے رکھنا ہے، اگر مشرکین نے اچانک حملہ کر دیا تب بھی تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں، ہم فی الفور تمہاری مدد کریں گے اور دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے بندوں کی نصرت فرما کر حق کا بول بالا فرمایا۔

﴿۱۲۶﴾ اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کو نازل کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ کافروں کے لشکروں کو مغلوب کرنے اور تمہیں فتح و نصرت سے ہمکنار کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اتارنے کا محتاج نہیں، اس کیلئے وہ دیگر اسباب و وسائل مہیا کرنے کا بھی پابند نہیں ہے، اس نے فرشتوں کو صرف تمہیں خوش کرنے کیلئے اتارا، کیا نصیب ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے، کہ صرف ان کی خوشی اور اطمینان قلب کیلئے فرشتوں کو اتارا گیا، اللہ کو جب اپنے نبی کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوشی اور اطمینان قلب منظور ہے تو اس کی اہمیت کیلئے مزید کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔

طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝١٢٧ لَيْسَ

طَرَفًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اَوْ	يَكْبِتَهُمْ	فَيَنْقَلِبُوْا	خَآئِبِيْنَ ۝١٢٧	لَيْسَ
ایک گروہ کو	سے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	یا	انہیں ذلیل کردے	تو وہ لوٹ جائیں	رسوا ہوکر	نہیں ہے

ایک گروہ کو ہلاک کرے یا انہیں ذلیل کرے تاکہ وہ رسوا ہو کر لوٹ جائیں۔ ١٢٧ یہ بات

لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ

لَكَ	مِنَ	الْاَمْرِ	شَيْءٌ	اَوْ	يَتُوْبَ	عَلَيْهِمْ	اَوْ	يُعَذِّبَهُمْ	فَاِنَّهُمْ
آپ کیلئے	سے	معاملے کے	کچھ بھی	یا	توجہ کرے	ان پر	یا	انہیں سزا دے	تو بیشک وہ

آپ کے ہاتھ نہیں ہے، یا تو اللہ اُن پر متوجہ ہو جائے یا انہیں عذاب میں مبتلا کردے، کیونکہ وہ

ظٰلِمُوْنَ ۝١٢٨ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ

ظٰلِمُوْنَ ۝١٢٨	وَ	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ ۭ	يَغْفِرُ	لِمَنْ
ظلم کرنے والے	اور	اللہ ہی کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	جو کچھ	بیچ	زمین کے	وہ معاف کردیتا ہے	جسے

ظالم ہیں۔ ١٢٨ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے معاف

يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٢٩ ۧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

يَّشَاۗءُ	وَ	يُعَذِّبُ	مَنْ	يَّشَاۗءُ ۭ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝١٢٩	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
وہ چاہتا ہے	اور	سزا دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اے	وہ لوگو! جو

کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ ١٢٩ اے اہل

ع ١٣ ٩ ٤

اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

اٰمَنُوْا	لَا	تَاْكُلُوا	الرِّبٰٓوا	اَضْعَافًا	مُّضٰعَفَةً ۠	وَّاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ
ایمان لائے	مت	کھاؤ تم	سود کو	کئی گنا	بڑھا چڑھا کر	اور ڈرو	اللہ سے	تاکہ تم

ایمان! کئی گنا اضافوں کے ساتھ سود نہ کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ۝١٣٠ ۚ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝١٣١ ۚ وَاَطِيْعُوا

تُفْلِحُوْنَ ۝١٣٠	وَاتَّقُوا	النَّارَ	الَّتِيْٓ	اُعِدَّتْ	لِلْكٰفِرِيْنَ ۝١٣١	وَاَطِيْعُوا
کامیاب ہوجاؤ	اور ڈرو	آگ سے	جو کہ	تیار کی گئی	کافروں کیلئے	اور اطاعت کرو

کامیاب ہو جاؤ۔ ١٣٠ اور اُس آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ ١٣١ اور اللہ

١٢٧ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی فتح ونصرت اور کافروں کی عبرتناک شکست کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے کہ کافروں کی جڑ کٹ جائے، انہیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے اور وہ ناکام و نامراد ہوکر واپس لوٹ جائیں، تاکہ اسلام کی جڑ مضبوط ہو جائے، مسلمانوں کو خوشی اور مسرت نصیب ہو اور وہ کامیاب و کامران واپس پلٹیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مشرکین کے ستر نامور سردار مارے گئے اور ستر ہی قید ہوئے اور وہ عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے۔

١٢٨ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ احد کی طرف رجوع کیا گیا ہے، جب کفار قریش کے حملے سے رسول اکرم ﷺ زخمی ہوئے، دندان مبارک کی شہادت اور پیشانی کو زخم لگا، رسول اکرم ﷺ ایک گڑھے میں گر پڑے اور بے ہوشی طاری ہوگئی، اگر اس موقع پر حضور ﷺ کفار و مشرکین کے خلاف بددعا فرما دیتے تو حق بجانب تھے اور اگر وہ بددعا قبول ہوجاتی تو ان لوگوں کا جہنم میں جانا یقینی ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ ان لوگوں کو نبی علیہ السلام کا جانثار اور جاں سپار محافظ و عاشق بنادیں، اس لیے نبی علیہ السلام کو ان کیلئے بددعا کرنے سے منع فرما دیا اور واضح کر دیا کہ اس معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیجیے، وہ ان کے متعلق مناسب فیصلہ کرے گا خواہ توبہ کا یا عذاب کا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان لوگوں میں سے بیشتر مسلمان ہو گئے۔

١٢٩ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز پر اللہ کی ملکیت ہے اور جزاء وسزا کا اختیار اس کے پاس ہے، اس لیے وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے، جسے چاہتا ہے سزا دے دیتا ہے، لیکن اس کی مغفرت اور رحمت اس کی ناراضگی اور عذاب سے بڑھی ہوئی ہے۔

١٣٠ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے سودخوری سے منع کیا گیا ہے، اس لیے کہ سود حرام ہے اور جب حرام مال انسانی جسم کا حصہ بنتا ہے تو اس سے بزدلی پیدا ہوتی ہے اور وہ بزدلی میدان جنگ میں انسان کو شکست کی شرم سے دوچار کر دیتی ہے اور یہ جو فرمایا کہ کئی گنا اضافوں کے ساتھ نہ کھاؤ، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک دوگنا اضافے کے ساتھ سود کھانا حلال ہے، بلکہ اس کا منشایہ ہے کہ ایک تو سود خود حرام ہے اس لیے وہ قبیح ہے، پھر اس کی قباحت میں مزید اضافہ اس سے ہوجاتا ہے کہ سود کی اس رقم کو بڑھاتے بڑھاتے یہاں تک پہنچا دیا جائے کہ وہ اصل رقم سے کئی گنا بڑھ جائے، جیسے یوں کہا جائے کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا گناہ ہے، ظاہر ہے کہ بدکاری جس سے بھی کی جائے، وہ گناہ ہی ہے، ثواب کا کام نہیں ہے، لیکن اس کی برائی میں اُس وقت مزید اضافہ ہوجاتا ہے جب کوئی شخص اپنے پڑوسی کی بیوی سے منہ کالا کرے۔

١٣١ اس آیت میں جہنم سے بچنے کا حکم دیا جارہا ہے جو اصل میں تو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے لیکن بعض گناہ ایسے بھی ہیں جن کی سزا بھگتنے کیلئے انسان کو جہنم میں جانا پڑے گا جیسے پیغمبر ﷺ کی نافرمانی، ان پر جنگ مسلط کرنا اور سودخوری وغیرہ، جیسا کہ پیچھے انہی چیزوں کا ذکر آیا ہے۔

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝١٣٢ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ

اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ۝١٣٢	وَسَارِعُوْٓا	اِلٰى	مَغْفِرَةٍ	مِّنْ
اللہ کی	اور پیغمبر (ﷺ) کی	تاکہ تم	رحم کیے جاؤ	اور ایک دوسرے سے آگے بڑھو	طرف	مغفرت کے	سے

اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ١٣٢ اور اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف

رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝١٣٣

رَبِّكُمْ	وَ	جَنَّةٍ	عَرْضُهَا	السَّمٰوٰتُ	وَالْاَرْضُ ۙ	اُعِدَّتْ	لِلْمُتَّقِيْنَ ۝١٣٣
اپنے رب کی	اور	جنت کی	چوڑائی اس کی	کئی آسمان	اور زمین	تیار کی گئی	تقویٰ والوں کیلئے

ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ١٣٣

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ

اَلَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	فِي	السَّرَّآءِ	وَ	الضَّرَّآءِ	وَ	الْكٰظِمِيْنَ	الْغَيْظَ
جو لوگ	خرچ کرتے ہیں	بیچ	خوشی	اور	تنگی	اور	پی جانے والے	غصے کو

وہ لوگ جو خوشی اور تنگی ہر حال میں خرچ کرتے ہیں، اور غصہ پی جانے والے

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝١٣٤ وَالَّذِيْنَ

وَالْعَافِيْنَ	عَنِ	النَّاسِ ۭ	وَ	اللّٰهُ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ ۝١٣٤	وَالَّذِيْنَ
اور درگزر کرنے والے	سے	لوگوں کے	اور	اللہ	پسند کرتا ہے	نیکی کرنے والوں کو	اور وہ لوگ

اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ١٣٤ اور وہ لوگ

اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا

اِذَا	فَعَلُوْا	فَاحِشَةً	اَوْ	ظَلَمُوْٓا	اَنْفُسَھُمْ	ذَكَرُوا	اللّٰهَ	فَاسْتَغْفَرُوْا
جب	کر بیٹھیں	کوئی بے حیائی	یا	ظلم کریں	اپنی جانوں پر	یاد کرتے ہیں	اللہ کو	سو مغفرت طلب کرتے ہیں

کہ جب کوئی بے حیائی کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی

لِذُنُوْبِھِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا

لِذُنُوْبِھِمْ ۠	وَمَنْ	يَّغْفِرُ	الذُّنُوْبَ	اِلَّا	اللّٰهُ ڞ	وَ	لَمْ	يُصِرُّوْا	عَلٰي	مَا
اپنے گناہوں کی	اور کون ہے جو	معاف کرسکتا ہے	گناہوں کو	سوائے	اللہ کے	اور	نہیں	اصرار کرتے	پر	وہ جو

معافی مانگ لیں، اور اللہ کے علاوہ کون ہے جو گناہوں کو معاف کرسکے؟ اور وہ اپنے کیے پر

١٣٢ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تم پر رحم کیا جائے اور تم اللہ کی رحمتوں کے مورد بن جاؤ، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرلو، یہ اطاعت شعاری زندگی کے ہر موقع اور لمحے پر حاوی ہو، تم دیکھو گے کہ کس طرح اللہ کی رحمتوں کی بارش تم پر برستی ہے۔

١٣٣ اس آیت مبارکہ میں ''اعمال'' کی طرف مسابقت پر زور دیا جا رہا ہے کہ محنت اور کوشش کر کے ایسے اعمال اور اخلاق اختیار کرو جس کا نتیجہ حق تعالیٰ کی مغفرت کی شکل میں برآمد ہو، تا کہ تمہاری ساری کوششوں کا اختتام ایک ایسی جنت پر ہو جس کی لمبائی کا اندازہ تو تم نہیں کر سکتے، البتہ اتنا سمجھ لو کہ اس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ان لوگوں کیلئے تیار کیا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور تقویٰ والی زندگی گزارتے ہیں۔

١٣٤ ١٣٥ ان آیتوں میں اہل تقویٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں تا کہ انسان ان صفات کو اختیار کر کے ان سے مزین ہو جائے۔ (الف) مالی آسودگی اور تنگی دونوں حالتوں میں وہ اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں، یہ ضروری نہیں ہے کہ تنگی کے زمانے میں ان کا خرچ آسودگی کے زمانے کے برابر ہو، البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ خرچ کرنے کی عادت سے نہیں رکتے۔ (ب) غصہ پی جانا، یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی، اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انسان کو غصہ آنا ہی نہیں چاہیے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے غصے کے تقاضے پر عمل نہ کرے۔ (ج) معاف کر دینا، یہ بھی نہایت اعلیٰ خوبی ہے لیکن غصہ پی جانے اور معاف کر دینے میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں متعلقہ شخص کا معافی مانگنا ضروری نہیں ہوتا، انسان خود ہی اپنے غصے کو پی جاتا ہے، جبکہ دوسری صورت میں معافی مانگنا ضروری ہے اس لیے کہ اگر ایک شخص غلطی کر کے اس پر ڈٹ جائے اور اس پر معافی نہ مانگے تو دوسرا شخص اسے کیونکر معاف کرے؟ اسی بناء پر یہاں ان دونوں چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ (د) نیکی اور حسن سلوک کرنا۔ (ھ) کسی گناہ کا ارتکاب ہوجانے پر فوراً استغفار کرنا، اس لیے کہ اگر انسان سے نفس یا شیطان کے اثر سے گناہ کا ارتکاب ہوجائے اور وہ فوراً معافی طلب کرلے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے، وہ اس پر نادم اور شرمسار ہے، اس کے دل میں اللہ کی یاد اور اس کا خوف موجود ہے، اسے یقین ہے کہ اس کا رب ہر گناہ معاف کرسکتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معاف کرتا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، لیکن اگر گناہ ہونے پر انسان توبہ واستغفار نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے گناہ سمجھتا ہی نہیں ہے جس پر معافی مانگنے کی ضرورت ہو، نیز یہ کہ وہ اپنے گناہ اور غلطی پر ڈٹ گیا ہے، ایسے لوگ اللہ کو قطعاً پسند نہیں ہیں، اس لیے جو لوگ غلطی ہونے پر معافی مانگ لیں، انہیں بھی اہل تقویٰ میں شمار کرنا چاہیے۔

فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

فَعَلُوْا	وَ	هُمْ	يَعْلَمُوْنَ ۱۳۵	اُولٰٓئِكَ	جَزَآؤُهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ
انہوں نے کیا	اور	وہ	جانتے ہیں	وہی لوگ	بدلہ اُن کا	مغفرت	سے	ان کے رب کی

جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔ ۱۳۵ اِنہی لوگوں کا بدلہ اِن کے رب کی مغفرت

وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ

وَجَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَنِعْمَ	اَجْرُ
اور باغات	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	اور کیا خوب	اجر

اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کیلئے

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

الْعٰمِلِيْنَ ۱۳۶	قَدْ	خَلَتْ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	سُنَنٌ	فَسِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ
عمل کرنے والوں کا	یقیناً	ہو چکے	سے	تمہارے پہلے	بہت سے واقعات	تو تم چلو	بیچ	زمین کے

کیا خوب اجر ہے۔ ۱۳۶ یقیناً تم سے پہلے بھی بہت سے واقعات ہو چکے ہیں، سو تم زمین میں چلو پھرو

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ

فَانْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُكَذِّبِيْنَ ۱۳۷	هٰذَا	بَيَانٌ	لِّلنَّاسِ
پھر دیکھو	کیا	ہوا	انجام	جھٹلانے والوں کا	یہ	وضاحت	لوگوں کیلئے

اور دیکھو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ۱۳۷ یہ عام لوگوں کیلئے وضاحت

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ

وَ	هُدًى	وَّ	مَوْعِظَةٌ	لِّلْمُتَّقِيْنَ ۱۳۸	وَ	لَا	تَهِنُوْا	وَ	لَا	تَحْزَنُوْا	وَ	اَنْتُمُ
اور	ہدایت	اور	نصیحت	تقویٰ والوں کیلئے	اور	نہ	تم ست پڑو	اور	نہ	تم غمگین ہو	اور	تم ہی

اور متقیوں کیلئے ہدایت و نصیحت ہے۔ ۱۳۸ اور سُستی کا شکار نہ ہو اور غمگین نہ ہو اور تم ہی

الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ

الْاَعْلَوْنَ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ۱۳۹	اِنْ	يَّمْسَسْكُمْ	قَرْحٌ	فَقَدْ	مَسَّ
برتر رہو گے	اگر	تم ہو	ایمان والے	اگر	تمہیں چھولیا	کسی زخم نے	تو یقیناً	چھوا ہے

غالب رہو گے اگر تم مؤمن ہو۔ ۱۳۹ اگر تمہیں کوئی زخم پہنچا ہے تو ان لوگوں کو بھی

۱۳۵ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ صفات سے موصوف ہونے والے لوگوں کی جزاء کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ جزاء نہایت پرکشش ہے، رب کی مغفرت اور ہمیشہ رہنے کے باغات، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اس سے بہتر اجرت اور مزدوری کیا ہوگی۔

۱۳۶ ۱۳۸ ان آیتوں میں گزشتہ امتوں کے احوال و آثار سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے، کہ زمین میں سفر کرو اور دیکھو کہ جن لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کی تکذیب کی، ان کا انجام کیا ہوا؟ ان کی شان و شوکت، طاقت اور رعب و دبدبہ کہاں چلا گیا؟ ان کے مال و دولت نے انہیں کیا فائدہ پہنچایا؟ اگر ان کی حکومت و سلطنت، شان و شوکت اور مال و دولت ان کے کسی کام نہ آسکا تو کیا تمہارے کام یہ چیزیں آسکیں گی؟ لوگوں کے سامنے یہ وضاحت اس لیے پیش کی جارہی ہے کہ وہ ہدایت اور نصیحت حاصل کریں۔

۱۳۹ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ سربلندی، غلبہ اور فتح و نصرت تم ہی کو نصیب ہوگی، شرط یہ ہے کہ تم اپنے ایمان پر ثابت قدم رہو، مایوسی، سستی اور ڈپریشن میں مبتلا نہ ہو، اس بات پر غمگین نہ ہو کہ احد کے دامن میں تمہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا، اس سے کیا فرق پڑتا ہے، جنگ تو ایک ڈول کی طرح ہے جو کبھی کسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کبھی کسی کے ہاتھ میں، اس لیے تم بہادری کا مظاہرہ کرو اور یقین رکھو کہ اللہ اپنے دین کو سربلندی ضرور عطا فرمائے گا۔

الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ

الْقَوْمَ	قَرْحٌ	مِّثْلُهٗ	وَ	تِلْكَ	الْاَيَّامُ	نُدَاوِلُهَا	بَيْنَ	النَّاسِ	وَلِيَعْلَمَ
قوم کو	زخم	ایسا ہی	اور	وہ	دن	ہم بدل بدل کر لاتے ہیں	درمیان	لوگوں کے	اور تاکہ جان لے

ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور یہ دن تو ہم لوگوں پر بدل بدل کر لاتے ہیں، تاکہ اللہ

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	يَتَّخِذَ	مِنْكُمْ	شُهَدَاۗءَ	وَاللّٰهُ	لَا	يُحِبُّ
اللہ	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور	بنالے	تم میں سے	گواہی دینے والے	اور اللہ	نہیں	پسند کرتا

اہل ایمان کو معلوم کرلے اور تم میں سے بعض لوگوں کو گواہ بنائے، اور اللہ ظالموں کو

الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾	وَ	لِيُمَحِّصَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَيَمْحَقَ
ظالموں کو	اور	تاکہ پاک کردے	اللہ	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور مٹادے

پسند نہیں کرتا۔ [۱۴۰] اور تاکہ اللہ اہل ایمان کو پاک کردے اور کافروں کو

الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ

الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾	اَمْ	حَسِبْتُمْ	اَنْ	تَدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	وَ	لَمَّا	يَعْلَمِ	اللّٰهُ
کافروں کو	کیا	تم نے سمجھ لیا	یہ کہ	تم داخل ہوجاؤ گے	جنت میں	اور	اب تک نہیں	جانا	اللہ نے

مٹا دے۔ [۱۴۲] کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ نے اب تک تم میں سے

الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ

الَّذِيْنَ	جٰهَدُوْا	مِنْكُمْ	وَ	يَعْلَمَ	الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾	وَ	لَقَدْ	كُنْتُمْ	تَمَنَّوْنَ
وہ لوگ جو	جہاد کیا انہوں نے	تم میں سے	اور	(نہیں) جانا	صبر کرنے والوں کو	اور	البتہ یقیناً	تم تھے	تمنا کرتے

جہاد کرنے والوں کو نہیں جانا اور صبر کرنے والوں کو ممتاز نہیں کیا۔ [۱۴۲] اور یقیناً تم موت کا سامنا کرنے سے پہلے

الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ ع

ع ۱۴ ۱۴ ۵

الْمَوْتَ	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تَلْقَوْهُ	فَقَدْ	رَاَيْتُمُوْهُ	وَاَنْتُمْ	تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾
موت کی	سے	پہلے	یہ کہ	تم اس کا سامنا کرو	تو یقیناً	تم نے اسے دیکھ لیا	اور تم	دیکھ رہے ہو

اُس کی تمنا کرتے رہے ہو، سو اب تم نے اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا ہے۔ [۱۴۳]

[۱۴۰] [۱۴۱] ان آیتوں میں غزوۂ احد کی شکست پر تسلی دیتے ہوئے اس کی وجوہات بیان کی گئی ہیں کہ اگر تمہیں شکست کا زخم سہنا پڑا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اس سے پہلے تم بھی تو اپنے دشمنوں کو بدر کے میدان میں شکست فاش سے دوچار کر چکے ہو، اس کے علاوہ احد ہی میں ابتدائی طور پر تمہارا پلہ بھاری تھا اور تم ان کے بہت سے بہادروں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہو، اس لیے زیادہ افسردہ اور رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں، کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ لوگوں پر دن بدل بدل کر لاتا ہے، کبھی فتح عطا فرماتا ہے اور کبھی شکست، اس کے علاوہ غزوۂ احد میں اس ہزیمت کے پیچھے بہت سی حکمتیں کارفرما تھیں، مثلاً یہ کہ مخلص مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز کرنا، کچھ لوگوں کو شہادت کے عظیم منصب پر فائز کرنا، مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کرنا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس شکست کے نتیجے میں کافروں کو مٹا دیا جائے، یہ ناکارہ عرض کرتا ہے کہ ان میں سے پہلی تین حکمتیں تو سمجھ میں آتی ہیں لیکن چوتھی حکمت سمجھ سے بالاتر ہے کہ شکست مسلمانوں کو ہو اور اس کی وجہ سے کافر ختم ہو جائیں، قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو یہ جملہ ہی اس کے کلام اللہ ہونے کی دلیل بن سکتا ہے اس لیے کہ انسان ہمیشہ ظاہر کے مطابق کلام کرتا ہے اور خلاف ظاہر کلام کو لوگ قبول نہیں کرتے، لیکن حق تعالیٰ کا کلام حقیقت کے عین مطابق ہوتا ہے، چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ جن لوگوں نے احد کا معرکہ فتح کیا تھا، یا تو وہ مرکھپ گئے اور ان کی نسلیں ختم ہوگئیں، یا وہ اسلام کی آغوش رحمت میں آکر اس کے جانثار سپاہی بن گئے، اس ایک شکست کے نتیجے میں صرف پانچ سال بعد دنیا نے دیکھا کہ مکہ مکرمہ فتح ہوگیا، وہ مرکز توحید دوبارہ اپنی اصلی حالت پر واپس آگیا اور پورے جزیرۂ عرب میں اسلام کا نعرہ سربلند ہوگیا۔

[۱۴۲] اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ جنت میں تم یونہی داخل نہ ہو جاؤ گے، اس کیلئے مجاہدہ، ثابت قدمی اور جفاکشی کا مظاہرہ ضروری ہے، احد کے میدان میں شکست کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ تمہارے مجاہدے، ثابت قدمی اور جفاکشی کو آزمایا جائے، اس لیے اپنے حوصلے بلند رکھو اور اپنے آپ کو جنت کیلئے تیار کرو۔

[۱۴۳] اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو یاد دلایا گیا ہے کہ تم خود ہی اس سے پہلے موت کی تمنا کرتے تھے، تمہیں بدر میں شرکت نہ کرنے کا افسوس تھا اس لیے تم چاہتے تھے کہ دشمن سے ایک مرتبہ پھر آمنا سامنا ہو اور تم جی بھر کر اپنے حوصلے نکالو، سو احد کے میدان میں وہ موقع آگیا، اور تمہاری خواہش پوری کردی گئی، اب اس پر افسردہ اور رنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت؟

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ

وَمَا	مُحَمَّدٌ	اِلَّا	رَسُوْلٌ ۚ	قَدْ	خَلَتْ	مِنْ	قَبْلِهِ	الرُّسُلُ ؕ	اَفَا۟ئِنْ
اور نہیں	محمد (ﷺ)	مگر	ایک پیغمبر	یقینا	گذر چکے	سے	ان کے پہلے	کئی پیغمبر	تو کیا اگر

اور محمد ﷺ پیغمبر ہی تو ہیں، یقینا اُن سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گذر چکے ہیں، کیا اگر

مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ

مَّاتَ	اَوْ	قُتِلَ	انْقَلَبْتُمْ	عَلٰٓى	اَعْقَابِكُمْ ؕ	وَ	مَنْ	يَّنْقَلِبْ	عَلٰى	عَقِبَيْهِ
وہ فوت ہوجائیں	یا	قتل کردیے جائیں	تم لوٹ جاؤ گے	پر	اپنی ایڑیوں کے	اور	جوکوئی	لوٹ جائے	پر	اپنی ایڑیوں کے

وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جائے

فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا كَانَ

فَلَنْ	يَّضُرَّ	اللّٰهَ	شَيْـًٔا ؕ	وَ	سَيَجْزِى	اللّٰهُ	الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾	وَمَا	كَانَ
تو ہرگز نہ	نقصان کرے گا	اللہ کا	کچھ بھی	اور	عنقریب بدلہ دے گا	اللہ	شکر کرنے والوں کو	اور نہیں	ہے

تو وہ اللہ کا کچھ بھی ہرگز نہ بگاڑ سکے گا، اور اللہ عنقریب شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔ ﴿١٤٤﴾ اور کوئی نفس

لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ

لِنَفْسٍ	اَنْ	تَمُوْتَ	اِلَّا	بِاِذْنِ	اللّٰهِ	كِتٰبًا	مُّؤَجَّلًا ؕ	وَ	مَنْ	يُّرِدْ	ثَوَابَ
کسی نفس کیلئے	یہ کہ	وہ مرجائے	بغیر	اجازت کے	اللہ کی	لکھا ہوا	مقررہ وقت	اور	جوکوئی	ارادہ کرے	ثواب کا

اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں مرسکتا، اُس کا مقررہ وقت لکھا ہوا ہے، اور جو شخص دنیا کا ثواب

الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ

الدُّنْيَا	نُؤْتِهٖ	مِنْهَا ۚ	وَمَنْ	يُّرِدْ	ثَوَابَ	الْاٰخِرَةِ	نُؤْتِهٖ	مِنْهَا ؕ
دنیا کے	ہم اسے دیں گے	اس میں سے	اور جوکوئی	ارادہ کرے	ثواب کا	آخرت کے	ہم اسے دیں گے	اس میں سے

حاصل کرنا چاہے ہم اُسے اس میں سے کچھ دیدیں گے اور جو شخص آخرت کا ثواب حاصل کرنا چاہے، ہم اُسے اس میں سے دیدیں گے

وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ

وَسَنَجْزِى	الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾	وَ	كَاَيِّنْ	مِّنْ	نَّبِىٍّ	قٰتَلَ ۙ	مَعَهٗ	رِبِّيُّوْنَ
اور عنقریب ہم بدلہ دیں گے	شکر کرنے والوں کو	اور	کتنے ہی	سے	نبی	قتال کیا	ان کے ساتھ مل کر	اللہ والوں نے

اور عنقریب ہم شکر کرنے والوں کو بدلہ دیں گے۔ ﴿١٤٥﴾ اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ بہت سے اللہ والوں نے مل کر

﴿١٤٤﴾ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ احد کے ایک خاص موقع کی مناسبت ملحوظ رکھی گئی ہے جب کہ ایک کافر ابن قمیہ کے حملے میں نبی ﷺ شدید زخمی ہوگئے، مشرکین نے یہ افواہ اڑادی کہ رسول اکرم ﷺ شہید ہوگئے، مسلمانوں پر یہ خبر بجلی بن کر گری، انہیں یقین ہی نہ آتا تھا کہ ایسا ہوسکتا ہے، اسی بے خبری کے عالم میں لوگ میدان جنگ سے منتشر ہونا شروع ہوگئے، یہ خبر جب مدینہ منورہ پہنچی تو کہرام مچ گیا، ادھر منافقین اور کمزور مسلمان کہنے لگے کہ جب محمد ﷺ ہی شہید ہوگئے تو اب اسلام میں کیا رکھا ہے؟ اپنے سابقہ آبائی دین میں واپس لوٹ جانا چاہیے، اس پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہایت جرأت مندانہ جواب دیا کہ اگر محمد ﷺ شہید ہوگئے تو ان کا رب تو شہید نہیں ہوا، جس دین کی خاطر انہوں نے اپنی جان قربان کردی تم بھی اسی دین کی خاطر اپنی جان قربان کردو، تاہم بعد میں معلوم ہو گیا کہ یہ افواہ جھوٹی تھی اور رسول اکرم ﷺ حق تعالیٰ کے کرم اور مہربانی سے حیات ہیں، اس مناسبت سے یہ آیت نازل ہوئی کہ رسول اکرم ﷺ بھی دوسرے پیغمبروں کی طرح اللہ کے پیغمبر ہیں، اللہ نے انہیں اپنا پیغام بر بنا کر بھیجا ہے، جس طرح دیگر انبیاء و رسل اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کر کے دنیا سے تشریف لے گئے، رسول اکرم ﷺ بھی اپنی ذمہ داری پوری کر کے تشریف لے جائیں گے، سوال یہ ہے کہ اگر وہ دنیا سے پردہ فرما جائیں، "خواہ معمول کے طریقے سے یا غیر معمولی طریقے سے" تو کیا تم اپنے دین سے ہی دستبردار ہو جاؤ گے؟ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اللہ کا کچھ نہیں بگاڑتا، اور جو شخص اپنے دین پر ثابت قدم رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہترین بدلہ اور ثواب عطا فرمائے گا۔

﴿١٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں واضح کردیا گیا ہے کہ موت اللہ کے حکم سے آتی ہے اور مقررہ وقت پر ہی آتی ہے، اس پر کسی کا اختیار نہیں چلتا اور کوئی اس سے بچ کر بھاگ بھی نہیں سکتا، اس لیے کسی کی موت کی خبر سن کر تمہیں اپنے دین میں تذبذب یا تزلزل کا شکار نہیں ہونا چاہیے، جو لوگ غزوات میں شرکت اس لیے کرتے ہیں کہ انہیں مال غنیمت میں سے حصہ ملے تو ان کیلئے ان کی نیت کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے اور جو لوگ آخرت کا ثواب حاصل کرنے کیلئے جہاد کرتے ہیں، انہیں ان کی نیت کے مطابق اجر و ثواب ملے گا، مطلب یہ کہ اپنی نیتوں کو خالص رکھو، دنیا کی نعمتیں تو مل ہی جائیں گی، آخرت کا اجر و ثواب ضائع نہ کرو۔

كَثِيۡرٌ‌ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا

كَثِيۡرٌ‌ۚ	فَمَا	وَهَنُوۡا	لِمَاۤ	اَصَابَهُمۡ	فِىۡ	سَبِيۡلِ	اللّٰهِ	وَ	مَا	ضَعُفُوۡا	وَ	مَا
بہت سے	تو نہ	وہ سست ہوئے	اس وجہ سے جو	انہیں پہنچا	بیچ	راستے	اللہ کے	اور	نہ	وہ کمزور پڑے	اور	نہ

قتال کیا ہے، پھر انہیں اللہ کی راہ میں جو تکلیفیں پہنچیں، اُن کی وجہ سے نہ وہ سُست ہوئے اور نہ کمزور پڑے اور نہ

اسۡتَكَانُوۡا‌ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ ۝۱۴۶ وَمَا كَانَ قَوۡلَهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ

اسۡتَكَانُوۡا‌ ؕ	وَ	اللّٰهُ	يُحِبُّ	الصّٰبِرِيۡنَ ۝۱۴۶	وَ	مَا	كَانَ	قَوۡلَهُمۡ	اِلَّاۤ	اَنۡ
وہ دبے	اور	اللہ	پسند کرتا ہے	صبر کرنے والوں کو	اور	نہ	تھا	ان کا کہنا	مگر	یہ کہ

ہی دبے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ۱۴۶ اور اُن کا صرف یہی کہنا تھا کہ وہ

قَالُوۡا رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِىۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ

قَالُوۡا	رَبَّنَا	اغۡفِرۡ لَنَا	ذُنُوۡبَنَا	وَاِسۡرَافَنَا	فِىۡۤ	اَمۡرِنَا	وَ	ثَبِّتۡ
انہوں نے کہا	اے ہمارے پروردگار!	ہمارے لیے معاف فرما	ہمارے گناہوں کو	اور ہمارے حد سے نکلنے کو	بیچ	اپنے معاملے کے	اور	جما کر رکھ

دعا کرنے لگے پروردگار! ہمارے گناہوں کو اور معاملات میں حد سے تجاوز کرنے کو معاف فرمادے اور ہمیں ثابت قدمی

اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝۱۴۷ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ

اَقۡدَامَنَا	وَانۡصُرۡنَا	عَلَى	الۡقَوۡمِ	الۡكٰفِرِيۡنَ ۝۱۴۷	فَاٰتٰهُمُ	اللّٰهُ	ثَوَابَ
ہمارے قدموں کو	اور ہماری مدد فرما	پر	اس قوم کے جو	کفر کرنے والے	تو انہیں دیدیا	اللہ نے	ثواب

عطا فرما اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ ۱۴۷ تو اللہ نے انہیں دنیا کا بدلہ اور آخرت کا

الدُّنۡيَا وَحُسۡنَ ثَوَابِ الۡاٰخِرَةِ‌ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۱۴۸ ع

الدُّنۡيَا	وَ	حُسۡنَ	ثَوَابِ	الۡاٰخِرَةِ‌ ؕ	وَاللّٰهُ	يُحِبُّ	الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۱۴۸
دنیا کا	اور	عمدہ	ثواب	آخرت کا	اور اللہ	پسند کرتا ہے	نیکی کرنے والوں کو

بہترین ثواب عطا فرما دیا اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ ۱۴۸

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِيۡعُوا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَرُدُّوۡكُمۡ عَلٰٓى

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡۤا	اِنۡ	تُطِيۡعُوا	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	يَرُدُّوۡكُمۡ	عَلٰٓى
اے وہ لوگو! جو	ایمان لائے	اگر	تم اطاعت کرو	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	وہ تمہیں لوٹا دیں گے	پر

اے اہلِ ایمان! اگر تم کافروں کی اطاعت کرنے لگے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل

۱۴۶ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ امتوں کی ثابت قدمی کا حوالہ دیا گیا ہے کہ جب انہیں اللہ کی راہ میں مصائب اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، تو انہوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ ان مشکل حالات کو خوش آمدید کہا، انہوں نے بے صبری، کمزوری، کم ہمتی یا افسردگی اور رنج کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا، تم سب سے بہترین امت ہو، تمہیں ان کے مقابلے میں زیادہ خندہ پیشانی اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ کو ایسے ہی لوگ پسند آتے ہیں۔

۱۴۷ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ امتوں کی ایک دعا بیان کی گئی ہے جو مشکل اور پریشان کن حالات میں وہ اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے تھے کہ پروردگار! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، ہمیں اپنے دین پر ثابت قدمی نصیب فرما اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما، تمہیں چاہیے کہ تم بھی اس دعا کے ذریعے اپنے رب کو پکارو اور اس کے علاوہ اپنی زبان سے کچھ نہ نکالو۔

ع ۱۵ ۵ ۲

۱۴۸ اس آیت مبارکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سابقہ امتوں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اسی سے لو لگا کر دعا مانگی تو اللہ نے انہیں دنیا میں بھی فتح و نصرت اور کامیابی سے ہمکنار فرمایا اور آخرت کا اجر و ثواب تو بہترین ہے ہی، وہ بھی اللہ انہیں ضرور عطا کرے گا اور جو اُن کے راستے پر چلے گا، اس کیلئے بھی یہی وعدہ ہے۔

اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

اَعْقَابِكُمْ	فَتَنْقَلِبُوْا	خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾	بَلِ	اللّٰهُ	مَوْلٰىكُمْ ۚ	وَ	هُوَ	خَيْرُ
تمہاری ایڑیوں کے	توتم پلٹ جاؤ گے	نقصان اٹھانے والے	بلکہ	اللہ	تمہارا آقا	اور	وہ	بہترین

واپس لوٹا دیں گے، سو تم پلٹ کر نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ ﴿۱۴۹﴾ بلکہ اللہ ہی تمہارا آقا ہے اور وہی سب سے بہترین

النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ

النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾	سَنُلْقِيْ	فِيْ	قُلُوْبِ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوا	الرُّعْبَ	بِمَآ
مدد کرنے والوں میں سے	عنقریب ہم ڈال دیں گے	بیچ	دلوں کے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	رعب	اس وجہ سے جو

مددگار ہے۔ ﴿۱۵۰﴾ عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیونکہ

اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ

اَشْرَكُوْا	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ	يُنَزِّلْ	بِهٖ	سُلْطٰنًا ۚ	وَمَاْوٰىهُمُ	النَّارُ ۭ	وَبِئْسَ
انہوں نے شریک کیا	اللہ کے ساتھ	وہ جو	نہیں	اتاری اس نے	اس کی	کوئی دلیل	اور ان کا ٹھکانہ	جہنم	اور وہ بدترین

اُنہوں نے اللہ کے ساتھ اُس چیز کو شریک ٹھہرایا ہے جس کی اُس نے کوئی واضح دلیل نہیں اتاری، اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ ظالموں کا

مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ

مَثْوَى	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾	وَ	لَقَدْ	صَدَقَكُمُ	اللّٰهُ	وَعْدَهٗٓ	اِذْ	تَحُسُّوْنَهُمْ
ٹھکانہ	ظالموں کا	اور	البتہ یقینا	تم سے سچ کر دکھایا	اللہ نے	اپنا وعدہ	جب کہ	تم انہیں قتل کر رہے تھے

بدترین ٹھکانہ ہے۔ ﴿۱۵۱﴾ اور یقینا اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جبکہ تم اُس کے حکم سے اُنہیں قتل

بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

بِاِذْنِهٖ ۚ	حَتّٰٓى	اِذَا	فَشِلْتُمْ	وَتَنَازَعْتُمْ	فِي	الْاَمْرِ	وَعَصَيْتُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ
اس کے حکم سے	یہاں تک کہ	جب	تم کمزور پڑے	اور تم آپس میں جھگڑے	بیچ	معاملے کے	اور تم نے نافرمانی کی	پیچھے سے

کرنے لگے، یہاں تک کہ جب تم کمزور پڑ گئے، تم نے معاملات میں جھگڑا کیا اور کہنا نہیں مانا، بعد اس کے کہ وہ تمہیں

مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ

مَآ	اَرٰىكُمْ	مَّا	تُحِبُّوْنَ ۭ	مِنْكُمْ	مَّنْ	يُّرِيْدُ	الدُّنْيَا	وَ	مِنْكُمْ	مَّنْ
وہ جو	اس نے تمہیں دکھایا	وہ جو	تم پسند کرتے تھے	تم میں سے	وہ جو	چاہتا ہے	دنیا	اور	تم میں سے	وہ جو

تمہاری پسندیدہ چیز دکھا چکا، تم میں سے بعض لوگ دنیا کو چاہتے تھے اور بعض لوگ

﴿۱۴۹﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو کافروں کی اطاعت سے ڈرایا اور خبردار کیا جا رہا ہے کہ اگر تم لوگ کافروں کی بات ماننے لگو گے تو وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جائیں گے، وہ تمہیں دین اسلام سے برگشتہ کر دیں گے، اگر ایسا ہوا تو یہ تمہارے لیے بڑے خسارے اور نقصان کا سودا ہوگا جس میں تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئیگا۔

﴿۱۵۰﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے، تمہیں کیا ضرورت ہے کہ دوسروں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھو، ان سے دوستانہ تعلقات قائم کرو، ان کی بات سنو اور ان کے کہے پر عمل کرو؟ تمہیں تو اللہ کی نصرت پر یقین ہونا چاہیے جس کی نصرت سب سے بڑھ کر ہوتی ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے۔

﴿۱۵۱﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے تاکہ وہ تم پر حملہ کرنے سے پہلے سو مرتبہ سوچیں، چنانچہ اس کا اظہار ہر زمانے میں ہوا ہے کہ کفار اپنی کثرت تعداد اور جدید ترین اسلحے کے باوجود مسلمانوں پر حملہ کرنے میں ہمیشہ کشمکش اور تردد کا شکار رہے ہیں، انہیں یہ فکر دامن گیر رہی ہے کہ کہیں مسلمانوں کا اتحاد ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بن جائے، کہیں وہ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر فضائے بدر پیدا نہ کر دیں اور کہیں فرشتے ان کی مدد و نصرت کیلئے پھر نہ اترنے لگیں۔

يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا

يُرِيْدُ	الْاٰخِرَةَ ۚ	ثُمَّ	صَرَفَكُمْ	عَنْهُمْ	لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ	وَ	لَقَدْ	عَفَا
چاہتا ہے	آخرت	پھر	اس نے تمہیں پھیر دیا	ان سے	تا کہ وہ تمہیں آزمائے	اور	البتہ یقیناً	اس نے درگزر کیا

آخرت کو چاہتے تھے، پھر اللہ نے تمہیں اُن سے پھیر دیا تا کہ تمہیں آزمائے، اور یقیناً وہ تمہیں

عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ

عَنْكُمْ ۗ	وَاللّٰهُ	ذُوْ فَضْلٍ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾	اِذْ	تُصْعِدُوْنَ
تم سے	اور اللہ	فضل والا	پر	ایمان والوں کے	جب	تم چڑھ رہے تھے

معاف کر چکا، اور اللہ مؤمنین پر فضل والا ہے۔ ۱۵۲ جب تم چڑھے جا رہے تھے،

وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا

وَ	لَا	تَلْوٗنَ	عَلٰٓى	اَحَدٍ	وَّ	الرَّسُوْلُ	يَدْعُوْكُمْ	فِيْٓ	اُخْرٰىكُمْ	فَاَثَابَكُمْ	غَمًّۢا
اور	نہ	مڑتے تھے	پر	کسی ایک کے	اور	پیغمبر (ﷺ)	تمہیں پکار رہے تھے	بیچ	تمہارے پیچھے	سو اس نے تمہیں بدلہ دیا	غم کا

پیچھے مڑ کر بھی کسی کو نہ دیکھتے تھے اور پیغمبر (ﷺ) تمہیں تمہارے پیچھے سے پکار رہے تھے تو اُس نے تمہیں غم کے بدلے

بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ

بِغَمٍّ	لِّكَيْلَا	تَحْزَنُوْا	عَلٰى	مَا	فَاتَكُمْ	وَلَا	مَآ	اَصَابَكُمْ ۗ	وَاللّٰهُ	خَبِيْرٌۢ
غم کے عوض	تا کہ نہ	تم غمگین ہو	پر	اس کے جو	تم سے نکل گیا	اور نہ	وہ جو	تمہیں پہنچا	اور اللہ	خوب باخبر

غم پہنچایا، تا کہ تمہارے ہاتھ سے جو چیز نکل جائے یا جو کچھ تمہیں پیش آجائے اُس پر غمگین نہ ہو، اور اللہ تمہارے کاموں سے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا

بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾	ثُمَّ	اَنْزَلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	الْغَمِّ	اَمَنَةً	نُّعَاسًا
اس سے جو	تم کرتے ہو	پھر	اس نے نازل کیا	تم پر	پیچھے سے	غم کے	امن	اونگھ

خوب باخبر ہے۔ ۱۵۳ پھر اُس نے غم کے بعد اونگھ کی شکل میں تم پر امن نازل کیا،

يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ

يَّغْشٰى	طَآئِفَةً	مِّنْكُمْ ۙ	وَ	طَآئِفَةٌ	قَدْ	اَهَمَّتْهُمْ	اَنْفُسُهُمْ	يَظُنُّوْنَ
اس نے ڈھانپ لیا	ایک گروہ کو	تم میں سے	اور	ایک گروہ	یقیناً	اسے فکرمند کر دیا تھا	ان کی جانوں نے	وہ گمان کر رہے تھے

اُس اونگھ نے تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانپ لیا، اور ایک گروہ کو اپنی جانوں کی فکر لگی ہوئی تھی، وہ اللہ کے متعلق

۱۵۲ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ احد کے شکست خوردہ لوگوں کو یاد دلایا گیا ہے کہ آغاز جنگ میں تمہارا پلہ بھاری تھا، تم اللہ کی مہربانی سے دشمن کو قتل کر رہے تھے اور اس کی صفوں میں سراسیمگی پھیل رہی تھی، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ دشمن بے بس ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور فتح و نصرت نے تمہارے قدم چومے، لیکن ابھی دشمن مکمل طور پر پسپا نہیں ہوا تھا اور اس نے معرکہ بدر جیسا نقصان بھی نہیں اٹھایا تھا، اس لیے دشمن کے حوصلوں کو بلند کرنے کیلئے چند بہادروں کے سر دھڑ کی بازی بہت کام آ سکتی تھی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، دشمن نے تمہاری کمزوری اور بے خبری کا فائدہ اٹھایا، کمزوری یہ کہ جن لوگوں کو رسول اکرم ﷺ نے ایک مخصوص ٹیلے پر مقرر فرمایا تھا اور تا حکم ثانی وہیں رہنے کی تاکید فرمائی تھی، تم نے اسے فتح کے خیال میں چھوڑ دیا اور بے خبری یہ کہ تم لوگ مال غنیمت جمع کرنے میں اس طرح مشغول ہوئے کہ تمہیں دشمن کی آمد کی خبر ہی نہ ہوئی، اس نے نہایت اطمینان کے ساتھ ٹیلے پر موجود دس افراد کو شہید کیا اور تمہیں سنبھلنے کی مہلت ہی نہ دی، یوں جنگ کا پانسا پلٹ گیا اور فاتح مغلوب ہو گئے اور مغلوب فاتح قرار پائے، اگر تم غور کرو تو تمہیں اپنی کوتاہیوں کا احساس ہو جائیگا، آئندہ اس قسم کی کوتاہی نہ کرنا، جو پہلے ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا، اور جب اللہ نے معاف فرما دیا تو بعد میں کسی شخص کیلئے اس کی اجازت نہیں ہے، کہ وہ ان حضرات میں سے کسی کی شان میں ادنیٰ گستاخی یا بے ادبی کا ارتکاب کرے۔

۱۵۳ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو یاد دلایا گیا ہے کہ معرکہ احد میں ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ تم لوگ اپنی جان بچانے کیلئے ٹیلوں اور پہاڑوں کی طرف بھاگے چلے جا رہے تھے، نفسا نفسی کا عالم طاری تھا، پیغمبر ﷺ تمہیں پکار پکار کر بلا رہے تھے "الی عباد الله، انا رسول الله" لیکن افراتفری کے اس عالم میں تم اس آواز کو بھی سن نہ سکے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہیں ایک کے بعد دوسرا غم اٹھانا پڑا، آئندہ کیلئے یاد رکھو کہ اگر تمہارے ہاتھ سے کوئی چیز نکل جائے یا کوئی آزمائش تم پر آ پڑے، تو افسردہ اور غمگین نہ ہوا کرو، یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو مصیبت لکھ رکھی ہے وہ تمہیں پہنچ کر رہے گی۔

بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ

بِاللّٰهِ	غَيْرَ	الْحَقِّ	ظَنَّ	الْجَاهِلِيَّةِ ۖ	يَقُوْلُوْنَ	هَلْ	لَّنَا	مِنَ	الْاَمْرِ
اللہ کے متعلق	علاوہ	حق کے	جیسے گمان	جاہلیت کے	وہ کہہ رہے تھے	کیا	ہمارے لئے	سے	معاملے کے

زمانۂ جاہلیت جیسے گمان کر رہے تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اس معاملے میں ہمارا بھی کوئی

مِنْ شَيْءٍ ۖ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۖ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا

مِنْ شَيْءٍ ۖ	قُلْ	اِنَّ	الْاَمْرَ	كُلَّهٗ	لِلّٰهِ ۖ	يُخْفُوْنَ	فِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ	مَّا
سے کوئی چیز	تو کہہ	بیشک	معاملہ	سارا	اللہ ہی کیلئے	وہ چھپاتے ہیں	بیچ	اپنے دلوں کے	وہ جو

اختیار ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ سارے معاملات اللہ کے اختیار میں ہیں، وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے ہیں جو

لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۖ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا

لَا	يُبْدُوْنَ	لَكَ ۖ	يَقُوْلُوْنَ	لَوْ	كَانَ	لَنَا	مِنَ	الْاَمْرِ	شَيْءٌ	مَّا	قُتِلْنَا
نہیں	ظاہر کرتے	تیرے لئے	کہتے ہیں	اگر	ہوتا	ہمارے لئے	سے	معاملے کے	کچھ بھی	نہ	ہم قتل کئے جاتے

آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ اگر اس معاملے میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہوتا تو ہم یہاں مارے

هٰهُنَا ۖ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى

هٰهُنَا ۖ	قُلْ	لَّوْ	كُنْتُمْ	فِيْ	بُيُوْتِكُمْ	لَبَرَزَ	الَّذِيْنَ	كُتِبَ	عَلَيْهِمُ	الْقَتْلُ	اِلٰى
یہاں	آپ فرما دیجئے	اگر	تم ہوتے	بیچ	اپنے گھروں کے	البتہ نکلتے	وہ لوگ	لکھا گیا	ان پر	قتل ہونا	طرف

نہ جاتے، آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن کیلئے قتل ہونا لکھا جا چکا تھا، وہ اپنی قتل گاہ تک پہنچنے کیلئے

مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا

مَضَاجِعِهِمْ ۚ	وَلِيَبْتَلِيَ	اللّٰهُ	مَا	فِيْ	صُدُوْرِكُمْ	وَ	لِيُمَحِّصَ	مَا
اپنے ٹھکانوں کے	اور تا کہ آزمائے	اللہ	جو کچھ	بیچ	تمہارے سینوں کے	اور	تا کہ صاف کردے	جو کچھ

ضرور نکلتے، تاکہ تمہارے سینوں میں جو کچھ ہے اللہ اُسے جانچ لے، اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے

فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٥٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا

فِيْ	قُلُوْبِكُمْ ۗ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٥٤﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	تَوَلَّوْا
بیچ	تمہارے دلوں کے	اور	اللہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتیں	بیشک	جن لوگوں نے	منہ موڑا

اُسے پاک کردے، اور اللہ سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ ﴿۱۵۴﴾ تم میں سے جن لوگوں نے اُس دن

﴿۱۵۴﴾ اس آیت مبارکہ کو "آیت قطب" بھی کہا جاتا ہے، یہ قرآن کریم کی طویل آیتوں میں سے ہے، مشائخ نے کشائش رزق کیلئے اسے مجرب پایا ہے، اصولی طور پر اس کا تعلق غزوۂ احد کی صورتحال سے ہی ہے کہ کافروں کے پلٹ کر حملہ کردینے سے جب بہت سے مسلمان شہید ہو گئے اور حالات یکسر تبدیل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حفاظت کا ایک غیبی انتظام فرما دیا تا کہ وہ تازہ دم ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں اور اسے پسپائی پر مجبور کردیں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ مسلط کردی، جس کے نتیجے میں ان کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑتی تھی اور تجربہ کیا گیا ہے کہ اگر اس طرح چند منٹ بھی اونگھنے کا موقع مل جائے تو انسان بالکل تازہ دم ہو جاتا ہے، چنانچہ اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تازہ دم ہو کر دشمن پر بھرپور حملہ کیا جس کے نتیجے میں انہیں میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا، ادھر جب منافقین کو خبر ملی کہ احد کے دامن میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے ہیں تو انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے، وہ حق تعالیٰ کے متعلق بدگمان ہو گئے اور کہنے لگے کہ فتح و نصرت اور غلبۂ اسلام کے وہ وعدے کہاں چلے گئے جو ہم سے کیے جاتے تھے؟ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ ہمیں سبز باغ دکھائے جا رہے ہیں، اگر معاملہ ہمارے اختیار میں ہوتا اور ہمارے مشورے پر عمل کر کے مدینہ منورہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا تو کبھی یہ نوبت نہ آتی، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ تمام معاملات اللہ ہی کے اختیار میں ہیں' ضروری نہیں ہے کہ وہ نقصان تمہارے مشورے پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہوا ہو، بلکہ ممکن ہے کہ اس کی کوئی اور وجہ ہو، جیسا کہ اوپر بہت سی حکمتیں اور بہت سی وجوہات بیان ہو چکی ہیں، اس لیے جس جس کے مقدر میں شہادت لکھی ہوئی تھی، اسے اپنے مقام شہادت پر پہنچنا ہی تھا خواہ وہ اپنے گھر کے بند کمرے میں ہی ہوتا، یہ بیکار بات ہے کہ اگر مدینہ منورہ میں رہ کر دشمن سے مقابلہ کیا جاتا تو اتنے مسلمان شہید نہ ہوتے، اللہ تعالیٰ کو تمہارا امتحان اور جانچ پرکھ اور صفائی ستھرائی منظور تھی، سو وہ ہو گئی اور جو شہید ہوئے وہ بلند درجات پر فائز ہو گئے، خسارے میں کوئی بھی نہ رہا سوائے منافقین کے۔

مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا

مِنْكُمْ	يَوْمَ	الْتَقَى	الْجَمْعٰنِ ۙ	اِنَّمَا	اسْتَزَلَّهُمُ	الشَّيْطٰنُ	بِبَعْضِ	مَا
تم میں سے	جس دن	آمنے سامنے ہوئیں	دونوں جماعتیں	وہ تو صرف	انہیں پھسلا دیا	شیطان نے	ساتھ کچھ حصے کے	جو

منہ موڑا جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں، اُنہیں صرف اُن کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان نے

ع ۱۶/۷

كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع يٰۤاَيُّهَا

كَسَبُوْا ۚ	وَ	لَقَدْ	عَفَا	اللّٰهُ	عَنْهُمْ ۗ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾	يٰۤاَيُّهَا
انہوں نے کمایا	اور	البتہ یقیناً	درگزر کیا	اللہ نے	ان سے	بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت بردبار	اے

پھسلا دیا تھا، اور یقیناً اللہ اُنہیں معاف کر چکا ہے، بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔ ۱۵۵ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	قَالُوْا	لِاِخْوَانِهِمْ	اِذَا
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	نہ	ہوجاؤ تم	جیسے وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	اور	کہنے لگے	اپنے بھائیوں سے	جب

اہلِ ایمان! اُن لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں کے متعلق کہنے لگے "جب

ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا

ضَرَبُوْا	فِي	الْاَرْضِ	اَوْ	كَانُوْا	غُزًّى	لَّوْ	كَانُوْا	عِنْدَنَا	مَا	مَاتُوْا
وہ سفر کریں	بیچ	زمین کے	یا	وہ ہوں	جہاد کرنے والے	اگر	وہ ہوتے	ہمارے پاس	نہ	وہ مرتے

وہ زمین میں سفر کریں یا جہاد میں ہوں" کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو انہیں موت آتی

وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ

وَ	مَا	قُتِلُوْا ۚ	لِيَجْعَلَ	اللّٰهُ	ذٰلِكَ	حَسْرَةً	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ ۗ	وَ	اللّٰهُ	يُحْيٖ
اور	نہ	وہ قتل کیے جاتے	تاکہ بنادے	اللہ	اسے	سبب حسرت	بیچ	ان کے دلوں کے	اور	اللہ	زندگی دیتا

اور نہ ہی یہ کبھی قتل ہوتے، تاکہ اللہ اِسے اُن کے دلوں میں باعثِ حسرت بنادے، اور اللہ ہی زندگی اور موت

وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وَيُمِيْتُ ۗ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾	وَ	لَئِنْ	قُتِلْتُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
اور موت دیتا	اور اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	اور	البتہ اگر	تم قتل کردیے جاؤ	بیچ	راستے	اللہ کے

دیتا ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ۱۵۶ اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ

۱۵۵ اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر غزوۂ احد کے موقع پر سرزد ہونے والی لغزش کی معافی کا عام اعلان کیا گیا ہے اور ان لوگوں کی طرف سے عذر داری کی گئی ہے کہ یہ لوگ خود سے بھاگنا نہیں چاہتے تھے اور نہ ہی ان کے دل کے کسی گوشے میں پیغمبر ﷺ کی نافرمانی کا جذبہ موجود تھا، صرف اتنا ہوا کہ شیطان نے انہیں بہکا اور پھسلا دیا، اللہ تعالیٰ اُن کیلئے عام معافی کا اعلان کرتا ہے، لہٰذا اب کسی کیلئے جائز نہیں ہے کہ ان حضرات کی شان میں معمولی گستاخی یا بے ادبی کا شائبہ بھی دل میں لیکر آئے۔

۱۵۶ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو خطاب کر کے یہ تاکید کی گئی ہے کہ کافروں اور منافقوں کی بات اپنی زبان پر مت لائیں اور اسے اپنے دل میں جگہ مت دیں جو یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے خود کو خواہ مخواہ مشقت اور مصیبت میں مبتلا کیا، جہاد پر روانہ ہو گئے، سفر کی صعوبتیں الگ اٹھائیں اور زندہ سلامت واپس آنا بھی نصیب نہ ہوا، اپنی عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو خود ہی یتیم کروایا، اگر یہاں رہتے تو ان تمام اندیشوں سے بھی بچتے اور زندگی بھی سلامت رہتی، اللہ کرے کہ یہ اسی طرح دلی حسرت اور افسوس میں مبتلا رہیں کہ مسلمانوں نے ہماری بات کیوں نہ مانی؟ کیا یہ اس بات سے ناواقف ہیں کہ موت و حیات کا اختیار اللہ کے پاس ہے، اگر اس نے کسی کی موت کا فیصلہ کرلیا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکتی اور اگر اس نے کسی کی زندگی کا فیصلہ کر رکھا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس سے زندگی چھین نہیں سکتی، یہ تمام مفروضے بیکار ہیں کہ اگر اپنے گھروں میں رہتے تو مارے نہ جاتے۔

اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۱۵۷ وَلَئِنْ

اَوْ	مُتُّمْ	لَمَغْفِرَةٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	رَحْمَةٌ	خَيْرٌ	مِّمَّا	يَجْمَعُوْنَ ۝	وَ	لَئِنْ
یا	تم مرجاؤ	البتہ مغفرت	سے	اللہ کی	اور	رحمت	زیادہ بہتر	اس سے جو	وہ جمع کرتے ہیں	اور	البتہ اگر

یا فوت ہو جاؤ تو یقیناً اللہ کی مغفرت اور رحمت اُن چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔ ۱۵۷ اور اگر

مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۱۵۸ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

مُّتُّمْ	اَوْ	قُتِلْتُمْ	لَاِالَى	اللّٰهِ	تُحْشَرُوْنَ ۝	فَبِمَا	رَحْمَةٍ	مِّنَ	اللّٰهِ
تم مرگئے	یا	تم قتل کردیے گئے	البتہ طرف	اللہ ہی کے	تم جمع کیے جاؤ گے	سو یہ کس قدر	رحمت	سے	اللہ کی

تم فوت ہو جاؤ یا مارے جاؤ تو بہرحال اللہ ہی کے پاس جمع کیے جاؤ گے۔ ۱۵۸ سو یہ اللہ کی رحمت ہی ہے

لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ

لِنْتَ	لَهُمْ	وَ	لَوْ	كُنْتَ	فَظًّا	غَلِيْظَ	الْقَلْبِ	لَانْفَضُّوْا	مِنْ	حَوْلِكَ
آپ نرم ہوگئے	ان کیلئے	اور	اگر	آپ ہوتے	تند خو	سخت	دل	البتہ یہ منتشر ہوجاتے	سے	ارد گرد آپ کے

کہ آپ ان کیلئے نرم دل واقع ہوئے ہیں، اگر آپ تند خو، سخت دل ہوتے، تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے،

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا

فَاعْفُ	عَنْهُمْ	وَ	اسْتَغْفِرْلَهُمْ	وَ	شَاوِرْهُمْ	فِي	الْاَمْرِ	فَاِذَا
سو درگزر کیجئے	ان سے	اور	مغفرت طلب کیجئے ان کیلئے	اور	مشورہ لیجئے ان سے	بیچ	معاملے کے	پھر جب

اس لیے آپ انہیں معاف کر دیجئے، ان کے حق میں مغفرت کی دعا کیجئے، اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیے، پھر جب

عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝۱۵۹ اِنْ

عَزَمْتَ	فَتَوَكَّلْ	عَلَى	اللّٰهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝	اِنْ
آپ پختہ ارادہ کرلیں	تو بھروسہ کیجئے	پر	اللہ کے	بیشک	اللہ	پسند کرتا ہے	بھروسہ کرنے والوں کو	اگر

آپ کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے، بیشک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ۱۵۹ اگر

يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ

يَّنْصُرْكُمُ	اللّٰهُ	فَلَا	غَالِبَ	لَكُمْ	وَاِنْ	يَّخْذُلْكُمْ	فَمَنْ	ذَا الَّذِيْ
تمہاری مدد کرے	اللہ	تو نہیں	کوئی غالب	تم پر	اور اگر	وہ تمہیں تنہا چھوڑ دے	تو کون ہے	وہ جو

اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکے گا، اور اگر وہ تمہیں تنہا چھوڑ دے تو اُس کے بعد

۱۵۷ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ راہ خدا میں طبعی موت آجانا یا شہادت نصیب ہوجانا معمولی اعزاز نہیں ہے، یہ تو اللہ کی رحمت اور مغفرت حاصل کرنے کا بہانہ اور ذریعہ ہے اور دنیا کی ان تمام قیمتی چیزوں سے زیادہ قیمتی اور بہتر ہے جو اہل دنیا جمع کرتے اور اس پر خوش ہوتے ہیں، اس لیے مسلمانوں کو کافروں اور منافقوں کی طرح نہیں سوچنا چاہیے۔

۱۵۸ اس آیت مبارکہ میں موت اور شہادت کے حوالے سے ہر قسم کے مفروضوں اور وساوس کی اصلاح کر دی گئی ہے کہ تمہیں جس طرح بھی موت آئے، خواہ طبعی طور پر یا شہادت کی صورت میں ابھی یا کبھی، بہر حال اللہ کے پاس جمع ہونا ہے، بھاگ کر کہیں جانا ممکن نہیں ہے، اس لیے موت سے مت گھبراؤ، البتہ اس کی فکر میں رہو اور تیاری کرتے رہو۔

۱۵۹ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان پر حق تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ ہے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نسبت، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو نہایت نرم دل، شفیق اور مہربان بنایا، ان کی اسی شفقت، نرمی اور مہربانی نے دوست اور دشمن سب ہی کو ان کا گرویدہ بنا دیا اور جو لوگ آپس میں پھٹے پڑے تھے، وہ ان کی صدارت میں شیر و شکر ہو گئے، اگر خدانخواستہ معاملہ اس کے برعکس سختی، ترش روئی اور تند خوئی والا ہوتا تو یہ لوگ کبھی بھی آپ کے گرد جمع نہ رہتے، بلکہ متفرق اور منتشر ہو جاتے، آپ کی اسی نرم دلی اور شفقت کے پیش نظر سفارش کی جاتی ہے کہ احد کے معرکے میں اہل ایمان سے جو کوتاہی ہوگئی، اس سے آپ بھی درگزر فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں مغفرت اور بخشش کی دعا کیجیے اور مختلف معاملات میں مشورہ لیتے رہیے، اور جب آپ کسی کام کا یقینی اور حتمی ارادہ کرلیں تو اللہ کے بھروسے پر اسے کرگزریں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، غزوۂ احزاب کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی میں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر خندق کھودی گئی۔

يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا

يَنْصُرُكُمْ	مِّنْۢ	بَعْدِهٖ ؕ	وَ	عَلَى	اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾	وَ	مَا
تمہاری مدد کرے	سے	اس کے پیچھے	اور	پر	اللہ کے	بھروسہ کرنا چاہیے	ایمان والوں کو	اور	نہیں

کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے؟ اور اللہ ہی پر مؤمنین کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ ۱۶۰ اور نبی کی

كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ

كَانَ	لِنَبِيٍّ	اَنْ	يَّغُلَّ ؕ	وَ	مَنْ	يَّغْلُلْ	يَاْتِ	بِمَا	غَلَّ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ۚ	ثُمَّ
ہے	نبی کیلئے	یہ کہ	وہ خیانت کرے	اور	جو کوئی	خیانت کرے	وہ لیکر آئیگا	اسے جو	اس نے خیانت کی	دن	قیامت کے	پھر

یہ شان نہیں کہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا، قیامت کے دن وہ خیانت کی ہوئی چیز لیکر آئے گا، پھر

تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ

تُوَفّٰى	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّا	كَسَبَتْ	وَ	هُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾	اَفَمَنِ	اتَّبَعَ
پورا دیا جائیگا	ہر	نفس کو	جو	اس نے کمایا	اور	وہ	نہ	ظلم کئے جائیں گے	تو کیا جو	پیروی کرے

ہر نفس نے جو کمایا ہو گا، اُسے اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ۱۶۱ بھلا وہ شخص جو اللہ کی

رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

رِضْوَانَ	اللّٰهِ	كَمَنْۢ	بَآءَ	بِسَخَطٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	مَاْوٰىهُ	جَهَنَّمُ ؕ
خوشنودی کی	اللہ کی	جیسے وہ کہ	لوٹے	ساتھ ناراضگی کے	سے	اللہ کی	اور	اس کا ٹھکانہ	جہنم

رضا کے پیچھے چلے، اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کا غصہ لیکر لوٹے اور اُس کا ٹھکانہ جہنم ہو؟

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا

وَ	بِئْسَ	الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾	هُمْ	دَرَجٰتٌ	عِنْدَ	اللّٰهِ ؕ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌۢ	بِمَا
اور	وہ بدترین	ٹھکانہ	وہ	مختلف درجوں والے	نزدیک	اللہ کے	اور اللہ	خوب دیکھنے والا	اسے جو

اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ ۱۶۲ اللہ کے یہاں لوگوں کے مختلف درجے ہیں اور اللہ اُن کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾	لَقَدْ	مَنَّ	اللّٰهُ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	اِذْ	بَعَثَ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا
وہ کرتے ہیں	البتہ یقیناً	احسان کیا	اللہ نے	پر	ایمان والوں کے	جب	بھیجا	ان میں	ایک پیغمبر

جو وہ کر رہے ہیں۔ ۱۶۳ یقیناً اللہ نے مؤمنین پر احسان فرمایا کہ اُن میں اُنہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا

۱۶۰ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کے عقیدے کو پختہ اور مضبوط کیا جا رہا ہے کہ اگر اللہ تمہاری نصرت اور اعانت کرے تو دنیا کی کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آ سکتی اور اگر اللہ تمہاری نصرت نہ کرے تو دنیا کی کوئی طاقت تمہاری مدد نہیں کر سکتی، اس لیے حق تعالیٰ پر اپنا اعتقاد کامل اور پختہ کرو۔

۱۶۱ اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کو ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ہر گناہ سے معصوم ہوتے ہیں، ان کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے دل میں کوئی چیز چھپا کر رکھیں، مثلاً یہ کہ کسی کو ظاہری طور پر معاف کر دیں، لیکن دل میں اس کیلئے ناراضگی کو چھپا کر رکھیں، یا مسلمانوں کے مال میں سے کوئی چیز چھپا کر رکھ لیں، مثلاً یہ کہ مال غنیمت میں سے کوئی چیز مسلمانوں سے چھپا کر اپنے لیے رکھ لیں، کیونکہ یہ تو خیانت ہے اور خیانت بہت بڑا جرم ہے، کسی نبی کی طرف اس جرم کی نسبت کرتے ہوئے بھی ڈرنا چاہیے، اس لیے کہ جس شخص نے جتنی خیانت کی ہو گی، قیامت کے دن وہ اس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا اور اس کی سزا پائے گا، اس لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی نبی خیانت جیسے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو۔

۱۶۲ ۱۶۳ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے استفہام کے انداز میں یہ بات ذہن نشین کروائی ہے کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کی فکر کرنے والا، اور اس کے غصے اور ناراضگی کا مستحق ہونے والا دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح نبوت کے ذریعے اللہ کو راضی کرنے والا اور خیانت کے ذریعے اللہ کو ناراض کرنے والا بھی کبھی برابر نہیں ہو سکتے، جس نے اللہ کو ناراض کیا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو کہ بدترین ٹھکانہ ہے اور اللہ کو راضی کرنے والوں کیلئے مختلف درجات کا وعدہ کیا گیا ہے جو کہ ایک فطری تقاضا ہے اس لیے کہ اللہ کو راضی کرنے والوں میں بھی مختلف درجے ہیں، لہٰذا ان کے ثواب میں بھی درجہ بندی کا فرق ضرور ہوگا۔

مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ

مِّنۡ	اَنۡفُسِهِمۡ	يَتۡلُوۡا	عَلَيۡهِمۡ	اٰيٰتِهٖ	وَيُزَكِّيۡهِمۡ	وَ	يُعَلِّمُهُمُ	الۡكِتٰبَ
سے	ان کی جانوں کے	تلاوت کرتا ہے	ان پر	اس کی آیتیں	اور انہیں پاک کرتا ہے	اور	انہیں سکھاتا ہے	کتاب

جو اُن کے سامنے اُس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے، اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور اُنہیں کتاب و حکمت کی تعلیم

وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿١٦٤﴾ اَوَلَمَّآ

وَ	الۡحِكۡمَةَ ۚ	وَاِنۡ	كَانُوۡا	مِنۡ	قَبۡلُ	لَفِىۡ	ضَلٰلٍ	مُّبِيۡنٍ ﴿١٦٤﴾	اَوَلَمَّآ
اور	حکمت	اگرچہ	وہ تھے	سے	پہلے	البتہ بیچ	گمراہی کے	کھلی	اور کیا جب

دیتا ہے، اور اس سے پہلے تو وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ ﴿١٦٤﴾ کیا جس وقت

النصف

اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَدۡ اَصَبۡتُمۡ مِّثۡلَيۡهَا ۙ قُلۡتُمۡ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلۡ هُوَ

اَصَابَتۡكُمۡ	مُّصِيۡبَةٌ	قَدۡ	اَصَبۡتُمۡ	مِّثۡلَيۡهَا ۙ	قُلۡتُمۡ	اَنّٰى	هٰذَا ؕ	قُلۡ	هُوَ
تمہیں پہنچی	مصیبت	یقیناً	تم پہنچا چکے	اس سے دوگنی مصیبت	تم کہنے لگے	کہاں سے	یہ	تُو کہہ	یہ

تمہیں وہ مصیبت پہنچی کہ اُس سے دوگنی مصیبت تم پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آگئی؟ آپ فرما دیجئے کہ یہ

مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَآ

مِنۡ	عِنۡدِ	اَنۡفُسِكُمۡ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَىۡءٍ	قَدِيۡرٌ ﴿١٦٥﴾	وَ	مَآ
سے	نزدیک	تمہاری اپنی جانوں کے	بیشک	اللہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا	اور	وہ جو

تمہاری اپنی طرف سے آئی ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴿١٦٥﴾ اور اُس دن

اَصَابَكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلِيَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿١٦٦﴾ ۙ

اَصَابَكُمۡ	يَوۡمَ	الۡتَقَى	الۡجَمۡعٰنِ	فَبِاِذۡنِ	اللّٰهِ	وَ	لِيَعۡلَمَ	الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿١٦٦﴾
تمہیں پہنچا	جس دن	آمنے سامنے ہوئیں	دونوں جماعتیں	سو حکم سے	اللہ کے	اور	تاکہ جان لے وہ	ایمان والوں کو

تمہیں جو حالات پیش آئے جب دو فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو وہ اللہ کے حکم سے، اور تاکہ وہ ایمان والوں کو جان لے۔ ﴿١٦٦﴾

وَلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا ۖۚ وَقِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا قَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ

وَلِيَعۡلَمَ	الَّذِيۡنَ	نَافَقُوۡا ۖۚ	وَقِيۡلَ	لَهُمۡ	تَعَالَوۡا	قَاتِلُوۡا	فِىۡ	سَبِيۡلِ	اللّٰهِ
اور تاکہ جان لے	ان لوگوں کو جو	منافق ہوگئے	اور کہا گیا	ان سے	آؤ تم سب	لڑائی کرو	بیچ	راستے	اللہ کے

اور تاکہ اُن لوگوں کو بھی جان لے جو منافق ہیں، اور اُن سے کہا گیا کہ آؤ، اللہ کی راہ میں قتال کرو،

﴿١٦٤﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے احسان عظیم کا ذکر فرمایا ہے، اس احسان عظیم نے یقیناً ہمارے منہ میٹھے کر دیئے ہیں کہ اللہ نے ہمیں اپنا عظیم الشان نبی عطا فرمایا، جس کا تعلق جنس بنی آدم سے ہے تاکہ انسانوں کیلئے ان سے کسب فیض کرنا ممکن ہو سکے اور ان کا ہر قول، فعل اور مشاہدہ انسانوں کیلئے اسوۂ حسنہ بن سکے، اس پیغمبر کی بعثت سے پہلے ساری دنیا کفر اور گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں بھٹک رہی تھی، نہ اسے راستہ دکھائی دے رہا تھا اور نہ راستہ دکھانے والا، دنیا کا میر کارواں موجود نہیں تھا اور قافلہ اپنا سارا مال و متاع لٹا چکا تھا، چوری، ڈاکہ، قتل و غارت گری، بدکاری، بدنگاہی، بدکلامی، ظلم و ناانصافی اور ہر قسم کے گناہ کا راج تھا، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں اس وقت کی صحیح نقشہ کشی موجود ہے جو انہوں نے شاہِ حبشہ کے سامنے فرمائے تھے، طوالت کے اندیشے کے باوجود انہیں نقل کیے بغیر آگے بڑھ جانے کی ہمت نہیں ہو رہی، ان کے الفاظ یہ ہیں۔ ''أيها الملك! كنا قوما أهل جاهلية، نعبد الأصنام، وناكل الميتة، و ناتى الفواحش، ونقطع الأرحام، ونسيء الجوار، يأكل القوى منا الضعيف، فكنا على ذلك، حتى بعث الله الينا رسولا منا، نعرف نسبه وصدقه، وأمانته وعفافه، فدعانا الى الله، لنوحده ونعبده، ونخلع ما كنا نحن نعبد وآباؤنا من دونه من الحجار والأوثان، وأمرنا بصدق الحديث، واداء الأمانة، وصلة الرحم، وحسن الجوار، والكف عن المحارم والدماء، ونهانا عن الفواحش وقول الزور، وأكل مال اليتيم، وقذف المحصنة.....'' جہاں تک تعلق ہے اس آیت میں نبی علیہ السلام کی بعثت کے چاروں مقاصد کا تو ان کا ذکر سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۲۹ میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔ ﴿١٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں معرکہ احد کے موقع پر پیش آنے والی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے یاد دلایا گیا ہے کہ جب غزوۂ بدر میں تم لوگوں نے ستر کافروں کو قیدی بنایا تھا، اس وقت تمہیں اختیار دیا گیا تھا کہ یا تو انہیں قتل کر دو، یا ان سے فدیہ لے لو، لیکن اگر فدیہ لوگے تو یاد رکھو! آئندہ معرکے میں تمہارے بھی اتنے ہی افراد شہید ہوں گے، اُس وقت تم نے اس شق کو قبول کر لیا تھا کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اگر ہم لوگ شہید ہو گئے تو عند اللہ اونچے مقام اور مرتبے کے مستحق ہوں گے، جب احد میں اس کی تکمیل ہوئی تو تم کہنے لگے کہ یہ تکلیف کہاں سے آگئی؟ تم بھول گئے کہ اس سے پہلے تم نے کیا شرط تسلیم کی تھی؟ اور تم یہ بھی بھول گئے کہ اس سے پہلے بدر میں تم مشرکین کو دوہری تکلیف پہنچا چکے ہو، چنانچہ ان کے ستر سردار قتل ہوئے تھے اور ستر قید ہوئے تھے، جبکہ تمہارا ایک فرد بھی قید نہیں ہوا۔ ﴿١٦٦﴾ ﴿١٦٧﴾ ان دونوں آیتوں میں ایک مرتبہ پھر غزوۂ احد میں شکست کی حکمت پر کلام کیا گیا ہے، اس میں سب سے پہلی بات تو اللہ تعالیٰ کا حکم اور اذن ہے، اگر اللہ کا حکم اور اذن نہ ہوتا تو کائنات میں ایک پتہ بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا، اتنا بڑا سانحہ کیونکر پیش آ سکتا تھا؟ دوسری بات یہ کہ اہل ایمان اور اہل نفاق کے درمیان امتیاز خوب اچھی طرح نمایاں ہو جائے، کیونکہ یہ منافق ہی تھے کہ جب ان سے جنگ میں شرکت کیلئے یا کم از کم درجے میں اپنا دفاع کرنے کیلئے کہا گیا تو انہوں نے فوراً انکار کر دیا کہ اگر =

اَوِادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ

اَوِ	ادْفَعُوْا ؕ	قَالُوْا	لَوْ	نَعْلَمُ	قِتَالًا	لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ	هُمْ	لِلْكُفْرِ	يَوْمَئِذٍ
یا	دور کرو	وہ کہنے لگے	اگر	ہم جانتے	قتال کا	البتہ ہم تمہاری پیروی ضرور کرتے	وہ	کفر کے	اس دن

یا دفاع کرو، وہ کہنے لگے کہ اگر ہمیں لڑائی کا علم ہوتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ ہوتے، وہ لوگ اُس دن ایمان سے

اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ

اَقْرَبُ	مِنْهُمْ	لِلْاِيْمَانِ ۚ	يَقُوْلُوْنَ	بِاَفْوَاهِهِمْ	مَّا	لَيْسَ	فِيْ
زیادہ قریب	ان سے	ایمان کے	وہ کہتے ہیں	اپنے مونہوں سے	وہ جو	نہیں	بیچ

زیادہ کفر کے قریب تھے، وہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہہ رہے تھے جو اُن کے دلوں میں

قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۚ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

قُلُوْبِهِمْ ؕ	وَ	اللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَكْتُمُوْنَ ۚ ﴿۱۶۷﴾	اَلَّذِيْنَ	قَالُوْا	لِاِخْوَانِهِمْ
ان کے دلوں کے	اور	اللہ	زیادہ جانتا	وہ جو	چھپاتے ہیں	وہ لوگ جو	کہا انہوں نے	اپنے بھائیوں سے

نہیں تھیں، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپا رہے تھے۔ ﴿۱۶۷﴾ وہ لوگ جو خود بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے بھائیوں کے

وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ

وَ	قَعَدُوْا	لَوْ	اَطَاعُوْنَا	مَا	قُتِلُوْا ؕ	قُلْ	فَادْرَءُوْا	عَنْ	اَنْفُسِكُمُ
اور	وہ بیٹھے رہے	اگر	وہ اطاعت کرتے ہماری	نہ	وہ قتل کیے جاتے	تُو کہہ	تو تم دور کرو	سے	اپنی جانوں کے

متعلق کہتے ہیں کہ اگر انہوں نے ہماری بات مانی ہوتی تو کبھی قتل نہ ہوتے، آپ فرما دیجئے کہ پھر تم اپنے آپ سے موت کو

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ

الْمَوْتَ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾	وَ	لَا	تَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	قُتِلُوْا	فِيْ
موت کو	اگر	تم ہو	سچے	اور	نہ	گمان کرو تم	ان لوگوں کو جو	قتل کردیے گئے	بیچ

دور کرکے دکھاؤ اگر تم سچے ہو۔ ﴿۱۶۸﴾ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے،

سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اَمْوَاتًا ؕ	بَلْ	اَحْيَآءٌ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
راستے	اللہ کے	مُردے	بلکہ	وہ زندہ ہیں	نزدیک	اپنے رب کے	رزق دیے جاتے ہیں

انہیں مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اُن کے رب کے یہاں رزق دیا جاتا ہے۔ ﴿۱۶۹﴾

= ہم لوگ فوجی ہوتے، تیر اور تلوار چلانا جانتے ہوتے اور ہمیں بھی جنگ کرنا آتی ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلے جاتے، اب اس طرح ہمارے جانے سے تمہیں فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہو گا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عذر کو بالکل مسترد کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اپنے دل کی بات زبان پر نہیں لا رہے، وہ ایمان سے زیادہ کفر کے قریب تھے، اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ ان کے دل میں کیا ہے؟

۱۶۸ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی حقیقت کھولی گئی ہے کہ خود تو جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور جن لوگوں نے اس میں دل و جان سے شرکت کی، ان کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہماری بات مان لیتے اور مدینہ منورہ میں رہ کر دشمن کا دفاع کرتے تو یوں شہید نہ ہوتے، اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اتنے ہی سچے ہو تو پھر اپنے اوپر آنے والی موت کو ٹال کر دکھاؤ، اپنی موت تو تم ٹال نہیں سکتے، دوسروں کی موت ٹالنے کی فکر میں گھلے جاتے ہو، یاد رکھو! میدان جہاد میں آنے والی موت، حقیقت میں زندگی ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آتا ہے۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ

فَرِحِيْنَ	بِمَآ	اٰتٰىهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ	وَ	يَسْتَبْشِرُوْنَ	بِالَّذِيْنَ	لَمْ
خوش ہونے والے	اس سے جو	انہیں دیا	اللہ نے	سے	اپنے فضل کے	اور	خوشی حاصل کرتے ہیں	ان لوگوں سے جو	نہیں

اللہ نے اُنہیں اپنے فضل سے جو کچھ عطا فرما رکھا ہے وہ اُس پر خوش ہوتے ہیں، اور اُن لوگوں کے حوالے سے بھی خوش ہوتے رہتے ہیں جو

يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٧٠﴾

يَلْحَقُوْا	بِهِمْ	مِّنْ	خَلْفِهِمْ	اَلَّا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ
ملے	ان کے ساتھ	سے	ان کے پیچھے	یہ کہ نہ	کوئی خوف	ان پر	اور	نہ	وہ	غمگین ہوں گے

اب تک پیچھے سے آکر اُنہیں ملے نہیں ہیں، کہ اُن پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ [170]

وقف لازم

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

يَسْتَبْشِرُوْنَ	بِنِعْمَةٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	فَضْلٍ	وَّاَنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُضِيْعُ
خوشی حاصل کرتے ہیں	نعمت کے ساتھ	سے	اللہ کے	اور	فضل	اور یہ کہ بیشک	اللہ	نہیں	ضائع کرتا

وہ اللہ کے احسان اور اُس کے فضل پر خوش ہوتے ہیں اور یہ کہ اللہ مؤمنین کے اجر کو ضائع

اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٧١﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ

اَجْرَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَلَّذِيْنَ	اسْتَجَابُوْا	لِلّٰهِ	وَ	الرَّسُوْلِ	مِنْۢ بَعْدِ
اجر	ایمان والوں کا	جن لوگوں نے	پکار قبول کی	اللہ کی	اور	پیغمبر (ﷺ) کی	پیچھے سے

نہیں فرماتا۔ [171] جن لوگوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی پکار کو قبول کیا، بعد اس کے

ع ١٦ / ٨

مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ

مَآ	اَصَابَهُمُ	الْقَرْحُ	لِلَّذِيْنَ	اَحْسَنُوْا	مِنْهُمْ	وَ	اتَّقَوْا	اَجْرٌ
وہ جو	انہیں پہنچا	زخم	ان لوگوں کیلئے	نیکی کی اُنہوں نے	ان میں سے	اور	ڈرے وہ	اجر

کہ اُنہیں زخم پہنچ چکا تھا، اُن میں سے جن لوگوں نے نیکی اور تقویٰ اختیار کیا، اُن کیلئے بڑا

مع

عَظِيْمٌ ﴿١٧٢﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ

عَظِيْمٌ	اَلَّذِيْنَ	قَالَ	لَهُمُ	النَّاسُ	اِنَّ	النَّاسَ	قَدْ	جَمَعُوْا	لَكُمْ
بہت بڑا	وہ لوگ جو	کہا	ان سے	لوگوں نے	بیشک	لوگ	یقینا	جمع ہوگئے	تمہارے لئے

اجر ہے۔ [172] جن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے مقابلے کیلئے لوگ جمع ہو رہے ہیں،

[169] [170] [171] ان آیتوں میں شہداء کی فضیلت بیان کی گئی ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ جن لوگوں نے غزوۂ احد میں جامِ شہادت نوش کیا، اُن کا خون رائیگاں نہیں گیا، موت تو ہر شخص کو آنی ہے، اس سے دنیا کے کسی غیر مسلم کو بھی انکار نہیں ہے، اگر انسان کو ایسی موت نصیب ہو جائے جو اسے ہمیشہ کی زندگی عطا کر دے تو ایسی موت کے کیا کہنے، چنانچہ حق تعالیٰ نے شہداء کو مردہ کہنا تو دور کی بات، مردہ سمجھنے کی بھی سختی سے ممانعت فرما دی ہے اور انہیں زندہ قرار دیا ہے، اب اگر ظاہری طور پر وہ مردہ نظر آ رہا ہو لیکن ہمارا رب کہہ رہا ہو کہ نہیں، یہ زندہ ہے تو ہم اپنی آنکھوں اور شعور کا قصور تسلیم کر کے اپنے رب کی بات کو سچا مانیں گے کیونکہ ہماری نگاہیں اور ہمارا شعور ہمیں دھوکہ دے سکتا ہے، لیکن رب کی بات میں غلطی کا امکان بھی نہیں پایا جاتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شہداء کو ان کے رب کے یہاں رزق ملتا ہے، ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور رزق کی کیفیت اور حقیقت کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں، شہداء اپنے رب کے دیئے ہوئے انعامات اور اس کے احسانات پر خوش ہوتے ہیں، یہ خوشی حقیقی ہوتی ہے، وہ یہ سوچ کر بھی خوش ہوتے ہیں کہ ان کے پیچھے جتنے بھی مجاہدین مصروف عمل ہیں، وہ ایک بہترین عمل میں مصروف ہیں اور عنقریب وہ بھی ان بلند درجات کو حاصل کر لینے میں کامیاب ہو جائیں گے اور ہر قسم کے رنج والم سے محفوظ ہو جائیں گے، یعنی ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جس طرح اللہ نے ہمیں اپنے لطف و کرم اور احسان سے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں، ہمارے بھائیوں کو بھی اسی طرح ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا جائے اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا، اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا اور جس کا جو حق بنتا ہے، اسے اس سے بڑھ کر عطا فرماتا ہے۔

[172] اس آیت مبارکہ میں غزوۂ احد کے بعد پیش آنے والی صورتحال کا ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ احد کا فاتح لشکرِ قریش آدھے راستے سے پھر مسلمانوں کی طرف واپس آ رہا ہے، ان کا خیال ہے کہ مسلمان ابھی تھکے ہارے اور زخموں سے چور ہیں، اصولی طور پر تو ہمیں میدان جنگ میں ہی ان کا خاتمہ کر دینا چاہئے تھا، لیکن اب بھی کچھ نہیں بگڑا، فی الفور ان پر حملہ کر دیتے ہیں، مسلمان بے خبری میں مارے جائیں گے، رسول اکرم ﷺ نے جنگی حکمت عملی کے عین مطابق اعلان کروا دیا کہ لوگ کوچ کیلئے روانہ ہو جائیں اور صرف وہی لوگ تیار ہوں جو کل کی جنگ میں ہمارے ساتھ تھے، ظاہری طور پر دیکھا جائے تو ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اپنے ساتھ تازہ دم لوگوں کو لیکر جاتے، یا مدینہ منورہ میں بند ہو کر اپنا دفاع فرماتے، لیکن اس طرح نہ دشمن مرعوب ہوتا اور نہ مسلمانوں کے دل خوف سے آزاد ہوتے، صحابہ کرام فوراً تیار ہو گئے، زیرِ تذکرہ آیت میں ان کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور ان کیلئے اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ

فَاخْشَوْهُمْ	فَزَادَهُمْ	اِيْمَانًا	وَ	قَالُوْا	حَسْبُنَا	اللّٰهُ	وَنِعْمَ
تو تم ان سے ڈرو	سو بڑھا دیا انہیں	ایمان میں	اور	وہ کہنے لگے	ہمیں کافی ہے	اللہ	اور وہ بہترین

سو تم اُن سے ڈرو، تو اُن کے ایمان میں مزید اضافہ ہو گیا، اور وہ کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین

الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ

الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾	فَانْقَلَبُوْا	بِنِعْمَةٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	فَضْلٍ	لَّمْ	يَمْسَسْهُمْ
کارساز	سو وہ لوٹے	نعمت کے ساتھ	سے	اللہ کی	اور	ساتھ فضل کے	نہ	انہیں چھوا

کارساز ہے۔ ۱۷۳ چنانچہ وہ اللہ کے احسان اور فضل سے اِس طرح واپس لوٹے کہ اُنہیں کسی تکلیف نے چھوا

سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا

سُوْٓءٌ	وَ	اتَّبَعُوْا	رِضْوَانَ	اللّٰهِ	وَ	اللّٰهُ	ذُوْ فَضْلٍ	عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾	اِنَّمَا
کسی برائی نے	اور	انہوں نے پیروی کی	خوشنودی کی	اللہ کی	اور	اللہ	فضل والا	بڑے	وہ تو صرف

تک نہیں، اور اس کے پیچھے وہ اللہ کی رضا مندی لیکر آئے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ۱۷۴ یہ تو

ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ

ذٰلِكُمُ	الشَّيْطٰنُ	يُخَوِّفُ	اَوْلِيَآءَهٗ	فَلَا	تَخَافُوْهُمْ	وَ	خَافُوْنِ	اِنْ
تمہارے سامنے	شیطان	ڈراتا ہے	اپنے دوستوں سے	تو نہ	ڈرو تم ان سے	اور	ڈرو مجھ سے	اگر

شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، سو تم اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ

كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾	وَ	لَا	يَحْزُنْكَ	الَّذِيْنَ	يُسَارِعُوْنَ	فِي	الْكُفْرِ
تم ہو	ایمان والے	اور	نہ	آپ کو غمگین کریں	وہ لوگ جو	ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں	بیچ	کفر کے

تم مؤمن ہو۔ ۱۷۵ اور وہ لوگ آپ کو غمگین نہ کریں جو کفر کرنے میں جلدی کرتے ہیں،

اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي

اِنَّهُمْ	لَنْ	يَّضُرُّوا	اللّٰهَ	شَيْـًٔا	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	اَلَّا	يَجْعَلَ	لَهُمْ	حَظًّا	فِي
بیشک وہ	ہرگز نہیں	نقصان کر سکتے	اللہ کا	کچھ بھی	چاہتا ہے	اللہ	یہ کہ نہ	بنائے	ان کیلئے	کوئی حصہ	بیچ

وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان ہرگز نہ کر سکیں گے، اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں اُن کا کوئی حصہ

۱۷۳ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی ایک چالاکی اور مسلمانوں کی جرأت ایمانی بیان کی گئی ہے کہ لشکر قریش نے ایک تجارتی قافلے کو" جو کہ مدینہ منورہ جا رہا تھا" رشوت وغیرہ دے کر اس مقصد کیلئے تیار کرلیا کہ مدینہ منورہ میں جا کر یہ افواہیں پھیلا دیں کہ ایک بہت بڑا لشکر ان کی سر کوبی کیلئے چل پڑا ہے، جو انہیں جڑ سے ختم کر دے گا، مقصد اس کا یہ تھا کہ مسلمان اس کی وجہ سے خوف زدہ اور پریشان ہو جائیں گے، پھر جب آمنا سامنا ہوگا تو وہ ہم سے مرعوب ہونے کی وجہ سے جم کر لڑ نہ سکیں گے اور ایک مرتبہ پھر شکست کھا جائیں گے، لیکن ان کی ساری منصوبہ بندی اسی وقت دھری کی دھری رہ گئی جب مسلمانوں نے جرأت ایمانی سے کام لیا اور اس قسم کی افواہوں سے خوف زدہ ہونے کی بجائے اللہ پر بھروسہ کیا اور اسی کو اپنا کارساز قرار دیا، چنانچہ دشمن اپنے ارادوں میں ناکام ہوگیا۔

۱۷۴ اس آیت مبارکہ میں لشکر قریش کی ناکامی اور مسلمانوں کی کامیابی کی خبر دی گئی ہے کہ جب لشکر قریش کو اطلاع ملی کہ ان کے حملے سے پہلے مسلمان تیار ہو کر ان کی طرف آ رہے ہیں، وہ حمراء الاسد تک پہنچ گئے ہیں اور وہاں ہمارا انتظار کر رہے ہیں تو ان کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا، چنانچہ وہ وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر ہی دم لیا، اس طرح مسلمانوں کے حوصلے مضبوط ہوگئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے صحیح سلامت واپس لوٹ آئے، کسی کو ایک معمولی سی خراش بھی نہیں آئی، اللہ کی رضا مندی اور اس کی خوشنودی الگ حاصل ہوئی۔

۱۷۵ اس آیت مبارکہ میں ان افواہوں کی اصل حقیقت بیان کی گئی ہے جو لشکر قریش نے مسلمانوں میں پھیلا دی تھی، یا جو اب پھیلائی جاتی ہیں کہ یہ ایک شیطانی چال اور حربہ ہے جس کا مقصد تمہیں خوف زدہ اور مرعوب کرنا ہوتا ہے، تمہیں ان سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے، تم صرف مجھ سے ڈرتے رہو، میں دشمن کی ہر چال کو ناکام بنا کر تمہیں بے خوف کر دوں گا۔

الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۱۷۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ

الْاٰخِرَةِ ۚ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ ۱۷۶	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الْكُفْرَ
آخرت کے	اور	ان کیلئے	عذاب	بڑا	بیشک	وہ لوگ جو	خرید لیا انہوں نے	کفر کو

نہ رکھے، اور اُن کیلئے بڑا عذاب ہوگا۔ ۱۷۶ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر کو

بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۱۷۷

بِالْاِيْمَانِ	لَنْ	يَّضُرُّوا	اللّٰهَ	شَيْئًا ۚ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ۱۷۷
بدلے ایمان کے	ہرگز نہیں	نقصان کر سکتے	اللہ کا	کچھ بھی	اور	ان کیلئے	عذاب	دردناک

خرید لیا، وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان ہرگز نہ کر سکیں گے، اور اُن کیلئے درد ناک عذاب ہے۔ ۱۷۷

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا

وَ	لَا	يَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اَنَّمَا	نُمْلِيْ	لَهُمْ	خَيْرٌ	لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ	اِنَّمَا
اور	نہ	گمان کریں	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	یہ کہ جو	ہم ڈھیل دے رہے ہیں	انہیں	زیادہ بہتر	ان کی جانوں کیلئے	وہ تو صرف

اور کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم اُنہیں جو ڈھیل دے رہے ہیں، وہ اُن کے حق میں زیادہ بہتر ہے، ہم تو اُنہیں

نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۱۷۸ مَا كَانَ اللّٰهُ

نُمْلِيْ	لَهُمْ	لِيَزْدَادُوْٓا	اِثْمًا ۚ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ ۱۷۸	مَا	كَانَ	اللّٰهُ
ہم ڈھیل دے رہے ہیں	انہیں	تاکہ وہ بڑھ جائیں	گناہ میں	اور	ان کیلئے	عذاب	رسوا کن	نہیں	ہے	اللہ

صرف اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں مزید بڑھ جائیں، اور اُن کیلئے رسوا کن عذاب ہے۔ ۱۷۸ اللہ ایسا نہیں ہے

لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ

لِيَذَرَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	عَلٰى	مَآ	اَنْتُمْ	عَلَيْهِ	حَتّٰى	يَمِيْزَ	الْخَبِيْثَ	مِنَ
کہ چھوڑ دے	ایمان والوں کو	پر	اس کے جو	تم ہو	اس پر	یہاں تک کہ	جدا کر دے	گندے کو	سے

کہ مؤمنین کو اُس حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ گندے کو پاک سے جدا

الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ

الطَّيِّبِ ۭ	وَمَا	كَانَ	اللّٰهُ	لِيُطْلِعَكُمْ	عَلَى	الْغَيْبِ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَجْتَبِيْ
پاک کے	اور نہیں	ہے	اللہ	کہ آگاہ کردے تمہیں	پر	غیب کے	اور لیکن	اللہ	چن لیتا ہے

کر دے، اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تمہیں غیب کی خبریں دینے لگے، لیکن اللہ اپنے پیغمبروں میں سے

۱۷۶ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کافروں کی چالوں اور حربوں سے غمگین نہ ہوں، یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اس لیے کہ اگر ایسا ہوا تو یہ اللہ کے دین کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہوگا اور اس کی جرأت کسی میں نہیں ہے، انہیں اپنی تدبیریں کر لینے دیجیے، حق تعالیٰ کی مرضی اور منشاء یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت میں ہر قسم کی خیر اور فلاح سے محروم رہیں، وہاں ان کا کوئی حصہ نہ ہو اور انہیں بہت بڑے عذاب میں گرفتار کر لیا جائے، اس لیے انہیں یہاں کچھ مہلت دے دیجئے۔

۱۷۷ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے دردناک عذاب کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے متاعِ ایمان کا سودا کر کے اس کی جگہ کفر کو اختیار کر لیا، ان کا یہ سودا گھاٹے کا ہے، اس سے وہ اللہ کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے، البتہ وہ اپنا بہت بڑا نقصان کر رہے ہیں اور اپنے لیے دردناک عذاب خرید رہے ہیں۔

۱۷۸ اس آیت مبارکہ میں کافروں کی خوش فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ اگر فوری طور پر انہیں کسی گرفت اور پکڑ کا سامنا نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آگے خیر ہی خیر اور موج ہی موج ہے، اس کا منشا صرف اتنا ہے کہ جتنے گناہ کر سکتے ہیں، کر لیں اور جتنی خواہشات پوری کر سکتے ہیں کر لیں، تاکہ ان کا بوجھ مزید بڑھ جائے اور جب پکڑ میں آئیں تو رسوا کن عذاب ان کیلئے تیار ہو۔

مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا

مِنْ	رُّسُلِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ ۖ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَرُسُلِهٖ ۚ	وَاِنْ	تُؤْمِنُوْا
سے	اپنے پیغمبروں کے	جسے	وہ چاہتا ہے	تو تم ایمان لاؤ	پر اللہ کے	اور اس کے پیغمبر کے	اور اگر	تم ایمان لے آؤ

جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، سو تم اللہ پر اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ، اگر تم ایمان لاؤ

وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٩﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ

وَ	تَتَّقُوْا	فَلَكُمْ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ ﴿١٧٩﴾	وَ	لَا	يَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	يَبْخَلُوْنَ	بِمَآ
اور	تقویٰ اختیار کرو	تو تمہارے لئے	اجر	بڑا	اور	نہ	گمان کریں	وہ لوگ جو	بخل کرتے ہیں	اس سے جو

اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لیے بڑا اجر ہے۔ ١٧٩ اور بخل کرنے والے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ

اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ

اٰتٰىهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ	هُوَ	خَيْرًا	لَّهُمْ ۭ	بَلْ	هُوَ	شَرٌّ	لَّهُمْ ۭ
انہیں دیا	اللہ نے	سے	اپنے فضل کے	وہ	زیادہ بہتر	ان کیلئے	بلکہ	وہ	برا	ان کیلئے

اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو کچھ عطا فرما رکھا ہے، وہ اُن کے حق میں بہتر ہے، بلکہ وہ اُن کے حق میں بہت برا ہے،

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ

سَيُطَوَّقُوْنَ	مَا	بَخِلُوْا	بِهٖ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ۭ	وَ	لِلّٰهِ	مِيْرَاثُ	السَّمٰوٰتِ
عنقریب طوق ڈالے جائیں گے	جو	انہوں نے بخل کیا	اس کے ساتھ	دن	قیامت کے	اور	اللہ ہی کیلئے	وراثت	آسمانوں کی

عنقریب قیامت کے دن وہ چیز اُن کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دی جائے گی جس میں انہوں نے بخل کیا ہوگا، اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی

وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٨٠﴾ ع لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ

وَ	الْاَرْضِ ۭ	وَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ ﴿١٨٠﴾ ع	لَقَدْ	سَمِعَ	اللّٰهُ	قَوْلَ
اور	زمین کی	اور	اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	البتہ یقیناً	سن لیا	اللہ نے	کہنا

میراث ہے اور اللہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ١٨٠ یقیناً اللہ نے اُن لوگوں کی بات

ع ١٨ ٩

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا

الَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	فَقِيْرٌ	وَّ	نَحْنُ	اَغْنِيَاۗءُ ۘ	سَنَكْتُبُ	مَا	قَالُوْا
وہ لوگ جو	کہا انہوں نے	بیشک	اللہ	تنگدست	اور	ہم	مالدار لوگ	ہم ضرور لکھ رہے ہیں	جو	انہوں نے کہا

سن لی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تنگدست ہے اور ہم مالدار ہیں، ہم وہ باتیں لکھ رہے ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں

وقف لازم

١٧٩ اس آیت مبارکہ میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اب تک تو مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز نہیں کیا گیا تھا اور منافقین بھی مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے تھے، لیکن حق تعالیٰ کی حکمت سے یہ بعید ہے کہ اس صورتحال کو یوں ہی باقی رہنے دے، بلکہ ضروری ہے کہ کھرا اور کھوٹا، پاک اور ناپاک، اچھا اور برا، مخلص اور منافق ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں، اس لیے کچھ ایسے واقعات رونما کیے جاتے ہیں جس سے یہ امتیاز حاصل ہو جاتا ہے، لیکن چونکہ یہ ایک غیبی معاملہ ہے، اس لیے اس کی اطلاع ہر خاص و عام کو نہیں دی جاتی، بلکہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے منتخب پیغمبروں کو اس سے آگاہی دیتا ہے، عام لوگوں کا کام یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور تقویٰ کی زندگی اختیار کریں تا کہ اجر و ثواب کے مستحق ہو سکیں۔

١٨٠ اس آیت مبارکہ میں بخل اور کنجوسی کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ یہ کوئی اچھی عادت نہیں ہے، آگے چل کر یہ ان کے حق میں بہت بڑی آزمائش اور مصیبت بن جائے گی، آج وہ جس مال کو گن گن کر محفوظ کر رہے ہیں، اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کر رہے اور اس کے حقوق ادا نہیں کر رہے، اپنے مال و دولت اور خزانوں پر سانپ بن کر بیٹھے ہیں، قیامت کے دن حقیقت میں اسی مال و دولت کو ایک گنجے سانپ کی شکل میں ان کی گردن میں ڈال دیا جائیگا، وہ اسے ڈستا جائیگا اور کہتا جائیگا ''أنا كنزك ، أنا مالك'' میں ہی تیرا خزانہ ہوں، میں ہی تیرا مال ہوں، اس لیے ہر شخص بخل سے بچے اور اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا حوصلہ رکھے۔

وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾

وَقَتْلَهُمُ	الْاَنْۢبِيَآءَ	بِغَيْرِ حَقٍّ	وَّ	نَقُوْلُ	ذُوْقُوْا	عَذَابَ	الْحَرِيْقِ ۝
اور قتل کرنا ان کا	نبیوں کو	ناحق	اور	ہم کہیں گے	چکھو تم	عذاب	جلنے کا

اور ان کا انبیاء کو ناحق شہید کرنا بھی، اور ہم کہیں گے کہ آگ میں جلنے کے عذاب کا مزہ چکھو۔ ۱۸۱

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ ج

ذٰلِكَ	بِمَا	قَدَّمَتْ	اَيْدِيْكُمْ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَيْسَ	بِظَلَّامٍ	لِّلْعَبِيْدِ ۝
وہ	اس وجہ سے جو	آگے بھیجا	تمہارے ہاتھوں نے	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	نہیں	ظلم کرنے والا	بندوں پر

یہ بدلہ ہے اُن کاموں کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے تھے، اور یہ کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ۱۸۲

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى

اَلَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	عَهِدَ	اِلَيْنَآ	اَلَّا	نُؤْمِنَ	لِرَسُوْلٍ	حَتّٰى
وہ لوگ جو	کہا انہوں نے	بیشک	اللہ نے	عہد لیا ہے	ہم سے	یہ کہ نہ	ایمان لائیں ہم	کسی پیغمبر پر	یہاں تک کہ

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے یہ عہد لے رکھا ہے کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ

يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ

يَاْتِيَنَا	بِقُرْبَانٍ	تَاْكُلُهُ	النَّارُ ؕ	قُلْ	قَدْ	جَآءَكُمْ	رُسُلٌ	مِّنْ	قَبْلِيْ
وہ ہمارے پاس لے آئے	ایک قربانی	اسے کھالے	آگ	تُو کہہ	یقیناً	تمہارے پاس آئے	بہت سے پیغمبر	سے	میرے پہلے

وہ ہمارے پاس ایک قربانی لے آئے جسے آگ کھا جائے، آپ فرما دیجئے کہ تمہارے پاس مجھ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر

بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

بِالْبَيِّنٰتِ	وَ	بِالَّذِيْ	قُلْتُمْ	فَلِمَ	قَتَلْتُمُوْهُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ۝
ساتھ واضح دلائل کے	اور	اس کے جو	تم نے کہا	تو کیوں	تم نے انہیں قتل کیا	اگر	تم ہو	سچے

واضح دلائل لا چکے اور وہ بھی جو تم نے کہا، پھر تم انہیں قتل کیوں کرتے رہے ہو اگر تم سچے ہو؟ ۱۸۳

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ

فَاِنْ	كَذَّبُوْكَ	فَقَدْ	كُذِّبَ	رُسُلٌ	مِّنْ	قَبْلِكَ	جَآءُوْ	بِالْبَيِّنٰتِ
تو اگر	وہ تجھے جھٹلائیں	تو یقیناً	جھٹلائے گئے	بہت سے پیغمبر	سے	آپ کے پہلے	وہ آئے	ساتھ واضح دلائل کے

پھر اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کی تکذیب کی گئی تھی جو واضح دلائل، صحیفے

۱۸۱ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کے ایک گستاخانہ جملے کا حوالہ دیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے صدقات و خیرات اور قرض حسنہ کا تقاضا کرتا ہے تو جو قرض مانگتا ہے، وہ غریب ہوتا ہے اور جس سے قرض مانگا جاتا ہے، وہ مالدار ہوتا ہے، لہٰذا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ معاذ اللہ، معاذ اللہ ہم غنی اور اللہ فقیر ہے، اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ جتنی بڑی گستاخی ہے، اس کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ ان لوگوں پر فوری عذاب نازل کیا جاتا جو ان کی جڑ ختم کر دیتا اور دنیا میں انہیں نشانِ عبرت بنا دیا جاتا، لیکن حق تعالیٰ کا حلم اس کے غضب سے زیادہ وسیع ہے، اس لیے فوری طور پر سزا نہیں دی، صرف اتنا فرما دیا کہ ہم نے ان کی بات سن لی ہے اور لکھ لیا ہے، نیز ہم نے یہ بھی نوٹ کر لیا ہے کہ انہوں نے کتنے انبیاء کرام علیہم السلام کو کب، کہاں اور کیوں شہید کیا؟ عنقریب ہم انہیں جہنم کی آگ میں جلنے کیلئے چھوڑ دیں گے۔

۱۸۲ اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر یہودیوں کو سزا دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے تو اس کی وجہ اُن کے اپنے اعمال ہیں، جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، یہ سزا ظالمانہ نہیں ہوگی، اس لیے کہ اللہ اپنے بندوں پر رتی برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اللہ کی طرف معمولی ظلم کی نسبت بھی اسے بہت بڑا ظالم قرار دینے کے مترادف ہے جو کہ حق تعالیٰ کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی ہے۔

۱۸۳ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کا ایک اور جھوٹا دعویٰ بیان کیا گیا ہے کہ جب ان سے ایمان لانے کیلئے کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو سب سے پہلے اس سے یہ معجزہ ظاہر ہونا شرط ہے کہ وہ اللہ کے نام کی کوئی قربانی پیش کرے اور اس قربانی کو آسمانی آگ آ کر کھا جائے، جیسا کہ پہلے زمانے میں قربانی مقبول ہونے کی یہ علامت تھی، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر تم ایسے ہی سچے ہو تو تم ان پیغمبروں کو شہید کیوں کرتے رہے ہو، جو تمہارے فرمائشی معجزات تمہارے سامنے پیش کرتے رہے ہیں، ان کی پیش کی ہوئی قربانی کو آسمانی آگ جلا کر کھا گئی اور وہ اس کے علاوہ بھی بہت سے روشن دلائل اور واضح معجزات لیکر آئے تھے، تم ان کی نبوت اور رسالت پر ایمان کیوں نہ لائے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات تم نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝١٨٤ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا

وَالزُّبُرِ	وَالْكِتٰبِ	الْمُنِيْرِ ۝	كُلُّ	نَفْسٍ	ذَآئِقَةُ	الْمَوْتِ ۗ	وَ	اِنَّمَا
اور صحیفے	اور کتاب	روشن	ہر	نفس	چکھنے والا مزہ	موت کا	اور	وہ تو صرف

اور روشن کتاب لیکر آئے تھے۔ ۱۸۴ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور

تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ

تُوَفَّوْنَ	اُجُوْرَكُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ۗ	فَمَنْ	زُحْزِحَ	عَنِ	النَّارِ	وَاُدْخِلَ
تمہیں پورا دیا جائیگا	تمہارا اجر	دن	قیامت کے	تو جو کوئی	دور کردیا گیا	سے	آگ کے	اور داخل کردیا گیا

قیامت کے دن تمہیں تمہارا اجر پورا پورا دیا جائے گا، پھر جس شخص کو جہنم سے دور کر کے جنت میں

الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝١٨٥

الْجَنَّةَ	فَقَدْ	فَازَ ۗ	وَ	مَا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَآ	اِلَّا	مَتَاعُ	الْغُرُوْرِ ۝
جنت میں	تو یقیناً	وہ کامیاب ہوگیا	اور	نہیں	زندگی	دنیا کی	مگر	سامان	دھوکے کا

داخل کر دیا گیا، یقیناً وہ کامیاب ہو گیا، اور دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔ ۱۸۵

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۫ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

لَتُبْلَوُنَّ	فِيْٓ	اَمْوَالِكُمْ	وَ	اَنْفُسِكُمْ ۫	وَلَتَسْمَعُنَّ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا
البتہ تم ضرور آزمائے جاؤ گے	بیچ	اپنے مالوں کے	اور	اپنی جانوں کے	اور البتہ تم ضرور سنو گے	سے	وہ لوگ جو	دیئے گئے

تمہیں تمہارے مالوں اور جانوں کے متعلق ضرور آزمایا جائے گا اور تم اُن لوگوں سے بہت تکلیف

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۗ وَاِنْ

الْكِتٰبَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	وَ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اَشْرَكُوْٓا	اَذًى	كَثِيْرًا ۗ	وَ	اِنْ
کتاب	سے	تمہارے پہلے	اور	سے	وہ لوگ جو	شرک کیا انہوں نے	تکلیف کی باتیں	بہت سی	اور	اگر

دہ باتیں بھی سنو گے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور جنہوں نے شرک کیا، اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝١٨٦ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ

تَصْبِرُوْا	وَ	تَتَّقُوْا	فَاِنَّ	ذٰلِكَ	مِنْ	عَزْمِ	الْاُمُوْرِ ۝	وَ	اِذْ	اَخَذَ	اللّٰهُ
تم صبر کرو	اور	ڈرو	تو بیشک	وہ	سے	ہمت کے	کاموں سے	اور	جب	لیا	اللہ نے

تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ ۱۸۶ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ نے اہل کتاب سے

۱۸۴ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب پر آمادہ ہیں تو فکرمند نہ ہوں، ان کی تکذیب سے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا، یہ لوگ آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب بھی کرتے رہے ہیں، اور وہ بھی ان کے پاس واضح دلائل اور روشن کتابیں لیکر آئے تھے، اس لیے آپ ان کی تکذیب کو خاطر میں نہ لائیں۔

۱۸۵ اس آیت مبارکہ میں یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ دنیا میں آنے والے ہر شخص اور ہر نفس کو موت کا پیالہ منہ سے لگانا ہے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو منکرین توحید ورسالت کو بھی تسلیم ہے، سو جب مرنا برحق ہے تو اعمال کی جزا اور سزا بھی برحق ہے اور جس شخص کو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے، یقیناً وہ کامیابی سے ہم کنار ہو گیا اور اس کی کامیابی ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہو گئی، آخر میں سمجھایا گیا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کی خاطر اپنی آخرت کو برباد نہ کرو، یہ دنیا دھوکے کا گھر ہے، اس کے دھوکے میں آ کر اپنے رب سے غافل نہ ہو جاؤ، اپنے مقصدِ حیات سے بے خبر نہ ہو جاؤ اور اپنے فرائض کی ادائگی سے روگردانی نہ کرو۔

۱۸۶ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ تمہیں آزمائش کے مختلف مراحل سے گزارا جائیگا، جس کیلئے تمہیں ذہنی اور جسمانی طور پر تیار رہنا چاہیے، یہ آزمائش مالی بھی ہوسکتی ہے، جسمانی بھی اور ذہنی بھی، ذہنی آزمائش یہ کہ لوگوں کی باتیں سننی پڑیں گی، طنز اور تشنیع کے تیر سہنے پڑیں گے، طرح طرح کے اعتراضات اور شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں گے، ان تمام آزمائشوں اور امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے کا نسخہ دو حرفی ہے، یعنی صبر اور تقویٰ، جس شخص نے ان دو چیزوں کا دامن مضبوطی سے تھام لیا، اس نے بڑی ہمت سے کام لیا اور وہ اولوالعزم لوگوں میں شمار ہوا۔

مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ؗ

مِيْثَاقَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	لَتُبَيِّنُنَّهٗ	لِلنَّاسِ	وَ	لَا	تَكْتُمُوْنَهٗ
پختہ عہد	وہ لوگ جو	دیئے گئے	کتاب	البتہ تم اسے ضرور بیان کرو گے	لوگوں کیلئے	اور	نہ	تم اسے چھپاؤ گے

یہ پختہ عہد لیا کہ تم اُسے لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرو گے اور اُسے نہ چھپاؤ گے،

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا

فَنَبَذُوْهُ	وَرَآءَ	ظُهُوْرِهِمْ	وَ	اشْتَرَوْا	بِهٖ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا ؕ	فَبِئْسَ	مَا
سو انہوں نے اسے پھینک دیا	پیچھے	اپنی پشتوں کے	اور	خرید لیا انہوں نے	اس کے بدلے	قیمت	تھوڑی	تو بدترین ہے	وہ جو

پھر اُنہوں نے اُسے پس پشت ڈال دیا، اور اُس کے بدلے تھوڑی سی قیمت خرید لی، سو بدترین ہے وہ چیز

يَشْتَرُوْنَ ⑱⑦ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ

يَشْتَرُوْنَ ⑱⑦	لَا	تَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	يَفْرَحُوْنَ	بِمَآ	اَتَوْا	وَ	يُحِبُّوْنَ
خرید رہے ہیں وہ	نہ	گمان کریں آپ	وہ لوگ جو	اترا رہے ہیں	اس پر جو	انہوں نے کیا	اور	چاہتے ہیں

جو وہ خرید رہے ہیں۔ ۱۸۷ آپ یہ نہ سمجھیں کہ جو لوگ اپنے کاموں پر اِترا رہے ہیں اور یہ چاہتے ہیں

اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ

اَنْ	يُّحْمَدُوْا	بِمَا	لَمْ	يَفْعَلُوْا	فَلَا	تَحْسَبَنَّهُمْ	بِمَفَازَةٍ	مِّنَ
یہ کہ	تعریف کیے جائیں	اس پر جو	نہیں	انہوں نے کیا	تو نہ	تو سمجھ انہیں	بچنے کی جگہ میں	سے

کہ اُن کاموں پر بھی اُن کی تعریف کی جائے جو اُنہوں نے نہیں کیے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ وہ عذاب سے

الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑱⑧ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

الْعَذَابِ ۚ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ⑱⑧	وَ	لِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ
عذاب کے	اور	ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور	اللہ ہی کیلئے	حکومت	آسمانوں کی

بچ گئے، اُن کیلئے درد ناک عذاب ہے۔ ۱۸۸ اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی

19
وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑱⑨ ۧ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
ع ۹
10

وَ	الْاَرْضِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ⑱⑨	اِنَّ	فِيْ	خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ
اور	زمین کی	اور	اللہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا	بیشک	بیچ	پیدا کرنے کے	آسمانوں کو

حکومت ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۱۸۹ بیشک آسمانوں اور زمین کی

۱۸۷ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب سے لیے گئے ایک عہد و پیمان کا ذکر کیا گیا ہے جس کے مطابق انہیں اس بات کا پابند کیا گیا تھا کہ وہ تورات کے احکام لوگوں کے سامنے واضح طور پر بیان کریں گے، اور تورات کی کسی بات کو نہیں چھپائیں گے، انہوں نے اس عہد کو قبول کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ وہ اس سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی یا بد عہدی نہیں کریں گے، لیکن وہ اپنے اس عہد پر قائم نہیں رہے، انہوں نے اس عہد کو توڑا، احکام تورات کو چھپایا، ان میں اپنی مرضی سے تحریف کی، بشارات میں تغیر و تبدل سے کام لیا، انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف فرضی اور بے کار چیزوں کی نسبت کی، مالداروں اور غریبوں کے درمیان تفریق کی اور اس سلسلے میں مالداروں سے رشوت کی لمبی چوڑی رقمیں وصول کیں، لیکن عین اُس وقت وہ یہ بھول گئے کہ رشوت کی یہ رقم ان کے پاس ہمیشہ نہیں رہے گی اور یہ کہ انہیں بارگاہِ خداوندی میں اس کا حساب دینا ہے۔

۱۸۸ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنے کارناموں پر اتراتے اور فخر کرتے پھرتے ہیں، جیسے یہودی اپنی چالاکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ہر وقت ان کی تعریف اور مدح سرائی ہوتی رہے وہ ایسے کاموں پر بھی داد تحسین وصول کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے نہیں کیے، ایسے لوگ دنیا میں بھی رسوا ہوتے ہیں اور آخرت کی سزا سے بھی وہ بچ نہ سکیں گے، دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر ایسے لوگ خوشامد پسند ہوتے ہیں، چالاک لوگ ان کی جھوٹی سچی تعریفیں کر کے ان سے اپنے کام کرواتے رہتے ہیں، اور وہ لوگ خوش فہمی سے ایسے لوگوں کو اپنا مخلص اور ہمدرد سمجھ بیٹھتے ہیں، جس شخص کو ایک مرتبہ یہ چسکا لگ جائے، اسے خود پر ہونے والی تنقید بری لگتی ہے اور وہ کسی حقیقی مخلص کے مشورے کو اپنی دشمنی سمجھتا ہے، اور بدقسمتی سے وہ دوست اور دشمن کی تمیز بھی بھلا بیٹھتا ہے۔

۱۸۹ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ کے پاس ہے، وہی تعریف کا حقیقی مستحق ہے، اس کی ہر تعریف سچی ہے اور وہ ہر چیز پر مکمل قدرت اور دسترس رکھتا ہے۔

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ۙ

وَ	الْاَرْضِ	وَاخْتِلَافِ	الَّيْلِ	وَ	النَّهَارِ	لَاٰيٰتٍ	لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ۙ
اور	زمین کو	اور بدلنے میں	رات	اور	دن کے	البتہ نشانیاں	اہل عقل کیلئے

تخلیق میں اور دن اور رات کے بدل بدل کر آنے میں اہل عقل کیلئے نشانیاں ہیں۔ ١٩٠

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ

اَلَّذِيْنَ	يَذْكُرُوْنَ	اللّٰهَ	قِيٰمًا	وَّقُعُوْدًا	وَّ	عَلٰى	جُنُوْبِهِمْ	وَيَتَفَكَّرُوْنَ
جولوگ	یاد رکھتے ہیں	اللہ کو	کھڑے ہوکر	اور بیٹھ کر	اور	پر	اپنے پہلوؤں کے	اور غوروفکر کرتے ہیں

وہ لوگ جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور پہلو کے بل یاد رکھتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی

فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ

فِيْ	خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ۚ	رَبَّنَا	مَا	خَلَقْتَ	هٰذَا	بَاطِلًا ۚ
بیچ	پیدا کرنے کے	آسمانوں	اور زمین کے	اے ہمارے پروردگار!	نہیں	تونے پیدا کیا	اسے	بیکار

تخلیق میں غوروفکر کرتے ہیں، پروردگار! تو نے یہ چیزیں بیکار پیدا نہیں کیں،

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

سُبْحٰنَكَ	فَقِنَا	عَذَابَ	النَّارِ ﴿١٩١﴾	رَبَّنَآ	اِنَّكَ	مَنْ	تُدْخِلِ	النَّارَ
تو پاک ہے	سو ہمیں بچالے	عذاب سے	آگ کے	اے ہمارے پرودگار!	بیشک تو	جسے	داخل کردے	آگ میں

تو پاک ہے، سو ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمالے۔ ١٩١ پروردگار! تُو جسے جہنم میں داخل

فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا

فَقَدْ	اَخْزَيْتَهٗ ؕ	وَ	مَا	لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ	اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾	رَبَّنَآ	اِنَّنَا	سَمِعْنَا
تو یقینا	تونے اسے رسوا کردیا	اور	نہیں	ظالموں کا	سے	مدد کرنے والوں کے	اے ہمارے پروردگار!	بیشک ہم	سنا ہم نے

کردے، تُو نے اُسے رسوا کر دیا، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ ١٩٢ پروردگار! ہم نے ایک منادی کو

مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا

مُنَادِيًا	يُّنَادِيْ	لِلْاِيْمَانِ	اَنْ	اٰمِنُوْا	بِرَبِّكُمْ	فَاٰمَنَّا ۖۗ	رَبَّنَا	فَاغْفِرْ لَنَا
ایک پکارنے والے کو	وہ پکار رہا ہے	ایمان کیلئے	یہ کہ	تم ایمان لاؤ	اپنے رب پر	سو ہم ایمان لے آئے	اے ہمارے پروردگار!	تو تو معاف فرمادے ہمارے لئے

ایمان لانے کیلئے پکارتے ہوئے سنا کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ، سو ہم ایمان لے آئے، پروردگار! تو ہمارے گناہوں کو

١٩٠ اس آیت مبارکہ میں اہل عقل ودانش کو غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ زمین وآسمان کی تخلیق، دن اور رات کے ایک دوسرے کے آگے پیچھے آنے جانے میں تدبر سے کام لیں کہ آخر اتنا بڑا نظام اور سسٹم کیونکر وجود میں آیا؟ اسے کون وجود میں لایا؟ وہ کون ہے؟ خود کہاں ہے؟ اس کی صفات کیا ہیں؟ اس تک رسائی کیونکر ممکن ہے؟ اس نے ان چیزوں کو تخلیق کیوں کیا ہے؟ کس مقصد کیلئے آسمان کو بلند کیا اور زمین کو پھیلایا؟ آخر دن اور رات کے چھوٹا بڑا ہونے میں کس کی قدرت کو عمل دخل ہے؟ جب انسان ان سوالات کا جواب معلوم کرنے کیلئے کوشش، مطالعہ اور تحقیق کرے گا تو اس کے سامنے اپنے مالک حقیقی کا صحیح تعارف آسکے گا اور یہ ساری تحقیق اللہ کی معرفت اور اس تک رسائی کا ذریعہ بن جائے گی۔

١٩١ اس آیت مبارکہ میں حقیقی اہل عقل و دانش کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کو ہر حال میں یاد کرتے اور یاد رکھتے ہیں، زمین وآسمان کی تخلیق پر غور کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پروردگار! تونے یہ کارخانۂ عالم بے مقصد نہیں بنایا، تو نے اتنا بڑا نظام بے فائدہ نہیں چلایا، چونکہ اس سارے سسٹم کا خالق تو ہے اس لیے تیری طرف باطل چیز کی نسبت کرنا تو بڑی دور کی بات، اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، تو تو اس تصور سے بھی پاک ہے، اس لیے پروردگار! ہم تیری بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ تیرا ہر کام حکمت سے بھرپور ہوتا ہے، اگر کہیں تو نے ہمیں سزا دینے کا فیصلہ کرلیا تو وہ بھی حکمت سے خالی نہیں ہوگا لیکن ہم برباد ہوجائیں گے اور اسے برداشت کرنا ہمارے لیے ممکن نہ ہوگا، سو پروردگار! تو ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمالے۔ آمین

ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا

ذُنُوْبَنَا	وَ	كَفِّرْعَنَّا	سَيِّاٰتِنَا	وَتَوَفَّنَا	مَعَ	الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾	رَبَّنَا	وَاٰتِنَا	مَا
ہمارے گناہوں کو	اور	کفارہ کردے ہم سے	ہماری لغزشوں کا	اور ہمیں موت دے	ساتھ	نیک لوگوں کے	اے ہمارے پروردگار	اور تو ہمیں دے	وہ جس کا

معاف فرما دے، ہماری لغزشوں کا کفارہ فرما دے، اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت عطا فرما۔ ﴿١٩٣﴾ پروردگارا! تو نے اپنے

وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ

وَعَدْتَّنَا	عَلٰی	رُسُلِكَ	وَ	لَا	تُخْزِنَا	یَوْمَ	الْقِیٰمَةِ ؕ	اِنَّكَ	لَا	تُخْلِفُ
تو نے ہم سے وعدہ کیا	پر	اپنے پیغمبروں کے	اور	نہ	رسوا کر ہمیں	دن	قیامت کے	بیشک	نہیں	خلاف کرتا تو

پیغمبروں کی زبانی ہم سے جو وعدہ کیا ہے وہ ہمیں عطا فرما اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ فرمانا، بیشک تو وعدے کے خلاف

الْمِیْعَادَ ﴿١٩٤﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ

الْمِیْعَادَ ﴿١٩٤﴾	فَاسْتَجَابَ	لَهُمْ	رَبُّهُمْ	اَنِّیْ	لَاۤ	اُضِیْعُ	عَمَلَ	عَامِلٍ
وعدے کے	سو قبول کرلیا	ان کیلئے	ان کے رب نے	یہ کہ بیشک میں	نہیں	ضائع کرتا	عمل	کسی عمل کرنے والے کا

نہیں کرتا۔ ﴿١٩٤﴾ سو اُن کے رب نے اُن کی دعا قبول کر لی، کیونکہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع

مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ

مِّنْكُمْ	مِّنْ	ذَكَرٍ	اَوْ	اُنْثٰی ۚ	بَعْضُكُمْ	مِّنْۢ	بَعْضٍ ۚ	فَالَّذِیْنَ
تم میں سے	سے	کوئی مرد	یا	عورت	بعض تمہارے	سے	بعض کے	تو جن لوگوں نے

نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم میں سے بعض، بعض سے ہیں، سو جن لوگوں نے

هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا

هَاجَرُوْا	وَاُخْرِجُوْا	مِنْ	دِیَارِهِمْ	وَاُوْذُوْا	فِیْ	سَبِیْلِیْ	وَ	قٰتَلُوْا
ہجرت کی	اور نکالے گئے	سے	اپنے گھروں کے	اور ستائے گئے	بیچ	میری راہ کے	اور	وہ لڑے

ہجرت کی، اُنہیں اُن کے گھروں سے نکالا گیا، میری راہ میں اُنہیں ایذاء پہنچائی گئی، اُنہوں نے قتال کیا

وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ

وَقُتِلُوْا	لَاُكَفِّرَنَّ	عَنْهُمْ	سَیِّاٰتِهِمْ	وَ	لَاُدْخِلَنَّهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِیْ
اور قتل کیے گئے	البتہ میں ضرور کفارہ کردوں گا	ان سے	ان کی لغزشات کا	اور	البتہ میں انہیں ضرور داخل کروں گا	باغات میں	بہتی ہوں گی

اور مارے گئے، میں ضرور اُن کی لغزشات کا کفارہ کر دوں گا، اور اُنہیں ایسے باغات میں داخل کرکے رہوں گا جن کے

﴿١٩٢﴾ ﴿١٩٣﴾ ﴿١٩٤﴾ یہ آیات حق تعالیٰ کے ساتھ مناجات اور راز و نیاز کے پرتاثیر کلمات پر مشتمل ہیں، جن میں سوز دل شامل ہو جائے تو انسان کی آنکھوں سے گرم اور نمکین پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے، ان آیات کی تفسیر ہر اس شخص کو سمجھ آجاتی ہے جو ان دعاؤں کو دل کی گہرائی، کامل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ اپنے رب کے حضور پیش کرے، اس یقین کے ساتھ کہ اس کیلئے کسی دعا کو قبول کرنا مشکل یا ناممکن نہیں ہے، پروردگار! ان تمام دعاؤں کو اس ناکارہ کے حق میں قبول فرما، نیز ہر اُس شخص کے حق میں جو زندگی کے کسی موڑ پر بھی تجھ سے ان کی فریاد کرے۔ آمین۔

ان دعاؤں میں مناجات کرتے ہوئے اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کے لیے جہنم کا فیصلہ فرما دے تو وہ اس فیصلے میں ظالم نہیں ہوگا لیکن وہ بندہ ذلیل و رسوا ہو جائے گا اور کوئی اُس کی مدد کو نہیں پہنچے گا، یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ایمان کی دعوت اپنے ایک منادی کے ذریعے بھیجی ہے، یہ منادی قرآن بھی ہوسکتا ہے اور اس سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں، جب اُس منادی نے لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دی تو سعادت منداور خوش نصیب لوگ آگے بڑھے اور اُنہوں نے فوراً اس دعوت پر لبیک کہا اور ایمان قبول کرلیا، ان اہل ایمان کی پانچ دعائیں یہاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ پروردگار! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے، خواہ وہ کسی بھی نوعیت کے ہوں، دوسری یہ کہ ہماری لغزشات کا کفارہ فرما دے اور انہیں نیکیوں سے تبدیل فرما دے، تیسری یہ کہ موت کے وقت اور مرنے کے بعد ہمیں نیک لوگوں کے زمرے میں شامل فرما دے، نیک لوگوں کے ساتھ موت کا یہی مطلب ہے، یہ مطلب نہیں کہ جب کوئی نیک آدمی فوت ہونے لگے تو ہمیں بھی اُس کے ساتھ موت دے دے، چوتھی یہ کہ پروردگار! تو نے اپنے پیغمبروں کی زبانی ہم سے جتنے بھی وعدے کیے ہیں وہ تمام وعدے پورے فرما، کیونکہ وعدہ خلافی تیری شان سے بعید ہے، پانچویں یہ کہ قیامت کے دن ہمیں ذلیل و رسوا اور شرمندہ نہ فرمانا، کیونکہ اُس دن کی ذلت و رسوائی اور شرمندگی سے بڑھ کر کوئی ذلت و رسوائی اور شرمندگی نہ ہوگی اور اُس دن ذلیل ہونے والا آئندہ کبھی معزز نہ ہو سکے گا۔

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ

مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ ۚ	ثَوَابًا	مِّنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عِنْدَهٗ	حُسْنُ
سے	ان کے نیچے	نہریں	بدلہ	سے	نزدیک	اللہ کے	اور	اللہ	اس کے پاس	بہترین

نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ اللہ کی طرف سے بدلہ ہے اور اللہ کے پاس ہی بہترین

الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ ؕ مَتَاعٌ

الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾	لَا	يَغُرَّنَّكَ	تَقَلُّبُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فِي	الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾	مَتَاعٌ
بدلہ	نہ	دھوکے میں ڈالے تجھے	چلنا پھرنا	ان لوگوں کا	کفر کیا انہوں نے	بیچ	شہروں کے	سامان ہے

بدلہ ہے۔ ۱۹۵ کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا کہیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ ۱۹۶ یہ تو تھوڑا سا

قَلِيْلٌ ۟ قف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ

قَلِيْلٌ	ثُمَّ	مَاْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ ؕ	وَ	بِئْسَ	الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾	لٰكِنِ	الَّذِيْنَ
تھوڑا سا	پھر	ان کا ٹھکانہ	جہنم	اور	وہ بدترین	ٹھکانہ	لیکن	جو لوگ

فائدہ اٹھانا ہے، پھر اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ ۱۹۷ لیکن وہ لوگ

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اتَّقَوْا	رَبَّهُمْ	لَهُمْ	جَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ
ڈرتے رہے	اپنے رب سے	ان کیلئے	باغات	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے

جو اپنے رب سے ڈرتے رہے، اُن کیلئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ

فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ

فِيْهَا	نُزُلًا	مِّنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ ؕ	وَمَا	عِنْدَ	اللّٰهِ	خَيْرٌ	لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾	وَاِنَّ
اُسمیں	مہمان نوازی	سے	نزدیک	اللہ کے	اور جو	نزدیک	اللہ کے	زیادہ بہتر	نیک لوگوں کیلئے	اور بیشک

رہیں گے، یہ اللہ کی طرف سے مہمان نوازی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے، نیک لوگوں کیلئے وہ سب سے بہتر ہے۔ ۱۹۸ اور

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ

مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	لَمَنْ	يُّؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	وَمَآ
سے	اہل کتاب کے	البتہ وہ جو	ایمان لاتا ہے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	تمہاری طرف	اور جو

اہل کتاب میں سے بعض لوگ وہ بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اُس کتاب پر جو تمہارے اوپر نازل کی گئی اور جو

۱۹۵ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی مذکورہ تمام دعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے اور یہ اصول وضع فرما دیا ہے کہ جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، میں اس کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا غریب، عالم ہو یا جاہل اور کالا ہو یا گورا، اگر وہ خود اپنے عمل کو ضائع کرے تو وہ الگ بات ہے، مثلاً ریا کاری اور دکھاوے کے جذبے سے کوئی عمل کرنا عمل کو ضائع کر دیتا ہے، پھر ان لوگوں کی لغزشات کا کفارہ کرنے اور انہیں جنت میں داخل کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے جنہوں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے جذبے سے سرشار ہو کر ہجرت کی، اپنے گھر بار اور عزیز و اقارب کو چھوڑا، مختلف اذیتوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا، اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے اس کے دشمنوں سے ٹکرا گئے اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑا تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا، ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔

۱۹۶ ۱۹۷ ان آیتوں میں حق تعالیٰ نے کافروں کی ظاہری پر تعیش زندگی کا کھوکھلا پن واضح فرمایا ہے کہ اس سے کسی کو دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، یہ صرف چند روزہ زندگی کے فانی مزے ہیں جو وہ اڑا رہے ہیں، دنیا بھر میں جدید آرام دہ سواریوں پر سفر کرتے پھر رہے ہیں اور تمام دستیاب وسائل کو برت رہے ہیں، اس سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ عند اللہ ان چیزوں کی کوئی اہمیت یا ان لوگوں کی کوئی مقبولیت ہے، یہ لوگ یہاں مزے اڑا کر سیدھے جہنم میں جائیں گے جو کہ بدترین ٹھکانہ ہے۔

۱۹۸ اس آیت مبارکہ میں متقیوں کیلئے حق تعالیٰ کی طرف سے مہمان نوازی کا وعدہ کیا گیا ہے، سوچا جا سکتا ہے کہ جب مہمان نوازی کرنے والا رب جلیل ہو تو اس کی مہمان نوازی کا لطف کیا ہو گا؟ کیونکہ میزبان اپنی شان کے مطابق مہمان نوازی کرتا ہے، تو مسلمان کو خوش ہونا چاہیے کہ ان کا میزبان ان کا رب ہے اور مختصر لفظوں میں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس سے بہتر کوئی میزبان نہیں ہو سکتا، اور کوئی مہمان وہاں جا کر ناخوش نہ ہو گا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے جو اس کی مہمان نوازی کا لطف اٹھائیں گے۔ آمین۔

أُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا

أُنْزِلَ	اِلَيْهِمْ	خٰشِعِيْنَ	لِلّٰهِ ۙ	لَا	يَشْتَرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	ثَمَنًا
نازل کیا گیا	ان کیطرف	عاجزی کرنے والے	اللہ کیلئے	نہیں	خریدتے وہ	بدلے آیتوں کے	اللہ کی	قیمت

اُن پر نازل کی گئی، اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں، اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت

قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

قَلِيْلًا ؕ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	اَجْرُهُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	سَرِيْعُ
تھوڑی	وہی لوگ	ان کیلئے	ان کا اجر	پاس	ان کے رب کے	بیشک	اللہ	جلد لینے والا

نہیں خریدتے، انہی لوگوں کیلئے ان کے رب کے یہاں اجر ہے، بیشک اللہ جلد حساب

الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا

الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اصْبِرُوْا	وَصَابِرُوْا
حساب کا	اے وہ لوگو! جو	ایمان لائے	صبر کرو	اور مقابلے میں ڈٹ جاؤ

لینے والا ہے۔ ۱۹۹ اے اہلِ ایمان! صبر کرو، مقابلے میں ڈٹے رہو،

وَرَابِطُوْا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع

وَرَابِطُوْا ۫	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع
اور سرحدوں کی حفاظت کرو	اور ڈرتے رہو	اللہ سے	تاکہ تم	کامیاب ہوجاؤ

سرحدوں کی حفاظت کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ ۲۰۰

(۴) سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ (۹۲)

اٰيَاتُهَا ۱۷۶ — رُكُوْعَاتُهَا ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	اتَّقُوْا	رَبَّكُمُ	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ	نَّفْسٍ	وَّاحِدَةٍ
اے لوگو!	ڈرو تم	اپنے رب سے	وہ جس نے	تمہیں پیدا کیا	سے	جان	ایک

اے لوگو! اپنے اُس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا،

۱۹۹ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب میں سے تقویٰ اختیار کرنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں، قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں، اپنی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں، حق تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور خشوع وخضوع کا اظہار کرتے ہیں، رشوت نہیں لیتے، احکام الٰہیہ کو تبدیل نہیں کرتے اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہتے ہیں، وہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اجر وثواب کا وعدہ فرما رکھا ہے اور وہ برحق ہے۔ ۲۰۰ اس آیت مبارکہ میں کامیابی حاصل کرنے کا نسخہ بیان کیا گیا ہے جو چار شقوں پر مشتمل ہے۔(الف) صبر یعنی انسان نیکی پر گامزن رہے، گناہ سے بچتا رہے، آزمائش آجائے تو کمزور نہ پڑے، اسے اللہ کے حوالے کر کے اس سے مدد مانگے۔(ب) مقابلے کے وقت ڈٹ جانا، یعنی انسان اپنے مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اپنی تمام توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کردے اور بھرپور مقابلہ کرے۔ (ج) سرحدوں کی حفاظت، یعنی اپنے مقصد کی چاروں طرف سے نگرانی کرے، اس کی مقصدیت پر آنچ نہ آنے دے۔(د) تقویٰ یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اسکے تعلق سے دل کو شاد کام رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرما کر کامیاب لوگوں میں شامل فرمادے۔ آمین الحمدللہ! آج سورۂ آل عمران کے مختصر حواشی مکمل ہوئے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بقیہ سورتوں کے حواشی کی تکمیل کے اسباب بھی آسان اور مہیا فرمائے۔ آمین

ع ۲۰ / ۱۱ / ۱۱

۲۴ جنوری ۲۰۱۸ء

سورة النساء

یہ مدنی سورت ہے، اس میں ۱۶۰۳۰ حروف، ۳۷۴۵ کلمات اور ۱۷۶ آیات ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ ''نساء'' موجود ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۃ النساء رکھا گیا، اس کا لفظی معنیٰ ''خواتین'' ہے، اس سے خواتین کی اہمیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ ان کے نام پر قرآن کریم کی ایک طویل سورت کا نام رکھا گیا، لیکن پورے قرآن میں سورۃ الرجال کے نام سے کوئی سورت موجود نہیں ہے، اس سورت کے آغاز میں ایک قابل ذکر حصہ خواتین کے حقوق معاشرت پر مشتمل ہے جو صرف اسلام نے عورت کو عطا فرمائے ہیں، دنیا کے کسی اور مذہب نے عورت کو اتنے حقوق نہیں دیئے، لیکن جب عورت دین اسلام سے منہ موڑتی ہے تو اسے مادر پدر آزادی تو مل سکتی ہے، مگر مذہبی حقوق نہیں۔ اس کے علاوہ موقع کی مناسبت سے کچھ اور مضامین بھی اس سورت کا حصہ ہیں جن کا ذکر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔ انشاء اللہ

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا

وَ	خَلَقَ	مِنْهَا	زَوْجَهَا	وَ	بَثَّ	مِنْهُمَا	رِجَالًا	كَثِيْرًا	وَّ	نِسَآءً ۚ	وَ	اتَّقُوا
اور	پیدا کیا	اس سے	اس کا جوڑا	اور	بکھیر دیئے	ان دونوں سے	مرد	بہت سے	اور	عورتیں	اور	ڈرو

اور اُسی سے اُس کا جوڑا پیدا کیا اور اُن دونوں سے بہت سارے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا، اور اُس اللہ سے

اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ

اللّٰهَ	الَّذِيْ	تَسَآءَلُوْنَ	بِهٖ	وَ	الْاَرْحَامَ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلَيْكُمْ
اللہ سے	وہ	تم ایکدوسرے سے سوال کرتے ہو	اس کے واسطے سے	اور	رشتہ داریوں میں	بیشک	اللہ	ہے	تم پر

ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داریوں کا خیال رکھو، بیشک اللہ تم پر

رَقِيْبًا ۝۱ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠

رَقِيْبًا ۝۱	وَ	اٰتُوا	الْيَتٰمٰٓى	اَمْوَالَهُمْ	وَ	لَا	تَتَبَدَّلُوا	الْخَبِيْثَ	بِالطَّيِّبِ ۠
نگہبان	اور	دیدو	یتیموں کو	ان کے مال	اور	مت	تبدیل کرو	ناپاک کو	پاک کے عوض

نگہبان ہے۔ ۱ اور یتیموں کو اُن کے مال دیدو، اور پاک کے بدلے ناپاک کو مت لو،

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲ وَاِنْ

وَ	لَا	تَاْكُلُوْٓا	اَمْوَالَهُمْ	اِلٰٓى	اَمْوَالِكُمْ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	حُوْبًا	كَبِيْرًا ۝۲	وَ	اِنْ
اور	مت	کھاؤ	ان کے مال	طرف	اپنے مالوں کے	بیشک یہ	ہے	گناہ	بہت بڑا	اور	اگر

اور اپنے مال اُن کے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ، بیشک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ ۲ اور اگر

خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ

خِفْتُمْ	اَلَّا	تُقْسِطُوْا	فِي	الْيَتٰمٰى	فَانْكِحُوْا	مَا	طَابَ	لَكُمْ	مِّنَ
تمہیں اندیشہ ہو	یہ کہ نہ	تم انصاف کرسکو گے	بیچ	یتیم بچیوں کے	تو نکاح کرلو	وہ جو	حلال ہوں	تمہارے لئے	سے

تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم بچیوں کے حوالے سے انصاف نہ کر سکو گے تو تمہارے لیے جو عورتیں حلال ہیں، اُن سے

النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

النِّسَآءِ	مَثْنٰى	وَ	ثُلٰثَ	وَ	رُبٰعَ ۚ	فَاِنْ	خِفْتُمْ	اَلَّا	تَعْدِلُوْا	فَوَاحِدَةً
عورتوں کے	دودو	اور	تین تین	اور	چار چار	سو اگر	تمہیں اندیشہ ہو	یہ کہ نہ	تم عدل کرسکو گے	تو ایک ہی

نکاح کر لو دو دو، تین تین اور چار چار، پھر اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو ایک پر ہی اکتفاء کرو

۱ یہ آیت مبارکہ خطبۂ نکاح میں بھی پڑھی جاتی ہے، اس میں دو مرتبہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خطاب ساری انسانیت کو کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنا ساری دنیا کے سارے انسانوں کے حق میں ہے اور اس میں انہی کا فائدہ ہے، کیونکہ اللہ نے ہی تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے اور اسی نے تمام انسانوں کی نسل چلانے کا انتظام سنبھال رکھا ہے، یہ ایک ایسا مستحکم نظام ہے جس سے کوئی مرد اور عورت باہر نہیں ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمہیں جب ایک دوسرے سے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو درمیان میں اللہ کا واسطہ دے کر ہی سوال کرتے ہو اور تم کہتے ہو کہ اللہ کے واسطے میرا یہ کام کردو، اللہ کے واسطے میرے ساتھ ایسا نہ کرو، اسی طرح قرابت داروں کے حقوق کا خیال رکھو، کسی رشتہ دار کی حق تلفی مت کرو، کیونکہ اس کے نتیجے میں قطع رحمی تک نوبت جا پہنچتی ہے اور شریعت میں وہ بہت بڑا گناہ ہے، اس تقریر سے خطبۂ نکاح میں اس آیت کو شامل کرنے کی وجہ بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ دراصل اس کا مقصد زوجین کو زندگی کے اس نئے سفر اور موڑ پر ہدایت دی جاتی ہے کہ تم دونوں آدم کی اولاد ہونے میں برابر ہو، لہٰذا عورت کو پاؤں کو جوتی نہ سمجھنا اور اس کے حقوق و ضروریات کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا۔ ۲ اس آیت مبارکہ میں یتیموں کے حقوق پر کلام کیا گیا ہے، یتیم کا اطلاق اُس نابالغ بچے پر ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو گیا ہو، گویا اگر کسی بالغ شخص کا باپ فوت ہو جائے تو اسے شریعت کی اصطلاح میں "یتیم" نہیں کہا جا سکتا، عام طور پر یہ دستور رہا ہے کہ اگر کسی نابالغ بچے یا بچی کا باپ فوت ہو جائے تو اس کے قریبی عزیز اس سارے مال و دولت پر قبضہ کر لیتے ہیں اور یتیم کو اس کے حق سے محروم کر دیتے ہیں، اس آیت میں اس کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ یتیم بچوں کو ان کا مال دیدیا کرو، اپنے پاس مت رکھا کرو، کیونکہ وہ تمہاری ملکیت نہیں ہے، تمہیں اس کی اجازت نہیں ہے کہ یتیم بچوں کے مال میں اگر کوئی قیمتی چیز نظر آئے تو اسے چھپا کر اس کے عوض کوئی ردی اور گھٹیا چیز رکھ دو، نیز تمہیں اسکی بھی اجازت نہیں ہے کہ یتیم کا مال اپنے مال میں اس طرح خلط ملط کردو کہ دونوں ہاتھوں سے اسے خرچ کرتے رہو اور جب وہ بالغ ہو کر مال سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہو تو تم اسے بتادو کہ تمہارا سارا مال تو تمہاری ضروریات پر خرچ ہو چکا، بلکہ تمہیں ان کا مال اپنے مال سے علیحدہ رکھنا چاہیے تا کہ کسی قسم کی بددیانتی کا ارتکاب نہ ہونے پائے۔

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۳ؕ وَاٰتُوا النِّسَآءَ

اَوْ	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ ؕ	ذٰلِكَ	اَدْنٰۤى	اَلَّا	تَعُوْلُوْا ۳	وَاٰتُوا	النِّسَآءَ
یا	جس کے	مالک ہوں	تمہارے دائیں ہاتھ	وہ	زیادہ قریب	یہ کہ نہ	تم جھکو گے	اور دیا کرو	عورتوں کو

یا جو تمہاری باندیاں ہوں، اس میں امید ہے کہ تم ایک طرف مائل نہ ہوجاؤ گے۔ ۳ اور عورتوں کو اُن کے

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ

صَدُقٰتِهِنَّ	نِحْلَةً ؕ	فَاِنْ	طِبْنَ	لَكُمْ	عَنْ	شَیْءٍ	مِّنْهُ	نَفْسًا	فَكُلُوْهُ
ان کے مہر	خوشی سے	سو اگر	وہ حلال کردیں	تمہارے لئے	سے	کوئی چیز	اس میں سے	اپنی مرضی سے	تو تم اسے کھالو

مہر خوشی سے دیدیا کرو، پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے اس میں سے کچھ تمہیں چھوڑ دیں تو تم اُسے خوشگوار، رغبت

هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۴ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ

هَنِيْٓـًٔا	مَّرِيْٓـًٔا ۴	وَ	لَا	تُؤْتُوا	السُّفَهَآءَ	اَمْوَالَكُمُ	الَّتِیْ	جَعَلَ	اللّٰهُ
رغبت کے ساتھ	خوشگوار	اور	مت	دو تم	بے عقل لوگوں کو	اپنے وہ مال	جسے	بنایا	اللہ نے

کے ساتھ کھالو۔ ۴ اور بے عقل لوگوں کو اپنا وہ مال مت دو جسے اللہ نے تمہارے لیے گذارے کا

لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا

لَكُمْ	قِيٰمًا	وَّارْزُقُوْهُمْ	فِيْهَا	وَ	اكْسُوْهُمْ	وَقُوْلُوْا	لَهُمْ	قَوْلًا
تمہارے لئے	گزارے کا سبب	اور انہیں کھلاؤ	اس میں سے	اور	انہیں پہناؤ	اور کہو	ان سے	بات

سبب بنایا ہے، اور اس میں سے انہیں بھی کھلاتے اور پہناتے رہو، اور اُن سے شائستہ انداز میں

مَّعْرُوْفًا ۵ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ

مَّعْرُوْفًا ۵	وَ	ابْتَلُوا	الْيَتٰمٰى	حَتّٰۤى	اِذَا	بَلَغُوا	النِّكَاحَ ۚ	فَاِنْ	اٰنَسْتُمْ
بھلی	اور	جانچ لیا کرو	یتیموں کو	یہاں تک کہ	جب	وہ پہنچ جائیں	نکاح کی عمر کو	تو اگر	تم دیکھو

بات کیا کرو۔ ۵ اور یتیموں کی جانچ پرکھ نکاح کی عمر کو پہنچ جانے تک کرتے رہو، پھر اگر تم

مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا

مِّنْهُمْ	رُشْدًا	فَادْفَعُوْۤا	اِلَيْهِمْ	اَمْوَالَهُمْ ۚ	وَ	لَا	تَاْكُلُوْهَاۤ	اِسْرَافًا
ان سے	ہوشیاری	تو دیدو تم	ان کیطرف	ان کے مال	اور	مت	کھاؤ اسے	ضرورت سے زیادہ

اُن میں سمجھداری دیکھو تو اُن کا مال اُن کے حوالے کردو، اور یتیموں کے بڑا ہونے کے اندیشے سے

۳ اس آیت مبارکہ میں "الیتامیٰ" کا لفظ یتیم بچیوں پر بولا گیا ہے، گویا یہاں یتیم بچیوں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے جو کہ ہر زمانے میں بہت ضروری رہا ہے، کیونکہ اگر کسی یتیم بچی کو ترکے میں بہت سا مال و دولت ملا ہوا ور اللہ تعالیٰ نے اسے حسن و جمال بھی عطا فرما رکھا ہو، تو اسے دیکھ کر اس کے ولی کی رال ٹپکنے لگتی ہے، وہ کسی صورت نہیں چاہتا کہ یہ مالدار، جوان اور خوبرو لڑکی کسی اور کے پاس جائے، اس لیے وہ اس سے خود ہی نکاح کر لیتا ہے، اگر یہ نکاح شرعاً جائز ہو اور حسن سلوک اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے لیکن عام طور پر دیکھا یہی گیا ہے کہ ایسی بچیوں کو ہمیشہ دبا کر رکھا جاتا ہے اور ان کے ساتھ بدسلوکی اور ناانصافی سے کام لیا جاتا ہے، اس لیے یہاں فرما دیا کہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم ان یتیم بچیوں کو بیوی بنا کر اُن کے ساتھ انصاف نہیں کرسکو گے تو تم ان کے ساتھ ہرگز نکاح نہ کرو، ان کے علاوہ کسی اور عورت سے نکاح کر لو جو تمہارے لیے حلال بھی ہو، تمہیں اجازت دی جاتی ہے کہ تم چار عورتوں تک نکاح کر سکتے ہو، لیکن وہاں بھی شرط عدل و انصاف ہی ہے، چنانچہ اگر وہاں بھی تمہیں اندیشہ ہو کہ ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں تم عدل و انصاف سے کام نہ لے سکو گے اور تم سے حق تلفی ہو جائے گی تو پھر ایک ہی نکاح پر اکتفاء کرو، یا اپنی باندیوں سے فائدہ اٹھالو۔

۴ اس آیت مبارکہ میں مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ خواتین کو نہایت خوش دلی کے ساتھ مہر کی مقررہ رقم ادا کر دیا کریں، اس تاکید کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ بہت سے لوگ مہر کی رقم ادا نہیں کرتے، اوّل دن سے ہی ان کے ذہن میں یہ خیال ہوتا ہے کہ لینا کس نے ہے اور دینا کس نے ہے، نبی اکرم ﷺ نے ایسی نیت کے ساتھ مہر مقرر کرنے اور نکاح کرنے والے کے متعلق فرمایا ہے کہ قیامت کے دن وہ بدکاروں کے ساتھ محشور ہوگا، بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم معاف کروالیں گے، حالانکہ مہر معاف کروانے کیلئے نہیں، ادا کرنے کیلئے مقرر کیا جاتا ہے، البتہ اگر عورت خود کسی قسم کے تقاضے اور دباؤ کے بغیر مہر کی رقم نہ لے یا اس میں سے کچھ حصہ چھوڑ دے تو یہ اس کی خوشی ہے اور تمہارے لیے اسے کھانا جائز اور حلال ہے۔

۵ اس آیت مبارکہ میں یتیم بچوں کے سرپرستوں کو مخاطب کیا گیا ہے کہ تم پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم یتیم بچوں کو ان کے مال میں سے کھلاؤ پلاؤ، پہناؤ اور ان کی ضروریات پوری کرو، ان کے ساتھ شائستہ طریقے سے بات کرو، لیکن جب تک وہ سمجھدار نہ ہو جائیں، اُس وقت تک اُن کا مال ان کے حوالے مت کرو، کیونکہ وہ ناسمجھی میں اسے ضائع کر دیں گے اور بعد میں تم پر الزام لگائیں گے، اس لیے اس پہلو کو بھی مدنظر رکھو۔

وَّ بِدَارًا اَنۡ يَّكۡبَرُوۡا ؕ وَمَنۡ كَانَ غَنِيًّا فَلۡيَسۡتَعۡفِفۡ ۚ وَمَنۡ كَانَ

وَّ	بِدَارًا	اَنۡ	يَّكۡبَرُوۡا ؕ	وَمَنۡ	كَانَ	غَنِيًّا	فَلۡيَسۡتَعۡفِفۡ ۚ	وَ	مَنۡ	كَانَ
اور	حاجت سے پہلے	یہ کہ	وہ بڑے ہوجائیں	اور جو کوئی	ہو	مالدار	تو بچنا چاہئے	اور	جو کوئی	ہو

اُن کا مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے پہلے مت کھایا کرو، اور جو شخص مالدار ہو تو اُسے یتیم کے مال سے بچنا چاہیے، اور جو شخص

فَقِيۡرًا فَلۡيَاۡكُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ

فَقِيۡرًا	فَلۡيَاۡكُلۡ	بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ	فَاِذَا	دَفَعۡتُمۡ	اِلَيۡهِمۡ	اَمۡوَالَهُمۡ
تنگدست	تو اسے چاہئے کہ کھائے	بھلے طریقے سے	پھر جب	تم حوالے کرنے لگو	ان کی طرف	ان کے مال

تنگدست ہو تو بھلے طریقے سے کھا سکتا ہے، پھر جب تم اُن کے مال اُن کے حوالے کرو

فَاَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِمۡ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا ۞٦ لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا

فَاَشۡهِدُوۡا	عَلَيۡهِمۡ ؕ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	حَسِيۡبًا ٦	لِلرِّجَالِ	نَصِيۡبٌ	مِّمَّا
تو گواہ بنالو	ان پر	اور کافی ہے	اللہ	حساب لینے والا	مردوں کیلئے	حصہ	اسمیں سے جو

تو اُن پر گواہ بنا لیا کرو، اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔ ٦ مردوں کیلئے اُس مال میں سے حصہ ہے جو

تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا تَرَكَ

تَرَكَ	الۡوَالِدٰنِ	وَ	الۡاَقۡرَبُوۡنَ ۖ	وَ	لِلنِّسَآءِ	نَصِيۡبٌ	مِّمَّا	تَرَكَ
چھوڑا	والدین نے	اور	قریبی رشتہ داروں نے	اور	عورتوں کیلئے	حصہ	اسمیں سے جو	چھوڑا

والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کیلئے بھی اُس مال میں سے حصہ ہے جو والدین

الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ مِمَّا قَلَّ مِنۡهُ اَوۡ كَثُرَ ؕ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ۞٧

الۡوَالِدٰنِ	وَ	الۡاَقۡرَبُوۡنَ	مِمَّا	قَلَّ	مِنۡهُ	اَوۡ كَثُرَ ؕ	نَصِيۡبًا	مَّفۡرُوۡضًا ٧
والدین نے	اور	قریبی رشتہ داروں نے	اسمیں سے جو	تھوڑا ہو	اس سے	یا زیادہ ہو	حصہ	مقرر شدہ

اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر شدہ ہے۔ ٧

وَاِذَا حَضَرَ الۡقِسۡمَةَ اُولُوا الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنُ

وَ	اِذَا	حَضَرَ	الۡقِسۡمَةَ	اُولُوا الۡقُرۡبٰى	وَالۡيَتٰمٰى	وَ	الۡمَسٰكِيۡنُ
اور	جب	موجود ہوں	تقسیم کے وقت	قرابت دار	اور یتیم بچے	اور	ضرورت مند لوگ

اور جب تقسیم وراثت کے موقع پر قریبی رشتہ دار، یتیم اور مسکین لوگ بھی آجائیں

٦ اس آیت مبارکہ میں یتیم بچوں کے اولیاء اور سرپرستوں کو چند اہم ہدایات دی گئی ہیں، ان ہدایات پر عمل کرنا دونوں فریقوں کے حق میں بہتر ہے، مثلاً یہ کہ جب تک بچے بالغ نہ ہوں، ان سے ذہنی آزمائش کے کام کروائے جائیں تاکہ ان کی ذہنی نشوونما بہتر ہو مثلاً چھوٹی موٹی خریداری کروائیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے بچوں کو اُن کا مال نہ دیا جائے، دوسری ہدایت یہ دی گئی ہے کہ جب بچے سمجھدار ہوجائیں، انہیں کھرے اور کھوٹے کا فرق معلوم ہوجائے اور روپے کی قدر و قیمت معلوم ہوجائے تو ان کا مال ان کے حوالے کردیا جائے، جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ ایک مجلس کا اہتمام کیا جائے جس میں کچھ لوگوں کو گواہی کیلئے بلایا جائے، ایک تحریر لکھی جائے جس میں مرنے والے کے اثاثوں کی تفصیلات، بچوں پر ہونے والے اخراجات اور حوالے کی جانے والی رقوم کی تفصیلات واضح طور پر درج ہوں، فریقین بھی اس پر دستخط کریں اور گواہوں سے بھی اس پر گواہی لی جائے، تاکہ آئندہ کسی موقع پر ولی کو پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، اس تفصیل کے درمیان میں ''ولی'' کے حوالے سے اصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر وہ مالدار اور صاحب حیثیت ہو، تو اُسے یتیم بچے کا مال استعمال کرنے سے بچنا چاہیے، اور اگر وہ غریب، تنگدست ہو تو اسے اس میں سے کچھ اپنے اوپر خرچ کرنے کی بھی اجازت ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ ایسا بوقتِ ضرورت، بقدرِ ضرورت ہو، یعنی ضرورت سے پہلے نہیں اور ضرورت سے زیادہ بھی نہیں، اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ یتیم بچوں کے مال کو فضول خرچی میں اڑانا جائز نہیں ہے، نیز اس اندیشے سے کہ اگر یہ بڑے ہوگئے تو سارا مال ان کے حوالے کرنا پڑے گا، جلدی جلدی ان کا مال ختم کرنے کی فکر نہ کریں، انہیں امین بنایا گیا ہے اور ان کا فرض بنتا ہے کہ وہ امانت داری کا خیال رکھیں۔

٧ اس آیت مبارکہ میں زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کے تابوت میں کیل ٹھونک دی گئی ہے، جس کے مطابق عورت کو بھی وراثت میں اسی طرح حقدار قرار دیا گیا ہے جس طرح مرد وراثت کے حقدار سمجھے جاتے ہیں، عورت سے مراد صرف بالغہ عورت نہیں ہے، بلکہ اس کی صنف مُراد ہے اور اس میں پیدائش سے لے کر موت تک ہر عمر کی عورت شامل ہے، یہ حکم مرد کا بھی ہے، زمانہ جاہلیت میں عورت کو وراثت میں سے اُس کا حصہ دینے کا تصور بھی محال تھا، یہاں اس کی بیخ کنی کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ہر وارث کا حصہ متعین کر دیا گیا ہے، لہٰذا حصہ تھوڑا ہو یا زیادہ رقم کم ہو یا بہت زیادہ، اس سے فرق نہیں پڑتا، ضروری عمل یہ ہے کہ ہر حقدار کو اُس کا حق دیا جائے۔

فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝٨ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ

فَارْزُقُوْهُمْ	مِّنْهُ	وَ	قُوْلُوْا	لَهُمْ	قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا۝	وَ	لْيَخْشَ	الَّذِيْنَ	لَوْ
توتم انہیں دیدو	انہیں سے	اور	کہو تم	ان سے	بات	بھلی	اور	ڈرنا چاہیے	ان لوگوں کو	اگر

تو اُنہیں بھی اس میں سے کچھ دیدو اور اُن سے شائستہ انداز میں بات کیا کرو۔ ⑧ اور اُن لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اگر

تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ

تَرَكُوْا	مِنْ	خَلْفِهِمْ	ذُرِّيَّةً	ضِعٰفًا	خَافُوْا	عَلَيْهِمْ	فَلْيَتَّقُوا	اللّٰهَ
چھوڑیں وہ	سے	اپنے پیچھے	اولاد	کمزور	وہ اندیشہ رکھتے ہیں	ان پر	تو چاہیے کہ وہ ڈریں	اللہ سے

اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑیں تو وہ اُن کے متعلق اندیشہ رکھتے ہیں، اس لیے اُنہیں چاہیے کہ اللہ سے ڈریں

وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝٩ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى

وَلْيَقُوْلُوْا	قَوْلًا	سَدِيْدًا۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَاْكُلُوْنَ	اَمْوَالَ	الْيَتٰمٰى
اور چاہیے کہ کہیں	بات	سیدھی	بیشک	جو لوگ	کھاتے ہیں	مالوں کو	یتیموں کے

اور سیدھی بات کہیں۔ ⑨ بیشک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناحق

ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝١٠ ع

ظُلْمًا	اِنَّمَا	يَاْكُلُوْنَ	فِيْ	بُطُوْنِهِمْ	نَارًا	وَسَيَصْلَوْنَ	سَعِيْرًا۝
ظلم کر کے	وہ تو صرف	کھاتے ہیں	بیچ	اپنے پیٹوں کے	آگ	اور عنقریب وہ داخل ہوں گے	بھڑکتی آگ میں

کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں، اور عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ ⑩

ع ۱ ۱۰ ۱۲

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ

يُوْصِيْكُمُ	اللّٰهُ	فِيْٓ	اَوْلَادِكُمْ	لِلذَّكَرِ	مِثْلُ	حَظِّ	الْاُنْثَيَيْنِ	فَاِنْ
تمہیں تاکید کرتا ہے	اللہ	بیچ	تمہاری اولاد کے	مرد کیلئے	مثل	حصہ	دو عورتوں کا	سو اگر

اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے حوالے سے تاکیدی حکم دیتا ہے، کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، پھر اگر

كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً

كُنَّ	نِسَآءً	فَوْقَ	اثْنَتَيْنِ	فَلَهُنَّ	ثُلُثَا	مَا	تَرَكَ	وَ	اِنْ	كَانَتْ	وَاحِدَةً
ہوں وہ سب	عورتیں	اوپر	دو سے	تو ان کیلئے	دو تہائی	اس کا	جو اس نے چھوڑا	اور	اگر	وہ ہو	ایک عورت

دو سے زیادہ عورتیں ہی ہوں تو اُن کیلئے ترکے کا دوتہائی حصہ ہے، اور اگر ایک ہو

⑧ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے جو مرنے والے کے ورثاء تو نہ ہوں اور شرعی اعتبار سے مرحوم کے ترکے میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو، لیکن وراثت کی تقسیم کے موقع پر آس لگا کر آگئے ہوں کہ شاید ہمیں بھی کچھ مل جائے، خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں یا عام غریب اور مسکین لوگ، تو اُن کی دل جوئی کیلئے انہیں بھی کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے، اگر کسی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تب بھی مناسب اور شائستہ طریقے سے معذرت کرنی چاہیے، سختی اور ترشی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔

⑨ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو خوف خدا کی تلقین کی گئی ہے جو کسی یتیم کے مال پر ناجائز قبضہ جما لیتے ہیں، کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اگر آج وہ کسی کے معصوم یتیم بچوں کا حق دبا رہے ہیں اور ان کی دولت اور جائیداد پر قبضہ جما رہے ہیں، کل کوئی دوسرا شخص ان کے معصوم یتیم بچوں کے مال پر قبضہ بھی کرسکتا ہے؟ اس لیے کہ انسان دنیا میں جو بیج بوتا ہے، اسی کی پیداوار حاصل کرتا ہے۔

⑩ اس آیت مبارکہ میں یتیموں کا مال ناحق کھانے کی سزا بیان کی گئی ہے، ناحق کی قید اس لیے کہ بعض جگہوں پر مخصوص شرائط کے ساتھ یتیم کے مال میں سے وصی کیلئے اپنی ضرورت پوری کرنا جائز ہوتا ہے، لیکن جو لوگ ناجائز طور پر کسی یتیم کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں، حقیقت میں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کے انگارے بھر رہے ہوتے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ اس کی سزا بھگتنے کیلئے انہیں عنقریب جہنم میں بھی داخل ہونا پڑے گا، اس لیے حرام مال کوئی بھی ہو اور کسی بھی ذریعے سے حاصل کیا جائے، انسان کیلئے نقصان ہی نقصان ہے، خاص طور پر اگر وہ کسی یتیم کا ہو تو اس کی برائی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ

فَلَهَا	النِّصْفُ ۭ	وَ	لِاَبَوَيْهِ	لِكُلِّ	وَاحِدٍ	مِّنْهُمَا	السُّدُسُ	مِمَّا	تَرَكَ
تو اس کیلئے	آدھا	اور	اس کے والدین کیلئے	ہر	ایک کیلئے	ان دونوں میں سے	چھٹا حصہ	اسمیں سے جو	چھوڑا

تو اُس کیلئے نصف مال ہے، اور مرنے والے کے ماں باپ میں سے ہرایک کیلئے ترکے کا چھٹا حصہ ہے

اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ

اِنْ	كَانَ	لَهٗ	وَلَدٌ ۚ	فَاِنْ	لَّمْ	يَكُنْ	لَّهٗ	وَلَدٌ	وَّوَرِثَهٗٓ	اَبَوٰهُ	فَلِاُمِّهِ
اگر	ہو	اسکی	کوئی اولاد	سواگر	نہ	ہو	اس کی	کوئی اولاد	اوراس کے وارث ہوں	اس کے ماں باپ	تواس کی ماں کیلئے

جبکہ مرنے والے کی اولاد ہو، اگر مرنے والے کی اولاد نہ ہو اور اُس کے ماں باپ اُس کے وارث ہوں تو اُس کی ماں کو

الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

الثُّلُثُ ۚ	فَاِنْ	كَانَ	لَهٗٓ	اِخْوَةٌ	فَلِاُمِّهِ	السُّدُسُ	مِنْۢ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ
ایک تہائی	پھر اگر	ہوں	اس کے	کئی بھائی	تواس کی ماں کیلئے	چھٹا حصہ	پیچھے سے	وصیت کے

ایک تہائی ملے گا، اگر مرنے والے کے کئی بھائی ہوں تو وصیت نافذ کرنے کے بعد ''جو اُس نے کی ہو'' یا قرض ادا کرنے کے بعد

يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ

يُّوْصِيْ	بِهَآ	اَوْ دَيْنٍ ۭ	اٰبَاۗؤُكُمْ	وَ	اَبْنَاۗؤُكُمْ	لَا	تَدْرُوْنَ	اَيُّهُمْ	اَقْرَبُ
وہ وصیت کرے	اس کی	یا قرض کے	تمہارے باپ	اور	تمہارے بیٹے	نہیں	تم جانتے	ان میں سے کون	زیادہ قریب

اُس کی ماں کا چھٹا حصہ ہو گا، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمہارے لیے زیادہ

لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑪

لَكُمْ	نَفْعًا ۭ	فَرِيْضَةً	مِّنَ	اللّٰهِ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا ⑪
تمہارے لئے	نفع میں	مقرر شدہ	سے	اللہ کے	بیشک	اللہ	ہے	خوب جاننے والا	حکمت والا

فائدے کا ذریعہ ہے؟ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے، بیشک اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ⑪

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ

وَ	لَكُمْ	نِصْفُ	مَا	تَرَكَ	اَزْوَاجُكُمْ	اِنْ	لَّمْ	يَكُنْ	لَّهُنَّ	وَلَدٌ ۚ	فَاِنْ	كَانَ
اور	تمہارے لئے	آدھا	وہ جو	چھوڑا	تمہاری بیویوں نے	اگر	نہ	ہو	ان کی	کوئی اولاد	پھر اگر	ہو

اور تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ جائیں، اس میں سے تمہارا حصہ آدھا ہے جبکہ اُن کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر

⑪ ⑫ ان آیتوں میں ورثاء شرعی کے حصے بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے پہلی قسم اولاد ہے اور دوسری قسم والدین ہیں، تیسری قسم زوجین اور چوتھی قسم بہن بھائی ہیں، اور شریعت میں جن لوگوں کے حصے متعین کیے گئے ہیں، انہیں '' ذوی الفروض'' کہا جاتا ہے، ذیل میں ہم اسے سمجھانے کی کوشش کریں گے، پہلا نکتہ اولاد کے حصص سے متعلق ہے، یعنی مرنے والے کی اولاد کو اس کی وارثت میں سے کتنا حصہ ملے گا۔

میت کے مال میں اُس کی اُولاد کا حصہ

جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے اولاد عطا فرما رکھی ہو تو اُولاد کی تین میں سے کوئی ایک صورت ہوسکتی ہے۔

1 صرف بیٹے ہوں۔
2 صرف بیٹیاں ہوں۔
3 بیٹے بیٹیاں دونوں ہوں۔

پہلی صورت میں مرنے والے کا کل مال اُس کے بیٹوں کو ملے گا، خواہ وہ ایک ہو یا زیادہ۔

دوسری صورت میں بیٹیوں کی تعداد دیکھی جائے گی کہ ایک بیٹی ہے یا زیادہ؟ اگر مرنے والے کی صرف ایک بیٹی ہو تو اُسے کل مال کا نصف ملے گا، اگر زیادہ ہوں ہوں تو کل مال کا دو تہائی حصہ انہیں دیا جائے گا۔

تیسری صورت میں ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا ۔

میت کے مال میں اُس کے والدین کا حصہ

جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اُس کے والدین حیات ہوں تو اُس کی تین میں سے کوئی ایک صورت ہوسکتی ہے۔

1 میت کے ورثہ میں صرف اُس کے وا..ین ہوں۔
2۔ والدین کے ساتھ میت کی اولاد بھی ہو۔
3۔ والدین کے ساتھ میت کے بہن بھائی ہوں۔

پہلی صورت میں ماں کو ایک تہائی اور باپ کو دو تہائی ملے گا۔
دوسری صورت میں ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔
تیسری صورت میں دیکھا جائے گا کہ میت کا ایک بھائی یا بہن ہے یا زیادہ، اگر ایک ہو تو ماں کو ایک تہائی اور باپ کو دو تہائی ملے گا اور اگر دو یا زیادہ بہن بھائی ہوں تو ماں کو چھٹا ملے گا باقی سارا باپ کو ملے گا۔

وراثت میں زوجین کا حصہ:
اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو ان کے درمیان وراثت کی تقسیم اس طرح کی جائے گی۔
1 اگر شوہر فوت ہو جائے تو دو میں سے کوئی ایک صورت ہوسکتی ہے،

لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

لَهُنَّ	وَلَدٌ	فَلَكُمُ	الرُّبُعُ	مِمَّا	تَرَكْنَ	مِنْۢ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ
ان کی	کوئی اولاد	تو تمہارے لئے	چوتھا حصہ	اس میں سے جو	انہوں نے چھوڑا	پیچھے سے	وصیت کے

اُن کی اولاد ہو تو تمہارے لیے اُن کے ترکے میں سے چوتھا حصہ ہے، اُس وصیت کو پورا کرنے کے بعد جو اُنہوں نے

يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ

يُّوْصِيْنَ	بِهَآ	اَوْ	دَيْنٍ ؕ	وَ	لَهُنَّ	الرُّبُعُ	مِمَّا	تَرَكْتُمْ	اِنْ
تاکید کریں وہ عورتیں	اس کی	یا	قرض کے	اور	ان عورتوں کیلئے	چوتھا حصہ	اس میں سے جو	تم نے چھوڑا	اگر

کی ہو یا قرض ادا کرنے کے بعد، اور عورتوں کیلئے تمہارے ترکے میں سے چوتھا حصہ ہے جبکہ

لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ

لَّمْ	يَكُنْ	لَّكُمْ	وَلَدٌ ۚ	فَاِنْ	كَانَ	لَكُمْ	وَلَدٌ	فَلَهُنَّ	الثُّمُنُ
نہ	ہو	تمہاری	کوئی اولاد	سو اگر	ہو	تمہارے لئے	کوئی اولاد	تو ان بیویوں کیلئے	آٹھواں حصہ

تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکے میں سے اُن کا

مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ

مِمَّا	تَرَكْتُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ	تُوْصُوْنَ	بِهَآ	اَوْ دَيْنٍ ؕ
اس میں سے جو	تم نے چھوڑا	پیچھے سے	وصیت کے	تم نے تاکید کی ہو	اس کی	یا قرض کے

آٹھواں حصہ ہے، اُس وصیت کو پورا کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو یا قرض ادا کرنے کے بعد،

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ

وَ	اِنْ	كَانَ	رَجُلٌ	يُّوْرَثُ	كَلٰلَةً	اَوِ	امْرَاَةٌ	وَّ	لَهٗۤ	اَخٌ	اَوْ
اور	اگر	ہو	کوئی مرد	جس کی وراثت ہو	والدین اور اولاد سے خالی	یا	عورت ایسی ہو	اور	اس کا	کوئی بھائی	یا

اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی وراثت ہو، اُس کے والدین یا اولاد کوئی بھی نہ ہو، البتہ اُس کا بھائی یا

اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ

اُخْتٌ	فَلِكُلِّ وَاحِدٍ	مِّنْهُمَا	السُّدُسُ ۚ	فَاِنْ	كَانُوْۤا	اَكْثَرَ
بہن	تو ہرایک کیلئے	ان دونوں میں سے	چھٹا حصہ	پھر اگر	وہ ہوں	زیادہ

بہن ہو تو اُن میں سے ہرایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اگر وہ ایک سے

(الف) شوہر کی اولاد ہو تو اس کی بیوہ کو کل مال کا آٹھواں حصہ ملے گا۔
(ب) شوہر کی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوہ کو کل مال کا چوتھا حصہ ملے گا۔
(2) اگر بیوی فوت ہو جائے تو دو میں سے کوئی ایک صورت ہو سکتی ہے۔
(الف) بیوی کی اولاد ہو تو شوہر کو کل مال کا چوتھا حصہ ملے گا، (ب) بیوی کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو کل مال کا آدھا حصہ ملے گا۔

وراثت میں بہن بھائیوں کا حصہ۔

بہن بھائیوں کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(1) سگے بہن بھائی۔
(2) باپ شریک بہن بھائی۔
(3) ماں شریک بہن بھائی ۔ پہلی دونوں صورتوں میں وراثت کی تقسیم کا وہی حکم ہے جو اولاد کے لیے ہے، شرط یہ ہے کہ مرنے والے کی اولاد یا والدین نہ ہوں، جبکہ تیسری صورت میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے۔
(1) اگر ماں شریک بہن یا بھائی ایک ہو تو اُسے چھٹا حصہ ملے گا۔
(2) اگر دو یا زیادہ بہن بھائی ہوں تو ایک تہائی مال میں وہ سب شریک ہوں گے۔
اب یہاں چند نکات کی وضاحت ضروری ہے۔(الف) وراثت کی تقسیم سے پہلے میت کا قرض ادا کرنا اور ایک تہائی مال میں اس کی وصیت نافذ کرنا ضروری ہے، جبکہ اس کے ذمے قرض ہو یا اس نے کوئی وصیت کی ہو اور یہ قید اوپر ذکر کی گئی تمام صورتوں میں معتبر ہے۔(ب) وراثت کے یہ حصے اللہ تعالیٰ کی خاص حکمتوں پر مبنی ہیں، انسان کا علم اس حوالے سے بہت محدود ہے اس لیے اس پر جوں کا توں عمل کرنا ضروری ہے۔(ج) بہن بھائیوں میں سے یہاں صرف ماں شریک بہن بھائی کا حصہ بیان کیا گیا ہے، جبکہ سگے بہن بھائیوں اور باپ شریک بہن بھائیوں کا حکم اس سورت کی آخری آیت میں بیان کیا گیا ہے۔(د) یہاں "کلالہ" کا لفظ بھی قرآن کریم میں استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد ایک ایسا شخص ہوتا ہے جس کے ورثاء میں والدین یا ان میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو اور اولاد میں سے بھی کوئی نہ ہو، بعض لوگوں نے اس کا ترجمہ "لاولد" کیا ہے لیکن وہ اس کا پورا مفہوم ادا نہیں کرتا۔

مِنۡ ذٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ

مِنۡ ذٰلِكَ	فَهُمۡ	شُرَكَآءُ	فِي	الثُّلُثِ	مِنۡۢ بَعۡدِ	وَصِيَّةٍ
اس سے	تو وہ	شریک ہوں گے	بیچ	ایک تہائی کے	پیچھے سے	وصیت کے

زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، اُس وصیت کو پورا کرنے کے بعد

يُّوۡصٰى بِهَآ اَوۡ دَيۡنٍ ۙ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ

يُّوۡصٰى	بِهَآ	اَوۡ دَيۡنٍ ۙ	غَيۡرَ	مُضَآرٍّ ۚ	وَصِيَّةً	مِّنَ	اللّٰهِ ؕ
تاکید کی گئی ہو	اس کی	یا قرض کے	علاوہ	نقصان پہنچایا جائے	تاکیدی حکم	سے	اللہ کے

جو کی گئی ہو یا قرض ادا کرنے کے بعد، کسی کو نقصان پہنچائے بغیر، یہ اللہ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے

وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ؕ ﴿۱۲﴾ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ

وَاللّٰهُ	عَلِيۡمٌ	حَلِيۡمٌ ﴿۱۲﴾	تِلۡكَ	حُدُوۡدُ	اللّٰهِ ؕ	وَ	مَنۡ	يُّطِعِ
اور اللہ	خوب جاننے والا	نہایت بردبار	وہ	حدیں	اللہ کی	اور	جوکوئی	اطاعت کرے

اور اللہ خوب جاننے والا، بردبار ہے۔ ﴿۱۲﴾ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، اور جو شخص اللہ

اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ

اللّٰهَ	وَرَسُوۡلَهٗ	يُدۡخِلۡهُ	جَنّٰتٍ	تَجۡرِىۡ	مِنۡ	تَحۡتِهَا	الۡاَنۡهٰرُ
اللہ کی	اور اس کے پیغمبر کی	وہ اسے داخل کرے گا	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں

اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے، وہ اُسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی،

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنۡ يَّعۡصِ

خٰلِدِيۡنَ	فِيۡهَا ؕ	وَ	ذٰلِكَ	الۡفَوۡزُ	الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۳﴾	وَ	مَنۡ	يَّعۡصِ
ہمیشہ رہنے والے	اس میں	اور	وہ	کامیابی	بڑی	اور	جوکوئی	نافرمانی کرے

وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ ﴿۱۳﴾ اور جو شخص اللہ

اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوۡدَهٗ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا

اللّٰهَ	وَ	رَسُوۡلَهٗ	وَ	يَتَعَدَّ	حُدُوۡدَهٗ	يُدۡخِلۡهُ	نَارًا	خَالِدًا
اللہ کی	اور	اس کے پیغمبر کی	اور	تجاوز کرے	اس کی حدوں سے	وہ اسے داخل کرے گا	جہنم میں	ہمیشہ رہنے والا

اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اُس کی مقررہ حدود سے تجاوز کرے، وہ اُسے جہنم میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ

﴿۱۳﴾ ﴿۱۴﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالٰی نے وراثت کی تقسیم کو اوپر بیان کی گئی تفصیل کے ساتھ عمل میں لانے کو "حدود اللہ" سے تعبیر کیا ہے اور قرار دیا ہے کہ جو شخص ان حدود اللہ اور تمام احکام شرع میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر قائم رہے گا، کامیابی اور دائمی نعمتیں اور سرمدی سعادتیں اس کے ساتھ ہوں گی اور جو شخص نافرمانی کرکے حدود اللہ سے تجاوز کرنے کی کوشش کرے گا، وہ ایک گہری کھائی میں جا گرے گا جس کا نام جہنم ہے اور وہاں اسے ہمیشہ رہنا ہوگا اور رسوا کن عذاب سہنا ہوگا۔

فِيهَا ۚ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾ وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ

فِيهَا	وَلَهٗ	عَذَابٌ	مُّهِينٌ ⑭	وَ	الّٰتِيْ	يَاْتِيْنَ	الْفَاحِشَةَ
اُسمیں	اوراس کیلئے	عذاب	رسواکن	اور	وہ عورتیں جو	کریں	بے حیائی

رہے گا، اور اُس کیلئے رسوا کُن عذاب ہے۔ ⑭ اور تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی بدکاری کا

مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ

مِنْ	نِّسَآئِكُمْ	فَاسْتَشْهِدُوْا	عَلَيْهِنَّ	اَرْبَعَةً	مِّنْكُمْ	فَاِنْ
سے	تمہاری عورتوں کے	توتم گواہ طلب کرو	ان پر	چار	اپنے میں سے	سو اگر

ارتکاب کرے تو اُن کے خلاف اپنے میں سے چار گواہ لیکر آؤ، سو اگر

شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ

شَهِدُوْا	فَاَمْسِكُوْهُنَّ	فِي	الْبُيُوْتِ	حَتّٰى	يَتَوَفّٰىهُنَّ
وہ گواہی دیں	توتم انہیں روک لو	بیچ	گھروں کے	یہاں تک کہ	ان کا کام تمام کردے

وہ گواہی دیں تو انہیں گھروں میں ہی روکے رکھو یہاں تک کہ موت آکر اُن کا کام

الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿١٥﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا

الْمَوْتُ	اَوْ	يَجْعَلَ	اللّٰهُ	لَهُنَّ	سَبِيْلًا ⑮	وَ	الَّذٰنِ	يَاْتِيٰنِهَا
موت	یا	مقرر کردے	اللہ	ان کیلئے	کوئی راستہ	اور	وہ دومرد جو	کریں بے حیائی

تمام کردے، یا اللہ اُن کیلئے کوئی راستہ مقرر فرما دے۔ ⑮ اوروہ دو مرد جو تم میں سے

مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا

مِنْكُمْ	فَاٰذُوْهُمَا	فَاِنْ	تَابَا	وَ	اَصْلَحَا	فَاَعْرِضُوْا
تم میں سے	تواذیت پہنچاؤان دونوں کو	سو اگر	وہ دونوں توبہ کرلیں	اور	اصلاح کرلیں	توتم اعراض کرو

بدکاری کریں، اُنہیں ایذاء پہنچاؤ، پھر اگر وہ توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں تو اُن سے

عَنْهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿١٦﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ

عَنْهُمَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	تَوَّابًا	رَّحِيْمًا ⑯	اِنَّمَا	التَّوْبَةُ
ان دونوں سے	بیشک	اللہ	ہے	خوب توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان	وہ توصرف	توبہ

اعراض کرو، بیشک اللہ خوب توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ⑯ اللہ پر تو اُن لوگوں کی

ع ٢/٤ ١٤

⑮ اس آیت مبارکہ میں ان عورتوں کی ابتدائی سزا بیان کی جارہی ہے جو نفس اور شیطان کے تقاضے سے مغلوب ہو کر ''حرام'' کا ارتکاب کر بیٹھیں، پہلے ان کا جرم چار گواہوں کی گواہی سے ثابت کیا جائے، اگر وہ گواہی دے دیں اوران کا جرم ثابت ہوجائے تونی الوقت ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں ان کے گھروں میں قید کر دیا جائے، تاکہ وہ گھر سے باہر بھی نہ جاسکیں اورکوئی ان سے ملنے کیلئے بھی نہ آسکے، یہ بندوبست عارضی ہے، اگر اس دوران وہ فوت ہوجائیں تو الگ بات ہے، ورنہ اس سلسلے میں مستقل احکامات بھی آسکتے ہیں، چنانچہ اس آیت کے کچھ عرصہ بعد سورۂ نور میں اس کی مستقل سزا متعین کردی گئی، جیسا کہ اپنے مقام پر آئے گا۔ انشاء اللہ ⑯ اس آیت مبارکہ میں ان دولوگوں کا ذکر ہے جو ''بے حیائی'' کا ارتکاب کریں، اگر ان ''دو لوگوں'' سے مراد ایک مرد اورایک عورت ہوتواس سے ''بدکاری'' مراد ہوگی اور آیت میں بیان کردہ سزا ابتدائی ہوگی، جیسا کہ گزشتہ آیت میں مذکور ہوا اور اگر اس سے دومرد مراد ہوں تو اس کا تعلق ''لواطت'' سے ہوگا یعنی مرد کا مرد سے اپنی جنسی خواہش پوری کرنا، دوسرے لفظوں میں اسے ہم جنس پرستی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، یہاں اس کی سزا صرف یہ بیان کی گئی ہے کہ انہیں ایذاء پہنچائی جائے یعنی مناسب جسمانی تکلیف، لیکن اس کی کوئی حد متعین نہیں کی گئی اور نہ ہی اس حوالے سے بعد میں قرآن کریم کی کوئی آیت نازل ہوئی، اس لیے ''لواطت'' کی سزا میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک اس کی سزا وہی ہے جو بدکاری کی ہے، بعض حضرات کے نزدیک تلوار سے قتل کرنا، بعض کے نزدیک پہاڑوں کی چوٹی سے گرادینا اور بعض کے نزدیک اس پر کسی دیوار کو گرا دینا ہے، حاصل ان تمام سزاؤں کا یہ ہے کہ انہیں قتل کردیا جائے اورنشانِ عبرت بنادیا جائے لیکن اگر وہ اس سے توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے۔

عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ

عَلَى	اللّٰهِ	لِلَّذِيْنَ	يَعْمَلُوْنَ	السُّوْٓءَ	بِجَهَالَةٍ	ثُمَّ	يَتُوْبُوْنَ
پر	اللہ کے	ان لوگوں کیلئے جو	عمل کرتے ہیں	برا	نادانی سے	پھر	توبہ کر لیتے ہیں

توبہ قبول کرنا بنتی ہے جو نادانی میں برائی کر بیٹھیں، پھر جلدی توبہ

مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

مِنْ	قَرِيْبٍ	فَاُولٰٓئِكَ	يَتُوْبُ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ
سے	قریب	تو وہ لوگ	توجہ کرتا ہے	اللہ	ان پر	اور	ہے	اللہ

کر لیں تو انہی لوگوں پر اللہ متوجہ ہوتا ہے، اور اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

عَلِيْمًا	حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾	وَ	لَيْسَتِ	التَّوْبَةُ	لِلَّذِيْنَ	يَعْمَلُوْنَ
خوب جاننے والا	حکمت والا	اور	نہیں ہے	توبہ	ان لوگوں کیلئے جو	عمل کرتے ہیں

خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ [17] اور اُن لوگوں کی توبہ نہیں ہوتی جو گناہ کرتے

السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ

السَّيِّاٰتِ ۚ	حَتّٰٓى	اِذَا	حَضَرَ	اَحَدَهُمُ	الْمَوْتُ	قَالَ
بہت سی برائیاں	یہاں تک کہ	جب	حاضر ہو جائے	ان میں سے ایک پر	موت	وہ کہے

چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے

اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ

اِنِّىْ	تُبْتُ	الْـٰٔنَ	وَ	لَا	الَّذِيْنَ	يَمُوْتُوْنَ	وَ	هُمْ	كُفَّارٌ ؕ
بیشک میں	توبہ کرتا ہوں	اب	اور	نہ	ان لوگوں کی جو	مرجاتے ہیں	اور	وہ	کفر کرنے والے

کہ اب میں توبہ کرتا ہوں، اور نہ ہی اُن لوگوں کی جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں،

اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اُولٰٓئِكَ	اَعْتَدْنَا	لَهُمْ	عَذَابًا	اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
وہ لوگ	ہم نے تیار کر رکھا ہے	ان کیلئے	عذاب	دردناک	اے وہ لوگو! جو

انہی لوگوں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [18] اے اہل

[17] اس آیت مبارکہ میں گناہ گاروں کیلئے خوش خبری دی گئی ہے کہ اگر نادانی سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو جائے اور انسان فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے، لیکن توبہ کا معنی صرف زبان سے مخصوص الفاظ ادا کر لینا نہیں ہے، اس کیلئے چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ ۱۔ ماضی پر ندامت ۲۔ حال میں اس گناہ کو فوراً ترک کرنا۔ ۳۔ مستقبل میں اس گناہ کے قریب نہ جانے کا عزم ۴۔ زبان سے استغفار ۵۔ نزع کا عالم طاری ہونے سے پہلے توبہ کرنا ۶۔ گناہ کی جگہ سے دور ہو جانا ۷۔ توبہ کی تجدید کرتے رہنا ۸۔ تدارک کرنا ۹۔ گناہ کا تعلق اگر حقوق العباد سے ہو تو صاحب حق کو اس کا حق ادا کرنا یا اس سے معاف کروانا۔

[18] اس آیت مبارکہ میں اوپر ذکر کی گئی شرائط میں سے پانچویں شرط کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو مسلسل گناہوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں اور جب موت کا وقت قریب آتا ہے اور موت کے فرشتے نظر آنے لگتے ہیں تو اس وقت انہیں توبہ یاد آتی ہے، اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی جو کفر کی حالت میں مر جائیں بلکہ اُن کیلئے تو دردناک عذاب تیار ہے۔

اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

اٰمَنُوْا	لَا	يَحِلُّ	لَكُمْ	اَنْ	تَرِثُوا	النِّسَآءَ	كَرْهًا ؕ	وَ	لَا	تَعْضُلُوْهُنَّ
ایمان لائے	نہیں	حلال	تمہارے لئے	یہ کہ	تم وارث بنالو	عورتوں کو	زبردستی	اور	مت	انہیں روکو

ایمان! تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ عورتوں کو زبردستی وراثت میں لے لو، اور اُنہیں اِس وجہ سے روک کر نہ رکھو

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ

لِتَذْهَبُوْا	بِبَعْضِ	مَآ	اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	اِلَّآ	اَنْ	يَّاْتِيْنَ
اس لئے کہ تم لے جاؤ	بعض کو	وہ جو	تم نے انہیں دیا	مگر	یہ کہ	کریں وہ

کہ تم نے اُنہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے کچھ لے سکو، سوائے اِس کے کہ وہ کھلی

بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ

بِفَاحِشَةٍ	مُّبَيِّنَةٍ ۚ	وَعَاشِرُوْهُنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ ۚ	فَاِنْ
کوئی بے حیائی	کھلی	اور ان کے ساتھ گذر بسر کرو	بھلے طریقے سے	سو اگر

بے حیائی کا ارتکاب کریں، اور اُن کے ساتھ بھلے طریقے سے گذر بسر کرو، اگر

كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ

كَرِهْتُمُوْهُنَّ	فَعَسٰٓى	اَنْ	تَكْرَهُوْا	شَيْـًٔا	وَّ	يَجْعَلَ	اللّٰهُ	فِيْهِ
تم انہیں ناپسند کرو	تو ممکن ہے	کہ	تم ناپسند کرو	کسی چیز کو	اور	رکھ دے	اللہ	اسمیں

وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اُسی میں

خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ

خَيْرًا	كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾	وَ	اِنْ	اَرَدْتُّمُ	اسْتِبْدَالَ	زَوْجٍ	مَّكَانَ
خیر	بہت سی	اور	اگر	تم نے ارادہ کرلیا	تبدیل کرنے کا	بیوی کو	جگہ

بہت بڑی خیر رکھ دے۔ ﴿۱۹﴾ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ بدل کر دوسری بیوی لانے کا

زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ

زَوْجٍ ۙ	وَّاٰتَيْتُمْ	اِحْدٰىهُنَّ	قِنْطَارًا	فَلَا	تَاْخُذُوْا	مِنْهُ
بیوی کے	اور دیا ہو تم نے	ان میں سے ایک کو	خزانہ	تو مت	وصول کرو	اسمیں سے

ارادہ کرو اور تم اُن میں سے ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی

﴿۱۹﴾ اس آیت مبارکہ میں زمانہ جاہلیت کی بیہودہ رسموں کو ختم کیا گیا ہے جس کے مطابق وہ لوگ عورت کو وراثت میں اُس کا حصہ دینے کی بجائے خود اُسی کو مال وراثت بنا لیتے اور اسے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے، چنانچہ یہاں تک ہوتا تھا کہ ایک شخص کہتا تھا کہ یہ والی ماں میری ہے، اس سے میں نکاح کروں گا، قرآن کریم نے اس بیہودگی کو ختم کیا کہ عورت مال وراثت نہیں ہے جسے تم آپس میں تقسیم کرتے پھرو، اس کے علاوہ تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں ہے کہ بیوہ عورت کو عقد ثانی سے منع کر سکو، دراصل لوگ بیوہ عورتوں کو دوسری شادی سے اس لیے روکتے تھے کہ عورت کو شوہر کی وراثت میں سے جو حصہ ملا تھا، کہیں وہ کسی اور کے پاس نہ چلا جائے، اس لیے اس سے تقاضا کرتے تھے کہ پہلے وہ سارا مال یا اس کا کچھ حصہ واپس لوٹائے، پھر جس سے چاہے نکاح کرے، قرآن کریم نے اس سے منع کر دیا، صرف ایک صورت کو مستثنیٰ رکھا اور وہ یہ کہ عورت کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے، آیت مبارکہ یہ حکم بھی دیتی ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا کریں، اگر اُن کی کوئی عادت بری معلوم ہوتی ہو تو ضروری نہیں ہے کہ حقیقت میں بھی وہ بری ہو، ممکن ہے کہ انسان کسی چیز کو برا سمجھ رہا ہو اور اللہ نے اس میں اس کیلئے خیر کثیر رکھ چھوڑی ہو، جیسا کہ بہت مرتبہ اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَ كَيْفَ

شَيْـًٔا ؕ	اَتَاْخُذُوْنَهٗ	بُهْتَانًا	وَّاِثْمًا	مُّبِيْنًا ۝	وَ	كَيْفَ
کچھ بھی	کیا تم اسے لوگے	بہتان باندھ کر	اور گناہ کرکے	کھلا	اور	کیونکر

نہ لو، کیا تم اُسے بہتان باندھ کر اور کھلا ظلم کر کے لینا چاہتے ہو؟ [۲۰] اور تم اُسے

تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ

تَاْخُذُوْنَهٗ	وَقَدْ	اَفْضٰى	بَعْضُكُمْ	اِلٰى	بَعْضٍ	وَّ	اَخَذْنَ
تم اسے لے سکتے ہو	اور یقیناً	پہنچ چکا	تم میں سے بعض	طرف	بعض کے	اور	وہ لے چکیں

کیونکر لے سکتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے کے "پاس" آچکے ہواور وہ تم سے مضبوط

مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ

مِنْكُمْ	مِّيْثَاقًا	غَلِيْظًا ۝	وَ	لَا	تَنْكِحُوْا	مَا	نَكَحَ	اٰبَآؤُكُمْ	مِّنَ
تم سے	عہد	گاڑھا	اور	مت	نکاح کرو	وہ جو	نکاح کرچکے ہوں	تمہارے باپ	سے

عہد لے چکی ہیں۔ [۲۱] اور اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح

النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ

النِّسَآءِ	اِلَّا	مَا	قَدْ	سَلَفَ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	فَاحِشَةً	وَّ	مَقْتًا ؕ
عورتوں کے	مگر	وہ جو	یقیناً	پہلے ہوچکا	بیشک وہ	ہے	بے حیائی	اور	ناراضگی کی بات

کر چکے ہوں، سوائے اُس کے جو پہلے ہو چکا، بیشک یہ بے حیائی اور اللہ کی ناراضگی کا عمل ہے،

وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ ع حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ ع ۴ ۱۴

وَسَآءَ	سَبِيْلًا ۝	حُرِّمَتْ	عَلَيْكُمْ	اُمَّهٰتُكُمْ	وَ	بَنٰتُكُمْ
اور بہت برا	راستہ	حرام کی گئیں	تم پر	تمہاری مائیں	اور	تمہاری بیٹیاں

اور یہ بہت برا راستہ ہے۔ [۲۲] تم پر تمہاری ماؤں، بیٹیوں،

وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ

وَ	اَخَوٰتُكُمْ	وَعَمّٰتُكُمْ	وَ	خٰلٰتُكُمْ	وَبَنٰتُ	الْاَخِ	وَبَنٰتُ
اور	تمہاری بہنیں	اور تمہاری پھوپھیاں	اور	تمہاری خالائیں	اور بیٹیاں	بھائی کی	اور بیٹیاں

بہنوں، پھوپھیوں، خالاؤں، بھتیجیوں اور بھانجیوں کو حرام قرار

[۲۰] اس آیت مبارکہ میں پہلی بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنے کیلئے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تم نے مطلقہ بیوی کو مہر کی صورت میں جتنی بھی رقم دی تھی، خواہ وہ بہت بڑا خزانہ ہی ہو، اسے واپس لینے کی اجازت نہیں ہے، اس طرح تو بہتان تراشی اور گناہ گاری لازم آئے گی، چنانچہ بعض اوقات انسان کسی عورت کو طلاق دیکر اس سے اپنے دیئے ہوئے واپس لینا چاہتا ہے، اس کی صورت اسے صرف یہی نظر آتی ہے کہ عورت پر تہمت اور الزام تراشی کا سلسلہ شروع کر دیا جائے، تاکہ وہ ان چیزوں سے تنگ آکر مہر کی رقم واپس دے دے۔

[۲۱] اس آیت مبارکہ میں اس بات پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے کہ جب تم ایک دوسرے سے ملاقات کرچکے اور تم نے ایک دوسرے کا شہد چکھ لیا، عورتیں تم سے مضبوط عہد کرنے کے بعد تمہاری پابند ہوگئیں اور تمہاری ملک نکاح میں رہیں تو اب تم انہیں طلاق دے کر مہر کی رقم کیونکر واپس لے سکتے ہو؟

[۲۲] اس آیت مبارکہ میں اپنے باپ کی منکوحہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت کی گئی ہے، کیونکہ کسی شخص کے باپ کی منکوحہ یا تو اس کی سگی ماں ہوگی یا سوتیلی، دونوں صورتوں میں اس سے نکاح کرنا نہایت قبیح اور بیہودہ عمل ہے، اس سے حق تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے اور اسے بدترین راستہ قرار دیتا ہے، زمانہ جاہلیت میں جو ہو چکا سو ہو چکا، آئندہ کیلئے اس مجرمانہ حرکت سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

اَلْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ

اَلْاُخْتِ	وَاُمَّهٰتُكُمُ	الّٰتِیْٓ	اَرْضَعْنَكُمْ	وَاَخَوٰتُكُمْ	مِّنَ
بہن کی	اور تمہاری مائیں	وہ جو	دودھ پلایا انہوں نے تمہیں	اور تمہاری بہنیں	سے

دیدیا گیا ہے، نیز تمہاری ان ماؤں کو بھی جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا، تمہاری رضاعی

الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ

الرَّضَاعَةِ	وَاُمَّهٰتُ	نِسَآئِكُمْ	وَ	رَبَآئِبُكُمُ	الّٰتِیْ	فِیْ
رضاعت کے	اور مائیں	تمہاری بیویوں کی	اور	تمہاری وہ بچیاں	جو	میں

بہنوں کو بھی، تمہاری بیویوں کی ماؤں کو بھی اور ان بچیوں کو بھی جو تمہاری پرورش میں ہوں

حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ

حُجُوْرِكُمْ	مِّنْ	نِّسَآئِكُمُ	الّٰتِیْ	دَخَلْتُمْ	بِهِنَّ ز	فَاِنْ	لَّمْ
تمہاری پرورش کے	سے	تمہاری عورتوں کے	وہ	"خلوت" کی ہو تم نے	ان سے	سو اگر	نہ

اور وہ تمہاری ان بیویوں سے ہوں جن سے تم "خلوت" کر چکے ہو، اگر تم نے

تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ

تَكُوْنُوْا	دَخَلْتُمْ	بِهِنَّ	فَلَا	جُنَاحَ	عَلَیْكُمْ ز	وَ	حَلَآئِلُ
ہو تم نے	"خلوت" کی	ان سے	تو نہیں	کوئی حرج	تم پر	اور	بیویاں

ان سے "خلوت" نہ کی ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے، نیز تم پر

اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ

اَبْنَآئِكُمُ	الَّذِیْنَ	مِنْ	اَصْلَابِكُمْ لا	وَ	اَنْ	تَجْمَعُوْا	بَیْنَ
تمہارے بیٹوں کی	وہ جو	سے	تمہاری پشتوں کے	اور	یہ کہ	تم اکٹھا کرو	درمیان

تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی حرام کر دی گئی ہیں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں

اَلْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۲۳﴾ لا

اَلْاُخْتَیْنِ	اِلَّا	مَا	قَدْ سَلَفَ ط	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِیْمًا ﴿۲۳﴾
دو بہنوں کے	مگر	وہ جو	پہلے ہو چکا	بیشک	اللہ	ہے	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

جمع کرو، سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا، بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿۲۳﴾

﴿۲۳﴾ اس آیت مبارکہ میں ان خواتین کا ذکر کیا گیا ہے جن سے نکاح کرنا مرد کیلئے حرام قرار دیا گیا ہے، ان میں سے بعض خواتین کے ساتھ نکاح کرنا ہمیشہ کیلئے حرام ہے اور بعض خواتین کے ساتھ مخصوص وقت تک حرمت رہتی ہے، بعد میں وہ حرمت اٹھ جاتی ہے، پھر جن خواتین کے ساتھ ہمیشہ کیلئے نکاح کرنا حرام ہے، ان کی دو قسمیں ہیں، بعض خواتین وہ ہیں جن سے نسبی رشتہ داری کی بناء پر نکاح حرام ہے اور بعض سے حرمتِ رضاعت کی بنا پر نکاح کرنا حرام ہے، نسبی رشتہ داری کی بنا پر سات قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ ۱۔ ماں ۲۔ بیٹی ۳۔ بہن ۴۔ پھوپھی ۵۔ خالہ ۶۔ بھتیجی ۷۔ بھانجی۔ یہی تمام رشتے رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں جیسے رضاعی ماں، رضاعی بیٹی، رضاعی بہن وغیرہ۔ اسی طرح کچھ سسرالی رشتہ دار خواتین سے بھی ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہے، ایسی عورتیں دو ہیں۔ ۱۔ منکوحہ کی ماں یعنی مرد کی ساس۔ ۲۔ منکوحہ کی بیٹی، لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اگر منکوحہ سے نکاح کے بعد رخصتی کی نوبت آئی ہو اور زوجین کو خلوت صحیحہ کا موقع ملا ہو، لیکن اگر کسی شخص نے کسی عورت کے ساتھ صرف نکاح کیا، رخصتی کی نوبت نہیں آئی اور اس نے اسے طلاق دے دی تو وہ اس منکوحہ کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے، اسی طرح سسر کیلئے اپنے حقیقی (نہ کہ منہ بولے) بیٹے کی بیوی یعنی بہو سے نکاح کرنا بھی حرام ہے، اور جن خواتین کے ساتھ نکاح کی حرمت ہمیشہ کیلئے نہیں ہے، وہ سالی ہے، چنانچہ مرد کیلئے اپنی بیوی کی بہن سے اس کی موجودگی میں نکاح کرنا حرام ہے، البتہ اگر اپنی بیوی سے جدائی ہو جائے خواہ طلاق کے ذریعے یا موت کے ذریعے تو اس صورت میں سالی کے ساتھ نکاح جائز ہے، یہی حکم بیوی کی پھوپھی، خالہ، بھانجی اور بھتیجی کے ساتھ نکاح کا بھی ہے، زمانہ جاہلیت کی خطائیں معاف ہیں لیکن آئندہ ان احکامات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ

وَ	الْمُحْصَنٰتُ	مِنَ	النِّسَآءِ	اِلَّا	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ ۚ	كِتٰبَ	اللّٰهِ
اور	شوہروالیاں	سے	عورتیں	مگر	وہ جو	مالک ہوں	داہنے ہاتھ تمہارے	لکھاہوا	اللہ کا

اور شوہر والی عورتوں کو بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے، سوائے ان عورتوں کے جن کے تم مالک بن جاؤ، یہ تمہارے متعلق اللہ کا

عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

عَلَيْكُمْ ۚ	وَ	اُحِلَّ	لَكُمْ	مَّا	وَرَآءَ	ذٰلِكُمْ	اَنْ	تَبْتَغُوْا	بِاَمْوَالِكُمْ
تم پر	اور	حلال کیا گیا	تمہارے لئے	وہ جو	علاوہ	تمہاری ان کے	یہ کہ	تلاش کروتم	اپنے مالوں کے ساتھ

فیصلہ ہے، ان کے علاوہ باقی تمام عورتیں تمہارے لیے حلال کی جاتی ہیں، اس شرط کے ساتھ کہ تم انہیں اپنے مال کے ذریعے

مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ

مُّحْصِنِيْنَ	غَيْرَ	مُسٰفِحِيْنَ ؕ	فَمَا	اسْتَمْتَعْتُمْ	بِهٖ	مِنْهُنَّ	فَاٰتُوْهُنَّ
پاکدامنی حاصل کرنے والے	نہ کہ	مستی نکالنے والے	سو وہ جو	فائدہ اٹھایا تم نے	اس کے ذریعے	ان میں سے	تو دیدو تم انہیں

حاصل کرو، پاک دامنی حاصل کرنے کیلئے، شہوت رانی کیلئے نہیں ، پھر جب تم اس طرح ان سے فائدہ اٹھا لو تو انہیں ان کا

اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ

اُجُوْرَهُنَّ	فَرِيْضَةً ؕ	وَ	لَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	تَرٰضَيْتُمْ	بِهٖ
ان کے مہر	مقررشدہ	اور	نہیں	کوئی حرج	تم پر	اس میں جو	تم باہمی رضامند ہوگئے	اس پر

طے شدہ مہر ادا کر دیا کرو، اور مہر مقرر کر لینے کے بعد بھی تم پر اس سلسلے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم

مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ

مِنْۢ بَعْدِ	الْفَرِيْضَةِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾	وَ	مَنْ	لَّمْ	يَسْتَطِعْ
پیچھے سے	مقررشدہ کے	بیشک	اللہ	ہے	خوب جاننے والا	حکمت والا	اور	جو	نہ	استطاعت رکھے

باہمی رضا مندی سے کوئی رقم مقرر کر لو، بیشک اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ [۲۴] اور تم میں سے جو شخص

مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ

مِنْكُمْ	طَوْلًا	اَنْ	يَّنْكِحَ	الْمُحْصَنٰتِ	الْمُؤْمِنٰتِ	فَمِنْ	مَّا	مَلَكَتْ
تم میں سے	قدرت	یہ کہ	نکاح کرے وہ	آزاد	مؤمن عورتوں سے	توان سے	جو	مالک ہوں

اس بات کی قدرت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مؤمن عورتوں سے نکاح کرے تو وہ تمہاری ان مؤمن باندیوں سے

[۲۴] اس آیت مبارکہ میں ان عورتوں سے نکاح کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے جو کسی کے نکاح میں ہوں اور اُن کے شوہر نے انہیں اب تک طلاق نہ دی ہو، اور اگر طلاق دیدی ہو تو اب تک ان کی عدت پوری نہ ہوئی ہو، ورنہ تو نظام زندگی معطل ہوکر رہ جائیگا اور کوئی بھی شخص کسی کی بیوی یا منکوحہ سے نکاح کر کے کہہ دے گا کہ میں نے اس خاتون سے نکاح کیا ہے، حالانکہ یہ نکاح پر نکاح ہے، اور یہ جائز نہیں ہے جیسے بیع پر بیع جائز نہیں ہے، البتہ باندیاں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ اگر وہ کسی کی ملکیت میں آ جائیں تو اُس شخص کیلئے اُن سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، گو کہ اُن کے شوہر دارالحرب میں زندہ ہوں، یہ حق تعالیٰ کا تحریری حکم ہے، لہٰذا اس کی پابندی کرو، آیت کے دوسرے جملے میں محرمات کے علاوہ بقیہ تمام عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دیا گیا ہے، لیکن اُس کیلئے کچھ شرائط متعین کی گئی ہیں ۔

۱۔ایجاب وقبول کا ہونا ضروری ہے، یہ شرط ''أن تبتغوا'' سے معلوم ہوتی ہے۔

۲۔مہر ادا کرنا ضروری ہے، یہ شرط ''بأموالکم'' سے معلوم ہوتی ہے۔

۳۔پاک دامنی حاصل کرنے کی نیت ہو، یہ نہیں کہ کچھ عرصہ نفس کی خواہش پوری کرنے کے بعد چھوڑ دینے کا ارادہ ہو، کیونکہ یہ تو متعہ ہے، نکاح نہیں ہے اور وہ حرام ہے، یہ شرط ''محصنین'' سے معلوم ہوتی ہے۔

۴۔گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہو، ورنہ خفیہ آشنائی کہلائے گی اور وہ حرام ہے یہ شرط دوسری آیات میں مذکور ہے، ان میں سے دوسری شرط کا تعلق مہر کے ساتھ ہے جس کی ادائیگی میں عام طور پر کوتاہی کی جاتی ہے، اس لیے اس کی تاکید مزید کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تمہیں عورت سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا تو تم پر اس کا مہر ادا کرنا ضروری ہوگیا۔ حیلے بہانے کرکے اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش نہ کرو، البتہ اگر فریقین باہمی رضامندی سے کسی رقم پر اتفاق کرلیں، مثلاً مرد اپنی خوشی سے طے شدہ مہر میں اضافہ کردے یا عورت کمی کردے تو وہ الگ بات ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جن حضرات نے ''فما استمتعتم'' کے لفظ سے متعہ کے جواز پر استدلال کیا ہے، انہیں غلط فہمی ہوگئی ہے۔

اَیۡمَانُکُمۡ مِّنۡ فَتَیٰتِکُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاِیۡمَانِکُمۡ ؕ

اَیۡمَانُکُمۡ	مِّنۡ	فَتَیٰتِکُمُ	الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ	وَ	اللّٰہُ	اَعۡلَمُ	بِاِیۡمَانِکُمۡ ؕ
دائیں ہاتھ تمہارے	سے	تمہاری باندیوں	مؤمن عورتوں میں	اور	اللہ	زیادہ جانتا ہے	تمہارے ایمان کو

نکاح کر لے جو تمہاری ملکیت میں ہوں، اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے،

بَعۡضُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَانۡکِحُوۡہُنَّ بِاِذۡنِ اَہۡلِہِنَّ

بَعۡضُکُمۡ	مِّنۡۢ	بَعۡضٍ ۚ	فَانۡکِحُوۡہُنَّ	بِاِذۡنِ	اَہۡلِہِنَّ
تم میں سے بعض	سے	بعض کے	تو تم نکاح کروان سے	ساتھ اجازت	ان کے مالکوں کی

تم میں سے بعض، بعض سے ہیں، سو تم ان سے ان کے مالکوں کی اجازت کے ساتھ نکاح کر لو

وَاٰتُوۡہُنَّ اُجُوۡرَہُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ مُحۡصَنٰتٍ غَیۡرَ مُسٰفِحٰتٍ

وَ	اٰتُوۡہُنَّ	اُجُوۡرَہُنَّ	بِالۡمَعۡرُوۡفِ	مُحۡصَنٰتٍ	غَیۡرَ	مُسٰفِحٰتٍ
اور	دیدو تم انہیں	مہر اُن کے	بھلے طریقے سے	پاکدامنی حاصل کرنے والیاں	نہ کہ	مستی نکالنے والیاں

اور انہیں شائستہ طریقے سے ان کا مہر ادا کر دو، وہ باندیاں بھی پاک دامنی حاصل کرنے کا ارادہ کریں، شہوت رانی

وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ

وَّ	لَا	مُتَّخِذٰتِ	اَخۡدَانٍ ۚ	فَاِذَاۤ	اُحۡصِنَّ	فَاِنۡ	اَتَیۡنَ	بِفَاحِشَۃٍ
اور	نہ	بنانے والیاں	پوشیدہ دوست	سو جب	ان سے نکاح کرلیا جائے	تو اگر	آئیں وہ	کسی بے حیائی کے ساتھ

اور چوری چھپے دوستی کرنے والی نہ ہوں، پھر جب وہ نکاح میں آجائیں اور کسی ''بے حیائی'' کا ارتکاب کریں

فَعَلَیۡہِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ

فَعَلَیۡہِنَّ	نِصۡفُ	مَا	عَلَی	الۡمُحۡصَنٰتِ	مِنَ	الۡعَذَابِ ؕ	ذٰلِکَ	لِمَنۡ
تو ان پر لازم ہے	آدھا	وہ جو	پر	آزاد عورتوں کے	سے	سزا	وہ	اس کیلئے جو

تو ان پر اس سزا کا نصف لازم ہو گا جو آزاد عورتوں پر جاری کی جاتی ہے، یہ حکم اس شخص کیلئے ہے

خَشِیَ الۡعَنَتَ مِنۡکُمۡ ؕ وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ

خَشِیَ	الۡعَنَتَ	مِنۡکُمۡ ؕ	وَ	اَنۡ	تَصۡبِرُوۡا	خَیۡرٌ	لَّکُمۡ ؕ	وَ	اللّٰہُ	غَفُوۡرٌ
اندیشہ رکھے	بدکاری کا	تم میں سے	اور	یہ کہ	تم صبر کرو	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	اور	اللہ	خوب بخشنے والا

جو تم میں سے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہے، اور تمہارا صبر کرنا تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے اور اللہ بہت بخشنے والا،

(٢٥) اس آیت مبارکہ میں اسلامی معاشرے کو جنسی جرائم اور گناہوں سے بچانے کا ایک مکمل نظام اور دستور دیا گیا ہے، سب سے پہلے تو نکاح کی اہمیت اور ضرورت پر اس پہلو سے زور دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی آزاد عورت سے نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے پاس اتنے اسباب اور وسائل نہیں ہیں، تو اس کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ بدکاری میں ملوث ہوجائے، بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی مسلمان باندی سے نکاح کر لے، تا کہ مہر کی رقم بھی زیادہ نہ ہو اور نان نفقہ بھی بقدر ضرورت لازم ہو، آج کے دور میں گو کہ لونڈیوں اور باندیوں کا رواج نہیں رہا لیکن غریب اور ملازمت پیشہ خواتین میں سے اکثر کی زندگی اسی طرح ہوتی ہے، اس لیے انسان انہیں پاکیزہ زندگی فراہم کرتے ہوئے خود بھی پاکیزہ رہ سکتا ہے، لیکن ایسی صورت میں یہ شرط ہے کہ باندی کے مالک سے نکاح کیلئے اجازت لی جائے، اس لیے کہ کسی کی باندی سے نکاح کرنا اس کی ملکیت میں تصرف ہے، جس کے بعد مالک کیلئے اُس باندی سے ازدواجی فائدہ اٹھانا جائز نہ رہے گا، اور کسی شخص کی ملکیت میں تصرف کرنے کیلئے اس کی اجازت ضروری ہوتی ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ جو تھوڑا یا زیادہ مہر مقرر کیا ہو، وہ انہیں ادا کر دیا جائے کیونکہ مہر دراصل منکوحہ کا حق ہوتا ہے اس لیے اسے اس کا حق ملنا چاہیے۔ تیسری شرط اُن باندیوں کیلئے ہے کہ اگر وہ اپنے مالک کی اجازت سے کسی شخص کے ساتھ نکاح کریں تو ان کا مقصد پاک دامنی حاصل کرنا ہو، تا کہ دوسروں کی نگاہوں اور دست درازیوں سے محفوظ رہیں، ان کا مقصد جگہ جگہ منہ مارنا نہ ہو کہ کبھی اِس سے تعلق رکھیں اور کبھی اُس سے، چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ باندیاں خفیہ آشنائی رکھنے والی نہ ہوں، کیونکہ اگر گواہوں کے بغیر نکاح کیا تو لوگ اس پر الزام لگائیں گے اور اس کے دعویٰ نکاح کو مسترد کر دیں گے یا اگر نکاح کے بعد بھی باندی کا کسی شخص کے ساتھ تعلق رہا اور وہ جنسی تعلق میں تبدیل ہو کر ''بدکاری'' کی سرحد میں داخل ہو گیا تو وہ باندی سزا کی مستحق ہوگی، یہ سزا آزاد عورت پر جاری کی جانے والی سزا کا نصف ہوگی، لیکن معاف نہیں ہوگی اور نصف سزا سے مراد پچاس کوڑے ہیں، =

ع ٤ ٤ ١

رَحِيْمٌ ﴿٢٥﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ

رَحِيْمٌ ﴿٢٥﴾	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	لِيُبَيِّنَ	لَكُمْ	وَ	يَهْدِيَكُمْ	سُنَنَ	الَّذِيْنَ	مِنْ
نہایت مہربان	ارادہ کرتا ہے	اللہ	تا کہ بیان کردے	تمہارے لئے	اور	ہدایت دے تمہیں	راستے	ان لوگوں کے جو	سے

نہایت مہربان ہے۔ ٢٥ اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے سامنے واضح کر دے اور تم سے پہلے لوگوں کے راستے کی تمہیں ہدایت

قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ

قَبْلِكُمْ	وَ	يَتُوْبَ	عَلَيْكُمْ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿٢٦﴾	وَ	اللّٰهُ	يُرِيْدُ	اَنْ
تمہارے پہلے	اور	توجہ کرے	تم پر	اور اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	اور	اللہ	چاہتا ہے	یہ کہ

عطا فرمائے اور تم پر توجہ فرمائے، اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ٢٦ اللہ چاہتا ہے کہ

يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا

يَّتُوْبَ	عَلَيْكُمْ	وَ	يُرِيْدُ	الَّذِيْنَ	يَتَّبِعُوْنَ	الشَّهَوٰتِ	اَنْ	تَمِيْلُوْا
توجہ کرے	تم پر	اور	چاہتے ہیں	وہ لوگ جو	پیروی کرتے ہیں	خواہشات کی	یہ کہ	مائل ہو جاؤ تم

تم پر توجہ فرمائے اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے لوگ چاہتے ہیں کہ تم راہِ حق سے

مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ

مَيْلًا	عَظِيْمًا ﴿٢٧﴾	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	اَنْ	يُّخَفِّفَ	عَنْكُمْ	وَ	خُلِقَ	الْاِنْسَانُ
مائل ہونا	بہت زیادہ	چاہتا ہے	اللہ	یہ کہ	ہلکا کردے	تم سے	اور	پیدا کیا گیا	انسان کو

بہت زیادہ ڈگمگا جاؤ۔ ٢٧ اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر سے بوجھ ہلکا کرے، اور انسان کو کمزور ہی تو پیدا

ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ

ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَاْكُلُوْٓا	اَمْوَالَكُمْ	بَيْنَكُمْ
کمزور	اے	وہ لوگو جو	ایمان لائے	نہ	کھاؤ تم	اپنے مالوں کو	آپس میں

کیا گیا ہے۔ ٢٨ اے اہلِ ایمان! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے

بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا

بِالْبَاطِلِ	اِلَّآ	اَنْ	تَكُوْنَ	تِجَارَةً	عَنْ	تَرَاضٍ	مِّنْكُمْ	وَ	لَا	تَقْتُلُوْٓا
ناحق طریقے سے	مگر	یہ کہ	ہو	تجارت	سے	باہمی رضامندی	تمہاری	اور	نہ	قتل کرو تم

مت کھاؤ، سوائے اس کے کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو، اور اپنے آپ کو قتل

= یہ حکم اُس صورت میں بھی ہے جبکہ باندی شادی شدہ نہ ہو اور بدکاری کی مرتکب ہو جائے، آخر میں ایک مرتبہ پھر واضح کر دیا گیا کہ اگر کسی شخص پر جنسی خواہش کا غلبہ ہو اور اس کی تکمیل کیلئے کسی آزاد عورت سے نکاح کرنے کے اسباب و وسائل مہیا نہ ہوں جس کی وجہ سے اسے بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے چاہیے کہ بدکاری کا راستہ منتخب کرنے کی بجائے باندی سے نکاح کو ترجیح دے، یہ الگ بات ہے کہ صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھنا اعلیٰ درجہ ہے۔

٢٦ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ احکام کی تین وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ ١۔ وضاحت، یعنی حلال و حرام کا یہ پہلو اس لیے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے اس کے مختلف پہلو واضح ہو جائیں اور تم حلال کو اختیار کر کے حرام سے اجتناب کر سکو۔ ٢۔ ہدایت، یعنی ماضی میں جو کچھ ہوتا رہا، اس کی طرف تمہاری رہنمائی کی جائے، تا کہ تم اُن لوگوں کے راستے پر چل سکو جو حلال طریقے سے اپنی خواہش کی تکمیل کرتے رہے اور اسی کی ترغیب دیتے رہے اور حرام سے بچتے رہے اور اسی کی تاکید کرتے رہے۔ ٣۔ توجہ، یعنی اللہ تعالیٰ تم پر اپنی توجہات کو مبذول کرے اور تمہیں اپنی عنایات کا مورد بنا دے، کیونکہ اللہ کا علم بھی کامل ہے اور اس کا ہر حکم بھی حکمت سے لبریز ہے۔

٢٧ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ کچھ لوگوں کی خواہش ہے کہ وہ تمہیں نفسانی اور جنسی آرزوؤں کی تکمیل کے صحرا میں آزادی کے راستے پر چلا دیں ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم بھی جنسی طور پر مادر پدر آزاد ہو جاؤ، تم بھی سر راہ چوپایوں کی طرح بدکاری شروع کر دو، تم بھی حلال و حرام کی تمیز بھلا دو، تم بھی نکاح اور مہر کے چکر میں پڑے بغیر جب، جہاں اور جو دستیاب ہو جائے، اس سے اپنی جنسی خواہش کو پورا کر لیا کرو، وہ لوگ معاشرے میں ایک ایسی بے راہ روی کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں جس کے نتیجے میں کسی کی بہن، بیٹی، ماں اور بیوی کی عزت و آبرو محفوظ نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا، وہ تو چاہتا ہے کہ تم پر اپنی توجہات کو مبذول کرے، سو تم پر لازم ہے کہ اسی کے احکام پر عمل کرو، لوگوں کی باتیں مت مانو۔

٢٨ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ نے انسان کی فطری کمزوری کا ذکر فرمایا ہے کہ انسان فطرۃً کمزور واقع ہوا ہے، اس کیلئے اپنے نفس کے بے لگام گھوڑے کو قابو کرنا اور اس کی منہ زوری پر لگام ڈالنا بہت مشکل ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے بے یار و مددگار چھوڑنے کی بجائے بہت سے مواقع پر آسانی فرما دی، تا کہ نفس کی خواہش کی تکمیل بھی ہو جائے اور انسان گناہ گار بھی نہ ہو، جس کی تفصیل اوپر گزری ہے، دیگر احکام و شرائط میں بھی اس تخفیف کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا

اَنْفُسَكُمْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِكُمْ	رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾	وَ	مَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	عُدْوَانًا
اپنی جانوں کو	بیشک	اللہ	ہے	تمہارے ساتھ	نہایت مہربان	اور	جو	کرے گا	ایسا	سرکشی سے

مت کرو، بیشک اللہ تم پر نہایت مہربان ہے۔ ۲۹ اور جو شخص سرکشی اور ظلم کے ساتھ

وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ

وَّ	ظُلْمًا	فَسَوْفَ	نُصْلِيْهِ	نَارًا ؕ	وَ	كَانَ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾	اِنْ
اور	ظلم سے	تو عنقریب	ہم اسے داخل کریں گے	جہنم میں	اور	ہے	وہ	پر	اللہ کے	آسان	اگر

ایسا کرے گا تو ہم اسے ضرور جہنم میں پہنچائیں گے، اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ ۳۰ اگر

تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

تَجْتَنِبُوْا	كَبَآئِرَ	مَا	تُنْهَوْنَ	عَنْهُ	نُكَفِّرْ	عَنْكُمْ	سَيِّاٰتِكُمْ	وَنُدْخِلْكُمْ
بچو تم	بڑے گناہوں سے	وہ جو	منع کئے گئے ہو تم	اس سے	کفارہ کردیں گے ہم	تم سے	تمہاری لغزشات کا	اور داخل کریں گے ہم تمہیں

تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو گے ''جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے'' تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے اور تمہیں

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى

مُّدْخَلًا	كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾	وَ	لَا	تَتَمَنَّوْا	مَا	فَضَّلَ	اللّٰهُ	بِهٖ	بَعْضَكُمْ	عَلٰى
داخل ہونے کی جگہ	باعزت	اور	نہ	تمنا کرو	وہ جو	فضلیت دی	اللہ نے	اس کے ساتھ	تم میں سے بعض کو	پر

باعزت مقام میں داخل کریں گے۔ ۳۱ اور تم میں سے بعض کو بعض پر اللہ نے جو فضیلت عطا فرمائی ہے، اس کی تمنا

بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

بَعْضٍ ؕ	لِلرِّجَالِ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	اكْتَسَبُوْا ؕ	وَ	لِلنِّسَآءِ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا
بعض کے	مردوں کیلئے	حصہ	اسمیں سے جو	کمایا انہوں نے	اور	عورتوں کیلئے	حصہ	اسمیں سے جو

مت کیا کرو، مردوں کیلئے اس چیز میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمائی اور عورتوں کیلئے اس چیز میں سے حصہ ہے

اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اكْتَسَبْنَ ؕ	وَسْـَٔلُوا	اللّٰهَ	مِنْ	فَضْلِهٖ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ
کمایا ان عورتوں نے	اور مانگو تم	اللہ سے	سے	فضل اس کا	بیشک	اللہ	ہے	ساتھ ہر ایک	چیز کے

جو انہوں نے کمائی، تم اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو، بیشک اللہ ہر چیز کو خوب

۲۹ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو دو چیزوں سے روکا گیا ہے، ایک تو یہ کہ وہ ناحق کسی کا مال کھائیں، اس ممانعت میں وہ تمام صورتیں شامل ہیں جن میں کسی حرام کام کا ارتکاب پایا جاتا ہو مثلاً سود، جوا، رشوت اور بیع فاسد اور باطل کی وہ تمام صورتیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں، اسی طرح کسی کی اجازت کے بغیر اس کی چیز کھالینا یا اس کی دلی رضا مندی اور خوشنودی کے بغیر اسے کچھ کھلانے پر مجبور کر دینا، جبکہ وہ دل سے کھلانا نہ چاہتا ہو لیکن مروت کی وجہ سے یا اپنی عزت بچانے کیلئے کھلانے پر مجبور ہو جائے، بھی حرام ہے، البتہ اگر باہمی رضا مندی سے کوئی تجارتی معاملہ کیا گیا ہو تو اگرچہ اس میں بھی ایک دوسرے کا مال کھایا جاتا ہے لیکن وہ گناہ نہیں ہے، حلال ہے دوسری چیز یہ کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، اس میں دوسروں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرنے کی ممانعت بھی آگئی ہے، اور بعض مفسرین کے مطابق خودکشی کی ممانعت بھی اسی جملے سے سمجھ میں آتی ہے اس لیے کہ جب کسی دوسرے کو ناحق قتل کرنا گناہ ہے تو خود اپنی جان لے لینا اور خودکشی کر لینا بطریق اولیٰ گناہ ہوگا، سو اس سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

۳۰ اس آیت مبارکہ میں اُس شخص کی سزا بیان کی گئی ہے جو ناحق ظلم کر کے کسی کا مال کھائے، دوسروں کو قتل کرے یا خودکشی کا مرتکب ہو، اس کی سزا یہ ہے کہ ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے تا کہ اس کی تطہیر اور تہذیب ہو سکے، اور اگر وہ ان چیزوں کو حلال سمجھتا ہو تو اس کی تعذیب ہو سکے اور اللہ کیلئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔

۳۱ اس آیت مبارکہ میں کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے پر دو وعدے کیے گئے ہیں، ایک لغزشات کا کفارہ کر دینے کا اور دوسرا باعزت مقام یعنی جنت میں داخل کرنے کا، کبیرہ گناہ کی تعریف میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں، اس موضوع پر اس عاجز کی ایک کتاب بھی شائع ہو چکی ہے، اس کا نام ''ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہ'' ہے جو دراصل علامہ ابن حجر مکیؒ کی کتاب ''الزواجر'' کا اردو میں سلیس ترجمہ ہے، اس میں ۴۶۷ کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ اپنے موضوع کی سب سے مفصل اور مستند تحریر و تحقیق ہے، شائقین اسے ملاحظہ فرمائیں، اس آیت سے یہ تقسیم بہرحال ثابت ہو جاتی ہے کہ گناہوں میں سے بعض گناہ صغیرہ ہوتے ہیں اور بعض کبیرہ، یوں تو انسان کو صغیرہ گناہوں سے بھی بچنا چاہیے، لیکن بشری تقاضوں کی وجہ سے انسان صغائر کا مرتکب ہو ہی جاتا ہے، جس کیلئے انسان اپنے رب سے معافی مانگ لے اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے سے رکا رہے، کیونکہ جب انسان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے سے اپنے آپ کو روک لیتا ہے تو اُس پر حق تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور وہ حق تعالیٰ سے ہر وقت معافی کا طلب گار رہتا ہے، سو وہ اس کے گناہوں کو بھی معاف کرتا رہتا ہے اور آخرت میں اسے جنت کا داخلہ بھی عطا فرمائے گا۔

عَلِيْمًا ۳۲ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ

الْاَقْرَبُوْنَ ؕ	وَ	الْوَالِدٰنِ	تَرَكَ	مِمَّا	مَوَالِيَ	جَعَلْنَا	لِكُلٍّ	وَ	عَلِيْمًا ۳۲
قریبی رشتہ داروں نے	اور	والدین نے	چھوڑا	اسمیں سے جو	ورثاء	مقرر کیا ہم نے	ہرایک کیلئے	اور	خوب جاننے والا

جاننے والا ہے۔ ۳۳ اور ہر شخص کیلئے ہی ہم نے اس مال کے "وارث" مقرر کیے ہیں جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں،

وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى

عَلٰى	كَانَ	اللّٰهَ	اِنَّ	نَصِيْبَهُمْ ؕ	فَاٰتُوْهُمْ	اَيْمَانُكُمْ	عَقَدَتْ	الَّذِيْنَ	وَ
پر	ہے	اللہ	بیشک	ان کا حصہ	تو دیدو تم انہیں	تمہاری قسموں نے	باندھا	وہ لوگ جو	اور

اور وہ لوگ جن سے تمہارا معاہدہ ہوا تھا، انہیں ان کا حصہ دیدو، بیشک اللہ ہر

ع ۵ ۸ ۲

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۳۳ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ

فَضَّلَ	بِمَا	النِّسَآءِ	عَلَى	قَوّٰمُوْنَ	اَلرِّجَالُ	شَهِيْدًا ۳۳	شَيْءٍ	كُلِّ
فضیلت دی	اس وجہ سے جو	عورتوں کے	پر	حاکم ہیں	مرد لوگ	روبرو	چیز کے	ہر

چیز کے روبرو ہے۔ ۳۴ مرد، عورتوں پر اس وجہ سے حاکم ہیں کہ اللہ نے

اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ

اَمْوَالِهِمْ ؕ	مِنْ	اَنْفَقُوْا	بِمَآ	وَّ	بَعْضٍ	عَلٰى	بَعْضَهُمْ	اللّٰهُ
اپنے مال	سے	خرچ کیا انہوں نے	اس وجہ سے جو	اور	بعض کے	پر	ان میں سے بعض کو	اللہ نے

بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے، نیز اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں،

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ

الّٰتِيْ	وَ	اللّٰهُ ؕ	حَفِظَ	بِمَا	لِّلْغَيْبِ	حٰفِظٰتٌ	قٰنِتٰتٌ	فَالصّٰلِحٰتُ
وہ عورتیں جو	اور	اللہ نے	حفاظت کی	اس سے جو	پیٹھ پیچھے	حفاظت کرنے والیاں	فرمانبرداری کرنے والیاں	سونیک عورتیں

سو نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور پیٹھ پیچھے اس طرح اپنی حفاظت کرتی ہیں جیسے اللہ نے حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے، اور وہ عورتیں

تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

الْمَضَاجِعِ	فِي	وَاهْجُرُوْهُنَّ	فَعِظُوْهُنَّ	نُشُوْزَهُنَّ	تَخَافُوْنَ
بستروں کے	بیچ	اور چھوڑ دو تم انہیں	تو نصیحت کرو تم انہیں	ان کی نافرمانی سے	ڈرتے ہو تم

جن کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو، انہیں سمجھاؤ، انہیں بستروں میں الگ کردو

۳۲ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ نے حسد کے اسباب میں سے ایک اہم سبب کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر اللہ نے کسی کو کوئی خوبی اور امتیازی خصلت عطا فرما رکھی ہو تو دوسروں کو اس کی حرص نہیں کرنی چاہیے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ اس خوبی اور امتیازی خصلت کا کھلے دل کے ساتھ اعتراف کر کے اسے تسلیم کرنا چاہیے، کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو دلوں میں حسد، جلن اور کڑھن پیدا ہو جائے گی اور وہ انسان کیلئے روحانی طور پر تباہی کے مترادف ہے اس کے جسمانی نقصانات اس کے علاوہ ہیں، اس لیے انسان کو عمل پر آمادہ رہنا چاہیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، مردوں کو ان کے اعمال کا حصہ اور بدلہ ملے گا اور عورتوں کو ان کے اعمال کا، البتہ اس کی اجازت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے رہو، کیونکہ اس سے تمہارے اندر کام کرنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا ہوگا اور حسد سے تم بچے رہو گے۔

۳۳ اس آیت مبارکہ میں اصول وراثت نسبی رشتہ داری کو قرار دیا گیا ہے، دراصل ہجرت مدینہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان جو مواخات قائم فرمائی تھی، وہ حقیقی بھائی چارے سے بھی زیادہ مضبوط اور گہری تھی اور ان لوگوں کے درمیان وراثت اسی طرح جاری ہونے لگی تھی جیسے حقیقی رشتہ داری میں ہوتی ہے، یہاں تک کہ حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ تقسیم وراثت کو اس کے اصول کی طرف واپس لوٹا دیا جائے، چنانچہ اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ جو تمہارے نسبی اور حقیقی رشتہ دار ہیں، وراثت انہی میں تقسیم کی جائے گی اور ہر ایک کو اس کا طے شدہ حصہ دیا جائیگا، جبکہ ایمانی مواخات اپنی جگہ قابل قدر ہے، ان کے ساتھ حسن سلوک اپنی جگہ اہم ہے لیکن وراثت کے حقدار وہ نہیں ہیں البتہ اُن کے

لیے وصیت کرنے کی گنجائش موجود ہے، تاہم یہ وصیت ایک تہائی سے زیادہ مال میں نہیں ہونی چاہیے، ورنہ زائد میں نافذ نہ ہوگی۔

وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

وَ	اضْرِبُوْهُنَّ	فَاِنْ	اَطَعْنَكُمْ	فَلَا	تَبْغُوْا	عَلَيْهِنَّ	سَبِيْلًا	اِنَّ	اللّٰهَ
اور	مارو تم انہیں	پھر اگر	اطاعت کریں وہ تمہاری	تو نہ	تلاش کرو تم	ان کے خلاف	کوئی راستہ	بیشک	اللہ

اور انہیں مار لگاؤ، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان کے خلاف راستہ تلاش نہ کرو، بیشک اللہ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ

كَانَ	عَلِيًّا	كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾	وَ	اِنْ	خِفْتُمْ	شِقَاقَ	بَيْنِهِمَا	فَابْعَثُوْا	حَكَمًا	مِّنْ
ہے	سب سے برتر	سب سے بڑا	اور	اگر	اندیشہ ہو تمہیں	نا چاقی کا	ان دونوں کے درمیان	تو بھیجو تم	ایک ثالث	سے

سب سے برتر، سب سے بڑا ہے۔ ۳۴ اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان ناچاقی کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث مرد کے اہلِ خانہ میں سے

اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ

اَهْلِهٖ	وَ	حَكَمًا	مِّنْ	اَهْلِهَا	اِنْ	يُّرِيْدَآ	اِصْلَاحًا	يُّوَفِّقِ	اللّٰهُ
مرد کے گھر والے	اور	ایک ثالث	سے	عورت کے گھر والے	اگر	وہ دونوں ارادہ کریں	اصلاح کا	موافقت پیدا کر دے گا	اللہ

اور ایک ثالث عورت کے اہلِ خانہ میں سے بھیجو، اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں گے تو اللہ زوجین کے درمیان موافقت

بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا

بَيْنَهُمَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾	وَ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	وَ	لَا	تُشْرِكُوْا
ان دونوں کے درمیان	بیشک	اللہ	ہے	خوب جاننے والا	خوب باخبر	اور	عبادت کرو تم	اللہ کی	اور	نہ	شریک کرو تم

پیدا کر دے گا، بیشک اللہ خوب جاننے والا، باخبر ہے۔ ۳۵ اور اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک

بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

بِهٖ	شَيْـًٔا	وَّ	بِالْوَالِدَيْنِ	اِحْسَانًا	وَّ	بِذِى	الْقُرْبٰى	وَ	الْيَتٰمٰى
اس کے ساتھ	کسی چیز کو	اور	والدین کے ساتھ	حسن سلوک کا	اور	ساتھ والے	قرابت داری کے	اور	یتیموں

مت ٹھہراؤ، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ، نیز قریبی رشتہ داروں، یتیموں،

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ

وَ	الْمَسٰكِيْنِ	وَ	الْجَارِ	ذِى	الْقُرْبٰى	وَالْجَارِ	الْجُنُبِ	وَ	الصَّاحِبِ
اور	مسکینوں	اور	ہمسایہ	والا	قرابت داری کا	اور ہمسایہ	پہلو کا	اور	ہم نشین

مسکینوں، قرابت دار ہمسائے، اجنبی ہمسائے، پہلو میں بیٹھنے والے ہم نشین،

۳۴ اس آیت مبارکہ میں خواتین کی تادیب وتربیت کیلئے تین تدریجی طریقوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ مرد کو گھریلو نظام زندگی میں ''سربراہ'' کی حیثیت دی گئی ہے اور عورت کو اس کا ماتحت کر کے اس کی حفاظت میں دے دیا گیا ہے، اس کی دو وجہیں بیان کی گئیں ہیں، ان میں سے ایک تو فطری ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، اضافی خوبی اور امتیازی خصلت عطا فرما دیتا ہے، مردوں اور عورتوں کی تقسیم میں اس نے یہ اضافی خوبی مردوں کو عطا فرمائی ہے، اس لیے اسے تسلیم کرنا چاہیے اور دوسری وجہ اختیاری ہے اور وہ یہ کہ عورت کی تمام ضروریات کا ذمہ دار مرد کو بنایا گیا ہے لہٰذا وہ کما کر لاتا ہے اور اس پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اب تو عورتیں بھی کاروبار اور ملازمت کرتی ہیں، بلکہ بعض اوقات عورتیں اپنے گھر کا خرچ خود چلا رہی ہوتی ہیں، اس لیے کہ یہ ایک غیر فطری طریقہ ہے جسے دوسروں کی تقلید میں اختیار کر لیا گیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت کے مقابلے میں نہیں لایا جا سکتا اور اگر کہیں عورت حقیقی طور پر مجبور ہو تو وہ ایک استثنائی صورت ہوگی جسے قانون کا درجہ بہر حال نہیں دیا جا سکتا، نیک عورتوں کی خوبی یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کی بھی فرمانبردار ہوتی ہیں، اور جس طرح اللہ نے انہیں حکم دیا ہے، وہ اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عزت وآبرو اور اس کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، نہ تو کسی دوسرے سے دوستی اور خفیہ آشنائی قائم کرتی ہیں اور نہ اس کے مال میں خیانت کرتی ہیں، اگر کسی عورت میں یہ خوبیاں موجود ہوں اور اس کے شوہر کو یقین ہو تو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ اپنی وفا شعار اور فرمانبردار بیوی کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت پر نظریں جمائے، یا اسے اپنی مار پیٹ کا نشانہ بنائے، اس لیے کہ شریعت نے ویسے بھی مرد کو اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت بوقت مجبوری دی ہے اور اس کیلئے بھی خاص شرائط مقرر کی ہیں، چنانچہ اگر کسی شخص کو اپنی بیوی سے کوئی شکایت ہو تو پہلے درجے میں اسے پیار، محبت اور نرمی سے سمجھائے، اگر بات بن جائے تو غنیمت سمجھے اور اگلے درجے کی طرف قدم بڑھانے کا خیال ترک کر دے، بصورت دیگر اس سے اپنا بستر الگ کر لے، مطلب یہ کہ رات اپنے گھرے باہر پھر بھی نہ گزارے، آخری درجہ یہ ہے کہ اگر اس طرح بھی بات نہ بنے تو پھر اسے مارنے کی اجازت ہے، جس کی اہم ترین شرط یہ ہے کہ ہڈی نہ ٹوٹے، جسم پر مارنے کا نشان نہ پڑے، کسی دھاری دار آلے سے نہ مارے، سر اور چہرے پر نہ مارے، مار ایسی نہ ہو کہ خون نکلنے لگے، مقصد صرف تنبیہ اور اصلاح کرنا ہو، اگر یہ مقصد حاصل ہو جائے تو بلا وجہ مار پیٹ کیلئے بہانے تلاش نہ کرے اور ہر حال میں کوشش کرے کہ مار پیٹ سے اجتناب کرے۔ ۳۵ اس آیت مبارکہ میں میاں بیوی کے درمیان ناچاقی اور عدم موافقت کی صورت میں ''ثالث'' سے رجوع کرنے کی تجویز دی گئی ہے، کیونکہ بعض اوقات فریقین اپنے مسائل حل کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں ان کی ازدواجی زندگی کو بچانے اور طلاق کی روک تھام کرنے کیلئے یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ ایک ''ثالث'' مرد کی طرف سے اور ایک ثالث عورت کی طرف سے مقرر کیا جائے، دونوں اپنے اپنے موکلوں کا موقف سنیں اور اتفاق رائے سے ان کی بہتری کا طریقہ کار متعین کریں، اگر دونوں ثالث خلوص نیت کے ساتھ کوششیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا، غور کیا جا سکتا ہے کہ میاں بیوی کی ازدواجی زندگی کو بچانے کیلئے کس قدر اہتمام کیا گیا ہے، اسی وجہ سے تو طلاق کو ''ابغض الحلال'' قرار دیا گیا ہے۔

بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

بِالْجَنْۢبِ	وَ	ابْنِ	السَّبِيْلِ	وَمَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُحِبُّ
پہلو کا	اور	بیٹا	راستے کا	اور وہ جو	مالک ہوں	داہنے ہاتھ تمہارے	بیشک	اللہ	نہیں	پسند کرتا

مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرو، بیشک اللہ اس شخص کو پسند نہیں فرماتا

مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۣ ٣٦ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ

مَنْ	كَانَ	مُخْتَالًا	فَخُوْرًا ٣٦	الَّذِيْنَ	يَبْخَلُوْنَ	وَيَاْمُرُوْنَ	النَّاسَ
وہ جو	ہو	متکبر	شیخی خورا	وہ لوگ جو	بخل کرتے ہیں	اور حکم دیتے ہیں	لوگوں کو

جو متکبر، شیخی خورا ہو۔ ٣٦ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم

بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا

بِالْبُخْلِ	وَ	يَكْتُمُوْنَ	مَآ	اٰتٰىهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ	وَ	اَعْتَدْنَا
بخل کا	اور	چھپاتے ہیں	وہ جو	انہیں دیا	اللہ نے	سے	اپنے فضل کے	اور	ہم نے تیار کر لیا

دیتے ہیں، نیز اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو کچھ عطا فرما رکھا ہے، اسے چھپاتے ہیں، اور ہم نے کافروں کیلئے

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ٣٧ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ

لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابًا	مُّهِيْنًا ٣٧	وَ	الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	رِئَآءَ
کافروں کیلئے	عذاب	رسوا کن	اور	وہ لوگ جو	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	دکھانے کیلئے

رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ٣٧ اور وہ لوگ جو اپنا مال ''لوگوں'' کو دکھانے کیلئے خرچ

النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ

النَّاسِ	وَلَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَلَا	بِالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَ	مَنْ	يَّكُنِ
لوگوں کو	اور نہ	ایمان لاتے ہیں وہ	اللہ پر	اور نہ	دن پر	پچھلے	اور	جو کوئی	ہو جائے

کرتے ہیں اور وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے دن پر، اور جس شخص کا

الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ٣٨ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

الشَّيْطٰنُ	لَهٗ	قَرِيْنًا	فَسَآءَ	قَرِيْنًا ٣٨	وَ	مَاذَا	عَلَيْهِمْ	لَوْ	اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ
شیطان	اس کا	ہم نشین	تو بہت برا ہے وہ	ہم نشین	اور	کیا ہو جاتا	ان پر	اگر	ایمان لے آتے وہ	اللہ پر

ہم نشین شیطان ہو جائے تو وہ بہت ہی برا ہم نشین ہوا۔ ٣٨ اگر وہ لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آتے اور اللہ کے دیئے ہوئے میں سے

٣٦ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی عبادت کا حکم دے کر اور شرک کی ممانعت فرما کر حقداروں کو ان کا حق ادا کرنے کی تلقین اور تاکید کی گئی ہے، ان حق داروں میں سب سے پہلے تو والدین کا ذکر کیا گیا ہے، مسکینوں، پڑوسیوں، مسافروں اور اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، پڑوسیوں کے مفہوم کو عام کر کے اُن لوگوں کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے جو کسی مجلس میں ایک ساتھ بیٹھے ہوں اور اس میں رشتے دار اور اجنبی دونوں کو یکساں رکھا گیا ہے، ان میں سے ہر ایک کے حقوق کی تفصیل کیلئے ان صفحات میں گنجائش نہیں ہے، اس عاجز کی کتاب ''جواہر الحدیث'' دیکھئے۔

٣٧ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کو پسند نہیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم اور اسکی ترغیب دیتے ہیں، یعنی لوگوں کو بھی مال و دولت کی اہمیت سے آگاہ کر کے انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ آڑے وقتوں کیلئے کچھ بچا کر رکھا کرو، سب کچھ یونہی اڑا دیا اور اللہ کے نام پر خرچ کرتے رہے تو ایک وقت آئے گا کہ خود محتاج ہو کر دانے دانے کو ترسو گے، اسی طرح وہ لوگ جو اللہ کے دیئے ہوئے کو چھپا چھپا کر رکھتے ہیں، خواہ اللہ کا دیا ہوا وہ عطیہ مال و دولت ہو یا علم و عمل ہو یا کوئی ہنر اور صلاحیت، یہ چیزیں چھپا کر رکھنے کیلئے نہیں ہوتیں بلکہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کیلئے ہوتی ہیں اور اللہ کو وہی لوگ پسند آتے ہیں جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

٣٨ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو اللہ کا ناپسندیدہ اور شیطان کا رفیق و ہم نشین قرار دیا گیا ہے جنہیں اگر کچھ خرچ کرنے کی توفیق ہو جائے تو وہ اس جذبے کے ساتھ خرچ کرتے ہیں کہ لوگ ان کی سخاوت کے گن گائیں اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہیں، ظاہر ہے کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر حقیقی ایمان کی چاشنی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہوتے تو اُن کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا جذبہ نہ ہوتا اور اس طرح وہ اللہ کے محبوب اور پسندیدہ بندے بن سکتے تھے۔

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾

وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَ	اَنْفَقُوْا	مِمَّا	رَزَقَهُمُ	اللّٰهُ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	بِهِمْ	عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾
اور	دن	پچھلے پر	اور	خرچ کر لیتے وہ	اس میں سے جو	دیا انہیں	اللہ نے	اور	ہے	اللہ	ان سے	خوب واقف

خرچ کر لیتے تو ان کا کیا نقصان ہو جاتا؟ اور اللہ انہیں خوب جانتا ہے۔ [۳۹]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا

اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَظْلِمُ	مِثْقَالَ	ذَرَّةٍ ۚ	وَ	اِنْ	تَكُ	حَسَنَةً	يُّضٰعِفْهَا
بیشک	اللہ	نہیں	ظلم کرتا	برابر	ایک ذرہ کے	اور	اگر	ہو وہ	کوئی نیکی	دوگنا کر دے گا وہ اسے

بیشک اللہ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر وہ نیکی ہوئی تو اسے دوگنا کر دے

وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ

وَ	يُؤْتِ	مِنْ	لَّدُنْهُ	اَجْرًا	عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾	فَكَيْفَ	اِذَا	جِئْنَا	مِنْ	كُلِّ	اُمَّةٍ
اور	دیدے گا	سے	اپنے پاس	ثواب	بہت بڑا	تو کیا حال ہوگا	جب	لائیں گے ہم	سے	ہر	امت کے

اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ [۴۰] پھر اس وقت کی کیا کیفیت ہو گی جب ہم ایک گواہ ہر امت میں سے

بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ ؕ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ

قف النبي ﷺ

بِشَهِيْدٍ	وَّ	جِئْنَا	بِكَ	عَلٰى	هٰۤؤُلَآءِ	شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾	يَوْمَئِذٍ	يَّوَدُّ	الَّذِيْنَ
ایک گواہ	اور	لائیں گے ہم	تجھے	پر	ان سب کے	گواہ	اس دن	خواہش کریں گے	وہ لوگ جو

لیکر آئیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے؟ [۴۱] اُس دن کفر کرنے والے اور پیغمبر (ﷺ) کی

كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ

كَفَرُوْا	وَ	عَصَوُا	الرَّسُوْلَ	لَوْ	تُسَوّٰى	بِهِمُ	الْاَرْضُ ؕ	وَ	لَا	يَكْتُمُوْنَ
کفر کیا انہوں نے	اور	نافرمانی کی انہوں نے	پیغمبر کی	کاش	برابر کر دی جائے	ان پر	زمین	اور	نہ	چھپا سکیں گے وہ

نافرمانی کرنے والے لوگ یہ خواہش کریں گے کہ کاش! ان پر زمین کو برابر کر دیا جائے، اور وہ اللہ سے

اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ

ع ۶

اللّٰهَ	حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَقْرَبُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اَنْتُمْ
اللہ سے	کوئی بات	اے وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت قریب جاؤ	نماز کے	اور	تم

کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔ [۴۲] اے اہلِ ایمان! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب بھی

[۳۹] اس آیت مبارکہ میں ساری دنیا کے انسانوں کے سامنے ایک سوال رکھا گیا ہے کہ اگر لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں، آخرت کے دن کو تسلیم کر کے اس پر اعتقاد رکھیں اور اللہ کے نام پر اسی کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرنے کا حوصلہ پیدا کر لیں تو اُن کا کیا بگڑ جائیگا؟ کیا اللہ پر ایمان لا کر انہیں کاروبار میں نقصان ہو جائیگا؟ ان کی حکومت چھن جائیگی؟ ان کا عہدہ اور منصب ان کے ہاتھ سے نکل جائیگا؟ کیا وہ فقیر، مفلس اور تنگدست ہو جائیں گے؟ اگر ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو مان لینا چاہیے کہ اللہ نے جس چیز کی دعوت دی ہے، ساری انسانیت کیلئے اُسے قبول کر لینے میں دنیا و آخرت کی خیر ہی خیر ہے۔

[۴۰] اس آیت مبارکہ میں یقین دلایا گیا ہے کہ اللہ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا، کیونکہ ایسا کرنا ظلم ہے، اور اللہ کسی پر ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا، بلکہ وہ تو ایک نیکی کا ثواب کئی گنا اضافے کے ساتھ عطا فرماتا ہے، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی رضا کیلئے خرچ کریں۔

[۴۱] اس آیت مبارکہ میں ایک نہایت پر وقار اور فرحت بخش منظر کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ جب اولین و آخرین جمع ہوں گے اور ہر طرف نفسی نفسی کی پکار ہوگی، حساب کتاب شروع ہوگا تو ہر امت کے نبی کو لایا جائیگا جو اپنی امت کے احوال کے چشم دید گواہ ہوں گے اور ان سب انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق و تائید کیلئے سب سے بڑے گواہ نبی آخر الزماں ﷺ ہوں گے، اس گواہی اور تاکید و تصدیق کا مقصد رسول اکرم ﷺ کی عظمتِ شان کو نمایاں کرنا اور تمام انبیاء پر ان کی فضیلت و سیادت کا اظہار کرنا ہوگا، رب العالمین کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ان کی امت میں پیدا فرما دیا، اللہ تعالیٰ ہمیں انکی شفاعت بھی عطا فرمائے اور ان کے مبارک ہاتھوں سے جام کوثر بھی۔ آمین۔

[۴۲] اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جس دن سارے انسانوں کو جمع کیا جائیگا، کافر یہ تمنا کریں گے کہ کاش! انہیں کسی طریقے سے مٹی میں ملا کر زمین کو ہموار کر دیا جائے تاکہ ان کی قبر کا نام و نشان بھی مٹ جائے اور کسی کی ان تک رسائی نہ ہو سکے، کفر اور پیغمبروں کی نافرمانی کا یہی انجام ہوگا، لیکن ان کی یہ تمنا ہرگز پوری نہ ہوگی اور انہیں بہر حال اُس عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا جو ان کے کفر و عصیان کی وجہ سے حق تعالیٰ کے علم ازلی میں پہلے سے متعین ہو چکا ہے۔

سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ

سُكٰرٰى	حَتّٰى	تَعْلَمُوْا	مَا	تَقُوْلُوْنَ	وَ	لَا جُنُبًا	اِلَّا	عَابِرِىْ	سَبِيْلٍ
نشے کی حالت میں	یہاں تک کہ	جان لو تم	وہ جو	کہہ رہے ہو تم	اور	نہ جنابت کی حالت میں	مگر	گذرنے والے	راستے سے

مت جاؤ، یہاں تک کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو، اسے جاننے لگو، اور نہ ہی وجوبِ غسل کی حالت میں ''مگر راہ گذر کے طور پر''

حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ

حَتّٰى	تَغْتَسِلُوْا ۭ	وَ	اِنْ	كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَوْ	عَلٰى	سَفَرٍ	اَوْ جَاۗءَ	اَحَدٌ
یہاں تک کہ	غسل کرلو تم	اور	اگر	تم ہو	بیمار	یا	پر	سفر کے	یا آئے	کوئی ایک

یہاں تک کہ تم غسل کر لو، اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر پر ہو، یا تم میں سے کوئی شخص

مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا

مِّنْكُمْ	مِّنَ	الْغَاۗىِٕطِ	اَوْ	لٰمَسْتُمُ	النِّسَاۗءَ	فَلَمْ	تَجِدُوْا	مَاۗءً	فَتَيَمَّمُوْا
تم میں سے	سے	پاخانہ	یا	چھولیا تم نے	عورتوں کو	پھر نہ	پاؤ تم	پانی	تو تیمم کرلو

بیت الخلاء سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں کو ''چھوا'' ہو، پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے

صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

صَعِيْدًا	طَيِّبًا	فَامْسَحُوْا	بِوُجُوْهِكُمْ	وَاَيْدِيْكُمْ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ
مٹی سے	پاک	سو پھیر لو تم	اپنے چہروں پر	اور اپنے ہاتھوں پر	بیشک	اللہ	ہے

تیمم کر لو، سو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اسے مَل لو، بیشک اللہ

عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ

عَفُوًّا	غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾	اَلَمْ	تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	اُوْتُوْا	نَصِيْبًا	مِّنَ	الْكِتٰبِ
خوب معاف کرنے والا	خوب بخشنے والا	کیا نہیں	دیکھا تو نے	جانب	ان لوگوں کے جو	دیئے گئے	حصہ	سے	کتاب کے

درگزر والا، بخشنے والا ہے۔ [۴۳] کیا آپ نے ان لوگوں کو ''جنہیں کتاب میں سے حصہ دیا گیا ہے'' دیکھا نہیں

يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

يَشْتَرُوْنَ	الضَّلٰلَةَ	وَيُرِيْدُوْنَ	اَنْ	تَضِلُّوا	السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾	وَ	اللّٰهُ	اَعْلَمُ
خریدتے ہیں وہ	گمراہی کو	اور چاہتے ہیں وہ	یہ کہ	بھٹک جاؤ تم	راستے سے	اور	اللہ	زیادہ جانتا ہے

کہ وہ خود بھی گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی سیدھے راستے سے بہک جاؤ۔ [۴۴] اور اللہ تمہارے دشمنوں کو

[۴۳] اس آیت مبارکہ میں چند احکام بیان کیے گئے ہیں، پہلا حکم یہ ہے کہ نشے کی حالت میں نماز پڑھنا تو دور کی بات اُس کے قریب جانے کی بھی اجازت نہیں، اس کا منشا یہ نہیں ہے کہ انسان نماز کے وقت نشہ آور مشروب استعمال کرلیا کرے تاکہ نماز نہ پڑھنی پڑھے، بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ جو چیز انسان کو نماز سے دور کر دے اور اسے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر نہ ہونے دے، وہ چیز اس قابل ہے کہ انسان اس سے کنارہ کشی کر لے اور اس کے قریب جانے کا تصور بھی دل سے نکال دے، اسی وجہ سے اس آیت مبارکہ کو سن کر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا تھا کہ جو چیز ہمیں نماز سے روک دے، اس میں کوئی خیر نہیں ہو سکتی، ہم اسے تو چھوڑ سکتے ہیں لیکن نماز نہیں چھوڑ سکتے، دوسرا حکم یہ ہے کہ اگر تم پر اختیاری یا غیر اختیاری طور پر غسل واجب ہو تو تمہارے لیے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، پہلے غسل کرو اپنی ناپاکی کو دور کرو اور پاکیزگی حاصل کرو، اس کے بعد تمہیں نماز پڑھنے کی اجازت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ بہتر یہی ہے کہ انسان پر جیسے ہی غسل واجب ہو فوراً غسل کرلیا کرے، اس میں تاخیر نہ کیا کرے، گو کہ ایسا کرنا واجب نہیں ہے، تیسرا حکم تیمم کا ہے یعنی پاک مٹی سے طہارت حاصل کرنے کا وہ طریقہ جو صرف اسی امت کی خصوصیت ہے، گزشتہ امتوں کو اس کی اجازت نہیں تھی طریقہ یہ ہے کہ مٹی پر دو مرتبہ ہاتھ ماریں، پھر انہیں جھاڑ کر پہلی مرتبہ اپنے چہرے پر اور دوسری مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں پر پھیر لیں، اس طرح تیمم مکمل ہو جائیگا اور نماز و تلاوت وغیرہ سب جائز ہو جائیگا، یہ حکم اُس صورت میں ہے جبکہ انسان کو پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو خواہ اس طرح کہ ایک میل کے اندر کہیں پانی نہ ہو، یا پانی موجود تو ہو لیکن وضو یا غسل کرنے میں انسان کی بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، یا پانی اس قدر مہنگا ہو کہ اسے خریدنا انسان کی مالی حیثیت سے بالاتر ہو، نیز تیمم کی یہ اجازت اُس صورت میں بھی ہے جبکہ انسان کو وضو کی ضرورت ہو اور اُس صورت میں بھی جبکہ انسان کو غسل کی احتیاج ہو، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ تیمم وضو اور غسل دونوں کی نیابت اور قائمقامی کرسکتا ہے، لیکن اس کیلئے معقول عذر اور وجہ ہونا ضروری ہے، صرف معمولی بہانہ کافی نہیں ہے۔

[۴۴] اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اہل کتاب کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا، لیکن انہوں نے اپنی کتابوں میں اس قدر تحریف کی کہ ان کے پاس اصل کتاب اللہ کا کچھ حصہ باقی بچا ہے اور جو بچا ہے، اس کے بھی صرف الفاظ انہیں دستیاب ہیں، ان پر عمل کی روح اور جذبے سے وہ بالکل خالی ہیں، یہ لوگ خود اپنے لیے بھی گمراہی کے خریدار ہیں اور تمہیں بھی راہِ راست سے بھٹکانا چاہتے ہیں، تم ان کی عیاری اور مکاری سے باخبر رہو اور گمراہی کے ان سوداگروں سے اپنے آپ کو بچاتے رہو۔

بِأَعْدَآئِكُمْ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ

بِأَعْدَآئِكُمْ	وَ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	وَلِيًّا	وَ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾	مِنَ	الَّذِيْنَ
تمہارے دشمنوں کو	اور	کافی ہے	اللہ	کارساز	اور	کافی ہے	اللہ	مددگار	سے	وہ لوگ جو

خوب جانتا ہے، اللہ کارساز ہونے کیلئے کافی ہے اور اللہ مددگار ہونے کیلئے بھی کافی ہے۔ ﴿۴۶﴾ بعض یہودی لوگ

هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

هَادُوْا	يُحَرِّفُوْنَ	الْكَلِمَ	عَنْ	مَّوَاضِعِهٖ	وَ	يَقُوْلُوْنَ	سَمِعْنَا	وَ	عَصَيْنَا
یہودی ہوئے	پھیر دیتے ہیں وہ	باتوں کو	سے	ان کی جگہوں کے	اور	کہتے ہیں وہ	سن لیا ہم نے	اور	نہ مانا ہم نے

باتوں کو اُن کی اصل جگہ سے پھیر کر ان میں تحریف کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی،

وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۚ

وَاسْمَعْ	غَيْرَ	مُسْمَعٍ	وَّ	رَاعِنَا	لَيًّا	بِأَلْسِنَتِهِمْ	وَطَعْنًا	فِي	الدِّيْنِ
اور سن تو	نہ	سنا جائے	اور	راعنا	مروڑ کر	اپنی زبانوں کو	اور عیب لگا کر	بیچ	دین کے

نیز کہتے ہیں کہ سن! تجھے سنایا نہ جائے، اور وہ اپنی زبانوں کو ٹیڑھا کرکرکے اور دین میں عیب لگانے کیلئے "راعنا" کہتے ہیں،

وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

وَلَوْ	أَنَّهُمْ	قَالُوْا	سَمِعْنَا	وَأَطَعْنَا	وَاسْمَعْ	وَانْظُرْنَا	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ
اور اگر	یہ کہ بیشک وہ	کہا انہوں نے	سن لیا ہم نے	اور اطاعت کی ہم نے	اور سن تو	اور دیکھ تو ہمیں	البتہ ہوتا	زیادہ بہتر	ان کیلئے

اگر وہ کہتے کہ ہم نے سن اور مان لیا، آپ ہماری بات سنیئے اور ہم پر نظر فرمایئے تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر

وَأَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ

وَ	أَقْوَمَ	وَلٰكِنْ	لَّعَنَهُمُ	اللّٰهُ	بِكُفْرِهِمْ	فَلَا	يُؤْمِنُوْنَ	إِلَّا	قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾	يٰٓأَيُّهَا	الَّذِيْنَ
اور	زیادہ درست	اور لیکن	لعنت کی ان پر	اللہ نے	ان کے کفر کی وجہ سے	تو نہ	ایمان لائیں گے وہ	مگر	تھوڑے	اے	وہ لوگو جو

اور درست ہوتا، لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت فرمائی، سو ان میں سے تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔ ﴿۴۷﴾ اے

أُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ

أُوْتُوا	الْكِتٰبَ	اٰمِنُوْا	بِمَا	نَزَّلْنَا	مُصَدِّقًا	لِّمَا	مَعَكُمْ	مِّنْ	قَبْلِ
دیئے گئے	کتاب	ایمان لاؤ تم	اس چیز پر جو	نازل کی ہم نے	تصدیق کرنے والی	اس کی جو	تمہارے پاس	سے	پہلے

اہل کتاب! اُس کتاب پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کی اور وہ تمہارے پاس موجود کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اس سے پہلے

﴿۴۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ اہل کتاب سے مقابلے میں تم تنہا نہیں ہو، اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور اس کی حمایت تمہیں ہر دم حاصل ہے اور وہ تمہارے دشمنوں سے بھی خوب با خبر ہے، اس لیے فکر مت کرو، وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

﴿۴۶﴾ اس آیت مبارکہ میں ان یہودیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کے مرتکب ہوئے، ایسے لوگوں سے کیا بعید ہے کہ اگر انہوں نے کلام اللہ کو نہیں چھوڑا اور خود پروردگار عالم کی شان میں گستاخیاں کیں تو وہ پیغمبر ﷺ کو اپنی ایذاء رسانیوں سے کیسے محفوظ رکھیں گے، چنانچہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو جسمانی اور ذہنی ہر طرح سے ایذاء پہنچائی، ان کی زبان پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف زہر اگلتی رہی اور وہ ایسے ذو معنی الفاظ استعمال کرتے رہے جن سے مخاطب کوئی معنی مراد لیتا ہے اور متکلم کی نیت میں کچھ اور پوشیدہ ہوتا ہے، یہاں ان میں سے تین قول ذکر کیے گئے ہیں اور اُن کی برائی بیان کر کے اس کے متبادل تین دوسرے الفاظ دیئے گئے ہیں تا کہ کوئی دوسرا بے خبری میں ان الفاظ کو اختیار نہ کر لے۔ (الف) رسول اکرم ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو یہودی اسے سن کر "سمعنا وعصینا" کہتے، بظاہر ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ہم نے آپ کی بات سن لی ہے، اس لیے اب دوسروں کی بات نہیں مانیں گے، لیکن حقیقت میں ان کا منشا یہ ہوتا تھا کہ ہم نے آپ کی بات صرف کانوں سے سنی ہے، لیکن ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیں گے اور آپ کی بات کبھی نہیں مانیں گے، اس پر انہیں "سمعنا وأطعنا" کا متبادل جملہ دیا گیا، جس میں کسی دوسرے معنی کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ (ب) بعض اوقات یہودی لوگ رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو اس طرح سے مخاطب کرتے" اسمع غیر مسمع" بظاہر ان کا مقصد ہوتا تھا کہ ہماری بات سنئے، آپ کے کانوں میں کبھی کوئی ناگوار اور ناپسندیدہ بات نہ پڑے، اس معنی کے اعتبار سے یہ ایک دعائیہ جملہ بن جاتا ہے جس کا مقصد مخاطب کو ہر بری بات کے سننے سے محفوظ رہنے کی دعا دینا ہے، لیکن حقیقت میں وہ یہ بددعا کر رہے ہوتے تھے کہ ہماری بات سنئے آپ کبھی کوئی بات سن ہی نہ سکیں، مطلب یہ کہ آپ کی قوت شنوائی ختم ہو جائے جیسے کوئی شخص بہرا ہو جاتا ہے، اس کے متبادل میں لفظ" غیر مسمع" کو ہٹا دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ آئندہ صرف "اسمع" کہا کریں۔ (ج) بعض اوقات یہودی لوگ نبی ﷺ سے بات کرنے اور ان کی توجہ حاصل کرنے کیلئے" راعنا" کا لفظ استعمال کرتے تھے، بظاہر اس لفظ سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ہماری بھی رعایت کیجیے، ہم آپ کی مجلس میں کافی دیر سے بیٹھے ہیں، ہم پر بھی کچھ شفقت کیجیے، لیکن حقیقت میں وہ عین کے کسرہ کو کھینچ کر" راعینا" کہہ دیتے تھے جس کا معنی" ہمارا چرواہا" بنتا ہے، ظاہر ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں یہ اتنی بڑی گستاخی ہے کہ اس سے بڑی گستاخی کا تصور نہیں ہو سکتا، اس لیے اس کا متبادل لفظ" انظرنا" کو قرار دیا گیا تا کہ لفظ کا انتخاب کرتے وقت لوگ اچھی طرح سمجھداری سے کام لیں۔

اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ

اَنْ	نَّطْمِسَ	وُجُوْهًا	فَنَرُدَّهَا	عَلٰٓى	اَدْبَارِهَآ	اَوْ نَلْعَنَهُمْ	كَمَا	لَعَنَّآ
یہ کہ	مٹادیں ہم	بہت سے چہرے	پھر ہم لوٹادیں انہیں	پر	ان کی پشتوں کے	یا ہم لعنت کریں ان پر	جیسے وہ جو	لعنت کی ہم نے

کہ ہم بہت سے چہروں کو مٹادیں، پھر انہیں ان کی پشت کی جانب لوٹا دیں، یا ان پر اسی طرح لعنت کریں جیسے ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر

اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝٤٧ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ

اَصْحٰبَ السَّبْتِ	وَ	كَانَ	اَمْرُ	اللّٰهِ	مَفْعُوْلًا ۝٤٧	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَغْفِرُ
ہفتے والوں پر	اور	ہے	حکم	اللہ کا	کام کیا گیا	بیشک	اللہ	نہیں	معاف کرے گا

لعنت کی تھی، اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔ ٤٧ بیشک اللہ اس چیز کو معاف نہیں فرمائے گا

اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ

اَنْ	يُّشْرَكَ	بِهٖ	وَ	يَغْفِرُ	مَا دُوْنَ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	يَّشَاۗءُ	وَ	مَنْ	يُّشْرِكْ
یہ کہ	شرک کیا جائے	اس کے ساتھ	اور	معاف کردے گا	وہ جو علاوہ ہو	اس کے	جس کیلئے	وہ چاہتا ہے	اور	جو کوئی	شرک کرے

کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ جس کے گناہ چاہے گا، معاف فرمادے گا، اور جو شخص اللہ کے ساتھ

بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝٤٨ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ

بِاللّٰهِ	فَقَدِ	افْتَرٰٓى	اِثْمًا	عَظِيْمًا ۝٤٨	اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	يُزَكُّوْنَ
اللہ کے ساتھ	تو یقیناً	اس نے گھڑا	گناہ	بہت بڑا	کیا تو نے نہیں دیکھا	جانب	ان لوگوں کے جو	پاکیزگی بیان کرتے ہیں

کسی کو شریک ٹھہراتا ہے، یقیناً اس نے بہت بڑا طوفان گھڑا۔ ٤٨ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی خود

اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝٤٩ اُنْظُرْ

اَنْفُسَهُمْ	بَلِ	اللّٰهُ	يُزَكِّيْ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	وَلَا	يُظْلَمُوْنَ	فَتِيْلًا ۝٤٩	اُنْظُرْ
اپنی جانوں کی	بلکہ	اللہ	پاک کرتا ہے	جسے وہ	چاہتا ہے	اور نہ	ظلم کیے جائیں گے وہ	دھاگے کے برابر	تو دیکھ

بیان کرتے ہیں، بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے، پاکیزہ کرتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ٤٩ اے نبی! (ﷺ)، آپ دیکھئے تو سہی

كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝٥٠ اَلَمْ

كَيْفَ	يَفْتَرُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَ	كَفٰى	بِهٖٓ	اِثْمًا	مُّبِيْنًا ۝٥٠	اَلَمْ
کیسے	گھڑتے ہیں وہ	پر	اللہ کے	جھوٹ	اور	کافی ہے	اس کیلئے	گناہ ہونا	واضح	کیا نہیں

کہ یہ لوگ اللہ پر کس طرح جھوٹ گھڑتے ہیں؟ اور اتنی بات بھی صریح گناہ ہونے کیلئے کافی ہے۔ ٥٠ کیا آپ نے

ع ٨ ٤

٤٧ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کو اسی اسلوب کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے جس اسلوب میں اہل ایمان کو خطاب کیا جاتا ہے اور اس میں انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہماری سزا اترنے سے پہلے پہلے ہماری کتاب پر ایمان لے آؤ، تم اس سے بدکتے کیوں ہو جبکہ یہ کتاب تمہاری کتابوں کے مضامین کی تصدیق کرتی ہے اور اس کے حقائق کو محفوظ کرتی ہے، ورنہ ہم تمہارے چہروں کو مٹا کر ہموار اور سپاٹ کر دیں گے اور اس کے بعد اگلے حصے کو پیچھے اور پچھلے حصے کو آگے کر دیں گے، یا تم پر ایسی لعنت کریں گے جیسی لعنت ہفتہ کے معاملے میں حد سے تجاوز کرنے والوں پر کی تھی، یہ دھمکی اس لیے دی گئی کہ شاید اسی کے خوف سے ڈر کر کتاب اللہ پر ایمان لے آئیں۔

٤٨ اس آیت مبارکہ میں شرک کو ناقابل معافی گناہ قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی جاندار یا بے جان کو شریک قرار دیتا ہے، درحقیقت وہ ایک بہت بڑا الزام تراش کر لاتا ہے، گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا نظام بنا لیا، لیکن اب اس سے چلایا نہیں جا رہا، لہٰذا اسے کچھ معاونین کی ضرورت ہے جو اُس کا بوجھ بٹا سکیں، یہی وہ معاونین ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی شان میں یہ ایک بہت بڑی گستاخی ہے جو کہ ناقابل معافی ہے، البتہ اس کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلق ہیں، سو اُس کی مرضی ہے جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے سزا دے۔

٤٩ اس آیت مبارکہ میں اُن لوگوں پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے جو اپنے منہ سے اپنی تعریفیں کرتے ہیں، جو اپنی پاکیزگی اور تقدس کا درس دیتے ہیں، جو لوگوں کو عند اللہ اپنی مقبولیت کے دلائل سے آگاہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس دعویٰ کو مسترد کر دیا ہے اور قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی تعریف اور تزکیہ کرے، وہی قابل تعریف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جسے قبولیت عطا فرمادے، وہی قبول ہوتا ہے، اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، جس میں تعریف و تزکیہ اور قبولیت کی صلاحیت اور اس کے آثار پائے جاتے ہوں، وہ اسے ضائع نہیں ہونے دیتا، پھر جس کی وہ تعریف کردے، ساری دنیا میں اس کی تعریف پھیل جاتی ہے۔

٥٠ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ذرا ان یہودیوں کو دیکھیے کہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں، خود کو اللہ کا بیٹا، اس کا چہیتا اور لاڈلا اور نجانے کیا کیا کچھ کہتے ہیں، اپنے منہ سے اپنی تعریفیں اور خوبیاں بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد جنت اور اس کی نعمتوں کے بھی طلب گار ہیں، ان کے گناہ گار اور مجرم ہونے کیلئے تو ان کا افتراء اور الزام ہی کافی ہے۔

تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ

تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	اُوْتُوْا	نَصِيْبًا	مِّنَ	الْكِتٰبِ	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْجِبْتِ
دیکھا تو نے	جانب	ان لوگوں کے جو	دیئے گئے	حصہ	سے	کتاب کا	ایمان لاتے ہیں وہ	بتوں پر

ان لوگوں کو "جنہیں کتاب میں سے حصہ دیا گیا ہے" نہیں دیکھا کہ وہ بتوں اور شیطان پر

وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ

وَالطَّاغُوْتِ	وَ	يَقُوْلُوْنَ	لِلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	هٰٓؤُلَآءِ	اَهْدٰى	مِنَ	الَّذِيْنَ
اور شیطان پر	اور	کہتے ہیں وہ	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	یہ لوگ	زیادہ ہدایت یافتہ	سے	ان لوگوں سے جو

ایمان لاتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ اہل ایمان سے زیادہ ہدایت والے

اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ

اٰمَنُوْا	سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	لَعَنَهُمُ	اللّٰهُ ؕ	وَ	مَنْ	يَّلْعَنِ	اللّٰهُ	فَلَنْ
ایمان لائے	راستے کے اعتبار سے	وہی لوگ	جو	لعنت کی ان پر	اللہ نے	اور	جسے	لعنت کرے	اللہ	تو ہرگز نہ

راستے پر ہیں۔ ۵۱ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور جس شخص پر اللہ لعنت فرمائے، آپ کو اس کا کوئی

تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ ؕ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ

تَجِدَ لَهٗ	نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾	اَمْ	لَهُمْ	نَصِيْبٌ	مِّنَ	الْمُلْكِ	فَاِذًا	لَّا	يُؤْتُوْنَ
تو پائے گا اس کیلئے	کوئی مددگار	کیا	ان کیلئے	حصہ	سے	حکومت کا	تو اس وقت	نہ	دیں گے وہ

مددگار ہرگز نہ ملے گا۔ ۵۲ کیا ان لوگوں کا سلطنت میں۔کوئی حصہ ہے؟ اگر ایسا ہو تو یہ لوگوں کو ایک تل کے برابر

النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ لا اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ

النَّاسَ	نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾	اَمْ	يَحْسُدُوْنَ	النَّاسَ	عَلٰى	مَآ	اٰتٰهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ
لوگوں کو	ایک تل	کیا	وہ حسد کرتے ہیں	لوگوں سے	پر	وہ جو	دیا انہیں	اللہ نے	سے

بھی کچھ نہ دیں گے۔ ۵۳ کیا یہ لوگوں سے ان چیزوں پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے

فَضْلِهٖ ج فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا

فَضْلِهٖ ج	فَقَدْ	اٰتَيْنَآ	اٰلَ	اِبْرٰهِيْمَ	الْكِتٰبَ	وَ	الْحِكْمَةَ	وَ	اٰتَيْنٰهُمْ	مُّلْكًا
اپنے فضل کے	تو یقیناً	دیا ہم نے	گھرانا	ابراہیم کا	کتاب	اور	حکمت	اور	دی ہم نے انہیں	حکومت

عطا فرما رکھی ہیں؟ سو ہم آلِ ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا فرما چکے ہیں اور ہم انہیں عظیم سلطنت بھی عطا

۵۱ اس آیت مبارکہ میں ایک خاص پس منظر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کے مطابق ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے کچھ یہودی مکہ مکرمہ گئے، مشرکین سے ملاقات کی اور انہیں نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کیلئے اکسایا، مشرکین نے اُن سے پوچھا کہ ہمارا دین زیادہ بہتر ہے یا مسلمانوں کا؟ تو حقیقت سے آگاہ ہونے کے باوجود وہ کہنے لگے کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے زیادہ بہتر اور تمہارا راستہ اُن کے راستے سے زیادہ ہدایت والا ہے، پھر انہیں اطمینان دلانے کیلئے اُن کے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوئے اور ان کی تعظیم کی، اس آیت میں انہی یہودیوں کا ذکر ہے۔

۵۲ اس آیت مبارکہ میں ان یہودیوں پر لعنت کی گئی ہے جنہوں نے مشرکوں کو خوش کرنے کیلئے ان کے بتوں کی تعظیم کی اور انہیں زیادہ ہدایت یافتہ قرار دیا، اس طرح تو انہوں نے شیطان کو خوش کیا اور اپنے آبائی دین اور تورات سے روگردانی کی، اس لیے بجا طور پر وہ لعنت اور پھٹکار کے مستحق ہیں اور جس پر اللہ کی لعنت ہو، دنیا و آخرت میں اس کا کوئی مددگار ہرگز نہ ہوگا۔

۵۳ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ آخر دینی یا دنیوی سلطنت اور حکومت میں ان کا کوئی حصہ مقرر ہے جو بہر حال انہیں مل کر رہے گا؟ کیا ہر زمانے میں ان کی حکومت کا ہونا ضروری ہے؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ ایک عرصے تک تم حکومت کرتے رہے ہو، اس دوران تمہارا طرزِ عمل کیا رہا؟ وہی جس کی اب توقع ہے کہ اگر حکومت مل جائے تو لوگوں کو ایک تل دینے کے روادار بھی نہ ہوں، اس لیے حکومت و سلطنت تمہارے بس کا روگ ہے اور نہ تمہارا حق۔

عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى

عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾	فَمِنْهُمْ	مَّنْ	اٰمَنَ	بِهٖ	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	صَدَّ	عَنْهُ	وَ	كَفٰى
بہت بڑی	تو ان میں سے	وہ جو	ایمان لایا	اس پر	اور	ان میں سے	وہ جو	ہٹا رہا	اس سے	اور	کافی ہے

فرما چکے ہیں۔ ﴿٥٤﴾ پھر ان میں سے کوئی اس پر ایمان لایا اور کوئی اس سے ہٹا رہا، اور جہنم کی آگ

بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ

بِجَهَنَّمَ	سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِنَا	سَوْفَ	نُصْلِيْهِمْ	نَارًا
جہنم	بھڑکنے کیلئے	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	ہماری آیتوں کے ساتھ	عنقریب	ہم انہیں داخل کریں گے	جہنم میں

بھڑکنے کیلئے کافی ہے۔ ﴿٥٥﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا، عنقریب ہم انہیں جہنم میں پہنچا دیں گے،

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا

كُلَّمَا	نَضِجَتْ	جُلُوْدُهُمْ	بَدَّلْنٰهُمْ	جُلُوْدًا	غَيْرَهَا	لِيَذُوْقُوا
جب بھی	جلیں گی	ان کی کھالیں	بدل دیں گے ہم انہیں	کھالیں	اس کے علاوہ	تاکہ چکھیں وہ

جب بھی ان کی کھالیں جلیں گی، ہم انہیں بدل کر دوسری کھالیں عطا کردیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ

الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

الْعَذَابَ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَزِيْزًا	حَكِيْمًا ﴿٥٦﴾	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا
عذاب	بیشک	اللہ	ہے	غالب	حکمت والا	اور	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور	عمل کیے انہوں نے

چکھتے رہیں، بیشک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿٥٦﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے

الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

الصّٰلِحٰتِ	سَنُدْخِلُهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
اچھے	عنقریب ہم انہیں داخل کریں گے	باغات میں	بہتی ہیں	سے	نیچے ان کے	نہریں

نیک اعمال کیے، عنقریب انہیں ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا	لَهُمْ	فِيْهَآ	اَزْوَاجٌ	مُّطَهَّرَةٌ	وَّ	نُدْخِلُهُمْ
ہمیشہ رہنے والے	اس میں	ہمیشہ	ان کیلئے	اس میں	بیویاں	پاکیزہ	اور	ہم انہیں داخل کریں گے

وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں ان کیلئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں

﴿٥٤﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کے اصل روگ اور بیماری کا ذکر کیا گیا ہے جس کی بناء پر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے تھے، پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے، انہیں اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایذائیں پہنچاتے تھے اور قرآن کریم پر ایمان لانے سے اعراض کرتے تھے، اور وہ "حسد" کی بیماری ہے، یہودیوں کو اس بات پر حسد تھا کہ نبوت و رسالت بنی اسرائیل میں سے نکل کر بنی اسماعیل میں کیوں چلی گئی؟ دنیا پر ان کی علمی ٹھیکیداری کا جو رعب داب قائم تھا، وہ ختم کیوں ہوگیا؟ ان کے کاروبار کو کس کی نظر لگ گئی؟ وہ اپنی تمام تر محرومیوں کا واحد سبب اس نئے دین اور اس کی تعلیمات کو سمجھتے تھے جس نے ان کی برہمنی کا پردہ چاک کر کے ان کی حقیقت سے ساری دنیا کو آگاہ کر دیا تھا، حالانکہ انہیں اس پر سیخ پا ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی، اس لیے کہ اس سے پہلے ان کے خاندان میں بھی ایک عرصے تک نبوت و رسالت اور حکومت وسلطنت رہی تھی، یوں بھی بنی اسرائیل ہوں یا بنی اسماعیل، دونوں کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہی ہے، لہٰذا نبوت و رسالت تو اب بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی نسل میں رہی، اس پر کشادہ دلی کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے، نہ کہ تنگدلی، حسد، جلن اور کڑھن کا۔

﴿٥٥﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کے دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جو ایمان کی سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے، ان کی تعداد تھوڑی ہے اور ایک گروہ منکرین کا ہے، ان کی تعداد زیادہ ہے اور ان کی سزا کیلئے جہنم کافی ہے، وہ ان کی پوری پوری سزا ہے۔

﴿٥٦﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں کیلئے جہنم کی جس ہولناک سزا کا ذکر کیا گیا ہے، اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ جہنم میں انسان کے جسم کی کھال مکمل طور پر جل جائیگی اور جلنے کے بعد اس کے درد کا مداوا کرنے کی بجائے اسے نئی کھال عطا کی جائے گی اور اسے دوبارہ جلنے کیلئے چھوڑ دیا جائیگا، یہ سلسلہ موقوف نہیں ہوگا اور وہ ہمیشہ اپنے کفر کی سزا بھگتتے رہیں گے۔ اعاذ نا اللہ منہا۔

ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ

ظِلًّا	ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	يَاْمُرُكُمْ	اَنْ	تُؤَدُّوا	الْاَمٰنٰتِ	اِلٰۤى	اَهْلِهَا
چھاؤں میں	گھنی	بیشک	اللہ	حکم دیتا ہے تمہیں	یہ کہ	ادا کروتم	امانتوں کو	جانب	ان کے مالکوں کے

داخل کریں گے۔ ۵۷ بیشک اللہ تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا دو،

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا

وَ	اِذَا	حَكَمْتُمْ	بَيْنَ	النَّاسِ	اَنْ	تَحْكُمُوْا	بِالْعَدْلِ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	نِعِمَّا
اور	جب	فیصلہ کروتم	درمیان	لوگوں کے	یہ کہ	فیصلہ کروتم	انصاف کے ساتھ	بیشک	اللہ	کیا ہی خوب

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ تمہیں کیسی بہترین

يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

يَعِظُكُمْ	بِهٖ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	سَمِيْعًۢا	بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
نصیحت فرماتا ہے تمہیں	اس کے ساتھ	بیشک	اللہ	ہے	خوب سننے والا	دیکھنے والا	اے	وہ لوگو جو	ایمان لائے

نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ ۵۸ اے اہلِ ایمان!

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ

اَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوا	الرَّسُوْلَ	وَ	اُولِي الْاَمْرِ	مِنْكُمْ ۚ	فَاِنْ
اطاعت کروتم	اللہ کی	اور	اطاعت کروتم	پیغمبر کی	اور	بااختیار لوگوں کی	اپنے میں سے	پھر اگر

اللہ کی اطاعت کرو، پیغمبر (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے بااختیار لوگوں کی بھی، پھر اگر

تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

تَنَازَعْتُمْ	فِيْ	شَيْءٍ	فَرُدُّوْهُ	اِلَى	اللّٰهِ	وَ	الرَّسُوْلِ	اِنْ	كُنْتُمْ	تُؤْمِنُوْنَ
تم جھگڑا کرو آپس میں	بیچ	کسی چیز کے	تو لوٹا دو اسے	جانب	اللہ کے	اور	پیغمبر کے	اگر	تم ہو	ایمان رکھتے

کسی چیز میں تمہارے درمیان اختلاف ہوجائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ پر اور قیامت کے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى ع ۹ ۵

بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ ۭ	ذٰلِكَ	خَيْرٌ	وَّاَحْسَنُ	تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾	اَلَمْ	تَرَ	اِلَى
اللہ پر	اور	دن	پچھلے پر	وہ	زیادہ بہتر	اور زیادہ اچھا	انجام کے اعتبار سے	کیا نہیں	تو نے دیکھا	طرف

دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ زیادہ بہتر، اور انجام کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہے۔ ۵۹ کیا آپ نے ان لوگوں کو

۵۷ اس آیت مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح کا اہتمام کرنے والوں کیلئے بہترین جزا کا وعدہ کیا گیا ہے کہ انہیں ایسے باغات ملیں گے، جہاں اوپر نیچے، دائیں، بائیں ہر سمت کا منظر ناقابل فراموش ہوگا، جو شخص ایک مرتبہ وہاں داخل ہوجائیگا، اسے وہاں سے کبھی دوبارہ نکالا نہ جائیگا، وہاں انسان کو جو بیویاں ملیں گی، ایک تو وہ صورت اور سیرت ہر اعتبار سے پاکیزہ ہوں گی، دوسرے وہ ایک سے زیادہ ہوں گی، یہ پہلو بہت سے لوگوں کیلئے دنیا میں بھی خوش کن ہوتا ہے اس لیے ''ازواج'' جمع کا لفظ لائے ہیں، اور فرمایا کہ ہم انہیں گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے جہاں نہ گرمی ہوگی اور نہ پسینہ۔

۵۸ اس آیت مبارکہ میں دو حکم دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ امانت اس کے مالک کو واپس لوٹا دی جائے، اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کی جائے، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو خانہ کعبہ کی کنجی واپس لوٹا دی، کیونکہ انہی سے لی تھی، اس کے علاوہ بھی رسول اکرم ﷺ نے دنیا کے سامنے امانت کا ایک ایسا اعلیٰ معیار قائم فرمایا کہ اعلانِ نبوت سے [illegible] امین مشہور ہوچکے تھے اور شبِ ہجرت بھی ان کے پاس ان لوگوں کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں جو اُن کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے، امت کو بھی امانت داری کا ایسا ہی اعلیٰ معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے، دوسرا حکم یہ کہ لوگوں کے درمیان جب کبھی فیصلہ کرنے کی نوبت آئے تو اس میں عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کیا جائے، فریقین کے حق میں تو یہ بہتر ہے ہی، خود قاضی اور جج کے حق میں بھی یہی بہتر ہے، ورنہ قیامت کے دن اُسے اپنی ناانصافی کا جواب دینا پڑے گا، اسلام ہمیں ایسی ہی عمدہ اور بہترین تربیت دیتا ہے۔

۵۹ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو اطاعت کے تین درجوں کی تعلیم دی گئی ہے، پہلا درجہ اللہ کی اطاعت کا ہے، دوسرا درجہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت کا ہے اور تیسرا درجہ اولوالامر کی اطاعت ہے، لیکن اس تیسرے درجے کیلئے الگ سے ''اَطِيْعُوا'' کا لفظ نہیں لایا گیا، تاکہ معلوم ہوجائے کہ اولوالامر کی اطاعت صرف اُس وقت تک ضروری ہے جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے ٹکراتی نہ ہو، بصورت دیگر یہ اصول ہے کہ جس کام میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو، اس میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے، آیت مبارکہ میں یہ بھی طے کردیا گیا ہے کہ اپنے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کا حل قرآن وسنت میں تلاش کیا کرو، باہمی نزاعات کے حل کا یہ بہترین راستہ ہے، جہاں تک تعلق ہے لفظ اولوالامر کا تو اس کی وضاحت اور تعیین میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، اس عاجز نے اس کا ترجمہ ''اپنے میں سے بااختیار لوگ'' کرکے اس کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کا اطلاق صرف حکمرانوں، قاضیوں، مفتیوں اور سرداروں پر نہیں ہوتا، بلکہ ہر وہ شخص بھی اس کے مفہوم میں شامل ہے جو انتظامی طور پر کسی سے زیادہ بااختیار ہو، یہ عام معنی مراد لینا اس لیے زیادہ بہتر ہے کہ قرآن کریم میں حکمرانوں کے ساتھ اطاعت کی تخصیص نہیں کی گئی، یہی وجہ ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کی اطاعت کرنا اس کی خوبی اور مطلوب ومحمود وصف ہے، حالانکہ شوہر کا حاکم وقت ہونا ضروری نہیں ہے۔

الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ

الَّذِيۡنَ	يَزۡعُمُوۡنَ	اَنَّهُمۡ	اٰمَنُوۡا	بِمَاۤ	اُنۡزِلَ	اِلَيۡكَ	وَمَاۤ	اُنۡزِلَ	مِنۡ
وہ لوگ جو	گمان رکھتے ہیں	یہ کہ بیشک وہ	ایمان لائے	اس پر جو	نازل کیا گیا	تیری طرف	اور وہ جو	نازل کیا گیا	سے

دیکھا نہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان لے آئے ہیں جو آپ کی طرف نازل ہوئی اور جو آپ سے پہلے کتابیں

قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ

قَبۡلِكَ	يُرِيۡدُوۡنَ	اَنۡ	يَّتَحَاكَمُوۡۤا	اِلَى	الطَّاغُوۡتِ	وَ	قَدۡ	اُمِرُوۡۤا	اَنۡ
تیرے پہلے	وہ چاہتے ہیں	یہ کہ	فیصلہ لیکر جائیں	طرف	شیطان کے	اور	یقیناً	حکم دیئے گئے وہ	یہ کہ

نازل ہوئیں، وہ چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ شیطان کے پاس لیکر جائیں، حالانکہ انہیں تو حکم دیا گیا تھا کہ

يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا

يَّكۡفُرُوۡا	بِهٖ	وَ	يُرِيۡدُ	الشَّيۡطٰنُ	اَنۡ	يُّضِلَّهُمۡ	ضَلٰلًا	بَعِيۡدًا ﴿۶۰﴾	وَاِذَا
کفر کریں وہ	اس کے ساتھ	اور	چاہتا ہے	شیطان	یہ کہ	گمراہ کردے انہیں	گمراہی	دور کی	اور جب

اس کا انکار کریں، اور شیطان یہی تو چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں لے جا ڈالے۔ ۶۰ اور جب

قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ

قِيۡلَ	لَهُمۡ	تَعَالَوۡا	اِلٰى	مَاۤ	اَنۡزَلَ	اللّٰهُ	وَ	اِلَى	الرَّسُوۡلِ	رَاَيۡتَ	الۡمُنٰفِقِيۡنَ
کہا جائے	اُن سے	آؤ تم سب	طرف	وہ جو	نازل کی	اللہ نے	اور	طرف	پیغمبر کے	تُو دیکھے گا	منافقوں کو

اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل فرمائی ہے، اور آؤ پیغمبر (ﷺ) کی طرف، تو آپ منافقین کو دیکھیں گے

يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا ۚ﴿۶۱﴾ فَكَيۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌۢ بِمَا

يَصُدُّوۡنَ	عَنۡكَ	صُدُوۡدًا ﴿۶۱﴾	فَكَيۡفَ	اِذَاۤ	اَصَابَتۡهُمۡ	مُّصِيۡبَةٌ	بِمَا
روک رہے ہیں وہ	تجھ سے	روکنا	تو کیا ہوگا	جب	پہنچی انہیں	کوئی مصیبت	اس وجہ سے جو

کہ وہ آپ کی طرف سے آہستہ آہستہ ہٹ رہے ہیں۔ ۶۱ سو اُس وقت کیا کیفیت ہوگی جب اُنہیں اُن اعمال کی وجہ سے ”جو اُن کے ہاتھوں نے

قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ جَآءُوۡكَ يَحۡلِفُوۡنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ

قَدَّمَتۡ	اَيۡدِيۡهِمۡ	ثُمَّ	جَآءُوۡكَ	يَحۡلِفُوۡنَ	بِاللّٰهِ	اِنۡ	اَرَدۡنَاۤ	اِلَّاۤ
آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	پھر	آئے وہ تیرے پاس	قسم کھاتے ہیں وہ	اللہ کی	نہیں	ارادہ کیا ہم نے	مگر

آگے بھیجے ہوں گے“ کوئی مصیبت پہنچ جائے، پھر وہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف

۶۰ اگلی چند آیات ایک خاص پس منظر میں نازل ہوئی ہیں اور وہ یہ کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی اور ایک منافق کے درمیان کوئی جھگڑا چل رہا تھا، اس مقدمے میں یہودی حق پر اور منافق غلطی پر تھا، ایک دن اس یہودی نے کہا کہ میں اس مقدمے کا فیصلہ تمہارے نبی محمد ﷺ سے کروا لیتا ہوں، آؤ ان کے پاس چلیں، مجھے اُن کا فیصلہ منظور ہوگا، لیکن چونکہ منافق کے دل میں چور تھا، اس لیے اس نے ایک یہودی کعب بن اشرف کے پاس چلنے کیلئے کہا، بالآخر بحث و مباحثے کے بعد طے ہوگیا کہ رسول اکرم ﷺ ہی کے پاس چلتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا، منافق کو یہ بات بڑی ناگوار گزری، اس نے بدلہ لینے کی خاطر کہا کہ محمد ﷺ نے تو فیصلہ کر ہی دیا ہے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی رائے لے لیتے ہیں، اسے یہ گمان تھا کہ اُس کے یہودی ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے حق میں ہی فیصلہ کریں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سرکاری طور پر قاضی کا منصب بھی حاصل تھا، یہودی راضی ہوگیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے اپنا سارا مدعا بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فیصلہ کرنے لگے تو یہودی نے بتایا کہ اس مقدمے کا فیصلہ محمد ﷺ کر چکے ہیں، یہ شخص زبردستی مجھے آپ کے پاس لیکر آیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ٹھہرنے کیلئے فرمایا، اندر گئے، تلوار لائے، منافق کا سر قلم کیا اور کہنے لگے کہ جو کوئی محمد ﷺ کا فیصلہ نہ مانے، عمر کی تلوار اس کا فیصلہ کرتی ہے، مدینہ منورہ میں شور ہوگیا کہ عمر نے ایک کلمہ گو کو قتل کر دیا، مقتول کے ورثاء نے بھی قصاص کا مقدمہ دائر کر دیا، اس مناسبت سے یہ آیات نازل ہوئی تھیں، ان میں سے زیرِ تذکرہ آیت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو ایمان کا دعویٰ ہے لیکن حقیقت میں مسلمان نہیں ہیں، اگر مسلمان ہوتے تو کعب بن اشرف یہودی کے پاس اپنا مقدمہ لے جانے کیلئے اصرار نہ کرتے، یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی شخص پیغمبر کو چھوڑ کر شیطان کے پاس اپنا مقدمہ لے جائے، شیطان یہی تو چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں لے جا کر پھینک دے۔

۶۱ اس آیت مبارکہ میں منافقین کے رویے کی نشاندہی کی گئی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول سے فیصلہ کروانے کی دعوت دی جاتی ہے تو بجائے اس کے کہ اسے خندہ پیشانی سے قبول کریں، ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہیں، کیونکہ جانتے ہیں کہ ان کا دعویٰ اسلام جھوٹا ہے اور پیغمبر ﷺ حقدار کے حق میں ہی فیصلہ فرمائیں گے، وہ کبھی ظالم کا ساتھ نہیں دیں گے اس لیے وہ گھبراتے ہیں۔

اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا ﴿٦٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ

اِحْسَانًا	وَّ تَوْفِيْقًا ﴿٦٢﴾	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	يَعْلَمُ	اللّٰهُ	مَا	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ
حسن سلوک کا	اور ملاپ کا	وہی لوگ	وہ جو	جانتا ہے	اللہ	وہ جو	بیچ	ان کے دلوں کے

حسنِ سلوک اور ملاپ کرنا تھا۔ ﴿٦٣﴾ یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں میں جو کچھ ہے، اللہ اسے جانتا ہے،

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾

فَاَعْرِضْ	عَنْهُمْ	وَ	عِظْهُمْ	وَ	قُلْ	لَّهُمْ	فِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ	قَوْلًاۢ	بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾
تو اعراض کیجئے آپ	ان سے	اور	نصیحت کیجئے انہیں	اور	کہیئے	ان سے	بیچ	ان کی ذات کے	بات	کام کی

سو آپ اِن سے اعراض کیجئے، انہیں نصیحت کرتے رہیے اور اِن سے اِن کے حق میں کام کی بات کہتے رہیے۔ ﴿٦٤﴾

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ

وَمَآ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	رَّسُوْلٍ	اِلَّا	لِيُطَاعَ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ۭ	وَ	لَوْ	اَنَّهُمْ	اِذْ
اور نہیں	بھیجا ہم نے	سے	کوئی پیغمبر	مگر	تا کہ اطاعت کی جائے	ساتھ حکم	اللہ کے	اور	اگر	یہ کہ وہ	جب

اور ہم نے جو پیغمبر بھی بھیجا، وہ اسی مقصد کیلئے کہ اللہ کے حکم سے اُن کی اطاعت کی جائے اور وہ لوگ

ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

ظَّلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	جَاۗءُوْكَ	فَاسْتَغْفَرُوا	اللّٰهَ	وَاسْتَغْفَرَ	لَهُمُ
ظلم کریں	اپنی جانوں پر	آئیں وہ آپ کے پاس	پھر مغفرت طلب کریں وہ	اللہ سے	اور مغفرت طلب کریں	ان کیلئے

"جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا" اگر آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے مغفرت طلب کریں، اور پیغمبر (ﷺ) بھی ان کے حق میں

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

الرَّسُوْلُ	لَوَجَدُوا	اللّٰهَ	تَوَّابًا	رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾	فَلَا وَرَبِّكَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ
پیغمبر بھی	البتہ وہ پائیں گے	اللہ کو	خوب توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان	سو آپ کے رب کی قسم!	نہیں	وہ ایمان لائیں گے

مغفرت طلب فرمائیں تو وہ لوگ یقیناً اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان پائیں گے۔ ﴿٦٥﴾ سو آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوں گے

حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

حَتّٰي	يُحَكِّمُوْكَ	فِيْمَا	شَجَرَ	بَيْنَهُمْ	ثُمَّ	لَا	يَجِدُوْا	فِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ
یہاں تک کہ	وہ آپ کو ثالث بنالیں	اسمیں جو	اختلاف ہو جائے	ان کے درمیان	پھر	نہ	پائیں وہ	بیچ	اپنے دلوں کے

جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو ثالث نہ بنالیں، پھر یہ کہ اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے

﴿٦٢﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی دہائی اور واویلا کرنے کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا تو اس کے ورثاء نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر قسمیں کھائیں کہ مقتول نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ لے جانے کی پیشکش اس لیے نہیں کی تھی کہ اسے رسول اکرم ﷺ کے فیصلے سے اختلاف یا انکار تھا، بلکہ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی تائید مزید کروالیں، ممکن ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان صلح کروانے کیلئے کوئی کردار ادا کر سکتے، اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمہاری اپنی بدعملی اور بدنیتی کی سزا ہے، اس پر شور نہ مچاؤ۔

﴿٦٣﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی ان قسموں کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے حال سے خوب واقف ہے، اسے معلوم ہے کہ ان کی زبان پر جو دعویٰ ہے، دل میں اس کے برخلاف اور حقیقت کچھ اور ہے، اس لیے ان کی بات سن کر اعراض کرنا چاہیے اور آئندہ بھی دینِ حق کا پیغام ان تک پہنچاتے رہنا چاہیے، شاید کسی وقت ان کے دل اور زبان ایک ہو جائیں۔

﴿٦٤﴾ اس آیت مبارکہ میں نہایت واضح انداز میں فرمایا گیا ہے کہ ہم جو پیغمبر بھی دنیا میں بھیجتے ہیں، اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے اُن کی اطاعت کی جائے، نہ یہ کہ نافرمانی کی جائے اور اُن کے فیصلوں پر شکوک وشبہات اور اعتراضات کیے جائیں اور پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی تو شان ہی نرالی ہے، اگر کسی شخص سے کوئی گناہ ہو جائے، وہ پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو، اُن کے سامنے اللہ سے مغفرت طلب کرے اور پیغمبر ﷺ بھی اس کے حق میں سفارش کر کے اُس کیلئے مغفرت کی دعا کر دیں تو اللہ تعالیٰ اُس شخص کی توبہ کو ضرور قبول فرمائے گا اور اس پر اپنی رحمت نازل کرے گا، منافقین کو چاہیے تھا کہ وہ بھی ایسا ہی کرتے۔

حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ

حَرَجًا	مِّمَّا	قَضَيْتَ	وَ	يُسَلِّمُوْا	تَسْلِيْمًا ۶۵	وَ	لَوْ	اَنَّا	كَتَبْنَا	عَلَيْهِمْ	اَنِ
کوئی تنگی	اس سے جو	تونے فیصلہ کیا	اور	تسلیم کرلیں وہ	تسلیم کرنا	اور	اگر	یہ کہ ہم	لکھ دیتے	ان پر	یہ کہ

کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں۔ ۶۵ اور اگر ہم ان کے متعلق یہ فیصلہ لکھ دیتے کہ

اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ

اقْتُلُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ	اَوِ	اخْرُجُوْا	مِنْ	دِيَارِكُمْ	مَّا	فَعَلُوْهُ	اِلَّا	قَلِيْلٌ
قتل کروتم	اپنے آپ کو	یا	نکلوتم	سے	اپنے گھروں کے	نہ	کرتے اسے	مگر	تھوڑے

اپنے آپ کو قتل کرو، یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے چند افراد کے علاوہ باقی لوگ ایسا

مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

مِّنْهُمْ	وَ	لَوْ	اَنَّهُمْ	فَعَلُوْا	مَا	يُوْعَظُوْنَ	بِهٖ	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ
ان میں سے	اور	اگر	یہ کہ وہ	کرلیتے	وہ جو	وعظ کیے گئے	اس کے ساتھ	البتہ ہوتا	زیادہ بہتر	ان کے حق میں

نہ کرتے، اگر یہ لوگ وہ کام کرلیں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر

وَّاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾

وَ	اَشَدَّ	تَثْبِيْتًا ۶۶	وَّ	اِذًا	لَّاٰتَيْنٰهُمْ	مِّنْ	لَّدُنَّآ	اَجْرًا	عَظِيْمًا ۶۷
اور	زیادہ مضبوط	ثابت قدمی کیلئے	اور	اس وقت	البتہ ہم دیں گے انہیں	سے	اپنے پاس	ثواب	بہت بڑا

اور زیادہ ثابت قدمی کا ذریعہ ہو۔ ۶۶ اور اس وقت ہم انہیں اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔ ۶۷

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ	صِرَاطًا	مُّسْتَقِيْمًا ۶۸	وَ	مَنْ	يُّطِعِ	اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ
اور البتہ ہم انہیں ہدایت دیں گے	راستے	سیدھے کی	اور	جو کوئی	اطاعت کرے	اللہ کی	اور پیغمبر کی

اور ہم انہیں سیدھے راستے پر چلا دیں گے۔ ۶۸ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے گا تو

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

فَاُولٰٓئِكَ	مَعَ	الَّذِيْنَ	اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	مِّنَ	النَّبِيّٖنَ	وَالصِّدِّيْقِيْنَ
تو وہی لوگ	ساتھ	ان لوگوں کے جو	انعام کیا	اللہ نے	ان پر	سے	نبیوں کے	اور صدیقین کے

ایسے ہی لوگ انعام یافتہ افراد یعنی انبیا، صدیقین، شہداء

۶۵ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے (اور قسم بھی نہایت منفرد ہے کہ مجھے آپ کے رب کی قسم!) کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ باہمی جھگڑوں اور مقدمات میں اپنا فیصلہ کرنے کیلئے رسول اکرم ﷺ کو ثالث نہ بنالے، کیونکہ انہیں چھوڑ کر کسی اور کے پاس جانا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے، پھر ثالث بنانا بھی کافی نہیں، ضروری ہے کہ جو فیصلہ وہ فرمادیں، اسے دل وجان سے قبول کرلے، طبیعت میں کسی قسم کی تنگی اور دل میں کسی وسوسے کو جگہ نہ دے، ورنہ سمجھا جائیگا کہ اس نے پیغمبر ﷺ کے فیصلے کو خوش دلی سے قبول نہ کر کے اس پر اعتراض کیا ہے، تو کیا پیغمبر ﷺ کے فیصلے پر اعتراض کر کے کوئی شخص مؤمن رہ سکتا ہے؟

۶۶ ۶۷ ۶۸ ان آیتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت کرنے، انہیں ثالث بنانے اور ان کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے، وہ تو نہایت آسان ہے اور اس پر عمل کرنے میں اُن کیلئے ہر طرح کی خیر ہی خیر ہے، اس سے انہیں دین میں ثابت قدمی نصیب ہو گی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجرِ عظیم نصیب ہوگا اور صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہوگی، لیکن منافقین کو اتنا آسان کام کرنا بھی دشوار معلوم ہورہا ہے، اگر کہیں ہم ان پر کوئی مشکل حکم نازل کردیتے اور انہیں اس پر عمل کرنے کا پابند بنادیتے تو ان میں سے بیشتر لوگ اس پر عمل نہ کرتے، جیسے گزشتہ امتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے عزیزوں کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کریں اور اپنے گھروں اور وطن کو چھوڑ کر چلے جائیں، اگر انہیں بھی یہ حکم دے دیا جاتا تو سوائے چند لوگوں کے ان میں سے کوئی بھی اس پر عمل نہ کرسکتا۔

۶۹ اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کی جزا بیان کی گئی ہے کہ انہیں ایسے لوگوں کی رفاقت اور معیت نصیب ہوجائے گی جو اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں اور اسی کے نتیجے میں انہیں جنت میں داخلہ نصیب ہوجائے گا جو کہ ایک مؤمن کی آخری منزل ہے، یہ چار قسم کے لوگ ہیں جو اللہ کے پسندیدہ اور انعام یافتہ ہیں، ان میں سب سے پہلا گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے جو تمام نوع انسانی میں سب سے افضل اور مقدس جماعت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں تک اپنا پیغام پہنچانے کیلئے مختلف زمانوں میں منتخب کر کے مبعوث فرمایا، دوسرا گروہ صدیقین کا ہے، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو دلیل اور معجزے کا مطالبہ نہیں کرتے، ان کا دل اندر سے پیغمبر کی صداقت کی گواہی دیتا ہے، تیسرا گروہ شہداء کا ہے، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے مال کے ساتھ ساتھ اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کردیتے ہیں اور راہِ حق میں قربان ہوجاتے ہیں، چوتھا گروہ صالحین کا ہے یعنی وہ نیک لوگ جو اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہیں اور فطری طور پر یا کسبی طور پر ان کی طبیعت کا رجحان نیک کاموں کی طرف رہتا ہے، جس شخص کو ان لوگوں کی رفاقت نصیب ہوجائے، اس کے تو نصیب ہی جاگ اٹھے۔

وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ

وَ	الشُّهَدَآءِ	وَ	الصّٰلِحِيْنَ ۚ	وَ	حَسُنَ	اُولٰٓئِكَ	رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾	ذٰلِكَ
اور	شہداء کے	اور	نیک لوگوں کے	اور	بہترین ہیں	یہی لوگ	رفیق ہونے کیلئے	وہ

اور نیکو کاروں" کے ساتھ ہوں گے، اور ان لوگوں کی رفاقت کیا خوب ہے۔ ﴿۶۹﴾ یہ

اَلْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ع ۹ ۱۱ ۶

اَلْفَضْلُ	مِنَ	اللّٰهِ ۭ	وَ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
مہربانی	سے	اللہ کی	اور	کافی ہے	اللہ	جاننے والا	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

اللہ کا فضل ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔ ﴿۷۰﴾ اے اہل ایمان!

خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ

خُذُوْا	حِذْرَكُمْ	فَانْفِرُوْا	ثُبَاتٍ	اَوِ	انْفِرُوْا	جَمِيْعًا ﴿٧١﴾	وَ	اِنَّ	مِنْكُمْ
پکڑلو تم	اپنے ہتھیار	سو کوچ کرو	اکیلے اکیلے	یا	کوچ کرو	اجتماعی طور پر	اور	بیشک	تم میں سے

اپنے ہتھیار پکڑ لو، پھر انفرادی طور پر جدا جدا کوچ کرو، یا اجتماعی طور پر روانگی اختیار کرو۔ ﴿۷۱﴾ اور تم میں سے بعض لوگ

لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ

لَمَنْ	لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ	فَاِنْ	اَصَابَتْكُمْ	مُّصِيْبَةٌ	قَالَ	قَدْ	اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيَّ	اِذْ
البتہ وہ جو	ضرور تاخیر کرے گا وہ	پھر اگر	تمہیں پہنچ جائے	کوئی مصیبت	کہتا ہے وہ	یقیناً	انعام کیا	اللہ نے	مجھ پر	جبکہ

وہ بھی ہیں جو ضرور تاخیر کریں گے، پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو ایسا آدمی کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر احسان فرمایا کہ میں

لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ

لَمْ	اَكُنْ	مَّعَهُمْ	شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾	وَ	لَئِنْ	اَصَابَكُمْ	فَضْلٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	لَيَقُوْلَنَّ
نہ	تھا میں	ان کے ساتھ	موجود	اور	البتہ اگر	تمہیں پہنچے	کوئی فضل	سے	اللہ کے	البتہ وہ ضرور کہے گا

ان لوگوں کے ساتھ موجود نہیں تھا۔ ﴿۷۲﴾ اور اگر تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی فضل نصیب ہو تو وہ ضرور کہے گا

كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا

كَاَنْ	لَّمْ	تَكُنْ	بَيْنَكُمْ	وَ	بَيْنَهٗ	مَوَدَّةٌ	يّٰلَيْتَنِيْ	كُنْتُ	مَعَهُمْ	فَاَفُوْزَ	فَوْزًا
گویا کہ	نہ	تھی	تمہارے درمیان	اور	اس کے درمیان	کوئی دوستی	اے کاش!	میں ہوتا	ان کے ساتھ	تو میں کامیاب ہوجاتا	کامیابی

"گویا کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی" کہ اے کاش! میں بھی ان کے ہمراہ ہوتا تو مجھے بھی بڑی کامیابی

﴿۷۰﴾ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ چاروں گروہوں کی رفاقت کو اللہ کا فضل قرار دیا گیا ہے اور کیوں نہ ہو، جبکہ انسان کو یہ نعمت یونہی نہیں مل جاتی، اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمالے، اسے صالحین کی رفاقت نصیب فرما دیتا ہے اور جس شخص کا انجام تشویشناک ہو، وہ اپنے جیسے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے لگتا ہے، اللہ ہمیں صالحین کی رفاقت نصیب فرمائے۔

﴿۷۱﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو جہاد کا حکم دیتے ہوئے دو چیزوں کی تاکید کی گئی ہے، ایک تو یہ کہ اپنی ڈھال اپنے ساتھ رکھیں، یعنی حفاظتی تدابیر اختیار کرنے میں کوتاہی نہ کریں، اس سے معلوم ہوا کہ توکل حفاظتی تدابیر کو ترک کرنے کا نام نہیں ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کبھی یہ حکم نہ دیتا کہ حفاظتی تدابیر اختیار کیا کرو، میدانِ جنگ میں خاص طور پر اگر اس ہدایت کو مدنظر رکھا جائے تو بڑے نقصان سے بچنا ممکن ہو جاتا ہے، دوسری یہ کہ موقع کی مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے انفرادی یا اجتماعی طور پر روانگی اختیار کیا کرو، چنانچہ جہاں انفرادی طور پر نکلنا مناسب ہو، وہاں اجتماعی طور پر مت روانہ ہوا کرو اور جہاں اجتماعی طور پر نکلنا مناسب ہو، وہاں انفرادی طور پر مت روانہ ہوا کرو۔

﴿۷۲﴾ ﴿۷۳﴾ ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ تمہاری صفوں میں کچھ کالی بھیڑیں موجود ہیں جنہوں نے تمہارا لبادہ اوڑھ رکھا ہے، تمہارے جیسے نام رکھتے ہیں، تمہارے جیسے اعمال کرتے ہیں لیکن حقیقت میں تمہارے لیے آستین کے سانپ ہیں، انہیں پہچانو اور ان سے ہوشیار رہو، ان کی ایک علامت یہ ہے کہ جہاد کا حکم سن کر کوچ کیلئے فوری طور پر آمادہ نہیں ہوتے، حیلوں، بہانوں اور ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں، ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح میدان جنگ میں جانے سے اپنے آپ کو روک سکیں، ان کی ایک علامت یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے تو کہتے ہیں چلو اچھا ہوا، میں ان کے ساتھ نہیں گیا، اگر میں ان کے کہنے میں آجاتا تو میں بھی اس مصیبت کا شکار ہو جاتا، ان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اگر مسلمانوں کو فضل خداوندی سے خوشی کی کوئی حالت نصیب ہو جائے مثلاً فتح یا مالِ غنیمت، یا کسی اہم آدمی کے مسلمان ہونے کی خبر تو وہ ان پر بجلی بن کر گرتی ہے، ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ ہی ان کی اندرونی حالت کی عکاسی کرتے ہیں، انہیں مسلمانوں کی کامیابی پر افسوس اور اپنی غیر موجودگی پر پچھتاوا ہوتا ہے کیونکہ جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کو مالِ غنیمت میں سے کچھ نہیں ملتا، ان علامات سے تم ان لوگوں کو بآسانی شناخت کر سکتے ہو، سو تم ان لوگوں سے چوکنے رہو۔

عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾	فَلْيُقَاتِلْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	الَّذِيْنَ	يَشْرُوْنَ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا
بہت بڑی	سو چاہیے کہ قتال کرے	بیچ	راستے	اللہ کے	وہ لوگ جو	بیچ چکے	زندگی	دنیا کی

حاصل ہوتی۔ ۷۳ اس لیے جو لوگ آخرت کے بدلے میں دنیا کی زندگی کو بیچ چکے ہیں، انہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں

بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ

بِالْاٰخِرَةِ ۭ	وَمَنْ	يُّقَاتِلْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	فَيُقْتَلْ	اَوْ	يَغْلِبْ	فَسَوْفَ
آخرت کے بدلے	اور جو	قتال کرے	بیچ	راستے	اللہ کے	پھر قتل کیا جائے	یا	غالب آجائے	تو عنقریب

قتال کریں، اور جو شخص اللہ کی راہ میں قتال کرے، پھر شہید ہو جائے، یا غالب آجائے تو ہم اسے

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

نُؤْتِيْهِ	اَجْرًا	عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾	وَ	مَا	لَكُمْ	لَا	تُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
ہم اسے دیں گے	ثواب	بہت بڑا	اور	کیا ہوا	تمہیں	نہیں	تم قتال کرتے	بیچ	راستے	اللہ کے

عنقریب اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔ ۷۴ اور تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں قتال نہیں کرتے

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

وَ	الْمُسْتَضْعَفِيْنَ	مِنَ	الرِّجَالِ	وَ	النِّسَآءِ	وَالْوِلْدَانِ	الَّذِيْنَ	يَقُوْلُوْنَ
اور	کمزور سمجھے جانے والے	سے	مردوں	اور	عورتوں	اور بچوں کے	وہ جو	کہتے ہیں

اور ان مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر جو مغلوب ہو چکے ہیں اور کہتے ہیں

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ

رَبَّنَآ	اَخْرِجْنَا	مِنْ	هٰذِهِ	الْقَرْيَةِ	الظَّالِمِ	اَهْلُهَا ۚ	وَ	اجْعَلْ	لَّنَا	مِنْ
اے ہمارے پروردگار!	ہمیں نکال دے	سے	یہ	بستی کے	ظالم	یہاں رہنے والے	اور	تو بنادے	ہمارے لئے	سے

کہ پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لے، جہاں کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے

لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَّدُنْكَ	وَلِيًّا ۚ	وَّ	اجْعَلْ	لَّنَا	مِنْ	لَّدُنْكَ	نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾	اَلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
اپنے پاس	کوئی کارساز	اور	بنادے	ہمارے لئے	سے	اپنے پاس	کوئی مددگار	وہ لوگ جو	ایمان لائے

کوئی حامی مقرر فرما اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار مقرر فرما۔ ۷۵ جو لوگ ایمان لائے،

۷۴ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو راہ خداوندی میں جہاد و قتال کی ترغیب ایسے الفاظ سے دی گئی ہے جو ایک مجاہد کے جذبات کو بآسانی گرما سکتے ہیں کہ تم لوگ تو آخرت کے بدلے میں اپنی دنیوی زندگی کو بیچ چکے ہو، تمہارے پیش نظر دنیا کی یہ چند روزہ، فانی زندگی ہے ہی نہیں، تم تو حیاتِ جاودانی کے طلب گار ہو، اس کے حصول کا ذریعہ یہی جہاد ہے، جو کسی حال میں بھی مؤمن کے لیے نفع سے خالی نہیں، اگر مارا جائے تو شہید کہلاتا ہے اور بلند درجات کا مستحق ٹھہرتا ہے، اگر مزید زندگی مقدر ہو تو غازی بنتا ہے، فتح نصیب ہو جائے تو دشمن پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے، دونوں صورتوں میں اللہ نے مجاہدین سے اجرِ عظیم کا وعدہ فرما رکھا ہے۔

۷۵ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ تمہارے کمزور، بے بس اور بے کس بھائی، بہنیں اور بچے کافروں کے ہاتھوں اذیتیں برداشت کر رہے ہیں، انہیں ان کے دین کی وجہ سے کافروں کے ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، انہیں سابقہ آبائی دین میں واپس جانے پر مجبور کیا جا رہا ہے، ان کی زبانوں پر بھی ایک فریاد ہے کہ پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکلنے کا کوئی راستہ فراہم کر دے جہاں کے رہنے والے ظالم ہیں، اپنے پاس سے ہمارا کوئی حمایتی اور مددگار مقرر فرما جو ہمیں آ کر ان ظالموں کے پنجے سے نجات دلا دے، کیا تمہارے کانوں میں ان کی فریاد نہیں پہنچ رہی؟ کیا ان کی چیخ و پکار اور ان کی مظلومیت کی داستان تم نہیں سن پا رہے؟ اٹھو اور ان مظلوموں کا ساتھ دو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ۚ	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ
قتال کرتے ہیں	بیچ	راستے	اللہ کے	اور	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	قتال کرتے ہیں	بیچ	راستے

وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ شیطان کی راہ میں

الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ

الطَّاغُوْتِ	فَقَاتِلُوْٓا	اَوْلِيَآءَ	الشَّيْطٰنِ ۚ	اِنَّ	كَيْدَ	الشَّيْطٰنِ	كَانَ
شیطان کے	تو تم قتال کرو	دوستوں سے	شیطان کے	بیشک	تدبیر	شیطان کی	ہے

لڑتے ہیں، اس لیے تم شیطان کے مددگاروں سے قتال کرو، بیشک شیطان کی تدبیر

ضَعِيْفًا ۝٧٦ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا

ضَعِيْفًا ۝٧٦	اَلَمْ	تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	قِيْلَ	لَهُمْ	كُفُّوْٓا	اَيْدِيَكُمْ	وَ	اَقِيْمُوا
کمزور	کیا نہیں	دیکھا تُو نے	طرف	ان لوگوں کے	کہا گیا	ان سے	روک لو تم	اپنے ہاتھوں کو	اور	قائم کرو

کمزور ہے۔ ۝٧٦ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو، نماز

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ ۚ	فَلَمَّا	كُتِبَ	عَلَيْهِمُ	الْقِتَالُ	اِذَا	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ
نماز	اور ادا کرو	زکوٰۃ	پھر جب	لکھ دیا گیا	ان پر	قتال کرنا	اسی وقت	ایک گروہ	ان میں سے

قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو، پھر جب ان پر قتال کو فرض کیا گیا تو اسی وقت ان میں سے ایک گروہ

يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ

يَخْشَوْنَ	النَّاسَ	كَخَشْيَةِ	اللّٰهِ	اَوْ	اَشَدَّ	خَشْيَةً ۚ	وَقَالُوْا	رَبَّنَا	لِمَ
ڈرتے ہیں	لوگوں سے	جیسے ڈرنا	اللہ سے	یا	اس سے بھی زیادہ	ڈرنا	اور کہنے لگے	اے ہمارے پروردگار!	کیوں

لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنے لگا، یہ لوگ کہنے لگے کہ پروردگار! تو نے

كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ

كَتَبْتَ	عَلَيْنَا	الْقِتَالَ ۚ	لَوْلَآ	اَخَّرْتَنَآ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	قَرِيْبٍ ۭ	قُلْ	مَتَاعُ
لکھ دیا تو نے	ہم پر	قتال کرنا	کیوں نہیں	تو نے ہمیں مہلت دی	طرف	وقت	قریب کے	تُو کہہ	سامان

ہم پر قتال کو کیوں فرض کردیا؟ تو نے ہمیں تھوڑے عرصے تک مہلت کیوں نہ دیدی؟ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجیے کہ دنیا کا

ع ۱۰ ۶ ۷

۝٧٦ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں اور کافروں کی لڑائی کا مقصد متعین کر دیا گیا ہے کہ مسلمان عصبیت کی خاطر نہیں لڑتا، مسلمان اپنی ذات کی خاطر جنگ نہیں کرتا اور مسلمان اپنے مفادات کی وجہ سے کسی پر جنگ مسلط نہیں کرتا، مسلمان کی جنگ ہمیشہ اللہ کی رضا کیلئے ہوتی ہے، اس کا مقصد اللہ کے دین کی سربلندی ہوتا ہے، اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ ساری دنیا اسلام کے نظام زندگی سے مستفید ہو، اس کی گھنی چھاؤں میں سایہ حاصل کرے، اور پرسکون زندگی گزارے، جبکہ کافر ہمیشہ عصبیت، قومیت، لسانیت اور اپنی انا کی خاطر لڑتا اور دوسروں پر جنگ مسلط کرتا ہے، اس لیے مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ شیطان کے دوستوں سے جنگ کرکے دین الٰہی کی نصرت کرے، اسے اس بات پر فکرمند نہیں ہونا چاہیے کہ کافروں کا دفاعی ساز و سامان اور اسلحہ اور ان کی افرادی قوت بہت زیادہ ہے، کہیں ان کے مقابلے میں ہمیں شکست نہ ہوجائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان کی تدبیر جس قدر بھی مضبوط ہو، ہمارے نزدیک اس کی کچھ بھی حیثیت نہیں اور ہمارے مقابلے میں اس کی تدبیر نہیں چل سکتی۔

اَلدُّنْيَا قَلِيْلٌ ج وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى قف وَلَا تُظْلَمُوْنَ

اَلدُّنْيَا	قَلِيْلٌ ج	وَالْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	لِّمَنِ	اتَّقٰى قف	وَ	لَا	تُظْلَمُوْنَ
دنیا کا	تھوڑا	اور آخرت	زیادہ بہتر	اس کیلئے جو	تقویٰ اختیار کرے	اور	نہ	تم ظلم کیے جاؤ گے

سازوسامان تھوڑا ہے اور تقویٰ اختیار کرنے والے کے حق میں آخرت سب سے بہتر ہے، اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم

فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ

فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾	اَيْنَ	مَا	تَكُوْنُوْا	يُدْرِكْكُّمُ	الْمَوْتُ	وَلَوْ	كُنْتُمْ	فِيْ	بُرُوْجٍ
دھاگے برابر	جہاں	کہیں بھی	تم ہو	تمہیں آ پکڑے گی	موت	اگرچہ	تم ہو	بیچ	قلعوں

نہیں کیا جائے گا۔ ۷۷ تم جہاں کہیں بھی ہو گے، موت تمہیں آ پکڑے گی اگرچہ تم مضبوط

مُّشَيَّدَةٍ ط وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ج

مُّشَيَّدَةٍ ط	وَ	اِنْ	تُصِبْهُمْ	حَسَنَةٌ	يَّقُوْلُوْا	هٰذِهٖ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ ج
مضبوط کے	اور	اگر	انہیں پہنچے	کوئی بھلائی	تو کہتے ہیں	یہ	سے	نزدیک	اللہ کے

قلعوں میں ہو، اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ط قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ

وَ	اِنْ	تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	يَّقُوْلُوْا	هٰذِهٖ	مِنْ	عِنْدِكَ ط	قُلْ	كُلٌّ	مِّنْ	عِنْدِ
اور	اگر	انہیں پہنچے	کوئی برائی	تو کہتے ہیں	یہ	سے	نزدیک آپ کے	تُو کہہ	ہر چیز	سے	نزدیک

اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے، اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجیے کہ ہر چیز ہی اللہ کی طرف

اللّٰهِ ط فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ

اللّٰهِ ط	فَمَالِ	هٰٓؤُلَآءِ	الْقَوْمِ	لَا	يَكَادُوْنَ	يَفْقَهُوْنَ	حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾	مَآ
اللہ کے	تو کیا ماجرا ہے	ان	لوگوں کا	نہیں	قریب لگتے	وہ سمجھتے	بات کو	وہ جو

سے ہے، پھر ان لوگوں کا کیا ماجرا ہے؟ لگتا ہی نہیں ہے کہ یہ بات سمجھیں گے۔ ۷۸ آپ کو

اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ز وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ

اَصَابَكَ	مِنْ	حَسَنَةٍ	فَمِنَ اللّٰهِ ز	وَمَآ	اَصَابَكَ	مِنْ	سَيِّئَةٍ
تجھے پہنچے	سے	کوئی نیکی	تو اللہ کی جانب سے	اور وہ جو	تجھے پہنچے	سے	کوئی برائی

جو بھی بھلائی پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور آپ کو جو بھی برائی پہنچے تو وہ آپ کے

۷۷ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو وہ وقت یاد دلایا گیا ہے جب وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کفار اور مشرکین کے مظالم کے خلاف جہاد کی اجازت طلب کیا کرتے تھے، تب انہیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ابھی اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو، تلوار مت اٹھاؤ، صرف اسلام کے نظام عبادات پر قائم رہو، جہاد کی اجازت اپنے مقررہ وقت پر تمہیں مل جائیگی، پھر جب مسلمانوں کو جہاد کی اجازت مل گئی تو بعض لوگ تردد کا شکار ہو گئے، انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر مزید تھوڑی دیر تک جہاد وقتال کا حکم نہ آتا تو زیادہ بہتر ہوتا، انہیں یہ خوف ستانے لگا کہ مشرکین کے پاس افرادی اور مادی طاقت بہت زیادہ ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پر غلبہ حاصل کرنے اور ہمیں ختم کر دینے میں کامیاب ہو جائیں، اگر ایسا ہوا تو ہمارے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟ ابھی ابھی تو کاروبار شروع کیا ہے، سکون کا سانس لینے کا موقع ملا ہے اور ابھی تو مشرکین کے تسلط سے نجات ملی ہے، ساتھ ہی ہمیں جہاد کا حکم دے دیا گیا ہے، اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یاد رکھو! دنیوی زندگی کا سازو سامان بہت تھوڑا اور اس کی حیثیت بہت حقیر ہے، متقی آدمی کیلئے تو آخرت کی زندگی ہی سب سے بہترین زندگی ہے، تاہم اللہ کی بارگاہ کا اصول یہ ہے کہ وہ کسی پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا، چنانچہ یہاں بھی وہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

۷۸ اس آیت مبارکہ میں پہلے تو مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ تم جہاں مرضی چلے جاؤ، مضبوط اور محفوظ قلعوں کا انتخاب کرلو، ملک الموت کو دھوکہ دینے کیلئے اپنی تمام تدابیر کو بروئے کار لے آؤ اور موت کو ہرانے کیلئے ہر طرح کے حربے اختیار کرلو، بہرحال! تمہیں موت آ پکڑے گی، تم اس کے پنجے اور شکنجے سے اپنے آپ کو چھڑا نہیں سکتے۔ اس لیے موت کے خوف سے گھبرا کر جہاد سے منہ نہ موڑو، اس کے بعد منافقین کی ہرزہ سرائی کا جواب دیا گیا ہے، کیونکہ وہ اچھے حالات، فتح اور مال غنیمت کی صورت میں کہتے تھے کہ یہ تو اللہ کی طرف سے ایک اتفاق پیش آ گیا، ورنہ بظاہر کامیابی کا کوئی امکان نہیں تھا اور اگر ناپسندیدہ صورت سامنے آتی تو اس کی نسبت نبی علیہ السلام کی طرف کر دیتے اور کہتے کہ یہ سب ان کی بے تدبیری کی وجہ سے ہوا ہے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ فتح اور شکست، اچھے اور برے حالات سب اللہ ہی کی طرف سے آتے ہیں، اس لیے کسی کو اتفاق اور کسی کو بے تدبیری قرار دیکر پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا جائز نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بات سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔

فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

فَمِنْ	نَّفْسِكَ ؕ	وَ	اَرْسَلْنٰكَ	لِلنَّاسِ	رَسُوْلًا ؕ	وَ	كَفٰى	بِاللّٰهِ
تو وہ سے	تیرے نفس کے	اور	ہم نے تجھے بھیجا	لوگوں کیلئے	پیغمبر بنا کر	اور	کافی ہے	اللہ

نفس کی طرف سے ہے، اور آپ کو ہم نے تمام لوگوں کیلئے پیغام بر بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ گواہ بننے کیلئے

شَهِيْدًا ﴿٧٩﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ

شَهِيْدًا ﴿٧٩﴾	مَنْ	يُّطِعِ	الرَّسُوْلَ	فَقَدْ	اَطَاعَ	اللّٰهَ ۚ	وَ	مَنْ	تَوَلّٰى	فَمَاۤ
گواہ	جو کوئی	اطاعت کرے	پیغمبر (ﷺ) کی	تو یقیناً	اس نے اطاعت کی	اللہ کی	اور	جو شخص	منہ موڑلے	تو نہیں

کافی ہے۔ ﴿٧٩﴾ جو شخص پیغمبر (ﷺ) کی اطاعت کرے، اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی، اور جو شخص منہ پھیر لے تو ہم نے

اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ

اَرْسَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾	وَ	يَقُوْلُوْنَ	طَاعَةٌ ۫	فَاِذَا	بَرَزُوْا	مِنْ
ہم نے تجھے بھیجا	ان پر	نگہبان	اور	کہتے ہیں	تیری بات قبول ہے	پھر جب	نکلتے ہیں	سے

آپ کو ان کی حفاظت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ ﴿٨٠﴾ اور یہ کہتے ہیں کہ آپ کی بات قبول ہے، پھر جب آپ کے پاس سے نکل کر

عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا

عِنْدِكَ	بَيَّتَ	طَآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	غَيْرَ	الَّذِيْ	تَقُوْلُ ؕ	وَاللّٰهُ	يَكْتُبُ	مَا
پاس تیرے	رات کو مشورے کرتا ہے	ایک گروہ	ان میں سے	علاوہ	اس بات کے جو	تو کہتا ہے	اور اللہ	لکھ رہا ہے	وہ جو

جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کی کہی ہوئی بات کے برخلاف مشورے کرنے لگتا ہے، اللہ وہ سب کچھ لکھ رہا ہے

يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

يُبَيِّتُوْنَ ۚ	فَاَعْرِضْ	عَنْهُمْ	وَ	تَوَكَّلْ	عَلَى	اللّٰهِ ؕ	وَ	كَفٰى	بِاللّٰهِ
رات کو مشورے کرتے ہیں	سو منہ موڑلے	اُن سے	اور	بھروسہ کر	پر	اللہ کے	اور	کافی ہے	اللہ

جو وہ مشورے کر رہے ہیں، سو آپ اُن سے اعراض کیجئے اور اللہ پر بھروسہ رکھیے اور اللہ کارساز ہونے کیلئے

وَكِيْلًا ﴿٨١﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ

وَكِيْلًا ﴿٨١﴾	اَفَلَا	يَتَدَبَّرُوْنَ	الْقُرْاٰنَ ؕ	وَ	لَوْ	كَانَ	مِنْ	عِنْدِ	غَيْرِ	اللّٰهِ
کارساز	تو کیا نہیں	غور کرتے وہ	قرآن میں	اور	اگر	وہ ہوتا	سے	نزدیک	علاوہ	اللہ کے

کافی ہے۔ ﴿٨١﴾ کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے؟ اگر یہ غیر اللہ کے پاس سے آیا ہوتا

﴿٧٩﴾ اس آیت مبارکہ کو سمجھنے کیلئے خلق اور کسب کے درمیان فرق سمجھنا چاہیے، لفظی اعتبار سے خلق کا معنی پیدا کرنا اور کسب کا معنی کمانا ہے، مثال کے طور پر ایک شخص بندوق تیار کرتا ہے، دوسرا شخص بازار سے وہ بندوق خرید کر اسے چلاتا ہے جس کے نتیجے میں تیسرا شخص مارا جاتا ہے، مقدمہ دوسرے شخص پر بنتا ہے جس نے اسے استعمال کیا، حالانکہ عقل یہ کہتی ہے کہ اگر پہلا شخص بندوق ایجاد ہی نہ کرتا تو دوسرا شخص اسے استعمال بھی نہ کر سکتا اور یوں تیسرے شخص کی جان نہ جاتی، لیکن اسے سمجھایا جاتا ہے کہ بندوق ایجاد کرنے والے نے کسی شخص کو وہ بندوق خریدنے اور اسے ناحق چلانے کیلئے مجبور تو نہیں کیا تھا، بلکہ اس نے اپنی مرضی سے بندوق کو خرید کر استعمال کیا، ان میں سے پہلا فعل یعنی بندوق ایجاد کرنا ''خلق'' ہے اور دوسرا فعل یعنی اسے استعمال کر کے کسی شخص کی جان لے لینا ''کسب'' ہے اور دنیا میں مقدمہ ہمیشہ ''کاسب'' پر ہوتا ہے نہ کہ ''خالق'' پر، اس لیے گزشتہ آیت میں خیر اور شر کے ''خلق'' کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور اس آیت میں ''کسب'' کی نسبت انسان کی طرف کی گئی ہے، اس طرح مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے اور دونوں آیتوں میں ظاہری تعارض بھی ختم ہو جاتا ہے۔

﴿٨٠﴾ اس آیت مبارکہ میں پیغمبر ﷺ کی اطاعت کو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے، کیونکہ پیغمبر ﷺ کا انتخاب خود حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ممکن ہی نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کا انتخاب غلط ثابت ہو جائے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ پر کامل اعتماد کا اظہار فرمایا ہے، دنیا میں بھی یہی اصول کارفرما ہے کہ پہلے انتخاب صحیح کریں، اس کے بعد اُس پر اعتماد کریں، ورنہ نظام میں خلل پیدا ہوگا۔

﴿٨١﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی مکاریوں اور چالبازیوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے کہ یہ لوگ دن کے اجالے میں پیغمبر ﷺ کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں، اور رات کے اندھیرے میں خفیہ مشورے کرتے ہیں، سازشیں کرتے ہیں اور منصوبے سوچتے ہیں، یہ لوگ اس بات کو فراموش نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ لکھ رہا ہے اور وقت آنے پر وہ اسے ان کے سامنے ظاہر کر دے گا، اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو اُن کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، صرف ان سے اعراض کرنے اور اللہ پر بھروسہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اللہ خود ہی ایسے لوگوں کیلئے کافی ہے۔

لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ

لَوَجَدُوْا	فِيْهِ	اخْتِلَافًا	كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾	وَ	اِذَا	جَآءَهُمْ	اَمْرٌ	مِّنَ	الْاَمْنِ
وہ ضرور پاتے	اسمیں	اختلاف	بہت زیادہ	اور	جب	ان کے پاس آئے	معاملہ	سے	امن کے

تو وہ اس میں ضرور بہت سا اختلاف پاتے۔ ﴿٨٢﴾ اور جب اُن کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر

اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ

اَوِ	الْخَوْفِ	اَذَاعُوْا	بِهٖ ۭ	وَ	لَوْ	رَدُّوْهُ	اِلَى	الرَّسُوْلِ	وَ	اِلٰٓى	اُولِي الْاَمْرِ
یا	خوف کے	وہ مشہور کردیتے ہیں	اسے	اور	اگر	وہ اسے لوٹا دیتے	طرف	پیغمبر ﷺ کے	اور	طرف	با اختیار لوگوں کے

پہنچتی ہے تو وہ اسے مشہور کردیتے ہیں، اگر وہ اسے پیغمبر ﷺ اور اپنے میں سے با اختیار لوگوں تک پہنچا

مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

مِنْهُمْ	لَعَلِمَهُ	الَّذِيْنَ	يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ	مِنْهُمْ ۭ	وَلَوْلَا	فَضْلُ	اللّٰهِ
اپنے میں سے	البتہ اسے جان لیتے	وہ لوگ جو	اس کی تحقیق کرتے ہیں	ان میں سے	اور اگر نہ ہوتا	فضل	اللہ کا

دیتے تو ان میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اس کی اصل حقیقت جان لیتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٣﴾ فَقَاتِلْ فِيْ

عَلَيْكُمْ	وَرَحْمَتُهٗ	لَاتَّبَعْتُمُ	الشَّيْطٰنَ	اِلَّا	قَلِيْلًا ﴿٨٣﴾	فَقَاتِلْ	فِيْ
تم پر	اور اس کی مہربانی	البتہ تم پیروی کرنے لگتے	شیطان کی	مگر	تھوڑے	تو قتال کیجیے	بیچ

اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم "سوائے تھوڑے سے افراد کے" شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔ ﴿٨٣﴾ سو آپ اللہ کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى

سَبِيْلِ	اللّٰهِ ۚ	لَا	تُكَلَّفُ	اِلَّا	نَفْسَكَ	وَ	حَرِّضِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ	عَسَى
راستے	اللہ کے	نہیں	پابند کیا گیا	مگر	آپ کی ذات کو	اور	ترغیب دیجیے	مؤمنین کو	عنقریب

راہ میں قتال کیجیے، آپ تو صرف اپنی ذات کے پابند ہیں، البتہ مؤمنین کو ترغیب دیتے رہیے، عنقریب

اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ

اللّٰهُ	اَنْ	يَّكُفَّ	بَاْسَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۭ	وَ	اللّٰهُ	اَشَدُّ	بَاْسًا	وَّ	اَشَدُّ
اللہ	یہ کہ	روک دے	جنگ	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور	اللہ	بہت سخت	جنگ میں	اور	بہت سخت

اللہ کافروں کی لڑائی کو روک دے گا، اور اللہ جنگ کے اعتبار سے بہت سخت اور سزا دینے کے اعتبار سے بھی

﴿٨٢﴾ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کے اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ ممکن ہے یہ قرآن کلام اللہ نہ ہو بلکہ محمد ﷺ نے خود اپنے پاس سے اسے گھڑ لیا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تم خود قرآن کریم میں تدبر سے کام لو، تمہیں اس شبہ کا جواب مل جائیگا، کیا یہ کسی انسان کا کلام ہو سکتا ہے؟ کیا اس کی فصاحت و بلاغت اور معجزانہ اسلوب انسان کے بس میں ہے؟ کیا اس میں بیان کیے گئے حقائق کے سامنے تاریخ کی کسی دستاویز کو رکھا جا سکتا ہے؟ کیا کسی انسان کے کلام میں ہمیشہ ایسی تاثیر باقی رہ سکتی ہے؟ کیا کسی انسان کے کلام میں ممکن ہے کہ کبھی تعارض اور اختلاف واقع نہ ہو؟ ہم تو آئے روز دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ایک دن ایک بات کہتا ہے، وہی شخص دوسرے دن دوسری بات کہہ رہا ہوتا ہے، اس کے اپنے بیان اور تحریر میں تعارض پایا جاتا ہے، اگر قرآن کریم غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں بھی بہت سی اختلافی مثالیں مل جاتیں، چنانچہ کسی جگہ ایک چیز کو حلال اور دوسری جگہ اسی چیز کو حرام کہا جاتا، کسی جگہ عقیدۂ قیامت کو ثابت کیا جاتا، دوسری جگہ اسی کی تردید کر دی جاتی، کسی جگہ عقیدۂ توحید ورسالت کو بنیاد قرار دیا جاتا اور کہیں اس میں لچک دکھا دی جاتی، جہاں تک تعلق ہے تعارض اور اختلاف کی کچھ ظاہری صورتوں کا تو حقیقت میں وہ اختلاف اور تعارض ہے ہی نہیں، یہی وجہ ہے کہ مفسرین اور محدثین کی بیان کردہ تطبیقات سے انسان مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے ذہن میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

﴿٨٣﴾ اس آیت مبارکہ میں خبر اور افواہ کے درمیان فرق اور اسے نشر کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، عام طور پر لوگوں کے پاس امن یا خوف کی جو بھی افواہ پہنچتی ہے، وہ اسے خبر بلکہ یقین کے درجہ پر فائز کر کے فوراً نشر کر دیتے ہیں، وہ افواہ شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے، بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ایک افواہ تھی، صداقت سے اُس کا کوئی تعلق نہیں تھا اور انسان کو اس پر شرمندگی اور بعض اوقات عدالتی کارروائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے قرآن کریم نے اس سلسلے میں اصول متعین کیا ہے کہ پہلے ذمہ دار لوگوں تک اسے پہنچایا جائے۔ یعنی عام لوگوں میں اس کی تشہیر پر پابندی ہو، اس کے بعد ذمہ دار لوگ دستیاب ذرائع سے اس کی تصدیق کریں، اگر اس کی تصدیق ہو تو اسے خبر کا درجہ دیں، ورنہ اسے افواہ قرار دے کر مسترد کر دیں اور اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں، منافقین چونکہ افواہیں پھیلاتے تھے اس لیے آیت میں ان کی بھی تردید کر دی گئی ہے۔

تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ج

تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾	مَنْ	يَّشْفَعْ	شَفَاعَةً	حَسَنَةً	يَّكُنْ	لَّهٗ	نَصِيْبٌ	مِّنْهَا ج
سزادینے میں	جو کوئی	سفارش کرے	سفارش	اچھی	ہوگا	اس کیلئے	حصہ	اسمیں سے

بہت سخت ہے۔ ۸۴ جو شخص اچھی سفارش کرے، اُسے اُس کا حصہ ملے گا

وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

وَ	مَنْ	يَّشْفَعْ	شَفَاعَةً	سَيِّئَةً	يَّكُنْ	لَّهٗ	كِفْلٌ	مِّنْهَا ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ
اور	جو کوئی	سفارش کرے	سفارش	بری	ہوگا	اس کیلئے	بوجھ	اسمیں سے	اور	ہے	اللہ

اور جو شخص بری سفارش کرے، اُسے اُس کا بوجھ ملے گا، اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ

عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾	وَ	اِذَا	حُيِّيْتُمْ	بِتَحِيَّةٍ	فَحَيُّوْا	بِاَحْسَنَ
پر	ہر	چیز کے	قدرت رکھنے والا	اور	جب	تمہیں دعا دی جائے	کوئی دعا	توتم دعا دو	زیادہ عمدہ

ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ ۸۵ اور جب تمہیں کوئی دعا دی جائے تو تم اُس سے زیادہ عمدہ دعا

مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾ اَللّٰهُ

مِنْهَآ	اَوْ	رُدُّوْهَا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾	اَللّٰهُ
اس سے	یا	وہی لوٹا دو	بیشک	اللہ	ہے	پر	ہر	چیز کے	حساب کرنے والا	اللہ

اُسے دو، یا وہی لوٹا دو، بیشک اللہ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے۔ ۸۶ اللہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ

لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ؕ	لَيَجْمَعَنَّكُمْ	اِلٰى	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	لَا	رَيْبَ	فِيْهِ ؕ	وَمَنْ
نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	وہ تمہیں ضرور جمع کرے گا	طرف	دن	قیامت کے	نہیں	کوئی شک	اسمیں	اور کون

کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ تمہیں قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، اور بات کہنے میں

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ ع فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ

اَصْدَقُ	مِنَ	اللّٰهِ	حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾	فَمَا	لَكُمْ	فِي	الْمُنٰفِقِيْنَ	فِئَتَيْنِ	وَ	اللّٰهُ
زیادہ سچا	سے	اللہ کے	بات کرنے میں	پھر کیا ہوا	تمہیں	بیچ	منافقوں کے	دوگروہ	اور	اللہ نے

اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہو سکتا ہے؟ ۸۷ پھر تمہیں کیا ہوا کہ منافقین کے معاملے میں دو گروہ بن رہے ہو؟ حالانکہ اللہ نے

النصف

ع ۱۱ ۸

۸۴ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے جہاد کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ پر صرف اپنی ذات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، دوسروں کو آپ ترغیب دے سکتے ہیں، اگر وہ آپ کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جائیں تو بہت اچھا، ورنہ آپ خود تن تنہا راہ خداوندی میں جہاد کیلئے چل پڑیں، کافروں کی پرواہ بھی نہ کریں، ان کے شر اور نقصان سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا، اس کا مقصد اہل ایمان کو ایمان کی پختگی اور مضبوطی عطا کرنا ہے، کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا جہاد کیلئے روانہ ہونا پڑا ہو اور کوئی ایک صحابی رضی اللہ عنہ بھی ہمراہی میں نہ ہو۔

۸۵ اس آیت مبارکہ میں ''سفارش'' کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اس کی مناسبت سے ایک اصول متعین کیا گیا ہے، چنانچہ سفارش کی ایک قسم اچھی اور ایک قسم بری ہوتی ہے، اچھی سفارش پر سفارش کرنے والا بھی اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور بری سفارش پر سفارش کرنے والا بھی وبال اور گناہ میں برابر کا شریک ہو گا، اچھی سفارش سے مراد دینی یا دنیوی بھلائی سے تعلق رکھنے والے کسی کام کی کسی شخص کے حق میں تعریف کرنا ہے تاکہ متعلقہ آدمی اس کا وہ کام کر دے اور بری سفارش سے مراد دینی یا دنیوی نقصان سے تعلق رکھنے والے کسی کام کی کسی شخص کے حق میں وکالت کرنا ہے تاکہ متعلقہ شخص اس کا وہ کام کر دے، ظاہر ہے کہ اگر وہ کام اچھا ہوا تو کرنے والے کو ثواب ملے گا اور برا ہوا تو وہ گناہ گار ہوگا اور سزا کا مستحق ہوگا، لیکن دونوں صورتوں میں چونکہ اس نے کسی شخص کے مشورے پر عمل کیا ہے، اس لیے مشورہ دینے والا بھی اس عمل میں برابر کا شریک ہوا، اس لیے پہلی صورت میں ثواب اور دوسری صورت میں گناہ کے حوالے سے بھی وہ برابر کا شریک ہوگا۔

۸۶ اس آیت مبارکہ میں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص دعائیہ کلمات سے تمہیں مخاطب کرے مثلاً سلام ہی کرے، کہ وہ بھی سلامتی کی دعا ہے، تو تمہیں چاہیے کہ اسے جواب دو اور زیادہ بہتر الفاظ استعمال کرو، ورنہ کم از کم اس پر وہی کلمات لوٹا دو جن سے اس نے تمہیں مخاطب کیا تھا، چنانچہ اگر کسی نے السلام علیکم کہا تو مخاطب کو چاہیے کہ ''وعلیکم السلام و رحمة الله'' کہے، ورنہ کم از کم ''وعلیکم السلام'' تو کہہ دے، سوائے اس کے سلام کرنے والا اہل کتاب میں سے ہو کہ اس کے جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہے۔

۸۷ اس آیت مبارکہ میں کلمہ توحید کا پہلا جزو آیا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود اور قابل عبادت نہیں ہے، نیز اسے اس بات پر بھی قدرت ہے کہ وہ تم سب کو قیامت کے دن جمع کر سکے، یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں ہے اور اللہ سے بڑھ کر سچا کوئی نہیں ہو سکتا۔

أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ

اَرْكَسَهُمْ	بِمَا	كَسَبُوْا ؕ	اَتُرِيْدُوْنَ	اَنْ	تَهْدُوْا	مَنْ	اَضَلَّ	اللّٰهُ ؕ	وَ	مَنْ
انہیں الٹادیا	اس وجہ سے جو	انہوں نے کمایا	کیاتم چاہتے ہو	یہ کہ	ہدایت دیدو	جسے	گمراہ کردیا	اللہ نے	اور	جسے

انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے الٹ دیا، کیا تم اُس شخص کو ہدایت دینا چاہتے ہو جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہے، اور اللہ جسے

يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا

يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَلَنْ	تَجِدَ لَهٗ	سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾	وَدُّوْا	لَوْ	تَكْفُرُوْنَ	كَمَا	كَفَرُوْا
گمراہ کردے	اللہ	توہرگزنہ	آپ پائیں گے اس کیلئے	کوئی راستہ	وہ چاہتے ہیں	کاش!	تم کفرکرنے لگو	جیسا کہ وہ	انہوں نے کفرکیا

گمراہ کردے، آپ اُس کیلئے ہرگز کوئی راستہ نہ پائیں گے۔ ۸۸ وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے،

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ

فَتَكُوْنُوْنَ	سَوَآءً	فَلَا	تَتَّخِذُوْا	مِنْهُمْ	اَوْلِيَآءَ	حَتّٰى	يُهَاجِرُوْا	فِيْ
پھرتم ہوجاؤگے	برابر	تونہ	بناؤتم	ان میں سے	دوست	یہاں تک کہ	وہ ہجرت کرلیں	بیچ

پھر تم سب برابر ہو جاؤ، اس لیے تم انہیں اپنا دوست مت بناؤ، یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

سَبِيْلِ	اللّٰهِ ؕ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَخُذُوْهُمْ	وَ	اقْتُلُوْهُمْ	حَيْثُ
راستے	اللہ کے	پھراگر	وہ منہ موڑلیں	توتم انہیں پکڑو	اور	انہیں قتل کرو	جہاں

ہجرت کر لیں، سو اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم انہیں پکڑلو اور انہیں جہاں پاؤ،

وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا

وَجَدْتُّمُوْهُمْ	وَلَا	تَتَّخِذُوْا	مِنْهُمْ	وَلِيًّا	وَّلَا	نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾	اِلَّا
تم انہیں پاؤ	اورمت	بناؤ	ان میں سے	کوئی دوست	اورنہ	کوئی مددگار	مگر

قتل کر دو، اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست یا مددگار مت بناؤ۔ ۸۹ سوائے

الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ

الَّذِيْنَ	يَصِلُوْنَ	اِلٰى	قَوْمٍ	بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهُمْ	مِّيْثَاقٌ	اَوْ	جَآءُوْكُمْ
وہ لوگ جو	تعلق رکھتے ہوں	جانب	قوم کے	تمہارے درمیان	اوران کے درمیان	کوئی معاہدہ	یا	وہ تمہارے پاس آئیں

اُن لوگوں کے جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں کہ تمہارے اور اُن کے درمیان کوئی عہد و پیمان ہو، یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئے ہوں کہ

۸۸ اس آیت مبارکہ کو ایک خاص پس منظر میں پڑھنا چاہیے کہ مدینہ منورہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں سے خوش اخلاقی اور اچھے رویے کے ساتھ پیش آتے تھے تاکہ اس کے بدلے میں مسلمان ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں اور کسی ناگہانی صورتحال میں ان پر حملہ آور نہ ہوں، ایک طرح سے یہ لوگ بھی منافق تھے کیونکہ انہوں نے اپنا مقصد دل میں چھپا رکھا تھا اور ظاہری طور پر محبت کے دعوے کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے متعلق مسلمان دو مختلف رائے میں تقسیم ہو گئے، کچھ لوگوں کی رائے یہ تھی کہ ان سے ہر قسم کا تعلق منقطع کر دینا چاہیے اور کچھ لوگوں کی رائے یہ تھی کہ ممکن ہے یہ لوگ ایمان لے آئیں، اس لیے تعلقات منقطع کرنے کی ضرورت نہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم لوگ منافقین کے بارے دو گروہوں میں کیوں تقسیم ہو رہے ہو؟ کیا تم ان لوگوں کو ہدایت دینا چاہتے ہو جنہیں اللہ گمراہ کر چکا، یہ لوگ الٹے ہو چکے ہیں، اللہ جسے گمراہ کر دے، اس کیلئے کوئی راستہ نہیں بچتا، اس لیے تمہیں ان کے معاملے میں اختلاف رائے کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

۸۹ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ منافقین کے حوالے سے واضح ہدایت دی گئی ہے کہ ان لوگوں کے ظاہری میل جول اور محبت سے دھوکہ نہ کھانا، ان لوگوں کی تو خواہش ہے کہ تمہیں بھی اپنی طرح کافر بنا لیں، اس لیے تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ جب تک وہ مسلمان ہو کر ہجرت نہ کر لیں، اُس وقت تک انہیں اپنا دوست ہرگز نہ بناؤ، بلکہ اگر وہ ایمان و ہجرت سے انکار کر دیں تو ان کے مقابلے میں تلوار اٹھاؤ، اور انہیں قید اور قتل کرو، اُن کے معاملے میں نرمی اور رواداری سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ

حَصِرَتْ	صُدُوْرُهُمْ	اَنْ	يُّقَاتِلُوْكُمْ	اَوْ	يُقَاتِلُوْا	قَوْمَهُمْ	وَ	لَوْ
تنگ آچکے ہوں	سینے ان کے	یہ کہ	وہ تم سے قتال کریں	یا	وہ قتال کریں	اپنی قوم سے	اور	اگر

ان کے دل اس بات سے تنگ آچکے ہوں کہ تم سے قتال کریں یا اپنی قوم سے قتال کریں، اگر

شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ

شَآءَ	اللّٰهُ	لَسَلَّطَهُمْ	عَلَيْكُمْ	فَلَقٰتَلُوْكُمْ	فَاِنِ	اعْتَزَلُوْكُمْ	فَلَمْ
چاہتا	اللہ	تو انہیں مسلط کردیتا	تم پر	تو وہ تم سے قتال کرتے	سو اگر	وہ تم سے کنارہ کشی کریں	سو نہ

اللہ چاہتا تو انہیں تم پر ضرور مسلط کردیتا اور وہ تم سے یقیناً قتال کرتے، اس لیے اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں، تم سے

يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ

يُقَاتِلُوْكُمْ	وَاَلْقَوْا	اِلَيْكُمُ	السَّلَمَ	فَمَا	جَعَلَ	اللّٰهُ	لَكُمْ	عَلَيْهِمْ
وہ تم سے قتال کریں	اور ڈال دیں	تمہاری جانب	صلح	تو نہیں	بنایا	اللہ نے	تمہارے لئے	ان کے خلاف

قتال نہ کریں اور تمہارے سامنے صلح کی پیشکش رکھیں تو اللہ نے تمہارے لیے ان کے خلاف کوئی گنجائش

سَبِيْلًا ۝۹۰ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا

سَبِيْلًا ۝۹۰	سَتَجِدُوْنَ	اٰخَرِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يَّاْمَنُوْكُمْ	وَ	يَاْمَنُوْا
کوئی راستہ	عنقریب تم پاؤ گے	کچھ دوسرے لوگ	وہ چاہتے ہیں	یہ کہ	وہ تم سے امن میں رہیں	اور	وہ امن میں رہیں

نہیں رکھی ہے۔ ۝۹۰ عنقریب تم ایک اور قوم کو بھی پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی

قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ

قَوْمَهُمْ	كُلَّمَا	رُدُّوْٓا	اِلَى	الْفِتْنَةِ	اُرْكِسُوْا	فِيْهَا	فَاِنْ	لَّمْ	يَعْتَزِلُوْكُمْ
اپنی قوم سے	جب بھی	انہیں لوٹایا جائے	طرف	فتنے کے	الٹا دیئے جائیں	اس میں	پھر اگر	نہ	وہ تم سے کنارہ کشی کریں

امن میں رہیں، جب بھی انہیں فتنے کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو وہ اس میں الٹے ہو جاتے ہیں، سو اگر وہ تم سے کنارہ کشی نہ کریں،

وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ

وَ	يُلْقُوْٓا	اِلَيْكُمُ	السَّلَمَ	وَيَكُفُّوْٓا	اَيْدِيَهُمْ	فَخُذُوْهُمْ	وَ	اقْتُلُوْهُمْ
اور	(نہ) ڈالیں	تمہاری جانب	صلح	اور (نہ) روکیں	اپنے ہاتھ	تو تم انہیں پکڑلو	اور	تم انہیں قتل کرو

تمہیں صلح کی پیشکش نہ کریں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو تم انہیں پکڑلو اور جہاں پاؤ،

۝۹۰ اس آیت مبارکہ میں قتل اور قید کے حکم سے دو صورتوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، ایک صورت یہ ہے کہ وہ لوگ کسی ایسی قوم سے معاہدۂ صلح کرلیں جن سے تمہارا بھی معاہدۂ صلح ہو، مثلاً پاکستان اور بھارت کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے، لیکن پاکستان کا چائنہ کے ساتھ معاہدۂ صلح موجود ہے، ادھر سے بھارت بھی چائنہ کے ساتھ معاہدۂ صلح کرلے، اس کے بعد اگر بھارت پر حملہ ہو تو وہ چائنہ پر حملہ تصور ہوگا، اس لیے یہ صورت مستثنیٰ ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ جنگوں سے گھبراتے ہوں، نہ تمہارے ساتھ لڑنا چاہتے ہوں اور نہ اپنی قوم کے ساتھ اور وہ تم سے براہ راست صلح کی پیشکش کریں اور لڑائی جھگڑے سے لاتعلقی کا معاہدہ کرکے اس پر قائم رہیں تو یہ صورت بھی گزشتہ آیت کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔

حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ ع

حَيْثُ	ثَقِفْتُمُوْهُمْ	وَ	اُولٰٓئِكُمْ	جَعَلْنَا	لَكُمْ	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنًا	مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾
جہاں	تم انہیں پاؤ	اور	وہی لوگ	بنادی ہم نے	تمہارے لئے	ان پر	گنجائش	کھلی

انہیں قتل کردو، انہی لوگوں پر ہم نے تمہیں کھلی گنجائش دے رکھی ہے۔ ﴿۹۱﴾

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ

وَ	مَا	كَانَ	لِمُؤْمِنٍ	اَنْ	يَّقْتُلَ	مُؤْمِنًا	اِلَّا	خَطَـًٔا ۚ	وَ	مَنْ	قَتَلَ
اور	نہیں	ہے	کسی مؤمن کیلئے	یہ کہ	وہ قتل کرے	کسی مؤمن کو	مگر	غلطی سے	اور	جوکوئی	قتل کردے

اور کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرے، سوائے اس کے کہ غلطی سے ہو جائے اور جو شخص غلطی سے

مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ

مُؤْمِنًا	خَطَـًٔا	فَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ	مُّؤْمِنَةٍ	وَّ	دِيَةٌ	مُّسَلَّمَةٌ	اِلٰٓى	اَهْلِهٖٓ
کسی مؤمن کو	غلطی سے	تو آزاد کرنا ہوگا	ایک غلام	مؤمن	اور	دیت	حوالے کی جائے گی	طرف	اس کے اہلِ خانہ کے

کسی مسلمان کو قتل کر بیٹھے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہو گا اور اس کے اہلِ خانہ کو دیت ادا کی جائے گی،

اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اِلَّآ	اَنْ	يَّصَّدَّقُوْا ۭ	فَاِنْ	كَانَ	مِنْ	قَوْمٍ	عَدُوٍّ	لَّكُمْ	وَ	هُوَ	مُؤْمِنٌ
مگر	یہ کہ	وہ معاف کردیں	پھر اگر	ہو وہ	سے	ایسی قوم جو	دشمن ہو	تمہاری	اور	وہ	مؤمن ہو

سوائے اس صورت کے کہ وہ معاف کر دیں، پھر اگر وہ مقتول تمہاری دشمن قوم میں سے ہو اور وہ خود مسلمان ہو

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ

فَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ	مُّؤْمِنَةٍ ۭ	وَ	اِنْ	كَانَ	مِنْ	قَوْمٍۢ	بَيْنَكُمْ	وَ	بَيْنَهُمْ
تو آزاد کرنا ہوگا	ایک غلام	مؤمن	اور	اگر	ہو وہ	سے	ایسی قوم	تمہارے درمیان	اور	ان کے درمیان

تو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہو گا، اور اگر وہ مقتول کسی ایسی قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان

مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ

مِّيْثَاقٌ	فَدِيَةٌ	مُّسَلَّمَةٌ	اِلٰٓى	اَهْلِهٖ	وَ	تَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ	مُّؤْمِنَةٍ ۚ	فَمَنْ	لَّمْ
کوئی معاہدہ	تو دیت	حوالے کی جائے گی	طرف	اس کے اہلِ خانہ کے	اور	آزاد کرنا ہوگا	ایک غلام	مؤمن	پھر جوکوئی	نہ

کوئی معاہدہ ہو چکا ہو تو اُس کے اہلِ خانہ کو دیت ادا کی جائے گی اور ایک مؤمن غلام آزاد کرنا ہو گا، جس شخص کو

ع ۱۲ ۹

﴿۹۱﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ جو لوگ تمہیں براہ راست صلح کی پیشکش کر کے تم سے معاہدہ کریں، ان سے ہوشیار رہنا، کیونکہ ان میں سے بعض لوگ موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور جوں ہی انہیں موقع ملتا ہے، وہ اس معاہدے کو بالائے طاق رکھ کر تمہارے خلاف ہتھیار اٹھا لیتے ہیں، اس عہد شکنی کی صورت میں انہیں پوری پوری سزا دو اور جہاں پاؤ انہیں بے دریغ قتل کرو اور ان کے ساتھ نرمی سے مت پیش آؤ۔

فائدہ: اگلی آیت میں دیت کا ذکر بار بار آیا ہے، دیت اُس مالی معاوضے کا نام ہے جو کسی کو قتل کرنے یا اُس کے کسی عضو کو تلف کرنے کے بدلے میں دیا جاتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں

دیتِ مغلظہ: یعنی چار طرح کی 25،25 اُونٹنیاں جن میں سے 25 اونٹنیوں کی عمر کا دوسرا سال، 25 کی عمر کا تیسرا سال، 25 کی عمر کا چوتھا سال اور 25 کی عمر کا پانچواں سال شروع ہو گیا ہو، یا تیس اُونٹنیاں ایسی کہ وہ چوتھے سال میں، تیس ایسی کہ پانچویں سال میں اور 40 ایسی حاملہ اُونٹنیاں جو چھٹے سال میں لگ گئی ہوں۔

2۔ دیت مخففہ:

یعنی پانچ طرح کی 20،20 اُونٹنیاں جن میں 20 ایسے اُونٹ شامل ہیں جن کی عمر کا دوسرا سال، 20 ایسی اُونٹنیاں جن کی عمر کا دوسرا سال، 20 اُونٹنیاں ایسی کہ اُن کی عمر کا تیسرا سال، 20 اُونٹنیاں ایسی کہ اُن کی عمر کا چوتھا سال اور 20 اُونٹنیاں ایسی کہ اُن کی عمر کا پانچواں سال شروع ہو چکا ہو، قتل عمد اور شبہ عمد میں دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے اور قتل خطاء کی صورت میں دیت مخففہ واجب ہوتی ہے۔

يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

يَجِدْ	فَصِيَامُ	شَهْرَيْنِ	مُتَتَابِعَيْنِ ۫	تَوْبَةً	مِّنَ	اللّٰهِ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ
پائے	تو روزے رکھنا	دو مہینے	مسلسل	توبہ کا طریقہ	سے	اللہ کے	اور	ہے	اللہ

وہ نہ ملے تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنا ہوں گے، یہ اللہ کی طرف سے اُس کی توبہ کا طریقہ مقرر کیا گیا ہے، اور اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ

عَلِيْمًا	حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾	وَ	مَنْ	يَّقْتُلْ	مُؤْمِنًا	مُّتَعَمِّدًا	فَجَزَآؤُهٗ	جَهَنَّمُ
خوب جاننے والا	حکمت والا	اور	جو کوئی	قتل کرے	کسی مؤمن کو	ارادۃً	تو اس کی سزا	جہنم

خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ﴿٩٢﴾ اور جو شخص کسی مسلمان کو ارادۃً جان بوجھ کر قتل کر دے تو اُس کی سزا جہنم ہے،

خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾

خٰلِدًا	فِيْهَا	وَ	غَضِبَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَ	لَعَنَهٗ	وَ	اَعَدَّ لَهٗ	عَذَابًا	عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾
ہمیشہ رہنے والا	اُس میں	اور	غضب ناک ہوا	اللہ	اس پر	اور	اس پر لعنت کی	اور	اس نے تیار کر رکھا ہے اس کیلئے	عذاب	بہت بڑا

وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اُس پر اللہ کا غضب ہوگا، اُس پر اللہ کی لعنت ہوگی اور اللہ نے اُس کیلئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ﴿٩٣﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْۤا	اِذَا	ضَرَبْتُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	فَتَبَيَّنُوْا	وَ	لَا	تَقُوْلُوْا
اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	جب	تم سفر کرو	بیچ	راستے	اللہ کے	تو تحقیق کر لیا کرو	اور	مت	کہا کرو

اے اہلِ ایمان! جب تم اللہ کی راہ میں سفر پر نکلو تو خوب اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، اور جو شخص تمہیں "سلام"

لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ

لِمَنْ	اَلْقٰۤى	اِلَيْكُمُ	السَّلٰمَ	لَسْتَ	مُؤْمِنًا ۚ	تَبْتَغُوْنَ	عَرَضَ	الْحَيٰوةِ
اس سے جو	پیش کرے	تمہارے سامنے	سلام	نہیں ہے تو	ایمان والا	تم چاہتے ہو	سامان	زندگی کا

پیش کرے، اُس سے یہ مت کہا کرو کہ تو مؤمن نہیں ہے، تم لوگ دنیوی زندگی کا سازو سامان

الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ

الدُّنْيَا ۫	فَعِنْدَ	اللّٰهِ	مَغَانِمُ	كَثِيْرَةٌ ؕ	كَذٰلِكَ	كُنْتُمْ	مِّنْ	قَبْلُ	فَمَنَّ
دنیا کی	تو نزدیک	اللہ کے	غنیمتیں	بہت سی	اسی طرح	تم تھے	سے	پہلے	سو احسان کیا

چاہتے ہو، سو اللہ کے یہاں غنیمت کے بہت سے مواقع موجود ہیں، اس سے پہلے تم بھی تو ایسے ہی تھے، سو اللہ نے

﴿٩٢﴾ اس آیت مبارکہ میں قتل خطا کا حکم بیان کیا گیا ہے، یوں تو کسی مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرنا جائز نہیں ہے، لیکن یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ قتل کی ہر صورت ارادی ہی ہو، ممکن ہے کہ غلطی سے کوئی شخص قتل ہو جائے مثلاً گولی ہرن پر چلائی اور وہ کسی انسان کو لگ گئی، قتل خطا کی سزا کے دو حصے ہیں، ایک حصہ کفارہ کہلاتا ہے جسے ہر حال میں ادا کرنا ضروری ہے، کسی کے معاف کرنے سے وہ معاف نہیں ہوگا، قتل خطا کا کفارہ ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہے، اگر یہ ناممکن ہو تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے جائیں، درمیان میں ایک روزہ بھی چھوٹنے نہ پائے، دوسرا حصہ دیت کہلاتا ہے یہ سو اونٹ ہوتے ہیں، قتل خطا کی دیت میں یہ تفصیل ہے کہ مقتول کے ورثاء مسلمان بھی ہو سکتے ہیں اور کافر بھی، اگر کافر ہوں تو دو صورتیں ہیں، مسلمانوں سے انہوں نے کوئی معاہدۂ صلح کر رکھا ہے یا دشمنی چل رہی ہے، پہلی دو صورتوں میں مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کرنا ضروری ہے، سوائے اس صورت کے کہ وہ اپنے دل کی خوشی سے معاف کر دیں، جبکہ تیسری صورت میں دیت ادا کرنا لازم نہیں ہے البتہ کفارہ اس صورت میں بھی ادا کرنا پڑے گا۔

﴿٩٣﴾ اس آیت مبارکہ میں قتل عمد کی سزا بیان کی گئی ہے، قتل کی یہ وہ صورت ہوتی ہے جس میں قاتل دوسرے شخص کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس کے پاس آلہ قتل بھی موجود ہوتا ہے اور وہ اپنے اختیار سے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، کسی مؤمن کو اس طرح قتل کرنے اور اسے جائز سمجھنے کی نہایت عبرتناک سزائیں اس آیت میں بیان کی گئی ہیں، پہلی سزا جہنم ہے جہاں اُسے ہمیشہ یا غیر متعین مدت تک رہنا ہوگا، دوسری سزا اللہ کے غضب کا مستحق ہونا ہے، تیسری سزا اللہ کی لعنت کا مستحق ہونا ہے اور چوتھی سزا یہ ہے کہ اللہ نے اس کیلئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے جس سے وہ بچ نہ سکے گا، ان ساری سزاؤں کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے، دنیا میں اس کی سزا قصاصاً قتل کرنا ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۸ میں گزر چکا۔

اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۹۴

اللّٰهُ	عَلَيْكُمْ	فَتَبَيَّنُوْا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا ۝
اللہ نے	تم پر	تو تحقیق کر لیا کرو	بیشک	اللہ	ہے	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر

تم پر احسان کیا، اس لیے خوب اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، بیشک اللہ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ۹۴

لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ

لَا	يَسْتَوِى	الْقٰعِدُوْنَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	غَيْرُ	اُولِى الضَّرَرِ
نہیں	برابر ہوسکتے	بیٹھے رہنے والے	سے	مؤمنین کے	علاوہ	عذر والوں کے

بیٹھے رہنے والے مسلمان ”جنہیں کوئی عذر نہیں“ اور اللہ کی راہ میں

وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ

وَ	الْمُجٰهِدُوْنَ	فِىْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	بِاَمْوَالِهِمْ	وَاَنْفُسِهِمْ ؕ	فَضَّلَ	اللّٰهُ
اور	جہاد کرنے والے	بیچ	راستے	اللہ کے	اپنے مالوں سے	اور اپنی جانوں سے	فضیلت دی	اللہ نے

اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے کبھی برابر نہیں ہوسکتے، اللہ نے اپنے مالوں

الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا

الْمُجٰهِدِيْنَ	بِاَمْوَالِهِمْ	وَ	اَنْفُسِهِمْ	عَلَى	الْقٰعِدِيْنَ	دَرَجَةً ؕ	وَ	كُلًّا
جہاد کرنے والوں کو	اپنے مالوں کے ساتھ	اور	اپنی جانوں کے ساتھ	پر	بیٹھے رہنے والوں کے	ایک درجہ	اور	ہر ایک سے

اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت عطا فرمائی ہے، اور ہر ایک سے ہی

وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ

وَّعَدَ	اللّٰهُ	الْحُسْنٰى ؕ	وَ	فَضَّلَ	اللّٰهُ	الْمُجٰهِدِيْنَ	عَلَى	الْقٰعِدِيْنَ
وعدہ کیا ہے	اللہ نے	بھلائی کا	اور	فضیلت دی	اللہ نے	جہاد کرنے والوں کو	پر	بیٹھے رہنے والوں کے

اللہ نے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے، اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اجر عظیم کے اعتبار سے

اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۹۵ ۙ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اَجْرًا	عَظِيْمًا ۝	دَرَجٰتٍ	مِّنْهُ	وَ	مَغْفِرَةً	وَّ	رَحْمَةً ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ
ثواب میں	بہت زیادہ	بہت سے درجے	اس سے	اور	مغفرت	اور	رحمت	اور	ہے	اللہ

فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ۹۵ یعنی اللہ کی طرف سے درجے، اس کی مغفرت اور رحمت، اور اللہ

۹۴ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو تحقیق و تفتیش کی اہمیت و ضرورت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے سامنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اور تمہیں سلام کرے تو تم یہ مت کہا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تو نے صرف جان بچانے کیلئے کلمہ پڑھا ہے اور تو اپنا مال و اسباب بچانا چاہتا ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ اس کا مال و اسباب تمہارے قبضے میں آجائے گا اور ہوسکتا ہے کہ تم اسے بے گناہ قتل بھی کر دو، لیکن یہ تو سوچو کہ پہلے تمہاری اپنی حالت بھی تو ایسی ہی تھی، اگر تمہارے کلمہ پڑھنے سے تمہارا اسلام معتبر ہوسکتا ہے تو کسی دوسرے کا اسلام کیوں معتبر نہیں ہو سکتا؟ جہاں تک تعلق ہے اس کے مال و اسباب کا تو تمہیں اس پر نظر رکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بے شمار مال غنیمت تیار کر رکھا ہے، اس لیے بلا تحقیق کسی کو غیر مسلم کہہ کر قتل مت کر دیا کرو، ہوسکتا ہے کہ وہ دل سے کلمہ پڑھ چکا ہو اور حقیقت میں مسلمان ہو، ایسی صورت میں تم اللہ کی بارگاہ میں کیا جواب دے سکو گے؟

۹۵ ۹۶ ان آیتوں میں ایک منفرد اسلوب کے ساتھ جہاد کی ترغیب دی گئی ہے تاہم اس سے معذور لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ مسلمانوں کے وہ دو گروہ جن میں سے ایک جہاد کے انتظار میں بیٹھا ہو اور حکم کا منتظر ہو اور دوسرا میدان جنگ میں موجود ہو اور داد شجاعت دے رہا ہو، اپنے مقام اور مرتبے کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے، جو لوگ براہ راست میدان جنگ میں دشمن کا سامنا اور اس سے مقابلہ کر رہے ہوں، ان کا درجہ اونچا ہے، گو کہ دونوں ہی اجر و ثواب کے مستحق ہیں، تو اب سوچو کہ جس کے دل میں ذوق جہاد اور شوق شہادت ہی نہیں ہے، وہ مجاہدین کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ آخر میں ایک مرتبہ پھر فرمایا کہ مجاہدین کو انتظار جہاد میں بیٹھنے والوں پر کئی گنا زیادہ فضیلت حاصل ہے اور اللہ نے ان سے اپنی مغفرت اور رحمت کا وعدہ فرما رکھا ہے، تا کہ دوسروں کو بھی اس کا شوق پیدا ہو۔

غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۹۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَفّٰٮهُمُ الۡمَلٰۤٮِٕكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ

غَفُوۡرًا	رَّحِيۡمًا ﴿۹۶﴾	اِنَّ	الَّذِيۡنَ	تَوَفّٰٮهُمُ	الۡمَلٰۤٮِٕكَةُ	ظَالِمِىۡۤ	اَنۡفُسِهِمۡ
بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	بیشک	وہ لوگ	پورا لیتے ہیں انہیں	فرشتے	وہ ظلم کرنے والے	اپنی جانوں پر

بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۹۶ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، فرشتے جب اُن کی روح قبض کرتے ہیں

قَالُوۡا فِيۡمَ كُنۡتُمۡ‌ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ

قَالُوۡا	فِيۡمَ	كُنۡتُمۡ‌ؕ	قَالُوۡا	كُنَّا	مُسۡتَضۡعَفِيۡنَ	فِى	الۡاَرۡضِ‌ؕ	قَالُوۡۤا	اَلَمۡ
انہوں نے کہا	کس چیز میں	تم تھے	انہوں نے کہا	ہم تھے	کمزور سمجھے جانے والے	بیچ	زمین کے	انہوں نے کہا	کیا نہ

تو پوچھتے ہیں کہ تم کن حالات میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ زمین میں کمزور تھے، فرشتے کہتے ہیں کہ کیا

تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا‌ ؕ فَاُولٰۤٮِٕكَ مَاۡوٰٮهُمۡ

تَكُنۡ	اَرۡضُ	اللّٰهِ	وَاسِعَةً	فَتُهَاجِرُوۡا	فِيۡهَا‌ ؕ	فَاُولٰۤٮِٕكَ	مَاۡوٰٮهُمۡ
تھی	زمین	اللہ کی	کشادہ	کہ تم ہجرت کر جاتے	اس میں	تو وہی لوگ	ان کا ٹھکانہ

اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ سو یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ‌ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ۙ ﴿۹۷﴾ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ

جَهَنَّمُ‌ ؕ	وَ	سَآءَتۡ	مَصِيۡرًا ﴿۹۷﴾	اِلَّا	الۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ	مِنَ	الرِّجَالِ
جہنم	اور	وہ بدترین	ٹھکانہ	مگر	کمزور سمجھے جانے والے	سے	مردوں کے

جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ ۹۷ سوائے اُن بے بس مردوں،

وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ حِيۡلَةً وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ

وَالنِّسَآءِ	وَ	الۡوِلۡدَانِ	لَا	يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ	حِيۡلَةً	وَّ	لَا	يَهۡتَدُوۡنَ
اور عورتوں کے	اور	بچوں کے	نہیں	طاقت رکھتے وہ	کسی تدبیر کی	اور	نہ	وہ ہدایت پاسکتے ہیں

عورتوں اور بچوں کے جو کوئی تدبیر نہیں کر سکتے اور وہ کوئی راستہ

سَبِيۡلًا ۙ ﴿۹۸﴾ فَاُولٰۤٮِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا

سَبِيۡلًا ﴿۹۸﴾	فَاُولٰۤٮِٕكَ	عَسَى	اللّٰهُ	اَنۡ	يَّعۡفُوَ	عَنۡهُمۡ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَفُوًّا
کسی راستے کی	تو وہی لوگ	توقع ہے	اللہ سے	یہ کہ	درگذر کردے	ان سے	اور	ہے	اللہ	درگذر والا

نہیں پاتے۔ ۹۸ سو یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق امید ہے کہ اللہ ان سے درگذر فرمائے گا اور اللہ خوب درگذر فرمانے والا،

ع ۱۳ ۵ ۱۰

۹۷ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم کسی ملک میں رہتے ہوئے شعائر اسلام پر عمل نہیں کر سکتے اور جہاد میں بھی شرکت نہیں کر سکتے تو پھر وہاں سے ہجرت کر جاؤ، اگر تم نے یہ بھی نہ کیا تو موت کے وقت فرشتے آ کر تم سے سوال کریں گے کہ تم کس دین پر قائم تھے؟ اگر تم نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ تم سے یہ سوال پوچھیں گے کہ اگر ملکی حالات کی وجہ سے تمہیں شعائر اسلام پر عمل کرنے کی اجازت نہ تھی تو اللہ کی زمین تنگ نہیں تھی، تم وہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے علاقے میں بھی تو جا سکتے تھے، یہ کیا ضروری تھا کہ تم اسی علاقے کے ساتھ چمٹے رہو؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم کو قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جہاد کا حکم انسان کو مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں یہ امکان ہوتا ہے کہ انسان زندہ پلٹ کر واپس ہی نہ آئے اس لیے گھر بار کو چھوڑنا تکلیف دہ ہوتا ہے اور ہجرت میں بھی گھر بار کو چھوڑنا پڑتا ہے، اب اگر کوئی شخص اللہ کی رضا کیلئے سب کچھ چھوڑ دے تو وہ امتحان میں کامیاب قرار پاتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ اس کے دل میں دنیا کی محبت غالب نہیں ہے اور اگر نہ چھوڑے تو اس کا صاف مطلب یہ بنتا ہے کہ اس کا دل دنیا کی محبت سے لبریز ہے اور اللہ کی رضا کی خاطر قربانی کا جذبہ اس میں نہیں ہے، اس لیے تطہیر کے طور پر جہنم میں بھیجا جانا قرین قیاس ہے۔

۹۸ ۹۹ ان آیتوں میں ہجرت کے حکم سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے جو عمر رسیدہ ہوں، کمزور اور ضعیف ہوں، نیز خواتین اور بچوں کو بھی مستثنیٰ کر دیا گیا ہے، کیونکہ یہ لوگ کوئی تدبیر نہیں کر سکتے اور انہیں راستے بھی معلوم نہیں ہوتے، اس لیے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے گا، لیکن جو لوگ بلا عذر ہجرت کرنے سے گھبراتے ہیں، ان کیلئے معافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔

غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ

غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾	وَ	مَنْ	يُّهَاجِرْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	يَجِدْ	فِيْ	الْاَرْضِ
بہت بخشنے والا	اور	جو کوئی	ہجرت کرے	بیچ	راستے	اللہ کے	وہ پائیگا	بیچ	زمین کے

نہایت بخشنے والا ہے۔ ﴿٩٩﴾ اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں

مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ

مُرٰغَمًا	كَثِيْرًا	وَّسَعَةً	وَ	مَنْ	يَّخْرُجْ	مِنْ	بَيْتِهٖ	مُهَاجِرًا	اِلَى	اللّٰهِ
جگہ	بہت سی	اور وسعت	اور	جو کوئی	نکلے	سے	اپنے گھر کے	ہجرت کرنے والا ہو کر	جانب	اللہ کے

بہت جگہ اور وسعت پائے گا، اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے

وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

وَرَسُوْلِهٖ	ثُمَّ	يُدْرِكْهُ	الْمَوْتُ	فَقَدْ	وَقَعَ	اَجْرُهٗ	عَلَى	اللّٰهِ	وَكَانَ	اللّٰهُ
اور اس کے رسول کے	پھر	اسے پکڑ لے	موت	تو یقیناً	طے ہو چکا	اس کا اجر	پر	اللہ کے	اور ہے	اللہ

ارادے سے نکلے، پھر اُسے موت آ پکڑے تو اُس کا اجر اللہ کے ذمے طے ہو چکا، اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾ ع وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ

غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾	وَاِذَا	ضَرَبْتُمْ	فِي	الْاَرْضِ	فَلَيْسَ	عَلَيْكُمْ
بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور جب	تم سفر کرو	بیچ	زمین کے	تو نہیں	تم پر

بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿١٠٠﴾ اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر اس بات میں کوئی

جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ

جُنَاحٌ	اَنْ	تَقْصُرُوْا	مِنَ	الصَّلٰوةِ	اِنْ	خِفْتُمْ	اَنْ	يَّفْتِنَكُمُ
کوئی حرج	یہ کہ	تم قصر کرلو	سے	نماز کے	اگر	تمہیں اندیشہ ہو	یہ کہ	تمہیں ستائیں گے

حرج نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کر لو، جبکہ تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَاِذَا كُنْتَ

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	اِنَّ	الْكٰفِرِيْنَ	كَانُوْا	لَكُمْ	عَدُوًّا	مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾	وَ	اِذَا	كُنْتَ
وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	بیشک	کفر کرنے والے	ہیں	تمہارے لئے	دشمن	کھلے	اور	جب	آپ ہوں

تمہیں ستائیں گے، بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ ﴿١٠١﴾ اے نبی! (ﷺ)، جب آپ اُن کے درمیان

﴿١٠٠﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو ان اندیشوں سے نجات دلائی گئی ہے جو ہجرت کی صورت میں انسان کیلئے فکر مندی کا باعث ہوتے ہیں، چنانچہ انسان کو سب سے زیادہ فکر تین چیزوں کی ہوتی ہے، ایک یہ کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر جا رہے ہیں، اب کہاں رہیں گے؟ دوسری یہ کہ اپنا کاروبار چھوڑ کر جا رہے ہیں، اب کیا کاروبار کریں گے اور کہاں سے کھائیں پئیں گے؟ تیسری یہ کہ اگر راستے میں ہی موت آ گئی تو کیا کریں گے کیونکہ ایسی صورت میں تو نہ ادھر کے رہیں گے اور نہ ادھر کے؟ سو ان تینوں اندیشوں سے یہاں نجات دلا دی گئی ہے کہ اللہ خود تمہاری معیشت اور کشادہ رزق کا انتظام کرے گا اور تم اس سے زیادہ خوشحالی اور کشادگی حاصل کرو گے جو تمہیں ہجرت سے پہلے حاصل تھی، جہاں تک تعلق ہے راستے میں موت آ جانے کا تو یہ شہادت کی موت ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر و
١٤ ثواب عطا فرمائے گا، یہ اس نے اپنے اوپر
ع لازم کر رکھا ہے، اس لیے فکر مت کرو، تمہیں
١١ ہجرت کرنا ہرگز نقصان نہیں پہنچائے گا۔

﴿١٠١﴾ اس آیت مبارکہ میں دوران سفر قصر نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے، یہ اجازت چونکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی مہربانی ہے، لہٰذا اہل ایمان کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے، اگرچہ سفر میں دشمن کے حملے کا خطرہ ہو یا نہ ہو، یہ اجازت ہمیشہ کے لیے ہے بعض حضرات کو غلط فہمی ہو گئی ہے کہ یہ اجازت صرف نبی علیہ السلام کے دور باسعادت تک تھی، محقق علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ غلط فہمی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ اجازت ہمشہ کے لیے ہے، اور یہ اُمت ہمیشہ اس اجازت سے فائدہ اُٹھا سکتی ہے، اب یہاں سفر اور قصر کی مناسبت سے چند اہم نکات اور مسائل بیان کیے جا رہے ہیں تاکہ اس سلسلے میں شریعت کی بنیادی تعلیمات سامنے آ جائیں اور موقع محل کی مناسبت سے ان پر عمل کرنا ممکن ہو سکے۔

1۔ سفر کی مسافت 48 میل ہے جو موجودہ پیمائش کے مطابق ساڑھے ستتر کلومیٹر بنتی ہے، جو شخص اتنی مسافت پر روانہ ہو، شرعاً وہ مسافر ہوتا ہے اور اس کے لیے نماز میں قصر کرنا جائز ہوتا ہے، اس سے کم مسافت میں نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہوتا۔

2۔ جب انسان اپنے شہر کی حدود سے نکل جائے تو مسافر شمار ہونے لگتا ہے اور جب تک وہ اپنے شہر کی حدود کے اندر ہو، اُس وقت تک وہ مقیم شمار ہوتا ہے۔

3۔ اگر مسافر اپنی منزل پر پہنچ کر وہاں 15 دن یا اس سے زیادہ عرصہ رہنے کی نیت کر لے تو وہ مسافر نہیں رہتا، لہٰذا اب وہ وہاں پوری نماز پڑھے گا اور اگر اُس کی نیت 15 دن سے کم مدت تک ٹھہرنے کی ہو تو وہ مسافر شمار ہوگا اور اُسے قصر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی۔

4۔ صرف تین نمازوں میں قصر کا حکم متوجہ ہوتا ہے، یعنی ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں، چنانچہ ان میں سے ہر نماز کی دو دو رکعتیں ادا کی جائیں گی، جب کہ نماز فجر اور مغرب میں قصر کی اجازت نہیں ہے۔

فِيهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ

فِيهِمْ	فَاَقَمْتَ	لَهُمُ	الصَّلٰوةَ	فَلْتَقُمْ	طَآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	مَّعَكَ
ان میں	سو آپ قائم کریں	ان کیلئے	نماز	تو چاہئے کہ کھڑی ہو جائے	ایک جماعت	ان میں سے	آپ کے ہمراہ

موجود ہوں اور اُن کیلئے نماز کھڑی کریں تو ان میں سے ایک گروہ کو آپ کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے،

وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠

وَلْيَاْخُذُوْٓا	اَسْلِحَتَهُمْ	فَاِذَا	سَجَدُوْا	فَلْيَكُوْنُوْا	مِنْ وَّرَآئِكُمْ
اور چاہئے کہ وہ پکڑ لیں	اپنا اسلحہ	پھر جب	وہ سجدہ کر لیں	تو چاہئے کہ ہو جائیں	تمہارے پیچھے

انہیں چاہیے کہ اپنا اسلحہ بھی پکڑ لیں، پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو انہیں چاہیے کہ یہ تم لوگوں کے پیچھے چلے جائیں،

وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا

وَلْتَاْتِ	طَآئِفَةٌ	اُخْرٰى	لَمْ	يُصَلُّوْا	فَلْيُصَلُّوْا	مَعَكَ	وَلْيَاْخُذُوْا
اور چاہئے کہ آجائے	ایک جماعت	دوسری	نہیں	نماز پڑھی انہوں نے	سو چاہئے کہ وہ نماز پڑھیں	آپ کے ہمراہ	اور چاہئے کہ پکڑ لیں

پھر دوسرا گروہ جس نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی وہ آجائے، اور چاہیے کہ وہ آپ کے ہمراہ نماز پڑھیں، انہیں چاہیے کہ وہ حفاظتی ڈھال

حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ

حِذْرَهُمْ	وَ	اَسْلِحَتَهُمْ	وَدَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَوْ	تَغْفُلُوْنَ	عَنْ
اپنی ڈھال	اور	اپنا اسلحہ	چاہتے ہیں	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اگر	تم بے خبر ہو	سے

اور اسلحہ بھی اپنے ساتھ لے لیں، کافروں کی تو خواہش یہی ہے کہ تم کسی طرح اپنے اسلحے

اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ

اَسْلِحَتِكُمْ	وَ	اَمْتِعَتِكُمْ	فَيَمِيْلُوْنَ	عَلَيْكُمْ	مَّيْلَةً	وَّاحِدَةً
اپنے اسلحے کے	اور	اپنے سامان کے	تو وہ جھک پڑیں	تم پر	جھک پڑنا	یکدم

اور سازو سامان سے بے خبر ہو اور وہ تم پر ایک دم حملہ کر دیں،

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ

وَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	اِنْ	كَانَ	بِكُمْ	اَذًى	مِّنْ	مَّطَرٍ	اَوْ	كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَنْ
اور نہیں	کوئی حرج	تم پر	اگر	ہو	تم پر	اذیت	سے	بارش کے	یا	تم ہو	بیمار	یہ کہ

اور اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف کا سامنا ہو، یا تم بیمار ہو تو تم پر اس بات میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ

5- اگر مسافر کسی مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اُسے پوری نماز پڑھنی پڑے گی کیونکہ وہ امام کے تابع ہے۔

6- اگر مسافر کسی مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھے یا انفرادی نماز پڑھے تو اُس کی طرف قصر کے احکام متوجہ ہو جائیں گے۔

7- قصر کی اجازت صرف فرائض میں ہے، سنتوں کے حوالے سے یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے پاس وقت ہو تو اُسے سنتیں پڑھ لینی چاہئیں اور اگر وقت نہ ہو تو اُسے انہیں چھوڑنے کی اجازت ہے اور اس پر وہ گناہ گار نہ ہوگا۔

8- اگر کسی مسافر کی کوئی نماز چھوٹ جائے اور وہ مقیم ہونے کی حالت میں اس کی قضاء کرنا چاہے تو اس پر قصر نماز ہی لازم ہوگی اور اگر کوئی مقیم شخص سفر کی حالت میں اپنی وہ نماز قضاء کرنا چاہے جو حالت اقامت میں اس سے چھوٹ گئی ہو تو اس پر پوری نماز ادا کرنا ضروری ہوگا، گویا جو نماز جس حالت میں انسان پر واجب ہوئی ہو، اُسے اسی طرح ادا کرنا لازم ہوگا۔

9- جہاز میں کھڑے ہو کر اور قبلہ رخ معلوم کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے، سیٹ پر بیٹھ کر اور کھانے کی میز پر سجدہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔

10- ٹرین میں نماز پڑھتے ہوئے قیام فرض ہے بشرطیکہ کھڑے ہونے پر قدرت ہو اور قبلہ رخ نماز ادا کرنا شرط ہے۔

11- اگر مسافر کے پاس پانی موجود نہ ہو اور دیگر تمام شرائط پوری ہو رہی ہوں تو اُسے تیمم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ہے، یہ اجازت وضو اور غسل دونوں صورتوں میں ہے۔

12- تیمم کا طریقہ اور اُس کی دیگر تفصیلات سورۃ النساء کی آیت نمبر 43 کے ضمن میں بیان کر دی گئی ہیں، وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ

تَضَعُوْٓا	اَسْلِحَتَكُمْ	وَ	خُذُوْا	حِذْرَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	اَعَدَّ	لِلْكٰفِرِيْنَ
تم رکھ دو	اپنا اسلحہ	اور	پکڑلو	اپنی ڈھال	بیشک	اللہ	تیار کر رکھا ہے اس نے	کافروں کیلئے

تم اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دو اور صرف اپنی حفاظتی ڈھال پکڑ لو، بیشک اللہ نے کافروں کیلئے رسوا کن عذاب

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا

عَذَابًا	مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾	فَاِذَا	قَضَيْتُمُ	الصَّلٰوةَ	فَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	قِيٰمًا	وَّقُعُوْدًا
عذاب	رسوا کن	پھر جب	تم پوری کر چکو	نماز	تو یاد کرو	اللہ کو	کھڑے	اور بیٹھے

تیار کر رکھا ہے۔ ﴿۱۰۲﴾ پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلو کے بل

وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ

وَّ	عَلٰى	جُنُوْبِكُمْ	فَاِذَا	اطْمَاْنَنْتُمْ	فَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	اِنَّ	الصَّلٰوةَ
اور	پر	اپنے پہلوؤں کے	پھر جب	تم مطمئن ہو جاؤ	تو قائم کرو	نماز	بیشک	نماز

ہر حال میں یاد کرو، اور جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو، بیشک نماز

كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاۗءِ الْقَوْمِ ۭ

كَانَتْ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	كِتٰبًا	مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾	وَ	لَا	تَهِنُوْا	فِي	ابْتِغَاۗءِ	الْقَوْمِ
ہے	پر	مؤمنین کے	لکھی ہوئی	مقررہ وقت میں	اور	مت	سستی کرو	بیچ	تلاش کرنے میں	جماعت کو

مؤمنین پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔ ﴿۱۰۳﴾ اور دشمن کا پیچھا کرنے میں سستی کا مظاہرہ مت کرنا،

اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ

اِنْ	تَكُوْنُوْا	تَاْلَمُوْنَ	فَاِنَّهُمْ	يَاْلَمُوْنَ	كَمَا	تَاْلَمُوْنَ	وَ	تَرْجُوْنَ	مِنَ
اگر	تم ہو	تکلیف پاتے	تو بیشک	وہ تکلیف پاتے ہیں	جیسا کہ	تم تکلیف اٹھاتے ہو	اور	تم امید رکھتے ہو	سے

اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی اسی طرح تکلیف پہنچتی ہے جیسے تمہیں پہنچتی ہے، اور تم اللہ سے اُس چیز کی

اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

اللّٰهِ	مَا لَا	يَرْجُوْنَ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾	اِنَّآ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ
اللہ کے	جو نہیں	امید رکھتے وہ	اور ہے	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	بیشک ہم نے	نازل کیا	آپ کیطرف

اُمید رکھتے ہو جس کی وہ امید نہیں رکھتے، اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ﴿۱۰۴﴾ اے نبی! (ﷺ)، بیشک ہم نے آپ کی طرف

﴿۱۰۲﴾ اس آیت مبارکہ میں نماز خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے یعنی جب دشمن کے لشکر سے حملے کا اندیشہ ہو اور یہ خطرہ ہو کہ اگر سارے لوگ نماز پڑھنے لگے تو دشمن اچانک حملہ کر سکتا ہے، اور بہت زیادہ جانی نقصان ہو سکتا ہے تو ایسی صورت میں فوج کے دو حصے کیے جائیں، ایک حصہ نماز پڑھے اور دوسرا حصہ دشمن کے سامنے ڈٹ جائے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمن ان پر اچانک حملہ نہیں کرے گا اور اگر اس نے جرأت سے کام لے لیا، تب بھی فوج کا ایک حصہ اس کا راستہ روکنے کیلئے موجود ہوگا، اس کے علاوہ نماز بھی دو حصوں میں ادا کی جائیگی اور دوران نماز ہر شخص اپنا اسلحہ اور ڈھال اپنے ساتھ رکھنے کا پابند ہوگا سوائے اس کے کہ بارش یا بیماری کی وجہ سے اسلحہ اٹھا کر چلنا مشکل معلوم ہوتا ہو تو صرف ڈھال اپنے پاس ضرور رکھے، نماز کا طریقہ یہ ہے کہ امام پہلے گروہ کو ایک رکعت نماز پڑھائے، ایک رکعت پڑھ کر وہ دشمن کے سامنے کھڑا ہو جائے اور دوسرا گروہ آ جائے، امام اسے بھی ایک رکعت پڑھائے، امام کی نماز مکمل ہوگئی، وہ سلام پھیر دے اور دونوں گروہ اپنی باقی ماندہ نماز باری باری مکمل کر لیں۔

﴿۱۰۳﴾ اس آیت مبارکہ میں نماز خوف ادا کرنے کے بعد کثرت کے ساتھ ذکر اللہ کی تاکید کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ جب خوف کی حالت دور ہو جائے اور دشمن کا خطرہ ٹل جائے تو قصر کی بجائے اب پوری نماز پڑھو اور خوف کی وجہ سے جو سہولتیں دی گئیں تھیں، انہیں موقوف سمجھو کیونکہ وہ

ع ۱۵ ۱۴ ۱۲

مجبوری کی حالت تھی، نیز یہ بھی یاد رکھو کہ مقررہ اوقات میں اہل ایمان پر نماز فرض ہے، ان اوقات کا اہتمام کرنا چاہیے اور نماز کو قضا ہونے سے بچانا چاہیے، یہ تاکید اس لیے بھی فرمائی کہ خوف کی حالت میں بعض اوقات نماز پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملتا اور نماز قضا ہو جاتی ہے، جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوئیں، عام حالات میں نماز اپنے مقررہ وقت پر ہی ادا کرنی چاہیے۔

﴿۱۰۴﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر تمہیں دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم ملے تو اس حکم پر فوری عمل کرو اور سستی کو اپنے قریب بھی نہ آنے دو، یہ عذر مت پیش کرو کہ ہم تھکے ہارے اور زخموں سے نڈھال ہیں، کیونکہ دشمن بھی تو تمہاری طرح تھکا ہارا اور زخموں سے چور ہے، لیکن وہ بھاگا جا رہا ہے، لہٰذا زخمی ہونے اور تھکن کا شکار ہونے میں تو دونوں گروہ برابر ہیں، البتہ مسلمانوں کو اللہ کی بارگاہ سے جو ثواب اور بلند درجہ نصیب ہوگا جس کی انہیں توقع بھی ہے، کفار اور مشرکین اس سے محروم ہیں، اس لیے اگر تمہیں دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم ملے تو کم ہمتی سے کام نہ لینا، فوراً روانہ ہو جانا۔

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ

الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	لِتَحْكُمَ	بَيْنَ	النَّاسِ	بِمَآ	اَرٰىكَ	اللّٰهُ	وَلَا	تَكُنْ
کتاب کو	برحق	تاکہ آپ فیصلہ کریں	درمیان	لوگوں کے	اس سے جو	آپ کو دکھایا	اللہ نے	اور نہ	ہو جائیں آپ

برحق کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اُس طرح فیصلہ کریں جو اللہ آپ کو دکھا دے، اور آپ خیانت کرنے والوں

لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝١٠٥ۙ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا

لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ	خَصِيْمًا ۝١٠٥	وَّاسْتَغْفِرِ	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا
خیانت کرنے والوں کیلئے	جھگڑنے والے	اور مغفرت طلب کیجئے	اللہ سے	بیشک	اللہ	ہے	بہت بخشنے والا

کی طرف سے تکرار کرنے والے نہ بنیں۔ ١٠٥ اور اللہ سے استغفار کیجیے، بیشک اللہ بہت بخشنے والا،

رَّحِيْمًا ۝١٠٦ۚ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

رَّحِيْمًا ۝١٠٦	وَلَا	تُجَادِلْ	عَنِ	الَّذِيْنَ	يَخْتَانُوْنَ	اَنْفُسَھُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ
نہایت مہربان	اور مت	جھگڑا کیجئے	سے	وہ لوگ جو	خیانت کرتے ہیں	اپنی جانوں سے	بیشک	اللہ

نہایت مہربان ہے۔ ١٠٦ اور اُن لوگوں کی طرف سے جھگڑا مت کریں جو اپنے دلوں میں خیانت رکھتے ہیں، بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِــيْمًا ۝١٠٧ۚ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ

لَا	يُحِبُّ	مَنْ	كَانَ	خَوَّانًا	اَثِيْمًا ۝١٠٧	يَّسْتَخْفُوْنَ	مِنَ	النَّاسِ
نہیں	پسند کرتا	وہ جو	ہو	خیانت کرنے والا	گنہگار	وہ شرماتے ہیں	سے	لوگوں کے

اُس شخص کو پسند نہیں کرتا جو خیانت کرنے والا، گنہگار ہو۔ ١٠٧ وہ لوگوں سے شرماتے ہیں،

وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ

وَلَا	يَسْتَخْفُوْنَ	مِنَ	اللّٰهِ	وَھُوَ	مَعَھُمْ	اِذْ	يُبَيِّتُوْنَ	مَا لَا	يَرْضٰى	مِنَ
اور نہیں	شرماتے	سے	اللہ کے	اور وہ	ان کے ساتھ	جب	وہ رات کو مشورہ کرتے ہیں	وہ جو نہیں	پسندیدہ	سے

اللہ سے نہیں شرماتے ، حالانکہ جب وہ رات کو ناپسندیدہ مشورے کر رہے ہوتے ہیں،تب بھی وہ اُن کے ساتھ

الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝١٠٨ ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ

الْقَوْلِ	وَكَانَ	اللّٰهُ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	مُحِيْطًا ۝١٠٨	ھٰٓاَنْتُمْ	ھٰٓؤُلَاۗءِ	جٰدَلْتُمْ
بات کے	اور ہے	اللہ	اسے جو	وہ کرتے ہیں	گھیرنے والا	یہ تم ہو	وہی لوگ	جھگڑا کیا تم نے

ہی ہوتا ہے، اور جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللہ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ١٠٨ یہ تم لوگ ہی ہو جو دنیا کی اس زندگی میں

١٠٥ ١٠٨ ان آیتوں کا مفہوم سمجھنے کیلئے ان کا پس منظر سمجھنا ضروری ہے، ایک مرتبہ ایک منافق نے " جسے لوگ مسلمان سمجھتے تھے" ایک مسلمان کے گھر میں چوری کی، وہ اپنے ساتھ آٹے کا ایک تھیلا اور کچھ ہتھیار لے گیا، آٹے کے تھیلے میں سوراخ تھا، سارا راستہ آٹا گرتا گیا اور چور کے گھر تک رہنمائی کرنے لگا، اس چور نے گھر کے قریب پہنچ کر جب یہ دیکھا تو پریشان ہوا، جلد ہی شیطان نے اس کے دماغ میں تدبیر ڈال دی، اس نے آٹے کا وہ تھیلا پکڑا اور ایک یہودی کے پاس یہ کہہ کر رکھوا دیا کہ یہ میری امانت ہے، اسے اپنے پاس رکھ لو، اس طرح آٹے کے نشان اس کے گھر سے یہودی کے گھر تک پہنچ گئے، ادھر جب وہ مسلمان صبح بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ اس کے گھر میں چوری ہو گئی ہے، آٹے کے نشانات نے اسکی رہنمائی کی اور وہ چور کے گھر تک پہنچ گیا، لیکن وہاں آٹا ہوتا تو ملتا، چور نے قسم کھا کر اسے یقین دلایا کہ میرے گھر میں آٹا نہیں ہے، یہ دیکھو اس کے نشان کہیں اور جا رہے ہیں، ان نشانات پر وہ یہودی تک پہنچ گیا، آٹا وہاں سے برآمد ہو گیا، اس نے یہودی کو چور قرار دے دیا، یہودی نے انکار کیا اور بتایا کہ یہ تو فلاں شخص کی امانت ہے جو رات کو میرے پاس رکھوا کر گیا ہے، یہ مقدمہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا، چور کے رشتہ داروں نے قسمیں کھائیں کہ وہ چور نہیں ہے، اصل چور یہودی ہے، مسروقہ مال بھی یہودی کے پاس سے برآمد ہوا تھا اس لیے اس کے چور ہونے کا گمان پختہ ہو گیا تھا، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں، جن میں ساری حقیقت کھول کر بیان کر دی گئی ہے، اور رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ پر یہ برحق کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ آپ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ حق تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں فرمائیں، یہ حکم آپ کی وساطت سے ہر اس شخص کو بھی دیا جاتا ہے جو قاضی اور ثالث مقرر ہو، قاضی کو یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ مجرموں اور خیانت کرنے والوں کی طرف داری کر کے ان کی بے گناہی ثابت نہ کرے، اگر اس سے پہلے کوئی ایسی کوتاہی ہو گئی ہو تو اس پر اللہ سے معافی مانگے، اس کی تلافی بھی کرے اور آئندہ کسی خائن کا وکیل صفائی نہ بنے، وجہ اس کی ہے کہ اللہ کو خائن اور گناہ گار لوگ پسند نہیں ہیں، قاضی ان کی طرف داری کرنے کی وجہ سے ان کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے، وہ خائن اور مجرم لوگ اللہ سے ڈرنے کی بجائے لوگوں سے ڈرتے ہیں اور راتوں کو چھپ چھپ کر ناپسندیدہ مشورے اور منصوبہ بندیاں کرتے ہیں، انہیں اللہ سے شرم نہیں آتی کہ وہ تو ہر لمحے ان کے ساتھ موجود ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے، لیکن لوگوں سے انہیں شرم آ جاتی ہے، حالانکہ وہ اس کے ساتھ نہ تو ہر لمحے موجود ہوتے ہیں اور نہ اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ

عَنْهُمْ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۫	فَمَنْ	يُّجَادِلُ	اللّٰهَ	عَنْهُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	اَمْ
ان کی جانب سے	بیچ	زندگی	دنیا کے	تو کون	وہ جھگڑا کرے گا	اللہ سے	ان کی جانب سے	دن	قیامت کے	یا

اُن کی طرف سے جھگڑا کر رہے ہو، پھر قیامت کے دن اِن کی طرف سے اللہ کے ساتھ کون جھگڑا کرے گا؟ یا

مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ

مَّنْ	يَّكُوْنُ	عَلَيْهِمْ	وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾	وَ	مَنْ	يَّعْمَلْ	سُوْٓءًا	اَوْ	يَظْلِمْ	نَفْسَهٗ
کون	ہوگا	ان پر	کارساز	اور	جو کوئی	عمل کرے	برا	یا	ظلم کرے	اپنی جان پر

کون اُن کا کارساز ہو گا؟ [۱۰۹] اور جو شخص کوئی برائی کرے، یا اپنی جان پر ظلم کرے،

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا

ثُمَّ	يَسْتَغْفِرِ	اللّٰهَ	يَجِدِ	اللّٰهَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾	وَمَنْ	يَّكْسِبْ	اِثْمًا
پھر	معافی مانگ لے	اللہ سے	وہ پائے گا	اللہ کو	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور جو کوئی	کمائے	گناہ

پھر اللہ سے معافی مانگ لے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔ [۱۱۰] اور جو شخص کوئی گناہ کرے،

فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ

فَاِنَّمَا	يَكْسِبُهٗ	عَلٰى	نَفْسِهٖ ؕ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا ﴿١١١﴾	وَمَنْ
تو صرف	وہ اسے کماتا ہے	پر	اپنی ذات کے	اور ہے	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	اور جو کوئی

اس کا وبال اُس کی اپنی ذات پر ہی ہو گا اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ [۱۱۱] اور جو شخص

يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا

يَّكْسِبْ	خَطِيْٓـَٔةً	اَوْ اِثْمًا	ثُمَّ	يَرْمِ	بِهٖ	بَرِيْٓـًٔا	فَقَدِ	احْتَمَلَ	بُهْتَانًا
کمائے	کوئی غلطی	یا کوئی گناہ	پھر	الزام لگائے	اس کا	کسی بے گناہ پر	تو یقیناً	اس نے بوجھ اٹھایا	بہتان کا

کوئی غلطی یا گناہ کر بیٹھے، پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگا دے تو اُس نے بہتان اور واضح گناہ

وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾ ع وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ

وَّ	اِثْمًا	مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾	وَلَوْلَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكَ	وَرَحْمَتُهٗ	لَهَمَّتْ	طَّآئِفَةٌ
اور	گناہ کا	کھلا	اور اگر نہ ہوتا	فضل	اللہ کا	آپ پر	اور اس کی مہربانی	البتہ ارادہ کرلیا تھا	ایک جماعت نے

کا بوجھ اٹھالیا۔ [۱۱۲] اے نبی! (ﷺ)، اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ آپ کو

[۱۰۹] اس آیت میں چوروں، ڈاکوؤں اور مجرموں کے وکلاء کو خطاب کیا جارہا ہے کہ اگر آج تم لوگ عصبیت کی وجہ سے یا اپنی فیس کی خاطر ان کے جرائم پر پردہ ڈال رہے ہو اور اپنی چرب لسانی سے کام لیکر ان کے حق میں دلائل پیش کر رہے ہو تو کیا تمہاری یہ چرب لسانی قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی چل سکے گی اور وہاں اس کا کوئی فائدہ بھی ہو سکے گا؟ ہرگز نہیں، وہاں تو ہر شخص کو نفسی نفسی کے علاوہ کوئی اور پکار یاد نہ رہے گی۔

[۱۱۰] اس آیت مبارکہ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اگر کسی شخص سے صغیرہ یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہو جائے اور وہ اللہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ لے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا پائے گا، وہ اللہ کو سخت اور سنگ دل نہ پائے گا کہ بندے اس سے معافی مانگتے رہیں اور وہ ان کی سابقہ کوتاہیوں اور غلطیوں کی بناء پر انہیں معاف کرنے سے انکار کردے، یہ تو بندے ہوتے ہیں جو معاف کر کے بھی معاف نہیں کرتے۔

[۱۱۱] اس آیت مبارکہ میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ کا مرتکب ہو تو اس کے گناہ کی سزا کسی دوسرے کو نہیں دی جائیگی، اس کا وبال اسی پر ہوگا، البتہ اگر کسی شخص نے اسے اس گناہ پر آمادہ کر کے ترغیب دی ہوگی تو وہ بھی برابر کا مجرم ہوگا، لیکن دونوں کی سزا پوری پوری ہوگی، ایک کی وجہ سے دوسرے کی سزا میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

[۱۱۲] اس آیت مبارکہ میں اس شخص کو بہت بڑا گناہ گار اور خطا کار قرار دیا گیا ہے جو خود گناہ کر کے کسی دوسرے پر الزام لگا دے، حالانکہ اسے چاہیے تھا کہ اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کر لیتا لیکن اس نے دوہرے جرم کا ارتکاب کیا، ایک تو جرم کیا، پھر ایک بے گناہ پر اس کا الزام لگا دیا، اس لیے اس کی سزا بھی دوہری ہوگی، جیسا کہ مذکورہ واقعے میں ہوا۔

ع ۱۶ ۸ ۱۲

مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ

مِّنْهُمْ	اَنْ	يُّضِلُّوْكَ	وَ	مَا	يُضِلُّوْنَ	اِلَّآ	اَنْفُسَهُمْ	وَ	مَا	يَضُرُّوْنَكَ
ان میں سے	یہ کہ	وہ آپ کو بہکا دیں	اور	نہیں	وہ بہکا رہے	مگر	اپنی جانوں کو	اور	نہیں	وہ آپ کا نقصان کر رہے

بہکانے کا ارادہ کر چکا تھا، حالانکہ وہ اپنے علاوہ کسی کو نہیں بہکا سکتے اور وہ آپ کو کچھ بھی نقصان نہیں

مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ

مِنْ	شَيْءٍ	وَ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَ	عَلَّمَكَ	مَا	لَمْ
سے	کسی چیز کے	اور	نازل کیا	اللہ نے	آپ پر	کتاب	اور حکمت	اور	آپ کو سکھایا	وہ جو	نہیں

پہنچا سکتے، اور اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل فرمائی ہے، نیز آپ کو وہ باتیں سکھائی ہیں جو آپ

تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ

تَكُنْ	تَعْلَمُ	وَ	كَانَ	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكَ	عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾	لَا	خَيْرَ	فِيْ	كَثِيْرٍ
تھے	آپ جانتے	اور	ہے	فضل	اللہ کا	آپ پر	بہت بڑا	نہیں	کوئی خیر	بیچ	بہت سی

نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ ﴿۱۱۳﴾ اُن کے بہت سے مشوروں میں کوئی خیر

مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ

مِّنْ	نَّجْوٰىهُمْ	اِلَّا	مَنْ	اَمَرَ	بِصَدَقَةٍ	اَوْ	مَعْرُوْفٍ	اَوْ	اِصْلَاحٍ	بَيْنَ
سے	ان کی سرگوشیوں کے	مگر	وہ جو	حکم دے	صدقہ کرنے کا	یا	نیکی کا	یا	صلح کروانے کا	درمیان

نہیں ہے، سوائے اس کے کہ کوئی شخص صدقہ کرنے، نیکی کے کام کرنے یا لوگوں کے درمیان صلح کروانے کا

النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ

النَّاسِ	وَمَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	ابْتِغَآءَ	مَرْضَاتِ	اللّٰهِ	فَسَوْفَ	نُؤْتِيْهِ
لوگوں کے	اور جو کوئی	کرے گا	ایسا	حاصل کرنے کو	خوشنودی	اللہ کی	تو عنقریب	ہم اسے دیں گے

حکم دے، اور جو شخص اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے یہ کام کرے گا تو ہم اسے اجرِ عظیم

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ

اَجْرًا	عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾	وَ	مَنْ	يُّشَاقِقِ	الرَّسُوْلَ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا تَبَيَّنَ	لَهُ
اجر	بہت بڑا	اور	جو کوئی	مخالفت کرے	پیغمبر (ﷺ) کی	پیچھے سے	وہ جو واضح ہو چکی	اس کیلئے

عطا فرمائیں گے۔ ﴿۱۱۴﴾ اور جو شخص راہِ ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی پیغمبر (ﷺ) کی

﴿۱۱۳﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی عظیم فضیلت اور منقبت بیان کی گئی ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم اور اس کی مہربانی ہے، دشمن آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا ہے، آپ کو حکمت عطا فرمائی ہے، جن چیزوں کا علم آپ کو پہلے حاصل نہ تھا، اللہ نے آپ کو ان کا علم بھی عطا فرما دیا، آپ اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کا مورد ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو کچھ لوگوں کی خواہش تھی کہ آپ سے یکطرفہ فیصلے کروا لیتے، لیکن چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنایا ہے اور آپ پر اپنا خصوصی فضل و کرم نازل فرمایا ہے، اس لیے آپ کو ان کی چال بازیوں سے محفوظ رکھا ہے، اس طرح دشمنوں کی سازش ناکام ہو گئی اور رسول اکرم ﷺ کی عظمت شان مزید نکھر کر سامنے آ گئی۔ (ﷺ)

﴿۱۱۴﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی سرگوشیوں کی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ عام طور پر ان کی سرگوشیوں میں خیر کی کوئی بات نہیں ہوتی، وہ ہمیشہ کسی نہ کسی شر اور گناہ کا پیش خیمہ بنتی ہے، اس لیے انہیں اپنی سرگوشیوں سے باز آ جانا چاہیے، اگر سرگوشی کرنا ہی ضروری ہو تو کسی کو سرگوشی میں صدقہ کرنے کی ترغیب دے، سرگوشی میں نیکی کے کسی کام کی ترغیب دے یا لوگوں کے درمیان صلح کروانے میں اپنا کردار ادا کرے، ایسے اعمال اگر اللہ کی رضا کیلئے سرگوشی میں کیے جائیں تو باعث اجر و ثواب بھی ہوں، کسی کی غیبت اور شکایت کی سرگوشی میں کیا خیر ہو سکتی ہے؟

الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ

الْهُدٰى	وَ	يَتَّبِعْ	غَيْرَ	سَبِيْلِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	نُوَلِّهٖ	مَا تَوَلّٰى	وَنُصْلِهٖ
ہدایت	اور	وہ پیروی کرے	علاوہ	راستے کے	مؤمنین کے	ہم اسے حوالے کردیں گے	اس کے جو وہ پھر گیا	اور ہم اسے داخل کریں گے

مخالفت کرے اور مؤمنین کے راستے کے برخلاف چلے تو ہم اُسے اُس چیز کے حوالے کر دیں گے جس طرف وہ پھر گیا اور ہم اسے جہنم میں

۱۷ ع ۲ ۱۴ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ

جَهَنَّمَ	وَ	سَآءَتْ	مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَغْفِرُ	اَنْ	يُّشْرَكَ	بِهٖ
جہنم میں	اور	وہ بہت برا	ٹھکانہ	بیشک	اللہ	نہیں	معاف فرمائے گا	یہ کہ	شرک کیا جائے	اسکے ساتھ

داخل کردیں گے، اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ ﴿۱۱۵﴾ بیشک اللہ اس چیز کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ

وَ	يَغْفِرُ	مَا دُوْنَ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَ	مَنْ	يُّشْرِكْ	بِاللّٰهِ	فَقَدْ	ضَلَّ
اور	معاف کردے گا	وہ جو علاوہ	اس کے	جسے	وہ چاہے گا	اور	جو کوئی	شرک کرے	اللہ کے ساتھ	تو یقیناً	وہ گمراہ ہوگیا

اور اس کے علاوہ جس کے گناہ چاہے گا، معاف فرما دے گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے، یقینا وہ دور کی

ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ

ضَلٰلًا	بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾	اِنْ يَّدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	اِلَّاۤ	اِنٰثًا	وَ	اِنْ يَّدْعُوْنَ
گمراہی	دور کی	نہیں پکارتے وہ	اس کے علاوہ	مگر	عورتوں کو	اور	نہیں پکارتے وہ

گمراہی میں جا پڑا۔ ﴿۱۱۶﴾ وہ تو اللہ کو چھوڑ کر محض عورتوں کو پکارتے ہیں اور وہ تو صرف

وقف لازم اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ

اِلَّا	شَيْطٰنًا	مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾	لَّعَنَهُ	اللّٰهُ	وَ	قَالَ	لَاَتَّخِذَنَّ	مِنْ	عِبَادِكَ
مگر	شیطان کو	سرکش	اس پر لعنت کی	اللہ نے	اور	اس نے کہا	میں ضرور لوں گا	سے	تیرے بندوں کے

سرکش شیطان کو پکارتے ہیں۔ ﴿۱۱۷﴾ جس پر اللہ نے لعنت کی ہے، اور شیطان نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے

نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ

نَصِيْبًا	مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾	وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ	وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ	وَلَاٰمُرَنَّهُمْ
حصہ	مقررشدہ	اور میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا	اور میں انہیں ضرور امیدیں دلاؤں گا	اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا

طے شدہ حصہ لیکر رہوں گا۔ ﴿۱۱۸﴾ میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا، میں انہیں امیدیں دلاؤں گا، میں انہیں حکم دوں گا

﴿۱۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں سنت اور اجماع امت کی مخالفت کی سزا دو چیزیں بیان کی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ اسے اس کی رائے کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور دوسری یہ کہ اس کیلئے جہنم کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ایسا ہونا فطری تقاضا ہے کیونکہ سنت کے مقابلے میں اپنی رائے پر اصرار کرنا دراصل سنت کی اہمیت کا انکار ہے جبکہ اس کے سامنے سنت واضح بھی ہو چکی ہو اور اجماع کی مخالفت کر کے انسان دراصل یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین یا مجتہدین سے اس مسئلے کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے، صحیح مسئلہ وہ ہے جو میں سمجھا ہوں، ظاہر ہے کہ یہ دونوں راستے اندھے کنوئیں کی طرف لے جانے والے ہیں جس کے پیچھے گہری کھائی ہے، سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ سنت اور اجماع کی اہمیت کو تسلیم کر کے اپنی عقلی نا پختگی تسلیم کرلے اور خلاف سنت یا خلاف اجماع راستے کو ترک کر دے۔

﴿۱۱۶﴾ اس آیت مبارکہ میں شرک کے نا قابل معافی جرم ہونے کو دہرایا گیا ہے، یہ مضمون اس سے پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور اپنی اہمیت کی وجہ سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے بار بار دہرایا جائے تا کہ لوگوں کے ذہنوں میں خوب اچھی طرح راسخ ہوجائے اور وہ ہر قسم کے شرک سے اجتناب کریں۔

﴿۱۱۷﴾ ﴿۱۲۱﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی کم عقلی کو بیان کیا ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کو پکارتے ہیں، ان کے نام ہی عورتوں والے ہیں، یعنی انہیں عبادت کرنے کیلئے بھی کوئی مرد نہیں ملا اور انہوں نے عورتوں کو اپنا معبود بنالیا، یہ کیسے نادان لوگ ہیں کہ شیطان مردود کی پوجا کرتے ہیں جس پر اللہ نے لعنت فرمائی =

فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ

فَلَيُبَتِّكُنَّ	اٰذَانَ	الْاَنْعَامِ	وَلَاٰمُرَنَّهُمْ	فَلَيُغَيِّرُنَّ	خَلْقَ	اللّٰهِ	وَمَنْ
تو وہ ضرور چیریں گے	کانوں کو	جانوروں کے	اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا	تو وہ ضرور بگاڑیں گے	تخلیق کو	اللہ کی	اور جو کوئی

کہ جانوروں کے کان چیریں، اور میں انہیں حکم دوں گا کہ اللہ کی تخلیق کو بگاڑ دیں، اور جو شخص

يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾

يَّتَّخِذِ	الشَّيْطٰنَ	وَلِيًّا	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	فَقَدْ	خَسِرَ	خُسْرَانًا	مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾
پکڑلے	شیطان کو	دوست	سے	علاوہ	اللہ کے	تو یقیناً	وہ خسارے میں پڑ گیا	خسارہ	کھلا

اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنائے گا، وہ یقینا کھلے خسارے میں پڑ گیا۔ ﴿۱۱۹﴾

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ

يَعِدُهُمْ	وَ	يُمَنِّيْهِمْ	وَمَا	يَعِدُهُمُ	الشَّيْطٰنُ	اِلَّا	غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾	اُولٰٓئِكَ
وہ ان سے وعدہ کرتا ہے	اور	انہیں امید دلاتا ہے	اور نہیں	وعدہ کرتا ان سے	شیطان	مگر	دھوکے کا	وہی لوگ

وہ اُن سے وعدہ کرتا اور انہیں امیدیں دلاتا ہے، اور شیطان اُن سے جو بھی وعدے کرتا ہے، وہ محض دھوکہ ہے۔ ﴿۱۲۰﴾ یہی وہ لوگ ہیں

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۙ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مَاْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ	وَلَا	يَجِدُوْنَ	عَنْهَا	مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
ان کا ٹھکانہ	جہنم	اور نہ	پائیں گے وہ	اس سے	بھاگنے کی کوئی جگہ	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے

جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کہیں جگہ نہ پائیں گے۔ ﴿۱۲۱﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	سَنُدْخِلُهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا
اور	انہوں نے عمل کئے	نیک	عنقریب ہم انہیں داخل کریں گے	باغات میں	بہتی ہیں	سے	ان کے نیچے

اور انہوں نے نیک عمل کیے، ہم انہیں ایسے باغات میں ضرور داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ اَصْدَقُ

الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقًّا	وَمَنْ	اَصْدَقُ
نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	ہمیشہ	وعدہ ہے	اللہ کا	سچا	اور کون	زیادہ سچا

بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور بات کہنے میں اللہ سے

= ہے، کیا کوئی ملعون معبود ہوسکتا ہے؟ اس کے علاوہ یہ پہلو بھی نہایت اہم ہے کہ شیطان مردود تو بارگاہ رب العزت سے دھتکارے جانے کے بعد انسان کو گمراہ کرنے کا دعویٰ کرکے آیا تھا، اس نے کہا تھا کہ تیرے بندوں کا ایک قابل ذکر حصہ میرا ہوگا، وہ میری بات مانے گا، میرے حکموں پر چلے گا، میں انہیں مختلف قسم کی تمناؤں اور خواہشات کے جال میں جکڑ دوں گا، میرے حکم پر وہ جانوروں کے کانوں میں سوراخ کرکے انہیں بتوں کے نام پر وقف کریں گے، میرے حکم پر وہ عورتوں کی مشابہت اختیار کریں گے اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں گی، اللہ کی بنائی ہوئی شکلوں کو میرے حکم سے بگاڑا جائیگا، تعجب ہے کہ تم ایسے ازلی دشمن کو اپنا دوست سمجھ رہے ہو اور اس کے بہکاوے میں آکر اللہ کے ساتھ شرک کررہے ہو، کوئی بات نہیں، اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا، نقصان تمہارا ہی ہوگا، وہ تم سے وعدے کرتا اور امیدیں دلاتا رہے گا، یہ سب دھوکے ہیں، ان میں سے کوئی وعدہ پورا نہ ہوگا اور بالآخر جہنم میں جانا ہوگا، وہاں سے چھٹکارا نصیب نہ ہوگا، اور نہ کہیں بھاگ کر جاسکیں گے۔

مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ

مِنَ	اللّٰهِ	قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾	لَيْسَ	بِاَمَانِيِّكُمْ	وَلَآ	اَمَانِيِّ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مَنْ
سے	اللہ کے	بات کہنے میں	نہیں	تمہاری امیدوں پر	اور نہ	امیدوں پر	اہل کتاب کی	جو کوئی

بڑھ کر سچا کون ہو سکتا ہے؟ ﴿۱۲۳﴾ نہ تمہاری امیدوں پر دارومدار ہے اور نہ اہلِ کتاب کی امیدوں پر، جو بھی کوئی

يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

يَّعْمَلْ	سُوْٓءًا	يُّجْزَ	بِهٖ ۙ	وَ	لَا	يَجِدْ لَهٗ	مِنْ دُوْنِ	اللّٰهِ	وَلِيًّا
عمل کرے گا	برا	بدلہ دیا جائے گا	اس کا	اور	نہ	پائے گا وہ اپنے لئے	سے علاوہ	اللہ کے	کوئی دوست

برائی کرے گا، اُسے اُس کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اپنے لیے اللہ کے علاوہ کوئی دوست اور مددگار

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ

وَّلَا	نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾	وَمَنْ	يَّعْمَلْ	مِنَ	الصّٰلِحٰتِ	مِنْ	ذَكَرٍ	اَوْ	اُنْثٰى	وَهُوَ
اور نہ	کوئی مددگار	اور جو کوئی	عمل کرے گا	سے	نیکیوں کے	سے	مرد	یا	عورت	اور وہ

نہ پائے گا۔ ﴿۱۲۴﴾ اور جو بھی کوئی نیک عمل کرے ”خواہ وہ مرد ہو یا عورت“ اور وہ

مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ

مُؤْمِنٌ	فَاُولٰٓئِكَ	يَدْخُلُوْنَ	الْجَنَّةَ	وَ	لَا	يُظْلَمُوْنَ	نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾	وَ	مَنْ
ایمان والا	تو وہ لوگ	داخل ہوں گے	جنت میں	اور	نہ	ظلم کئے جائیں گے	دھاگے برابر	اور	کون

مؤمن بھی ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ﴿۱۲۵﴾ اور اس

اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ

اَحْسَنُ	دِيْنًا	مِّمَّنْ	اَسْلَمَ	وَجْهَهٗ	لِلّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	وَّاتَّبَعَ	مِلَّةَ
زیادہ اچھا	دین میں	اس سے جو	تابع کردے	اپنا چہرہ	اللہ کیلئے	اور وہ	نیکوکار ہو	اور پیروی کرے	ملت کی

شخص سے زیادہ اچھا دین کس کا ہوگا جو اپنی ذات کو اللہ کے تابع کر دے اور وہ نیکوکار ہو، نیز وہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرے

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا ؕ	وَاتَّخَذَ	اللّٰهُ	اِبْرٰهِيْمَ	خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾	وَ	لِلّٰهِ	مَا	فِي
ابراہیم کی	سب سے یکسو ہونے والا	اور بنا لیا	اللہ نے	ابراہیم کو	دوست	اور	اللہ ہی کیلئے	وہ جو	بیچ

جو کہ سب سے یکسو ہو گئے تھے، اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنا لیا۔ ﴿۱۲۶﴾ اور آسمانوں اور زمین میں

﴿۱۲۲﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے بر خلاف ایمان اور عمل صالح کی زندگی گزارنے والوں سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے، کیونکہ اللہ سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ہوسکتا، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ تم خود فیصلہ کرو کہ تمہیں شیطان کے وعدے کو اہمیت دینی ہے اور اس کے دھوکے میں آکر جہنم میں داخل ہونا ہے، یا اللہ کے وعدے پر یقین کر کے جنت میں جانا چاہتے ہو؟

﴿۱۲۳﴾ ﴿۱۲۴﴾ ان آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ جزا اور سزا، نجات اور عذاب کا دارومدار لوگوں کی امیدوں، آرزوؤں اور خواہشوں پر نہیں ہے کہ ہمارے پیغمبر ہمیں بچالیں گے، فلاں بزرگ ہمیں اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے یا فلاں ولی اللہ ہمیں نجات دلوادیں گے، ایسا ہرگز نہیں ہوگا، یاد رکھو! کہ جزا اور سزا کا دارومدار ایمان اور عمل پر ہے، اگر برا عمل کرے گا تو اس کی سزا برداشت کرنی پڑے گی خواہ کسی بھی شکل میں ہو، اور اچھا عمل کرے گا تو اس کی جزا ملے گی خواہ مرد ہو یا عورت اور عمل چھوٹا ہو یا بڑا، کسی پر بھی معمولی سا ظلم بھی نہ ہوگا۔

﴿۱۲۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اس شخص کو دین کے اعتبار سے سب سے بہترین اور عمدہ انسان قرار دیا گیا ہے جس میں تین خوبیاں جمع ہوں۔ (۱) اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر کے اس کی کامل فرمانبرداری کرے۔ (۲) دل سے نیکی کے کاموں میں مشغول و مصروف ہو۔ (۳) ملت ابراہیمی کی پیروی میں سب سے یکسو ہو کر اللہ سے لو لگا لے، اسی عمل کی برکت سے اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا۔

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿١٢٦﴾ ع

السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي	الْاَرْضِ	وَكَانَ	اللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	مُّحِيْطًا
آسمانوں کے	اور جو	بیچ	زمین کے	اور ہے	اللہ	ہر ایک	چیز کو	گھیرنے والا

جو کچھ ہے، اللہ ہی کی ملکیت ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ۱۲۶

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاۗءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ	فِي	النِّسَاۗءِ	قُلِ	اللّٰهُ	يُفْتِيْكُمْ	فِيْهِنَّ	وَمَا	يُتْلٰى
اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں	بیچ	عورتوں کے	تُو کہہ	اللہ	تمہیں حکم دیتا ہے	بیچ ان کے	اور وہ جو	تلاوت کیا جاتا ہے

اے نبی! (ﷺ)، لوگ آپ سے خواتین کے متعلق حکم پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ اُن کے متعلق اللہ تمہیں حکم بتاتا ہے، اور یہ وہی ہے جو یتیم عورتوں کے

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ

عَلَيْكُمْ	فِي	الْكِتٰبِ	فِيْ	يَتٰمَى	النِّسَاۗءِ	الّٰتِيْ	لَا	تُؤْتُوْنَهُنَّ	مَا	كُتِبَ	لَهُنَّ
تم پر	بیچ	کتاب کے	بیچ	یتیم	عورتوں کے	وہ جو	نہیں	تم انہیں دیتے	وہ جو	لکھا جاتا ہے	ان کیلئے

متعلق تمہارے سامنے قرآن میں پڑھا جاتا ہے کہ اُن کیلئے جو کچھ طے کر کے لکھا جاتا ہے، تم انہیں وہ نہیں دیتے ہو

وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ

وَتَرْغَبُوْنَ	اَنْ	تَنْكِحُوْهُنَّ	وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ	مِنَ	الْوِلْدَانِ	وَ	اَنْ
اور تم رغبت رکھتے ہو	یہ کہ	تم ان سے نکاح کرو	اور بے بس	سے	بچے	اور	یہ کہ

اور اُن سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو، نیز بے بس بچوں کے متعلق اللہ حکم دیتا ہے کہ

تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ

تَقُوْمُوْا	لِلْيَتٰمٰى	بِالْقِسْطِ	وَ	مَا	تَفْعَلُوْا	مِنْ	خَيْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِهٖ
تم قائم رہو	یتیموں کیلئے	انصاف پر	اور	جو	تم کرو گے	سے	کوئی نیکی	تو بیشک	اللہ	ہے	اسے

تم یتیموں کے معاملے میں انصاف پر قائم رہو، اور تم جو بھی نیکی کرو گے، سو اللہ اُسے خوب

عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا

عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾	وَ	اِنِ	امْرَاَةٌ	خَافَتْ	مِنْۢ	بَعْلِهَا	نُشُوْزًا	اَوْ	اِعْرَاضًا	فَلَا
خوب جاننے والا	اور	اگر	کوئی عورت	اندیشہ کرے	سے	اپنے شوہر کے	لڑائی جھگڑے کا	یا	بے رغبتی کا	تو نہیں

جانتا ہے۔ ۱۲۷ اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے لڑائی جھگڑے یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو اُن دونوں پر

۱۸ ع ۱۱ ۱۵

۱۲۶ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کی ملکیت میں ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک اور ہر چیز اس کی مملوک ہے، یہ مضمون بھی قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے اور اس کی اہمیت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسے بار بار دہرایا جائے تا کہ حق تعالیٰ کے تصرفات پر کبھی بھی ذہن میں وسوسہ اور شبہ نہ آنے پائے۔

۱۲۷ اس آیت مبارکہ میں یتیم بچیوں کے نکاح کے حوالے سے لوگوں کے ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے، سوال کا تعلق ایک خاص پس منظر کے ساتھ ہے جس کے مطابق یتیم بچیوں کے ساتھ نا انصافی کی صورت میں نکاح کی ممانعت کر دی گئی تھی، یہ ممانعت عام سرپرستوں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کیلئے بھی تھی جو ان بچیوں کے غیر محرم رشتہ دار ہوں اور ان کے ساتھ ان کا نکاح جائز ہو، لوگوں کی خواہش تھی کہ اگر ایسے اولیاء کو نکاح کی اجازت مل جائے تو ضروری نہیں کہ وہ ناانصافی اور ظلم ہی کریں، ممکن ہے کہ بچیوں کے حق میں بہتر وہی ہوں، سو اس سلسلے میں انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی، جس کا جواب اس آیت مبارکہ میں دیا گیا ہے کہ ابتدائی ممانعت کا تعلق اس صورت میں تھا جب تم عورتوں کے حقوق ادا نہیں کرتے تھے، تمہیں صرف ان کے ساتھ نکاح میں دلچسپی ہوتی تھی تا کہ اس بچی کا سارا مال و دولت تمہارے قبضہ اور تصرف میں آ جائے، اس لیے اب اگر تم ان کا حق ادا کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ اور ان کے مال و دولت پر قبضہ نہ جماؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یاد رکھو! کہ تمہارا نیکی کا کوئی کام بھی اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے۔

جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ

جُنَاحَ	عَلَيْهِمَآ	اَنْ	يُّصْلِحَا	بَيْنَهُمَا	صُلْحًا ؕ	وَالصُّلْحُ	خَيْرٌ ؕ
کوئی حرج	ان دونوں پر	یہ کہ	وہ دونوں صلح کرلیں	آپس میں	کوئی صلح	اور صلح کرلینا	زیادہ بہتر

کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ باہم کوئی صلح کر لیں، اور صلح سب سے بہترین ہے،

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

وَ	اُحْضِرَتِ	الْاَنْفُسُ	الشُّحَّ ؕ	وَ	اِنْ	تُحْسِنُوْا	وَ	تَتَّقُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ
اور	لائی گئی ہے سامنے	دلوں کے	لالچ	اور	اگر	تم نیکی کرو	اور	تقویٰ اختیار کرو	تو بیشک	اللہ

اور لالچ کو دلوں کے سامنے لایا جاتا ہے، اگر تم نیکی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بیشک اللہ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ

كَانَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾	وَلَنْ	تَسْتَطِيْعُوْٓا	اَنْ	تَعْدِلُوْا	بَيْنَ
ہے	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	اور ہرگز نہ	تم کرسکوگے	یہ کہ	تم انصاف کرو	درمیان

اُن تمام کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ﴿۱۲۸﴾ اور تم عورتوں کے درمیان عدل و انصاف ہرگز نہیں

النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ

النِّسَآءِ	وَلَوْ	حَرَصْتُمْ	فَلَا	تَمِيْلُوْا	كُلَّ	الْمَيْلِ	فَتَذَرُوْهَا	كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ
عورتوں کے	اگرچہ	تم اس کی حرص کرو	تو نہ	جھک جاؤ	پورا	جھک جانا	کہ تم اسے چھوڑ دو	جیسے لٹکی ہوئی

کر سکو گے ”خواہ تمہیں اس کی خواہش ہی ہو“ اس لیے تم بالکل ہی جھک نہ جاؤ کہ اسے لٹکا ہوا چھوڑ دو،

وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ

وَ	اِنْ	تُصْلِحُوْا	وَ	تَتَّقُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾	وَاِنْ
اور	اگر	تم اصلاح کرو	اور	تقویٰ اختیار کرو	تو بیشک	اللہ	ہے	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور اگر

اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿۱۲۹﴾ اور اگر

يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

يَّتَفَرَّقَا	يُغْنِ	اللّٰهُ	كُلًّا	مِّنْ	سَعَتِهٖ ؕ	وَكَانَ	اللّٰهُ	وَاسِعًا	حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾
وہ دونوں جدا ہوجائیں	بے نیاز کردے گا	اللہ	ہر ایک کو	سے	اپنی گنجائش کے	اور ہے	اللہ	گنجائش والا	حکمت والا

وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اُن میں سے ہر ایک کو اپنی وسعت کے ساتھ بے نیاز کر دے گا، اور اللہ گنجائش والا، حکمت والا ہے۔ ﴿۱۳۰﴾

﴿۱۲۸﴾ اس آیت مبارکہ میں شوہر کی بے توجہی، اعراض اور بے رغبتی کی صورت میں بیوی کی طرف سے صلح کی پیشکش کا خیر مقدم کیا گیا ہے، چنانچہ اگر بیوی دیکھے کہ شوہر نے اس میں دلچسپی لینا چھوڑ دی ہے، یا وہ اس سے بے رخی اور بے اعتنائی برت رہا ہے، اس سے بات نہیں کرتا یا بے تکلف نہیں ہوتا اور وہ اس کے رویے سے مجبور ہوکر اس کے ساتھ کوئی معاہدہ صلح کر لے جس میں وہ اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہو جائے تو ایسی صلح میں کوئی حرج نہیں، عورت کے ایسے اقدام سے توقع ہے کہ اس کی ازدواجی زندگی میں بہتری آ جائے گی کیونکہ فطری طور پر انسان کی طبیعت میں کفایت شعاری، اپنی منفعت یا زیادہ کھلے لفظوں میں حرص کا مادہ رکھا گیا ہے، لہٰذا مرد جب دیکھے گا کہ اس کی بیوی اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوگئی ہے تو اس کی بے توجہی میں بھی نمایاں کمی واقع ہو جائے گی۔

﴿۱۲۹﴾ اس آیت مبارکہ میں واضح اعلان کر دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ نکاح کرتا ہے ”جس کی شریعت نے ایک محدود دائرے میں اجازت بھی دی ہے“ تو اس کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان عدل و مساوات کی شرط اور اس کے تقاضوں پر پوری طرح عمل پیرا ہو سکے، اس لیے کہ بعض چیزیں انسان کے اختیار سے باہر ہوتی ہیں، عام لوگ تو رہے ایک طرف، خود رسول اکرم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! جہاں تک میرا اختیار چلتا ہے میں عدل و انصاف اور تقسیم میں برابری کا خیال رکھتا ہوں، لیکن جن چیزوں میں تیرا اختیار چلتا ہے اور میں وہاں بے اختیار ہو جاتا ہوں، ان میں مجھے ملامت نہ کرنا، اس لیے دوسری شادی کر کے پہلی بیوی کو درمیان میں لٹکا ہوا چھوڑ کر دوسری بیوی پر ہی دل و جان سے فدا ہو جانا، اللہ کو یہ ناانصافی پسند نہیں ہے۔

﴿۱۳۰﴾ اس آیت مبارکہ میں اطمینان دلایا گیا ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان مزاج کی موافقت نہ ہو رہی ہو اور وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیں تو مطمئن رہیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں کی ضروریات پوری کرے گا، انہیں اپنے فضل سے کشادگی عطا کرے گا، اس جدائی کے نتیجے میں مرد یا عورت کو بھوکا مرنے کیلئے نہیں چھوڑے گا، کیونکہ اللہ بہت وسعت والا ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا

وَلِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ ؕ	وَلَقَدْ	وَصَّيْنَا
اور اللہ کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ	زمین کے	اور البتہ یقیناً	ہم نے تاکید کی

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کی ملکیت ہے، اور یقیناً ہم نے تم سے پہلے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا

الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	وَ	اِيَّاكُمْ	اَنِ	اتَّقُوا
وہ لوگ جو	دیئے گئے	کتاب	سے	پہلے تمہارے	اور	خاص طور پر تمہیں	یہ کہ	ڈرو

اہلِ کتاب کو اور خود تمہیں بھی اسی بات کی تاکید کی ہے کہ اللہ سے

اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

اللّٰهَ ؕ	وَ	اِنْ	تَكْفُرُوْا	فَاِنَّ	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي
اللہ سے	اور	اگر	تم کفر کرو	تو بیشک	اللہ کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ

ڈرتے رہو، اور اگر تم کفر کرتے رہے تو پھر آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کی

الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۞١٣١ وَلِلّٰهِ مَا فِي

الْاَرْضِ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	غَنِيًّا	حَمِيْدًا ۞١٣١	وَ	لِلّٰهِ	مَا	فِي
زمین کے	اور	ہے	اللہ	بے نیاز	قابل تعریف	اور	اللہ کیلئے	وہ جو	بیچ

ملکیت ہے اور اللہ بے نیاز، قابلِ تعریف ہے۔ ١٣١ آسمانوں اور زمین میں

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۞١٣٢ اِنْ

السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ ؕ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا ۞١٣٢	اِنْ
آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ	زمین کے	اور کافی ہے	اللہ	کارساز	اگر

جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کی ملکیت ہے اور اللہ کارساز ہونے کیلئے کافی ہے۔ ١٣٢ اگر

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

يَّشَاْ	يُذْهِبْكُمْ	اَيُّهَا	النَّاسُ	وَيَاْتِ	بِاٰخَرِيْنَ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ
وہ چاہے	تو تمہیں لیجائے	اے	لوگو!	اور لے آئے	دوسروں کو	اور	ہے	اللہ

اللہ چاہے تو اے لوگو! تمہیں لے جائے اور دوسروں کو لے آئے، اور اللہ

١٣١ اس آیت مبارکہ میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ وہ حکم ہے جس کی تاکید اس امت کو بھی کی گئی ہے اور سابقہ امتوں کو بھی اس کی تاکید کی جاتی رہی ہے، لیکن اگر کوئی شخص روگردانی کرے اور کفر کی راہ پر چل پڑے تو اس سے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس کی ملکیت تو زمین و آسمان کی ہر چیز پر محیط ہے اور کائنات میں صرف اسی کا تصرف چلتا ہے، وہ نہایت بے نیاز ہے، کچھ لوگوں کے کفر اور روگردانی سے اس کی شانِ بے نیازی متاثر نہیں ہوتی۔

١٣٢ اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر زمین و آسمان کی ملکیت اللہ کیلئے قرار دے کر فرمایا گیا ہے کہ ہر چیز کا کارساز اللہ ہے اور وہ کارساز ہونے کیلئے کافی ہے، اسے دوسروں کا کام بنانے کے لیے کسی سہارے اور معاون کی ضرورت نہیں ہے۔

عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿١٣٣﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

عَلٰى	ذٰلِكَ	قَدِيْرًا ﴿١٣٣﴾	مَنْ	كَانَ	يُرِيْدُ	ثَوَابَ	الدُّنْيَا
پر	وہ	قدرت رکھنے والا	جوکوئی	ہو	ارادہ کرتا	ثواب کا	دنیا کے

اس پر قدرت رکھتا ہے۔ ١٣٣ جو شخص دنیا کا بدلہ حاصل کرنا چاہتا ہے،

فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا

فَعِنْدَ	اللّٰهِ	ثَوَابُ	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	سَمِيْعًا
توپاس	اللہ کے	ثواب	دنیا کا	اورآخرت کا	اور	ہے	اللہ	خوب سننے والا

تو یاد رکھے کہ دنیا اور آخرت کا بدلہ اللہ ہی کے پاس ہے، اور اللہ خوب سننے والا،

١٩ ع ٨ ١٦

بَصِيْرًا ﴿١٣٤﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ

بَصِيْرًا ﴿١٣٤﴾	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُوْنُوْا	قَوّٰمِيْنَ	بِالْقِسْطِ
خوب دیکھنے والا	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	ہوجاؤ	قائم رہنے والے	انصاف پر

دیکھنے والا ہے۔ ١٣٤ اے اہلِ ایمان! انصاف پر قائم رہو،

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ

شُهَدَآءَ	لِلّٰهِ	وَلَوْ	عَلٰۤى	اَنْفُسِكُمْ	اَوِ	الْوَالِدَيْنِ
گواہی دینے والے	اللہ کیلئے	اگرچہ	پر	اپنی جانوں کے	یا	والدین کے

اللہ کی رضا کیلئے گواہی دینے والے بنو، اگرچہ وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف ہو، یا والدین

وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫

وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ	اِنْ	يَّكُنْ	غَنِيًّا	اَوْ	فَقِيْرًا	فَاللّٰهُ	اَوْلٰى	بِهِمَا ۫
اورقریبی رشتہ داروں کے	اگر	ہووہ	مالدار	یا	تنگدست	تو اللہ	زیادہ خیرخواہ	ان دونوں کا

اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو، وہ مال دار ہو یا تنگدست ، اللہ ان کا زیادہ خیر خواہ ہے،

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا

فَلَا	تَتَّبِعُوا	الْهَوٰۤى	اَنْ	تَعْدِلُوْا ۚ	وَ	اِنْ	تَلْوٗۤا	اَوْ	تُعْرِضُوْا
تو نہ	پیروی کروتم	خواہشات کی	یہ کہ	انصاف کرو	اور	اگر	تم زبان مروڑو گے	یا	منہ موڑو گے

اس لیے تم انصاف کے معاملے میں اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو، اور اگر تم زبان کو مروڑو گے یا منہ موڑو گے

١٣٣ اس آیت مبارکہ میں دنیا کے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے اللہ کی قدرت سمجھائی گئی ہے کہ اگر وہ چاہے تو تم سب کو ختم کر کے ایک نئی قوم اور نئی نسل پیدا کردے ، اس کیلئے ایسا کرنا مشکل نہیں ہے، لیکن اگر وہ اپنی رحمت کے سبب ایسا نہیں کرتا تو تم گناہوں پر جری ہونے کی بجائے اپنے رویوں اور مزاج کی تبدیلی کی فکر کرو اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

١٣٤ اس آیت مبارکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا و آخرت میں بدلہ دینے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے، وہی دنیا میں بدلہ دیتا ہے اور وہی آخرت میں بدلہ دے گا ، اگر کسی شخص کو دنیا کا بدلہ چاہیے تو وہ ایسے اعمال کے انتخاب کیوں نہیں کرلیتا جو اسے دنیا و آخرت دونوں جگہ بہترین بدلہ دلوانے کا ذریعہ اور سبب بن جائیں اور ایسی ذات سے لو کیوں نہیں لگاتا جو اس پر مکمل قدرت اور دسترس رکھتی ہے؟

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
تو بیشک	اللہ	ہے	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	اے	وہ لوگو! جو

تو بیشک اللہ تمہارے سب کاموں سے خوب باخبر ہے۔ ﴿۱۳۵﴾ اے اہل

اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى

اٰمَنُوْۤا	اٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ	وَالْكِتٰبِ	الَّذِيْ	نَزَّلَ	عَلٰى
ایمان لائے	تم ایمان لاؤ	اللہ پر	اور	اس کے پیغمبر پر	اور کتاب پر	وہ جو	نازل کی اس نے	پر

ایمان! اللہ پر، اس کے پیغمبر پر، اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے پیغمبر پر تھوڑی تھوڑی نازل

رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ

رَسُوْلِهٖ	وَ	الْكِتٰبِ	الَّذِيْۤ	اَنْزَلَ	مِنْ	قَبْلُ	وَ	مَنْ	يَّكْفُرْ
اپنے پیغمبر کے	اور	کتاب پر	وہ جو	اس نے نازل کی	سے	پہلے	اور	جو کوئی	کفر کرے گا

کی ہے اور اُس کتاب پر بھی ''جو اُس نے اس سے پہلے نازل کی تھی'' ایمان لاؤ، اور جو شخص اللہ،

بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ

بِاللّٰهِ	وَ	مَلٰۗىِٕكَتِهٖ	وَكُتُبِهٖ	وَ	رُسُلِهٖ	وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	فَقَدْ
اللہ سے	اور	اس کے فرشتوں سے	اور اس کی کتابوں سے	اور	اس کے پیغمبروں سے	اور	دن	پچھلے سے	تو یقیناً

اس کے فرشتوں، کتابوں، پیغمبروں اور آخرت کے دن کا انکار کرے تو یقیناً وہ

ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ

ضَلَّ	ضَلٰلًۢا	بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	ثُمَّ	كَفَرُوْا	ثُمَّ
وہ گمراہ ہو گیا	گمراہی	دور کی	بیشک	وہ لوگ جو	ایمان لائے	پھر	انہوں نے کفر کیا	پھر

دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ ﴿۱۳۶﴾ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا، پھر

اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ

اٰمَنُوْا	ثُمَّ	كَفَرُوْا	ثُمَّ	ازْدَادُوْا	كُفْرًا	لَّمْ	يَكُنِ	اللّٰهُ	لِيَغْفِرَ
ایمان لائے	پھر	انہوں نے کفر کیا	پھر	زیادہ ہو گئے	کفر میں	نہ	ہوگا	اللہ	کہ مغفرت کردے

ایمان لائے، پھر کفر کیا اور کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے تو اللہ ایسے لوگوں کو ہرگز بخشنے والا

﴿۱۳۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر کبھی کسی مقدمے میں گواہی دینے کی نوبت آ جائے تو سچی اور سچی گواہی دیا کریں، اگر چہ وہ گواہی ان کے اپنے خلاف ہی جاتی ہو، یا اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف پڑتی ہو، اس لیے کہ فیصلے کی بنیاد گواہی ہوتی ہے، اگر گواہی سچی ہو تو فیصلہ صحیح ہوتا ہے اور اگر گواہی جھوٹی ہو تو فیصلہ بھی غلط ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے گواہی اور گواہوں کیلئے کڑا معیار مقرر کیا ہے، انصاف کے راستے میں اپنے دل کی چاہت کو رکاوٹ بننے سے بچایا گیا ہے، اس لیے گواہی دینے والا اور فیصلہ کرنے والا اپنی پسند اور ناپسند کو بالائے طاق رکھ کر صرف اور صرف عدل و انصاف کے پیمانے پر پرکھ کر گواہی اور فیصلہ دے، اگر گواہی دینے والا گول مول گواہی دے، ذو معنی الفاظ استعمال کرے یا موقع پر موجود ہونے کے باوجود گواہی دینے کیلئے تیار نہ ہو تو اگر چہ اسے جھوٹ بولنے کا گناہ نہیں ہوگا لیکن حق بات کو چھپانے پر وہ ضرور قابل مؤاخذہ گردانا جائے گا، رہی یہ بات کہ اگر اپنوں کے خلاف گواہی دی جائے تو ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں انہیں مالی تنگدستی کا سامنا کرنا پڑے تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ اور دیکھ بھال کرنے والا خود اللہ ہے، تمہیں اس کیلئے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، تم صرف اپنی گواہی کو درست رکھو اور حق دار تک اس کا حق پہنچانے کا ذریعہ بنو، نہ کہ اس کی حق تلفی کا۔

﴿۱۳۶﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو ایمان لانے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس سے کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اہل ایمان کو تو پہلے ہی ایمان کی نعمت حاصل ہے، پھر دوبارہ انہیں ایمان لانے کا حکم دینے کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جو ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے ایمان پر ثابت قدمی مراد ہے کہ تمہیں جو ایمان پہلے سے حاصل ہے، اس پر ثابت قدم رہو، کہیں اسے ضائع نہ کر دینا، آیت میں تین ایمانیات کا ذکر بھی آ گیا ہے جو اس سے پہلے بھی مذکور ہو چکی ہیں، لہٰذا ان تمام چیزوں پر ثابت قدمی بھی مطلوب ہے۔ پہلی چیز اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کو اُس کی ذات، صفات اور کمالات میں یکتا اور بے مثل و بے مثال تسلیم کرنا اور اُس کے ساتھ ہر نوع کے شرک سے اجتناب کرنا، دوسری چیز پیغمبروں پر ایمان لانا ہے یعنی اُن کا برحق ہونا تسلیم کرے اور دل کی گہرائیوں سے ان کی تعظیم کرے اور اُن سے محبت رکھے، خاص طور پر رسول اکرم ﷺ سے، کیونکہ یہاں ''رسول'' کا لفظ مفرد لایا گیا ہے اور اس سے مراد نبی علیہ السلام ہی ہیں، تیسری چیز کتابوں پر ایمان لانا ہے، کتابیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ جو ایک ہی مرتبہ پوری کی پوری نازل کر دی گئیں، جیسے تورات، زبور اور انجیل وغیرہ، دوسری وہ جسے تھوڑا تھوڑا کر کے ضرورت کے مطابق نازل کیا گیا، جیسے قرآن کریم ''ترجمے'' میں اس فرق کو نمایاں کیا گیا ہے، اگر کوئی شخص ان میں سے کسی چیز یا فرشتوں یا قیامت کے دن کا انکار کرتا ہے تو یقیناً وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿١٣٧﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ

لَهُمْ	وَلَا	لِيَهْدِيَهُمْ	سَبِيْلًا ﴿١٣٧﴾	بَشِّرِ	الْمُنٰفِقِيْنَ	بِاَنَّ	لَهُمْ
ان کی	اور نہ	یہ کہ انہیں ہدایت دے	راستے کی	آپ خوشخبری دے دیجئے	منافقوں کو	یہ کہ بیشک	ان کیلئے

نہیں، اور نہ ہی انہیں کوئی راہ دکھائے گا۔ ﴿١٣٧﴾ اے نبی! ﷺ، آپ منافقین کو خوشخبری دیدیجئے کہ اُن کیلئے

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٣٨﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ

عَذَابًا	اَلِيْمًا ﴿١٣٨﴾	الَّذِيْنَ	يَتَّخِذُوْنَ	الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ
عذاب	دردناک	وہ لوگ جو	پکڑ لیتے ہیں	کافروں کو	بہت سے دوست

دردناک عذاب ہے۔ ﴿١٣٨﴾ وہ لوگ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ

مِنْ	دُوْنِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ	اَيَبْتَغُوْنَ	عِنْدَهُمُ	الْعِزَّةَ	فَاِنَّ
سے	علاوہ	ایمان والوں کے	کیا وہ تلاش کر رہے ہیں	ان کے پاس	عزت کو	تو بیشک

اپنا دوست بناتے ہیں، کیا وہ اُن کے پاس عزت تلاش کر رہے ہیں؟ سو

الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿١٣٩﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا

الْعِزَّةَ	لِلّٰهِ	جَمِيْعًا ﴿١٣٩﴾	وَ	قَدْ	نَزَّلَ	عَلَيْكُمْ	فِي	الْكِتٰبِ	اَنْ	اِذَا
عزت	اللہ کیلئے	ساری کی ساری	اور	یقیناً	اس نے نازل کیا	تم پر	بیچ	کتاب کے	یہ کہ	جب

عزت تو ساری کی ساری اللہ کیلئے ہے۔ ﴿١٣٩﴾ اور وہ تم پر اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کر چکا ہے کہ جب

سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا

سَمِعْتُمْ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	يُكْفَرُ	بِهَا	وَ	يُسْتَهْزَاُ	بِهَا	فَلَا	تَقْعُدُوْا
تم سنو	آیتوں کو	اللہ کی	کفر کیا جارہا ہے	ان کے ساتھ	اور	مذاق اڑایا جارہا ہے	ان کا	تو نہ	بیٹھو تم

تم اللہ کی آیات کا انکار اور اُن کے ساتھ ہنسی ہوتے ہوئے سنو تو اُن لوگوں کے ساتھ مت

مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا

مَعَهُمْ	حَتّٰى	يَخُوْضُوْا	فِيْ	حَدِيْثٍ	غَيْرِهٖٓ ۖ	اِنَّكُمْ	اِذًا
ان کے ساتھ	یہاں تک کہ	وہ گھس پڑیں	بیچ	بات کے	اس کے علاوہ	بیشک تم	اس وقت

بیٹھو، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں، ورنہ تم بھی

﴿١٣٧﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ایمان اور کفر کو بچوں کا کھیل سمجھ لیتے ہیں، کبھی مسلمان ہوتے ہیں، کبھی کافر ہو جاتے ہیں، کبھی ایمان کی طرف پھر لوٹ جاتے ہیں اور کبھی دوبارہ کفر اختیار کر لیتے ہیں، اس طرح کفر کے دائرے میں وہ آگے بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں، ایسے لوگوں کی مغفرت کیونکر ہو گی اور انہیں راہ ہدایت ونجات کیونکر ملے گی؟ اللہ تو انہیں اپنی مغفرت اور ہدایت عطا نہیں فرمائے گا، اگر کسی شخص کو اس جملے کی حساسیت اور نزاکت معلوم ہو تو وہ کانپ جائے کہ حق تعالیٰ نے یہ کتنی بڑی بات ارشاد فرما دی ہے، اس سے اس جرم کی اہمیت بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔

﴿١٣٨﴾ ﴿١٣٩﴾ ان آیتوں میں منافقین کیلئے دردناک عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے اور اسے ''خوشخبری'' سے تعبیر کیا گیا ہے تا کہ انہیں احساس دلایا جا سکے کہ یہ تو مذاق اڑانے والی بات ہے، وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنا رہے ہیں، وہ ان کے پاس کیا چیز تلاش کر رہے ہیں؟ انہیں عزت کی تلاش ہے؟ وہ تو اللہ کے پاس ہے، انہیں مال و دولت کی تلاش ہے؟ وہ تو اللہ کے پاس ہے، انہیں جاہ ومنصب کی تلاش ہے؟ وہ تو اللہ کے پاس ہے، یاد رکھو! کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے، وہ کسی کے پاس نہیں ہے اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے، وہ ان کا اپنا نہیں ہے، اس لیے اللہ کے خزانوں میں تلاش کرو، تمہیں سب کچھ مل جائیگا اور تمہاری توقعات سے بڑھ کر ملے گا۔

مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ

مِّثْلُهُمْ ۗ	اِنَّ	اللّٰهَ	جَامِعُ	الْمُنٰفِقِيْنَ	وَالْكٰفِرِيْنَ	فِيْ
ان جیسے	بیشک	اللہ	جمع کرنے والا	منافقوں کو	اور کافروں کو	میں

انہی کی طرح ہو گے، بیشک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں

جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۝١٤٠ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ

جَهَنَّمَ	جَمِيْعًا ۝١٤٠	الَّذِيْنَ	يَتَرَبَّصُوْنَ	بِكُمْ ۚ	فَاِنْ	كَانَ
جہنم کے	اکٹھا	وہ لوگ جو	انتظار کررہے ہیں	تمہارے متعلق	سو اگر	ہو

جمع کرنے والا ہے۔ (۱۴۰) وہ لوگ تمہارے متعلق انتظار کرتے ہیں، چنانچہ اگر

لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ

لَكُمْ	فَتْحٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	قَالُوْٓا	اَلَمْ	نَكُنْ	مَّعَكُمْ ۖ	وَاِنْ	كَانَ
تمہارے لئے	فتح	سے	اللہ کے	کہا انہوں نے	کیا نہ	تھے ہم	تمہارے ساتھ	اور اگر	ہو

تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر

لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ

لِلْكٰفِرِيْنَ	نَصِيْبٌ ۙ	قَالُوْٓا	اَلَمْ	نَسْتَحْوِذْ	عَلَيْكُمْ	وَ	نَمْنَعْكُمْ
کافروں کیلئے	حصہ	کہا انہوں نے	کیا نہ	گھیر لیا تھا ہم نے	تم پر	اور	روک دیا تھا ہم نے تمہیں

کافروں کیلئے موقع بن جائے تو اُن سے کہتے ہیں کہ کیا ہم نے تمہیں گھیر نہ لیا تھا؟ اور کیا ہم نے مسلمانوں سے تمہاری

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ

مِّنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ	فَاللّٰهُ	يَحْكُمُ	بَيْنَكُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ۗ
سے	ایمان والوں کے	تو اللہ	فیصلہ کرے گا	تمہارے درمیان	دن	قیامت کے

حفاظت نہیں کی تھی؟ سو اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا،

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝١٤١ ع

وَلَنْ	يَّجْعَلَ	اللّٰهُ	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	سَبِيْلًا ۝١٤١
اور ہرگز نہ	بنائے گا	اللہ	کافروں کیلئے	پر	ایمان والوں کے	کوئی راستہ

اور اللہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کیلئے غلبہ کی کوئی راہ ہرگز نہ بنائے گا۔ (۱۴۱)

ع ۲۰ / ۱۷

(۱۴۰) اس آیت مبارکہ میں اس مجلس کا حکم بیان کیا گیا ہے جہاں انسان کے سامنے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، شریعت کے احکام کو ہنسی میں اڑایا جارہا ہو، اور دین پر آوازے کسے جا رہے ہوں، یہ مضمون سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۸ آیا ہے، جس کی طرف "وقد نزل علیکم" میں اشارہ کیا گیا ہے، ایسی صورت میں کم از کم غیرت ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان وہاں سے احتجاج کر کے اٹھ جائے، اس مجلس کا بائیکاٹ کردے، اس کا وہاں سے اٹھ کر چلے جانا اور بائیکاٹ کردینا اس بات کی علامت سمجھا جائیگا کہ دین کا مذاق اڑانے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اور اگر وہ وہیں بیٹھا رہے اور دین کا دفاع بھی نہ کر سکے تو بہت مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کا رویہ معذرت خواہانہ ہو جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ان شکوک و شبہات اور اعتراضات سے متاثر ہو گیا ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح اسے بھی انہی لوگوں میں شریک سمجھا جائیگا اور اسے بھی وہی سزا ملے گی جو دین کا مذاق اڑانے والوں کو ملے گی اور آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص منافق کہلائے گا۔

(۱۴۱) اس آیت مبارکہ میں منافقین کی ایک علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ موقع کی تاک میں ہوتے ہیں، ان مفاد پرستوں کو اپنے مفاد سے غرض ہوتی ہے، اگر یہ لوگ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت اور مال غنیمت عطا فرمایا ہے تو ان سے اپنا حصہ طلب کرتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہم بھی تو آپ کے ساتھ ہی تھے اور اگر دیکھیں کہ کافروں کا پلڑا بھاری رہا تو ان سے اپنا حصہ طلب کرتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں سے تمہاری حفاظت کی ہے، ہمارا حصار ہی تھا کہ مسلمان تم پر غالب نہ آسکے، یہ مفاد پرست لوگ سمجھ لیں، فیصلے کا دن آنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردے گا، لیکن اتنا یاد رکھیں کہ ساری دنیا کے کافر مل کر بھی مسلمانوں کو جڑ سے ختم ہرگز نہیں کرسکتے۔

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا

إِنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ	يُخٰدِعُوْنَ	اللّٰهَ	وَ	هُوَ	خَادِعُهُمْ	وَ	اِذَا
بیشک	منافقت کرنے والے	دھوکہ دیتے ہیں	اللہ کو	اور	وہ	دھوکہ دینے والا انہیں	اور	جب

بیشک منافقین اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، حالانکہ وہی انہیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے، اور جب

قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ

قَامُوْٓا	اِلَى	الصَّلٰوةِ	قَامُوْا	كُسَالٰى	يُرَآءُوْنَ	النَّاسَ
وہ کھڑے ہوں	طرف	نماز کے	کھڑے ہوں	سست ہوکر	دکھاتے ہیں	لوگوں کو

وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو سُستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں

وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ

وَلَا	يَذْكُرُوْنَ	اللّٰهَ	اِلَّا	قَلِيْلًا ١٤٢	مُّذَبْذَبِيْنَ	بَيْنَ	ذٰلِكَ
اورنہیں	ذکرکرتے وہ	اللہ کا	مگر	بہت تھوڑا	تردد کرتے ہوئے	درمیان	وہ

اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔ ١٤٢ درمیان میں کشمکش کا شکار رہتے ہیں،

لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ

لَآ	اِلٰى	هٰٓؤُلَآءِ	وَ	لَآ	اِلٰى	هٰٓؤُلَآءِ	وَمَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَلَنْ
نہ	طرف	ان لوگوں کے	اور	نہ	طرف	ان لوگوں کے	اور جسے	گمراہ کردے	اللہ	تو ہرگز نہ

نہ ان کی طرف ہوتے ہیں اور نہ اُن کی طرف، اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے، آپ اُس کیلئے

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

تَجِدَ	لَهٗ	سَبِيْلًا ١٤٣	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَتَّخِذُوا
پائیں گے آپ	اس کیلئے	کوئی راستہ	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	بناؤ

ہرگز کوئی راستہ نہ پائیں گے۔ ١٤٣ اے اہلِ ایمان! مسلمانوں کو چھوڑ کر

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ اَتُرِيْدُوْنَ

الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ	دُوْنِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَتُرِيْدُوْنَ
کافروں کو	دوست	سے	علاوہ	ایمان والوں کے	کیا تم چاہتے ہو

کافروں کو اپنا دوست مت بناؤ، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ

١٤٢ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائیں گے، یہ ان کی بھول ہے، اللہ نے ان کے دھوکے کو ان پر اس طرح الٹا دیا ہے کہ وہ خود ہی دھوکے کا شکار ہو گئے ہیں، لیکن ابھی وہ سمجھ نہیں پا رہے، روزمرہ کی زندگی میں بھی ایسی بہت سی مثالیں پیش آتی رہتی ہیں کہ جو شخص لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا، اللہ کو دھوکہ دینے والا کیسے کامیاب ہو سکتا ہے؟ دوسری علامت یہ کہ وہ نماز بے دلی اور ریاکاری کے جذبے سے پڑھتے ہیں، اگر یہ اجتماعی عمل نہ ہوتا اور اسلام میں اس کے حوالے سے بے پناہ تاکید موجود نہ ہوتی تو یہ لوگ ظاہری طور پر اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود کبھی اس پر عمل نہ کرتے، اب خود کو مسلمان ظاہر کرنے کیلئے نماز تو پڑھ لیتے ہیں لیکن مارے باندھے اور اس میں بھی ان کے پیش نظر یہ نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں، بلکہ مقصد دکھاوا ہوتا ہے اور تیسری علامت یہ کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے خالی ہیں، برائے نام تھوڑا بہت ذکر کر لیتے ہیں، نماز میں چند تکبیرات و تسبیحات کہہ لیتے ہیں، اجتماعی امور میں کہیں کوئی چارہ نظر نہ آئے اور ان کی زبان پر اللہ کا نام آ جائے تو الگ بات ہے، ورنہ ان کے دل تاریک اور ویران پڑے رہتے ہیں۔

١٤٣ اس آیت مبارکہ میں منافقین کے تذبذب اور تردد کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ نہ تو وہ مخلص مسلمان ہیں اور نہ پکے کافر، گویا ان میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، ان کی مثال اس بکری کی سی ہے جو اپنے ریوڑ سے علیحدہ ہو گئی ہو اور اب اسے سمجھ نہ آ رہا ہو کہ وہ کدھر جائے، وہ ریوڑ کون سا ہے جس کے ساتھ وہ چراگاہ میں آئی تھی، اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی جسے گمراہ کر دے، اسے راستے کہاں مل سکتا ہے؟

اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٤٤﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اَنْ	تَجْعَلُوْا	لِلّٰهِ	عَلَيْكُمْ	سُلْطٰنًا	مُّبِيْنًا ۝	اِنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ
یہ کہ	بناؤ تم	اللہ کیلئے	اپنے اوپر	سند	واضح	بیشک	منافقت کرنے والے

اپنے خلاف اللہ کیلئے کوئی کھلی دلیل بنادو؟ ۱۴۴ بیشک منافقین

فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾

فِى	الدَّرْكِ	الْاَسْفَلِ	مِنَ	النَّارِ	وَ	لَنْ	تَجِدَ	لَهُمْ	نَصِيْرًا ۝
بیچ	درجہ	سب سے نیچے	سے	آگ	اور	ہرگز نہ	پائیگا تو	ان کیلئے	مددگار کوئی

جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے، اور آپ ان کیلئے کوئی مددگار ہرگز نہ پائیں گے۔ ۱۴۵

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا

اِلَّا	الَّذِيْنَ	تَابُوْا	وَ	اَصْلَحُوْا	وَاعْتَصَمُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	اَخْلَصُوْا
مگر	وہ لوگ جو	توبہ کی انہوں نے	اور	سنوارا انہوں نے	اور مضبوط تھاما انہوں نے	ساتھ اللہ کے	اور	خالص کیا انہوں نے

سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی، اپنی اصلاح کر لی، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اللہ کی رضا کیلئے اپنے دین کو

دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ

دِيْنَهُمْ	لِلّٰهِ	فَاُولٰٓئِكَ	مَعَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ	وَ	سَوْفَ	يُؤْتِ
دین اپنا	اللہ کیلئے	تو وہ سب	ساتھ	مؤمنین کے	اور	عنقریب	دے گا

خالص کر لیا تو یہی لوگ مؤمنین کے ہمراہ ہوں گے، اور عنقریب اللہ

اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ

اللّٰهُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَجْرًا	عَظِيْمًا ۝	مَا	يَفْعَلُ	اللّٰهُ	بِعَذَابِكُمْ
اللہ	مؤمنین کو	ثواب	بہت بڑا	کیا	کرے گا	اللہ	ساتھ تمہارے عذاب کے

مؤمنین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ ۱۴۶ اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا،

اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾

اِنْ	شَكَرْتُمْ	وَ	اٰمَنْتُمْ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	شَاكِرًا	عَلِيْمًا ۝
اگر	شکر کیا تم نے	اور	ایمان لائے تم	اور	ہے	اللہ	قدردان	خوب جاننے والا

اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ، اور اللہ قدر دان، جاننے والا ہے۔ ۱۴۷

۱۴۴ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو کافروں کی دوستی سے منع کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم پر حجت قائم ہوجائیگی اور ان کے ساتھ دوستی کرنے کی وجہ سے تم بھی انہی میں شمار ہوگے، جیسا کہ منافقین کافروں کے ساتھ دوستی کرنے کی وجہ سے انہی میں شمار ہوتے ہیں۔

۱۴۵ اس آیت مبارکہ میں منافقوں کی سزا جہنم کا سب سے نچلا طبقہ ہونا بیان کیا گیا ہے، جہنم کا اوپر والا طبقہ بھی جہنم کا حصہ ہے اور انسان وہاں کی تکلیف اور عذاب برداشت نہیں کرسکتا، سب سے نچلے طبقے کا عذاب کیونکر برداشت کر سکے گا اور وہاں ان کی مدد کرنے کیلئے کوئی کیسے پہنچ سکے گا؟ منافقین کو یہ سزا اُن کے نفاقِ اعتقادی کی وجہ سے ملے گی، ورنہ نفاقِ عملی تو بہت سے مسلمانوں میں بھی پایا جاتا ہے اور اس تعبیر کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ منافقین ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے، انہیں وہاں سے نکالا نہ جائے گا، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دھوکے بازی کرنے والوں کا یہی انجام ہونا چاہیے۔

۱۴۶ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ سزا سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کرلیا گیا ہے جو اپنے نفاق سے توبہ کرلیں، اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائیں، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر اخلاص کے ساتھ دین پر عمل پیرا ہو جائیں، اللہ تعالیٰ انہیں منافقین کے گروہ سے نکال کر مؤمنین کی جماعت میں شامل فرمادے گا اور ان کے اعمال پر بہترین جزا بھی عطا فرمائے گا۔

۱۴۷ اس آیت مبارکہ میں استفہامیہ انداز میں لوگوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس کی نعمتوں کے شکرگزار بن جاؤ تو تمہیں سزا دے کر اللہ کو کیا ملے گا؟ تمہیں سزا دے کر وہ خوش نہ ہوگا، اس کی سلطنت مضبوط نہ ہو جائے گی اور وہ بے مقصد سزا دے کر اپنا رعب بھی نہیں جمانا چاہتا، وہ ظالم بھی نہیں ہے، وہ تو تمہارے اعمال کا قدردان ہے، تھوڑے عمل پر زیادہ ثواب دیتا ہے، تمہارا عمل تمہاری ہمت کے مطابق اور اس کا اجر اس کی شان کے مطابق ہوتا ہے اس لیے اس پر ایمان لاؤ اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

لَا	يُحِبُّ	اللّٰهُ	الْجَهْرَ	بِالسُّوْٓءِ	مِنَ الْقَوْلِ	اِلَّا	مَنْ	ظُلِمَ ؕ	وَ كَانَ	اللّٰهُ
نہیں	پسند کرتا	اللہ	اعلان کرنا	برائی کا	بات سے	مگر	وہ جو	ظلم کیا گیا	اور ہے	اللہ

اللہ کو کسی کی بری بات کا ''اعلان'' کرنا پسند نہیں ہے سوائے اُس شخص کے جو مظلوم ہو ، اور اللہ

سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ

سَمِيْعًا	عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾	اِنْ	تُبْدُوْا	خَيْرًا	اَوْ	تُخْفُوْهُ	اَوْ	تَعْفُوْا	عَنْ	سُوْٓءٍ
خوب سننے والا	جاننے والا	اگر	تم ظاہر کرو	کوئی خیر	یا	اسے چھپاؤ	یا	درگزر کرو	سے	برائی کے

خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۱۴۸ تم خیر کو ظاہر کرو، یا چھپاؤ، یا برائی سے درگزر کردو

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ

فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَفُوًّا	قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْفُرُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	رُسُلِهٖ
تو بیشک	اللہ	ہے	خوب معاف کرنے والا	قدرت والا	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کرتے ہیں	ساتھ اللہ کے	اور	اس کے پیغمبروں کے

تو بیشک اللہ بھی درگزر کرنے والا، قدرت والا ہے۔ ۱۴۹ بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں،

وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ

وَ	يُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يُّفَرِّقُوْا	بَيْنَ	اللّٰهِ	وَ	رُسُلِهٖ	وَ	يَقُوْلُوْنَ	نُؤْمِنُ
اور	چاہتے ہیں	یہ کہ	جدائی کردیں	درمیان	اللہ کے	اور	اس کے پیغمبروں کے	اور	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے

اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان تفریق کردیں، اور کہتے ہیں کہ ہم کچھ چیزوں پر

بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ

بِبَعْضٍ	وَّ	نَكْفُرُ	بِبَعْضٍ ۙ	وَّ يُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يَّتَّخِذُوْا	بَيْنَ	ذٰلِكَ
ساتھ کچھ چیزوں کے	اور	ہم انکار کرتے ہیں	ساتھ کچھ کے	اور چاہتے ہیں	یہ کہ	پکڑلیں	درمیان	وہ

ایمان لاتے ہیں اور کچھ چیزوں کا انکار کرتے ہیں، نیز چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی اور راستہ

سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْكٰفِرُوْنَ	حَقًّا ۚ	وَ	اَعْتَدْنَا	لِلْكٰفِرِيْنَ
کوئی راستہ	وہ لوگ	وہی	کفر کرنے والے	یقیناً	اور	ہم نے تیار کررکھا ہے	کافروں کیلئے

نکال لیں۔ ۱۵۰ یہی لوگ یقینی طور پر کافر ہیں اور ہم نے کافروں کیلئے رسوا کن

۱۴۸ اس آیت مبارکہ میں کسی کے عیبوں کی تشہیر کرنے کی ناپسندیدگی ظاہر کی گئی ہے، ایک مؤمن کو دوسرے کے عیبوں کی تشہیر کرنے کی بجائے اس کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ رکھنا چاہیے، تنہائی میں پیار و محبت سے سمجھانا چاہیے، اس لیے کہ اگر کوئی شخص کسی کے عیوب بیان کرتا ہے تو وہ بھی عیبوں سے پاک نہیں ہوتا ، اس کے عیب دوسرے لوگ بیان کرتے ہیں ، اگر کوئی شخص دوسروں کو رسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کے حصے میں بھی رسوائی ہی آتی ہے، اس کے علاوہ اس میں سب سے بڑی قباحت ''غیبت'' ہے اور اس کا کبیرہ گناہ ہونا معلوم ہے، البتہ اگر کوئی شخص مظلوم ہو اور وہ کسی ایسے شخص کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے جو اس کی داد رسی کر سکتا ہو تو اگرچہ یہ بھی پیٹھ پیچھے تذکرہ اور ظالم کا عیب بیان کرنا ہی ہے لیکن شریعت اس کی اجازت دیتی ہے تا کہ مظلوم کو انصاف ملے اور ظالم کو آئندہ ظلم کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔

۱۴۹ اس آیت مبارکہ میں مظلوم کو درگزر کی ترغیب دی گئی ہے کہ اگرچہ تمہارے لیے جائز ہے کہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لو اور ظالم کی شکایت با اختیار افراد تک پہنچاؤ لیکن اگر درگزر کردو تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ اللہ بھی قدرت رکھنے کے باوجود درگزر فرما دیتا ہے اور نیکی کے کام کرتے رہو خواہ سب کے سامنے یا چھپ کر، تا کہ تمہیں فائدہ ہو۔

۱۵۰ ۱۵۱ ان آیتوں میں ان لوگوں کو پکا کافر اور رسوا کن عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں ، وہ اللہ اور اس کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہتے ہیں ، وہ اللہ پر ایمان لانے کیلئے تیار ہیں لیکن سارے پیغمبروں پر ایمان لانے کیلئے تیار نہیں ہیں ، اپنی مرضی سے چند پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور بقیہ کا انکار کر دیتے ہیں، کیا اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان اس طرح کی تفریق کر کے کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟ یہ لوگ ایک نیا دین اور نیا مذہب گھڑنا چاہتے ہیں، جس میں ان کی مرضی اور خواہش پر انبیاء و رسل کا چناؤ کیا گیا ہو، ایسا دین انہی کو مبارک ہو، عنقریب وہ رسوا کن عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٥١﴾ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ

عَذَابًا	مُّهِينًا ﴿١٥١﴾	وَالَّذِينَ	اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	رُسُلِهٖ	وَ	لَمْ	يُفَرِّقُوْا	بَيْنَ
عذاب	رسوا کن	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور	اس کے پیغمبروں پر	اور	نہیں	تفریق کی انہوں نے	درمیان

عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ﴿١٥١﴾ اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائیں اور اُن میں سے کسی کے درمیان بھی

اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اَحَدٍ	مِّنْهُمْ	اُولٰٓئِكَ	سَوْفَ	يُؤْتِيْهِمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ
کسی ایک کے	ان میں سے	وہ لوگ	عنقریب	انہیں دے گا وہ	ان کے اجر	اور	ہے	اللہ

تفریق نہ کریں، انہی لوگوں کو عنقریب وہ اُن کا اجر عطا فرمائے گا اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ

غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾	يَسْـَٔلُكَ	اَهْلُ الْكِتٰبِ	اَنْ	تُنَزِّلَ	عَلَيْهِمْ	كِتٰبًا	مِّنَ
بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	تجھ سے سوال کرتے ہیں	اہل کتاب	یہ کہ	تو نازل کرے	ان پر	کوئی کتاب	سے

بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿١٥٣﴾ اے نبی! (ﷺ)، اہلِ کتاب آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ اُن کے پاس آسمان سے لکھی ہوئی کوئی کتاب

السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ

السَّمَآءِ	فَقَدْ	سَاَلُوْا	مُوْسٰٓى	اَكْبَرَ	مِنْ	ذٰلِكَ	فَقَالُوْٓا	اَرِنَا	اللّٰهَ
آسمان کے	تو یقیناً	وہ سوال کر چکے	موسیٰ سے	زیادہ بڑا	سے	وہ	تو کہنے لگے	تو ہمیں دکھادے	اللہ کو

اُتار کر لائیں، سو یہ لوگ موسیٰ سے تو اس سے بھی بڑی چیز کا مطالبہ کر چکے ہیں، اور کہہ چکے ہیں کہ ہمیں بالکل سامنے اللہ کو

جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ

جَهْرَةً	فَاَخَذَتْهُمُ	الصّٰعِقَةُ	بِظُلْمِهِمْ ۚ	ثُمَّ	اتَّخَذُوا	الْعِجْلَ	مِنْۢ بَعْدِ
آمنے سامنے	سو انہیں پکڑ لیا	بجلی کی کڑک نے	ان کے ظلم کی وجہ سے	پھر	بنا لیا انہوں نے	بچھڑے کو	پیچھے سے

دکھا دیں، سو اُن کے ظلم کی وجہ سے انہیں بجلی کی کڑک نے آ پکڑا، پھر اُن کے پاس واضح دلائل آنے کے باوجود

مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى

مَا	جَآءَتْهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	فَعَفَوْنَا	عَنْ	ذٰلِكَ ۚ	وَ	اٰتَيْنَا	مُوْسٰى
وہ جو	ان کے پاس آئے	واضح دلائل	تو ہم نے درگذر کر دیا	سے	وہ	اور	ہم نے دیا	موسیٰ کو

انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا، سو ہم نے اسے بھی معاف کر دیا، اور ہم نے موسیٰ کو

﴿١٥٢﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے جو اللہ پر بھی ایمان لاتے ہیں اور اس کے تمام پیغمبروں پر بھی، وہ ایسا نہیں کرتے کہ بعض پیغمبروں پر ایمان لائیں اور بعض کا انکار کردیں، گویا ان کی اپنی کوئی مرضی اور خواہش نہیں، وہ تو حق تعالیٰ کے انتخاب پر ایمان رکھتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے لوگ اجر وثواب اور انعام کے مستحق ہیں اور اگر کوئی شخص اپنی مرضی سے بعض پیغمبروں پر ایمان لائے اور بعض پر ایمان نہ لائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر اعتراض ہے، جیسے یہودی لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے، اسی طرح عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ کا نبی مانتے ہیں لیکن رسول اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے، تو ایسے لوگوں کو سزا ضرور ملنی چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے، وہ جسے چاہے، نبوت اور رسالت کے لیے منتخب فرما لے، البتہ اتنی بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا، وہ رسالت مآب جناب رسول اکرم ﷺ پر آ کر مکمل ہو گیا، لہٰذا نبی علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، اگر کوئی شخص اُن کے بعد نبوت ملنے کا دعویٰ کرتا ہے تو یقین کر لینا چاہیے کہ وہ کذاب ہے اور اُس کا دعویٰ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے، اسی وجہ سے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کو ہر زمانے میں جھوٹا قرار دے کر کیفرِ کردار تک پہنچایا جاتا رہا ہے، اور وہ تا صبح قیامت جاری رہے گا۔
(ان شاء اللہ)

ع ٢١ ١١ ١

سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ

سُلْطٰنًا	مُّبِیْنًا ﴿۱۵۳﴾	وَ	رَفَعْنَا	فَوْقَهُمُ	الطُّوْرَ	بِمِیْثَاقِهِمْ	وَ	قُلْنَا	لَهُمُ
غلبہ	واضح	اور	ہم نے بلند کیا	ان کے اوپر	طور پہاڑ کو	ان کے پختہ عہد کیوجہ سے	اور	ہم نے کہا	ان سے

واضح غلبہ عطا فرمایا۔ ﴿۱۵۳﴾ اور ہم نے ان کے عہد و پیمان کی وجہ سے اُن پر طور پہاڑ کو بلند کر دیا، نیز ہم نے اُن سے کہا

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا

ادْخُلُوا	الْبَابَ	سُجَّدًا	وَّ	قُلْنَا	لَهُمْ	لَا	تَعْدُوْا	فِی	السَّبْتِ	وَ	اَخَذْنَا
داخل ہو جاؤ	دروازے سے	سجدہ کرتے ہوئے	اور	ہم نے کہا	ان سے	مت	آگے بڑھو	بیچ	ہفتے کے	اور	ہم نے لیا

کہ سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں داخل ہو جاؤ، اور ہم نے اُن سے یہ بھی کہا کہ ہفتہ کے دن کے معاملے میں حد سے تجاوز نہ کرو، اور ہم نے

مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰیٰتِ

مِنْهُمْ	مِّیْثَاقًا	غَلِیْظًا ﴿۱۵۴﴾	فَبِمَا	نَقْضِهِمْ	مِّیْثَاقَهُمْ	وَ	كُفْرِهِمْ	بِاٰیٰتِ
ان سے	عہد	گاڑھا	سو اسی بناء پر	توڑنا ان کا	اپنے عہد کو	اور	کفر کرنا ان کا	ساتھ آیتوں کے

اُن سے مضبوط عہد لیا۔ ﴿۱۵۴﴾ انہیں جو سزا ملی سو اُن کی عہد شکنی پر، اللہ کی آیتوں کا انکار

اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ

اللّٰهِ	وَ	قَتْلِهِمُ	الْاَنْۢبِیَآءَ	بِغَیْرِ حَقٍّ	وَّ	قَوْلِهِمْ	قُلُوْبُنَا	غُلْفٌ ؕ	بَلْ	طَبَعَ
اللہ کی	اور	قتل کرنا ان کا	نبیوں کو	ناحق	اور	کہنا ان کا	ہمارے دل	غلاف میں ہیں	بلکہ	مہر لگادی

کرنے پر، انبیاء کو ناحق شہید کرنے پر اور اُن کے یہ کہنے پر کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں، بلکہ اللہ نے اُن کے کفر کی وجہ سے

اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵۵﴾ صّ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ

اللّٰهُ	عَلَیْهَا	بِكُفْرِهِمْ	فَلَا	یُؤْمِنُوْنَ	اِلَّا	قَلِیْلًا ﴿۱۵۵﴾	وَّ بِكُفْرِهِمْ	وَ	قَوْلِهِمْ
اللہ نے	ان پر	ان کے کفر کیوجہ سے	تو نہ	وہ ایمان لائیں گے	مگر	تھوڑے	اور ان کے کفر کیوجہ سے	اور	ان کے کہنے کیوجہ سے

اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اس لیے تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔ ﴿۱۵۵﴾ نیز اُن کے کفر پر اور مریمؑ کے متعلق

عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا ﴿۱۵۶﴾ لا وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی

عَلٰی	مَرْیَمَ	بُهْتَانًا	عَظِیْمًا ﴿۱۵۶﴾	وَّ قَوْلِهِمْ	اِنَّا	قَتَلْنَا	الْمَسِیْحَ	عِیْسَی
پر	مریم کے	بہتان	بہت بڑا	اور ان کے کہنے پر	یہ کہ بیشک ہم نے	قتل کر دیا	مسیح کو	عیسیٰ کو

بڑا بہتان باندھنے پر۔ ﴿۱۵۶﴾ نیز اُن کے یہ کہنے پر کہ ہم اللہ کے پیغمبر مسیح عیسیٰ ابن مریم کو

﴿۱۵۳﴾ اس آیت مبارکہ میں اس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ یہودی لوگ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح لکھی لکھائی کتاب لیکر آئیں تاکہ ہمیں آپ کی نبوت کا یقین ہو جائے، اس آیت مبارکہ میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ آپ سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں تو ان سے بعید نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑے بڑے مطالبات کر چکے ہیں جو گستاخی اور بدتہذیبی کی حدود سے بھی باہر نکل رہے ہوتے تھے، مثلاً ایک مرتبہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کر دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں، تم ہمیں اللہ تعالیٰ کو دکھا دو، ہم ایمان لے آئیں گے، ورنہ نہیں، اس بیہودگی اور گستاخی کی انہیں فوراً سزا ملی اور بجلی سے ان سب کو ہلاک کر دیا گیا، اس کے علاوہ انہوں نے بچھڑے کی پوجا بھی کی، ایسے لوگوں سے اس نوعیت کے مطالبات کچھ بعید نہیں ہیں۔ ﴿۱۵۴﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں پر طور پہاڑ کو بلند کرنے، انہیں ایک شہر میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے اور ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کرنے کے احکامات کا ذکر آیا ہے، اس سلسلے میں یہودیوں سے نہایت مضبوط عہد و پیمان لیا گیا تھا، چنانچہ جب انہوں نے تورات پر عمل کرنے سے انکار کیا تو ان پر طور پہاڑ کو مسلط کر دیا گیا، انہیں ایک شہر میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا، انہوں نے اس کی نافرمانی کی اور سزا پائی، انہیں ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کیا گیا تھا، انہوں نے اس کی بھی نافرمانی کی اور سزا پائی۔

﴿۱۵۵﴾ ﴿۱۵۶﴾ ان آیتوں میں ان اسباب پر مفصل کلام کیا گیا ہے جو یہودیوں کی سزا کا سبب بنے، ان سے نبوت اور رسالت، حکومت و سلطنت، سیادت اور قیادت، علمی اور عملی رعب و دبدبہ یونہی بلاوجہ چھین کر دوسروں کو نہیں دیا گیا کہ ان پر ظلم کرنا لازم آئے، بلکہ اس کی نہایت اہم وجوہات ہیں، جو نمبروار حسب ذیل ہیں۔ (الف) عہد شکنی (ب) اللہ کی آیتوں کا انکار (ج) انبیاء کرام علیہم السلام کو ناحق شہید کرنا (د) یہ کہنا کہ ہمارے دل پردے اور غلاف میں ہیں (ھ) حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان عظیم (و) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دینے کا دعویٰ ان میں سے صرف چوتھے اور چھٹے نکتے پر اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے، چنانچہ چوتھے نکتے پر فرمایا ہے کہ ان کے دل غلاف میں نہیں ہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے کفر کی وجہ سے مہر لگ چکی ہے، اس لیے حق بات ان کے دلوں پر اثر نہیں کرتی اور ان میں سے بیشتر لوگ نعمت ایمان سے محروم رہتے ہیں، چھٹے نکتے پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ بالکل باطل اور غلط ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے اور انہیں پھانسی پر چڑھانے میں کامیاب ہو گئے تھے، حقیقت یہ ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا، یہودی نہ تو انہیں شہید کر سکے تھے اور نہ انہیں سولی پر چڑھانے میں کامیاب ہو سکے تھے، اگرچہ انہوں نے اس کی پوری تیاری کر لی تھی لیکن ان کی سازش کامیاب نہیں ہو سکی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا اور جو شخص مخبر تھا، اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی، جن یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا، گھر میں داخل ہوتے ہی انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں جو آدمی ملا، انہوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا، بعد میں جب انہیں یکسوئی ملی تو انہیں اپنے مخبر کا خیال آیا کہ =

ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ

ابْنَ	مَرْيَمَ	رَسُوْلَ	اللّٰهِ ۚ	وَ	مَا	قَتَلُوْهُ	وَ	مَا	صَلَبُوْهُ	وَ	لٰكِنْ	شُبِّهَ
بیٹا	مریم کا	پیغمبر	اللہ کا	اور	نہ	وہ اسے قتل کر سکے	اور	نہ	وہ اسے سولی پر چڑھا سکے	اور	لیکن	شبہ ڈال دیا گیا

قتل کر چکے ہیں، حالانکہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ ہی انہیں سولی پر چڑھایا، لیکن اُن کیلئے صورت

لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ

لَهُمْ	وَ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ	لَفِيْ	شَكٍّ	مِّنْهُ ۭ	مَا	لَهُمْ	بِهٖ
ان کیلئے	اور	بیشک	وہ لوگ جو	اختلاف کیا انہوں نے	بیچ اس کے	البتہ بیچ	شک کے	اس سے	نہیں	ان کیلئے	اس کا

مشتبہ ہو گئی، اور جو لوگ اس سلسلے میں مختلف باتیں کرتے ہیں، وہ یقیناً شک میں مبتلا ہیں، انہیں اس کا کچھ

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝١٥٧ ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ

مِنْ	عِلْمٍ	اِلَّا	اتِّبَاعَ	الظَّنِّ ۚ	وَ	مَا	قَتَلُوْهُ	يَقِيْنًا ۝١٥٧	بَلْ	رَّفَعَهُ	اللّٰهُ
سے	کوئی علم	مگر	پیروی کرنا	گمان کی	اور	نہ	وہ اسے قتل کر سکے	یقینی طور پر	بلکہ	اسے اٹھایا	اللہ نے

علم نہیں ہے، صرف گمان کی پیروی ہے، اور یقیناً وہ عیسیٰ کو قتل نہیں کر سکے۔ ١٥٧ بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف

اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝١٥٨ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا

اِلَيْهِ ۭ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَزِيْزًا	حَكِيْمًا ۝١٥٨	وَ	اِنْ	مِّنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	اِلَّا
اپنی طرف	اور	ہے	اللہ	غالب	حکمت والا	اور	نہیں	سے	اہل کتاب کے	مگر

اٹھا لیا اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ١٥٨ اور اہل کتاب میں سے ہر شخص ہی

لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝١٥٩ ۚ

لَيُؤْمِنَنَّ	بِهٖ	قَبْلَ	مَوْتِهٖ ۚ	وَ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	يَكُوْنُ	عَلَيْهِمْ	شَهِيْدًا ۝١٥٩
البتہ ضرور ایمان لائے گا وہ	اس پر	پہلے	اپنے مرنے سے	اور	دن	قیامت کے	وہ ہوگا	ان پر	گواہ

اُن کی موت سے پہلے اُن پر ایمان لا کر رہے گا، اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوں گے۔ ١٥٩

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ

فَبِظُلْمٍ	مِّنَ	الَّذِيْنَ	هَادُوْا	حَرَّمْنَا	عَلَيْهِمْ	طَيِّبٰتٍ	اُحِلَّتْ	لَهُمْ
تو ظلم کی وجہ سے	سے	وہ لوگ جو	یہودی ہوئے	ہم نے حرام کر دیں	ان پر	پاکیزہ چیزیں	حلال کی گئی تھیں	ان کیلئے

سو یہودیوں کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے اُن پر بہت سی پاکیزہ چیزیں ''جو پہلے اُن کیلئے حلال تھیں'' اب حرام کر دیں،

= وہ کہاں گیا؟ تلاش اور تحقیق پر اس کا کچھ اتا پتہ معلوم نہیں ہوا، انہوں نے اس پہلو پر سوچ بچار کی کہ اگر یہ شخص جسے ہم نے سولی پر چڑھایا ہے، عیسیٰ ہی ہے، تو ہمارا مخبر کہاں گیا؟ اور اگر یہ ہمارا مخبر ہے جیسا کہ اس کا جسم اس سے ملتا جلتا ہے تو پھر عیسیٰ کہاں ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ خود ان کے پاس یہ یقین حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ جسے ہم نے سولی پر چڑھایا، وہ عیسیٰ ہی ہیں، چنانچہ وہ اختلافات اور شکوک و شبہات کا شکار ہو گئے اور محض اندازوں کے پیچھے چلنے لگے، جبکہ حق تعالیٰ نے قتل و مصلوبیت عیسیٰ کی بھرپور تردید کرتے ہوئے واضح لفظوں میں فرمایا ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے اور سولی پر چڑھانے میں ہرگز کامیاب نہیں ہوئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنے پر مکمل قدرت اور دسترس حاصل ہے، اس لیے اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں، قیامت کے قریب زمین پر دوبارہ نازل ہوں گے اور اس امت کی نصرت و اعانت کیلئے اپنی مقررہ ذمہ داریوں کو ادا کریں گے، جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہو جانے کا نظریہ رکھتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں اور ان کا نظریہ قرآن و سنت کی واضح نصوص سے ٹکرانے کی وجہ سے قابل اصلاح ہے۔

١٥٩ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں دو قول ہیں، اس کی ایک تفسیر تو وہ ہے جس کے مطابق اس آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے اہل کتاب میں سے ہر شخص ان پر ایمان لا کر رہے گا، چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی سے پہلے ایسا نہیں ہوا، یہودی ان کے سخت دشمن رہے اور گنتی کے چند لوگ ہی ان پر ایمان لائے، اس لیے اس کا تعلق بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بعد بنتا ہے اور بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اہل کتاب میں سے ہر شخص اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقانیت، حیات اور رفع الی السماء پر ایمان لا کر رہے گا، اس صورت میں یہ ایک پیشین گوئی ہوگی جس کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے نہیں ہوگا، بلکہ اہل کتاب کے احوال سے ہوگا، اس عاجز کے نزدیک پہلی توجیہ زیادہ راجح ہے، اسی بنا پر ترجمے میں اس کا خیال رکھا گیا ہے۔

وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا

وَ	بِصَدِّهِمْ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾	وَّ	اَخْذِهِمُ	الرِّبٰوا	وَ	قَدْ	نُهُوْا
اور	ان کے روکنے کیوجہ سے	سے	راستے	اللہ کے	بہت زیادہ	اور	ان کے لینے کیوجہ سے	سود	اور	یقیناً	وہ منع کیے گئے

اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی راہ سے بہت زیادہ روکتے تھے۔ ﴿١٦٠﴾ نیز اس وجہ سے کہ وہ سود لیتے تھے، حالانکہ انہیں اس سے

عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

عَنْهُ	وَ	اَكْلِهِمْ	اَمْوَالَ	النَّاسِ	بِالْبَاطِلِ ؕ	وَ	اَعْتَدْنَا	لِلْكٰفِرِيْنَ
اس سے	اور	ان کے کھانے کی وجہ سے	بہت سے مال	لوگوں کے	ناحق	اور	ہم نے تیار کررکھا ہے	کافروں کیلئے

منع کیا گیا تھا، اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے، اور ہم نے اُن میں سے کافروں کیلئے

مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ

مِنْهُمْ	عَذَابًا	اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾	لٰكِنِ	الرّٰسِخُوْنَ	فِي	الْعِلْمِ	مِنْهُمْ
ان میں سے	عذاب	دردناک	لیکن	گہرائی رکھنے والے	بیچ	علم کے	ان میں سے

درد ناک عذاب تیارکر رکھا ہے۔ ﴿١٦١﴾ لیکن اُن میں سے جو لوگ مضبوط علم رکھنے والے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	وَ	مَآ	اُنْزِلَ	مِنْ	قَبْلِكَ
اور ایمان لانے والے	ایمان لاتے ہیں	اس پر جو	نازل کیا گیا	تیری طرف	اور	جو	نازل کیا گیا	سے	تیرے پہلے

اور مؤمن ہیں، وہ اُس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی اور جو آپ سے پہلے نازل کی گئی،

وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

وَ	الْمُقِيْمِيْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	الْمُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَالْمُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ
اور	قائم کرنے والے	نماز کے	اور	ادا کرنے والے	زکوٰۃ کے	اور ایمان لانے والے	اللہ پر	اور	دن

اور قابلِ تعریف ہیں نماز قائم کرنے والے، زکوٰۃ ادا کرنے والے، اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان

الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾ ع اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

الْاٰخِرِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	سَنُؤْتِيْهِمْ	اَجْرًا	عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾ ع	اِنَّآ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ
پچھلے پر	وہ لوگ	عنقریب ہم انہیں دیں گے	ثواب	بہت بڑا	بیشک ہم نے	وحی بھیجی ہے	تیری طرف

لانے والے، انہی لوگوں کو ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے۔ ﴿١٦٢﴾ اے نبی! (ﷺ)، بیشک ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے

﴿١٦٠﴾ ﴿١٦١﴾ ان آیتوں میں یہودیوں کیلئے شرعی احکام میں سختی کی وجوہات بیان کی گئی ہیں کہ ان پر جو پاکیزہ چیزیں پہلے حلال تھیں، انہیں ان کی اپنی سرکشی کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا، یہ لوگ خود تو اللہ کی راہ پر چلتے نہیں، دوسروں کے راستے میں بھی بے پناہ رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں، سودخوری کی ممانعت کے باوجود سود کا لین دین کرتے ہیں، ناحق طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں، رشوت، جوا اور تجارت کے وہ تمام طریقے جو بیع فاسد یا باطل کے زمرے میں آتے ہیں، اس کے عموم میں شامل ہیں، ان کے انہی گناہوں کی وجہ سے احکام شریعت میں اُن کے لیے سختی رکھی گئی تا کہ ان کی سرکشی میں کمی واقع ہو۔

﴿١٦٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو علمی گہرائی اور ایمان کامل کے حامل ہوں، ایسے لوگ حق تعالیٰ کی مرضی پر عمل کرنے کیلئے اپنی توانائیاں صرف کرتے ہیں اس لیے وہ قابل تعریف اور مستحقِ اجر وثواب ہیں، کیونکہ وہ سابقہ آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور قرآن کریم پر بھی، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں،
٢٢ ان کا ایمان کامل ہے اور ان کی عبادات بھی
ع١٠ قابل رشک ہیں۔
٢

كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى

كَمَآ	اَوْحَيْنَآ	اِلٰى	نُوْحٍ	وَ	النَّبِيّٖنَ	مِنْۢ بَعْدِهٖ	وَ	اَوْحَيْنَآ	اِلٰٓى
جیسا کہ	وحی بھیجی ہم نے	طرف	نوح کے	اور	نبیوں کے	ان کے پیچھے سے	اور	وحی بھیجی ہم نے	طرف

جیسے ہم نے نوحؑ اور ان کے بعد دیگر نبیوں کی طرف وحی بھیجی تھی، اور ہم نے ابراہیم،

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى

اِبْرٰهِيْمَ	وَ	اِسْمٰعِيْلَ	وَ	اِسْحٰقَ	وَ	يَعْقُوْبَ	وَ	الْاَسْبَاطِ	وَ	عِيْسٰى
ابراہیم کے	اور	اسماعیل کے	اور	اسحاق کے	اور	یعقوب کے	اور	ان کی اولاد کے	اور	عیسیٰ کے

اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، ان کی اولاد، عیسیٰ، ایوب، یونس،

وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾

وَاَيُّوْبَ	وَ	يُوْنُسَ	وَ	هٰرُوْنَ	وَ	سُلَيْمٰنَ	وَ	اٰتَيْنَا	دَاوٗدَ	زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾
اور ایوب کے	اور	یونس کے	اور	ہارون کے	اور	سلیمان کے	اور	دیا ہم نے	داؤد کو	زبور

ہارون اور سلیمان کی طرف بھی وحی بھیجی، اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ [١٦٣]

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ

وَ	رُسُلًا	قَدْ	قَصَصْنٰهُمْ	عَلَيْكَ	مِنْ	قَبْلُ	وَرُسُلًا	لَّمْ	نَقْصُصْهُمْ
اور	بہت سے پیغمبر	یقیناً	ہم نے انہیں بیان کیا	آپ پر	سے	پہلے	اور بہت سے پیغمبر	نہیں	ہم نے انہیں بیان کیا

نیز بہت سے ایسے پیغمبر جن کے حالات اس سے پہلے ہم آپ کے سامنے بیان کر چکے، اور بہت سے ایسے پیغمبر بھی جن کے حالات ہم نے آپ کے سامنے

عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ

عَلَيْكَ ؕ	وَ	كَلَّمَ	اللّٰهُ	مُوْسٰى	تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾	رُسُلًا	مُّبَشِّرِيْنَ
آپ پر	اور	کلام کیا	اللہ نے	موسیٰ سے	کلام کرنا	بہت سے پیغمبر	خوشخبری دینے والے

بیان ہی نہیں کیے، اور اللہ موسیٰؑ سے براہِ راست ہم کلام ہوا۔ [١٦٤] ایسے پیغمبر جو خوشخبری سنانے والے

وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ

وَ	مُنْذِرِيْنَ	لِئَلَّا	يَكُوْنَ	لِلنَّاسِ	عَلَى	اللّٰهِ	حُجَّةٌ	بَعْدَ	الرُّسُلِ ؕ
اور	آگاہ کرنے والے	تاکہ نہ	رہے	لوگوں کیلئے	پر	اللہ کے	کوئی حجت	پیچھے	پیغمبروں کے

اور آگاہ کرنے والے تھے، تاکہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کیلئے اللہ کے سامنے حجت بازی کا کوئی موقع نہ رہے

[١٦٣] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو سابقہ انبیاء کی وحی سے تشبیہ دی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سب کا منبع اور سرچشمہ ایک ہی ہے، یہی وجہ ہے کہ آسمانی کتابوں کے مضامین آپس میں ٹکرانے کی بجائے ایک دوسرے کی تصدیق وتائید کرتے ہیں، ان میں سے چند مشہور انبیاء کرام علیہم السلام کا یہاں حوالہ دے دیا گیا ہے، بقیہ انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی وحی کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

[١٦٤] اس آیت مبارکہ میں پیغمبروں کی درجہ بندی کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ بہت سے پیغمبروں کے نام اور کام اور ان کے مختصر یا مفصل احوال ہم نے بیان کر دیے ہیں، لیکن ایسے پیغمبروں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے جن کے نام اور کام اور ان کے مختصر یا مفصل احوال ہم نے بیان ہی نہیں کیے ہیں، لیکن اس کے باوجود تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے، کسی ایک پیغمبر کا انکار تمام پیغمبروں کے انکار کے مترادف ہے۔ اس سلسلے میں جب تحقیق کی گئی تو ایک دلچسپ معلوماتی تحریر تیار ہو گئی، قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی نظر ہے، قرآن کریم میں جن انبیاء ورسل کا نام لے کر اُن کا تذکرہ کیا گیا ہے، اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ① حضرت آدم علیہ السلام کا نام پورے قرآن میں ٢٥ مرتبہ آیا ہے، ② حضرت نوح علیہ السلام: ٤٣ مرتبہ، ③ حضرت ادریس علیہ السلام: ٢ مرتبہ، ④ حضرت ھود علیہ السلام: ٧ مرتبہ، ⑤ حضرت صالح علیہ السلام: ٨ مرتبہ، ⑥ حضرت ابراہیم علیہ السلام: ٦٣ مرتبہ، ⑦ حضرت اسماعیل علیہ السلام: ١٢ مرتبہ، ⑧ حضرت اسحاق علیہ السلام ١٠ مرتبہ، ⑨ حضرت لوط علیہ السلام: ٢٠ مرتبہ، ⑩ حضرت یعقوب علیہ السلام: ١٠ مرتبہ، ⑪ حضرت یوسف علیہ السلام: ٢٦ مرتبہ، ⑫ حضرت شعیب علیہ السلام ١٠ مرتبہ، ⑬ حضرت موسیٰ علیہ السلام ١٠٧ مرتبہ، ⑭ حضرت ہارون علیہ السلام: ١٤ مرتبہ، ⑮ حضرت الیاس علیہ السلام: ٢ مرتبہ، ⑯ حضرت داؤد علیہ السلام: ١٦ مرتبہ، ⑰ حضرت سلیمان علیہ السلام ١٦ مرتبہ، ⑱ حضرت ایوب علیہ السلام: ٤ مرتبہ، ⑲ حضرت یونس علیہ السلام: ١٨ مرتبہ، ⑳ حضرت ذوالکفل علیہ السلام: ٢ مرتبہ، ㉑ حضرت الیسع علیہ السلام: ٢ مرتبہ، ㉒ حضرت عزیر علیہ السلام: ١ مرتبہ، ㉓ حضرت زکریا علیہ السلام: ١٨ مرتبہ، ㉔ حضرت یحییٰ علیہ السلام: پانچ مرتبہ، ㉕ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ٦١ مرتبہ، ㉖ حضرت محمد ﷺ فداہ ابی وامی وروحی وجسدی: ٤ مرتبہ اور ایک مرتبہ احمد ﷺ۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ

وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَزِيْزًا	حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾	لٰكِنِ	اللّٰهُ	يَشْهَدُ	بِمَآ	اَنْزَلَ	اِلَيْكَ
اور	ہے	اللہ	غالب	حکمت والا	لیکن	اللہ	گواہی دیتا ہے	اس کی جو	اس نے نازل کیا	تیری طرف

اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿١٦٥﴾ لیکن اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس نے آپ پر جو کچھ نازل کیا ہے،

اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾

اَنْزَلَهٗ	بِعِلْمِهٖ	وَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	يَشْهَدُوْنَ	وَ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾
اسے نازل کیا	اپنے علم سے	اور	فرشتے	گواہی دیتے ہیں	اور	کافی ہے	اللہ	گواہ

وہ اپنے علم کے مطابق نازل کیا ہے، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، اور گواہی دینے کیلئے اللہ ہی کافی ہے۔ ﴿١٦٦﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	صَدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	قَدْ	ضَلُّوْا	ضَلٰلًا
بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور	روکا انہوں نے	سے	راستے کے	اللہ کے	یقیناً	وہ گمراہ ہوگئے	گمراہی

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکتے رہے، یقیناً وہ دور کی گمراہی میں

بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	ظَلَمُوْا	لَمْ	يَكُنِ	اللّٰهُ	لِيَغْفِرَ	لَهُمْ
دور کی	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور	ظلم کیا انہوں نے	نہیں	ہے	اللہ	کہ معاف کردے	انہیں

جا پڑے۔ ﴿١٦٧﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر اور ظلم کیا، اللہ انہیں بخشنے والا نہیں،

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ

وَ	لَا	لِيَهْدِيَهُمْ	طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾	اِلَّا	طَرِيْقَ	جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا
اور	نہیں	کہ ہدایت دے انہیں	راستے کی	مگر	راستہ	جہنم کا	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	ہمیشہ

اور نہ ہی انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا۔ ﴿١٦٨﴾ سوائے جہنم کے راستے کے، جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے،

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ

وَ	كَانَ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	قَدْ	جَآءَكُمُ
اور	ہے	وہ	پر	اللہ کے	آسان	اے	لوگو!	یقیناً	آپکا تمہارے پاس

اور اللہ پر یہ آسان ہے۔ ﴿١٦٩﴾ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی

﴿١٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں پیغمبروں کی بعثت کا ایک اہم ترین مقصد بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو اس لیے دنیا میں بھیجتا رہا ہے تاکہ ان پر اتمام حجت ہو جائے اور جب بارگاہِ الٰہی میں انہیں پیش کیا جائے تو وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں آپ کی پسند اور ناپسند، حلال اور حرام، جائز اور ناجائز سے کوئی آگاہ کرنے والا دستیاب ہوتا تو ہم آپ کی بارگاہ میں مجرم بن کر حاضر نہ ہوتے، ہمیں تو کسی نے کچھ بتایا ہی نہیں اور آپ کا کوئی پیغام براہ راست بھی ہم تک نہیں پہنچا، اس لیے ہماری سزا معاف کی جائے، اب چونکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی ایک بڑی جماعت بھیج دی ہے اور وہ مکمل ذمہ داری کے ساتھ لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا چکے ہیں، اس کے انعام کا شوق اور سزا کا خوف دلا چکے ہیں اور حق تعالیٰ کی مرضی سے لوگوں کو آگاہ کر چکے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت ہو چکا اور لوگوں کو اپنی اصلاح کا آخری موقع مل چکا ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص گمراہ ہوتا ہے تو وہ اپنے علاوہ کسی اور کو ملامت نہ کرے۔

﴿١٦٦﴾ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے متعلق اس بات کی گواہی دی گئی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کامل کے ساتھ نازل فرمایا ہے، اللہ خود اس کی گواہی دیتا ہے، فرشتے بھی اس کی گواہی دیتے ہیں اور گواہی دینے کیلئے اکیلا اللہ ہی کافی ہے، اس کی گواہی کی موجودگی میں مزید کسی اور گواہی کی ضرورت نہیں رہتی۔

﴿١٦٧﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو دور کی گمراہی میں پڑا ہوا قرار دیا گیا ہے جنہوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے رہے، یقیناً جو لوگ راہ راست سے بھٹک چکے ہیں، وہی یہ کام کر سکتے ہیں۔

﴿١٦٨﴾ ﴿١٦٩﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ کفر اور ظلم پر اڑے رہے، ایسا نہیں ہوگا کہ وہ کفر اور ظلم کرتے رہیں اور اللہ ان کی مغفرت کر کے انہیں ہدایت دیتا رہے، ان کیلئے تو صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ جہنم کا راستہ ہے، جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، کیونکہ مغفرت اور ہدایت کا فیصلہ صرف ان لوگوں کیلئے ہوتا ہے جو اس کے طالب ہوتے ہیں، بے طلبوں کو یہ چیزیں نصیب نہیں ہوتی ہیں۔

الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ

الرَّسُوْلُ	بِالْحَقِّ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	فَاٰمِنُوْا	خَيْرًا	لَّكُمْ	وَ	اِنْ	تَكْفُرُوْا	فَاِنَّ
ایک پیغمبر	ساتھ حق کے	سے	تمہارے رب کے	تو تم ایمان لاؤ	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	اور	اگر	تم کفر کرو	تو بیشک

طرف سے ایک برحق پیغمبر آچکا ہے، سو تم ایمان لے آؤ، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم کفر کرو گے تو بیشک

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا ۝
اللہ کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	ہے	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی کی ملکیت ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ﴿۱۷۰﴾

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لَا	تَغْلُوْا	فِيْ	دِيْنِكُمْ	وَ	لَا	تَقُوْلُوْا	عَلَى	اللّٰهِ	اِلَّا	الْحَقَّ
اے اہل کتاب!	مت	مبالغہ آرائی کرو	بیچ	اپنے دین کے	اور	مت	کہو تم	پر	اللہ کے	سوائے	حق کے

اے اہلِ کتاب! اپنے دین کے معاملے میں حد سے زیادہ مبالغہ آرائی مت کرو، اور اللہ کے متعلق حق کے علاوہ کچھ مت کہو،

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ

اِنَّمَا	الْمَسِيْحُ	عِيْسَى	ابْنُ	مَرْيَمَ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	وَ كَلِمَتُهٗ	اَلْقٰهَاۤ
وہ تو صرف	مسیح	عیسیٰ	بیٹا	مریم کا	پیغمبر	اللہ کا	اور اس کا کلمہ	ڈالا اس نے اسے

کیونکہ مسیح عیسیٰ ابن مریم تو اللہ کے پیغمبر اور اس کا "کلمہ" ہیں، جنہیں اللہ نے

اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ز فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ لَا تَقُوْلُوْا

اِلٰى	مَرْيَمَ	وَ	رُوْحٌ	مِّنْهُ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	رُسُلِهٖ	وَ	لَا	تَقُوْلُوْا
طرف	مریم کے	اور	روح	اس کی	تو ایمان لاؤ تم	اللہ پر	اور	اس کے پیغمبروں پر	اور	مت	کہو تم

مریمؑ کی طرف القاء کیا، اور وہ روح اللہ ہیں، اس لیے تم اللہ پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو

ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ

ثَلٰثَةٌ	اِنْتَهُوْا	خَيْرًا	لَّكُمْ	اِنَّمَا	اللّٰهُ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	سُبْحٰنَهٗۤ	اَنْ
تین	باز آجاؤ	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	وہ تو صرف	اللہ	معبود ایک	وہ پاک ہے	یہ کہ

کہ اللہ تین ہیں، اس سے باز آجاؤ، یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے، اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ

﴿۱۷۰﴾ اس آیت مبارکہ میں ساری انسانیت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے فائدہ اٹھا کر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، یہ ایک ایسی دعوت ہے جس میں ساری انسانیت کیلئے خیر ہی خیر ہے، اگر کوئی اس کے باوجود اپنے کفر اور شرک پر اڑا رہے تو اس سے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑے گا، اس کی ملکیت تو زمین و آسمان کے ذرے ذرے کو شامل ہے، لیکن اس دعوت کو قبول نہ کرنے والوں پر ضرور فرق پڑے گا کہ وہ اپنا نقصان کر رہے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس پہلو پر غور کر لیا جائے کہ اسلام کی دعوت قبول کرنے میں ساری انسانیت کے لیے بہتری کیوں ہے اور اس بہتری سے دنیا کے دوسرے ادیان و مذاہب کیوں خالی ہیں؟ اس سلسلے میں سب سے پہلے تو روئے زمین پر پھیلے ہوئے انسانوں کو دو حصوں پر تقسیم کر لینا چاہیے، ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں اور دوسرے وہ جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل نہیں ہیں، ان میں سے جو لوگ وجود باری تعالیٰ کے قائل ہیں، انہیں سب سے پہلے تو متکلم کی عظمت کا خیال دل میں لانا چاہیے کیونکہ اگر انسان کے دل میں متکلم کی عظمت بیٹھی ہوئی ہو تو وہ اس سے کیوں کا سوال نہیں کرتا، بلکہ اسے جو حکم ملتا ہے، وہ اس پر فوراً عمل کرتا ہے، لہٰذا جب خالق کائنات ایمان لانے کا حکم دے رہا ہو اور اس بات کی یقین دہانی کروا رہا ہو کہ تمہارے لیے اس حکم پر عمل کرنے میں خیر ہی خیر ہے تو مخاطب کو اس پر یقین کر لینا چاہیے، اُس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی جھوٹ نہیں بولتا، اس سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ہے، جب اسلام کا دیگر ادیان و مذاہب سے تقابل کیا جاتا ہے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام ایک محفوظ دین ہے، اس کی تعلیمات محفوظ ہیں، قرآن کریم محفوظ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی تمام تفصیلات محفوظ ہیں، اس دین پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا کہ اُس کی تعلیمات اور آسمانی کتاب صفحۂ ہستی سے مٹادی گئی ہو، یا تحریف کرنے والوں کو اس میں تحریف کرنے کا راستہ مل گیا ہو، اس کے پیغمبر کی زندگی کا کوئی گوشہ مخفی رہ گیا ہو، لیکن دوسرے ادیان و مذاہب کا معاملہ اس سے مختلف ہے، کیونکہ اُن کی تعلیمات، آسمانی کتابیں اور پیغمبروں کے حالات زندگی محفوظ نہیں ہیں اور ان میں اس قدر تحریف ہو چکی ہے کہ اصل اور نقل، صحیح اور غلط میں فرق کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے، نیز ان پر ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب ان کی آسمانی تعلیمات پر مشتمل کتابوں کے نسخے چن چن کر جلا دیئے گئے اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا، اگر تعلیمات کے پہلو سے دیکھا جائے تو اسلام کی تعلیمات انسانی فطرت کے سب سے زیادہ قریب اور نفسیاتی اور سائنسی اصولوں کے عین مطابق ہے، لیکن دوسرے ادیان و مذاہب صرف چند رسومات کا مجموعہ بن کر رہ گئی ہیں، اور اُن کی حیثیت ایک ایسے جسم کی ہو چکی ہے جس میں روح نہ ہو، اس لیے ایمان قبول کرنے میں انسانیت کا اپنا ہی فائدہ ہے، باقی رہے وہ لوگ جو وجود باری تعالیٰ کے منکر ہیں تو وہ صرف اس ایک پہلو پر غور کر لیں کہ اسلام جن چیزوں کی دعوت، ترغیب یا حکم دے رہا ہے، کیا ان پر عمل کرنے سے انہیں کسی جسمانی، روحانی، مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ان کے لیے بھی ایمان قبول کرنے میں ہی خیر اور بھلائی پوشیدہ ہے۔

يَكُونَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى

يَكُونَ	لَهٗ	وَلَدٌ	لَهٗ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ ؕ	وَ	كَفٰى
ہو	اس کیلئے	کوئی اولاد	اسی کا ہے	جو کچھ	بیچ	آسمانوں کے	اور	جو کچھ	بیچ	زمین کے	اور	کافی ہے

اس کی کوئی اولاد ہو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسی کی ملکیت ہے، اور کارساز ہونے کیلئے

بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿۱۷۱﴾ ع لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ اَنْ يَّكُونَ عَبْدًا لِّلّٰهِ

بِاللّٰهِ	وَكِيلًا ﴿۱۷۱﴾	لَنْ	يَّسْتَنْكِفَ	الْمَسِيحُ	اَنْ	يَّكُونَ	عَبْدًا	لِّلّٰهِ
اللہ	کارساز	ہرگز نہیں	عار محسوس کرتا	مسیح	یہ کہ	وہ ہو	بندہ	اللہ کا

اللہ ہی کافی ہے۔ [۱۷۱] مسیحؑ کو اس بات سے ہرگز عار نہیں آتی کہ وہ اللہ کے بندے ہیں

وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ

وَ	لَا	الْمَلٰٓئِكَةُ	الْمُقَرَّبُونَ ؕ	وَ	مَنْ	يَّسْتَنْكِفْ	عَنْ	عِبَادَتِهٖ	وَ	يَسْتَكْبِرْ
اور	نہ	فرشتے	قرب حاصل کئے ہوئے	اور	جو کوئی	عار محسوس کرے	سے	اسکی عبادت کے	اور	تکبر کرے

اور نہ ہی مقرب فرشتوں کو، اور جو شخص اللہ کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا

فَسَيَحْشُرُهُمْ	اِلَيْهِ	جَمِيعًا ﴿۱۷۲﴾	فَاَمَّا	الَّذِينَ	اٰمَنُوا	وَ	عَمِلُوا
تو عنقریب وہ انہیں جمع کرے گا	اپنے پاس	اکٹھا کرکے	تو رہے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے

تو وہ ان سب کو اکٹھا کرکے اپنے پاس جمع کر لے گا۔ [۱۷۲] پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے

الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيهِمْ اُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا

الصّٰلِحٰتِ	فَيُوَفِّيهِمْ	اُجُورَهُمْ	وَ	يَزِيدُهُمْ	مِّنْ	فَضْلِهٖ ۚ	وَ	اَمَّا
اچھے	تو وہ انہیں پورے دے گا	ان کے اجر	اور	زیادہ دے گا انہیں	سے	اپنے فضل کے	اور	رہے

نیک اعمال سرانجام دیئے تو وہ انہیں ان کا پورا پورا اجر دے گا، اور اپنے فضل سے مزید بھی عطا فرمائے گا، باقی رہے

الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيمًا ۙ۬

الَّذِينَ	اسْتَنْكَفُوا	وَ	اسْتَكْبَرُوا	فَيُعَذِّبُهُمْ	عَذَابًا	اَلِيمًا ۙ۬
وہ لوگ جو	عار محسوس کریں	اور	تکبر کریں	تو وہ انہیں عذاب دے گا	عذاب	دردناک

وہ لوگ جنہوں نے عار محسوس کی اور تکبر کیا تو وہ انہیں دردناک عذاب دے گا

ع ۲۳ ۹ ۴

[۱۷۱] اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کی چند لغویات کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کی گئی ہے، سب سے پہلے تو انہیں دین میں غلو سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ جو شخص دین میں غلو کرتا ہے، یقینی طور پر وہ حد اعتدال سے نکل جاتا ہے اور افراط اور تفریط کی اندھی وادی میں جا گرتا ہے، جہاں وہ کسی چیز کا درجہ بڑھا دیتا ہے اور کسی چیز کا درجہ گھٹا دیتا ہے، یہاں سے بہت ساری خرابیاں جنم لیتی ہیں اور انسان کسی کو معبود بنا لیتا ہے، کسی کو ابن اللہ قرار دے دیتا ہے کسی کو اللہ کی بیوی قرار دے دیتا ہے، جس سے ان چیزوں کا درجہ بڑھ جاتا ہے اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہو جاتی ہے، غلو کو دوسرے لفظوں میں ''اندھی عقیدت'' سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے یہ ہمیشہ گمراہی کا سبب بنتی ہے یہاں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی طرف حق کے علاوہ کسی بات کی نسبت نہ کیا کرو، جہاں تک تعلق ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو ان کے متعلق اعتدال پر مبنی بات یہ ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر اور اس کا کلمہ ہیں، وہ روح اللہ ہیں، انہیں ابن اللہ قرار نہ دو، وہ اللہ کے بیٹے نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ اولاد اور والد سے پاک ہے، تین خداؤں کے قائل نہ ہو، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے، تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم اپنے کفریہ اور باطل عقائد سے توبہ کر کے باز آ جاؤ، ہر کام بنانے والا اللہ ہے اور وہ سب کا کارساز ہونے کیلئے اکیلا ہی کافی ہے۔

[۱۷۲] اس آیت مبارکہ میں عیسائیوں کی طرف روئے سخن ہے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیتے ہو، انہیں عبد اللہ قرار دیتے ہوئے تمہیں شرم آتی ہے، لیکن خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی، انہیں کیا، کسی نبی مرسل اور کسی ملک مقرب کو اس میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی، عبدیت تو انسانی کمالات کی معراج ہے، اگر کسی شخص کو اس میں عار محسوس ہوتی ہے تو وہ انتظار کرے حشر کے دن کا، جب سب لوگ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور وہ ان کے درمیان بہترین فیصلہ فرمائے گا، اس فیصلے کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

فائدہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہنے کی وجہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۴۵ کی تفسیر میں بیان کی گئی ہے، وہاں ملاحظہ فرمالیجیے۔

وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧٣﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ

وَ	لَا	يَجِدُوْنَ	لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	وَلِيًّا	وَّ	لَا	نَصِيْرًا ﴿١٧٣﴾	يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	قَدْ
اور	نہ	پائیں گے وہ	اپنے لیے	سے	علاوہ	اللہ کے	کوئی دوست	اور	نہ	کوئی مددگار	اے	لوگو!	یقیناً

اور وہ اللہ کے علاوہ اپنے لیے کوئی دوست اور مددگار نہ پائیں گے۔ ﴿١٧٣﴾ اے لوگو! تمہارے رب کی

جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٤﴾ فَاَمَّا

جَآءَكُمْ	بُرْهَانٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكُمْ	نُوْرًا	مُّبِيْنًا ﴿١٧٤﴾	فَاَمَّا
تمہارے پاس آچکی	دلیل	سے	تمہارے رب کے	اور	نازل کیا ہم نے	تمہاری طرف	نور	واضح	تو رہے

طرف سے تمہارے پاس "دلیل" آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین کو نازل کیا ہے۔ ﴿١٧٤﴾ ٣

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	اعْتَصَمُوْا	بِهٖ	فَسَيُدْخِلُهُمْ	فِيْ	رَحْمَةٍ	مِّنْهُ
وہ لوگ جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور	مضبوط تھاما انہوں نے	اسے	تو عنقریب وہ انہیں داخل کرے گا	بیچ	رحمت کے	اپنی

جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسّی کو مضبوطی سے تھاما تو وہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں

وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿١٧٥﴾ يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ

وَفَضْلٍ	وَّ	يَهْدِيْهِمْ	اِلَيْهِ	صِرَاطًا	مُّسْتَقِيْمًا ﴿١٧٥﴾	يَسْتَفْتُوْنَكَ
اور فضل کے	اور	وہ ان کی رہنمائی کرے گا	اپنی طرف	راستے کی	سیدھے	وہ تجھ سے پوچھتے ہیں

داخل کرے گا اور انہیں اپنی جانب سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمائے گا۔ ﴿١٧٥﴾ اے نبی! (ﷺ)، یہ لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں،

قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ

قُلِ	اللّٰهُ	يُفْتِيْكُمْ	فِي	الْكَلٰلَةِ	اِنِ	امْرُؤٌا	هَلَكَ	لَيْسَ	لَهٗ	وَلَدٌ	وَّلَهٗۤ
تو کہہ	اللہ	تمہیں حکم بتاتا ہے	بیچ	والدین اور اولاد سے خالی کے	اگر	مرد	فوت ہو	نہ ہو	اس کی	کوئی اولاد	اور اس کی

آپ فرما دیجئے کہ "کلالہ" کے متعلق اللہ تمہیں بتاتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو، اس کی

اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ

اُخْتٌ	فَلَهَا	نِصْفُ	مَا	تَرَكَ	وَ	هُوَ	يَرِثُهَآ	اِنْ	لَّمْ	يَكُنْ	لَّهَا	وَلَدٌ
ایک بہن	تو اس کیلئے	آدھا	وُہ جو	اس نے چھوڑا	اور	وہ	بہن کا وارث بنے گا	اگر	نہ	ہو	اس کی	کوئی اولاد

ایک بہن ہو تو اسے ترکے کا نصف ملے گا، اور بھائی اپنی بہن کا وارث بنے گا جبکہ اس کی کوئی اولاد نہ ہو،

﴿١٧٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حشر کے دن پیش آنے والے احوال کا اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح والی زندگی گزار کر حاضر ہوں گے، نہ صرف یہ کہ انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مزید انعامات سے بھی سرفراز فرمائے گا، اور جو لوگ اللہ کی عبدیت بجالانے میں عار محسوس کرتے رہے اور اپنے آپ کو اللہ کا بندہ تسلیم کرنے کی بجائے خود کو اللہ کا بیٹا یا الوہیت میں شریک قرار دیتے رہے، ان کیلئے دردناک عذاب تیار ہوگا، انہیں اللہ کے مقابلے میں اپنا کوئی حمایتی معاون اور مددگار نصیب نہ ہوگا، ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے مقرب بندے ہیں، اس لیے ان کے متعلق اس دوسری صورت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا پہلی صورت خود بخود متعین ہوگئی۔

﴿١٧٤﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو چیزوں کا بھیجا جانا مذکور ہوا ہے، ایک برہان اور دوسرا نور مبین، بعض مفسرین نے ان دونوں کا مصداق قرآن کریم کو قرار دیا ہے، بعض مفسرین نے برہان سے نبی اکرم ﷺ کی ذات مراد لی ہے اور نور مبین سے قرآن کریم مراد لیا ہے، جبکہ بعض مفسرین نے اس کے برعکس برہان سے مراد قرآن کریم کو لیا ہے اور نور مبین سے نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی مراد لی ہے۔ ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس ناکارہ کے نزدیک تیسرا قول راجح ہے، رہی یہ بات کہ اس سے یہ لازم آئیگا کہ رسول اکرم ﷺ نور ہوں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کیا کسی کو رسول اکرم ﷺ کے نور ہونے میں کوئی شک ہے؟ قرآن کریم نے تو دوسری جگہ انہیں "سراج منیر" کہا ہے، یہ الگ بات ہے کہ جہت مختلف ہے، چنانچہ رسول اکرم ﷺ اپنی ذات کے اعتبار سے نہ صرف یہ کہ بشر بلکہ اکمل البشر ہیں اور اپنی صفات کے اعتبار سے نہ صرف نور بلکہ سراج منیر ہیں جن سے دوسروں کو بھی روشنی ملتی ہے اور وہ نورانی ہو جاتے ہیں، ہزاروں لاکھوں صحابہ وتابعین اور اولیاء اس کی مثال ہیں۔

﴿١٧٥﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے اللہ کے فضل وکرم، اس کی مہربانی اور صراط مستقیم کی ہدایت کا وعدہ کیا گیا ہے جو اللہ پر ایمان لائیں اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں چونکہ یہاں داخل کرنے کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لیے فضل اور رحمت سے مرکز فضل ورحمت مراد ہوگا اور وہ جنت ہے، لہٰذا معنی یہ ہوا کہ اللہ انہیں اپنے مرکز فضل ورحمت یعنی جنت میں داخل کرے گا۔

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً

فَاِنْ	كَانَتَا	اثْنَتَيْنِ	فَلَهُمَا	الثُّلُثٰنِ	مِمَّا	تَرَكَ ؕ	وَ	اِنْ	كَانُوْٓا	اِخْوَةً
پھر اگر	وہ دونوں ہوں	دو عورتیں	تو ان دونوں کیلئے	دو تہائی	اُسمیں سے جو	اس نے چھوڑا	اور	اگر	وہ ہوں	کئی بھائی

اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں ترکے کا دوتہائی ملے گا، اور اگر وہ کئی افراد ہوں

رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

رِّجَالًا	وَّ	نِسَآءً	فَلِلذَّكَرِ	مِثْلُ	حَظِّ	الْاُنْثَيَيْنِ ؕ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ
مرد کئی	اور	عورتیں	تو مرد کیلئے	برابر	حصہ	دو عورتوں کے	بیان کرتا ہے	اللہ

جن میں مرد اور عورتیں دونوں ہوں تو ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا، اللہ تمہارے سامنے

24 ع 5 4

لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٧٦﴾

لَكُمْ	اَنْ	تَضِلُّوْا ؕ	وَ	اللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ﴿١٧٦﴾
تمہارے لئے	یہ کہ	تم گمراہ نہ ہو	اور	اللہ	ساتھ ہر	چیز کے	خوب جاننے والا

بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ١٧٦

اٰيَاتُهَا ١٢٠ (٥) سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ (١١٢) رُكُوْعَاتُهَا ١٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اَوْفُوْا	بِالْعُقُوْدِ ؕ	اُحِلَّتْ	لَكُمْ	بَهِيْمَةُ	الْاَنْعَامِ
اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	پورا کرو	معاہدوں کو	حلال کیے گئے	تمہارے لئے	چوپائے	جانور

اے اہلِ ایمان! وعدوں کو پورا کیا کرو، تمہارے لیے جانور مویشی حلال کیے جاتے ہیں،

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اِلَّا	مَا	يُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	غَيْرَ	مُحِلِّي	الصَّيْدِ	وَاَنْتُمْ	حُرُمٌ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
سوائے	وہ جو	تلاوت کی گئی	تم پر	نہ کہ	حلال کرنے والے	شکار کو	اور تم	احرام کی حالت میں ہو	بیشک	اللہ

سوائے اُن کے جن کی تمہاری سامنے تلاوت کی جائے گی، البتہ حالتِ احرام میں شکار کو حلال مت سمجھو، بیشک اللہ

١٧٦ اس آیت مبارکہ میں "کلالہ" کے حوالے سے استفسار پر مزید وضاحت کی گئی ہے، اس سورت کی آیت نمبر ١٢ میں احکام وراثت کے تحت اس کا تذکرہ ہو چکا ہے، یہاں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ مرنے والا مرد ہوگا یا عورت، اگر مرنے والا مرد ہو اور اس کی اولاد بھی کوئی نہ ہو اور والدین میں سے بھی کوئی نہ ہو تو اس کے بہن بھائی دیکھے جائیں، اگر مرنے والے کی صرف ایک بہن ہو تو اسے کل مال کا نصف حصہ ملے گا، اگر دو یا زیادہ بہنیں ہوں تو انہیں کل مال کا دوتہائی حصہ دیا جائیگا اور اگر بھائی اور بہنیں دونوں ہوں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے تناسب سے تقسیم ہوگا اور اگر مرنے والی عورت ہو اور اس کی اولاد یا والدین میں سے کوئی بھی نہ ہو، البتہ بھائی ہو تو ایسی صورت میں وہ عصبہ ہوگا یعنی کسی دوسرے وارث سے جو مال بچے گا، وہ اسے مل جائیگا اور کوئی وارث نہ ہونے کی صورت میں سارا مال اسے مل جائے گا۔ واللہ اعلم۔

الحمدللہ! آج مورخہ یکم فروری ٢٠١٨ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب سورۃ النساء کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، حق تعالیٰ اسے قبول فرما کر اپنی رضا کا ذریعہ فرمائے اور اگر اس کام کی تکمیل منظور ہے تو وقت میں برکت، ذہن کی کشادگی اور یکسوئی نصیب فرما دے، کیونکہ اصل مقصد اپنی زندگی کو قرآن کریم کی خدمت میں مکمل کرنا ہے، قرآن کریم کو اپنی زندگی میں مکمل کرنا نہیں ہے۔

(٢) منزل

سورۃ المائدۃ

سورۃ المائدہ مدنی سورت ہے، اس میں ١١٧٨٣ حروف، ١٨٠٤ کلمات، ١٢٠ آیات اور سولہ رکوعات ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ١١٢ میں المائدۃ کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ المائدۃ رکھا گیا، جس کا معنی دسترخوان ہے، اور اس سے مراد وہ دسترخوان ہے جس کی فرمائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے کی تھی کہ آسمان سے ایک سجا ہوا دسترخوان اترے اور ہم اس میں سے کھائیں، بعض مفسرین کے مطابق یہ دسترخوان نازل ہوا تھا اور بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اندیشہ عذاب کے پیش نظر اپنی فرمائش سے پیچھے ہٹ گئے تھے، مجموعی طور پر اس سورت میں بہت سے اہم احکام بیان کیے گئے ہیں، ڈاکے کی سزا، شراب کی حرمت، شکار کے احکام و مسائل، وضو کے فرائض، مقدمات کے فیصلے میں کتاب اللہ کو معیار بنانے کی اہمیت اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ تعلقات کی نوعیت بھی اس سورت کے مضامین میں شامل ہے۔

يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ

يَحْكُمُ	مَا	يُرِيْدُ ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تُحِلُّوْا	شَعَآىِٕرَ	اللّٰهِ
فیصلہ کرتا ہے	جو	وہ چاہتا ہے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	بے حرمتی کرو	علامتوں کی	اللہ کی

جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ [١] اے اہلِ ایمان! شعائر اللہ، حرمت والے مہینے،

وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآىِٕدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ

وَلَا	الشَّهْرَ	الْحَرَامَ	وَلَا	الْهَدْيَ	وَلَا الْقَلَآىِٕدَ	وَلَآ اٰمِّيْنَ	الْبَيْتَ
اور نہ	مہینے کی	حرمت والے	اور نہ	کعبہ کی نیاز کی	اور نہ گلے میں پٹے پڑے ہوئے جانوروں کی	اور نہ ارادہ کرنے والوں کی	گھر کا

قربانی کے جانور، گلے میں پٹے پڑے ہوئے جانوروں اور بیت اللہ الحرام کا ارادہ کرکے آنے والوں کی بے حرمتی

الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ

الْحَرَامَ	يَبْتَغُوْنَ	فَضْلًا	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَ	رِضْوَانًا ؕ	وَ	اِذَا	حَلَلْتُمْ	فَاصْطَادُوْا ؕ
حرمت والا	وہ تلاش کرتے ہیں	فضل	سے	اپنے رب کے	اور	خوشنودی	اور	جب	تم احرام سے نکل آؤ	تو شکار کرو

مت کرو، جو کہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضامندی تلاش کرتے ہیں، اور جب تم احرام سے نکل آؤ تو شکار کر سکتے ہو،

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

وَ	لَا	يَجْرِمَنَّكُمْ	شَنَاٰنُ	قَوْمٍ	اَنْ	صَدُّوْكُمْ	عَنِ	الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ
اور	نہ	تمہیں آمادہ کردے	دشمنی	کسی قوم کی	یہ کہ	انہوں نے تمہیں روکا	سے	مسجد	حرام

اور اُس قوم کی دشمنی ''جو کہ تمہیں مسجد حرام سے روکتی تھی''، تمہیں حد سے تجاوز کرنے پر

اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى

اَنْ	تَعْتَدُوْا ۘ	وَ	تَعَاوَنُوْا	عَلَى	الْبِرِّ	وَ	التَّقْوٰى ۪	وَلَا	تَعَاوَنُوْا	عَلَى
یہ کہ	تم حد سے تجاوز کرو	اور	ایکدوسرے سے تعاون کرو	پر	نیکی کے	اور	تقویٰ کے	اور نہ	ایکدوسرے سے تعاون کرو	پر

آمادہ نہ کردے، اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور تقویٰ پر تعاون کیا کرو، گناہ اور ظلم کے کاموں پر

الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

الْاِثْمِ	وَ	الْعُدْوَانِ ۪	وَ	اتَّقُوْا	اللّٰهَ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ ۝
گناہ کے	اور	ظلم کے	اور	ڈرو	اللہ سے	بیشک	اللہ	سخت دینے والا	سزا کا

باہمی تعاون نہ کیا کرو، اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ [٢]

وقف لازم

ربع

[١] اس آیت مبارکہ میں ''ایفاء عقود'' کا حکم دیا گیا ہے، یہ لفظ ''عقد'' کی جمع ہے جس کا لفظی معنی گرہ ہوتا ہے، انسان اپنے رب سے، اپنے پیغمبر سے اور اپنے جیسے انسان سے ''خواہ وہ اس سے بڑے ہوں یا چھوٹے، دوست ہوں یا دشمن'' جس نوعیت کے بھی عہد و پیمان کرتا ہے خواہ وہ یکطرفہ ہوں یا دوطرفہ، ان سب میں انسان ایک گرہ لگاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس عہد و پیمان کو پورا کرنے کا یقین دلاتا ہے اس لیے اس لفظ کے عموم میں اس کی تمام صورتیں شامل ہیں اور ان سب کو ہی پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ چند جانوروں کو مستثنیٰ کرکے ''جن کا ذکر اس سورت کی تیسری آیت میں آیا ہے'' باقی چوپائے تمہارے لیے حلال کر دیئے گئے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خشکی کے جانوروں میں حلال اور حرام کا ایک کلیہ بیان فرما دیا ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ جانور جو اپنے کچلی والے دانتوں سے شکار کرے، وہ حرام ہے، اس کے علاوہ خشکی کا ہر جانور حلال ہے یہ اس قدر واضح اصول ہے کہ ''الحلال بین والحرام بین'' کی پوری تفسیر ہے، تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ احرام کی حالت میں تمہیں خشکی کا شکار کھیلنے کی اجازت نہیں ہے، اس کی مکمل تفصیل اس سورت کی آیت نمبر ۹۶ تا ۹۴ میں آئے گی۔ انشاءاللہ۔

[٢] اس آیت مبارکہ میں بہت سے مکارم اخلاق کی نشاندہی کی گئی ہے (الف) شعائر اللہ کی بے حرمتی سے بچنے کی تاکید، دراصل شعار اس مخصوص علامت کو کہا جاتا ہے جس سے کسی خاص چیز کی شناخت ہو جاتی ہے مثلاً کسی علاقے میں گرجا دیکھ کر عیسائیت اور مسجد دیکھ کر اسلام کا تصور آتا ہے، دور سے مینار دیکھ کر مسجد کا اندازہ لگا لیا جاتا ہے اور اذان کی آواز سن کر مسلمانوں کی موجودگی پر رہنمائی ہو جاتی ہے، اس آیت میں چند شعائر اللہ کی تعیین کی گئی ہے، چنانچہ اشہر حرم شعائر اللہ میں سے ہیں، یعنی وہ چار مہینے جن میں جنگ اور قتل و قتال زمانہ جاہلیت میں بھی حرام سمجھا جاتا تھا اور وہ مہینے ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب ہیں، کسی شخص کیلئے ان مہینوں کی بے حرمتی کرنا جائز نہیں ہے۔ قربانی کا وہ جانور جسے قربان کرنے کیلئے حرم لے جایا جا رہا ہو، بھی شعائر اللہ میں سے ہے، زمانہ جاہلیت میں ڈاکو جانوروں کو لوٹ کر لے جاتے تھے، اس لوٹ مار سے بچنے کیلئے لوگ کوئی ایسی علامت مقرر کر لیتے تھے جس سے دیکھنے والے کو یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ خانہ کعبہ کی نیاز کا جانور ہے، اس لیے وہ اسے چھوڑ دیتے تھے، لوگ اس کیلئے بعض اوقات جانور کے گلے میں جوتے ڈال دیتے تھے اور بعض اوقات اس کے کوہان میں زخم دیکر اس سے نکلنے والا خون اسی کے اوپر مل دیتے تھے، اسی طرح احرام باندھ کر بیت اللہ میں حاضری دینے والے لوگ بھی قابل تعظیم و تکریم ہیں کیونکہ وہ اللہ کے مہمان ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے آئے ہیں، اس لیے ان کی بے اکرامی بھی جائز نہیں ہے۔ (ب) جب کوئی شخص احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے تو اس کیلئے خشکی کا شکار جائز ہو جاتا ہے، اس کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی (انشاءاللہ) (ج) کسی قوم کے ساتھ دشمنی میں حد سے آگے بڑھنے کی ممانعت کہ اگر حدیبیہ کے موقع پر مشرکین نے تمہیں مکہ مکرمہ اور مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا تو اب تم ان سے جوشِ انتقام میں کوئی ایسا معاملہ نہ کر بیٹھنا جو تمہیں حد اعتدال سے نکال دے، یہ اسلام ہی کی تعلیم ہے کہ دشمنوں کے مقابلے میں حد سے تجاوز کرنے کو منع کرتا ہے، دوسرے مذاہب میں زبانی کلامی جمع خرچ ہو تو ایک الگ =

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ

حُرِّمَتْ	عَلَيْكُمُ	الْمَيْتَةُ	وَالدَّمُ	وَ	لَحْمُ	الْخِنْزِيْرِ	وَ	مَآ	اُهِلَّ	لِغَيْرِ
حرام کیا گیا	تم پر	مردار	اور خون	اور	گوشت	خنزیر کا	اور	وہ جو	نام لیا گیا	علاوہ کا

تم پر مُردار جانور، خون، سؤر کا گوشت، وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو،

اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ

اللّٰهِ	بِهٖ	وَالْمُنْخَنِقَةُ	وَالْمَوْقُوْذَةُ	وَ	الْمُتَرَدِّيَةُ	وَ	النَّطِيْحَةُ	وَ	مَآ	اَكَلَ
اللہ کے	اس پر	اور گلا گھٹ جانے والا	اور چوٹ سے مرجانے والا	اور	بلندی سے گر کر مرجانے والا	اور	سینگ لگ کر مرجانے والا	اور	وہ جو	کھالیا ہو

وہ جانور جس کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو، جو چوٹ لگنے سے مرگیا ہو، جو اوپر سے نیچے گر گیا ہو، جو سینگ لگنے سے مرگیا ہو، جسے کسی درندے نے

السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا

السَّبُعُ	اِلَّا	مَا	ذَكَّيْتُمْ	وَ	مَا	ذُبِحَ	عَلَى	النُّصُبِ	وَاَنْ	تَسْتَقْسِمُوْا
درندے نے	مگر	وہ جو	تم ذبح کرلو	اور	وہ جو	ذبح کیا گیا	پر	نصب شدہ بتوں کے	اور یہ کہ	تم حصہ بانٹو

کھا لیا ہو، سوائے اُس کے جسے تم نے ذبح کر لیا ہو، اور وہ جو نصب شدہ بتوں کے سامنے ذبح کیا گیا ہو، سب حرام ہیں

بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ

بِالْاَزْلَامِ	ذٰلِكُمْ	فِسْقٌ	اَلْيَوْمَ	يَئِسَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	دِيْنِكُمْ
جوئے کے تیروں سے	تمہارے یہ کام	گناہ	آج کے دن	مایوس ہوگئے	وہ لوگ جو	کفر کیا اُنہوں نے	سے	تمہارے دین کے

اور یہ بھی کہ تم جوئے کے تیروں سے تقسیم کرو، تمہارے یہ سب کام گناہ ہیں، آج کے دن کفار تمہارے دین کے حوالے سے مایوس ہو گئے ہیں

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ

فَلَا	تَخْشَوْهُمْ	وَ	اخْشَوْنِ	اَلْيَوْمَ	اَكْمَلْتُ	لَكُمْ	دِيْنَكُمْ	وَ	اَتْمَمْتُ
تومت	ڈرو تم ان سے	اور	مجھ سے ڈرو	آج کے دن	میں نے مکمل کردیا	تمہارے لئے	تمہارا دین	اور	میں نے تمام کردی

اس لیے تم اُن سے مت ڈرو، اور مجھ سے ڈرو، آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، تم پر

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ

عَلَيْكُمْ	نِعْمَتِيْ	وَ	رَضِيْتُ	لَكُمُ	الْاِسْلَامَ	دِيْنًا	فَمَنِ	اضْطُرَّ	فِيْ
تم پر	اپنی نعمت	اور	میں نے پسند کرلیا	تمہارے لئے	اسلام کو	دین	تو جو کوئی	بے بس ہوجائے	بیچ

اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر منتخب کر لیا، سو جو شخص بھوک کیوجہ سے اضطراری حالت کو

= بات ہے لیکن اس کی کوئی عملی تصویر ان کی تاریخ میں موجود نہیں ہے۔ (د) باہمی تعاون کیلئے معیار نیکی اور تقویٰ ہے، نہ کہ گناہ اور ظلم و ناانصافی، اس لیے کہ اگر نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون ہوگا تو اسی کو فروغ ملے گا اور اگر گناہ اور ظلم و ناانصافی کے کاموں میں تعاون ہوگا تو اسے فروغ ملے گا، اگر معاشرے میں نیکی اور تقویٰ کا صحت مندانہ رجحان پیدا کرنا منظور ہو اور گناہوں کا زور توڑنے میں رغبت معلوم ہوتی ہو تو اس اصول پر عمل شروع کر دیں، معاشرے کی ترقی کو پر لگ جائیں گے لیکن اگر صورتحال اس کے برعکس ہو تو دنیا میں امن و امان کی وہی صورتحال ہوگی جو اس وقت بیشتر ممالک میں ہے۔

٣ اس آیت مبارکہ کو "آیت تکمیل دین" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں دین کے مکمل ہوجانے کا اعلان کر دیا گیا ہے، البتہ اس سے پہلے چند محرمات کا ذکر کیا گیا ہے اس لیے پہلے اس پر چند سطریں لکھنا بھی ضروری ہے، دراصل شریعت میں جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کیلئے بلکہ غیر مسلموں اور ساری دنیا کے انسانوں کیلئے ان میں نقصان ہی نقصان ہے، اسی نقصان سے بچانے کیلئے لوگوں پر ان کے استعمال کو حرام قرار دیا گیا ہے اور جن چیزوں کو حلال قرار دیا گیا ہے، وہ پاکیزہ چیزیں ہیں، ان میں کسی قسم کے زہریلے اثرات نہیں پائے جاتے، البتہ یہ ضرور ممکن ہے کہ بعض لوگوں کی طبیعت کو وہ موافق نہ آئیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ ہر انسان ہر حلال چیز استعمال نہیں کرتا، بعض اوقات دل نہیں چاہتا، بعض اوقات مالی گنجائش نہیں ہوتی، بعض اوقات انسان کوئی منت مان لیتا ہے اور بعض اوقات اسے معالج منع کر دیتا ہے، اس اصول کو مدنظر رکھ کر اب ان محرمات کا ایک تجزیہ کیجئے جو زیر تذکرہ آیت میں بیان ہوئے ہیں تو واضح ہو جائیگا کہ ان محرمات میں انسانیت کیلئے کوئی خیر نہیں ہے، انسانوں کی ہمدردی میں ان چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان میں سے پہلی چیز مردہ جانور ہے، یعنی وہ جانور جسے ذبح نہ کیا جا سکا اور وہ اپنی موت مرگیا، اگر اسے ذبح کیا جاتا تو اس کا خون بہہ جاتا اور گوشت کھانے کے قابل ہو جاتا، لیکن طبعی موت کی وجہ سے اس کا خون اس کے جسم میں رہا اور گردش نہ ہونے کی وجہ سے وہ زہر بن گیا، اب اگر انسان اس کا گوشت کھائے گا تو بیمار ہو جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ زہریلا گوشت کھانے کی وجہ سے اس کی موت ہی واقع ہو جائے، مختلف بیماریوں کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ ہوٹلوں پر جو کھانا کھاتے ہیں، ان میں جانور کا ذبح ہونا یقینی نہیں ہوتا، بسا اوقات ہوٹلوں پر مردہ جانور کھلایا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان بیمار ہو کر ہسپتال پہنچ جاتا ہے، دوسری چیز بہتا ہوا خون ہے، وہ ناپاک بھی ہے اور حرام بھی، البتہ اس سے کلیجی اور تلی مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ بہتا ہوا خون نہیں ہے بلکہ خون کی جمی ہوئی حالت ہے، تیسری چیز خنزیر ہے، یہاں چونکہ کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر چل رہا ہے، اس لیے صرف اس کے گوشت کو حرام قرار دیا گیا ہے ورنہ وہ مکمل طور پر نجس العین ہے، اس کی صورت میں بھی کراہت ہے اور اس کی سیرت بھی مکروہ و ناپسندیدہ ہے اور اسے جانوروں میں نہایت رذیل سمجھا جاتا ہے، اس لیے اس کی حرمت عقلاً بھی سمجھ میں آ جاتی ہے، چوتھی چیز غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جانے والا جانور ہے، اپنی ذات کے اعتبار سے ممکن ہے کہ وہ جانور حلال ہو لیکن جب اسے خالق و مالک کی بجائے جاندار یا بے جان مخلوق کے نام پر ذبح کیا جائے تو اس کا حرام ہونا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ جس نے جان دی ہے اسی کے نام پر اسے قربان ہونا چاہیے، نہ کہ غیر اللہ کے نام پر، پانچویں قسم =

مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٣

مَخْمَصَةٍ	غَيْرَ	مُتَجَانِفٍ	لِّاِثْمٍ ۙ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝
بھوک کے	نہ کہ	مائل ہونے والا	گناہ کی طرف	تو بیشک	الله	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

پہنچ جائے اور گناہ کی جانب مائل نہ ہو تو بے شک الله بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۝٣

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	مَاذَآ	اُحِلَّ	لَهُمْ ۭ	قُلْ	اُحِلَّ	لَكُمُ	الطَّيِّبٰتُ ۙ	وَ	مَا	عَلَّمْتُمْ
وہ تجھ سے پوچھتے ہیں	کیا ہے وہ جو	حلال کیا گیا	ان کیلئے	تُو کہہ	حلال کیا گیا	تمہارے لئے	پاکیزہ چیزوں کو	اور	وہ جو	تم نے سکھایا ہو

اے نبی! (ﷺ)، یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کیلئے کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں، اور زخمی کرنے والے

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ

مِّنَ	الْجَوَارِحِ	مُكَلِّبِيْنَ	تُعَلِّمُوْنَهُنَّ	مِمَّا	عَلَّمَكُمُ	اللّٰهُ ۡ	فَكُلُوْا	مِمَّآ
سے	زخمی کرنے والے جانوروں کو	شکار پر حملہ کرنے والے	تم انہیں سدھا لو	اس طرح سے جو	تمہیں سکھایا	الله نے	تو تم کھاؤ	اسمیں سے جو

وہ جانور جنہیں تم شکار پر حملہ کرنے کیلئے اس طرح سدھا لو جیسے الله نے تمہیں سکھایا ہے تو تم اس میں سے کھا سکتے ہو جو وہ

اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اَمْسَكْنَ	عَلَيْكُمْ	وَ	اذْكُرُوا	اسْمَ	اللّٰهِ	عَلَيْهِ ۠	وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ
وہ روکیں	تم پر	اور	یاد کرو	نام	الله کا	اس پر	اور	ڈرو	الله سے	بیشک	الله

تمہارے لیے روک لیں اور اُس پر الله کا نام لے لیا کرو، اور الله سے ڈرتے رہو، بیشک الله

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٤ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ

سَرِيْعُ	الْحِسَابِ ۝	اَلْيَوْمَ	اُحِلَّ	لَكُمُ	الطَّيِّبٰتُ ۭ	وَ	طَعَامُ	الَّذِيْنَ
جلد لینے والا	حساب کا	آج کے دن	حلال کی گئی	تمہارے لئے	پاکیزہ چیزیں	اور	کھانا	وہ لوگ جو

جلد حساب لینے والا ہے۔ ۝٤ آج کے دن تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی جاتی ہیں، نیز اہل کتاب کا کھانا

اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ

اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	حِلٌّ	لَّكُمْ ۠	وَ	طَعَامُكُمْ	حِلٌّ	لَّهُمْ ۡ	وَ	الْمُحْصَنٰتُ
دیئے گئے	کتاب	حلال	تمہارے لئے	اور	تمہارا کھانا	حلال	ان کیلئے	اور	پاکدامن عورتیں

تمہارے لیے اور تمہارا کھانا اُن کیلئے حلال ہے، نیز پاک دامن

= وہ جانور ہے جس کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو اور وہ دم گھٹنے کی وجہ سے مر گیا ہو، چھٹی قسم ان جانوروں کی ہے جو چوٹ لگنے سے مر گئے ہیں، مفسرین نے اس سے مراد وہ جانور لیا ہے، جسے بندوق کی گولی سے مارا گیا ہو، ساتویں قسم وہ جانور ہے جو کسی بلند جگہ مثلاً پہاڑ، ٹیلہ یا گھر کی چھت سے لڑھکتا ہوا نیچے زمین پر گرے اور مر جائے، آٹھویں قسم وہ جانور ہے جسے دوسرے جانور نے سینگ مار کر ہلاک کر دیا ہو، نویں قسم وہ جانور ہے جسے کسی درندے نے حملہ کر کے کھا لیا ہو، یہ آخری پانچوں قسمیں اصولی طور پر ''مردار'' میں شامل ہیں اور اسی کی مختلف شکلیں ہیں، مسئلے کی اہمیت کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک کا نام لیکر حکم بیان کیا گیا ہے کہ یہ سب صورتیں بھی حرام ہیں البتہ ایک موقع مستثنیٰ ہے اور وہ یہ کہ ان جانوروں میں زندگی کی رمق باقی ہو اور کوئی شخص ان کے پاس پہنچے تو ان کے مرنے سے پہلے ان کے گلے پر چھری چلا دے، اس طرح وہ جانور مردار نہیں ہوگا، اور اس کا کھانا حلال ہو جائیگا، دسویں قسم وہ جانور ہے جسے کسی بت کے پاس ذبح کیا گیا ہو، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں ہوتا تھا اور مقصد اپنے بتوں کی تعظیم کرنا ہوتا تھا، اسی لیے وہ اس جانور کو کہیں اور ذبح نہیں کرتے تھے، اس کے حرام ہونے کی وجہ یہی ہے، گیارہویں قسم جوئے کے تیروں سے تقسیم کروانے کی ہے، یہ تیر خانہ کعبہ کے مجاور کے پاس رکھے ہوتے تھے جن میں سے کسی پر ''امرنی ربی'' اور کسی پر ''نہانی ربی'' وغیرہ لکھا ہوتا تھا، لوگ اپنے ضروری کاموں کے سلسلے میں مشورہ لینے کیلئے خانۂ کعبہ کے مجاور کے پاس جا کر اسے نذرانہ دیتے اور اس سے فال نکالنے کی فرمائش کرتے، وہ ان میں سے کوئی تیر نکالتا، اس پر جو لکھا ہوتا، آنے والے کو اس سے آگاہ کرتا اور وہ اسے الله کا حکم سمجھ کر اس پر عمل کرنے کو فرض سمجھتا، الله تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو حرام اور فسق و نافرمانی قرار دیا ہے، چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ ان تمام صورتوں میں الله کہیں نظر نہیں آتا، غیر ہی غیر ہیں، اور ہر وہ چیز جس میں غیر الله کی اہمیت کو حق تعالیٰ پر فوقیت دی گئی ہو، وہ مردود ہے، البتہ اضطراری حالت میں بوقت ضرورت، بقدر ضرورت کا استثناء یہاں بھی آخر میں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آیت مبارکہ میں دو مرتبہ ''آج کے دن'' کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد نو ذی الحجہ ۱۰ھ بروز جمعہ ہے، جب رسول اکرم ﷺ میدانِ عرفات میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تشریف فرما تھے، رسول اکرم ﷺ کی محنت کا ثمرہ ظاہر ہو چکا تھا، لوگوں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت اپنی جگہ بنا چکی تھی، شیطان جزیرۂ عرب میں اپنی عبادت اور پرستش سے مایوس ہو چکا تھا، صائم النہار اور شب زندہ دار لوگوں کی ایک ایسی عظیم جماعت تیار ہو چکی تھی جو نہ تھکتی تھی اور نہ اکتاتی تھی، زندگی کے ہر شعبے میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا تھا اور وہ ہو گیا تھا جس کی لوگوں کو توقع نہ تھی، جو بڑے سے بڑا مصلح اور ریفارمر اتنے مختصر عرصے میں اتنے دیرپا اثرات کے ساتھ کبھی نہ کر سکا اور کبھی نہ کر سکے گا، مسلمانوں کو خوشخبری دیدی گئی کہ آج کے دن کافروں کی ساری توقعات اور خوش فہمیاں دھری کی دھری رہ گئی ہیں کہ وہ کبھی تمہیں دین سے برگشتہ کر سکیں گے، اس لیے تمہیں ان سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں، صرف الله سے ڈرتے رہو اور دیکھو کہ اس نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا، اب اس میں کسی قسم کی کمی نہیں رہی، یہ تمہیں چوبیس گھنٹے اور ہفتے کے ساتوں دن مکمل رہنمائی فراہم کرے گا، خواہ تم کسی رنگ نسل، زبان، قوم، وطن اور ملک سے تعلق رکھتے ہو، اس نے تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا، ہر طرح کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کی بارش اس نے تم پر برسا دی اور تمہارے لیے اسلام =

مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

مِنَ	الْمُؤْمِنٰتِ	وَ	الْمُحْصَنٰتُ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	مِنْ
سے	ایمان والی عورتوں کے	اور	پاکدامن عورتیں	سے	وہ لوگ جو	دیئے گئے	کتاب	سے

مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہلِ کتاب کی پاک دامن عورتیں بھی تمہارے لیے

قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ

قَبْلِكُمْ	اِذَآ	اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	اُجُوْرَهُنَّ	مُحْصِنِيْنَ	غَيْرَ	مُسٰفِحِيْنَ
تمہارے پہلے	جب	تم انہیں دیدو	ان کے مہر	پاکدامنی حاصل کرنے والے	نہ کہ	بدکاری کرنے والے

حلال ہیں ، جبکہ تم انہیں اُن کے مہر دیدو، پاک دامنی حاصل کرنے والے ہوں نہ کہ بدکاری کرنے والے

وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

وَ	لَا	مُتَّخِذِيْٓ	اَخْدَانٍ ؕ	وَ	مَنْ	يَّكْفُرْ	بِالْاِيْمَانِ	فَقَدْ	حَبِطَ
اور	نہ	بنانے والے	خفیہ دوست	اور	جوکوئی	انکار کرے	ایمان سے	تو یقیناً	ضائع ہوگیا

اور نہ خفیہ دوستی کرنے والے ہوں ، اور جو شخص ایمان لانے سے انکار کر دے تو اس کے اعمال

عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

عَمَلُهٗ	وَهُوَ	فِي	الْاٰخِرَةِ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ ۝٥	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
اس کا عمل	اور وہ	بیچ	آخرت کے	سے	نقصان اٹھانے والوں کے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

یقیناً ضائع ہو گئے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ ۵ اے اہلِ ایمان!

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى

اِذَا	قُمْتُمْ	اِلَى	الصَّلٰوةِ	فَاغْسِلُوْا	وُجُوْهَكُمْ	وَ	اَيْدِيَكُمْ	اِلَى
جب	تم کھڑے ہو	طرف	نماز کے	تو دھولیا کرو	اپنے چہروں کو	اور	اپنے ہاتھوں کو	طرف

جب تم نماز کیلئے کھڑے ہوا کرو تو اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک ہاتھوں کو

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ

الْمَرَافِقِ	وَ	امْسَحُوْا	بِرُءُوْسِكُمْ	وَ	اَرْجُلَكُمْ	اِلَى	الْكَعْبَيْنِ ؕ	وَ	اِنْ
کہنیوں کے	اور	مسح کرلیا کرو	اپنے سروں پر	اور	اپنے پاؤں دھولیا کرو	طرف	ٹخنوں کے	اور	اگر

دھو لیا کرو، اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو، اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھو لیا کرو، اور اگر

=کو زندگی کے ضابطے اور دستور کے طور پر منتخب فرمایا، اس پر اللہ کا شکرادا کرو، اگر اس نے یہ انتخاب تمہارے حوالے کیا ہوتا تو ممکن ہے کہ تمہارا انتخاب غلط ہو جاتا اور تم کوئی ایسا دستور پسند کر لیتے جو حق تعالیٰ کی مرضی کے برخلاف ہوتا ، اسکا جو نتیجہ ہو سکتا ہے، اسے سمجھ لینا زیادہ مشکل نہیں ہے، اس لیے دین اسلام کے حوالے سے ہمیشہ مطمئن رہا کرو اور دنیا کے دیگر ادیان و مذاہب کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے مت دیکھا کرو۔ ۴ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کے اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ محرمات کا ذکر تفصیل کے ساتھ کر دیا گیا، اب یہ بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ حلال چیزیں کون کون سی ہیں تا کہ انہیں استعمال کرنے میں بالکل بھی تردد نہ ہو، یہاں ان میں سے صرف دو چیزیں بیان کی گئی ہیں، پہلی چیز تو ایک اصول ہے کہ ہر پاکیزہ چیز حلال ہے، مطلب یہ کہ حلال اشیاء کی فہرست بہت طویل ہے، ان میں سے ہر ایک کا نام لیکر بیان کرنا طویل ہو

ع ١ ۵ ۵

جائے گا اس لیے تم یہ اصول یاد رکھو کہ جتنی چیزیں پاکیزہ ہیں، جن میں جسمانی یا روحانی اعتبار سے تمہارے لیے کوئی نقصان نہیں ہے، وہ سب تمہارے لیے حلال ہیں، دوسری چیز ان میں سے ایک جزئی ہے، یعنی شکار تمہارے لیے حلال ہے لیکن اس کیلئے جانور کے حلال ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ شرائط بھی ہیں جو اسی آیت کے الفاظ سے سمجھ میں آتی ہیں۔ (الف) جس جانور مثلاً شکاری کتے سے شکار کیا جا رہا ہو، وہ سدھایا ہوا ہو، یہ شرط ''ماعلمتم'' سے سمجھ میں آ رہی ہے۔ (ب) شکاری جانور شکار کو زخمی کر سکتا ہو اور اسے زخمی کر بھی دے، یہ شرط ''من الجوارح'' سے سمجھ میں آ رہی ہے۔ (ج) اسے شکار پر چھوڑا گیا ہو، خود سے اس نے شکار پر حملہ نہ کیا ہو، یہ شرط '' مکلبین '' سے سمجھ میں آ رہی ہے (د) شکاری کتے کی تعلیم مکمل کی گئی ہو۔ یہ شرط ''مماعلمکم اللہ'' سے سمجھ میں آ رہی ہے۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ وہ جانور کو شکار کرنے کے بعد خود اس میں سے کچھ نہ کھائے ، اگر کھالے تو اس کی تعلیم نامکمل اور اس کا شکار حرام ہے۔ (ہ) شکار پر اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھے، یہ شرط ''واذکروا اسم اللہ علیه '' سے سمجھ میں آ رہی ہے، اگر جان بوجھ کر بسم اللہ چھوڑ دی تو شکار حلال نہ ہوگا۔ ۵ اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر وہی اصول دہرایا گیا ہے جو گزشتہ آیت میں بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد اس کی کچھ مزید جزئیات ذکر کی گئی ہیں، جن میں سے پہلی چیز ذبیحہ ہے، اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے ذبیحے کو مسلمانوں کیلئے حلال قرار دیا گیا ہے، اہل کتاب سے مراد وہ یہودی اور عیسائی ہیں جو یہودیت اور عیسائیت پر قائم ہیں، اپنی آسمانی کتابوں اور اپنے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور جیسا کیسا بھی اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ نہیں جو خود کو یہودی اور عیسائی کہلواتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ دہریئے ہیں، یا دنیا کے لالچ میں آ کر اسلام سے مرتد ہو کر یہودی یا عیسائی بنے ہوں، کیونکہ جو لوگ حقیقی یہودی یا عیسائی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں ہیں، وہ عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ قیامت کے بھی منکر نہیں ہیں، اس لیے جانور کو ذبح کرتے وقت وہ اس پر اللہ کا نام لیتے ہیں، لہٰذا ان کا ذبیحہ ہمارے لیے حلال ہے اور ہمارا ذبیحہ بھی ان کیلئے حلال ہے، دوسری چیز کتابیہ عورت سے نکاح ہے، اگر کتابی کی وہ تعریف ملحوظ خاطر رکھی جائے، جو ابھی مذکور ہوئی تو بات واضح ہو جائے گی کہ کسی مسلمان کیلئے کس قسم کی کتابیہ عورت سے نکاح جائز ہے اور کس سے ناجائز؟ پھر یہاں ''پاک دامن'' کی قید بھی لگائی گئی ہے کہ وہ کتابیہ عورت پاکدامن بھی ہو اور یہ بات ہر خاص و عام کو معلوم ہے کہ مغربی ممالک میں جنسی آزادی کو ہر فرد کا ایسا=

كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ

كُنْتُمْ	جُنُبًا	فَاطَّهَّرُوْا ۭ	وَ	اِنْ	كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَوْ	عَلٰى	سَفَرٍ
تم ہو	حالت جنابت میں	تو خوب اچھی طرح پاکی حاصل کرو	اور	اگر	تم ہو	بیمار	یا	پر	سفر کے

تم حالتِ جنابت میں ہو تو خوب اچھی طرح پاکیزگی حاصل کر لیا کرو، اگر تم بیمار ہو، یا سفر پر ہو،

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً

اَوْ	جَآءَ	اَحَدٌ	مِّنْكُمْ	مِّنَ	الْغَآئِطِ	اَوْ لٰمَسْتُمُ	النِّسَآءَ	فَلَمْ	تَجِدُوْا	مَآءً
یا	آئے	کوئی ایک	تم میں سے	سے	بیت الخلاء کے	یا تم نے چھوا ہو	عورتوں کو	سو نہ	پاؤ تم	پانی

یا تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں کو ''چھوا'' ہو، پھر تم پانی نہ پاؤ

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا

فَتَيَمَّمُوْا	صَعِيْدًا	طَيِّبًا	فَامْسَحُوْا	بِوُجُوْهِكُمْ	وَ	اَيْدِيْكُمْ	مِّنْهُ ۭ	مَا
تو تیمم کرلو	مٹی سے	پاک	سو پھیرلو	اپنے چہروں پر	اور	اپنے ہاتھوں پر	اس سے	نہیں

تو پاک مٹی سے تیمم کر لو، سو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اُسے مَل لو، اللہ

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

يُرِيْدُ	اللّٰهُ	لِيَجْعَلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْ	حَرَجٍ	وَّ	لٰكِنْ	يُّرِيْدُ	لِيُطَهِّرَكُمْ
چاہتا	اللہ	کہ ڈالے	تم پر	سے	کوئی تنگی	اور	لیکن	چاہتا ہے	کہ تمہیں پاک کردے

نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے، لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

وَلِيُتِمَّ	نِعْمَتَهٗ	عَلَيْكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ۝	وَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَةَ	اللّٰهِ
اور تاکہ تمام کردے	اپنی نعمت	تم پر	تاکہ تم	شکر کرتے رہو	اور	یاد کرو	احسان	اللہ کا

اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دے، تاکہ تم شکر کرو۔ ٦ اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد

عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ز

عَلَيْكُمْ	وَ	مِيْثَاقَهُ	الَّذِيْ	وَاثَقَكُمْ	بِهٖٓ ۙ	اِذْ	قُلْتُمْ	سَمِعْنَا	وَ	اَطَعْنَا
تم پر	اور	اس کا پختہ عہد	وہ جو	اس نے تم سے عہد لیا تھا	اس کے ساتھ	جب	تم نے کہا	ہم نے سن لیا	اور	ہم نے مان لیا

کرو، اور وہ پختہ عہد بھی جو اُس نے تم سے لیا تھا، جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا،

=حق تصور کر لیا گیا ہے جس میں کوئی شرط اور کوئی قید باقی نہیں رہی ہے، وہاں عورت ''پانی کا گلاس'' ہے، جس کا جب دل چاہتا ہے اسے اٹھا کر پی لیتا ہے اور عورت بخوشی اس میں شریک ہوتی ہے، اس لیے خوب اچھی طرح سوچ بچار کرنے کے بعد یہ قدم اٹھائے، اور جب شرائط پوری ہو جانے کے بعد نکاح کر لے تو مہر ادا کر دے، اسے روک کر نہ رکھے، پاک دامنی شریعت کی نظر میں ایسا قابل تعریف وصف ہے کہ مؤمن عورتوں سے نکاح میں بھی اس وصف کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کیونکہ جب عورت خود پاک دامن ہو تو اس کے پاکیزہ اور نیک اثرات اسکی اولاد میں بھی منتقل ہوتے ہیں ورنہ اولاد بھی اسی کے راستے پر چل پڑتی ہے، اسی طرح مردوں کیلئے بھی یہ وصف ذکر کیا گیا ہے کہ وہ پاک دامن ہوں، نکاح سے ان کا مقصد خواہش نفس سے مغلوب ہونا نہ ہو، بلکہ اپنی عصمت اور عفت کی حفاظت مقصود ہو، اس کیلئے کوئی ناجائز راستہ اختیار نہ کریں مثلاً خفیہ دوستیاں، پوشیدہ ملاقاتیں اور ایک دوسرے کے ساتھ گھنٹوں راز و نیاز کی باتیں، جنہیں آج کل کے جدید مواصلاتی نظام نے بے حد آسان اور ہر شخص کی دسترس میں پہنچا دیا ہے، جس کی وجہ سے نہ صرف گھر بلکہ خاندان اجڑ رہے ہیں اور معاشرہ تباہ و برباد ہوتا جا رہا ہے۔ ٦ اس آیت مبارکہ میں وضو اور تیمم سے متعلق چند احکام اور حکمتیں بیان کی گئیں ہیں جن میں سے تیمم کے متعلق سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴۳ میں چند سطریں لکھی جا چکی ہیں، انہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دونوں کے الفاظ بھی ایک جیسے ہیں، البتہ وضو کے فرائض پر چند سطریں لکھنا ضروری ہیں، وضو کے فرائض پر اس لیے کہ زیر تذکرہ آیت میں وضو کیلئے جن چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے بغیر وضو نامکمل ہوتا ہے اور ان چاروں چیزوں کے فرض ہونے پر اتفاق رائے پایا جاتا ہے، ان میں سے پہلا فرض چہرہ دھونا ہے، لغت میں چہرے کا لفظ پیشانی کے بالوں کے نیچے سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک بولا جاتا ہے، اس لیے وضو میں اتنا حصہ دھونا فرض ہے، دوسرا فرض کہنیوں تک ہاتھ دھونا ہے اور ہاتھ دھونے کے حکم میں کہنیاں بھی شامل ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص وضو میں ہاتھ دھوئے لیکن اس کی کہنیاں خشک رہ جائیں تو اس کا وضو نہیں ہوگا، تیسرا فرض سر کا مسح کرنا ہے، لیکن اس کیلئے پورے سر کا استیعاب فرض نہیں ہے، چوتھائی سر کے برابر بھی مسح کر لیا تو وضو ہو جائے گا، البتہ مسنون اور بہتر یہی ہے کہ پورے سر کا مسح کر لیا جائے، چوتھا فرض ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص پاؤں پر مسح کر لے تو اس کا وضو نہ ہو گا، البتہ اگر پاؤں پر موزے پہن رکھے ہوں اور شرائط پوری ہوتی ہوں تو موزوں پر مسح جائز ہے، ان فرائض کے علاوہ کچھ سنتیں اور کچھ مستحبات بھی ہیں جن کا اہتمام کرنے سے وضو کی نورانیت انسان کو مکمل طور پر حاصل ہو جاتی ہے، انسان صرف انہی چند اعضاء کو دھو کر اور مسح کر کے مکمل پاک ہو جاتا ہے، اسے بارگاہ خداوندی میں حاضری کے قابل تسلیم کر لیا جاتا ہے، حالانکہ جس قدر عظیم بارگاہ ہے، اس میں حاضری کیلئے ہر موقع پر کم از کم غسل تو لازم ہونا چاہیے لیکن چونکہ اس طرح لوگ مشقت میں پڑ جائیں گے اور ان کیلئے اس پر عمل کرنا خاصا دشوار ہو جائے گا اور اللہ کو یہ پسند نہیں ہے کہ اپنے حبیب کی امت کو مشقت میں ڈال دے، اس لیے صرف ان چار اعضاء کو پورے جسم کے قائمقام بنا کر ان کی طہارت اور پاکیزگی کو پورے جسم کی طہارت اور پاکیزگی کے طور پر قبول فرما لیا، البتہ جنابت کی حالت میں خوب اچھی طرح طہارت حاصل کرنے اور غسل کا اہتمام کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ=

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ⑦	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
اور	ڈرو	اللہ سے	بیشک	اللہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتیں	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سینوں کے رازوں سے بھی خوب واقف ہے۔ ⑦ اے اہلِ ایمان!

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ

كُوْنُوْا	قَوّٰمِيْنَ	لِلّٰهِ	شُهَدَاۗءَ	بِالْقِسْطِ	وَ	لَا	يَجْرِمَنَّكُمْ	شَنَاٰنُ
ہو جاؤ	کھڑے ہونے والے	اللہ کیلئے	گواہی دینے والے	انصاف کی	اور	نہ	تمہیں آمادہ کردے	دشمنی

اللہ کی رضا کیلئے انصاف کی گواہی دینے کھڑے ہو جایا کرو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ناانصافی

قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

قَوْمٍ	عَلٰٓي	اَلَّا	تَعْدِلُوْا	اِعْدِلُوْا	هُوَ	اَقْرَبُ	لِلتَّقْوٰى	وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ
کسی قوم کی	پر	یہ کہ نہ	تم عدل کرو	عدل کیا کرو	وہ	زیادہ قریب	تقویٰ کے	اور	ڈرو	اللہ سے

پر آمادہ نہ کردے، انصاف سے کام لیا کرو، یہی تقویٰ کے قریب تر ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اِنَّ	اللّٰهَ	خَبِيْرٌ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ⑧	وَعَدَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا
بیشک	اللہ	خوب باخبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	وعدہ کیا	اللہ نے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور	انہوں نے عمل کئے

بیشک اللہ ان تمام کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ⑧ اللہ نے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے

الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ⑨	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
نیک	ان کیلئے	مغفرت	اور	ثواب	بہت بڑا	اور	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے

وعدہ فرما رکھا ہے کہ اُن کیلئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار ہے۔ ⑨ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وَكَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَآ	اُولٰۗىِٕكَ	اَصْحٰبُ	الْجَحِيْمِ⑩	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
اور جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	وہی لوگ	ساتھی	جہنم کے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی، وہی لوگ اہلِ جہنم ہیں۔ ⑩ اے اہلِ ایمان!

= حالت انسان پر ہمیشہ طاری نہیں رہتی، کبھی کبھار اس کی نوبت آتی ہے، بہت سارے لوگ ایسے ہیں جن پر غیر اختیاری طور پر نیند کی حالت میں کبھی غسل واجب نہیں ہوتا اور بہت سارے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر اختیاری طور پر بھی کئی کئی دن تک غسل واجب نہیں ہوتا، مثلاً بیوی اپنے میکے چلی گئی ہو، یا ماہانہ ایام کی حالت میں ہو، یا دم ولادت کی وجہ سے اس کے قریب جانا ممکن نہ ہو، یا تھکاوٹ ہو، یا دل نہ چاہ رہا ہو، یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ ہو، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس کی طرف سے تکمیل نعمت کا حصہ، تاکہ خوب اچھی طرح پاک بھی ہو جاؤ اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر بھی ادا کرو۔ ⑦ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے یاد دلایا گیا ہے کہ تم پر اللہ تعالیٰ نے جو احسانات کیے ہیں، انفرادی اور اجتماعی طور پر ظاہری اور باطنی طور پر، ان تمام انعامات اور احسانات کو یاد کرو، تم نے اللہ سے ایک وعدہ بھی کر رکھا ہے کہ تم بات سنو گے اور اطاعت کرو گے، اس وعدے کو کبھی فراموش نہ کرنا اور ہمیشہ سمع و طاعت کے جذبے سے سرشار رہنا، غالباً یہاں اس عہد و پیمان کو یاد دلانے کا ایک مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حلال و حرام اور عبادت و طہارت کے معاملے میں اس قدر آسانیاں رکھی ہیں، تمہیں چاہیے کہ اس کے بدلے میں تم بھی شکرِ نعمت اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہو۔ ⑧ اس آیت مبارکہ میں دو اہم چیزیں بیان کی گئی ہیں، ایک کا تعلق انصاف پر مبنی گواہی کے ساتھ ہے، اس کا ذکر سورۃ النسا کی آیت نمبر ۱۳۵ میں انہی الفاظ کے ساتھ آچکا ہے، دوسری چیز دشمنی کے جذبات سے مغلوب نہ ہونا ہے، اس کا ذکر سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ۲ میں بھی ہو چکا ہے، زیر تذکرہ آیت میں عدل کو تقویٰ کے قریب تر قرار دیا گیا ہے، کیونکہ عدل کا تعلق زندگی کے ہر شعبے سے ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص دو آدمیوں، گروہوں یا خاندانوں کے درمیان تو انصاف پر مبنی فیصلہ کرتا ہو، لیکن اپنی اولاد کے ساتھ انصاف نہ کرتا ہو، یا اپنے والدین اور اپنی بیوی کے حقوق ادا نہ کرتا ہو، اور ان کے درمیان توازن قائم نہ رکھتا ہو، یا اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا ہو تو وہ مکمل عادل نہیں ہے، اس ایک مثال سے معلوم ہوسکتا ہے کہ عدل کو تقویٰ کے قریب تر قرار دینے میں اس کا عمومی مفہوم معتبر ہے، آیت کے الفاظ سے ایک بات اور بھی سمجھ میں آگئی کہ ہر عادل آدمی کا متقی ہونا ضروری نہیں ہے، جیسا کہ نوشیروان عادل اپنے عدل و انصاف کیلئے مشہور ہے لیکن وہ نورِ ایمان سے محروم تھا، دوسرے لفظوں میں دنیا کے ہر عادل اور منصف مزاج آدمی کو دعوت دی گئی ہے کہ تم تقویٰ کے بہت زیادہ قریب ہو، بس ایمان قبول کرو اور متقی بن جاؤ، یعنی اپنی اس صفتِ عدل سے فائدہ اٹھاؤ اور اسے حصولِ ایمان کا ذریعہ بناؤ۔ واللہ اعلم۔ ⑨ اس آیت مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح کا اہتمام کرنے والوں کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے اور اس وعدے کو اس کی اہمیت کی وجہ سے قرآن میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ ⑩ اس آیت مبارکہ میں کافروں اور آیاتِ الٰہیہ کی تکذیب کرنے والوں کو اہلِ جہنم قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں کافروں کے داخلے کو حرام قرار دے رکھا ہے لہٰذا ایسا کوئی شخص جنت میں نہ جائے گا۔

اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ

اذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	اِذْ	هَمَّ	قَوْمٌ	اَنْ	يَّبْسُطُوْٓا	اِلَيْكُمْ
یاد کرو	احسان	اللہ کا	تم پر	جب	ارادہ کیا	ایک قوم نے	یہ کہ	وہ بڑھائیں	تمہاری طرف

اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، جبکہ ایک قوم نے تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھانے کا

اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى

اَيْدِيَهُمْ	فَكَفَّ	اَيْدِيَهُمْ	عَنْكُمْ ۚ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ ؕ	وَ	عَلَى
اپنے ہاتھ	تو روک دیا اس نے	ان کے ہاتھوں کو	تم سے	اور ڈرتے رہو	اللہ سے	اور	پر

ارادہ کر لیا تھا، سو اللہ نے اُن کے ہاتھ تم تک پہنچنے سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور اللہ

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ ع وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ

اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪	وَلَقَدْ	اَخَذَ	اللّٰهُ	مِيْثَاقَ
اللہ کے	بھروسہ کرنا چاہئے	ایمان والوں کو	اور البتہ یقیناً	لیا	اللہ نے	پختہ عہد

ہی پر مؤمنین کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ ⑪ اور یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ

بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ ۚ	وَ	بَعَثْنَا	مِنْهُمُ	اثْنَيْ عَشَرَ	نَقِيْبًا ؕ	وَ	قَالَ	اللّٰهُ	اِنِّيْ
بیٹوں سے	اسرائیل کے	اور	اٹھائے ہم نے	ان میں سے	بارہ	سردار	اور	کہا	اللہ نے	بیشک میں

عہد لیا، اور ہم نے ان میں سے بارہ افراد بطور سردار مقرر کیے، اور اللہ نے فرمایا کہ میں

مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ

مَعَكُمْ ؕ	لَئِنْ	اَقَمْتُمُ	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتَيْتُمُ	الزَّكٰوةَ	وَ	اٰمَنْتُمْ	بِرُسُلِيْ
تمہارے ساتھ	البتہ اگر	تم نے قائم کی	نماز	اور	ادا کی تم نے	زکوٰۃ	اور	ایمان لائے تم	میرے پیغمبروں پر

تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز قائم کرتے رہے، زکوٰۃ ادا کرتے رہے، میرے پیغمبروں پر ایمان لا کر اُن کی

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ	وَ	اَقْرَضْتُمُ	اللّٰهَ	قَرْضًا	حَسَنًا	لَّاُكَفِّرَنَّ	عَنْكُمْ
اور تم نے ان کی مدد کی	اور	تم نے قرض دیا	اللہ کو	قرض	اچھا	البتہ میں ضرور کفارہ کردوں گا	تم سے

مدد کرتے رہے، اور اللہ کو قرضِ حسنہ دیتے رہے تو میں تمہاری لغزشات کا کفارہ ضرور

ع ٢ ٦

⑪ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو ایک خصوصی انعام کی یاد دہانی کروائی گئی ہے اور وہ ہے دشمنوں کی دشمنی، شرارت، سازشوں اور چالبازیوں سے مسلمانوں کی غیبی حفاظت ونصرت کا اہتمام، ورنہ دشمن نے اپنی طرف سے تو کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا تھا، اس کی کوشش تو یہ تھی کہ کسی طرح تمہیں بے دست و پا کر کے تمہارا شیرازہ منتشر کردے، لیکن اللہ کی مہربانی اور اس کا فضل تمہارے شاملِ حال رہا اور اس نے تمہاری حفاظت فرمائی، سو آئندہ بھی اللہ سے ڈرتے رہو اور اس پر بھروسہ رکھو، وہی آئندہ بھی تمہاری حفاظت اور کفایت فرمائے گا۔

سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ

سَيِّاٰتِكُمْ	وَ	لَاُدْخِلَنَّكُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	فَمَنْ
تمہاری لغزشات کا	اور	البتہ میں ضرور داخل کروں گا تمہیں	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	تو جو کوئی

کروں گا اور تمہیں ایسے باغات میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور تم میں سے جو شخص

كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ

كَفَرَ	بَعْدَ	ذٰلِكَ	مِنْكُمْ	فَقَدْ	ضَلَّ	سَوَآءَ	السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾	فَبِمَا	نَقْضِهِمْ
کفر کرے	پیچھے	وہ	تم میں سے	تو یقینا	وہ بھٹک گیا	سیدھے	راستے سے	سو اسی بناء پر	توڑنا ان کا

اس کے بعد بھی کفر کرے گا تو یقینا وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ ﴿۱۲﴾ پھر اُن کی عہد شکنی

مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ

مِّيْثَاقَهُمْ	لَعَنّٰهُمْ	وَ	جَعَلْنَا	قُلُوْبَهُمْ	قٰسِيَةً ۚ	يُحَرِّفُوْنَ	الْكَلِمَ	عَنْ
اپنے عہد کو	ہم نے ان پر لعنت کی	اور	ہم نے بنا دیا	ان کے دلوں کو	سخت	وہ پھیر دیتے ہیں	کلمات کو	سے

کی وجہ سے ہم نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا، وہ کلام کو اُس کے اصل مقام سے پھیر

مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى

مَّوَاضِعِهٖ ۙ	وَ	نَسُوْا	حَظًّا	مِّمَّا	ذُكِّرُوْا	بِهٖ ۚ	وَلَا تَزَالُ	تَطَّلِعُ	عَلٰى
ان کی جگہوں کے	اور	بھلا دیا انہوں نے	حصہ	اسمیں سے جو	نصیحت کی گئی انہیں	اس کے ذریعے	اور ہمیشہ آپ	آگاہ ہوتے رہتے ہیں	پر

دیتے ہیں، اور وہ اُس نصیحت سے فائدہ اٹھانا بھول چکے ہیں جو اُنہیں کی گئی تھی، اور آپ اُن میں سے چند لوگوں کو نکال کر

خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ

خَآئِنَةٍ	مِّنْهُمْ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْهُمْ	فَاعْفُ	عَنْهُمْ	وَ	اصْفَحْ ۭ	اِنَّ
خیانت کے	ان میں سے	مگر	تھوڑے	ان میں سے	سو معاف کر دیجئے	انہیں	اور	درگذر کیجئے	بیشک

ہمیشہ اُن کی کسی نہ کسی خیانت سے آگاہ ہوتے ہی رہتے ہیں، سو آپ انہیں معاف کر دیجئے اور درگذر کیجئے، بیشک

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى

اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾	وَ	مِنَ	الَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّا	نَصٰرٰٓى
اللہ	پسند کرتا ہے	نیکی کرنے والوں کو	اور	سے	وہ لوگ جو	کہنے لگے	بیشک ہم	عیسائی

اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ﴿۱۳﴾ اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں،

﴿۱۲﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے بارہ سرداروں کو نقیب اور ذمہ دار مقرر کرنے کا بیان فرمایا ہے اور اس کے ساتھ بنی اسرائیل سے ہونے والے عہد و پیمان کا ذکر بھی کیا گیا ہے، اس عہد و پیمان پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اپنی معیت کا وعدہ فرمایا تھا اور یہی وہ عہد و پیمان ہے جس کا حوالہ بار بار آتا ہے، اس کے بنیادی نکات یہ ہیں (الف) نماز قائم کرنا، خواہ ان کی شریعت میں جتنی بھی نمازیں ہوں اور اس کی جو بھی کیفیت مقرر ہو (ب) زکوٰۃ ادا کرنا، خواہ ان کی شریعت میں اس کی جو شرح بھی متعین ہو (ج) پیغمبروں پر ایمان لانا، خواہ ان کے خاندان سے ہوں یا دوسرے خاندان سے (د) پیغمبروں کی نصرت اور اعانت کرنا (ھ) اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینا، یعنی اللہ کے بندوں کو قرض حسنہ دینا، تاکہ ان کی ضرورت پوری ہو جائے، جو شخص اس معاہدے کو پورا کرے، اس کی لغزشات کا کفارہ کرنے اور اسے جنت میں داخل کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے اور اس معاہدے کو توڑ دینے والے کیلئے راہِ راست سے بھٹک جانے اور کفر کی دلدل میں دھنس جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس لیے بنی اسرائیل کو چاہیے کہ اپنے عہد و پیمان کو پورا کریں تاکہ انعام کے مستحق ٹھہریں۔

﴿۱۳﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کی بد عہدی کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان پر قائم نہ رہے، مذکورہ عہد کی اہم ترین شقوں کو وہ پامال کرتے رہے، کلام اللہ میں تحریف کرتے رہے، نصیحت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اسے فراموش کر بیٹھے، ہمیشہ ان کی کوئی نہ کوئی خیانت منظر عام پر آتی رہتی ہے، ان کا دھوکہ، فریب اور ان کی کوئی نہ کوئی چالبازی سامنے آتی رہتی ہے، اس کا نتیجہ دو چیزوں کی شکل میں نکلا، ایک تو وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہوئے جس کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت سے دور چلے گئے اور دوسرا یہ کہ ان کے دل سخت ہو گئے جس کی وجہ سے نہایت پر تاثیر کلام بھی ان کے دلوں پر اثر نہیں کرتا اور ان کے دل موم نہیں ہوتے، کسی مظلوم کی آہ و فریاد سے ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، ان کے دل نہیں پسیجتے اور کلمہ حق کو قبول کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہوتے، ان کیلئے اتنی ہی سزا دنیا میں کافی ہے، آخرت کی سزا اصل سزا ہوگی، اس وقت تک آپ انہیں معاف کرتے رہیے اور درگزر سے کام لیجئے۔

أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِۦ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ

أَخَذْنَا	مِيثَاقَهُمْ	فَنَسُوا	حَظًّا	مِّمَّا	ذُكِّرُوا	بِهِۦ	فَأَغْرَيْنَا	بَيْنَهُمُ
ہم نے لیا	ان سے پختہ عہد	سو وہ بھول گئے	حصہ	انہیں سے جو	نصیحت کی گئی انہیں	اس کے ذریعے	سو ہم نے بھڑکا دی	ان کے درمیان

اُن سے بھی ہم نے پختہ عہد لیا تھا سو وہ بھی اُس نصیحت سے فائدہ اٹھانا بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی، پھر ہم نے اُن کے درمیان

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَٰمَةِ ۚ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا

الْعَدَاوَةَ	وَ	الْبَغْضَآءَ	إِلَىٰ	يَوْمِ	الْقِيَٰمَةِ	وَ	سَوْفَ	يُنَبِّئُهُمُ	اللّٰهُ	بِمَا
دشمنی	اور	نفرت	طرف	دن	قیامت کے	اور	عنقریب	انہیں بتادے گا	اللہ	وہ جو

قیامت کے دن تک کیلئے دشمنی اور بغض کو ابھار دیا اور عنقریب اللہ انہیں وہ باتیں بتا دے گا

كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿١٤﴾ يَٰٓأَهْلَ الْكِتَٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ

كَانُوا	يَصْنَعُونَ ﴿١٤﴾	يَٰٓأَهْلَ الْكِتَٰبِ	قَدْ	جَآءَكُمْ	رَسُولُنَا	يُبَيِّنُ	لَكُمْ
تھے	کرتے رہتے	اے اہل کتاب!	یقیناً	تمہارے پاس آ چکا	ہمارا پیغمبر	وہ بیان کرتا ہے	تمہارے لئے

جو وہ کرتے تھے۔ ﴿١٤﴾ اے اہلِ کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آچکے ہیں، وہ تمہارے سامنے بہت سی

كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَٰبِ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ

كَثِيرًا	مِّمَّا	كُنتُمْ	تُخْفُونَ	مِنَ	الْكِتَٰبِ	وَ	يَعْفُوا	عَن	كَثِيرٍ	قَدْ
بہت سی چیزیں	ان میں سے جو	تم تھے	چھپاتے رہتے	سے	کتاب کے	اور	درگذر کرتا ہے	سے	بہت سی چیزوں کے	یقیناً

ایسی چیزیں ظاہر کر دیتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے، اور بہت سی چیزوں سے درگذر کرتے ہیں، یقیناً

جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ

جَآءَكُم	مِّنَ	اللّٰهِ	نُورٌ	وَ	كِتَٰبٌ	مُّبِينٌ ﴿١٥﴾	يَهْدِي	بِهِ	اللّٰهُ	مَنِ
آچکا تمہارے پاس	سے	اللہ کے	نور	اور	کتاب	روشن	ہدایت دیتا ہے	اس کے ذریعے	اللہ	وہ جو

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتابِ مبین آچکی ہے۔ ﴿١٥﴾ اللہ اُس کے ذریعے اُن لوگوں کو سلامتی کی راہوں کی

اتَّبَعَ رِضْوَٰنَهُۥ سُبُلَ السَّلَٰمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَٰتِ إِلَى النُّورِ

اتَّبَعَ	رِضْوَٰنَهُۥ	سُبُلَ	السَّلَٰمِ	وَيُخْرِجُهُم	مِّنَ	الظُّلُمَٰتِ	إِلَى	النُّورِ
پیچھے چلے	اس کی خوشنودی کے	راستے	سلامتی کے	اور انہیں نکالتا ہے	سے	اندھیروں کے	طرف	روشنی کے

ہدایت دیتا ہے جو اُس کی رضا حاصل کرنے کے پیچھے لگ جاتے ہیں، انہیں اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف

﴿١٤﴾ اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ عیسائیوں کی روش بھی یہودیوں سے کچھ مختلف نہیں ہے، وہ بھی اپنے عیسائی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان سے بھی ہم نے اسی طرح کا عہد و پیمان لیا تھا جیسا یہودیوں سے لیا تھا لیکن انہوں نے بھی یہودیوں کی راہ اختیار کی، انہوں نے بھی نصیحت سے فائدہ نہ اٹھایا، کلام الٰہی میں تحریف کرتے رہے اور عہد و پیمان کی دھجیاں اڑاتے رہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں باہم دشمنی، عداوت اور بغض پھوٹ پڑا، یہ ختم نہ ہونے والی عداوت اور دشمنی ہے جو ان کے درمیان ہمیشہ باقی رہے گی، کیونکہ ان کے پاس ان کا دین اور اس کی تعلیمات تو ہیں نہیں، اس لیے صرف اختلافات، فرقے اور ان کے درمیان جھگڑے ہیں، رہی یہ بات کہ یہ تو مسلمانوں میں بھی ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں میں باہمی فروعی اختلافات، فرقے اور جھگڑے اپنی جگہ پر لیکن ان کی آسمانی کتاب، ان کا دین اور اس کی اصل تعلیمات تو بعینہٖ محفوظ ہیں، ان میں تو کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اور الحمد للہ! آج بھی امت میں دین پر عمل کرنے والوں کی ایک قابل ذکر تعداد موجود ہے جو دین کی نمائندگی کرتی ہے۔ ﴿١٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کو توجہ دلائی گئی ہے کہ جس نبی کی تشریف آوری کا تمہیں انتظار تھا اور جن کا مفصل حلیہ اور علامات تمہاری کتابوں میں وضاحت کے ساتھ درج ہیں، وہ آچکا ہے، وہ اللہ کی طرف سے آنے والا ایک ایسا نور ہے جس کی نورانیت اور روشنی سے ساری دنیا استفادہ کر رہی ہے اور منور ہو رہی ہے، اس آنے والے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کی نشاندہی بھی فرمائی ہے جو تم نے اپنی کتابوں میں سے چھپا رکھی تھیں اور تم انہیں لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے، کیونکہ اس طرح تمہاری اجارہ داری متاثر ہوتی تھی، حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا تھا اور اپنی غلطی کو تسلیم کرنا پڑتا تھا، جو تمہیں منظور نہیں، اسی وجہ سے اس پیغمبر نے بہت سے رازوں سے درگزر فرمادیا اور ان سے پردہ نہ اٹھایا، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کتاب مبین بھی عطا فرمائی ہے جو حق اور باطل کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے۔

بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ

بِاِذْنِهٖ	وَ	يَهْدِيْهِمْ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ﴿١٦﴾	لَقَدْ	كَفَرَ	الَّذِيْنَ
اپنے حکم سے	اور	رہنمائی کرتا ہے ان کی	طرف	راستے کے	سیدھے	البتہ یقیناً	کفر کیا	وہ لوگ جو

لے جاتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ ﴿١٦﴾ یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ

قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْمَسِيْحُ	ابْنُ	مَرْيَمَ	قُلْ	فَمَنْ	يَّمْلِكُ	مِنَ	اللّٰهِ
کہا انہوں نے	بیشک	اللہ	وہی	مسیح	بیٹا	مریم کا	تُو کہہ	تو کون	اختیار رکھتا ہے	سے	اللہ کے

جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح ابن مریم ہے، اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے سامنے کس کا معمولی سا اختیار بھی

شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِي

شَيْـًٔا	اِنْ	اَرَادَ	اَنْ	يُّهْلِكَ	الْمَسِيْحَ	ابْنَ	مَرْيَمَ	وَ	اُمَّهٗ	وَ	مَنْ	فِي
کچھ بھی	اگر	وہ ارادہ کر لے	یہ کہ	ہلاک کر دے	مسیح کو	بیٹا	مریم کا	اور	اس کی ماں کو	اور	جو کوئی	بیچ

چل سکتا ہے جبکہ وہ مسیح ابن مریم، ان کی والدہ اور روئے زمین پر موجود تمام لوگوں کو ایک ساتھ ہلاک کرنے کا

الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ

الْاَرْضِ	جَمِيْعًا ؕ	وَ	لِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا ؕ
زمین کے	سب کو	اور	اللہ کیلئے	حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان

ارادہ کر لے؟ اور اللہ ہی کیلئے آسمان و زمین اور اُن کے درمیان کی حکومت ہے،

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ

يَخْلُقُ	مَا	يَشَآءُ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ﴿١٧﴾	وَ	قَالَتِ	الْيَهُوْدُ
پیدا کرتا ہے	جو	وہ چاہتا ہے	اور	اللہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا	اور	کہا	یہودیوں نے

وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴿١٧﴾ اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں

وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ

وَ	النَّصٰرٰى	نَحْنُ	اَبْنٰٓؤُا	اللّٰهِ	وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ	قُلْ	فَلِمَ	يُعَذِّبُكُمْ	بِذُنُوْبِكُمْ ؕ
اور	عیسائیوں نے	ہم	بیٹے	اللہ کے	اور اس کے چہیتے	تُو کہہ	تو کیوں	وہ تمہیں عذاب دیتا ہے	تمہارے گناہوں کی وجہ سے

کہ ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے سزا کیوں دیتا ہے؟

﴿١٦﴾ اس آیت مبارکہ کا تعلق رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے بھی ہو سکتا ہے اور قرآن مبین سے بھی، دونوں طرح ٹھیک ہے کہ اللہ اپنے پیغمبر کے ذریعے یا اس قرآنِ مبین کے ذریعے لوگوں کی ہدایت کے فیصلے کرتا ہے، انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی رہنمائی عطا کرتا ہے لیکن اس کیلئے شرط یہ ہے کہ خود انسان بھی اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اس کی تلاش میں ہو، اس لیے کہ جس شخص کے دل میں اس کی اہمیت کا احساس اجاگر ہو، وہ اس کی قدر بھی کرتا ہے اور فکر بھی کرتا ہے، لیکن جس شخص کو اس کی اہمیت کا احساس نہ ہو، وہ اس کی قدر بھی نہیں کرتا اور اس کی فکر بھی نہیں کرتا۔ ﴿١٧﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو کافر قرار دیا گیا ہے جو الوہیت عیسیٰ کے قائل ہیں اور انہیں کافر قرار دینا برحق ہے، اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت یا ابنیت کے دونوں دعوے باطل اور غلط ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اپنی پیدائش کے بعد جو سب سے پہلا کلام کیا تھا، اس میں اس مسئلے کو طے کر دیا تھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، مطلب یہ کہ اس کا بیٹا یا جزو نہیں ہوں، جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں، ان سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اور وہ آنِ واحد میں ساری دنیا میں بسنے والے انسانوں کو ختم کرنے کا ارادہ کر لے، جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ بھی شامل ہوں، تو کیا تمہاری اجتماعی طاقت اس ارادے کی تکمیل میں رکاوٹ بن سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، وہ آنِ واحد میں سب کو ختم کرنے اور سب کو پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، ہر فرد اور ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

بَلْ	اَنْتُمْ	بَشَرٌ	مِّمَّنْ	خَلَقَ	یَغْفِرُ	لِمَنْ	یَّشَآءُ	وَ	یُعَذِّبُ	مَنْ	یَّشَآءُ
بلکہ	تم	انسان	ان میں سے جو	اس نے پیدا کیا	وہ معاف کرتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	سزا دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے

بلکہ تم بھی بشر اور اس کی مخلوق ہو، وہ جسے چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے ۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۫ وَ اِلَیْهِ

وَ	لِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	مَا	بَیْنَهُمَا ۫	وَ	اِلَیْهِ
اور	اللہ کیلئے	حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	اور	اس کی طرف

اور اللہ ہی کیلئے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی حکومت ہے، اور اسی کی طرف

الْمَصِیْرُ ⑱ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰی

الْمَصِیْرُ ⑱	یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	قَدْ	جَآءَكُمْ	رَسُوْلُنَا	یُبَیِّنُ	لَكُمْ	عَلٰی
لوٹ کر جانا	اے اہل کتاب!	یقیناً	تمہارے پاس آ چکا	ہمارا پیغمبر	وہ بیان کرتا ہے	تمہارے لئے	پر

لوٹ کر جانا ہے۔ ⑱ اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (ﷺ) آ چکے ہیں جو تمہارے سامنے پیغمبروں کا سلسلہ

فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّ لَا نَذِیْرٍ ۫

فَتْرَةٍ	مِّنَ	الرُّسُلِ	اَنْ	تَقُوْلُوْا	مَا	جَآءَنَا	مِنْۢ	بَشِیْرٍ	وَّ	لَا	نَذِیْرٍ
سلسلہ ٹوٹ جانے کے	سے	پیغمبروں کے	یہ کہ	تم کہنے لگو	نہیں	آیا ہمارے پاس	سے	کوئی خوشخبری دینے والا	اور	نہ	کوئی آگاہ کرنے والا

منقطع رہنے کے بعد وضاحت کرتے ہیں، کہیں تم یہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری سنانے والا یا آگاہ کرنے والا ہی نہیں آیا،

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِیْرٌ وَّ نَذِیْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ⑲ ع وَ اِذْ

فَقَدْ	جَآءَكُمْ	بَشِیْرٌ	وَّ	نَذِیْرٌ	وَ	اللّٰهُ	عَلٰی	كُلِّ	شَیْءٍ	قَدِیْرٌ ⑲	وَ	اِذْ
تو یقیناً	تمہارے پاس آ چکا	خوشخبری دینے والا	اور	آگاہ کرنے والا	اور	اللہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا	اور	جب

سو تمہارے پاس خوش خبری سنانے اور آگاہ کرنے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ⑲ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ

قَالَ	مُوْسٰی	لِقَوْمِهٖ	یٰقَوْمِ	اذْكُرُوْا	نِعْمَةَ	اللّٰهِ	عَلَیْكُمْ	اِذْ	جَعَلَ
کہا	موسیٰ نے	اپنی قوم سے	اے میری قوم!	یاد کرو	احسان	اللہ کا	اپنے اوپر	جب	بنائے اس نے

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کے احسانات کو یاد کرو، کہ اُس نے تم میں بہت سے

ع ٣ / ٨

⑱ اس آیت مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کا ایک دعویٰ بیان کر کے اس کی تردید کی گئی ہے، ان کا دعویٰ اور گمان یہ تھا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں، چونکہ انسان اپنے چہیتے کو کوئی تکلیف اور نقصان نہیں پہنچاتا اس لیے ان کا یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں ہرگز داخل نہیں کرے گا، اس پر ان سے یہ سوال پوچھا گیا کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ درست ہے تو پھر تم لوگ طرح طرح کے عذاب اور مختلف قسم کی پریشانیوں، ذلتوں اور رسوائیوں میں کیوں گھرے رہتے ہو؟ بھلا اپنے چہیتوں کو بھی اس طرح ذلیل اور رسوا کیا جاتا ہے؟ بھلا تم جیسے لوگ ''جو صرف دیکھنے میں انسانوں جیسے لگتے ہیں اور اپنے آپ کو بشر کہلواتے ہیں'' اپنی تمام تر سرکشی، نافرمانی اور فسق و فجور کے باوجود بھی اللہ کے لاڈلے اور چہیتے ہونے کے قابل ہیں؟ ہرگز نہیں، تم معمولی لوگ ہو، تمہارا یہ مقام و مرتبہ نہیں کہ اللہ کے محبوب ہونے کا دعویٰ کرتے پھرو، وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا، سب اسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے ۔

⑲ اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر اہل کتاب کو توجہ دلائی گئی ہے کہ فترت وحی کا ایک طویل عرصہ ''جو چھ صدیوں پر مشتمل تھا'' گزر چکا، تمہارے آباؤ اجداد نبی آخر الزمان ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے کرتے اپنی نسلوں تک ان کا حلیہ اور ان کی جملہ تفصیلات منتقل کرتے گئے، وہ ان سے ملاقات کے شوق میں اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئے، اپنے دشمنوں پر ان کے وسیلے سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگ مانگ کر کامیاب ہوتے رہے اور دنیا میں ان کی آمد کی خوشخبریاں سناتے رہے، جب وہ بشیر و نذیر تمہیں نصیب ہو گیا اور تم نے اس کے زمانے کو پا لیا تو تم اس کی عداوت پر کمربستہ ہو گئے، ہم نے اتمام حجت کر دیا، تا کہ تم آئندہ یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس تو کوئی پیغمبر نہیں آیا جو ہمیں اچھے اعمال پر خوشخبری سناتا اور برے اعمال کے انجام سے آگاہ کرتا، اس اتمام حجت کے بعد تمہاری مرضی ہے کہ اسلام قبول کرو یا نہ کرو۔

فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ

فِيْكُمْ	اَنْۢبِيَآءَ	وَجَعَلَكُمْ	مُّلُوْكًا	وَّ	اٰتٰىكُمْ	مَّا لَمْ	يُؤْتِ	اَحَدًا	مِّنَ
تم میں	بہت سے نبی	اور اس نے بنایا تمہیں	بہت سے بادشاہ	اور	اس نے دیا تمہیں	وہ جو نہیں	دیا	کسی کو	سے

انبیاء پیدا کیے، تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو اہل عالم میں سے کسی کو

الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٠ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ

الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٠	يٰقَوْمِ	ادْخُلُوا	الْاَرْضَ	الْمُقَدَّسَةَ	الَّتِيْ	كَتَبَ	اللّٰهُ
جہان والوں کے	اے میری قوم!	داخل ہوجاؤ	زمین میں	مقدس	وہ جو کہ	لکھ دی	اللہ نے

نہیں دیا۔ [٢٠] اے میری قوم! ارضِ مقدس میں ”جو کہ اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے“

لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝٢١ قَالُوْا

لَكُمْ	وَ	لَا	تَرْتَدُّوْا	عَلٰٓى	اَدْبَارِكُمْ	فَتَنْقَلِبُوْا	خٰسِرِيْنَ ۝٢١	قَالُوْا
تمہارے لئے	اور	مت	لوٹو تم	پر	اپنی پشتوں کے	سو تم لوٹ جاؤ گے	نقصان اٹھانے والے	وہ کہنے لگے

داخل ہو جاؤ، اور اپنی پشت کے بل واپس نہ لوٹو، ورنہ تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ [٢١] وہ کہنے لگے

يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى

يٰمُوْسٰٓى	اِنَّ	فِيْهَا	قَوْمًا	جَبَّارِيْنَ	وَاِنَّا	لَنْ	نَّدْخُلَهَا	حَتّٰى
اے موسیٰ!	بیشک	اسمیں	ایک قوم	طاقت ور	اور بیشک ہم	ہرگز نہ	داخل ہوں گے اسمیں	یہاں تک کہ

کہ اے موسیٰ! وہاں ایک طاقت ور قوم رہتی ہے ، اور ہم تو اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے، یہاں تک

يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝٢٢ قَالَ رَجُلٰنِ

يَخْرُجُوْا	مِنْهَا	فَاِنْ	يَّخْرُجُوْا	مِنْهَا	فَاِنَّا	دٰخِلُوْنَ ۝٢٢	قَالَ	رَجُلٰنِ
وہ نکل جائیں	اسمیں سے	سو اگر	وہ نکل جائیں	اسمیں سے	تو بیشک ہم	داخل ہونے والے	کہا	دو آدمیوں نے

کہ وہ خود ہی وہاں سے نکل جائیں، سو اگر وہ وہاں سے نکل گئے تو ہم ضرور داخل ہو جائیں گے۔ [٢٢] خوف خدا رکھنے والے دو آدمی

مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ

مِنَ	الَّذِيْنَ	يَخَافُوْنَ	اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمَا	ادْخُلُوْا	عَلَيْهِمُ	الْبَابَ
سے	وہ لوگ جو	ڈرتے تھے	انعام کیا	اللہ نے	ان دونوں پر	داخل ہوجاؤ تم	ان پر	دروازے سے

”جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا“ کہنے لگے کہ تم ان لوگوں پر دروازے سے داخل تو ہو،

[٢٠] اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک خطاب کا حوالہ دیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو اللہ کے احسانات یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے درمیان نبوت اور سلطنت رکھ دی، دینی اعتبار سے نبوت و رسالت سے بڑھ کر کوئی بلند رتبہ نہیں اور دنیوی اعتبار سے ملوکیت وسلطنت سے بڑھ کر کوئی عہدہ اور منصب نہیں، گویا تمہیں دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے نہایت عروج اور ترقی عطا فرمائی اس سے پہلے جتنی قومیں گزر چکیں، ان سب سے بڑھ کر نوازشات اور انعامات کی بارش تم پر برسائی، یہ معمولی چیزیں نہیں ہیں، اگر تم انہیں باقی رکھنا چاہتے ہو تو اس کیلئے تمہیں میری اطاعت کرنا ہوگی اور میرے حکم پر عمل کرنا ہوگا۔

[٢١] اس آیت مبارکہ میں گزشتہ خطاب کی تکمیل کی گئی ہے، اس میں بنی اسرائیل کو جس ”ارض مقدس“ میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے ملک شام مراد ہے، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے قیام پذیر ہوئے تھے، ان کی اولاد یہیں رہتی رہی، یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں یہ لوگ خاص حالات کے پیش نظر ملک مصر چلے گئے، کچھ عرصہ کے بعد مصریوں نے آہستہ آہستہ بنی اسرائیل سے بیگار لینا شروع کر دی، یہاں تک کہ انہیں اپنا غلام بنا لیا، حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ بنی اسرائیل کو اس غلامی اور ظلم سے نجات عطا فرمائے، اور دوبارہ ملک شام میں آباد کرے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیج دیا، بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی، اس دوران عمالقہ ملکِ شام پر قابض ہو چکے تھے، وہ نہایت طاقتور اور قوی ہیکل لوگ تھے، بنی اسرائیل کے چند سرداروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک شام کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا اور قوم سے خطاب میں فرمایا کہ یہ زمین اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے، اس لیے آگے بڑھو اور اسے فتح کر کے اس میں داخل ہو جاؤ، بزدلی مت دکھانا اور پیٹھ نہ پھیرنا، ورنہ تم خسارے میں پڑ جاؤ گے۔

[٢٢] اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کی نامردی اور کم ہمتی کو بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے افراد ملک شام کے متعلق تحقیق کر کے واپس آئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منع کر لے کے باوجود عام لوگوں کے سامنے عمالقہ کی طاقت اور قوت کا مبالغہ آرائی کے ساتھ تذکرہ شروع کر دیا جس پر ان میں بزدلی پیدا ہوگئی اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ وہاں تو نہایت طاقتور لوگ رہتے ہیں، اس لیے ہم تو وہاں کبھی نہیں جائیں گے، البتہ اگر وہ خود وہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور شہر میں داخل ہو جائیں گے، دراصل غلامی کی زندگی انسان کو کم ہمت اور بزدل بنا دیتی ہے اور اس میں جہاد کا ذوق اور شہادت کا شوق ختم کر دیتی ہے، بنی اسرائیل کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا۔

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ

فَاِذَا	دَخَلْتُمُوْهُ	فَاِنَّكُمْ	غٰلِبُوْنَ ۚ	وَ	عَلَى	اللّٰهِ	فَتَوَكَّلُوْٓا	اِنْ	كُنْتُمْ
پھر جب	تم اسمیں داخل ہوگے	تو بیشک تم	غالب ہونے والے	اور	پر	اللہ کے	سو بھروسہ رکھو	اگر	تم ہو

جب تم اس میں داخل ہو گے تو تم ہی غالب رہو گے، اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ۝٢٣ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا

مُّؤْمِنِيْنَ ۝٢٣	قَالُوْا	يٰمُوْسٰٓى	اِنَّا	لَنْ	نَّدْخُلَهَآ	اَبَدًا	مَّا دَامُوْا	فِيْهَا
ایمان والے	وہ کہنے لگے	اے موسیٰ!	بیشک ہم	ہرگز نہ	داخل ہوں گے اسمیں	کبھی بھی	جب تک وہ رہیں گے	اسمیں

مؤمن ہو۔ ۲۳ وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ! جب تک وہ لوگ اس شہر میں ہیں، ہم وہاں کبھی بھی کسی صورت داخل نہ ہوں گے،

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝٢٤ قَالَ رَبِّ

فَاذْهَبْ	اَنْتَ	وَ	رَبُّكَ	فَقَاتِلَآ	اِنَّا	هٰهُنَا	قٰعِدُوْنَ ۝٢٤	قَالَ	رَبِّ
سو جا	تو	اور	تیرا رب	سو تم دونوں لڑو	بیشک ہم	یہاں	بیٹھنے والے	کہا	اے میرے پروردگار!

اس لیے آپ چلے جائیں اور آپ کا رب، پھر آپ دونوں قتال کریں، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ ۲۴ موسیٰ کہنے لگے کہ پروردگار!

اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ

اِنِّىْ	لَآ	اَمْلِكُ	اِلَّا	نَفْسِىْ	وَ	اَخِىْ	فَافْرُقْ	بَيْنَنَا	وَ	بَيْنَ	الْقَوْمِ
بیشک میں	نہیں	اختیار رکھتا	مگر	اپنی جان کا	اور	اپنے بھائی کا	تو تو جدائی کردے	ہمارے درمیان	اور	درمیان	قوم کے

میں تو صرف اپنی ذات اور اپنے بھائی پر اختیار رکھتا ہوں، سو تو ہمارے اور فاسق لوگوں کے درمیان جدائی

الْفٰسِقِيْنَ ۝٢٥ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ

الْفٰسِقِيْنَ ۝٢٥	قَالَ	فَاِنَّهَا	مُحَرَّمَةٌ	عَلَيْهِمْ	اَرْبَعِيْنَ	سَنَةً ۚ
نافرمانی کرنے والے	کہا	تو بیشک وہ	حرام کی گئی	ان پر	چالیس	سال تک

پیدا کر دے۔ ۲۵ اللہ نے فرمایا کہ پھر یہ زمین ان پر چالیس سال تک کیلئے حرام کی جاتی ہے،

يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝٢٦ وَاتْلُ ع ۴/۸

يَتِيْهُوْنَ	فِى	الْاَرْضِ ۭ	فَلَا	تَاْسَ	عَلَى	الْقَوْمِ	الْفٰسِقِيْنَ ۝٢٦	وَاتْلُ
حیران پھریں گے	بیچ	زمین کے	تو مت	افسوس کر تو	پر	قوم کے	نافرمانی کرنے والے	اور تلاوت کر

یہ لوگ زمین میں بھٹکتے پھریں گے، اس لیے آپ فاسق لوگوں پر افسوس نہ کریں۔ ۲۶ اے نبی! (ﷺ)، آپ ان کے سامنے

۲۳ اس آیت مبارکہ میں جن دو آدمیوں کا ذکر آیا ہے، یہ انہی لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک شام کے حالات کا جائزہ لینے کیلئے بھیجا تھا، ان کے نام یوشع اور کالب تھے، یہ مخلص مسلمان اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمانبردار تھے، قرآن نے ان کی خوبی بیان کی ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ کا خوف موجود تھا اور ان پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا تھا، انہوں نے بنی اسرائیل کی ہمت بندھائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی تکمیل میں شہر کی طرف پیش قدمی کی ترغیب دی کہ تمہارا کام شہر میں داخل ہونا ہے، غلبہ اور فتح و نصرت عطا فرمانا حق تعالیٰ کا کام ہے، تم اللہ پر بھروسہ رکھو، وہ تمہیں ضرور فتح عطا فرمائے گا، تم ہمت تو کرو اور اپنے ایمان دار ہونے کا ثبوت تو پیش کرو۔

۲۴ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے نہایت گستاخانہ رویے اور الفاظ کا حوالہ دیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم تو ملک شام میں کسی قیمت پر داخل نہ ہوں گے، وہاں کے طاقتور لوگوں سے مقابلہ کرنا ہمارے بس سے باہر ہے اور اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے اگر آپ کو زیادہ شوق ہو تو آپ اور آپ کا رب چلے جائیں اور جا کر دشمنوں سے جنگ کریں، ہم تو کسی صورت نہیں جائیں گے، ہم یہاں بیٹھ کر آپ کا انتظار کریں گے، یہ ایک ایسی گستاخی تھی جس کا تصور بھی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے اور جس پر بڑے سے بڑا عذاب بھی ان کی سزا کیلئے کم ہوتا، اللہ کا شکر ہے کہ اس آخری امت کو اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی محبت سے ایسا سرشار کیا کہ انہوں نے قربانی اور ایثار کی لازوال تاریخ رقم کی۔ الحمدللہ۔

۲۵ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنی قوم کی گستاخی اور بدتمیزی سے دل برداشتہ ہو کر رب العالمین کے حضور پیش کی تھی کہ اب میں ان کے ساتھ رفاقت کی بجائے فراق کو پسند کرتا ہوں، اب تو اپنا فیصلہ نافذ فرما، مجھے اپنی ذات کا اختیار ہے اور میرا بھائی میرا دست و بازو اور معاون ہے، ہم تیرے حکم پر عمل کرنے کیلئے تیار ہیں اور شہر میں داخل ہونے کیلئے آمادہ ہیں، لیکن اب ان بدتہذیبوں کے ساتھ رہنا آسان نہیں ہے، اس لیے اب تیرے فیصلے کا انتظار ہے۔

۲۶ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول کر کے اپنا فیصلہ نافذ فرمایا ہے، اس فیصلے کے مطابق بنی اسرائیل کو یہ سزا دی گئی کہ ارض مقدس شام کو چالیس سال تک ان پر حرام کر دیا گیا، یعنی جو فتح انہیں آج نصیب ہو سکتی تھی اور وہ وہاں آباد ہو کر یکسوئی اور اطمینان کی زندگی گزار سکتے تھے، اس کیلئے اب انہیں چالیس سال تک انتظار کرنا پڑے گا، اس پورے عرصے میں یہ لوگ مارے مارے پھریں گے لیکن صبح کو جہاں سے چلیں گے، شام کو پھر وہیں کھڑے ملیں گے، گویا انہیں اس علاقے میں اس طرح قید کر دیا جائیگا کہ وہ اس کی حدود سے باہر نہ نکل سکیں گے، سفر طے کرتے رہیں گے لیکن منزل تک نہ پہنچ سکیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس وادی کو ''وادیٔ تیہ'' کہا جاتا ہے جس کا معنی حیرانی اور سرگردانی ہے، چونکہ بنی اسرائیل وہاں حیران و سرگرداں پھرتے تھے اس لیے اس وادی کا یہ نام پڑ گیا۔

عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ

عَلَيْهِمْ	نَبَاَ	ابْنَيْ	اٰدَمَ	بِالْحَقِّ	اِذْ	قَرَّبَا	قُرْبَانًا	فَتُقُبِّلَ
ان پر	خبر	دو بیٹوں کی	آدم کے	ٹھیک ٹھیک	جب کہ	ان دونوں نے قربانی دی	قربانی کرنا	تو قبول کی گئی

آدم کے دو بیٹوں کا ٹھیک ٹھیک واقعہ تلاوت کیجئے، جبکہ اُن دونوں نے قربانی پیش کی، سو اُن میں سے

مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا

مِنْ اَحَدِهِمَا	وَلَمْ	يُتَقَبَّلْ	مِنَ	الْاٰخَرِ	قَالَ	لَاَقْتُلَنَّكَ	قَالَ	اِنَّمَا
ان میں سے ایک کی	اور نہ	قبول ہوئی	سے	دوسرے کے	کہا اس نے	البتہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا	کہا	وہ تو صرف

ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی، وہ کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر کے رہوں گا، اُس نے کہا کہ اللہ تو

يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ

يَتَقَبَّلُ	اللّٰهُ	مِنَ	الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾	لَئِنْۢ	بَسَطْتَّ	اِلَيَّ	يَدَكَ	لِتَقْتُلَنِيْ	مَآ
قبول کرتا ہے	اللہ	سے	ڈرنے والوں کے	البتہ اگر	تو نے بڑھایا	میری طرف	اپنا ہاتھ	تاکہ تو قتل کرے مجھے	نہیں

صرف متقی لوگوں سے قبول کرتا ہے۔ [۲۷] اگر تم مجھے قتل کرنے کیلئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ گے تو میں تمہیں قتل کرنے کیلئے

اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ

اَنَا	بِبَاسِطٍ	يَّدِيَ	اِلَيْكَ	لِاَقْتُلَكَ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	اللّٰهَ	رَبَّ
میں	بڑھانے والا	اپنا ہاتھ	تیری طرف	تاکہ میں تجھے قتل کروں	بیشک میں	ڈرتا ہوں	اللہ سے	پروردگار

اپنا ہاتھ تمہاری طرف نہیں بڑھاؤں گا، میں تو اللہ رب العالمین سے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾	اِنِّيْٓ	اُرِيْدُ	اَنْ	تَبُوْٓاَ	بِاِثْمِيْ	وَ	اِثْمِكَ	فَتَكُوْنَ	مِنْ
جہان والوں کا	بیشک میں	چاہتا ہوں	یہ کہ	تو لوٹ کر جائے	ساتھ میرے گناہ کے	اور	اپنے گناہ کے	تو ہو جائے تو	سے

ڈرتا ہوں۔ [۲۸] میں چاہتا ہوں کہ تم میرا اور اپنا دونوں کا گناہ لیکر لوٹو اور اہلِ جہنم میں سے

اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ

اَصْحٰبِ	النَّارِ	وَ	ذٰلِكَ	جَزٰٓؤُا	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾	فَطَوَّعَتْ	لَهٗ
ساتھیوں کے	جہنم کے	اور	وہ	سزا	ظالموں کی	سو آمادہ کر دیا	اسے

ہو جاؤ، یہی ظالموں کی سزا ہے۔ [۲۹] پھر اُسے اُس کے نفس نے

[۲۷] اس آیت مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جن کے نام ہابیل اور قابیل بیان کیے جاتے ہیں، یہ دونوں آپس میں بھائی، لیکن فطرت اور مزاج میں ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ ہابیل شریف النفس اور نیک فطرت آدمی تھا، اس کے برعکس قابیل ناپسندیدہ امور کا مرتکب ہوتا تھا، ایک دن یہ دونوں بھائی آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ عند اللہ مقبولیت کی بات چل پڑی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت کا معیار کیا ہے اور یہ کہ ہم دونوں میں سے اس معیار پر کون پورا اترتا ہے؟ جب وہ دونوں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے تو ابا جان حضرت آدم علیہ السلام سے فیصلہ کروانے کا سوچا، انہوں نے خود سے کسی کو نامزد کرنے کی بجائے دونوں کو مشورہ دیا کہ تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرو، جس کی قربانی قبول ہو جائے گی، وہی عند اللہ مقبول ہوگا، اس زمانے میں قربانی پیش کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ جو چیز بھی صدقہ کرنا منظور ہو، اسے کسی بلند جگہ پر رکھ دیا جائے، اگر آسمان سے آگ اترے، اور اسے کھا جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ قربانی قبول ہو گئی، ورنہ نہیں، چنانچہ اس طرح جب قربانی کی گئی تو ان میں سے ہابیل کی قربانی کو آسمانی آگ نے کھا لیا، اس پر قابیل کو طیش آیا، اس نے اپنے دل میں سوچا کہ لوگوں میں جب یہ بات مشہور ہوگی تو ہابیل کی عزت میں مزید اضافہ ہو جائے گا اور میرے متعلق لوگ طرح طرح کی باتیں کریں گے، اس سے بہتر ہے کہ میں اسے اپنے راستے سے ہی ہٹا دوں، چنانچہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کی دھمکی دے دی، ہابیل نے خوف زدہ ہونے کی بجائے اسے توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، وہ نسب نہیں دیکھتا، دلوں کے تقویٰ کو دیکھتا ہے، مطلب یہ کہ اگر تم بھی تقویٰ اختیار کر لو تو تمہاری قربانی بھی قبول ہو جائے گی، محض حسد کی بناء پر قتل کی دھمکی دینے سے تم عند اللہ مقبولیت کے درجے تک نہیں پہنچ سکتے۔

[۲۹] [۲۸] ان آیتوں میں ہابیل کا مؤقف بیان کیا گیا ہے جو درست تھا کہ اگر تم اس بنیاد پر مجھے قتل کرنا چاہتے ہو کہ میری قربانی قبول کیوں ہوئی اور تمہاری قربانی قبول کیوں نہ ہوئی؟ تو بے شک آگے بڑھو اور اپنے ارادے پر عمل کرو، میں تمہارے سامنے کسی قسم کی مزاحمت نہیں کروں گا، کیونکہ مجھے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں حاضری کا خوف ہے، اگر میں نے تمہارے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کر لیا تو میں اللہ کو کیا جواب دوں گا اور اپنے اس قتل ناحق کا کیا جواز پیش کر سکوں گا؟ اس لیے تم اپنے دوسرے گناہوں کے ساتھ اگر میرے قتل ناحق کا گناہ بھی شامل کر کے اہل جہنم میں سے ہونا چاہتے ہو تو یہ تمہاری مرضی ہے اور اللہ نے ظالموں کی یہی سزا مقرر فرمائی ہے، لیکن میں اپنا ہاتھ ہرگز نہیں اٹھاؤں گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہابیل کے طرز عمل کی تحسین و ترغیب ارشاد فرمائی ہے۔

نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ

نَفْسُهٗ	قَتْلَ	اَخِيْهِ	فَقَتَلَهٗ	فَاَصْبَحَ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ ﴿٣٠﴾	فَبَعَثَ
اس کے نفس نے	قتل کرنے پر	اپنے بھائی کے	سو اسے قتل کردیا	پھر وہ صبح کو ہوگیا	سے	نقصان اٹھانے والوں کے	تو بھیج دیا

اپنے بھائی کو قتل کرنے کیلئے آمادہ کرلیا، سو اُس نے اُسے قتل کر دیا اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ ﴿٣٠﴾ پھر اللہ نے

اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ

اللّٰهُ	غُرَابًا	يَّبْحَثُ	فِي	الْاَرْضِ	لِيُرِيَهٗ	كَيْفَ	يُوَارِيْ	سَوْءَةَ
اللہ نے	ایک کوا	وہ کرید رہا تھا	بیچ	زمین کے	تاکہ اسے دکھائے	کیسے	وہ چھپائے	لاش

ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تاکہ اُسے دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح

اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ

اَخِيْهِ ؕ	قَالَ	يٰوَيْلَتٰۤى	اَعَجَزْتُ	اَنْ	اَكُوْنَ	مِثْلَ	هٰذَا	الْغُرَابِ
اپنے بھائی کی	کہنے لگا	ہائے افسوس!	کیا میں عاجز آگیا	یہ کہ	ہوجاؤں	مثل	یہ	کوا

چھپائے؟ وہ کہنے لگا ہائے افسوس! کیا میں اس بات سے بھی عاجز آ گیا کہ اِس کوّے جیسا ہی ہوتا

فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿٣١﴾ ۛ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ

فَاُوَارِيَ	سَوْءَةَ	اَخِيْ ۚ	فَاَصْبَحَ	مِنَ	النّٰدِمِيْنَ ﴿٣١﴾	مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ
سو چھپادوں	لاش	اپنے بھائی کی	تو وہ صبح کو ہوگیا	سے	شرمندہ ہونے والوں کے	اسی وجہ سے

اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا سکتا، چنانچہ وہ نادم ہونے والوں میں سے ہو گیا۔ ﴿٣١﴾ اسی وجہ سے

كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ

كَتَبْنَا	عَلٰى	بَنِيْۤ	اِسْرَآءِيْلَ	اَنَّهٗ	مَنْ	قَتَلَ	نَفْسًا	بِغَيْرِ
ہم نے لکھ دیا	پر	بیٹوں کے	اسرائیل کے	یہ کہ وہ	جو کوئی	قتل کرے	کسی نفس کو	بلاعوض

ہم نے بنی اسرائیل پر یہ بات لکھ دی کہ جو شخص کسی انسان کو ”بلاعوض کسی جان کے

نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ

نَفْسٍ	اَوْ	فَسَادٍ	فِي	الْاَرْضِ	فَكَاَنَّمَا	قَتَلَ	النَّاسَ	جَمِيْعًا ؕ	وَمَنْ
کسی نفس کے	یا	فساد پھیلانے کے	بیچ	زمین کے	تو گویا	اس نے قتل کردیا	انسانوں کو	سارے کے سارے	اور جو کوئی

یا زمین میں فساد کے بغیر“ قتل کر دے تو گویا اُس نے سارے انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے

﴿٣٠﴾ اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ قابیل کو اس کا نفس اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کرتا رہا، اس کے دل میں حسد کا لاوا پکتا رہا، کشمکش جاری رہی، لیکن بالآخر بدی غالب آگئی اور اس نے ایک دن موقع پا کر اپنے بھائی کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرلیا اور ہمیشہ کیلئے خسارے کا سودا کر لیا، اس کی دنیا بھی برباد ہوگئی کہ چھپانے کے باوجود اس کا قتل چھپ نہ سکا، وہ دنیا کا پہلا قاتل اور ہابیل دنیا کا پہلا مقتول بن گیا، اور اس کی آخرت بھی برباد ہوگئی کہ قیامت تک قتل کے ہر مجرم کے برابر جرم اور سزا کا وہ بھی مستحق ہوگا کیونکہ اس نے دنیا میں قتل کا سلسلہ متعارف کروایا تھا۔

﴿٣١﴾ اس آیت مبارکہ میں ہابیل کے قتل کے بعد قابیل کی حسرت و ندامت اور افسوس کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن ایسی حسرت اور ندامت کا کیا فائدہ جو انسان کو توبہ پر آمادہ نہ کر سکے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جرم کرنے کے بعد قابیل کی ندامت محض وقتی تھی اور اسے اس پر توبہ کی توفیق نہیں ملی تھی، ورنہ قرآن و حدیث یا گزشتہ آسمانی کتابوں میں اس کا تذکرہ ضرور ملتا، لیکن یہاں صرف اتنی بات ذکر کی گئی ہے کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپانے کیلئے وہ مارا مارا پھر رہا تھا، دو کووں کو بھیجا گیا، ان کی لڑائی ہوئی، ایک نے دوسرے کو مارا، زمین کو کرید کر مٹی ہٹائی اور مرے ہوئے کوے کی لاش اس میں چھپا دی، قابیل نے بھی ایسا ہی کیا اور خود پر افسوس کیا کہ میں اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ مجھے اپنے بھائی کی لاش کو چھپانے کا طریقہ بھی نہیں آتا، واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ ندامت قتل پر نہیں تھی، بلکہ اپنے جرم کو مخفی نہ رکھ سکنے کی صلاحیت اور کوے کے ذریعے رہنمائی پر تھی۔ واللہ اعلم

أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا

أَحْيَاهَا	فَكَأَنَّمَآ	أَحْيَا	النَّاسَ	جَمِيعًا	وَ	لَقَدْ	جَآءَتْهُمْ	رُسُلُنَا
اسے زندگی دے	تو گویا	اس نے زندگی دی	انسانوں کو	سارے کے سارے	اور	البتہ یقیناً	ان کے پاس آئے	ہمارے پیغمبر

کسی ایک انسان کو زندگی دی، گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دی، اور یقیناً اُن کے پاس ہمارے پیغمبر واضح دلائل کے

بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْأَرْضِ

بِالْبَيِّنٰتِ	ثُمَّ	إِنَّ	كَثِيرًا	مِّنْهُمْ	بَعْدَ	ذٰلِكَ	فِي	الْأَرْضِ
واضح دلائل کے ساتھ	پھر	بیشک	بہت سے	ان میں سے	پیچھے	وہ	بیچ	زمین کے

ساتھ آچکے، پھر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں حد سے

لَمُسْرِفُونَ ﴿٣٢﴾ إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

لَمُسْرِفُونَ ﴿٣٢﴾	إِنَّمَا	جَزٰٓؤُا	الَّذِينَ	يُحَارِبُونَ	اللّٰهَ	وَ	رَسُولَهُ
البتہ حد سے تجاوز کرنے والے	وہ تو صرف	سزا	وہ لوگ جو	جنگ کرتے ہیں	اللہ سے	اور	اس کے پیغمبر سے

تجاوز کرتے ہیں۔ [٣٢] جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد

وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ

وَ	يَسْعَوْنَ	فِي	الْأَرْضِ	فَسَادًا	أَنْ	يُّقَتَّلُوٓا	أَوْ	يُصَلَّبُوٓا	أَوْ	تُقَطَّعَ
اور	کوشش کرتے ہیں	بیچ	زمین کے	فساد پھیلانے کی	یہ کہ	وہ قتل کیے جائیں	یا	سولی چڑھائے جائیں	یا	کاٹے جائیں

پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، اُن کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کیا جائے، یا سولی پر چڑھایا جائے، یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں

أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذٰلِكَ

أَيْدِيهِمْ	وَ	أَرْجُلُهُمْ	مِّنْ	خِلَافٍ	أَوْ	يُنْفَوْا	مِنَ	الْأَرْضِ	ذٰلِكَ
ان کے ہاتھ	اور	ان کے پاؤں	سے	مخالف سمت کے	یا	دور کیے جائیں	سے	زمین کے	وہ

مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں، یا انہیں اُس جگہ سے دور کر دیا جائے، یہ

لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِلَّا

لَهُمْ	خِزْيٌ	فِي	الدُّنْيَا	وَلَهُمْ	فِي	الْآخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾	إِلَّا
ان کیلئے	رسوائی	بیچ	دنیا کے	اور ان کیلئے	بیچ	آخرت کے	عذاب	بڑا	مگر

اُن کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی اُن کیلئے بڑا عذاب ہے۔ [٣٣] سوائے

[٣٢] اس آیت مبارکہ میں ایک مشہور اصول بیان کیا گیا ہے جس کا مقصد انسانی جان کی حرمت اور اس کی تکریم کو یقینی بنانا اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے، تاکہ کوئی شخص ناحق کسی کو قتل کرکے اپنی دنیا وآخرت کو برباد نہ کر بیٹھے جیسے قابیل نے کیا تھا، چنانچہ ایک شخص کے قتل کو ساری دنیا کے انسانوں کے قتل کے برابر قرار دیا گیا ہے، دراصل پوری دنیا کے انسانوں کو ختم کر دینا کسی کے بس میں نہیں ہے، لیکن اگر کسی کے پاس بالفرض اتنی طاقت موجود ہو اور وہ ساری دنیا کے انسانوں کو ختم کرسکتا ہو تو جتنا بڑا مجرم اسے سمجھا جائیگا، اتنا ہی بڑا مجرم کسی ایک انسان کو ناحق قتل کرنے والا بھی ہے، اس کی مثال ایسے ہے کہ ساری دنیا میں امریکہ کو جاپان کے دو شہروں پر ایٹم بم برسا کر لاکھوں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے پر مجرم سمجھا جاتا ہے اور دنیا میں کوئی معمولی عقل رکھنے والا آدمی بھی امریکہ کے اس مجرمانہ فعل کی توجیہ اور تائید نہیں کرتا، اسی طرح ایک شخص کے قتل ناحق کی بھی توجیہ اور تائید نہیں ہوسکتی، اس کے برعکس اس شخص کو ساری دنیا کا محسن سمجھا جاتا ہے جو کسی ایک شخص کی جان بچانے کا ذریعہ اور سبب بن جائے، اس لیے انسان کو قاتل بننے کی بجائے مسیحا بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[٣٣] اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی سزا بیان کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں مثلاً مرتد ہو جاتے ہیں، اسلامی ریاست پر حملہ کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف جنگی عزائم رکھتے ہیں یا زمین میں فساد پھیلاتے ہیں مثلاً پیغمبروں کی شان میں گستاخی کر کے امن عامہ میں خلل پیدا کرتے ہیں، لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے ہیں اور ڈکیتی کی وارداتوں میں ملوث ہوتے ہیں، بیشتر مفسرین نے اس آیت میں بیان کردہ سزا کا تعلق ڈاکوؤں سے قرار دیا ہے اور انہوں نے فساد فی الارض کا مصداق ڈاکہ زنی کو قرار دیا ہے، تاہم یہاں اس کے مفہوم کو عام رکھا گیا ہے تاکہ مذکورہ تمام صورتوں کو بھی یہ حکم شامل ہو جائے، ڈاکہ زنی کی چار اہم صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (الف) ڈاکو ابھی قتل کرنے پایا تھا، مال لوٹنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ وہاں سے بھاگنا پڑ گیا، اس صورت میں قتل کے بدلے اسے قتل کیا جائیگا۔ (ب) ڈاکو نے قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹ لیا، اس صورت میں اسے سولی پر چڑھایا جائیگا۔ (ج) ڈاکو نے مال چھین لیا، لیکن کسی شخص کو قتل نہیں کیا، اس صورت میں مخالف سمت سے اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دیا جائیگا۔ (د) ڈاکو مال بھی نہ چھین سکا اور قتل بھی نہ کرسکا، موقع پر ہی اسے گرفتار کر لیا گیا، اس صورت میں اسے جلاوطن کر دیا جائیگا جس کی زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے، آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔

الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

الَّذِیْنَ	تَابُوْا	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تَقْدِرُوْا	عَلَیْهِمْ ۚ	فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ
وہ لوگ جو	توبہ کرلیں	سے	پہلے	یہ کہ	تم قابو پاؤ	ان پر	سو جان رکھو	کہ بیشک	اللہ

اُن لوگوں کے جو تمہارے اُن پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لیں تو جان رکھو کہ بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿٣٤﴾ ع یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ ٥ ع ٨ ٩

غَفُوْرٌ	رَّحِیْمٌ ﴿٣٤﴾	یٰٓاَیُّهَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	اتَّقُوْا	اللّٰهَ	وَ	ابْتَغُوْٓا	اِلَیْهِ
بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	ڈرو	اللہ سے	اور	تلاش کرو	اس کیطرف

بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿٣٤﴾ اے اہلِ ایمان! اللہ سے ڈرو اور اُس تک پہنچنے کیلئے "وسیلہ"

الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ

الْوَسِیْلَةَ	وَ	جَاهِدُوْا	فِیْ	سَبِیْلِهٖ	لَعَلَّکُمْ	تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾	اِنَّ	الَّذِیْنَ
"وسیلہ"	اور	جہاد کرو	بیچ	اس کی راہ کے	تاکہ تم	کامیاب ہوجاؤ	بیشک	وہ لوگ جو

تلاش کرو، اور اُس کی راہ میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ﴿٣٥﴾ بیشک وہ لوگ

کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا

کَفَرُوْا	لَوْ	اَنَّ	لَهُمْ	مَّا	فِی	الْاَرْضِ	جَمِیْعًا	وَّ	مِثْلَهٗ	مَعَهٗ	لِیَفْتَدُوْا
کفر کیا انہوں نے	اگر	یہ کہ بیشک	ان کیلئے	وہ جو	بیچ	زمین کے	سب کے سب	اور	اُس جیسا	اس کے ساتھ	تاکہ فدیہ دیدیں

جنہوں نے کفر کیا، اگر اُن کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں موجود ہے اور اُس کے ساتھ اُتنا ہی اور بھی ہو، تاکہ وہ قیامت کے دن کے

بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

بِهٖ	مِنْ	عَذَابِ	یَوْمِ	الْقِیٰمَةِ	مَا	تُقُبِّلَ	مِنْهُمْ ۚ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ
اس کا	سے	عذاب کے	دن	قیامت کے	نہ	قبول کیا جائے گا	ان سے	اور	ان کیلئے	عذاب

عذاب سے بچنے کیلئے اسے فدیہ میں دیدیں، تو اُسے اُن کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا اور اُن کیلئے دردناک

اَلِیْمٌ ﴿٣٦﴾ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ

اَلِیْمٌ ﴿٣٦﴾	یُرِیْدُوْنَ	اَنْ	یَّخْرُجُوْا	مِنَ	النَّارِ	وَ	مَا	هُمْ	بِخٰرِجِیْنَ
دردناک	وہ چاہیں گے	یہ کہ	نکل جائیں وہ	سے	آگ کے	اور	نہیں	وہ	نکلنے والے

عذاب ہو گا۔ ﴿٣٦﴾ وہ چاہیں گے کہ جہنم سے نکل جائیں لیکن وہ اُس سے نکل

﴿٣٤﴾ اس آیت میں ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو گرفتاری سے قبل توبہ کر لیں اور حقدار کو اس کا حق واپس لوٹا دیں تو ان سے سزا ساقط ہوجائے گی، لیکن اگر وہ قتل کر چکے ہوں اور مقتول کے ورثاء انہیں معاف نہ کریں تو قصاصاً انہیں قتل کیا جائیگا، خواہ وہ توبہ کر چکے ہیں۔

﴿٣٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے تین حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ تقویٰ اختیار کرو، دوسرا یہ کہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو اور تیسرا یہ کہ اس کی راہ میں جہاد کرو، ان میں سے پہلا اور تیسرا حکم تو قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے، البتہ دوسرا حکم صرف یہیں آیا ہے کہ وسیلہ تلاش کرو، دراصل "وسیلہ" کا معنیٰ قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور سبب ہے، وسیلہ کا ایک معنیٰ جنت کا وہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے تیار فرمایا ہے اور احادیث میں اذان کے بعد نبی علیہ السلام کیلئے وسیلے کی دعا کرنے پر روز محشر نبی علیہ السلام کی سفارش کا وعدہ کیا گیا ہے، لیکن یہاں یہ معنیٰ مراد نہیں ہے، بلکہ پہلا معنیٰ مراد ہے، امام راغب اصفہانیؒ اور علامہ جوہریؒ نے اس کا لفظی معنیٰ محبت اور رغبت کے ساتھ ملنا بیان کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ "وسیلہ" سے مراد وہ چیز ہے جو انسان کو اس کے رب کے ساتھ ملا دے اور اسمیں محبت و رغبت کی چاشنی پیدا کردے، وسیلے سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے انسان کو درمیان میں بہت سے واسطوں کی ضرورت اور احتیاج ہے اور انسان کیلئے حق تعالیٰ سے براہ راست رابطہ کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ حق تعالیٰ اپنی عظمت شان اور اپنے تمام تر جاہ و جلال کے باوجود ہر انسان کی بات خود سنتے اور اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں، یہاں صرف اس بات کی ترغیب دی جارہی ہے کہ ان اعمال کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرو جو حق تعالیٰ کو پسند ہیں تاکہ تمہیں زیادہ سے زیادہ قرب الٰہی نصیب ہوجائے۔ واللہ اعلم۔

﴿٣٦﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ روز محشر اگر یہ لوگ جہنم کے عذاب سے بچنے کیلئے روئے زمین کے خزانے بھی خرچ کرنے کیلئے تیار ہوجائیں تو ان کی طرف سے اسے قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے، اس کا طریقہ صرف یہی ہے کہ دنیا میں کفر اور شرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کرلیں، ورنہ کافروں پر جنت حرام ہے اور جنت میں رشوت یا فدیئے کے ذریعے داخل ہونا ممکن نہیں ہے۔

مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا

مِنْهَا	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	مُّقِيْمٌ ﴿٣٧﴾	وَ	السَّارِقُ	وَ	السَّارِقَةُ	فَاقْطَعُوْٓا
اس سے	اور	ان کیلئے	عذاب	دائمی	اور	چوری کرنے والا مرد	اور	چوری کرنے والی عورت	تو کاٹ دو تم

نہ سکیں گے، اور اُن کیلئے دائمی عذاب ہو گا۔ ٣٧ اور چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ

اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٣٨﴾

اَيْدِيَهُمَا	جَزَآءً	بِمَا	كَسَبَا	نَكَالًا	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	اللّٰهُ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ﴿٣٨﴾
ان دونوں کے ہاتھ	بدلہ	اس کا جو	انہوں نے کمایا	تنبیہ	سے	اللہ کے	اور	اللہ	غالب	حکمت والا

کاٹ ڈالو، یہ اُس گناہ کی سزا ہے جو انہوں نے کیا اور اللہ کی طرف سے تنبیہ ہے، اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ٣٨

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۗ اِنَّ

فَمَنْ	تَابَ	مِنْۢ بَعْدِ	ظُلْمِهٖ	وَ	اَصْلَحَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يَتُوْبُ	عَلَيْهِ	اِنَّ
تو جو کوئی	توبہ کرلے	پیچھے سے	اپنے ظلم کے	اور	اصلاح کرلے	تو بیشک	اللہ	توجہ فرمائیگا	اس پر	بیشک

پھر جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کرلے تو بیشک اللہ اُس کی توبہ قبول فرمائے گا، بیشک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾	اَلَمْ	تَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ
اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	کیا نہیں	تُو نے جانا	یہ کہ بیشک	اللہ	اسی کیلئے	حکومت	آسمانوں کی

اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ٣٩ کیا آپ جانتے نہیں کہ اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی

وَالْاَرْضِ ۗ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

وَ	الْاَرْضِ	يُعَذِّبُ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَيَغْفِرُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ
اور	زمین کی	وہ عذاب دے گا	جسے	وہ چاہے گا	اور معاف فرمادے گا	جسے	وہ چاہے گا	اور اللہ	پر	ہر

حکومت ہے، وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتاہے، معاف فرما دیتا ہے، اور اللہ

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي

شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ﴿٤٠﴾	يٰٓاَيُّهَا	الرَّسُوْلُ	لَا	يَحْزُنْكَ	الَّذِيْنَ	يُسَارِعُوْنَ	فِي
چیز کے	قدرت والا	اے	پیغمبر (ﷺ)	نہ	غمگین کردیں تجھے	وہ لوگ جو	ایکدوسرے سے آگے بڑھتے ہیں	بیچ

ہر چیز پر قادر ہے۔ ٤٠ اے پیغمبر! (ﷺ) کفر میں جلدی کرنے والے لوگ آپ کو غمگین

٣٧ اس آیت مبارکہ میں کافروں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے لیکن وہاں سے نکل نہ پائیں گے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اہل ایمان کو جنت میں ہمیشہ رہنا ہے اور کافروں کو جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے، جہنم سے صرف انہی لوگوں کو نکلنا نصیب ہوگا جن کے دل میں ایمان کی شمع روشن ہوگی، خواہ وہ معمولی درجے میں ہی ہو۔

٣٨ اس آیت مبارکہ میں چوری کی سزا بیان کی گئی ہے اور چوری کرنے والے مرد کے ساتھ عورت کا ذکر بھی اہتمام کے ساتھ فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ انسانوں کی صنف بدلنے سے سزا تبدیل نہیں ہوگی، نیز یہ کہ عورت کے صنف نازک ہونے کی رعایت شرعی حدود میں نہیں ہوتی اور اسے عورت ہونے کی بناء پر سزا سے نہیں بچایا جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سفارشوں کے باوجود بنومخزوم کی خاتون فاطمہ کا ہاتھ چوری کی سزا میں کاٹ دیا تھا، یہیں سے معلوم ہو گیا کہ چور کی سزا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، یہاں لفظ ''ید'' استعمال کیا گیا ہے، اور اس سے مراد ہاتھ کا پورا پنجہ گٹے تک ہے، کلائی، کہنی اور بازو اس میں شامل نہیں ہے۔ احادیث میں چوری کا نصاب متعین کر دیا گیا ہے، اگر اس سزا کو اس کی روح کے مطابق نافذ کر دیا جائے'' جو کہ بظاہر بہت سخت معلوم ہوتی ہے اور کہنے والے کہتے ہیں کہ اس طرح تو چوری کرنے والا ہمیشہ کیلئے معذور ہو جائیگا'' اور معاشرہ اس کی برکات کا اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے تو تمام شکوک وشبہات خود بخود ختم ہو جائیں گے چنانچہ ان ممالک میں اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے، جہاں یہ سزا نافذ کی گئی ہے، جو لوگ چور کا ہاتھ کاٹنے پر اعتراض کرتے ہیں، ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر چور کو سزا نہ دی جائے تو کیا اسے چوری کرنے پر ہار پھول پہنائے جائیں اور اس کے اس ''کارنامے'' کو سراہا جائے؟ ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ جب ایک آدمی نے جرم کیا ہے تو اسے اس کی سزا ملنی چاہیے تا کہ آئندہ اسے جرأت نہ ہو، دوسرے لوگوں کو بھی عبرت ہو اور چوری کرنے سے پہلے انسان ہزار مرتبہ سوچے اور چونکہ اس نے چوری ہاتھوں سے کی ہے اس لیے سزا بھی ہاتھ کو ملنی چاہیے، کیونکہ اگر اسے ایک مرتبہ سزا نہ ملی تو وہ دوبارہ چوری کرے گا، اور زیادہ لوگوں کا مالی نقصان کرے گا، جن لوگوں کو اسلامی حدود د قصاص کا قانون سخت معلوم ہوتا ہے، وہ ذرا دنیا میں رائج دیگر قوانین حدود وتعزیرات کا مطالعہ فرمائیں، انہیں اندازہ ہو جائیگا کہ کون سا نظام زیادہ سخت، وحشیانہ اور ظالمانہ ہے۔

٣٩ اس آیت مبارکہ میں چور کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ صدق دل سے چوری کرنے سے توبہ کرلے، جس جس کا جو جو مال چرایا ہو، اسے واپس لوٹا دے، اگر واپس نہ کر سکتا ہو تو مالک سے معاف کروائے، یا مہلت مانگ لے اور آئندہ کیلئے چوری سے اجتناب کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، یہ تو پھر چور ہے، اگر کوئی کافر اور مشرک بھی صدق دل سے توبہ کرلے تو اس کیلئے بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

٤٠ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت حکومت وسلطنت اور اختیار واقتدار بیان کی گئی ہے کہ اس کی بادشاہت کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس کے اختیارات لامحدود ہیں، جزا اور سزا اس کی مشیت پر موقوف ہے، اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا، وہ سب سے پوچھ سکتا ہے اور اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ

الْكُفْرِ	مِنَ	الَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِاَفْوَاهِهِمْ	وَ	لَمْ	تُؤْمِنْ	قُلُوْبُهُمْ
کفر کے	سے	وہ لوگ جو	کہا انہوں نے	ہم ایمان لے آئے	اپنے مونہوں سے	اور	نہیں	ایمان لائے	ان کے دل

نہ کر دیں، یعنی وہ لوگ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، حالانکہ اُن کے دل ایمان نہیں لائے،

وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ

وَمِنَ	الَّذِيْنَ	هَادُوْا	سَمّٰعُوْنَ	لِلْكَذِبِ	سَمّٰعُوْنَ	لِقَوْمٍ
اور سے	وہ لوگ جو	یہودی ہوگئے	کان لگا کر سننے والے	جھوٹ بولنے کیلئے	کان لگا کر سنتے ہیں	ایک قوم کیلئے

اور وہ لوگ بھی جو یہودی ہیں، جھوٹ بولنے کیلئے جاسوسی کرتے ہیں، وہ ایک ایسی جماعت کیلئے جاسوسی

اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ

اٰخَرِيْنَ	لَمْ	يَاْتُوْكَ	يُحَرِّفُوْنَ	الْكَلِمَ	مِنْۢ بَعْدِ	مَوَاضِعِهٖ
دوسرے لوگ	نہیں	آتے وہ آپ کے پاس	وہ پھیر دیتے ہیں	کلمات کو	پیچھے سے	ان کی جگہوں کے

کرتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئی، وہ کلام کو اُس کے اصل مقام سے پھیر دیتے ہیں،

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ

يَقُوْلُوْنَ	اِنْ	اُوْتِيْتُمْ	هٰذَا	فَخُذُوْهُ	وَ	اِنْ	لَّمْ	تُؤْتَوْهُ	فَاحْذَرُوْا
وہ کہتے ہیں	اگر	دیئے جاؤ تم	یہ	تو اسے لے لو	اور	اگر	نہ	تم وہ دیئے جاؤ	تو بچ جاؤ

کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم ملے تو اُسے قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو اپنے آپ کو بچا لینا،

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ

وَ	مَنْ	يُّرِدِ	اللّٰهُ	فِتْنَتَهٗ	فَلَنْ	تَمْلِكَ	لَهٗ	مِنَ	اللّٰهِ	شَيْـًٔا	اُولٰۗىِٕكَ
اور	جو کوئی	ارادہ کرلے	اللہ	اس کی آزمائش کا	تو ہرگز نہ	آپ اختیار رکھتے ہیں	اس کیلئے	سے	اللہ کے	کچھ بھی	وہ لوگ

اور اللہ جس شخص کو گمراہ کرنے کا ارادہ فرما لے تو آپ اُس کیلئے اللہ کے یہاں کچھ بھی اختیار ہرگز نہیں رکھتے، یہ وہی لوگ ہیں

الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ

الَّذِيْنَ	لَمْ	يُرِدِ	اللّٰهُ	اَنْ	يُّطَهِّرَ	قُلُوْبَهُمْ	لَهُمْ	فِي	الدُّنْيَا	خِزْيٌ
وہ لوگ جو	نہیں	ارادہ کیا	اللہ نے	یہ کہ	پاک کردے	ان کے دلوں کو	ان کیلئے	بیچ	دنیا کے	رسوائی

جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ ہی نہیں کیا ہے، ان کیلئے دنیا میں رسوائی

مع ۳

فائدہ: مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چوری کے حوالے سے چند اہم نکات قارئین کی دلچسپی کے لیے بیان کردیے جائیں، اس سے پہلے چوری کی تعریف معلوم ہونی چاہیے، علماء نے چوری کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا مال محفوظ جگہ سے اُس کی اجازت کے بغیر چھپ کر لے لے، عربی میں اسے ''سرقہ'' کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ چرائی گئی چیز کا کسی دوسرے کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے، ورنہ اسے چوری نہیں کہا جائے گا، اس اعتبار سے کفن چور اس تعریف سے نکل جاتا ہے، اسی طرح ضروری ہے جو چیز چرائی گئی ہو، وہ کسی محفوظ جگہ پر رکھی گئی ہو، سرے عام پڑی ہوئی چیز کو اُٹھالینا بری بات تو ہے لیکن اسے چوری نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح مالک کی اجازت سے کسی چیز کو لے لینے پر چوری کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا، معلوم ہوا اگر شریعت نے چوری کی سزا سخت مقرر کی ہے تو اس کے ثبوت کے لیے کڑی شرائط بھی رکھی گئی ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے چوری کے نصاب کا یعنی مال کی وہ کم از کم مقدار کیا ہے جسے چوری کرنے پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا؟ تو احادیث میں اس کی مندرجہ ذیل تفصیل آتی ہے، (الف) بعض احادیث سے چوری کا نصاب ایک چوتھائی دینار معلوم ہوتا ہے۔ (ب) بعض احادیث سے چوری کا نصاب ایک ''ڈھال'' معلوم ہوتا ہے، پھر بعض احادیث میں ڈھال کی قیمت تین درہم اور بعض میں دس درہم بیان کی گئی ہے، فقہاء نے ان تمام احادیث پر عمل کیا ہے، چنانچہ بعض فقہاء نے چوتھائی دینار والی روایات کو ترجیح دے کر چوری کا نصاب چوتھائی دینار مقرر کر دیا ہے، بعض حضرات نے تین درہم اور بعض فقہاء نے دس درہم کی مقدار کو چوری کا نصاب قرار دیا ہے، چنانچہ ان سب کا ذکر احادیث میں موجود ہے اور فقہاء نے اپنے فقہی مسلک کی بنیاد کسی نہ کسی حدیث پر ہی رکھی ہے، اس لیے کسی ایک کو ترجیح دیتے ہوئے دوسرے کو غلط قرار دینا یا اُس کا نامناسب انداز میں تذکرہ کرنا بہترین تربیت اور شائستگی کے خلاف ہے۔

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ

وَ	لَهُمْ	فِي	الْاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾	سَمّٰعُوْنَ	لِلْكَذِبِ	اَكّٰلُوْنَ
اور	ان کیلئے	بیچ	آخرت کے	عذاب	بہت بڑا	کان لگا کر سننے والے	جھوٹ بولنے کیلئے	خوب کھانے والے

اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ ﴿۴۱﴾ جھوٹ بولنے کیلئے جاسوسی کرنے والے ہیں، خوب حرام

لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ

لِلسُّحْتِ ؕ	فَاِنْ	جَآءُوْكَ	فَاحْكُمْ	بَيْنَهُمْ	اَوْ	اَعْرِضْ	عَنْهُمْ ۚ
حرام کو	سو اگر	وہ آپ کے پاس آئیں	تو آپ فیصلہ کردیں	ان کے درمیان	یا	منہ پھیرلیں	ان سے

کھانے والے ہیں، سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ اُن کے درمیان فیصلہ کر دیں یا اُن سے منہ پھیرلیں،

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ

وَ	اِنْ	تُعْرِضْ	عَنْهُمْ	فَلَنْ	يَّضُرُّوْكَ	شَيْـًٔا ؕ	وَ	اِنْ	حَكَمْتَ	فَاحْكُمْ
اور	اگر	آپ منہ پھیرلیں	ان سے	تو ہرگز نہ	وہ آپ کا نقصان کریں گے	کچھ بھی	اور	اگر	آپ فیصلہ کریں	تو آپ فیصلہ کریں

اگر آپ اُن سے منہ پھیرلیں گے تو وہ آپ کا کچھ بھی نقصان ہرگز نہ کرسکیں گے، اور اگر آپ فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ

بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيْفَ

بَيْنَهُمْ	بِالْقِسْطِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾	وَ	كَيْفَ
ان کے درمیان	انصاف کے ساتھ	بیشک	اللہ	پسند کرتا ہے	انصاف کرنے والوں کو	اور	کیونکر

اُن کے درمیان فیصلہ فرمائیں، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ﴿۴۲﴾ اور وہ آپ کو

يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ

يُحَكِّمُوْنَكَ	وَ	عِنْدَهُمُ	التَّوْرٰىةُ	فِيْهَا	حُكْمُ	اللّٰهِ	ثُمَّ	يَتَوَلَّوْنَ
وہ آپ کو ثالث بنائیں گے	اور	ان کے پاس	تورات	اس میں	حکم	اللہ کا	پھر	وہ منہ موڑ لیتے ہیں

”ثالث“ کیونکر بنائیں گے جبکہ اُن کے پاس تورات موجود ہے، جس میں اللہ کے احکام ہیں، پھر وہ اس کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا

مِنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ ؕ	وَمَآ	اُولٰٓئِكَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾	اِنَّآ	اَنْزَلْنَا	التَّوْرٰىةَ	فِيْهَا
پیچھے سے	وہ	اور نہیں	وہ لوگ	ایمان لانے والے	بیشک ہم	نازل کی ہم نے	تورات	اس میں

اُن سے منہ پھیر لیتے ہیں، اور ایسے لوگ ہرگز مؤمن نہیں۔ ﴿۴۳﴾ بیشک ہم نے تورات نازل کی ہے، اس میں

ع ۶ ۹/۱۰

﴿۴۱﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو خطاب کر کے تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کافروں، منافقوں اور یہودیوں کی باتوں سے غمگین نہ ہوں، ان کا کلمہ صرف ان کی زبانوں تک محدود ہے، ایمان ان کے دلوں میں رچا بسا نہیں ہے، یہ جاسوسی کرتے اور جھوٹ بولتے ہیں، اللہ کے احکامات اور شرعی حدود و قصاص کے معاملے میں تحریف کرتے ہیں، اگر ان کے مطلب کی بات مل جائے تو فوراً اسے قبول کر لیتے ہیں ورنہ طرح طرح کے حیلے بہانوں سے اسے رد کر دیتے ہیں، اللہ نے ان لوگوں کو قلبی طہارت اور پاکیزگی عطا فرمانے کا ارادہ ہی نہیں کیا، اس لیے ان کی گندگی اور ناپاکی ہمیشہ رہے گی، یہ دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوں گے اور آخرت میں بھی بڑے عذاب کے مستحق ہوں گے، مفسرین نے اس کا مصداق یہودیوں کو قرار دیا ہے اور اس کے شانِ نزول میں خیبر کے اس مرد و عورت کا واقعہ نقل کیا ہے، جنہوں نے منہ کالا کیا تھا، وہ دونوں اپنی قوم کے معززین میں شمار ہوتے تھے، تورات کے مطابق ان پر رجم کی سزا نافذ کرنی چاہیے تھی، لیکن یہودیوں نے انہیں رجم سے بچانے کیلئے یہ طے کیا کہ رسول اکرم ﷺ سے اس مقدمے کا فیصلہ کروالیں، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس وقت تک قرآن کریم میں رجم کا حکم نہیں آیا تھا، صرف کوڑے مارنے کی سزا بیان کی گئی تھی، چنانچہ انہوں نے بنو قریظہ کے یہودیوں کو ”جو مدینہ منورہ میں ہی آباد تھے“ اس مسئلے میں نبی علیہ السلام کی رائے معلوم کرنے کی ذمہ داری سونپ دی، نبی علیہ السلام نے ان سے فریقین کو بلانے کیلئے فرمایا، جب وہ یہودی مرد اور عورت آگئے تو نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ میں تمہارے درمیان جو فیصلہ کروں گا، تم اسے تسلیم کرو گے؟ انہوں نے اقرار کیا، نبی علیہ السلام نے انہیں رجم کا حکم سنایا، ان لوگوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ ابن صوریا نامی شخص ”جو کہ فدک میں رہتا تھا“ کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے اس کی تعریف کی اور اسے قابل اعتماد قرار دیا، نبی علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا، اس نے بڑے تردد اور ٹال مٹول کے بعد بالآخر اقرار کر لیا کہ تورات میں بھی اس جرم کی سزا رجم کرنا ہی مذکور ہے، لیکن ہم لوگوں نے اپنے معززین اور شرفاء کو بچانے کیلئے رجم کا حکم خود معطل کر رکھا ہے، تب رسول اکرم ﷺ نے اس یہودی مرد و عورت پر رجم کی سزا جاری فرمائی اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار! ان لوگوں نے تیرے حکم کو مردہ کر رکھا تھا، میں پہلا شخص ہوں جس نے آج تیرے اس حکم کو دوبارہ زندہ کر دیا، اس شان نزول کی روشنی میں جاسوسی کرنے والوں سے بنو قریظہ کے یہودی مراد ہوں گے جو خیبر کے یہودیوں کیلئے خفیہ طور پر جاسوسی کر رہے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے خطرے سے فوری آگاہ فرما دیا۔ ﴿۴۲﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کی دو خصلتیں بیان کی گئی ہیں، ایک تو وہی جو پہلے بیان ہو چکی کہ جاسوسی کرتے اور جھوٹ بولتے ہیں، دوسری خصلت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حرام مال بہت زیادہ کھاتے ہیں۔ یہاں اکال مبالغہ کا صیغہ ہے اور ”السحت“ کا لفظ حرام کی تمام صورتوں کو شامل ہے مثلاً سود، رشوت اور جوا وغیرہ منشاء اس کا یہ ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو ان خصلتوں سے بچائیں، اس آیت میں رسول اکرم ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر یہودی لوگ آپ کے پاس فیصلہ کروانے کیلئے آئیں تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کی حامی بھریں یا انکار کر دیں، اگر آپ انکار کر دیں تو یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن اگر آپ ان کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں تو پھر آپ کو عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ کرنا چاہیے، ظاہر ہے کہ اس تعبیر کا منشاء یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ اس سے پہلے نبی علیہ السلام نے کبھی انصاف سے ہٹ کر فیصلہ کیا ہوگا، بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح آپ مسلمانوں کے درمیان اس سے پہلے انصاف پر =

هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا

هُدًى	وَ	نُوْرٌ	يَحْكُمُ	بِهَا	النَّبِيُّوْنَ	الَّذِيْنَ	اَسْلَمُوْا	لِلَّذِيْنَ	هَادُوْا
ہدایت	اور	روشنی	فیصلے کرتے تھے	اس کے ذریعے	وہ انبیاء	جنہوں نے	فرمانبرداری کی	ان لوگوں کیلئے جو	یہودی ہوئے

ہدایت اور نور ہے، اسی کے مطابق انبیاء ”جو کہ حکم کے فرمانبردار تھے“ یہودیوں کیلئے فیصلے کرتے تھے،

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ	وَالْاَحْبَارُ	بِمَا	اسْتُحْفِظُوْا	مِنْ	كِتٰبِ	اللّٰهِ	وَكَانُوْا
اور اللہ والے	اور علماء	اس وجہ سے جو	حفاظت طلب کئے گئے وہ	سے	کتاب کی	اللہ کی	اور وہ تھے

نیز اللہ والے اور اہل علم بھی، کیونکہ کتاب اللہ کی حفاظت ان کے ذمے لگائی گئی تھی، اور وہ

عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ

عَلَيْهِ	شُهَدَآءَ	فَلَا	تَخْشَوُا	النَّاسَ	وَ	اخْشَوْنِ	وَ	لَا	تَشْتَرُوْا	بِاٰيٰتِيْ
اس پر	گواہ	تو مت	ڈرو تم	لوگوں سے	اور	ڈرو مجھ سے	اور	مت	خریدو	میری آیتوں کے بدلے

اس پر گواہ تھے، اس لیے تم لوگوں سے مت ڈرو، مجھ سے ڈرو، اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت

ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ

ثَمَنًا	قَلِيْلًا	وَ	مَنْ	لَّمْ	يَحْكُمْ	بِمَآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	فَاُولٰۤئِكَ	هُمُ
قیمت	تھوڑی	اور	جو کوئی	نہ	فیصلہ کرے	ساتھ اس کے جو	نازل کیا	اللہ نے	تو وہ لوگ	وہی

مت لو، اور جو شخص اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ

الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۴ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ

الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۴	وَ	كَتَبْنَا	عَلَيْهِمْ	فِيْهَآ	اَنَّ	النَّفْسَ	بِالنَّفْسِ	وَالْعَيْنَ
کفر کرنے والے	اور	ہم نے لکھ دیا	ان پر	اس میں	یہ کہ بیشک	جان	بدلے جان کے	اور آنکھ

کافر ہیں۔ [۴۵] اور ہم نے اُن پر تورات میں یہ بات لکھ دی تھی کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے

بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ

بِالْعَيْنِ	وَ	الْاَنْفَ	بِالْاَنْفِ	وَ	الْاُذُنَ	بِالْاُذُنِ	وَالسِّنَّ	بِالسِّنِّ
بدلے آنکھ کے	اور	ناک	بدلے ناک کے	اور	کان	بدلے کان کے	اور دانت	بدلے دانت کے

آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، اور دانت کے بدلے دانت ہو گا،

= بنی فیصلے کرتے رہے ہیں، اسی طرح غیر مسلموں کے درمیان بھی یہی طرز اور روش برقرار رکھیں، نیز جب یہ حکم رسول اکرم ﷺ کو دیا گیا ہے تو امت کو بطریق اولیٰ اس کا حکم ہوگا، نیز دنیا کو بھی پیغام مل گیا کہ اسلام ایسا عدل و انصاف والا دین ہے جو اپنے کٹر دشمنوں کے مقدمات کا فیصلہ بھی انصاف کے ساتھ کرنے کا حکم دیتا ہے اور الحمد للہ! امت نے اس پر عمل کر کے دکھایا، غیر مسلموں کی تاریخ میں اس کی مثالیں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں کہ دوسرے ادیان و مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ بھی بھرپور انصاف کیا گیا ہو۔

[۴۴] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے یہودیوں کے حوالے سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ آپ کے پاس اپنے مقدمات کا فیصلہ کروانے کیلئے اس بناء پر نہیں آتے کہ انہیں آپ کے دین اور تعلیمات میں کوئی رغبت محسوس ہوتی ہے، ان کے پاس تو پہلے سے تورات موجود ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات موجود ہیں، وہ اسے نہیں مانتے تو آپ کے فیصلوں کو وہ کیونکر تسلیم کریں گے؟ وہ تو اس امید میں آتے ہیں کہ شاید آپ کے پاس سے انہیں اپنی مرضی کا کوئی مسئلہ مل جائے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق مسئلے کا حل معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائیں، شاید انہیں گنجائش مل جائے، اس طرح وہ یہ کہنے کی پوزیشن میں ہوں گے کہ ہم نے محمد ﷺ کے فیصلے کو دل و جان سے قبول کرلیا ہے، حالانکہ اگر وہی فیصلہ ان کے خلاف جاتا تو وہ اسے کبھی تسلیم نہ کرتے، اس لیے یہ لوگ نبی علیہ السلام سے فیصلہ کروانے کے باوجود مسلمان نہیں ہیں۔

[۴۵] اس آیت مبارکہ میں تورات کی تعریف کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ کتاب ہدایت اور سراپا روشنی ہے، کیونکہ وہ بھی اللہ کا کلام ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ قرآن کریم اور تورات دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے، چنانچہ اپنے زمانے میں تورات پر عمل ہی نجات کا واحد راستہ تھا، انبیاء کرام علیہم السلام اور اہل اللہ اور علماء کرام اسی کے مطابق فیصلے کرتے رہے، اسی پر عمل کرتے رہے اور لوگوں کو بھی اسی پر عمل کی ترغیب دیتے رہے۔ سوال یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے یہودیوں نے اس سرچشمہ ہدایت سے منہ کیوں موڑ لیا؟ انہوں نے تورات کو پس پشت کیوں ڈال دیا؟ دراصل بات یہ ہے کہ موجودہ تورات اپنی اصل حالت میں موجود اور محفوظ نہیں ہے، کیونکہ تورات کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمے نہیں رکھی تھی، اس کی حفاظت کا ذمہ دار اللہ نے خود انہی کو بنایا تھا، چنانچہ جب تک وہ اس کی حفاظت کرتے رہے، وہ محفوظ رہی اور زمانے کے تغیرات سے بچی رہی، لیکن جب ان کی طرف سے تورات کی حفاظت میں کوتاہی ہوئی، تورات میں تحریفات اور ترمیمات نے اپنی جگہ بنالی، یہاں تک کہ ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جب دنیا میں تورات کا ایک نسخہ بھی موجود نہیں تھا، اس کے برعکس قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی ہے، یہی وجہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے باوجود آج تک اس کے زبر، زیر، پیش کو اس کی جگہ سے کوئی نہیں ہلا سکا اور نہ آئندہ کبھی ہلا سکے گا (انشاء اللہ) سو مسلمانوں کو چاہیے کہ صرف اللہ سے ڈریں اور اس کے احکامات کی روشنی میں مقدمات کا فیصلہ کریں، لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور اللہ کی آیتوں کا سودا کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ جو لوگ اللہ کے قانون اور اس کے فیصلوں کی اہمیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور غیروں کے بنائے ہوئے قوانین کو اس پر اہمیت دیکر ان کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور قرآن کریم کو پرانے زمانے کی کتاب اور ماضی کے فیصلے قرار دیتے ہیں، ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ

وَالْجُرُوحَ	قِصَاصٌ	فَمَنْ	تَصَدَّقَ	بِهٖ	فَهُوَ	كَفَّارَةٌ	لَّهٗ	وَمَنْ	لَّمْ
اور زخموں کا بدلہ	برابری	تو جو کوئی	معاف کر دے	اسے	تو وہ	کفارہ	اس کیلئے	اور جو کوئی	نہ

اسی طرح زخموں کا بدلہ بھی برابری ہے، پھر جو شخص اسے معاف کر دے تو یہ اُس کے حق میں کفارہ ہو گیا، اور جو شخص

يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى

يَحْكُمْ	بِمَآ	اَنْزَلَ	اللهُ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾	وَقَفَّيْنَا	عَلٰٓى
فیصلہ کرے	ساتھ اس کے جو	نازل کیا	اللہ نے	تو وہ لوگ	وہی	ظلم کرنے والے	اور پے در پے ہم نے بھیجا	پر

اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔ ﴿٤٥﴾ اور ہم نے اُن کے

اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اٰثَارِهِمْ	بِعِيْسَى	ابْنِ	مَرْيَمَ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ	يَدَيْهِ	مِنَ	التَّوْرٰىةِ
ان کے نشانات قدم کے	عیسیٰ کو	بیٹا	مریم کا	تصدیق کرنے والا	اس کی جو	درمیان	اس کے دونوں ہاتھوں کے	سے	تورات

نقشِ قدم پر ہی عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا، جو کہ اپنے سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والے تھے،

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

وَاٰتَيْنٰهُ	الْاِنْجِيْلَ	فِيْهِ	هُدًى	وَّنُوْرٌ	وَّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ	يَدَيْهِ
اور دی ہم نے اسے	انجیل	اسمیں	ہدایت	اور روشنی	اور	تصدیق کرنے والا	اس کی جو	درمیان	اس کے دونوں ہاتھوں کے

نیز ہم نے انہیں انجیل دی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ اپنے سے پہلے تورات کی تصدیق

مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ

مِنَ	التَّوْرٰىةِ	وَهُدًى	وَّمَوْعِظَةً	لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾	وَلْيَحْكُمْ	اَهْلُ
سے	تورات	اور سراپا ہدایت	اور نصیحت	ڈرنے والوں کیلئے	اور فیصلہ کرنا چاہیے	اہل

کرنے والی تھی، نیز وہ باعثِ ہدایت اور متقیوں کیلئے نصیحت تھی۔ ﴿٤٦﴾ اور انجیل والوں کو چاہیے کہ

الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ

الْاِنْجِيْلِ	بِمَآ	اَنْزَلَ	اللهُ	فِيْهِ	وَ	مَنْ	لَّمْ	يَحْكُمْ	بِمَآ	اَنْزَلَ	اللهُ
انجیل کو	ساتھ اس کے جو	نازل کیا	اللہ نے	اسمیں	اور	جو کوئی	نہ	فیصلہ کرے	ساتھ اس کے جو	نازل کیا	اللہ نے

اللہ نے انجیل میں جو وحی نازل فرمائی ہے، اس کے مطابق فیصلہ کریں، اور جو شخص اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے

﴿٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں تورات کے قانونِ قصاص کا حوالہ دیا گیا ہے اور ایسی کوئی تعبیر موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ حکم پہلے تھا، اب منسوخ ہو چکا ہے، بلکہ سیاق کلام اور دیگر آیات و روایات کے مضامین کو ملانے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس امت کیلئے بھی اس قانونِ قصاص کو برقرار رکھا گیا ہے، لہٰذا جان اور آنکھ، کان، ناک، دانت اور دیگر تمام زخموں میں قانونِ قصاص موجود ہے اور ان پر عمل درآمد کرنا شریعت کا تقاضا ہے، البتہ اگر مظلوم یا اس کے ورثا اپنے دل کی خوشی سے معاف کر دیں تو الگ بات ہے، اگر وہ معاف نہ کریں اور بالادست طبقہ اس ظالم کی خفیہ حمایت کر رہا ہو اور مظلوم کا حق دبانے یا کم کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو ایسے شخص کے خود ظالم ہونے میں کیا شبہ ہے، جیسا کہ اس آیت کے آخر میں آیا ہے۔

﴿٤٦﴾ اس آیت مبارکہ میں انبیاء بنی اسرائیل کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا ذکر آیا ہے اور "مصدقا لما بين يديه من التوراة" کا جملہ دو مرتبہ آیا ہے، پہلی مرتبہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے، انہوں نے اس کی تکذیب کبھی نہیں کی، پھر بھی یہودیوں نے ان کے ساتھ دشمنی کی، دوسری مرتبہ وہ انجیل کی صفت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی انجیل میں بھی تورات کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے، معمولی فروعی تبدیلی، تکذیب یا تردید نہیں کہلاتی، بلکہ حکمتِ خداوندی کے عین مطابق ہوتی ہے، اس کے باوجود یہودی اسے تسلیم نہیں کرتے جبکہ اہل ایمان اللہ کی توفیق اور اس کے حکم سے تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اپنے اپنے وقت میں یہی کتابیں انسانوں کی نجات اور ہدایت کا ذریعہ تھیں اور اب قرآن کریم ہی واحد راہِ نجات ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا

فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾	وَ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	مُصَدِّقًا
تو وہ لوگ	وہی	نافرمانی کرنے والے	اور	ہم نے نازل کی	تیری طرف	کتاب	برحق	تصدیق کرنے والی

تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ ﴿٤٧﴾ اے نبی! (ﷺ)، ہم نے آپ کی طرف برحق کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے پہلے والی

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ

لِّمَا	بَيْنَ	يَدَيْهِ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَمُهَيْمِنًا	عَلَيْهِ	فَاحْكُمْ	بَيْنَهُمْ	بِمَآ
اس کی جو	درمیان	اس کے دونوں ہاتھوں کے	سے	کتاب کے	اور نگہبانی کرنے والی	اس پر	تو فیصلہ کر	ان کے درمیان	ساتھ اس کے جو

کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اور اُن کے مضامین کی نگہبانی کرتی ہے، اس لیے آپ اُن کے درمیان اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے

اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ

اَنْزَلَ	اللّٰهُ	وَلَا	تَتَّبِعْ	اَهْوَآءَهُمْ	عَمَّا	جَآءَكَ	مِنَ	الْحَقِّ ؕ	لِكُلٍّ
نازل کیا	اللہ نے	اور مت	پیروی کر	ان کی خواہشات کی	اس سے جو	تیرے پاس آیا	سے	حق	ہر ایک کیلئے

مطابق فیصلہ فرمائیں، اور آپ کے پاس جو حق آچکا ہے، اُسے چھوڑ کر اُن کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں، ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے

جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً

جَعَلْنَا	مِنْكُمْ	شِرْعَةً	وَّ	مِنْهَاجًا ؕ	وَ	لَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَجَعَلَكُمْ	اُمَّةً
ہم نے بنایا	تم میں سے	ایک دستور	اور	ایک واضح راستہ	اور	اگر	چاہتا	اللہ	البتہ بنا دیتا تمہیں	امت

ایک دستور اور ایک واضح شاہراہ مقرر کی ہے، اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت

وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى

وَّاحِدَةً	وَّلٰكِنْ	لِّيَبْلُوَكُمْ	فِيْ	مَآ	اٰتٰىكُمْ	فَاسْتَبِقُوا	الْخَيْرٰتِ ؕ	اِلَى
ایک	اور لیکن	تاکہ وہ تمہیں آزمائے	بیچ	وہ جو	اس نے تمہیں دیا	تو تم آگے بڑھو	نیکیوں میں	طرف

بنا دیتا لیکن وہ تمہیں ان چیزوں میں آزمانا چاہتا ہے جو اُس نے تمہیں دی ہیں، سو تم نیکیوں میں آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف

اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاَنِ

اللّٰهِ	مَرْجِعُكُمْ	جَمِيْعًا	فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ	فِيْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٨﴾	وَ	اَنِ
اللہ کے	تمہارا لوٹنا	سب کو	تو وہ بتا دے گا تمہیں	وہ جو	تم تھے	اس میں	اختلاف کرتے	اور	یہ کہ

تم سب کو لوٹ کر جانا ہے سو وہ تمہیں بتا دے گا جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے۔ ﴿٤٨﴾ اور یہ کہ

﴿٤٧﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل انجیل کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ انجیل میں نازل ہونے والی ہدایات کی روشنی میں فیصلہ کیا کریں، یہاں ''عیسائیوں'' کا لفظ استعمال کرنے کی بجائے ''اہل انجیل'' کے لفظ میں غالباً یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ عیسائیت کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص اہل انجیل میں نہیں ہوتا، لیکن جو شخص اہل انجیل میں سے ہو، وہ یقیناً دین عیسوی پر قائم ہوگا، ایسا شخص اگر انجیل کی روشنی میں ہی فیصلہ کر لے تو اسے یقین ہو جائیگا کہ محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہی کی تشریف آوری کی بشارتیں اور خوشخبریاں دی تھیں، چنانچہ وہ ان پر اور قرآن کریم پر ایمان لے آئے گا، اس کے باوجود اگر وہ یہ فیصلہ نہ کر سکے تو اس کے کم از کم فاسق اور گناہ گار ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے جیسا کہ اس آیت کے آخر میں آیا ہے۔ ﴿٤٨﴾ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کا تذکرہ کیا گیا ہے جو کہ بالکل برمحل ہے، کیونکہ اس سے پہلے دو اہم آسمانی کتابوں تورات اور انجیل کا مفصل تعارف ہو چکا ہے، زبور کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ اس میں احکام کی نسبت حق تعالیٰ کی حمد و ثناء پر مشتمل نغمات کی تعداد زیادہ ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام شرعی احکام میں تورات پر ہی عمل کرتے تھے، سو قرآن کریم کی چند اہم صفات یہاں بیان ہوئی ہیں جو اجمالاً اس طرح ہیں۔ (الف) قرآن کریم برحق کتاب ہے، یہ صفت ''بالحق'' کے لفظ سے معلوم ہوتی ہے۔ (ب) قرآن کریم پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے، یہ صفت ''مصدق'' کے لفظ سے معلوم ہو رہی ہے، گویا قرآن کریم سابقہ آسمانی کتابوں کی تکذیب و تردید کیلئے نہیں آیا، بلکہ تصدیق و تائید کیلئے آیا ہے۔ (ج) قرآن کریم ''مہیمن'' ہے، یہ حق تعالیٰ کی صفت بھی ہے جیسا کہ سورۂ حشر کے آخر میں آیا ہے، اس کے مختلف معانی آتے ہیں مثلاً امین، غالب، محافظ اور نگہبان وغیرہ، قرآن کریم میں یہ سب ہی صفات پائی جاتی ہیں، وہ سابقہ آسمانی کتابوں کے مضامین کا امین بھی ہے، ان کا محافظ اور نگہبان بھی ہے اور چونکہ محافظ کا غالب ہونا ضروری ہے، لہٰذا اس پر غالب کا معنی بھی بے تکلف صادق آتا ہے، جب قرآن کریم ایسی خصوصیات کا حامل ہے تو پھر اس پر ایمان لانا چاہیے، اس کے مطابق باہمی جھگڑوں اور مقدمات کا فیصلہ کرنا چاہیے، خواہ مقدمے کے فریقین اپنے ہوں یا بیگانے، کسی کی خواہش پر عمل کرنے کی بجائے انصاف اور عدل پر مبنی فیصلہ کرنا چاہیے، اگر کسی کو یہ اعتراض ہو کہ مختلف انبیاء پر مختلف کتابیں نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بس ایک ہی کتاب نازل کرتے جس پر ہر زمانے کے لوگوں کو عمل کا پابند بنا دیتے؟ سو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہم نے ہر امت کا آئین اور دستور اس کے احوال اور استعداد کی مناسبت سے رکھا ہے، یہ تمام آئین اصول اور عقائد میں ایک ہیں، البتہ فروعی مسائل و احکام میں ہر زمانے کے حالات کی رعایت رکھی گئی ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ باپ سب کا ایک ہی ہے، البتہ مائیں مختلف ہیں، جیسا کہ احادیث میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے اور ایسا ہونا ضروری ہے تاکہ حکمت والے کی حکمت ظاہر ہو کہ اس نے ہر مریض کیلئے ایک جیسی دوا نہیں رکھی، بلکہ مرض کی مناسبت سے اس کا علاج تجویز کیا ہے، اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کو ایک ہی امت کیوں نہ بنا دیا؟ وہ چاہتا تو سب کو اپنا فرمانبردار اور مطیع بنا دیتا، دنیا میں کفر اور شرک، گناہ اور بدی کا کوئی نام و نشان ہی نہ ہوتا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں کار =

اُحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ وَاحْذَرْھُمْ اَنْ

اُحْکُمْ	بَیْنَھُمْ	بِمَآ	اَنْزَلَ	اللّٰہُ	وَلَا	تَتَّبِعْ	اَھْوَآءَھُمْ	وَاحْذَرْھُمْ	اَنْ
فیصلہ کر	ان کے درمیان	ساتھ اس کے جو	نازل کیا	اللہ نے	اور مت	پیروی کر	ان کی خواہشات کی	اور ان سے بچ	یہ کہ

آپ اُن کے درمیان اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کریں، اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اور اس بات سے بچتے رہیں کہ کہیں

یَّفْتِنُوْکَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا

یَّفْتِنُوْکَ	عَنْۢ	بَعْضِ	مَآ	اَنْزَلَ	اللّٰہُ	اِلَیْکَ ؕ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاعْلَمْ	اَنَّمَا
وہ تجھے بہکادیں	سے	کچھ	وہ جو	نازل کیا	اللہ نے	تیری طرف	سو اگر	وہ منہ موڑلیں	تو جان لے	وہ تو صرف

وہ آپ کو بعض اُن چیزوں سے بہکا نہ دیں جو اللہ نے آپ پر نازل کی ہیں، پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو آپ جان لیجئے کہ

یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّصِیْبَھُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِھِمْ ؕ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ

یُرِیْدُ	اللّٰہُ	اَنْ	یُّصِیْبَھُمْ	بِبَعْضِ	ذُنُوْبِھِمْ ؕ	وَ	اِنَّ	کَثِیْرًا	مِّنَ
ارادہ کرتا ہے	اللہ	یہ کہ	انہیں سزا دے	بدلے بعض	ان کے گناہوں کے	اور	بیشک	بہت	سے

اللہ چاہتا ہے کہ انہیں ان کے کچھ گناہوں کی سزا پہنچا دے اور بیشک بہت سے

النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۴۹ اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ

النَّاسِ	لَفٰسِقُوْنَ ۴۹	اَفَحُکْمَ	الْجَاھِلِیَّۃِ	یَبْغُوْنَ ؕ	وَ	مَنْ	اَحْسَنُ
لوگوں کے	البتہ نافرمانی کرنے والے	تو کیا فیصلہ	جاہلیت کا	یہ لوگ چاہتے ہیں	اور	کون	زیادہ اچھا

لوگ نافرمان ہیں۔ ۴۹ تو کیا یہ لوگ زمانۂ جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں؟ اور اللہ سے بڑھ کر عمدہ

مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۵۰ ع یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

مِنَ	اللّٰہِ	حُکْمًا	لِّقَوْمٍ	یُّوْقِنُوْنَ ۵۰ ع	یٰۤاَیُّھَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا
سے	اللہ کے	فیصلہ کرنے میں	ان لوگوں کیلئے جو	یقین رکھتے ہیں	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے اُن لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں۔ ۵۰ اے اہلِ ایمان!

لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ؔ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ

لَا	تَتَّخِذُوا	الْیَھُوْدَ	وَالنَّصٰرٰۤی	اَوْلِیَآءَ ؔ	بَعْضُھُمْ	اَوْلِیَآءُ	بَعْضٍ ؕ
مت	بناؤ	یہودیوں کو	اور عیسائیوں کو	بہت سے دوست	بعض ان میں سے	بہت سے دوست	بعض کے

یہود و نصارٰی کو اپنا دوست نہ بناؤ، اُن میں سے بعض، بعض کے دوست ہیں،

ع ۱۱

=فرما ہیں، یہاں ان میں سے صرف ایک حکمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی آزمائش، کہ حق تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ اپنے بندوں کا امتحان لے اور ان کی آزمائش کرے، کون اپنے اختیار سے اس کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے اور کون اس کی نافرمانی کرتا ہے؟ اگر حق تعالیٰ سب انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا تو پھر آزمائش کیسے ہوتی؟ انسان کے پاس اختیار کیسے ہوتا؟ اور انسان اپنے اختیار کو کیونکر استعمال کرسکتا؟ اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم اس بحث میں الجھنے کی بجائے نیکیوں کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور جہاں تک ممکن ہو، نیکیوں کا ذخیرہ جمع کرو، تمہارے اختلافات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرما دے گا۔

۴۹ اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر تاکید کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرتے رہیں، لوگوں کی خواہشات کے مطابق فیصلہ کرنے سے بچتے رہیں، ان کی کوشش اور خواہش تو یہ ہے کہ آپ سے کوئی ایسا فیصلہ کروالیں جس پر دنیا کو باور کراسکیں کہ یہ اللہ کی مرضی اور حکم کے برخلاف ہے، لیکن ان کی یہ کوشش جیسے پہلے پوری نہیں ہوئی، آئندہ بھی نہ ہوگی، کیونکہ آپ معصوم ہیں اور عصمت انبیاء کا تقاضا ہے کہ آپ سے کوئی ایسا فیصلہ صادر نہ ہونے پائے، یہ لوگ اپنی کوششیں کرتے رہیں، انہیں تو اللہ ان کے چند گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے جو انہیں اس کام پر لگا دیا ہے اور یہ وحی سے روگردانی کر رہے ہیں، آپ اپنی ذمہ داریاں پوری فرماتے رہیں۔

۵۰ اس آیت مبارکہ میں یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ ایک طرف اللہ کا حکم، اس کا آئین اور دستور ہے، دوسری طرف زمانۂ جاہلیت کا قانون اور جنگل کا آئین ہے، ان آیات میں بار بار اللہ کے حکم پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ اگر اس پر عمل نہ کیا گیا تو پھر جنگل کا قانون اور زمانۂ جاہلیت کا دستور بچتا ہے، کیا تم اس پر عمل کرنا چاہتے ہو، یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص پاکیزہ اور خوشبودار کھانوں کو چھوڑ کر سڑے ہوئے باسی اور بدبودار کھانے کی طرف لپکنے لگے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

وَ	مَنْ	يَّتَوَلَّهُمْ	مِّنْكُمْ	فَاِنَّهٗ	مِنْهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَهْدِى	الْقَوْمَ
اور	جو کوئی	ان سے دوستی کرے	تم میں سے	تو بیشک وہ	انہی میں سے	بیشک	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	ان لوگوں کو جو

اور تم میں سے جو کوئی اُن کے ساتھ دوستی کرے گا تو وہ اُن ہی میں سے ہو گا، بیشک اللہ ظالم لوگوں کو

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾	فَتَرَى	الَّذِيْنَ	فِىْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	يُّسَارِعُوْنَ
ظلم کرنے والے	سو آپ دیکھیں گے	وہ لوگ جو	بیچ	ان کے دلوں کے	بیماری	وہ ایکدوسرے سے آگے بڑھتے ہیں

ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿٥١﴾ پھر آپ اُن لوگوں کو "جن کے دلوں میں بیماری ہے" دیکھیں گے کہ وہ دوڑ کر اُن میں

فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ

فِيْهِمْ	يَقُوْلُوْنَ	نَخْشٰٓى	اَنْ	تُصِيْبَنَا	دَآئِرَةٌ	فَعَسَى	اللّٰهُ	اَنْ
ان میں	کہتے ہیں	ہم ڈرتے ہیں	یہ کہ	ہمیں پہنچ جائے	گردش زمانہ	سو ممکن ہے	اللہ	یہ کہ

ملتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہم پر گردشِ زمانہ نہ آجائے، سو قریب ہے کہ اللہ

يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ

يَّاْتِىَ	بِالْفَتْحِ	اَوْ	اَمْرٍ	مِّنْ	عِنْدِهٖ	فَيُصْبِحُوْا	عَلٰى	مَآ	اَسَرُّوْا	فِىْٓ
لے آئے	فتح	یا	کوئی خاص حکم	سے	اپنے پاس	تو وہ صبح کو ہو جائیں	پر	وہ جو	انہوں نے چھپایا	بیچ

فتح یا اپنے پاس سے کوئی خاص حکم لے آئے، اور انہوں نے اپنے دلوں میں جو کچھ چھپا رکھا ہے،

اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

اَنْفُسِهِمْ	نٰدِمِيْنَ ﴿٥٢﴾	وَ	يَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اَهٰٓؤُلَآءِ	الَّذِيْنَ
اپنے دلوں کے	شرمندہ ہونے والے	اور	کہتے ہیں	وہ لوگ جو	ایمان لائے	کیا یہی	وہ لوگ جو

اس پر شرمسار ہونے لگیں۔ ﴿٥٢﴾ اور اہلِ ایمان کہتے ہیں کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو

اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

اَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ	جَهْدَ	اَيْمَانِهِمْ	اِنَّهُمْ	لَمَعَكُمْ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ
قسمیں کھائیں انہوں نے	اللہ کی	پختہ	اپنی قسمیں	بیشک وہ	البتہ تمہارے ساتھ	ضائع ہو گئے	ان کے اعمال

اللہ کے نام کی پختہ قسمیں کھاتے تھے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں، اُن کے اعمال ضائع ہو گئے

﴿٥١﴾ اس آیت مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ کبھی نہیں ہو سکتے، ان کی تمام تر خیر خواہی اور ہمدردی ایک دوسرے کیلئے ہے، وہ مشکل وقت دیکھ کر متحد ہو جاتے ہیں اور اسلام کے خلاف مشترکہ حکمت عملی اختیار کرتے ہیں، البتہ ان کے ساتھ دفاعی تعاون وغیرہ نوعیت کے مصالحتی معاہدے کیے جا سکتے ہیں جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمائے تھے، جہاں تک تعلق ہے کفار کے ساتھ تعلقات کا تو اس کی مختلف صورتیں اور ان میں سے ہر ایک کا حکم اس سے پہلے سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ٢٨ میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

﴿٥٢﴾ اس آیت مبارکہ میں دلوں کی جس بیماری کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے نفاق مراد ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ منافقین نہایت اہتمام اور گرم جوشی کے ساتھ یہود و نصاریٰ اور غیر مسلموں سے دوستی کرتے ہیں، جب کوئی ان سے پوچھے کہ تم کلمہ تو اسلام کا پڑھتے ہو اور دوستی غیر مسلموں سے کرتے ہو تو وہ جواب میں کہتے کہ "ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہم پر گردش زمانہ نہ آجائے" یہ ایک ایسا ذو معنی جملہ ہے کہ مخاطب اس کا معنی یہ سمجھتا تھا کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہم نے دوستانہ تعلقات آڑے وقتوں کیلئے رکھے ہوئے ہیں تا کہ وہ مصیبت اور پریشانی کے زمانے میں ہماری مدد کریں اور متکلم کے ذہن میں اس کا یہ معنی ہوتا تھا کہ اگر کہیں گردشِ زمانہ کی وجہ سے مسلمانوں پر کوئی آفت اور مصیبت آئی تو یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستانہ تعلقات اُس وقت ہمارے کام آئیں گے اور ان کی فتح کے ثمرات ہم بھی سمیٹ سکیں گے اور مسلمانوں پر آنے والے برے حالات سے بھی بچ جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں میں اس جملے کا جو معنی اور مفہوم چھپا رکھا ہے، عنقریب یہ اس پر شرمسار اور نادم ہوں گے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا اور حالات وہ رخ اختیار کر لیں گے کہ انہیں ندامت اور پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔

ع

فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ

فَاَصْبَحُوْا	خٰسِرِيْنَ﴿٥٣﴾	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَنْ	يَّرْتَدَّ	مِنْكُمْ
تو وہ صبح کو ہو گئے	نقصان اٹھانے والے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	جو کوئی	پھر جائے	تم میں سے

اور وہ خسارہ اٹھانے والے ہو گئے۔ ﴿۵۳﴾ اے اہلِ ایمان! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے

عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى

عَنْ	دِيْنِهٖ	فَسَوْفَ	يَاْتِي	اللّٰهُ	بِقَوْمٍ	يُّحِبُّهُمْ	وَيُحِبُّوْنَهٗۤ	اَذِلَّةٍ	عَلَى
سے	اپنے دین کے	تو عنقریب	لے آئے گا	اللہ	ایک قوم	وہ ان سے محبت کرتا ہے	اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں	نرم	پر

مرتد ہو گا تو عنقریب اللہ ایک ایسی قوم لیکر آئے گا کہ اللہ اُن سے محبت کرتا ہو گا اور وہ اُس سے محبت کرتے ہوں گے، مؤمنین پر

الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

الْمُؤْمِنِيْنَ	اَعِزَّةٍ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ	يُجَاهِدُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
ایمان والوں کے	سخت	پر	کافروں کے	وہ جہاد کرتے ہیں	بیچ	راستے	اللہ کے

نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوں گے

وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ

وَ	لَا	يَخَافُوْنَ	لَوْمَةَ	لَآئِمٍ	ذٰلِكَ	فَضْلُ	اللّٰهِ	يُؤْتِيْهِ	مَنْ	يَّشَآءُ
اور	نہیں	ڈرتے وہ	ملامت سے	کسی ملامت کرنے والے کی	وہ	فضل	اللہ کا	وہ دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے

اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے ہوں گے ، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا

وَ	اللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ﴿٥٤﴾	اِنَّمَا	وَلِيُّكُمُ	اللّٰهُ	وَ	رَسُوْلُهٗ	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا
اور	اللہ	کشادگی والا	خوب جاننے والا	وہ تو صرف	تمہارا دوست	اللہ	اور	اس کا پیغمبر	اور	وہ لوگ جو	ایمان لائے

اور اللہ گنجائش والا، علم والا ہے۔ ﴿۵۴﴾ تمہارا ولی تو اللہ اور اس کے پیغمبر (ﷺ) اور وہ اہلِ ایمان ہیں

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾

الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	يُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَهُمْ	رٰكِعُوْنَ﴿٥٥﴾
وہ لوگ جو	قائم کرتے ہیں	نماز	اور	ادا کرتے ہیں	زکوٰۃ	اور وہ	جھکنے والے

جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ عاجزی سے جھکنے والے ہیں۔ ﴿۵۵﴾

﴿۵۳﴾ اس آیت مبارکہ میں ان حالات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو منافقین کی شرمندگی اور رسوائی کا سبب بنے، اللہ نے مسلمانوں کو غلبہ اور کامیابی سے ہم کنار فرمایا اور وہ جو ایک دوسرے کا ساتھ نبھانے اور جینے مرنے کی نہایت مضبوط اور پختہ قسمیں کھاتے تھے، وہ سب ہوا میں اڑ گئیں' ان کے اعمال ضائع اور ان کی تجارت خسارے کی ہو گئی، دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت میں بھی کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

﴿۵۴﴾ اس آیت مبارکہ میں مستقبل کے حوالے سے ایک پیشین گوئی کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے اور اپنے ارتداد سے توبہ کیے بغیر مر جائے تو اس سے وہ اللہ کا کوئی نقصان ہرگز نہیں کر سکتا، اللہ ان کے مقابلے میں ایک ایسی جماعت کو کھڑا کر دے گا جو اللہ کی محبت سے سرشار ہو گی، اللہ بھی ان سے محبت کرتا ہو گا، وہ آپس میں نرم دل اور کافروں کے مقابلے میں نہایت جرأت مند اور بہادر ثابت ہوں گے، کافروں کی طاقت اور ساز و سامان سے وہ مرعوب نہ ہوں گے، ان کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو گا، وہ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں نکل پڑیں گے، اس سلسلے میں انہیں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں ہو گی اور کسی کی ملامت اور طعنوں سے دل برداشتہ ہو کر وہ اپنے عظیم مقصد سے کسی صورت دستبردار نہ ہوں گے، اس آیت کا سب سے اولین مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے وہ قابل صد تکریم رفقاء اور سپاہی ہیں جنہوں نے فتنہ ارتداد کو اپنے گھوڑوں کے سموں تلے پامال کر ڈالا، نبی اکرم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بہت سے لوگ مرتد ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں خلیفہ بلافصل، یار غار اور رفیق مزار سے وہ کام لے لیا جو بجا طور پر ان کے قابل قدر کارناموں میں ایک نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ فجزاه الله عنا وعن المسلمين خير الجزاء۔

﴿۵۵﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو ان کے حقیقی دوست کی شناخت کروائی گئی ہے تاکہ وہ انہی کے ساتھ قلبی و دوستانہ تعلقات رکھیں یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان، ان کی دوستی پائیدار ہے، دنیا میں بھی کام آئے گی اور آخرت میں بھی کام آئے گی، جبکہ غیر مسلموں کی دوستی ناپائیدار اور عارضی ہے، دنیا میں بھی وہ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور سارے وعدے اور قسمیں دھرے رہ جاتے ہیں، جبکہ آخرت میں تو ان سے کسی نفع کی توقع ہی محال ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ

وَ	مَنْ	يَّتَوَلَّ	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فَاِنَّ	حِزْبَ	اللّٰهِ	هُمُ
اور	جو کوئی	دوست رکھے	اللہ کو	اور	اس کے پیغمبر کو	اور	وہ لوگ جو	ایمان لائے	تو بیشک	گروہ	اللہ کا	وہی

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اہلِ ایمان کو دوست رکھے گا تو بیشک اللہ ہی کا گروہ

الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ع ٦/١٢

الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَتَّخِذُوا	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا
غالب آنے والے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	بناؤ تم	وہ لوگ جو	بنا لیا انہوں نے

غالب آنے والا ہے۔ ﴿٥٦﴾ اے اہلِ ایمان! تم سے پہلے کے جن اہلِ کتاب

دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ

دِيْنَكُمْ	هُزُوًا	وَّ	لَعِبًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	وَ	الْكُفَّارَ
تمہارے دین کو	مذاق	اور	کھیل کود	سے	وہ لوگ جو	دیئے گئے وہ	کتاب	سے	تمہارے پہلے	اور	کفر کرنے والوں کو

اور کفار نے تمہارے دین کو ہنسی مذاق بنا رکھا ہے، تم انہیں اپنا دوست

اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى

اَوْلِيَآءَ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾	وَ	اِذَا	نَادَيْتُمْ	اِلَى
بہت سے دوست	اور ڈرو تم	اللہ سے	اگر	تم ہو	ایمان والے	اور	جب	تم پکارتے ہو	طرف

نہ بناؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم مؤمن ہو۔ ﴿٥٧﴾ اور جب تم نماز کیلئے

الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾

الصَّلٰوةِ	اتَّخَذُوْهَا	هُزُوًا	وَّ	لَعِبًا	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَوْمٌ	لَّا	يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾
نماز کے	وہ اسے بنا لیتے ہیں	مذاق	اور	کھیل کود	وہ	اسی وجہ سے کہ وہ	لوگ	نہیں	عقل رکھتے

پکارتے ہو تو وہ اسے بھی ہنسی، مذاق بنا لیتے ہیں، یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے۔ ﴿٥٨﴾

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ

قُلْ	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	هَلْ	تَنْقِمُوْنَ	مِنَّآ	اِلَّآ	اَنْ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَمَآ	اُنْزِلَ
تُو کہہ	اے اہلِ کتاب!	کیا	تم ناراض ہو	ہم سے	سوائے	یہ کہ	ہم ایمان لے آئے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا

اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! تم ہم سے صرف اسی بناء پر ناراض ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور اُس چیز پر جو ہماری طرف

﴿٥٦﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ کافروں کی ظاہری شان و شوکت، حکومت و سلطنت اور مال و دولت کو دیکھ کر فکر مند نہ ہونا، اصل غلبہ اللہ کی جماعت کو ملے گا اور اللہ کی جماعت میں وہی لوگ شامل ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اور اہلِ ایمان سے قلبی وابستگی اور دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں، اس لیے تم بے فکر رہو اور ''حزب اللہ'' کی دوستی اور محبت پر ثابت قدم رہو۔ (یہاں ''حزب اللہ'' سے کسی خاص گروہ یا جماعت کی طرف اشارہ کرنا مقصود نہیں ہے)

﴿٥٧﴾ ان آیتوں میں اہلِ ایمان کو کافروں اور اہلِ کتاب سے دوستی نہ کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں، شعائر اللہ کی توہین اور گستاخی کرتے ہیں، اذان ''جس میں سوائے پاکیزگی اور طہارت کے کچھ نہیں'' کی ہنسی اڑاتے ہیں، تم ان کے ساتھ دوستی کیسے کر سکتے ہو؟ کیا وہ لوگ اپنے باطل خداؤں اور جھوٹے مذہب کا مذاق برداشت کرتے ہیں؟ تم اپنے سچے معبود اور پاکیزہ دین سے مذاق کیسے برداشت کر سکتے ہو؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص دین کا مذاق اڑاتا ہو، انسان کو اس کی دوستی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

﴿٥٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اہلِ کتاب کے سامنے ایک سوال رکھا گیا ہے کہ آخر تمہیں مسلمانوں سے اتنی دشمنی کیوں ہے؟ تم نے مسلمانوں میں ایسی کون سی بری عادت دیکھ لی ہے جس نے تمہیں ان کی ضد بازی پر آمادہ کر دیا ہے؟ وہ تو اللہ پر ایمان لائے ہیں، اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب کو بھی مانتے ہیں اور پہلی کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں، کیا اس ایمان کی وجہ سے تو تمہیں ان کے ساتھ عداوت نہیں ہو گئی؟ اگر ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو تم لوگ نہایت نافرمان قوم ہو اور تم میں سے اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے۔

اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ ھَلْ

اِلَیْنَا	وَمَآ	اُنْزِلَ	مِنْ	قَبْلُ	وَ	اَنَّ	اَکْثَرَکُمْ	فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾	قُلْ	ھَلْ
ہماری طرف	اور جو	نازل کیا گیا	سے	پہلے	اور	یہ کہ بیشک	اکثر تم میں سے	نافرمانی کرنے والے	تُو کہہ	کیا

نازل ہوئی اور جو اس سے پہلے نازل ہوئی اور یہ کہ تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ ﴿۵۹﴾ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کیا میں

اُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکَ مَثُوْبَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ؕ مَنْ لَّعَنَہُ اللّٰہُ

اُنَبِّئُکُمْ	بِشَرٍّ	مِّنْ	ذٰلِکَ	مَثُوْبَۃً	عِنْدَ	اللّٰہِ ؕ	مَنْ	لَّعَنَہُ	اللّٰہُ
میں تمہیں بتاؤں	زیادہ برا	سے	وہ	بدلے کے اعتبار سے	نزدیک	اللہ کے	وہ جو	لعنت کرے اس پر	اللہ

تمہیں اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بدترین بدلے والے کے متعلق بتاؤں؟ وہ آدمی جس پر اللہ نے لعنت کی،

وَغَضِبَ عَلَیْہِ وَجَعَلَ مِنْھُمُ الْقِرَدَۃَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ

وَ	غَضِبَ	عَلَیْہِ	وَ	جَعَلَ	مِنْھُمُ	الْقِرَدَۃَ	وَ	الْخَنَازِیْرَ	وَ	عَبَدَ
اور	غصہ کرے	اس پر	اور	بنادے	ان میں سے	بندر	اور	خنزیر	اور	پوجا کی اس نے

اُس پر اپنا غضب نازل کیا اور اُن میں سے کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر بنا دیا، نیز وہ شخص جس نے شیطان کی

الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۶۰﴾

الطَّاغُوْتَ ؕ	اُولٰٓئِکَ	شَرٌّ	مَّکَانًا	وَّ	اَضَلُّ	عَنْ	سَوَآءِ	السَّبِیْلِ ﴿۶۰﴾
شیطان کی	وہ لوگ	بدترین	ٹھکانے کے اعتبار سے	اور	زیادہ بھٹکے ہوئے	سے	سیدھے	راستے کے

پوجا کی، اِن لوگوں کا ٹھکانہ سب سے بدترین اور یہ راہِ راست سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ ﴿۶۰﴾

وَاِذَا جَآءُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْکُفْرِ وَھُمْ قَدْ خَرَجُوْا

وَ	اِذَا	جَآءُوْکُمْ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	وَ	قَدْ	دَّخَلُوْا	بِالْکُفْرِ	وَ	ھُمْ	قَدْ	خَرَجُوْا
اور	جب	وہ تمہارے پاس آتے ہیں	کہتے ہیں	ہم ایمان لے آئے	اور	یقیناً	وہ داخل ہوئے	کفر کے ساتھ	اور	وہ	یقیناً	نکل گئے

اور جب یہ لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، حالانکہ وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے اور کفر کے ساتھ ہی

بِہٖ ؕ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا یَکْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ

بِہٖ ؕ	وَ	اللّٰہُ	اَعْلَمُ	بِمَا	کَانُوْا	یَکْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾	وَ	تَرٰی	کَثِیْرًا	مِّنْھُمْ
اس کے ساتھ	اور	اللہ	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	تھے وہ	وہ چھپاتے ہیں	اور	آپ دیکھیں گے	بہت سوں کو	ان میں سے

نکل گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔ ﴿۶۱﴾ اور آپ اُن میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے

﴿۵۹﴾ اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں تو "ایمان" کی موجودگی اللہ کی نعمت ہے، یہ کوئی ایسی برائی نہیں ہے جس پر ان کا مذاق اڑایا جا سکے، لیکن اہل کتاب اور مشرکین میں بہت سی برائیاں پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے انہیں بدترین سزاؤں کا سامنا کرنا پڑا، چنانچہ ان پر اللہ کی لعنت نازل ہوئی، اللہ نے ان پر اپنا غضب اتارا اور اللہ نے انہیں بندر اور سؤر بنا دیا، ظاہر ہے کہ سزا ہمیشہ برائیوں اور گناہوں پر ہوتی ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ مذاق اڑائے جانے کے قابل تو مشرکین اور اہل کتاب ہیں جن کا ٹھکانہ بھی بدترین ہے اور وہ راہ راست سے بھٹک چکے ہیں۔

﴿۶۱﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ انہیں بھی مسلمانوں سے خاص عداوت اور ضد تھی، سو ان کے ڈھول کا پول بھی کھول دیا گیا کہ زبان سے یہ لوگ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جب آتے ہیں، تب بھی کافر ہوتے ہیں اور جب واپس نکلتے ہیں تب بھی کافر ہی ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان کا نور نہیں ہوتا، اس لیے یہ مت سمجھیں کہ اللہ کو دھوکہ دے سکیں گے، اللہ کو خوب معلوم ہے کہ ان کی زبان پر کیا ہے اور دل میں کیا چھپائے بیٹھے ہیں۔

يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا

يُسَارِعُوْنَ	فِي	الْاِثْمِ	وَ	الْعُدْوَانِ	وَاَكْلِهِمُ	السُّحْتَ ؕ	لَبِئْسَ	مَا
ایکدوسرے سے آگے بڑھتے ہیں	بیچ	گناہ کے	اور	سرکشی کے	اور کھانے میں ان کے	حرام	البتہ بہت برا ہے	وہ جو

کہ وہ گناہ، سرکشی اور حرام کی کمائی کھانے میں تیزی سے آگے بڑھتے ہیں، جو کچھ وہ کرتے ہیں، یقیناً وہ

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ

كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾	لَوْلَا	يَنْهٰىهُمُ	الرَّبّٰنِيُّوْنَ	وَ	الْاَحْبَارُ	عَنْ	قَوْلِهِمُ
تھے وہ	عمل کرتے	ایسا کیوں نہ ہوا	روکتے انہیں	عبادت گذار لوگ	اور	اہل علم	سے	ان کے کہنے کے

بہت برا ہے۔ [٦٣] ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے عبادت گذار اور اہلِ علم انہیں گناہ کی بات کہنے

الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ

الْاِثْمَ	وَاَكْلِهِمُ	السُّحْتَ ؕ	لَبِئْسَ	مَا	كَانُوْا	يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾	وَقَالَتِ
گناہ	اور کھانے کے ان کے	حرام	البتہ بہت برا ہے	وہ جو	تھے وہ	کرتے رہے	اور کہا

اور حرام کھانے سے منع کریں؟ جو کچھ وہ کر رہے ہیں، یقیناً وہ بہت برا ہے۔ [٦٣] اور یہودی

الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ

الْيَهُوْدُ	يَدُ	اللّٰهِ	مَغْلُوْلَةٌ ؕ	غُلَّتْ	اَيْدِيْهِمْ	وَلُعِنُوْا	بِمَا	قَالُوْا ۘ	بَلْ
یہودیوں نے	ہاتھ	اللہ کا	جکڑا ہوا	جکڑے جائیں	ان کے ہاتھ	اور لعنت کئے جائیں	اس وجہ سے جو	انہوں نے کہا	بلکہ

کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ جکڑا ہوا ہے، اُن کے اپنے ہاتھ جکڑے جائیں اور اُن کے اس قول کی وجہ سے اُن پر لعنت ہو، بلکہ

يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ

يَدٰهُ	مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ	يُنْفِقُ	كَيْفَ	يَشَآءُ ؕ	وَ	لَيَزِيْدَنَّ	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	مَّآ
اس کے دونوں ہاتھ	کھلے ہوئے	وہ خرچ کرتا ہے	جیسے	وہ چاہتا ہے	اور	البتہ ضرور اضافہ کرے گا	بہت سوں میں	ان میں سے	وہ جو

اللہ کے دونوں ہاتھ تو کشادہ ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے، اور آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے،

اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ

اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ	طُغْيَانًا	وَّ	كُفْرًا ؕ	وَ	اَلْقَيْنَا	بَيْنَهُمُ	الْعَدَاوَةَ
نازل کیا گیا	آپ کی طرف	سے	آپ کے رب کے	سرکشی میں	اور	کفر میں	اور	ہم نے ڈال دی	ان کے درمیان	دشمنی

وہ یقیناً ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کیلئے

[٦٢] اس آیت مبارکہ میں ناپسندیدہ افعال کیلئے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ (١) الاثم (٢) العدوان، ان میں سے پہلے لفظ کا اطلاق ان گناہوں پر ہوتا ہے جن کا اثر گناہ کرنے والے تک محدود رہتا ہے اور دوسرے لفظ کا اطلاق ان گناہوں پر ہوتا ہے جن کا اثر دوسروں تک بھی پہنچتا ہے، اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اہل کتاب کے عوام کا یہ حال ہے کہ وہ ہر قسم کے گناہوں کی طرف لپکتے ہیں جن کے اثرات محدود ہوں یا لا محدود اور وہ حرام کھانے کے عادی ہوچکے ہیں، اس کے باوجود اہل ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں، حالانکہ مذاق تو ان کا اڑایا جانا چاہیے۔

[٦٣] اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے علماء اور مشائخ کا حال بیان کیا گیا ہے کہ آج وہ دین اسلام کو اپنے استہزاء اور تمسخر کا نشانہ بنا کر شعائر اللہ کا مذاق اڑا رہے ہیں، اس وقت ان کی آنکھیں اندھی، کان بہرے اور زبانیں گونگی ہوچکی تھیں جب وہ اپنی قوم کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتے تھے، انہیں معلوم تھا کہ ان کی قوم حرام خوری کے تمام طریقوں کو استعمال کر رہی ہے، لیکن مجال ہے کہ انہوں نے اس صورتحال پر کبھی اپنی تشویش کا اظہار کیا ہو، اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کی ہو، حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے کی جرأت دکھائی ہو، اس لیے وہ بھی قابل مذمت ہیں، اسی طرح مسلمانوں کے وہ علماء اور عبادت گزار صوفیاء اور گدی نشین حضرات بھی قابل تعریف نہیں ہو سکتے جن میں حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے کی جرت نہیں ہے، جو محض اپنی تنخواہ یا اپنے معمولی مفادات کی وجہ سے کسی سرمایہ دار اور صاحب ثروت کو کاروبار کے ناجائز اور حرام طریقوں سے روکنے کی ہمت نہیں کرتے، انہیں سیٹھ صاحب کی ناراضگی سے ڈر لگتا ہے اور وہ مصلحت پسندی کا شکار ہو جاتے ہیں، افسوس انہیں اپنے رب کی ناراضگی سے ڈر نہیں لگتا اور وہ اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے ہونے کو بھول چکے ہیں ایسے علماء کی تعداد بہت کم ہے جو حق کی خاطر مصلحت پسندی کا شکار نہیں ہوتے، جو انسانوں کی بجائے اپنے رب کو ہی اپنا رازق تسلیم کرتے ہیں اور جنہیں یقین ہے کہ سیٹھ کی ناراضگی انہیں اُن کے رزق سے محروم نہیں کرسکتی، اس لیے وہ صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہتے ہیں، ایسے مخلص علماء نہایت قابل تعریف و تحسین ہیں۔

وقف لازم

وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ

وَالْبَغْضَآءَ	اِلٰى	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ ؕ	كُلَّمَآ	اَوْقَدُوْا	نَارًا	لِّلْحَرْبِ
اور نفرت	تک	دن	قیامت کے	جب بھی	وہ جلاتے ہیں	آگ	جنگ کی

دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے، وہ جب بھی جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں،

اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

اَطْفَاَهَا	اللّٰهُ ۙ	وَ	يَسْعَوْنَ	فِى	الْاَرْضِ	فَسَادًا ؕ	وَ	اللّٰهُ	لَا	يُحِبُّ
اسے بجھا دیتا ہے	اللہ	اور	کوشش کرتے ہیں	بیچ	زمین کے	فساد پھیلانے کی	اور	اللہ	نہیں	پسند کرتا

اللہ اسے بجھا دیتا ہے، اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾	وَ	لَوْ	اَنَّ	اَهْلَ الْكِتٰبِ	اٰمَنُوْا	وَاتَّقَوْا	لَكَفَّرْنَا
فساد پھیلانے والوں کو	اور	اگر	یہ کہ بیشک	اہل کتاب	ایمان لے آتے	اور ڈرتے	البتہ ہم کفارہ کر دیتے

پسند نہیں کرتا۔ ﴿٦٤﴾ اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ضرور اُن کی

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا

عَنْهُمْ	سَيِّاٰتِهِمْ	وَ	لَاَدْخَلْنٰهُمْ	جَنّٰتِ	النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾	وَ	لَوْ	اَنَّهُمْ	اَقَامُوا
ان سے	ان کی لغزشات کا	اور	البتہ ہم انہیں داخل کرتے	باغات میں	نعمتوں کے	اور	اگر	یہ کہ بیشک وہ	قائم کرتے

لغزشات کا کفارہ کر دیتے اور ہم ضرور انہیں نعمتوں کے باغات میں داخل کرتے۔ ﴿٦٥﴾ اور اگر وہ لوگ تورات و انجیل

التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ

التَّوْرٰىةَ	وَ	الْاِنْجِيْلَ	وَ	مَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْهِمْ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	لَاَكَلُوْا	مِنْ
تورات کو	اور	انجیل کو	اور	جو کچھ	نازل کیا گیا	ان کی طرف	سے	ان کے رب کے	البتہ وہ کھاتے	سے

اور جو کچھ اُن پر اُن کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، اسے قائم کر لیتے تو وہ اپنے اوپر سے بھی

فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ

فَوْقِهِمْ	وَ	مِنْ	تَحْتِ	اَرْجُلِهِمْ ؕ	مِنْهُمْ	اُمَّةٌ	مُّقْتَصِدَةٌ ؕ	وَ	كَثِيْرٌ
اپنے اوپر کے	اور	سے	نیچے	اپنے پاؤں کے	ان میں سے	ایک جماعت	معتدل	اور	بہت سے

کھاتے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی، ان میں سے ایک جماعت معتدل بھی ہے اور اُن میں سے بہت سے لوگ

﴿٦٤﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کی بد زبانی اور گستاخی کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ اللہ کی لعنت اور غضب کے نتیجے میں اس قدر بدزبان اور گستاخ ہو چکے ہیں کہ حق تعالیٰ کی شان میں بھی ایسی واہیات بکواس کرتے ہیں کہ معمولی فہم رکھنے والے اور کمزور ترین ایمان والے شخص کے رونگٹے بھی کھڑے ہو جائیں اور وہ زبان پر ایسے الفاظ لانے کی بجائے مرنے کو ترجیح دے، یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ کس نے جکڑ دیا ہے؟ آج کل ویسی سخاوت نہیں ہو رہی جیسی پہلے تھی، ہماری شان و شوکت، وقار اور علمی رعب و دبدبہ سب چھین لیا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ خرچ کر کر کے خزانے کم ہو گئے ہیں، آئے روز قرض مانگا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ کو قرض حسنہ دو، وہ تمہیں اس کا اجر دے گا، ظاہر ہے کہ قرض دینے والا امیر اور لینے والا غریب ہوتا ہے لہٰذا ہم امیر اور اللہ غریب ہوا، العیاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے جلال کے ساتھ فرمایا ہے کہ ان کے اپنے ہاتھ جکڑے جائیں، اللہ کے ہاتھ کون جکڑ سکتا ہے اور انہوں نے جو کچھ کہا ہے، اس کی پاداش میں ان پر اللہ کی لعنت نازل ہو، بھلا اس کے خزانوں میں کیونکر کمی واقع ہو گی، اس نے تو جب سے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے، مسلسل خرچ کرتا چلا جا رہا ہے، وہ دونوں ہاتھوں سے لٹا رہا ہے، خرچ کرنے سے اس کے خزانوں میں کمی نہیں ہوتی، اسی نے خرچ کیا تو دنیا میں بے شمار لوگ دولت مند ہو گئے، کوئی قارون بن گیا اور کسی کا نام شداد ہو گیا، آج بھی دنیا میں سینکڑوں سے زیادہ کھرب پتی لوگ موجود ہیں، یہ سب اللہ کے خزانوں سے پا کر امیر ہوئے ہیں، ورنہ دنیا میں سب خالی ہاتھ آئے تھے اور خالی ہاتھ ہی چلے جاتے ہیں، اس لیے یہودیوں کی اس بد زبانی سے حقیقت مخفی نہیں رہ سکتی، البتہ ایک بات ہم واضح کر دیتے ہیں کہ ابھی ان کی سرکشی اور کفر و بدزبانی میں مزید اضافہ ہوگا اور یہ لوگ مسلمانوں پر جنگ مسلط کرنے کیلئے چنگاریاں سلگائیں گے اور آگ لگائیں گے، لیکن چونکہ ان کے درمیان پھوٹ پڑ چکی ہے اور یہ آپس میں پھٹے ہوئے ہیں، اس لیے باہمی عداوتوں اور بغض کی بنیاد پر زمین میں فساد پھیلانے کی ان کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوگی اور یہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے۔

﴿٦٥﴾ اس آیت میں اہل کتاب کیلئے معافی کا ایک روزن کھولا گیا ہے کہ اگرچہ تمہاری نادانیاں بہت زیادہ اور بدزبانیاں حد سے آگے بڑھ چکی ہیں، لیکن اگر تم ایمان کامل اور تقویٰ و اخلاص کو اختیار کر لو تو آج بھی ہم تمہاری لغزشات کو معاف کر کے تمہیں جنت میں داخلے کا پروانہ عطا کر سکتے ہیں، یہ بھی حق تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس قدر گستاخی اور بدزبانی کے باوجود انہیں معاف کرنے کیلئے تیار ہے، ورنہ مخلوق میں اس کا حوصلہ نہیں ہوتا۔

مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝٦٦ ع يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ

مِّنْهُمْ	سَآءَ	مَا	يَعْمَلُوْنَ ۝٦٦	يٰٓاَيُّهَا	الرَّسُوْلُ	بَلِّغْ	مَآ
ان میں سے	برا ہے	وہ جو	اعمال کررہے ہیں وہ	اے	پیغمبر (ﷺ)	پہنچادیجئے	وہ جو

برے اعمال بھی کر رہے ہیں۔ ٦٧ اے پیغمبر! (ﷺ) آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ

اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ

اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ ؕ	وَ	اِنْ	لَّمْ	تَفْعَلْ	فَمَا	بَلَّغْتَ
نازل کیا گیا	آپ کیطرف	سے	آپ کے رب کے	اور	اگر	نہ	کیا آپ نے	تو نہ	پہنچایا آپ نے

نازل کیا گیا ہے، اسے آگے پہنچا دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنا پیغام

رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

رِسَالَتَهٗ ؕ	وَ	اللّٰهُ	يَعْصِمُكَ	مِنَ	النَّاسِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
اپنا پیغام	اور	اللہ	حفاظت کرے گا آپ کی	سے	لوگوں کے	بیشک	اللہ

نہیں پہنچایا، اور لوگوں سے آپ کی حفاظت اللہ فرمائے گا، بیشک اللہ

لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٦٧ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ

لَا	يَهْدِى	الْقَوْمَ	الْكٰفِرِيْنَ ۝٦٧	قُلْ	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لَسْتُمْ
نہیں	ہدایت دیتا	ان لوگوں کو جو	کفر کرنے والے	تُو کہہ	اے اہل کتاب!	تم نہیں ہو

کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ٦٨ اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم

عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ

عَلٰى	شَيْءٍ	حَتّٰى	تُقِيْمُوا	التَّوْرٰىةَ	وَ	الْاِنْجِيْلَ	وَ	مَآ
پر	کسی چیز کے	یہاں تک کہ	تم قائم کرو	تورات کو	اور	انجیل کو	اور	وہ جو

کسی راہ پر نہیں ہو یہاں تک کہ تم تورات و انجیل کو قائم کرو اور اُس چیز کو بھی

اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ

اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ ؕ	وَ	لَيَزِيْدَنَّ	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	مَّآ
نازل کیا گیا	تمہاری طرف	سے	تمہارے رب کے	اور	البتہ ضرور اضافہ کرے گا	بہت سوں میں	ان میں سے	وہ جو

جو تمہارے رب کی جانب سے نازل کی گئی ہے، اور آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ

ع ٩ ١٠ ١٢

٦٦ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کو آسمانی اور زمینی رزق اور برکتوں سے فائدہ اٹھانے کی ترکیب بتائی گئی ہے جس سے ان کی بد حالی دور اور خوشحالی لوٹ آئے گی، آسمان سے ان کیلئے رزق اترے گا اور زمین ان کیلئے اپنی پیداوار اگائے گی اور وہ طریقہ یہ ہے کہ تورات وانجیل پر ہی مکمل اخلاص کے ساتھ عمل کرلیں، اگر وہ تورات اورانجیل پر اخلاص کے ساتھ عمل کرلیں تو انہیں نبی آخرالزمان ﷺ اور قرآن کریم پر ایمان لائے بغیر کوئی چارہ نہیں رہے گا، کیونکہ ان کتابوں میں اس کا مفصل تذکرہ اور نبی ﷺ پر ایمان لانے کا تقاضا موجود ہے، چنانچہ ان میں سے کچھ معتدل لوگ نعمت ایمان کو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوئے ہیں لیکن ان کی اکثریت اپنی سابقہ روش اور بدعملی پر اڑی ہوئی ہے جس کا نقصان خود انہی کو ہے۔

٦٧ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ سے خطاب کیا گیا ہے کہ آپ پر جو وحی نازل ہوئی ہے، وہ آپ لوگوں تک پہنچاتے رہیں، بعض لوگوں نے یہاں یہ اشکال پیش کیا ہے کہ کیا کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا تھا جس میں نبی اکرم ﷺ نے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کو چھپا لیا ہو اور امت تک اسے نہ پہنچایا ہو؟ اگر ایسا نہیں ہے "اور یقیناً نہیں ہے" تو پھر اس حکم کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اور اس کے ساتھ یہ کیوں کہا گیا کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ حکم کسی کوتاہی پر نہیں دیا گیا تھا، بلکہ اپنے فرائض کی ادائیگی کا حق ادا کرنے پر بطور شاباش کے دیا گیا تھا جیسے کوئی طالب علم امتحان گاہ میں پرچہ حل کر رہا ہو اور صحیح جواب لکھ رہا ہو، ممتحن اسے دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ شاباش! تم پرچہ حل کرتے رہو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارے نمبر کم ہو جائیں گے، اس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ طالب علم بالکل صحیح جواب لکھ رہا ہے اور اگر وہ اسی طرح درست جوابات لکھتا رہا تو اسے پورے نمبر ملنا یقینی ہے، بلاتشبیہ یہاں بھی رسول اکرم ﷺ کو دیئے جانے والے حکم کی نوعیت یہی ہے اور آگے نبی اکرم ﷺ کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں آنے والی مشکلات اور لوگوں کی ایذاء رسانیوں سے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے گا، آپ پہلے کی طرح بے خوف وخطر اپنا کام جاری رکھیں، دشمن آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى

أُنْزِلَ	إِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ	طُغْيَانًا	وَّ	كُفْرًا ۚ	فَلَا	تَأْسَ	عَلَى
نازل کیا گیا	آپ کیطرف	سے	آپ کے رب کے	سرکشی میں	اور	کفر میں	تو نہ	افسوس کیجیے	پر

نازل کیا گیا ہے، وہ یقیناً ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا، اس لیے آپ کافر قوم پر

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا

الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾	إِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	الَّذِيْنَ	هَادُوْا
وہ لوگ جو	کفر کرنے والے	بیشک	جو لوگ	ایمان لائے	اور	جو لوگ	یہودی ہوئے

افسوس نہ کریں۔ ٦٨ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ لوگ جو یہودی ہوئے،

وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

وَ	الصّٰبِـُٔوْنَ	وَ	النَّصٰرٰى	مَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ
اور	بے دین لوگ	اور	عیسائی	جو کوئی	ایمان لے آئے	اللہ پر	اور	دن	پچھلے پر

بے دین لوگ اور عیسائی ، جو بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

وَ	عَمِلَ	صَالِحًا	فَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾
اور	عمل کرے	نیک	تو نہ	کوئی خوف	ان پر	اور	نہ	وہ	غمگین ہوں گے

اور نیک اعمال سرانجام دے تو اُن پر کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ ٦٩

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمْ

لَقَدْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَ	بَنِيْٓ	إِسْرَآءِيْلَ	وَ	اَرْسَلْنَآ	إِلَيْهِمْ
البتہ یقیناً	ہم نے لیا	پختہ عہد	بیٹوں سے	اسرائیل کے	اور	بھیجے ہم نے	ان کیطرف

یقیناً ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا، اور اُن کے پاس بہت سے پیغام بر

رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ

رُسُلًا ۭ	كُلَّمَا	جَآءَهُمْ	رَسُوْلٌۢ	بِمَا	لَا	تَهْوٰٓى	اَنْفُسُهُمْ ۙ
بہت سے پیغمبر	جب بھی	ان کے پاس آیا	کوئی پیغمبر	ساتھ اس کے جو	نہیں	چاہتے تھے	ان کے دل

بھیجے، جب بھی کوئی پیغمبر اُن کے پاس وہ حکم لیکر آیا جو اُن کی خواہش کے مطابق نہ ہوا

٦٨ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے سامنے اعلان کر دیا گیا ہے کہ اگر تم تورات و انجیل اور اللہ کی نازل کردہ وحی کو قائم نہیں کرتے اور اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے تو تمہارا کوئی دین اور مذہب نہیں ہے، مطلب یہ کہ یہودی صرف اپنا نام یہودی رکھنے سے یہودی نہیں بنے گا، بلکہ اسے تورات پر عمل کرنا ہوگا، اور صرف نام رکھنے سے کوئی شخص عیسائی نہیں بن جاتا جب تک کہ وہ انجیل پر عمل کرنے والا نہ ہو، اسی وجہ سے یہودیت اور عیسائیت کا نرا دعویٰ کافی نہیں ہے، بلکہ اس کیلئے دلیل کی ضرورت ہے اور ہم بتائے دیتے ہیں کہ ابھی تو ان کے کفر اور سرکشی میں مزید اضافہ ہوگا، جس کیلئے آپ ذہنی طور پر تیار رہیں اور ان لوگوں کے حوالے سے غمگین اور افسردہ نہ ہوں۔

٦٩ اس آیت مبارکہ میں ایک کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا، خواہ ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرنے والے شخص کا تعلق دنیا کے کسی رنگ نسل، اور خطے سے ہو، نیز اس سے پہلے وہ جس مرضی دین اور مذہب کا پیروکار رہا ہو، اگر اللہ پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ والی زندگی شروع ے جو عقائد، عبادات، معاملات، قیات اور معاشرت کی درستگی کے بغیر ممکن نہیں ہے تو اس سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ اس پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوگا، یہ مضمون اپنی اہمیت کی وجہ سے قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ

فَرِيْقًا	كَذَّبُوْا	وَ	فَرِيْقًا	يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾	وَحَسِبُوْٓا	اَلَّا	تَكُوْنَ
ایک گروہ کو	انہوں نے جھٹلایا	اور	ایک گروہ کو	وہ قتل کرتے رہے	اور یہ سمجھے	کہ نہ	ہوگی

تو انہوں نے ایک فریق کی تکذیب کی اور ایک گروہ کو قتل کرنے لگے۔ ﴿٧٠﴾ اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اس سے کوئی

فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا

فِتْنَةٌ	فَعَمُوْا	وَ	صَمُّوْا	ثُمَّ	تَابَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	ثُمَّ	عَمُوْا
کوئی خرابی	سو وہ اندھے ہوگئے	اور	بہرے ہوگئے	پھر	توجہ کی	اللہ نے	ان پر	پھر	اندھے ہوگئے

خرابی نہ ہوگی، سو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے، پھر اللہ اُن پر متوجہ ہوا، پھر اُن میں سے بہت سے لوگ اندھے

وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ

وَ	صَمُّوْا	كَثِيْرٌ	مِّنْهُمْ ؕ	وَ	اللّٰهُ	بَصِيْرٌۢ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾	لَقَدْ
اور	بہرے ہوگئے	بہت سے	ان میں سے	اور	اللہ	خوب دیکھنے والا	اسے جو	وہ کررہے ہیں	البتہ یقیناً

اور بہرے ہو گئے، اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں، اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔ ﴿٧١﴾ یقیناً

كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ

كَفَرَ	الَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْمَسِيْحُ	ابْنُ	مَرْيَمَ ؕ
کفر کیا	ان لوگوں نے	کہا انہوں نے	بیشک	اللہ	وہی	مسیح	بیٹا	مریم کا

اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہے،

وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ

وَ	قَالَ	الْمَسِيْحُ	يٰبَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	رَبِّيْ
اور	کہا	مسیح نے	اے بیٹو!	اسرائیل کے	عبادت کرو تم	اللہ کی	رب میرا

جبکہ خود مسیح نے کہا ہے کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کیا کرو جو کہ میرا بھی رب ہے

وَ رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَ	رَبَّكُمْ ؕ	اِنَّهٗ	مَنْ	يُّشْرِكْ	بِاللّٰهِ	فَقَدْ	حَرَّمَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِ
اور	رب تمہارا	بیشک حال یہ ہے	جو کوئی	شرک کرے گا	ساتھ اللہ کے	تو یقیناً	حرام کردی	اللہ نے	اس پر

اور تمہارا بھی رب ہے، جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے اُس پر اللہ نے جنت کو حرام

﴿٧٠﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے پاس پیغمبر بھیجے جانے اور اس پر بنی اسرائیل کے رویے کا ذکر کیا گیا ہے، دراصل بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ ان کی مرضی اور منشاء کیخلاف کوئی فتویٰ جاری نہ کیا جائے، کوئی ایسی بات نہ کی جائے جو ان کے نازک مزاج سے ٹکراتی ہو اور ان کی ہر خواہش پر عمل درآمد کیا جائے، پھر جب ان کی چاہت پر عمل نہ ہوتا تو وہ لوگ غصے میں آ کر پیغمبروں کو اپنے نشانے پر رکھ لیتے، کسی کی تکذیب کرتے اور کسی کو قتل کر کے ان کے خون سے ناحق اپنے ہاتھوں کو رنگین کر لیتے، عنقریب ان سے اس کے متعلق باز پرس کی جائیگی۔

﴿٧١﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ایک طرف تو انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور انہیں شہید کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا، اور دوسری طرف یہ سمجھتے رہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، گویا وہ ان جرائم کا ارتکاب کر کے اندھے بہرے ہو کر بیٹھ گئے، انہیں یہ احساس نہ ہوا کہ انہوں نے کتنے بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کیا ہے، ظاہر ہے کہ جب انسان بے حس ہو جائے تو معجزات دیکھ کر بھی اس کی پیشانی عرق آلود نہیں ہوتی، یہ تو اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کو ایک مرتبہ پھر اصلاح احوال کا موقع دیا اور وہ کچھ عرصے تک اپنی توبہ قائم رہے، بالآخر پھر اپنی اسی روش پر چل پڑے، یہاں تک کہ اللہ نے ان کے ہاتھوں سے سیادت اور قیادت کا اعزاز چھین کر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو عطا فرمادیا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

الْجَنَّةَ	وَ	مَاْوٰىهُ	النَّارُ ؕ	وَ	مَا	لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ	اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾
جنت	اور	اس کا ٹھکانہ	جہنم	اور	نہیں	ظالموں کا	سے	مدد کرنے والوں کے

قرار دے رکھا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ ﴿۷۲﴾

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا

لَقَدْ	كَفَرَ	الَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	ثَالِثُ	ثَلٰثَةٍ ۘ	وَ	مَا
البتہ یقیناً	کفر کیا	وہ لوگ جو	کہا انہوں نے	بیشک	اللہ	تیسرا	تین میں کا	اور	نہیں

یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے، حالانکہ

مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا

مِنْ	اِلٰهٍ	اِلَّآ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ ؕ	وَ	اِنْ	لَّمْ	يَنْتَهُوْا	عَمَّا
سے	کوئی معبود	مگر	معبود	ایک	اور	اگر	نہ	باز آئے وہ	اس سے جو

ایک اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے ہی نہیں، اگر وہ لوگ ان باتوں سے باز نہ آئے

يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

يَقُوْلُوْنَ	لَيَمَسَّنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾
وہ کہہ رہے ہیں	البتہ ضرور چھوئے گا	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	ان میں سے	عذاب	دردناک

جو وہ کہہ رہے ہیں تو اُن میں سے کفر کرنے والوں کو دردناک عذاب ضرور پہنچ کر رہے گا۔ ﴿۷۳﴾

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اَفَلَا	يَتُوْبُوْنَ	اِلَى	اللّٰهِ	وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ
تو کیوں نہیں	توبہ کرتے	طرف	اللہ کے	اور اس سے مغفرت طلب کرتے	اور اللہ	بہت بخشنے والا

تو یہ اللہ کے سامنے توبہ اور استغفار کیوں نہیں کرتے؟ جبکہ اللہ بہت بخشنے والا،

رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ

رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾	مَا	الْمَسِيْحُ	ابْنُ	مَرْيَمَ	اِلَّا	رَسُوْلٌ ۚ	قَدْ
نہایت مہربان	نہیں	مسیح	بیٹا	مریم کا	مگر	ایک پیغمبر	یقیناً

نہایت مہربان ہے۔ ﴿۷۴﴾ مسیح ابن مریم تو صرف پیغمبر ہیں، اُن سے

﴿۷۲﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا ہے جو الوہیت مسیح کے قائل ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عیسائی ہونے کا دعویٰ دار ہو لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتا ہو، وہ حقیقی عیسائی نہیں ہے، صرف نام کا عیسائی ہے، حقیقت میں وہ کافر ہے، کیونکہ اس کا یہ عقیدہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے متصادم ہے، وہ تو ہمیشہ اللہ کی وحدانیت اور عبادت کی تلقین کرتے رہے اور شرک کی ناپسندیدگی اور نفرت دلوں میں بٹھاتے رہے کہ مشرک پر جنت حرام ہے اور یہ لوگ کس قدر ڈھٹائی کے ساتھ کفر و شرک میں مبتلا ہیں، ان کے کافر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

﴿۷۳﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو کافر قرار دیا گیا ہے جو عقیدۂ تثلیث کے قائل ہیں یعنی ان کا یہ کہنا ہے کہ تین خداؤں سے مل کر ایک خدا بنتا ہے جن میں سے ایک اللہ، دوسرے مسیح اور تیسری مریم ہیں، یہ ایک تین ہیں اور تین ایک ہیں، یہ ایک ایسی لایعنی اور بیہودہ منطق ہے جو آج تک پوری توانائی اور ذہنی تازگی صرف کرنے کے باوجود کسی بھی دانشور کی سمجھ میں نہیں آسکی، اور نہ ہی تا صبح قیامت سمجھ میں آسکے گی، اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو اپنی اس بیہودگی سے باز آجانا چاہیے، اگر یہ لوگ باز نہ آئے تو دردناک عذاب کیلئے تیار ہو جائیں۔

﴿۷۴﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو توبہ و استغفار کا راستہ دکھایا ہے، لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ توبہ اور استغفار نہیں کرتے؟ حالانکہ اگر وہ توبہ اور استغفار کرنے لگیں تو اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا، بخشنے والا اور نہایت مہربان پائیں گے، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

باز آ، باز آ ہر آنچہ کردی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

یہاں یہ امر واضح کر لینا ضروری ہے کہ آیت میں توبہ اور استغفار کا الگ الگ ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے چنانچہ توبہ کیلئے بہت سی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو کہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷ کے ذیل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں، جب کہ استغفار کا تعلق زبان سے مغفرت طلب کرنے کے ساتھ ہوتا ہے، لہٰذا معنی یہ ہوا کہ دل سے توبہ بھی ضروری ہے اور زبان سے استغفار بھی ضروری ہے، کیونکہ زبان انسان کے دل کی ترجمان ہوتی ہے۔

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا

خَلَتْ	مِنْ	قَبْلِهِ	الرُّسُلُ	وَ	اُمُّهٗ	صِدِّيْقَةٌ	كَانَا
گزر چکے	سے	اس کے پہلے	بہت سے پیغمبر	اور	اس کی ماں	بہت سچی	تھے وہ دونوں

پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں، اُن کی والدہ "صدیقہ" ہیں، وہ دونوں

يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ

يَاْكُلٰنِ	الطَّعَامَ	اُنْظُرْ	كَيْفَ	نُبَيِّنُ	لَهُمُ	الْاٰيٰتِ	ثُمَّ	انْظُرْ
کھاتے	کھانا	آپ دیکھ لیجئے	کیسے	ہم بیان کرتے ہیں	ان کیلئے	آیتیں	پھر	دیکھ لیجئے

کھانا کھاتے تھے، آپ دیکھ لیجئے کہ ہم ان کیلئے اپنی آیات کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، پھر یہ بھی دیکھ لیجئے

اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝٧٥ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

اَنّٰى	يُؤْفَكُوْنَ ۝٧٥	قُلْ	اَتَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مَا	لَا
کہاں	وہ بہکے جارہے ہیں	تو کہہ	کیا تم عبادت کرتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے	وہ جو	نہیں

کہ وہ کہاں بہکے جا رہے ہیں؟ ۷۵ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے

يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٧٦

يَمْلِكُ	لَكُمْ	ضَرًّا	وَّ	لَا	نَفْعًا	وَاللّٰهُ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ۝٧٦
اختیار رکھتا	تمہارے لئے	کسی نقصان کا	اور	نہ	کسی نفع کا	اور اللہ	وہی	خوب سننے والا	جاننے والا

کسی نفع نقصان کے مالک نہیں، اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۷۶

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا

قُلْ	يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لَا	تَغْلُوْا	فِيْ	دِيْنِكُمْ	غَيْرَ	الْحَقِّ	وَ	لَا	تَتَّبِعُوْۤا
تو کہہ	اے اہل کتاب!	مت	مبالغہ آرائی کرو	بیچ	اپنے دین کے	علاوہ	حق کے	اور	مت	پیروی کرو

اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین کے معاملے میں ناحق مبالغہ آرائی نہ کرو، اور ایسی قوم کی

اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا

اَهْوَآءَ	قَوْمٍ	قَدْ	ضَلُّوْا	مِنْ	قَبْلُ	وَاَضَلُّوْا	كَثِيْرًا	وَّ	ضَلُّوْا
خواہشات کی	قوم کی جو	یقیناً	گمراہ ہو چکے	سے	پہلے	اور گمراہ کرچکے	بہت سوں کو	اور	بھٹک گئے

خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے، بہت سوں کو گمراہ کر چکے اور راہِ راست سے

۷۵ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا حقیقی مقام اور مرتبہ ذکر کر کے ان کی الوہیت کی تردید ایک عقلی دلیل سے کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اور ان کی والدہ کو "صدیقہ" قرار دیا گیا ہے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہزاروں لوگ رسالت کے منصب پر فائز ہوئے لیکن ان کی الوہیت کا کوئی بھی قائل نہیں، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی معبود نہیں ہو سکتے، جہاں تک تعلق ہے ان کی والدہ کا تو کسی خاتون کا معبود ہونا تو دور کی بات ہے، وہ تو منصب نبوت و رسالت سے بھی ایک درجہ پیچھے رکھی گئی ہے، حضرت مریم کو یہاں "صدیقہ" قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حامل نبوت نہ تھیں، کیونکہ مقام، مقام ذکر ہے، اگر اللہ نے انہیں اس منصب پر سرفراز کیا ہوتا تو کم از کم یہاں اس کا ذکر ضرور ہوتا، جو لوگ ان کی الوہیت کے قائل ہیں، وہ اس پہلو پر بھی غور کریں کہ یہ دونوں ماں بیٹے بھوک لگنے پر کھانا کھاتے تھے، جسے بھوک لگتی ہو، جس کے پاس بھوک مٹانے کیلئے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو کہ وہ کھانا کھائے اور جس کی غذا دنیا کی مادی چیزیں ہوں، وہ ان تمام چیزوں کا محتاج اور ضرورت مند ہوا، بلکہ ہر وہ چیز جو اس غذا کو اس تک پہنچانے، بنانے، تیار کرنے اور بھوک مٹانے کا ذریعہ اور سبب بنتی ہے، وہ ان کا بھی محتاج ہوا تو جس شخص میں "خواہ وہ کوئی بھی ہو" اس قدر احتیاج پائی جاتی ہو، کیا وہ معبود ہو سکتا ہے؟ اور کیا اسے اپنا خدا مان کر اس کے آگے سجدہ ریز ہونا جائز ہو سکتا ہے؟ سوچو، تم کہاں بہکے جا رہے ہو؟

۷۶ اس آیت مبارکہ میں ایک سوال ساری دنیا کے کافروں، مشرکوں اور بت پرستوں کے سامنے رکھا گیا ہے کہ کیا کوئی ایسا شخص یا جسم معبود بن سکتا ہے جو تمہارے کسی نفع نقصان کا مالک نہ ہو، جو تمہیں نفع پہنچا سکتا ہو اور نہ ہی نقصان؟ تمہارے جاندار اور بے جان معبود تمہارے نفع اور نقصان کے تو کیا مالک ہوتے، وہ تو اپنے نفع اور نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود تم اس قدر عاجز اور بے بس مخلوق کو اپنا معبود بنانے کیلئے تیار ہو، بھلا اس پہلو سے ان میں اور تمہارے درمیان کیا فرق ہے؟ جس طرح تم بے بس ہو، وہ بھی بے بس ہیں اور جس طرح وہ مخلوق ہیں، تم بھی اسی طرح مخلوق ہو، اگر تم خدا نہیں ہو اور نہ ہی تم اس کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر ان کی خدائی کا قائل ہونے سے پہلے تم اپنی عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟

ع ١٠ ١١ ١٤

عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ

عَنْ	سَوَآءِ	السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾	لُعِنَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْۢ	بَنِيْٓ
سے	سیدھے	راستے کے	لعنت کیے گئے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	سے	بیٹوں کے

بھٹک چکے۔ [٧٧] بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا،

اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ

اِسْرَآءِيْلَ	عَلٰى	لِسَانِ	دَاوٗدَ	وَعِيْسَى	ابْنِ	مَرْيَمَ ؕ	ذٰلِكَ
اسرائیل کے	پر	زبان کے	داؤد کی	اور عیسیٰ کی	بیٹا	مریم کا	وہ

اُن پر داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کی زبانی لعنت کی گئی، یہ اس وجہ سے

بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٨﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ

بِمَا	عَصَوْا	وَّ	كَانُوْا	يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٨﴾	كَانُوْا	لَا	يَتَنَاهَوْنَ	عَنْ
اس وجہ سے جو	نافرمانی کی انہوں نے	اور	وہ تھے	حد سے تجاوز کرتے	وہ تھے	نہ	ایکدوسرے کو منع کرتے	سے

کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے رہے۔ [٧٨] وہ ایک دوسرے کو اس برائی سے نہیں

مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَرٰى كَثِيْرًا

مُّنْكَرٍ	فَعَلُوْهُ ؕ	لَبِئْسَ	مَا	كَانُوْا	يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾	تَرٰى	كَثِيْرًا
برائی کے	انہوں نے وہ کی	البتہ بہت برا ہے	وہ جو	تھے وہ	کرتے رہے	آپ دیکھیں گے	بہت سوں کو

روکتے تھے جو وہ کررہے ہوتے تھے، یقیناً جو کچھ وہ کرتے تھے، بہت برا تھا۔ [٧٩] آپ اُن میں سے بہت سوں

مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ

مِّنْهُمْ	يَتَوَلَّوْنَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ؕ	لَبِئْسَ	مَا	قَدَّمَتْ	لَهُمْ
ان میں سے	دوستی کرتے ہیں	ان لوگوں سے	کفر کیا انہوں نے	البتہ بہت برا ہے	وہ جو	آگے بھیجا	ان کیلئے

کو دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، یقیناً جو کچھ انہوں نے اپنے لیے آگے بھیجا،

اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ

اَنْفُسُهُمْ	اَنْ	سَخِطَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	وَ	فِي	الْعَذَابِ	هُمْ
ان کی جانوں نے	یہ کہ	ناراض ہوا	اللہ	ان پر	اور	بیچ	عذاب کے	وہ

وہ بہت برا ہے کہ اللہ اُن سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں گرفتار

[٧٧] اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کو مخاطب کرکے دو چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ایک تو غلو سے جس کی ممانعت سورۂ نساء کی آیت نمبر ١٧١ میں بھی ہو چکی ہے اور دوسرے گمراہ لوگوں کی اندھی تقلید سے، کیونکہ جو لوگ خود گمراہ ہوں اور اس سے پہلے بھی بہت سی خلقت کو گمراہ کرچکے ہوں، وہ گمراہی پھیلانے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے، ایسے لوگوں کی ہم نشینی تو کیا، سائے سے بھی دور بھاگنا چاہیے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اندھی عقیدت ہی انسان کو اندھی تقلید پر آمادہ کرتی ہے، اس لیے آیت میں غلو کی ممانعت فرما کر پہلے اندھی عقیدت کا راستہ روکا گیا اور اس کے بعد اندھی تقلید کی ممانعت کی گئی۔ واللہ اعلم۔

[٧٨] اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے ان لوگوں پر حضرت داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت بھیجے جانے اور انہیں ملعون قرار دینے کا ذکر کیا گیا ہے، جنہوں نے کفر کا راستہ منتخب کرلیا، ان پر یہ لعنت ان کی اپنی نافرمانی اور حد سے آگے بڑھ جانے پر کی گئی تھی، ظاہر ہے کہ کفر و عصیان حق تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا سبب ہی ہوسکتا ہے، رہا یہ سوال کہ یہاں خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب امام رازیؒ نے یہ دیا ہے کہ اس آیت کا مصداق اصحاب السبت اور اصحاب المائدۃ ہیں، اصحاب السبت سے مراد ایلہ کے رہنے والے وہ لوگ ہیں جو ممانعت کے باوجود حیلوں بہانوں سے ہفتہ کے دن مچھلی شکار کرلیتے تھے، یہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم سے تعلق رکھتے تھے، سمجھانے بجھانے کے باوجود جب یہ لوگ باز نہ آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی "اللھم العنھم واجعلھم آیۃ" اور اصحاب المائدۃ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے جن کی نافرمانی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے دعا کی "اللھم العنھم کما لعنت اصحاب السبت" غالباً اسی مناسبت سے یہاں ان دونوں بزرگوں کا خصوصیت کے ساتھ نام لیا گیا ہے۔

[٧٩] اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل پر لعنت کا ایک اور سبب بیان کیا گیا ہے کہ وہ نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو بھلا بیٹھے تھے، انہوں نے ایک دوسرے کو گناہوں اور برائیوں سے روکنا چھوڑ دیا تھا، جس کی وجہ سے ان لوگوں میں گناہ کی برائی اور اس کی قباحت باقی نہیں رہی تھی اور اصول یہ ہے کہ اگر انسان کسی کام کو گناہ سمجھتا ہے لیکن نفس یا شیطان کے تقاضے سے مغلوب ہوکر وہ گناہ کر بیٹھتا ہے تو اسے جلد یا بدیر توبہ کی توفیق مل ہی جاتی ہے لیکن اگر وہ گناہ کو گناہ سمجھنا ہی چھوڑ دے تو پھر توبہ کس چیز پر کرے گا؟ ظاہر ہے کہ اس طرح گناہ کے اثرات اور اس کا دائرہ مزید وسیع ہوگا اور وہ اللہ کے عذاب کا سبب بنے گا۔

خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ

خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾	وَ	لَوْ	كَانُوْا	يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	النَّبِيِّ	وَ	مَآ	اُنْزِلَ
ہمیشہ رہنے والے	اور	اگر	وہ ہوتے	ایمان لاتے	اللہ پر	اور	نبی پر	اور	وہ جو	نازل کیا گیا

رہیں گے۔ ﴿٨٠﴾ اگر وہ اللہ پر، اُس کے نبی پر اور جو کچھ اُن پر نازل ہوا، اس پر ایمان

اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

اِلَيْهِ	مَا	اتَّخَذُوْهُمْ	اَوْلِيَآءَ	وَ	لٰكِنَّ	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ
اس کیطرف	نہ	وہ انہیں بناتے	بہت سے دوست	اور	لیکن	بہت سے	ان میں سے

لائے ہوتے تو کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ

فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾	لَتَجِدَنَّ	اَشَدَّ	النَّاسِ	عَدَاوَةً	لِّلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
نافرمانی کرنے والے	البتہ آپ ضرور پائیں گے	زیادہ سخت	لوگوں سے	دشمنی میں	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے

نافرمان ہیں۔ ﴿٨١﴾ یقیناً آپ تمام لوگوں میں اہلِ ایمان کا سب سے سخت دشمن یہودیوں اور

الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ج وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً

الْيَهُوْدَ	وَ	الَّذِيْنَ	اَشْرَكُوْا ج	وَ	لَتَجِدَنَّ	اَقْرَبَهُمْ	مَّوَدَّةً
یہودیوں کو	اور	وہ لوگ جو	شرک کیا انہوں نے	اور	البتہ آپ ضرور پائیں گے	ان میں زیادہ قریب	دوستی میں

مشرکوں کو پائیں گے، اور یقیناً آپ دوستی کے معاملے میں اہلِ ایمان کے سب سے زیادہ قریب

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ط ذٰلِكَ بِاَنَّ

لِّلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	الَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّا	نَصٰرٰى ط	ذٰلِكَ	بِاَنَّ
ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے	وہ لوگ جو	کہا انہوں نے	بیشک ہم	عیسائی ہیں	وہ	اس وجہ سے کہ بیشک

اُن لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں، یہ اس وجہ سے کہ ان میں

مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

مِنْهُمْ	قِسِّيْسِيْنَ	وَ	رُهْبَانًا	وَّاَنَّهُمْ	لَا	يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾
ان میں سے	علماء	اور	عبادت گذار	اور یہ کہ بیشک وہ	نہیں	تکبر کرتے

علماء اور عبادت گذار لوگ موجود ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ ﴿٨٢﴾

﴿٨٠﴾ اس آیت مبارکہ میں یہود مدینہ کی مشرکین سے دوستی کا ذکر ہے کہ وہ اہل کتاب ہونے کے باوجود مشرکوں اور بت پرستوں سے دوستی کر کے مسلمانوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کرنا چاہتے ہیں، ان کی یہ حرکت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب اور جہنم کے دائمی عذاب کا ذریعہ بنے گی، کیونکہ انہوں نے جو اعمال اپنے لیے آگے بھیجے ہیں، بدقسمتی سے وہ اچھے نہیں ہیں، ان میں اسلام اور صاحب اسلام کے خلاف سازشیں، کافروں سے ساز باز اور خود اپنے انبیاء کی تعلیمات سے انحراف جیسے اعمال ان کی تباہی کا ذریعہ بنیں گے۔

﴿٨١﴾ اس آیت مبارکہ میں لفظ "النبی" کا مصداق متعین کرنے میں مفسرین کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر بنی اسرائیل حقیقت میں مؤمن ہوتے، انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا یقین ہوتا اور وہ ان کی تعلیمات پر ایمان لائے ہوتے تو آج وہ مشرکین سے دوستی نہ کر رہے ہوتے اور مسلمانوں کے خلاف ان کے ساتھ ساز باز نہ کر رہے ہوتے، دوسرے یہ کہ اس کا مصداق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہودی لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تعلیمات پر ایمان لے آتے تو آج وہ ان کے خلاف کافروں کے ساتھ مل کر متحدہ محاذ قائم نہ کر رہے ہوتے، لیکن چونکہ یہ لوگ ایسا کر رہے ہیں اس لیے حقیقت میں یہ لوگ مؤمن نہیں، اگرچہ ظاہری طور پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہوں جیسا کہ منافقین کرتے ہیں۔

﴿٨٢﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو تین گروہوں کے متعلق نام لیکر بتا دیا گیا ہے کہ ان میں سے کون سا گروہ ان کا سب سے زیادہ سخت دشمن ہے اور کون سا گروہ ان کے زیادہ قریب ہے، پہلا گروہ یہودیوں کا ہے، یہ لوگ مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں، انہوں نے اپنی دشمنی کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، انہوں نے ہر زمانے میں مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر کے اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش کی اور دجال کے آنے تک کرتے رہیں گے، اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہودی مسلمانوں کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں تو یہ اس کی خوش فہمی ہے، ورنہ صرف فلسطین اور مقبوضہ بیت المقدس کے حالات ہی انسان کا ضمیر جھنجھوڑنے کیلئے کافی ہیں، دوسرا گروہ مشرکین کا ہے، دنیا کے کسی ملک کے مشرک یہ تسلیم کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہیں کہ معبودِ حقیقی صرف ایک ہے، وہ اپنے جاندار یا بے جان خداؤں کی بے بسی ماننے کیلئے آمادہ نہیں، بلکہ اگر کوئی ان کے خداؤں کی بے بسی کو ظاہر کرے تو وہ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور دشمنی میں شائستگی اور تہذیب کی ہر حد پھلانگ جاتے ہیں، ہمارے پڑوس ہندوستان میں آئے روز اس کے وحشیانہ مناظر سامنے آتے رہتے ہیں، تیسرا گروہ عیسائیوں کا ہے، انہیں پہلے دونوں گروہوں کی نسبت زیادہ بہتر قرار دیا گیا ہے، یہ لوگ نسبتاً زیادہ جلدی حق کو قبول کر لیتے ہیں، ان میں مسلمانوں کے خلاف وہ عداوت اور دشمنی نہیں ہے جو پہلے دو گروہوں میں ہے، یہ لوگ نسبتاً مسلمانوں کے حق میں نرم دل اور جلد مانوس ہو جانے والے ہیں، اس آیت میں اس کی تین وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) ان میں اہل علم حضرات موجود ہیں، یعنی علمی اعتبار سے ابھی ان میں زندگی کی رمق موجود ہے۔ (۲) ان میں تارک الدنیا عبادت گذار موجود ہیں، یعنی عملی اعتبار سے بھی یہ لوگ ابھی زندہ ہیں۔ (۳) یہ لوگ خود پسندی اور غرور و تکبر کے مرض میں مبتلا نہیں ہیں، عام طور پر انسان کو جہالت، دنیا کی محبت اور خود کو بڑا سمجھنے کے جذبات ہی حق بات قبول کرنے سے روکتے ہیں اور وہ ان لوگوں میں نہیں پائے جاتے اس لیے یہ لوگ مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں اور حق کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ

وَ	اِذَا	سَمِعُوْا	مَآ	اُنْزِلَ	اِلَى	الرَّسُوْلِ	تَرٰٓى	اَعْيُنَهُمْ	تَفِيْضُ	مِنَ
اور	جب	وہ سنتے ہیں	وہ جو	نازل کیا گیا	طرف	پیغمبر (ﷺ)	آپ دیکھیں گے	ان کی آنکھوں کو	بہتی ہیں وہ	سے

اور جب وہ پیغمبر (ﷺ) پر نازل ہونے والے کلام کو سنتے ہیں تو آپ اُن کی آنکھوں کو آنسوؤں سے جھلملاتا ہوا

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ

الدَّمْعِ	مِمَّا	عَرَفُوْا	مِنَ	الْحَقِّ ۚ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	اٰمَنَّا	فَاكْتُبْنَا	مَعَ
آنسو کے	اس سے جو	پہچان لیا انہوں نے	سے	حق کے	وہ کہتے ہیں	اے ہمارے پروردگار!	ہم ایمان لے آئے	تو تو ہمیں لکھ دے	ساتھ

دیکھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ پروردگار! ہم ایمان لے آئے ، سو تو ہمیں گواہی دینے والوں کے

الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ

الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٣﴾	وَ	مَا	لَنَا	لَا	نُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَمَا	جَآءَنَا	مِنَ	الْحَقِّ ۙ
گواہی دینے والوں کے	اور	کیا ہوا	ہمیں	نہ	ایمان لائیں ہم	اللہ پر	اور وہ جو	ہمارے پاس آیا	سے	حق کے

ساتھ لکھ لے۔ ﴿٨٣﴾ اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں، اور اُس حق پر جو ہمارے پاس آچکا،

وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا

وَ	نَطْمَعُ	اَنْ	يُّدْخِلَنَا	رَبُّنَا	مَعَ	الْقَوْمِ	الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٤﴾	فَاَثَابَهُمُ	اللّٰهُ	بِمَا
اور	ہم امید رکھتے ہیں	یہ کہ	ہمیں داخل کرے گا	ہمارا رب	ساتھ	قوم کے	نیکی کرنے والے	سو انہیں بدلہ دیا	اللہ نے	بدلے اس کے جو

اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں میں داخل فرمائے گا۔ ﴿٨٤﴾ سو اللہ نے اُن کے اِس قول کے بدلے

قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ جَزَآءُ

قَالُوْا	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ۗ	وَ	ذٰلِكَ	جَزَآءُ
انہوں نے کہا	باغات	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	اور	وہ	بدلہ

انہیں ایسے باغات عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی نیکو کاروں کا

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٥﴾	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَآ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ
نیکوکاروں کا	اور	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	وہی لوگ	ساتھی

بدلہ ہے۔ ﴿٨٥﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی، وہی لوگ

﴿٨٣﴾ اس آیت مبارکہ میں قبول حق کی استعداد رکھنے والے عیسائیوں کی قلبی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت سن کر اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رہتا، وہ حق کو پہچان لیتے ہیں اور ان کی زبان پر بے ساختہ ایمان جاری ہو جاتا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر عیسائی کو یہی قلبی کیفیت حاصل ہو، خاص طور پر جبکہ وہ صرف نام کا عیسائی ہو، اور حقیقت میں وہ دہریہ ہو، بلکہ اس کیفیت کیلئے حق کی معرفت حاصل ہونا بھی ضروری ہے اور گزشتہ آیت میں ذکر کی گئی تین وجوہات کا پایا جانا بھی ضروری ہے جیسا کہ شاہ حبشہ کی مثال ہے۔

﴿٨٤﴾ اس آیت مبارکہ میں حق قبول کر لینے والوں کا نہایت قابلِ قدر جملہ بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے پاس حق آچکا ہے، اب بھی اگر ہم ایمان نہ لائیں تو اس کا کیا جواز اور توجیہہ پیش کی جاسکتی ہے؟ کیونکہ جب حق آشکارا ہو جائے تو پھر حق یہی بنتا ہے کہ اسی کی پیروی کی جائے، سو ہم ایمان لاتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ پروردگار ہمیں نیک لوگوں کے زمرے میں شامل فرمائے گا اور سابقہ کوتاہیوں اور گناہوں سے درگزر فرمائے گا۔

﴿٨٥﴾ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ جماعت کے اجر و ثواب اور بدلے کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قبولِ ایمان سے خوش ہوکر ان سے وعدہ فرماتا ہے کہ انہیں ہمیشہ رہنے والے ایسے باغات عطا فرمائے گا جہاں سے انہیں کبھی نہ نکالا جائیگا، وہاں انہیں ہر طرح کا خوشنما منظر تازگی اور فرحت بخشے گا، بہتی ہوئی نہریں، پھلوں کے جھکتے ہوئے خوشے اور گچھے اور مہربان رب، انسان کو اور کیا چاہیے۔

اَلْجَحِیْمِ ﴿۸۶﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ

اَلْجَحِیْمِ ﴿۸۶﴾	یٰۤاَیُّهَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تُحَرِّمُوْا	طَیِّبٰتِ	مَاۤ	اَحَلَّ	اللّٰهُ
جہنم کے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	حرام کرو	پاکیزہ چیزیں	وہ جو	حلال کیں	اللہ نے

اہلِ جہنم ہیں۔ ﴿۸۶﴾ اے اہلِ ایمان! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام مت ٹھہراؤ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال

لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا

لَكُمْ	وَلَا	تَعْتَدُوْا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	یُحِبُّ	الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾	وَ	كُلُوْا	مِمَّا
تمہارے لئے	اور مت	حد سے تجاوز کرو	بیشک	اللہ	نہیں	پسند کرتا	حد سے تجاوز کرنے والوں کو	اور	کھاؤ تم	اس میں سے جو

کر رکھی ہیں، اور حد سے تجاوز نہ کرو، کیونکہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿۸۷﴾ اور اللہ نے تمہیں حلال

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ	حَلٰلًا	طَیِّبًا ۪	وَّاتَّقُوا	اللّٰهَ	الَّذِیْۤ	اَنْتُمْ	بِهٖ	مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾
تمہیں دیا	اللہ نے	حلال	پاکیزہ	اور ڈرو	اللہ سے	وہ جو	تم	اس پر	ایمان لانے والے

اور پاکیزہ چیزیں جو عطا فرمائی ہیں، انہیں کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔ ﴿۸۸﴾

لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ

لَا	یُؤَاخِذُكُمُ	اللّٰهُ	بِاللَّغْوِ	فِیْۤ	اَیْمَانِكُمْ	وَلٰكِنْ	یُّؤَاخِذُكُمْ	بِمَا	عَقَّدْتُّمُ
نہیں	تمہاری پکڑ کرے گا	اللہ	بیہودگی پر	بیچ	تمہاری قسموں کے	اور لیکن	وہ تمہاری پکڑ کرے گا	اس پر جو	تم نے مضبوط کیا ہو

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں فرمائے گا، البتہ اُن قسموں پر ضرور پکڑ کرے گا جنہیں تم نے مضبوط

الْاَیْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا

الْاَیْمَانَ ۚ	فَكَفَّارَتُهٗۤ	اِطْعَامُ	عَشَرَةِ	مَسٰكِیْنَ	مِنْ	اَوْسَطِ	مَا
قسموں کو	تو اس کا کفارہ	کھانا کھلانا	دس	مسکینوں کو	سے	درمیانہ درجہ	وہ جو

باندھا ہو گا، سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم

تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ

تُطْعِمُوْنَ	اَهْلِیْكُمْ	اَوْ	كِسْوَتُهُمْ	اَوْ	تَحْرِیْرُ	رَقَبَةٍ ؕ	فَمَنْ	لَّمْ	یَجِدْ
تم کھلاتے ہو	اپنے گھر والوں کو	یا	انہیں کپڑے پہنانا	یا	آزاد کرنا	ایک غلام کو	تو جو کوئی	نہ	پائے

اپنے اہلِ خانہ کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہنانا ہے، یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، پھر جس شخص کو یہ میسر نہ ہو

ع ۱۱ ۹ ۱

﴿۸۶﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں اور تکذیب کرنے والوں کو اہل جہنم قرار دیا گیا ہے، اس سے پہلے چونکہ اہل جنت کا ذکر ہوا تھا، اس لیے مناسب ہوا کہ اہل جہنم کا بھی ذکر کر دیا جائے، نیز یہاں سے ایک سوال کا جواب بھی مل گیا کہ اگر کوئی شخص عیسائی ہو لیکن اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتا، قرآن کریم کی تکذیب کرتا اور کفر کی دلدل میں دھنسا ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ سو معلوم ہو گیا کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے، صرف عیسائی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ ہو اور جنت کا مستحق بھی ہو۔ ﴿۸۷﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے دو چیزوں سے روکا گیا ہے، ایک تو یہ کہ اللہ نے جو چیزیں تمہارے لیے حلال کر رکھی ہیں، تم انہیں حرام قرار مت دو، وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی بھی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا حق اور اختیار صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کے پاس ہے، اگر کوئی شخص اس میں مداخلت کرتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ وہ خدائی اختیارات میں مداخلت کر رہا ہے، ظاہر ہے کہ یہ چیز انسان کو ایمان کے دائرے سے باہر نکال دے گی، اس لیے یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جس چیز کو حلال قرار دے دیا، اسے دنیا کا کوئی مفتی، خطیب، مفسر، مصنف اور علامہ حرام قرار نہیں دے سکتا، نیز اللہ اور اس کے رسول نے جس چیز کو حرام قرار دے دیا، اسے کوئی حلال قرار نہیں دے سکتا، البتہ اس کی دو صورتیں اور بھی ہیں۔ (۱) انسان کسی حلال چیز کو حرام تو نہیں سمجھتا، البتہ کسی خاص وجہ سے منت مان لیتا ہے کہ میں فلاں چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں، جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے منت کے ذریعے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام کر لیا تھا۔ (۲) انسان کسی وجہ سے اس چیز کا استعمال ترک کر دیتا ہے مثلاً وہ اس کی طبیعت کو موافق نہیں آتی یا ڈاکٹر نے اس کے استعمال سے اسے روک دیا ہو، یا وہ زہد و ورع کی بناء پر خود ہی اسے چھوڑ دے، زیر تذکرہ آیت ان دونوں صورتوں کو شامل نہیں ہے، اس آیت میں دوسری ممانعت "حد سے تجاوز کرنے کی ہے"، یہ ایک ایسا عنوان ہے جس کے مختلف پہلو ہو سکتے ہیں، مثلاً حلال میں اس قدر آگے بڑھ جانا کہ زندگی ہی کھانے پینے کیلئے وقف ہو جائے، چنانچہ بعض لوگ اتنا کھاتے ہیں کہ تھک جاتے ہیں اور جب تھک جاتے ہیں تو دوبارہ کھانا شروع کر دیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو کھانا کھانے کیلئے زندہ رہتے ہیں، اسی طرح جس چیز کی خواہش پیدا ہو، اسے فوراً پورا کر لیا، اس کا منفی پہلو یہ ہو سکتا ہے کہ انسان حلال کو بھی حرام کی طرح بنا لے، وہم کی بنیاد پر حلال چیزوں سے اسی طرح بچے جیسے حرام سے بچا جاتا ہے اور انسان حد اعتدال سے نکل جائے، ایسے لوگ اللہ کو پسند نہیں آتے، انسان کو ہر حال میں معتدل مزاج ہونا چاہیے۔ ﴿۸۸﴾ اس آیت مبارکہ میں حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے، آیت کا منشا یہ نہیں ہے کہ انسان کیلئے ہر حلال چیز کھانا واجب ہے اس لیے کہ بہت سی حلال چیزیں ایسی ہیں جنہیں انسان نہیں کھاتا مثلاً اس کے پاس اتنی رقم نہیں ہوتی کہ وہ اسے کھا سکے، چنانچہ مہنگائی کے اس دور میں غریب تو رہا ایک طرف، متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا آدمی بھی بہت سی حلال چیزیں قوت خرید نہ ہونے کی وجہ سے صرف دیکھتا ہے یا کبھی کبھار چکھ لیتا ہے، یا مالدار ہونے کے باوجود اس کی صحت اسے بہت سی حلال چیزیں کھانے پینے کی اجازت نہیں دیتی اور وہ انہیں صرف حسرت کے ساتھ دیکھ سکتا ہے، اس لیے آیت کا منشا یہ ہے کہ تم جو چیز بھی کھاؤ، اس کا حلال ہونا ضروری ہے، حرام کا ایک لقمہ بھی تمہارے حلق سے نیچے نہ اترنے پائے۔ واللہ اعلم۔

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا

فَصِيَامُ	ثَلٰثَةِ	اَيَّامٍ	ذٰلِكَ	كَفَّارَةُ	اَيْمَانِكُمْ	اِذَا	حَلَفْتُمْ	وَاحْفَظُوْٓا
تو روزے رکھنا	تین	دن کے	وہ	کفارہ	تمہاری قسموں کا	جب	تم قسم کھالو	اور حفاظت کرو

تو تین دن کے روزے رکھنا ہوں گے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم اٹھا لو، اور اپنی قسموں کی

اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

اَيْمَانَكُمْ	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اٰيٰتِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾	يٰٓاَيُّهَا
اپنی قسموں کی	اسی طرح	بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	اپنی آیتیں	تاکہ تم	شکر کرتے رہو	اے

حفاظت کیا کرو، اسی طرح اللہ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔ ﴿۸۹﴾ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّمَا	الْخَمْرُ	وَالْمَيْسِرُ	وَ	الْاَنْصَابُ	وَ	الْاَزْلَامُ	رِجْسٌ
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	وہ تو صرف	شراب	اور جوا	اور	نصب شدہ بت	اور	جوئے کے تیر	گندگی

اہلِ ایمان! شراب، جُوا، بت اور جوئے کے تیر تو محض گندگی،

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ

مِّنْ	عَمَلِ	الشَّيْطٰنِ	فَاجْتَنِبُوْهُ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾	اِنَّمَا	يُرِيْدُ
سے	عمل کے	شیطانی	تو تم اس سے بچو	تاکہ تم	کامیاب ہو جاؤ	وہ تو صرف	چاہتا ہے

اور شیطانی عمل ہیں اس لیے تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ﴿۹۰﴾ شیطان تو

الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

الشَّيْطٰنُ	اَنْ	يُّوْقِعَ	بَيْنَكُمُ	الْعَدَاوَةَ	وَالْبَغْضَآءَ	فِي	الْخَمْرِ	وَالْمَيْسِرِ
شیطان	یہ کہ	ڈال دے	تمہارے درمیان	دشمنی	اور نفرت	بیچ	شراب کے	اور جوئے کے

چاہتا ہی یہ ہے کہ شراب اور جوئے کے معاملے میں تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کر دے

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

وَ	يَصُدَّكُمْ	عَنْ	ذِكْرِ	اللّٰهِ	وَ	عَنِ	الصَّلٰوةِ	فَهَلْ	اَنْتُمْ	مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾
اور	روک دے تمہیں	سے	یاد	اللہ کی	اور	سے	نماز کے	تو کیا	تم ہو	باز آنے والے

اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، تو کیا اب بھی تم باز آؤ گے؟ ﴿۹۱﴾

﴿۸۹﴾ اس آیت مبارکہ میں قسم کی مختلف صورتیں، ان کا حکم اور کفارہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یہ مضمون سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۲۵ میں مفصل گزر چکا ہے، اس لیے اس کے تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ وہیں ملاحظہ فرمایئے۔ ﴿۹۰﴾ اس آیت مبارکہ میں شراب، جوا، بتوں اور پانسے کے تیروں کو "رجس" قرار دیا گیا ہے جو کہ حرمت سے بھی اگلا درجہ ہے، معنی یہ ہے کہ یہ سب چیزیں حرام اور اپنی ذات کے اعتبار سے اس قدر گندی ہیں کہ کبھی پاک نہیں ہو سکتیں، اس سے پہلے بھی شراب اور جوئے سے متعلق بعض آیات نازل ہو چکی تھیں، چنانچہ سب سے پہلے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۱۹ میں فرمایا گیا کہ "ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے" اس آیت کے نزول کے بعد کچھ لوگوں نے اس جملے "ان دونوں کا گناہ بہت بڑا ہے" کی وجہ سے شراب کو چھوڑ دیا اور کچھ لوگ دوسرے جملے کی وجہ سے اسے پیتے رہے کہ "اس میں لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں" پھر سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴۳ نازل ہوئی جس میں اوقات نماز میں نشے کو حرام قرار دے دیا گیا، اس پر لوگوں کی ایک جماعت نے شراب کو اپنے اوپر حرام قرار دے دیا اور کہنے لگے کہ اس چیز میں کوئی خیر نہیں ہو سکتی جو ہمارے اور نماز کے درمیان حائل ہو جائے، بعض لوگوں نے اوقاتِ نماز میں اسے ترک کرنے کا اہتمام شروع کر دیا چنانچہ ان میں سے کوئی آدمی نماز عشاء کے بعد شراب پی لیتا اور جب صبح ہوتی تو اس وقت تک اس کا نشہ زائل ہو چکا ہوتا تھا اور کوئی آدمی فجر کے بعد پی لیتا تو ظہر تک اس کا نشہ ٹوٹ چکا ہوتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۰-۹۱ نازل فرما کر شراب کو ہمیشہ کیلئے گندگی اور شیطانی عمل قرار دیتے ہوئے اس سے اجتناب کرنے کا حکم دے دیا، مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت غزوۂ احزاب کے چند دن بعد ہی نازل ہوگئی تھی، جو کہ صحیح تر قول کے مطابق ۵ھ میں پیش آیا تھا، اس لیے یوں کہا جا سکتا ہے کہ پانچ سال تک مسلمانوں کی ذہن سازی کرنے کے بعد شراب کو حرام قرار دیا گیا جس میں اس دوران پیش آنے والے بہت سے اہم واقعات سے مدد بھی ملی، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے نشے سے مغلوب ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دو اونٹنیاں ذبح کر ڈالی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے دعوت ولیمہ کرنے کا سوچ رہے تھے، اسی طرح ایک دعوت کے موقع پر شراب پی گئی، نماز کا وقت ہوا تو امام صاحب سے دورانِ تلاوت سورۂ کافرون میں بہت بھاری غلطی ہوگئی، جس کی وجہ سے آیت کا سارا مفہوم ہی تبدیل ہو گیا، ایک دن ایسا بھی ہوا کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے دعوت کی، جس میں بہت سے لوگ شریک تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، مہمانوں کیلئے اونٹ کی سری بھونی گئی، کھانے کے بعد شراب کا دور چلا اس کا نشہ لوگوں پر چھا گیا، اسی حالت میں ایک آدمی نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھائی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سر پر دے ماری، جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سارا واقعہ کہہ سنایا، اب حالات ساز گار ہو چکے تھے اور ذہن سازی کر لی گئی تھی لہٰذا زیر تذکرہ آیت کے ذریعے شراب کو ہمیشہ کیلئے حرام قرار دے دیا گیا، مزید تفصیلات کیلئے اس ناکارہ کی کتاب جواہر الحدیث کی پانچویں جلد ملاحظہ فرمایئے۔ ﴿۹۱﴾ اس آیت مبارکہ میں شراب اور جوئے کی چند خرابیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہاں ان کا تذکرہ حق تعالیٰ کے نزدیک ان کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ اس کی ظاہری خرابی تو یہ ہے کہ دلوں میں عداوت، کدورت اور بغض پیدا ہوتا =

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا

وَاَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَاَطِيْعُوا	الرَّسُوْلَ	وَاحْذَرُوْا ۚ	فَاِنْ	تَوَلَّيْتُمْ	فَاعْلَمُوْٓا
اوراطاعت کرو	اللہ کی	اوراطاعت کرو	پیغمبر (ﷺ) کی	اور بچو	پھر اگر	تم نے منہ موڑا	تو جان رکھو

اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو، اور احتیاط کرتے رہو، پھر اگر تم نے منہ موڑ لیا تو جان رکھو

اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اَنَّمَا	عَلٰى	رَسُوْلِنَا	الْبَلٰغُ	الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾	لَيْسَ	عَلَى	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا
وہ تو صرف	پر	ہمارے پیغمبر کے	پہنچا دینا	کھلم کھلا	نہیں	پر	ان لوگوں کے جو	ایمان لائے	اور	انہوں نے عمل کیے

کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔ ﴿۹۲﴾ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے

الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ	جُنَاحٌ	فِيْمَا	طَعِمُوْٓا	اِذَا مَا	اتَّقَوْا	وَّاٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
اچھے	کوئی حرج	اس میں جو	وہ کھا چکے	جبکہ	وہ ڈریں	اور ایمان لائیں	اور عمل کریں

اُن پر اس چیز کے حوالے سے کوئی گناہ نہیں ہے جو وہ پہلے کھا چکے ہوں، جبکہ وہ تقویٰ اختیار کرلیں، ایمان لے آئیں اور نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

الصّٰلِحٰتِ	ثُمَّ	اتَّقَوْا	وَّ	اٰمَنُوْا	ثُمَّ	اتَّقَوْا	وَّاَحْسَنُوْا ؕ	وَ	اللّٰهُ	يُحِبُّ
اچھے	پھر	ڈریں	اور	ایمان لائیں	پھر	ڈریں	اور نیکی کرتے رہیں	اور	اللہ	پسند کرتا ہے

کرنے لگیں، پھر ڈرتے رہیں اور ایمان پر جمے رہیں، پھر تقویٰ پر قائم رہیں اور نیکی کرتے رہیں، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ؏ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ؏	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَيَبْلُوَنَّكُمُ	اللّٰهُ	بِشَيْءٍ	مِّنَ
نیکی کرنے والوں کو	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	البتہ ضرور آزمائیگا تمہیں	اللہ	ساتھ تھوڑی چیز کے	سے

پسند فرماتا ہے۔ ﴿۹۳﴾ اے اہلِ ایمان! اللہ شکار کے حوالے سے تمہیں تھوڑا سا ضرور

الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ

الصَّيْدِ	تَنَالُهٗٓ	اَيْدِيْكُمْ	وَ	رِمَاحُكُمْ	لِيَعْلَمَ	اللّٰهُ	مَنْ	يَّخَافُهٗ	بِالْغَيْبِ
شکار کے	حاصل کریں اسے	تمہارے ہاتھ	اور	تمہارے نیزے	تاکہ جان لے	اللہ	کون	اس سے ڈرتا ہے	بن دیکھے

آزمائے گا جسے تمہارے ہاتھوں اور نیزوں نے حاصل کیا ہو، تاکہ اللہ جان لے کہ کون اُس سے بن دیکھے ڈرتا ہے؟

= ہے، کوئی لاکھ کہے کہ میرے ساتھ تو ایسا کچھ نہیں ہے، لیکن حقیقت وہی ہے جو رب العالمین نے بیان کی ہے، اس کے نتیجے میں ایسی عداوت اور کدورت پیدا ہو جاتی ہے جو سالہا سال تک دلوں سے نہیں نکلتی بلکہ بعض اوقات تو قتل وخون ریزی تک بات پہنچ جاتی ہے اور باطنی خرابی یہ ہے کہ انسان ذکر اللہ سے غافل ہو جاتا ہے، ظاہر ہے کہ انسان شراب پی کر نماز پڑھنے تو نہیں جائیگا، وہ اپنے ہاتھ میں تسبیح لیکر کلمۂ طیبہ کا ورد تو نہیں کرے گا، وہ تو حرمتیں پامال کرے گا اور شیطان کو خوش کرے گا، کیا آج تک اس کی کوئی ایک مثال بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ ایک آدمی نے شراب پی، اس کے نتیجے میں اسے ایسی پاکیزگی نصیب ہوئی کہ وہ فوراً مصلیٰ بچھا کر فرائض اور نوافل میں مشغول ہو گیا؟ ہرگز نہیں، کیونکہ رب العالمین نے فرمایا ہے کہ شراب انسان کو اللہ کے ذکر سے روک دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب آخر میں سوال پوچھا گیا کہ کیا اب بھی تم باز آؤ گے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی نمائندگی کرتے ہوئے عرض کیا ''انتھینا یاربنا'' پروردگار! ہم باز آگئے، اس کے علاوہ بھی شراب کے بہت سے مفاسد اور خرابیاں ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

ع ۱۲/۲

﴿۹۲﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ احتیاط کا دامن تھامے رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ اگر کسی حکم کی حکمت تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو یہ کہہ کر اسے چھوڑ نہ دیا کرو کہ ہماری عقل میں تو یہ بات نہیں آتی کیونکہ تمہاری عقل کا دائرہ بہت محدود ہے، اس کے علاوہ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان احتیاط سے کام لے، کہا جاتا ہے کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے، اگر تمہیں شراب کی حرمت کی حکمت سمجھ نہ بھی آئے، تب بھی اس سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے، تاکہ اس کے نتیجے میں تم بہت سی بیماریوں سے بچ جاؤ جو تمہیں موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہیں، اگر نہیں مانتے تو تمہاری مرضی، ہمارے پیغمبر نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔

﴿۹۳﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ شراب کی حرمت کا حکم تو ۵ھ میں آیا، اس سے پہلے بہت سے مسلمان شراب پیتے رہے اور وہ فوت یا شہید ہو گئے، کیا وہ حرام کے مرتکب ہوئے؟ کیا وہ ان وعیدوں اور سزاؤں کے مستحق ہوں گے جو شراب نوشی پر وارد ہوئی ہیں؟ سو اس کا جواب دے دیا گیا کہ جب ماضی میں شراب کی حرمت کا حکم ہی نازل نہیں ہوا تو اسے پینے پر وعید اور سزا کیوں ہوگی؟ شریعت کا دستور ہے کہ وہ ماضی کے گناہوں پر گرفت نہیں کرتی، خاص طور پر واضح حکم بعد میں آنے کی صورت میں، البتہ آئندہ احتیاط کی تاکید کرتی ہے، لہٰذا جو لوگ فوت یا شہید ہو گئے، ان کے حوالے سے تم فکر مند نہ ہو، لیکن جو لوگ بقید حیات ہیں، انہیں تقویٰ، ایمان اور عمل صالح میں اس قدر محنت کرنی چاہیے کہ وہ مسلسل آگے بڑھتے جائیں اور ترقی کے درجات طے کرتے جائیں، یہاں تک کہ نیکی اور طہارت کا سب سے اعلیٰ درجہ حاصل کرلیں جسے قرآن وحدیث کی اصطلاح میں ''درجہ احسان'' کہا جاتا ہے، یہاں بھی '' واحسنوا'' اور ''المحسنین'' میں اسی طرف اشارہ ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

فَمَنِ	اعْتَدٰى	بَعْدَ	ذٰلِكَ	فَلَهٗ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
سو جو کوئی	حد سے تجاوز کرے	پیچھے	وہ	تو اس کیلئے	عذاب	دردناک	اے	وہ لوگو جو	ایمان لائے

پھر جو شخص اس کے بعد حد سے تجاوز کرے گا تو اُس کیلئے درد ناک عذاب ہے۔ ۹۴ اے اہلِ ایمان!

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ

لَا	تَقْتُلُوا	الصَّيْدَ	وَ	اَنْتُمْ	حُرُمٌ ؕ	وَ	مَنْ	قَتَلَهٗ	مِنْكُمْ	مُّتَعَمِّدًا	فَجَزَآءٌ
مت	قتل کرو	شکار کو	اور	تم ہو	احرام والے	اور	جو کوئی	اسے قتل کرے	تم میں سے	جان بوجھ کر	تو سزا

جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار کو نہ مارو، اور تم میں سے جو شخص اسے جان بوجھ کر مار ڈالے تو اس کی سزا

مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا ۢبٰلِغَ

مِّثْلُ	مَا	قَتَلَ	مِنَ	النَّعَمِ	يَحْكُمُ	بِهٖ	ذَوَا عَدْلٍ	مِّنْكُمْ	هَدْيًا	بٰلِغَ
ملتا جلتا	وہ جو	اس نے قتل کیا	سے	چوپایوں کے	فیصلہ کریں	اس کا	دو عادل آدمی	تم میں سے	نیاز	پہنچنے والی

اسی طرح کا جانور ہے جو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے، اور قربانی کا وہ جانور خانۂ کعبہ کو

الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ

الْكَعْبَةِ	اَوْ	كَفَّارَةٌ	طَعَامُ	مَسٰكِيْنَ	اَوْ	عَدْلُ	ذٰلِكَ	صِيَامًا	لِّيَذُوْقَ
کعبہ کو	یا	کفارہ	کھانا کھلانا	مسکینوں کو	یا	برابر	وہ	روزہ رکھنا	تاکہ مزہ چکھے

پہنچے گا، یا اس پر بطور کفارہ چند مسکینوں کو کھانا کھلانا لازم ہوگا، یا اس کے برابر روزے رکھے، تاکہ اپنے کیے کا

وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ

وَبَالَ	اَمْرِهٖ ؕ	عَفَا	اللّٰهُ	عَمَّا	سَلَفَ ؕ	وَ	مَنْ	عَادَ	فَيَنْتَقِمُ	اللّٰهُ	مِنْهُ ؕ
سزا	اپنے کام کی	درگزر کردیا	اللہ نے	اس سے جو	پہلے ہو چکا	اور	جو کوئی	دوبارہ کرے	تو بدلہ لے گا	اللہ	اس سے

مزہ چکھے، جو کچھ پہلے ہو چکا اللہ اس سے درگذر کر چکا، اور جو شخص دوبارہ ایسا کرے گا، اللہ اس سے بدلہ لے گا،

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا

وَ	اللّٰهُ	عَزِيْزٌ	ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾	اُحِلَّ	لَكُمْ	صَيْدُ	الْبَحْرِ	وَ	طَعَامُهٗ	مَتَاعًا
اور	اللہ	غالب	انتقام والا	حلال کیا گیا	تمہارے لئے	شکار	سمندر کا	اور	اس کا کھانا	فائدہ اٹھانے کی چیز

اور اللہ زبردست، انتقام والا ہے۔ ۹۵ تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا ہے اور اس کا کھانا تمہارے اور تمام مسافروں کیلئے

۹۴ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کے ایک امتحان کا ذکر کیا گیا ہے جس کا تعلق شکار سے ہے، ایک ایسا جانور جو انسان کی مکمل دسترس میں ہو، وہ اسے اپنے تیر اور نیزے کا شکار بنا کر اپنے قابو میں کرسکتا ہو، اچانک اسے حکم مل جائے کہ تم نے اسے شکار نہیں کرنا، اگر وہ نافرمان ہوا تو فوراً اس حکم کو ماننے سے انکار کردے گا اور کہے گا کہ میں اتنی آسانی سے ہاتھ آنے والا شکار کیوں چھوڑ دوں؟ لیکن اگر وہ فرمانبردار اور اپنے رب کا اطاعت گزار ہوا تو وہ فوراً سر تسلیم خم کردے گا اور اپنے ارادے سے باز آجائیگا، اسی امتحان کیلئے ذہنی طور پر تیار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس حوالے سے آزمائے گا تاکہ ساری دنیا کے سامنے فرمانبردار اور نافرمان کا امتیاز ہوجائے۔

۹۵ اس آیت مبارکہ میں اس امتحان کی تفصیل بیان کی گئی ہے جس کیلئے گزشتہ آیت میں ذہنی طور پر تیار کیا گیا تھا اور وہ یہ کہ احرام کی حالت میں تم پر شکار کرنے کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے لہٰذا آج کے بعد اگر تم حالتِ احرام میں ہو اور شکار تمہاری دسترس میں ہو، اور تمہیں اس کی ضرورت اور احتیاج بھی ہو، تب بھی تمہیں اجازت نہیں ہے کہ تم اسے شکار کرو، اگر اس ممانعت کے باوجود کوئی شخص حالت احرام میں شکار کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ شکار کو دیکھ کر اس قدر بے خبر ہوا کہ اسے یاد ہی نہ رہا کہ اس کیلئے تو شکار جائز نہیں ہے اور وہ احرام کی حالت میں ہے، دوسری یہ کہ اسے یاد تھا کہ وہ احرام کی حالت میں ہے، اس کے باوجود اس نے شکار کرلیا، ان دونوں صورتوں میں وہ سزا کا مستحق ہوگا، پہلی صورت میں نسبۃً کم اور دوسری میں زیادہ، سزا یہ ہے کہ اس نے جو شکار کیا ہے، دو معتبر آدمیوں سے اس کی قیمت لگوائے اور اتنی قیمت کا جانور خرید کر اسے حدودِ حرم میں ذبح کروائے اور خود اس میں سے کچھ نہ کھائے، یا اتنی قیمت کی گندم خرید کر غریبوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کردے اور ہر فرد کو صدقۂ فطر کی مقدار کے برابر گندم دے دے اور اگر اتنی رقم نہ ہو تو روزے رکھے، اس کی صورت یہ ہوگی کہ اس جانور کی جو قیمت مقرر کی گئی مثلاً ۵۰،۰۰۰ اس سے کتنی گندم خریدی جاسکتی ہے اور وہ گندم پونے دوسیر فی کس کے حساب سے کتنے لوگوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے، مثلاً اسے سو لوگوں میں تقسیم کیا جائے تو فی کس پونے دوسیر حصہ بنے گا، لہٰذا اسے سو روزے رکھنا ہوں گے، جان بوجھ کر اور بھولے سے شکار کرنے کی صورتوں میں یہی حکم ہے، البتہ جان بوجھ کر شکار کرنے والا حق تعالیٰ کی طرف سے بھی سزا کا مستحق ہوگا اور بھول جانے والا اس سے بچ جائیگا۔

لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا

لَكُمْ	وَ	لِلسَّيَّارَةِ	وَ	حُرِّمَ	عَلَيْكُمْ	صَيْدُ	الْبَرِّ	مَا	دُمْتُمْ	حُرُمًا	وَاتَّقُوا
تمہارے لئے	اور	قافلے والوں کیلئے	اور	حرام کیا گیا	تم پر	شکار	خشکی کا	جب تک	تم رہو	احرام والے	اور ڈرو

فائدہ کا باعث ہے، اور تم پر خشکی کا شکار اس وقت تک کیلئے حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم احرام کی حالت میں ہو، اور اللہ سے

اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ

اللّٰهَ	الَّذِیْۤ	اِلَیْهِ	تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾	جَعَلَ	اللّٰهُ	الْكَعْبَةَ	الْبَیْتَ	الْحَرَامَ
اللہ سے	وہ جو	اس کی طرف	تم جمع کئے جاؤ گے	بنا دیا	اللہ نے	کعبہ کو	گھر	حرمت والا

ڈرو جس کے پاس تمہیں جمع کیا جائے گا۔ ﴿۹۶﴾ اللہ نے کعبہ کو ”جو کہ حرمت والا گھر ہے“ لوگوں کے قیام کا

قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ

قِيٰمًا	لِّلنَّاسِ	وَالشَّهْرَ	الْحَرَامَ	وَالْهَدْيَ	وَالْقَلَآئِدَ	ذٰلِكَ	لِتَعْلَمُوْۤا	اَنَّ
سبب قیام کا	لوگوں کیلئے	اور مہینہ	حرمت والا	اور کعبہ کی نیاز کا جانور	اور گلے میں پٹے پڑے ہوئے جانور	وہ	اس لئے کہ تم جان لو	یہ کہ بیشک

سبب بنایا ہے، نیز حرمت والے مہینے، خانۂ کعبہ کی نیاز کے جانور اور گلے میں پٹے پڑے ہوئے جانوروں کو بھی، یہ اس لیے تاکہ تم جان لو کہ

اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ
اللہ	جانتا ہے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور وہ جو	بیچ	زمین کے	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	ساتھ ہر	چیز کے

اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور یہ کہ اللہ ہر چیز کو خوب

عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾	اِعْلَمُوْۤا	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾
خوب جاننے والا	جان رکھو	کہ بیشک	اللہ	سخت دینے والا	سزا کا	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

جانتا ہے۔ ﴿۹۷﴾ جان رکھو! کہ بیشک اللہ کا عذاب بہت سخت ہے اور یہ کہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان بھی ہے۔ ﴿۹۸﴾

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ

مَا	عَلَى	الرَّسُوْلِ	اِلَّا	الْبَلٰغُ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	تُبْدُوْنَ
نہیں	پر	پیغمبر کے	مگر	پہنچا دینا	اور	اللہ	جانتا ہے	وہ جو	تم ظاہر کرتے ہو

پیغمبر (ﷺ) کے ذمے تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ

﴿۹۶﴾ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ حکم کے حوالے سے مزید وضاحت کی گئی ہے جو دوسرے لفظوں میں اہل ایمان کیلئے ایک استثناء اور سہولت ہے، چنانچہ یہاں شکار کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کا جدا حکم بیان کیا گیا ہے، آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلی آیت میں اجمال تھا، اس آیت میں اس کی تفصیل کر دی گئی ہے کہ شکار خشکی کا بھی ہوتا ہے اور سمندر کا بھی، ان میں سے احرام کی حالت میں صرف خشکی کے شکار کو حرام قرار دیا جارہا ہے اور اس کی حرمت اس وقت تک رہے گی جب تک وہ احرام کی حالت میں رہے گا لیکن حالت احرام میں سمندری شکار حلال ہے، سو تم سمندری سفر میں مچھلی کا شکار کر سکتے ہو، خود بھی کھا سکتے ہو اور دوسروں کو بھی کھلا سکتے ہو، دونوں میں فرق کی وجہ واضح ہے کہ خشکی کے شکار کے پیچھے لگ کر انسان راستہ بھول سکتا ہے، احرام کا تقدس پامال ہوتا ہے، نماز اور ذکر سے غفلت ہوتی ہے اور اس میں انسان کیلئے کئی طرح کے خطرات اور نقصانات ہیں، جبکہ مچھلی کے شکار میں انسان کو صرف جال ڈالنا پڑتا ہے، اس دوران وہ ذکر و تلاوت اور نماز میں مشغول ہو سکتا ہے اور راستہ بھولنے کا بھی امکان نہیں ہوتا اور احرام کا تقدس بھی ملحوظ خاطر رہتا ہے اس لیے دونوں کا حکم ایک دوسرے سے جدا رکھا گیا ہے۔

﴿۹۷﴾ اس آیت مبارکہ میں بیت اللہ الحرام کو لوگوں کے ”قیام“ کا ذریعہ اور سبب قرار دیا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ جب تک حرم کعبہ روئے زمین پر موجود ہے، اس وقت تک دنیا بھی قائم ہے اور جس دن حرم کعبہ کو اٹھا لیا گیا، اسی دن اس نظام عالم کو بھی لپیٹ کر رکھ دیا جائیگا، احادیث میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے، لفظ قیام کی ایک دوسری تفسیر ”مرکز ہدایت“ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرم کعبہ کو ساری دنیا کے انسانوں کیلئے مرکز ہدایت بنایا ہے، ہدایت کی شعاعیں اور کرنیں یہیں سے پھیل کر سارے عالم کو منور کرتی ہیں، اسی وجہ سے ساری دنیا کے لوگ اس پاکیزہ گھر کا رخ کرتے ہیں، اپنے مقام پر ہوں تو اس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرنا ہو تو یہیں کا سفر کرتے ہیں، اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی کا پروانہ حاصل کرتے ہیں، ضمنی طور پر اشہر حرم اور قربانی کے جانوروں کا ذکر بھی کر دیا گیا کہ انہیں خود حق تعالیٰ نے شعائر اللہ میں سے قرار دیا ہے اور یہ حق تعالیٰ کے علم کامل کے عین مطابق ہے۔

﴿۹۸﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کے جلال اور جمال دونوں کو جمع کر دیا گیا ہے اور یہ اس کی قدرت ہے کہ اس مختصر جملے میں اس نے کس قدر جامع بات ارشاد فرما دی ہے کہ ایک طرف اس کی سزا بہت سخت ہے، دوسری طرف اس کی رحمت و شفقت نہایت عام اور تام ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ اس آیت میں خوف اور امید دونوں کو جمع کر دیا گیا ہے اور ایمان اسی کیفیت کا نام ہے جو خوف اور امید کے درمیان انسان کو حاصل ہوتی ہے۔

وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۹۹﴾ قُلۡ لَّا یَسۡتَوِی الۡخَبِیۡثُ وَ الطَّیِّبُ وَ لَوۡ اَعۡجَبَكَ كَثۡرَةُ

وَمَا	تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۹۹﴾	قُلۡ	لَّا	یَسۡتَوِی	الۡخَبِیۡثُ	وَ	الطَّیِّبُ	وَلَوۡ	اَعۡجَبَكَ	كَثۡرَةُ
اور جو	تم چھپاتے ہو	تُو کہہ	نہیں	برابر ہوتے	ناپاک	اور	پاک	اگرچہ	تجھے بھلی لگے	کثرت

تم چھپاتے ہو۔ ﴿۹۹﴾ اے نبی! ﷺ، آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک کبھی برابر نہیں ہو سکتے، اگرچہ ناپاک کی کثرت آپ کو بھلی

الۡخَبِیۡثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ ع یٰۤاَیُّهَا

الۡخَبِیۡثِ ع	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ	لَعَلَّكُمۡ	تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾	یٰۤاَیُّهَا
ناپاک کی	سو ڈرو تم	اللہ سے	اے اہلِ عقل!	تاکہ تم	کامیاب ہو جاؤ	اے

معلوم ہو، سو اے اہلِ عقل! اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ﴿۱۰۰﴾ اے

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡ اَشۡیَآءَ اِنۡ تُبۡدَ لَكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ ۚ وَ اِنۡ تَسۡـَٔلُوۡا

الَّذِیۡنَ	اٰمَنُوۡا	لَا	تَسۡـَٔلُوۡا	عَنۡ	اَشۡیَآءَ	اِنۡ	تُبۡدَلَكُمۡ	تَسُؤۡكُمۡ	وَاِنۡ	تَسۡـَٔلُوۡا
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	سوال کیا کرو	سے	چیزوں کے	اگر	وہ ظاہر کر دی جائیں تمہارے لئے	وہ تمہیں بری لگیں	اور اگر	تم سوال کرو گے

اہلِ ایمان! ایسی چیزوں کے متعلق مت پوچھا کرو جو اگر تمہارے سامنے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں، اور اگر تم نزولِ قرآن کے

عَنۡهَا حِیۡنَ یُنَزَّلُ الۡقُرۡاٰنُ تُبۡدَ لَكُمۡ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ

عَنۡهَا	حِیۡنَ	یُنَزَّلُ	الۡقُرۡاٰنُ	تُبۡدَ	لَكُمۡ	عَفَا	اللّٰهُ	عَنۡهَا	وَ	اللّٰهُ	غَفُوۡرٌ
اس سے	جس وقت	نازل کیا جا رہا ہو	قرآن کو	وہ ظاہر کر دی جائیں گی	تمہارے لئے	درگزر کر چکا	اللہ	ان سے	اور	اللہ	بہت بخشنے والا

زمانے میں ایسی باتیں پوچھو گے تو وہ تمہارے سامنے ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ نے ان سے درگزر فرمایا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا،

حَلِیۡمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدۡ سَاَلَهَا قَوۡمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ ثُمَّ اَصۡبَحُوۡا بِهَا كٰفِرِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾

حَلِیۡمٌ ﴿۱۰۱﴾	قَدۡ	سَاَلَهَا	قَوۡمٌ	مِّنۡ	قَبۡلِكُمۡ	ثُمَّ	اَصۡبَحُوۡا	بِهَا	كٰفِرِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾
نہایت بردبار	یقیناً	یہ چیزیں پوچھیں	ایک قوم نے	سے	تمہارے پہلے	پھر	صبح کو ہو گئے وہ	ان کا	انکار کرنے والے

بردبار ہے۔ ﴿۱۰۱﴾ ایسی باتیں تم سے پہلے بھی ایک قوم پوچھ چکی ہے، پھر وہ لوگ اُن کے منکر ہو گئے تھے۔ ﴿۱۰۲﴾

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَحِیۡرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِیۡلَةٍ وَّ لَا حَامٍ

مَا	جَعَلَ	اللّٰهُ	مِنۡ	بَحِیۡرَةٍ	وَّ	لَا	سَآئِبَةٍ	وَّ	لَا	وَصِیۡلَةٍ	وَّ	لَا	حَامٍ
نہیں	بنایا	اللہ نے	سے	بحیرہ کے	اور	نہ	سائبہ کے	اور	نہ	وصیلہ کے	اور	نہ	حام کے

بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو اللہ نے مقرر نہیں فرمایا

ع ۱۳ ۷ ۴

﴿۹۹﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی ذمہ داری بیان کردی گئی ہے کہ ان کا کام اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے، سو وہ اپنی ذمہ داری پوری کررہے ہیں، منوانا ان کا کام نہیں ہے، یہ اختیار تمہیں حاصل ہے کہ مانو یا نہ مانو، اگر مانو گے تو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے اور نہ ماننے کی صورت میں اللہ یا اس کے رسول کا کوئی نقصان نہیں ہے، البتہ تمہارا ہر ظاہری اور پوشیدہ عمل اس کے علم میں ہے، اور اس کے دائرۂ علم سے باہر نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

﴿۱۰۰﴾ اس آیت مبارکہ میں حلال وحرام کو ''طیب اور خبیث'' کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، ہر انسان سمجھتا ہے کہ طیب اور خبیث، پاک اور ناپاک کبھی برابر نہیں ہوسکتے، ایک طرف گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہوں اور دوسری طرف تھوڑی سی پاکیزہ چیز ہو، ان دونوں کا کوئی مقابلہ نہیں بنتا، ایک وادی خنزیروں اور بندروں سے بھری ہوئی ہو، جبکہ دوسری وادی میں صرف ایک بکری کھڑی ہو، اللہ کے نزدیک وہ ایک بکری والی وادی زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اللہ مقدار کو نہیں، معیار کو دیکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حلال اگرچہ تھوڑا ہو، اللہ کے نزدیک حرام سے زیادہ بہتر ہے اگرچہ وہ کتنا ہی زیادہ ہو کیونکہ حلال میں اطمینان ہے اور حرام میں بے برکتی، بے سکونی اور بے چینی ہے، اس لیے دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان حلال کو اختیار کرے اور حرام سے اجتناب کرے۔

﴿۱۰۱﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ بے فائدہ سوالات سے بچا کرو، ممکن ہے کہ تمہارے سوال کے نتیجے میں تمہیں کوئی ایسی بات سننے کو مل جائے جو تمہیں گراں گزرے، یا تم اسے اپنے لیے قابل عمل نہ سمجھو، یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر انسان سوال نہیں کرے گا تو اپنی تشفی اور تسلی کیسے کرے گا؟ اس کی معلومات میں اضافہ کیسے ہوگا؟ اس کی جہالت کیسے دور ہوگی؟ نیز یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کیا سوال کرنا جرم ہے؟ اگر ایسا ہے تو خود قرآن کریم نے بہت سی جگہوں پر سوال کرنے کی ترغیب کیوں دی ہے؟ احادیث میں سوال کو نصف علم اور جہالت کا علاج کیوں قرار دیا گیا ہے؟ ان تمام سوالات کا ایک حرفی جواب یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں فرضی اور بے فائدہ سوالات پوچھنے کی ممانعت کی گئی ہے، با مقصد اور مفید سوالات کی ممانعت نہیں کی گئی، دراصل ہمارا دین اور شریعت مکمل ہے، اللہ تعالیٰ نے حلال اور حرام کو خوب واضح کردیا ہے، جن چیزوں میں شارع نے سکوت اختیار کیا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ شارع سے بھوک چوک ہوگئی، اسے یاد ہی نہ رہا کہ یہ مسئلہ اور حکم بھی بیان کرنا ضروری تھا، بلکہ شارع کا یہ سکوت لوگوں کیلئے کشادگی اور گنجائش کی علامت ہے۔ اب اگر کسی شخص کے سوال کی وجہ سے یہ کشادگی اور گنجائش ختم ہوجائے تو کیا وہ تمام لوگوں کا مجرم اور قصوروار نہیں ہوگا؟ یقیناً ہوگا اور احادیث میں بھی اس شخص کے جرم کو سب سے بڑا جرم شمار کیا گیا ہے، اس لیے پہلے جو ہوچکا، سو ہوچکا، آئندہ کیلئے احتیاط ضروری ہے۔

﴿۱۰۲﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ امتوں کے احوال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرضی اور بے فائدہ سوالات پوچھے، بعد میں ان کا انکار کرنے لگے اور ہلاکت کے گڑھے میں جاگرے، تمہیں ہر اس راستے سے اجتناب کرنا چاہیے جس پر پہلے لوگ چل کر گئے اور نقصان اٹھایا۔

وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝١٠٣

وَ	لٰكِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	يَفْتَرُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَ	اَكْثَرُهُمْ	لَا	يَعْقِلُوْنَ ۝
اور	لیکن	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	وہ گھڑتے ہیں	پر	اللہ کے	جھوٹ	اور	ان میں سے اکثر	نہیں	عقل رکھتے

لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور اُن میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔ ١٠٣

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا

وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	تَعَالَوْا	اِلٰى	مَآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	وَ	اِلَى	الرَّسُوْلِ	قَالُوْا	حَسْبُنَا
اور	جب	کہا جائے	ان سے	آؤ تم سب	طرف	وہ جو	نازل کیا	اللہ نے	اور	طرف	پیغمبر کے	کہتے ہیں	ہمیں کافی ہے

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل کی ہے اور پیغمبر (ﷺ) کی طرف، تو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے

مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا

مَا	وَجَدْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا	اَوَلَوْ	كَانَ	اٰبَآؤُهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ	شَيْـًٔا
وہ جو	پایا ہم نے	اس پر	اپنے باپوں کو	کیا اگر	ہوں	ان کے باپ	نہ	جانتے	کچھ بھی

تو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے، کیا تب بھی جبکہ ان کے آباؤ اجداد کچھ نہ جانتے ہوں

وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝١٠٤ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ

وَّ	لَا	يَهْتَدُوْنَ ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	عَلَيْكُمْ	اَنْفُسَكُمْ	لَا	يَضُرُّكُمْ	مَّنْ
اور	نہ	ہدایت یافتہ ہوں	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	اپنے اوپر لازم کرلو	اپنی جانوں کو	نہیں	نقصان پہنچا سکتا تمہیں	وہ جو

اور ہدایت یافتہ نہ ہوں۔ ١٠٤ اے اہلِ ایمان! تم اپنی فکر اپنے اوپر لازم کر لو، اگر تم ہدایت پر ہو

ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

ضَلَّ	اِذَا	اهْتَدَيْتُمْ	اِلَى	اللّٰهِ	مَرْجِعُكُمْ	جَمِيْعًا	فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ
گمراہ ہوگیا	جبکہ	تم ہدایت یافتہ ہو	طرف	اللہ کے	تمہارا لوٹنا	سب کا	تو وہ تمہیں بتادے گا	وہ جو	تم تھے

تو کوئی گمراہ شخص تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا، اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، سو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم

تَعْمَلُوْنَ ۝١٠٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

تَعْمَلُوْنَ ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	شَهَادَةُ	بَيْنِكُمْ	اِذَا	حَضَرَ	اَحَدَكُمُ
کرتے رہے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	گواہی دینا	تمہارے درمیان	جب	قریب آجائے	تم میں سے ایک کے

کرتے تھے۔ ١٠٥ اے اہلِ ایمان! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجائے تو وصیت کے وقت

١٠٣ اس آیت مبارکہ میں زمانۂ جاہلیت کے چند بیہودہ عقائد وخیالات کی تردید کی گئی ہے کہ لوگ اللہ کی طرف بہت سے معاملات میں جھوٹی نسبت کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ وغیرہ جانوروں کو ہم نے اپنے پاس سے نہیں گھڑا، بلکہ یہ چیزیں تو اللہ نے ہمارے لیے مقرر فرمائی ہیں اور اس نے ہمیں ان کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ نرا جھوٹ اور اللہ پر بہتان ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو یہ حکم دے کہ جانوروں کو یا ان کے کسی جزء کو بتوں کے نام پر وقف کردیں؟ کیونکہ بحیرہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کا دودھ وہ لوگ اپنے بتوں کے نام پر وقف کردیتے تھے، سائبہ اس سانڈ کو کہا جاتا ہے جسے بتوں کے نام پر وقف کردیا جاتا تھا، وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے یہاں مسلسل مادہ بچے جنم لیں اور اس کے یہاں کوئی نر اونٹ پیدا نہ ہو، اسے بھی بتوں کے نام پر وقف کردیا جاتا تھا، کیا عقل اس کا تصور کر سکتی ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو اس کی اجازت دی ہوگی، یہ محض جھوٹ اور من گھڑت کہانی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ١٠٤ اس آیت مبارکہ میں کافروں اور جاہلوں کی ایک دلیل کا کمزور اور غلط ہونا بیان کیا گیا ہے، اور وہ اس طرح کہ ان لوگوں کو جب بھی قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور جب بھی انہیں یہ سمجھایا جاتا ہے کہ ہمارے لیے معیار قرآن وسنت ہے، اگر قرآن وسنت (جس کے ذیل میں اجماع امت بھی آجاتا ہے) سے کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو ہم اس پر عمل کرلیں اور نہ ہونے کی صورت میں اسے ترک کردیں تو ان کے پاس کوئی اور دلیل نہیں ہوتی، سوائے اس کے کہ یہ کہنا شروع کردیتے ہیں کہ کیا ہمارے آباؤ اجداد گمراہ تھے؟ جو کچھ وہ کرتے رہے کیا وہ غلط تھا؟ کیا تم پہلے آدمی ہو جس پر حق آشکارا ہوا ہے؟ آج سے پہلے تو کسی نے ایسی بات نہیں کی، یہ ایک ایسی لولی لنگڑی دلیل ہے جس میں سوائے جذباتیت کے کوئی دوسری چیز نہیں ہے جس کا مقصد سننے والوں کو مشتعل کرنا ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ اگر آباؤ اجداد ہی صحیح اور غلط ہونے کا معیار ہیں تو پھر انسان کو ہر وہ کام کرنا چاہیے جو اس کے آباؤ اجداد نے کیا ہو اور ہر اس کام سے بچنا چاہیے جو اس کے آباؤ اجداد نے نہ کیا ہو، لیکن تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ یہ لوگ نہ ایسا کرتے ہیں اور نہ کبھی کریں گے، پھر سوال یہ ہے کہ مذہب ہی اتنا لاوارث کیوں ہے کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی بجائے اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کے ساتھ چلاتا ہے، ورنہ نہیں؟ ١٠٥ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کرکے انہیں اپنی اصلاح کی دعوت اور ترغیب دی جارہی ہے جس سے اصلاحِ نفس کی اہمیت اور ضرورت کا احساس اجاگر ہوتا ہے، آج کے زمانے میں ہر شخص نے مصلح کے فرائض سنبھال لیے ہیں اور صالح بننے کی فکر ترک کردی ہے، حالانکہ شریعت نے اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید اور تلقین کی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اصلاحِ نفس پر بھی زور دیا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اصلاحِ نفس کے ذریعے انسان کا دفاع مضبوط ہوتا ہے اور جب دفاع مضبوط ہو تو دشمن کے حملے سے خوف محسوس نہیں ہوتا، دشمن کا کوئی حربہ اور حملہ کامیاب نہیں ہوتا، دشمن کو اسے نقصان پہنچانے کا کوئی موقع نہیں ملتا، اس لیے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی اصلاح کی فکر کرے اور کسی اللہ والے کی ہم نشینی اختیار کرکے اپنے من کو اجلا کرنے کی کوشش کرے۔

الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ

الْمَوْتُ	حِيْنَ	الْوَصِيَّةِ	اثْنٰنِ	ذَوَا	عَدْلٍ	مِّنْكُمْ	اَوْ	اٰخَرٰنِ	مِنْ
موت	بوقت	وصیت کے	دو	والے	انصاف کے	تم میں سے	یا	دوسرے دو	سے

تمہارے درمیان گواہی کیلئے تم میں سے دو عادل آدمی ہونے چاہئیں، یا تمہارے علاوہ کوئی اور دو

غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ

غَيْرِكُمْ	اِنْ	اَنْتُمْ	ضَرَبْتُمْ	فِي	الْاَرْضِ	فَاَصَابَتْكُمْ	مُّصِيْبَةُ	الْمَوْتِ ؕ
تمہارے علاوہ	اگر	تم	سفر کرو	بیچ	زمین کے	سو تمہیں پہنچ جائے	مصیبت	موت کی

آدمی ہوں، اگر تم زمین میں سفر کرو اور تمہیں موت کی آزمائش آپہنچے،

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ

تَحْبِسُوْنَهُمَا	مِنْۢ بَعْدِ	الصَّلٰوةِ	فَيُقْسِمٰنِ	بِاللّٰهِ	اِنِ	ارْتَبْتُمْ
تم انہیں روک لو	پیچھے سے	نماز کے	سو وہ دونوں قسم کھائیں	اللہ کی	اگر	تمہیں شک ہو

تو تم اُن دونوں کو نماز کے بعد روک لو، پھر وہ دونوں اللہ کے نام کی قسم کھائیں "اگر تمہیں شبہ ہو"

لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ

لَا نَشْتَرِيْ	بِهٖ	ثَمَنًا	وَّلَوْ	كَانَ	ذَا قُرْبٰى	وَلَا	نَكْتُمُ	شَهَادَةَ	اللّٰهِ	اِنَّآ
ہم نہیں خریدتے	اس کے بدلے	کوئی قیمت	اگرچہ	ہو وہ	قرابت دار	اور نہیں	ہم چھپاتے	گواہی	اللہ کی	بیشک ہم

کہ ہم اپنی قسم کے عوض کوئی قیمت نہیں لیتے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہو، اور ہم اللہ کی گواہی کو نہیں چھپا رہے، اگر ہم ایسا کریں

اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ

اِذًا	لَّمِنَ	الْاٰثِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾	فَاِنْ	عُثِرَ	عَلٰٓى	اَنَّهُمَا	اسْتَحَقَّآ	اِثْمًا	فَاٰخَرٰنِ	يَقُوْمٰنِ
اس وقت	البتہ سے	گناہ کرنے والوں کے	پھر اگر	آگاہی ہو	اس پر	کہ وہ دونوں	سزاوار ہوئے	گناہ کے	تو دوسرے دو	کھڑے ہوں

تو یقیناً ہم گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ ﴿١٠٦﴾ پھر اگر خبر ملے کہ وہ دونوں حق بات کو دبا گئے ہیں تو ان کی جگہ دوسرے

مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

مَقَامَهُمَا	مِنَ	الَّذِيْنَ	اسْتَحَقَّ	عَلَيْهِمُ	الْاَوْلَيٰنِ	فَيُقْسِمٰنِ	بِاللّٰهِ
ان دونوں کی جگہ	سے	اُن لوگوں کے	حق تلفی ہوئی	ان پر	دو زیادہ قریب تر	سو وہ دونوں قسم کھائیں	اللہ کی

دو آدمی کھڑے ہوں، اُن لوگوں میں سے جن کا حق مارا گیا ہے اور وہ میت کے زیادہ قریب ہوں، چنانچہ وہ اللہ کی قسم کھائیں

١٠٦ ١٠٧ ان آیتوں کا مفہوم سمجھنے کیلئے ان کا پس منظر معلوم کر لینا ضروری ہے، جس کی تفصیل مفسرین نے اس طرح بیان کی ہے کہ بدیل نامی ایک مسلمان تجارت کیلئے ملک شام روانہ ہوا، اس کے ہمراہ دو مقامی عیسائی تمیم اور عدی بھی تھے، دوران سفر بدیل کی طبیعت خراب ہوگئی اور وہ شدید بیمار ہوگیا، جب اسے اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی تو اس نے اپنے عیسائی رفیقوں سے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میرا سارا سامان میرے ورثا کو پہنچا دینا، وہ تیار ہو گئے، بدیل نے احتیاط کے طور پر اپنے سارے مال واسباب کی فہرست بنائی اور تمیم اور عدی کو بتائے بغیر خفیہ طور پر سامان میں چھپا دی، چند دن بعد اس کا انتقال ہوگیا، تمیم اور عدی نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور واپس آ گئے، راستے میں انہوں نے سامان کھولا تو دل میں لالچ نے جگہ بنائی، چنانچہ انہوں نے یہ سوچ کر کہ کسی کو کیا خبر کہ ہم نے کیا کیا، چاندی کا ایک پیالہ چھپا لیا جس پر سونے کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے، ورثاء کے پاس پہنچ کر بدیل کی فوتگی کی اطلاع دی اور اس کا سارا مال واسباب ان کے حوالے کر دیا، ورثاء نے جب تسلی کے ساتھ سامان کھولا تو اس میں سے وہ فہرست بھی برآمد ہوئی، اس فہرست کے مطابق اس میں چاندی کا وہ پیالہ موجود نہیں تھا جو مذکورہ دونوں عیسائیوں نے چھپا لیا تھا، ورثاء نے ان عیسائیوں سے پوچھا کہ میت نے یہ سامان آپ کے حوالے کرنے کے بعد کوئی خرید و فروخت کی تھی یا نہیں؟ کہیں ان کی بیماری پر علاج معالجہ کا خرچ زیادہ تو نہیں ہوا تھا؟ تمیم اور عدی نے انکار کیا، اس پر وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کر کے وہ فہرست پیش کر دی، نبی علیہ السلام نے گواہوں کا تقاضا فرمایا، ان کے پاس گواہ نہ تھے، چنانچہ ضابطے کی روشنی میں عیسائیوں سے پوچھا گیا، انہوں نے جرم قبول کرنے سے انکار کیا، ان سے قسم اٹھانے کیلئے کہا گیا کہ وہ اس بات پر قسم اٹھائیں کہ انہوں نے میت کے مال میں کوئی خیانت نہیں کی اور نہ ہی اس کی کوئی چیز چھپائی ہے، قسم کے بعد ان کے حق میں فیصلہ کر دیا گیا، کچھ عرصے کے بعد ان عیسائیوں نے وہ پیالہ مکہ مکرمہ میں کسی سنار کے ہاتھ فروخت کر دیا، جس سے یہ راز فاش ہوگیا، اس پر انہوں نے یہ تاویل کی کہ ہم نے یہ پیالہ میت سے خرید لیا تھا، ان سے خریداری کے گواہ طلب کیے گئے تو وہ پیش نہ کر سکے، اب معاملہ بالکل برعکس ہوگیا کہ وہ عیسائی مدعی بن گئے اور ورثاء منکر، لہٰذا اب میت کے دو قریبی وارثوں سے قسم لی گئی کہ یہ پیالہ میت کی ملکیت میں تھا اور تمیم اور عدی نے جھوٹی قسم اٹھائی تھی، چنانچہ اس مرتبہ ورثاء کے حق میں فیصلہ ہوگیا اور اس پیالے کی قیمت ایک ہزار درہم انہیں مل گئی جو مذکورہ عیسائیوں نے وصول کی تھی۔

اس واقعے کی روشنی میں یہ اصول طے کیا گیا کہ اگر کوئی شخص سفر پر جائے اور وہاں بیمار ہو جائے، زندگی کی کوئی امید نہ رہے اور وہ اپنا مال کسی کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے تو دو معتبر مسلمانوں کو اس پر گواہ بنا لیا کرے، اگر مسلمان نہ ہوں تو مجبوراً کسی غیر مسلم کو بھی گواہ بنا لینے کی اجازت ہے، میت نے اپنا مال جس شخص کے سپرد کیا ہو، اسے چاہیے کہ امانت اور دیانت کے ساتھ ورثاء کو اس کی ادائیگی کر دے، اگر ورثاء کو شبہ ہو کہ اس شخص نے امانت میں خیانت کی ہے اور کوئی چیز چھپا لی ہے لیکن اس دعوئ کیلئے ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو مقدمے کا فیصلہ اُس شخص کی قسم پر ہوگا کہ میں نے میت کے مال میں کوئی خیانت نہیں کی اور میں اس میں جھوٹا نہیں ہوں، =

لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا

لَشَهَادَتُنَآ	اَحَقُّ	مِنْ	شَهَادَتِهِمَا	وَ	مَا	اعْتَدَيْنَآ	اِنَّآ	اِذًا
البتہ ہماری گواہی	زیادہ برحق	سے	ان دونوں کی گواہی کے	اور	نہیں	ہم نے حد سے تجاوز کیا	بیشک ہم	اس وقت

کہ ہماری گواہی اُن دونوں کی گواہی سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا، اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہم

لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ

لَمِنَ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾	ذٰلِكَ	اَدْنٰٓى	اَنْ	يَّاْتُوْا	بِالشَّهَادَةِ	عَلٰى	وَجْهِهَآ	اَوْ
البتہ سے	ظلم کرنے والوں کے	وہ	زیادہ قریب تر	یہ کہ	وہ لائیں	گواہی کو	پر	اس کے طریقے کے	یا

ظالموں میں سے ہوں گے۔ ﴿۱۰۷﴾ یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ گواہی ٹھیک طرح ادا کریں گے،

يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ

يَخَافُوْٓا	اَنْ	تُرَدَّ	اَيْمَانٌ	بَعْدَ	اَيْمَانِهِمْ	وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاسْمَعُوْا	وَ	اللّٰهُ
وہ ڈریں گے	یہ کہ	لوٹا دی جائیں گی	قسمیں	پیچھے	ان کی قسموں کے	اور	ڈرو	اللہ سے	اور سنو	اور	اللہ

اور انہیں اندیشہ ہو گا کہ اُن کی قسموں کے بعد دوبارہ قسمیں لوٹائی جائیں گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے رہو، اور اللہ

لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ

ع ۱۴ ۴

لَا	يَهْدِى	الْقَوْمَ	الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾	يَوْمَ	يَجْمَعُ	اللّٰهُ	الرُّسُلَ	فَيَقُوْلُ
نہیں	ہدایت دیتا	قوم کو	نافرمانی کرنے والے	جس دن	جمع کرے گا	اللہ	پیغمبروں کو	تو کہے گا

فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿۱۰۸﴾ جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرکے فرمائے گا

مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۗ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۗ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ

مَاذَآ	اُجِبْتُمْ	قَالُوْا	لَا	عِلْمَ	لَنَا	اِنَّكَ	اَنْتَ	عَلَّامُ	الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾	اِذْ	قَالَ
کیا ہے وہ جو	تمہیں جواب دیا گیا	وہ کہیں گے	نہیں	کوئی علم	ہمارے لئے	بیشک تو	تو ہی	خوب جاننے والا	پوشیدہ باتوں کا	جب	کہا

کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں، آپ ہی غیب کی باتوں کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ ﴿۱۰۹﴾ اس وقت کو یاد کیجئے جب

اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ

وقف لازم

اللّٰهُ	يٰعِيْسَى	ابْنَ	مَرْيَمَ	اذْكُرْ	نِعْمَتِىْ	عَلَيْكَ	وَ	عَلٰى	وَالِدَتِكَ	اِذْ
اللہ نے	اے عیسیٰ!	بیٹے	مریم کے	یاد کرتو	میرے احسان کو	تجھ پر	اور	پر	تیری والدہ کے	جب

اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اور اپنی والدہ کے اوپر میرے احسانات کو یاد کرو، جب

= اگر میں ایسا کروں تو میں گناہ گار ہوں گا، مقدمے کا فیصلہ ہو جانے کے بعد اگر ثابت ہو جائے کہ جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا، اس نے جھوٹ بولا ہے اور ورثاء کا حق دبا لیا ہے تو عدالتی کارروائی نئے سرے سے ہوگی، اس مرتبہ منکر میت کے ورثاء ہوں گے اور وصی مدعی ہوگا، لہٰذا بارِ ثبوت اسی کے ذمے ہوگا، اگر وہ گواہ نہ پیش کر سکے اور اپنا حق ثابت کرنے سے عاجز آ جائے تو ورثاء میں سے میت کے دو زیادہ قریبی رشتہ دار قسم کھائیں کہ ہماری گواہی حق پر مبنی ہے اور ہم اس شخص پر کوئی ظلم نہیں کر رہے، اگر ہم ایسا کریں تو گناہ گار ہوں گے، یہ طریقہ کار اس لیے متعین کیا گیا کہ وصی اول مرتبہ ہی صحیح گواہی دے، جھوٹی گواہی اور قسم سے اپنے آپ کو بچائے، کیونکہ اس طرح اسے یہ اندیشہ رہے گا کہ اگر میری قسم جھوٹی ثابت ہوگئی تو دوبارہ میت کے ورثاء سے قسم لیکر فیصلہ ان کے حق میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

﴿۱۰۹﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام سے ہونے والے سوال جواب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہ سوال جواب برحق ہے، جب انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس مرحلے سے لازماً گزریں گے تو عام لوگ بطریق اولیٰ سوال جواب کا سامنا کریں گے، یہاں انبیاء سے یہ سوال پوچھے جانے کا ذکر آیا ہے کہ تم لوگوں کو تمہاری امتوں اور قوموں نے کیا جواب دیا تھا؟ کیا انہوں نے تمہاری دعوت قبول کر لی تھی یا نہیں؟ حالانکہ سوال یہ پوچھا جانا چاہیے تھا کہ کیا تم لوگوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی تھی یا نہیں؟ کیا تم نے پیغام الٰہی پہنچا دیا تھا یا نہیں؟ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کا جواب بھی فوری طور پر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ ہمیں تو کچھ معلوم نہیں، آپ کو بہتر معلوم ہے اور آپ تو غیب کے علم میں کامل بلکہ اکمل ہیں، حالانکہ انہیں اپنے اوپر گزرنے والے حالات اور قوموں کے رویے کو واضح کرنا چاہیے تھا؟ سو پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا اور پیغام الٰہی کو کما حقہ پہنچا دینا اس قدر یقینی اور حقیقت پر مبنی ہے کہ اس کے متعلق سوال پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی، البتہ قوموں کو شرمندہ کرنے کیلئے ان کا رویہ سامنے لانا ضروری سمجھا گیا، جہاں تک تعلق ہے دوسرے سوال کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے رعایت ادب کے پیش نظر حق تعالیٰ کے سامنے اپنی قوموں کی شکایت نہیں کی کہ آپ تو خود سب کچھ جانتے ہیں، ہمارے بتانے سے آپ کے علم میں اضافہ نہیں ہوگا، ہم کیا اپنی قوموں کی شکایت زبان پر لائیں۔ واللہ اعلم۔

اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۙ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ

اَيَّدْتُّكَ	بِرُوْحِ	الْقُدُسِ ۙ	تُكَلِّمُ	النَّاسَ	فِي	الْمَهْدِ	وَكَهْلًا ۚ	وَاِذْ
میں نے تیری مدد کی	ساتھ روح کے	پاکیزہ	تو کلام کرتا رہا	لوگوں سے	بیچ	گہوارے کے	اور بڑی عمر کے	اور جب

میں نے روح القدس کے ذریعے تمہاری مدد کی، تم لوگوں سے گہوارے اور بڑی عمر میں ہم کلام ہوتے رہے، جب

عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ

عَلَّمْتُكَ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَالتَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ ۚ	وَاِذْ	تَخْلُقُ	مِنَ
میں نے تجھے سکھائی	کتاب	اور حکمت	اور تورات	اور انجیل	اور جب	تم بناتے تھے	سے

میں نے تمہیں کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کی تعلیم دی، جب تم میرے حکم سے

الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ

الطِّيْنِ	كَهَيْـَٔةِ	الطَّيْرِ	بِاِذْنِيْ	فَتَنْفُخُ	فِيْهَا	فَتَكُوْنُ	طَيْرًا	بِاِذْنِيْ
مٹی کے	جیسے شکل	پرندے کی	میرے حکم سے	پھر تم پھونک مارتے تھے	اس میں	سو وہ ہو جاتا تھا	اڑنے والا پرندہ	میرے حکم سے

مٹی سے پرندوں جیسی صورتیں بناتے تھے، پھر ان میں پھونک مارتے تو میرے حکم سے وہ اڑنے والا پرندہ بن جاتا تھا،

وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ

وَتُبْرِئُ	الْاَكْمَهَ	وَالْاَبْرَصَ	بِاِذْنِيْ ۚ	وَاِذْ	تُخْرِجُ	الْمَوْتٰى	بِاِذْنِيْ ۚ
اور تم ٹھیک کر دیتے تھے	پیدائشی نابینا کو	اور کوڑھی کو	میرے حکم سے	اور جب	تم نکالتے تھے	مردوں کو	میرے حکم سے

اور تم میرے حکم سے پیدائشی نابینا اور کوڑھی افراد کو ٹھیک کر دیتے تھے، جب تم میرے حکم سے مردوں کو نکال کھڑا کرتے تھے،

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ

وَ	اِذْ	كَفَفْتُ	بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	عَنْكَ	اِذْ	جِئْتَهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَقَالَ	الَّذِيْنَ
اور	جب	میں نے روکا	بیٹوں کو	اسرائیل کے	تم سے	جب	تم ان کے پاس آئے	واضح دلائل کے ساتھ	تو کہا	وہ لوگ جو

جب میں نے بنی اسرائیل کو تم تک پہنچنے سے روکا اور جب تم ان کے پاس واضح دلائل لیکر آئے تو ان میں سے

كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى

كَفَرُوْا	مِنْهُمْ	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّا	سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾	وَ	اِذْ	اَوْحَيْتُ	اِلَى
کفر کیا انہوں نے	ان میں سے	نہیں ہے	یہ	مگر	جادو	کھلم کھلا	اور	جب	میں نے دل میں ڈالا	طرف

کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ ﴿۱۱۰﴾ اور جب میں نے حواریوں کے

﴿۱۱۰﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام پر ہونے والے احسانات کو یاد دلایا جارہا ہے جو حق تعالیٰ نے انہیں بطور معجزہ عطا فرمائے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات پر سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۴۵ تا ۴۹ مفصل کلام ہو چکا ہے، جن میں شیر خوارگی کے زمانے میں کلام، روح القدس سے تائید، کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کا علم، مٹی سے پرندے بنا کر ان میں پھونک مارنا، پیدائشی نابینا اور کوڑھی کو ٹھیک کر دینا اور مردوں کو نکال کھڑا کرنا اور بنی اسرائیل کے ظلم و تسلط سے نجات عطا فرمانا وغیرہ امور شامل ہیں، ان انعامات سے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں، وہیں ان کی والدہ حضرت مریم کو بھی فرحت نصیب ہوتی تھی، کیونکہ اولاد کی خوشی میں والدین کی خوشی ہوتی ہے۔

الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا

الْحَوَارِيّٖنَ	اَنْ	اٰمِنُوْا	بِیْ	وَ	بِرَسُوْلِیْ ۚ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	وَاشْهَدْ	بِاَنَّنَا
حواریوں کے	یہ کہ	تم ایمان لاؤ	مجھ پر	اور	میرے پیغمبر پر	وہ کہنے لگے	ہم ایمان لائے	اور تو گواہ رہ	کہ بیشک ہم

دل میں یہ بات ڈالی کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ، تو وہ کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے اور آپ گواہ رہیے کہ بیشک ہم

مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ

مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾	اِذْ	قَالَ	الْحَوَارِيُّوْنَ	يٰعِيْسَى	ابْنَ	مَرْيَمَ	هَلْ	يَسْتَطِيْعُ
فرمانبرداری کرنے والے	جب	کہا	حواریوں نے	اے عیسیٰ	بیٹے	مریم کے	کیا	طاقت رکھتا ہے

فرمانبردار ہیں۔ ﴿۱۱۱﴾ جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب اس بات کی قدرت

رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ

رَبُّكَ	اَنْ	يُّنَزِّلَ	عَلَيْنَا	مَآىِٕدَةً	مِّنَ	السَّمَآءِ ۭ	قَالَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ	اِنْ	كُنْتُمْ
آپ کا رب	یہ کہ	نازل کردے	ہم پر	ایک دسترخوان	سے	آسمان کے	کہا	ڈرو	اللہ سے	اگر	تم ہو

رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان نازل کر دے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾	قَالُوْا	نُرِيْدُ	اَنْ	نَّاْكُلَ	مِنْهَا	وَ	تَطْمَىِٕنَّ	قُلُوْبُنَا	وَ	نَعْلَمَ	اَنْ
ایمان والے	وہ کہنے لگے	ہم چاہتے ہیں	یہ کہ	ہم کھائیں	اس میں سے	اور	مطمئن ہوجائیں	ہمارے دل	اور	ہم جان لیں	یہ کہ

مؤمن ہو۔ ﴿۱۱۲﴾ وہ کہنے لگے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ

قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ

قَدْ	صَدَقْتَنَا	وَ	نَكُوْنَ	عَلَيْهَا	مِنَ	الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾	قَالَ	عِيْسَى	ابْنُ
یقیناً	تُو نے ہم سے سچ کہا	اور	ہم ہوجائیں	اس پر	سے	گواہی دینے والوں کے	کہا	عیسیٰ نے	بیٹا

آپ نے ہم سے سچ فرمایا ہے اور ہم اس پر گواہ بن جائیں۔ ﴿۱۱۳﴾ عیسیٰ بن مریم

مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا

مَرْيَمَ	اللّٰهُمَّ	رَبَّنَآ	اَنْزِلْ	عَلَيْنَا	مَآىِٕدَةً	مِّنَ	السَّمَآءِ	تَكُوْنُ	لَنَا	عِيْدًا
مریم کا	اے اللہ!	اے ہمارے پروردگار!	نازل کر	ہم پر	ایک دسترخوان	سے	آسمان کے	ہوجائے وہ	ہمارے لئے	خوشی کا ذریعہ

کہنے لگے کہ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان نازل فرما جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کیلئے

﴿۱۱۱﴾ اس آیت مبارکہ میں حواریوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی نبوت ورسالت کا اقرار کرنے کا بیان ہے، کہ ان کے دلوں کو ہم نے عیسیٰ کی طرف پھیرا اور ہم نے ان کے دلوں میں ایمان کا شوق اور اس کی تڑپ پیدا کی اور انہیں دولت ایمان سے مالا مال کردیا، یہاں لفظ ''اوحیت'' اسی مفہوم میں ہے، وحی کے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے اور لفظ حواری کی وجہ تسمیہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۲ میں بیان ہوچکی ہے۔

﴿۱۱۲﴾ ﴿۱۱۵﴾ ان آیتوں میں '' دسترخوان'' کے اس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کی بنا پر اس سورت کا نام سورۂ مائدہ رکھا گیا کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے فرمائش کی کہ آسمان سے ایک سجا ہوا دسترخوان اترے اور ہم اس میں سے کھائیں، اس فرمائش کو سن کر سب سے پہلا تاثر یہ ابھرتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ فرمائش کی ہے، غالباً وہ اپنے رب کی قدرت سے مکمل طور پر واقف نہیں ہیں، اس لیے وہ اس کی قدرت کا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ وہ کس قدر طاقتور ہے؟ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی فرمائش سن کر فرمایا کہ اللہ کا خوف کرو، مسلمان ہو کر تم ایسی بات کرتے ہو؟ ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ کی قدرت اور طاقت کے حوالے سے کسی قسم کے شک میں مبتلا ہو، اس پر انہوں نے اپنے منشاء کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا مقصد امتحان نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد اس سے برکت حاصل کرنا، اطمینان قلب اور دلجمعی، آپ کی صداقت کا علم الیقین اور عین الیقین =

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ

لِّاَوَّلِنَا	وَاٰخِرِنَا	وَ	اٰيَةً	مِّنْكَ ۚ	وَارْزُقْنَا	وَ	اَنْتَ	خَيْرُ	الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾	قَالَ
ہمارے پہلوں کیلئے	اور ہمارے پچھلوں کیلئے	اور	نشانی	تجھ سے	اور ہمیں رزق دے	اور	تو	بہترین	رزق دینے والا	کہا

خوشی کا باعث اور تیری ایک نشانی بن جائے، اور تو ہمیں رزق عطا فرما کہ تو ہی سب سے بہترین رزق عطا فرمانے والا ہے۔ ﴿۱۱۴﴾ اللہ نے فرمایا

اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا

اللّٰهُ	اِنِّيْ	مُنَزِّلُهَا	عَلَيْكُمْ ۚ	فَمَنْ	يَّكْفُرْ	بَعْدُ	مِنْكُمْ	فَاِنِّيْٓ	اُعَذِّبُهٗ	عَذَابًا
اللہ نے	بیشک میں	اسے نازل کرنے والا	تم پر	تو جو کوئی	کفر کرے گا	پیچھے سے	تم میں سے	تو بیشک میں	اسے عذاب دونگا	ایسا عذاب

کہ میں یہ دستر خوان تم پر اُتاروں گا، پھر اس کے بعد تم میں سے جو شخص کفر کرے گا تو میں اسے ایسے عذاب میں مبتلا کردوں گا

لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

لَّآ	اُعَذِّبُهٗٓ	اَحَدًا	مِّنَ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع	وَاِذْ	قَالَ	اللّٰهُ	يٰعِيْسَى	ابْنَ	مَرْيَمَ
نہ	عذاب دونگا میں	کسی کو	سے	جہان والوں کے	اور جب	کہا	اللہ نے	اے عیسیٰ	بیٹے	مریم کے

کہ اہلِ عالم میں سے کسی کو ایسا عذاب نہ دوں گا۔ ﴿۱۱۵﴾ اور جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم!

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ

ءَاَنْتَ	قُلْتَ	لِلنَّاسِ	اتَّخِذُوْنِيْ	وَ	اُمِّيَ	اِلٰهَيْنِ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ ؕ	قَالَ
کیا تو	تو نے کہا	لوگوں سے	مجھے بنالو	اور	میری ماں کو	دو معبود	سے	علاوہ	اللہ کے	کہا اُس نے

کیا تم نے ہی لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو معبود بنالو؟ وہ کہیں گے

سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۚ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ

سُبْحٰنَكَ	مَا	يَكُوْنُ	لِيْٓ	اَنْ	اَقُوْلَ	مَا	لَيْسَ	لِيْ ۚ	بِحَقٍّ ؕ	اِنْ	كُنْتُ	قُلْتُهٗ
تو پاک ہے	نہیں	ہے	میرے لئے	یہ کہ	میں کہوں	وہ جو	نہیں	میرے لئے	کوئی حق	اگر	میں ہوں	میں نے یہ کہا

کہ تو پاک ہے، مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ کوئی ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں ہے، اگر میں نے یہ بات کہی ہوگی

فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ

فَقَدْ	عَلِمْتَهٗ ؕ	تَعْلَمُ	مَا	فِيْ	نَفْسِيْ	وَلَآ	اَعْلَمُ	مَا	فِيْ	نَفْسِكَ ؕ
تو یقیناً	تو نے اسے جان لیا ہوگا	تو جانتا ہے	وہ جو	بیچ	میرے نفس کے	اور نہیں	میں جانتا	وہ جو	بیچ	تیرے نفس کے

تو آپ کو ضرور معلوم ہوگی، میرے دل میں جو کچھ ہے وہ آپ جانتے ہیں، لیکن آپ کے دل میں جو ہے وہ میں نہیں جانتا،

ع ۱۵ / ۵

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

=حاصل کرنا ہے اور ہم آپ کے اس معجزے کے عینی شاہد بن کر اپنے ایمان کو مزید مضبوط اور دوسروں کو اس کی تلقین کر سکیں گے، بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں نزول مائدہ کی درخواست پیش کی، اس درخواست کے الفاظ میں ہی پیغمبرانہ ادب جھلک رہا ہے، جیسا کہ ترجمے سے واضح ہے، حق تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کرلی لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح فرما دیا کہ غیر معمولی سوال کے جواب میں غیر معمولی نعمت اتاری جارہی ہے، اس کا شکریہ بھی غیر معمولی ہونا چاہیے اور ناشکری کی صورت میں سزا بھی غیر معمولی ہونی چاہیے، اس لیے یاد رکھو کہ کوئی شخص اس کی ناشکری نہ کرے اور یہ معجزہ دیکھ کر بھی کفر پر جما نہ رہے، ورنہ سزا ایسی ہوگی کہ اہل عالم میں سے کسی کو نہ ملی ہوگی، اس پر بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ لوگ ڈر گئے اور اپنی درخواست واپس لے لی، لہٰذا دستر خوان نہیں اتارا گیا اور بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے معجزانہ طور پر وہ دستر خوان اتارا، اس میں بھنا ہوا گوشت اور روٹی تھی جسے ذخیرہ کرنے کی اجازت نہیں تھی، بعض لوگوں نے حرص اور لالچ کے ہاتھوں مجبور ہو کر ذخیرہ کیا تو وہ کھانا سڑ گیا اور وہ لوگ حق تعالیٰ کے عذاب اور سزا کے مستوجب ہوئے۔

إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ

إِنَّكَ	أَنتَ	عَلَّامُ	الْغُيُوبِ ۝	مَا	قُلْتُ	لَهُمْ	إِلَّا	مَا	أَمَرْتَنِي	بِهِ	أَنِ
بیشک تو	تو	خوب جاننے والا	پوشیدہ باتوں کا	نہیں	میں نے کہا	اُن سے	مگر	وہ جو	تو نے مجھے حکم دیا	اس کا	یہ کہ

بیشک آپ ہی غیب کی باتوں کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ ١١٦ میں نے تو اُن سے صرف وہی بات کہی تھی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ

اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ

اعْبُدُوا	اللَّهَ	رَبِّي	وَ	رَبَّكُمْ	وَ	كُنتُ	عَلَيْهِمْ	شَهِيدًا	مَّا	دُمْتُ	فِيهِمْ
عبادت کرو تم	اللہ کی	میرا رب	اور	تمہارا رب	اور	میں تھا	اُن پر	گواہ	جب تک	میں رہا	بیچ ان کے

اللہ کی عبادت کرو جو کہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، اور میں جب تک اُن کے درمیان رہا، اُن کے حالات سے باخبر رہا،

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

فَلَمَّا	تَوَفَّيْتَنِي	كُنتَ	أَنتَ	الرَّقِيبَ	عَلَيْهِمْ	وَأَنتَ	عَلَىٰ	كُلِّ	شَيْءٍ
پھر جب	تو نے مجھے پورا لے لیا	تو رہا	تو	نگہبان	ان پر	اور تو	پر	ہر	چیز کے

پھر جب آپ نے مجھے اپنے پاس بلا لیا تو پھر آپ ہی اُن پر نگاہ رکھنے والے رہ گئے اور آپ ہر چیز پر

شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ

شَهِيدٌ ۝	إِن	تُعَذِّبْهُمْ	فَإِنَّهُمْ	عِبَادُكَ	وَ	إِن	تَغْفِرْ لَهُمْ	فَإِنَّكَ	أَنتَ
گواہ	اگر	تو اُنہیں عذاب دے	تو بیشک وہ	تیرے بندے	اور	اگر	تو انہیں معاف کردے	تو بیشک تو	تو

گواہ ہیں۔ ١١٧ اگر آپ انہیں عذاب میں مبتلا کر دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کی مغفرت کر دیں تو بیشک آپ ہی

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللَّهُ هَٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ۚ

الْعَزِيزُ	الْحَكِيمُ ۝	قَالَ	اللَّهُ	هَٰذَا	يَوْمُ	يَنفَعُ	الصَّادِقِينَ	صِدْقُهُمْ
غالب	حکمت والا	کہا	اللہ نے	یہ	دن	فائدہ دے گا	سچ بولنے والوں کو	اُن کا سچ بولنا

غالب ، حکمت والے ہیں۔ ١١٨ اللہ فرمائے گا کہ آج کے دن سچوں کی سچائی انہیں نفع پہنچائے گی،

لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ رَّضِيَ

لَهُمْ	جَنَّاتٌ	تَجْرِي	مِن	تَحْتِهَا	الْأَنْهَارُ	خَالِدِينَ	فِيهَا	أَبَدًا	رَّضِيَ
اُن کیلئے	باغات	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	ہمیشہ	راضی ہوا

اُن کیلئے ایسے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اللہ

١١٨ ١١٩ ان آیتوں میں قیامت کے دن ہونے والے سوال جواب اور مکالمے کا ایک منظر دکھایا گیا ہے جس کا تذکرہ گزشتہ رکوع سے شروع ہوا تھا، یہ سوال جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوگا جن کا تذکرہ پہلے سے چلا آرہا ہے اور ان پر ہونے والے احسانات بھی بیان کیے گئے ہیں، چونکہ بہت سے لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت یا ابنیت کے منصب پر فائز رکھا ہے اس لیے ساری دنیا کے سامنے حقیقت کو اچھی طرح کھول دینے کیلئے انہی کے ساتھ ہونے والے مکالمے کا ذکر کیا گیا ہے، ورنہ تمام انبیاء سے ہی مکالمہ ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال پوچھا جائیگا کہ کیا تم نے لوگوں کو اپنی الوہیت کی دعوت دی تھی؟ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ دو اور میری عبادت کرو؟ قیامت کے ہولناک مناظر میں یہ سوال کپکپی اور لرزہ طاری کر دینے والا ہوگا، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا موقف پیش کرنے کی ہمت دی جائیگی اور وہ ان تمام لوگوں کی تردید اور تکذیب کر دیں گے جو آج الوہیت اور تثلیث کے دعویٰ دار بنے ہوئے ہیں، وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! تو لاّت اور کفر و شرک کے ہر عیب سے پاک ہے، اس لیے میری خدائی کا دعویٰ جن لوگوں نے کیا، وہ سو فیصد غلط اور جھوٹا دعویٰ ہے، مجھے ایسا دعویٰ زیب ہی نہیں دیتا، تو مجھے نبوت عطا کرے اور میں تیری الوہیت اور وحدانیت کے خلاف دعوت دینے لگوں، یہ تو عصمت نبوت کے خلاف ہے، علاوہ ازیں اگر میں نے ایسی کوئی دعوت دی ہوتی یا میں نے ایسا کوئی دعویٰ کیا ہوتا تو یقیناً وہ آپ کے علم محیط میں موجود ہوتا، آپ تو میرے دل و دماغ میں آنے والے خیالات سے بھی واقف ہیں، میں نے انہیں صرف اسی چیز کی دعوت دی تھی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا، میں نے آپ کے حکم سے ذرہ برابر بھی سرتابی نہیں کی، میں نے ہمیشہ لوگوں کو آپ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور انہیں یہی بتایا کہ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، علاوہ ازیں جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا، ان کے عقائد، نظریات اور خیالات پر کڑی نگاہ رکھی اور ان کی اصلاح کرتا رہا، اس وقت تک ان میں شرک اور تثلیث کے جراثیم پیدا نہیں ہوئے تھے، لیکن میرے پیچھے کیا ہوتا رہا، میں اس سے واقف نہیں ہوں کیونکہ ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہونا تیری شان ہے، میں اس مقام پر فائز نہیں ہوں، البتہ ایک درخواست ضرور کروں گا کہ آپ کا ان لوگوں کو سزا دینا یقیناً عدل پر مبنی ہوگا کیونکہ آپ کسی پر ظلم نہیں کرتے اور یہ سب آپ کے بندے ہیں اور آپ کا انہیں معاف کر دینا یقیناً آپ کے فضل پر مبنی ہوگا جس میں ان لوگوں کا کوئی کمال نہیں ہوگا، آپ کا ہر فیصلہ کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور کوئی آپ پر غالب نہیں آسکتا، اس لیے ہم آپ کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں اور اس پر سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلۡكُ

اللّٰهُ	عَنۡهُمۡ	وَرَضُوۡا	عَنۡهُ ؕ	ذٰلِكَ	الۡفَوۡزُ	الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۱۹﴾	لِلّٰهِ	مُلۡكُ
اللہ	اُن سے	اور وہ راضی ہوئے	اُس سے	وہ	کامیابی	بڑی	اللہ ہی کیلئے	حکومت

اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہی بڑی کامیابی ہے۔ ۱۱۹ اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا فِيۡهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

السَّمٰوٰتِ	وَالۡاَرۡضِ	وَ	مَا	فِيۡهِنَّ ؕ	وَ	هُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَىۡءٍ	قَدِيۡرٌ ﴿۱۲۰﴾
آسمانوں کی	اور زمین کی	اور	وہ جو	بیچ ان کے	اور	وہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا

حکومت ہے اور ان تمام چیزوں کی جو اُن کے درمیان ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۱۲۰

اٰيَاتُهَا ۱۶۵ (۶) سُوۡرَةُ الۡاَنۡعَامِ مَكِّيَّةٌ (۵۵) رُكُوۡعَاتُهَا ۲۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ

اَلۡحَمۡدُ	لِلّٰهِ	الَّذِىۡ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الۡاَرۡضَ	وَ	جَعَلَ	الظُّلُمٰتِ
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	وہ جس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو	اور	زمین کو	اور	بنائے اس نے	اندھیرے

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور اندھیرے اور روشنی

وَالنُّوۡرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ

وَ	النُّوۡرَ ؕ	ثُمَّ	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	بِرَبِّهِمۡ	يَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱﴾	هُوَ	الَّذِىۡ	خَلَقَكُمۡ	مِّنۡ
اور	روشنی	پھر	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اپنے رب کے ساتھ	وہ برابر کرتے ہیں	وہ	جس نے	تمہیں پیدا کیا	سے

بنائی، پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر کرتے ہیں۔ ۱ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے

طِيۡنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنۡدَهٗ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ ﴿۲﴾

طِيۡنٍ	ثُمَّ	قَضٰٓى	اَجَلًا ؕ	وَ	اَجَلٌ	مُّسَمًّى	عِنۡدَهٗ	ثُمَّ	اَنۡتُمۡ	تَمۡتَرُوۡنَ ﴿۲﴾
مٹی کے	پھر	اس نے مقرر کی	ایک مدت	اور	مدت	مقرر شدہ	نزدیک اس کے	پھر	تم	شک کرتے ہو

پیدا کیا، پھر ایک مدت مقرر کی، اور اللہ کے یہاں ایک وقت مقرر ہے، پھر بھی تم شک کرتے ہو۔ ۲

۱۱۹ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی درخواست کا جواب دیا گیا ہے کہ آج توسچ اور حق کی فتح کا دن ہے، دنیا میں جس کا عقیدہ اور عمل سچا رہا ہوگا، آج اسے فائدہ ہوگا، اسی کو کامیابی ملے گی اور وہ ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل ہو جائیگا جہاں سے اسے کبھی نکالا نہ جائیگا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ

ع ۵ ۱۶ ۶

اسے اللہ کی رضا نصیب ہو جائے گی، اس سے بڑی کامیابی اور نعمت کیا ہوگی؟ ۱۲۰ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کیلئے زمین وآسمان اور ان کے درمیان ہر چیز کی حکومت وسلطنت اور بادشاہی ثابت کی گئی ہے، یہ مضمون اپنی اہمیت کی وجہ سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے بار بار دہرایا جائے اور لوگوں کا یقین دلایا جائے کہ حقیقی بادشاہ تو اللہ ہے، دنیا کی بادشاہت اور سلطنت ختم ہو جائیگی، لیکن اللہ کی سلطنت اور بادشاہت کبھی ختم نہ ہوگی، اس لیے تم اس کے ساتھ اپنے متعلق کو مضبوط کرو کیونکہ ''باقی'' کے ساتھ تعلق ''بقاء'' کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ الحمدللہ! آج مورخہ ۱۴ فروری ۲۰۱۸ء بروز بدھ بعد نماز ظہر اس سورت کی تکمیل ہوئی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول اور نافع فرما کر بقیہ سورتوں کے حواشی بھی مکمل کروادے۔ آمین

سورۃ الانعام

سورۂ انعام مکی سورت ہے، اس میں کل ۱۲۴۲۲ حروف، ۳۰۵۲ کلمات ۱۶۵ آیتیں اور ۲۰ رکوعات ہیں، چند آیات کے استثناء کے ساتھ یہ پوری سورت مکی ہے، جس وقت جبریل امین اس سورت کو لیکر نازل ہوئے، ان کے ہمراہ ستر ہزار فرشتے تھے، جو تسبیح پڑھتے چلے آرہے تھے، اس سورت کی آیت نمبر ۱۳۶ میں ''الانعام'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۃ الانعام رکھا گیا ہے، جو کہ ''نعم'' کی جمع ہے یعنی چوپائے، اہل عرب نے زمانۂ جاہلیت میں جانوروں کے متعلق جو تصورات اور مفروضات قائم کر رکھے تھے، اس سورت میں ان کی تردید بطور خاص کی گئی ہے، اس کے علاوہ جا بجا دلائل توحید اور موقع کی مناسبت سے شرعی احکام بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ۱ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے ہر قسم کی حمد و ثناء کو ثابت کر کے اس کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، نیز اس نے اندھیروں اور روشنی کو وجود بخشا، عقلاء جانتے ہیں کہ اگر موصوف پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کی صفات اس حکم کی دلیل اور علت بنتی ہیں، یہاں لفظ ''اللہ'' موصوف ہے اور اس کیلئے تعریفات کا حکم لگایا گیا ہے، اس لیے جو دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، وہ تعریف کے اس حکم کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قابل تعریف اس لیے ہے کہ اس نے زمین وآسمان کو تخلیق کیا ہے، یہ اس کی کاریگری کا شاہکار ہے، جس ذات نے اتنے بڑے آسمان اور زمین کو پیدا کر دیا، وہ یقیناً قابل تعریف ہے، پھر اس نے اندھیروں اور روشنی کو بنایا، جو انسان کی دسترس سے خارج ہے، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ''الظلمت'' جمع اور ''النور'' کا لفظ مفرد لایا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اندھیرے بہت سارے ہو سکتے ہیں اور روشنی ایک ہی ہوتی ہے، لیکن وہ ایک روشنی سارے اندھیروں کو دور کرنے کیلئے کافی ہوتی ہے۔ ۲ اس آیت مبارکہ میں مٹی سے انسان کی تخلیق کا ذکر کر کے اس کی مدت متعین کرنے اور انسان کے شک میں مبتلا رہنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہر انسان کی عمر اور اس کی مدت متعین ہے اور جس کی جتنی عمر لکھی ہوئی ہے، اس میں ایک لمحے کی تقدیم اور تاخیر نہیں ہو سکتی، لیکن اس کے باوجود انسان شک میں مبتلا رہتا ہے، اسی وجہ سے انسان کو قیامت کے حوالے سے بھی شک ہوتا ہے، حالانکہ موت کی طرح قیامت بھی برحق ہے۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ

وَ	هُوَ	اللّٰهُ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	فِي	الْاَرْضِ ؕ	يَعْلَمُ	سِرَّكُمْ	وَجَهْرَكُمْ	وَ	يَعْلَمُ
اور	وہ	اللہ	بیچ	آسمانوں کے	اور	بیچ	زمین کے	وہ جانتا ہے	تمہارے راز	اور تمہارے ظاہر کو	اور	جانتا ہے

اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی، وہ تمہاری پوشیدہ اور ظاہر سب چیزوں کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے

مَا تَكْسِبُوْنَ ۝٣ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا

مَا	تَكْسِبُوْنَ ۝٣	وَ	مَا	تَاْتِيْهِمْ	مِّنْ	اٰيَةٍ	مِّنْ	اٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	اِلَّا	كَانُوْا	عَنْهَا
وہ جو	تم کماتے ہو	اور	نہیں	اُن کے پاس آئی	سے	کوئی نشانی	سے	نشانیوں کے	ان کے رب کی	مگر	وہ رہے	اس سے

جو کچھ تم کرتے ہو۔ [٣] اور اُن کے پاس اُن کے رب کی جو بھی نشانی آتی ہے، وہ اُس سے

مُعْرِضِيْنَ ۝٤ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ

مُعْرِضِيْنَ ۝٤	فَقَدْ	كَذَّبُوْا	بِالْحَقِّ	لَمَّا	جَآءَهُمْ ؕ	فَسَوْفَ	يَاْتِيْهِمْ
منہ پھیرنے والے	تو یقیناً	انہوں نے جھٹلایا	حق کو	جب	وہ ان کے پاس آیا	تو عنقریب	آئیں گی ان کے پاس

اِعراض ہی کرتے ہیں۔ [٤] یقیناً انہوں نے حق کو "جب کہ وہ اُن کے پاس آیا" جھٹلایا، سو عنقریب اُن کے پاس

اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٥ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ

اَنْۢبٰٓؤُا	مَا	كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٥	اَلَمْ	يَرَوْا	كَمْ	اَهْلَكْنَا	مِنْ	قَبْلِهِمْ
خبریں	وہ جو	وہ تھے	اس کا	مذاق اڑاتے	کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	کتنی	ہلاک کردیں ہم نے	سے	ان کے پہلے

اُن چیزوں کی حقیقت آجائے گی جن کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ [٥] کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی ہی بستیوں کو

مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ

مِّنْ	قَرْنٍ	مَّكَّنّٰهُمْ	فِي	الْاَرْضِ	مَا	لَمْ	نُمَكِّنْ	لَّكُمْ	وَ	اَرْسَلْنَا	السَّمَآءَ
سے	بستی کے	ہم نے انہیں دی قدرت	بیچ	زمین کے	وہ جو	نہیں	ہم نے قدرت دی	تمہیں	اور	بھیجی ہم نے	بارش

ہلاک کر دیا جنہیں ہم نے زمین میں وہ قدرت عطا کی تھی جو تمہیں نہیں دی، اور ہم نے اُن پر آسمان سے

عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

عَلَيْهِمْ	مِّدْرَارًا ۠	وَّ	جَعَلْنَا	الْاَنْهٰرَ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهِمْ	فَاَهْلَكْنٰهُمْ
اُن پر	موسلا دھار	اور	بنائیں ہم نے	نہریں	بہتی ہوئی	سے	اُن کے نیچے	سو ہم نے انہیں ہلاک کردیا

موسلا دھار بارش برسائی، نیز ہم نے ان کے نیچے سے نہریں بہادیں، پھر اُن کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے

[٣] اس آیت مبارکہ میں اللہ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہی آسمان میں بھی معبود ہے اور وہی زمین میں بھی معبود ہے، وہ تمہاری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات جانتا ہے، وہ تمہارے ہر عمل سے واقف ہے اور اس کا علم محیط اور کامل ہے۔

[٤] اس آیت مبارکہ میں لوگوں کے رویئے کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ معجزات اور نشانیاں دیکھ کر بھی اعراض ہی کرتے ہیں اور منہ پھیر کر نکل جاتے ہیں، حالانکہ معجزات اس مقصد کیلئے ظاہر نہیں کیے جاتے کہ ان سے اعراض کیا جائے، بلکہ اس مقصد کیلئے ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر انسان ایمان لائے اور اس کے یقین میں پختگی اور مضبوطی پیدا ہو جائے۔

[٥] اس آیت مبارکہ میں حق کی تکذیب کرنے والوں پر واضح کر دیا گیا ہے کہ جن چیزوں کا تم آج مذاق اڑا رہے ہو، عنقریب ان کی حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آ جائے گی، رہی یہ بات کہ یہاں "حق" سے کیا مراد ہے؟ سو بعض مفسرین نے اس سے قرآن کریم مراد لیا ہے، ظاہر ہے کہ قرآن کریم سے بڑھ کر حق بات اور کون سی ہو سکتی ہے؟ لیکن یہ تفسیر مراد لینے کی صورت میں آیت اپنے عموم پر باقی نہیں رہے گی اور اس میں دوسری قوموں کو مراد لینے کا امکان ختم ہو جائیگا، اس لیے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "حق" کو عام رکھا جائے اور آیت کا معنی یہ ہو کہ ہر زمانے میں لوگوں نے حق کی تکذیب کی ہے، تا کہ دوسری قوموں کا رویہ بھی سامنے آ جائے۔ واللہ اعلم۔

بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٦ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

بِذُنُوْبِهِمْ	وَاَنْشَاْنَا	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ	قَرْنًا	اٰخَرِيْنَ ۝	وَ	لَوْ	نَزَّلْنَا	عَلَيْكَ
ان کے گناہوں کی وجہ سے	اور ہم نے پیدا کردیا	سے	ان کے پیچھے	ایک قوم کو	دوسرے لوگ	اور	اگر	ہم نازل کرتے	آپ پر

انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کر دیا۔ ٦ اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی

كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ

كِتٰبًا	فِيْ	قِرْطَاسٍ	فَلَمَسُوْهُ	بِاَيْدِيْهِمْ	لَقَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِنْ	هٰذَآ
کتاب	بیچ	کاغذ کے	سو وہ اسے چھوتے	اپنے ہاتھوں سے	البتہ کہتے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	نہیں	یہ

کتاب بھی نازل کر دیتے، سو وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے تب بھی کافر یہی کہتے کہ یہ تو

اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا

اِلَّا	سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ ۝	وَ	قَالُوْا	لَوْلَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْهِ	مَلَكٌ ؕ	وَ	لَوْ	اَنْزَلْنَا	مَلَكًا
مگر	جادو	کھلا ہوا	اور	کہتے ہیں	کیوں نہیں ایسا ہوا	نازل کیا جاتا	ان پر	کوئی فرشتہ	اور	اگر	ہم نازل کردیتے	کوئی فرشتہ

کھلا جادو ہے۔ ٧ اور کہتے ہیں کہ ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ اگر ہم فرشتہ اتار دیتے

لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝٨ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا

لَّقُضِيَ	الْاَمْرُ	ثُمَّ	لَا	يُنْظَرُوْنَ ۝	وَ	لَوْ	جَعَلْنٰهُ	مَلَكًا	لَّجَعَلْنٰهُ	رَجُلًا
البتہ فیصلہ کردیا جاتا	معاملے کا	پھر	نہ	وہ مہلت دیے جاتے	اور	اگر	ہم اسے بنادیتے	فرشتہ	البتہ ہم اسے بناتے	ایک مرد

تو معاملات کا فیصلہ بھی ہو جاتا، پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔ ٨ اور اگر ہم پیغمبر ہی کسی فرشتے کو بنا دیتے تو ہم اسے بھی انسان ہی بناتے،

وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝٩ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

وَّلَلَبَسْنَا	عَلَيْهِمْ	مَّا	يَلْبِسُوْنَ ۝	وَ	لَقَدِ	اسْتُهْزِئَ	بِرُسُلٍ	مِّنْ	قَبْلِكَ
اور البتہ ہم شبہ ڈال دیتے	اُن پر	وہ جو	شبہ کررہے ہیں	اور	البتہ یقیناً	مذاق اڑایا گیا	کئی پیغمبروں کا	سے	آپ کے پہلے

اور اُن پر وہی شبہ ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہوئے ہیں۔ ٩ اور یقیناً آپ سے پہلے پیغمبروں کا مذاق بھی اُڑایا گیا،

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ ع قُلْ

فَحَاقَ	بِالَّذِيْنَ	سَخِرُوْا	مِنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝	قُلْ
تو الٹا آپڑا	ان لوگوں پر	مذاق اڑایا انہوں نے	ان میں سے	وہ جو	تھے	اس کے ساتھ	مذاق اڑاتے رہے	تُو کہہ

پھر مذاق اڑانے والوں کا احاطہ اس چیز نے کر لیا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ ١٠ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے

٦ اس آیت مبارکہ میں عبرت کیلئے گزشتہ اقوام کا حوالہ دیا گیا ہے کہ انہیں جس قدر آسائشیں، نعمتیں اور خوشحالی کے اسباب فراہم کیے گئے تھے، تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اگر انہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر کے ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو زمین کی نیابت دیدی گئی تاکہ وہ کام کر کے دکھائیں، تو تمہیں بھی تمہارے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کرنا ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں ہے اور ہم تمہاری جگہ ایک نئی نسل کو دے سکتے ہیں، عقل مند آدمی وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔ ٧ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کی ایک فرمائش کا جواب دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کو ایک لکھی ہوئی کتاب کی صورت میں پیش کر کے دکھائیں، یہ جو آپ پر تھوڑی تھوڑی وحی نازل ہوتی ہے جسے آپ بعد میں خود کاتبوں سے لکھواتے ہیں، اللہ تعالیٰ آسمانوں سے ایک ہی مرتبہ پوری کتاب لکھ کر کیوں نازل نہیں کر دیتا؟ یہی بات اہل کتاب بھی کہتے تھے جیسا کہ چھٹے پارے کے آغاز میں گزرا ہے، لیکن جواب دونوں جگہ مختلف ہے، وہاں یہ جواب دیا تھا کہ اہل کتاب اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑے بڑے معجزات کا مطالبہ کر چکے ہیں، گویا کہ ایسی فرمائش کرنا ان کی سرشت میں داخل ہے اور یہاں یہ جواب دیا کہ اگر ہم ان کی فرمائش پوری کر بھی دیں اور یہ لوگ اس نازل شدہ کتاب کو اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیں، تب بھی ان کے خیالات میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو گی اور یہ پہلے کی طرح اسے جادو ہی کہتے رہیں گے۔ ع ١٠ ٨ ٩ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کی ایک اور فرمائش کا ذکر کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے، ان کا یہ کہنا تھا کہ اگر محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں تو ان کے ساتھ کچھ فرشتے اتارے جاتے جو ان کی نبوت کا اعلان کرتے جاتے، تاکہ لوگوں کو یقین آ جاتا کہ واقعۃً وہ اللہ کے پیغمبر ہیں، اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ ہمارے لیے فرشتے اتارنا کچھ مشکل نہیں ہے، لیکن جب ہم فرشتے اتارتے ہیں تو اس وقت مہلت نہیں دیتے، پھر فیصلے کرتے ہیں اور ظالموں کی جڑ کاٹ دی جاتی ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ہم فرشتے اتارے دیتے ہیں لیکن اگر تم نہ مانے تو اسی وقت تمہارا فیصلہ کر دیا جائیگا اور ابھی جو تمہیں مہلت ملی ہوئی ہے، وہ ختم ہو جائے گی، دوسرا جواب یہ کہ اگر تمہاری فرمائش پر ہم فرشتے نازل کر دیں تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ فرشتہ اپنی اصل شکل میں آئے اس کا تو کوئی تحمل ہی نہیں کر سکتا، انسان کسی فرشتے کو اس کی اصل شکل وصورت میں دیکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا، رسول اکرم ﷺ نے نبوت کے ٢٣ سالہ عرصے میں صرف دو مرتبہ جبریل امین کو ان کی اصلی شکل وصورت میں دیکھا ہے اور یہ انہی کا حوصلہ تھا کہ اس کا تحمل فرما لیا، ورنہ عام آدمی اسی وقت غش کھا کر گر پڑے، دوسری صورت یہ کہ فرشتہ انسانی شکل میں آئے، ایسی صورت میں مشرکین کہیں گے کہ یہ تو ہمارے جیسا انسان ہے، پھر جب وہ انسانی شکل میں ہو گا تو اس پر انسانی تقاضے بھی لاگو ہوں گے اور وہ کھانے پینے اور دیگر ضروریات زندگی کا محتاج بھی ہو گا، اس طرح اشتباہ تو پھر بھی باقی رہے گا، اس لیے انہیں چاہیے کہ ایسی فرمائشیں نہ کریں، پیغمبر ﷺ پر ایمان لائیں، وہ تو فرشتوں سے بھی بڑھ کر مقدس ہیں، ان کی نورانیت اور پاکیزگی پر تو فرشتے بھی رشک کرتے ہیں، اس لیے ان کی تصدیق کیلئے فرشتوں کو اتارنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ١٠ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ سے پہلے بھی پیغمبروں =

سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١١﴾ قُلْ

سِيْرُوْا	فِى	الْاَرْضِ	ثُمَّ	انْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُكَذِّبِيْنَ﴿﴾	قُلْ
چلو پھرو تم	بیچ	زمین کے	پھر	تم دیکھو	کیسا	ہوا	انجام	جھٹلانے والوں کا	تُو کہہ

کہ تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ١١ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے

لِّمَنْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ

لِّمَنْ	مَّا	فِى	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ؕ	قُلْ	لِّلّٰهِ ؕ	كَتَبَ	عَلٰى	نَفْسِهِ
کس کا	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	تُو کہہ	اللہ ہی کا	اس نے لکھ لیا	پر	اپنی ذات کے

کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ کس کا ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کا ہے، اس نے اپنے اوپر مہربانی کرنے کو

الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

الرَّحْمَةَ ؕ	لَيَجْمَعَنَّكُمْ	اِلٰى	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	لَا	رَيْبَ	فِيْهِ ؕ	اَلَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا
مہربانی کرنے کو	البتہ ضرور وہ تمہیں جمع کرے گا	طرف	دن	قیامت کے	نہیں	کوئی شک	اس میں	جو لوگ	نقصان کر چکے

لکھ لیا ہے، وہ تمہیں قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، جو لوگ اپنے آپ کو خسارے میں

اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِى الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ

اَنْفُسَهُمْ	فَهُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ﴿١٢﴾	وَ	لَهٗ	مَا	سَكَنَ	فِى	الَّيْلِ	وَ	النَّهَارِ ؕ	وَ	هُوَ
اپنی جانوں کا	سو وہ	نہیں	ایمان لائیں گے	اور	اسی کا	جو کچھ	سکون حاصل کرے	بیچ	رات کے	اور	دن کے	اور	وہ

ڈال چکے، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ١٢ رات اور دن میں جتنی چیزیں بھی آرام پکڑتی ہیں، سب اسی کی ہیں، اور وہ

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ﴿١٣﴾	قُلْ	اَغَيْرَ	اللّٰهِ	اَتَّخِذُ	وَلِيًّا	فَاطِرِ	السَّمٰوٰتِ
خوب سننے والا	جاننے والا	تُو کہہ	کیا علاوہ	اللہ کے	میں بناؤں	کوئی دوست	پیدا کرنے والا	آسمانوں کو

خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ ١٣ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا دوست بنالوں؟ جس نے آسمانوں اور زمین کو

وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ

وَ	الْاَرْضِ	وَ	هُوَ	يُطْعِمُ	وَ	لَا	يُطْعَمُ ؕ	قُلْ	اِنِّىْٓ	اُمِرْتُ	اَنْ	اَكُوْنَ	اَوَّلَ	مَنْ
اور	زمین کو	اور	وہ	کھلاتا ہے	اور	نہیں	کھلایا جاتا	تُو کہہ	بیشک میں	حکم دیا گیا ہوں میں	یہ کہ	رہوں میں	سب سے پہلا	وہ جو

پیدا کیا اور وہ سب کو کھلاتا ہے، اسے کوئی نہیں کھلاتا، آپ فرما دیجئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے

= کا مذاق اڑایا جا تا رہا ہے اس لیے آپ زیادہ غمگین نہ ہوں، عنقریب ان کا بھی وہی انجام ہوگا، جو گزشتہ قوموں کا ہو چکا ہے اور ان کا مذاق ان پر الٹا آپڑے گا۔

١١ اس آیت مبارکہ میں زمین کی سیر و سیاحت کی ترغیب دی گئی ہے جس کا منشا عیش و عشرت یا فضول خرچی نہ ہو، بلکہ عبرت پذیری ہو، انسان پہلی قوموں کے کھنڈرات اور آثار قدیمہ کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے، تاکہ ان جیسے انجام سے اپنے آپ کو بچا سکے، آج لوگ آثار قدیمہ پر بھی تفریح کیلئے جاتے ہیں، جہاں عیاشی کے اڈے بنے ہوئے ہیں اور بجائے عبرت حاصل کرنے کے وہاں اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے افعال و حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں ''اعاذنا اللہ منها''

١٢ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی ملکیت قرار دے کر اس کی رحمتِ عامہ کا ذکر کیا گیا ہے، احادیث میں اس کی وضاحت اس طرح آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی عرش پر اپنا یہ فیصلہ لکھ رکھا ہے کہ میری رحمت، میرے غضب پر غالب اور اس سے بڑھی ہوئی ہے، اسی رحمتِ عامہ کی وجہ سے وہ بہت سے مجرموں کو فوری سزا نہیں دیتا، بلکہ اس کیلئے اس نے قیامت کا دن مقرر کیا ہے جو یقیناً آکر رہے گا، اس دن فیصلہ ہوگا، اس کے باوجود اگر کچھ لوگ ایمان نہیں لائے تو وہ خود اپنا نقصان کر رہے ہیں جس کا خمیازہ انہی کو بھگتنا ہوگا۔

١٣ اس آیت مبارکہ میں ''ما سکن'' کا لفظ عام ہے اور ہر ساکن چیز کو شامل ہے، مفسرین نے اس کے دو معنی بیان کیے ہیں، ایک تو یہ کہ لفظ سکون، حرکت کے مقابلے میں ہو، اس صورت میں یہ اپنی ضد ''حرکت'' کو بھی شامل ہوگا اور معنی یہ ہوگا کہ ہر ساکن اور متحرک چیز'' جو دن رات کی گردش میں ہے'' اللہ ہی کی ملکیت میں ہے اور دوسرا یہ کہ لفظ سکون قرار پکڑنے کے معنی میں ہو، اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ لیل و نہار کی گردش میں جتنی چیزیں بھی قرار پکڑتی ہیں، سب اللہ کی ملکیت میں ہیں۔

أَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٤﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ

اَسْلَمَ	وَ	لَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٤﴾	قُلْ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	اِنْ	عَصَيْتُ
فرمانبردار ہوا	اور	نہ ہو جاؤ ہرگز	سے	شرک کرنے والوں کے	تُو کہہ	بیشک میں	ڈرتا ہوں	اگر	میں نے نافرمانی کی

پہلا فرمانبردار بنوں اور یہ کہ تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا۔ ⑭ اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے اپنے

رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ

رَبِّيْ	عَذَابَ	يَوْمٍ	عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾	مَنْ	يُّصْرَفْ	عَنْهُ	يَوْمَئِذٍ	فَقَدْ
اپنے رب کی	عذاب سے	ایک دن	بڑے کے	جو کوئی	پھیر دیا گیا	اس سے	اس دن	تو یقیناً

رب کی نافرمانی کی تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ ⑮ جس شخص سے اُس دن وہ عذاب پھیر دیا گیا تو یقیناً

رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا

رَحِمَهٗ	وَ	ذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾	وَ	اِنْ	يَّمْسَسْكَ	اللّٰهُ	بِضُرٍّ	فَلَا
اس نے اس پر رحم کر دیا	اور	وہ	کامیابی	کھلی	اور	اگر	تجھے پہنچا دے	اللہ	کوئی تکلیف	تو نہیں

اس پر رحمت ہو گئی، اور یہی کھلی کامیابی ہے۔ ⑯ اور اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچا دے تو اُسے

كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

كَاشِفَ	لَهٗٓ	اِلَّا	هُوَ	وَ	اِنْ	يَّمْسَسْكَ	بِخَيْرٍ	فَهُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ
کوئی کھولنے والا	اس کیلئے	مگر	وہی	اور	اگر	تجھے پہنچا دے	کوئی خیر	تو وہ	پر	ہر	چیز کے

اُس کے علاوہ کوئی دور نہیں کر سکتا، اور اگر وہ آپ کو کوئی خیر پہنچا دے تو وہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١٨﴾ قُلْ اَيُّ

قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾	وَ	هُوَ	الْقَاهِرُ	فَوْقَ	عِبَادِهٖ	وَ	هُوَ	الْحَكِيْمُ	الْخَبِيْرُ ﴿١٨﴾	قُلْ	اَيُّ
قدرت والا	اور	وہ	غالب	اوپر	اپنے بندوں کے	اور	وہ	حکمت والا	خوب باخبر	تو کہہ	کون سی

قادر ہے۔ ⑰ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے، اور وہ حکمت والا، خوب باخبر ہے۔ ⑱ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ سب سے بڑی

شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ

شَيْءٍ	اَكْبَرُ	شَهَادَةً	قُلِ	اللّٰهُ	شَهِيْدٌۢ	بَيْنِيْ	وَ	بَيْنَكُمْ	وَ	اُوْحِيَ	اِلَيَّ
چیز	زیادہ بڑی	گواہی کے طور پر	تو کہہ	اللہ	گواہ	میرے درمیان	اور	تمہارے درمیان	اور	وحی بھیجی گئی	میری طرف

گواہی کس کی ہو سکتی ہے؟ آپ ہی فرما دیجئے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے، اور یہ قرآن مجھ پر

⑭ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی ایک منفرد صفت بیان کر کے ایک سوال پوچھا گیا ہے، صفت یہ ہے کہ اللہ ساری مخلوق کو کھلاتا ہے، اسے کوئی نہیں کھلاتا، اور دنیا میں بھی شرفاء کے یہاں یہ رواج ہے کہ جس کا کھاتے ہیں، اسی کا گاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ میں کھاؤں تو اللہ کا، اور گاؤں دوسروں کا؟ یہ نہیں ہو سکتا، میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا ولی اور دوست ہرگز نہیں بنا سکتا، مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس کے آگے سر تسلیم خم کروں اور شرک سے بچوں، سو میں اس پر پوری دیانت داری کے ساتھ عمل کروں گا اور اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت ہرگز نہ کروں گا۔

⑮ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی نافرمانی پر اندیشہ عذاب ظاہر کیا گیا ہے اور یہ جملہ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا ہے، حالانکہ رسول اکرم ﷺ کے حوالے سے تو اس کا تصور بھی محال ہے، منشا اس کا یہ ہے کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی پر اس کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے خواہ انسان کتنا ہی بڑا ہو جائے۔

⑯ اس آیت مبارکہ میں عذابِ الٰہی سے بچ جانے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ انہیں شکر کرنا چاہیے کہ اللہ نے ان پر رحم کر دیا اور انہیں یہ عظیم کامیابی نصیب ہو گئی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان اللہ کے عذاب سے بچ جائے تو یہی اس کی بہت بڑی کامیابی ہے، جنت اور اس کی نعمتوں کا حصول تو بعد کی چیزیں ہیں، جسے وہ حاصل ہو جائیں تو اس کی کامیابی کا لطف دو بالا ہو جائے گا۔

⑰ اس آیت مبارکہ کا مضمون انسان کی زندگی کے پریشان کن اور خوش کن لمحات کا احاطہ کرتا ہے، اگر اس مضمون کا یقین انسان کو نصیب ہو جائے تو کسی مصیبت، پریشانی اور بیماری سے اسے گھبراہٹ اور بے قراری نہ ہو اور کسی خوشی، راحت اور نعمت پر وہ اپنے رب کو فراموش نہ کرے، وہ مضمون یہ ہے کہ اگر اللہ نے تمہیں کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کر لیا ہے ''خواہ اس کی وجہ کچھ بھی ہو'' تو ساری دنیا مل کر بھی اس تکلیف اور مصیبت کو تم سے دور نہیں کر سکتی، اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی اور تمہیں اس مصیبت سے بچا نہیں سکتی، اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی خیر، راحت اور نعمت پہنچانے کا ارادہ کر لے تو ساری دنیا ایڑی چوٹی کا زور لگا لے، تم سے اس خیر اور نعمت کو چھین نہیں سکتی، وہ اپنے ارادے کو پورا کرنے کی مکمل قدرت اور دسترس رکھتا ہے، اس لیے کوئی مصیبت آ جائے تو گھبرا کر بے صبری نہ کرو اور نعمت مل جائے تو اترا کر ناشکری مت کرو۔

⑱ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی صفت غلبہ کو بیان کیا گیا ہے اور یہاں لفظ ''القاهر'' بمعنیٰ ''الغالب'' کے ہے، چونکہ وہ غالب ہے اس لیے اس کا ہر حکم اس کی مخلوق پر مکمل نافذ ہوتا ہے اور چونکہ وہ حکمت والا باخبر بھی ہے اس لیے جو حکم بھی دیتا ہے، وہ حکمت کے عین مطابق ہوتا ہے۔

هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ

هٰذَا	الْقُرْاٰنُ	لِاُنْذِرَكُمْ	بِهٖ	وَ	مَنْۢ	بَلَغَ ؕ	اَىِٕنَّكُمْ	لَتَشْهَدُوْنَ	اَنَّ	مَعَ	اللّٰهِ
یہ	قرآن	تاکہ میں تمہیں ڈراؤں	اس کے ذریعے	اور	جسے	یہ پہنچے	کیا تم	البتہ گواہی دیتے ہو	یہ کہ بیشک	ساتھ	اللہ کے

وحی کیا گیا ہے تاکہ تمہیں بھی اس سے ڈراؤں اور جسے یہ پہنچے اُسے بھی، کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ

اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ

اٰلِهَةً	اُخْرٰى ؕ	قُلْ	لَّاۤ	اَشْهَدُ ۚ	قُلْ	اِنَّمَا	هُوَ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	وَّ	اِنَّنِیْ	بَرِیْٓءٌ
کئی معبود	دوسرے	تُو کہہ	نہیں	میں گواہی دیتا	تُو کہہ	وہ تو صرف	وہی	معبود	ایک	اور	بیشک میں	بیزار ہوں

دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ میں تو اس کی گواہی نہیں دیتا، آپ فرما دیجئے کہ وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور میں اُن تمام چیزوں سے بری ہوں

مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ⑲ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ

مِّمَّا	تُشْرِكُوْنَ ⑲	اَلَّذِیْنَ	اٰتَیْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	یَعْرِفُوْنَهٗ	كَمَا	یَعْرِفُوْنَ
اس سے جو	تم شریک ٹھہراتے ہو	وہ لوگ جو	ہم نے دی انہیں	کتاب	وہ اسے پہچانتے ہیں	جیسا کہ	وہ پہچانتے ہیں

جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ ⑲ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے، وہ پیغمبر (ﷺ) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو

اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ⑳ وَمَنْ

اَبْنَآءَهُمْ	اَلَّذِیْنَ	خَسِرُوْۤا	اَنْفُسَهُمْ	فَهُمْ	لَا	یُؤْمِنُوْنَ ⑳	وَ	مَنْ
اپنے بیٹوں کو	وہ لوگ جو	نقصان میں ڈال چکے	اپنی جانوں کو	سو وہ	نہیں	ایمان لائیں گے	اور	کون

پہچانتے ہیں، جو لوگ اپنے آپ کو خسارے میں ڈال چکے، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ⑳ اور اس شخص سے

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ

اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ	كَذَّبَ	بِاٰیٰتِهٖ ؕ	اِنَّهٗ	لَا	یُفْلِحُ
زیادہ بڑا ظالم	اُس سے جو	گھڑے	پر	اللہ کے	جھوٹ	یا	جھٹلائے	اس کی آیتوں کو	بیشک حال یہ ہے	نہیں	کامیاب ہوتے

بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اُس کی آیتوں کی تکذیب کرے، بیشک ظالم لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ㉑ وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا

الظّٰلِمُوْنَ ㉑	وَ	یَوْمَ	نَحْشُرُهُمْ	جَمِیْعًا	ثُمَّ	نَقُوْلُ	لِلَّذِیْنَ	اَشْرَكُوْۤا
ظلم کرنے والے	اور	جس دن	ہم انہیں جمع کریں گے	سب کو	پھر	ہم کہیں گے	ان لوگوں سے	شرک کیا انہوں نے

کامیاب نہیں ہوتے۔ ㉑ اور جس دن ہم اُن سب کو جمع کریں گے، پھر ہم شرک کرنے والوں سے کہیں گے

وقف لازم باختلاف — وقف لازم ع

⑲ اس آیت مبارکہ میں دو دعوے اور ان پر ایک شہادت دی گئی ہے، ضمنی طور پر ایک تیسرا دعویٰ بھی آ جاتا ہے، پہلا دعویٰ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر قرآن کریم بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے جس کا مقصد لوگوں کو آنے والے حالات سے آگاہ کرنا ہے تاکہ لوگ جہنم میں جانے سے بچ جائیں، دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں اور میں شرک و بت پرستی اور مشرکوں کے معبودوں سے بالکل بیزار ہوں، اب عقل تقاضا کرتی ہے کہ ان دونوں پر شہادت پیش کی جائے، سو ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کو اس پر کتنی بڑی گواہی کی ضرورت ہے؟ اس کائنات میں اللہ کی گواہی سے بڑی گواہی کسی کی نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ خود سب سے بڑا ہے، لہٰذا اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ دونوں دعوے درست ہیں، سو تمہیں چاہیے کہ انہیں تسلیم کرو اور ان پر ایمان لاؤ، ضمنی طور پر ''ومن بلغ'' کے لفظ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ رسول اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت عالمگیر ہے، کسی خاص قوم و ملک کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں ہے، جہاں جہاں تک یہ پیغام پہنچے، وہاں وہاں تک پیغام بر بھی پہنچے گا اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا لازم ہو گا۔

⑳ اس آیت مبارکہ میں لفظ ''یعرفونہ'' کی ضمیر کا مرجع یا تو قرآن کریم ہے، یا رسول اکرم ﷺ دونوں صورتوں میں آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ اہل کتاب اس قرآن کو یا رسول اکرم ﷺ کو خوب اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے کوئی شخص سینکڑوں بچوں میں اپنے بچے اور خاص طور پر اپنے بیٹے کو شناخت کر لیتا ہے اور اسے کسی قسم کا تردد نہیں ہوتا، لیکن بات صرف اتنی ہے کہ یہ لوگ ایمان نہ لا کر اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

㉑ اس آیت مبارکہ میں دو لوگوں کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے اور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتا، لہٰذا یہ دو لوگ بھی کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، ایک وہ شخص جو اللہ کی طرف جھوٹی نسبت کرے مثلاً یہ دعویٰ کرے کہ میں اللہ کا نبی ہوں، حالانکہ وہ اللہ کا نبی نہ ہو، دوسرا وہ شخص جو اس کی آیتوں کی تکذیب کرے اور انہیں جھٹلائے، معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی ان دونوں کو ظالم قرار دیئے جانے کی وجہ معلوم کر سکتا ہے۔

اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ

اَيْنَ	شُرَكَآؤُكُمُ	الَّذِيْنَ	كُنْتُمْ	تَزْعُمُوْنَ﴿٢٢﴾	ثُمَّ	لَمْ	تَكُنْ	فِتْنَتُهُمْ	اِلَّآ	اَنْ
کہاں	تمہارے شرکاء	وہ لوگ جو	تم تھے	گمان کرتے	پھر	نہ	رہے گا	ان کا کوئی فریب	مگر	یہ کہ

کہ کہاں ہیں تمہارے وہ شرکاء جن پر تمہیں بڑا گمان تھا؟ ٢٢ پھر اُن کے پاس کوئی فریب نہ رہے گا، صرف اتنا ہی

قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

قَالُوْا	وَاللّٰهِ	رَبِّنَا	مَا	كُنَّا	مُشْرِكِيْنَ﴿٢٣﴾	اُنْظُرْ	كَيْفَ	كَذَبُوْا	عَلٰٓى	اَنْفُسِهِمْ
وہ کہیں گے	اللہ کی قسم	ہمارے رب کی قسم	نہیں	ہم تھے	شرک کرنے والے	تُو دیکھ لے	کس طرح	انہوں نے جھوٹ بولا	پر	اپنی جانوں کے

کہہ سکیں گے کہ اللہ کی قسم ''جو کہ ہمارا رب ہے'' ہم مشرک نہ تھے۔ ٢٣ آپ دیکھ لیجئے کہ انہوں نے اپنے ہی خلاف کیسا جھوٹ بولا

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ج

وَ	ضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ﴿٢٤﴾	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	يَّسْتَمِعُ	اِلَيْكَ ج
اور	گم ہوگیا	ان سے	وہ جو	وہ تھے	گھڑتے رہے	اور	ان میں سے	وہ جو	کان لگا کر سنتا ہے	تیری طرف

اور وہ چیزیں اُن سے گم ہوگئیں جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ ٢٤ اور اُن میں سے بعض لوگ وہ بھی ہیں جو بظاہر آپ کی بات کان لگا کر سنتے ہیں،

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَاِنْ يَّرَوْا

وَ	جَعَلْنَا	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	اَكِنَّةً	اَنْ	يَّفْقَهُوْهُ	وَ	فِيْٓ	اٰذَانِهِمْ	وَقْرًا ط	وَ	اِنْ	يَّرَوْا
اور	ڈال دیئے ہم نے	پر	ان کے دلوں کے	پردے	یہ کہ	وہ اسے سمجھ سکیں	اور	بیچ	ان کے کانوں کے	بوجھ	اور	اگر	وہ دیکھ لیں

اور ہم نے اُن کے دلوں پر اسے سمجھنے کے حوالے سے پردے ڈال دیئے ہیں اور اُن کے کانوں میں بوجھ ہے، اگر یہ ساری نشانیاں

كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ

كُلَّ	اٰيَةٍ	لَّا	يُؤْمِنُوْا	بِهَا ط	حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءُوْكَ	يُجَادِلُوْنَكَ	يَقُوْلُ	الَّذِيْنَ
ہر	نشانی	نہ	وہ ایمان لائیں گے	اس پر	یہاں تک کہ	جب	وہ تیرے پاس آتے ہیں	وہ تجھ سے جھگڑا کرتے ہیں	کہتے ہیں	وہ لوگ جو

دیکھ لیں تب بھی اُن پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس جھگڑا کرنے کیلئے آتے ہیں تو کافر لوگ

كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ

كَفَرُوْٓا	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّآ	اَسَاطِيْرُ	الْاَوَّلِيْنَ﴿٢٥﴾	وَهُمْ	يَنْهَوْنَ	عَنْهُ	وَ	يَنْـَٔوْنَ
کفر کیا انہوں نے	نہیں	یہ	مگر	کہانیاں	پہلے لوگوں کی	اور وہ	روکتے ہیں	اس سے	اور	دور ہوتے ہیں

کہتے ہیں کہ یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ٢٥ یہ لوگ اُس سے روکتے ہیں اور اُس سے

٢٢ ٢٣ ان آیتوں میں قیامت کے دن سارے انسانوں کو جمع کرنے کا ذکر کر کے مشرکین کی حالت بیان کی گئی ہے کہ جب ان سے کہا جائیگا کہ اپنے معبودوں کو بلاؤ، جن کے آگے تم سجدہ کرتے تھے، وہ کہاں ہیں؟ وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے ؟ تم بے بس ہوگئے یا وہ بے بس ہوگئے ہیں؟ ان کے پاس اپنے باطل معبودوں کا دفاع کرنے کیلئے کچھ نہ ہوگا، صرف اتنا کہہ سکیں گے کہ پروردگار! تیری قسم، ہم مشرک نہ تھے، وہ اپنی اس قسم میں جھوٹے ہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ساری زندگی شرک کرتے رہے، اب آج خود اپنی تکذیب کر رہے ہیں اور ان کے معبودان باطلہ میں کوئی بھی ان کا معاون اور مددگار بننے کیلئے تیار نہیں ہے۔

٢٥ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ظاہری طور پر توجہ کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت سنتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ متوجہ نہیں ہوتے، ان کے دلوں پر پردے اور کانوں میں بوجھ ہے، ان کے سامنے جتنے مرضی معجزات پیش کر دیئے جائیں، وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے، ان معجزات کو وہ ہمیشہ جادو ہی کہتے رہیں گے اور قرآن کریم کو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں بتاتے رہیں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان میں حق کی تلاش اور تڑپ نہ ہو تو صرف حق کا سن لینا کافی نہیں ہوتا، بلکہ اس کیلئے دلی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ جسے نصیب ہو جائے ، اس کے پردے ہٹ جاتے ہیں۔

عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝٢٦ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ

عَنْهُ ۚ	وَ	اِنْ	يُّهْلِكُوْنَ	اِلَّآ	اَنْفُسَهُمْ	وَ	مَا	يَشْعُرُوْنَ ۝٢٦	وَ	لَوْ	تَرٰٓى	اِذْ
اس سے	اور	نہیں	وہ ہلاک کررہے	مگر	اپنی جانوں کو	اور	نہیں	وہ شعور رکھتے	اور	کاش	آپ دیکھتے	جب

بھاگتے ہیں، اور وہ اپنے علاوہ کسی کو ہلاک نہیں کر رہے لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ ٢٦ کاش! کہ آپ وہ وقت دیکھتے جب

وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ

وُقِفُوْا	عَلَى	النَّارِ	فَقَالُوْا	يٰلَيْتَنَا	نُرَدُّ	وَ	لَا	نُكَذِّبَ	بِاٰيٰتِ	رَبِّنَا	وَ	نَكُوْنَ
وہ کھڑے کئے جائیں گے	پر	آگ کے	تو کہیں گے	اے کاش	ہمیں لوٹا دیا جائے	اور	نہیں	ہم جھٹلائیں گے	آیتوں کو	اپنے رب کی	اور	ہم ہو جائیں گے

انہیں جہنم کے سامنے کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش! ہمیں واپس لوٹا دیا جائے، ہم اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور ہم مؤمنین

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢٧ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا

مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢٧	بَلْ	بَدَا	لَهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يُخْفُوْنَ	مِنْ	قَبْلُ ۭ	وَ	لَوْ	رُدُّوْا
سے	ایمان والوں کے	بلکہ	ظاہر ہوگیا	ان کیلئے	وہ جو	تھے	وہ چھپاتے	سے	پہلے	اور	اگر	وہ لوٹا دیئے جائیں

میں سے ہو جائیں۔ ٢٧ بلکہ اُن کے سامنے وہ سب ظاہر ہوگیا جو اس سے پہلے وہ چھپاتے تھے، اور اگر انہیں واپس لوٹا دیا جائے

لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝٢٨ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا

لَعَادُوْا	لِمَا	نُهُوْا	عَنْهُ	وَ	اِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ۝٢٨	وَ	قَالُوْٓا	اِنْ	هِيَ	اِلَّا	حَيَاتُنَا
البتہ دوبارہ کریں	اسے جو	منع کئے گئے وہ	اس سے	اور	بیشک وہ	البتہ جھوٹ بولنے والے	اور	کہنے لگے	نہیں	یہ	مگر	ہماری زندگی

تو وہ پھر وہی کام کریں گے جس کی انہیں ممانعت کی گئی تھی اور بیشک یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ٢٨ اور کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ہماری دنیا کی ہی

الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝٢٩ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ

الدُّنْيَا	وَ	مَا	نَحْنُ	بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝٢٩	وَ	لَوْ	تَرٰٓى	اِذْ	وُقِفُوْا	عَلٰى	رَبِّهِمْ ۭ	قَالَ
دنیا کی	اور	نہیں	ہم	اٹھائے جائیں گے	اور	کاش	آپ دیکھتے	جب	وہ کھڑے کئے جائینگے	پر	اپنے رب کے	وہ کہے گا

زندگی ہے اور ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ ٢٩ کاش! کہ آپ وہ وقت دیکھتے جب انہیں اُن کے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، اللہ فرمائے گا

اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

اَلَيْسَ	هٰذَا	بِالْحَقِّ ۭ	قَالُوْا	بَلٰى	وَ رَبِّنَا ۭ	قَالَ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا	كُنْتُمْ
کیا نہیں ہے	یہ	برحق	وہ کہیں گے	کیوں نہیں	قسم ہمارے پروردگار کی	وہ کہے گا	تو تم چکھو	عذاب	اس وجہ سے جو	تم تھے

کہ کیا یہ برحق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کہ ہمارے رب کی قسم! کیوں نہیں، اللہ فرمائے گا کہ پھر عذاب کا مزہ چکھو اِس وجہ سے کہ تم

٢٦ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ کچھ لوگ خود بھی حق سے دور بھاگتے ہیں اور دوسروں کی راہ بھی مارتے ہیں اور انہیں بھی اس پر عمل کرنے سے روکتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ دوہرا جرم ہے، اور اس پر سزا بھی دوہری ہونی چاہیے، اگر یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کو دین سے روک کر، اس سے انہیں بیزار کرنے کی کوششوں میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہے، وہ اپنے آپ کو تباہ و برباد کررہے ہیں اور انہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ وہ کیا کررہے ہیں؟

٢٧ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کو جہنم کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دینے کا وقت یاد دلایا گیا ہے کہ اس وقت وہ نہایت عاجزی اور دردمندی کے ساتھ التجا کریں گے کہ ہمیں ایک موقع دے دیا جائے، اس مرتبہ ہم اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں گے اور پکے سچے مؤمن بن کر رہیں گے لیکن اس وقت عاجزی کے اظہار کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ دنیا دوبارہ نہ ہوگی۔

٢٨ اس آیت مبارکہ میں ان کی التجا کی حقیقت ظاہر کی گئی ہے کہ وہ دنیا میں واپس بھیجے جانے کی التجا اس لیے نہیں کررہے کہ ان میں ایمان کی رغبت اور اس کا ذوق وشوق پیدا ہوگیا ہے بلکہ اپنی وہ کرتوتیں ان کے سامنے آگئی ہیں جنہیں وہ دنیا میں چھپاتے رہے، اگر انہیں ایک موقع اور دے دیا جائے، تب بھی یہ اپنی سابقہ روش سے باز نہ آئیں گے اور دوبارہ وہی کام کریں گے جو پہلے کرتے رہے تھے، یہ جھوٹ بول رہے ہیں کہ ہم اپنی اصلاح کرلیں گے اور اگر ایک موقع مل گیا تو ہم ایمان اور عمل صالح والی زندگی لیکر آئیں گے۔

٢٩ اس آیت مبارکہ میں منکرین قیامت کی سوچ بیان کی گئی ہے کہ وہ دوبارہ زندہ ہونے پر یقین ہی نہیں رکھتے، وہ تو صرف دنیا کی اس زندگی کو ہی اصل زندگی سمجھتے ہیں، ان کی رائے اور عقیدہ یہ ہے کہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائیگا، وہ نعرہ لگاتے ہیں۔ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ یعنی یہی زندگی ہے، جتنے مزے اڑا سکتے ہو، اڑا لو، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی ساری خواہشات اور آرزوؤں کی تکمیل اسی چند روزہ زندگی میں کرنا چاہتے ہیں، چونکہ وہ عقیدۂ قیامت اور مرنے کے بعد والی زندگی کے منکر ہیں، اس لیے عقیدۂ توحید بھی ان سے ہضم نہیں ہوتا۔

تَكْفُرُوْنَ ۝۳۰ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ

تَكْفُرُوْنَ۝	قَدْ	خَسِرَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِلِقَآءِ	اللّٰهِ	حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءَتْهُمُ
کفر کرتے رہے	یقیناً	نقصان اٹھایا	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے	ملاقات کو	اللہ کی	یہاں تک کہ	جب	ان پر آئے گی

کفر کرتے تھے۔ ۳۰ یقیناً وہ لوگ خسارے میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کی تکذیب کی، یہاں تک کہ جب اُن کے پاس اچانک

السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ

السَّاعَةُ	بَغْتَةً	قَالُوْا	يٰحَسْرَتَنَا	عَلٰى	مَا	فَرَّطْنَا	فِيْهَا ۙ	وَهُمْ	يَحْمِلُوْنَ
قیامت	اچانک	کہیں گے وہ	ہائے افسوس ہمارے لئے	پر	اس کے جو	ہم نے کوتاہی کی	اس میں	اور وہ	اٹھائے ہوں گے

قیامت آجائے گی تو وہ کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہماری کوتاہی پر، اور وہ اپنی پشت پر

اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝۳۱ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ

اَوْزَارَهُمْ	عَلٰى	ظُهُوْرِهِمْ ؕ	اَلَا	سَآءَ	مَا	يَزِرُوْنَ۝	وَ	مَا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَآ
بوجھ اپنے	پر	اپنی پشتوں کے	خبردار	بہت برا ہے	وہ جو	بوجھ اٹھا رہے ہیں	اور	نہیں	زندگی	دنیا کی

اپنا بوجھ اٹھائے ہوں گے، آگاہ رہو کہ بہت برا ہے وہ بوجھ جو وہ اٹھائیں گے۔ ۳۱ اور دنیا کی زندگی

اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا

اِلَّا	لَعِبٌ	وَّ	لَهْوٌ ؕ	وَ	لَلدَّارُ	الْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	يَتَّقُوْنَ ؕ	اَفَلَا
مگر	کھیل	اور	تماشا	اور	البتہ گھر	آخرت کا	سب سے بہتر	ان لوگوں کیلئے جو	ڈرتے ہیں	تو کیا نہیں

تو محض کھیل تماشا ہے، اور آخرت کا گھر متقیوں کیلئے سب سے بہترین ہے، تو کیا تم

تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ

تَعْقِلُوْنَ۝	قَدْ	نَعْلَمُ	اِنَّهٗ	لَيَحْزُنُكَ	الَّذِيْ	يَقُوْلُوْنَ	فَاِنَّهُمْ
تم سمجھتے	یقیناً	ہم جانتے ہیں	بیشک حال یہ ہے	البتہ آپ کو غمگین کرتا ہے	وہ جو	یہ کہتے ہیں	سو بیشک وہ

سمجھتے نہیں ہو؟ ۳۲ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں آپ کو غمگین کرتی ہیں، سو یہ

لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ

لَا	يُكَذِّبُوْنَكَ	وَ	لٰكِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	يَجْحَدُوْنَ۝	وَ	لَقَدْ	كُذِّبَتْ
نہیں	جھٹلا رہے آپ کو	اور	لیکن	ظلم کرنے والے	آیتوں کا	اللہ کی	انکار کرتے ہیں	اور	البتہ یقیناً	جھٹلائے گئے

آپ کی تکذیب نہیں کر رہے، بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہیں۔ ۳۳ اور یقیناً آپ سے پہلے بھی

ع ۳ / ۱۰ / ۹

۳۰ اس آیت مبارکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین دوبارہ زندہ ہونے کو برحق تسلیم کر لیں گے اور قسم کھائیں گے کہ پروردگار! تو نے جو کچھ کہا تھا، وہ بالکل برحق تھا، ہم سے نادانی اور غلطی ہوئی، لیکن اس وقت غلطی کا اعتراف کرنے سے سزا ساقط نہیں ہوگی، کیونکہ اس کا وقت ختم ہو چکا، اگر مرنے سے پہلے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کر لیتے تو یقیناً ان کا جرم معاف ہو جاتا۔

۳۱ اس آیت مبارکہ میں اللہ کی ملاقات جھٹلانے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ یقینی طور پر خسارے کا شکار ہو گئے، اس سے بڑا خسارہ اور محرومی کیا ہوگی کہ انسان محبوب حقیقی سے ملاقات کو جھٹلا دے، یہی لوگ اس دن حسرت اور ندامت کا شکار، اپنی پیٹھ پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے آئیں گے، جیسا برا بوجھ انہوں نے اٹھا رکھا ہوگا، ویسا کسی کی پشت پر نہ ہوگا۔

۳۲ اس آیت مبارکہ میں دنیا کی زندگی کو کھیل تماشا اور آخرت کی زندگی کو سب سے بہترین قرار دیا گیا ہے، لیکن اس پر ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ اگر دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے تو پھر دوسرے مقامات پر اس کی نفی کیوں کی گئی ہے؟ قرآن کریم ہی میں بعض جگہوں پر فرمایا گیا ہے کہ ہم نے یہ نظام کھیل کود کیلئے پیدا نہیں کیا، یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر ہمارا مقصد کھیل تماشا ہوتا تو ہم اپنے پاس ہی اسے بنا لیتے، یہ زندگی اور اس کی رونقیں بکھیرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، اب عام آدمی اس کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے یا نہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ من وجہ دونوں پہلو درست ہیں، چنانچہ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے اس اعتبار سے کہ اس فانی دنیا سے کیا دل لگانا؟ اگر یہاں ہمیشہ رہنا ہوتا تو اس سے دل لگاتے ہوئے اچھا معلوم ہوتا، لیکن یہاں تو عارضی قیام ہے اور یہاں کی زندگی فانی ہے، اس فانی زندگی کی خاطر باقی رہنے والی زندگی کو برباد کر لینا دانشمندی نہیں ہے اور جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے دنیا کو بے کار اور بے مقصد پیدا نہیں کیا، ان کا منشا یہ ہے کہ تم یہاں کھیل کود کیلئے نہیں، بلکہ محنت اور کام کاج کیلئے بھیجے گئے ہو، اپنے مقصد حیات کو پیش نظر رکھو، اس سے غافل نہ ہو جانا، تمہیں اپنی عمر، مال و دولت، صحت و تندرستی اور جوانی کا حساب دینا ہوگا، اس کیلئے تیاری کرو، اس طرح دونوں قسم کی آیات کے مضمون میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ

رُسُلٌ	مِّنْ	قَبْلِكَ	فَصَبَرُوْا	عَلٰى	مَا	كُذِّبُوْا	وَ	اُوْذُوْا	حَتّٰى	اَتٰىهُمْ
بہت سے پیغمبر	سے	آپ کے پہلے	تو صبر کیا انہوں نے	پر	وہ جو	وہ جھٹلائے گئے	اور	ایذاء پہنچائے گئے	یہاں تک کہ	ان کے پاس آگئی

بہت سے پیغمبروں کی تکذیب کی گئی، چنانچہ وہ اس تکذیب اور ایذاء رسانی پر صبر کرتے رہے، یہاں تک کہ ہماری مدد اُن کے پاس

نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى

نَصْرُنَا ۚ	وَ	لَا	مُبَدِّلَ	لِكَلِمٰتِ	اللّٰهِ ۚ	وَ	لَقَدْ	جَآءَكَ	مِنْ	نَّبَاِى
مدد ہماری	اور	نہیں	کوئی تبدیل کرنے والا	کلمات کو	اللہ کے	اور	البتہ یقیناً	آچکا تیرے پاس	سے	خبر

آپہنچی، اور اللہ کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا، اور یقیناً آپ کے پاس پیغمبروں کے احوال

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾	وَ	اِنْ	كَانَ	كَبُرَ	عَلَيْكَ	اِعْرَاضُهُمْ	فَاِنِ	اسْتَطَعْتَ	اَنْ
پیغمبروں کی	اور	اگر	ہو	گراں گزرتا	تجھ پر	ان کا منہ موڑلینا	تو اگر	تو کر سکتا ہے	یہ کہ

آچکے ہیں۔ ۳۴ اگر تم پر اُن کا اعراض کرنا گراں گذرتا ہے، تو اگر تم زمین میں کوئی سرنگ تلاش

تَبْتَغِىَ نَفَقًا فِى الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۗ وَلَوْ شَآءَ

تَبْتَغِىَ	نَفَقًا	فِى	الْاَرْضِ	اَوْ	سُلَّمًا	فِى	السَّمَآءِ	فَتَاْتِيَهُمْ	بِاٰيَةٍ ۗ	وَلَوْ	شَآءَ
تلاش کرلے	کوئی سرنگ	بیچ	زمین کے	یا	کوئی سیڑھی	بیچ	آسمان کے	تو تو لے آئے اُن کے پاس	کوئی نشانی	اور اگر	چاہے

کر سکتے ہو، یا آسمان میں کوئی سیڑھی تو تم اُن کے پاس کوئی معجزہ لے آؤ، اگر اللہ

اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا

اللّٰهُ	لَجَمَعَهُمْ	عَلَى	الْهُدٰى	فَلَا	تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾	اِنَّمَا
اللہ	البتہ جمع کردے ان سب کو	پر	ہدایت کے	سو نہ	تو ہو	سے	ناواقفوں کے	وہ تو صرف

چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا، اس لیے اے مخاطب! تم ناواقفوں میں سے نہ ہو۔ ۳۵ بات تو صرف

يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ

يَسْتَجِيْبُ	الَّذِيْنَ	يَسْمَعُوْنَ ؕ	وَ	الْمَوْتٰى	يَبْعَثُهُمُ	اللّٰهُ	ثُمَّ	اِلَيْهِ
قبول کرتے ہیں	وہ لوگ جو	سنتے ہیں	اور	مُردے	زندہ کرے گا انہیں	اللہ	پھر	اس کی طرف

وہی لوگ مانتے ہیں جو سنتے بھی ہیں، جبکہ مُردوں کو اللہ زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف

النصف

وقف غفران

۳۴ ان آیتوں میں رسول اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ کفار ومشرکین کی باتوں اور ایذاء رسانیوں سے آپ غمگین نہ ہوا کریں اور اتنے بلند الفاظ استعمال کیے ہیں کہ اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو حقیقت میں یہ ہماری آیتوں کی تکذیب کر رہے ہیں، آپ کو جھٹلانا حقیقت میں ہمیں جھٹلانے کے مترادف ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے بلکہ رسول اکرم ﷺ پر حق تعالیٰ کے کامل اعتماد کی علامت ہے، پھر گزشتہ انبیاء ورسل کا حوالہ دیکر بھی تسلی دی گئی ہے کہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء ورسل مبعوث ہوئے، تکذیب وایذاء رسانی کے مرحلے سے انہیں بھی گزرنا پڑا، جس پر انہوں نے صبر کیا، مطلب یہ کہ آپ بھی پہلے کی طرح صبر واستقامت کے ساتھ ڈٹے رہیں، فتح اور نصرت آپ ہی کے قدم چومے گی، یہ اللہ کا اٹل فیصلہ ہے جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا، یہ پہلو اس لیے اجاگر کیا گیا کہ انسان کو دوسرے لوگوں کے حالات سن کر اپنی پریشانی اور تکلیف ہلکی معلوم ہوتی ہے۔

۳۵ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ پڑھ کر اس ناکارہ کے تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، سچی بات یہ ہے کہ اس میں عتاب کا رنگ ہرگز نہیں ہے، البتہ جلال کا رنگ ضرور نمایاں ہے اور آیات جلال کو پڑھتے ہوئے انسان کو گھٹنوں کے بل جھک جانا چاہیے، آیت کے الفاظ اور مضمون کی درستگی پر ایمان کامل رکھتے ہوئے اس کی تفسیر اور اس کی باریکیوں میں نہیں پڑنا چاہیے، کیونکہ عام طور پر انسان جب اس قسم کے حساس موضوعات کی وضاحت کرتا ہے تو اس کی زبان اور قلم سے بعض اوقات ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے لوگوں کے جذبات مجروح ہوجاتے ہیں، اس لیے سلامتی کا راستہ توقف کا ہے۔ واللہ اعلم۔

يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ

يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾	وَ	قَالُوا	لَوْلَا	نُزِّلَ	عَلَيْهِ	آيَةٌ	مِّن	رَّبِّهِ	قُلْ	إِنَّ	اللَّهَ	قَادِرٌ
وہ لوٹائے جائیں گے	اور	کہنے لگے	کیوں نہیں	نازل کی گئی	اس پر	کوئی نشانی	سے	اس کے رب کے	تُو کہہ	بیشک	اللہ	قدرت والا

انہیں لوٹایا جائے گا۔ [٣٦] اور کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا جاتا؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ اس بات پر

عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي

عَلَىٰ	أَن	يُنَزِّلَ	آيَةً	وَ	لَٰكِنَّ	أَكْثَرَهُمْ	لَا	يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾	وَ	مَا	مِن	دَابَّةٍ	فِي
پر	یہ کہ	نازل کردے	کوئی نشانی	اور	لیکن	ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے	اور	نہیں	سے	کوئی چوپایہ	بیچ

قادر ہے کہ کوئی معجزہ اتار دے، لیکن اُن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ [٣٧] روئے زمین پر چلنے والا

الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا

الْأَرْضِ	وَ	لَا	طَائِرٍ	يَطِيرُ	بِجَنَاحَيْهِ	إِلَّا	أُمَمٌ	أَمْثَالُكُمْ	مَا	فَرَّطْنَا
زمین کے	اور	نہ	کوئی پرندہ	اڑتا ہو	اپنے پروں سے	مگر	امتیں	تمہاری طرح	نہیں	ہم نے کمی چھوڑی

کوئی چوپایہ اور اپنے پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ نہیں ہے، مگر یہ کہ وہ تمہاری طرح ہی مختلف امتیں ہیں، ہم نے کتاب میں کسی چیز کی

فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا

فِي	الْكِتَابِ	مِن	شَيْءٍ	ثُمَّ	إِلَىٰ	رَبِّهِمْ	يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾	وَ	الَّذِينَ	كَذَّبُوا
بیچ	کتاب کے	سے	کسی چیز کے	پھر	طرف	اپنے رب کے	وہ جمع کیے جائیں گے	اور	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے

کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ اپنے رب کے سامنے جمع کیے جائیں گے۔ [٣٨] اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کی

بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ ۚ وَمَن يَشَأْ

بِآيَاتِنَا	صُمٌّ	وَ	بُكْمٌ	فِي	الظُّلُمَاتِ	مَن	يَشَإِ	اللَّهُ	يُضْلِلْهُ	وَ	مَن	يَشَأْ
ہماری آیتوں کو	بہرے	اور	گونگے	بیچ	اندھیروں کے	جسے	چاہتا ہے	اللہ	اسے گمراہ کردیتا ہے	اور	جسے	چاہتا ہے

تکذیب کی، بہرے اور گونگے ہیں، اندھیروں میں پڑے ہیں، اللہ جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے،

يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ

يَجْعَلْهُ	عَلَىٰ	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٩﴾	قُلْ	أَرَأَيْتَكُمْ	إِنْ	أَتَاكُمْ	عَذَابُ
اسے ڈال دیتا ہے	پر	راستے کے	سیدھے	تُو کہہ	یہ تو بتاؤ	اگر	تم پر آجائے	عذاب

اسے سیدھے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ [٣٩] اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے یہ بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب

[٣٦] اس آیت مبارکہ میں ایک کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص ایمان کی دعوت قبول نہیں کرتا، کیونکہ دعوت صرف وہی قبول کرتا ہے جو توجہ کے کان سے اسے سنتا ہے، اگر کوئی شخص سننے کیلئے ہی تیار نہ ہو تو ماننے کیلئے کہاں سے تیار ہوگا، ایسے لوگ مردہ ہیں، اللہ انہیں زندہ کر کے اپنی بارگاہ میں حاضر کرے گا تب ان پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔

[٣٧] اس آیت مبارکہ میں کفار ومشرکین کے فرمائشی معجزات کا جواب دیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کیلئے ان کے فرمائشی معجزات کا مطالبہ پورا کرنا مشکل نہیں ہے، وہ ان کا ہر مطالبہ پورا کرسکتا ہے، لیکن اگر اس کے باوجود بھی یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو ہلاک کردیئے جائیں گے، گویا فرمائشی معجزات نہ دکھانا بھی ان کے حق میں بہتر ہے تاکہ کم ازکم ہلاکت سے تو بچ جائیں، ممکن ہے کہ کسی وقت ایمان کی دولت بھی نصیب ہوجائے، یہ لوگ اپنی کم علمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ شاید حق تعالیٰ کو اس پر قدرت نہیں ہے، حالانکہ حق تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت اور دسترس حاصل ہے۔

[٣٨] اس آیت مبارکہ میں زمین پر چلنے والے اور فضا میں اڑنے والے ہر درندے اور پرندے کو انسانوں کی طرح مختلف قوموں اور امتوں میں تقسیم کیا گیا ہے، کہ ان میں بھی مختلف نسلیں، بولیاں اور رنگ ہوتے ہیں، یہ ایک فطری تقسیم ہے جیسا کہ انسان کی تقسیم فطری ہے، اور جس طرح انسان کو اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے، انہیں بھی حاضر ہونا پڑے گا، یہ الگ بات ہے کہ ان کیلئے دوام نہیں ہوگا، اسی وجہ سے بقیہ تمام جاندار مخلوق انسان سے الگ ہوجاتی ہے اور اسی وجہ سے ان کے احکام میں بھی فرق ہے، چنانچہ جن وانس کے علاوہ کوئی جاندار مخلوق احکام شرعیہ کی مکلف نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود ان میں قدرت کی کس قدر نشانیاں ہیں، ان میں سے ہر جانور اور پرندہ قدرت کا ایک شاہکار اور زندہ معجزہ ہے، کیا اس کے بعد بھی انہیں کسی معجزے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے؟

[٣٩] اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو اندھیروں میں پڑا ہوا بتایا گیا ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور انہیں گونگا بہرا قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ حق بول سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں، ان میں کلمہ حق کہنے کی جرأت بھی نہیں ہے اور سننے کا حوصلہ بھی نہیں ہے، یوں بھی ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ تو اللہ نے کرنا ہے، سو وہ جسے چاہتا ہے، گمراہ کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔

اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ

اللّٰهِ	اَوْ	اَتَتْكُمُ	السَّاعَةُ	اَغَيْرَ	اللّٰهِ	تَدْعُوْنَ ۚ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾	بَلْ
اللہ کا	یا	آجائے تم پر	قیامت	کیا علاوہ	اللہ کے	تم پکاروگے	اگر	تم ہو	سچے	بلکہ

آجائے، یا تم پر قیامت آجائے تو کیا تم اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکاروگے؟ اگر تم سچے ہو۔ ﴿۳۹﴾ بلکہ

اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا

اِيَّاهُ	تَدْعُوْنَ	فَيَكْشِفُ	مَا	تَدْعُوْنَ	اِلَيْهِ	اِنْ	شَآءَ	وَ	تَنْسَوْنَ	مَا
اسی کو	تم پکاروگے	سو کھول دیتا ہے وہ	جو	تم پکارتے ہو	اس کی طرف	اگر	وہ چاہے	اور	تم بھول جاتے ہو	وہ جو

تم اُسی کو پکارتے ہو سو جس کیلئے تم اُسے پکارتے ہو اگر اُس کی مشیت ہو تو وہ اُسے دور کر دیتا ہے اور تم اپنے شرکاء کو

تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ

تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَآ	اِلٰٓى	اُمَمٍ	مِّنْ	قَبْلِكَ	فَاَخَذْنٰهُمْ	بِالْبَاْسَآءِ
تم شریک کرتے ہو	اور	البتہ یقیناً	ہم نے بھیجا	طرف	امتوں کے	سے	آپ کے پہلے	سو ہم نے انہیں پکڑ لیا	تنگی سے

بھول جاتے ہو۔ ﴿۴۱﴾ اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سی امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے تھے، پھر ہم نے انہیں تنگی

وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا

وَ	الضَّرَّآءِ	لَعَلَّهُمْ	يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾	فَلَوْلَآ	اِذْ	جَآءَهُمْ	بَاْسُنَا	تَضَرَّعُوْا
اور	سختی سے	تاکہ وہ	گڑگڑائیں	تو کیوں نہ ہوا	جب	اُن پر آیا	ہمارا عذاب	وہ گڑگڑاتے

اور سختی کے ساتھ پکڑ لیا تاکہ وہ گڑگڑائیں۔ ﴿۴۲﴾ پھر جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے،

وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا

وَ	لٰكِنْ	قَسَتْ	قُلُوْبُهُمْ	وَ	زَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾	فَلَمَّا
اور	لیکن	سخت ہوگئے	اُن کے دل	اور	مزین کردیا	ان کیلئے	شیطان نے	وہ جو	تھے وہ	کرتے رہے	پھر جب

لیکن اُن کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے اُن کیلئے اُن اعمال کو مزین کر دکھایا جو وہ کرتے تھے۔ ﴿۴۳﴾ پھر جب

نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا

نَسُوْا	مَا	ذُكِّرُوْا	بِهٖ	فَتَحْنَا	عَلَيْهِمْ	اَبْوَابَ	كُلِّ	شَيْءٍ ۭ	حَتّٰٓى	اِذَا
وہ بھول گئے	وہ جو	نصیحت کیے گئے	اس کے ساتھ	ہم نے کھول دیے	ان پر	دروازے	ہر	چیز کے	یہاں تک کہ	جب

وہ اُس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ جب

ع ۴ ۱۱ ۱۰

﴿۳۹﴾ ﴿۴۰﴾ ان آیتوں میں کفار و مشرکین کو اس پہلو کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ جب تم پر کوئی مصیبت اور تکلیف آتی ہے تو سچ بتاؤ کہ اس وقت تم کسے پکارتے ہو؟ کیا اپنے ان بتوں کو جنہیں تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ یا اس اللہ کو جو کہ معبود حقیقی ہے؟ اس حقیقت کو تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ تم اللہ ہی کو پکارتے ہو، اس کے علاوہ باقی سب کو فراموش کر دیتے ہو اور اسی کو دل کی گہرائیوں سے یاد کرتے ہو، پھر جب وہ تمہاری مصیبت کو دور کر دیتا ہے تو تم اسے بھول کیوں جاتے ہو؟ اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اس کی وحدانیت کا اقرار کیوں نہیں کرتے ہو؟

﴿۴۲﴾ ﴿۴۵﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں پر آنے والے عذاب اور خوشحالی کا فلسفہ بیان کیا ہے، یہ فلسفہ آج بھی پوری طرح نافذ ہے، افراد ہوں یا اقوام اور ملک، کوئی بھی اس کے دائرے سے باہر نہیں ہے، وہ فلسفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی رہنمائی کیلئے ایک پیغمبر ضرور بھیجا، قوم کے لوگوں نے اگر نافرمانی اور ایذاء رسانی کا راستہ اختیار کیا تو انہیں مختلف قسم کی آزمائشوں سے گزارا جاتا ہے، تاکہ ان کی آنکھیں کھلیں اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ آخر یہ آفتیں ہم پر کیوں آ رہی ہیں اور ان سے نجات کا راستہ کیا ہے؟ چنانچہ وہ نجات کا راستہ تلاش کریں اور اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ جائیں، اس کے سامنے عاجزی اور آہ وزاری کے ساتھ اپنے آپ کو پیش کریں، اس سے معافی مانگیں اور اس سے دوستی کرلیں، لیکن اگر ان کے دل سخت ہو جائیں اور وہ پیغمبر کی نافرمانی وایذا رسانی سے باز نہ آئیں تو پھر ان پر دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اس جیل خانے میں انہیں ہر سہولت فراہم کر دی جاتی ہے اور انہیں یہ احساس بھی باقی نہیں رہتا کہ وہ جیل میں ہیں یا آزاد ہیں، پھر اچانک اللہ کی گرفت اور پکڑ آتی ہے اور ان کی رسی کھینچ لی جاتی ہے، اس وقت انہیں مہلت نہیں ملتی اور وہ فوراً گرفت میں آجاتے ہیں، ان کی جڑ کاٹ دی جاتی ہے اور اہل حق کو ان کے ظلم وستم سے نجات مل جاتی ہے، یہ تاریخ ہر زمانے میں دہرائی گئی ہے لیکن انسان اس سے عبرت حاصل نہیں کرتا، یہاں تک کہ خود بھی نشانِ عبرت بن جاتا ہے۔

فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ

فَرِحُوْا	بِمَآ	اُوْتُوْٓا	اَخَذْنٰهُمْ	بَغْتَةً	فَاِذَا	هُمْ	مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾	فَقُطِعَ	دَابِرُ
اترانے لگے	اس سے جو	وہ دیئے گئے	ہم نے انہیں پکڑ لیا	اچانک	تو اسی وقت	وہ	نا امید ہونے والے	سو کاٹ دی گئی	جڑ

وہ ان چیزوں پر اترانے لگے جو انہیں دی گئی تھیں تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا، سو اسی وقت وہ نا اُمید ہو گئے۔ ۴۴ پھر ظالموں کی

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

الْقَوْمِ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا ؕ	وَ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ
اس قوم کی	وہ لوگ جو	ظلم کیا انہوں نے	اور	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	پروردگار	جہان والوں کا	تُو کہہ	یہ تو بتاؤ	اگر

جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ ۴۵ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے یہ تو بتاؤ کہ اگر

اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

اَخَذَ	اللّٰهُ	سَمْعَكُمْ	وَ	اَبْصَارَكُمْ	وَخَتَمَ	عَلٰى	قُلُوْبِكُمْ	مَّنْ	اِلٰهٌ	غَيْرُ	اللّٰهِ
لے لے	اللہ	تمہارے کانوں کو	اور	تمہاری آنکھوں کو	اور مہر لگا دے	پر	تمہارے دلوں کے	کون	معبود	علاوہ	اللہ کے

اللہ تمہارے سننے اور دیکھنے کی طاقت کو چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے علاوہ کون معبود ہے

يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ

يَاْتِيْكُمْ	بِهٖ ؕ	اُنْظُرْ	كَيْفَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	ثُمَّ	هُمْ	يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾	قُلْ
لے آئے تمہارے پاس	اسے	دیکھ لے	کیسے	ہم پھیرتے ہیں	آیتوں کو	پھر	وہ	کنارہ کشی کرتے ہیں	تُو کہہ

جو اسے تمہارے پاس لا سکے؟ آپ دیکھ لیجئے کہ ہم کس طرح اپنی آیتوں کو بدل بدل کر لاتے ہیں، پھر بھی یہ کنارہ کشی کرتے ہیں۔ ۴۶ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے

اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ

اَرَءَيْتَكُمْ	اِنْ	اَتٰىكُمْ	عَذَابُ	اللّٰهِ	بَغْتَةً	اَوْ	جَهْرَةً	هَلْ	يُهْلَكُ	اِلَّا	الْقَوْمُ
یہ تو بتاؤ	اگر	تم پر آ جائے	عذاب	اللہ کا	اچانک	یا	سب کے سامنے	کیا	ہلاک کئے جائیں گے	سوائے	اس قوم کے جو

یہ تو بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا سب کے سامنے آ جائے تو کیا ظالم قوم کے علاوہ بھی کوئی

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ج

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾	وَمَا	نُرْسِلُ	الْمُرْسَلِيْنَ	اِلَّا	مُبَشِّرِيْنَ	وَ	مُنْذِرِيْنَ ج
ظلم کرنے والے	اور نہیں	ہم بھیجتے	پیغمبروں کو	مگر	خوشخبری دینے والے	اور	آگاہ کرنے والے

ہلاک ہوگا؟ ۴۷ اور ہم جو پیغمبر بھی بھیجتے ہیں، وہ خوشخبری دینے اور ڈر سنانے کیلئے،

۴۶ اس آیت مبارکہ میں ایک سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا اللہ کے علاوہ کسی اور شخص میں یہ طاقت موجود ہے کہ وہ تمہاری کھوئی ہوئی قوتوں کو واپس لوٹا سکے، تمہاری بینائی اور شنوائی تمہیں واپس دے سکے اور تمہارے دلوں پر لگی ہوئی مہر کو توڑ سکے تاکہ تم حق دیکھو اور سن سکو اور تمہارے دل پر اس کا اثر ہو سکے؟ یوں تو اس آیت میں باطنی سماعت و بصارت کا ذکر ہے، لیکن ظاہری سماعت اور بصارت بھی اللہ کے حکم کے بغیر واپس نہیں لوٹائی جا سکتی، دنیا میں جس قدر بھی ترقی ہو جائے، اپنی تمام ٹیکنالوجی اور جدید ترین ایجادات کے باوجود جب تک اللہ کا حکم نہ ہو، کسی نابینا کی بینائی اور کسی بہرے کی شنوائی ہرگز واپس نہیں آ سکتی، ورنہ آج دنیا میں کوئی بھی شخص اندھا اور بہرا نہ ہوتا۔

۴۷ اس آیت مبارکہ میں یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کر لے " خواہ اس کیلئے علامات ظاہر ہوں یا نہ ہوں " تو کیا ظالم لوگ اس عذاب سے بچ سکیں گے؟ کیا ان کے پاس کوئی پناہ گاہ اور ٹھکانہ ہے جو انہیں اللہ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بچا لے؟ ہرگز نہیں، ساری دنیا مل کر بھی آئے ہوئے عذاب کو ٹال نہیں سکتی، اس سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ اپنے ظلم، کفر و شرک اور نافرمانی سے توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے۔

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَالَّذِيْنَ

فَمَنْ	اٰمَنَ	وَ	اَصْلَحَ	فَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ﴿٤٨﴾	وَ	الَّذِيْنَ
تو جو کوئی	ایمان لے آئے	اور	اصلاح کرلے	تو نہیں	کوئی خوف	ان پر	اور	نہ	وہ	غمگین ہوں گے	اور	وہ لوگ جو

پھر جو شخص ایمان لے آئے اور اپنی اصلاح کرلے تو اُن پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ﴿٤٨﴾ اور وہ لوگ

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٤٩﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ

كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَمَسُّهُمُ	الْعَذَابُ	بِمَا	كَانُوْا	يَفْسُقُوْنَ ﴿٤٩﴾	قُلْ	لَآ	اَقُوْلُ
جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	انہیں چھولے گا	عذاب	اس وجہ سے جو	وہ تھے	نافرمانی کرتے رہے	تو کہہ	نہیں	کہتا میں

جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی، انہیں اُن کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب چُھو لے گا۔ ﴿٤٩﴾ اے نبی! ﷺ، آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے

لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ

لَكُمْ	عِنْدِيْ	خَزَآئِنُ	اللّٰهِ	وَلَآ	اَعْلَمُ	الْغَيْبَ	وَ	لَآ	اَقُوْلُ	لَكُمْ	اِنِّيْ
تم سے	میرے پاس	خزانے	اللہ کے	اور نہیں	میں جانتا	غیب کو	اور	نہیں	میں کہتا	تم سے	یہ کہ بیشک میں

یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں

مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى

مَلَكٌ	اِنْ	اَتَّبِعُ	اِلَّا	مَا	يُوْحٰٓى	اِلَيَّ	قُلْ	هَلْ	يَسْتَوِى	الْاَعْمٰى
فرشتہ	نہیں	پیروی کرتا میں	مگر	وہ جو	وحی کی جاتی ہے	میری طرف	تو کہہ	کیا	برابر ہو سکتے ہیں	نابینا

فرشتہ ہوں، میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے، آپ فرما دیجئے کہ کیا نابینا اور بینا دونوں برابر

وَالْبَصِيْرُ ۗ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ

وَ	الْبَصِيْرُ	اَفَلَا	تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٥٠﴾	وَ	اَنْذِرْ	بِهٖ	الَّذِيْنَ	يَخَافُوْنَ	اَنْ
اور	بینا	تو کیا نہیں	تم غور وفکر کرتے	اور	ڈرا دے	اس کے ذریعے	وہ لوگ جو	ڈرتے ہیں	یہ کہ

ہو سکتے ہیں؟ تو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے؟ ﴿٥٠﴾ اور اس قرآن کے ذریعے آپ اُن لوگوں کو آگاہ کر دیجئے جو

يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ

يُحْشَرُوْٓا	اِلٰى	رَبِّهِمْ	لَيْسَ	لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِهٖ	وَلِيٌّ	وَ	لَا	شَفِيْعٌ	لَعَلَّهُمْ
جمع کیے جائیں گے	طرف	اپنے رب کے	نہیں	ان کیلئے	سے	اس کے علاوہ	کوئی دوست	اور	نہ	کوئی سفارش کرنے والا	تا کہ وہ

اپنے رب کے سامنے جمع ہونے سے خوف زدہ رہتے ہیں، اُن کا اُس کے علاوہ کوئی مددگار ہے اور نہ سفارش کرنے والا، تا کہ وہ

﴿٤٨﴾ اس آیت مبارکہ میں ایمان واصلاح احوال کی دعوت دی گئی ہے، جس کیلئے پیغمبروں کو بھیجا گیا، انہوں نے اچھے اعمال پر ثواب کی خوشخبری اور گناہوں پر سزا کی وعید سنائی، اب جو شخص ایمان واصلاح کے راستے پر چل پڑے، وہ آخرت کے ہر اندیشے اور غم سے محفوظ ہو گیا، آخرت کی قید اس لیے لگائی کہ دنیا کے اندیشے اور غم تو ختم ہو سکتے ہیں، لیکن آخرت میں جو شخص اندیشوں اور غموں کی وادی میں گھر گیا، وہ ایک ایسی دلدل میں دھنس گیا جو اسے نگل لے گی اور وہ بچ نہ سکے گا۔

﴿٤٩﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو پیغمبروں کی بشارتوں اور وعیدوں کو سن کر ہنسی میں اڑا دیتے ہیں، آیات الٰہی کی تکذیب وتردید کرتے ہیں اور نافرمانی کی زندگی گزارتے ہیں، انہیں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنا پڑے گی، یہ ان پر ظلم نہ ہو گا بلکہ عدل وانصاف کے عین مطابق ان کے جرم کی پوری پوری سزا ہوگی۔

﴿٥٠﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کروایا گیا ہے کہ اللہ کے خزانے میری ملکیت میں نہیں ہیں کہ میں تمہیں ہر وہ کام کر کے دکھا سکوں جو صرف حق تعالیٰ کی قدرت اور دسترس میں ہے، میں غیب کا کلی علم نہیں رکھتا کہ میرے علم سے کوئی چیز باہر نہ ہو، خواہ اس کا تعلق دنیا سے ہو یا دین سے، اور میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں کہ بشری تقاضوں سے آزاد ہو جاؤں، کھانا پینا، پہننا اوراوڑھنا، چلنا پھرنا، شادی بیاہ کرنا، اہل وعیال کی پرورش کرنا، جنگوں میں شمولیت کرنا، زخموں سے چور ہونا اور دیگر تمام بشری عوارض سے متاثر ہونا فطری تقاضے ہیں جو مجھ میں پائے جاتے ہیں اس لیے میں ان میں سے کوئی دعویٰ نہیں کرتا، میں تو صرف اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی پر عمل کرتا ہوں اور اسی کی پیروی کرتا ہوں، اب جو شخص بھی اس وحی کی پیروی کرے گا، وہ بینا ہے اور جو اسے چھوڑ دے گا، وہ نابینا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ بینا اور نابینا کبھی برابر نہیں ہو سکتے، تمہیں بھی اس پر غور وفکر کی دعوت دی جاتی ہے۔

ع ٥ ٩ ١١

فائدہ: رسول اکرم ﷺ کے علم غیب کے حوالے سے بہت سے مناظرے اور مجادلے ہو چکے ہیں اور اس پر متعدد تصنیفات وتالیفات مرتب ہو چکی ہیں، یہاں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور مکمل ہے، اس کا علم ازلی اور ابدی ہے، اس نے اپنی مخلوق میں سے ہر ایک کو اس کی استعداد اور صلاحیت کے مطابق تھوڑا اور زیادہ علم عطا فرمایا ہے، چونکہ اللہ کی مخلوق میں رسول اکرم ﷺ سے زیادہ افضل کوئی نہیں اور اللہ کی طرف سے آنے والے علم کو قبول اور جذب کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت اور استعداد رسول اکرم ﷺ میں تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنے علم غیب میں سے جو کچھ عطا فرمایا، ان سب سے زیادہ علم غیب اللہ نے رسول اکرم ﷺ کو عطا فرمایا، اور ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایسا عظیم پیغمبر عطا فرمایا جس کا علم مخلوق میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

يَتَّقُوْنَ ﴿٥١﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

يَتَّقُوْنَ ﴿٥١﴾	وَ	لَا	تَطْرُدِ	الَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	رَبَّهُمْ	بِالْغَدٰوةِ	وَ	الْعَشِيِّ
ڈریں	اور	مت	دھتکار	وہ لوگ جو	پکارتے ہیں	اپنے رب کو	صبح کو	اور	شام کو

تقویٰ اختیار کرلیں۔ ﴿۵۱﴾ اور آپ اُن لوگوں کو مت دھتکاریں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا

يُرِيْدُوْنَ	وَجْهَهٗ	مَا	عَلَيْكَ	مِنْ	حِسَابِهِمْ	مِّنْ	شَيْءٍ	وَّمَا
وہ چاہتے ہیں	اس کی ذات کو	نہیں	تجھ پر	سے	ان کے حساب کے	سے	کوئی چیز	اور نہیں

اور وہ اُسی کی رضا چاہتے ہیں، آپ کے ذمے اُن کے حساب میں سے کچھ نہیں اور اُن کے

مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٢﴾

مِنْ	حِسَابِكَ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ	شَيْءٍ	فَتَطْرُدَهُمْ	فَتَكُوْنَ	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٢﴾
سے	تیرے حساب کے	اُن پر	سے	کوئی چیز	کہ تو انہیں دھتکار دے	سو ہو جائے تو	سے	ظلم کرنے والوں کے

ذمے آپ کے حساب میں سے کچھ نہیں کہ آپ انہیں دھتکار دیں، سو آپ بھی ناانصافی کرنے والوں میں سے ہو جائیں ۔ ﴿۵۲﴾

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ

وَ	كَذٰلِكَ	فَتَنَّا	بَعْضَهُمْ	بِبَعْضٍ	لِّيَقُوْلُوْٓا	اَهٰٓؤُلَاۗءِ	مَنَّ	اللّٰهُ
اور	اسی طرح	ہم نے آزمایا	ان میں سے بعض کو	ساتھ بعض کے	تاکہ وہ کہیں	کیا یہی لوگ	احسان کیا	اللہ نے

اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے

عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَاِذَا جَاۗءَكَ

عَلَيْهِمْ	مِّنْۢ	بَيْنِنَا	اَلَيْسَ	اللّٰهُ	بِاَعْلَمَ	بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿٥٣﴾	وَاِذَا	جَاۗءَكَ
ان پر	سے	ہمارے درمیان	کیا نہیں	اللہ	زیادہ جاننے والا	شکرگزاروں کو	اور جب	تیرے پاس آئیں

ہم میں سے احسان فرمایا ہے؟ کیا اللہ شکر گذاروں کو اچھی طرح نہیں جانتا؟ ﴿۵۳﴾ اور جب آپ کے پاس ہماری

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ

الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِاٰيٰتِنَا	فَقُلْ	سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ	كَتَبَ	رَبُّكُمْ	عَلٰي	نَفْسِهِ
وہ لوگ جو	ایمان لاتے ہیں	ہماری آیتوں پر	تو تو کہہ	سلام ہو	تم پر	لکھ دیا ہے	تمہارے رب نے	پر	اپنی ذات کے

آیتوں پر ایمان لانے والے لوگ آئیں تو آپ اُن سے کہیں کہ تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے اپنے اوپر مہربانی کرنے کو

﴿۵۱﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو ان لوگوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جو خوف خدا سے لبریز ہیں اور انہیں دوبارہ جمع ہونے کے دن سے ڈر لگتا ہے کہ آپ انہیں سمجھاتے رہیں، گناہوں کی نفرت اور نیکیوں کا شوق ان کے دلوں میں پیدا کرتے رہیں، آپ انہیں اس پہلو کی طرف توجہ دلائیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی میں گناہ کرتے رہے تو آخرت میں تمہارا کوئی دوست اور سفارشی نہ ہوگا، وہاں کوئی تمہارا ساتھ دینے کیلئے تیار نہ ہوگا، وہاں کوئی بوجھ بٹانے والا غمگسار نہ ہوگا، اس آگاہی سے ان میں مزید تقویٰ اور اخلاص پیدا ہوگا، معلوم ہوا کہ شیخ کو اپنے مریدین کی مسلسل تربیت کرنی چاہیے۔

﴿۵۲﴾ اس آیت مبارکہ میں ان فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان بڑھائی گئی ہے جن کے پاس بیٹھتے ہوئے مکہ مکرمہ کے سرداروں اور مالداروں کو الجھن ہوتی تھی، وہ انہیں حقیر اور کمتر سمجھتے تھے اور نبی اکرم ﷺ سے کہتے تھے کہ اگر آپ انہیں اپنے پاس سے اٹھا دیں تو ہم آپ کی بات سننے اور آپ کے پاس بیٹھنے کیلئے تیار ہیں، دنیا کا کوئی مصلح اور ریفارمر ہوتا تو مصلحت کا شکار ہو جاتا لیکن یہاں کوئی معمولی مصلح نہیں تھا، یہاں تو اللہ کا سب سے آخری اور سب سے عظیم غیر معمولی پیغمبر تھا جس کی پلکیں بھی اپنے رب کی مرضی سے جھکتی اور اٹھتی تھیں، یہ کیسے ممکن تھا کہ امیر و غریب کے اسی امتیاز کو دوبارہ قبول کر لیا جاتا جسے مٹانے کیلئے اسلام آیا تھا؟ اس بات کی کیا ضمانت دی جا سکتی تھی کہ جو آج ایک مجلس میں غرباء کے ساتھ بیٹھنے کیلئے تیار نہیں ہیں، کل کو وہ ان کے ساتھ کندھا ملا کر مسجد یا میدان جنگ میں کھڑے ہو سکیں گے؟ اس لیے دوٹوک الفاظ میں فرما دیا گیا کہ آپ ان غرباء اور فقراء کو اپنی مجلس سے مت اٹھائیے، کیا ان کی غربت و فاقہ ان کا جرم ہے؟ اور کیا ہم نشینی کا معیار غربت اور امارت ہے یا اپنے رب کے ساتھ تعلق ہے؟ پیغمبر کی ہم نشینی کا معیار تو رب کے ساتھ تعلق ہے اور یہ غرباء اور فقراء اس معیار پر پورا اترتے ہیں، سو یہی آپ کی ہم نشینی کے لائق ہیں، جہاں تک تعلق ہے دل کا تو اس کا حساب کتاب پروردگار کی ذمہ داری ہے، کسی کا حساب کسی کے ذمے نہیں ہے۔

﴿۵۳﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو بعض سے آزمانے کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ دولت مندوں اور مالداروں کو غریبوں اور فقیروں کے ذریعے آزماتا ہے، کہ یہ لوگ انہیں بھی اپنے جیسا انسان سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اپنے مال میں سے ان کے حقوق ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ ان کی غربت کا احساس کرتے ہیں یا مذاق اڑاتے ہیں؟ جن مشرکین نے غرباء صحابہ کو اپنی مجلس سے اٹھانے کی فرمائش کی تھی، وہ تو ان غرباء کی تحقیر کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے درمیان احسان کرنے کیلئے اللہ کو یہی لوگ ملے تھے؟ کیا ہم میں سے کوئی اللہ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کے لائق نہ تھا؟ اس کا جواب یہ دیدیا کہ اللہ کے یہاں قدر دانی کا معیار مال و دولت اور انسان کا ظاہر نہیں ہے، اس کے یہاں معیار انسان کا دل اور اس کا باطن ہے، چونکہ ان غرباء صحابہ رضی اللہ عنہم کا باطن بہت اجلا اور شاندار ہے، اس لیے وہ حق تعالیٰ کی خصوصی توجہات اور احسانات کے حقیقی مستحق ہیں۔

الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ

الرَّحْمَةَ	اَنَّهٗ	مَنْ	عَمِلَ	مِنْكُمْ	سُوْٓءًۢا	بِجَهَالَةٍ	ثُمَّ	تَابَ	مِنْ	بَعْدِهٖ
مہربانی کرنا	یہ کہ بیشک وہ	جو کوئی	عمل کرے	تم میں سے	برا	نادانی سے	پھر	توبہ کرلے	سے	اس کے پیچھے

لازم کر لیا ہے، کہ تم میں سے جو شخص نادانی میں برائی کا کوئی کام کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ

وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

وَ	اَصْلَحَ	فَاَنَّهٗ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٥٤﴾	وَ	كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ
اور	اصلاح کرلے	تو بیشک وہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	اسی طرح	ہم تفصیل کرتے ہیں	آیتوں کی

اور اپنی اصلاح کرلے تو بیشک وہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿٥٤﴾ اسی طرح ہم اپنی آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں

وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾ ع قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ ع ٦ ٥ ١٢

وَ	لِتَسْتَبِيْنَ	سَبِيْلُ	الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾	قُلْ	اِنِّيْ	نُهِيْتُ	اَنْ	اَعْبُدَ	الَّذِيْنَ
اور	تاکہ کھل جائے	عادت	مجرموں کی	تُو کہہ	بیشک میں	منع کیا گیا ہوں	یہ کہ	عبادت کروں	وہ لوگ جو

تاکہ مجرموں کی عادت کھل کر سامنے آجائے۔ ﴿٥٥﴾ (اے نبی! ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو، مجھے ان کی عبادت

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا

تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	قُلْ	لَّآ	اَتَّبِعُ	اَهْوَآءَكُمْ	قَدْ	ضَلَلْتُ	اِذًا
تم پکارتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے	تُو کہہ	نہیں	میں پیروی کرتا	تمہاری خواہشات کی	یقیناً	میں راستے سے بھٹک جاؤں گا	اس وقت

کرنے سے منع کیا گیا ہے، آپ فرما دیجئے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کر سکتا، اگر میں نے ایسا کیا تو میں راستے سے بھٹک جاؤں گا

وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ

وَّمَآ	اَنَا	مِنَ	الْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾	قُلْ	اِنِّيْ	عَلٰى	بَيِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّيْ	وَكَذَّبْتُمْ
اور نہیں	میں	سے	ہدایت پانے والوں کے	تُو کہہ	بیشک میں	پر	واضح دلیل کے	سے	اپنے رب کے	اور تم نے جھٹلایا

اور میں ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ رہوں گا۔ ﴿٥٦﴾ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ میں تو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں اور تم نے اُس کی

بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ

بِهٖ	مَا	عِنْدِيْ	مَا	تَسْتَعْجِلُوْنَ	بِهٖ	اِنِ	الْحُكْمُ	اِلَّا	لِلّٰهِ	يَقُصُّ	الْحَقَّ
اسے	نہیں	میرے پاس	وہ جو	تم جلدی طلب کررہے ہو	اسے	نہیں	حکم	سوائے	اللہ کے	وہ بیان کرتا ہے	حق کو

تکذیب کی ہے، میرے پاس وہ نہیں ہے جس کی تم جلدی مچا رہے ہو، فیصلہ تو اللہ کے علاوہ کسی کا نہیں، وہ حق بات بیان کرتا ہے

﴿٥٤﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو خطاب فرما کر غرباء وفقراء صحابہؓ کی شان مزید بڑھا دی گئی ہے کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آیا کریں تو آپ انہیں سلام کیا کریں، ان لوگوں کا اپنی قوم سے ٹکر لیکر اسلام قبول کرنا اور اس پر ثابت قدم رہنا خراج تحسین کا تقاضا کرتا ہے، ان کی قربانیوں کا اعتراف کیا جانا چاہیے، انہیں سلامتی کی دعائیں ملنی چاہئیں اور انہیں تسلی دینی چاہیئے کہ اگر غلطی سے کوئی گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں، حق تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، ظاہر ہے کہ جب ایک مسترشد کو اس کا مرشد عزت دے گا اور دل سے اس کی قربانیوں کا معترف ہوگا تو مسترشد کو ناقدری کا احساس نہیں ہوگا، ساری دنیا اس کی بے توقیری کرے لیکن اگر اسے اپنے مرشد کی مجلس میں توقیر اور احترام ملتا ہے تو اس کی تمام تر پریشانی اور مشکل کافور ہوجاتی ہے، افسوس کہ آج کل کے مرشدین نے مرشدِ اعظم ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر اپنی ہم نشینی کا مستحق مالداروں اور دولت مندوں کو قرار دے لیا ہے اور غربا اور فقراء کا ان کی مجلسوں میں گزر بھی نہیں ہے۔

﴿٥٥﴾ اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ ہم تمہارے سامنے کھول کر بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ مجرموں کا طریقۂ واردات کیا ہوتا ہے؟ وہ آپ کے عقیدت مند بن کر آتے ہیں اور آپ کی دینداری کا سودا کر کے چلے جاتے ہیں، دنیا میں جس مرشد نے بھی مالداروں کو ترجیح دی اور غرباء وفقراء کو اپنے پاس سے دھتکارا، اس نے اپنے دین کو دنیا چند کھوٹے سکوں کے عوض ضرور بیچا، نام لینے کی ضرورت نہیں، سینکڑوں ہزاروں مثالیں ہمارے آس پاس بکھری پڑی ہیں۔

﴿٥٦﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ سے واضح اعلان کروایا گیا ہے کہ میں غیر اللہ کی عبادت کسی صورت نہیں کر سکتا، میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چل سکتا اور میں امیروں کو غریبوں پر ترجیح نہیں دے سکتا، میرا ضمیر ہی اس بات کو گوارا نہیں کرتا، مجھ پر نازل ہونے والی وحی مجھے اس سے روکتی ہے، میری عقل اور میری فطرت اس امتیاز اور ترجیحی فرق کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے، اگر میں ہی یہ کام کرنے لگوں تو دنیا میں وحی الٰہی پر کون عمل کرے گا؟ کس کی عقل اس کی صحیح رہنمائی کرے گی؟ اور کس کا ضمیر خلاف فطرت امور پر احتجاج کرے گا؟

وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۝٥٧ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ

وَ	هُوَ	خَيْرُ	الْفٰصِلِيْنَ ۝	قُلْ	لَّوْ	اَنَّ	عِنْدِيْ	مَا	تَسْتَعْجِلُوْنَ	بِهٖ
اور	وہ	سب سے بہتر	فیصلہ کرنے والا	تُو کہہ	اگر	ہوتا	میرے پاس	وہ جو	تم جلدی طلب کررہے ہو	اسے

اور وہی سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ۵۷ (اے نبی! ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلدی مچارہے ہو

لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝٥٨ وَعِنْدَهٗ

لَقُضِيَ	الْاَمْرُ	بَيْنِيْ	وَ	بَيْنَكُمْ ؕ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِالظّٰلِمِيْنَ ۝	وَ	عِنْدَهٗ
البتہ فیصلہ کردیا جاتا	معاملے کا	میرے درمیان	اور	تمہارے درمیان	اور اللہ	زیادہ جانتا ہے	ظلم کرنے والوں کو	اور	اس کے پاس

تو میرے اور تمہارے درمیان معاملے کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ ۵۸ اور اُسی کے پاس

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا

مَفَاتِحُ	الْغَيْبِ	لَا	يَعْلَمُهَآ	اِلَّا	هُوَ ؕ	وَ	يَعْلَمُ	مَا	فِي	الْبَرِّ	وَالْبَحْرِ ؕ	وَ	مَا
کنجیاں	غیب کی	نہیں	جانتا انہیں	مگر	وہ	اور	وہ جانتا ہے	وہ جو	بیچ	خشکی کے	اور سمندر کے	اور	نہیں

غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے، جو

تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ

تَسْقُطُ	مِنْ	وَّرَقَةٍ	اِلَّا	يَعْلَمُهَا	وَ	لَا	حَبَّةٍ	فِيْ	ظُلُمٰتِ	الْاَرْضِ
جھڑتا	سے	کوئی پتہ	مگر	وہ اسے جانتا ہے	اور	نہ	کوئی دانہ	بیچ	اندھیروں کے	زمین کے

پتہ بھی جھڑتا ہے، وہ اسے جانتا ہے، زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تَر

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٥٩ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ

وَ	لَا	رَطْبٍ	وَّ	لَا	يَابِسٍ	اِلَّا	فِيْ	كِتٰبٍ	مُّبِيْنٍ ۝	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	يَتَوَفّٰىكُمْ	بِالَّيْلِ
اور	نہ	کوئی تر	اور	نہ	کوئی خشک	مگر	بیچ	کتاب کے	واضح	اور	وہ	جو	تمہیں لے لیتا ہے	رات کو

یا خشک چیز ایسی نہیں ہے جو کتابِ مبین میں موجود نہ ہو۔ ۵۹ اور اللہ وہی ہے جو تمہیں رات کو لے لیتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ

وَ	يَعْلَمُ	مَا	جَرَحْتُمْ	بِالنَّهَارِ	ثُمَّ	يَبْعَثُكُمْ	فِيْهِ	لِيُقْضٰٓى	اَجَلٌ	مُّسَمًّى ۚ
اور	جانتا ہے	وہ جو	تم نے کیا	دن میں	پھر	تمہیں اٹھاتا ہے	اس میں	تاکہ پوری ہوجائے	مدت	طے شدہ

اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم نے دن کو کیا تھا، پھر وہ اسی میں تمہیں دوبارہ اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری ہو جائے،

۵۷ اس آیت مبارکہ میں نبی ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے کہ آپ اعلان فرمادیجیے کہ میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے واضح دلائل آچکے ہیں، چنانچہ میں اپنے رب کی توحید پر کسی قسم کی سودے بازی نہیں کرسکتا، ان واضح دلائل کی موجودگی میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور نہ ہی نفسانی خواہشات کے پیچھے دوڑتے رہنے کا کوئی جواز بنتا ہے، اگر تم تکذیب کرنا چاہتے ہو تو تمہارا اختیار ہے، لیکن اگر تم دیدہ دلیری اور بیہودگی کے ساتھ اللہ کے عذاب کو جلدی طلب کرتے ہو تو اس کا فیصلہ بھی اللہ نے ہی کرنا ہے، ہر قسم کے فیصلے کا اختیار اُسی کے پاس ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

۵۸ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے عذاب کو جلدی طلب کرنے کا ایک اور جواب دیا گیا ہے کہ اگر یہ میرے اختیار میں ہوتا تو اب تک کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، لیکن یہ تو حق تعالیٰ کی حکمت ہے اور اس کا ہر فیصلہ کسی نہ کسی گہری حکمت پر مبنی ہوتا ہے جو عام طور پر مخلوق کی سمجھ سے بالاتر اور اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہے، آخر میں تسلی دیدی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ظالموں کا پورا پورا علم ہے، اس لیے وہ سزا سے بچ نہیں سکیں گے، جلد یا بدیر وہ انصاف کے کٹہرے میں ضرور آئیں گے۔

۵۹ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کے حوالے سے چند جملے ارشاد فرمائے گئے ہیں اور اس کیلئے "مفاتح الغیب" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، بعض مفسرین نے اس کا معنیٰ "غیب کی کنجیاں" اور بعض نے "غیب کے خزانے" بیان کیا ہے، دونوں ہی صحیح ہیں اور لفظ میں دونوں کی گنجائش موجود ہے، چنانچہ غیب کے خزانے بھی اللہ کے پاس ہیں اور اس کی کنجیاں بھی اسی کی ملکیت میں ہیں، برو بحر میں کیا ہورہا ہے؟ زمین کی تاریکیوں اور آسمان کے اجالوں میں کیا ہورہا ہے؟ کس چیز کی خاصیت میں تری ہے اور کس چیز کی خاصیت میں خشکی ہے؟ سب اس کے علم میں ہے، حتیٰ کہ اگر کسی جنگل میں کسی درخت کا پتا بھی گرتا ہے تو وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے، ایسے عظیم رب کو چھوڑ کر تم غیر اللہ کی پوجا کیوں کرتے ہو؟

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٦٠ وَهُوَ الْقَاهِرُ ع ٥ ١٣

ثُمَّ	اِلَيْهِ	مَرْجِعُكُمْ	ثُمَّ	يُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ۝	وَهُوَ	الْقَاهِرُ
پھر	اس کی طرف	تمہارا لوٹنا	پھر	وہ تمہیں بتادے گا	وہ جو	تم تھے	کرتے رہے	اور وہ	غالب

پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہو گا اور وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ ٦٠ اور وہ اپنے بندوں پر

فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ

فَوْقَ	عِبَادِهٖ	وَ	يُرْسِلُ	عَلَيْكُمْ	حَفَظَةً	حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءَ	اَحَدَكُمُ
اوپر	اپنے بندوں کے	اور	وہ بھیجتا ہے	تم پر	حفاظت کرنے والے	یہاں تک کہ	جب	آجائے	تم میں سے ایک پر

غالب ہے، اور تم پر محافظوں کو بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝٦١ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ

الْمَوْتُ	تَوَفَّتْهُ	رُسُلُنَا	وَ	هُمْ	لَا	يُفَرِّطُوْنَ ۝	ثُمَّ	رُدُّوْٓا	اِلَى	اللّٰهِ	مَوْلٰىهُمُ
موت	اسے لے لیتے ہیں	ہمارے بھیجے ہوئے	اور	وہ	نہیں	کوتاہی کرتے	پھر	لوٹائے جائیں گے وہ	طرف	اللہ کے	ان کا آقا

موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اُسے لے لیتے ہیں اور وہ اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ٦١ پھر اُنہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو کہ اُن کا حقیقی

الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝٦٢ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ

الْحَقِّ	اَلَا	لَهُ	الْحُكْمُ	وَ	هُوَ	اَسْرَعُ	الْحٰسِبِيْنَ ۝	قُلْ	مَنْ	يُّنَجِّيْكُمْ
حقیقی	خبردار	اسی کا	حکم	اور	وہ	سب سے تیز رفتار	حساب لینے والوں میں	تُو کہہ	کون	تمہیں نجات دیتا

آقا ہے، آگاہ رہو کہ حکم اُسی کا چلتا ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔ ٦٢ (اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور تری کے

مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ

مِّنْ	ظُلُمٰتِ	الْبَرِّ	وَالْبَحْرِ	تَدْعُوْنَهٗ	تَضَرُّعًا	وَّ	خُفْيَةً	لَىِٕنْ	اَنْجٰىنَا	مِنْ
سے	اندھیروں کے	خشکی کے	اور سمندر کے	تم اسے پکارتے ہو	گڑگڑا کر	اور	چپکے چپکے	البتہ اگر	اس نے ہمیں نجات دیدی	سے

اندھیروں سے نجات دلاتا ہے، جبکہ تم اسے عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ اس تکلیف سے ہمیں نجات عطا

هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝٦٣ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ

هٰذِهٖ	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الشّٰكِرِيْنَ ۝	قُلِ	اللّٰهُ	يُنَجِّيْكُمْ	مِّنْهَا	وَ	مِنْ	كُلِّ
یہ	البتہ ہم ضرور ہو جائیں گے	سے	شکر کرنے والوں کے	تُو کہہ	اللہ	تمہیں نجات دیتا ہے	اس سے	اور	سے	ہر

فرما دے تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ ٦٣ (اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی تمہیں اس سے بھی نجات دیتا ہے اور ہر تکلیف

٦٠ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی چند مزید صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ کہ رات کو جب تم سو جاتے ہو تو تمہارا شعور اور احساس وہ تم سے لے لیتا ہے، پھر اگر اس کی حکمت ہو تو واپس لوٹا تا ہے، ورنہ وہ اسے واپس نہیں لوٹاتا اور لوگ کہتے کہ فلاں آدمی سویا تو دوبارہ اٹھنا نصیب ہی نہ ہوا آیت میں "ثم يبعثكم فيه" سے اسی طرف اشارہ ہے، مرنے کے بعد والی زندگی مراد نہیں ہے۔ دوسری صفت یہ کہ وہ تمہارے روز مرہ کے اعمال اور حرکات وسکنات سے مکمل طور پر واقف ہے، تیسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ تم جہاں مرضی چلے جاؤ، تمہیں لوٹ کر بہرحال اسی کے پاس واپس جانا ہوگا اور اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا ہوگا، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ تمہارے لیے اس کی حدود سلطنت سے نکلنا اور بھاگنا ممکن نہیں ہے، اس لیے اپنے رب کو پہچانو اور اس پر ایمان لاؤ۔

٦١ ٦٢ ان آیتوں میں حق تعالیٰ کی دو مزید صفتیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے، بندے اس کے حکم کے سامنے مقہور اور مغلوب ہیں، یہ صفت اس لیے بیان فرمائی کہ بندے گناہوں پر زیادہ جری نہ ہوں، دوسری صفت یہ کہ اس نے تمہاری حفاظت کیلئے محافظ فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں، یہ صفت اس لیے بیان فرمائی کہ بندے اس کے شکر گزار اور احسان شناس ہوں کہ ہمارے رب نے ہمیں صرف پیدا کر کے ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا، بلکہ ہماری حفاظت کا بھی بھرپور انتظام فرمایا ہے، جو اعمال کے علاوہ جان کی بھی حفاظت کرتے ہیں، لیکن جس وقت موت کے فرشتے آتے ہیں تو یہ محافظ فرشتے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور انہیں اپنا کام مکمل کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں پھر موت کے فرشتے ان کی روح قبض کر کے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دیتے ہیں، وہی اپنے بندوں کا حقیقی مالک اور آقا ہے، اسی کا حکم چلتا ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے پر قدرت رکھتا ہے۔

٦٣ ٦٤ ان آیتوں میں حق تعالیٰ کی جانب سے ایک سوال پوچھا گیا ہے جس کا جواب آیت نمبر ٦٤ میں خود ہی دے دیا گیا ہے، سوال کا منشا مخاطب کے ضمیر کو جھنجھوڑنا اور اسے سوچنے اور غور کرنے پر آمادہ کرنا ہے، سوال یہ ہے کہ جب تم مصیبتوں اور آزمائشوں میں گھر جاتے ہو، سمندری سفر میں طوفانی موجیں تمہارے جہاز کو گھیر لیتی ہیں اور خشکی کے سفر میں تمہاری گاڑی کا پٹرول ختم ہو جاتا ہے، کوئی درندہ حملہ کر دیتا ہے یا پیاس کے مارے دم لبوں پر آ جاتا ہے تو تم دل کی گہرائیوں سے کسے پکارتے ہو؟ اس وقت تمہیں ان مصائب سے کون نجات دلاتا ہے؟ یقیناً اللہ ہی نجات عطا فرماتا ہے، نہ صرف ان مصائب سے، بلکہ زندگی کے ہر رنج اور غم سے، لیکن اس کے باوجود تم شرک سے باز نہیں آتے، حالانکہ اس سے پہلے تم آہ وزاری کر رہے تھے، تم دل ہی دل میں اسے پکار بھی رہے تھے اور اس سے وعدے بھی کر رہے تھے کہ اگر ہمیں ایک موقع مل جائے اور ہم اس مصیبت سے نکل جائیں تو آئندہ ساری زندگی گناہ اور نافرمانی کے قریب بھی نہ جائیں گے۔

كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

كَرْبٍ	ثُمَّ	اَنْتُمْ	تُشْرِكُوْنَ ۝	قُلْ	هُوَ	الْقَادِرُ	عَلٰٓى	اَنْ	يَّبْعَثَ	عَلَيْكُمْ
تکلیف کے	پھر	تم	شرک کرنے لگتے ہو	تُو کہہ	وہ	قدرت رکھنے والا	پر	یہ کہ	بھیج دے	تم پر

سے بھی، پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔ ﴿۶۴﴾ (اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ وہی اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ

عَذَابًا	مِّنْ	فَوْقِكُمْ	اَوْ	مِنْ	تَحْتِ	اَرْجُلِكُمْ	اَوْ	يَلْبِسَكُمْ	شِيَعًا	وَّ	يُذِيْقَ
عذاب	سے	تمہارے اوپر	یا	سے	نیچے	تمہارے پاؤں کے	یا	تمہیں تقسیم کردے	مختلف گروہوں میں	اور	چکھادے

تمہارے اوپر سے عذاب بھیج دے، یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے، یا تمہیں مختلف فرقوں میں تقسیم کر دے اور تمہیں ایک دوسرے کی

بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ

بَعْضَكُمْ	بَاْسَ	بَعْضٍ ؕ	اُنْظُرْ	كَيْفَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّهُمْ
تم میں سے بعض کو	لڑائی	بعض کی	دیکھ لے	کیسے	ہم پھیرتے ہیں	آیتوں کو	تاکہ وہ

لڑائی کا مزہ چکھا دے، آپ دیکھئے کہ ہم اپنی آیتیں کس طرح بدل بدل کر لاتے ہیں تاکہ وہ

يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ

يَفْقَهُوْنَ ۝	وَ	كَذَّبَ	بِهٖ	قَوْمُكَ	وَهُوَ	الْحَقُّ ؕ	قُلْ	لَّسْتُ	عَلَيْكُمْ
سمجھیں	اور	جھٹلایا	اسے	تیری قوم نے	اور وہ	برحق	تُو کہہ	نہیں ہوں میں	تم پر

سمجھ جائیں۔ ﴿۶۵﴾ اور آپ کی قوم نے اس کی تکذیب کی ہے حالانکہ یہ برحق ہے، آپ فرما دیجئے کہ میں تمہارا ذمہ دار

بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ز وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ

بِوَكِيْلٍ ۝	لِكُلِّ	نَبَاٍ	مُّسْتَقَرٌّ ز	وَّسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ۝	وَ	اِذَا	رَاَيْتَ
کوئی داروغہ	ہرایک کا	خبر	ٹھکانہ	اور عنقریب	تم جان لوگے	اور	جب	تُو دیکھے

مقرر نہیں ہوں۔ ﴿۶۶﴾ ہر خبر کا ایک ٹھکانہ ہے اور عنقریب تم جان لو گے۔ ﴿۶۷﴾ اور اے مخاطب! جب آپ اُن لوگوں کو دیکھیں

الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ

الَّذِيْنَ	يَخُوْضُوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِنَا	فَاَعْرِضْ	عَنْهُمْ	حَتّٰى	يَخُوْضُوْا	فِيْ
وہ لوگ جو	گھستے ہیں	بیچ	ہماری آیتوں کے	تو منہ پھیر لے	اُن سے	یہاں تک کہ	وہ لگ جائیں	بیچ

جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو آپ اُن سے اعراض کیجئے یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں

﴿۶۵﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک خاص پہلو سے اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر اللہ اپنے بندوں کی گرفت کرنا چاہے تو اس کیلئے ایسا کرنا مشکل نہیں ہے، وہ عذاب اور گرفت کی کسی خاص شکل کا پابند نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جملے پر اللہ سے پناہ چاہی، کیونکہ یہاں عذاب کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں، جن میں سے دو بیرونی اور ایک اندرونی ہے، پہلی یہ کہ عذاب اوپر سے آئے، یعنی کوئی آسمانی عذاب نازل کردیا جائے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے پانی برسایا گیا، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے پتھر برسائے گئے اور حضرت ہود علیہ السلام کی قوم پر طوفانی ہواؤں کو مسلط کردیا گیا، دوسری صورت یہ کہ عذاب نیچے سے آئے یعنی کوئی زمینی عذاب بھیج دیا جائے جیسے قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور قوم ثمود کو زلزلے نے آ پکڑا، تیسری صورت یہ کہ امت مختلف گروہوں میں تقسیم ہوکر خانہ جنگی کا شکار ہوجائے، اس امت سے عمومی طور پر عذاب کی پہلی دونوں صورتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اٹھالی گئی ہیں لہٰذا اس امت پر کوئی ایسا زمینی یا آسمانی عذاب نہیں آئے گا جو اسے مکمل طور پر جڑ سے ختم کردے، البتہ تیسری صورت اب بھی باقی ہے اور اسی بنا پر یہ امت آپس میں دست و گریبان ہے، ہر گروہ اپنی اپنی ڈفلی بجا رہا ہے، ہر جماعت خود کو حق پر اور دوسروں کو قابل گردن زدنی سمجھتی ہے، فروعی اور فقہی اختلافات کو ذاتی انا کا مسئلہ بنالیا گیا ہے اور اس پر ایک دوسرے کی تکفیر اور تغلیط کی جارہی ہے۔ "اعاذنا اللہ منہا"

﴿۶۶﴾ اس آیت مبارکہ میں قریش کی تکذیب کا حال بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کی بھی تکذیب کی ہے اور وہ اللہ کی گرفت اور عذاب کو بھی جھٹلاتے ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ان سے منوانا نہیں ہے، ان کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچانا ہے اور وہ اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں، اب یہ قریش کی مرضی ہے کہ وہ اس پیغام کو قبول کریں یا نہ کریں۔

﴿۶۷﴾ اس آیت مبارکہ کے الفاظ عام ہیں، اگرچہ اشارہ مخصوص چیز کی طرف ہے، آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے، وہ اپنے مقررہ وقت پر دنیا کے سامنے آجاتی ہے اور لوگ اس سے آگاہ ہوجاتے ہیں، مثلاً یہ خبر بہت عرصے سے دی جارہی ہے کہ قیامت آنے والی ہے، جب اس کا مقررہ وقت آئے گا تو ساری دنیا اسے دیکھ لے گی، اشارہ اس طرف ہے کہ آپ کی قوم اس قرآن کی تکذیب کر رہی ہے، اور عذاب الٰہی کے نزول کی منکر ہے، عنقریب یہ خبر بھی نمایاں ہوجائے گی اور جب ان پر عذاب نازل ہوگا تو انہیں قرآن کی صداقت کا یقین بھی آجائے گا۔

حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۖ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى

حَدِيْثٍ	غَيْرِهٖ	وَ	اِمَّا	يُنْسِيَنَّكَ	الشَّيْطٰنُ	فَلَا	تَقْعُدْ	بَعْدَ	الذِّكْرٰى
بات کے	اس کے علاوہ	اور	اگر	بھلادے تجھے	شیطان	تو مت	بیٹھ	پیچھے	یاد آنے کے

مشغول ہو جائیں، اگر شیطان آپ کو یہ بات بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے

مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ

مَعَ	الْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾	وَ	مَا	عَلَى	الَّذِيْنَ	يَتَّقُوْنَ	مِنْ	حِسَابِهِمْ
ساتھ	قوم کے	ظلم کرنے والے	اور	نہیں	پر	وہ لوگ جو	ڈرتے ہیں	سے	ان کے حساب کے

ساتھ مت بیٹھیں۔ ﴿٦٨﴾ اور تقویٰ اختیار کرنے والوں پر جھگڑا کرنے والوں کے حساب میں سے

مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ

مِّنْ	شَيْءٍ	وَّ	لٰكِنْ	ذِكْرٰى	لَعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾	وَذَرِ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	دِيْنَهُمْ
سے	کوئی چیز	اور	لیکن	نصیحت	تاکہ وہ	ڈرتے رہیں	اور چھوڑ دے	ان لوگوں کو	بنالیا انہوں نے	اپنے دین کو

کچھ لازم نہیں ہے، لیکن نصیحت کرتے رہیں، شاید کہ وہ بھی ڈرنے لگیں۔ ﴿٦٩﴾ اور اُن لوگوں کو چھوڑ دیجئے جنہوں نے اپنے دین کو

لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا

لَعِبًا	وَّ	لَهْوًا	وَّ	غَرَّتْهُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَ	ذَكِّرْ	بِهٖٓ	اَنْ	تُبْسَلَ	نَفْسٌۢ	بِمَا
کھیل	اور	تماشا	اور	انہیں دھوکے میں ڈالا	زندگی نے	دنیا کی	اور	نصیحت کر	اس کے ذریعے	یہ کہ	پکڑا جائے	کوئی نفس	اس وجہ سے جو

کھیل تماشا بنا لیا ہے اور دنیا کی زندگانی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اور اس قرآن کے ذریعے نصیحت کرتے رہیے تاکہ کوئی نفس اپنے کیے میں

كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ

كَسَبَتْ	لَيْسَ	لَهَا	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	وَلِيٌّ	وَّ	لَا	شَفِيْعٌ	وَاِنْ	تَعْدِلْ	كُلَّ
اس نے کمایا	نہیں	اس کیلئے	سے	علاوہ	اللہ کے	کوئی دوست	اور	نہ	کوئی سفارش کرنے والا	اور اگر	وہ بدلہ دے	مکمل

گرفتار نہ ہو جائے، پھر اللہ کے علاوہ اُس کا کوئی دوست اور سفارش کرنے والا نہ ہو گا اور اگر وہ ہر چیز بھی بدلے میں

عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ

عَدْلٍ	لَّا	يُؤْخَذْ	مِنْهَا	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اُبْسِلُوْا	بِمَا	كَسَبُوْا	لَهُمْ
بدلہ دینا	نہیں	لیا جائیگا	اس سے	وہی لوگ	جو	پکڑے جائیں گے	اس کی وجہ سے جو	انہوں نے کیا	ان کیلئے

دینا چاہے گا تو وہ اس سے نہیں لی جائے گی، یہی لوگ اپنے کیے میں گرفتار ہوں گے، اُن کیلئے

﴿٦٨﴾ اس آیت مبارکہ کا مخاطب ہر مسلمان ہے اور اسے یہ تاکید کی گئی ہے کہ اگر وہ کسی ایسی مجلس میں شریک ہو، جہاں گفتگو کا رخ دین پر اعتراض اور احکام شرعیہ کا مذاق اڑانا ہو تو ایمانی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر دین اور احکام شرعیہ کا دفاع نہ کر سکے تو کم از کم اس مجلس میں شریک بھی نہ رہے، وہاں سے اٹھ جائے اور اپنا خاموش احتجاج ریکارڈ کروائے، پھر اگر وہ لوگ موضوع سخن تبدیل کر لیں تو ان کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت ہے۔

﴿٦٩﴾ اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ دین کا مذاق اڑا رہے ہوں، ان کی مجلس سے اگر اہل تقویٰ کنارہ کشی کر لیں اور وہاں سے اٹھ کر آ جائیں تو انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی، مذاق اڑانے والوں کا حساب کتاب ان متقی لوگوں سے نہیں ہو گا، البتہ انہیں چاہیے کہ موقع کی مناسبت سے نصیحت کرتے رہیں، شاید کسی وقت ان کے دل میں بات اتر جائے اور وہ اپنی روش سے باز آ جائیں۔

ع ١٠ / ١٤

شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝٧٠ قُلْ اَنَدْعُوْا

شَرَابٌ	مِّنْ	حَمِيْمٍ	وَّعَذَابٌ	اَلِيْمٌ	بِمَا	كَانُوْا	يَكْفُرُوْنَ ۝	قُلْ	اَنَدْعُوْا
شروب	سے	کھولتا پانی	اور عذاب	دردناک	اس وجہ سے جو	وہ تھے	نافرمانی کرتے	تو کہہ	کیا ہم پکاریں

کھولتا ہوا مشروب اور دردناک عذاب ہوگا، اس بناء پر کہ وہ کفر کرتے تھے۔ (٧٠) (اے نبی! ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ

مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مَا لَا	يَنْفَعُنَا	وَلَا	يَضُرُّنَا	وَنُرَدُّ	عَلٰٓى	اَعْقَابِنَا	بَعْدَ	اِذْ
سے	علاوہ	اللہ کے	وہ جو نہیں	ہمیں فائدہ دے سکتے	اور نہ	ہمیں نقصان پہنچا سکتے	اور ہم لوٹا دیئے جائیں	پر	اپنی ایڑیوں کے	پیچھے	جب

اُن چیزوں کو پکاریں جو ہمیں نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان؟ کیا ہم اپنی ایڑیوں کے بل واپس لوٹ جائیں

هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗ

هَدٰىنَا	اللّٰهُ	كَالَّذِى	اسْتَهْوَتْهُ	الشَّيٰطِيْنُ	فِى	الْاَرْضِ	حَيْرَانَ	لَهٗ
ہمیں ہدایت دی	اللہ نے	جیسے وہ شخص	اسے بھلا دیا ہو	شیطانوں نے	بیچ	زمین کے	وہ حیران ہو	اس کیلئے

جبکہ اللہ ہمیں ہدایت عطا فرما چکا؟ جیسے وہ شخص کہ اسے شیطان نے راستہ بھلا دیا ہو اور وہ حیران ہو، اُس کے

اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ

اَصْحٰبٌ	يَّدْعُوْنَهٗٓ	اِلَى	الْهُدَى	ائْتِنَا ؕ	قُلْ	اِنَّ	هُدَى	اللّٰهِ	هُوَ
کچھ ساتھی	اسے بلاتے ہوں	طرف	ہدایت کے	ہمارے پاس آجا	تو کہہ	بیشک	ہدایت	اللہ کی	وہ

کچھ ساتھی اُسے ہدایت کی طرف بلاتے ہوں کہ ہمارے پاس آجا، آپ فرما دیجئے کہ اللہ کی رہنمائی ہی

الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٧١ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

الْهُدٰى	وَ	اُمِرْنَا	لِنُسْلِمَ	لِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ۝	وَاَنْ	اَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ
کامل ہدایت	اور	ہمیں حکم دیا گیا ہے	کہ ہم فرمانبردار رہیں	پروردگار کے	جہان والوں کے	اور یہ کہ	قائم کرو تم	نماز

صحیح رہنمائی ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم رب العالمین کے فرمانبردار رہیں۔ (٧١) اور یہ کہ نماز قائم کرو،

وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝٧٢ وَهُوَ الَّذِى خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَ	اتَّقُوْهُ	وَ	هُوَ	الَّذِىٓ	اِلَيْهِ	تُحْشَرُوْنَ ۝	وَ	هُوَ	الَّذِى	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ
اور	ڈرو اس سے	اور	وہ	جو	اس کی طرف	تم جمع کئے جاؤ گے	اور	وہ	جس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو

اور اُس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے۔ (٧٢) اور اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو

(٧٠) اس آیت مبارکہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی کے عیش و آرام میں پڑ کر وہ اپنی آخرت کی فکر سے غافل ہو چکے ہیں، ان سے کنارہ کشی کر لیجیے، تا کہ ان کے زمرے میں شامل ہونے سے بچا جا سکے، البتہ انہیں آخرت کے عذاب سے بچانے کیلئے ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے سے موقع کی مناسبت سے نصیحت ضرور کرتے رہیے، یہی وہ جذبہ تھا جو رسول اکرم ﷺ کو بے چین رکھتا تھا، وہ اس بات کیلئے تڑپتے تھے کہ میری امت جہنم سے بچ جائے، وہ اللہ کے عذاب کا شکار نہ ہو جائے، یہی جذبہ ہر مصلح اور مرشد میں ہونا چاہیے، افسوس کہ آج کل مرشد اور مسترشد کا تعلق مفادات کی بھینٹ چڑھ چکا ہے، جس مسترشد سے مرشد کے مفادات پورے ہوتے ہیں، وہ دنیا کا سب سے متقی آدمی اور خلافت و نیابت کا مستحق ہوتا ہے، اور جس سے مرشد کے مفادات پر زد پڑتی ہو، وہاں مرشد کو اپنے مسترشد کا فریق بننے میں دیر نہیں لگتی، اس عاجز کے سامنے اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اور ان سب کا انجام دین کی بدنامی ہے۔

(٧١) اس آیت مبارکہ میں ایمان کی توفیق نصیب ہونے کے بعد مرتد ہو جانے اور غیر اللہ کی پوجا کرنے کی مذمت اور برائی ایک مثال کے ذریعے واضح کی گئی ہے، مثال یہ ہے کہ ایک شخص اپنے چند دوستوں کے ہمراہ سفر پر جا رہا تھا، دوران سفر ایک جنگل سے گزر ہوا تو وہ اپنے تمام رفقاء کے راستے کو چھوڑ کر ایک انجانے راستے پر چل پڑا، اس کے دوستوں نے اسے آوازیں دیکر واپس بلانے کی بہت کوشش کی کہ تم سیدھے راستے کو چھوڑ کر اکیلے ہی ایک انجانے راستے پر کیوں جا رہے ہو؟ یہ تو ایک ہولناک صحراء ہے، وہاں تمہیں پانی تک نہ ملے گا، دشمن کے حملے سے بچاؤ کی بھی کوئی تدبیر تم اکیلے نہ کر سکو گے، لیکن اس پر کوئی نصیحت کارگر نہ ہو، یوں معلوم ہوتا ہو کہ شیطان نے اس کی راہ ماری ہے اور وہ اس کی ہلاکت کے درپے ہے، اب تم بتاؤ کہ کیا ایسا شخص زندہ بچ سکے گا؟ یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اسلام قبول کیا اور شاہراہ اسلام پر اپنے مسلمان بھائیوں کے ہمراہ سفر شروع کیا، راستے میں شیطان نے اس کی راہ ماری اور وہ مرتد ہو کر ایک صحرائی راستے کی طرف چل پڑا، اس راستے میں گمراہی، نافرمانی، فسق و فجور اور معصیت کے اندھیرے تھے جن میں الجھ کر وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا، سچ ہے کہ اللہ جسے ہدایت دے، ہدایت اسی کو ملتی ہے۔

(٧٢) اس آیت مبارکہ میں گزشتہ آیت کے آخری جملے کی تکمیل کی گئی ہے کہ ہمیں تو ہمارے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے فرمانبردار رہیں، اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں، نماز قائم کریں اور تقویٰ اختیار کریں، سو ہم اس حکم کی تعمیل کریں گے اور اس کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کریں گے، کیونکہ ہمیں اس کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ڛ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ

وَالْاَرْضَ	بِالْحَقِّ	وَ	يَوْمَ	يَقُوْلُ	كُنْ	فَيَكُوْنُ	قَوْلُهُ	الْحَقُّ	وَلَهُ
اور زمین کو	برحق	اور	جس دن	وہ کہے گا	ہو جا	تو وہ ہو جائیگا	اس کا کہنا	برحق	اور اسی کی

برحق پیدا کیا ہے اور جس دن وہ کہے گا کہ ہو جا تو ہو جائے گا، اُس کی بات برحق ہے، اور اُسی کی

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ

الْمُلْكُ	يَوْمَ	يُنْفَخُ	فِي	الصُّوْرِ	عٰلِمُ	الْغَيْبِ	وَالشَّهَادَةِ	وَ	هُوَ	الْحَكِيْمُ
حکومت	جس دن	پھونک ماری جائیگی	بیچ	صور کے	جاننے والا	پوشیدہ کا	اور ظاہر کا	اور	وہ	حکمت والا

حکومت ہو گی جس دن صور پھونکا جائے گا، وہ پوشیدہ اور ظاہر سب جاننے والا ہے اور وہ حکمت والا،

الْخَبِيْرُ ﴿٧٣﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ

الْخَبِيْرُ ﴿٧٣﴾	وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهِيْمُ	لِاَبِيْهِ	اٰزَرَ	اَتَتَّخِذُ	اَصْنَامًا	اٰلِهَةً	اِنِّيْٓ
خوب باخبر	اور جب	کہا	ابراہیم نے	اپنے باپ سے	آزر سے	کیا تو بناتا ہے	بتوں کو	کئی معبود	بیشک میں

باخبر ہے۔ [٧٤] اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا آپ بتوں کو اپنا معبود بناتے ہیں؟ بیشک میں

اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ

اَرٰىكَ	وَ	قَوْمَكَ	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٧٤﴾	وَ	كَذٰلِكَ	نُرِيْٓ	اِبْرٰهِيْمَ	مَلَكُوْتَ
تجھے دیکھتا ہوں	اور	تیری قوم کو	بیچ	گمراہی کے	کھلی	اور	اسی طرح	ہم دکھاتے رہے	ابراہیم کو	عجائبات

آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ [٧٥] اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَلِيَكُوْنَ	مِنَ	الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾	فَلَمَّا	جَنَّ	عَلَيْهِ
آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور تاکہ وہ ہو جائے	سے	یقین والوں کے	سو جب	اندھیرا کر لیا	اس پر

عجائب دکھاتے رہے، تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں۔ [٧٦] پھر جب اُن پر رات نے

الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾

الَّيْلُ	رَاٰ	كَوْكَبًا	قَالَ	هٰذَا	رَبِّيْ	فَلَمَّآ	اَفَلَ	قَالَ	لَآ	اُحِبُّ	الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾
رات نے	دیکھا اس نے	ایک ستارہ	کہنے لگا	یہ	میرا رب	پھر جب	وہ چھپ گیا	کہنے لگا	نہیں	میں پسند کرتا	چھپنے والوں کو

اندھیرا کر لیا تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا، وہ کہنے لگے کہ یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ چھپ گیا تو کہنے لگے کہ میں چھپ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ [٧٧]

[٧٣] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی چند صفات بیان کی گئی ہیں، مثلاً یہ کہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے اور اس نے یہ کارخانہ عالم بیکار اور بے مقصد نہیں بنایا، بلکہ یہ برحق ہے، اس کی شان یہ ہے کہ بڑے سے بڑا کام بھی اس کے کلمۂ کن سے ہو جاتا ہے، چنانچہ جب وہ حشر برپا کرنا چاہے گا، اسی وقت عالم کا یہ نظام لپیٹ دیا جائیگا، اسی طرح وہ جو کہتا ہے، حقیقت اور واقعے کے عین مطابق ہوتا ہے، اس میں کسی قسم کا تخلف نہیں ہوتا، اسی طرح جس دن صور پھونکا جائیگا، اس دن بھی حکومت اسی کی ہو گی، دنیا کے حکمرانوں کی حکمرانی اور بادشاہوں کی بادشاہی ختم ہو کر قصۂ پارینہ بن جائے گی، اُسے غیب کا علم بھی حاصل ہے اور وہ ظاہر سے بھی بخوبی واقف ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور وہ اپنی مخلوق سے خوب باخبر ہے۔

[٧٤] [٧٩] ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے، ابراہیم سریانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنیٰ "اب راحم" شفیق باپ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں اپنی قدرت کے بہت سے عجائبات کا نظارہ کروایا تاکہ ان میں ایک ایسی بصیرت اور یقین کا وہ اعلیٰ درجہ پیدا ہو جائے جس سے وہ اپنے بت پرست باپ آزر اور اپنی بت پرست قوم کے سامنے حق تعالیٰ کی توحید و عظمت اور بتوں کی بے بسی اور عاجزی نہایت موثر اور اعلیٰ طریقے سے ثابت کر سکیں، چنانچہ انہوں نے اس مقصد کیلئے جس پیرائے کو اختیار کیا، وہ نہایت مؤثر اور عقل کے نہایت قریب تھا، انہوں نے پہلے ایک ستارے، پھر چاند اور آخر میں سورج کے طلوع و غروب سے استدلال کیا، انہوں نے لوگوں کی عقل پر دستک دی کہ جس وقت ستارہ، چاند اور سورج طلوع ہوتے ہیں، ان کی آب و تاب دیکھنے سے تعلق رکھتی =

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ

فَلَمَّا	رَاَ	الْقَمَرَ	بَازِغًا	قَالَ	هٰذَا	رَبِّیْ ج	فَلَمَّآ	اَفَلَ	قَالَ	لَئِنْ	لَّمْ	یَهْدِنِیْ
پھر جب	اس نے دیکھا	چاند کو	چمکتا ہوا	کہنے لگا	یہ	میرا رب	سو جب	وہ چھپ گیا	کہنے لگا	البتہ اگر	نہ	مجھے ہدایت دیتا

پھر جب چمکتا ہوا چاند دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ بھی چھپ گیا تو کہنے لگے کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت

رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا

رَبِّیْ	لَاَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْقَوْمِ	الضَّآلِّیْنَ ﴿۷۷﴾	فَلَمَّا	رَاَ	الشَّمْسَ	بَازِغَةً	قَالَ	هٰذَا
میرا رب	البتہ میں ضرور ہو جاتا	سے	قوم کے	گمراہ ہونے والے	پھر جب	اس نے دیکھا	سورج کو	چمکتا ہوا	کہنے لگا	یہ

نہ دیتا تو میں بھی گمراہ قوم میں سے ہو جاتا۔ ﴿۷۷﴾ پھر جب انہوں نے چمکتا ہوا سورج دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ

رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ج فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

رَبِّیْ	هٰذَآ	اَكْبَرُ ج	فَلَمَّآ	اَفَلَتْ	قَالَ	یٰقَوْمِ	اِنِّیْ	بَرِیْٓءٌ	مِّمَّا	تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾
میرا رب	یہ	زیادہ بڑا	پھر جب	وہ چھپ گیا	کہنے لگا	اے میری قوم	بیشک میں	بیزار ہوں	اس سے جو	تم شرک کرتے ہو

میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی چھپ گیا تو وہ کہنے لگے کہ اے میری قوم! میں ان سے بری ہوں جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ ﴿۷۸﴾

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ

اِنِّیْ	وَجَّهْتُ	وَجْهِیَ	لِلَّذِیْ	فَطَرَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	حَنِیْفًا	وَّمَآ
بیشک میں	رخ کر چکا ہوں	اپنے چہرے کا	اس ذات کیلئے	پیدا کیا اس نے	آسمانوں کو	اور	زمین کو	سب سے یکسو ہو کر	اور نہیں

بیشک میں نے اپنا رخ سب سے یکسو ہو کر اُس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ ج وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ط قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ

اَنَا	مِنَ	الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾	وَ	حَآجَّهٗ	قَوْمُهٗ ط	قَالَ	اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ	فِی	اللّٰهِ
میں	سے	شرک کرنے والوں کے	اور	جھگڑا کیا اُس سے	اس کی قوم نے	کہنے لگا	کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو	بیچ	اللہ کے

مَیں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ ﴿۷۹﴾ اور اُن سے اُن کی قوم نے جھگڑا کیا تو وہ کہنے لگے کہ کیا تم اللہ کے معاملے میں مجھ سے جھگڑا کرتے ہو،

وَقَدْ هَدٰىنِ ط وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا ط

وَ	قَدْ	هَدٰىنِ ط	وَ	لَآ	اَخَافُ	مَا	تُشْرِكُوْنَ	بِهٖٓ	اِلَّآ	اَنْ	یَّشَآءَ	رَبِّیْ	شَیْئًا ط
اور	یقیناً	اس نے مجھے ہدایت دی	اور	نہیں	میں ڈرتا	وہ جو	تم شریک ٹھہراتے ہو	اس کے ساتھ	مگر	یہ کہ	چاہتا ہو	میرا رب	کوئی چیز

حالانکہ اسی نے مجھے ہدایت عطا فرمائی، اور میں اُن چیزوں سے نہیں ڈرتا جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو، سوائے اس کے کہ میرا رب کسی چیز کو چاہے،

= ہے، پورا عالم ان کی روشنی سے روشن اور ان کی کرنوں سے منور ہو جاتا ہے، جسے دیکھ کر ایک فطرت پرست فوراً متاثر ہوتا ہے اور یہ رائے قائم کر لیتا ہے کہ عبادت کے قابل اگر کوئی دکھائی دینے والی چیز ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے، لیکن شیطان کے بہکاوے اور نفس کی شرارت سے مغلوب ہو جانے والے لوگوں کی نگاہوں سے اس کا دوسرا پہلو اوجھل ہو جاتا ہے کہ یہ چیزیں غروب بھی ہوتی ہیں، آخر وہ کون سی طاقت ہے جو اتنے طاقتور اجسام کو غروب ہونے پر مجبور کر دیتی ہے؟ ان کے نور کو ختم اور ان کی روشنی کو گہنا دیتی ہے؟ سوال یہ بھی ہے کہ اس طاقتور کے حکم کو یہ اجسام ٹال کیوں نہیں دیتے؟ آخر یہ غروب ہونے سے انکار کیوں نہیں کر دیتے؟ سوال یہ بھی ہے کہ یہ اجسام ایک ہی دائرے میں ہمیشہ گھومتے رہنے پر مجبور کیوں ہیں؟ آخر سورج اور چاند ایک دوسرے کے مدار میں کیوں نہیں آ جاتے؟ ان تمام سوالات کے بعد پھر یہ چبھتا ہوا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس تمام تر مجبوری اور بے بسی کے باوجود ہم ان ستاروں اور اجسام فلکیہ کو اپنا رب کیوں مانیں؟ ہم ان کی عبادت اور پوجا کیوں کریں؟ کیوں نہ ہم اس طاقت ور ذات کا سراغ لگا لیں جس کا حکم ان تمام اجرام فلکیہ سمیت کائنات کے ذرے ذرے پر چلتا ہے؟ کیوں نہ ہم اس ذات کو اپنا معبود و مسجود بنا لیں جو ایسے طاقتور اجسام کو محض کلمۂ کن سے طلوع و غروب کے نظام میں جکڑ دیتا ہے؟ یقیناً ایسا ہی ہونا چاہیے، جب یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام خوب اچھی طرح اپنی قوم کو ذہن نشین کروا چکے تو انہوں نے دو اعلان کیے، ایک شرک سے براءت کا اور دوسرا زمین و آسمان کے خالق و مالک کی توحید و یکتائی کا اور اس کی خاطر تمام مخلوق سے یکسو ہو جانے کا، اور یہ وقت ان اعلانات کیلئے نہایت مناسب تھا، اسی وجہ سے لوگ ان کے سامنے لاجواب ہو کر عاجز آ گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد پورا ہو گیا۔

وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۸۰ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ

وَسِعَ	رَبِّيْ	كُلَّ	شَيْءٍ	عِلْمًا ۭ	اَفَلَا	تَتَذَكَّرُوْنَ ۝	وَ	كَيْفَ	اَخَافُ	مَآ
کشادہ ہے	میرا رب	ہر	چیز سے	علم میں	تو کیا نہیں	تم نصیحت حاصل کرتے	اور	کیسے	میں ڈروں	وہ جو

میرے رب کا علم ہر چیز پر وسیع ہے تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ۸۰ میں اُن سے کیوں ڈروں جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ

اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ

اَشْرَكْتُمْ	وَ	لَا	تَخَافُوْنَ	اَنَّكُمْ	اَشْرَكْتُمْ	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ	يُنَزِّلْ	بِهٖ
تم نے شریک ٹھہرائے	اور	نہیں	تم ڈرتے	اس سے کہ تم	شریک ٹھہرایا تم نے	اللہ کے ساتھ	وہ جو	نہیں	اتاری اس نے	اس کی

شریک بنا رکھا ہے، جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنا رکھا ہے جس کی اُس نے تم پر

عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۸۱ وقف لازم

عَلَيْكُمْ	سُلْطٰنًا ۭ	فَاَيُّ	الْفَرِيْقَيْنِ	اَحَقُّ	بِالْاَمْنِ ۚ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ۝
تم پر	کوئی دلیل	تو کون سا	دوگروہوں میں	زیادہ حق دار	امن کا	اگر	تم ہو	جانتے

کوئی دلیل نہیں اتاری، تو دونوں میں سے کون سا فریق امن کا زیادہ حقدار ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔ ۸۱

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ

اَلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	لَمْ	يَلْبِسُوْٓا	اِيْمَانَهُمْ	بِظُلْمٍ	اُولٰۗىِٕكَ	لَهُمُ	الْاَمْنُ	وَ	هُمْ
جو لوگ	ایمان لائے	اور	نہیں	ملایا انہوں نے	اپنے ایمان کو	ساتھ ظلم کے	وہی لوگ	ان کیلئے	امن	اور	وہی

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو "ظلم" کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا، انہی لوگوں کیلئے امن ہے اور یہی لوگ

ع ۹ ۱۲ ۱۵ مُّهْتَدُوْنَ ۝۸۲ ع وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ

مُّهْتَدُوْنَ ۝	وَ	تِلْكَ	حُجَّتُنَآ	اٰتَيْنٰهَآ	اِبْرٰهِيْمَ	عَلٰي	قَوْمِهٖ ۭ	نَرْفَعُ
ہدایت پانے والے	اور	وہ	ہماری دلیل	ہم نے وہ دی	ابراہیم کو	پر	اُن کی قوم کے	ہم بلند کرتے ہیں

ہدایت یافتہ ہیں۔ ۸۲ اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اُن کی قوم کے خلاف عطا فرمائی تھی، ہم جس کے درجے

دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝۸۳ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ

دَرَجٰتٍ	مَّنْ	نَّشَاۗءُ ۭ	اِنَّ	رَبَّكَ	حَكِيْمٌ	عَلِيْمٌ ۝	وَ	وَهَبْنَا	لَهٗٓ	اِسْحٰقَ
درجے	جس کے	ہم چاہتے ہیں	بیشک	آپ کا رب	حکمت والا	خوب جاننے والا	اور	ہم نے تحفہ دیا	اسے	اسحاق کا

چاہتے ہیں بلند کردیتے ہیں، بیشک آپ کا رب حکمت والا، جاننے والا ہے۔ ۸۳ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب

۸۰ ۸۱ ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کی قوم کے تکرار اور بحث مباحثہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل کے سامنے لا جواب ہو گئے تو کہنے لگے کہ ابراہیم! ہمارے معبودوں کی بے حرمتی سے باز آ جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی بے حرمتی کی پاداش میں تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ یا تمہیں کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہو جائے، اگر ہمارے کسی خدا نے تم پر اپنا عذاب نازل کر دیا تو تم کہیں کے نہ رہو گے۔ (العیاذ باللہ) اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تمہارے معبودوں سے نہیں ڈرتا، ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ مجھے کسی قسم کا نفع یا نقصان پہنچا سکیں، البتہ اگر میرے رب کی مرضی ہو اور وہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو الگ بات ہے، کیسے تعجب کی بات ہے کہ تم تو اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے نہ ڈرو، اور میں تمہارے معبودوں سے ڈر جاؤں؟ حالانکہ ڈرنا تو تمہیں چاہیے کہ اگر اللہ نے تمہارے شرک کی وجہ سے تم پر اپنا عذاب نازل کر دیا تو تم کیا کرو گے؟ تم الٹا مجھے اپنے معبودوں سے ڈرا رہے ہو اور یہ فیصلہ بھی تم خود کر لو کہ ہم دونوں میں سے امن و امان کا اصل حقدار کون ہے؟ یا یہ کہ ہم میں سے کون اطمینان قلب اور دل جمعی کا مستحق ہے؟

۸۲ اس آیت مبارکہ میں "ظلم" کے لفظ سے "شرک" مراد ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جن لوگوں کو ایمان قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کے کسی معمولی درجے کی بھی آمیزش نہیں کی، امن و امان اور ہدایت کے اصل حق دار وہی ہیں، دل جمعی اور اطمینان قلب بھی انہی کو نصیب ہوتا ہے، مشرک کو کبھی اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا خواہ وہ کس قدر مالدار ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ دل جمعی اور یکسوئی مال و دولت کے خزانوں، حاضر باش بیٹوں اور راحت و آسائش کے سامانوں اور ایوانوں میں نہیں رکھی گئی، یہ دولت غریب اہل ایمان کو زیادہ ارزاں میسر ہوتی ہے۔

۸۳ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم کے سامنے ستاروں، چاند اور سورج کے طلوع و غروب سے استدلال کو اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ دلیل اور حجت ابراہیم کو ہم نے عطا فرمائی تھی اور کیوں نہ ہو، کہ وہ کائنات میں مکمل حکمت و علم کے ساتھ متصرف ہے، بلاشبہ وہی دلائل سمجھاتا ہے اور وہی انسان کی عقل کو روشن اور تیز کرتا ہے، پھر جس کے درجے چاہتا ہے، بلند کر دیتا ہے۔

وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ

وَ	يَعْقُوْبَ ۭ	كُلًّا	هَدَيْنَا ۚ	وَنُوْحًا	هَدَيْنَا	مِنْ	قَبْلُ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّتِهٖ	دَاوٗدَ
اور	یعقوب کا	ہر ایک کو	ہم نے ہدایت دی	اور نوح کو	ہم نے ہدایت دی	سے	پہلے	اور	سے	اس کی اولاد کے	داؤد کو

عطا کیے، ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی، اس سے پہلے نوح کو بھی ہم ہدایت دے چکے، اور انہی کی اولاد میں سے داؤد،

وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

وَ	سُلَيْمٰنَ	وَ	اَيُّوْبَ	وَ	يُوْسُفَ	وَ	مُوْسٰى	وَ	هٰرُوْنَ ۭ	وَ	كَذٰلِكَ	نَجْزِي
اور	سلیمان کو	اور	ایوب کو	اور	یوسف کو	اور	موسیٰ کو	اور	ہارون کو	اور	اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں

سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی، اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾	وَ	زَكَرِيَّا	وَ	يَحْيٰى	وَ	عِيْسٰى	وَ	اِلْيَاسَ ۭ	كُلٌّ	مِّنَ
نیکی کرنے والوں کو	اور	زکریا کو	اور	یحییٰ کو	اور	عیسیٰ کو	اور	الیاس کو	ہر ایک	سے

بدلہ دیتے ہیں۔ ۸۴ اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو بھی، یہ سب ہی نیک لوگوں

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾	وَ	اِسْمٰعِيْلَ	وَ	الْيَسَعَ	وَ	يُوْنُسَ	وَ	لُوْطًا ۭ	وَ	كُلًّا	فَضَّلْنَا
نیکوکاروں کے	اور	اسماعیل کو	اور	الیسع کو	اور	یونس کو	اور	لوط کو	اور	ہر ایک کو	فضیلت دی ہم نے

میں سے تھے۔ ۸۵ اور اسمٰعیل، الیسع، یونس اور لوط کو بھی، اور ان سب کو ہم نے اہل عالم

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ

عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾	وَ	مِنْ	اٰبَاۗىِٕهِمْ	وَ	ذُرِّيّٰتِهِمْ	وَ	اِخْوَانِهِمْ ۚ	وَ	اجْتَبَيْنٰهُمْ
پر	جہان والوں کے	اور	سے	ان کے باپوں کے	اور	ان کی اولاد کے	اور	ان کے بھائیوں کے	اور	ہم نے انہیں چن لیا

پر فضیلت عطا فرمائی۔ ۸۶ اور ان کے آباؤ اجداد، اولاد اور بھائیوں میں سے بھی بعض کو ہدایت دی، ہم نے انہیں چن لیا

وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ

وَهَدَيْنٰهُمْ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾	ذٰلِكَ	هُدَى	اللّٰهِ	يَهْدِيْ	بِهٖ
اور ہم نے ان کی رہنمائی کی	طرف	راستے کے	سیدھے	وہ	ہدایت	اللہ کی	رہنمائی کرتا ہے وہ	اس کے ذریعے

اور سیدھے راستے کی طرف اُن کی رہنمائی کی۔ ۸۷ یہ اللہ کی رہنمائی ہے، وہ اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے

۸۴ ۸۸ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لیکر تذکرہ فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ مختلف نتائج بھی ذکر فرمائے ہیں، چنانچہ پہلا نتیجہ یہ ذکر فرمایا کہ یہ سب لوگ ہماری طرف سے ملنے والی ہدایت اور شاہراہ مستقیم پر گامزن تھے، دوسرا یہ کہ یہ سب لوگ درجۂ احسان پر فائز تھے جو کہ نیکی اور تقویٰ میں نہایت اعلیٰ اور بلند مقام ہے، تیسرا یہ کہ یہ سب اچھی عادتوں اور پاکیزہ خصلتوں والے تھے، چوتھا یہ کہ اہل عالم میں انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ گروہ اپنے تمام رفقاء کے ساتھ سب سے مقدس جماعت ہے، چنانچہ اس روئے زمین پر ان سے بڑھ کر کوئی مقدس، افضل اور پاکیزہ جماعت نہیں گزری اور پانچواں یہ کہ ان سب کا انتخاب خود حق تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اللہ کا انتخاب کبھی غلط نہیں ہو سکتا، ان مختصر سطور میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا مفصل تذکرہ نہیں ہو سکتا، اس کیلئے اس عاجز کی کتاب جواہر الحدیث کی چھٹی جلد ملاحظہ فرمائیے۔ البتہ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ان میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب دیئے، اس تعبیر سے یہ تاثر ملتا ہے کہ شاید حضرت یعقوب علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند تھے، حالانکہ ایسا نہیں ہے وہ ان کے پوتے تھے، لیکن چونکہ پوتا بھی بیٹے کی طرح ہوتا ہے اس لیے لوگ اپنے پوتے کو اپنا بیٹا بھی کہہ دیتے ہیں، علاوہ ازیں اس تعبیر کا منشا یہ ہے کہ ہم نے بڑھاپے میں ابراہیم کی نسل چلا دی، پہلے بیٹا، پھر پوتا اور پھر اس سے ان کی نسل خوب پھلی پھولی اور پروان چڑھی۔

مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ ؕ	وَ	لَوْ	اَشْرَكُوْا	لَحَبِطَ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا
جسے	وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں کے	اور	اگر	یہ لوگ شرک کرتے	البتہ ضائع ہوجاتے	ان سے	وہ جو	تھے

چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے، اگر یہ حضرات بھی شرک کرتے تو ان کے سارے اعمال بھی

يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	وَ	الْحُكْمَ	وَ	النُّبُوَّةَ ۚ	فَاِنْ
عمل کرتے رہے	وہی لوگ	جو	دی ہم نے انہیں	کتاب	اور	حکمت	اور	نبوت	سو اگر

ضائع ہو جاتے۔ ۸۸ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کی، اب اگر

يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ

يَّكْفُرْ	بِهَا	هٰٓؤُلَآءِ	فَقَدْ	وَكَّلْنَا	بِهَا	قَوْمًا	لَّيْسُوْا	بِهَا	بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾	اُولٰٓئِكَ
انکار کریں	اس کا	یہ لوگ	تو یقیناً	ہم نے مقرر کردی	اس کے ساتھ	ایک قوم	نہ ہوں گے وہ	اس کا	انکار کرنے والے	وہی لوگ

یہ لوگ ان باتوں کو نہ مانیں تو ہم نے ان باتوں کیلئے ایک ایسی قوم مقرر کر دی ہے جو ان کا انکار نہیں کرے گی۔ ۸۹ یہی

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ

الَّذِيْنَ	هَدَى	اللّٰهُ	فَبِهُدٰىهُمُ	اقْتَدِهْ ؕ	قُلْ	لَّآ	اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ	اَجْرًا ؕ
جنہیں	ہدایت دی	اللہ نے	تو ان کی ہدایت کی	تو پیروی کر	تو کہہ	نہیں	میں تم سے سوال کرتا	اس پر	کسی اجرت کا

وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت عطا فرمائی، سو آپ انہی کے راستے کی پیروی کیجئے، آپ یہ بھی فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا،

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ ع ۱۰ ۸ ۱۶

اِنْ	هُوَ	اِلَّا	ذِكْرٰى	لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾	وَ	مَا	قَدَرُوا	اللّٰهَ	حَقَّ	قَدْرِهٖٓ	اِذْ	قَالُوْا	مَآ
نہیں	وہ	مگر	نصیحت	جہان والوں کیلئے	اور	نہیں	قدر کی انہوں نے	اللہ کی	جیسا حق	اس کی قدر کرنے کا	جب	انہوں نے کہا	نہیں

یہ تو اہلِ عالم کیلئے صرف ایک نصیحت ہے۔ ۹۰ اور لوگوں نے اللہ کی اُس طرح قدر نہیں کی جیسی قدر کرنے کا حق تھا، جبکہ وہ کہنے لگے کہ

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ

اَنْزَلَ	اللّٰهُ	عَلٰى	بَشَرٍ	مِّنْ	شَيْءٍ ؕ	قُلْ	مَنْ	اَنْزَلَ	الْكِتٰبَ	الَّذِيْ	جَآءَ	بِهٖ
نازل کیا	اللہ نے	پر	کسی انسان کے	سے	کوئی چیز	تو کہہ	کون	نازل کی اس نے	وہ کتاب	جو	لیکر آئے	اُسے

اللہ نے کسی انسان پر کچھ نازل نہیں کیا، آپ فرما دیجئے کہ موسیٰ جو کتاب لیکر آئے تھے، اُسے کس نے نازل

۸۸ اس آیت مبارکہ میں شرک و بت پرستی کی نفرت اور قباحت ذہنوں میں بٹھانے کیلئے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ گزشتہ آیات میں ہم نے جن پاکیزہ اور جلیل القدر ہستیوں کا ذکر کیا ہے، اگر خدانکردہ ان میں سے کوئی ایک بھی شرک کرتا تو اس کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے، اس کی ساری محنت اکارت جاتی اور اسے کچھ حاصل نہ ہوتا، الحمدللہ! اس کی نوبت کبھی نہیں آئی اور یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام ہدایت کے امام اور روشنی کے بلند مینار تھے جس سے اللہ نے انہیں سرفراز فرمایا تھا، لیکن اگر ان پاکیزہ اور مقدس لوگوں کے حوالے سے یہ کہا جاسکتا ہے تو پھر سوچا جا سکتا ہے کہ ماوشما کی کیا حقیقت ہے، اصول یہ ہے کہ جو بھی شرک کرے گا اور توبہ کے بغیر مر جائیگا، اس کا کوئی نیک عمل اس کے کسی کام نہ آئے گا خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

۸۹ اس آیت مبارکہ میں دو جملے الگ الگ ہیں، پہلے کا تعلق انبیاء کرام علیہم السلام سے ہے کہ ہم نے انہیں کتاب وحکمت اور نبوت سے سرفراز فرمایا، انہیں شریعت دی اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی، دوسرے جملے کا تعلق قریش مکہ کے ساتھ ہے جن کی طرف ''ھؤلاء'' کے لفظ سے اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر اہل مکہ کفر وانکار کا راستہ اختیار کریں تو ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ہم ان کے مقابلے میں ایک ایسی قوم کو کھڑا کر دیں گے جو کفر وانکار کا راستہ اختیار نہیں کریں گے، بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری کی راہ پکڑیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں مہاجرین وانصار کی ایک ایسی جماعت تیار کردی جن کی زندگی کا منشور ہی اطاعت اور فرمانبرداری تھا۔

۹۰ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے کہ آپ بھی مذکورہ انبیاء کرام علیہم السلام کے راستے پر چلیں، کیونکہ وہ سب اللہ کی طرف سے ماموراور ہدایت یافتہ تھے، انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا تھا، اگر ایک نبی دوسرے انبیاء کرام کے راستے کو چھوڑ دے اور ایک نئی شاہراہ پر چلنا شروع کر دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے پہلا راستہ پسند نہیں ہے، اسی بناء پر اس نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا ہے، لیکن انبیاء کرام کی بابت ایسا تصور محال ہے، اس لیے کہ جس راستے پر وہ چلتے ہیں، اس کا انتخاب وہ خود نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اللہ کے انتخاب پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا، اس لیے ضروری ہے کہ تمام انبیاء کرام کا راستہ ایک ہی ہو، ویسے بھی ہدایت کا راستہ ایک ہی ہے، گمراہی کے راستے بے شمار ہیں اور شیطان نے ان میں سے ہر راستے پر اپنے کارندے بٹھا رکھے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام کی دعوت میں ہمیشہ یکسانیت اور ایک دوسرے کی تصدیق وتائید پائی گئی ہے اور کسی نبی نے دوسرے کی تکذیب یا تردید کبھی نہیں کی، نبی علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو واضح لفظوں میں بتا دیں کہ میں اپنی دعوت اور پیغام پر تم سے کسی قسم کی اجرت اور مزدوری نہیں مانگتا کہ تم پر گراں گزرے، مجھے تم سے کسی تنخواہ کا تقاضا نہیں ہے، میں تو صرف ایک نصیحت لیکر آیا ہوں، جو اس سے فائدہ اٹھائے گا، وہ خوش نصیب ہوگا اور محروم آدمی اس سے دور رہے گا۔

مُوْسٰی نُوْرًا وَّ هُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا

مُوْسٰی	نُوْرًا	وَّ	هُدًی	لِّلنَّاسِ	تَجْعَلُوْنَهٗ	قَرَاطِیْسَ	تُبْدُوْنَهَا
موسیٰ	روشنی کا ذریعہ	اور	سراپا ہدایت	لوگوں کیلئے	تم اسے رکھتے ہو	کاغذوں میں	تم اُسے ظاہر کرتے ہو

کیا تھا؟ جو کہ لوگوں کیلئے نور اور باعثِ ہدایت تھی، تم اسے کاغذوں میں رکھتے تھے، کچھ ظاہر کرتے تھے

وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ

وَ	تُخْفُوْنَ	كَثِیْرًا ۚ	وَ	عُلِّمْتُمْ	مَّا	لَمْ	تَعْلَمُوْٓا	اَنْتُمْ	وَ	لَآ	اٰبَآؤُكُمْ	قُلِ	اللّٰهُ ۙ	ثُمَّ
اور	چھپالیتے ہو	بہت کچھ	اور	تمہیں علم دیا گیا	وہ جو	نہیں	جانتے تھے	تم	اور	نہ	تمہارے باپ	تُو کہہ	اللہ	پھر

اور بہت کچھ چھپالیتے تھے، اور تمہیں وہ چیزیں سکھائی گئیں جو تم جانتے ہو اور نہ تمہارے آباؤاجداد، (اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ اللہ نے نازل کی ہے، پھر

ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝۹۱ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ

ذَرْهُمْ	فِیْ	خَوْضِهِمْ	یَلْعَبُوْنَ ۝۹۱	وَ	هٰذَا	كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	مُبٰرَكٌ
چھوڑ دے انہیں	بیچ	ان کے شغل کے	وہ کھیلتے رہیں	اور	یہ	ایک کتاب	نازل کیا ہم نے اسے	بابرکت

انہیں ان کی خرافات میں چھوڑ دیجئے کہ کھیلتے رہیں۔ [۹۱] اور یہ ایک بابرکت کتاب ہم نے نازل کی ہے

مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ

مُّصَدِّقُ	الَّذِیْ	بَیْنَ	یَدَیْهِ	وَ	لِتُنْذِرَ	اُمَّ	الْقُرٰی	وَ	مَنْ	حَوْلَهَا ؕ
تصدیق کرنے والی	اس کی جو	درمیان	اس کے دونوں ہاتھوں کے	اور	تاکہ آپ ڈرائیں	مرکز کو	بستیوں کے	اور	جو کوئی	اس کے آس پاس

جو کہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، تاکہ آپ ام القری اور آس پاس کے رہنے والوں کو ڈرائیں،

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ

وَالَّذِیْنَ	یُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	یُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ	وَ	هُمْ	عَلٰی	صَلَاتِهِمْ
اور جو لوگ	ایمان لاتے ہیں	ساتھ آخرت کے	ایمان لاتے ہیں وہ	اس پر	اور	وہ	پر	اپنی نمازوں کے

جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اس پر بھی ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی پابندی

یُحَافِظُوْنَ ۝۹۲ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ

یُحَافِظُوْنَ ۝۹۲	وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰی	عَلَی	اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ قَالَ
پابندی کرتے ہیں	اور کون	زیادہ ظلم کرنے والا	اس سے جو	گھڑے	پر	اللہ کے	جھوٹ	یا کہے وہ

کرتے ہیں۔ [۹۲] اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا یہ کہے

[۹۱] اس آیت مبارکہ میں کفار اور مشرکین کا ایک لغو قول ذکر کیا گیا ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ نے آج تک کسی انسان پر کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی، اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ ہمیں تسلیم نہیں ہے کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے جو اس نے ان پر نازل کی ہے، اس پر حق تعالیٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر کرنے کا حق ادا نہیں کیا، یہ تو ایک عزت تھی جو اللہ نے انہیں عطا فرمائی تھی، سوال یہ ہے کہ اگر اللہ نے کسی انسان پر کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی تو پھر موسیٰ پر تورات کس نے نازل کی تھی؟ اہل کتاب بتائیں کہ جس کتاب کو وہ کاغذ کے اوراق میں لکھتے ہیں اور جسے اللہ نے رشد و ہدایت اور نور کا سرچشمہ بنا کر اتارا تھا، کیا موسیٰ وہ خود اپنے پاس سے گھڑ کر لے آئے تھے؟ اس کے ذریعے اللہ نے انہیں اپنے آباؤاجداد سے بڑھ کر جو علم عطا فرمایا تھا، اس کا سرچشمہ کہاں تھا؟ اگر ان سب سوالوں کا جواب لفظ "اللہ" ہے کہ اللہ ہی نے تورات نازل کی، اور اسی نے تمہیں علم عطا فرمایا اور یقیناً ایسا ہی ہوا تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کے نزول میں شبہ پیدا کر کے تم اللہ کی ناقدری نہیں کر رہے تو اور کیا کر رہے ہو؟ لیکن تم سے یہ بعید نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلے تم تورات میں بھی اپنی مرضی کی تحریف اور تبدیلی کر چکے ہو، اس کے علاوہ بہت سی چیزوں کو تم چھپا لیتے ہو اور بعض چیزوں کو ظاہر بھی کر دیتے ہو، سو جس قوم کے حالات ایسے پتلے اور خراب ہوں، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔

[۹۲] اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کی شان بیان کی گئی ہے کہ یہ نہایت بابرکت کتاب ہے، اس کی برکتیں ظاہری بھی ہیں اور باطنی بھی، جسمانی بھی ہیں اور روحانی بھی، اور ان برکتوں سے ہر زمانے کے لوگ فیض یاب ہوتے رہے ہیں، حق تعالیٰ نے اسے نازل کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، قرآن پہلی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتا ہے، اسے نازل کرنے کا مقصد "انذار" ہے یعنی آگاہی، یہ لفظ نہایت جامع ہے اور قرآن کریم کے مقصدِ نزول کے بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے، یہ آگاہی ام القری کے رہنے والوں کو بھی ہونی چاہیے کیونکہ وہی اس کے اولین مخاطب ہیں اور ام القری کے گرداگرد جو ساری دنیا پھیلی ہوئی ہے اور ام القری اس کیلئے مقناطیس کی طرح ہے، انہیں بھی یہ آگاہی حاصل ہونی چاہیے، گویا قرآن کریم کا یہ آگاہی پروگرام عالمگیر اور ساری دنیا کیلئے ہے۔ ام القری کا لفظی معنی بستیوں کی ماں یا مرکز ہے، چونکہ مکہ مکرمہ دینی، دنیوی، نظریاتی اور جغرافیائی ہر اعتبار سے مرکز عالم ہے اس لیے اسے "ام القری" کہا جاتا ہے، آخر میں ایک فلسفہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کی پابندی اور اس کا اہتمام کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآنِ کریم پر ایمان نہیں لا رہے، ان کی ان دو چیزوں میں کارکردگی صفر ہے، خواہ دنیا کی نظروں میں وہ نہایت اعلیٰ صفات کے حامل ہوں۔

أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ

أُوحِيَ	إِلَيَّ	وَ	لَمْ	يُوحَ	إِلَيْهِ	شَيْءٌ	وَّ	مَنْ	قَالَ	سَأُنْزِلُ	مِثْلَ
وحی کی گئی	میری طرف	اور	نہیں	وحی کی گئی	اس کی طرف	کچھ بھی	اور	جو کوئی	کہے	میں بھی نازل کر سکتا ہوں	جیسے

کہ میرے پاس وحی آتی ہے، حالانکہ اُس کے پاس کچھ بھی وحی نہیں آتی، نیز وہ شخص جو یہ کہے کہ میں بھی اسی طرح نازل کر سکتا ہوں جیسے

مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ ط وَلَوْ تَرٰٓى إِذِ الظّٰلِمُونَ فِي غَمَرٰتِ الْمَوْتِ

مَآ	أَنْزَلَ	اللّٰهُ ط	وَ	لَوْ	تَرٰٓى	إِذِ	الظّٰلِمُونَ	فِي	غَمَرٰتِ	الْمَوْتِ
وہ جو	نازل کیا	اللہ نے	اور	کاش	آپ دیکھتے	جب	ظلم کرنے والے	بیچ	سختیوں کے	موت کی

اللہ نے نازل کیا ہے، کاش! کہ آپ وہ وقت دیکھتے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے

وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوٓا أَيْدِيهِمْ ج أَخْرِجُوٓا أَنْفُسَكُمُ ط اَلْيَوْمَ

وَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	بَاسِطُوٓا	أَيْدِيهِمْ ج	أَخْرِجُوٓا	أَنْفُسَكُمُ ط	اَلْيَوْمَ
اور	فرشتے	پھیلانے والے	اپنے ہاتھوں کو	نکالو تم	اپنی جانوں کو	آج کے دن

اور فرشتے اپنے ہاتھ اُن کی طرف بڑھا رہے ہوں گے کہ نکالو اپنی جانیں، آج

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ

تُجْزَوْنَ	عَذَابَ	الْهُونِ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَقُولُونَ	عَلَى	اللّٰهِ	غَيْرَ
تم بدلہ دیے جاؤ گے	عذاب کا	ذلت کے	بدلے اس کے جو	تم تھے	کہتے رہے	پر	اللہ کے	علاوہ

تمہیں ذلت کا عذاب بدلے میں دیا جائے گا کیونکہ تم اللہ کے متعلق ناحق باتیں

الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا

الْحَقِّ	وَكُنْتُمْ	عَنْ	اٰيٰتِهٖ	تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾	وَ	لَقَدْ	جِئْتُمُونَا
حق کے	اور تم تھے	سے	اس کی آیتوں کے	تکبر کرتے رہے	اور	البتہ یقیناً	تم آئے ہمارے پاس

کہا کرتے تھے اور تم اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ ﴿٩٣﴾ اور یقیناً تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے

فُرٰدٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ

فُرٰدٰى	كَمَا	خَلَقْنٰكُمْ	أَوَّلَ	مَرَّةٍ	وَّ	تَرَكْتُمْ	مَّا	خَوَّلْنٰكُمْ	وَرَآءَ
اکیلے اکیلے	جیسا کہ	ہم نے تمہیں پیدا کیا	پہلی	مرتبہ	اور	تم نے چھوڑ دیا	وہ جو	ہم نے تمہیں دیا	پیچھے

آگئے ہو جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا، اور تم وہ سب کچھ پس پشت چھوڑ آئے جو ہم نے

﴿٩٣﴾ اس آیت مبارکہ میں موقع کی مناسبت سے تین قسم کے لوگوں کا ذکر کر کے سوال پوچھا گیا ہے کہ ان سے بڑا ظالم بھی کوئی شخص ہو سکتا ہے؟ ان میں سے پہلا شخص وہ ہے جو حق تعالیٰ کی طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کرے یا اس پر بہتان باندھے مثلاً اس کیلئے ایسی چیزیں تجویز کرے جو اس کے شایان شان نہ ہوں، جیسے اس کیلئے اولاد یا بیوی فرض کرنا، دوسرا شخص وہ ہے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اور کہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے، جیسا کہ ماضی قریب میں مرزا غلام قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھ پر بھی وحی آتی ہے، پھر اس دعویٰ پر اس نے دلیل کے طور پر جو وحی پیش کی، اسے پڑھ اور سن کر انسان کی طبیعت متلانے لگتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ ابھی سب کھایا پیا باہر آ جائیگا، بھلا جس نے قرآن کریم جیسا پاکیزہ کلام پڑھا اور سنا ہو، اسے کوئی دوسرا کلام جچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، اس لیے یہ دعویٰ بھی جھوٹا ہے اور اس کا مدعی بھی جھوٹا اور کذاب ہے، تیسرا شخص وہ ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ قرآن جیسا کلام تو میں بھی نازل کر سکتا ہوں، چنانچہ بعض مشرکین کہا کرتے تھے "لو نشاء لقلنا مثل هذا" یعنی اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے ہیں، کس قدر ظلم ہے کہ جو چیز انسان کے دائرہ اختیار اور دسترس سے باہر ہو اور اس میں رب کی قدرت نمایاں ہو، انسان رب کی قدرت کو تسلیم کرنے کی بجائے اس کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے، ان ظالموں کو موت کے وقت ہی احساس ہو جائیگا کہ ان کیلئے رسوا کن عذاب تیار ہے اور فرشتوں کی سختی دیکھ کر ہی انہیں آنے والے حالات کا اندازہ ہو جائیگا۔ أعاذنا الله منها

ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

ظُهُوْرِكُمْ ۚ	وَ	مَا	نَرٰى	مَعَكُمْ	شُفَعَآءَكُمُ	الَّذِيْنَ	زَعَمْتُمْ
اپنی پشتوں کے	اور	نہیں	ہم دیکھ رہے	تمہارے ساتھ	تمہارے سفارشی	وہ لوگ جو	تم نے سمجھا تھا

تمہیں عطا کیا تھا، ہم تمہارے ساتھ تمہاری سفارش کرنے والے لوگ بھی نہیں دیکھ رہے جن کے متعلق تم یہ سمجھتے تھے کہ

اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ

اَنَّهُمْ	فِيْكُمْ	شُرَكٰٓؤُا ۭ	لَقَدْ	تَّقَطَّعَ	بَيْنَكُمْ	وَ	ضَلَّ	عَنْكُمْ
یہ کہ وہ	تم میں	شرکت والے	البتہ یقیناً	ٹوٹ گیا تعلق	تمہارے درمیان	اور	گم ہوگئے	تم سے

اُن کا تم میں ساجھا ہے، یقیناً تمہارے درمیان تعلق منقطع ہو گیا اور تم جو دعوے کیا

ع ١١ ١٤ ١٧

مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ

مَّا	كُنْتُمْ	تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	فَالِقُ	الْحَبِّ	وَ	النَّوٰى ۭ
وہ جو	تم تھے	گمان کرتے	بیشک	اللہ	پھاڑنے والا	دانے کو	اور	گٹھلی کو

کرتے تھے، سب جاتے رہے۔ ﴿٩٤﴾ بیشک اللہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے،

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ

يُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَ	مُخْرِجُ	الْمَيِّتِ	مِنَ	الْحَيِّ ۭ	ذٰلِكُمُ
وہ نکالتا ہے	زندہ کو	سے	مردہ کے	اور	نکالنے والا	مردہ کو	سے	زندہ کے	یہی تمہارا

وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے، یہ تمہارا

اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا

اللّٰهُ	فَاَنّٰى	تُؤْفَكُوْنَ ﴿٩٥﴾	فَالِقُ	الْاِصْبَاحِ ۚ	وَ	جَعَلَ	الَّيْلَ	سَكَنًا
اللہ	تو کہاں	بہکے جاتے ہو	پھاڑ کر نکالنے والا	صبح کی روشنی کو	اور	بنایا اس نے	رات کو	آرام کیلئے

اللہ ہے، پھر تم کہاں بہکے جاتے ہو؟ ﴿٩٥﴾ وہ صبح کی روشنی کو پھاڑ کر نکالنے والا ہے، اسی نے آرام کیلئے رات

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾

وَّالشَّمْسَ	وَ	الْقَمَرَ	حُسْبَانًا ۭ	ذٰلِكَ	تَقْدِيْرُ	الْعَزِيْزِ	الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾
اور سورج کو	اور	چاند کو	حساب کیلئے	وہ	اندازہ	غالب کا	خوب جاننے والا

اور حساب کیلئے سورج اور چاند کو بنایا، یہ اُس ذات کا اندازہ ہے جو غالب، جاننے والا ہے۔ ﴿٩٦﴾

﴿٩٤﴾ اس آیت مبارکہ میں میدان حشر کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے کہ ہر انسان وہاں اکیلا ہوگا، اسے خود ہی اپنا حساب دینا ہوگا، کوئی معاون اور سفارشی نہ ہوگا، جنہیں وہ اللہ کے ساتھ اس کی عبادت میں شریک کرتا رہا، ان میں سے کوئی بھی اسے نظر نہ آئیگا، اس سے پوچھا بھی جائیگا کہ وہ لوگ کہاں چلے گئے؟ اگر کہیں موجود ہوں تو تم انہیں لیکر کیوں نہیں آتے؟ وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ اور کچھ نہ کرسکیں تو کم از کم تمہیں تسلی ہی دیدیں، لیکن اس دن سب تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور سب دعوے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے، اس تنہائی سے بچنے کیلئے ایمان اور عمل صالح کا اہتمام کرلو یہی تمہارے مؤنس اور رفیق بن جائیں گے۔

﴿٩٥﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے تاکہ حق تعالیٰ کی معرفت اور رسائی نصیب ہوجائے، انسان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کسان زمین میں بیج بکھیرتا ہے، کچھ عرصے بعد وہی بیج زمین کا سینہ پھاڑ کر باہر نکل آتا ہے، آخر اس کمزور کونپل اور ننھے پودے میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی کہ وہ اپنی تمام تر کمزوری کے باوجود زمین سے باہر نکل آئے، کوئی تو ہے جس نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے، وہی پروردگارِ حقیقی ہے، وہی تمہارا اللہ ہے، تم کہاں بہکے جارہے ہو؟ اس میں مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے نکالنے پر پوری قدرت اور دسترس پائی جاتی ہے، جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ زندہ اور مردہ سے کیا مراد ہے؟ تو اس پر سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ٢٧ میں مفصل کلام گزر چکا ہے، وہیں رجوع فرمایا جائے۔

﴿٩٦﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ رات کی تاریکی سے صبح کا اجالا پھاڑ کر نکال دیتا ہے، اللہ کے علاوہ کسی میں اس کی طاقت نہیں، اگر کوئی چاہے تو طبع آزمائی کرکے دیکھ لے، دوسری یہ کہ رات کو اس نے لوگوں کیلئے آرام اور سکون کا ذریعہ بنایا، اگر کوئی شخص رات کو معیشت کے کام نمٹانے لگے جیسا کہ آج کل بہت سے کاروباری اداروں میں رات کی شفٹیں بھی ہوتی ہیں، تو انسان کا جسمانی نظام صحت بری طرح متاثر ہوتا ہے اور چونکہ یہ ایک غیر فطری طریقہ ہے اس لیے ہر فرد اسے زیادہ دیر تک جاری بھی نہیں رکھ سکتا، تیسری نشانی یہ کہ اس نے سورج اور چاند کے طلوع اور غروب کا ایسا حکیمانہ اور جامع نظام دیا ہے جس سے لوگ اپنے معاملات کا حساب اور پڑتال کرتے ہیں، چنانچہ قمری اور شمسی دونوں نظام لوگوں میں متعارف اور رائج ہیں، یہ سب اللہ کی قدرت ہے جسے پہچان کر اس تک رسائی حاصل کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ

وَ	هُوَ	الَّذِیْ	جَعَلَ	لَکُمُ	النُّجُوْمَ	لِتَهْتَدُوْا	بِهَا	فِیْ	ظُلُمٰتِ
اور	وہ	وہی	بنایا اُس نے	تمہارے لئے	ستاروں کو	تاکہ تم راستہ پاؤ	ان کے ذریعے	بیچ	اندھیروں کے

اور اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے خشکی اور تری کے اندھیروں میں

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ

الْبَرِّ	وَ	الْبَحْرِ ؕ	قَدْ	فَصَّلْنَا	الْاٰیٰتِ	لِقَوْمٍ	یَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾	وَ	هُوَ
خشکی کے	اور	سمندر کے	یقیناً	ہم نے تفصیل کردی ہے	آیتوں کی	ان لوگوں کیلئے جو	جانتے ہیں	اور	وہ

راستہ معلوم کرسکو، یقیناً ہم نے اپنی آیتیں تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں اُن

الَّذِیْۤ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ

الَّذِیْۤ	اَنْشَاَکُمْ	مِّنْ	نَّفْسٍ	وَّاحِدَةٍ	فَمُسْتَقَرٌّ	وَ	مُسْتَوْدَعٌ ؕ
وہی	تمہیں پیدا کیا اُس نے	سے	جان	ایک	سو ایک مستقل ٹھکانہ	اور	ایک امانت رکھنے کی جگہ

لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں۔ ﴿٩٧﴾ اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، سو ایک مستقل ٹھکانہ ہے اور ایک عارضی امانت گاہ ہے،

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ

قَدْ	فَصَّلْنَا	الْاٰیٰتِ	لِقَوْمٍ	یَّفْقَهُوْنَ ﴿٩٨﴾	وَ	هُوَ	الَّذِیْۤ	اَنْزَلَ
یقیناً	ہم نے تفصیل کردی	آیتوں کی	ان لوگوں کیلئے جو	سمجھتے ہیں	اور	وہ	وہی	نازل کیا اُس نے

یقیناً ہم نے اپنی آیتیں تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں اُن لوگوں کیلئے جو سمجھتے ہیں۔ ﴿٩٨﴾ اور اللہ وہی ہے جس نے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ کُلِّ شَیْءٍ

مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً ۚ	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖ	نَبَاتَ	کُلِّ	شَیْءٍ
سے	آسمان کے	پانی	سو ہم نے نکالا	اس کے ذریعے	اگنے والی	ہر	چیز کو

آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس پانی کے ذریعے ہر اُگنے والی چیز نکالی،

فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا ۚ وَمِنَ

فَاَخْرَجْنَا	مِنْهُ	خَضِرًا	نُّخْرِجُ	مِنْهُ	حَبًّا	مُّتَرَاکِبًا ۚ	وَ	مِنَ
پھر ہم نے نکالا	اس سے	سبزہ	ہم نکالتے ہیں	اس سے	دانے	تہہ بر تہہ	اور	سے

پھر ہم نے اُس سے سبزی نکالی، ہم اس میں سے تہہ بر تہہ دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے

﴿٩٧﴾ اس آیت مبارکہ میں ستاروں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، اور ان کا ایک مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے ذریعے سفر میں منزل کی طرف نشان دہی ہوتی ہے، چنانچہ بہت سارے لوگ آج بھی ستاروں کی چال دیکھ کر جنگل، بیابان، صحراء اور سمندر میں راستہ معلوم کر لیتے ہیں اور بتا دیتے ہیں کہ یہ راستہ فلاں ملک کی طرف جائیگا اور یہ راستہ فلاں علاقے کی طرف، یہ لاکھوں کروڑوں جگمگاتے ستارے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہمارے حسن اور خوبصورتی کو دیکھ ہمارے خالق کے حسن کا اندازہ لگاؤ اور اس حسین و جمیل خالق کی تلاش میں سرگرداں ہو جاؤ۔

﴿٩٨﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک جان سے پوری نسل انسانی پیدا کرنے، بڑھانے اور چلانے کو اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ انسان کا ایک مستقل ٹھکانہ ہے اور ایک عارضی، اس عارضی اور مستقل ٹھکانے کی تعیین میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں، اس عاجز کے نزدیک چونکہ یہ دونوں لفظ مختلف جگہوں پر استعمال ہوئے ہیں اس لیے ہر موقع کی مناسبت سے ان کا معنی جدا اور مختلف ہو گا، یہاں چونکہ نسل انسانی کا ذکر چل رہا ہے اس لیے انسان کے وہ تمام عارضی ٹھکانے لفظ "مستودع" کا مصداق ہوں گے جنہیں انسان چھوڑ دیتا ہے جیسے ماں کا پیٹ، انسان کی عارضی دنیوی زندگی اور قبر کہ انسان کو یہ سب چیزیں چھوڑنا پڑتی ہیں اور اس کا مستقل ٹھکانہ ایک ہی ہے، جنت یا جہنم۔

النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ

النَّخْلِ	مِنْ	طَلْعِهَا	قِنْوَانٌ	دَانِيَةٌ	وَ	جَنّٰتٍ	مِّنْ	اَعْنَابٍ
کھجور کے	سے	اس کے گابھے	گچھے	جھکے ہوئے	اور	باغات	سے	انگوروں کے

گابھے میں سے جھکے ہوئے گچھے، انگور کے باغات،

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا

وَّالزَّيْتُوْنَ	وَالرُّمَّانَ	مُشْتَبِهًا	وَ	غَيْرَ	مُتَشَابِهٍ ؕ	اُنْظُرُوْٓا
اورزیتون	اورانار	ایک دوسرے سے ملتے جلتے	اور	علاوہ	ملتے جلتے کے	تم دیکھو

زیتون اور انار جو کہ ایک دوسرے کے مشابہہ بھی ہوں گے اور جدا جدا بھی، درخت کے

اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

اِلٰى	ثَمَرِهٖٓ	اِذَآ	اَثْمَرَ	وَ	يَنْعِهٖ ؕ	اِنَّ	فِىْ	ذٰلِكُمْ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ
طرف	اس کے پھل کے	جب	وہ پھل لائے	اور	اس کے پکنے کو	بیشک	بیچ	تمہاری ان چیزوں کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو

پھل کو دیکھو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو بھی دیکھو، بیشک اس میں ایمان لانے والوں کیلئے

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٩٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٩٩﴾	وَ	جَعَلُوْا	لِلّٰهِ	شُرَكَآءَ	الْجِنَّ	وَ	خَلَقَهُمْ	وَخَرَقُوْا
ایمان لاتے ہیں	اور	بنائے انہوں نے	اللہ کیلئے	بہت سے شریک	جن	اور	اس نے انہیں پیدا کیا	اورانہوں نے تراش لئے

نشانیاں ہیں۔ ﴿٩٩﴾ اور وہ جنات کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں ، حالانکہ اللہ ہی نے انہیں پیدا کیا ہے، اور بغیر علم کے

لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٠٠﴾ ع

لَهٗ	بَنِيْنَ	وَ	بَنٰتٍ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ ؕ	سُبْحٰنَهٗ	وَ	تَعٰلٰى	عَمَّا	يَصِفُوْنَ ﴿١٠٠﴾
اس کیلئے	بیٹے	اور	بیٹیاں	بغیر	علم کے	وہ پاک ہے	اور	برتر ہے	اس سے جو	وہ بیان کرتے ہیں

اُس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں تراشتے ہیں، وہ پاک اور بلند تر ہے ان چیزوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ ﴿١٠٠﴾

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ

بَدِيْعُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ؕ	اَنّٰى	يَكُوْنُ	لَهٗ	وَلَدٌ	وَ	لَمْ	تَكُنْ
انوکھا پیدا کرنے والا	آسمانوں کو	اور	زمین کو	کہاں	ہوگی	اس کی	کوئی اولاد	اور	نہیں	ہے

وہ آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والا ہے، اُس کی اولاد کہاں ہوتی جبکہ اس کی تو

﴿٩٩﴾ اس آیت مبارکہ میں پانی سے حاصل ہونے والی پیداوار اور نباتات کو اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دے کر ان میں سے چند چیزوں کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے ایک چیز سبزہ ہے جس سے انسانوں کی آنکھوں اور دماغ کو فرحت ملتی ہے اور جانوروں کو غذا، اسی طرح گندم ہے کہ اس کے دانے ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور انسان اسے بطور غذا استعمال کرتا ہے، اس کے علاوہ کھجور، انگور، زیتون اور انار کے باغات اور پھلوں سے لدے ہوئے درخت ، جنہیں انسان تفریح کیلئے استعمال کرتا ہے، ان میں سے کتنے ہی پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں جو اپنی بناوٹ اور رنگت میں ایک دوسرے کے مشابہہ، لیکن ذائقے میں مختلف ہوتے ہیں اور بہت سے پھل ایسے بھی ہیں جن کا رنگ، مہک اور ذائقہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے اور کسی سے ملتا جلتا نہیں ہے، انسان غور تو کرے کہ ان پھلوں کی ابتدا کیا ہے اور انتہا کیا؟ انہیں ابتدائی کچے پن سے گزار کر انتہائی پکے پن تک کس نے پہنچایا اور کون ان میں تصرف کر کے انسان کو ان سے فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرتا ہے؟ جس رب نے
ع ١٢ ٦ ١٨ انسانوں اور جانوروں کے جسم کی بقاء کیلئے اس قدر انتظام و اہتمام کیا، یقیناً وہی عبادت کے لائق ہے اور یقیناً اس نے روحانی ترقی اور مدارج کی بلندی کیلئے بھی ایک اعلیٰ نظام قائم کیا ہوگا، یہی وہ مقصد ہے جس کی تکمیل کیلئے مختلف انبیاء و رسل کا سلسلہ شروع کیا گیا اور اسے رسول اکرم ﷺ تک پہنچا کر کامل عروج عطا فرما دیا۔

﴿١٠٠﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ جنات کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں، ان سے پناہ مانگتے ہیں اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں ، وہ اللہ کیلئے اولاد کا اعتقاد رکھتے ہیں، اللہ ان تمام عیوب سے پاک ہے کیونکہ اس کیلئے کسی شریک یا اولاد کا ہونا عیب ہے، اگرچہ انسان انہیں عیب نہ سمجھتا ہو، بھلا جسے اللہ نے پیدا کیا ہو، وہ اللہ کے برابر ہو کر اس کا شریک اور اس کی اولاد کیسے ہو سکتے ہیں؟

لَهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۱﴾

لَهٗ	صَاحِبَةٌ ؕ	وَ	خَلَقَ	كُلَّ	شَیْءٍ ۚ	وَ	هُوَ	بِكُلِّ	شَیْءٍ	عَلِیْمٌ ۝
اس کیلئے	کوئی بیوی	اور	پیدا کیا اس نے	ہر	چیز کو	اور	وہ	ہر	چیز کو	خوب جاننے والا ۱۰۱

بیوی ہی کوئی نہیں، اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ۱۰۱

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ

ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ ۚ	لَاۤ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	خَالِقُ	كُلِّ	شَیْءٍ
یہی تمہارا	اللہ	تمہارا رب	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	پیدا کرنے والا	ہر	چیز کو

یہی اللہ تمہارا رب ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ ہر چیز کا خالق ہے اس لیے تم

فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ

فَاعْبُدُوْهُ ۚ	وَ	هُوَ	عَلٰی	كُلِّ	شَیْءٍ	وَّكِیْلٌ ۝	لَا	تُدْرِكُهُ
تو تم اس کی عبادت کرو	اور	وہ	پر	ہر	چیز کے	نگران	نہیں	پا سکتیں اُسے

اُسی کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز پر نگران ہے۔ ۱۰۲ نگاہیں اس کا ادراک

الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۰۳﴾

الْاَبْصَارُ ز	وَ	هُوَ	یُدْرِكُ	الْاَبْصَارَ ۚ	وَ	هُوَ	اللَّطِیْفُ	الْخَبِیْرُ ۝
نگاہیں	اور	وہ	پالیتا ہے	نگاہوں کو	اور	وہ	باریک بین	خوب باخبر

نہیں کر سکتی ہیں، جبکہ وہ نگاہوں کا ادراک کر لیتا ہے، اور وہ بڑا باریک بین، باخبر ہے۔ ۱۰۳

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ

قَدْ	جَآءَكُمْ	بَصَآئِرُ	مِنْ	رَّبِّكُمْ ۚ	فَمَنْ	اَبْصَرَ	فَلِنَفْسِهٖ ۚ
یقیناً	تمہارے پاس آچکیں	عبرت کی نشانیاں	سے	تمہارے رب کے	تو جو کوئی	دیکھے گا	تو اپنے نفس کیلئے

یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں آچکی ہیں، پھر جس نے دیکھا تو اپنے فائدے کیلئے،

وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ

وَ	مَنْ	عَمِیَ	فَعَلَیْهَا ؕ	وَمَاۤ	اَنَا	عَلَیْكُمْ	بِحَفِیْظٍ ۝	وَكَذٰلِكَ
اور	جو شخص	آنکھیں بند کرے	تو اس پر اس کا وبال	اور نہیں	میں	تم پر	داروغہ	اور اسی طرح

اور جس نے آنکھیں بند کر لیں تو اپنے نقصان کیلئے، اور میں تمہاری حفاظت پر مقرر نہیں ہوں۔ ۱۰۴ اسی طرح

۱۰۱ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ ''بدیع'' کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا اطلاق ایک ایسی ذات پر ہوتا ہے جو کسی سابقہ نمونے اور مثال کے بغیر چیزوں کو وجود عطا کرے، یہ صفت حق تعالیٰ کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائی جاتی، چنانچہ جب اس نے آسمانوں کو پیدا کیا تو اس کے سامنے پہلے سے کوئی ایسا نمونہ نہیں تھا جسے دیکھ کر اس نے اس کی نقل تیار کر لی ہو، یہی حال اس کی کل مخلوق کا ہے کہ اللہ نے اسے نمونے کے بغیر پیدا کیا ہے، مشرکین اس کیلئے اولاد تجویز کرتے ہیں حالانکہ اس کی تو بیوی ہی نہیں ہے، اور اس کیلئے بیوی نہ ہونا عیب نہیں، بلکہ اس کیلئے بیوی ہونا عیب ہے اور وہ ہر عیب سے پاک ہے۔

۱۰۲ اس آیت مبارکہ میں ان تمام صفات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو گزشتہ پورے رکوع میں بیان ہوئیں کہ تمہارا رب وہی اللہ ہے جس کی صفات تم نے پڑھی اور سنی ہیں، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ اپنی ذات میں بھی یکتا ہے اور اپنی صفات و کمالات، اختیارات اور قدرتوں میں بھی اکیلا اور منفرد ہے، اس کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو، صرف اسی کو اپنا معبود جانو اور مانو۔

۱۰۳ اس آیت مبارکہ سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی انسان میں یہ طاقت ہی نہیں ہے کہ وہ حق تعالیٰ کا دیدار کر سکے، لہٰذا جس طرح دنیا میں کسی کو حق تعالیٰ کا دیدار نہیں ہو سکتا، جنت میں بھی نہیں ہوگا، یہ لوگ رؤیت باری تعالیٰ کے منکر ہیں، ان میں سے زیادہ نمایاں نام ''معتزلہ'' کا ہے، یہ گروہ آغاز اسلام میں گزر چکا ہے، ان لوگوں نے دین کے بیشتر عقائد میں اپنی ایک الگ شناخت قائم کرنے کیلئے ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنائی تھی جس میں اسی نوعیت کے نظریات تھے، حالانکہ اس آیت میں ''ادراک'' کا لفظ آیا ہے نہ کہ رؤیت کا، اگر رویت کا لفظ ہوتا تب بھی اس کی توجیہ ممکن تھی کہ دنیا میں ان مادی، گناہ گار اور کثیف آنکھوں سے حق تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں ہے، آخرت کی رؤیت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہوتا لیکن یہاں تو وہ لفظ ہی نہیں ہے، بلکہ لفظ ''ادراک'' لانے میں حکمت بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے رویت باری تعالیٰ کی نفی پر استدلال نہ کیا جا سکے، جہاں تک تعلق ہے لفظ ادراک کا تو بیشتر مفسرین نے اس کا معنیٰ ''احاطہ'' کیا ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان کی آنکھوں میں اتنی طاقت نہیں رکھی گئی کہ وہ حق تعالیٰ کا مکمل احاطہ کر سکیں، لہٰذا دیدار تو ممکن ہے لیکن احاطہ پھر بھی ناممکن ہے اور اہل سنت والجماعت صرف رویت باری تعالیٰ کے قائل ہیں، احاطہ کو وہ بھی تسلیم نہیں کرتے، اس لیے معتزلہ کا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

۱۰۴ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کو خطاب کر کے سمجھایا گیا ہے کہ تمہارے پاس بصیرت کی بہت سی روشن دلیلیں آچکی ہیں، ان دلائل کی موجودگی میں مناسب نہیں ہے کہ تم اپنی آنکھوں کو بند کر لو، اگر کوئی شخص اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہے، اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور اگر کوئی شخص اپنی آنکھیں بند کر لے، تو اس کا نقصان اسی کو ہوگا، یہ میرا کام نہیں ہے کہ میں تمہاری پہرہ داری کرتا رہوں اور تمہیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنے پر مجبور کروں، اپنے نفع اور نقصان کا فیصلہ تم خود کرو۔

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ

نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	وَلِيَقُوْلُوْا	دَرَسْتَ	وَلِنُبَيِّنَهٗ	لِقَوْمٍ
ہم پھیرتے ہیں	آیتوں کو	اور تا کہ وہ کہیں	آپ نے سیکھ لیا ہے	اور تا کہ ہم اسے بیان کردیں	ان لوگوں کیلئے جو

ہم آیتیں بدل بدل کر لاتے ہیں تاکہ وہ کہتے رہیں کہ آپ نے کسی سے سیکھا ہے اور تاکہ ہم اسے جاننے والوں کیلئے

يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ج لَآ اِلٰهَ

يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾	اِتَّبِعْ	مَآ	اُوْحِيَ	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ ج	لَآ	اِلٰهَ
جانتے ہیں	پیروی کر	اس کی جو	وحی بھیجی گئی	تیری طرف	سے	تیرے رب کے	نہیں	کوئی معبود

واضح کرتے رہیں۔ ١٠٥ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو وحی بھیجی گئی ہے، اسی کی پیروی کرتے رہیے، اُس کے علاوہ

اِلَّا هُوَ ج وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

اِلَّا	هُوَ ج	وَاَعْرِضْ	عَنِ	الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾	وَ	لَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ
مگر	وہ	اور منہ موڑ لے	سے	شرک کرنے والوں کے	اور	اگر	چاہتا	اللہ

کوئی معبود نہیں، اور مشرکین سے اعراض کیجیے۔ ١٠٦ اگر اللہ چاہتا

مَآ اَشْرَكُوْا ط وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ج وَمَآ

مَآ	اَشْرَكُوْا ط	وَ	مَا	جَعَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	حَفِيْظًا ج	وَ	مَآ
نہ	شرک کرتے وہ	اور	نہیں	بنایا ہم نے تجھے	ان پر	حفاظت کرنے والا	اور	نہیں

تو یہ لوگ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان کی حفاظت کرنے والا نہیں بنایا، اور

اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

اَنْتَ	عَلَيْهِمْ	بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾	وَ	لَا	تَسُبُّوا	الَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ
تُو	ان پر	نگران	اور	مت	برا بھلا کہو تم	وہ لوگ جو	پکارتے ہیں

آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ١٠٧ اور یہ لوگ اللہ کے علاوہ جنہیں پکارتے ہیں، تم انہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط كَذٰلِكَ زَيَّنَّا

مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	فَيَسُبُّوا	اللّٰهَ	عَدْوًا	بِغَيْرِ	عِلْمٍ ط	كَذٰلِكَ	زَيَّنَّا
سے	علاوہ	اللہ کے	تو وہ برا بھلا کہیں گے	اللہ کو	حد سے بڑھتے ہوئے	بغیر	علم کے	اسی طرح	ہم نے مزین کر دیا

برا بھلا مت کہو، ورنہ وہ نادانی میں حد سے تجاوز کرتے ہوئے اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں گے، اسی طرح ہم نے ہر امت کیلئے

١٠٥ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ نے دلائل قدرت اور بصائر توحید بار بار بیان کرنے کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ان پڑھ اور جاہل لوگ ایسے عالی شان مضامین کو سن کر اپنی جہالت ظاہر کریں اور کہیں کہ شاید آپ نے یہ عالی شان مضامین کسی سے سیکھ کر حاصل کیے ہیں اور کسی استاد کے پاس سبق پڑھتے رہے ہیں، ورنہ آپ نے تو زندگی بھر لکھنا پڑھنا سیکھا ہی نہ تھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سمجھ بوجھ اور علم و فہم رکھنے والے باشعور لوگوں کے سامنے حق واضح ہو جائے اور وہ اپنے رب کی قدرت اور اس کی یکتائی کو علی وجہ البصیرت، مکمل اعتماد کے ساتھ لوگوں کے سامنے بیان کرسکیں۔

١٠٦ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی کی پیروی کریں، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ نبی اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی کی لوگوں کو دعوت بھی دیتا ہے اور خود بھی اس پر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے، ان پیروں کی طرح نہیں جو خود کو احکام شریعت کی پابندی سے آزاد سمجھتے ہیں، دوسرا حکم یہ کہ مشرکوں کے انکار اور جہالت پر مبنی افکار کو بالکل اہمیت نہ دیں، ان کے انکار اور افکار سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، بلکہ ان کا اپنا ہی نقصان ہوگا۔

١٠٧ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی مشیت کا حوالہ دیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کیلئے ناممکن بھی ناممکن نہیں ہے، اس کیلئے مکہ کے چند مشرکوں کو نہیں، پوری دنیا کے مشرکوں کو مسلمان اور فرمانبردار بنا دینا کچھ مشکل نہیں ہے، لیکن اگر وہ ایسا کر دے تو پھر انسان با اختیار کیسے ہوگا؟ اور وہ اپنے اختیار کو کیونکر استعمال کر سکے گا اس طرح تو یہ لازم آئیگا کہ انسان مجبور محض ہو، حالانکہ اللہ نے انسان کو مجبور محض نہیں بنایا، اس لیے اگر کچھ لوگ اپنے اختیار سے مشرک ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں، کیونکہ آپ ان کی پہرہ داری اور نگہبانی کیلئے نہیں بھیجے گئے، آپ پیغام پہنچا دیجیے، آپ کی ذمہ داری پوری ہوجائے گی، ماننا یا نہ ماننا ان کے اختیار میں ہوگا۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ص ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ

لِكُلِّ	اُمَّةٍ	عَمَلَهُمْ ص	ثُمَّ	اِلٰى	رَبِّهِمْ	مَّرْجِعُهُمْ	فَيُنَبِّئُهُمْ
ہر ایک	امت کیلئے	ان کا عمل	پھر	طرف	اپنے رب کے	انہیں لوٹ کر جانا	سو وہ بتادے گا انہیں

اُن کے اعمال کو مزین کر دکھایا، پھر اپنے رب کی طرف انہیں لوٹ کر جانا ہے، سو وہ انہیں بتا دے گا

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ

بِمَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾	وَ	اَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ	جَهْدَ	اَيْمَانِهِمْ
وہ جو	تھے وہ	کرتے رہے	اور	قسمیں کھائیں انہوں نے	اللہ کی	پختہ	ان کی قسمیں

جو اعمال وہ کرتے تھے۔ ۱۰۸ اور وہ اللہ کے نام کی پختہ قسمیں کھاتے ہیں

لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ط قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ

لَئِنْ	جَآءَتْهُمْ	اٰيَةٌ	لَّيُؤْمِنُنَّ	بِهَا ط	قُلْ	اِنَّمَا	الْاٰيٰتُ
البتہ اگر	آئی اُن کے پاس	کوئی نشانی	البتہ وہ ضرور ایمان لائیں گے	اس پر	تو کہہ	وہ تو صرف	نشانیاں

کہ اگر اُن کے پاس کوئی نشانی آئی تو وہ اس پر ضرور ایمان لائیں گے، آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں تو

عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ لا اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

عِنْدَ	اللّٰهِ	وَمَا	يُشْعِرُكُمْ لا	اَنَّهَآ	اِذَا	جَآءَتْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
نزدیک	اللہ کے	اور کیا	معلوم تمہیں	یہ کہ بیشک	جب	وہ آئے گی	نہیں	وہ ایمان لائیں گے

اللہ کے اختیار میں ہیں، اور تمہیں کیا خبر کہ جب نشانیاں آجائیں گی، تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ ۱۰۹

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا

وَنُقَلِّبُ	اَفْـِٕدَتَهُمْ	وَاَبْصَارَهُمْ	كَمَا	لَمْ	يُؤْمِنُوْا
اور ہم پلٹادیں گے	ان کے دل	اور ان کی آنکھیں	جیسا کہ	نہیں	وہ ایمان لائے

اور ہم اُن کے دل اور آنکھیں پلٹ دیں گے جیسا کہ پہلی مرتبہ وہ اس پر ایمان نہ

ع ۱۳ ۱۰ ۱۹

بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

بِهٖٓ	اَوَّلَ	مَرَّةٍ	وَّ	نَذَرُهُمْ	فِيْ	طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾
اس پر	پہلی	مرتبہ	اور	ہم انہیں چھوڑ دیں گے	بیچ	ان کی سرکشی کے	وہ بھٹکتے رہیں

لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیں گے۔ ۱۱۰

۱۰۸ اس آیت مبارکہ کو سمجھنے کیلئے ایک حدیث کا مفہوم سمجھ لینا ضروری ہے جس کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ماں باپ کو گالی دینا اور انہیں برا بھلا کہنا کبیرہ گناہ ہے، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اپنے ماں باپ کو کون گالی دے سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا انسان کسی کے ماں باپ کو گالی دے اور وہ پلٹ کر اس کے ماں باپ کو گالی دے تو یہ شخص اپنے والدین کو خود گالی دینے کا سبب بن گیا، بالکل اسی طرح کوئی شخص معبودانِ باطلہ کو برا بھلا کہے اور بدلے میں وہ معبودِ حقیقی کو برا بھلا کہہ دے تو اس کا سبب وہ شخص خود بنا، دوسرے آدمی نے تو نادانی اور جہالت میں محض دشمنی اور غصے کی بناء پر اسے جواب دیا ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی شخص مشرکین کو توحید کی دعوت دیتا ہے، وہ اپنے معبود کی قدرت اور قوت کو ذکر کر کے ان کے معبودوں کی بے بسی اور عاجزی کو ظاہر کرتا ہے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تاریخ میں اس کی نہایت روشن مثالیں موجود ہیں تو کیا معبودانِ باطلہ کی بے بسی اور کمزوری کو ظاہر کرنا گناہ ہے؟ مفسرین نے اس سوال کے مختلف جوابات دیئے ہیں لیکن اس ناکارہ کو زیادہ راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق مختلف احوال و افراد کے ساتھ ہے، یعنی اگر ماحول ایسا ہو کہ معبودان باطلہ کی بے بسی ظاہر کرنا برمحل ہو تو ضرور کرے اور اگر محسوس ہوتا ہو کہ مخاطب کوئی ایسا بدمعاش یا بگڑا ہوا شخص ہے جو ترکی بہ ترکی جواب دے گا اور معبودِ حقیقی کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرے گا جس کی وجہ سے اس کی آخرت برباد ہو جائے گی تو وہاں خاموشی اختیار کر لینا بہتر ہے، کیونکہ ہر شخص کا ایک مرکزِ عقیدت ہوتا ہے جس کے متعلق وہ کوئی بھی ناپسندیدہ الفاظ سننے کا روادار نہیں ہوتا، ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دینا چاہئے، وہ قیامت کے دن ان کے متعلق بہترین فیصلہ فرمائے گا۔

۱۰۹ ۱۱۰ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کا ذکر فرمایا ہے جو نہایت پختہ قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اگر ہمیں وہ معجزات دکھا دیے جائیں جن کی ہم فرمائش کر رہے ہیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لے آئیں گے، ظاہری طور پر ان کی فرمائش پوری کرنے میں کوئی قباحت بھی معلوم نہیں ہوتی تھی کہ جب اللہ نے شق القمر جیسے عظیم معجزات دکھا دیئے تو ان کی فرمائش بھی پوری کر دے، شاید کہ یہ اپنے وعدوں اور قسموں میں سچے ثابت ہوں اور مسلمان ہو جائیں، لیکن حق تعالیٰ کے علم کامل میں یہ بات پہلے سے موجود تھی کہ ان کی زبانوں پر قسم کے الفاظ تو ہیں، لیکن ان کے دل ان کے ساتھ نہیں ہیں، لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اگر ان کی فرمائشیں پوری کر دی جائیں، تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے، ان کے دل پلٹ جائیں گے، ان کی آنکھیں پھر جائیں گی، یہ پہلے بھی ایمان نہ لائے تھے، اب بھی ایمان کی سعادت سے محروم رہیں گے اور اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ

وَ	لَوْ	اَنَّنَا	نَزَّلْنَآ	اِلَيْهِمُ	الْمَلٰٓئِكَةَ	وَ	كَلَّمَهُمُ	الْمَوْتٰى	وَحَشَرْنَا	عَلَيْهِمْ
اور	اگر	یہ کہ بیشک ہم	اتار دیں	ان کیطرف	فرشتوں کو	اور	باتیں کریں ان سے	مردے	اور جمع کردیں ہم	ان پر

اور اگر ہم اُن پر فرشتے اتار دیں، مُردے اُن سے باتیں کرنے لگیں اور ہر چیز ہم اُن کے سامنے

كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ

كُلَّ	شَيْءٍ	قُبُلًا	مَّا	كَانُوْا	لِيُؤْمِنُوْٓا	اِلَّآ	اَنْ	يَّشَآءَ	اللّٰهُ	وَ	لٰكِنَّ
ہر	چیز	آمنے سامنے	نہیں	ہیں وہ	کہ ایمان لائیں	مگر	یہ کہ	چاہے	اللہ	اور	لیکن

جمع کر دیں تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ اللہ چاہے، لیکن

اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ

اَكْثَرَهُمْ	يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾	وَ	كَذٰلِكَ	جَعَلْنَا	لِكُلِّ	نَبِيٍّ	عَدُوًّا	شَيٰطِيْنَ
ان میں سے اکثر	جاہل ہیں	اور	اسی طرح	ہم نے بنایا	ہر	نبی کا	دشمن	شیطانوں کو

ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں۔ (111) اسی طرح ہم نے شریر انسانوں اور جنوں کو ہر

الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ

الْاِنْسِ	وَ	الْجِنِّ	يُوْحِيْ	بَعْضُهُمْ	اِلٰى	بَعْضٍ	زُخْرُفَ	الْقَوْلِ
انسانوں کے	اور	جنوں کے	سکھاتے ہیں	ان میں سے بعض	طرف	بعض کے	ملمع کرنا	باتوں کا

نبی کا دشمن بنایا، جو ایک دوسرے کو پُر فریب باتیں "دھوکہ دینے کیلئے" سکھاتے

غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾

غُرُوْرًا ۭ	وَ	لَوْ	شَآءَ	رَبُّكَ	مَا	فَعَلُوْهُ	فَذَرْهُمْ	وَ	مَا	يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾
دھوکہ دینے کو	اور	اگر	چاہتا	آپ کا رب	نہ	وہ ایسا کرتے	سو تو انہیں چھوڑ دے	اور	وہ جو	گھڑ رہے ہیں

رہے ہیں، اگر آپ کا رب چاہتا تو یہ ایسا نہ کر سکتے، اس لیے آپ انہیں اور جو کچھ یہ گھڑتے ہیں، چھوڑ دیجئے۔ (112)

وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ

وَ	لِتَصْغٰٓى	اِلَيْهِ	اَفْـِٕدَةُ	الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	وَ	لِيَرْضَوْهُ
اور	تاکہ جھک جائیں	اس کیطرف	دل	وہ لوگ جو	نہیں	ایمان لاتے	آخرت پر	اور	تاکہ وہ اسے پسند کریں

تاکہ ان باتوں کی طرف اُن لوگوں کے دل مائل ہوں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، تاکہ وہ اسے پسند بھی کر لیں

(111) اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ان کے دلوں پر ایسی مہر لگ چکی ہے کہ اب بڑے سے بڑا معجزہ بھی اس مہر کو نہیں توڑ سکتا، اگر ہم آسمان سے فرشتے اتار کر ان کے پاس بھیج دیں اور وہ فرشتے ان کے سامنے قرآن اور صاحب قرآن کی تصدیق کریں، یا ہم مُردوں کو زندہ کر دیں اور وہ قرآن و صاحب قرآن کی تصدیق کریں اور ان سے باتیں کریں، یا پہلی اُمتیں ان کے سامنے جمع کر دیں، تب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے، اس لیے ان کے فرمائشی معجزات پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، ان کی استعداد ہی خراب ہو چکی ہے۔

(112) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نظام کا حوالہ دیا ہے کہ ہر زمانے میں ملکوتی اور طاغوتی طاقتیں ایک دوسرے کے مدمقابل رہی ہیں، خیر اور شر کا مقابلہ ہوتا رہا ہے، ہدایت اور گمراہی کے دو سلسلے پہلو بہ پہلو چلتے رہے ہیں، اس نظام میں انسان اور جنات دونوں ہی اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہیں، چنانچہ نیک دل انسانوں اور جنوں کے مقابلے میں شیطان نما انسان اور جنات بھی اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور تعاون بھی کرتے ہیں اور انہیں سکھاتے ہیں کہ کس طرح لوگوں کو اپنی باتوں کے جال میں پھنسانا ہے اور کس طرح تانبے پر سونے کے پانی کا ملمع کر کے لوگوں کو دھوکہ دینا ہے کہ یہ پورا سونا ہے، ان کے اس پر فریب جال اور چال سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جو یہ کرنا چاہتے ہیں، انہیں کر لینے دیجئے، ہم اپنے دین کی حفاظت خود کریں گے۔

وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ

وَلِيَقْتَرِفُوْا	مَا	هُمْ	مُّقْتَرِفُوْنَ﴿١١٣﴾	اَفَغَيْرَ	اللّٰهِ	اَبْتَغِيْ	حَكَمًا	وَّ	هُوَ
اور تاکہ کرتے رہیں	وہ جو	وہ	کرنے والے	تو کیا علاوہ	اللہ کے	میں تلاش کروں	کوئی ثالث	اور	وہ

اور تاکہ جو کچھ وہ برا کر رہے ہیں، کرتے ہی رہیں۔ ١١٣ تو کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کوئی اور ''ثالث'' تلاش کروں؟ حالانکہ وہی تو ہے

الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

الَّذِيْٓ	اَنْزَلَ	اِلَيْكُمُ	الْكِتٰبَ	مُفَصَّلًا ۭ	وَالَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ
وہ جو	نازل کی انہوں نے	تمہاری طرف	کتاب	تفصیل شدہ	اور جن لوگوں کو	ہم نے دی	کتاب

جس نے تم پر مفصل کتاب نازل فرمائی ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے،

يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

يَعْلَمُوْنَ	اَنَّهٗ	مُنَزَّلٌ	مِّنْ	رَّبِّكَ	بِالْحَقِّ	فَلَا	تَكُوْنَنَّ	مِنَ
وہ جانتے ہیں	کہ بیشک وہ	نازل شدہ	سے	تیرے رب کے	برحق	تو نہ	ہو جاؤ تو	سے

وہ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے، اس لیے آپ شک کرنے والوں

الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ

الْمُمْتَرِيْنَ﴿١١٤﴾	وَ	تَمَّتْ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	صِدْقًا	وَّ	عَدْلًا ۭ	لَا	مُبَدِّلَ
شک کرنے والوں کے	اور	پوری ہو گئی	بات	تیرے رب کی	سچائی میں	اور	عدل میں	نہیں	کوئی بدلنے والا

میں سے نہ ہوں۔ ١١٤ اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف کے حوالے سے بھی پوری ہو چکی ہے، اُس کی بات کو بدلنے والا

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ	وَ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ﴿١١٥﴾	وَ	اِنْ	تُطِعْ	اَكْثَرَ	مَنْ	فِي
اس کی باتوں کو	اور	وہ	خوب سننے والا	جاننے والا	اور	اگر	تو اطاعت کرنے لگے	زیادہ تر	وہ جو	بیچ

کوئی نہیں ہے، اور وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ١١٥ اگر آپ اکثر اہلِ زمین کی بات

الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ

الْاَرْضِ	يُضِلُّوْكَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ۭ	اِنْ	يَّتَّبِعُوْنَ	اِلَّا	الظَّنَّ	وَ	اِنْ
زمین کے	وہ تجھے بہکا دیں گے	سے	راستے	اللہ کے	نہیں	وہ پیروی کرتے	مگر	گمان کی	اور	نہیں

ماننے لگے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے، وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور وہ

١١٣ اس آیت مبارکہ میں شیطانوں کی سرگرمیوں کے تین اہم مقاصد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، ان کی تمام مجرمانہ سرگرمیوں کا محور سب سے پہلے تو یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا آخرت پر ایمان اور اعتقاد ڈانواں ڈول ہو، انہیں اپنی طرف مائل کر لیں، اس طرح ان کی تعداد میں اضافہ ہو جائیگا اور ایک آسان شکار بھی ان کے ہاتھ آ جائیگا، دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے خیالات اور نظریات ان کے سامنے اس طرح خوشنما کر کے پیش کیے جائیں کہ وہ ان پر دل سے مطمئن اور راضی ہو جائیں اور تیسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ان شیطانی کاموں کو مسلسل کرتے رہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی پیغمبر یا نیک آدمی کی جانب سے سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کی جائے اور انہیں گمراہی کے برے اثرات اور نتائج سے خبردار کر کے اس سے بچانے کی کوشش کی جائے تو شیطانی طاقتیں فوراً حرکت میں آ جاتی ہیں کہ یہ شخص ہمارے ہاتھ سے نہ نکل جائے، اس لیے ''تسلسل'' ان کا بنیادی مقصد اور منشور ہے۔

١١٤ اس آیت مبارکہ میں ایک سوال پوچھا گیا ہے جس کا مقصد مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑنا ہے کہ ایک طرف اللہ کی کتاب ہے جو اس نے اپنے بندوں کی ہدایت اور مقدمات و نزاعات میں فیصلے کیلئے اتاری ہے اور دوسری طرف شیطانی گمراہیاں اور پرفریب چالیں ہیں، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا ثالث اور منصف بنالوں؟ اس کی مثال تو ایسے ہے کہ ایک شخص صاف ستھرے راستے کو چھوڑ کر ٹوٹے پھوٹے راستے پر چل پڑے جس میں وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھا کر گرے اور منزل تک پھر بھی نہ پہنچ سکے، اس لیے میں اس کتاب کو اور اسے نازل کرنے والے رب کو چھوڑ کر غیروں کے سامنے سر نہیں جھکا سکتا، اس کتاب کے متعلق تو سابقہ آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ یہ سچی اور برحق کتاب ہے اس لیے اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

١١٥ اس آیت مبارکہ میں ''رب کی بات'' سے مراد یا تو قرآن کریم ہے، یا حق تعالیٰ کا ہر فیصلہ مراد ہے، دونوں صورتوں میں اس کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ سراپا صدق اور سچائی ہے، اس میں جھوٹ اور غلط بیانی کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اگر قرآن میں یا اللہ کے کسی فیصلے میں جھوٹ کا امکان بھی پیدا ہو جائے تو پھر دنیا کا اور کون سا کلام سچا ہو سکے گا؟ دوسری صفت لفظ ''عدل'' کے ساتھ بیان کی گئی ہے، اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں، پہلا معنی تو معروف ہے یعنی ظلم کے مقابلے میں انصاف، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کریم یا اللہ کے فیصلوں میں کہیں بھی ظلم اور ناانصافی نہیں ہے، وہ ہمیشہ عدل پر مبنی فیصلے کرتا ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ''اعتدال'' کے معنی میں ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کریم یا اللہ کے فیصلوں میں کوئی افراط اور تفریط نہیں ہے، وہ سب اعتدال پر مبنی ہیں، لہٰذا اس سے زیادہ معتدل کوئی دین اور مذہب نہیں ہو سکتا، اور کسی میں طاقت نہیں ہے کہ اس کے کلام یا فیصلوں کو تبدیل کر سکے۔

هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۱۱۶﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ

هُمْ	إِلَّا	يَخْرُصُونَ ۝	إِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	أَعْلَمُ	مَنْ	يَّضِلُّ	عَنْ
وہ	مگر	اندازے لگارہے ہیں	بیشک	تیرا رب	وہ	زیادہ جانتا ہے	کون	بھٹکتا ہے	سے

تو صرف اندازے لگاتے ہیں۔ ۱۱۶ بیشک آپ کا رب اُس شخص کو خوب جانتا ہے جو اُس کے راستے سے

سَبِيلِهٖ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ

سَبِيلِهٖ ۚ	وَ	هُوَ	أَعْلَمُ	بِالْمُهْتَدِينَ ۝	فَكُلُوا	مِمَّا	ذُكِرَ	اسْمُ	اللّٰهِ
اس کے راستے کے	اور	وہ	زیادہ جانتا ہے	ہدایت پانے والوں کو	تو کھاؤ تم	اسمیں سے جو	لیا گیا ہو	نام	اللہ کا

بھٹک جاتا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ ۱۱۷ سو جس چیز پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، تم اُسے کھا

عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيٰتِهٖ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا

عَلَيْهِ	إِنْ	كُنْتُمْ	بِآيٰتِهٖ	مُؤْمِنِينَ ۝	وَ	مَا	لَكُمْ	أَلَّا	تَأْكُلُوا	مِمَّا
اس پر	اگر	تم ہو	اس کی آیتوں پر	ایمان لانے والے	اور	کیا ہوا	تمہیں	یہ کہ نہ	تم کھاؤ	اسمیں سے جو

سکتے ہو، اگر تم اُس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔ ۱۱۸ اور تمہیں کیا ہوا کہ جس چیز پر اللہ کا نام لیا گیا ہو،

ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا

ذُكِرَ	اسْمُ	اللّٰهِ	عَلَيْهِ	وَ	قَدْ	فَصَّلَ	لَكُمْ	مَّا	حَرَّمَ	عَلَيْكُمْ	إِلَّا	مَا
لیا گیا ہو	نام	اللہ کا	اس پر	اور	یقیناً	اس نے کھول دیا	تمہارے لئے	وہ جو	حرام کیا اس نے	تم پر	مگر	وہ جو

اُسے نہ کھاؤ، جبکہ وہ تمہارے سامنے اُن چیزوں کی تفصیل بیان کر چکا ہے جو اُس نے تم پر حرام کی ہیں، سوائے اس کے

اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ

اضْطُرِرْتُمْ	إِلَيْهِ ۗ	وَ	إِنَّ	كَثِيرًا	لَّيُضِلُّونَ	بِأَهْوَائِهِمْ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ ۗ
تم مجبور کردیے جاؤ	اس کیطرف	اور	بیشک	بہت سے لوگ	البتہ گمراہ کرتے ہیں	اپنی خواہشات سے	بغیر	علم کے

کہ تم اس پر مجبور ہوجاؤ اور بہت سے لوگ اپنی خواہشات کی بناء پر بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں،

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ۗ

إِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	أَعْلَمُ	بِالْمُعْتَدِينَ ۝	وَ	ذَرُوا	ظَاهِرَ	الْإِثْمِ	وَ	بَاطِنَهٗ ۗ
بیشک	تیرا رب	وہ	زیادہ جانتا ہے	حد سے تجاوز کرنے والوں کو	اور	چھوڑ دو تم	ظاہری	گناہ کو	اور	باطنی گناہ کو

بیشک آپ کا رب حد سے تجاوز کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ ۱۱۹ اور ظاہری اور باطنی تمام گناہوں کو چھوڑ دو،

۱۱۶ اس آیت مبارکہ میں ''اکثریت'' کی اطاعت کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اگر حق کی مخالفت کرنے والے دس افراد ہوں اور موافقت کرنے والے صرف دو لوگ ہوں تو موافقت کرنے والوں کی کم تعداد کی بنا پر اسے رد نہیں کیا جائیگا اور مخالفت کرنے والوں کی کثرت تعداد کی بنا پر اسے ترجیح نہیں دی جائیگی، اس لیے کہ اکثریت بھیڑ چال پر مشتمل ہوتی ہے، دانشور، اہل عقل اور معاملہ فہم لوگ ہمیشہ تعداد میں تھوڑے ہوتے ہیں، لوگوں کی اکثریت دلیل کی بنا پر کوئی رائے قائم نہیں کرتی، ان کی رائے کی بنیاد تخمینہ، اندازہ اور بے بنیاد مفروضوں پر قائم ہوتی ہے، اس لیے ان کی اطاعت کرنا اپنے آپ کو گمراہ کرنا ہے۔

۱۱۷ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کے علم کامل کا حوالہ دیا گیا ہے کہ اس کے علم نے گمراہوں اور ہدایت یافتہ لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے جیسے شیاطین اور کون اس کی شاہراہِ مستقیم پر گامزن ہے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکار۔

۱۱۸۔ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو وہ ذبیحہ کھانے کی اجازت دی گئی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، کیونکہ اللہ نے ہی اسے پیدا کیا تھا، لہٰذا ضروری تھا کہ اسے اللہ کے نام پر ہی قربان اور ذبح کیا جاتا، جب اس باریکی کی رعایت کی گئی تو اسے کھانا حلال ہوگیا، لیکن اگر کوئی شخص اس باریکی کی رعایت جان بوجھ کر نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے قصداً حکم الٰہی کو پامال کیا، اس کی سزا یہ ہے کہ اب اس کیلئے وہ ذبیحہ حلال نہ رہا، اگر کھائے گا تو کبیرہ گناہ کا مرتکب اور مردار کھانے والا شمار ہوگا۔

۱۱۹ اس آیت مبارکہ کو سمجھنے کیلئے مشرکین کے ایک اعتراض کو سمجھنا چاہیے کہ مسلمان کہتے ہیں مردار کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن جس جانور کو وہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرلیں، اسے کھانا حلال ہے، تعجب ہے کہ مردار جانور وہ ہوتا ہے جسے اللہ نے مارا ہو، اسے یہ لوگ حرام سمجھتے ہیں اور اپنے ہاتھ کا مارا ہوا کھانا حلال سمجھتے ہیں؟ حالانکہ اگر یہ معترضین معمولی غور وفکر سے کام لیتے تو مردار اور ذبیحے میں فرق سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہ تھا، جب کوئی جاندار چیز اپنی طبعی موت مرتی ہے تو اس کے جسم میں دوڑنے والا خون اس کے اندر ہی رہتا ہے، دل کی دھڑکن بند ہونے کی وجہ سے اس کی گردش رک جاتی ہے، اب نہ اسے نکلنے کا کوئی راستہ ملتا ہے اور نہ ہی رگوں میں وہ گردش کرتا ہے جس کی وجہ سے اندر ہی اندر وہ زہر بن جاتا ہے، اگر انسان اس زہریلے گوشت کو کھائے تو اسے بہت سی بیماریاں لاحق ہوجاتی ہیں، جیسا کہ آئے دن ہوٹلوں کا کھانا کھانے والے لوگ شکایت کرتے ہیں، جبکہ جانور کو ذبح کرنے کی صورت میں اس کے جسم سے سارا خون نکل جاتا ہے، لہٰذا اس کا زہریلا پن بھی باقی نہیں رہتا، اس لیے دونوں کے حکم میں بھی فرق ہے، البتہ اضطراری حالت میں ''جبکہ جان بچانے کیلئے مردار کھانے کے علاوہ کوئی چارۂ کار باقی نہ بچے'' انسان کو مردار کھانے کی اجازت دی گئی ہے لیکن وہاں بھی یہ شرط لگائی گئی ہے کہ بقدر ضرورت ہو، اس لیے کہ ضرورت سے زیادہ کھانے کی صورت میں نقصان ہوسکتا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص حد سے تجاوز کرتا ہے مثلاً بلا ضرورت مردار کھاتا ہے یا ضرورت سے زیادہ کھاتا ہے تو وہ اللہ کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾

إِنَّ	الَّذِينَ	يَكْسِبُونَ	الْإِثْمَ	سَيُجْزَوْنَ	بِمَا	كَانُوا	يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾
بیشک	جولوگ	کمارہے ہیں	گناہ	عنقریب بدلہ دیئے جائیں گے وہ	اس کا جو	وہ تھے	کرتے رہے

جو لوگ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں، عنقریب انہیں اُن کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔ ١٢٠

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ

وَ	لَا	تَأْكُلُوا	مِمَّا لَمْ	يُذْكَرِ	اسْمُ	اللَّهِ	عَلَيْهِ	وَإِنَّهُ	لَفِسْقٌ	وَ	إِنَّ	الشَّيَاطِينَ
اور	مت	کھاؤ	اُس میں سے جو نہ	لیا گیا ہو	نام	اللہ کا	اس پر	اور بیشک وہ	البتہ گناہ	اور	بیشک	بہت سے شیطان

اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اُسے مت کھاؤ کیونکہ یہ گناہ ہے، اور شیاطین تو اپنے

لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ

لَيُوحُونَ	إِلَىٰ	أَوْلِيَائِهِمْ	لِيُجَادِلُوكُمْ	وَ	إِنْ	أَطَعْتُمُوهُمْ	إِنَّكُمْ
دل میں ڈالتے ہیں	طرف	اپنے دوستوں کے	تاکہ وہ تم سے جھگڑیں	اور	اگر	تم نے ان کی اطاعت کرلی	بیشک تم

دوستوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے رہتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑا کریں، اگر تم اُن کی اطاعت کرنے لگے تو تم

لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي

لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾	أَوَ	مَنْ	كَانَ	مَيْتًا	فَأَحْيَيْنَاهُ	وَ	جَعَلْنَا	لَهُ	نُورًا	يَمْشِي
البتہ شرک کرنے والے	اور کیا	جو کوئی	ہو	مردہ	سو ہم نے اسے زندگی دی	اور	بنادی ہم نے	اس کیلئے	روشنی	وہ پھرتا ہے

لوگ بھی مشرک ہو گے۔ ١٢١ بھلا وہ شخص جو مردہ تھا، ہم نے اُسے زندگی دی اور اُس کیلئے روشنی مقرر کی جسے لیکر وہ لوگوں میں

بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۚ

بِهِ	فِي	النَّاسِ	كَمَنْ	مَثَلُهُ	فِي	الظُّلُمَاتِ	لَيْسَ	بِخَارِجٍ	مِنْهَا
اس کے ساتھ	بیچ	لوگوں کے	جیسے وہ	اس کی مثال	بیچ	اندھیروں کے	نہیں	نکلنے والا	اس سے

پھرنے لگا، اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہو اور وہاں سے نکل نہ سکتا ہو؟

كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٢﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي

كَذَٰلِكَ	زُيِّنَ	لِلْكَافِرِينَ	مَا	كَانُوا	يَعْمَلُونَ ﴿١٢٢﴾	وَ	كَذَٰلِكَ	جَعَلْنَا	فِي
اسی طرح	مزین کردیا گیا	کافروں کیلئے	وہ جو	تھے وہ	کرتے رہے	اور	اسی طرح	ہم نے بنادیئے	بیچ

اسی طرح کافروں کیلئے وہ اعمال مزین کر دیے گئے جو وہ کرتے تھے۔ ١٢٢ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں

١٢٠ اس آیت مبارکہ میں گناہوں کو دو حصوں پر تقسیم کر کے دونوں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، چنانچہ بعض گناہ ظاہری ہوتے ہیں اور بعض گناہوں کا تعلق باطن کے ساتھ ہوتا ہے، انسان کو ظاہری اور باطنی ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ وہ انسان کی روحانی ترقی کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں اور اس کی وجہ سے انسان سزا کا مستحق بھی ہوتا ہے، رہی یہ بات کہ کون سے گناہ ظاہری ہیں اور کون سے باطنی؟ تو اس سلسلے میں اس عاجز کی کتاب ''ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہ'' دیکھیے کہ وہ اس موضوع کی سب سے زیادہ مفصل کتاب ہے اور دراصل علامہ ابن حجر مکیؒ کی الزواجر کا اردو ترجمہ ہے۔

١٢١ اس آیت مبارکہ میں اس ذبیحے کو حرام قرار دیا گیا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور مسلمانوں کو اسے کھانے سے روکا گیا ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ ذبح
ع ١٤ ١١ ١
کرنے والے نے اس پر جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھی ہو، جیسا کہ بعض ممالک کے مشینی ذبیحے میں ہوتا ہے، چونکہ وہاں جانور کی گردن پر چھری چلانے والا کوئی فرد نہیں ہوتا، بلکہ مشین ہوتی ہے اور مشین بے جان ہوتی ہے لہٰذا اس سے بسم اللہ پڑھنے کا تصور نہیں ہوسکتا ہے، اسی بناء پر مسلمان کیلئے ایسا ذبیحہ حلال نہیں ہے، بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ مولویوں کا اپنا بنایا ہوا فتویٰ ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اصل مقصد تو خون بہانا ہے اور وہ اس صورت میں پورا ہو رہا ہے، بعض لوگ وہ پرانا اعتراض بھی نئی شکل میں لے آتے ہیں کہ اپنا مارا ہوا کھا لیتے ہیں، اللہ کا مارا ہوا نہیں کھاتے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دینے کی بجائے اس کی اصل حقیقت بیان فرمادی ہے کہ دراصل یہ شیطانی خیالات اور وساوس ہیں جو وہ اپنے ساتھ نسبت اور تعلق رکھنے والوں کے دل و دماغ میں ڈالتا ہے، ورنہ ان اعتراضات میں کوئی جان نہیں ہے، جیسا کہ بیان ہوا۔

١٢٢ اس آیت مبارکہ میں ایک مثال کے ذریعے مؤمن اور کافر کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے، مثال یہ ہے کہ ایک شخص فوت ہوگیا، اس میں زندگی کے کوئی آثار نہ تھے اور وہ بے جان ہو چکا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس پر ترس کھا کر اسے نئی زندگی دیدی، اس کی آنکھوں میں بینائی اور جینے کیلئے شاہراہ مستقیم عطا فرمائی، اب وہ زندوں میں زندہ ہے اور بہترین زندگی گزار رہا ہے، اس کے مقابلے میں ایک دوسرا شخص ہے جسے موت آئی تو دوبارہ زندگی نہ ملی، وہ اندھیری قبر میں پڑا تو اسے روشنی نہ ملی، اسے وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا، سوال یہ ہے کہ کیا یہ دونوں لوگ برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، اسی طرح مؤمن اور کافر، مطیع اور عاصی، متقی اور فاسق کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ

كُلِّ	قَرْيَةٍ	اَكٰبِرَ	مُجْرِمِيْهَا	لِيَمْكُرُوْا	فِيْهَا ؕ	وَمَا	يَمْكُرُوْنَ
ہر	بستی کے	سردار	اس کے مجرموں کے	تا کہ وہ مکر کریں	اسمیں	اور نہیں	وہ مکر کرتے

مجرموں کے سردار بنائے تا کہ وہاں حیلے کریں، اور وہ اپنے ہی

اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ

اِلَّا	بِاَنْفُسِهِمْ	وَ	مَا	يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾	وَ	اِذَا	جَآءَتْهُمْ	اٰيَةٌ	قَالُوْا	لَنْ	نُّؤْمِنَ
مگر	اپنی جانوں سے	اور	نہیں	وہ شعور رکھتے	اور	جب	آئی ان کے پاس	کوئی نشانی	کہنے لگے	ہرگز نہ	ایمان لائیں گے ہم

خلاف حیلے کرتے ہیں لیکن اس کا شعور نہیں رکھتے۔ ﴿١٢٣﴾ اور جب اُن کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے

حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ

حَتّٰى	نُؤْتٰى	مِثْلَ	مَآ	اُوْتِيَ	رُسُلُ	اللّٰهِ ؕ	اَللّٰهُ	اَعْلَمُ	حَيْثُ	يَجْعَلُ
یہاں تک کہ	دیئے جائیں ہم	اسی طرح	جو	دیئے گئے	بہت سے پیغمبر	اللہ کے	اللہ	زیادہ جانتا ہے	کہاں	وہ رکھے گا

یہاں تک کہ ہمیں بھی وہی چیزیں دی جائیں جیسی اللہ کے پیغمبروں کو دی گئی ہیں، اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کہاں اپنا

رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ

رِسَالَتَهٗ ؕ	سَيُصِيْبُ	الَّذِيْنَ	اَجْرَمُوْا	صَغَارٌ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَ	عَذَابٌ
اپنا پیغام	عنقریب پہنچے گی	وہ لوگ جو	جرم کئے انہوں نے	ذلت	نزدیک	اللہ کے	اور	عذاب

پیغام رکھے، عنقریب مجرموں کو اللہ کے یہاں ذلت اور سخت عذاب کا سامنا

شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ

شَدِيْدٌۢ	بِمَا	كَانُوْا	يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾	فَمَنْ	يُّرِدِ	اللّٰهُ	اَنْ	يَّهْدِيَهٗ	يَشْرَحْ
سخت	اس وجہ سے جو	وہ تھے	مکر کرتے	تو جو کوئی	ارادہ کرلے	اللہ	یہ کہ	اسے ہدایت دے	کھول دیتا ہے

کرنا پڑے گا، اس وجہ سے کہ وہ مکر کیا کرتے تھے۔ ﴿١٢٤﴾ پھر اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے، اسلام کیلئے

صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا

صَدْرَهٗ	لِلْاِسْلَامِ ۚ	وَ	مَنْ	يُّرِدْ	اَنْ	يُّضِلَّهٗ	يَجْعَلْ	صَدْرَهٗ	ضَيِّقًا
سینہ اس کا	اسلام کیلئے	اور	جو کوئی	ارادہ کرلے وہ	یہ کہ	اسے گمراہ کردے	بنا دیتا ہے	سینہ اس کا	تنگ

اُس کا سینہ کھول دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرنے کا ارادہ کرلے، اُس کا سینہ سخت تنگ کر دیتا ہے،

﴿١٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں رؤساء قوم اور وڈیروں کے متعلق ایک حقیقت بیان کی گئی ہے کہ ہر قوم کے رؤساء اور وڈیرے دین کے صاف ستھرے پیغام میں عیب نکالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور اس کیلئے مختلف حیلوں اور تدبیروں سے کام لیتے رہے ہیں، تاکہ لوگ دین سے بدظن اور بدگمان رہیں اور پیغمبروں کی دعوت قبول کرنے میں ہمیشہ تردد کا شکار رہیں، لیکن انہیں اتنا اندازہ نہیں ہے کہ اس کا نقصان خود انہی کو ہوگا، ان کی تدبیروں، مکاریوں اور حیلوں سے دین کی اشاعت رک نہیں جائے گی۔

﴿١٢٤﴾ اس آیت مبارکہ میں رؤساء قوم کے متکبرانہ مزاج کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے پیغمبروں کے معجزات دیکھ کر ان پر ایمان لانے کی بجائے ان کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ایسے معجزات ہمارے ہاتھوں پر بھی ظاہر ہونے چاہئیں، کیا یہ کھیل تماشا ہے جو ہر کسی کے ہاتھوں دکھایا جائے؟ کیا معجزات کیلئے صاحبِ معجزہ کا کوئی معیار بھی ہونا چاہیے یا نہیں؟ اور اس معیار کو طے کرنے کا اختیار انسانوں کے پاس ہونا چاہیے یا ان کے خالق کے پاس؟ اگر غیر جانبدارانہ فیصلہ کیا جائے تو اس کے لیے کوئی نہ کوئی معیار ضرور ہونا چاہیے اور معیار طے کرنے کا اختیار اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس ہرگز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہی واحد ہستی ہے جس کا انتخاب اور طے کردہ معیار کبھی غلط ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ کس شخص کو پیغمبر بنا کر اس کے پاس اپنا پیغام بھیجنا ہے، باقی رہے مجرم اور رؤساء قوم تو انہیں ذلت و رسوائی اور شدید عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اپنے مکر وفریب کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ

حَرَجًا	كَاَنَّمَا	يَصَّعَّدُ	فِي	السَّمَآءِ ؕ	كَذٰلِكَ	يَجْعَلُ	اللّٰهُ	الرِّجْسَ
بھینچ کر	گویا کہ	وہ زور لگا کر چڑھتا ہو	بیچ	آسمان کے	اسی طرح	ڈال دیتا ہے	اللہ	گندگی کو

گویا کہ وہ آسمان پر زور لگا کر چڑھ رہا ہو، اسی طرح اللہ اُن لوگوں پر عذاب

عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ

عَلَى	الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾	وَ	هٰذَا	صِرَاطُ	رَبِّكَ	مُسْتَقِيْمًا ؕ	قَدْ
پر	ان لوگوں کے جو	نہیں	ایمان لائے	اور	یہ	راستہ	آپ کے رب کا	سیدھا	یقیناً

ڈال دے گا جو ایمان نہیں لاتے۔ ۱۲۵ اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، تحقیق

فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ

فَصَّلْنَا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾	لَهُمْ	دَارُ	السَّلٰمِ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	وَهُوَ
ہم نے تفصیل کردی	آیتوں کی	ان لوگوں کیلئے جو	نصیحت حاصل کرتے ہیں	ان کیلئے	گھر	سلامتی کا	نزدیک	ان کے رب کے	اور وہ

ہم نے اپنی آیتیں تفصیل سے بیان کردی ہیں، اُن لوگوں کیلئے جو غور کرتے ہیں۔ ۱۲۶ انہی لوگوں کیلئے ان کے رب کے یہاں سلامتی کا گھر ہے، اور وہی

وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ

وَلِيُّهُمْ	بِمَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾	وَ	يَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	جَمِيْعًا ۚ	يٰمَعْشَرَ
ان کا دوست	اس وجہ سے جو	وہ تھے	عمل کرتے رہے	اور	جس دن	وہ انہیں جمع کرے گا	سب کو	اے گروہ

ان کا مددگار ہے اُن اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔ ۱۲۷ اور جس دن وہ اُن سب کو جمع فرمائے گا کہ اے گروہ

الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ

الْجِنِّ	قَدِ	اسْتَكْثَرْتُمْ	مِّنَ	الْاِنْسِ ۚ	وَ	قَالَ	اَوْلِيٰٓؤُهُمْ	مِّنَ	الْاِنْسِ
جنوں کے	یقیناً	بہت سے طلب کیے تم نے	سے	انسانوں کے	اور	کہنے لگے	ان کے رفقاء	سے	انسانوں کے

جن! تم نے بہت سے انسان اپنے تابع بنائے رکھے، انسانوں میں سے اُن کے رفقاء کہیں گے

رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ

رَبَّنَا	اسْتَمْتَعَ	بَعْضُنَا	بِبَعْضٍ	وَّبَلَغْنَآ	اَجَلَنَا	الَّذِيْٓ	اَجَّلْتَ	لَنَا ؕ
اے ہمارے پروردگار!	فائدہ اٹھایا	ہم میں سے بعض نے	بعض سے	اور ہم پہنچے	اپنی مدت کو	وہ جو	تونے مدت مقرر کی	ہمارے لئے

کہ پروردگار! ہم میں سے بعض نے بعض سے فائدہ اٹھایا اور ہم اُس مدت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی،

۱۲۵ اس آیت مبارکہ میں شرح صدر اور ضیق صدر کی دو اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں، آسانی کیلئے اسے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ بعض اوقات انسان کوئی کام کرنے کیلئے مکمل پر اعتماد ہوتا ہے، اس کے تمام پہلو اس کے سامنے نمایاں ہوتے ہیں، لوگ اس کے اعتماد کو متزلزل کرنے کی جتنی مرضی کوشش کرلیں، اس کے اعتماد میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور وہ علی وجہ البصیرۃ اس کام کو سر انجام دیتا ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ سے قتال کا ارادہ فرمایا، بہت سارے حضرات بلکہ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی رائے پر نظر ثانی کرنے کا مشورہ دیا، لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے فیصلے پر ثابت قدم رہے اور کسی کی کوئی دلیل ان کے عزم کو متزلزل نہ کرسکی، انسان کی اس کیفیت کو ''شرح صدر'' کہا جاتا ہے، اس کے مقابلے میں بوجھل پن کی کیفیت کو ''ضیق صدر'' کہا جاتا ہے، اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ حق تعالیٰ جسے ہدایت عطا فرمانے کا ارادہ کرلے، اسے اس پر ''شرح صدر'' کی دولت سے سرفراز فرمادیتا ہے اور وہ پورے اعتماد کے ساتھ اسلام قبول کرلیتا ہے، پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کے عزم کو ہلا نہیں سکتی، لیکن اگر کسی شخص کی گمراہی کا فیصلہ ہوجائے، اس کا سینہ ہمیشہ تنگ اور طبیعت بوجھل رہتی ہے جیسے کوئی شخص زور لگا کر کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنا چاہتا ہو لیکن اسے اوپر چڑھنے میں دشواری ہو رہی ہو، اس تفصیل سے شرح صدر اور شق صدر میں فرق بھی واضح ہوگیا، بعض لوگ ان دونوں میں فرق نہیں کرسکے، جس کی وجہ سے وہ بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہوئے ہیں۔

۱۲۶ اس آیت مبارکہ میں ''ھذا'' کے لفظ سے دین اسلام کی طرف اشارہ ہے کہ دین اسلام ہی صراط مستقیم اور صاف ستھری شاہراہ ہے، اس پر چلنے والا اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے اور اسے چھوڑنے والا راستہ بھٹک جاتا ہے، اس کے راستے میں بھول بھلیاں، وادیوں کا نشیب، پہاڑوں کی بلند وبالا چوٹیاں، خطرناک قسم کے جنگلات اور ہولناک صحراء آجاتے ہیں جن سے گذرنا اور صحیح سلامت نکل جانا اس کیلئے ممکن نہیں ہوتا، یہ باتیں ہم نے تفصیل کے ساتھ اس لیے بیان کردی ہیں کہ لوگ نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

۱۲۷ اس آیت مبارکہ میں صراط مستقیم پر چلنے والوں کیلئے دو انعام ذکر فرمائے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ انہیں دار السلام یعنی سلامتی کا گھر جنت مل جائے گا، اس لیے کہ صراط مستقیم پر چلنے والے کے راستے میں جہنم کا کہیں گزر نہیں ہے، یہ راستہ ٹھیک جنت کے دروازے تک پہنچاتا ہے اور دوسرا انعام یہ کہ انہیں رب کی ولایت وسرپرستی، اس کی دوستی اور نصرت حاصل ہوجاتی ہے اور پروردگار جس کا دوست ہوجائے، ساری دنیا مل کر بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی، جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے۔

محال ست چوں دوست دارد ترا | کہ دردست دشمن گزارد ترا

قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

قَالَ	النَّارُ	مَثْوٰىكُمْ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اِلَّا	مَا	شَآءَ	اللّٰهُ	اِنَّ	رَبَّكَ
کہا اس نے	آگ	ٹھکانہ تمہارا	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	مگر	جو	چاہے	اللہ	بیشک	تیرا رب

اللہ فرمائے گا کہ جہنم کی آگ ہی تمہارا ٹھکانہ ہے، اس میں ہمیشہ رہنا ہوگا، مگر جب اللہ چاہے، بیشک آپ کا رب

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا

حَكِيْمٌ	عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾	وَ	كَذٰلِكَ	نُوَلِّيْ	بَعْضَ	الظّٰلِمِيْنَ	بَعْضًۢا	بِمَا	كَانُوْا
حکمت والا	خوب جاننے والا	اور	اسی طرح	ہم ملا دیں گے	بعض	ظلم کرنے والوں کو	بعض سے	اس وجہ سے جو	وہ تھے

حکمت والا، جاننے والا ہے۔ ۱۲۸ اسی طرح ہم بعض گنہگاروں کو بعض کے ساتھ ملا دیں گے، اُن کاموں کی وجہ سے جو وہ

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

ع ۱۵ ۸ ۲

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾	يٰمَعْشَرَ	الْجِنِّ	وَ	الْاِنْسِ	اَلَمْ	يَاْتِكُمْ	رُسُلٌ	مِّنْكُمْ
کماتے رہے	اے گروہ	جنّوں کے	اور	انسانوں کے	کیا نہیں	آئے تمہارے پاس	بہت سے پیغمبر	تم میں سے

کرتے تھے۔ ۱۲۹ اے گروہِ جن و انس! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے؟

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا

يَقُصُّوْنَ	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِيْ	وَيُنْذِرُوْنَكُمْ	لِقَآءَ	يَوْمِكُمْ	هٰذَا	قَالُوْا
وہ بیان کرتے تھے	تم پر	میری آیتیں	اور تمہیں ڈراتے تھے	ملاقات سے	تمہارے دن کی	یہ	وہ کہنے لگے

جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے

شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي

شَهِدْنَا	عَلٰٓي	اَنْفُسِنَا	وَ	غَرَّتْهُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَ	شَهِدُوْا	عَلٰٓي
ہم گواہ ہیں	پر	اپنی جانوں کے	اور	انہیں دھوکے میں ڈال دیا	زندگی نے	دنیا کی	اور	گواہی دی انہوں نے	پر

کہ ہم اپنے خلاف خود شہادت دیتے ہیں، انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ اپنے

اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ

اَنْفُسِهِمْ	اَنَّهُمْ	كَانُوْا	كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾	ذٰلِكَ	اَنْ	لَّمْ	يَكُنْ	رَّبُّكَ	مُهْلِكَ
اپنی جانوں کے	کہ بیشک وہ	تھے	کفر کرنے والے	وہ	اس بناء پر	نہیں	ہے	تیرا رب	ہلاک کرنے والا

خلاف خود گواہی دینے لگے کہ وہ کافر تھے۔ ۱۳۰ یہ اس وجہ سے کہ آپ کا رب بستیوں کو اُن کے ظلم کے

۱۲۸ اس آیت مبارکہ میں سرکش انسانوں اور جنوں کا میدان حشر میں جمع ہونا اور اعتراف حقیقت کرنا مذکور ہے جبکہ جنات سے خطاب کر کے فرمایا جائیگا کہ تم نے بہت سارے انسانوں کو گمراہ کیا، لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو اپنے بہکاوے میں مبتلا کر دیا، کیا تمہیں اس دن کا آنا معلوم نہ تھا؟ کیا تمہیں دوسروں کو گمراہ کرنے کا انجام معلوم نہ تھا؟ ان سوالات کا کوئی جواب ان جنات کے پاس نہ ہوگا، اس لیے آیت میں ان کا جواب مذکور نہیں ہے، یہی سوال شیطان نما انسانوں سے بھی ہوگا، تکرار سے بچنے کیلئے اسے دوبارہ ذکر نہیں کیا گیا، وہ لوگ اعتراف کریں گے کہ پروردگار! ہم دنیا میں ایک دوسرے سے کام نکالتے رہے اور ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے، اپنے مفادات کے چکر میں ہم اس دن کو فراموش کر بیٹھے تھے یہاں تک کہ ہماری موت اور اس کے بعد تیری بارگاہ میں پیشی کا وقت آ گیا، اس وقت اور ہماری مدتِ عمر کا جو تعین تو نے کیا تھا، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی، لیکن ہم سے بڑی بھول اور کوتاہی ہوئی، اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ تمہارا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے، تمہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے اور تمہیں وہاں سے کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا، اگر اللہ کا مشیت ہوتی تو ایسا ہونا بھی ممکن تھا لیکن اللہ کی یہ مشیت ہی نہیں ہے لہٰذا ایسا ہونا بھی ناممکن ہے۔

۱۲۹ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن تمام ظالموں اور گناہ گاروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دینے اور اکٹھا کر دینے کا ذکر آیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایک دوسرے سے کام نکالتے رہے ہوں گے، وہ سب اکٹھے ہو جائیں گے، لیکن اکٹھے ہو کر بھی نہ اس عذاب کو ٹال سکیں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کا دفاع کر سکیں گے۔

۱۳۰ اس آیت مبارکہ میں انسانوں اور جنوں کو قیامت کے دن مخاطب کرنے اور ان پر اتمام حجت کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ قیامت کے دن تمام انسانوں اور جنوں سے پوچھا جائیگا کہ کیا تمہارے پاس ہمارے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ کیا انہوں نے تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت نہیں کی تھی؟ کیا انہوں نے تمہیں اس دن سے آگاہ اور خبردار نہیں کیا تھا؟ ان سوالات کے جواب میں ان کے پاس اعترافِ جرم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوگا، چنانچہ وہ اپنی غلطی کا اقرار کر کے خود اپنے خلاف گواہی دیں گے، اگر ان کی نادانی اور غلطی کا ایک لفظی تجزیہ کیا جائے تو وہ یہ بنتا ہے کہ دنیوی زندگی نے انہیں غفلت اور دھوکے میں ڈال دیا، وہ اسی کو ہمیشہ رہنے والی زندگی سمجھتے رہے اور اس دھوکے میں پڑ کر اصل حقیقت اور آخرت کی زندگی کو فراموش کر بیٹھے۔

الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ

الْقُرٰى	بِظُلْمٍ	وَّ	اَهْلُهَا	غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾	وَ	لِكُلٍّ	دَرَجٰتٌ	مِّمَّا	عَمِلُوْا ۭ
بستیوں کو	ظلم کے ساتھ	اور	وہاں کے رہنے والے	بے خبر ہوں	اور	ہر ایک کیلئے	درجے کئی	اس وجہ سے جو	انہوں نے عمل کئے

باوجود بھی اُس وقت ہلاک نہیں کرتا جبکہ وہاں کے رہنے والے لوگ بے خبر ہوں۔ ﴿١٣١﴾ اور ہر ایک کیلئے اس کے عمل کی بناء پر بہت سے درجے ہیں

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ

وَ	مَا	رَبُّكَ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾	وَ	رَبُّكَ	الْغَنِيُّ	ذُو الرَّحْمَةِ ۭ	اِنْ
اور	نہیں	تیرا رب	بے خبر	اس سے جو	یہ کرتے ہیں	اور	تیرا رب	بے نیاز	رحمت والا	اگر

اور آپ کا رب اُن کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو یہ کرتے ہیں۔ ﴿١٣٢﴾ اور آپ کا رب بے نیاز، رحمت والا ہے، اگر

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ

يَّشَاْ	يُذْهِبْكُمْ	وَ	يَسْتَخْلِفْ	مِنْۢ	بَعْدِكُمْ	مَّا	يَشَاۗءُ	كَمَآ	اَنْشَاَكُمْ	مِّنْ
وہ چاہے	لیجائے تمہیں	اور	جانشین بنادے	سے	تمہارے پیچھے	جسے	وہ چاہتا ہے	جیسا کہ	اس نے پیدا کیا تمہیں	سے

وہ چاہے تو تمہیں لیجائے اور تمہارے پیچھے جسے چاہے نائب مقرر کردے، جیسا کہ اس نے تمہیں ایک دوسری قوم کی

ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ

ذُرِّيَّةِ	قَوْمٍ	اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٣﴾	اِنَّ	مَا	تُوْعَدُوْنَ	لَاٰتٍ ۙ	وَّ	مَآ	اَنْتُمْ
اولاد	ایک قوم کی	دوسرے لوگ	بیشک	وہ جو	تم وعدہ کئے گئے ہو	البتہ آنے والا	اور	نہیں	تم

ذرّیت میں پیدا کیا۔ ﴿١٣٣﴾ بیشک تم سے جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ آکر رہے گی اور تم اُسے

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿١٣٤﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿١٣٤﴾	قُلْ	يٰقَوْمِ	اعْمَلُوْا	عَلٰي	مَكَانَتِكُمْ	اِنِّىْ	عَامِلٌ ۚ
عاجز کرنے والے	تُو کہہ	اے میری قوم!	تم عمل کرو	پر	اپنی جگہ کے	بیشک میں	عمل کرنے والا

عاجز نہیں کرسکتے۔ ﴿١٣٤﴾ (اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو، میں بھی عمل کر رہا ہوں،

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ۙ	مَنْ	تَكُوْنُ	لَهٗ	عَاقِبَةُ	الدَّارِ ۭ	اِنَّهٗ	لَا	يُفْلِحُ
تو عنقریب	تم جان لوگے	کون	ہوگا	اس کیلئے	انجام	گھر کا	بیشک حال یہ ہے کہ	نہیں	کامیاب ہوں گے

عنقریب تم جان لو گے کہ عاقبت کا گھر کس کیلئے ہے؟ بیشک ظالم لوگ کامیاب

﴿١٣١﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی ایک عادت اور اصول کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ ہے "اتمام حجت" کہ اللہ نے کبھی کسی قوم کو "اتمام حجت" کے بغیر زیر وزبر نہیں کیا، ابتدائی طور پر انہیں سنبھلنے کے بہت سے مواقع دیئے گئے، انبیاء کرام بھیجے گئے، معجزات دکھائے گئے، مختلف طریقوں سے انہیں اصلاح کی دعوت دی گئی، لیکن جب وہ باز نہ آئے، تب ان کی طرف حق تعالیٰ کا فیصلہ متوجہ ہوا، اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿١٣٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اعمال کے بدلے درجات کا وعدہ کیا گیا ہے، لہٰذا جو شخص عمل کرے گا، اسے اس کے اعمال کی مناسبت سے درجات نصیب ہو جائیں گے اور کسی کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا، کیونکہ پروردگار کسی کے کسی عمل سے بے خبر نہیں ہے۔

﴿١٣٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ غنی اور بے نیاز ہے، کسی کی اطاعت اور نافرمانی سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس کیلئے کسی قوم کو تباہ کرنا اور دوسری قوم کو اس کی جگہ آباد کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، چنانچہ دنیا کے نظام میں ایک کے بعد دوسری صدی اور ایک کے بعد دوسری نسل آتی جاتی ہے، کائنات کے نظام پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، دوسری یہ کہ وہ نہایت رحم والا مہربان ہے، بلاوجہ کسی کو عذاب اور تکلیف نہیں دیتا۔

﴿١٣٤﴾ اس آیت مبارکہ میں دو اہم چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، ایک یہ کہ تم سے جس قیامت اور جزاوسزا کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ برحق ہے، اس میں کوئی ابہام اور شک نہیں ہے، دوسری یہ کہ ساری مخلوق مل کر بھی اللہ کو عاجز نہیں کرسکتی، اللہ اپنے ہر فیصلے کو نافذ کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، وہ خود کبھی عاجز نہیں ہوتا، البتہ دوسروں کو عاجز کردیتا ہے، اس لیے کہ جو عاجز ہو جائے وہ مجبور ہوتا ہے اور رب کبھی مجبور نہیں ہوتا، لہٰذا وہ عاجز بھی نہیں ہوسکتا۔

الظّٰلِمُوْنَ ﴿١٣٥﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا

الظّٰلِمُوْنَ ﴿١٣٥﴾	وَ	جَعَلُوْا	لِلّٰهِ	مِمَّا	ذَرَاَ	مِنَ	الْحَرْثِ	وَ	الْاَنْعَامِ	نَصِيْبًا
ظلم کرنے والے	اور	بنا لئے انہوں نے	اللہ کیلئے	اسمیں سے جو	اس نے پیدا کئے	سے	کھیت کے	اور	جانوروں کے	حصہ

نہیں ہوں گے۔ [۱۳۵] اور اللہ نے جو کھیت اور جانور پیدا کیے ہیں، وہ ان میں سے اللہ کا ایک حصہ مقرر کر کے اپنے گمان کے

فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا

فَقَالُوْا	هٰذَا	لِلّٰهِ	بِزَعْمِهِمْ	وَهٰذَا	لِشُرَكَآئِنَا ۚ	فَمَا	كَانَ	لِشُرَكَآئِهِمْ	فَلَا
سو کہنے لگے وہ	یہ	اللہ کا	ان کے گمان کے مطابق	اور یہ	ہمارے شرکاء کا	سو جو	ہو	ان کے شرکاء کا	تو نہیں

مطابق کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شرکاء کا ہے، پھر اُن کے شرکاء کا جو حصہ ہوتا ہے، وہ تو

يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا

يَصِلُ	اِلَى	اللّٰهِ ۚ	وَ	مَا	كَانَ	لِلّٰهِ	فَهُوَ	يَصِلُ	اِلٰى	شُرَكَآئِهِمْ ۗ	سَآءَ	مَا
پہنچتا	طرف	اللہ کے	اور	جو	ہو	اللہ کا	تو وہ	پہنچ جاتا ہے	طرف	ان کے شرکاء کے	بہت برا ہے	وہ جو

اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا حصہ ہوتا ہے، وہ اُن کے شرکاء تک پہنچ جاتا ہے، بہت برا ہے وہ فیصلہ جو یہ

يَحْكُمُوْنَ ﴿١٣٦﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ

يَحْكُمُوْنَ ﴿١٣٦﴾	وَ	كَذٰلِكَ	زَيَّنَ	لِكَثِيْرٍ	مِّنَ	الْمُشْرِكِيْنَ	قَتْلَ
فیصلہ کر رہے ہیں	اور	اسی طرح	مزین کر دیا	بہت سوں کیلئے	سے	شرک کرنے والوں کے	قتل کرنا

لوگ کر رہے ہیں۔ [۱۳۶] اسی طرح بہت سے مشرکین کیلئے اُن کے شرکاء نے اپنی اولاد کو

اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۗ وَلَوْ

اَوْلَادِهِمْ	شُرَكَآؤُهُمْ	لِيُرْدُوْهُمْ	وَ	لِيَلْبِسُوْا	عَلَيْهِمْ	دِيْنَهُمْ ۗ	وَ	لَوْ
اپنی اولاد کا	ان کے شرکاء نے	تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں	اور	تاکہ وہ خلط ملط کر دیں	ان پر	ان کے دین کو	اور	اگر

قتل کرنا مزین کر دکھایا ہے تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں اور ان کے دین کو اُن پر خلط ملط کر دیں، اگر

شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ

شَآءَ	اللّٰهُ	مَا	فَعَلُوْهُ	فَذَرْهُمْ	وَمَا	يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٧﴾	وَ	قَالُوْا	هٰذِهٖٓ	اَنْعَامٌ
چاہتا	اللہ	نہیں	کرتے وہ اسے	سو تو انہیں چھوڑ دے	اور جو	وہ گھڑ رہے ہیں	اور	کہتے ہیں	یہ	جانور

اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، سو آپ انہیں اور ان کے افتراء کو چھوڑ دیجئے۔ [۱۳۷] اور کہتے ہیں کہ یہ جانور

[۱۳۵] اس آیت مبارکہ میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ پیغمبر ﷺ اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہیں گے اور حق تعالیٰ کا پیغام پورے اعتماد کے ساتھ پہنچاتے رہیں گے، اگر تم لوگ نہیں مانتے تو تمہاری مرضی ہے. تم اپنا کام کرو، وہ اپنا کام کریں. عنقریب انجام بھی واضح ہو جائیگا اور جلد معلوم ہو جائیگا کہ کس کا انجام اچھا اور کس کا برا ہوا؟ کامیابی کسے ملی اور کون ناکام ہوا؟ کس کیلئے جنت کا فیصلہ ہوا اور کون جہنم میں پہنچا؟

[۱۳۶] اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی ایک بدترین تقسیم کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنے کھیتوں اور جانوروں کے حوالے سے ان میں رائج تھی، چنانچہ اگر کوئی شخص سو من پیداوار میں سے مثال کے طور پر پانچ من نیاز اور خیرات کے نکالتا تو اس میں سے تین حصے اپنے بتوں کے نام پر رکھتا اور دو حصے اللہ کے نام پر، پھر وہ دو حصے بھی یہ کہہ کر بتوں کے نام لگا دیتا کہ اللہ کو اس دو من پیداوار کی کیا ضرورت ہے، لیکن ایسی نوبت کبھی نہ آتی کہ وہ بتوں کے تین حصے اللہ کے نام پر یہ کہہ کر لگا دیتا کہ بتوں کو اس کی کیا ضرورت ہے، وہ تو بے جان ہیں اور کھانے پینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے، حالانکہ یہ تقسیم سرے سے ہی غلط تھی، انہیں اس تقسیم کا اختیار کس نے دیا؟ یہ سوال بھی اہم ہے کہ زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار اور ہر جاندار مخلوق کو اللہ نے پیدا کیا ہے، پھر خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے نام پر اس کی نیاز نکالنا کیسے جائز ہوا؟ اور یہ سوال بھی نہایت اہم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے قول کے مطابق غنی اور بے نیاز ہے اور تمہارے بنائے ہوئے معبود ہر لمحے اور ہر چیز میں بے بس، عاجز اور محتاج ہیں تو پھر تم لوگ کیسے ایک غنی اور بے نیاز ذات کو چھوڑ کر بے بس اور عاجز معبودوں کی عبادت کر رہے ہو؟

[۱۳۷] اس آیت مبارکہ میں زمانہ جاہلیت کے اس رواج کی تردید کی گئی ہے جس کے مطابق وہ لوگ اپنے بچوں کو خصوصیت کے ساتھ بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیتے تھے، شیطان نے انہیں یہ پٹی پڑھا دی تھی کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پہلوٹھی کے بیٹے اسماعیل کی گردن پر اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کیلئے چھری چلا سکتے تھے تو ہم کیوں نہیں کر سکتے؟ حالانکہ ان کے ذہن میں یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ اگر یہ بچہ زندہ رہا تو میں اسے کھلاؤں گا کہاں سے اور اس کی ضروریات کہاں سے پوری کروں گا؟ اور اگر یہ بچی زندہ رہی تو جوان ہونے کے بعد اسے کسی دوسرے کے گھر بھیجنا پڑے گا، کسی کو اپنا داماد بنانا پڑے گا، اسے میں سب کچھ دے دوں گا، پر نصیب کہاں سے لاؤں گا؟ یہ تمام شیطانی جذبات انہیں معاشرتی طور پر تباہ اور دینی و مذہبی اعتبار سے مفلوج کر رہے تھے، لیکن شیطان نے اپنے اس عمل کو ان کیلئے خوب مزین کر دکھایا تھا، اس لیے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ انہیں ان کے جاہلانہ خیالات میں مبتلا پڑا رہنے دیجئے، اللہ کو جو منظور ہوگا، وہی ہوگا۔

وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ

وَ	حَرْثٌ	حِجْرٌ ۖ	لَّا	يَطْعَمُهَآ	اِلَّا	مَنْ	نَّشَآءُ	بِزَعْمِهِمْ	وَ	اَنْعَامٌ
اور	کھیت	ممنوع	نہیں	کھاسکتا انہیں	مگر	وہ جو	ہم چاہیں	ان کے گمان کے مطابق	اور	کچھ جانور

اور کھیت "ممنوعہ" ہیں، ان کا گمان یہ تھا کہ انہیں صرف وہی شخص کھا سکتا ہے جسے ہم چاہیں گے، کچھ جانوروں کی

حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً

حُرِّمَتْ	ظُهُوْرُهَا	وَ	اَنْعَامٌ	لَّا	يَذْكُرُوْنَ	اسْمَ	اللّٰهِ	عَلَيْهَا	افْتِرَآءً
حرام کرلی گئی	ان کی پشتیں	اور	کچھ جانور	نہیں	ذکر کرتے وہ	نام	اللہ کا	ان پر	گھڑنے کیلئے

پشت حرام کر لی گئی، اور کچھ جانور ایسے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے اس پر بہتان

عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ

عَلَيْهِ ۭ	سَيَجْزِيْهِمْ	بِمَا	كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٨﴾	وَقَالُوْا	مَا	فِيْ	بُطُوْنِ
اس پر	عنقریب وہ انہیں بدلہ دے گا	اس کا جو	وہ تھے	گھڑا کرتے	اور کہنے لگے	جو کچھ	بیچ	پیٹوں کے

باندھنے کیلئے، عنقریب اللہ انہیں اس چیز کا بدلہ دے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ ١٣٨ اور کہتے ہیں کہ ان جانوروں کے

هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ

هٰذِهِ	الْاَنْعَامِ	خَالِصَةٌ	لِّذُكُوْرِنَا	وَمُحَرَّمٌ	عَلٰٓى	اَزْوَاجِنَا ۚ	وَ	اِنْ
وہ	جانوروں کے	خالص ہے	ہمارے مردوں کیلئے	اور حرام کیا گیا	پر	ہماری بیویوں کے	اور	اگر

پیٹ میں جو کچھ ہے، وہ ہمارے مردوں کیلئے خالص ہے، ہماری عورتوں پر وہ حرام ہے، اگر

يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ

يَّكُنْ	مَّيْتَةً	فَهُمْ	فِيْهِ	شُرَكَآءُ ۭ	سَيَجْزِيْهِمْ	وَصْفَهُمْ ۭ	اِنَّهٗ
وہ ہو	مردار	تو وہ	اسمیں	شرکت کرنے والے	عنقریب وہ انہیں بدلہ دے گا	ان کے اس تجویز کرنے کا	بیشک وہ

وہ مردار ہو تو سب ہی اس میں شریک ہو جاتے ہیں، عنقریب اللہ انہیں یہ چیزیں تجویز کرنے کا بدلہ دے گا، بیشک وہ

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ

حَكِيْمٌ	عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾	قَدْ	خَسِرَ	الَّذِيْنَ	قَتَلُوْٓا	اَوْلَادَهُمْ	سَفَهًۢا	بِغَيْرِ	عِلْمٍ
حکمت والا	خوب جاننے والا	یقیناً	نقصان اٹھایا	وہ لوگ جو	قتل کیا انہوں نے	اپنی اولاد کو	نادانی سے	بغیر	علم کے

حکمت والا، جاننے والا ہے۔ ١٣٩ یقیناً وہ لوگ خسارے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو بغیر علم کے صرف بیوقوفی سے قتل کر ڈالا،

١٣٨ اس آیت مبارکہ میں زمانۂ جاہلیت کی ایک اور فرسودہ رسم کی جڑ کاٹی گئی ہے، جس کے مطابق ان لوگوں نے یہ اصول بنا رکھا تھا کہ فلاں جانور اور پیداوار کا فلاں حصہ فلاں کیلئے استعمال کرنا جائز اور فلاں کیلئے ناجائز ہے، فلاں جانور کو سواری کیلئے استعمال کرنا جائز اور فلاں حرام ہے، اگر کوئی شخص اس پر سواری کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور اسے مجرم سمجھا جائیگا، اسی طرح ان لوگوں نے یہ بھی عادت بنا رکھی تھی کہ ذبیحے پر اللہ کا نام لینے کی بجائے بتوں کے نام لیا کرتے تھے اور ان تمام امور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر کے کہتے تھے کہ ہم اپنی طرف سے یہ باتیں نہیں کہتے، ہمیں ان باتوں کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے سخت الفاظ میں اس کی تردید اور مذمت فرمائی ہے، عنقریب انہیں اپنی ان بہتان تراشیوں اور من گھڑت افسانوں کا جواب دینا پڑے گا اور اسکی سزا بھگتنی پڑے گی۔

١٣٩ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کے ایک اور مفروضے کو مسترد کیا گیا ہے، جس کے مطابق ان لوگوں نے یہ تقسیم کر رکھی تھی کہ فلاں جانور مردوں کیلئے حلال اور عورتوں کیلئے حرام ہے اور فلاں جانور مثلاً مردار دونوں ہی کھا سکتے ہیں، اللہ نے ایسی کوئی تقسیم نہیں رکھی جس میں حلال و حرام کیلئے صنفی امتیاز کو اہمیت دی گئی ہو، اگر کوئی چیز حلال ہے تو وہ مردوں اور عورتوں سب کیلئے حلال ہے اور اگر حرام ہے تو وہ بھی کسی قسم کے امتیاز کے بغیر حرام ہے۔

وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا

وَحَرَّمُوْا	مَا	رَزَقَهُمُ	اللّٰهُ	افْتِرَآءً	عَلَى	اللّٰهِ	قَدْ	ضَلُّوْا	وَمَا	كَانُوْا
اور انہوں نے حرام کردیا	وہ جو	رزق دیا انہیں	اللہ نے	گھڑنے کو	پر	اللہ کے	یقیناً	وہ گمراہ ہوگئے	اور نہ	ہوئے وہ

اور اللہ پر جھوٹی نسبت کرکے اللہ کے رزق کو حرام قرار دے دیا ، یقیناً وہ گمراہ ہو گئے اور وہ ہدایت یافتہ

مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ

مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾	وَ	هُوَ	الَّذِيْٓ	اَنْشَاَ	جَنّٰتٍ	مَّعْرُوْشٰتٍ	وَّ	غَيْرَ
ہدایت پانے والے	اور	وہ	وہی جس نے	پیدا کیے	باغات	چھتری دار	اور	بغیر

نہ ہوئے۔ ۱۴۰ اور اللہ وہی ہے، جس نے چھتری دار اور بغیر چھتری کے باغات

مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ

مَعْرُوْشٰتٍ	وَّ	النَّخْلَ	وَ	الزَّرْعَ	مُخْتَلِفًا	اُكُلُهٗ	وَ	الزَّيْتُوْنَ
چھتری کے	اور	کھجور کے درخت	اور	فصل	مختلف	اس کا ذائقہ	اور	زیتون

پیدا کیے، نیز کھجور کے درخت، مختلف ذائقوں کی فصلیں، زیتون

وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا

وَ	الرُّمَّانَ	مُتَشَابِهًا	وَّ	غَيْرَ	مُتَشَابِهٍ	كُلُوْا	مِنْ	ثَمَرِهٖٓ	اِذَآ	اَثْمَرَ	وَ	اٰتُوْا
اور	انار	ایک دوسرے سے ملتے جلتے	اور	علاوہ	ملتے جلتے کے	کھاؤ تم	سے	اس کا پھل	جب	وہ پھل لیکر آئے	اور	دو تم

اور انار پیدا کیے جن میں ایک دوسرے کے مشابہہ اور غیر مشابہہ دونوں موجود ہیں، جب وہ پھل لے آئیں تو تم اُن کا پھل کھاؤ اور کٹائی کے دن

حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

حَقَّهٗ	يَوْمَ	حَصَادِهٖ	وَ	لَا	تُسْرِفُوْا	اِنَّهٗ	لَا	يُحِبُّ	الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾
اس کا حق	دن	اس کی کٹائی کے	اور	مت	اسراف کرو	بیشک وہ	نہیں	پسند کرتا	اسراف کرنے والوں کو

اُس کا حق ادا کر دیا کرو، اور اِسراف نہ کیا کرو کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ۱۴۱

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا

وَمِنَ	الْاَنْعَامِ	حَمُوْلَةً	وَّ	فَرْشًا	كُلُوْا	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ	وَلَا	تَتَّبِعُوْا
اور سے	جانوروں کے	بوجھ اٹھانے والے	اور	زمین سے لگے ہوئے	کھاؤ تم	اس میں سے جو	رزق دیا تمہیں	اللہ نے	اور مت	پیروی کرو

اور جانوروں میں سے بھی کچھ بار برداری کے جانور رکھے اور کچھ زمین سے لگے ہوئے، تم اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کھاؤ اور شیطان کے

ع ۱۶/۱۱

۱۴۰ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے مذکورہ دونوں غلط رویوں کا تجزیہ کیا گیا ہے، ان کا پہلا غلط رویہ اپنی مرضی سے حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینا تھا اور اس میں اپنی مرضی سے درجہ بندی اور تقسیم کر لینا تھا اور دوسرا غلط رویہ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دینا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس پر تین نتیجے مرتب فرمائے ہیں، پہلا یہ کہ ان لوگوں نے اپنا نقصان اپنے ہاتھوں کیا، حلال چیزوں سے محروم رہے، اولاد کی نعمت سے محروم رہے اور اس کے وجود سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر سکے، اللہ کے اختیارات میں مداخلت کرنے کا گناہ اور وبال الگ رہا، دوسرا یہ کہ وہ گمراہ ہو گئے کیونکہ یہ کام گمراہ لوگ ہی کر سکتے ہیں، اور تیسرا نتیجہ بھی دوسرے کے ضمن میں ہی آ جاتا ہے کہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں ملی، کیونکہ ہدایت یافتہ لوگ نہ تو حق تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے اختیارات میں مداخلت کرتے ہیں۔

۱۴۱ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کر کے دو چیزوں کا حکم اور ایک چیز کی ممانعت کی گئی ہے، قدرت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس نے مختلف رنگوں اور ذائقے کے بہت سے پھل پیدا کیے ہیں جن میں سے بعض کی شکل ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے اور بعض کی نہیں، ایک ہی زمین اور ایک ہی پانی سے ایسی کاریگری پیش کرنا اللہ کے علاوہ کسی اور کی دسترس میں نہیں ہے، جن دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے، ان میں سے ایک پر عمل کرنا جائز اور دوسرے پر واجب ہے، جائز یہ ہے کہ انسان زمین سے حاصل ہونے والے پھلوں کو کھائے اور اس سے فرحت حاصل کرے، اس حکم پر عمل کرنا واجب اس لیے نہیں ہے کہ شریعت میں انسان کو پھل کھانے کا واجبات کی طرح پابند نہیں کیا گیا کہ اگر کوئی شخص پھل نہ کھائے تو وہ گناہ گار ہوگا اور جس حکم پر عمل کرنا واجب ہے، وہ یہ کہ جس دن پھل کاٹے اور اس کی پیداوار حاصل ہو، اس میں سے اللہ کا حق ادا کر دے، احادیث سے اس کی تفصیل یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر زمین بارانی ہو تو اس کا دسواں حصہ عشر کے طور پر اور اگر زمین چاہی ہو یعنی جسے خود پانی سے سیراب کرنا پڑتا ہو تو اس میں بیسواں حصہ نصف عشر کے طور پر واجب ہوگا اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ اسراف ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا، جہاں تک تعلق ہے لفظ اسراف کا تو عام طور پر اس سے فضول خرچی کا معنی مراد لیا جاتا ہے، یعنی جہاں دس روپے میں کام ہو سکتا ہو، وہاں سو روپے میں کام کروانا اسراف ہے، اس عاجز کے نزدیک ''اسراف'' کا لفظ عام ہے، اس سے صرف یہ معنی مراد نہیں ہے، بلکہ یہاں اسراف سے مراد ''مجاوزة الحد'' ہے، مطلب یہ کہ زندگی کے ہر شعبے میں انسان کیلئے جو حد متعین کی گئی ہے، اگر انسان اس سے آگے بڑھ جائے تو یہی اسراف ہے اور اگر طے شدہ اور مقررہ حدود میں رہے تو یہی اعتدال ہے، اسراف ناپسندیدہ ہے اور اعتدال پسندیدہ عمل ہے اور اللہ کے نیک بندے ہر معاملے میں اعتدال سے کام لیتے ہیں۔

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ

خُطُوٰتِ	الشَّيْطٰنِ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾	ثَمٰنِيَةَ	اَزْوَاجٍ
قدموں کی	شیطان کے	بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلم کھلا	آٹھ	قسمیں

نشاناتِ قدم کی پیروی نہ کرنا، کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (١٤٢) آٹھ قسم کے جانور ہیں،

مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ

مِنَ	الضَّاْنِ	اثْنَيْنِ	وَ	مِنَ	الْمَعْزِ	اثْنَيْنِ	قُلْ	ءٰۗالذَّكَرَيْنِ	حَرَّمَ	اَمِ
سے	بھیڑ کے	دو	اور	سے	بکری کے	دو	تُو کہہ	کیا دونوں نر	حرام کیے اس نے	یا

دو بھیڑ میں سے اور دو بکری میں سے، آپ فرما دیجئے کہ اللہ نے ان دونوں کے نر حرام کیے ہیں، یا

الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ

الْاُنْثَيَيْنِ	اَمَّا	اشْتَمَلَتْ	عَلَيْهِ	اَرْحَامُ	الْاُنْثَيَيْنِ	نَبِّئُوْنِيْ	بِعِلْمٍ
دونوں مادہ	یا وہ جو	شامل ہیں	اس پر	بہت سے رحم	مادہ جانوروں کے	تم مجھے بتاؤ	کسی علم سے

مادہ، یا جن پر مادہ جانوروں کے رحم مشتمل ہیں؟ مجھے علم کی روشنی میں بتاؤ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ

اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾	وَ	مِنَ	الْاِبِلِ	اثْنَيْنِ	وَ	مِنَ	الْبَقَرِ	اثْنَيْنِ	قُلْ
اگر	تم ہو	سچے	اور	سے	اونٹوں کے	دو	اور	سے	گائے کے	دو	تُو کہہ

اگر تم سچے ہو۔ (١٤٣) نیز دو اونٹ میں سے اور دو گائے میں سے، آپ فرما دیجئے

ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

ءٰۗالذَّكَرَيْنِ	حَرَّمَ	اَمِ	الْاُنْثَيَيْنِ	اَمَّا	اشْتَمَلَتْ	عَلَيْهِ	اَرْحَامُ
کیا دونوں نر	حرام کیے اس نے	یا	دونوں مادہ	یا وہ جو	شامل ہیں	ان پر	بہت سے رحم

کہ اللہ نے اِن دونوں کے نر حرام کیے ہیں، یا مادہ، یا جن پر مادہ جانوروں کے رحم

الْاُنْثَيَيْنِ ۭ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِھٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

الْاُنْثَيَيْنِ	اَمْ	كُنْتُمْ	شُهَدَاۗءَ	اِذْ	وَصّٰىكُمُ	اللّٰهُ	بِھٰذَا	فَمَنْ	اَظْلَمُ
مادہ جانوروں کے	کیا	تم تھے	حاضر رہنے والے	جب	تاکید کی تمہیں	اللہ نے	اس کی	تو کون	زیادہ بڑا ظالم

مشتمل ہیں؟ کیا تم اُس وقت موجود تھے جب اللہ نے تمہیں اس کی تاکید کی تھی؟ پھر اُس شخص سے بڑھ کر

(١٤٢) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت اور احسان کے طور پر دو قسم کے جانوروں کا ذکر فرمایا ہے، ان میں سے کچھ بار برداری کے کام آتے ہیں اور کچھ چھوٹے قد والے جانور ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرش سے لگے ہوئے ہیں، تمہیں اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے، اس شرط کے ساتھ کہ شیطان کی پیروی نہ کرو، حلال اور حرام کو خلط ملط نہ کرو، صرف حلال کو اختیار کرو اور حرام سے اجتناب کرو، شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ تمہیں حرام میں مبتلا کر کے اپنی دشمنی نکالنے کی کوشش کرے گا۔

(١٤٣) (١٤٤) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے جانوروں کا بطور نعمت و احسان کے ذکر فرمایا ہے، یہ چار جانور نر اور مادہ پر تقسیم ہو کر آٹھ ہو جاتے ہیں اس لیے آیت کے آغاز میں "ثمٰنیۃ ازواج" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، ان چار جانوروں سے مراد بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے ہیں، نر اور مادہ کی تقسیم کے ساتھ یہ کل آٹھ طرح کے جانور ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے حلال کیا ہے، جو لوگ ان میں سے کچھ کو حلال اور کچھ کو حرام قرار دیتے ہیں، =

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا	لِّيُضِلَّ	النَّاسَ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ	اِنَّ	اللّٰهَ
اس سے جو	گھڑے	پر	اللہ کے	جھوٹ	تاکہ گمراہ کرے	لوگوں کو	بغیر	علم کے	بیشک	اللہ

ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کرے، بیشک اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ

ع ۱۷ ۴

لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾	قُلْ	لَّآ	اَجِدُ	فِيْ	مَآ	اُوْحِيَ	اِلَيَّ
نہیں	ہدایت دیتا	ان لوگوں کو جو	ظلم کرنے والے	تُو کہہ	نہیں	میں پاتا	بیچ	وہ جو	وحی بھیجی گئی	میری طرف

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿۱۴۴﴾ (اے نبی! ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر جو وحی بھیجی گئی ہے، اس میں میں کسی کھانے والے پر

مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا

مُحَرَّمًا	عَلٰى	طَاعِمٍ	يَّطْعَمُهٗۤ	اِلَّآ	اَنْ	يَّكُوْنَ	مَيْتَةً	اَوْ دَمًا
حرام کیا گیا	پر	کسی کھانے والے کے	کھاتا ہو وہ اسے	سوائے	یہ کہ	ہو وہ	مردار	یا خون

کوئی چیز کھانا حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا

مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ

مَّسْفُوْحًا	اَوْ	لَحْمَ	خِنْزِيْرٍ	فَاِنَّهٗ	رِجْسٌ	اَوْ	فِسْقًا	اُهِلَّ	لِغَيْرِ	اللّٰهِ
بہتا ہوا	یا	گوشت	خنزیر کا	تو بیشک وہ	ناپاک	یا	ذبیحہ ناجائز	نام لیا گیا ہو	علاوہ کا	اللہ کے

خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے، یا ناجائز ذبیحہ ہو جس پر غیر اللہ کا نام

بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

بِهٖ	فَمَنِ	اضْطُرَّ	غَيْرَ	بَاغٍ	وَّ	لَا	عَادٍ	فَاِنَّ	رَبَّكَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾
ساتھ اس کے	تو جو کوئی	مجبور ہو جائے	نہ	سرکشی کرنے والا	اور	نہ	حد سے تجاوز کرنے والا	تو بیشک	تیرا رب	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

لیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور ہو جائے "جبکہ سرکشی کرے اور نہ ہی حد سے تجاوز" تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿۱۴۵﴾

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ

وَ	عَلَى	الَّذِيْنَ	هَادُوْا	حَرَّمْنَا	كُلَّ	ذِيْ ظُفُرٍ	وَ	مِنَ	الْبَقَرِ	وَ	الْغَنَمِ
اور	پر	وہ لوگ جو	یہودی ہوئے	ہم نے حرام کر دیا	ہر	ناخن والا جانور	اور	سے	گائے کے	اور	بکری کے

اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا، نیز گائے اور بکری کی

= ان سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ ان میں سے نر جانور حرام ہیں یا مادہ یا وہ جانور جو اپنی ماں کے رحم میں ہیں؟ اس سوال کا جواب انہیں علم اور دلیل کی روشنی میں دینا چاہیے، یا ان کے پاس دلیل کے طور پر مشاہدہ ہونا چاہیے جس کی صورت یہ ہو کہ اللہ نے جس وقت یہ حکم نازل فرمایا تھا، اس وقت وہ وہیں موجود تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں اس کی تاکید کی تھی ظاہر ہے کہ وہ اپنے مفروضات پر کوئی بھی دلیل قائم نہیں کر سکتے، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو گا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت کر کے لوگوں کو گمراہ کرتا رہے اور جب اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اسے پورا نہ کر سکے، بیشک ایسے لوگ ظالم ہیں اور ظالموں کو ہدایت یافتہ نہیں کہا جا سکتا۔

﴿۱۴۵﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے خیالات اور فاسد توہمات کے برخلاف اعلان کیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں جن چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا اور اس کیلئے بہت سے مفروضے قائم کر رکھے تھے، جن کا گزشتہ اور اس سے پیوستہ رکوع میں بھی حوالہ دیا گیا ہے، مجھ پر نازل ہونے والی وحی میں تو ان چیزوں کو حرام قرار نہیں دیا گیا، البتہ اس کے علاوہ چند دوسری چیزوں کو حرام کیا گیا ہے لیکن یہ لوگ انہیں حرام نہیں سمجھتے، حالانکہ اصل حرمت تو ان چیزوں میں ہے، یاد رہے کہ یہاں تمام محرمات کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، بلکہ صرف چند چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اس سے پہلے سورۂ بقرہ اور سورۂ مائدہ میں بھی بیان ہو چکی ہیں، اور یہاں بھی بوقت ضرورت، بقدر ضرورت اضطراری حالت کا استثناء کیا گیا ہے جیسا کہ گزشتہ سورتوں میں بھی یہ استثناء موجود ہے، نیز اس آیت میں جن چار چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، مذکورہ سورتوں میں ان پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ

حَرَّمْنَا	عَلَيْهِمْ	شُحُوْمَهُمَآ	اِلَّا	مَا	حَمَلَتْ	ظُهُوْرُهُمَآ
ہم نے حرام کردی	ان پر	ان دونوں کی چربی	مگر	وہ جو	اٹھائے ہوئے	ان دونوں کی پشت

چربی بھی ہم نے اُن پر حرام کر دی تھی، سوائے اُس چربی کے جو پشت

اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا

اَوِ	الْحَوَايَآ	اَوْ	مَا	اخْتَلَطَ	بِعَظْمٍ ؕ	ذٰلِكَ	جَزَيْنٰهُمْ	بِبَغْيِهِمْ ۖ	وَ	اِنَّا
یا	انتڑیاں	یا	وہ جو	ملی ہوئی ہو	ہڈی کے ساتھ	وہ	ہم نے انہیں سزا دی	ان کی سرکشی کی وجہ سے	اور	بیشک ہم

یا انتڑیوں پر لگی ہوئی ہو، یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی سزا دی تھی، اور بیشک ہم

لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ

لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾	فَاِنْ	كَذَّبُوْكَ	فَقُلْ	رَّبُّكُمْ	ذُوْ رَحْمَةٍ	وَّاسِعَةٍ ۚ
البتہ سچے	سو اگر	وہ جھٹلائیں تجھے	تو تو کہہ	تمہارا رب	رحمت والا	کشادگی والی

سچے ہیں۔ ۱۴۶ سو اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی کشادہ رحمت والا ہے،

وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

وَ	لَا	يُرَدُّ	بَاْسُهٗ	عَنِ	الْقَوْمِ	الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾	سَيَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	اَشْرَكُوْا
اور	نہ	ٹالا جائیگا	اس کا عذاب	سے	ان لوگوں کے جو	جرم کرنے والے	عنقریب کہیں گے	وہ لوگ	شرک کیا انہوں نے

اور اُس کا عذاب مجرم قوم سے ٹالا نہ جائے گا۔ ۱۴۷ عنقریب شرک کرنے والے لوگ کہیں گے

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ

لَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	مَآ	اَشْرَكْنَا	وَ	لَآ	اٰبَآؤُنَا	وَ	لَا	حَرَّمْنَا	مِنْ شَيْءٍ ؕ
اگر	چاہتا	اللہ	نہ	شرک کرتے ہم	اور	نہ	ہمارے باپ	اور	نہ	حرام کرتے ہم	سے کوئی چیز

کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد کبھی شرک نہ کرتے اور نہ ہی کسی چیز کو حرام قرار دیتے،

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ

كَذٰلِكَ	كَذَّبَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	حَتّٰى	ذَاقُوْا	بَاْسَنَا ؕ	قُلْ	هَلْ
اسی طرح	جھٹلایا	وہ لوگ جو	سے	ان کے پہلے	یہاں تک کہ	انہوں نے چکھ لیا مزہ	ہماری سزا کا	تو کہہ	کیا

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا، (اے نبی! ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ کیا

۱۴۶ اس آیت مبارکہ میں ان چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جو یہودیوں پر ان کی شرارت اور سرکشی کی وجہ سے حرام قرار دی گئی تھیں، ابتداء سے ہی وہ چیزیں حرام نہ تھیں جیسا کہ یہودی غلط دعویٰ کرتے ہیں، چنانچہ یہودیوں پر ہر وہ ناخن والا جانور حرام کر دیا گیا تھا جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں جیسے اونٹ اور شتر مرغ وغیرہ، اسی طرح ان پر گائے اور بکری کی چربی کو حرام کر دیا گیا تھا، چنانچہ وہ اسے پگھلا کر بھی استعمال کرنے کے مجاز نہ تھے، البتہ صرف اتنی اجازت تھی کہ اگر گائے یا بکری کی پشت پر یا انتڑیوں پر یا ہڈی کے ساتھ چربی لگی رہ گئی ہو تو وہ اسے استعمال کر سکتے ہیں، لیکن اس آخری امت کیلئے ان چیزوں کی حرمت ختم کر دی گئی ہے۔

۱۴۷ اس آیت مبارکہ میں پیغمبر ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کو پیغام دیا گیا ہے کہ تمہارا رب نہایت مہربان اور رحم والا ہے، اگر تم اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگ لو تو وہ اپنی رحمت کے دامن میں تمہیں سمیٹ لے گا، یہ اس کی مہربانی ہی ہے کہ اب تک اس نے ڈھیل دے رکھی ہے، ورنہ اگر وہ پکڑنے پر آ جائے تو اس کی گرفت اور سزا سے بچنا یا اسے ٹال دینا ممکن نہیں ہے۔

عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ

عِندَكُم	مِّنْ	عِلْمٍ	فَتُخْرِجُوهُ	لَنَا	إِن	تَتَّبِعُونَ	إِلَّا	الظَّنَّ	وَ	إِنْ
تمہارے پاس	سے	کوئی علم	سوتم اسے نکالو	ہمارے لئے	نہیں	تم پیروی کرتے	مگر	گمان کی	اور	نہیں

تمہارے پاس کوئی علم ہے کہ اسے ہمارے سامنے نکال کر رکھ سکو؟ تم لوگ تو محض گمان کی پیروی کر رہے ہو اور

أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ

أَنتُمْ	إِلَّا	تَخْرُصُونَ ﴿١٤٨﴾	قُلْ	فَلِلَّهِ	الْحُجَّةُ	الْبَالِغَةُ	فَلَوْ	شَاءَ
تم	مگر	اندازہ لگا رہے ہو	تُو کہہ	تو اللہ ہی کیلئے	دلیل	پوری	سو اگر	وہ چاہتا

تم تو صرف اندازے ہی لگا رہے ہو۔ ۱۴۹ (اے نبی! ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کی حجت پوری ہے، اگر وہ چاہتا

لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ

لَهَدَاكُمْ	أَجْمَعِينَ ﴿١٤٩﴾	قُلْ	هَلُمَّ	شُهَدَاءَكُمُ	الَّذِينَ	يَشْهَدُونَ	أَنَّ
البتہ تمہیں ہدایت دیدیتا	سب کو	تُو کہہ	آؤ لیکر	اپنے گواہوں کو	وہ جو	گواہی دیتے ہیں	یہ کہ بیشک

تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ ۱۵۰ آپ فرما دیجئے کہ تم اپنے گواہ لے آؤ جو اس بات کی گواہی دیں کہ

اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ

اللَّهَ	حَرَّمَ	هَٰذَا	فَإِن	شَهِدُوا	فَلَا	تَشْهَدْ	مَعَهُمْ	وَ	لَا	تَتَّبِعْ	أَهْوَاءَ
اللہ نے	حرام کیا	یہ	سو اگر	وہ گواہی دیں	تو نہ	گواہی دے تو	ان کے ساتھ	اور	مت	پیروی کر	خواہشات کی

اللہ نے یہ چیز حرام کی ہے، اگر وہ گواہی دے بھی دیں تو آپ اُن کا اعتبار نہ کریں، اور اُن لوگوں کی خواہشات کے پیچھے

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُم بِرَبِّهِمْ

الَّذِينَ	كَذَّبُوا	بِآيَاتِنَا	وَ	الَّذِينَ	لَا	يُؤْمِنُونَ	بِالْآخِرَةِ	وَ	هُم	بِرَبِّهِمْ
ان لوگوں کی	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	اور	جو لوگ	نہیں	ایمان لاتے	آخرت پر	اور	وہ	اپنے رب کے ساتھ

نہ چلیں جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی، جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو

يَعْدِلُونَ ﴿١٥٠﴾ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ

يَعْدِلُونَ ﴿١٥٠﴾	قُلْ	تَعَالَوْا	أَتْلُ	مَا	حَرَّمَ	رَبُّكُمْ	عَلَيْكُمْ	أَلَّا	تُشْرِكُوا	بِهِ
برابر کرتے ہیں	تُو کہہ	آؤ تم سب	میں تلاوت کروں	وہ جو	حرام کیا	تمہارے رب نے	تم پر	یہ کہ نہ	شریک ٹھہراؤ تم	اس کے ساتھ

برابر کرتے ہیں۔ ۱۵۱ آپ فرما دیجئے کہ آؤ! میں تمہارے سامنے وہ چیزیں تلاوت کرتا ہوں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کی ہیں، یہ کہ تم اُس کے ساتھ کسی کو

ع ١٨ ٦ ٥

۱۴۸ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کا ایک استدلال اور اس کا جواب دیا گیا ہے، مشرکین اپنے شرک اور بت پرستی کے جواز اور صحت پر یہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہمیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو شرک کرنے سے روک دیتا، ہم جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں، وہ ہمیں ایسا کرنے ہی نہ دیتا، اسے تو ہر چیز پر قدرت ہے، وہ ہمیں روک سکتا ہے، لیکن اگر اس نے ہمیں نہیں روکا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرائیں اور حلال وحرام میں اپنی مرضی سے کام لیں، یہ استدلال ہر زمانے کے مشرکین کرتے رہے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی اس دلیل کی کوئی اہمیت اور وقعت نہیں ہے، اسی لیے آگے فرمایا ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو اسے نکال کر ہمارے پاس لیکر آؤ، یہ تو صرف اندازے ہیں اور اندازوں اور گمان کا علم سے کوئی مقابلہ نہیں بنتا، مشرکین کے اس استدلال کو اہمیت نہ دیئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غلط کام میں ملوث ہو اور حاکم اس کی گرفت نہ کرے تو یہ حاکم کی رضا مندی کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اس سے راضی اور خوش ہے، ممکن ہے کہ وہ اسے ڈھیل دینا چاہتا ہو اور اس مہلت کے ذریعے اسے اپنی غلطی سے رجوع کرنے، توبہ کرنے اور حق کی طرف لوٹ آنے کا ایک موقع دینا چاہتا ہو، رہی یہ بات کہ اگر اللہ چاہتا تو دنیا میں کوئی بھی انسان شرک نہ کرتا تو ہم اس کا تجزیہ اس طرح کر سکتے ہیں کہ انسان کے حوالے سے تین صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو نیک، صالح اور متقی بنا دیتا، دنیا میں کفر و شرک تو دور کی بات، گناہ کا وجود بھی نہ ہوتا، دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو گناہ گار، فاسق و فاجر اور کافر و مشرک بنا دیتا اور دنیا میں ایمان و تقویٰ اور عمل صالح کا نام و نشان بھی نہ ہوتا، تیسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو نیکی اور بدی، ہدایت اور گمراہی، ایمان اور کفر میں سے کسی ایک کے انتخاب کی صلاحیت اور اختیار دے دیتا اور انسان اپنے اختیار سے ان میں سے کسی ایک راہ کا انتخاب کر لیتا اور دنیا میں خیر اور شر کے دونوں پہلو برابر کندھا ملا کر چلنے لگتے، ان میں سے اگر پہلی صورت کو ترجیح دی جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ پھر انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی، یہ صلاحیت اور صفت تو فرشتوں میں کامل طور پر موجود ہے۔ اگر دوسری صفت کو ترجیح دی جائے تو پھر بھی یہی سوال پیدا ہوگا کہ یہ سارا کام تو شیاطین کر رہے تھے، پھر انسان کو پیدا کرنے کی ضرورت تھی، اس لیے عقل تسلیم کرتی ہے کہ ان میں سے تیسری صورت ہی راجح ہے اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے ترجیح دی ہے۔ چنانچہ ’’فالهمها فجورها وتقوىها‘‘ میں اسی طرف اشارہ ہے، اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ایمان اور کفر میں سے کسی ایک کا انتخاب انسان کی مرضی پر نہ چھوڑتا، بلکہ اسے زبردستی مسلمان یا کافر بنا دیتا تو اس کے مسلمان ہونے میں اس کا کیا کمال ہوتا، اس کے کافر ہونے میں اس کا کون سا عیب ہوتا؟ پھر جزا اور سزا کا سارا عمل بے مقصد اور بے فائدہ ٹھہرتا، اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ اس طرح انسان مجبور ہو جاتا اور اس کی مثال اینٹ پتھر کی سی ہوتی جو بالکل بے بس اور لاچار ہے، جو شخص اس پر جو تصرف کرنا چاہتا ہے، کر لیتا ہے اور وہ اس پر کوئی احتجاج یا اعتراض نہیں کر سکتا، اس کا چوتھا پہلو یہ ہے کہ مجبور ہونے کی صورت میں اس کے حقوق کا باب بالکل خالی رہتا اور اس سلسلے کی تمام تعلیمات معطل یا ختم ہو کر رہ جاتیں، اس کا پانچواں پہلو یہ ہے کہ اگر دنیا میں برائی نہ ہوتی تو انسان کس عمل پر توبہ کرتا؟ اسے توبہ کی لذت کیسے نصیب ہوتی؟ حق تعالیٰ کے غفار اور ستار ہونے کی شان کیسے ظاہر ہوتی؟ اور اگر دنیا میں نیکی نہ ہوتی تو حق تعالیٰ کی قدردانی کی صفت کیسے ظاہر ہوتی؟ دنیا کو کیسے معلوم ہوتا کہ وہ ایک نیکی پر دس گنا، سو گنا اور سات سو گنا ثواب عطا فرماتا ہے؟ انسان کو اس سے مناجات کی لذت کیونکر نصیب ہوتی؟ انسان کو خوف اور شوق کی کیفیت کیسے نصیب =

شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ

شَيْـًٔا	وَ	بِالْوَالِدَيْنِ	اِحْسَانًا ۚ	وَ	لَا	تَقْتُلُوْٓا	اَوْلَادَكُمْ	مِّنْ	اِمْلَاقٍ ؕ
کسی چیز کو	اور	ساتھ والدین کے	حسن سلوک کرنا	اور	مت	قتل کرو تم	اپنی اولاد کو	سے	تنگدستی کے

شریک نہ ٹھہراؤ، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کرو،

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا

نَحْنُ	نَرْزُقُكُمْ	وَاِيَّاهُمْ ۚ	وَ	لَا	تَقْرَبُوا	الْفَوَاحِشَ	مَا	ظَهَرَ	مِنْهَا
ہم	تمہیں رزق دیتے ہیں	اور انہیں بھی	اور	مت	قریب جاؤ	بے حیائی کے کاموں کے	وہ جو	ظاہر ہو	انہیں سے

ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی، اور تم ظاہری یا باطنی بے حیائی کے قریب بھی

وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ

وَ	مَا	بَطَنَ ۚ	وَ	لَا	تَقْتُلُوا	النَّفْسَ	الَّتِيْ	حَرَّمَ	اللّٰهُ	اِلَّا	بِالْحَقِّ ؕ	ذٰلِكُمْ
اور	وہ جو	پوشیدہ ہو	اور	مت	قتل کرو تم	وہ نفس	جسے	حرام کیا ہو	اللہ نے	مگر	ساتھ حق کے	تمہاری یہ حالت

نہ جاؤ، اور کسی ایسے نفس کو قتل نہ کرو جسے قتل کرنا اللہ نے حرام کر رکھا ہو، سوائے اس کے کہ وہ برحق ہو، اللہ نے

وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ

وَصّٰىكُمْ	بِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾	وَ	لَا	تَقْرَبُوْا	مَالَ	الْيَتِيْمِ	اِلَّا	بِالَّتِيْ
تاکید کی ہے تمہیں اس نے	اس کی	تاکہ تم	سمجھو	اور	مت	قریب جاؤ	مال کے	یتیم کے	مگر	ساتھ اس کے جو

تمہیں اسی کی تاکید کی ہے تاکہ تم سمجھو۔ ﴿۱۵۱﴾ اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اُس طرح جو

هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ

هِيَ	اَحْسَنُ	حَتّٰى	يَبْلُغَ	اَشُدَّهٗ ۚ	وَ	اَوْفُوا	الْكَيْلَ	وَ	الْمِيْزَانَ
وہ	زیادہ عمدہ	یہاں تک کہ	وہ پہنچ جائے	اپنی جوانی کو	اور	پورا کیا کرو	ماپ کو	اور	وزن کو

زیادہ عمدہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، اور تم ناپ تول انصاف کے ساتھ

بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ

بِالْقِسْطِ ۚ	لَا	نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا ۚ	وَ	اِذَا	قُلْتُمْ	فَاعْدِلُوْا	وَلَوْ	كَانَ
ساتھ انصاف کے	نہیں	ہم پابند کرتے	کسی نفس کو	مگر	اس کی ہمت کا	اور	جب	تم کہو	تو انصاف کرو	اگرچہ	ہو وہ

پورا کیا کرو، ہم کسی بھی نفس کو اُس کی طاقت سے بڑھ کر پابند نہیں بناتے، جب تم بات کہو تو انصاف کی بات کیا کرو اگرچہ

= ہوتی؟ یہ تمام پہلو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے جس صورت کو ترجیح دی ہے، وہی سب سے زیادہ موزوں اور مؤثر ہے اور مشرکین کا استدلال بے اصل اور بے وزن ہے۔

۱۴۹ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی حجت کو کامل اور مکمل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ گزشتہ آیت میں مشرکین کے استدلال کا کمزور اور غلط ہونا واضح ہو چکا ہے، لہٰذا مضبوط دلیل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قائم فرمائی ہے، جہاں تک تعلق ہے اس کی مشیت کا تو وہ بھی کامل ہے اور اس کی مشیت اور چاہت کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

۱۵۰ اس آیت مبارکہ میں مشرکین سے گواہوں کا مطالبہ کیا گیا ہے جو اس بات کی گواہی دیں کہ وہ لوگ جن چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، وہ بے بنیاد نہیں ہے، بلکہ خود اللہ نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، اب یہاں دو صورتیں ہیں یا تو مشرکین اس سلسلے میں کوئی گواہ پیش کریں گے یا نہیں، اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو ان کا دعویٰ غلط ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ دعویٰ بغیر دلیل کے معتبر نہیں ہوتا اور اگر وہ گواہ پیش کر دیں تو یقیناً وہ کرائے کے، جھوٹے گواہ ہوں گے اس لیے کہ گواہی وہ معتبر ہوتی ہے جو چشم دید ہو اور اللہ نے جس وقت فیصلہ کیا، اس وقت اللہ نے انہیں گواہ نہیں بنایا تھا اور نہ ہی یہ لوگ وہاں موجود تھے اور نہ ہی ان کا یہ مقام و مرتبہ ہے کہ اللہ انہیں اپنے فیصلوں کا گواہ بنا لیتا، اس لیے آپ ان کی گواہی کا اعتبار نہ کریں اور ان کی خواہشات کو مسترد کر دیں کیونکہ یہ لوگ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں، آخرت پر ان کا ایمان بالکل نہیں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ حق تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

۱۵۱ اس آیت مبارکہ میں ان محرمات کا بیان کیا گیا ہے جنہیں کبھی بھی، کسی رنگ میں، کسی قوم کیلئے حلال نہیں کیا گیا، یہ چیزیں ہمیشہ حرام رہیں، مشرکین کا معاملہ عجیب ہے کہ وہ ان محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں اور انہیں حرام نہیں سمجھتے، البتہ اپنی مرضی سے حلال چیزوں کو حرام سمجھ لیتے ہیں، سب سے پہلی چیز شرک ہے، جسے اللہ نے کسی زمانے میں بھی جائز اور حلال قرار نہیں دیا، یہ ہر زمانے میں حرام رہا ہے، لیکن مشرکین اپنی اس برائی میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں، دوسری چیز والدین کی نافرمانی ہے کہ وہ ہر زمانے میں حرام رہی ہے، تیسری چیز تنگدستی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا ہے، حالانکہ انسان اس کا رازق نہیں ہے، رازق تو رب العالمین ہے جو والدین اور اولاد دونوں کو رزق عطا فرماتا ہے۔ لیکن انسان کس قدر نادان ہے، اپنی اولاد کو یہ سوچ کر اپنے ہی ہاتھوں مار ڈالتا ہے کہ میرے پاس تو اپنے کھانے کیلئے کچھ نہیں ہے، اسے کہاں سے کھلاؤں پلاؤں گا؟ چوتھی چیز بے حیائی کے وہ تمام کام ہیں جن کا تعلق ظاہر اور باطن دونوں یا ان میں سے کسی کے ساتھ ہو، اللہ نے کسی زمانے میں بھی انہیں حلال قرار نہیں دیا، پانچویں چیز کسی کو ناحق قتل کرنا ہے کہ یہ بھی ہر زمانے میں حرام رہا ہے، لیکن مشرکین معمولی معمولی باتوں پر لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کر لیتے ہیں، حالانکہ کسی شخص کو قتل کرنے کی صرف تین وجہیں شریعت میں معتبر ہیں، پہلی یہ کہ قصاصاً قتل کیا جائے، دوسری یہ کہ کوئی شخص دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو گیا ہو اور تیسری یہ کہ کسی شخص نے شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کا ارتکاب کیا ہو۔

ذَا قُرْبٰى ج وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

ذَا قُرْبٰى ج	وَبِعَهْدِ	اللّٰهِ	اَوْفُوْا ط	ذٰلِكُمْ	وَصّٰكُمْ	بِهٖ	لَعَلَّكُمْ
قرابت دار	اور عہد کو	اللہ کے	پورا کرو	تمہاری یہ حالت	تاکید کی ہے اس نے تمہیں	اس کی	تاکہ تم

قریبی رشتہ دار ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کیا کرو، اللہ نے تمہیں اسی کی تاکید کی ہے تاکہ تم

تَذَكَّرُوْنَ ۝١٥٢ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا

تَذَكَّرُوْنَ ۝	وَ	اَنَّ	هٰذَا	صِرَاطِيْ	مُسْتَقِيْمًا	فَاتَّبِعُوْهُ ج	وَلَا	تَتَّبِعُوا
نصیحت حاصل کرو	اور	یہ کہ بیشک	یہ	میرا راستہ	سیدھا	تو تم اس کی پیروی کرو	اور مت	پیروی کرو

نصیحت حاصل کرو۔ ۱۵۳ اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اسی کی پیروی کرو، دوسرے راستوں پر

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

السُّبُلَ	فَتَفَرَّقَ	بِكُمْ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ ط	ذٰلِكُمْ	وَصّٰكُمْ	بِهٖ	لَعَلَّكُمْ
بہت سے راستوں کی	کہ وہ جدا کردے گا	تمہیں	سے	اس کے راستے	تمہاری یہ حالت	تاکید کی ہے اس نے تمہیں	اس کی	تاکہ تم

مت چلو، ورنہ وہ تمہیں اُس کے راستے سے جدا کر دیں گے، اللہ نے تمہیں اسی کی تاکید کی ہے تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ۝١٥٣ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ

تَتَّقُوْنَ ۝	ثُمَّ	اٰتَيْنَا	مُوْسٰى	الْكِتٰبَ	تَمَامًا	عَلَى	الَّذِيْٓ	اَحْسَنَ
ڈرتے رہو	پھر	ہم نے دی	موسیٰ کو	کتاب	پوری کرنے کو	پر	وہ جو	نیکی کرے

متقی بن جاؤ۔ ۱۵۴ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تاکہ نیکی کرنے والوں پر نعمت پوری ہو جائے،

وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ

وَ	تَفْصِيْلًا	لِّكُلِّ	شَيْءٍ	وَّ	هُدًى	وَّ	رَحْمَةً	لَّعَلَّهُمْ	بِلِقَآءِ	رَبِّهِمْ
اور	تفصیل کرنے کو	ہر	چیز کی	اور	باعث ہدایت	اور	باعث رحمت	تاکہ وہ	ملاقات کی	اپنے رب کی

ہر چیز کی تفصیل ہو جائے اور باعثِ ہدایت و رحمت بن جائے تاکہ وہ اپنے رب سے ملنے پر

يُؤْمِنُوْنَ ۝١٥٤ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ

يُؤْمِنُوْنَ ۝	وَهٰذَا	كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	مُبٰرَكٌ	فَاتَّبِعُوْهُ	وَ	اتَّقُوْا	لَعَلَّكُمْ
ایمان لے آئیں	اور یہ	ایک کتاب	نازل کی ہم نے	بابرکت	تو تم اس کی اتباع کرو	اور	ڈرو تم	تاکہ

ایمان لے آئیں۔ ۱۵۵ اور یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے، سو تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو، تاکہ تم پر

ع ۱۹ ۴ ۶

۱۵۲ اس آیت مبارکہ میں چند مکارم اخلاق کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے پہلی چیز کسی یتیم کے مال میں ناجائز تصرف سے اپنے آپ کو روکنا ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ یتیم کا سارا مال ہڑپ کر جاتے تھے اور جاہلیت جدیدہ میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے، شریعت کی یہ تعلیم نہیں ہے، دوسری چیز ناپ تول میں کمی بیشی سے بچنا ہے، جب انسان قیمت پوری وصول کرتا ہے تو اسے سودا بھی پورا دینا چاہیے، تیسری چیز حق بات کہنا ہے خواہ وہ اپنی ذات یا اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے خلاف ہی ہو، چوتھی چیز عہد و پیمان کو پورا کرنا ہے، خاص طور پر وہ وعدے جن میں اللہ کا نام لیکر انہیں پختہ کیا گیا ہو، درمیان میں ایک جملہ بڑھایا گیا ہے کہ ہم کسی شخص کو اس کی ہمت سے بڑھ کر مکلف اور پابند نہیں بناتے اس کا منشا یہ ہے کہ جن چیزوں سے تمہیں روکا گیا ہے، یا جن مکارم اخلاق کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، ان پر عمل کرنا تمہارے لیے مشکل نہیں ہے، معمولی ہمت اور توجہ سے یہ سارے کام بآسانی سرانجام دیئے جا سکتے ہیں، چونکہ انسان کو ہم نے پیدا کیا ہے، اس لیے ہمیں بخوبی اندازہ ہے کہ وہ کتنا بوجھ اٹھا سکتا ہے اور کہاں پہنچ کر اس کی ہمت جواب دے سکتی ہے، سو اس کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے۔

۱۵۳ اس آیت مبارکہ میں لفظ "ھذا" سے ان مکارم اخلاق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو گزشتہ دو آیتوں میں بیان ہوئے ہیں اور ان کیلئے "صراط مستقیم" کا اطلاق کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ صراط مستقیم صرف چند عبادات کے مجموعے کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کا دائرہ خاصا وسیع اور زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہے، اس کے دائیں بائیں اور بہت سے راستے ہیں جو شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے کیلئے بنا رکھے ہیں، جو شخص ان میں سے کسی ایک راستے پر چل پڑا، وہ بھٹک کر گمراہ ہو گیا اور منزل مقصود تک پہنچنے میں ناکام رہ گیا، نبی اکرم ﷺ نے متعدد مرتبہ مثالوں کے ذریعے یہ بات لوگوں کو ذہن نشین کروائی تاکہ لوگ شیطانی چالوں کو سمجھ سکیں اور اس کے بہکاوے میں آ کر صراط مستقیم کو چھوڑ نہ دیں۔

۱۵۴ اس آیت مبارکہ میں تورات کے نزول کا ذکر کر کے اس کا تعارف کروایا گیا ہے کہ گزشتہ آیات میں جن تعلیمات کا ذکر ہوا ہے، ان کی مزید تشریح و تفصیل اور تکمیل کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی گئی تاکہ نیک لوگوں پر اتمام نعمت ہو جائے اور ہدایت پر مبنی دستور لوگوں کے حوالے کر دیا جائے جو ان کیلئے باعثِ رحمت بنے اور حق تعالیٰ سے ملاقات کے وقت انہیں کسی قسم کی شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

تُرْحَمُوْنَ ۝١٥٥ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ

تُرْحَمُوْنَ ۝١٥٥	رحم کیے جاؤ
اَنْ	یہ کہ
تَقُوْلُوْٓا	تم کہنے لگو
اِنَّمَآ	وہ تو صرف
اُنْزِلَ	نازل کی گئی
الْكِتٰبُ	کتاب
عَلٰى	پر
طَآئِفَتَيْنِ	دو گروہوں کے
مِنْ	سے

رحم کیا جائے۔ ۝١٥٥ کہیں تم یہ کہنے لگو کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے دو گروہوں پر نازل

قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝١٥٦ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ

قَبْلِنَا	ہمارے پہلے
وَ	اور
اِنْ	یہ کہ
كُنَّا	تھے ہم
عَنْ	سے
دِرَاسَتِهِمْ	اس کے درس وتدریس کے
لَغٰفِلِيْنَ ۝١٥٦	البتہ بے خبر
اَوْ	یا
تَقُوْلُوْا	تم یہ کہنے لگو
لَوْ	اگر
اَنَّآ	یہ کہ ہم
اُنْزِلَ	نازل کی جاتی

ہوئی تھی، اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے۔ ۝١٥٦ یا یہ کہنے لگو کہ اگر ہم پر کتاب

عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

عَلَيْنَا	ہم پر
الْكِتٰبُ	کتاب
لَكُنَّآ	البتہ ہم ہوتے
اَهْدٰى	زیادہ ہدایت والے
مِنْهُمْ	ان سے
فَقَدْ	سو یقیناً
جَآءَكُمْ	آچکی تمہارے پاس
بَيِّنَةٌ	واضح دلیل
مِّنْ	سے
رَّبِّكُمْ	تمہارے رب کے

اتری ہوتی تو ہم اُن سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل، ہدایت

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ

وَهُدًى	اور ہدایت
وَّ	اور
رَحْمَةٌ	رحمت
فَمَنْ	سو کون
اَظْلَمُ	زیادہ بڑا ظالم
مِمَّنْ	اس سے جو
كَذَّبَ	جھٹلایا اس نے
بِاٰيٰتِ	آیتوں کو
اللّٰهِ	اللہ کی
وَصَدَفَ	اور منہ موڑا اس نے

اور رحمت آچکی ہے، پھر اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے

عَنْهَا ۭ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا

عَنْهَا	ان سے
سَنَجْزِى	عنقریب ہم بدلہ دیں گے
الَّذِيْنَ	ان لوگوں کو جو
يَصْدِفُوْنَ	منہ موڑتے ہیں
عَنْ	سے
اٰيٰتِنَا	ہماری آیتوں کے
سُوْٓءَ	بدترین
الْعَذَابِ	عذاب
بِمَا	اس وجہ سے جو

اعراض کرے، جو لوگ ہماری آیتوں سے اعراض کر رہے ہیں، عنقریب ہم انہیں اُن کے اعراض کی وجہ سے بدترین

كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝١٥٧ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

كَانُوْا	وہ تھے
يَصْدِفُوْنَ ۝١٥٧	منہ موڑتے
هَلْ	کیا
يَنْظُرُوْنَ	وہ انتظار کر رہے ہیں
اِلَّآ	سوائے
اَنْ	یہ کہ
تَاْتِيَهُمُ	آجائیں ان کے پاس
الْمَلٰٓئِكَةُ	فرشتے

عذاب کا بدلہ دیں گے۔ ۝١٥٧ کیا وہ اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُن کے پاس فرشتے آجائیں،

۝١٥٥ ۝١٥٧ ان آیتوں میں قرآن کریم کے نزول کا ذکر کر کے اس کا تعارف کروایا گیا ہے کہ تورات جن تعلیمات کی تشریح وتفصیل اور تکمیل کیلئے نازل کی گئی تھی، یہودیوں کی تحریف اور ترمیم سے اس کی اصلی شکل وصورت لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے، اس لیے ایک کتاب کی ضرورت ہے جو انسانوں کی بجائے خود اللہ تعالیٰ کی مضبوط حفاظت میں ہو، جو ترمیم وتحریف سے محفوظ ہو، جو تمام مکارم اخلاق اور پاکیزہ تعلیمات کیلئے جامع ہو، خواہ ان کا ذکر سابقہ آسمانی کتابوں اور تعلیمات میں موجود ہو یا نہ ہو، اس مقصد کیلئے ہم نے قرآن کریم نازل کیا ہے جو کہ ایک بابرکت کتاب ہے، اسے نازل کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اہل عرب پر خصوصاً اور ساری دنیا پر عموماً اتمام حجت ہو جائے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم پر تو کوئی کتاب نہیں اتری تھی ہم سے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں دونوں گروہوں کو کتاب، شریعت اور وحی پر مبنی تعلیمات دی گئی تھیں، چونکہ وہ کتابیں ہماری زبان میں نہ تھیں اس لیے ہمارے یہاں ان کی درس وتدریس اور ترویج نہ تھی، ہماری زبان میں ان کے ترجمے کیلئے مطلوبہ وسائل نہیں تھے، انفرادی طور پر چند کوششیں ضرور ہوئیں لیکن وہ بارآور ثابت نہ ہوئیں، اس احساسِ محرومی کو ختم کرنے کیلئے ہم نے قرآن کریم نازل کر دیا، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کل کو کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ اگر یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمیں بھی کوئی کتاب دی گئی ہوتی تو ہم ان سے زیادہ بہتر طریقے سے اس پر عمل کر کے دکھاتے، ہمیں تو کام کرنے کا موقع ہی نہ ملا، اگر ہمیں ایک موقع دیا جاتا تو ہم بہترین کارکردگی دکھاتے اور گزشتہ اقوام سے زیادہ اپنے آپ کو باصلاحیت اور عمدہ انتخاب ثابت کرتے، ان تمام امور کے پیش نظر ہدایت اور واضح دلائل پر مبنی یہ بابرکت کتاب تمہارے پاس بھیجی گئی ہے اور اتمام حجت کر دیا گیا ہے، اب بھی اگر کوئی شخص تکذیب اور اعراض کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس سے بڑا ظالم اور کون ہو گا؟ عنقریب ہم ایسے شخص کو سزا بھی دیں گے۔

اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ

اَوْ	يَاْتِيَ	رَبُّكَ	اَوْ	يَاْتِيَ	بَعْضُ	اٰيٰتِ	رَبِّكَ ؕ	يَوْمَ	يَاْتِيْ	بَعْضُ	اٰيٰتِ
یا	آجائے	تیرا رب	یا	آجائے	کوئی	نشانیوں سے	تیرے رب کی	جس دن	آگئی	کوئی	نشانیوں سے

یا آپ کا رب آجائے، یا آپ کے رب کی کچھ نشانیاں آجائیں، جس دن آپ کے رب کی کوئی

رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ

رَبِّكَ	لَا	يَنْفَعُ	نَفْسًا	اِيْمَانُهَا	لَمْ	تَكُنْ	اٰمَنَتْ	مِنْ	قَبْلُ	اَوْ	كَسَبَتْ
تیرے رب کی	نہیں	فائدہ دے گا	کسی نفس کو	اس کا ایمان لانا	نہ	ہو	وہ ایمان لایا	سے	پہلے	یا	کمائی اس نے

نشانی آگئی تو جو شخص اُس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو گا، یا اپنے ایمان میں کوئی خیر نہ کمائی ہو گی تو اُسے اُس کا

فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

فِيْٓ	اِيْمَانِهَا	خَيْرًا ؕ	قُلِ	انْتَظِرُوْٓا	اِنَّا	مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ
بیچ	اپنے ایمان کے	کوئی نیکی	تو کہہ	تم انتظار کرو	بیشک ہم	انتظار کرنے والے	بیشک	وہ لوگ جو

ایمان لانا کچھ مفید نہ ہوگا، اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ تم بھی منتظر رہو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ ﴿۱۵۸﴾ بیشک جن لوگوں نے

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ

فَرَّقُوْا	دِيْنَهُمْ	وَ	كَانُوْا	شِيَعًا	لَّسْتَ	مِنْهُمْ	فِيْ	شَيْءٍ ؕ	اِنَّمَآ	اَمْرُهُمْ
تفریق کی انہوں نے	اپنے دین میں	اور	وہ تھے	مختلف گروہ	نہیں ہے تو	ان میں سے	بیچ	کسی چیز کے	وہ تو صرف	ان کا معاملہ

اپنے دین میں تفریق پیدا کر دی اور وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے تو آپ کا اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے، اُن کا معاملہ

اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ

اِلَى	اللّٰهِ	ثُمَّ	يُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	كَانُوْا	يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾	مَنْ	جَآءَ	بِالْحَسَنَةِ	فَلَهٗ
طرف	اللہ کے	پھر	وہ انہیں بتا دے گا	وہ جو	تھے وہ	کرتے رہے	جو کوئی	لیکر آئے	ایک نیکی	تو اس کیلئے

اللہ کے سپرد ہے، سو وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے رہے۔ ﴿۱۵۹﴾ جو کوئی ایک نیکی لیکر آئے گا تو اُس کیلئے

عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ

عَشْرُ	اَمْثَالِهَا ۚ	وَ	مَنْ	جَآءَ	بِالسَّيِّئَةِ	فَلَا	يُجْزٰٓى	اِلَّا	مِثْلَهَا	وَ	هُمْ
دس	اس جیسی	اور	جو کوئی	لیکر آئے	ایک گناہ	تو نہیں	بدلہ دیا جائیگا	مگر	اتنا ہی	اور	وہ

دس گنا بدلہ ہے، اور جو کوئی ایک برائی لیکر آئے گا تو اس کا بدلہ صرف اسی کے برابر ہے اور اُن پر

﴿۱۵۸﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ نے ایک سوال پوچھا ہے کہ کسی کو سمجھانے اور نصیحت کرنے کے جتنے طریقے ہو سکتے ہیں، حق تعالیٰ نے وہ تمام طریقے اختیار فرمائے ہیں اور اتمام حجت فرما دی ہے، اگر یہ لوگ اب بھی ایمان نہیں لاتے تو اور کب ایمان لائیں گے، انہیں کس چیز کا انتظار ہے؟ کیا یہ لوگ فرشتوں کی آمد کے منتظر ہیں؟ کیا ان لوگوں کا مرتبہ اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ خود پروردگار انہیں سمجھانے کیلئے آئے گا؟ کیا یہ لوگ علامات قیامت کے ظہور کے منتظر ہیں؟ فرشتوں کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کا یہ لوگ تحمل نہیں کر سکتے، حق تعالیٰ کی ایک ہلکی سی تجلی طور پہاڑ سے برداشت نہ ہو سکی اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، ان کے ہوش و حواس کیسے سلامت رہ سکتے ہیں؟ اب آخری صورت رہ جاتی ہے کہ قیامت کی کوئی بڑی علامت ظاہر ہو جائے لیکن اس کا بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا، کیونکہ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا، مفسرین نے خاص طور پر اس سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا مراد لیا ہے اور احادیث میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے۔

﴿۱۵۹﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے دین کے حصے بخرے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، اپنے مطلب کی بات لے لی اور جو چیز اپنی خواہش کے خلاف معلوم ہوئی، اسے رد کر دیا، یا اس کا مفہوم بدل دیا، ان لوگوں کا مقصد دین پر عمل کرنا اور اس کیلئے اپنی صلاحیتوں سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا نہیں ہوتا، بلکہ یہ لوگ اپنے قول اور فعل سے مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کرنا چاہتے ہیں، یہ لوگ آپس میں خود بھی پھٹے پڑے ہوتے ہیں، ان لوگوں کا فیصلہ اللہ کے سپرد کیا جاتا ہے اور واضح اعلان کیا جاتا ہے کہ آپ کا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ آپ کے لائے ہوئے دین کے حصے بخرے کر رہے ہیں، اس لیے یہ آپ کے دین سے ضد اور عداوت رکھنے والے لوگ ہیں، ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا، یاد رہے کہ اس آیت میں فقہاء کے ان فروعی اختلافات کی طرف ہرگز اشارہ نہیں کیا گیا جن میں اگرچہ رائے اور راستے مختلف ہوتے ہیں، لیکن ان میں سے ہر ایک کا مقصد اللہ اور اس کے رسول کی منشا پر عمل کرنا ہے، یہ مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی بجائے انہیں دین پر عمل کرنے میں وسعت اور گنجائش کی راہ دکھاتے ہیں، چنانچہ ان کی صلاحیتوں سے امت کو فائدہ پہنچتا ہے، چونکہ ان میں نفسانیت کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا، اس لیے وہ قرآن و سنت اور مضبوط دلائل کی روشنی میں ہی فیصلہ کرتے ہیں، چونکہ وہ کامل خلوص، للّٰہیت اور دین پر عمل کرنے کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں اس لیے وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہیں۔

لَا يُظْلَمُوْنَ ۝١٦٠ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ

لَا	يُظْلَمُوْنَ ۝	قُلْ	اِنَّنِيْ	هَدٰىنِيْ	رَبِّيْٓ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ
نہ	ظلم کئے جائیں گے	تُو کہہ	بیشک میں	ہدایت دی مجھے	میرے رب نے	طرف	راستے کے	سیدھے

ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (۱۶۰) آپ فرما دیجئے کہ بیشک مجھے میرے رب نے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرما دی ہے

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١٦١ قُلْ

دِيْنًا	قِيَمًا	مِّلَّةَ	اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا ۚ	وَ	مَا	كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ۝	قُلْ
دین	مضبوط	ملت	ابراہیم کی	سب سے یکسو	اور	نہ	تھا وہ	سے	شرک کرنے والوں کے	تُو کہہ

جو کہ مضبوط دین ہے، ابراہیمؑ کی ملت ہے جو سب سے یکسو ہو گئے تھے، اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔ (۱۶۱) آپ فرما دیجئے

اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٦٢

اِنَّ	صَلَاتِيْ	وَ	نُسُكِيْ	وَ	مَحْيَايَ	وَ	مَمَاتِيْ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ۝
بیشک	میری نماز	اور	میری قربانی	اور	میری زندگی	اور	میری موت	اللہ کیلئے	پالنے والا	جہان والوں کا

کہ میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا مرنا اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔ (۱۶۲)

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝١٦٣ قُلْ اَغَيْرَ

لَا	شَرِيْكَ	لَهٗ ۚ	وَ	بِذٰلِكَ	اُمِرْتُ	وَ	اَنَا	اَوَّلُ	الْمُسْلِمِيْنَ ۝	قُلْ	اَغَيْرَ
نہیں	کوئی شریک	اس کا	اور	اس کا	مجھے حکم دیا گیا	اور	میں	پہلا	فرمانبرداروں میں کا	تُو کہہ	کیا علاوہ

جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ (۱۶۳) آپ فرما دیجئے کہ کیا

اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

اللّٰهِ	اَبْغِيْ	رَبًّا	وَّ	هُوَ	رَبُّ	كُلِّ	شَيْءٍ ۭ	وَ	لَا	تَكْسِبُ	كُلُّ	نَفْسٍ
اللہ کے	تلاش کروں	کوئی رب	اور	وہ	رب	ہر	چیز کا	اور	نہیں	کماتا	ہر	نفس

میں اللہ کے علاوہ کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے؟ اور جو نفس بھی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اُس کا وبال

اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ

اِلَّا	عَلَيْهَا ۚ	وَ	لَا	تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ	اُخْرٰى ۚ	ثُمَّ	اِلٰى	رَبِّكُمْ	مَّرْجِعُكُمْ
مگر	اسی پر	اور	نہیں	بوجھ اٹھاتا	کوئی بوجھ اٹھانے والا	بوجھ کا	دوسرے کے	پھر	طرف	تمہارے رب کے	تمہارا لوٹنا

اُسی پر ہوگا، کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا، پھر تمہیں اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہو گا،

(۱۶۰) اس آیت مبارکہ میں ایک اور دس کا فارمولہ دیا گیا ہے، یہ اس شریعت کا حسن ہے کہ انسان کے نیک عمل کی قیمت اتنی بڑھا دی کہ ہر انسان نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے کیونکہ ہر انسان اپنا فائدہ سوچتا ہے اور اسے حاصل کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے، چنانچہ ایک نیکی پر دس گنا ثواب کا وعدہ اسی لیے کیا گیا ہے اور گناہ کی سزا میں بھی اگر یہی اصول رکھا جاتا تو ''عقل'' اس کی گنجائش دیتی ہے، لیکن ''عدل'' اس کی اجازت نہیں دیتا، سو گناہ کے معالے میں ''عدل'' کا قانون نافذ کیا گیا اور نیکی کے معالے میں ''فضل'' کا قانون نافذ کیا گیا ہے اور یہی شریعت کا حسن ہے۔

(۱۶۱) اس آیت مبارکہ میں اعلان کیا گیا ہے کہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی اور ہدایت عطا فرما دی ہے، وہی دین قیم اور راہِ نجات ہے، وہی ابراہیم کی ملت ہے، ان خوبیوں اور خصوصیات پر مشتمل سیدھا راستہ چھوڑنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے، میں تو اس پر اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں اسی پر قائم رہوں گا۔

(۱۶۲) (۱۶۳) ان آیتوں میں رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے ساری انسانیت کو ایک منشور دیا گیا ہے، یہ منشور والہانہ پن، عقیدت مندی اور مکمل اعتماد کا تقاضا کرتا ہے، اس منشور کا بنیادی نکتہ اپنے آپ کو مٹا دینا ہے۔ شاعر کے الفاظ میں ؎ خودی کا سرِنہاں لاالٰہ الا اللہ جب انسان اپنی خودی کو مٹا دیتا ہے اور اسے سرنگوں کر دیتا ہے تو وہ ''جہاں دیکھتا ہوں، ادھر تو ہی تو ہے'' کا نعرہ لگاتا ہے، پھر اس کا جینا مرنا اور اس کی زندگی کا ہر عمل، اس کا اٹھنے والا ہر قدم، اس کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ اور اس کے اعضاء سے پھوٹنے والا ہر عمل اللہ رب العالمین کی رضا کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے، وہ ہر قسم کے شرک سے بیزار اور صف اول کے فرمانبرداروں میں شامل ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی اس کی لذت نصیب فرمادے۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۶۴ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ

فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ	فِيْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ ۝	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَكُمْ	خَلٰٓئِفَ
سو بتادے گا وہ تمہیں	وہ جو	تم تھے	اسمیں	اختلاف کرتے	اور	وہ	وہی جس نے	تمہیں بنایا	جانشین

سو وہ تمہیں تمام چیزیں بتا دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ ۱۶۴ اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین

الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ

الْاَرْضِ	وَ	رَفَعَ	بَعْضَكُمْ	فَوْقَ	بَعْضٍ	دَرَجٰتٍ	لِّيَبْلُوَكُمْ	فِيْ	مَآ
زمین کا	اور	بلند کئے	تمہارے بعض کے	اوپر	بعض کے	درجے	تاکہ وہ تمہیں آزمائے	بیچ	وہ جو

مقرر کیا ہے اور تم میں سے بعض کے درجے بعض پر بلند کر دیے ہیں تاکہ وہ تمہیں اُن چیزوں میں آزمائے جو

اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ ؗ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶۵ ع

اٰتٰىكُمْ ؕ	اِنَّ	رَبَّكَ	سَرِيْعُ	الْعِقَابِ ۖ	وَ	اِنَّهٗ	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝
اس نے تمہیں دیا	بیشک	تیرا رب	جلد دینے والا	سزا کا	اور	بیشک وہ	البتہ بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

اُس نے تمہیں دی ہیں، بیشک آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۱۶۵

اٰيَاتُهَا ۲۰۶ (۷) سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ (۳۹) رُكُوْعَاتُهَا ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ۝۱ ج كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ

الٓمّٓصٓ ۝	كِتٰبٌ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	فَلَا	يَكُنْ	فِيْ	صَدْرِكَ	حَرَجٌ	مِّنْهُ
الٓمّٓصٓ	کتاب	نازل کی گئی	تیری طرف	سو نہ	ہو	بیچ	تیرے سینے کے	کوئی تنگی	اس سے

الٓمّٓصٓ ۱ یہ کتاب آپ پر نازل کی گئی ہے، سو اس کی طرف سے آپ کے سینے میں تنگی نہ آنے پائے

لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ

لِتُنْذِرَ	بِهٖ	وَ	ذِكْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝	اِتَّبِعُوْا	مَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	مِّنْ
تاکہ تو ڈرائے	اس کے ذریعے	اور	نصیحت	ایمان والوں کیلئے	تم پیروی کرو	وہ جو	نازل کیا گیا	تمہاری طرف	سے

تاکہ آپ اس کے ذریعے آگاہ کریں اور یہ نصیحت ہے اہلِ ایمان کیلئے۔ ۲ اُس کتاب کی پیروی کرو جو تم پر تمہارے رب کی جانب سے

۱۶۴ اس آیت مبارکہ میں ایک سوال پوچھا گیا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے ضمیر کو جھنجوڑا گیا ہے کہ کیا ہمیں اللہ کو چھوڑ کر کوئی اور رب تلاش کرنا چاہیے؟ جو ہر چیز کا رب ہے اسے چھوڑ دیں اور کوئی نیا رب تلاش کر کے لے آئیں؟ سوال یہ ہے کہ اس رب میں کون سی ایسی خامی یا عیب ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو تلاش کرنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے؟ یا وہ کون سا کمال ہے جو اس رب میں نہیں پایا جاتا، یہ تصور ہی نہایت بے ہودہ ہے، یاد رکھو! جو شخص گناہ کرے گا، اس کا وبال اسی کو بھگتنا پڑے گا، کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے جزا اور سزا سے نوازے گا۔

ع ۲۰ ﴿نصف﴾ ۱۱

۱۶۵ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو یاد دلایا ہے کہ تجھے زمین میں خلیفۃ اللہ کا اہم اعزاز اور منصب دیا گیا ہے، تیری نسل یکے بعد دیگرے زمین کو آباد کرتی ہے اور اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتی اور تصرف کرتی ہے، پھر یہ کہ انسانوں میں فرق مراتب کا لحاظ رکھا، منشا یہ تھا کہ انسان کا امتحان لیا جائے کہ وہ اپنے آپ کو اس اعزاز کا اہل ثابت کرتا ہے یا نہیں، اگر وہ خود کو اس کا اہل ثابت نہ کر سکے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ "سریع العقاب" ہے اور اگر وہ خود کو اس کا اہل ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کے حق میں وہ نہایت مہربان اور بخشنے والا ہے۔

الحمد للہ! آج مؤرخہ ۲۲ فروری ۲۰۱۸ء بروز جمعرات سورۂ انعام کے حواشی کا کام مکمل ہوا، اتفاق سے آج میرے دونوں بچوں کی تاریخ پیدائش بھی ہے، اس اعتبار سے خوشی دوبالا ہو گئی، اللہ تعالیٰ بقیہ کام کی تکمیل بھی نہایت آسان فرمائے اور اسے قبول فرما کر اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔ آمین

سورة الاعراف

سورۃ الاعراف مکی سورت ہے، اس میں ۱۴۰۱۰ حروف، ۳۳۲۵ کلمات، ۲۰۶ آیات اور ۲۴ رکوعات ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۴۶ میں " الاعراف " کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ اعراف رکھا گیا ہے، اعراف کا لفظی معنی امام رازیؒ نے " كل مكان عال مرتفع " بیان کیا ہے اور اسے "عرف" کی جمع قرار دیا ہے، یہاں اس لفظ سے مراد جنت اور جہنم کے درمیان ایک خاص جگہ ہے جہاں ان لوگوں کو انتظار کروایا جائیگا جن کی نیکیاں اور گناہ بالکل برابر برابر ہوں گے، یہ لوگ امید اور خوف کی درمیانی حالت میں ہوں گے، البتہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر حق تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے جنت میں داخلہ عطا فرما دیں گے، اس سورت میں حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلے میں شیطان کے رویے اور اس کے فریب، اہل جنت، اہل جہنم، اصحاب الاعراف اور اللہ کی قدرتوں کا ذکر کرنے کے بعد قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، قوم شعیب کا تذکرہ کیا گیا ہے، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی تذکرہ بھی اس سورت میں شامل ہے اور آخر میں انسانی رویوں پر مشتمل چند آیات آئی ہیں، جن کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی ان شاء اللہ۔

۱ یہ حروف مقطعات میں سے ہے جس پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں کلام ہو چکا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا معنی " أنا الله اعلم وافصل " بیان فرمایا ہے۔ ۲ اس آیت مبارکہ میں لفظ "حرج" کا معنی متعین کرنے کیلئے مفسرین کے دو قول ہیں، بعض مفسرین نے اسے "شک" کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے "تنگی" کے معنی میں، پہلی صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ آپ اس کے ذریعے لوگوں کو خبردار اور آگاہ کریں اور اہل ایمان کو اس کے ذریعے نصیحت کریں، اس لیے اس حوالے سے آپ کے ذہن میں معمولی سا شک اور شبہ بھی نہیں رہنا چاہیے، دوسری صورت میں پہلا جملہ تو اسی طرح ہوگا، دوسرا جملہ یہ ہوگا کہ آپ کی =

رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ وَكَمْ

رَبِّكُمْ	وَ	لَا	تَتَّبِعُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءَ	قَلِيْلًا	مَا	تَذَكَّرُوْنَ ۝	وَ	كَمْ
تمہارے رب کے	اور	مت	پیروی کرو	سے	علاوہ اس کے	دوستوں کی	بہت کم	وہ جو	تم نصیحت حاصل کرتے ہو	اور	کتنی

نازل کی گئی ہے، اُس کے علاوہ دوسروں کو دوست بنا کر اُن کی پیروی نہ کرو، تم لوگ بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ [۳] اور کتنی ہی

مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ ۝۴ فَمَا

مِّنْ	قَرْيَةٍ	اَهْلَكْنٰهَا	فَجَآءَهَا	بَاْسُنَا	بَيَاتًا	اَوْ هُمْ	قَآىِٕلُوْنَ ۝	فَمَا
سے	بستی کے	ہلاک کر دیا ہم نے اسے	سو آیا اس پر	ہمارا عذاب	رات کو	یا وہ	قیلولہ کرنے والے	سو نہ

بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں کہ اُن پر رات کے وقت یا جب وہ دوپہر کو آرام کر رہے تھے، ہمارا عذاب آپہنچا۔ [۴] پھر جب

كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا

كَانَ	دَعْوٰىهُمْ	اِذْ	جَآءَهُمْ	بَاْسُنَآ	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوْٓا	اِنَّا	كُنَّا
تھی	ان کی پکار	جب	آیا ان پر	ہمارا عذاب	مگر	یہ کہ	وہ کہنے لگے	بیشک ہم	تھے

اُن پر ہمارا عذاب آیا تو اُن کی پکار یہی تھی کہ وہ کہنے لگے بیشک ہم ہی

ظٰلِمِيْنَ ۝۵ فَلَنَسْــَٔـلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْــَٔـلَنَّ

ظٰلِمِيْنَ ۝	فَلَنَسْــَٔـلَنَّ	الَّذِيْنَ	اُرْسِلَ	اِلَيْهِمْ	وَ	لَنَسْــَٔـلَنَّ
ظلم کرنے والے	البتہ ضرور پوچھیں گے ہم	وہ لوگ جو	بھیجے گئے	ان کے پاس	اور	البتہ ہم ضرور پوچھیں گے

ظالم تھے۔ [۵] سو ہم ضرور پوچھیں گے اُن لوگوں سے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے اور ہم پیغمبروں سے بھی

الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶ لا فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآىِٕبِيْنَ ۝۷

الْمُرْسَلِيْنَ ۝	فَلَنَقُصَّنَّ	عَلَيْهِمْ	بِعِلْمٍ	وَ	مَا	كُنَّا	غَآىِٕبِيْنَ ۝
پیغمبروں سے	پھر البتہ ضرور بیان کریں گے ہم	ان پر	علم سے	اور	نہ	تھے ہم	غائب رہنے والے

ضرور پوچھیں گے۔ [۶] پھر ہم اپنے علم کے مطابق اُن کے سامنے بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔ [۷]

وَالْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

وَ	الْوَزْنُ	يَوْمَىِٕذِ	الْحَقُّ ۚ	فَمَنْ	ثَقُلَتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰۗىِٕكَ	هُمُ
اور	وزن ہونا	اس دن	برحق	سو جو کوئی	بھاری ہو گئے	اس کے وزن	تو وہ لوگ	وہی

اور اُس دن وزنِ اعمال برحق ہے، پھر جس شخص کا وزن بھاری ہو گیا تو یہی لوگ کامیاب

طبیعت میں اس کے حوالے سے کوئی تنگی نہ آ جائے، اس عاجز کے نزدیک دوسرا معنی زیادہ راجح ہے کیونکہ مشرکین مکہ کے بے ہودہ اور بے وزن اعتراضات سن کر شک تو پیدا نہیں ہو سکتا، لیکن طبیعت میں انقباض ضرور آ سکتا ہے اور بعض اوقات مشرکین کے رویے سے ایسا انقباض ہو جاتا تھا، سو نبی ﷺ کی تسلی کیلئے یہ آیت مبارکہ نازل کی گئی۔

[۳] اس آیت مبارکہ میں امت کے ہر فرد کو خطاب کیا گیا ہے کہ اپنے رب کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کی پیروی کرو، اس کے علاوہ کسی اور کو اپنا دوست بنا کر اس کے پیچھے مت چلو، یہ نصیحت تمہیں بار بار کی جاتی ہے لیکن تم لوگ نصیحت کی بات پر کان بہت کم دھرتے ہو۔

[۴][۵] ان آیتوں میں گزشتہ اقوام کے حالات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ان کے پاس بھی ہمارا پیغام اور پیغامبر پہنچے، انہیں نصیحت کی، مستقبل اور انجام سے آگاہ کرنے کی کوشش کی، انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا، جس کی پاداش میں ان پر رات یا دن کے وقت ہمارا عذاب آ پہنچا، ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس طرح وہ عذاب کے شکنجے میں آ جائیں گے، لیکن جب ایسا ہوا تو وہ زور زور سے چلانے لگے کہ ہماری ہی غلطی تھی اور ہم ہی ظالم تھے اس مرتبہ ہمیں معاف کر دیا جائے، لیکن جب عذاب آ جائے تو اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔

[۶] اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن ہونے والے سوال و جواب کا ذکر کیا گیا ہے، یہ سوال جواب پیغمبروں سے بھی ہو گا اور ان کی امتوں سے بھی، اور یہ سوال جواب برحق ہے، اسی بناء پر یہاں لام تاکید بانون تاکید کا صیغہ لایا گیا ہے اور ''لنسئلن'' کا صیغہ دو مرتبہ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ پیغمبروں اور ان کی امتوں سے سوال جواب ضرور ہو گا، تاہم اس کی نوعیت ایک جیسی نہ ہو گی، چنانچہ پیغمبروں سے سوال ان کی تصدیق وتائید اور دنیا کے سامنے ان کی سچائی کو ظاہر کرنے کیلئے ہو گا، اس سے ان کا اعزاز بھی مقصود ہو گا کہ وہ اپنی ذمہ داریوں میں سرخرو ہو گئے، جبکہ امتوں سے سوال اس لیے ہو گا کہ انہیں اپنے رویے پر ندامت اور شرمندگی ہو، انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو اور انہیں اندازہ ہو کہ پیغمبروں کی نافرمانی کر کے انہوں نے اپنا کتنا بڑا نقصان کر لیا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اگر انہیں سزا دینے کا فیصلہ کیا گیا تو وہ انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہو گا، اس میں ظلم کا کوئی شائبہ بھی ہرگز نہ ہو گا۔

[۷] اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن پیغمبروں اور ان کی امتوں کے درمیان جو سوال جواب ہوں گے، ہم اپنے علم کے مطابق ان کی اصل صورتحال بیان کر دیں گے، کیونکہ ہم بھی وہیں موجود تھے، کہیں غائب نہ تھے، دنیا میں وہ ساری باتیں دیکھتے اور سنتے رہے تھے جو پیغمبروں اور ان کی امتوں کے درمیان ہوئی تھیں۔

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨﴾	وَ	مَنْ	خَفَّتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا
کامیاب ہونے والے	اور	جو کوئی	ہلکے پڑ گئے	اس کے وزن	تو وہ لوگ	جنہوں نے	نقصان کرلیا

ہونے والے ہیں۔ ⑧ اور جس شخص کا وزن ہلکا پڑ گیا تو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا

اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ

اَنْفُسَهُمْ	بِمَا	كَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَظْلِمُوْنَ ﴿٩﴾	وَ	لَقَدْ	مَكَّنّٰكُمْ	فِي	الْاَرْضِ
اپنی جانوں کا	اس سے جو	وہ تھے	ہماری آیتوں کے ساتھ	ظلم کرتے رہے	اور	البتہ یقیناً	ہم نے تمہیں ٹھکانہ دیا	بیچ	زمین کے

نقصان کر لیا، کیونکہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے۔ ⑨ اور یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں قدرت دی

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿١٠﴾ ع وَلَقَدْ

وَ	جَعَلْنَا	لَكُمْ	فِيْهَا	مَعَايِشَ ؕ	قَلِيْلًا	مَّا	تَشْكُرُوْنَ ﴿١٠﴾	وَلَقَدْ
اور	بنائے ہم نے	تمہارے لئے	اسمیں	روزی کے اسباب	بہت کم	وہ جو	تم شکر کرتے ہو	اور البتہ یقیناً

اور ہم نے تمہارے لیے اس میں روزی کے اسباب رکھے، بہت کم تم لوگ شکر کرتے ہو۔ ⑩ اور یقیناً

خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ

خَلَقْنٰكُمْ	ثُمَّ	صَوَّرْنٰكُمْ	ثُمَّ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ ۖ
ہم نے تمہیں پیدا کیا	پھر	صورت کشی کی ہم نے تمہاری	پھر	ہم نے کہا	فرشتوں کو	سجدہ کرو تم	آدم کو

ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر ہم نے تمہاری صورت کشی کی، پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو،

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿١١﴾ قَالَ مَا

فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ	اِبْلِيْسَ ؕ	لَمْ	يَكُنْ	مِّنَ	السّٰجِدِيْنَ ﴿١١﴾	قَالَ	مَا
تو سجدہ کیا انہوں نے	سوائے	ابلیس کے	نہ	ہوا وہ	سے	سجدہ کرنے والوں کے	کہا	کیا ہے وہ

تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔ ⑪ اللہ نے فرمایا کہ جب

مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ

مَنَعَكَ	اَلَّا	تَسْجُدَ	اِذْ	اَمَرْتُكَ ؕ	قَالَ	اَنَا	خَيْرٌ	مِّنْهُ ۚ	خَلَقْتَنِيْ
روکا اس نے تجھے	یہ کہ نہ	تو سجدہ کرے	جبکہ	میں نے تجھے حکم دیا	کہا	میں	زیادہ بہتر	اس سے	تو نے پیدا کیا مجھے

میں نے تجھے حکم دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ وہ کہنے لگا کہ میں اس سے زیادہ بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے

ع ۱ / ۱۰ / ۸

⑧ ⑨ ان آیتوں میں قیامت کے دن اعمال کا وزن کیے جانے کا ذکر ہے کہ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا، وہ کامیاب ہو جائیگا اور جس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا رہ گیا اور گناہوں کا بوجھ بڑھ گیا، وہ ناکام اور خسارے کا شکار ہو جائیگا، یہ وزن اعمال برحق ہے، خواہ ہمیں اس کی کیفیت سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور چاہے اس کی حقیقت تک ہماری عقل کی رسائی ممکن ہو یا نہ ہو، چونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اس لیے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں کسی تردد کا شکار نہیں ہیں، بعض مفسرین نے وزن اعمال کے امکان پر متعدد توجیہات نقل کی ہیں جن کا منشا اسے عقل کے عین مطابق ثابت کرنا ہے، ان توجیہات میں کوئی حرج نہیں ہے، تاہم سلامتی والا راستہ ایمان بلا کیف کا ہی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

⑩ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی دو نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں ٹھکانہ اور قدرت دی، انسان اسے آباد کرتا اور اس میں تصرف کرتا ہے اور دوسری یہ کہ زمین ہی میں اس کی معیشت کے اسباب رکھ دیئے، چنانچہ اسے کاروبار یا مزدوری کرنے کیلئے کسی دوسرے سیارے پر نہیں جانا پڑتا، لیکن انسان ان چیزوں کو کبھی نعمت نہیں سمجھتا اس لیے ان کا شکر ادا کرنے کی توفیق بھی اسے بہت کم ہوتی ہے۔

مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ

مِنْ	نَّارٍ	وَّ	خَلَقْتَهٗ	مِنْ	طِيْنٍ ﴿۱۲﴾	قَالَ	فَاهْبِطْ	مِنْهَا	فَمَا	يَكُوْنُ
سے	آگ کے	اور	تو نے پیدا کیا اسے	سے	مٹی کے	کہا	تو اتر جا	اس سے	سو نہیں	ہے

پیدا کیا اور اِسے مٹی سے پیدا کیا۔ ﴿۱۲﴾ اللہ نے فرمایا پھر تو یہاں سے اتر جا، تیری یہ حیثیت

لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ

لَكَ	اَنْ	تَتَكَبَّرَ	فِيْهَا	فَاخْرُجْ	اِنَّكَ	مِنَ	الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾	قَالَ
تیرے لئے	یہ کہ	تو تکبر کرے	اسمیں	سو نکل جا	بیشک تو	سے	ذلیل ہونے والوں کے	کہا

نہیں کہ تو یہاں تکبر کرے، اس لیے نکل جا، بیشک تو ذلیلوں میں سے ہے۔ ﴿۱۳﴾ وہ کہنے لگا

اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ

اَنْظِرْنِيْٓ	اِلٰى	يَوْمِ	يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾	قَالَ	اِنَّكَ	مِنَ	الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾	قَالَ
مجھے مہلت دیدے	تک	دن کے	دوبارہ اٹھائے جائیں گے وہ	کہا	بیشک تو	سے	مہلت دیئے گئے لوگوں میں	کہا

کہ مجھے اُس دن تک کیلئے مہلت دیدے جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔ ﴿۱۴﴾ اللہ نے فرمایا کہ تجھے مہلت دیدی گئی۔ ﴿۱۵﴾ وہ کہنے لگا

فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ

فَبِمَآ	اَغْوَيْتَنِيْ	لَاَقْعُدَنَّ	لَهُمْ	صِرَاطَكَ	الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾	ثُمَّ
تو چونکہ	تو نے مجھے گمراہ کردیا	البتہ میں ضرور بیٹھوں گا	ان کیلئے	تیرے راستے میں	سیدھے	پھر

چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا، اب میں بھی اُن کیلئے تیرے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔ ﴿۱۶﴾ پھر

لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ

لَاٰتِيَنَّهُمْ	مِّنْۢ	بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ	وَ	مِنْ	خَلْفِهِمْ	وَ	عَنْ	اَيْمَانِهِمْ	وَ	عَنْ
البتہ میں ضرور ان کے پاس آؤں گا	سے	ان کے سامنے	اور	سے	ان کے پیچھے	اور	سے	ان کے دائیں جانب	اور	سے

میں اُن کے پاس اُن کے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو

شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا

شَمَآئِلِهِمْ ۭ	وَ	لَا	تَجِدُ	اَكْثَرَهُمْ	شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾	قَالَ	اخْرُجْ	مِنْهَا
ان کی بائیں جانب	اور	نہ	پائے گا تو	ان میں سے اکثر کو	شکر کرنے والے	کہا	نکل جا	اس سے

اُن میں سے اکثر کو شکر گذار نہ پائے گا۔ ﴿۱۷﴾ اللہ نے فرمایا کہ تو یہاں سے برے حال،

﴿۲۵﴾ ﴿۱۱﴾ اس پورے رکوع پر مشتمل آیات مبارکہ میں تخلیق آدم اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے، یہ مضمون اپنی اہمیت کی وجہ سے قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے، تاکہ بنی آدم شیطان کے حملوں سے بچنے کی کوشش کریں اور یہ باور کریں کہ شیطان ان کا دشمن ہے، اس نے اللہ کے حکم کو ماننے سے انکار کردیا تھا، اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، وہ تمام فرشتوں کی مخالفت کرکے حسد، تکبر اور عناد کی راہ پر چل پڑا تھا، جب اس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے ایک دعویٰ کیا اور اس پر منطقی دلیل سے استدلال کیا، دعویٰ یہ کیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں، لہٰذا آدم کو چاہیے کہ مجھے سجدہ کرے، نہ یہ کہ میں اسے سجدہ کروں، دلیل اس کی یہ ہے کہ میری تخلیق آگ سے ہوئی ہے اور آگ کی فطرت میں بلندی ہے اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے، اور مٹی کی خاصیت پستی ہے، لہٰذا ایک بلندی والا پستی والے کو سجدہ کیسے کرسکتا ہے؟

مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ

مَذْءُوْمًا	مَّدْحُوْرًا ۭ	لَمَنْ	تَبِعَكَ	مِنْهُمْ	لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنْكُمْ
بُرے حال	دھتکارا ہوا	البتہ جو کوئی	پیروی کرے تیری	ان میں سے	البتہ ضرور بھر دوں گا میں	جہنم کو	تم سے

دھتکارا ہوا ہو کر نکل جا، اُن میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تو میں تم سب سے جہنم کو ضرور

اَجْمَعِيْنَ ۝١٨ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ

اَجْمَعِيْنَ ۝١٨	وَيٰٓاٰدَمُ	اسْكُنْ	اَنْتَ	وَ	زَوْجُكَ	الْجَنَّةَ	فَكُلَا	مِنْ
سب کے سب	اور اے آدم!	رہائش رکھ	تو	اور	بیوی تیری	جنت میں	تو کھاؤ تم دونوں	سے

بھر دوں گا۔ ١٨ اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو، جہاں سے

حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٩

حَيْثُ	شِئْتُمَا	وَ	لَا	تَقْرَبَا	هٰذِهِ	الشَّجَرَةَ	فَتَكُوْنَا	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ ۝١٩
جہاں کہیں	تم چاہو	اور	مت	قریب جاؤ تم دونوں	یہ	درخت	سو تم ہو جاؤ گے	سے	ظلم والوں کے

چاہو کھاؤ، اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظلم والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ ١٩

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ

فَوَسْوَسَ	لَهُمَا	الشَّيْطٰنُ	لِيُبْدِيَ	لَهُمَا	مَاوٗرِيَ	عَنْهُمَا	مِنْ
پھر وسوسہ ڈالا	ان دونوں کیلئے	شیطان نے	تاکہ ظاہر کر دے	ان کیلئے	وہ جو پوشیدہ کیا گیا	ان دونوں سے	سے

پھر شیطان نے انہیں وسوسے میں ڈال دیا، تاکہ اُن کی جو شرمگاہیں اُن سے پوشیدہ تھیں، وہ اُن پر

سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ

سَوْاٰتِهِمَا	وَ	قَالَ	مَا	نَهٰكُمَا	رَبُّكُمَا	عَنْ	هٰذِهِ	الشَّجَرَةِ	اِلَّآ	اَنْ
ان کی شرمگاہیں	اور	کہنے لگا	نہیں	روکا تم دونوں کو	تمہارے رب نے	سے	یہ	درخت کے	مگر	یہ کہ

ظاہر کر دے، اور کہنے لگا کہ تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اسی وجہ سے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم

تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝٢٠ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا

تَكُوْنَا	مَلَكَيْنِ	اَوْ	تَكُوْنَا	مِنَ	الْخٰلِدِيْنَ ۝٢٠	وَقَاسَمَهُمَآ	اِنِّيْ	لَكُمَا
ہو جاؤ تم دونوں	دو فرشتے	یا	ہو جاؤ تم دونوں	سے	ہمیشہ رہنے والے	اور اس نے قسم کھائی ان دونوں سے	یہ کہ بیشک میں	تم دونوں کیلئے

فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ۔ ٢٠ اور اُس نے اُن دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں تمہارا

=حق تعالیٰ کو اس کا یہ دعویٰ اور استدلال پسند نہ آیا، وجہ یہ ہے کہ وہ مقام، مقام استدلال نہیں، مقام اتباع تھا، یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اتباع کی راہ کو اختیار کیا لیکن شیطان نے استدلال کی راہ پکڑ لی، معلوم ہوا کہ مقام اتباع میں استدلال ناپسندیدہ ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے راندۂ درگاہ کر کے جنت سے نکل جانے کا حکم دے دیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کو اس بات کا اندازہ تھا کہ تخلیق آدم کا یہ سلسلہ صرف حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر انہی پر ختم نہیں ہوگا، بلکہ ان کی نسل چلے گی، اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ آدم علیہ السلام ابھی ہمیشہ جنت میں نہیں رہیں گے بلکہ انہیں کچھ عرصے کیلئے زمین پر جانا پڑے گا کیونکہ اللہ نے ان کی تخلیق سے پہلے اشارہ فرما دیا تھا کہ وہ زمین میں اللہ کے خلیفہ ہوں گے، اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ انسان زمین میں ہمیشہ نہیں رہے گا، اس پر موت آئے گی اور اسے دوبارہ زندہ کر کے جزا اور سزا کے عمل سے گزارا جائے گا، ممکن ہے کہ یہ اندازے کسی دلیل پر مبنی ہوں، اس لیے اس نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دوبارہ زندہ کیے جانے کے دن تک مہلت مانگ لی، حق تعالیٰ نے اس کی درخواست فوراً منظور کر لی۔=

لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢١﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ

لَمِنَ	النّٰصِحِيْنَ ﴿٢١﴾	فَدَلّٰىهُمَا	بِغُرُوْرٍ	فَلَمَّا	ذَاقَا	الشَّجَرَةَ	بَدَتْ
البتہ سے	خیرخواہی کرنے والوں کے	سواس نے قریب کرلیا ان دونوں کو	دھوکے سے	سو جب	چکھا ان دونوں نے	درخت کو	ظاہر ہوگئیں

خیر خواہ ہوں۔ ﴿٢١﴾ چنانچہ اُس نے دھوکے سے اُن دونوں کو مائل کرلیا، پھر جب اُن دونوں نے اُس درخت کو چکھا تو اُن کی شرمگاہیں

لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ

لَهُمَا	سَوْاٰتُهُمَا	وَ	طَفِقَا	يَخْصِفٰنِ	عَلَيْهِمَا	مِنْ	وَّرَقِ	الْجَنَّةِ
ان دونوں کیلئے	ان کی شرمگاہیں	اور	لگے وہ دونوں	چپکاتے رہے	ان دونوں پر	سے	پتے	جنت کے

اُن کے سامنے ظاہر ہو گئیں اور وہ اُن پر جنت کے پتے چپکانے لگے،

وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ

وَ	نَادٰىهُمَا	رَبُّهُمَاۤ	اَلَمْ	اَنْهَكُمَا	عَنْ	تِلْكُمَا	الشَّجَرَةِ	وَ	اَقُلْ	لَّكُمَاۤ	اِنَّ
اور	پکارا ان دونوں کو	ان کے رب نے	کیا نہیں	روکا تھا میں نے تم دونوں کو	سے	تمہارے اس	درخت کے	اور	کہا تھا میں نے	تم دونوں سے	بیشک

اور انہیں اُن کے رب نے پکارا کہ کیا میں نے تم دونوں کو اِس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور کہہ نہ دیا تھا کہ

الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٢﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٜ وَاِنْ

الشَّيْطٰنَ	لَكُمَا	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ ﴿٢٢﴾	قَالَا	رَبَّنَا	ظَلَمْنَاۤ	اَنْفُسَنَا	وَ	اِنْ
شیطان	تم دونوں کیلئے	دشمن	کھلم کھلا	کہنے لگے وہ دونوں	اے ہمارے پروردگار!	ظلم کیا ہم نے	اپنی جانوں پر	اور	اگر

شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔ ﴿٢٢﴾ وہ دونوں کہنے لگے کہ پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر

لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ اهْبِطُوْا

لَّمْ	تَغْفِرْ لَنَا	وَ	تَرْحَمْنَا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾	قَالَ	اهْبِطُوْا
نہ	معاف کیا تو نے ہمیں	اور	نہ رحم کیا تو نے ہم پر	البتہ ضرور ہوجائیں گے ہم	سے	نقصان اٹھانے والوں کے	کہا	اترو تم

تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور تو نے ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ ﴿٢٣﴾ اللہ نے فرمایا کہ تم اترو،

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى

بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ	عَدُوٌّ	وَ	لَكُمْ	فِي	الْاَرْضِ	مُسْتَقَرٌّ	وَّ	مَتَاعٌ	اِلٰى
بعض تمہارے	بعض کیلئے	دشمن	اور	تمہارے لئے	بیچ	زمین کے	ٹھکانہ	اور	فائدہ اٹھانا	تک

تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے، اور زمین میں تمہارے لیے ٹھکانہ اور ایک مقررہ وقت تک فائدہ

= جب اس نے اللہ کے سامنے علی الاعلان اپنے دل کی نفرت، عداوت اور بغض کو ظاہر کردیا، اس کی یہ نفرت اور عداوت آدم اور اولاد آدم سے تھی، جس کی وجہ سے اسے جنت سے نکلنا پڑا تھا، اسے راندۂ درگاہ کر دیا گیا تھا اور اس پر حق تعالیٰ کا عتاب اور غضب نازل ہوا تھا، اس لیے اس نے واضح الفاظ میں کہا کہ میں اولاد آدم کو گمراہ کرنے کیلئے ان کے راستے میں گھات لگا کر بیٹھوں گا، ان پر چاروں سمتوں سے حملہ کردوں گا، انہیں کفر و شرک، فسق و فجور، نافرمانی اور گستاخی، پیغمبروں کی تکذیب و تضحیک اور ان سے جنگ وجدل کا بازار گرم کرنے پر مجبور کروں گا، میں انہیں امیدوں اور آرزوؤں کے جال میں پھنسالوں گا، میں اپنی ساری توانائیاں انہیں جہنم میں لے جانے کیلئے صرف کروں گا، تا کہ اگر میں جنت میں نہ رہوں تو آدم کی اولاد بھی یا ان کی بہت بڑی تعداد بھی جنت میں نہ رہ سکے، اس بیہودہ گوئی میں شیطان نے دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے چار سمتوں کا ذکر تو کیا لیکن اوپر اور نیچے کا ذکر کرنا بھول گیا، سو اوپر سے اللہ کی رحمت برستی ہے اور نیچے سے زمین انسان کو اس کی اصل یاد دلاتی ہے، اور اس کیلئے توبہ کرنا آسان ہو جاتا ہے، حق تعالیٰ نے اسے دھتکار دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سرفراز فرمایا، انہیں اور ان کی اہلیہ حضرت حواء کو جنت میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت دی، وہاں کی ہر نعمت سے فائدہ اٹھانے کی انہیں اجازت مرحمت فرمائی، صرف ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمادیا، حکمت خداوندی کے مطابق وہی ممنوعہ درخت حضرت آدم وحواء کے زمین پر بھیجے جانے کا سبب بنا تھا، اس لیے ایک موقع پر ان دونوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا، جس کا ظاہری سبب شیطان کی وسوسہ اندازی بنی، اس نے قسمیں کھا کر ان دونوں کو اپنی ہمدردی اور خیر خواہی کا یقین دلایا اور اس درخت کا پھل کھانے کی ترغیب دی، اس عاجز کے نزدیک مذکورہ درخت کی تعیین اور شیطان کے وسوسہ اندازی کی کیفیت معلوم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ اس سلسلے میں "أبهموا ما أبهمه الله" کے اصول پر عمل کرنا زیادہ سلامتی والا راستہ ہے، جوں ہی ان دونوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھایا، اس کا فوری اثر یہ ظاہر ہوا کہ جسم سے جنتی لباس اتر گیا، مخفی اعضاء ظاہر ہوگئے اور انہیں چھپانے کیلئے جب کوئی اور چیز دستیاب نہ ہوئی تو درختوں کے پتوں سے ہی کام چلایا، اب اس جنتی لباس کو دوبارہ حاصل کرنے کیلئے زمین پر بھیجا جانا ضروری ہوگیا تا کہ محنت کریں اور دوبارہ اس لباس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں، پھر اسی موقع پر حق تعالیٰ نے بھی یاد کروایا کہ میں نے تم دونوں کو اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا اور تمہیں پہلے ہی آگاہ کردیا تھا کہ شیطان تمہارے ساتھ دشمنی کرے گا، دیکھو، اس نے اپنی دشمنی اور عداوت کا ثبوت پیش کردیا، ان دونوں حضرات نے فوری طور پر اپنی غلطی تسلیم کرلی اور حق تعالیٰ سے معافی کے طلب گار ہوئے، انہوں نے شیطان کی طرح تکبر نہیں کیا، انہوں نے اپنی عاجزی کا اظہار کیا اور نادم ہوئے، =

ع ۲ ۱۵ ۹

حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿٢٥﴾ ع

حِيْنٍ﴿٢٤﴾	قَالَ	فِيْهَا	تَحْيَوْنَ	وَ	فِيْهَا	تَمُوْتُوْنَ	وَ	مِنْهَا	تُخْرَجُوْنَ﴿٢٥﴾
ایک وقت کے	کہا	اسی میں	تم زندہ رہوگے	اور	اسی میں	تم مروگے	اور	اسی سے	تم نکالے جاؤ گے

اٹھانا ہے۔ ﴿٢٤﴾ اللہ نے فرمایا کہ تم اسی میں زندگی گذارو گے، اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔ ﴿٢٥﴾

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	قَدْ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْكُمْ	لِبَاسًا	يُّوَارِيْ	سَوْاٰتِكُمْ	وَ	رِيْشًا ؕ
اے بیٹو! آدم کے	یقیناً	ہم نے اتارا	تم پر	لباس	وہ چھپاتا ہے	تمہاری شرمگاہوں کو	اور	باعث زینت

اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور باعثِ زینت ہے،

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ

وَ	لِبَاسُ	التَّقْوٰى ۙ	ذٰلِكَ	خَيْرٌ ؕ	ذٰلِكَ	مِنْ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	لَعَلَّهُمْ
اور	لباس	تقویٰ کا	وہ	زیادہ بہتر	وہ	سے	آیتوں کے	اللہ کی	تاکہ وہ

اور تقویٰ کا لباس سب سے زیادہ بہتر ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، تاکہ وہ

يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ

يَذَّكَّرُوْنَ﴿٢٦﴾	يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	لَا	يَفْتِنَنَّكُمُ	الشَّيْطٰنُ	كَمَآ	اَخْرَجَ	اَبَوَيْكُمْ
نصیحت حاصل کریں	اے بیٹو! آدم کے	نہ	بہکا دے تمہیں	شیطان	جیسا کہ	اس نے نکالا	تمہارے ماں باپ کو

غوروفکر کریں۔ ﴿٢٦﴾ اے بنی آدم! کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے جیسے اُس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے

مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ

مِّنَ	الْجَنَّةِ	يَنْزِعُ	عَنْهُمَا	لِبَاسَهُمَا	لِيُرِيَهُمَا	سَوْاٰتِهِمَا ؕ	اِنَّهٗ	يَرٰىكُمْ
سے	جنت کے	اتار دیئے	ان دونوں سے	ان کے لباس	تاکہ انہیں دکھادے	ان دونوں کی شرمگاہیں	بیشک وہ	دیکھتا ہے تمہیں

نکلوا دیا تھا، اُس نے اُن کے کپڑے اتروا دیئے تھے تاکہ انہیں اُن کی شرمگاہیں دکھادے، وہ اور اُس کا قبیلہ تمہیں

هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ

هُوَ	وَ	قَبِيْلُهٗ	مِنْ	حَيْثُ	لَا	تَرَوْنَهُمْ ؕ	اِنَّا	جَعَلْنَا	الشَّيٰطِيْنَ	اَوْلِيَآءَ
وہ	اور	اس کا قبیلہ	سے	جہاں	نہیں	تم دیکھتے انہیں	بیشک ہم	بنادیا ہم نے	شیطانوں کو	بہت سے دوست

ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہ دیکھ سکو، بیشک ہم نے شیاطین کو اُن لوگوں کا

= لیکن چونکہ ان کے جسم سے جنتی لباس اتر چکا تھا اور اسے حاصل کرنے کیلئے انہیں اب جدوجہد کرنا تھی اور جنت میں کسی قسم کی جدوجہد نہیں رکھی گئی لہٰذا انہیں دنیا میں بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا، اس کا ایک مقصد وعدۂ خلافت کی تکمیل بھی تھا، اس کا ایک مقصد زمین کو انسانوں سے آباد کرنا بھی تھا تاکہ انہیں ایمان اور کفر، نیکی اور بدی، ہدایت اور گمراہی کے ساتھ آزمایا جا سکے، چنانچہ حضرت آدم وحوا کو جنت سے اتار کر زمین پر بھیج دیا گیا، شیطان کو بھی اتار دیا گیا، اب صورتحال یہ ہوگئی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان کو جنت سے نکالا گیا اور شیطان اپنی وسوسہ اندازی اور جھوٹی قسموں کے ذریعے حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے کا سبب بن گیا تو چونکہ دونوں ہی ایک دوسرے کو جنت سے نکالنے کا سبب بنے، اس لیے پہلے دن سے ہی دونوں کے درمیان عداوت رکھ دی گئی، اولاد آدم نے تو شیطان سے اپنی عداوت کے اظہار میں کوتاہی کی، لیکن شیطان نے اس کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو انسان کیلئے ایک عارضی قیام گاہ بنایا، یہاں موت و حیات کا سلسلہ شروع کیا، اسی زمین سے انسان کو نکالا جائیگا اور دیکھا جائیگا کہ وہ اس جنتی لباس کو حاصل کرنے میں کس قدر کامیاب ہوسکا ہے؟

﴿٢٦﴾ اس آیت مبارکہ میں اولاد آدم کو مخاطب کر کے ظاہری اور باطنی لباس کا ذکر کیا گیا ہے، انسان کیلئے دونوں قسم کا لباس ہونا ضروری ہے، ظاہری لباس انسان کی ستر پوشی اور زیب وزینت کا کام دیتا ہے اور باطنی لباس ''جو کہ تقویٰ ہے'' انسان کو جہنم سے بچاتا اور جنت کیلئے تیار کرتا ہے، ظاہری لباس سے تو بقدر ضرورت وکفایت کام چل جاتا ہے اور ستر پوشی ہو جائے تو اتنا بھی کافی ہے، لیکن باطنی لباس کے حصول کیلئے انسان کو بھرپور جدوجہد کرنا ہوگی، کیونکہ وہ اسی کیلئے تو دنیا میں آیا ہے اور وہ انسان کو تقویٰ سے حاصل ہوگا۔

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ

لِلَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾	وَ	اِذَا	فَعَلُوْا	فَاحِشَةً	قَالُوْا	وَجَدْنَا	عَلَيْهَآ
ان لوگوں کیلئے جو	نہیں	ایمان لاتے	اور	جب	کریں وہ	کوئی بے حیائی	کہتے ہیں	پایا ہم نے	اس پر

رفیق بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ ٢٧ اور جب وہ بے حیائی کا کوئی کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو

اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ

اٰبَآءَنَا	وَ	اللّٰهُ	اَمَرَنَا	بِهَا ؕ	قُلْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَاْمُرُ	بِالْفَحْشَآءِ ؕ
اپنے باپوں کو	اور	اللہ نے	حکم دیا ہمیں	اس کا	تو کہہ	بیشک	اللہ	نہیں	حکم دیتا	بے حیائی کا

اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے اور اللہ نے بھی ہمیں اسی کا حکم دیا ہے، (اے نبی! ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اللہ بے حیائی کا حکم کبھی نہیں دیتا،

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫

اَتَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	مَا	لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾	قُلْ	اَمَرَ	رَبِّيْ	بِالْقِسْطِ ۫
کیا تم کہتے ہو	پر	اللہ کے	وہ جو	نہیں	تم جانتے	تو کہہ	حکم دیا	میرے رب نے	انصاف کا

کیا تم اللہ کے متعلق وہ باتیں کہتے ہو جو تم جانتے نہیں ہو۔ ٢٨ آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

وَ	اَقِيْمُوْا	وُجُوْهَكُمْ	عِنْدَ	كُلِّ	مَسْجِدٍ	وَّادْعُوْهُ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ
اور	سیدھا رکھو تم	اپنے چہروں کو	نزدیک	ہر	سجدہ کرنے کے وقت	اور پکارو اسے	خالص کرنے والے	اس کیلئے

اور یہ کہ ہر نماز کے وقت تم اپنا رخ سیدھا رکھو، اور دین کو اُس کیلئے خالص کرتے ہوئے اُسی کو

الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ

الدِّيْنَ ۬ؕ	كَمَا	بَدَاَكُمْ	تَعُوْدُوْنَ ﴿٢٩﴾	فَرِيْقًا	هَدٰى	وَ	فَرِيْقًا	حَقَّ
دین کو	جیسا کہ	اس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا	تم دوبارہ لوٹو گے	ایک گروہ کو	اس نے ہدایت دی	اور	ایک گروہ	ثابت ہو چکی

پکارو، جیسے اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا، دوبارہ بھی اسی طرح لوٹو گے۔ ٢٩ ایک گروہ کو اُس نے ہدایت دی اور ایک گروہ پر

عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

عَلَيْهِمُ	الضَّلٰلَةُ ؕ	اِنَّهُمُ	اتَّخَذُوا	الشَّيٰطِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ
ان پر	گمراہی	بیشک وہ	بنا لیا انہوں نے	شیطانوں کو	بہت سے دوست	سے	علاوہ	اللہ کے

گمراہی ثابت ہو چکی، کیونکہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا دوست بنالیا

٢٧ اس آیت مبارکہ میں اولاد آدم کو مخاطب کر کے توجہ دلائی گئی ہے کہ شیطان کے حملوں اور چال بازیوں سے محفوظ رہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر بھی شیطان کا حملہ کارگر ہو جائے، خاص طور پر انہیں یاد دلایا گیا ہے کہ شیطان نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا تھا اور اس نے ان دونوں کو بے لباس کر دیا تھا، بھلا سوچو تو سہی وہ تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے جس نے تمہارے ماں باپ کے جسم سے کپڑے اتروا دیئے؟ کوئی بھی ذی شعور اور غیرت مند دل رکھنے والا شخص اپنی بے آبروئی تو برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے ماں باپ اور خاص طور پر اپنی ماں کی بے آبروئی ہرگز برداشت نہیں کر سکتا، اس لیے تم بھی شیطان کی دوستی سے باز آؤ اور اسے اپنا حقیقی دشمن سمجھو، کیونکہ وہ عام دشمنوں سے مختلف ہے، اس لیے کہ وہ دکھائی نہیں دیتا، وہ نظر نہ آنے والا دشمن ہے جو چھپ کر وار کرتا ہے اور اس نے اپنی ساری ذریت کی تربیت بھی اسی نہج پر کی ہے، چنانچہ جو لوگ نعمت ایمان سے محروم ہیں، وہ شیطان کے دوست بن جاتے ہیں اور رحمان کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

٢٨ اس آیت مبارکہ میں شیطان کے دوستوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ کسی بے حیائی اور بے ہودگی کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس کیلئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی، مثلاً زمانۂ جاہلیت میں لوگ برہنہ ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تھے، اس کیلئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی، صرف اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید تھی اور اس کے ساتھ یہ مفروضہ کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے، آباؤ اجداد کی تقلید کا رد تو کئی جگہوں پر کیا جا چکا ہے، البتہ دوسرے مفروضے کی یہاں بھرپور تردید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی بے حیائی اور بیہودگی کا حکم نہیں دیتا، اس کی تمام تعلیمات کا خلاصہ ہی شرم و حیاء اور پاکی و طہارت ہے، اگلی آیت میں ان چیزوں کا ذکر ہے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

٢٩ اس آیت مبارکہ میں چند احکام کا ذکر ہے جو موقع کی مناسبت سے بیان ہوئے ہیں، پہلا حکم عدل و انصاف کا ہے، بعض مفسرین نے اسے اعتدال کے معنی میں لیا ہے، دونوں معنی اپنی جگہ صحیح ہیں اور شریعت میں دونوں چیزوں کی تاکید موجود ہے، دوسرا حکم ہر نماز کے وقت اپنا رخ سیدھا کرنے کا ہے، یعنی نماز کیلئے اپنا رخ خانہ کعبہ کی جانب سیدھا رکھا کرو، بعض مفسرین نے اس کا معنی یہ مراد لیا ہے کہ حق تعالیٰ کی عبادت کیلئے ثابت قدم رہو، سیدھے راستے کو چھوڑ کر دائیں بائیں نہ جاؤ، تیسرا حکم یہ کہ اللہ کو خلوص نیت اور دل کی گہرائیوں سے پکارا کرو، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ آخری دونوں حکموں میں سے پہلے کا تعلق ظاہر سے ہے اور دوسرے کا تعلق باطن سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اپنے ظاہر اور باطن کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو اور معتدل زندگی گزارو، اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے، جس ذات نے تمہیں پہلی زندگی دی ہے، وہی تمہیں دوسری مرتبہ بھی زندگی عطا کرے گا۔

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۞ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ

وَيَحْسَبُوْنَ	اَنَّهُمْ	مُّهْتَدُوْنَ ۞	يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	خُذُوْا	زِيْنَتَكُمْ	عِنْدَ
اور وہ سمجھتے ہیں	یہ کہ بیشک وہ	ہدایت پانے والے	اے بیٹو آدم کے	لے لو تم	اپنی آرائش کو	نزدیک

اور یہ سمجھتے رہے کہ وہ راہِ راست پر ہیں۔ ۳۰ اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنی آرائش

كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ج اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

كُلِّ	مَسْجِدٍ	وَّ	كُلُوْا	وَ	اشْرَبُوْا	وَ	لَا	تُسْرِفُوْا ج	اِنَّهٗ	لَا	يُحِبُّ
ہر	سجدہ کرنے کے وقت	اور	کھاؤ	اور	پیو	اور	مت	اسراف کرو	بیشک وہ	نہیں	پسند کرتا

اختیار کیا کرو، کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو، کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند

الْمُسْرِفِيْنَ ۞ ع قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ

الْمُسْرِفِيْنَ ۞	قُلْ	مَنْ	حَرَّمَ	زِيْنَةَ	اللّٰهِ	الَّتِيْٓ	اَخْرَجَ	لِعِبَادِهٖ
اسراف کرنے والوں کو	تُو کہہ	کون	حرام کیا اُس نے	زینت کو	اللہ کی	وہ جو	نکالی اس نے	اپنے بندوں کیلئے

نہیں کرتا۔ ۳۱ (اے نبی! ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ وہ کون ہے جس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کردیا جو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے نکالی ہے

وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ط قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَ	الطَّيِّبٰتِ	مِنَ	الرِّزْقِ ط	قُلْ	هِيَ	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا
اور	پاکیزہ چیزیں	سے	رزق کے	تُو کہہ	وہ	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے	بیچ	زندگی کے	دنیا کی

اور پاکیزہ رزق کو؟ آپ فرما دیجئے کہ یہ چیزیں تو دنیا کی زندگی میں اہلِ ایمان کیلئے ہیں، قیامت کے دن بھی

خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ط كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞

خَالِصَةً	يَّوْمَ	الْقِيٰمَةِ ط	كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ ۞
خاص طور پر	دن	قیامت کے	اسی طرح	ہم تفصیل کرتے ہیں	آیتوں کی	ان لوگوں کیلئے جو	جانتے ہیں

خالص انہی کیلئے ہوں گی، اسی طرح ہم جاننے والوں کیلئے اپنی آیتیں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ۳۲

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

قُلْ	اِنَّمَا	حَرَّمَ	رَبِّيَ	الْفَوَاحِشَ	مَا	ظَهَرَ	مِنْهَا	وَ	مَا	بَطَنَ
تُو کہہ	وہ تو صرف	حرام کیا ہے	میرے رب نے	بے حیائی کے کاموں کو	وہ جو	ظاہر ہوں	ان میں سے	اور	وہ جو	پوشیدہ ہوں

اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے تو صرف ظاہری اور باطنی بے حیائی کے کاموں، گناہ

ع ۳ ۶ ۱۰

۳۰ اس آیت مبارکہ میں انسانوں کے دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے درمیان شروع سے ہی آویزش رہی ہے، ایک گروہ ہدایت یافتہ لوگوں کا ہے اور دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن پر گمراہی کی مہر لگ چکی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شیاطین کی رفاقت اختیار کر لی، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تعلق ختم کرلیا، شیطان نے ان کی ایسی راہ ماری کہ وہ غلط ہونے کے باوجود خود کو صحیح سمجھتے ہیں، گمراہی کے کنوئیں میں گرنے کے باوجود وہ اپنے آپ کو نہ صرف ہدایت یافتہ بلکہ ان میں بھی ممتاز مقام کا حامل سمجھتے ہیں، یہ گمراہی کا ایسا درجہ ہوتا ہے جہاں پہنچنے کے بعد انسان کیلئے وہاں سے واپسی بہت مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ جب انسان خود کو غلط سمجھتا ہی نہیں ہے تو وہ اپنی اصلاح کی فکر کیوں کرے گا؟

۳۱ اس آیت مبارکہ میں اولاد آدم کو مخاطب کر کے اسے ہر نماز کے وقت آرائش اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اس حکم کا پس منظر زمانۂ جاہلیت میں بے لباس ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرنا اور اسے نیکی کا اعلیٰ درجہ گمان کرنا ہے، یہ آیت واضح کرتی ہے کہ عبادت کیلئے برہنہ ہو جانا کوئی نیکی نہیں ہے، بلکہ ہر شخص کو اپنی گنجائش اور وسعت کے مطابق حق تعالیٰ کے دربار میں صاف ستھرا لباس زیب تن کر کے آنا چاہیے، اسی طرح بعض لوگ کھانے پینے کی کچھ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر کے اسے نیکی کا اعلیٰ درجہ سمجھتے تھے، ایامِ حج میں بہت کم کھاتے پیتے تھے، یہاں واضح کر دیا گیا کہ شریعت میں حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے پینے پر پابندی نہیں ہے، اس لیے تم کھاؤ پیو اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ، تاہم پہننے اوڑھنے اور کھانے پینے میں اس بات کا خیال رکھو کہ وہ اسراف کی حد تک نہ پہنچے، کیونکہ اسراف اللہ کو پسند نہیں ہے، لفظ اسراف کی وضاحت سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۱ میں کی جا چکی ہے، وہیں ملاحظہ فرمائیے۔

۳۲ اس آیت مبارکہ میں زمانۂ جاہلیت کے ان خیالات کی تردید کی گئی ہے جن کا تعلق کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے سے تھا، گزشتہ آیت میں ان کا حوالہ دیا جا چکا ہے، انہوں نے جن چیزوں کو خود حرام کر رکھا تھا، سوال یہ ہے کہ انہیں یہ اختیار کس نے دیا؟ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دینے والے وہ کون ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے واضح اعلان فرما دیا کہ اصولی طور پر تو دنیا کی تمام حلال چیزیں اہل ایمان کیلئے پیدا کی گئی ہیں تاکہ وہ دنیا کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے رب کا شکر ادا کریں، البتہ چونکہ کافر بھی دنیا میں رہتے ہیں، اس لیے مسلمانوں کی برکت سے انہیں بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیدی گئی ہے، یہ حق تعالیٰ کی اس رحمت عامہ کا اثر اور نتیجہ ہے جو دنیا میں مسلمانوں اور کافروں سب پر برستی ہے، جبکہ آخرت میں حق تعالیٰ کا انعام اور رحمت صرف اہل ایمان کیلئے ہوگی، لہٰذا اس دن تمام نعمتیں مؤمنین کیلئے خاص ہوں گی، کافروں کو ان میں سے کچھ نہ ملے گا، بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آخرت میں یہ نعمتیں خالص ہو جائیں گی، ان کے ساتھ کوئی غم اور پریشانی نہ ہوگی، نہ ختم ہونے کا ڈر ہوگا اور نہ چھینے جانے کی فکر، جبکہ دنیا میں ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ نعمت چھن نہ جائے، زیرِ تذکرہ آیت میں ''خالصة يوم القيمة'' سے یہی مراد ہے۔

وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

وَ	الْاِثْمَ	وَ	الْبَغْيَ	بِغَيْرِ الْحَقِّ	وَ	اَنْ	تُشْرِكُوْا	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ	يُنَزِّلْ	بِهٖ	سُلْطٰنًا
اور	گناہ کو	اور	سرکشی کو	علاوہ حق کے	اور	یہ کہ	تم شریک ٹھہراؤ	اللہ کے ساتھ	وہ جو	نہیں	نازل کی اس نے	اس کی	کوئی دلیل

اور ناحق سرکشی کو حرام قرار دیا ہے، نیز یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اُس نے کوئی دلیل نہیں اتاری

وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا

وَّاَنْ	تَقُوْلُوْا	عَلَى	اللّٰهِ	مَا	لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾	وَ	لِكُلِّ	اُمَّةٍ	اَجَلٌ ۚ	فَاِذَا
اور یہ کہ	تم کہو	پر	اللہ کے	وہ جو	نہیں	تم جانتے	اور	ہرایک	امت کیلئے	مقررہ وقت	سو جب

اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق وہ باتیں کہو جو تم جانتے نہیں ہو۔ ۳۳ اور ہر گروہ کیلئے ایک وقت مقرر ہے، سو جب

جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ

جَآءَ	اَجَلُهُمْ	لَا	يَسْتَاْخِرُوْنَ	سَاعَةً	وَّ	لَا	يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾	يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ
آجائیگا	ان کا مقررہ وقت	نہ	پیچھے ہٹ سکیں گے	ایک لمحہ	اور	نہ	آگے بڑھ سکیں گے	اے بیٹو آدم کے

اُن کا وقت آجائے گا تو وہ ایک لمحے کیلئے بھی پیچھے ہو سکیں گے اور نہ آگے ہو سکیں گے۔ ۳۴ اے بنی آدم!

اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ

اِمَّا	يَاْتِيَنَّكُمْ	رُسُلٌ	مِّنْكُمْ	يَقُصُّوْنَ	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِيْ ۙ	فَمَنِ
اگر	آئیں تمہارے پاس	کچھ پیغمبر	تم میں سے	وہ بیان کریں	تم پر	میری آیتیں	تو جو کوئی

اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے کچھ پیغمبر آئیں جو تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت کریں تو جو شخص

اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ

اتَّقٰى	وَ	اَصْلَحَ	فَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾	وَ	الَّذِيْنَ
ڈرے	اور	اصلاح کرلے	تو نہیں	کوئی خوف	ان پر	اور	نہ	وہ	غمگین ہوں گے	اور	وہ لوگ جو

تقویٰ اختیار کرے اور اپنی اصلاح کرلے، سو ایسے لوگوں پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ۳۵ اور جن لوگوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ

كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَاسْتَكْبَرُوْا	عَنْهَآ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	النَّارِ ۚ	هُمْ
جھٹلایا	ہماری آیتوں کو	اور تکبر کیا انہوں نے	ان سے	وہی لوگ	ساتھی	جہنم کے	وہ

ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور اُن سے تکبر کیا تو وہی لوگ اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ

۳۳ اس آیت مبارکہ میں چند محرمات کا ذکر آیا ہے، ان میں سے پہلی چیز ''الفواحش'' ہے جو کہ ''فاحشۃ'' کی جمع ہے بعض مفسرین نے اس سے کبیرہ گناہ مراد لیے ہیں، بعض کے نزدیک اس لفظ کا اطلاق ان گناہوں پر ہوتا ہے جن پر کوئی حد شرعی واجب نہ ہو، بظاہر پہلا معنی راجح ہے اور آیت میں ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہوں کی حرمت مراد ہے، دوسرا لفظ ''الاثم'' ہے، جس کا لفظی معنی گناہ ہے، بعض مفسرین نے اس سے صغیرہ گناہ مراد لیے ہیں اور بعض کے نزدیک اس کا اطلاق ان گناہوں پر ہوتا ہے جن پر کوئی حد شرعی واجب ہو، یہاں بھی پہلا معنی راجح ہے، تیسرا لفظ ''البغی'' ہے، اس کا معنی ''الاقدام علی الخیر نفسا أو مالا، أو عرضا'' ہے، یعنی کسی کی جان، مال یا عزت وآبرو کے حوالے سے دست درازی کرنا، اس کا اطلاق حکومت وقت کے خلاف بغاوت پر بھی ہوتا ہے، یہاں بھی پہلا معنی راجح ہے، چوتھی چیز اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، اس کی حرمت اور گندگی میں مزید اضافہ اس سے بھی ہو جاتا ہے کہ اللہ نے اس کی کوئی سند اور دلیل نہیں اتاری، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی کہ شرک کے جواز پر کوئی استدلال پیش کیا جا سکے، پانچویں چیز اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے کوئی ایسی بات کہنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نہ فرمائی ہو۔ یہ جھوٹ کی سب سے بد ترین قسم ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی موقع پر اس کی اجازت نہیں دی ہے، اس لیے انسان کو ان محرمات سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۳۴ اس آیت مبارکہ میں ہر امت کی مدت متعین ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی جس طرح افراد کیلئے مدت مقرر ہے اور ہر فرد اپنی مقررہ مدت پوری کرتا ہے، اسی طرح ہر امت کیلئے بھی مدت مقرر رہی ہے اور جس طرح کسی فرد کی مقررہ مدت میں تقدیم وتاخیر اور کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اسی طرح کسی قوم اور امت کی مدت میں بھی کسی قسم کی تقدیم وتاخیر اور کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

۳۵ ۳۶ ان آیتوں میں اولاد آدم کو مخاطب کر کے یاد دہانی کروائی گئی ہے کہ میں تمہاری ہدایت اور رہنمائی کیلئے پیغمبروں کی بعثت کا سلسلہ شروع کروں گا، وہ تمہیں میری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائیں گے، تم میں سے جو شخص ان کی دعوت قبول کر کے تقویٰ اور اصلاح نفس کی طرف متوجہ ہو جائے گا، وہ ہر قسم کے اندیشے اور رنج وغم سے محفوظ ہو جائے گا اور جو شخص تکذیب اور تکبر کا راستہ اختیار کرے گا، وہ اہل جہنم میں سے ہو جائیگا اولاد آدم سے یہ خطاب یا تو عالم ارواح میں ہوا تھا، یا پھر یہ گزشتہ مضمون کی تکمیل ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا گیا تو انہیں بہت سی ہدایات دی گئیں، جو ان کی ساری نسل کیلئے تھیں، گزشتہ آیات میں ''یبنی آدم'' سے انہی ہدایات کا بیان چلا آرہا ہے۔

فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

فِيهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿٣٦﴾	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا
اسمیں	ہمیشہ رہنے والے	تو کون	زیادہ بڑا ظالم	اس سے جو	گھڑے	پر	اللہ کے	جھوٹ

رہیں گے۔ ٣٧ اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے

اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا

اَوْ	كَذَّبَ	بِاٰيٰتِهٖ	اُولٰۗىِٕكَ	يَنَالُهُمْ	نَصِيْبُهُمْ	مِّنَ	الْكِتٰبِ	حَتّٰٓي	اِذَا
یا	جھٹلائے	اس کی آیتوں کو	وہی لوگ	ملے گا انہیں	ان کا حصہ	سے	کتاب کے	یہاں تک کہ	جب

یا اُس کی آیتوں کی تکذیب کرے، اِن لوگوں کو ان کا حصہ مل جائے گا جو کتاب میں لکھا ہوا ہے، یہاں تک کہ جب

جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ

جَاۗءَتْهُمْ	رُسُلُنَا	يَتَوَفَّوْنَهُمْ	قَالُوْٓا	اَيْنَ	مَا	كُنْتُمْ	تَدْعُوْنَ
ان کے پاس آئیں گے	ہمارے بھیجے ہوئے	وہ انہیں پورا پورا لیں گے	کہنے لگے	کہاں	وہ جو	تم تھے	پکارتے رہے

ان کی روح قبض کرنے کیلئے ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے آئیں گے تو اِن سے کہیں گے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے تھے،

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	قَالُوْا	ضَلُّوْا	عَنَّا	وَشَهِدُوْا	عَلٰٓي	اَنْفُسِهِمْ	اَنَّهُمْ	كَانُوْا
سے	علاوہ	اللہ کے	کہنے لگے وہ	گم ہو گئے	ہم سے	اور انہوں نے گواہی دی	پر	اپنی جانوں کے	یہ کہ بیشک وہ	تھے

وہ کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے کہ وہ ہم سے گم ہو گئے اور وہ خود اپنے متعلق شہادت دیں گے کہ وہ

كٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ

كٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾	قَالَ	ادْخُلُوْا	فِيْٓ	اُمَمٍ	قَدْ	خَلَتْ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	مِّنَ
کفر کرنے والے	کہا اس نے	داخل ہو جاؤ تم	بیچ	امتوں کے	یقیناً	گذر چکیں	سے	تمہارے پہلے	سے

کافر تھے۔ ٣٨ اللہ فرمائے گا کہ تم بھی جن و انس کے ان گروہوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ

الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ

الْجِنِّ	وَ	الْاِنْسِ	فِي	النَّارِ	كُلَّمَا	دَخَلَتْ	اُمَّةٌ	لَّعَنَتْ	اُخْتَهَا
جنوں کے	اور	انسانوں کے	بیچ	جہنم کے	جب بھی	داخل ہو گی	ایک جماعت	لعنت کرے گی	اپنی بہن پر

جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں، جہنم میں جب بھی ایک جماعت داخل ہو گی، دوسری پر لعنت کرے گی،

٣٧ اس آیت مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے، ان کا تذکرہ اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے لیکن مضمون کی اہمیت کی وجہ سے اسے دوبارہ دہرایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کرے، یا اس کی آیتوں کی تکذیب کرے، اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے؟ آگے ان کی سزا بیان کی گئی ہے کہ ان کیلئے دنیا اور آخرت میں جو سزا لکھی گئی ہے، وہ انہیں پہنچ کر رہے گی، ان کی اخروی سزا کا آغاز اسی وقت ہو جاتا ہے جب موت کے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کیلئے آجاتے ہیں، اس وقت وہ خود اپنے کفر کا اعتراف اور اقرار کر کے اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں، یہ اس لیے سنایا گیا کہ اس وقت کے آنے سے پہلے اس سزا سے بچنے کی تدبیر کرسکیں۔

حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا

حَتّٰٓى	اِذَا	ادَّارَكُوْا	فِيْهَا	جَمِيْعًا	قَالَتْ	اُخْرٰىهُمْ	لِاُوْلٰىهُمْ	رَبَّنَا
یہاں تک کہ	جب	گر چکیں گے وہ	اسمیں	سب کے سب	کہے گی	ان میں سے پچھلی جماعت	اپنے سے پہلی کیلئے	اے ہمارے پروردگار!

یہاں تک کہ جب وہ سارے کے سارے اس میں گر چکیں گے تو پچھلے لوگ پہلوں سے متعلق کہیں گے کہ پروردگار!

هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ قَالَ لِكُلٍّ

هٰٓؤُلَآءِ	اَضَلُّوْنَا	فَاٰتِهِمْ	عَذَابًا	ضِعْفًا	مِّنَ	النَّارِ	قَالَ	لِكُلٍّ
یہی لوگ	ہمیں گمراہ کیا انہوں نے	تو تو دیدے انہیں	عذاب	دوگنا	سے	آگ کے	کہے گا	ہر ایک کیلئے

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اس لیے تو انہیں آگ کا دوگنا عذاب دے، اللہ فرمائے گا کہ ہر ایک کیلئے ہی

ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝٣٨ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ

ضِعْفٌ	وَّ	لٰكِنْ	لَّا	تَعْلَمُوْنَ ۝٣٨	وَ	قَالَتْ	اُوْلٰىهُمْ	لِاُخْرٰىهُمْ	فَمَا	كَانَ
دوگنا	اور	لیکن	نہیں	تم جانتے	اور	کہے گی	ان میں سے پہلی جماعت	ان میں سے پچھلی سے	سو نہیں	ہے

دوگنا عذاب ہے لیکن تم جانتے نہیں ہو۔ ۳۸ اور پہلے لوگ پچھلوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر کوئی

لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝٣٩ ع

ع ۴ ۸ ۱۱

لَكُمْ	عَلَيْنَا	مِنْ	فَضْلٍ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَكْسِبُوْنَ ۝٣٩
تمہارے لئے	ہم پر	سے	کوئی فضیلت	سو تم چکھو	عذاب	بدلے اس کے جو	تم تھے	کماتے رہے

فضیلت حاصل نہیں ہے، سو تم بھی جو کچھ کرتے رہے ہو، اس کا مزہ چکھو۔ ۳۹

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَاسْتَكْبَرُوْا	عَنْهَا	لَا	تُفَتَّحُ	لَهُمْ	اَبْوَابُ
بیشک	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	اور تکبر کیا	ان سے	نہیں	کھولے جائیں گے	ان کیلئے	دروازے

بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور اُن سے تکبر کیا، اُن کیلئے نہ آسمان کے دروازے

السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ

السَّمَآءِ	وَ	لَا	يَدْخُلُوْنَ	الْجَنَّةَ	حَتّٰى	يَلِجَ	الْجَمَلُ	فِيْ	سَمِّ
آسمانوں کے	اور	نہ	وہ داخل ہوں گے	جنت میں	یہاں تک کہ	داخل ہو جائے	اونٹ	بیچ	ناکے کے

کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں

۳۸ ۳۹ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جہنم میں داخل ہونے والے ابتدائی اور آخری گروہوں اور ان کے درمیان ہونے والے باہمی ٹکراؤ اور تکرار کا ذکر کیا ہے، جس سے یہ خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اہل جہنم کو ایک دوسرے سے کوئی ہمدردی نہیں ہو گی اس وضاحت کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ عام طور پر انسان دوسروں کی مصیبت دیکھ کر اپنی مصیبت بھول جاتا ہے اور اسے اپنی مصیبت ہلکی معلوم ہوتی ہے، شاید جہنم میں بھی ایسا ہی ہو اور اہل جہنم ایک دوسرے کے دکھ درد اور مصیبت میں کام آئیں؟ سو اس کا جواب دے دیا گیا کہ ایسا نہیں ہوگا، ہر گروہ دوسرے پر الزام لگا رہا ہوگا اور اس کی خواہش ہوگی کہ دوسرے کو زیادہ کڑی اور سخت سزا دی جائے، حق تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوگا کہ سب ہی کو کڑی سزا دی جائے اور اس میں پہلے اور پچھلے کی تخصیص کو باقی نہ رکھا جائے۔

الْخِيَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ۝٤٠ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ

الْخِيَاطِ ؕ	وَ كَذٰلِكَ	نَجْزِی	الْمُجْرِمِیْنَ ۝٤٠	لَهُمْ	مِّنْ	جَهَنَّمَ
سوئی کے	اور اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	جرم کرنے والوں کو	ان کیلئے	سے	جہنم کے

داخل ہو جائے، مجرموں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ ٤٠ اُن کیلئے جہنم میں

مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝٤١

مِهَادٌ	وَّ	مِنْ	فَوْقِهِمْ	غَوَاشٍ ؕ	وَ	كَذٰلِكَ	نَجْزِی	الظّٰلِمِیْنَ ۝٤١
بچھونا	اور	سے	ان کے اوپر	اوڑھنا	اور	اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	ظلم کرنے والوں کو

بچھونا اور اُس کے اوپر سے اوڑھنا ہوگا، ظالموں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ ٤١

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ ز

وَ	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَا	نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَاۤ ز
اور	جولوگ	ایمان لائے	اور	عمل کیے انہوں نے	نیک	نہیں	پابند بناتے ہم	کسی نفس کو	مگر	اس کی ہمت کے مطابق

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، ہم کسی نفس کو اُس کی طاقت سے بڑھ کر پابند نہیں بناتے،

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٤٢ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ

اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ ۚ	هُمْ	فِیْهَا	خٰلِدُوْنَ ۝٤٢	وَ	نَزَعْنَا	مَا	فِیْ
یہی لوگ	ساتھی	جنت کے	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہنے والے	اور	کھینچ لیا ہم نے	وہ جو	بیچ

وہی اہلِ جنت ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ٤٢ اور ہم اُن کے دلوں سے

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ

صُدُوْرِهِمْ	مِّنْ	غِلٍّ	تَجْرِیْ	مِنْ	تَحْتِهِمُ	الْاَنْهٰرُ ۚ	وَ	قَالُوا	الْحَمْدُ
ان کے سینوں کے	سے	کینے کے	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	اور	کہتے ہوں گے	تمام تعریفیں

کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ کہتے ہوں گے کہ اللہ کا

لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ

لِلّٰهِ	الَّذِیْ	هَدٰىنَا	لِهٰذَا ۗ	وَ	مَا	كُنَّا	لِنَهْتَدِیَ	لَوْ	لَاۤ	اَنْ هَدٰىنَا	اللّٰهُ ۚ
اللہ کیلئے	جس نے	ہمیں ہدایت دی	اس کی	اور	نہ	تھے ہم	کہ ہدایت حاصل کرتے	اگر	نہ ہوتا	یہ کہ ہدایت دی ہمیں	اللہ نے

شکر ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا، اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت یافتہ نہ ہوتے،

٤٠ اس آیت مبارکہ میں فصاحت و بلاغت کی ایک نہایت اعلیٰ صنف ''تعلیق بالمحال'' کو استعمال کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آیات الٰہیہ کی تکذیب اور ان کے مقابلے میں تکبر اختیار کرنے والوں کا جنت میں داخل ہونا اسی طرح ناممکن ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا ناممکن ہے، ان کیلئے نہ تو آسمان سے رزق اور برکت کے دروازے کھلیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے، محاوراتی زبان میں عام طور پر اس قسم کی تعبیرات کا مقصد کسی چیز کا ناممکن ہونا بیان کرنا ہوتا ہے، حالانکہ حق تعالیٰ کیلئے کوئی ناممکن بھی ناممکن نہیں ہے۔

٤١ اس آیت مبارکہ میں آیات الٰہیہ کی تکذیب کرنے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ ان کیلئے بستر بھی آگ کا ہو گا اور چھت بھی آگ کی ہوگی، یعنی نیچے سے بستر آگ اگل رہے گا اور اوپر سے چھت آگ برسا رہی ہوگی، شدید گرمی کے موسم میں اگر لائٹ چلی جائے تو انسان کیلئے فوم کے گدے پر لیٹنا بیٹھنا ناممکن ہو جاتا ہے، اگر بجلی آ رہی ہو تب بھی انسان صرف پنکھے پر گزارہ نہیں کر سکتا اور کمرے کو ٹھنڈا کرنے کیلئے جدید اور قدیم ٹیکنالوجی سے استفادہ کرتا ہے، اس تصور کی روشنی میں آگ کے بستر اور چھت کا ایک اجمالی رخ معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اعاذنا اللہ منها۔

٤٢۔ اس آیت مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح والوں کیلئے جنتی ہونے اور اس میں ان کے ہمیشہ مقیم رہنے کا ذکر کیا گیا ہے، ضمنی طور پر یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اس کی ہمت سے بڑھ کر کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا اور شریعت کا کوئی حکم بھی ایسا نہیں ہے جس پر عمل کرنا انسان کی ہمت اور اختیار سے باہر ہو، لہٰذا جو لوگ عمل صالح میں کوتاہی کرتے ہیں، وہ یہ عذر نہیں کر سکتے کہ ہمارے لیے ایسا کرنا ممکن نہ تھا، یا یہ ہماری ہمت اور طاقت سے بڑھ کر تھا، اگر ایسا ہوتا تو کسی کیلئے بھی ان احکام پر عمل کرنا ممکن نہ ہوتا۔

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ

لَقَدْ	جَآءَتْ	رُسُلُ	رَبِّنَا	بِالْحَقِّ ۭ	وَ	نُوْدُوْٓا	اَنْ	تِلْكُمُ	الْجَنَّةُ
البتہ یقیناً	آئے	بہت سے پیغمبر	ہمارے رب کے	حق کے ساتھ	اور	وہ آواز دیئے جائیں گے	یہ کہ	یہ ہے تمہاری	جنت

یقیناً ہمارے رب کے پیغمبر حق بات لیکر آئے تھے، اور انہیں پکار کر کہا جائے گا کہ یہ رہی تمہاری وہ جنت

اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

اُوْرِثْتُمُوْهَا	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾	وَ	نَادٰٓى	اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ
تم وارث بنائے گئے اس کے	بدلے اس کے جو	تم تھے	عمل کرتے	اور	پکاریں گے	ساتھی	جنت کے

جس کا تمہیں اُن اعمال کی وجہ سے وارث بنایا گیا ہے جو تم کرتے تھے۔ ﴿٤٣﴾ اور اہلِ جنت پکار کر

اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ

اَصْحٰبَ	النَّارِ	اَنْ	قَدْ	وَجَدْنَا	مَا	وَعَدَنَا	رَبُّنَا	حَقًّا	فَهَلْ
ساتھیوں کو	جہنم کے	یہ کہ	تحقیق	ہم نے پایا	وہ جو	وعدہ کیا ہم سے	ہمارے رب نے	برحق	تو کیا

اہلِ جہنم سے کہیں گے کہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے تو اُسے برحق پایا ہے، تو کیا

وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ

وَجَدْتُّمْ	مَّا	وَعَدَ	رَبُّكُمْ	حَقًّا ۭ	قَالُوْا	نَعَمْ ۚ	فَاَذَّنَ	مُؤَذِّنٌۢ	بَيْنَهُمْ
پایا تم نے	وہ جو	وعدہ کیا	تمہارے رب نے	برحق	وہ کہیں گے	جی ہاں!	تو آواز دے گا	ایک آواز دینے والا	درمیان ان کے

تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، تم نے بھی اسے برحق پایا ہے؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر ایک پکارنے والا اُن کے درمیان پکارے گا

اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

اَنْ	لَّعْنَةُ	اللّٰهِ	عَلَى	الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾	الَّذِيْنَ	يَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ
یہ کہ	لعنت	اللہ کی	پر	ظلم کرنے والوں کے	جو لوگ	روکتے ہیں	سے	راستے کے

کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ ﴿٤٤﴾ جو اللہ کے راستے سے روکتے

اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَبَيْنَهُمَا

اللّٰهِ	وَ	يَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا ۚ	وَ	هُمْ	بِالْاٰخِرَةِ	كٰفِرُوْنَ ﴿٤٥﴾	وَبَيْنَهُمَا
اللہ کے	اور	تلاش کرتے ہیں اسمیں	ٹیڑھا پن	اور	وہ	آخرت کا	انکار کرنے والے	اور درمیان ان دونوں کے

تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے تھے، اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے۔ ﴿٤٥﴾ اور اُن دونوں کے درمیان

﴿٤٣﴾ اس آیت مبارکہ میں یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے قبل ہی اہل جنت کے دلوں کو پاکیزہ اور صاف ستھرا کر دیا جائیگا، اگر دنیا میں کوئی رنجش رہی ہوگی تو اسے پہلے ہی ختم کر دیا جائے گا تا کہ اس قلبی رنجش اور طبعی بوجھ کے ساتھ وہ جنت میں داخل نہ ہوں، کیونکہ جنت میں ان چیزوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے، چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

یہی وجہ ہے کہ جنت میں ایک دوسرے کے بلند و بالا مقامات اور درجات کو دیکھ کر بھی کوئی دوسرے سے حسد نہ کرے گا، سب وہاں بھائی بھائی ہوں گے اور اللہ کی نعمتوں اور ہدایت پر اس کا شکر ادا کرتے ہوں گے اور انہیں ان کے اعمال کی برکت سے جنت کا وارث بنا دیا جائیگا۔

﴿٤٤﴾ ﴿٥١﴾ ان آیتوں میں اہل جنت، اہل جہنم اور اصحاب اعراف کے درمیان ہونے والے مختلف مکالموں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ مکالمے جنت اور جہنم میں جانے کے بعد ہوں گے، لیکن ان کا ہونا اس قدر یقینی اور برحق ہے کہ اسے مستقبل کے صیغے کی بجائے ماضی کے الفاظ اور صیغوں سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ اہل جنت اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو دیکھ کر اہل جہنم سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی زبانی ہم سے جو وعدے کیے تھے، ہم نے انہیں بغیر کسی کمی بیشی کے درست پایا، ان میں سے کوئی ایک وعدہ بھی ایسا نہیں ہے جو اللہ نے پورا نہ کیا ہو، تم بتاؤ کہ تم سے جو وعدے کیے گئے تھے، کیا تم نے بھی انہیں بغیر کسی کمی بیشی کے درست پایا کہ نہیں؟ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے وعدے میں کبھی تخلف نہیں ہو سکتا، =

حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ

حِجَابٌ ۚ	وَ	عَلَى	الْاَعْرَافِ	رِجَالٌ	يَّعْرِفُوْنَ	كُلًّا	بِسِيْمٰهُمْ ۚ
ایک آڑ	اور	پر	جنت اور جہنم کے درمیان کی جگہ	کچھ لوگ	پہچانتے ہوں گے وہ	ہر ایک کو	ان کی نشانی سے

ایک آڑ ہو گی، اور اَعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر شخص کو اُس کی علامت سے شناخت کر لیں گے،

وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ

وَ	نَادَوْا	اَصْحٰبَ	الْجَنَّةِ	اَنْ	سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ ۣ	لَمْ	يَدْخُلُوْهَا	وَ	هُمْ
اور	وہ پکاریں گے	ساتھیوں کو	جنت کے	یہ کہ	سلامتی ہو	تم پر	نہیں	وہ اُس میں داخل ہوں گے	اور	وہ

وہ اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، ابھی وہ جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے تاہم اُس کی امید

يَطْمَعُوْنَ ۝٤٦ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ

يَطْمَعُوْنَ ۝٤٦	وَ	اِذَا	صُرِفَتْ	اَبْصَارُهُمْ	تِلْقَآءَ	اَصْحٰبِ	النَّارِ ۙ
خواہش رکھتے ہوں گے	اور	جب	پھیری جائیں گی	ان کی نگاہیں	سامنے	ساتھیوں کے	جہنم کے

رکھتے ہوں گے۔ ﴿٤٦﴾ اور جب اُن کی نگاہیں اہلِ جہنم کی طرف پھریں گی

قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٧ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ

قَالُوْا	رَبَّنَا	لَا	تَجْعَلْنَا	مَعَ	الْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٧	وَ	نَادٰٓى	اَصْحٰبُ
کہیں گے وہ	اے ہمارے پروردگار!	مت	بنا تو ہمیں	ساتھ	ان لوگوں کے جو	ظلم کرنے والے	اور	پکاریں گے	ساتھی

تو کہیں گے کہ پروردگار! ہمیں ظالم قوم کے ساتھ شامل نہ فرما۔ ﴿٤٧﴾ اور اَعراف والے کچھ

الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ

الْاَعْرَافِ	رِجَالًا	يَّعْرِفُوْنَهُمْ	بِسِيْمٰهُمْ	قَالُوْا	مَآ	اَغْنٰى	عَنْكُمْ
جنت اور جہنم کے درمیان کی جگہ	کچھ لوگوں کو	پہچانتے ہوں گے وہ انہیں	ان کی نشانی سے	کہیں گے وہ	نہیں	بے نیاز کیا	تمہیں

لوگوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے اور کہیں گے کہ تمہاری جمعیت تمہارے کسی کام

جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝٤٨ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ

جَمْعُكُمْ	وَ	مَا	كُنْتُمْ	تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝٤٨	اَهٰٓؤُلَآءِ	الَّذِيْنَ	اَقْسَمْتُمْ
تمہاری جمعیت نے	اور	وہ جو	تم تھے	تکبر کرتے رہے	کیا یہی	وہ لوگ جو	قسم کھائی تم نے

نہ آسکی اور نہ ہی وہ جو تم تکبر کیا کرتے تھے۔ ﴿٤٨﴾ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم قسم

=اس لیے اہل جہنم اقرار کریں گے کہ ایسا ہی ہوا ہے اور ہم نے بھی ان تمام وعدوں کو سچا پایا ہے، اس اقرار کے بعد وہ اس بات کے مستحق ہوں گے کہ ان پر لعنت کی جائے. کہ دنیا میں لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے رہے، اللہ کے دین میں کجی اور کمی تلاش کرتے رہے، دین کا مذاق اڑاتے اور آخرت کا انکار کرتے رہے اور آج اس کا اقرار کر رہے ہیں، لعنت ہو ان پر کہ جب اقرار کرنے کا وقت تھا، اس وقت انکار کرتے رہے، اہل جہنم ان سے درخواست کریں گے کہ تم لوگ تو مزے میں ہو، اللہ کی نعمتوں کو استعمال کر رہے ہو، تمہیں ہر طرح کی راحت و خوشی اور اس کے اسباب میسر ہیں، ہماری پریشان حالی بھی تمہارے سامنے ہے، مہربانی کر کے کھانے پینے کی کچھ چیزیں ہمیں بھی بھجوا دو، وہ سمجھتے ہوں گے کہ دنیا کی جیل میں ہمارے عزیز و اقارب رشوت اور سفارش کے ذریعے ہمیں عام قیدیوں سے ہٹ کر عمدہ کھانے اور مشروبات پہنچا دیا کرتے تھے، یہاں بھی اس کی کوئی صورت نکل آئے گی، لیکن ایسا ہونا ممکن نہیں ہوگا کیونکہ اللہ نے جنت کی ہر چیز کافروں پر حرام کر رکھی ہے، یہ لوگ دنیا میں دین اور اہل دین کا مذاق اڑاتے رہے، غفلت کی زندگی نے انہیں آخرت سے بالکل بے خبر رکھا، انہوں نے اللہ سے ملنے کو بھلایا، اللہ نے انہیں بھلا دیا، یوں بھی اگر اہل جہنم کو جہنم میں بیٹھے بٹھائے جنت کی نعمتیں پہنچ جایا کریں تو پھر جنت میں جانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے، اس کے علاوہ جنت والے اعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں ان لوگوں کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے جنہوں نے سالہا سال کی ریاضت اور محنت کے بعد جنت حاصل کی تھی ان کی وہ محنت اور ریاضت کہاں گئی؟ یہ پہلو بھی اہم ہے کہ اگر اہل جہنم کو جنت کا ایک پھل یا مشروب کھانے کو مل جائے تو اس کی لذت

ع ٥ ٨ ١٢

اُن کے منہ اور حلق سے کبھی نکل نہ سکے اور انہیں کبھی بھوک پیاس کا احساس نہ ہو، اور یہ حق تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔=

لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ

لَا	يَنَالُهُمُ	اللّٰهُ	بِرَحْمَةٍ	اُدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	لَا	خَوْفٌ	عَلَيْكُمْ	وَ	لَآ	اَنْتُمْ
نہیں	پکڑے گا انہیں	اللہ	ساتھ رحمت کے	داخل ہو جاؤ تم	جنت میں	نہ	کوئی خوف	تم پر	اور	نہ	تم

کھایا کرتے تھے کہ انہیں اللہ کی رحمت حاصل نہ ہو گی؟ تم جنت میں داخل ہو جاؤ، تم پر کوئی خوف ہو گا اور نہ تم

تَحْزَنُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ

تَحْزَنُوْنَ ﴿٤٩﴾	وَ	نَادٰى	اَصْحٰبُ	النَّارِ	اَصْحٰبَ	الْجَنَّةِ	اَنْ
غمگین ہو گے	اور	پکاریں گے	ساتھی	جہنم کے	ساتھیوں کو	جنت کے	یہ کہ

غمگین ہو گے۔ ﴿٤٩﴾ اور اہل جہنم پکار کر اہل جنت سے کہیں گے کہ

اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

اَفِيْضُوْا	عَلَيْنَا	مِنَ	الْمَآءِ	اَوْ	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ ؕ	قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ
بہاؤ تم	ہم پر	سے	پانی کے	اور	اسمیں سے جو	تمہیں دیا	اللہ نے	کہیں گے وہ	بیشک	اللہ

تھوڑا سا پانی ہم پر بھی بہاؤ یا جو اللہ نے تمہیں رزق عطا فرمایا ہے، وہ کہیں گے کہ اللہ نے

حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا

حَرَّمَهُمَا	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	دِيْنَهُمْ	لَهْوًا	وَّ	لَعِبًا
حرام کر دیا ہے ان دونوں کو	پر	کفر کرنے والوں کے	وہ لوگ جو	بنا لیا انہوں نے	اپنے دین کو	تماشا	اور	کھیل

یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر رکھی ہیں۔ ﴿٥٠﴾ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا

وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ

وَّغَرَّتْهُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا ۚ	فَالْيَوْمَ	نَنْسٰىهُمْ	كَمَا	نَسُوْا	لِقَآءَ	يَوْمِهِمْ
اور دھوکہ دیا انہیں	زندگی نے	دنیا کی	سو آج کے دن	ہم انہیں بھلا دیں گے	جیسا کہ	بھول گئے وہ	ملاقات کو	ان کے دن کے

اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈالے رکھا، سو آج ہم بھی انہیں بھلا دیں گے جیسے انہوں نے اِس دن کی ملاقات کو بھلا

هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٥١﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ

هٰذَا ۙ	وَ	مَا	كَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَجْحَدُوْنَ ﴿٥١﴾	وَلَقَدْ	جِئْنٰهُمْ	بِكِتٰبٍ
یہ	اور	وہ جو	تھے	ہماری آیتوں کا	انکار کرتے رہے	اور البتہ یقیناً	ہم لیکر آئے ان کے پاس	ایک کتاب

دیا تھا، اور وہ جو ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ ﴿٥١﴾ اور یقیناً ہم اُن کے پاس ایک کتاب لیکر آئے ہیں

= درمیان میں اعراف اور اصحاب اعراف کا ذکر کیا گیا ہے، چونکہ وہ لوگ جنت میں داخل ہونے سے پہلے جنت اور جہنم کے درمیان منتظر ہوں گے، اس لیے ان کا ذکر بھی اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان کیا گیا ہے، سورت کے آغاز میں اس لفظ کا تعارف پیش کر دیا گیا ہے، اصحاب اعراف اگر جنت کی نعمتوں میں نہیں ہوں گے تو جہنم کے عذاب اور مصیبت میں بھی نہیں ہوں گے، وہ اہل جنت اور اہل جہنم کو بآسانی شناخت کر سکیں گے، وہ اہل جنت کو ہدیۂ سلام پیش کریں گے اور اہل جہنم کو دیکھ کر اول تو حق تعالیٰ سے پناہ مانگیں گے، پھر ان سے سوال پوچھیں گے کہ تمہاری جمعیت اور طاقتور جماعت کہاں چلی گئی؟ تم دنیا میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے تھے، وہ بڑائی کہاں چلی گئی؟ جن لوگوں کو تم کمزور اور حقیر تصور کر کے کہا کرتے تھے کہ اللہ کو مہربانی کرنے کیلئے صرف یہی لوگ ملے تھے؟ آج وہ لوگ تو جنت میں داخل ہو کر ہر اندیشے اور رنج و غم سے محفوظ ہو گئے لیکن تم ہمیشہ کیلئے ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں جا گرے اور جنت کی ہر نعمت سے محروم ہو گئے، اہل جہنم کے پاس اپنے دفاع میں یا اہل اعراف کے جواب میں کہنے کے لیے کچھ نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ یہاں ان کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا گیا۔

فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ هَلْ

فَصَّلْنٰهُ	عَلٰى	عِلْمٍ	هُدًى	وَّ	رَحْمَةً	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾	هَلْ
ہم نے اس کی تفصیل کی ہے	پر	علم کے	سراپا ہدایت	اور	رحمت	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لاتے ہیں	کیا

جسے ہم نے کامل علم کے ساتھ مفصل بیان کیا ہے اور وہ ایمان لانے والوں کیلئے باعثِ ہدایت و رحمت ہے۔ ﴿٥٢﴾ کیا

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ

يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	تَاْوِيْلَهٗ ؕ	يَوْمَ	يَاْتِيْ	تَاْوِيْلُهٗ	يَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	نَسُوْهُ	مِنْ
یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں	سوائے	اس کے مضمون کے	جس دن	آئیگی	اس کی حقیقت	کہیں گے	وہ لوگ جو	بھول گئے اسے	سے

یہ لوگ صرف اس کا مضمون ظاہر ہونے کے منتظر ہیں؟ جس دن اِس کا مضمون ظاہر ہو جائے گا تو پہلے سے اسے بھلا دینے والے لوگ

قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ

قَبْلُ	قَدْ	جَآءَتْ	رُسُلُ	رَبِّنَا	بِالْحَقِّ ۚ	فَهَلْ	لَّنَا	مِنْ	شُفَعَآءَ
پہلے	یقیناً	آچکے	بہت سے پیغمبر	ہمارے رب کے	ساتھ حق کے	تو کیا	ہمارے لئے	سے	سفارش کرنے والوں کے

کہیں گے کہ یقیناً ہمارے رب کے پیغمبر حق بات لیکر آئے تھے، تو کیا ہماری سفارش کرنے والے بھی ہیں

فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا

فَيَشْفَعُوْا	لَنَآ	اَوْ	نُرَدُّ	فَنَعْمَلَ	غَيْرَ	الَّذِيْ	كُنَّا	نَعْمَلُ ؕ	قَدْ	خَسِرُوْٓا
کہ وہ سفارش کریں	ہمارے لئے	یا	ہم لوٹا دیئے جائیں	کہ ہم عمل کریں	علاوہ	وہ جو	ہم تھے	عمل کرتے رہے	یقیناً	نقصان کیا انہوں نے

جو ہماری سفارش کریں یا ہمیں واپس ہی لوٹا دیا جائے تاکہ ہم اُن اعمال کے علاوہ عمل کریں جو ہم پہلے کرتے تھے، یقیناً ان لوگوں نے اپنے آپ کو

اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ ع اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ

اَنْفُسَهُمْ	وَ	ضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ ع	اِنَّ	رَبَّكُمُ	اللّٰهُ
اپنی جانوں کا	اور	گم ہوگیا	ان سے	وہ جو	تھے	گھڑا کرتے	بیشک	تمہارا رب	اللہ

خسارے میں ڈال دیا اور جو کچھ وہ گھڑا کرتے تھے، اُن سے گم ہو گیا۔ ﴿٥٣﴾ بیشک تمہارا رب وہ اللہ ہے

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	فِيْ	سِتَّةِ	اَيَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰى	عَلَى
جس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو	اور	زمین کو	بیچ	چھ	دنوں کے	پھر	برابر ہوا	پر

جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر

﴿٥٢﴾ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو اہل ایمان کیلئے کتاب ہدایت و رحمت قرار دیا گیا ہے اور اس کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ حق تعالیٰ نے اس میں اپنے علم کامل وازلی کی روشنی میں ہر چیز کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، سو اسے مضبوطی سے تھامو اور اس پر عمل کرو۔

﴿٥٣﴾ اس آیت مبارکہ میں "تاویل" کا لفظ حقیقت کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگ یوم آخرت کی حقیقت ظاہر ہونے کے منتظر ہیں، جس دن اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی، وہ دن ان کیلئے کسی طرح بھی فائدہ مند نہ ہوگا، وہ لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اپنے لیے سفارشی لوگوں کی تلاش میں پھر رہے ہوں گے، لیکن وہاں اللہ کی مرضی اور اجازت کے بغیر کون سفارش کرے گا؟ پھر ان کی خواہش ہوگی کہ کسی طرح ہمیں ایک موقع مل جائے اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ ہم اپنی اصلاح کر کے اعمال صالحہ کا ذخیرہ اپنے ساتھ لیکر آسکیں، لیکن یہ خواہش بھی پوری نہ ہو سکے گی، کیونکہ انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان خود کیا اور اب ان کے ساتھ کوئی تعاون کرنے کیلئے تیار نہیں۔

ع ٦ ٦ ١٤

الْعَرْشِ قف يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا لا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

الْعَرْشِ	يُغْشِي	الَّيْلَ	النَّهَارَ	يَطْلُبُهٗ	حَثِيْثًا	وَ	الشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ
عرش کے	ڈھانپ دیتا ہے وہ	رات پر	دن کو	وہ اس کے پیچھے آتا ہے	دوڑتا ہوا	اور	سورج کو	اور چاند کو

قائم ہوا، وہ رات پر دن کو ڈھانپ دیتا ہے جو اُس کے پیچھے دوڑتا ہوا آتا ہے، نیز سورج، چاند

وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ

وَالنُّجُوْمَ	مُسَخَّرٰتٍ	بِاَمْرِهٖ	اَلَا	لَهُ	الْخَلْقُ	وَ	الْاَمْرُ	تَبٰرَكَ	اللّٰهُ
اور ستاروں کو	تابع کیے گئے	اس کے حکم کے	خبردار	اسی کیلئے	پیدا کرنا	اور	حکم دینا	بابرکت ہے	اللہ

اور ستارے پیدا کیے جو اُس کے حکم کے تابع ہیں، آگاہ رہو کہ پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے، اللہ رب العالمین کی

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۵۴ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ ۝۵۴	اُدْعُوْا	رَبَّكُمْ	تَضَرُّعًا	وَ	خُفْيَةً	اِنَّهٗ	لَا	يُحِبُّ
پالنے والا	جہان والوں کو	تم پکارو	اپنے رب کو	گڑگڑا کر	اور	چپکے چپکے	بیشک وہ	نہیں	پسند کرتا

ذات بابرکت ہے۔ ۵۴ تم اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے پکارا کرو، بیشک وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو

الْمُعْتَدِيْنَ ۝۵۵ ج وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا

الْمُعْتَدِيْنَ ۝۵۵	وَ	لَا	تُفْسِدُوْا	فِي	الْاَرْضِ	بَعْدَ	اِصْلَاحِهَا
حد سے تجاوز کرنے والوں کو	اور	مت	فساد کرو	بیچ	زمین کے	پیچھے	اس کی اصلاح کے

پسند نہیں کرتا۔ ۵۵ اور زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد فساد پیدا نہ کرو،

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ

وَادْعُوْهُ	خَوْفًا	وَ	طَمَعًا	اِنَّ	رَحْمَتَ	اللّٰهِ	قَرِيْبٌ	مِّنَ
اور پکارو تم اسے	خوف سے	اور	شوق سے	بیشک	رحمت	اللہ کی	قریب	سے

اور اسے خوف اور امید کے ساتھ پکارا کرو، بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے

الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ

الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	يُرْسِلُ	الرِّيٰحَ	بُشْرًا	بَيْنَ يَدَيْ
نیکی کرنے والوں کے	اور	وہ	وہ جو	بھیجتا ہے	ہوائیں	خوشخبری دینے کو	پہلے

قریب ہے۔ ۵۶ اور اللہ وہی ہے جو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں

۵۴ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی مختلف صفات اور کمالات کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کر دیا، معلوم ہوتا ہے کہ چھ دن کا عدد اہتمام کے ساتھ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ اتنی بڑی تخلیق کیلئے اتنا سا عرصہ کافی نہیں ہوتا، خاص طور پر جبکہ اس کا کوئی نمونہ بھی پہلے سے موجود نہ ہو، ایک چھوٹی سی چیز بنانے کیلئے بعض اوقات کئی کئی مہینے اور سال لگ جاتے ہیں اور یہ مختصر عرصہ بھی اس لیے رکھا گیا کہ مخلوق اپنے کاموں میں تدریج کیلئے خالق کی پیروی کرے، ورنہ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ اپنے کلمہ "کن" سے اپنی قدرت کا اعجاز دکھا دیتا، اس آیت میں "استواء علی العرش" کا ذکر بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا، اس نے قرار پکڑا، یا اس پر اپنی خصوصی تجلی اور توجہ ڈالی، یہ جملہ اور صفت قرآن کریم میں متعدد مرتبہ ذکر ہوئی ہے، اس کے الفاظ کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ انسانی عقل بہت محدود ہے، اسے اس قدر باریکی والے مضامین کی سمجھ نہیں آ سکتی، اس لیے یہاں امام مالکؒ کا تجزیہ ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے جو کہ بہت معتدل تجزیہ ہے، وہ فرماتے ہیں "معناه معلوم وكيفيته مجهولة والايمان به واجب" یہی حکم ان تمام صفات اور جملوں کا ہے جن میں حق تعالیٰ کیلئے چہرہ، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء جسم کو ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے، بلکہ ہم ان کی اصل مراد کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں، وہ ان تمام صفات کے ساتھ اپنی شان کے مطابق موصوف ہے۔ یہاں حق تعالیٰ کی یہ قدرت اور صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے جس کی وجہ سے دن کا اجالا چھپ جاتا ہے اور دن، رات کے تعاقب میں چلا آتا ہے، کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ رات چھا جائے اور دن کا اجالا بھی باقی رہے، یا رات ختم ہو جائے اور دن نکلنے سے انکار کر دے، چاند، سورج، ستارے اور سیارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں، کوئی اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا اور کوئی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا، حکم بھی اسی کا چلتا ہے اور مخلوق بھی اسی کی ہے، ظاہر ہے کہ جو خالق ہو، حکم بھی اس کا چلنا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ اس کا حکم اس کی پوری مخلوق پر چلتا ہے اور ساری مخلوق اس کے حکم کے تابع ہے۔

۵۵ اس آیت مبارکہ میں دعا کے دو ادب بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ دعا میں تضرع اور آہ و زاری اختیار کرنا، دوسرا یہ کہ دعا خفیہ اور پست آواز سے ہو، اگرچہ اونچی آواز سے دعا کرنا جائز ہے اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، تاہم شریعت میں اعتدال ہر موقع پر پسندیدہ اور مستحب ہے، یعنی موقع محل کی مناسبت سے آواز کو پست یا بلند رکھنا مطلوب ہے۔

۵۶ اس آیت مبارکہ میں فساد فی الارض کی ممانعت کرنے کے بعد دعا کا حکم دیا گیا ہے اور اس کیلئے خوف اور شوق کی دونوں حالتوں کو برابر رکھا گیا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ رب کو پکارنے کیلئے صرف خوف کی حالت ہی ضروری نہیں، بلکہ شوق کی حالت میں بھی اسی کو پکارنا چاہیے، اس لیے کہ اس کے علاوہ پکارے جانے کا مستحق کوئی اور نہیں ہے اور جو اسے پکارتا ہے، اللہ کی رحمت اس کے قریب ہوتی ہے اور وہ اپنے بندوں کی دعائیں قریب ہو کر سنتا ہے۔

رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ

رَحْمَتِهٖ	حَتّٰٓي	اِذَآ	اَقَلَّتْ	سَحَابًا	ثِقَالًا	سُقْنٰهُ	لِبَلَدٍ	مَّيِّتٍ
اپنی رحمت کے	یہاں تک کہ	جب	وہ اٹھاتی ہیں	بادلوں کو	بھاری بھاری	ہم اسے چلا دیتے ہیں	ایک شہر کو	مردہ

چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھر کم بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں تو ہم اُنہیں ایک بنجر شہر کی طرف چلا دیتے ہیں،

فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ

فَاَنْزَلْنَا	بِهِ	الْمَاۗءَ	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖ	مِنْ	كُلِّ	الثَّمَرٰتِ ۭ	كَذٰلِكَ
پھر ہم اتارتے ہیں	اس سے	پانی	سونکالتے ہیں ہم	ساتھ اس کے	سے	ہر طرح کے	پھلوں کو	اسی طرح

پھر ہم اُس بادل سے پانی اتارتے ہیں اور اُس کے ذریعے ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں، اسی طرح

نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ

نُخْرِجُ	الْمَوْتٰى	لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾	وَ	الْبَلَدُ	الطَّيِّبُ	يَخْرُجُ	نَبَاتُهٗ
ہم نکالیں گے	مردوں کو	تاکہ تم	نصیحت حاصل کرو	اور	شہر	پاکیزہ	نکلتا ہے	اس کا سبزہ

ہم مُردوں کو بھی نکالیں گے تاکہ تم غور کرو۔ ﴿٥٧﴾ اور پاکیزہ شہر کا سبزہ اُس کے رب کے

بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ

بِاِذْنِ	رَبِّهٖ ۚ	وَ	الَّذِيْ	خَبُثَ	لَا	يَخْرُجُ	اِلَّا	نَكِدًا ۭ	كَذٰلِكَ	نُصَرِّفُ
ساتھ حکم کے	اپنے رب کے	اور	وہ جو	گندہ ہے	نہیں	نکلتی	مگر	ناقص چیز	اسی طرح	ہم پھیرتے ہیں

حکم سے نکلتا ہے، اور جو گندہ ہے ، اس میں سے ناقص چیز ہی نکلتی ہے، اسی طرح ہم اپنی آیتیں پھیر پھیر کر

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ

الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى	قَوْمِهٖ	فَقَالَ
آیتوں کی	ان لوگوں کیلئے جو	شکر کرتے ہیں	البتہ یقیناً	ہم نے بھیجا	نوح کو	طرف	اُس کی قوم کے	سو کہا

بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کیلئے جو شکر کرتے ہیں۔ ﴿٥٨﴾ یقیناً ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا، سو وہ کہنے لگے

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ ۭ	اِنِّىْٓ	اَخَافُ	عَلَيْكُمْ
اے میری قوم	عبادت کرو تم	اللہ کی	نہیں	تمہارے لئے	سے	کوئی معبود	اس کے علاوہ	بیشک میں	ڈرتا ہوں	تم پر

کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، مجھے تمہارے متعلق ایک بڑے دن کے

﴿٥٧﴾ اس آیت مبارکہ میں مردوں کو قبروں سے نکال کر زندہ کر دینے کو ایک مثال کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ہوائیں چلاتا ہے، لوگ خوش ہوتے ہیں کہ بارش برسے گی، قحط سالی دور ہو گی ، ہریالی اور سبزہ آئے گا، لوگوں کی ضروریات پوری ہوں گی اور جانوروں کا چارہ بھی حاصل ہوگا، چنانچہ ہوائیں بھاری بھرکم بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں، ان بادلوں سے بارش برستی ہے اور زمین سے ہر طرح کی پیداوار حاصل ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ اس مردہ زمین کا سینہ پھاڑ کر اس میں سے نباتات اگانا کس کی قدرت اور اختیار میں ہے؟ یقیناً یہ اللہ کی قدرت ہے، سو وہی مردوں کو بھی اسی طرح زمین سے نکال کھڑا کرے گا اور اس کیلئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

﴿٥٨﴾ اس آیت مبارکہ میں زمین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، ایک حصہ وہ ہے جو قابل کاشت ، نرم ، ہموار اور زرخیز ہے اور دوسرا حصہ وہ ہے جو ویران، بنجر اور بے آباد ہے، انسانوں کے دل بھی اسی طرح ہیں، آسمان سے بارش برستی ہے تو وہ زرخیز اور بنجر ہر قطعۂ زمین پر برستی ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس سے فائدہ صرف زرخیز زمین کو ہوتا ہے، بنجر زمین سے کوئی پیداوار حاصل نہیں ہوتی ، اسی طرح حق تعالیٰ کی رحمت ہر قوم ، ملک اور اس میں رہنے والوں پر برستی ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس سے فائدہ صرف نیک اور متقی لوگ اٹھاتے ہیں ، کفار اور مشرکین کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ، اہل ایمان کو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

ع ٥ ١٤

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵۹ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ

عَذَابَ	يَوْمٍ	عَظِيْمٍ ۝۵۹	قَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِهٖٓ	اِنَّا	لَنَرٰىكَ	فِيْ	ضَلٰلٍ
عذاب سے	ایک دن	بڑے کے	کہا	سرداروں نے	سے	اس کی قوم کے	بیشک ہم	البتہ تجھے دیکھ رہے ہیں	بیچ	گمراہی کے

عذاب کا اندیشہ ہے۔ ۵۹ اُن کی قوم کے سردار کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں کھلی گمراہی میں

مُّبِيْنٍ ۝۶۰ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

مُّبِيْنٍ ۝۶۰	قَالَ	يٰقَوْمِ	لَيْسَ	بِيْ	ضَلٰلَةٌ	وَّ	لٰكِنِّيْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	رَّبِّ
کھلی	کہا	اے میری قوم	نہیں	مجھے	کوئی گمراہی	اور	لیکن میں	پیغمبر	سے	پالنے والے کے

دیکھتے ہیں۔ ۶۰ نوحؑ کہنے لگے کہ اے میری قوم! مجھے کوئی گمراہی نہیں، لیکن میں تو رب العالمین کا

الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۱ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ

الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۱	اُبَلِّغُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّيْ	وَ	اَنْصَحُ	لَكُمْ	وَ	اَعْلَمُ	مِنَ	اللّٰهِ
جہان والوں کو	میں تمہیں پہنچا رہا ہوں	پیغامات	اپنے رب کے	اور	نصیحت کر رہا ہوں	تمہیں	اور	میں جانتا ہوں	سے	اللہ کے

پیغمبر ہوں۔ ۶۱ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں، اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۲ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى

مَا	لَا	تَعْلَمُوْنَ ۝۶۲	اَوَ	عَجِبْتُمْ	اَنْ	جَآءَكُمْ	ذِكْرٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	عَلٰى
وہ جو	نہیں	تم جانتے	اور کیا	تمہیں تعجب ہوا	یہ کہ	آئی تمہارے پاس	نصیحت	سے	تمہارے رب کے	پر

جو تم نہیں جانتے۔ ۶۲ کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہو رہا ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک آدمی پر

رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۶۳ فَكَذَّبُوْهُ

رَجُلٍ	مِّنْكُمْ	لِيُنْذِرَكُمْ	وَ	لِتَتَّقُوْا	وَ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ۝۶۳	فَكَذَّبُوْهُ
ایک آدمی کے	تم میں سے	تاکہ تمہیں ڈرائے	اور	تاکہ ڈرو	اور	تاکہ تم	رحم کیے جاؤ	سو انہوں نے جھٹلایا اسے

’’نصیحت‘‘ آئی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے، تاکہ تم متقی بن جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ۶۳ سو انہوں نے نوحؑ کی تکذیب کی

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

فَاَنْجَيْنٰهُ	وَالَّذِيْنَ	مَعَهٗ	فِي	الْفُلْكِ	وَ	اَغْرَقْنَا	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
تو ہم نے نجات دی اسے	وہ لوگ جو	ساتھ اس کے	بیچ	کشتی کے	اور	غرق کر دیا ہم نے	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو

تو ہم نے انہیں اور اُن لوگوں کو بچا لیا جو کشتی میں اُن کے ہمراہ تھے، اور اُن لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی،

۵۹ ۶۴ ان آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے، حضرت نوح علیہ السلام جلیل القدر نبی اور سب سے پہلے رسول ہیں، ان کا مفصل تذکرہ سورۂ نوح میں آئے گا (انشاءاللہ) یہاں صرف متعلقہ آیات کی تفسیر پر اکتفا آ جائیگا، حضرت نوح علیہ السلام کو ایک بت پرست قوم کی طرف پیغمبر بنا کر ان کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا تھا تا کہ وہ انہیں بت پرستی کی دلدل اور اندھیروں سے نکال کر توحید و ایمان کے گلستان میں لے جائیں، ہر پیغمبر کی بعثت کا یہی مقصد رہا، حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کھلی غلطی پر قرار دیا، حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ میں غلطی پر نہیں ہوں، میں تو اپنی ذمہ داری اور رسالت کا حق ادا کر رہا ہوں، یقین کرو کہ میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں، مجھے تم سے کوئی دشمنی اور عداوت نہیں ہے، مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں بتا دی ہیں جن سے تم لوگ نا واقف ہو، اس بات پر تمہیں تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور تم ہی سے تعلق رکھتا ہوں، میں تو تمہیں آگاہ کر رہا ہوں، تا کہ تم تقویٰ کی نعمت سے مالا مال ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقیقی مستحق بن جاؤ، حضرت نوح علیہ السلام کی یہ نصیحت اور فہمائش کئی صدیوں تک جاری رہی لیکن چند لوگوں کے علاوہ ان پر کوئی ایمان نہ لایا، سو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پانی میں غرق کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو پانی کے عذاب سے بچا لیا،=

ع ٦ ١٥

اِنَّھُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ

اِنَّھُمْ	كَانُوْا	قَوْمًا	عَمِيْنَ﴿٦٤﴾	وَ	اِلٰى	عَادٍ	اَخَاھُمْ	ھُوْدًا	قَالَ	يٰقَوْمِ
بیشک وہ	تھے	لوگ	اندھے	اور	طرف	عاد کے	ان کے بھائی	ہود کو	کہا اس نے	اے میری قوم

بیشک وہ اندھے لوگ تھے۔ ﴿٦٤﴾ اور قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہودؑ کو بھیجا، وہ کہنے لگے کہ اے میری قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الْمَلَاُ

اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ	اَفَلَا	تَتَّقُوْنَ﴿٦٥﴾	قَالَ	الْمَلَاُ
عبادت کرو تم	اللہ کی	نہیں	تمہارے لئے	سے	کوئی معبود	اس کے علاوہ	تو کیا نہیں	تم ڈرتے	کہا	سرداروں نے

اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ﴿٦٥﴾ اُن کی قوم کے کافر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖٓ	اِنَّا	لَنَرٰىكَ	فِيْ	سَفَاهَةٍ	وَّ	اِنَّا لَنَظُنُّكَ	مِنَ
جنہوں نے	کفر کیا	سے	اس کی قوم کے	بیشک ہم	البتہ تجھے دیکھ رہے ہیں	بیچ	کم عقلی کے	اور	بیشک ہم البتہ سمجھتے ہیں تجھے	سے

سردار کہنے لگے کہ ہم آپ کو کم عقل دیکھتے ہیں اور ہم تو آپ کو جھوٹے لوگوں میں سے

الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾

الْكٰذِبِيْنَ﴿٦٦﴾	قَالَ	يٰقَوْمِ	لَيْسَ	بِيْ	سَفَاهَةٌ	وَّ	لٰكِنِّيْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ﴿٦٧﴾
جھوٹوں کے	کہا اس نے	اے میری قوم	نہیں	مجھ میں	کم عقلی	اور	لیکن میں	پیغمبر	سے	پالنے والے کے	جہان والوں کو

سمجھتے ہیں۔ ﴿٦٦﴾ ہودؑ کہنے لگے کہ اے میری قوم! مجھ میں کچھ بھی کم عقلی نہیں، لیکن میں تو رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔ ﴿٦٧﴾

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ

اُبَلِّغُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّيْ	وَ	اَنَا	لَكُمْ	نَاصِحٌ	اَمِيْنٌ﴿٦٨﴾	اَوَ	عَجِبْتُمْ
میں تمہیں پہنچا رہا ہوں	پیغامات	اپنے رب کے	اور	میں	تمہارے لئے	خیرخواہ	امانت دار	اور کیا	تمہیں تعجب ہوا

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور میں تمہارے لیے امانتدار خیر خواہ ہوں۔ ﴿٦٨﴾ کیا تمہیں اس بات سے

اَنْ جَاۗءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ مِّنْكُمْ

اَنْ	جَاۗءَكُمْ	ذِكْرٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	عَلٰي	رَجُلٍ	مِّنْكُمْ
یہ کہ	آئی تمہارے پاس	نصیحت	سے	تمہارے رب کے	پر	ایک آدمی کے	تم میں سے

تعجب ہو رہا ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک آدمی پر "نصیحت" آئی ہے

= یہ لوگ اللہ کے حکم سے ایک کشتی پر سوار تھے، اللہ نے اس کشتی اور اس میں موجود تمام لوگوں کو نجات عطا فرما کر اسے اہل عالم کیلئے عبرت پذیری کا ذریعہ بنا دیا۔

﴿٦٥﴾ ﴿٧٢﴾ ان آیتوں میں حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم "عاد" کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کا مفصل تذکرہ ان کے نام سے موسوم سورۂ ہود کے آغاز میں آئے گا (انشاء اللہ) البتہ قوم عاد کے متعلق یہاں چند سطریں تحریر کی جاتی ہیں تاکہ اس قوم کا ایک مختصر تعارف سامنے آجائے، عاد عرب کا ایک قبیلہ تھا، ان کے عربی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، یہ لفظ بھی عربی ہے جس کا معنی "بلند اور مشہور" ہے، سورۂ فجر کی ایک آیت میں ان کیلئے "ارم" کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، اس کا معنی بھی "بلند اور مشہور" ہے، ان کا زمانہ دو ہزار سال قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے، یہ لوگ سرزمین احقاف میں آباد تھے اور سرزمین احقاف دراصل حضرموت کے شمال میں واقع ہے، آج یہاں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نہیں ہے، اپنے عروج کے زمانے میں یہ نہایت ترقی یافتہ علاقہ تھا، ان کا دارالحکومت یمن تھا، یہ لوگ بت پرست تھے اور معبود حقیقی کو چھوڑ کر معبودان باطلہ کی عبادت کرتے تھے، جسمانی طاقت و شوکت کے لحاظ سے خود قرآن کریم کا ایک جملہ ان کا تعارف کرواتا ہے۔ "التی لم یخلق مثلها فی البلاد"

یہ لوگ نہایت طاقتور اور دراز قامت لوگ تھے، فن تعمیر میں نہایت مہارت رکھتے تھے =

لِيُنْذِرَكُمْ ۗ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ

لِيُنْذِرَكُمْ	وَ	اذْكُرُوْٓا	اِذْ	جَعَلَكُمْ	خُلَفَآءَ	مِنْ	بَعْدِ	قَوْمِ
تاکہ تمہیں ڈرائے	اور	یاد کرو تم	جب	اس نے تمہیں بنایا	جانشین	سے	پیچھے	قوم کے

تاکہ وہ تمہیں ڈرائے؟ اور اُس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قوم نوح کے بعد جانشین

نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ

نُوْحٍ	وَّ	زَادَكُمْ	فِي	الْخَلْقِ	بَصْۜطَةً ۚ	فَاذْكُرُوْٓا	اٰلَآءَ	اللّٰهِ
نوح کی	اور	بڑھایا تمہیں	بیچ	جسمانی بناوٹ کے	پھیلاؤ میں	تو یاد کرو تم	نعمتوں کو	اللہ کی

بنایا اور جسمانی بناوٹ میں تمہیں اضافی پھیلاؤ عطا فرمایا، سو تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ

لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾	قَالُوْٓا	اَجِئْتَنَا	لِنَعْبُدَ	اللّٰهَ	وَحْدَهٗ
تاکہ تم	کامیاب ہو جاؤ	وہ کہنے لگے	کیا تو ہمارے پاس آیا ہے	تاکہ ہم عبادت کریں	اللہ کی	اکیلے کی

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ﴿٦٩﴾ وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کریں

وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

وَ	نَذَرَ	مَا	كَانَ	يَعْبُدُ	اٰبَآؤُنَا ۚ	فَاْتِنَا	بِمَا	تَعِدُنَآ	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ
اور	چھوڑ دیں ہم	وہ جو	تھے	عبادت کرتے رہے	ہمارے باپ	تو لے آ تو ہم پر	وہ جو	تو ہمیں دھمکی دیتا ہے	اگر	تو ہے	سے

اور انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے؟ تم اگر سچے ہو تو وہ چیز لے آؤ جس کی تم ہمیں

الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ

الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾	قَالَ	قَدْ	وَقَعَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	رِجْسٌ
سچوں کے	کہا اس نے	یقیناً	واقع ہو چکا	تم پر	سے	تمہارے رب کے	عذاب

دھمکی دیتے ہو۔ ﴿٧٠﴾ ہودؑ کہنے لگے کہ تمہارے متعلق تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصے کا فیصلہ

وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ

وَّ	غَضَبٌ ۭ	اَتُجَادِلُوْنَنِيْ	فِيْٓ	اَسْمَآءٍ	سَمَّيْتُمُوْهَآ	اَنْتُمْ
اور	غصہ	کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو	بیچ	چند ناموں کے	نام رکھ لئے ہیں ان کے	تم نے

ہو چکا ہے، کیا تم مجھ سے اُن ناموں کے متعلق جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے

= اور عالی شان عمارتیں تعمیر کر کے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے تھے، اللہ نے انہیں ہر طرح کی نعمتوں سے نواز رکھا تھا، وہ مال و دولت بھی رکھتے تھے اور حاضر باش بیٹے بھی، قیمتی باغات اور نہایت بہترین نسل کے جانور، ان تمام نعمتوں اور خوشحالی کے لمحات نے ان میں عاجزی اور انکساری کی بجائے غرور و تکبر اور اپنی طاقت کا زعم پیدا کر دیا، وہ بت پرست تھے اور حقیقی معبود کو بھول چکے تھے، ان کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے اللہ نے ان ہی میں سے حضرت ہود علیہ السلام کو کھڑا کیا، انہوں نے اپنی قوم کو یکتا پرستی کی دعوت دی اور بت پرستی سے باز آنے کی تلقین و تاکید کی، قوم نے ان کی یہ خیر خواہی چٹکیوں میں اڑا دی اور کہا کہ (معاذ اللہ) ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم عقل و دانش سے دور کی باتیں کہہ رہے ہو، یہ کون سی عقل مندی ہے کہ نظر آنے والے خداؤں کو چھوڑ کر ایک ان دیکھے معبود کی عبادت شروع کر دی جائے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ جھوٹ بول رہے ہو کہ تمہیں اللہ نے اپنا پیغمبر بنا کر ہمارے پاس بھیجا ہے، ایسا کچھ نہیں ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کم عقلی کی کوئی بات تم سے نہیں کہہ رہا، میں تو اپنا فریضہ رسالت ادا کر رہا ہوں جو رب العالمین نے میرے ذمے لگایا ہے، =

وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ

وَ	اٰبَآؤُكُمْ	مَّا	نَزَّلَ	اللّٰهُ	بِهَا	مِنْ	سُلْطٰنٍ ؕ	فَانْتَظِرُوْٓا	اِنِّیْ
اور	تمہارے باپوں نے	نہیں	اتاری	اللہ نے	اس کی	سے	کوئی دلیل	توتم انتظار کرو	بیشک میں

رکھ چھوڑے ہیں اور اللہ نے اُن کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی؟ سوتم بھی انتظار کرو، میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ

مَعَكُمْ	مِّنَ	الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۷۱﴾	فَاَنْجَیْنٰهُ	وَ	الَّذِیْنَ	مَعَهٗ
ساتھ تمہارے	سے	انتظار کرنے والوں کے	سوہم نے اسے نجات دی	اور	وہ لوگ جو	ساتھ اس کے

تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ ﴿۷۱﴾ پھر ہم نے انہیں اور اُن کے ہمراہیوں کو اپنی

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا كَانُوْا

بِرَحْمَةٍ	مِّنَّا	وَ	قَطَعْنَا	دَابِرَ	الَّذِیْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰیٰتِنَا	وَ	مَا	كَانُوْا
ساتھ رحمت کے	ہماری طرف سے	اور	کاٹ دی ہم نے	جڑ	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	اور	نہ	تھے وہ

رحمت سے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور وہ ایمان لانے والے

مُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۲﴾ ع وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ

مُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۲﴾	وَ	اِلٰی	ثَمُوْدَ	اَخَاهُمْ	صٰلِحًا ۘ	قَالَ	یٰقَوْمِ
ایمان لانے والے	اور	طرف	ثمود کے	ان کے بھائی	صالح کو	کہا اس نے	اے میری قوم

نہ تھے، ہم نے اُن کی جڑ کاٹ دی۔ ﴿۷۲﴾ اور قومِ ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی صالح کو بھیجا، وہ کہنے لگے کہ اے میری قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ

اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَیْرُهٗ ؕ	قَدْ	جَآءَتْكُمْ	بَیِّنَةٌ
عبادت کروتم	اللہ کی	نہیں	تمہارے لئے	سے	کوئی معبود	اس کے علاوہ	یقیناً	آچکی تمہارے پاس	واضح دلیل

اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ

مِّنْ	رَّبِّكُمْ ؕ	هٰذِهٖ	نَاقَةُ	اللّٰهِ	لَكُمْ	اٰیَةً	فَذَرُوْهَا	تَاْكُلْ
سے	تمہارے رب کے	یہ	اونٹنی	اللہ کی	تمہارے لئے	نشانی	سوتم اسے چھوڑ دو	کھاتی پھرے

واضح دلیل آچکی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے، سو تم اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی

= یقین کرو کہ میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں، اس بات پر تعجب نہ کرو کہ تم میں سے ایک شخص کو تمہاری آگاہی کیلئے پیغمبر کے طور پر منتخب کرلیا گیا، یہ تو پروردگار کا احسان ہے کہ اس نے کسی اجنبی آدمی کو تمہارے پاس نہیں بھیجا، ورنہ تم اس کی دعوت کبھی قبول نہ کرتے، میں تم میں سے ایک فرد ہوں، میں تم سے کبھی دھوکہ نہیں کرسکتا، میں تمہارے ساتھ کبھی خیانت نہیں کرسکتا، تم اس پہلو کو بھی مدنظر رکھو کہ تم سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے ساتھ کیا ہوا؟ کس طرح انہوں نے نصیحت کو رد کیا اور پانی میں غرق ہو گئے، تم اللہ کی نعمتوں کو بھی یاد کرو، تمہاری جسمانی طاقت اور تمہارا السبا دراز قد کتنی بڑی نعمت ہے، تم ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرو
ع ۹ ۸ ۲ اور ان کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ تم بت پرستی چھوڑ دو اور اللہ کی وحدانیت کے قائل ہو جاؤ، لیکن ان کی قوم نے ان کی اس مخلصانہ ہمدردی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، تب حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا، قوم نے اس سے خوف زدہ ہونے کی بجائے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ تم جس عذاب کی ہمیں دھمکی دے رہے ہو، اگر سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ، چنانچہ اپنے مقررہ وقت پر وہ اللہ کے عذاب کا شکار ہو گئے، ان پر ہوا کو مسلط کر دیا گیا، جس نے انہیں اٹھا اٹھا کر پٹخا اور انہیں جڑوں سے اکھڑا ہوا درخت بنا دیا، آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل ان پر تیز اور تند ہوا مسلط رہی اور اس نے ان کی جڑ کاٹ دی، البتہ جو لوگ ایمان لے آئے تھے، حضرت ہود علیہ السلام کے ہمراہ اللہ نے انہیں بچا لیا۔

فِيْٓ اَرْضِ اللهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ

فِيْٓ	اَرْضِ	اللهِ	وَ	لَا	تَمَسُّوْهَا	بِسُوْٓءٍ	فَيَاْخُذَكُمْ	عَذَابٌ
بیچ	زمین کے	اللہ کی	اور	مت	اسے چھوؤ تم	ساتھ برائی کے	کہ تمہیں پکڑ لے گا	عذاب

زمین میں کھاتی پھرے، اور برے ارادے سے اسے مت چھونا، ورنہ تمہیں درد ناک عذاب

اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ

اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾	وَ	اذْكُرُوْٓا	اِذْ	جَعَلَكُمْ	خُلَفَآءَ	مِنْۢ	بَعْدِ	عَادٍ
دردناک	اور	یادکرو	جب	بنایا اس نے تمہیں	جانشین	سے	پیچھے	عاد کے

آ پکڑے گا۔ [٧٣] اور اُس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قومِ عاد کے پیچھے جانشین بنایا

وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا

وَّ	بَوَّاَكُمْ	فِي	الْاَرْضِ	تَتَّخِذُوْنَ	مِنْ	سُهُوْلِهَا	قُصُوْرًا
اور	ٹھکانہ دیا اس نے تمہیں	بیچ	زمین کے	بناتے ہو تم	سے	اس کے نرم حصے میں	محلات

اور تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا کہ تم نرم زمین میں محلات بناتے ہو

وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي

وَ	تَنْحِتُوْنَ	الْجِبَالَ	بُيُوْتًا ۚ	فَاذْكُرُوْٓا	اٰلَآءَ	اللهِ	وَ	لَا	تَعْثَوْا	فِي
اور	تراشتے ہو تم	پہاڑوں میں	گھروں کو	سو یاد کرو تم	نعمتوں کو	اللہ کی	اور	مت	پھرو	بیچ

اور پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو، سو تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے

الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ

الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ ﴿٧٤﴾	قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا	مِنْ
زمین کے	فساد پھیلانے والے	کہا	سرداروں نے	جنہوں نے	تکبر کیا	سے

ہوئے مت پھرو۔ [٧٤] اُن کی قوم کے متکبر سردار اُن کمزور

قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ

قَوْمِهٖ	لِلَّذِيْنَ	اسْتُضْعِفُوْا	لِمَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ	اَتَعْلَمُوْنَ
اس کی قوم کے	ان لوگوں سے جو	کمزور کر دیئے گئے	اس سے جو	ایمان لے آیا	ان میں سے	کیا تم جانتے ہو

لوگوں سے کہنے لگے "جو اُن میں سے ایمان لے آئے تھے" کیا تمہیں یقین ہے

[٤٩] [٧٣] ان آیتوں میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم "ثمود" کا تذکرہ کیا گیا ہے، پورے قرآن میں قوم ثمود کا تذکرہ نو سورتوں میں اور حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ تین سورتوں کی آٹھ آیات مبارکہ میں آیا ہے، ان کا نسب نامہ "صالح بن عبید بن اسیف بن ماشح بن عبید بن حاجر بن ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح" ہے، اس نسب نامے میں حضرت صالح علیہ السلام کے چھٹے باپ کا نام ثمود بیان کیا گیا ہے، اسی کی طرف اس قوم کی نسبت کی جاتی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت صالح علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادے سام کی نسل میں سے ہیں، اس اعتبار سے قوم ثمود "سامی اقوام" میں سے ہے، یہ لوگ تبوک اور حجاز کے درمیان "حجر" نامی جگہ پر آباد تھے، آج کل اسے "فج الناقة" کہا جاتا ہے، یہ لوگ بت پرستی اور کفر و شرک میں مبتلا تھے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اپنے انعامات کی بارش برسا رکھی تھی، باغات، چشمے، فصلیں، میوے، نرم اور ذائقہ دار کھجوریں، ان کے ہاتھوں میں کاریگری تھی، وہ پہاڑوں کو تراش کر ان میں شاہی محلات، دربار، دیوانِ عام، دیوانِ خاص اور مضبوط قسم کی رہائشی عمارات تعمیر کرنے کے فن میں کامل مہارت رکھتے تھے، گویا کہ جسمانی ضروریات کی تکمیل کیلئے ان کے پاس ہر چیز موجود تھی، البتہ روحانی ضروریات کی تکمیل کیلئے جن چیزوں کی موجودگی ضروری ہوتی ہے، نہ صرف یہ کہ وہ ان سے تہی دامن بلکہ اس کے منکر بھی تھے، سو اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی اصلاح اور رہنمائی کیلئے کھڑا کر دیا، حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت و فرمائش کی، اسے یکتا پرستی کی دعوت دیکر بت پرستی چھوڑنے کی تلقین کی، ان کی اس دعوت پر بعض مفسرین کے مطابق ایک سو بیس افراد ایمان لائے اور اکثریت نے ان کی نبوت اور دعوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان اس موضوع پر کئی مکالمے ہوئے، بالآخر ان کی قوم کے سرداروں نے ایک دن ان سے ان کی نبوت پر معجزے کا مطالبہ کیا، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ معجزہ دیکھنے کے بعد بھی تم اپنی روش پر قائم رہو، قوم نے انہیں یقین دلایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، اگر آپ سامنے والے پہاڑ میں سے ایک ایسی اونٹنی نکال کر دکھا دیں جو امید سے ہو، اور وہ ہماری آنکھوں کے سامنے اپنے بچے کو جنم دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی، اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور معجزانہ طور پر اسی وقت پہاڑ میں سے گڑگڑاہٹ کی آواز پیدا ہوئی، ایک گابھن اونٹنی اس کے شگاف میں سے نکلی اور قوم ثمود کے سامنے بچے کو جنم دے دیا، یہ معجزہ دیکھ کر ان سرداروں میں سے جندع بن عمرو تو اسی وقت ایمان لے آیا، لیکن دیگر سرداروں نے اپنے مندروں کے مجاوروں کے کہنے میں آ کر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ =

أَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ

أَنَّ	صٰلِحًا	مُّرْسَلٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ ؕ	قَالُوْٓا	اِنَّا	بِمَآ	اُرْسِلَ	بِهٖ
یہ کہ بیشک	صالح	بھیجا ہوا	سے	اپنے رب کے	کہنے لگے وہ	بیشک ہم	ساتھ اس کے جو	بھیجا گیا وہ	ساتھ اس کے

کہ صالح کو اُن کے رب کی جانب سے ہی بھیجا گیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ انہیں ہمارے پاس جو پیغام دیکر بھیجا گیا ہے، ہم اُس پر

مُؤْمِنُوْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

مُؤْمِنُوْنَ ﴿٧٥﴾	قَالَ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْٓا	اِنَّا	بِالَّذِيْٓ	اٰمَنْتُمْ	بِهٖ
ایمان لانے والے	کہا	جنہوں نے	تکبر کیا	بیشک ہم	ساتھ اس کے جو	ایمان لائے تم	ساتھ اس کے

ایمان لاتے ہیں۔ ﴿٧٥﴾ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس پر ایمان لائے ہو، ہم اسی کا

كٰفِرُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا

كٰفِرُوْنَ ﴿٧٦﴾	فَعَقَرُوا	النَّاقَةَ	وَ	عَتَوْا	عَنْ	اَمْرِ	رَبِّهِمْ	وَقَالُوْا
انکار کرنے والے	سو پاؤں کاٹ دیئے انہوں نے	اونٹنی کے	اور	سرکشی کی انہوں نے	سے	حکم	اپنے رب کے	اور کہنے لگے

انکار کرتے ہیں۔ ﴿٧٦﴾ پھر انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے

يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٧٧﴾

يٰصٰلِحُ	ائْتِنَا	بِمَا	تَعِدُنَآ	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٧٧﴾
اے صالح	لے آ تو ہمارے پاس	وہ جس کا	تو وعدہ کرتا ہے ہم سے	اگر	تو ہے	سے	پیغمبروں کے

کہ اے صالح! اگر تم پیغمبروں میں سے ہو تو جس چیز کی ہمیں دھمکی دیتے ہو، وہ لے آؤ۔ ﴿٧٧﴾

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٧٨﴾

فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ	دَارِهِمْ	جٰثِمِيْنَ ﴿٧٨﴾
سو پکڑ لیا انہیں	زلزلے نے	سو وہ صبح کو ہو گئے	بیچ	اپنے گھروں کے	اوندھے منہ پڑے رہنے والے

سو انہیں زلزلے نے آ پکڑا، اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ ﴿٧٨﴾

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ

فَتَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَ	قَالَ	يٰقَوْمِ	لَقَدْ	اَبْلَغْتُكُمْ	رِسَالَةَ	رَبِّيْ
سو وہ پھرا	ان سے	اور	کہنے لگا	اے میری قوم	البتہ یقیناً	میں نے تمہیں پہنچا دیا	پیغام	اپنے رب کا

اُس کے بعد صالح اُن کے پاس سے گذرے اور کہنے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا

=اس اونٹنی کو "ناقۃ اللہ" کا نام دیا گیا، حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ اسے اور اس کے بچے کو کوئی تکلیف اور نقصان نہ پہنچنے پائے، ورنہ تمہیں اللہ کے عذاب سے دنیا کی کوئی طاقت نہ بچا سکے گی، یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ تمہارے اور اس اونٹنی کے درمیان پانی کی باری مقرر کر دی جائے، لہٰذا ایک دن یہ اونٹنی اور اس کا بچہ کنوئیں کے پانی سے سیراب ہوں گے اور اگلے دن تم لوگوں کی باری ہوگی، قوم نے اس پر عمل کرنے کا وعدہ کیا لیکن اسے پورا نہ کیا، ایک حسین و جمیل مالدار عورت "صدوق" نے خود کو مصدع نامی ایک آدمی کے سامنے اور ایک دوسری عورت "عنیزہ" نے اپنی خوبصورت لڑکی کو "قیدار" نامی آدمی کے سامنے یہ کہہ کر پیش کیا کہ اگر تم اس اونٹنی کو ختم کر دو تو تم ان عورتوں کے مالک ہو، ان لوگوں نے منصوبہ بندی کے ساتھ اس اونٹنی کو قتل کر دیا، اس کا بچہ چیختا چلاتا پہاڑوں میں گم ہو گیا، حضرت صالح علیہ السلام نے اس پر افسوس کا اظہار فرمایا اور انہیں آگاہ کر دیا کہ تین دن کے اندر تم پر عذاب آئے گا اور تم تباہ ہو جاؤ گے، چنانچہ پہلے دن ان سب کے چہرے پیلے زرد ہو گئے، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ، پھر رات کو ایک ہیبت ناک چنگھاڑ نے ان کی زندگی کے چراغ کو گل کر دیا، حضرت صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اللہ نے بچا لیا، تباہی کے بعد حضرت صالح علیہ السلام کا گزر قوم ثمود کے کھنڈرات پر ہوا تو وہ کہنے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو اپنے رب کا پیغام تم لوگوں تک پہنچا دیا تھا، میں تمہارا خیر خواہ تھا اور ہمدردی سے تمہیں سمجھاتا تھا، لیکن تمہیں خیر خواہ اور ہمدردی کرنے والے لوگ پسند نہیں آتے، اگر تم لوگ میری بات مان لیتے تو اس عذاب اور تباہی سے بچ جاتے۔

وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَ لُوْطًا

وَ	نَصَحْتُ	لَكُمْ	وَ	لٰكِنْ	لَّا	تُحِبُّوْنَ	النّٰصِحِيْنَ ﴿٧٩﴾	وَ	لُوْطًا
اور	میں نے نصیحت کی	تمہارے لئے	اور	لیکن	نہیں	تم پسند کرتے	نصیحت کرنے والوں کو	اور	لوط کو

اور تمہیں نصیحت کر دی تھی، لیکن تم خیر خواہی کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے ہو۔ ﴿٧٩﴾ اور لوط کو بھیجا،

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا

اِذْ	قَالَ	لِقَوْمِهٖٓ	اَتَاْتُوْنَ	الْفَاحِشَةَ	مَا	سَبَقَكُمْ	بِهَا
جب	کہا اس نے	اپنی قوم سے	کیا تم آتے ہو	بے حیائی پر	نہیں	تم سے آگے بڑھا	اسمیں

جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے اہلِ عالم

مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ

مِنْ	اَحَدٍ	مِّنَ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾	اِنَّكُمْ	لَتَاْتُوْنَ	الرِّجَالَ
سے	کوئی ایک	سے	جہان والوں کے	بیشک تم	البتہ آتے ہو	مردوں کے پاس

میں سے کسی نے نہیں کی؟ ﴿٨٠﴾ تم لوگ عورتوں کو چھوڑ کر اپنی خواہش پوری

شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾

شَهْوَةً	مِّنْ	دُوْنِ	النِّسَآءِ ؕ	بَلْ	اَنْتُمْ	قَوْمٌ	مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾
خواہش نفس سے	سے	علاوہ	عورتوں کے	بلکہ	تم	قوم	حد سے تجاوز کرنے والے

کرنے کیلئے مردوں کے پاس آتے ہو؟ بلکہ تم حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو۔ ﴿٨١﴾

وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ

وَ	مَا	كَانَ	جَوَابَ	قَوْمِهٖٓ	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوْٓا	اَخْرِجُوْهُمْ	مِّنْ
اور	نہیں	تھا	جواب	اس کی قوم کا	سوائے	یہ کہ	وہ کہنے لگے	انہیں نکال دو	سے

اور اُن کی قوم کا جواب اس کے علاوہ کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے ان لوگوں کو اپنی بستی سے

قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا

قَرْيَتِكُمْ ۚ	اِنَّهُمْ	اُنَاسٌ	يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾	فَاَنْجَيْنٰهُ	وَ	اَهْلَهٗٓ	اِلَّا
تمہاری بستی کے	بیشک وہ	لوگ	پاک بنتے ہیں	سو ہم نے اسے نجات دی	اور	اس کے گھر والوں کو	سوائے

نکال دو، یہ بڑے پاکیزہ لوگ ہیں۔ ﴿٨٢﴾ پھر ہم نے انہیں اور ان کے اہلِ خانہ کو "سوائے اُن کی

﴿٨٠﴾ ﴿٨٣﴾ ان آیتوں میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کا مفصل تذکرہ کسی دوسرے موقع پر آئے گا (انشاء اللہ) یہاں ان آیتوں کی تفسیر پر اکتفا کیا جاتا ہے، حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ اپنی بدفعلی اور ہم جنس پرستی سے باز آجائیں اور اللہ نے نفس کی خواہش پوری کرنے کیلئے جو فطری طریقہ عطا فرمایا ہے، اسے چھوڑ کر غیر فطری طریقہ اختیار نہ کریں، ان کی قوم نے ان کی دعوت قبول کرنے کی بجائے یہ کہہ کر ان کا مذاق اڑایا کہ یہ بڑے پاکیزہ لوگ ہیں، ہم گندے لوگوں میں ان پاکیزہ لوگوں کا کیا کام ہے، انہیں یہاں سے نکال دینا چاہیے، لیکن اس کی نوبت ہی نہ آئی، حق تعالیٰ کا عذاب قوم لوط پر مسلط ہوا، ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی اور ان کی بستی کو الٹ دیا گیا، جبکہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا گیا، ان میں ان کے تمام اہل خانہ بھی شامل تھے، البتہ ان کی بیوی عذاب سے نہ بچ سکی کیونکہ وہ قوم لوط کی ہمنوا تھی۔

اِمْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

اِمْرَاَتَهٗ	كَانَتْ	مِنَ	الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾	وَ اَمْطَرْنَا	عَلَيْهِمْ
اس کی بیوی کے	وہ تھی	سے	ہلاک ہونے والوں کے	اور بارش برسائی ہم نے	ان پر

بیوی کے" بچا لیا، وہ ہلاک ہونے والوں میں سے تھی۔ ۸۳ اور ہم نے اُن پر بدترین بارش

مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اِلٰى

مَّطَرًا ؕ	فَانْظُرْ	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾	وَ	اِلٰى
خاص بارش	تو دیکھ لیجئے	کیسا	ہوا	انجام	جرم کرنے والوں کا	اور	طرف

برسائی، سو آپ دیکھ لیجئے کہ مجرموں کا انجام کیا ہوا؟ ۸۴ اور مدین

ع ۱۰ ۱۲ ۱۷

مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

مَدْيَنَ	اَخَاهُمْ	شُعَيْبًا ؕ	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ
مدین کے	ان کے بھائی	شعیب کو	کہا اس نے	اے میری قوم	عبادت کرو تم	اللہ کی	نہیں	تمہارے لئے

کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا، وہ کہنے لگے کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا

مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ ؕ	قَدْ	جَآءَتْكُمْ	بَيِّنَةٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	فَاَوْفُوا
سے	کوئی معبود	اس کے علاوہ	یقیناً	آچکی تمہارے پاس	واضح دلیل	سے	تمہارے رب کے	تو پورا کیا کرو تم

کوئی معبود نہیں ہے، یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے، اس لیے تم ماپ

الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا

الْكَيْلَ	وَ	الْمِيْزَانَ	وَ	لَا	تَبْخَسُوا	النَّاسَ	اَشْيَآءَهُمْ	وَ	لَا
ماپ کو	اور	وزن کو	اور	مت	کمی کیا کرو	لوگوں سے	ان کی چیزوں میں	اور	مت

اور وزن پورا کیا کرو، لوگوں کو اُن کی چیزیں گھٹا کر مت دو، زمین میں

تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

تُفْسِدُوْا	فِي	الْاَرْضِ	بَعْدَ	اِصْلَاحِهَا ؕ	ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ
فساد کرو	بیچ	زمین کے	پیچھے	اُس کی اصلاح کے	تمہارا ایسا کرنا	زیادہ بہتر	تمہارے لئے

اُس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ، یہ چیزیں تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہیں

۸۵ ۹۳ ان آیتوں میں حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کیا گیا ہے، قرآن کریم کی چار سورتوں میں دس مرتبہ حضرت شعیب علیہ السلام کا نام آیا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا، مدین دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام تھا، جو حجاز میں آباد ہو گیا تھا، اس کا خاندان پھیلا اور پورا قبیلہ بن گیا، انہیں اصحاب الایکہ بھی کہا جاتا ہے، ایکہ ان سرسبز و شاداب جھاڑیوں کو کہتے ہیں جو درختوں کی کثرت کی وجہ سے جنگلات میں اگ آتی ہیں، امام ابن کثیرؒ کی رائے یہ ہے کہ ایکہ درخت کا نام تھا جس کی یہاں کے لوگ عبادت کیا کرتے تھے، اسی لیے انہیں "اصحاب الأيكه" کہا جاتا ہے، یہ لوگ بت پرستی اور مشرکانہ رسومات میں جکڑے ہوئے تھے، علاوہ ازیں ناپ تول میں کمی بیشی کرنا ان کا تعارف بن چکا تھا اور یہ لوگ ڈاکہ زنی بھی کرتے تھے، =

إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ

اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٥﴾	وَ	لَا	تَقْعُدُوْا	بِكُلِّ	صِرَاطٍ	تُوْعِدُوْنَ
اگر	تم ہو	ایمان والے	اور	مت	بیٹھو تم	ساتھ ہر	راستے کے	دھمکاتے ہو تم

اگر تم مؤمن ہو۔ ﴿٨٥﴾ اور راستوں میں مت بیٹھا کرو کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں،

وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا

وَ	تَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	مَنْ	اٰمَنَ	بِهٖ	وَ	تَبْغُوْنَهَا
اور	روکتے ہو تم	سے	راستے	اللہ کے	جو کوئی	ایمان لائے	اس پر	اور	تلاش کرتے ہو تم اسمیں

تم انہیں دھمکانے اور اللہ کی راہ سے روکنے لگ جاؤ اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش

عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانْظُرُوْا

عِوَجًا ۚ	وَ	اذْكُرُوْٓا	اِذْ	كُنْتُمْ	قَلِيْلًا	فَكَثَّرَكُمْ ۖ	وَ	انْظُرُوْا
ٹیڑھا پن	اور	یاد کرو	جب	تم تھے	تھوڑے	سو اس نے زیادہ کر دیا تمہیں	اور	دیکھو تم

کرنے لگو، اور اُس وقت کو یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے تو اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا اور دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ

كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨٦﴾	وَ	اِنْ	كَانَ	طَآئِفَةٌ
کیسا	ہوا	انجام	فساد کرنے والوں کا	اور	اگر	ہو	کوئی گروہ

کہ فساد پھیلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ﴿٨٦﴾ اور اگر تم میں سے

مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

مِّنْكُمْ	اٰمَنُوْا	بِالَّذِيْٓ	اُرْسِلْتُ	بِهٖ	وَ	طَآئِفَةٌ	لَّمْ	يُؤْمِنُوْا
تم میں سے	ایمان لے آئے وہ	اس پر جو	مجھے بھیجا گیا	ساتھ اس کے	اور	ایک گروہ	نہیں	ایمان لائے وہ

ایک گروہ اُس پیغام پر ایمان لے آیا جو مجھے دیکر بھیجا گیا ہے اور ایک گروہ ایمان نہیں لایا

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٧﴾

فَاصْبِرُوْا	حَتّٰى	يَحْكُمَ	اللّٰهُ	بَيْنَنَا ۚ	وَ	هُوَ	خَيْرُ	الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٧﴾
تو صبر کرو تم	یہاں تک کہ	فیصلہ کر دے	اللہ	درمیان ہمارے	اور	وہ	سب سے بہتر	فیصلہ کرنے والوں کے

تو تم صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ﴿٨٧﴾

= اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت اور اصلاح کیلئے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، وہ نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھے، اپنے حسن خطاب اور زور بیان کی بناء پر وہ ''خطیب الانبیاء'' کہلاتے ہیں، انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم لوگ غیر اللہ کی عبادت چھوڑ کر یکتا پرستی کی دعوت کو قبول کر لو، لوگوں کے ساتھ مالی معاملات اور تجارتی سرگرمیوں کو درست کر لو، ناپ تول میں کمی بیشی چھوڑ دو، زمین میں فساد پھیلانے کی روش سے باز آ جاؤ، راستے میں بیٹھ کر راہگیروں کو دھمکانے اور ان کے مال چھیننے سے باز آ جاؤ، اہل ایمان کو تنگ کرنے اور انہیں اللہ کی راہ پر چلنے کی بناء پر ایذاء پہنچانے سے باز آ جاؤ، دین میں عیوب اور خامیاں تلاش نہ کرو، کیا تمہیں یاد نہیں ہے کہ تم لوگ افراد کی قلت کا شکار تھے؟ کیا تم نے سوچا کہ تمہاری اس قلت کو کثرت کے ساتھ کس نے تبدیل کر دیا؟ کیا تم نے سابقہ قوموں کے حالات نہیں سنے اور ان کے انجام سے عبرت حاصل نہیں کی؟ اگر تم میری دعوت کو قبول کر لو جیسا کہ تم میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئے ہیں تو بہت اچھا، ورنہ پھر صبر کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان بہترین اور برمحل فیصلہ فرمائے گا۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ

قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	لَنُخْرِجَنَّكَ	يٰشُعَيْبُ
کہا	سرداروں نے	جنہوں نے	تکبر کیا	سے	اس کی قوم کے	البتہ ہم ضرور تجھے نکال دیں گے	اے شعیب

اُن کی قوم کے متکبر سردار کہنے لگے کہ اے شعیب! ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ

وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَكَ	مِنْ	قَرْيَتِنَآ	اَوْ	لَتَعُوْدُنَّ	فِيْ	مِلَّتِنَا ؕ	قَالَ	اَوَلَوْ
اور انہیں جو	ایمان لائے	تیرے ساتھ	سے	ہماری بستی کے	یا	ضرور تم لوٹ آؤ	بیچ	ہمارے دین کے	کہا اس نے	کیا اگرچہ

لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال کر رہیں گے، یا پھر تم ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ، شعیبؑ نے کہا کہ کیا اگر

كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ

كُنَّا	كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾	قَدِ	افْتَرَيْنَا	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا	اِنْ	عُدْنَا	فِيْ	مِلَّتِكُمْ	بَعْدَ
ہوں ہم	ناپسند کرنے والے	یقیناً	ہم نے گھڑا	پر	اللہ کے	جھوٹ	اگر	ہم لوٹ گئے	بیچ	تمہارے دین کے	پیچھے

ہم اسے ناپسند کرتے ہوں تب بھی؟ ﴿۸۸﴾ اگر ہم تمہارے دین میں واپس لوٹ آئے، بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات

اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ

اِذْ نَجّٰىنَا	اللّٰهُ	مِنْهَا ؕ	وَ	مَا	يَكُوْنُ	لَنَآ	اَنْ	نَّعُوْدَ	فِيْهَآ	اِلَّآ	اَنْ	يَّشَآءَ
اس کے کہ نجات دی ہمیں	اللہ نے	اس سے	اور	نہیں	ہے	ہمارے لئے	یہ کہ	ہم لوٹ جائیں	اس میں	مگر	یہ کہ	چاہتا ہو

عطا فرما دی تو گویا ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا، اور ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اس میں واپس لوٹ جائیں، سوائے اس کے

اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا

اللّٰهُ	رَبُّنَا ؕ	وَسِعَ	رَبُّنَا	كُلَّ	شَيْءٍ	عِلْمًا ؕ	عَلَى	اللّٰهِ	تَوَكَّلْنَا ؕ	رَبَّنَا
اللہ	ہمارا پروردگار	وسعت والا	ہمارا پروردگار	ہر	چیز سے	علم میں	پر	اللہ کے	بھروسہ کیا ہم نے	اے ہمارے پروردگار!

کہ اللہ چاہے جو کہ ہمارا رب ہے، ہمارے رب کا علم ہر چیز سے وسیع ہے، اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، پروردگار!

افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ

افْتَحْ	بَيْنَنَا	وَ	بَيْنَ	قَوْمِنَا	بِالْحَقِّ	وَ	اَنْتَ	خَيْرُ	الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾	وَ	قَالَ
فیصلہ کردے تو	درمیان ہمارے	اور	درمیان	ہماری قوم کے	ساتھ حق کے	اور	تو	بہترین	فیصلہ کرنے والوں کے	اور	کہا

ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما دے کیونکہ تو ہی سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ﴿۸۹﴾ اور اُن کی قوم کے

= حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان کی دعوت قبول کرنے کی بجائے انہیں دھمکی دی کہ یا تو تم اپنے آبائی دین میں واپس آجاؤ، ورنہ ہم تمہیں اپنے علاقے سے نکال دیں گے اور ہمارا تم سے کوئی تعلق نہ ہوگا، ملک بدری اور جلاوطنی کی دھمکی ان لوگوں کیلئے بہت خوفناک اور باعث تشویش ہوتی ہے جن کی نظر دنیا اور اس کی زیب وزینت پر ہوتی ہے، لیکن جن کی نظر آخرت اور اس کی نعمتوں پر ہوتی ہے، ان کیلئے یہ دھمکی کچھ معنی نہیں رکھتی، چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی دھمکی کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ اگر ہم تمہارے آبائی دین کو سخت ناپسند کرتے ہوں، تب بھی تم ہمیں اس میں واپس لوٹ جانے پر مجبور کرو گے؟ اگر خدانخواستہ ہم تمہارے آبائی دین میں واپس چلے گئے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے، ہم اپنی طرف سے ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے، ہر کام میں ہمارے رب کی مشیت اور اسی کا حکم چلتا ہے اس کا علم بھی وسیع اور اس کا فیصلہ بھی بہترین ہے، اس لیے ہم اسی پر بھروسہ کر کے اسی سے بہترین فیصلے کی دعا کرتے ہیں، ان کی قوم نے جب دیکھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی دعوت پر قائم رہیں گے اور اس سے پیچھے نہیں ہٹیں گے تو انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں، =

الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا

الْمَلَأُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	لَئِنِ	اتَّبَعْتُمْ	شُعَيْبًا	اِنَّكُمْ	اِذًا
سرداروں نے	جنہوں نے	کفر کیا	سے	اس کی قوم کے	البتہ اگر	تم نے پیروی کی	شعیب کی	بیشک تم	اس وقت

کافر سردار کہنے لگے کہ اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو تم نقصان اٹھانے والے

لَّخٰسِرُوْنَ ۝۹۰ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ

لَّخٰسِرُوْنَ ۝۹۰	فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ	دَارِهِمْ
البتہ نقصان اٹھانے والے	سو انہیں پکڑ لیا	زلزلے نے	تو وہ صبح کو ہو گئے	بیچ	اپنے گھروں کے

ہو جاؤ گے۔ ۹۰ پھر انہیں زلزلے نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ

جٰثِمِيْنَ ۝۹۱ۚۖ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَاۛۚ اَلَّذِيْنَ ع

جٰثِمِيْنَ ۝۹۱	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	شُعَيْبًا	كَاَنْ	لَّمْ	يَغْنَوْا	فِيْهَا	اَلَّذِيْنَ
اوندھے منہ پڑے رہنے والے	وہ لوگ جو	جھٹلایا اُنہوں نے	شعیب کو	گویا کہ	نہیں	رہے وہ	اسمیں	وہ لوگ جو

پڑے رہ گئے۔ ۹۱ جن لوگوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی، گویا وہ کبھی وہاں رہے ہی نہ تھے، جن لوگوں نے

كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۝۹۲ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ

كَذَّبُوْا	شُعَيْبًا	كَانُوْا	هُمُ	الْخٰسِرِيْنَ ۝۹۲	فَتَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَ	قَالَ	يٰقَوْمِ
جھٹلایا اُنہوں نے	شعیب کو	ہو گئے	وہی	نقصان اٹھانے والے	سو وہ پھرا	ان سے	اور	کہا اس نے	اے میری قوم

شعیبؑ کی تکذیب کی، وہی نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔ ۹۲ پھر شعیبؑ اُن کے پاس سے گذرے اور کہنے لگے کہ اے میری قوم!

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى

لَقَدْ	اَبْلَغْتُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّيْ	وَ	نَصَحْتُ	لَكُمْ ۚ	فَكَيْفَ	اٰسٰى	عَلٰى
البتہ یقیناً	میں نے تمہیں پہنچا دیئے	پیغامات	اپنے رب کے	اور	میں نے نصیحت کر دی	تمہیں	تو کیسے	افسوس کروں میں	پر

میں نے تو تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے تھے اور میں نے تو تمہیں نصیحت کر دی تھی، اب میں کافر قوم پر

قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝۹۳ع وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ ع ۱۱

قَوْمٍ	كٰفِرِيْنَ ۝۹۳	وَمَاۤ	اَرْسَلْنَا	فِيْ	قَرْيَةٍ	مِّنْ	نَّبِيٍّ	اِلَّاۤ	اَخَذْنَاۤ
قوم کے	کفر کرنے والے	اور نہیں	بھیجا ہم نے	بیچ	کسی بستی کے	سے	کوئی نبی	مگر	پکڑ لیا ہم نے

کیا افسوس کروں؟ ۹۳ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہاں کے رہنے والوں کو

= دنیا میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ لوگ جب معقول اور مدلل جواب دینے سے عاجز آجاتے ہیں تو وہ دھمکیوں پر اتر آتے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اہل حق دھمکیوں سے نہیں ڈرا کرتے، چنانچہ اہل ایمان نے دھمکیوں سے ڈرنے کی بجائے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، یہاں تک کہ جب قوم کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو ان پر اللہ کا عذاب آیا، پہلے ان پر زلزلہ آیا، پھر آسمان سے آگ کی بارش شروع ہو گئی اور اہل ایمان کے علاوہ ساری قوم تباہ و برباد ہو گئی، بعد میں حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کے کھنڈرات سے گزر ہوا تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا اے میری قوم! میں نے تو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمہارے ساتھ خیر خواہی کا حق ادا کر دیا تھا، لیکن تم نے میری نصیحت اور خیر خواہی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اب میں تمہارے اس انجام پر کیا افسوس کروں؟

اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلۡنَا مَكَانَ

اَهۡلَهَا	بِالۡبَاۡسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ	لَعَلَّهُمۡ	يَضَّرَّعُوۡنَ ۹۴	ثُمَّ	بَدَّلۡنَا	مَكَانَ
اس کے رہنے والوں کو	ساتھ سختی کے	اور تنگی کے	تاکہ وہ	گڑگڑائیں	پھر	بدل دیا ہم نے	جگہ

سختی اور تکلیف میں پکڑ لیا تاکہ وہ عاجزی کا اظہار کریں۔ ۹۴ پھر ہم نے برائی کی جگہ

السَّيِّئَةِ الۡحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوۡا قَدۡ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ

السَّيِّئَةِ	الۡحَسَنَةَ	حَتّٰى	عَفَوْا	وَّ	قَالُوۡا	قَدۡ	مَسَّ	اٰبَآءَنَا	الضَّرَّآءُ
برائی کے	بھلائی کو	یہاں تک کہ	وہ حد سے بڑھ گئے	اور	کہنے لگے	یقیناً	چھولیا	ہمارے باپوں کو	تنگی نے

بھلائی سے بدل دی، یہاں تک کہ جب وہ حد سے آگے بڑھ کر کہنے لگے کہ پریشانی اور خوشی تو ہمارے آباؤ اجداد کو بھی

وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ

وَالسَّرَّآءُ	فَاَخَذۡنٰهُمۡ	بَغۡتَةً	وَّ	هُمۡ	لَا	يَشۡعُرُوۡنَ ۹۵	وَ	لَوۡ	اَنَّ	اَهۡلَ
اور خوشی نے	سو ہم نے انہیں پکڑ لیا	اچانک	اور	وہ	نہ	خبر رکھتے تھے	اور	اگر	یہ کہ بیشک	رہنے والے

پہنچتی رہی ہے تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اور اُنہیں اِس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ ۹۵ اگر بستیوں میں رہنے والے

الۡقُرٰٓى اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ

الۡقُرٰٓى	اٰمَنُوۡا	وَ	اتَّقَوۡا	لَفَتَحۡنَا	عَلَيۡهِمۡ	بَرَكٰتٍ	مِّنَ	السَّمَآءِ
بستیوں کے	ایمان لے آتے	اور	ڈرتے	البتہ کھول دیتے ہم	ان پر	برکتیں	سے	آسمان کی

لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور اُن پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے

وَالۡاَرۡضِ وَلٰكِنۡ كَذَّبُوۡا فَاَخَذۡنٰهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ

وَ	الۡاَرۡضِ	وَلٰكِنۡ	كَذَّبُوۡا	فَاَخَذۡنٰهُمۡ	بِمَا	كَانُوۡا	يَكۡسِبُوۡنَ ۹۶	اَفَاَمِنَ
اور	زمین کی	اور لیکن	جھٹلایا انہوں نے	سو ہم نے انہیں پکڑ لیا	بدلے اس کے جو	وہ تھے	کماتے رہے	تو کیا بے خوف ہوگئے

کھول دیتے، لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے انہیں پکڑ لیا اُن اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔ ۹۶ تو کیا بستیوں والے

اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا بَيَاتًا وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ

اَهۡلُ	الۡقُرٰٓى	اَنۡ	يَّاۡتِيَهُمۡ	بَاۡسُنَا	بَيَاتًا	وَّ	هُمۡ	نَآئِمُوۡنَ ۹۷	اَوَ	اَمِنَ
رہنے والے	بستیوں کے	یہ کہ	آجائے ان پر	ہمارا عذاب	راتوں رات	اور	وہ	سو رہے ہوں	اور کیا	بے خوف ہوگئے

اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ اُن پر راتوں رات ہمارا عذاب آجائے جبکہ وہ سو رہے ہوں۔ ۹۷ یا بستیوں والے

۹۴ ۹۵ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں پر آنے والے عذاب اور خوشحالی کا فلسفہ بیان کیا ہے، یہ فلسفہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۴۵۔۴۲ میں بھی الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ گزر چکا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی قوم کو ہلاک کرنے سے پہلے اسے مختلف مراحل سے گزار کر سنبھلنے کا موقع فراہم کرتا ہے، چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا جاتا ہے، جو لوگ ان کی دعوت کو قبول نہیں کرتے، انہیں مختلف اذیتوں، بیماریوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ انہیں تنبیہ ہو جائے اور وہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر کے حق تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور آہ وزاری پیش کریں، اگر اس مرحلے پر بات بن جائے تو بہت اچھا، ورنہ پھر تیسری حجت کے طور پر ان کیلئے دنیا کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، ان کے برے حالات کو اچھے حالات سے تبدیل کر دیا جاتا ہے اور وہ کہنے لگتے ہیں کہ کبھی خوشحالی اور کبھی بدحالی تو ہمارے آباؤ اجداد کے ساتھ بھی رہی ہے، اگر اس کا تعلق جزا اور سزا کے ساتھ ہوتا تو انہیں کیوں سزا نہ ملی؟ یہ تو زمانے کی گردش ہے جس میں ہر انسان پر خوشحالی اور بدحالی کا دور ضرور آتا ہے، یہ سوچ اور فکر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اب ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور کوئی نصیحت ان پر کارگر نہ ہوگی، سو وہ ناگہانی طور پر اللہ کے عذاب کا شکار ہو جاتے ہیں اور انہیں پتہ بھی نہیں چلتا۔

۹۶ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کی برکتیں حاصل کرنے اور ان کا دروازہ کھلوانے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، یہ طریقہ اقوام کیلئے بھی ہے اور افراد کیلئے بھی، کہ ایمان اور تقویٰ والی زندگی اختیار کر لیں، جو شخص اس نسخے پر عمل کرے گا، اس کیلئے ہر قسم کی زمینی اور آسمانی برکت کے دروازے کھل جائیں گے اور جو شخص اسے ترک کرے گا، وہ حق تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔

۹۷ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ ہماری گرفت اور پکڑ سے بے خوف نہ ہوں، ممکن ہے کہ کسی وقت وہ رات کو سو رہے ہوں اور راتوں رات ہمارا عذاب آکر انہیں تہس نہس کردے، تعجب ہے لوگوں پر، کیا انہیں اس سے خوف محسوس نہیں ہوتا؟

اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩٨﴾ اَفَاَمِنُوْا

اَهْلُ	الْقُرٰٓى	اَنْ	يَّاْتِيَهُمْ	بَاْسُنَا	ضُحًى	وَ	هُمْ	يَلْعَبُوْنَ ﴿٩٨﴾	اَفَاَمِنُوْا
رہنے والے	بستیوں کے	یہ کہ	آجائے ان پر	ہمارا عذاب	دن چڑھے	اور	وہ	کھیل رہے ہوں	تو کیا وہ بے خوف ہو گئے

اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اُن پر دن چڑھے ہمارا عذاب آجائے جبکہ وہ کھیل کود کر رہے ہوں۔ ﴿٩٨﴾ کیا یہ لوگ اللہ کی

مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩٩﴾ ع اَوَلَمْ يَهْدِ

مَكْرَ	اللّٰهِ ۚ	فَلَا	يَاْمَنُ	مَكْرَ	اللّٰهِ	اِلَّا	الْقَوْمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩٩﴾	اَوَلَمْ	يَهْدِ
تدبیر سے	اللہ کی	تو نہیں	بے خوف ہوتا	تدبیر سے	اللہ کی	مگر	وہ لوگ جو	نقصان اٹھانے والے	اور کیا نہیں	رہنمائی ملی

تدبیر سے نڈر ہو گئے ہیں؟ تو اللہ کی تدبیر سے صرف نقصان اٹھانے والے ہی نڈر ہوتے ہیں۔ ﴿٩٩﴾ جو لوگ اُن بستیوں میں

لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ

لِلَّذِيْنَ	يَرِثُوْنَ	الْاَرْضَ	مِنْۢ	بَعْدِ	اَهْلِهَآ	اَنْ	لَّوْ	نَشَآءُ	اَصَبْنٰهُمْ
ان لوگوں کو جو	وارث بنتے ہیں	زمین کے	سے	پیچھے	اس کے رہنے والوں کے	یہ کہ	اگر	ہم چاہتے	پہنچادیتے ہم انہیں

رہنے والوں کے بعد زمین کے وارث ہوئے، کیا انہیں اِس سے یہ ہدایت نہیں ملتی کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی ان کے گناہوں کی وجہ سے

بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ

بِذُنُوْبِهِمْ ۚ	وَ	نَطْبَعُ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	فَهُمْ	لَا	يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾	تِلْكَ
ان کے گناہوں کی وجہ سے	اور	مہر لگادیتے ہیں ہم	پر	ان کے دلوں کے	سو وہ	نہیں	سنتے ہیں	وہ

پکڑ لیں؟ اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں اس لیے وہ سنتے ہی نہیں ہیں۔ ﴿١٠٠﴾ یہ

الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

الْقُرٰى	نَقُصُّ	عَلَيْكَ	مِنْ	اَنْۢبَآئِهَا ۚ	وَ	لَقَدْ	جَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ
بستیاں	بیان کرتے ہیں ہم	تجھ پر	سے	ان کے احوال	اور	البتہ یقیناً	آئے ان کے پاس	ان کے پیغمبر

بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم آپ کے سامنے بیان کر رہے ہیں اور یقیناً اُن کے پاس اُن کے پیغمبر واضح دلائل

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ	فَمَا	كَانُوْا	لِيُؤْمِنُوْا	بِمَا	كَذَّبُوْا	مِنْ	قَبْلُ ؕ	كَذٰلِكَ	يَطْبَعُ
ساتھ واضح دلائل کے	سو نہ	ہوئے وہ	کہ ایمان لاتے	اس وجہ سے جو	جھٹلایا انہوں نے	سے	پہلے	اسی طرح	مہر لگاتا ہے

لیکر آئے تھے، پھر بھی ایسا نہ ہوا کہ وہ ایمان لاتے کیونکہ اِس سے پہلے وہ تکذیب کر چکے تھے، اسی طرح اللہ

﴿٩٨﴾ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کو اس پہلو سے ڈرایا گیا ہے کہ ہماری گرفت اور پکڑ دن کی روشنی میں بھی آسکتی ہے، اس کیلئے رات کی تاریکی اور سناٹا ضروری نہیں ہے، ممکن ہے کہ لوگ اپنے جھمیلوں اور کھیل تماشوں میں معروف ہوں، انہیں گمان بھی نہ ہو کہ ان پر اللہ کا عذاب آسکتا ہے اور اچانک ان پر اللہ کا عذاب آپڑے۔

ع ١٢ ٦ ٢

﴿٩٩﴾ اس آیت مبارکہ میں "مکر اللہ" کا لفظ حق تعالیٰ کی خفیہ اور مضبوط تدبیر کیلئے استعمال ہوا ہے جس سے وہ اپنے نیک بندوں کی مدد اور نصرت کرتا ہے، اور خسارہ اٹھانے والے اس سے بے خبر ہوتے ہیں، اس لیے اس کا کوئی توڑ ان سے نہیں ہو پاتا۔

﴿١٠٠﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں سے ایک سوال پوچھا گیا ہے جو کسی قوم کے تباہ ہونے کے بعد ان کی جگہ آباد ہوتے ہیں، دوسرے لفظوں میں ان کے قائمقام اور جانشین بنتے ہیں اور انہی تباہ شدہ اقوام کے راستے پر چل پڑتے ہیں، جیسا کہ آج کل بہت سے عبرت کدوں کو تفریحی اور سیاحتی مقام بنا دیا گیا ہے جہاں لوگ عبرت پذیری کی بجائے تفریح اور نشاط طبع کیلئے جاتے ہیں، ان سے یہ سوال پوچھا جا رہا ہے کہ کیا پہلے لوگوں کے احوال پڑھ اور سن کر تمہیں یہ رہنمائی حاصل نہیں ہوتی کہ جس ذات نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور انہیں ہلاک کر دیا، اسے تم پر بھی پوری قدرت اور دسترس حاصل ہے، اگر اس کے باوجود تم ان کے حالات اور انجام سے عبرت حاصل نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے دلوں پر مہر لگ چکی ہے، اس لیے حق بات اثر نہیں کرتی، اعاذنا اللہ منہا۔

اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ج

اللّٰهُ	عَلٰى	قُلُوْبِ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾	وَ	مَا	وَجَدْنَا	لِاَكْثَرِهِمْ	مِّنْ	عَهْدٍ ج
اللہ	پر	دلوں کے	کافروں کے	اور	نہیں	پایا ہم نے	ان میں سے اکثر کیلئے	سے	کوئی عہد

کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ ﴿١٠١﴾ اور ہم نے اُن میں سے اکثر لوگوں سے عہد کی کوئی پاسداری نہیں دیکھی،

وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ

وَ	اِنْ	وَّجَدْنَآ	اَكْثَرَهُمْ	لَفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٢﴾	ثُمَّ	بَعَثْنَا	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ
اور	بیشک	ہم نے پایا	ان میں سے اکثر کو	البتہ نافرمانی کرنے والے	پھر	ہم نے بھیجا	سے	ان کے پیچھے

اور ہم نے اُن میں سے اکثر ہی کو نافرمان پایا۔ ﴿١٠٢﴾ پھر اُن کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں

مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ج فَانْظُرْ كَيْفَ

مُّوْسٰى	بِاٰيٰتِنَآ	اِلٰى	فِرْعَوْنَ	وَ	مَلَا۟ئِهٖ	فَظَلَمُوْا	بِهَا ج	فَانْظُرْ	كَيْفَ
موسیٰ کو	ساتھ اپنی نشانیوں کے	طرف	فرعون کے	اور	اس کے سرداروں کے	سو ظلم کیا انہوں نے	ان کے ساتھ	سو تو دیکھ لے	کیسا

دیکر فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف بھیجا، سو انہوں نے اُن کے ساتھ ناانصافی کی، تو آپ دیکھ لیجیے کہ فساد پھیلانے

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ

كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾	وَ	قَالَ	مُوْسٰى	يٰفِرْعَوْنُ	اِنِّيْ	رَسُوْلٌ
ہوا	انجام	فساد کرنے والوں کا	اور	کہا	موسیٰ نے	اے فرعون	بیشک میں	پیغمبر ہوں

والوں کا کیا انجام ہوا؟ ﴿١٠٣﴾ اور موسیٰ نے کہا کہ اے فرعون! میں رب العالمین

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ لا حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ

مِّنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾	حَقِيْقٌ	عَلٰٓى	اَنْ	لَّآ	اَقُوْلَ	عَلَى	اللّٰهِ
سے	پالنے والے کے	جہان والوں کو	حق رکھتا ہوں	پر	یہ کہ	نہ	کہوں میں	پر	اللہ کے

کا پیغمبر ہوں۔ ﴿١٠٤﴾ صرف اسی بات کا حق رکھتا ہوں کہ اللہ کے متعلق حق کے علاوہ

اِلَّا الْحَقَّ ط قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ

اِلَّا	الْحَقَّ ط	قَدْ	جِئْتُكُمْ	بِبَيِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	فَاَرْسِلْ	مَعِيَ
مگر	حق	یقیناً	میں لایا ہوں تمہارے پاس	واضح دلیل	سے	تمہارے رب کے	سو بھیج دے تو	میرے ساتھ

کچھ نہ کہوں، میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل لیکر آیا ہوں، اس لیے بنی اسرائیل کو میرے ساتھ

﴿١٠١﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ امتوں کے واقعات اور احوال پر ایک تجزیہ کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ان کی رہنمائی اور اصلاح کیلئے بہت سے پیغمبر آئے، جن کے پاس واضح معجزات اور دلائل تھے، ایک سلیم الفطرت اور حق پرست آدمی کیلئے ان کا انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی، لیکن جب کوئی شخص تکذیب و تردید اور انکار کے راستے پر چل پڑے، پھر اس کیلئے تصدیق و تائید کرنا مشکل ہو جاتا ہے، انسان اسے اپنی انا کا مسئلہ اور بقاء کی جنگ بنا لیتا ہے کہ پہلے میں نے کچھ کہا تھا، اب اگر اس کے برخلاف کہوں گا تو لوگ کیا کہیں گے، ایسی صورت میں انسان حق اور باطل کو نہیں دیکھتا، وہ حق کو حق سمجھنے کے باوجود اسے قبول نہیں کرتا اور باطل کو باطل تسلیم کرنے کے بعد بھی اسے ترک نہیں کرتا، یہی وہ مہر ہے جس کا زیر تذکرہ آیت میں حوالہ دیا گیا ہے۔

﴿١٠٢﴾ اس آیت مبارکہ میں سابقہ امتوں کی اکثریت کا طرز عمل بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ عہد کے پابند نہیں تھے، آج بھی لوگوں کی اکثریت اپنے وعدے اور عہد کی پاسداری، اس کی حرمت و اہمیت سے ناواقف ہے، لوگ وعدہ اس لیے نہیں کرتے کہ وہ اسے پورا کریں گے، بلکہ صرف ٹالنے کیلئے لوگوں سے پختہ قسمیں کھا کر وعدے کر لیتے ہیں اور عین اس وقت ان کے ذہن میں اسے پورا نہ کرنے کا عہد ہوتا ہے، ایسے لوگ فاسق اور اللہ کی اطاعت سے خارج ہیں۔

﴿١٠٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا ذکر کر کے اگلی ساٹھ ستر آیتوں میں ان کے مختلف احوال و واقعات بیان کیے گئے ہیں، اس لیے ابتدائی طور پر چند گزارشات یہاں پیش کی جاتی ہیں، قرآن کریم کی چھبیس سورتوں میں ایک سو سات مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام آیا ہے، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کا نسب نامہ موسیٰ بن عمران بن لاھب بن عازب بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام بیان کیا ہے، ان کی والدہ کا نام "یوکابد" تھا، ان کی ولادت مصر میں ہوئی تھی، ان کی ولادت سے پہلے مصر کے بادشاہ نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی بناء پر اس نے بنی اسرائیل کے تمام نومولود لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا، وہ خواب اور اس کی تعبیر سورۂ بقرہ میں بیان ہو چکی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ طٰہ میں، ان کی شیر خوارگی، بچپن، لڑکپن، جوانی، مدین کے سفر اور وہاں شیخ مدین کے یہاں دس سالہ قیام، واپسی پر نبوت سے سرفرازی اور معجزات دیئے جانے کا ذکر تفصیل کے ساتھ سورۂ قصص میں، فرعون کے ساتھ مکالمہ، درباری جادوگروں کے ساتھ مقابلہ، جادوگروں کا ایمان لانا، بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنا، فرعون کا دریا میں غرق ہونا سورۂ اعراف اور شعراء میں، شرف ہمکلامی، تورات عطا کرنے، بنی اسرائیل کے بچھڑے کی پوجا کرنے، بنی اسرائیل کی ہٹ دھرمی اور ستر آدمیوں کے انتخاب کی تفصیل سورۂ اعراف میں، ارض مقدس شام میں داخل ہونے، بنی اسرائیل کی گستاخی اور چالیس سال تک وادئ تیہ میں سرگرداں پھرنے کا تفصیلی ذکر سورۂ مائدہ میں آیا ہے۔ ﴿١٠٤﴾ ﴿١٠٥﴾ ان آیتوں میں فرعون کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعوئ رسالت کا ذکر آیا ہے جو انہوں نے نہایت مضبوطی کے ساتھ فرعون اور اسکے سرداروں کے سامنے پیش کیا اور یہ مؤقف اختیار کیا کہ میرا منصب اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالوں جو خلاف حقیقت ہو، میں آپ لوگوں کے پاس واضح دلائل لیکر آیا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مجھے واقعۃً اللہ نے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے،=

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ

بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٠٥﴾	قَالَ	اِنْ	كُنْتَ	جِئْتَ	بِاٰيَةٍ	فَاْتِ	بِهَآ	اِنْ	كُنْتَ
بیٹوں کو	اسرائیل کے	کہا	اگر	ہے تو	لایا	کوئی نشانی	سو لے آ	اسے	اگر	ہے تو

بھیج دو۔ ﴿١٠٥﴾ فرعون نے کہا کہ اگر تم کوئی نشانی لیکر آئے ہو تو اُسے پیش کرو، اگر تم

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾

مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾	فَاَلْقٰى	عَصَاهُ	فَاِذَا	هِيَ	ثُعْبَانٌ	مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾
سے	سچوں کے	سو ڈال دیا اس نے	اپنی لاٹھی کو	سو اسی وقت	وہ	اژدھا	نمایاں

سچے ہو۔ ﴿١٠٦﴾ تو موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈال دی، اور اسی وقت وہ ایک نمایاں اژدھا بن گئی۔ ﴿١٠٧﴾

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ ع ١٣ ٩ ٣

وَ	نَزَعَ	يَدَهٗ	فَاِذَا	هِيَ	بَيْضَآءُ	لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾	قَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِ
اور	کھینچا	اپنے ہاتھ کو	تو اسی وقت	وہ	روشن	دیکھنے والوں کیلئے	کہا	سرداروں نے	سے	قوم کے

اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ کھینچ کر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے سامنے روشن ہو گیا۔ ﴿١٠٨﴾ قوم فرعون کے سردار

فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ

فِرْعَوْنَ	اِنَّ	هٰذَا	لَسٰحِرٌ	عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾	يُّرِيْدُ	اَنْ	يُّخْرِجَكُمْ	مِّنْ
فرعون کی	بیشک	یہ	البتہ جادوگر	خوب جاننے والا	چاہتا ہے	یہ کہ	نکال دے تمہیں	سے

کہنے لگے کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے۔ ﴿١٠٩﴾ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے

اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي

اَرْضِكُمْ	فَمَاذَا	تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾	قَالُوْٓا	اَرْجِهْ	وَ	اَخَاهُ	وَ	اَرْسِلْ	فِي
تمہاری زمین کے	سو کیا ہے وہ جو	تم حکم دیتے ہو	کہنے لگے وہ	اسے مہلت دے	اور	اس کے بھائی کو	اور	بھیج تو	بیچ

نکال دے، سو اب تم کیا رائے دیتے ہو؟ ﴿١١٠﴾ وہ کہنے لگے کہ اِسے اور اِس کے بھائی کو کچھ مہلت دو اور شہروں میں

الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾ وَجَآءَ

الْمَدَآئِنِ	حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾	يَاْتُوْكَ	بِكُلِّ	سٰحِرٍ	عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾	وَ	جَآءَ
شہروں کے	جمع کرنے والوں کو	لے آئیں وہ تیرے پاس	ہر ایک	جادوگر کو	خوب جاننے والا	اور	آئے

جمع کرنے والوں کو بھیجو۔ ﴿١١١﴾ کہ وہ تمہارے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں۔ ﴿١١٢﴾ اور جادوگر

= میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ملک مصر میں جتنے بھی بنی اسرائیل رہائش پذیر ہیں، انہیں میرے ساتھ واپس جانے کی اجازت دو تا کہ یہ اپنے آبائی ملک فلسطین میں جا کر دوبارہ آباد ہو جائیں، دراصل بنی اسرائیل ملک مصر کے اصل رہائشی نہیں تھے، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دورِ حکومت میں مصر میں مقیم ہو گئے تھے، کچھ عرصہ بعد مقامی لوگوں نے انہیں بیگار میں پکڑنا اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی داد رسی کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تا کہ وہ مصریوں کے ظلم و تسلط سے بنی اسرائیل کو نجات دلائیں۔

﴿١٠٦﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون کی طرف سے معجزے کے اظہار کا مطالبہ کیا گیا ہے، فرعون نے معجزہ دکھانے کا مطالبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعوے کی روشنی میں کیا تھا، یوں بھی مدعی کے ذمے لازم ہوتا ہے کہ اپنے دعویٰ کو دلیل سے ثابت کرے، سو اس نے دلیل کا تقاضا کیا۔

﴿١٠٧﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پہلے معجزے کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے ہاتھ کی لاٹھی زمین پر ڈالتے ہی اژدھا بن گئی، خوف کے مارے فرعون اور اس کے سرداروں پر کپکپی طاری ہو گئی، ان کی خواست پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دوبارہ اسے پکڑا تو وہ اپنی اصلی حالت میں واپس آ گئی اور لاٹھی بن گئی۔

﴿١٠٨﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دوسرے معجزے "ید بیضاء" کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر باہر نکالا تو وہ سورج سے زیادہ روشن اور چمکدار تھا، یہ چمک کسی بیماری کی وجہ سے نہ تھی بلکہ بطور معجزہ کے تھی، جسے دیکھ کر اہل دربار کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

﴿١٠٩﴾ ﴿١١٠﴾ ان آیتوں میں فرعون کے سرداروں کا مذکورہ معجزات پر ردِ عمل ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہنے لگے یہ بہت ماہر اور پڑھا لکھا جادوگر ہے، ورنہ لاٹھی کا اژدھا بن جانا ممکن نہیں ہے، یہ شخص اپنے جادو کے زور سے تمہاری حکومت اور سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، اس کیلئے کابینہ کا اجلاس بلانا چاہیے، یہ ایک سیاسی بیانیہ تھا جس کا مقصد لوگوں میں اپنی ہمدردی پیدا کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ معجزات سے لوگوں کی توجہ ہٹانا تھا۔

﴿١١١﴾ ﴿١١٢﴾ ان آیتوں میں کابینہ میں طے پانے والے فیصلے کا حوالہ دیا گیا ہے کہ انہوں نے آپس میں یہ قرارداد منظور کی کہ موسیٰ کے مقابلے میں ماہر جادوگروں کو لایا جائے، کیونکہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے، لہٰذا جادو کے مقابلے میں جادو کو لانا چاہیے، تا کہ موسیٰ کا معجزہ دیکھ کر لوگوں پر جو تاثر بیٹھا ہے، وہ زائل ہو جائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ نبوت و رسالت نہیں ہے۔

السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾

السَّحَرَةُ	فِرْعَوْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ	لَنَا	لَاَجْرًا	اِنْ	كُنَّا	نَحْنُ	الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾
جادوگر	فرعون کے پاس	کہنے لگے وہ	بیشک	ہمارے لئے	البتہ اجر ہے	اگر	ہوئے ہم	ہم ہی	غالب آنے والے

فرعون کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آگئے تو کیا ہمیں بھی انعام میں کچھ ملے گا؟ ﴿١١٣﴾

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿١١٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ

قَالَ	نَعَمْ	وَ	اِنَّكُمْ	لَمِنَ	الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿١١٤﴾	قَالُوْا	يٰمُوْسٰٓى	اِمَّآ	اَنْ	تُلْقِيَ
کہا اس نے	جی ہاں	اور	بیشک تم	البتہ سے	قرب پانے والوں کے	وہ کہنے لگے	اے موسیٰ	یا تو	یہ کہ	تو ڈال

فرعون نے کہا کہ ضرور، اور تم اُس وقت مقربین میں شامل ہوجاؤ گے۔ ﴿١١٤﴾ وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ! تم ڈالو گے

وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿١١٥﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا

وَ	اِمَّآ	اَنْ	نَّكُوْنَ	نَحْنُ	الْمُلْقِيْنَ ﴿١١٥﴾	قَالَ	اَلْقُوْا ۚ	فَلَمَّآ	اَلْقَوْا	سَحَرُوْٓا
اور	یا	یہ کہ	ہوجائیں	ہم	ڈالنے والے	کہا اس نے	ڈالو تم	سو جب	ڈال دیا انہوں نے	جادو کردیا انہوں نے

یا ہم پہلے ڈالیں؟ ﴿١١٥﴾ موسیٰ نے کہا کہ پہلے تم ڈالو، چنانچہ جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں کو

اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾

اَعْيُنَ	النَّاسِ	وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ	وَ	جَآءُوْ	بِسِحْرٍ	عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾
آنکھوں پر	لوگوں کی	اور خوف زدہ کردیا انہیں	اور	لے آئے وہ	ایک جادو	بہت بڑا

مسحور کر دیا، اُنہیں خوف زدہ کر دیا اور بڑا جادو لے آئے۔ ﴿١١٦﴾

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا

وَ	اَوْحَيْنَآ	اِلٰى	مُوْسٰٓى	اَنْ	اَلْقِ	عَصَاكَ ۚ	فَاِذَا	هِيَ	تَلْقَفُ	مَا
اور	وحی بھیجی ہم نے	طرف	موسیٰ کے	یہ کہ	ڈال دو تم	لاٹھی اپنی	تو اسی وقت	وہ	نگلنے لگی	وہ جو

اور ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ تم بھی اپنی لاٹھی ڈال دو، اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی جو اُن جادوگروں نے

يَاْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾ ۚ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٨﴾ ۚ فَغُلِبُوْا

يَاْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾ ۚ	فَوَقَعَ	الْحَقُّ	وَ	بَطَلَ	مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٨﴾ ۚ	فَغُلِبُوْا
گھڑ رہے تھے	تو ظاہر ہوگیا	حق	اور	باطل ہوگیا	وہ جو	تھے وہ	کرتے رہے	سو مغلوب کردیئے گئے وہ

گھڑی تھیں۔ ﴿١١٧﴾ سو حق ظاہر ہو گیا اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا، وہ باطل ہو گیا۔ ﴿١١٨﴾ پھر وہیں وہ

﴿١١٣﴾ ﴿١١٤﴾ ان آیتوں میں جادوگروں کے آنے اور فرعون کے ساتھ ان کے مکالمے کا ذکر کیا گیا ہے جس کا تعلق اجرت سے تھا، جادوگروں نے چاہا کہ جب ہمیں موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل ہو تو ہمیں ایسے ہی خالی ہاتھ واپس نہ بھیجا جائے، بلکہ ہمیں انعام واکرام سے سرفراز کیا جائے، اس لیے انہوں نے فرعون سے اس کا اقرار کروایا اور فرعون نے بھی انہیں اجرت بلکہ اپنے مقربین خاص میں شامل کرنے کی خوشخبری سنائی، صاف ظاہر ہے کہ جادوگروں کے نزدیک یہ حق اور باطل کی جنگ نہیں تھی، بلکہ یہ تو ایک کاروباری معاہدہ تھا، جس میں جادوگر اپنا فائدہ تلاش کر رہے تھے اور فرعون اپنی خدائی کی ناک اونچی رکھنا چاہتا تھا، ورنہ پہلے ہی مرحلے پر مطالبہ اور جواب مطالبہ سمجھ میں نہیں آتا۔

﴿١١٥﴾ ﴿١٢٦﴾ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جادوگروں کے مکالمے، مقابلے اور بعد کے احوال کا ذکر کیا گیا ہے، مقابلے کے لیے مصریوں کے جشن اور تہوار کا دن مقرر تھا، جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو ہو کر ان سے پوچھا کہ آپ پہل کریں گے یا ہم پہل کریں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پہل کرنے کی اجازت دی، فطری طور پر یہ ترتیب موقع کی مناسبت سے بہت ہی موزوں تھی کہ جادوگر پہلے اپنی ساری صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کرلیں، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا معجزہ ظاہر فرمائیں تاکہ اس معجزے کا ان کے جادو پر تفوق اور برتری ثابت ہوجائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، پہلے پہل تو لوگ جادوگروں کے جادو سے بہت متاثر اور مرعوب ہوئے، لیکن جوں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی اور اس نے اژدہا بن کر جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو نگل لیا تو لوگوں کو یقین ہوگیا کہ موسیٰ کا مقابلہ کرنا جادوگروں کے بس سے باہر ہے، وہ یہ بھی سمجھ گئے کہ موسیٰ نے جو پیش کیا ہے، وہ جادو نہیں ہے، کیونکہ جادو تو جادوگروں نے بھی پیش کیا تھا، یہ جادو سے بڑھ کر کوئی اور ہی چیز ہے، فرعون کے جادوگر بھی یہ معجزہ دیکھ کر حیران ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ موسیٰ جادوگر نہیں ہیں، ورنہ اکیلے آدمی کا جادو اپنے فن کے ماہر جادوگروں پر کیسے غالب آسکتا ہے؟

هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

هُنَالِكَ	وَانْقَلَبُوْا	صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾	وَ	اُلْقِيَ	السَّحَرَةُ	سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾
وہیں	اور لوٹ گئے وہ	ذلیل ہو کر	اور	ڈال دیئے گئے	جادوگر	سجدہ کرنے والے

مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس چلے گئے۔ ﴿۱۱۹﴾ اور جادوگر سجدے میں گر پڑے۔ ﴿۱۲۰﴾

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ

قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾	رَبِّ	مُوْسٰى	وَ	هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾	قَالَ
کہنے لگے وہ	ہم ایمان لائے	ساتھ پالنے والے کے	جہان والوں کو	پروردگار	موسیٰ کا	اور	ہارون کا	کہا

کہنے لگے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے۔ ﴿۱۲۱﴾ جو کہ موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ ﴿۱۲۲﴾ فرعون

فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي

فِرْعَوْنُ	اٰمَنْتُمْ	بِهٖ	قَبْلَ	اَنْ	اٰذَنَ	لَكُمْ	اِنَّ	هٰذَا	لَمَكْرٌ	مَّكَرْتُمُوْهُ	فِي
فرعون نے	تم ایمان لے آئے	اس پر	پہلے	یہ کہ	میں اجازت دوں	تمہیں	بیشک	یہ	البتہ چال ہے	تم نے یہ چال چلی ہے	بیچ

کہنے لگا کہ تم لوگ میری اجازت سے پہلے ہی اِس پر ایمان لے آئے؟ بیشک یہ ایک چال ہے جو تم نے شہر میں اِس مقصد کیلئے

الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ

الْمَدِيْنَةِ	لِتُخْرِجُوْا	مِنْهَآ	اَهْلَهَا	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾	لَاُقَطِّعَنَّ
شہر کے	تا کہ نکال لو	اس سے	اس کے رہنے والوں کو	سو عنقریب	تم جان لو گے	البتہ میں ضرور کاٹوں گا

چلی ہے کہ یہاں کے رہنے والوں کو یہاں سے نکال دو، سو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ ﴿۱۲۳﴾ میں تمہارے ہاتھ پاؤں

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

اَيْدِيَكُمْ	وَ	اَرْجُلَكُمْ	مِّنْ	خِلَافٍ	ثُمَّ	لَاُصَلِّبَنَّكُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾
ہاتھوں کو تمہارے	اور	پاؤں کو تمہارے	سے	مخالف سمت کے	پھر	البتہ ضرور سولی دوں گا میں تمہیں	سب کو

مخالف سمت سے کاٹ کر رہوں گا، پھر میں تم سب کو سولی پر ضرور چڑھاؤں گا۔ ﴿۱۲۴﴾

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا

قَالُوْٓا	اِنَّآ	اِلٰى	رَبِّنَا	مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾	وَ	مَا	تَنْقِمُ	مِنَّآ	اِلَّآ	اَنْ	اٰمَنَّا
وہ کہنے لگے	بیشک ہم	طرف	اپنے پروردگار کے	لوٹ کر جانے والے	اور	نہیں	تو ناراض ہوا	ہم سے	مگر	یہ کہ	ایمان لے آئے ہم

وہ کہنے لگے کہ بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ﴿۱۲۵﴾ اور تُو ہم سے صرف اسی بات پر ناراض ہوا ہے کہ جب ہمارے رب کی آیتیں ہمارے

اس یقین نے ان کے دل کی آنکھیں کھول دیں، وہ سجدے میں گر پڑے اور اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، فرعون اس پر سیخ پا ہوا اور لوگوں کے سامنے اپنا بھرم رکھنے کیلئے ایک اور سیاسی بیان داغ دیا کہ معلوم ہوتا ہے موسیٰ تمہارا استاد اور تم اس کے شاگرد ہو، تم لوگوں نے مل کر یہ منصوبہ بنایا ہے کہ اہل مصر کو مصر سے بے دخل کر کے اقتدار اور حکومت پر قبضہ کر لو، تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی اور میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹوا کر تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا، فرعون کی ان دھمکیوں کو ان اہل ایمان نے چٹکیوں میں اڑا دیا اور اس سے مرعوب یا خوف زدہ ہونے کی بجائے کھل کر حقیقت کا اقرار کیا کہ ہم سے تمہاری ناراضگی کی وجہ صرف اتنی ہے کہ ہمارے پاس ہمارے رب کا معجزہ آیا، ہم اس پر ایمان لے آئے، تمہارے پاس بھی معجزات آئے،=

بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا

بِاٰيٰتِ	رَبِّنَا	لَمَّا	جَآءَتْنَا ؕ	رَبَّنَآ	اَفْرِغْ	عَلَيْنَا	صَبْرًا	وَ	تَوَفَّنَا
نشانیوں پر	اپنے پروردگار کی	جب	وہ آئیں ہمارے پاس	اے ہمارے پروردگار	انڈیل دے	ہم پر	صبر کو	اور	وفات دے ہمیں

پاس آئیں تو ہم اُن پر ایمان لے آئے، پروردگار! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں

مُسْلِمِيْنَ ۝١٢٦ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى

مُسْلِمِيْنَ ۝	وَ	قَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِ	فِرْعَوْنَ	اَتَذَرُ	مُوْسٰى
فرمانبرداری کرنے والے	اور	کہا	سرداروں نے	سے	قوم کے	فرعون کی	کیا تو چھوڑ دے گا	موسیٰ کو

وفات دے۔ ١٢٦ اور قومِ فرعون کے سردار کہنے لگے کہ کیا آپ موسیٰ اور اُس کی قوم کو

وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ

وَ	قَوْمَهٗ	لِيُفْسِدُوْا	فِي	الْاَرْضِ	وَيَذَرَكَ	وَاٰلِهَتَكَ ؕ	قَالَ	سَنُقَتِّلُ
اور	اس کی قوم کو	تاکہ وہ فساد پھیلائیں	بیچ	زمین کے	اور وہ چھوڑ دے تجھے	اور تیرے معبودوں کو	کہا اس نے	عنقریب ہم قتل کریں گے

زمین میں فساد پھیلانے کیلئے چھوڑ دیں گے اور یہ کہ وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ فرعون نے کہا کہ ہم اِن کے لڑکوں کو

اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝١٢٧ قَالَ

اَبْنَآءَهُمْ	وَ	نَسْتَحْيٖ	نِسَآءَهُمْ ۚ	وَ	اِنَّا	فَوْقَهُمْ	قٰهِرُوْنَ ۝	قَالَ
ان کے بیٹوں کو	اور	زندہ رکھیں گے	ان کی عورتوں کو	اور	بیشک ہم	ان کے اوپر	غلبہ پانے والے	کہا

قتل کردیتے ہیں اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتے ہیں اور ہم ان پر غالب ہیں۔ ١٢٧ موسیٰ نے اپنی

مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ

مُوْسٰى	لِقَوْمِهِ	اسْتَعِيْنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	اصْبِرُوْا ۚ	اِنَّ	الْاَرْضَ	لِلّٰهِ ۙ
موسیٰ نے	اپنی قوم سے	مدد طلب کرو تم	اللہ سے	اور	صبر کرو تم	بیشک	زمین	اللہ کی

قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو، بیشک زمین اللہ کی ہی ہے،

يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝١٢٨ قَالُوْٓا

يُوْرِثُهَا	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ ؕ	وَالْعَاقِبَةُ	لِلْمُتَّقِيْنَ ۝	قَالُوْٓا
وہ اس کا وارث بناتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں کے	اور انجام	تقویٰ والوں کیلئے	وہ کہنے لگے

وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، اس کا وارث بنا دیتا ہے اور بہترین انجام متقیوں کا ہوتا ہے۔ ١٢٨ وہ کہنے لگے

= لیکن تم لوگ ایمان کی نعمت سے محروم رہے، اب اگر تم ہمیں اس کی سزا دینا چاہتے ہو تو ہم موجود ہیں، ہم اس تکلیف پر صبر کریں گے اور اپنے رب سے دعا کریں گے کہ وہ ہمیں اسلام کی حالت میں وفات دے، کیونکہ ہمیں اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے، یہ الفاظ ان جادوگروں کے ہیں جو چند
ع ١٤ ١٨ ٤ لمحات قبل موسیٰ سے مقابلہ کرنا چاہ رہے تھے اور چند لمحات میں ہی حق تعالیٰ نے ان کی کایا پلٹ دی اور وہ اللہ کے دین کے خادم ومعاون بن گئے۔

١٢٧ اس آیت میں جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد فرعون کے دربار میں ہونے والے مشورے کا ذکر کیا گیا ہے، فرعون کی کابینہ نے جادوگروں کے قبول ایمان پر اپنی تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ ان کے مسلمان ہونے سے رعایا یقیناً متاثر ہوگی، ممکن ہے کہ لوگ موسیٰ پر ایمان لانے لگیں، اس خطرے کو ٹالنے کیلئے کوئی تدبیر ہونی چاہیے، ورنہ یہ لوگ زمین میں فساد پھیلا دیں گے اور مصر میں یکتا پرستی شروع ہوجائے گی، چنانچہ باہمی مشورے سے طے پایا کہ اپنی پرانی تدبیر کو دہرانا چاہیے جو موسیٰ کی ولادت سے پہلے آزمائی گئی تھی، یعنی لڑکوں کو قتل کردیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے، جب ان کے مرد زندہ نہ رہیں گے تو ہم سے لڑائی مول لینے کا خطرہ ٹل جائیگا اور ان کی عورتوں کو اس لیے زندہ رکھنا چاہیے کہ ہماری خدمت اور کام کاج کرتی رہیں اور چونکہ حکومت ہمارے پاس ہے اس لیے ہم ان پر یہ حکم جبراً نافذ کرسکتے ہیں۔

١٢٨ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو فرعون کے مذکورہ فیصلے پر تسلی دینا مذکور ہے کہ تمہیں اللہ سے مدد مانگنی چاہیے اور صبر سے کام لینا چاہیے، بہتر انجام اسی کا ہوگا جو متقی ہوگا اور اللہ کا دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، زمین اللہ کی ملکیت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے، عطا فرمادے، ضروری نہیں ہے کہ فرعون کا اقتدار ہمیشہ باقی رہے، ایک نہ ایک دن وہ ضرور فنا ہوگا، اس لیے تم گھبراؤ مت اور خاطر جمع رکھو۔

اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى

اُوْذِيْنَا	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تَاْتِيَنَا	وَمِنْۢ	بَعْدِ	مَا	جِئْتَنَا	قَالَ	عَسٰى
ہم ستائے گئے	سے	پہلے	یہ کہ	تو ہمارے پاس آئے	اور سے	پیچھے	وہ جو	تو ہمارے پاس آیا	کہا اس نے	امید ہے

کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں ایذائیں دی جاتی رہیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی یہی حال ہے، موسیٰ نے کہا عنقریب

رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ

رَبُّكُمْ	اَنْ	يُّهْلِكَ	عَدُوَّكُمْ	وَ	يَسْتَخْلِفَكُمْ	فِي	الْاَرْضِ	فَيَنْظُرَ
تمہارا رب	یہ کہ	ہلاک کردے	تمہارے دشمن کو	اور	جانشین بنائے تمہیں	بیچ	زمین کے	کہ وہ دیکھے

تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے گا، اور تمہیں زمین میں جانشین بنا کر دیکھے گا

كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾ ع وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ ع ١٥ ٣ ٥

كَيْفَ	تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾	وَ	لَقَدْ	اَخَذْنَاۤ	اٰلَ	فِرْعَوْنَ	بِالسِّنِيْنَ	وَ	نَقْصٍ
کیسے	تم عمل کرتے ہو	اور	البتہ یقیناً	ہم نے پکڑلیا	گھرانے کو	فرعون کے	ساتھ قحط سالی کے	اور	کمی کے

کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ ١٢٩ اور ہم نے آلِ فرعون کو قحط سالی اور پھلوں کے نقصان میں

مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا

مِّنَ	الثَّمَرٰتِ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣٠﴾	فَاِذَا	جَآءَتْهُمُ	الْحَسَنَةُ	قَالُوْا	لَنَا
سے	پھلوں کی	تاکہ وہ	نصیحت حاصل کریں	پھر جب	ان کے پاس آئی	کوئی بھلائی	کہنے لگے وہ	ہمارے لئے

گرفتار کر لیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ١٣٠ پھر جب انہیں کوئی بھلائی پہنچی تو کہنے لگے کہ یہ تو ہمارے

هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ

هٰذِهٖ	وَ	اِنْ	تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	يَّطَّيَّرُوْا	بِمُوْسٰى	وَ	مَنْ	مَّعَهٗ	اَلَاۤ
یہ	اور	اگر	پہنچے انہیں	کوئی برائی	نحوست بتاتے وہ	موسیٰ کی	اور	وہ جو	اس کے ہمراہ	خبردار

لیے ہے، اور اگر کوئی برائی پہنچی تو اسے موسیٰ اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست بتانے لگے، آگاہ رہو

اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَقَالُوْا

اِنَّمَا	طٰٓئِرُهُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣١﴾	وَ	قَالُوْا
وہ تو صرف	نحوست ان کی	نزدیک	اللہ کے	اور لیکن	ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے	اور	کہنے لگے

کہ اُن کی نحوست تو اللہ کے پاس ہے لیکن اُن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ١٣١ اور وہ کہنے لگے

١٢٩ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کی گستاخی اور بے صبری کا ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت پر عمل کرنے اور ان کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے یہ کہنا شروع کر دیا کہ موسیٰ! تمہارے آنے سے ہمیں کیا فائدہ ہوا؟ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم فرعونیوں کی ایذاء رسانی کا آسان شکار اور ہدف تھے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ہماری مشکلات میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، بلکہ اب تو فرعون نے ہمارے مردوں کو قتل کرنے کا حکم بھی جاری کر دیا ہے، ہماری مصیبت کے یہ دن کب ختم ہوں گے؟ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں یقین دلایا کہ عنقریب تمہارا دشمن ہلاک ہو گا اور تمہیں آزمانے کیلئے اقتدار و اختیار تمہارے حوالے کیا جائیگا تاکہ معلوم ہو سکے کہ تم کس طرح حکومت کرتے ہو اور کس طرح اللہ کے احکام کی پیروی کرتے ہو؟

١٣٠ اس آیت مبارکہ میں آل فرعون پر آنے والی پکڑ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نصرت کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی برکت سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ اہل مصر اور فرعونی قحط سالی کا شکار ہو گئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پھولوں، پھلوں اور فصلوں کی کمی کا شکار ہو گئے، یہ ایک ابتدائی گرفت تھی جس کا منشا یہ تھا کہ فرعون اور آل فرعون اس کی وجوہات اور اسباب پر غور کر کے ان کا تدارک کرنے کی کوشش کریں۔

١٣١ ١٣٢ ان آیتوں میں اہل مصر کے عناد اور سرکشی کا حال بیان کیا گیا ہے کہ جب انہیں خوشی کی کوئی خبر ملتی یا کوئی خوشحالی نصیب ہوتی تو وہ اپنے آپ کو اس کا مستحق قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تو ہمارا حق ہے، اور اگر ان کی خطاؤں اور گناہوں کی وجہ سے انہیں برے حالات مثلاً قحط وغیرہ کا سامنا ہوتا تو کہتے تھے کہ یہ سب موسیٰ کی (معاذ اللہ، معاذ اللہ، معاذ اللہ) نحوست ہے، بنی اسرائیل بہت ہی منحوس لوگ ہیں کہ ان کی وجہ سے ہمیں اس آزمائش کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اگر یہ نہ ہوتے تو ہمیں یہ برے دن دیکھنا نصیب نہ ہوتے، حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ ان کی نحوست کی اصل وجہ موسیٰ یا بنی اسرائیل نہیں ہیں، بلکہ علم الٰہی کے مطابق ان کی اپنی سرکشی اور شرارت ہے، =

مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ

مَهْمَا	تَاْتِنَا	بِهٖ	مِنْ	اٰيَةٍ	لِّتَسْحَرَنَا	بِهَا ۙ	فَمَا	نَحْنُ	لَكَ
جب بھی	تو لائے گا ہمارے پاس	اسے	سے	کوئی نشانی	تاکہ تو جادو کرے ہم پر	اس کے ذریعے	تو نہیں	ہم	تجھ پر

کہ تم ہمارے پاس جو نشانی بھی ہم پر جادو کرنے کیلئے لاؤ گے، ہم تو تم پر کبھی ایمان نہ

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ

بِمُؤْمِنِيْنَ ۝	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمُ	الطُّوْفَانَ	وَ	الْجَرَادَ	وَ	الْقُمَّلَ
ایمان لانے والے	پھر ہم نے بھیجا	ان پر	طوفان	اور	ٹڈی دل	اور	جوئیں

لائیں گے۔ ۱۳۳ پھر ہم نے اُن پر طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک

وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا

وَالضَّفَادِعَ	وَالدَّمَ	اٰيٰتٍ	مُّفَصَّلٰتٍ ۫	فَاسْتَكْبَرُوْا	وَ	كَانُوْا	قَوْمًا
اور مینڈک	اور خون	کئی نشانیاں	تفصیل شدہ	سو تکبر کیا انہوں نے	اور	تھے وہ	قوم

اور خون (وغیرہ) بہت سی مختلف نشانیاں بھیج دیں، وہ پھر بھی تکبر کرتے رہے اور وہ مجرم

مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا

مُّجْرِمِيْنَ ۝	وَ	لَمَّا	وَقَعَ	عَلَيْهِمُ	الرِّجْزُ	قَالُوْا	يٰمُوْسَى	ادْعُ	لَنَا
جرم کرنے والے	اور	جب	آپڑتا	ان پر	عذاب	وہ کہتے	اے موسیٰ	دعا کردے تو	ہمارے لئے

لوگ تھے۔ ۱۳۳ اور جب بھی اُن پر کوئی عذاب آتا تو وہ کہتے کہ اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لئے

رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ

رَبَّكَ	بِمَا	عَهِدَ	عِنْدَكَ ۚ	لَئِنْ	كَشَفْتَ	عَنَّا	الرِّجْزَ	لَنُؤْمِنَنَّ	لَكَ
اپنے رب سے	اس وجہ سے جو	وعدہ کیا اس نے	تیرے پاس	البتہ اگر	تو کھول دے	ہم سے	عذاب کو	البتہ ضرور ایمان لائیں گے ہم	تجھ پر

دعا کر دیجئے جیسا کہ اُس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے، اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب ٹال دیا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے

وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ

وَ	لَنُرْسِلَنَّ	مَعَكَ	بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ ۝	فَلَمَّا	كَشَفْنَا	عَنْهُمُ	الرِّجْزَ
اور	البتہ ضرور بھیج دیں گے ہم	تیرے ساتھ	بیٹوں کو	اسرائیل کے	پھر جب	ہم کھول دیتے	ان سے	عذاب کو

اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ ۱۳۴ پھر جب ہم اُن سے ایک مدت کیلئے عذاب

= لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں کیونکہ وہ اس کے اسباب پر غور نہیں کرتے، بلکہ ان کے دلوں پر تو اس قدر موٹا پردہ آ چکا ہے کہ وہ موسیٰ سے کہتے ہیں کہ تم جتنے مرضی حربے اختیار کر لو اور ہم پر جادو کے کتنے ہی وار کر لو، ہم تمہارے آگے نہیں جھکیں گے، ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے اور ہم ڈٹ کر تمہارا مقابلہ کریں گے۔

۱۳۳ اس آیت مبارکہ میں آلِ فرعون کی سرکشی کے نتیجے میں ان پر نازل ہونے والے عذاب کی تفصیل بیان کی گئی ہے، یہ عذاب ان پر وقفے وقفے سے کے بعد دیگرے مختلف شکلوں میں نازل ہوتا رہا لیکن ان کی مجرمانہ اور متکبرانہ طبیعت نے انہیں سنجیدگی سے غور کرنے اور صحیح نتیجہ اخذ کرنے پر آمادہ ہی نہیں کیا، حالانکہ عذاب کی یہ شکلیں آسانی سے نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھیں، چنانچہ سب سے پہلے وہ طوفان کا شکار ہو گئے، ایسا بدترین طوفان کہ اگر حق تعالیٰ کی مرضی نہ ہوتی تو وہ اس سے ہلاک ہو جاتے، چنانچہ آج کی متمدن دنیا میں بھی اگر طوفان قابو سے باہر ہو جائے تو اس سے پہنچنے والا نقصان ناقابلِ تلافی اور ناقابلِ برداشت ہو جاتا ہے، کچھ عرصے بعد ان پر ٹڈی دل کے غول مسلط کر دیئے گئے، ٹڈی دل فصلوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور اس کی کثرت کی وجہ سے اس کا حملہ ناقابلِ برداشت ہوتا ہے، کچھ عرصے بعد اُن پر جوئیں مسلط کر دی گئیں، ہر امیر، غریب اور چھوٹے بڑے کے سر میں اتنی جوئیں پڑ گئیں کہ وہ بہہ بہہ کر ان کے منہ پر آنے لگیں، وہ کسی مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے تھے، کاروبارِ زندگی معطل ہو کر رہ گیا، کچھ عرصہ بعد مینڈک اس قدر زیادہ ہو گئے کہ ہر گھر، ہر برتن اور ہر کھانے میں مینڈک ہی مینڈک نظر آتے تھے، کوئی بستر اور کوئی بیٹھ ایسا نہیں بچا جس پر لوگ سکون کے ساتھ سو سکیں، کوئی ہانڈی اور برتن ایسا نہ بچا کہ جس کا منہ کھولنے پر مینڈک نہ نکلے، کچھ عرصے کے بعد ان کے پانی کو خون بنا دیا گیا، دریائے نیل کا سارا پانی سرخ ہو گیا، لوگ پانی پینے کیلئے گلاس منہ کے قریب لے جاتے تو اس کا پانی خون بن جاتا، کھانا پکانے کیلئے ہانڈی میں پانی ڈالتے، وہ خون بن جاتا، غرض ہر طرف سے ان پر زندگی تنگ ہو گئی کہ پینے کیلئے پانی نہیں ملتا تھا، ان میں سے عذاب کی ہر شکل انہیں جھنجھوڑنے کیلئے کافی تھی اور ان پر لازم تھا کہ وہ اس سے عبرت حاصل کرتے، لیکن افسوس! کہ ایسا نہ ہوا۔

اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ

اِلٰٓى	اَجَلٍ	هُمْ	بٰلِغُوْهُ	اِذَا	هُمْ	يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾	فَانْتَقَمْنَا	مِنْهُمْ
تک	ایک مدت کے	وہ	پہنچنے والے اسے	اسی وقت	وہ	توڑ دیتے عہد	تو انتقام لیا ہم نے	ان سے

اٹھا لیتے ”جس مدت تک انہیں پہنچنا ہوتا“ تو اسی وقت وہ اپنا عہد توڑ دیتے تھے۔ [۱۳۵] سو ہم نے اُن سے انتقام لیا

فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

فَاَغْرَقْنٰهُمْ	فِى	الْيَمِّ	بِاَنَّهُمْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَ	كَانُوْا	عَنْهَا	غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
سو غرق کر دیا ہم نے انہیں	بیچ	دریا کے	اس وجہ سے کہ وہ	جھٹلانے لگے	ہماری آیتوں کو	اور	تھے وہ	اس سے	بے خبر لوگ

اور انہیں دریا میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور وہ اس سے غفلت برتتے رہے۔ [۱۳۶]

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ

وَ	اَوْرَثْنَا	الْقَوْمَ	الَّذِيْنَ	كَانُوْا	يُسْتَضْعَفُوْنَ	مَشَارِقَ	الْاَرْضِ
اور	وارث بنا دیا ہم نے	ایک قوم کو	جو لوگ	تھے	کمزور سمجھے جاتے	مشرقوں میں	زمین کے

اور اُس زمین کے مشرق و مغرب کا وارث“ جس میں ہم نے برکت رکھی تھی“ ہم نے اُن لوگوں کو

وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى

وَ	مَغَارِبَهَا	الَّتِىْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا ؕ	وَ	تَمَّتْ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	الْحُسْنٰى	عَلٰى
اور	اس کے مغربوں میں	وہ جو	برکت دی ہم نے	اسمیں	اور	پوری ہوگئی	بات	آپ کے رب کی	بھلائی کی	پر

بنا دیا جنہیں کمزور سمجھا جاتا تھا، اور بنی اسرائیل کے متعلق آپ کے رب کا بھلائی کا وعدہ

بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ

بَنِىْٓ	اِسْرَآءِيْلَ ۙ	بِمَا	صَبَرُوْا ؕ	وَ	دَمَّرْنَا	مَا	كَانَ	يَصْنَعُ	فِرْعَوْنُ
بیٹوں کے	اسرائیل کے	بدلے اس کے جو	صبر کیا انہوں نے	اور	تباہ کر دیا ہم نے	وہ جو	تھا	بناتا رہا	فرعون

پورا ہو گیا کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا، اور ہم نے اُن چیزوں کو تباہ کر دیا جو فرعون اور اُس کی

وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ

وَ	قَوْمُهٗ	وَ	مَا	كَانُوْا	يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾	وَجٰوَزْنَا	بِبَنِىْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	الْبَحْرَ
اور	اس کی قوم	اور	وہ جو	تھے	بلند کر رہے	اور ہم نے پار کروا دیا	بیٹوں کو	اسرائیل کے	سمندر

قوم نے بنائی تھی اور وہ عمارتیں بھی جو انہوں نے بلند کر رکھی تھیں۔ [۱۳۷] اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار کروا دیا،

[۱۳۵] [۱۳۶] ان آیتوں میں عذاب کی مذکورہ شکلیں ظاہر ہونے پر اہل مصر کی پریشانی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب بھی ان پر کسی نوعیت کا عذاب آتا تو وہ گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آجاتے اور ان سے فریاد کرتے کہ اپنے رب سے دعا کر کے اس عذاب کو ٹال دیجیے، ہم آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجنے کیلئے تیار ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کر دیتے، حق تعالیٰ اس مصیبت کو دور کر دیتا اور اہل مصر دوبارہ بنی اسرائیل پر ظلم وستم شروع کر دیتے، انہوں نے جتنی مرتبہ وعدہ کیا، ایک مرتبہ بھی اسے پورا نہ کیا، ہر مرتبہ انہوں نے عہد شکنی کی، یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی مقرر کردہ مدت آگئی، اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا اور فرعون کی لاش کو عبرت کیلئے بچا لیا تاکہ دنیا بھر کے لوگ اور خاص طور پر حکمران اس سے عبرت حاصل کریں۔

[۱۳۷] اس آیت مبارکہ میں فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل کو سلطنت عطا فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ وہ لوگ تھے جنہیں مشرق اور مغرب میں دبایا جاتا تھا، انہیں کمزور سمجھ کر ان پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جاتے تھے اور یہ ان سختیوں پر صبر کرتے تھے، اس کا انعام ہم نے انہیں اس طرح دیا کہ انہیں ملک شام کی سلطنت دیدی، جس میں ہر طرح کی ظاہری اور باطنی برکتیں رکھی گئی تھیں، چنانچہ وہ شادابی اور بہترین آب وہوا کے حوالے سے بھی منفرد ملک تھا اور انبیاء کی سرزمین اور ان کا مسکن و مدفن ہونے کی وجہ سے بھی اس میں انفرادیت تھی، دوسری طرف فرعون اور اس کی قوم کو ان کی سرکشی اور نافرمانی کی پوری پوری سزا دیدی اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹا دیا۔

فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ

فَاَتَوْا	عَلٰى	قَوْمٍ	يَّعْكُفُوْنَ	عَلٰٓى	اَصْنَامٍ	لَّهُمْ	قَالُوْا	يٰمُوْسَى	اجْعَلْ
سوآئے وہ	پر	ایک قوم کے	اعتکاف کررہے تھے وہ	پر	بتوں کے	اپنے	کہنے لگے وہ	اے موسیٰ	بنادے تو

پھر وہ ایک قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کے پاس اعتکاف کیے ہوئے تھے، بنی اسرائیل کہنے لگے کہ اے موسیٰ! جیسے ان کے معبود ہیں،

لَنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ

لَنَآ	اِلٰهًا	كَمَا	لَهُمْ	اٰلِهَةٌ	قَالَ	اِنَّكُمْ	قَوْمٌ	تَجْهَلُوْنَ ﴿١٣٨﴾	اِنَّ	هٰٓؤُلَاۗءِ
ہمارے لئے	ایک معبود	جیسا کہ	ان کیلئے	کئی معبود	کہا اس نے	بیشک تم	قوم	جہالت کرتے ہو	بیشک	یہ لوگ

ایسا ہی ایک معبود ہمارے لیے بھی مقرر کر دے، موسیٰ نے کہا تم تو بڑی جاہل قوم ہو۔ ﴿١٣٨﴾ جس چیز میں یہ لوگ

مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٩﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ

مُتَبَّرٌ	مَّا	هُمْ	فِيْهِ	وَ	بٰطِلٌ	مَّا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٩﴾	قَالَ	اَغَيْرَ	اللّٰهِ
تباہ کردیا جائیگا	وہ جو	وہ	اسمیں	اور	باطل ہے	وہ جو	ہیں	عمل کررہے	کہا اس نے	کیا علاوہ	اللہ کے

لگے ہوئے ہیں، یقیناً وہ تباہ ہونے والی ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں، وہ سب باطل ہے۔ ﴿١٣٩﴾ موسیٰ نے کہا کہ کیا میں اللہ کے علاوہ

اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ

اَبْغِيْكُمْ	اِلٰهًا	وَّ	هُوَ	فَضَّلَكُمْ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٠﴾	وَ	اِذْ	اَنْجَيْنٰكُمْ	مِّنْ
میں تمہیں تلاش کرکے دوں	کوئی معبود	اور	وہ	فضیلت دی اس نے تمہیں	پر	جہان والوں کے	اور	جب	ہم نے تمہیں نجات دی	سے

تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اُسی نے تمہیں اہلِ عالم پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ﴿١٤٠﴾ اور اُس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تمہیں آلِ فرعون سے

اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ

اٰلِ	فِرْعَوْنَ	يَسُوْمُوْنَكُمْ	سُوْۗءَ	الْعَذَابِ	يُقَتِّلُوْنَ	اَبْنَاۗءَكُمْ
گھرانے کے	فرعون کے	تمہیں دیتے تھے	بدترین	عذاب	خوب قتل کرتے تھے وہ	تمہارے بیٹوں کو

نجات دلائی، وہ تمہیں بدترین عذاب میں مبتلا رکھتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿١٤١﴾

وَ	يَسْتَحْيُوْنَ	نِسَاۗءَكُمْ	وَ	فِيْ	ذٰلِكُمْ	بَلَاۗءٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	عَظِيْمٌ ﴿١٤١﴾
اور	زندہ رکھتے تھے	تمہاری عورتوں کو	اور	بیچ	تمہاری اس حالت کے	آزمائش	سے	تمہارے رب کے	بہت بڑی

اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑا احسان ہے۔ ﴿١٤١﴾

﴿١٣٨﴾ ﴿١٤١﴾ ان آیتوں میں بنی اسرائیل کی ذہنی پستی کا ایک نقشہ کھینچا گیا ہے جس پر کلام کرتے ہوئے اس ناکارہ نے جواہر الحدیث میں لکھا ہے ''بنی اسرائیل کے لوگوں نے عرصہ دراز تک مصریوں کی غلامی اور خدمت کی تھی، ان میں سے بلند اخلاقی صفات ایک ایک کرکے رخصت ہو چکی تھیں اور ان کی جگہ سرکشی، ضد، عناد، تعصب، ہٹ دھرمی اور نافرمانی جیسے رذائل ان میں در آئے تھے، ان کی بہادری کو زنگ لگ چکا تھا، وہ جذبۂ جہاد سے محروم ہو گئے تھے، وہ مقامِ نبوت کی صحیح پہچان کھو بیٹھے تھے اور نوبت یہاں تک آ پہنچی تھی کہ وہ اہلِ مصر کی صنم پرستی سے بھی بے حد متاثر ہو چکے تھے، ان کی ان اخلاقی کوتاہیوں کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف سے نہایت صبر آزما مراحل کا سامنا کرنا پڑا.....

اور وہ اس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں لیکر سینا کی جانب روانہ ہوئے، راستے میں ایک بت کدہ دکھائی دیا، جس میں بت پرست لوگ بتوں کی پوجا میں معروف تھے، بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوچے سمجھے بغیر یہ جاہلانہ مطالبہ کر دیا کہ ہمیں بھی ایسا ہی ایک خدا بنا دیں تاکہ ہم اس کی عبادت کیا کریں، غالباً یہی وہ سوچ تھی جس نے بعد میں چل کر ان کیلئے بچھڑے کی پوجا کو آسان بنا دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بیہودہ مطالبے پر اپنی ناراضگی اور خفگی کا اظہار فرمایا کہ تم تو بڑے جاہل لوگ ہو، اللہ تعالیٰ نے تم پر کیسا فضل فرمایا کہ تمہارے دشمن سے تمہیں نجات عطا
ع ١٦ ١٢ ٦ فرمائی، اسے غرقاب اور تمہیں بازیاب کروایا اور تم اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے مجھ سے یہ تقاضا کرتے ہو کہ اللہ کے علاوہ تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں؟ یاد رکھو! کہ یہ بت اور ان کے پجاری سب ختم ہونے والے ہیں اور اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، اس لیے آئندہ ایسی بیہودہ بات منہ سے مت نکالنا۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ

وَ	وٰعَدْنَا	مُوْسٰى	ثَلٰثِيْنَ	لَيْلَةً	وَّاَتْمَمْنٰهَا	بِعَشْرٍ	فَتَمَّ	مِيْقَاتُ	رَبِّهٖٓ
اور	وعدہ لیا ہم نے	موسیٰ سے	تیس	راتوں کا	اور ہم نے اسے پورا کردیا	ساتھ دس کے	تو مکمل ہوگئی	مقررہ مدت	اس کے رب کی

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ لیا اور انہیں مزید دس سے مکمل کر دیا، اس طرح اُن کے رب کی مقرر کی ہوئی مدت

اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ

اَرْبَعِيْنَ	لَيْلَةً ۚ	وَ	قَالَ	مُوْسٰى	لِاَخِيْهِ	هٰرُوْنَ	اخْلُفْنِيْ	فِيْ	قَوْمِيْ
چالیس	رات	اور	کہا	موسیٰ نے	اپنے بھائی سے	ہارون	تو میرا جانشین بن	بیچ	میری قوم کے

چالیس راتیں پوری ہو گئیں، اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ تم میرے پیچھے میری قوم میں میری جانشینی کرو،

وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى

وَ	اَصْلِحْ	وَ	لَا	تَتَّبِعْ	سَبِيْلَ	الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤٢﴾	وَلَمَّا	جَآءَ	مُوْسٰى
اور	اصلاح کر	اور	مت	پیروی کر	راستے کے	فساد کرنے والوں کے	اور جب	آیا	موسیٰ

اصلاح کرتے رہنا اور مفسدوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔ ١٤٢ اور موسیٰؑ جب ہمارے مقررہ

لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ

لِمِيْقَاتِنَا	وَكَلَّمَهٗ	رَبُّهٗ	قَالَ	رَبِّ	اَرِنِيْٓ	اَنْظُرْ	اِلَيْكَ	قَالَ	لَنْ	تَرٰىنِيْ
ہمارے مقررہ وقت پر	اور اس سے کلام کیا	اس کے رب نے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار!	تو مجھے دکھا	دیکھوں میں	تیری طرف	کہا اس نے	ہرگز نہیں	تو دیکھ سکے گا مجھے

وقت پر آئے، اور اُن سے اُن کا رب ہم کلام ہوا تو موسیٰؑ کہنے لگے کہ پروردگار! مجھے اپنی زیارت کرا، کہ میں تجھے دیکھ سکوں، اللہ نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے،

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا

وَ	لٰكِنِ	انْظُرْ	اِلَى	الْجَبَلِ	فَاِنِ	اسْتَقَرَّ	مَكَانَهٗ	فَسَوْفَ	تَرٰىنِيْ ۚ	فَلَمَّا
اور	لیکن	دیکھ تو	جانب	پہاڑ کے	سو اگر	وہ ٹھہرا رہا	اپنی جگہ پر	تو عنقریب	تو دیکھ لے گا مجھے	پھر جب

البتہ تم پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تم بھی مجھے دیکھ لو گے، پھر جب

تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ

تَجَلّٰى	رَبُّهٗ	لِلْجَبَلِ	جَعَلَهٗ	دَكًّا	وَّ	خَرَّ	مُوْسٰى	صَعِقًا ۚ	فَلَمَّآ
تجلی ڈالی	اس کے رب نے	پہاڑ پر	کردیا اسے	ریزہ ریزہ	اور	گر پڑا	موسیٰ	بیہوش ہو کر	پھر جب

اُن کے رب نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب

١٤٢ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دیئے جانے کی تقریب اور تمہید بیان کی گئی ہے، مصر سے نکلنے اور دشمنوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد جب بنی اسرائیل کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہوا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمیں کوئی آئین اور قانون لاکردیں تاکہ ہم اسے نافذ کریں اور اس پر عمل کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ نے انہیں تورات عطا کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کا طریقہ یہ بتایا کہ تمہیں تیس دن تک کوہِ طور پر حق تعالیٰ کی مسلسل عبادت اور ریاضت کرنا ہوگی، اس کے بعد تمہیں تورات عطا کی جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تیار ہو گئے، اپنی جگہ اپنے بھائی اور وزیر حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین اور قائمقام مقرر فرمایا، انہیں بہت نصیحتیں فرمائیں اور خاص طور پر تاکید کی کہ ان میں سے شرارتی اور مفسد لوگوں سے بچ کر رہنا، ان کے پیچھے نہ چل پڑنا، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے روانہ ہو کر کوہ طور پہنچے، بعض مفسرین کے مطابق یکم ذی القعدہ کو انہوں نے وہاں پہنچ کر اپنی ریاضت اور عبادت کا عمل شروع کیا اور پورا مہینہ مسلسل اسمیں مشغول رہے، حق تعالیٰ کو ان کی یہ ریاضت اس قدر پسند آئی کہ اس میں مزید دس دن کا اضافہ فرمادیا، اس طرح کل چالیس دن ہو گئے اور ذی الحجہ کی دس تاریخ کو ان کا چلہ پورا ہو گیا، غالباً چلے کی اصطلاح یہیں سے نکلی ہے، بعض مفسرین نے دس دن کا اضافہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مسواک کر لی تھی، جس کی وجہ سے منہ کی بدبو زائل ہو جاتی ہے اور روزے دار کے منہ کی بدبو اللہ کو بہت پسند ہے، اس لیے انہیں مزید دس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا، لیکن اس عاجز کے نزدیک یہ وجہ اس لیے درست نہیں ہے کہ مسواک کرنے کی وجہ سے وہ بدبو زائل نہیں ہوتی جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے انسان کے منہ سے آتی ہے اور وہی اللہ کو پسند ہے، اس لیے درست وجہ وہ معلوم ہوتی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٤٣﴾ قَالَ

اَفَاقَ	قَالَ	سُبْحٰنَكَ	تُبْتُ	اِلَيْكَ	وَ	اَنَا	اَوَّلُ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٤٣﴾	قَالَ
افاقہ ہوا	کہنے لگا	تو پاک ہے	میں نے توبہ کی	تیری طرف	اور	میں	پہلا	ایمان والوں کے	کہا

انہیں افاقہ ہوا تو کہنے لگے کہ تو پاک ہے، میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، اور میں سب سے پہلا مؤمن ہوں۔ ﴿١٤٣﴾ اللہ نے فرمایا

يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ

يٰمُوْسٰٓى	اِنِّيْ	اصْطَفَيْتُكَ	عَلَى	النَّاسِ	بِرِسٰلٰتِيْ	وَبِكَلَامِيْ
اے موسیٰ	بیشک میں	منتخب کر چکا ہوں تجھے	پر	لوگوں کے	ساتھ اپنے پیغامات کے	اور ساتھ اپنے کلام کے

کہ اے موسیٰ! میں نے تمہیں لوگوں پر اپنی رسالت اور اپنے کلام کیلئے منتخب کر لیا ہے،

فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ

فَخُذْ	مَآ	اٰتَيْتُكَ	وَكُنْ	مِّنَ	الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾	وَ	كَتَبْنَا	لَهٗ	فِي	الْاَلْوَاحِ
تو پکڑ لے	وہ جو	میں نے تجھے دیا	اور ہو جا	سے	شکر کرنے والوں کے	اور	ہم نے لکھ دی	اس کیلئے	بیچ	تختیوں کے

اس لیے میں نے تمہیں جو دیا ہے، وہ لے لو اور شکر گذار لوگوں میں سے ہو جاؤ۔ ﴿١٤٤﴾ اور ہم نے تورات کی تختیوں میں

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

مِنْ	كُلِّ	شَيْءٍ	مَّوْعِظَةً	وَ	تَفْصِيْلًا	لِّكُلِّ	شَيْءٍ	فَخُذْهَا	بِقُوَّةٍ
سے	ہر	چیز کے	نصیحت	اور	تفصیل	ہر ایک	چیز کی	تو پکڑ لے اسے	ساتھ قوت کے

ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے، سو آپ اسے مضبوطی سے تھام لیجئے

وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿١٤٥﴾

وَّاْمُرْ	قَوْمَكَ	يَاْخُذُوْا	بِاَحْسَنِهَا	سَاُورِيْكُمْ	دَارَ	الْفٰسِقِيْنَ ﴿١٤٥﴾
اور حکم دے	اپنی قوم کو	وہ پکڑ لیں	اس کی اچھی باتوں کو	عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا	گھر	نافرمانوں کا

اور اپنی قوم کو بھی حکم دیجئے کہ وہ اس کی عمدہ باتوں کو تھام لیں، عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔ ﴿١٤٥﴾

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

سَاَصْرِفُ	عَنْ	اٰيٰتِيَ	الَّذِيْنَ	يَتَكَبَّرُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ	بِغَيْرِ	الْحَقِّ
عنقریب میں پھیر دوں گا	سے	اپنی آیتوں کے	ان لوگوں کو جو	تکبر کرتے ہیں	بیچ	زمین کے	برخلاف	حق کے

عنقریب میں اپنی آیتوں سے اُن لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں،

﴿١٤٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرنے اور رؤیت باری تعالیٰ کی درخواست کرنے کا ذکر ہے، یوں تو اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ہی مخاطب ہوا ہے، لیکن جس خاص رنگ میں بلا واسطہ خطاب موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ہے، اس کی مناسبت سے انہیں کلیم اللہ کہا جاتا ہے، اس کلام کی سمت اور کیفیت کے متعلق ہمیں کچھ علم نہیں ہے البتہ اس کی جو لذت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نصیب ہوئی، اس کا کچھ اندازہ ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر حق تعالیٰ کے دیدار کی درخواست پیش کر دی، یہ سوچ کر کہ جس کے کلام میں ایسی لذت ہے، اس کے دیدار میں کیسی لذت ہوگی، غالباً یہ خیال اس وجہ سے پیدا ہوا ہوگا کہ جب میری قوت شنوائی کو اتنی ہمت اور طاقت عطا کی جا سکتی ہے کہ میں بلا واسطہ، براہِ راست حق تعالیٰ کا کلام سن رہا ہوں تو یقیناً میری بینائی کو بھی اتنا تیز کیا جا سکے گا کہ میں حق تعالیٰ کے شرف دیدار سے بھی فیض یاب ہو سکوں، لیکن حق تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ رؤیت کو سماع پر قیاس نہ کرنا چاہیے، اس دنیا میں رہتے ہوئے تمہارے لیے میرا دیدار ممکن نہیں ہے، البتہ ایک ہلکی سی تجلی تمہیں دکھا دیتا ہوں، اس پہاڑ کو دیکھتے رہو، اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ قائم رہا تو یہ اس کا حوصلہ اور تمہارے لیے امکان رؤیت کا سبب ہوگا، لیکن پہاڑ میں اتنا حوصلہ کہاں سے آیا؟ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک ہلکی سی تجلی برداشت نہ کر سکا اور جس جگہ تجلی ہوئی تھی، وہ ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئی اور خود موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، ہوش آنے پر حق تعالیٰ کی پاکیزگی کا اعتراف کر کے توبہ پیش کی اور عرض کیا کہ میں آپ کی ذات پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں، اس آیت کا تعلق دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ کے عدم امکان سے ہے، آخرت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

﴿١٤٤﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتخاب کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو افاقہ ہوا تو حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اے موسیٰ، ہم نے تمہیں پیغمبری اور اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کے شرف کیلئے منتخب کر لیا ہے، تمہیں اس انتخاب پر ہمارا شکر ادا کرنا چاہیے اور تمہیں جو کچھ دیا جا رہا ہے، اس پر مضبوطی سے عمل کرنا چاہیے، اس اسلوبِ کلام سے رؤیت نہ ہونے کے رنج کی تلافی بھی ہو گئی، کیونکہ حق تعالیٰ کا انتخاب معمولی چیز نہیں ہے۔

﴿١٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں تورات کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو جو تختیاں عطا کی تھیں، ان میں نصیحت بھی تھی اور شرعی احکام کی تفصیل بھی اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ خود بھی اس پر اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق عمل کریں اور اپنی قوم کو بھی اس کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل کرنے کا حکم دیں، اگر انہوں نے اس کی تعلیمات پر عمل کرنے میں تردد اور تامل سے کام لیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل کر نافرمانی کی راہ اختیار کی تو میں انہیں فاسقوں کا انجام دکھا دوں گا یعنی ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو دوسری قوموں کے فاسق لوگوں کا ہوا ہے، اس آیت میں ''دار الفاسقین'' سے مراد جہنم بھی ہو سکتی ہے کیونکہ بالآخر گناہ گاروں اور نافرمانوں کا گھر اور ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ

وَ	اِنْ	يَّرَوْا	كُلَّ	اٰيَةٍ	لَّا	يُؤْمِنُوْا	بِهَا ۚ	وَ	اِنْ	يَّرَوْا	سَبِيْلَ	الرُّشْدِ
اور	اگر	وہ دیکھ لیں	ہر	نشانی	نہیں	ایمان لائیں گے وہ	اس پر	اور	اگر	وہ دیکھ لیں	راستہ	ہدایت کا

اگر وہ ساری نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے، اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں

لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ

لَا	يَتَّخِذُوْهُ	سَبِيْلًا ۚ	وَ	اِنْ	يَّرَوْا	سَبِيْلَ	الْغَيِّ	يَتَّخِذُوْهُ	سَبِيْلًا ۚ
نہیں	بنائیں گے وہ اسے	راستہ	اور	اگر	وہ دیکھ لیں	راستہ	گمراہی کا	بنالیں گے وہ اسے	راستہ

تو اسے اپنا راستہ نہ بنائیں گے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اُسے اپنا راستہ بنا لیں گے،

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَ	كَانُوْا	عَنْهَا	غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾	وَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا
وہ	اس وجہ سے کہ وہ	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	اور	تھے وہ	اس سے	بے خبر لوگ	اور	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور وہ اس سے غفلت برتتے رہے۔ ﴿۱۴۶﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں

بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا

بِاٰيٰتِنَا	وَلِقَآءِ	الْاٰخِرَةِ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ ۭ	هَلْ	يُجْزَوْنَ	اِلَّا	مَا
ہماری آیتوں کو	اور ملاقات کو	آخرت کی	ضائع ہو گئے	ان کے اعمال	کیا	وہ بدلہ دیئے جائیں گے	سوائے	وہ جو

اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، اُن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ صرف انہی اعمال کا بدلہ پائیں گے جو

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ۧ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ

كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾	وَ	اتَّخَذَ	قَوْمُ	مُوْسٰى	مِنْۢ	بَعْدِهٖ	مِنْ	حُلِيِّهِمْ
وہ تھے	عمل کرتے رہے	اور	بنالیا	قوم نے	موسیٰ کی	سے	اس کے پیچھے	سے	اپنے زیورات کے

وہ کرتے رہے تھے۔ ﴿۱۴۷﴾ اور موسیٰؑ کے پیچھے اُن کی قوم نے اپنے زیورات سے بچھڑے کا ایک جسم

ع ۱۷ / ۶

عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ

عِجْلًا	جَسَدًا	لَّهٗ	خُوَارٌ ۭ	اَلَمْ	يَرَوْا	اَنَّهٗ	لَا	يُكَلِّمُهُمْ
بچھڑا	ایک جسم	اس کی	گائے جیسی آواز	کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	یہ کہ بیشک وہ	نہیں	بات کرسکا ان سے

بنالیا جو گائے کی سی آواز نکالتا تھا، کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ بچھڑا اُن سے بات نہیں کر سکتا

﴿۱۴۶﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ جو لوگ غرور و تکبر اور اپنی بڑائی کے خبط میں مبتلا ہیں جس کا انہیں کوئی حق نہیں ہے، ان سے قبول حق کی توفیق ہی سلب کر لی جائے گی، دین ایسی بے اہمیت چیز نہیں ہے کہ اسے ان کے پیچھے پیچھے گھمایا جائے، یہ وہ لوگ ہیں کہ جتنے مرضی معجزات ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں، انہیں ایمان کی سعادت نصیب نہیں ہوتی، یہ لوگ گمراہی کے اندھے راستوں پر سرپٹ دوڑتے ہیں اور ہدایت کی راہ اختیار کرنے سے کتراتے ہیں، ان لوگوں سے قبول حق کی توفیق سلب کرنے کی وجہ بھی ان کی تکذیب اور غفلت کی زندگی ہی ہے، ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔

﴿۱۴۷﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے اعمال ضائع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کی آیتوں اور اس سے ملاقات کے برحق ہونے کو جھٹلاتے ہیں، انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا جو دنیا کی آسائش و آرائش کی شکل میں ہوگا اور آخرت میں ان کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے، نہ ان کا کوئی وزن ہوگا اور نہ ان کی کوئی قیمت لگے گی۔

﴿۱۴۸﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے بچھڑے کی پوجا کرنے کا ذکر ہوا ہے، دراصل ہوا اس طرح کہ بنی اسرائیل کے پاس اہل مصر کے کچھ زیورات رکھے ہوئے تھے، جب وہ لوگ مصر سے نکلے تو ان کے مالکوں کو وہ زیورات واپس نہ لوٹا سکے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تورات لینے تشریف لے گئے تو ان کی غیر موجودگی سے شیطان نے ''سامری'' کی شکل میں فائدہ اٹھایا، یہ ایک اسرائیلی آدمی تھا جس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا، اس نے لوگوں کو پٹی پڑھائی کہ یہ زیورات چونکہ ہماری ملکیت میں نہیں ہیں اس لیے ہمارے لیے ان کا استعمال بھی حلال نہیں ہے، اب اس کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں آگ میں جلاؤ، یہ کہہ کر اس نے اپنے پاس موجود زیور بھی آگ میں ڈالا، اس کی دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی اپنے اپنے زیورات آگ میں ڈال دیئے، جب وہ آگ میں گل گئے اور نرم ہو گئے تو سامری نے ان زیورات سے سونے کا ایک بچھڑا تیار کرلیا اور اس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پاؤں کی مٹی'' جو اس کے پاس تھی'' ڈال دی، جس کی وجہ سے کرشمہ ہوگیا اور وہ بے جان بچھڑا جاندار کی آواز نکالنے لگا، بنی اسرائیل اس پر دل و جان سے فدا ہو گئے اور اسی کی عبادت شروع کر دی،

وقف لازم

وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَ لَمَّا

وَ	لَا	يَهْدِيْهِمْ	سَبِيْلًا ۘ	اِتَّخَذُوْهُ	وَ	كَانُوْا	ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾	وَ	لَمَّا
اور	نہ	رہنمائی کرسکتا ہے ان کی	راستے کی	بنالیا انہوں نے اسے	اور	تھے وہ	ظلم کرنے والے	اور	جب

اور انہیں راستہ نہیں دکھا سکتا؟ انہوں نے اسے معبود بنالیا اور وہ تھے ہی ظالم۔ ۱۴۸ اور جب وہ پچھتانے

سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا

سُقِطَ	فِيْۤ	اَيْدِيْهِمْ	وَرَاَوْا	اَنَّهُمْ	قَدْ	ضَلُّوْا ۙ	قَالُوْا	لَئِنْ	لَّمْ	يَرْحَمْنَا	رَبُّنَا
گر پڑا	بیچ	ان کے ہاتھوں کے	اور انہوں نے دیکھ لیا	یہ کہ بیشک وہ	یقیناً	گمراہ ہوگئے	کہنے لگے وہ	البتہ اگر	نہ	رحم کیا ہم پر	ہمارے رب نے

لگے اور سمجھ گئے کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا

وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى

وَ	يَغْفِرْ لَنَا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾	وَ	لَمَّا	رَجَعَ	مُوْسٰۤى	اِلٰى
اور	نہ معاف کیا ہمیں	البتہ ضرور ہوجائیں گے ہم	سے	نقصان اٹھانے والوں کے	اور	جب	لوٹ کر آیا	موسیٰ	طرف

اور ہماری مغفرت نہ فرمائی تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ ۱۴۹ اور جب موسیٰ اپنی قوم کے پاس

قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ

قَوْمِهٖ	غَضْبَانَ	اَسِفًا ۙ	قَالَ	بِئْسَمَا	خَلَفْتُمُوْنِيْ	مِنْۢ	بَعْدِيْ ۚ
اپنی قوم کے	غصے میں	افسوس کرتا ہوا	کہنے لگا	بہت بری ہے وہ جو	تم نے جانشینی کی میری	سے	میرے پیچھے

غصے کی حالت میں، افسوس کرتے ہوئے لوٹ کر آئے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے پیچھے میری بری جانشینی کی،

اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ

اَعَجِلْتُمْ	اَمْرَ	رَبِّكُمْ ۚ	وَ	اَلْقَى	الْاَلْوَاحَ	وَ	اَخَذَ	بِرَاْسِ	اَخِيْهِ
کیا تم نے جلدی کی	حکم سے	تمہارے رب کے	اور	ڈال دی اس نے	تختیاں	اور	پکڑ لیا	سر سے	اپنے بھائی کے

کیا تمہیں اپنے رب کے حکم سے بھی زیادہ جلدی تھی؟ اور موسیٰ ؑ نے تختیاں ڈال کر اپنے بھائی کو سر کے بالوں سے پکڑ کر

يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا

يَجُرُّهٗۤ	اِلَيْهِ ؕ	قَالَ	ابْنَ	اُمَّ	اِنَّ	الْقَوْمَ	اسْتَضْعَفُوْنِيْ	وَ	كَادُوْا
کھینچنے لگا اسے	اپنی طرف	کہا اس نے	اے بیٹے	میری ماں کے	بیشک	قوم نے	کمزور کردیا مجھے	اور	قریب تھے وہ

اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا، وہ کہنے لگے کہ اے میرے ماں جائے! اس قوم نے مجھے دبالیا، قریب تھا کہ

انہوں نے اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا کہ یہ ایک بے معنی آواز ہے، کوئی مستقل کلام نہیں، انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اس بچھڑے سے انہیں کسی قسم کی رہنمائی حاصل نہیں ہوسکتی، لیکن ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے اور وہ اسی کے پجاری بن گئے۔

۱۴۹ اس آیت کے الفاظ بعد کی حالت بیان کرتے ہیں کہ پہلے تو سامری کے بہکاوے میں آکر وہ یہ حرکت کرگزرے، لیکن جب بعد میں شرمندگی اور ندامت ہوئی اور اپنی غلطی کا احساس ہوا تو حق تعالیٰ سے رحم وکرم اور بخشش کی دعا کرنے لگے، یہ بھی غنیمت ہے کہ انہوں نے اسے اپنی غلطی تسلیم کرلیا، ورنہ بنی اسرائیل سے کچھ بعید نہ تھا کہ اس پر ڈٹ جاتے۔

يَقْتُلُوْنَنِيْ ۫ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ

يَقْتُلُوْنَنِيْ	فَلَا	تُشْمِتْ	بِيَ	الْاَعْدَآءَ	وَ	لَا	تَجْعَلْنِيْ	مَعَ	الْقَوْمِ
مجھے قتل کر دیتے	تو مت	ہنسنے کا موقع دے	مجھ پر	دشمنوں کو	اور	مت	بنا تو مجھے	ساتھ	قوم

وہ مجھے قتل کر دیتے، سو تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور مجھے ظالم قوم میں

الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۵۰ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۫ۖ

الظّٰلِمِيْنَ ۝	قَالَ	رَبِّ	اغْفِرْلِيْ	وَلِاَخِيْ	وَاَدْخِلْنَا	فِيْ	رَحْمَتِكَ
ظلم کرنے والوں کے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	معاف کر دے مجھے	اور میرے بھائی کو	اور داخل فرما ہمیں	بیچ	اپنی رحمت کے

شامل نہ کر۔ (۱۵۰) موسیٰ کہنے لگے کہ پروردگار! میری اور میرے بھائی کی مغفرت فرما دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما دے

ع ۱۸ ۴ ۸

وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۵۱ ع اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ

وَ	اَنْتَ	اَرْحَمُ	الرّٰحِمِيْنَ ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوا	الْعِجْلَ
اور	تو	سب سے زیادہ رحم کرنے والا	رحم کرنے والوں میں	بیشک	جن لوگوں نے	پکڑ لیا	بچھڑے کو

اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ (۱۵۱) بیشک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا،

سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ

سَيَنَالُهُمْ	غَضَبٌ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَ	ذِلَّةٌ	فِيْ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	كَذٰلِكَ
عنقریب انہیں پہنچے گا	غصہ	سے	ان کے رب کے	اور	ذلت	بیچ	زندگی کے	دنیا کی	اور	اسی طرح

انہیں دنیا کی زندگی میں ہی اپنے رب کے غضب اور ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا، بہتان باندھنے والوں کو

نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝۱۵۲ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ

نَجْزِيْ	الْمُفْتَرِيْنَ ۝	وَ	الَّذِيْنَ	عَمِلُوْا	السَّيِّاٰتِ	ثُمَّ	تَابُوْا	مِنْ
ہم بدلہ دیتے ہیں	بہتان باندھنے والوں کو	اور	وہ لوگ جو	عمل کیے انہوں نے	برے	پھر	توبہ کر لی انہوں نے	سے

ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (۱۵۲) اور وہ لوگ جنہوں نے گناہ کیے، پھر اُس کے بعد

بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۵۳ وَلَمَّا

بَعْدِهَا	وَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّ	رَبَّكَ	مِنْ	بَعْدِهَا	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝	وَ	لَمَّا
اس کے پیچھے	اور	ایمان لے آئے	بیشک	تیرا رب	سے	اس کے پیچھے	البتہ بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	جب

توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو بیشک آپ کا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ (۱۵۳) اور جب

(۱۵۰) اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصے اور ناراضگی کا اظہار ہے، یوں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پہاڑ پر ہی حق تعالیٰ نے اس حادثے سے آگاہ کر دیا تھا، لیکن جب واپس آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو وہ ایسی چیز نہ تھی جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام دارو گیر نہ فرماتے اور چشم پوشی کر کے گزر جاتے، انہوں نے بنی اسرائیل سے بھی شدید ناراضگی کا اظہار کیا اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے "جو کہ عمر میں اگرچہ ان سے تین سال بڑے حقیقی بھائی تھے، تاہم مرتبے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی فائق تھے" بھی سخت باز پرس کی یہاں تک کہ اسی عالم میں ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ لیے، جس کا مقصد ان کی توہین یا بے اکرامی نہیں تھا، بلکہ لوگوں کو یہ سمجھانا مقصود تھا کہ اس سلسلے میں میں اپنے بھائی کی کوتاہی کو برداشت نہیں کر سکتا تو تمہاری اتنی بڑی غلطی سے کیسے چشم پوشی کر سکتا ہوں؟ اور اس سے اشارہ تھا کہ اگر موسیٰ کے بھائی سے باز پرس کی جا سکتی ہے تو پھر عام لوگوں سے بطریق اولیٰ باز پرس کی جا سکتی ہے، حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساری حقیقت سے آگاہ کیا اور بتایا کہ میں نے تو ان لوگوں کو بہت سمجھایا، لیکن یہ لوگ سمجھنے کے بجائے الٹا مجھے قتل کرنے کے درپے ہو گئے، اس لیے آپ مجھے ظالموں میں شامل کر کے دشمنوں کو ہنسنے کا موقع فراہم نہ کریں۔

(۱۵۱) اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا گیا ہے، اس دعا میں انہوں نے اپنے لیے اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کیلئے مغفرت اور رحمت کی دعا فرمائی ہے، ظاہر ہے کہ وہ بنی اسرائیل کیلئے دعا کرنے کا موقع ہی نہ تھا، یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے معبود حقیقی کو چھوڑ کر بے جان گائے کے بچھڑے کی پوجا کی تھی، وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کے مرتکب ہوئے تھے، انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ گستاخانہ رویہ اختیار کر کے انہیں قتل کرنے کی دھمکی دی تھی، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دعا میں بنی اسرائیل کو شامل نہیں فرمایا۔

(۱۵۲) (۱۵۳) ان آیتوں میں بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کا انجام ذکر کیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو انہیں دنیا میں بھی اپنے رب کے غضب اور ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرت میں بھی وہ عذاب کے مستحق ہوں گے، لیکن اگر وہ توبہ کر کے اپنے ایمان میں پختگی اور ثابت قدمی دکھائیں تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، مہربان ہے، ان کی توبہ کو قبول کر کے ان کے گناہ معاف فرما دے گا۔

سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا

سَكَتَ	عَنْ	مُّوْسَى	الْغَضَبُ	اَخَذَ	الْاَلْوَاحَ ۚ	وَ	فِيْ	نُسْخَتِهَا
ٹھنڈا ہوا	سے	موسیٰ کے	غصہ	پکڑ لیا اس نے	تختیاں	اور	بیچ	اس کی تحریر کے

موسیٰؑ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہوں نے وہ تختیاں اٹھا لیں، جن کی تحریر میں

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى

هُدًى	وَّ	رَحْمَةٌ	لِّلَّذِيْنَ	هُمْ	لِرَبِّهِمْ	يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾	وَ	اخْتَارَ	مُوْسٰى
ہدایت	اور	رحمت	ان لوگوں کیلئے	وہ	اپنے رب سے	ڈرتے ہیں	اور	چن لئے	موسیٰ نے

اپنے رب سے ڈرنے والوں کیلئے ہدایت اور رحمت تھی۔ ﴿۱۵۴﴾ اور موسیٰؑ نے اپنی قوم کے ستر

قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ

قَوْمَهٗ	سَبْعِيْنَ	رَجُلًا	لِّمِيْقَاتِنَا ۚ	فَلَمَّآ	اَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	قَالَ
اپنی قوم کے	ستر	مرد	ہمارے مقررہ وقت کیلئے	سوجب	انہیں پکڑ لیا	زلزلے نے	کہا اس نے

افراد ہمارے مقررہ وقت کیلئے منتخب کرلیے، پھر جب انہیں زلزلے نے آپکڑا تو موسیٰؑ

رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۖ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

رَبِّ	لَوْ	شِئْتَ	اَهْلَكْتَهُمْ	مِّنْ	قَبْلُ	وَاِيَّايَ ۖ	اَتُهْلِكُنَا	بِمَا	فَعَلَ
اے میرے پروردگار!	اگر	تو چاہتا	ہلاک کر دیتا انہیں	سے	پہلے	اور خاص مجھے	کیا تو ہمیں ہلاک کردے گا	اس وجہ سے جو	کیا

کہنے لگے کہ پروردگار! اگر تُو چاہتا تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا، کیا تُو ہمیں ہمارے نادان لوگوں کی حرکت کی

السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۖ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ

السُّفَهَآءُ	مِنَّا ۚ	اِنْ	هِيَ	اِلَّا	فِتْنَتُكَ ۖ	تُضِلُّ	بِهَا	مَنْ	تَشَآءُ
کم عقلوں نے	ہم میں سے	نہیں	وہ	مگر	تیری آزمائش	تو گمراہ کرتا ہے	ساتھ اس کے	جسے	تو چاہتا ہے

وجہ سے ہلاک کر دے گا؟ یہ تو صرف تیری آزمائش ہے، تُو اس کے ذریعے جسے چاہے گمراہ کر دے

وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۖ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

وَتَهْدِيْ	مَنْ	تَشَآءُ ۖ	اَنْتَ	وَلِيُّنَا	فَاغْفِرْ لَنَا	وَ	ارْحَمْنَا	وَ	اَنْتَ	خَيْرُ
اور ہدایت دیتا ہے	جسے	تو چاہتا ہے	تو	ہمارا رفیق	سو تو مغفرت فرمادے ہماری	اور	رحم فرما ہم پر	اور	تو	سب سے بہتر

اور جسے چاہے ہدایت دیدے، تو ہی ہمارا آقا ہے، سو تو ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما اور تُو سب سے بڑھ کر

﴿۱۵۴﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غصے کے بعد والی کیفیت ذکر کی گئی ہے کہ جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہوں نے تورات کی ان تختیوں کو اٹھا لیا جو انہوں نے ایک طرف رکھ دی تھیں اور بنی اسرائیل کو آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا، اسے پورا فرما دیا ہے اور مجھے یہ کتاب ہدایت و رحمت عطا فرمائی ہے تا کہ میں خود بھی اس پر عمل کروں اور تم لوگ بھی اس پر عمل کرو۔

الْغٰفِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا

الْغٰفِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾	وَ	اكْتُبْ	لَنَا	فِيْ	هٰذِهِ	الدُّنْيَا	حَسَنَةً	وَّ	فِي	الْاٰخِرَةِ	اِنَّا
معاف کرنے والے	اور	لکھ دے تو	ہمارے لئے	بیچ	یہ	دنیا کے	بھلائی	اور	بیچ	آخرت کے	بیشک ہم

بخشنے والا ہے۔ ۱۵۵ اس دنیا میں بھی ہمارے لیے بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی، بیشک ہم نے

هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ

هُدْنَآ	اِلَيْكَ	قَالَ	عَذَابِيْٓ	اُصِيْبُ	بِهٖ	مَنْ	اَشَاۗءُ	وَ	رَحْمَتِيْ
رجوع کیا ہم نے	تیری طرف	کہا اس نے	میرا عذاب	پہنچا دیتا ہوں میں	ساتھ اس کے	جسے	میں چاہتا ہوں	اور	میری رحمت

تیری طرف ہی رجوع کر لیا ہے، اللہ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب جس پر چاہتا ہوں، ڈال دیتا ہوں اور میری رحمت

وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ

وَسِعَتْ	كُلَّ	شَيْءٍ	فَسَاَكْتُبُهَا	لِلَّذِيْنَ	يَتَّقُوْنَ	وَ	يُؤْتُوْنَ
کشادہ ہے	ہر	چیز سے	سو عنقریب میں اسے لکھ دوں گا	ان لوگوں کیلئے جو	ڈرتے ہیں	اور	ادا کرتے ہیں

ہر چیز سے وسیع ہے، سو میں اُسے اُن لوگوں کیلئے لکھ رہا ہوں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوۃ ادا

الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ

الزَّكٰوةَ	وَ	الَّذِيْنَ	هُمْ	بِاٰيٰتِنَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٦﴾	اَلَّذِيْنَ	يَتَّبِعُوْنَ	الرَّسُوْلَ
زکوۃ	اور	جو لوگ	وہ	ہماری آیتوں پر	ایمان لاتے ہیں	جو لوگ	پیروی کرتے ہیں	پیغمبر کی

کرتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ۱۵۶ جو لوگ اُس پیغمبر کی پیروی کرتے ہیں

النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ

النَّبِيَّ	الْاُمِّيَّ	الَّذِيْ	يَجِدُوْنَهٗ	مَكْتُوْبًا	عِنْدَهُمْ	فِي	التَّوْرٰىةِ
نبوت والا	کسی سے علم حاصل نہ کرنے والا	جسے	وہ پاتے ہیں	لکھا ہوا	اپنے پاس	بیچ	تورات کے

جو بے پڑھے غیب کی خبر دینے والا ہے کہ جس کا تذکرہ وہ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا

وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ

وَالْاِنْجِيْلِ	يَاْمُرُهُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَ	يَنْهٰىهُمْ	عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَ	يُحِلُّ
اور انجیل کے	وہ حکم دیتا ہے انہیں	بھلائی کا	اور	روکتا ہے انہیں	سے	برائی	اور	حلال کرتا ہے

پاتے ہیں، وہ انہیں بھلائی کا حکم دیتا ہے، برائی سے روکتا ہے، اُن کیلئے پاکیزہ

۱۵۵ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے جن ستر سرداروں کے انتخاب کا ذکر آیا ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تورات کے حوالے سے آگاہ کیا تو وہ نہایت گستاخی سے کہنے لگے کہ ہمیں کیا خبر، یہ کتاب اللہ نے اتاری ہے یا آپ طور پہاڑ پر بیٹھ کر خود لکھ کر لے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کر رہے ہیں، ہمیں تو جب یقین آئے گا کہ اللہ تعالیٰ خود بلا واسطہ ہم سے کہہ دے کہ واقعۃً یہ میری ہی کتاب ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بہتیرا سمجھایا لیکن وہ ماننے والے کہاں تھے؟ بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے ستر نہایت معزز لوگوں کا انتخاب کیا، جن پر لوگوں نے اعتماد کا اظہار کیا، طے یہ پایا کہ موسیٰ انہیں اپنے ہمراہ لے جائیں، اگر یہ لوگ واپس آ کر گواہی دیدیں کہ اللہ تعالیٰ خود ان سے ہم کلام ہوا ہے اور اس نے یقین دلایا ہے کہ یہ میری ہی کتاب ہے تو ہم یقین کر لیں گے، چنانچہ ایک مقررہ وقت پر یہ لوگ چلے گئے، وہاں حق تعالیٰ نے ان سے براہ راست کلام کیا اور فرمایا کہ موسیٰ سچ کہہ رہے ہیں، وہ میرے نبی اور تورات میری کتاب ہے جو میں نے موسیٰ پر نازل کی ہے، جب ہم کلامی موقوف ہوئی تو وہ ستر سردار مزید جرأت اور گستاخی کے ساتھ کہنے لگے کہ موسیٰ ہمیں کیا خبر کہ ہم نے اللہ سے کلام کیا ہے یا کسی شیطان سے؟ ہمیں تو اس وقت یقین آئیگا جب اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے آ کر ہم سے اس کی تصدیق کرے، ان کا یہ جملہ اس قدر وزنی تھا کہ انہیں سزا دینا ضروری ہو گیا تھا، چنانچہ اسی وقت زلزلہ آیا اوپر سے بجلی گری اور موسیٰ کے سوا سب لوگ مر گئے، یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اندیشہ ہوا کہ بنی اسرائیل ان ستر لوگوں کے قتل کا الزام مجھ پر لگائیں گے، سو انہوں نے نہایت منتخب الفاظ کے ساتھ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی، ان کی دعا قبول ہوئی اور اللہ نے انہیں دوبارہ نئی زندگی عطا فرما دی۔

۱۵۶ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا بقیہ حصہ اور حق تعالیٰ کا جواب ذکر کیا گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ پروردگار! ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں، سو تو دنیا اور آخرت میں ہمارے لیے بھلائی کا فیصلہ فرما لے، یہ وہی دعا ہے جو اس امت کو ان الفاظ میں سکھائی گئی ہے۔

''ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ ، وفی الآخرۃ حسنۃ ، وقنا عذاب النار''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کا منشا بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ میری امت تمام امتوں پر دنیا و آخرت میں مقدم اور فائق رہے،

لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ

لَهُمُ	الطَّيِّبٰتِ	وَ	يُحَرِّمُ	عَلَيْهِمُ	الْخَبٰٓئِثَ	وَيَضَعُ	عَنْهُمْ	اِصْرَهُمْ
ان کیلئے	پاکیزہ چیزیں	اور	حرام کرتا ہے	ان پر	گندی چیزیں	اور رکھ دیتا ہے	ان سے	ان کا بوجھ

چیزوں کو حلال کرتا ہے، گندی چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے، اور اُن سے وہ بوجھ اور وہ قیدیں

وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ

وَ	الْاَغْلٰلَ	الَّتِيْ	كَانَتْ	عَلَيْهِمْ	فَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِهٖ	وَ	عَزَّرُوْهُ	وَ	نَصَرُوْهُ
اور	بیڑیاں	وہ جو	تھیں	ان پر	سو جو لوگ	ایمان لائے	اس پر	اور	مدد کی اس کی	اور	نصرت کی اس کی

ہٹا دیتا ہے جو اُن پر پہلے سے تھیں، سو جو لوگ اُن پر ایمان لائے، اُن کی تائید اور نصرت کی

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ١٥٧ قُلْ

وَ	اتَّبَعُوا	النُّوْرَ	الَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	مَعَهٗٓ	اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ١٥٧	قُلْ
اور	پیروی کی	روشنی کی	وہ جو	نازل کی گئی	اس کے ہمراہ	وہ لوگ	وہی	کامیابی والے	تو کہہ

اور اُس نور کی پیروی کی جو اُن کے ہمراہ اُتارا گیا ہے، وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ١٥٧ اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرما دیجئے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَۨا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنِّىْ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	اِلَيْكُمْ	جَمِيْعَۨا	الَّذِيْ	لَهٗ	مُلْكُ
اے	لوگو!	بیشک میں	پیغمبر	اللہ کا	تمہاری طرف	سب کے سب	وہ جو	اس کیلئے	حکومت

کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں جس کی حکومت آسانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	يُـحْيٖ	وَ	يُمِيْتُ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ
آسمانوں کی	اور	زمین کی	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	زندہ کرتا ہے	اور	موت دیتا ہے	سو ایمان لاؤ تم	اللہ پر

اور زمین میں ہے، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی زندگی اور موت دیتا ہے، اس لیے تم اللہ پر اور اُس کے پیغمبر پر

وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ

وَرَسُوْلِهِ	النَّبِيِّ	الْاُمِّيِّ	الَّذِيْ	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَكَلِمٰتِهٖ	وَاتَّبِعُوْهُ	لَعَلَّكُمْ
اور اس کے پیغمبر پر	نبوت والا	کسی سے علم حاصل نہ کرنے والا	وہ جو	ایمان لاتا ہے	اللہ پر	اور اس کے کلمات پر	اور پیروی کرو تم اس کی	تاکہ تم

ایمان لاؤ جو کہ بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والا ہے، اور جو کہ اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے، اور اُسی کی پیروی کرو تاکہ تم

اس پر حق تعالیٰ نے جواب ارشاد فرمایا کہ میرا عذاب اور میری رحمت کسی خاص امت کے ساتھ محدود نہیں ہے، عذاب صرف اسی پر نازل ہوگا جس پر میں عذاب نازل کرنا چاہوں گا اور میری رحمت ایک تو خاص ہے اور ایک عام، عام رحمت تو ہر ایک پر برتی ہے، البتہ خاص رحمت صرف ان لوگوں کیلئے ہے جو ایمان وتقویٰ کی صفات سے متصف اور زکوۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں، یہاں "زکوۃ" کا خصوصیت کے ساتھ ذکر اس کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔

١٥٧ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند صفات بیان ہوئی ہیں، ان
ع ١٩ ٩ میں سے "النبی الأمی" کا ترجمہ اس عاجز نے "بے پڑھے غیب کی خبر دینے والا" کیا ہے، یہ ایک معنی خیز ترجمہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں غیب کا وافر علم عطا فرمایا ہے جس سے انہوں نے اپنی امت کو باخبر کیا ہے، جیسے کسی نے کہا ہے

امی ودقیقہ دان عالم
بے سایہ وسائبان عالم

دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اور تعارف تورات و انجیل میں بھی لکھا ہوا ہے، اس عاجز نے "بشاراتِ انبیاء" کے نام سے ایک مختصر کتابچے میں ان بشارتوں کو اکٹھا کر دیا ہے، تیسری صفت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، پورا اسلامی ذخیرۂ علم وعمل اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی برائی کا حکم یا نیکی کی ممانعت نہیں کی، ان کا ہر حکم بھلائی سے متعلق اور ہر ممانعت برائی کے حوالے سے ہوتی تھی، چوتھی صفت تحلیل وتحریم ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو حلال یا حرام قرار دیا ہو، خواہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ہو یا نہ ہو، احادیث صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہوں تو اسے معتبر سمجھا جائیگا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو حلال قرار دیں گے، یقینی طور پر وہ پاکیزہ اور امت کیلئے نفع بخش ہوگی اور وہ جس چیز کو حرام قرار دیں گے، یقینی طور پر وہ گندی اور مضر چیز ہوگی جس سے جسمانی اور روحانی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا، پانچویں صفت لوگوں کے بوجھ ہلکے کرنا ہے، لوگ زمانۂ جاہلیت کی جن زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی پشت پر بہت سے بوجھ لادر کھے تھے جنہیں وہ اٹھانے سے عاجز ہو رہے تھے لیکن رسم زمانہ کے ہاتھوں مجبور تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وہ سب بوجھ اتار دیئے جس سے ان کی طبیعت ہلکی پھلکی ہوگئی، اب جو لوگ ایسی بہترین اور پاکیزہ صفات کے حامل پیغمبر پر ایمان لا کر ان کی نصرت اور مدد کریں گے اور اس نور وحی یعنی قرآن وسنت کی پیروی کریں گے جو ان پر نازل کیا گیا ہے، کامیابی انہی کو ملے گی، مطلب یہ کہ مخالفت کرنے والے ناکام ہوں گے۔

تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰۤى اُمَّةٌ يَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَقِّ وَبِهٖ

تَهۡتَدُوۡنَ ۝	وَ	مِنۡ	قَوۡمِ	مُوۡسٰى	اُمَّةٌ	يَّهۡدُوۡنَ	بِالۡحَقِّ	وَ	بِهٖ
ہدایت پالو	اور	سے	قوم کے	موسیٰ کی	ایک جماعت	رہنمائی کرتے وہ	حق کی	اور	ساتھ اس کے

ہدایت پالو۔ ۱۵۸ اور قومِ موسیٰؑ میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کی رہنمائی کرتے ہیں اور اسی کے مواقف

يَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعۡنٰهُمُ اثۡنَتَىۡ عَشۡرَةَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوۡحَيۡنَاۤ

يَعۡدِلُوۡنَ ۝	وَ	قَطَّعۡنٰهُمُ	اثۡنَتَىۡ عَشۡرَةَ	اَسۡبَاطًا	اُمَمًا ؕ	وَ	اَوۡحَيۡنَاۤ
انصاف کرتے ہیں	اور	ہم نے انہیں ٹکڑے کردیا	بارہ	دادوں کی اولاد	کئی امتیں	اور	وحی بھیجی ہم نے

انصاف کرتے ہیں۔ ۱۵۹ اور ہم نے انہیں بارہ دادوں کی اولاد میں مختلف جماعتیں بنا کر تقسیم کردیا، اور جب موسیٰؑ سے

اِلٰى مُوۡسٰۤى اِذِ اسۡتَسۡقٰهُ قَوۡمُهٗۤ اَنِ اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ۚ

اِلٰى	مُوۡسٰى	اِذِ	اسۡتَسۡقٰهُ	قَوۡمُهٗۤ	اَنِ	اضۡرِبۡ	بِّعَصَاكَ	الۡحَجَرَ ۚ
طرف	موسیٰ کے	جب	پانی مانگا اس سے	اس کی قوم نے	یہ کہ	مارتو	اپنی لاٹھی کو	پتھر پر

اُن کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو،

فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ

فَانۡۢبَجَسَتۡ	مِنۡهُ	اثۡنَتَا عَشۡرَةَ	عَيۡنًا ؕ	قَدۡ	عَلِمَ	كُلُّ	اُنَاسٍ
تو پھوٹ نکلے	اس	بارہ	چشمے	یقیناً	جان لیا	ہر	انسان نے

تو اُس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، ہر گروہ نے اپنا گھاٹ

مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ وَظَلَّلۡنَا عَلَيۡهِمُ الۡغَمَامَ وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الۡمَنَّ

مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ	وَ	ظَلَّلۡنَا	عَلَيۡهِمُ	الۡغَمَامَ	وَ	اَنۡزَلۡنَا	عَلَيۡهِمُ	الۡمَنَّ
اپنے پانی پینے کی جگہ کو	اور	ہم نے سایہ کردیا	ان پر	بادلوں کا	اور	نازل کیا ہم نے	ان پر	شیرینی

پہچان لیا، اور ہم نے اُن پر بادلوں کا سایہ کیا، نیز ہم نے اُن پر من و سلویٰ

وَالسَّلۡوٰى ؕ كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰكِنۡ

وَ	السَّلۡوٰى ؕ	كُلُوۡا	مِنۡ	طَيِّبٰتِ	مَا	رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ	وَ	مَا	ظَلَمُوۡنَا	وَ	لٰكِنۡ
اور	بٹیر	کھاؤ تم	سے	پاکیزہ چیزیں	وہ جو	ہم نے تمہیں دیں	اور	نہیں	نقصان کیا انہوں نے ہمارا	اور	لیکن

نازل کیا، جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں، اُن میں سے کھاؤ، اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا، لیکن وہ

۱۵۸ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت کی عالمگیریت کا اعلان کر دیا گیا ہے، گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام مخصوص اقوام کی طرف معبوث ہوتے رہے، وہ اپنی قوم کے علاوہ کسی اور کی طرف سے مسؤل نہیں ہوتے تھے، ان کا زمانہ بھی محدود ہوتا تھا جبکہ رسول اکرم ﷺ کی بعثت کسی خاص زمانے، کسی خاص رنگ نسل اور کسی خاص بولی بولنے والوں کے ساتھ مخصوص اور محدود نہیں ہے، اس میں ایسی عالمگیریت ہے کہ وہ ہر زمانے کی مذہبی، شرعی اور اخلاقی و معاشرتی رہنمائی فراہم کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے اور اہل علم ترقی کی جس معراج پر بھی فائز ہوجائیں، اس کی رہنمائی میں کسی شعبے کے اندر بھی کمی نہ پائیں گے، اس لیے حکومت و سلطنت اللہ کی اور نبوت و رسالت رسول اللہ کی ہے، ساری دنیا کے انسانوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاکر قرآن وسنت کی پیروی کریں تا کہ انہیں ہدایت نصیب ہو، اس آیت میں "النبی الأمی" کا لفظ دوبارہ آیا ہے جس پر پہلے کلام ہو چکا ہے۔

۱۵۹ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے معتدل قلیل طبقے کا ذکر کیا گیا ہے جو خود بھی عدل وانصاف اور حق کی بات کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین اور تاکید کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سارے ہی گستاخ اور شریر لوگ نہیں تھے، بلکہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اللہ اور اس کے پیغمبر کے احکامات پر عمل کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ان پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

كَانُوٓا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذۡ قِيۡلَ لَهُمُ اسۡكُنُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ

كَانُوٓا	اَنۡفُسَهُمۡ	يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾	وَاِذۡ	قِيۡلَ	لَهُمُ	اسۡكُنُوۡا	هٰذِهِ	الۡقَرۡيَةَ
تھے وہ	اپنی جانوں کا	نقصان کرتے رہے	اور جب	کہا گیا	ان سے	رہائش رکھو تم	یہ	بستی میں

اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے رہے۔ ﴿۱۶۰﴾ اور جب اُن سے کہا گیا کہ اِس شہر میں سکونت اختیار کرو

وَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ وَقُوۡلُوۡا حِطَّةٌ وَّادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا

وَ	كُلُوۡا	مِنۡهَا	حَيۡثُ	شِئۡتُمۡ	وَقُوۡلُوۡا	حِطَّةٌ	وَّادۡخُلُوا	الۡبَابَ	سُجَّدًا
اور	کھاؤ تم	اس میں سے	جہاں سے	تم چاہو	اور کہو تم	معاف کردے	اور داخل ہو جاؤ تم	دروازے سے	سجدہ کرتے ہوئے

اور جہاں سے چاہو کھاؤ، اور کہو کہ الٰہی! ہمیں بخش دے، اور سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں داخل ہو جاؤ،

نَّغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطِيۡٓـٰٔتِكُمۡ ؕ سَنَزِيۡدُ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيۡنَ

نَّغۡفِرۡ	لَكُمۡ	خَطِيۡٓـٰٔتِكُمۡ	سَنَزِيۡدُ	الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۶۱﴾	فَبَدَّلَ	الَّذِيۡنَ
معاف کردیں گے ہم	تمہارے لئے	تمہاری خطاؤں کو	عنقریب ہم زیادہ دیں گے	نیکی کرنے والوں کو	سوتبدیل کردیا	وہ لوگ جو

ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے، عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو اضافی ثواب دیں گے۔ ﴿۱۶۱﴾ پھر اُن میں سے ظالموں نے

ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ قَوۡلًا غَيۡرَ الَّذِيۡ قِيۡلَ لَهُمۡ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِجۡزًا

ظَلَمُوۡا	مِنۡهُمۡ	قَوۡلًا	غَيۡرَ	الَّذِيۡ	قِيۡلَ	لَهُمۡ	فَاَرۡسَلۡنَا	عَلَيۡهِمۡ	رِجۡزًا
ظلم کیا انہوں نے	ان میں سے	بات کو	علاوہ	اس کے جو	کہی گئی	ان سے	سو بھیج دیا ہم نے	ان پر	عذاب

دوسرا لفظ بدل دیا، علاوہ اُس لفظ کے جو اُن سے کہا گیا تھا، تو ہم نے اُن کے

مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۲﴾ ع وَسۡـَٔلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡيَةِ الَّتِيۡ

مِّنَ	السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوۡا	يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۲﴾	وَسۡـَٔلۡهُمۡ	عَنِ	الۡقَرۡيَةِ	الَّتِيۡ
سے	آسمان کے	اس وجہ سے جو	تھے وہ	ظلم کرتے رہے	اور تُو ان سے پوچھ	سے	بستی کے	وہ جو

ظلم کی وجہ سے اُن پر آسمان سے عذاب بھیج دیا۔ ﴿۱۶۲﴾ اور اُن سے اُس بستی کے متعلق پوچھیے جو

كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ ۘ اِذۡ يَعۡدُوۡنَ فِي السَّبۡتِ اِذۡ تَاۡتِيۡهِمۡ

كَانَتۡ	حَاضِرَةَ	الۡبَحۡرِ	اِذۡ	يَعۡدُوۡنَ	فِي	السَّبۡتِ	اِذۡ	تَاۡتِيۡهِمۡ
تھی	کنارے پر	سمندر کے	جب	وہ تجاوز کررہے تھے	بیچ	ہفتے کے	جب	آتی تھیں ان کے پاس

دریا کنارے آباد تھی، جب وہ ہفتہ کے معاملے میں حد سے تجاوز کرنے لگے، کیونکہ مچھلیاں

﴿۱۶۰﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل پر مختلف اوقات میں ہونے والے مختلف انعامات واحسانات کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن میں سے بیشتر کا تذکرہ سورۂ بقرہ کے آغاز میں ہو چکا ہے، اس لیے اس کے تکرار کی ضرورت نہیں ہے، البتہ پہلے جملے میں بنی اسرائیل کو بارہ جماعتوں میں تقسیم کرنے کا جوذکر آیا ہے، یہ تقسیم انتظامی تھی نہ کہ فرقہ وارانہ، اس انتظامی تقسیم کے تحت انہیں بارہ قبیلوں میں بانٹ کر ہر قبیلے کا ایک سردار اور نقیب مقرر کر دیا گیا جو اپنے اپنے قبیلے کی طرف سے جواب دہ ہوتا تھا اور وہی ان کی جملہ ضروریات کی نگرانی کرتا تھا، بقیہ مضمون سورۂ بقرہ میں دیکھئے۔

﴿۱۶۱﴾ ﴿۱۶۲﴾ ان آیتوں کا مضمون سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۸۔۵۹ میں الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ گزر چکا ہے، وہیں پر ''بستی'' کی تعیین بھی کر دی گئی ہے اور بنی اسرائیل کے گستاخانہ رویئے پر بھی جامع الفاظ لکھ دیئے گئے ہیں، وہیں ملاحظہ فرمائیے۔

﴿۱۶۳﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کی ایک اور نافرمانی کا حوالہ دیا گیا ہے جس کا تعلق ''ایلہ'' کا رہنے والوں سے ہے، یہ شہر بحر قلزم کے کنارے مدین اور کوہ طور کے
ع ۲۰ / ۵ / ۱۰ درمیان آباد ہے، یہاں کے لوگوں کا ذریعہ معاش مچھلی تھا، چونکہ ہفتے کا دن یہودیوں کے یہاں اسی طرح محترم اور معزز ہے جیسے مسلمانوں میں جمعہ کا دن، اس لیے ہفتے کے دن یہودیوں کو ہر قسم کی سرگرمیاں معطل کر کے صرف عبادت میں معروف رہنے کا حکم تھا، چنانچہ وہ لوگ ہفتہ وار چھٹی ہفتے کے دن ہی کرتے تھے، ایلہ کے لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں یہاں کے رہنے والوں نے سرکشی اختیار کی، انہوں نے سوچا کہ ہمارا ایک دن پورا ضائع ہوجاتا ہے، اگلے دن ڈبل محنت کرنی پڑتی ہے، کوئی ایسی صورت

نصف الحزب

ہونی چاہیے کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، ادھر حق تعالیٰ نے ان کے امتحان کا فیصلہ فرمالیا، چنانچہ صورتحال یہ ہوگئی کہ ہفتے کے دن'' جبکہ ان کیلئے شکار، اور تمام کاروباری سرگرمیاں معطل ہوتی تھیں'' دریا مچھلیوں سے بھر جاتے اور سطح دریا پر مچھلیاں تیرتی نظر آتی تھیں اور بقیہ دنوں میں وہ گھنٹوں جال ڈال کر بیٹھے رہتے، لیکن کوئی مچھلی ان کے ہاتھ نہ آتی، =

حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ

حِيْتَانُهُمْ	يَوْمَ	سَبْتِهِمْ	شُرَّعًا	وَّ	يَوْمَ	لَا	يَسْبِتُوْنَ	لَا تَاْتِيْهِمْ
ان کی مچھلیاں	دن	ان کے ہفتے کے	نمایاں ہوکر	اور	جس دن	نہ	ہفتہ کرتے وہ	نہ آتیں وہ ان کے پاس

ہفتہ کے دن نمایاں ہو کر اُن کے پاس آجاتی تھیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا، مچھلیاں بھی نہ آتیں،

كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٣﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ

كَذٰلِكَ	نَبْلُوْهُمْ	بِمَا	كَانُوْا	يَفْسُقُوْنَ ١٦٣	وَ	اِذْ	قَالَتْ	اُمَّةٌ	مِّنْهُمْ
اسی طرح	ہم انہیں آزمارہے تھے	اس وجہ سے جو	تھے وہ	نافرمانی کرتے رہے	اور	جب	کہا	ایک جماعت نے	ان میں سے

اس طرح ہم اُنہیں آزما رہے تھے کیونکہ وہ نافرمان تھے۔ ١٦٣ اور اُس وقت کو یاد کرو جب اُن میں سے ایک گروہ کہنے لگا

لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ

لِمَ	تَعِظُوْنَ	قَوْمًا	اللّٰهُ	مُهْلِكُهُمْ	اَوْ	مُعَذِّبُهُمْ	عَذَابًا	شَدِيْدًا
کیوں	تم نصیحت کرتے ہو	ایک قوم کو	اللہ	انہیں ہلاک کرنے والا	یا	انہیں عذاب دینے والا	عذاب	سخت

کہ تم ایسی قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو جسے اللہ ہلاک کرنے والا یا شدید عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے؟

قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا

قَالُوْا	مَعْذِرَةً	اِلٰى	رَبِّكُمْ	وَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ ١٦٤	فَلَمَّا	نَسُوْا	مَا	ذُكِّرُوْا
کہنے لگے	عذر پیش کرنے کو	طرف	تمہارے رب کے	اور	تاکہ وہ	ڈرتے رہیں	سوجب	وہ بھول گئے	وہ جو	نصیحت کیے گئے

وہ کہنے لگے کہ تمہارے رب کے سامنے عذر پیش کرنے کیلئے، اور شاید کہ وہ تقویٰ اختیار کرلیں۔ ١٦٤ پھر جب وہ اُس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی

بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

بِهٖ	اَنْجَيْنَا	الَّذِيْنَ	يَنْهَوْنَ	عَنِ	السُّوْۗءِ	وَ	اَخَذْنَا	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا
ساتھ اس کے	ہم نے بچالیا	ان لوگوں کو جو	روکتے رہے	سے	برائی کے	اور	پکڑلیا ہم نے	وہ لوگ جو	ظلم کیا انہوں نے

گئی تھی تو ہم نے برائی سے روکنے والوں کو بچالیا، اور ظالموں کو بدترین عذاب میں

بِعَذَابٍۢ بَـِٔيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا

بِعَذَابٍ	بَـِٔيْسٍ	بِمَا	كَانُوْا	يَفْسُقُوْنَ ١٦٥	فَلَمَّا	عَتَوْا	عَنْ	مَّا	نُهُوْا
ساتھ عذاب کے	بدترین	اس وجہ سے جو	تھے وہ	نافرمانی کرتے رہے	پھر جب	انہوں نے سرکشی کی	سے	وہ جو	منع کیے گئے وہ

پکڑلیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ ١٦٥ پھر جب وہ اُن کاموں میں حد سے آگے

= اس پر یہ لوگ خاصے فکر مند اور پریشان ہوئے، ان میں سے سرکش اور نافرمان لوگوں نے تو فوری طور پر اس کا حل نکال لیا کہ بہت سے حوض بنائے اور دریا کا پانی کاٹ کر لے آئے، پانی کے ساتھ بہتے ہوئے مچھلیاں ان کے حوض میں آجاتیں، واپس جانے کا راستہ وہ لوگ بند کردیتے تھے، اگلے دن مچھلیاں پکڑ لیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم نے ہفتے کے دن تو شکار نہیں کیا، مچھلیاں خود ہی ہمارے حوض میں آگئی تھیں، حق تعالیٰ کے حکم کے برخلاف یہ اُن کا حیلہ تھا جس سے وہ اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے تھے، چنانچہ وہ اللہ کی گرفت میں آگئے اور انہیں ذلیل بندر بنادیا گیا، ہر وہ حیلہ جو احکام شریعت سے مذاق کے مترادف ہو، اس کا یہی حکم ہے اور وہ نہایت ناپسندیدہ ہے۔

١٦٤ اس آیت مبارکہ کا روئے سخن تو گزشتہ واقعے کی طرف ہے کہ جب ایلہ کے رہنے والوں نے مچھلی کے شکار کیلئے حیلہ اختیار کرکے شریعت کے احکام کا مذاق اڑایا تو انہی میں سے خدا خوفی رکھنے والے کچھ لوگوں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ ایسی حرکت نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر کوئی آزمائش اور پکڑ آجائے، لیکن حیلہ سازوں نے ان مصلحین کی خیرخواہی اور ہمدردی کو زیادہ اہمیت نہیں دی، وہ ہر مرتبہ یہی کہتے تھے کہ ہم نے ہفتے کے دن تو شکار نہیں کیا، اس پر ان مصلحین میں سے بعض نے انہیں سمجھانا بجھانا چھوڑ دیا کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ انہیں سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ لوگ ہرگز باز نہیں آئیں گے اور کچھ لوگ انہیں پھر بھی سمجھاتے اور ڈراتے رہے، اس پر ان مصلحین سے کہا جاتا کہ تم ان لوگوں پر بے فائدہ محنت کر رہے ہو، ان کے ساتھ مغز ماری کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب اللہ کے عذاب کا شکار ہوں گے تو انہیں خود ہی عقل آجائے گی، قرآن کریم نے ان مصلحین کا جو جواب نقل کیا ہے، آج بھی تمام مصلحین اور ناصحین کا وہی جواب ہونا چاہیے اور پورے اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ نصیحت میں لگے رہنا چاہیے، انہوں نے اپنی مسلسل نصیحت اور جدوجہد کی دو وجہیں بیان کی تھیں، پہلی یہ کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیں مجرم بن کر پیش نہ ہونا پڑے اور ہم یہ عذر پیش کرسکیں کہ ہم نے اپنی طرف سے مجرموں کو سمجھانے میں ہرگز کوتاہی نہیں کی تھی، دوسری یہ کہ شاید کسی وقت ان کے دل پر ہماری بات اثر کر جائے، شاید ان میں خوف خدا پیدا ہوجائے اور شاید یہ لوگ اپنی غلطیوں اور گناہوں سے توبہ کرکے حق تعالیٰ سے معافی مانگ لیں، اللہ کرے کہ یہی جذبہ آج مسلمانوں میں بھی پیدا ہوجائے۔

١٦٥ ١٦٦ ان آیات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ آخر وقت تک سرانجام دینے والوں کی نجات اور نصیحت نہ ماننے والے حیلہ سازوں کی سزا ذکر کی گئی ہے کہ حیلہ سازوں کو بندر بنادیا گیا، وہ اپنے گھروں میں محصور ہوگئے، قرابت داروں کو کچھ معلوم نہ تھا، جب ان کے دروازے کھٹکھٹائے اور گھروں میں داخل ہوئے تو وہاں بندروں کی شکل کے انسان نظر آئے، اپنے عزیزوں کو دیکھ کر رونے لگے، تین دن تک اسی حال پر رہے اور اس کے بعد یونہی مرکھپ گئے، اس عذاب سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نجات عطا فرمادی جو آخر وقت تک انہیں سمجھاتے رہے اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔

عَنۡهُ قُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٕيۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ

عَنۡهُ	قُلۡنَا	لَهُمۡ	كُوۡنُوۡا	قِرَدَةً	خٰسِـِٕيۡنَ ﴿۱۶۶﴾	وَ	اِذۡ	تَاَذَّنَ	رَبُّكَ
اس سے	ہم نے کہا	ان سے	ہو جاؤ تم	بندر	دھتکارے ہوئے	اور	جب	آگاہ کیا	تیرے رب نے

بڑھ گئے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے انہیں حکم دے دیا کہ تم ذلیل بندر ہو جاؤ۔ ﴿۱۶۶﴾ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب آپ کے رب نے آگاہ کر دیا تھا

لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ؕ

لَيَبۡعَثَنَّ	عَلَيۡهِمۡ	اِلٰى	يَوۡمِ	الۡقِيٰمَةِ	مَنۡ	يَّسُوۡمُهُمۡ	سُوۡٓءَ	الۡعَذَابِ ؕ
البتہ ضرور اٹھائے گا	ان پر	تک	دن	قیامت کے	وہ جو	انہیں مبتلا رکھے گا	برے	عذاب کے

کہ وہ اُن پر قیامت تک ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو انہیں بدترین عذاب میں مبتلا رکھیں گے،

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۶۷﴾

اِنَّ	رَبَّكَ	لَسَرِيۡعُ	الۡعِقَابِ ۖۚ	وَ	اِنَّهٗ	لَغَفُوۡرٌ	رَّحِيۡمٌ ﴿۱۶۷﴾
بیشک	تیرا رب	البتہ جلد دینے والا	سزا کا	اور	بیشک وہ	البتہ بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

بیشک آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿۱۶۷﴾

وَقَطَّعۡنٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اُمَمًا ۚ مِنۡهُمُ الصّٰلِحُوۡنَ وَمِنۡهُمۡ دُوۡنَ

وَقَطَّعۡنٰهُمۡ	فِى	الۡاَرۡضِ	اُمَمًا ۚ	مِنۡهُمُ	الصّٰلِحُوۡنَ	وَمِنۡهُمۡ	دُوۡنَ
اور ہم نے انہیں ٹکڑے کر دیا	بیچ	زمین کے	مختلف گروہوں کے	ان میں سے	نیکی کرنے والے	اور ان میں سے	علاوہ

اور ہم نے انہیں زمین میں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا، اُن میں سے کچھ لوگ نیک تھے اور کچھ لوگ دوسری

ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوۡنٰهُمۡ بِالۡحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۱۶۸﴾

ذٰلِكَ ۫	وَ	بَلَوۡنٰهُمۡ	بِالۡحَسَنٰتِ	وَ	السَّيِّاٰتِ	لَعَلَّهُمۡ	يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۱۶۸﴾
وہ	اور	ہم نے انہیں آزمایا	بھلائیوں کے ساتھ	اور	برائیوں کے ساتھ	تاکہ وہ	واپس لوٹ جائیں

طرح کے تھے، ہم نے خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ انہیں آزمایا تاکہ وہ لوٹ آئیں۔ ﴿۱۶۸﴾

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ

فَخَلَفَ	مِنۡۢ	بَعۡدِهِمۡ	خَلۡفٌ	وَّرِثُوا	الۡكِتٰبَ	يَاۡخُذُوۡنَ	عَرَضَ
سو جانشین بنے	سے	ان کے پیچھے	نااہل جانشین	وارث بنے وہ	کتاب کے	لیتے رہے وہ	سامان

پھر اُن کے بعد کچھ نااہل لوگ کتاب کے وارث بنے، جو اس گھٹیا زندگی کا

﴿۱۶۷﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کے حوالے سے ایک پیشین گوئی کی گئی ہے کہ قیامت تک ان پر ایسے لوگ مسلط ہوتے رہیں گے جو انہیں ذلت اور رسوائی کے سمندر میں مسلسل دھکیلتے رہیں گے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ اب قیامت تک سر اٹھا کر نہ جی سکیں گے، ان کے سر ہمیشہ جھکیں رہیں گے، چنانچہ آج بھی دنیا میں اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے اور تا صبح قیامت ہوتا رہے گا۔ دجال کی چالیس روزہ حکومت اور اس میں یہودیوں کی اچھل کود اس پورے پس منظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی اس کی حیثیت پانی کے بلبلے جیسی ہوگی، جسے دنیا میں کوئی بھی عزت اور اہمیت نہیں دیتا۔

﴿۱۶۸﴾ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کی مذہبی گروہ بندی کے حوالے سے تقسیم کا ذکر آیا ہے، اس سے پہلے انتظامی تقسیم کا بیان ہو چکا ہے، وہ تقسیم تو انتظامی ضرورت تھی لیکن مذہبی اعتبار سے مختلف گروہوں میں ان کی تقسیم، پھر ان میں سے نیک اور بد، اچھے اور برے کی تفریق نے ان کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا، انہیں راحت اور آزمائش دونوں کے ساتھ آزمایا گیا تاکہ وہ توبہ اور انابت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے رہیں، یہ تقسیم اس امت کیلئے بھی خطرناک اور نقصان دہ ہے، جس کا فوری تدارک وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ

هٰذَا	الْاَدْنٰى	وَ	يَقُوْلُوْنَ	سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ	وَ	اِنْ	يَّاْتِهِمْ	عَرَضٌ	مِّثْلُهٗ
یہ	گھٹیاترین	اور	کہتے رہے	عنقریب بخش دیا جائیگا ہمیں	اور	اگر	آئے ان کے پاس	سامان	اس جیسا

سامان لے لیتے اور کہہ دیتے کہ ہمیں معافی مل جائے گی، اگر ایسا ہی سامان اُن کے پاس پھر آئے

يَّاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى

يَّاْخُذُوْهُ ۭ	اَلَمْ	يُؤْخَذْ	عَلَيْهِمْ	مِّيْثَاقُ	الْكِتٰبِ	اَنْ	لَّا	يَقُوْلُوْا	عَلَى
لے لیں وہ اسے	کیا نہیں	لیا گیا	ان سے	پختہ عہد	کتاب میں	یہ کہ	نہ	کہیں وہ	پر

تو وہ اسے بھی لے لیں، کیا اُن سے کتاب میں یہ پختہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ کے متعلق صرف وہی

اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

اللّٰهِ	اِلَّا	الْحَقَّ	وَ	دَرَسُوْا	مَا	فِيْهِ ۭ	وَ	الدَّارُ	الْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ
اللہ کے	مگر	حق بات	اور	پڑھ چکے وہ	جو کچھ	اس میں	اور	گھر	آخرت کا	سب سے بہتر	ان لوگوں کیلئے جو

بات کہیں گے جو برحق ہو گی اور اُس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، وہ اسے پڑھ چکے ہیں، اور آخرت کا گھر متقیوں کیلئے سب سے

يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ١٦٩ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا

يَتَّقُوْنَ ۭ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ١٦٩	وَالَّذِيْنَ	يُمَسِّكُوْنَ	بِالْكِتٰبِ	وَ	اَقَامُوا
ڈرتے ہیں	تو کیا نہیں	عقل رکھتے تم	اور جو لوگ	مضبوطی سے تھام رہے ہیں	کتاب کو	اور	قائم کی انہوں نے

بہترین ہے، تو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ ١٦٩ اور وہ لوگ جو کتاب کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اور نماز قائم

الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ١٧٠ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ

الصَّلٰوةَ ۭ	اِنَّا	لَا	نُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُصْلِحِيْنَ ١٧٠	وَ	اِذْ	نَتَقْنَا	الْجَبَلَ
نماز	بیشک ہم	نہیں	ضائع کرتے	اجر	اصلاح کرنے والوں کا	اور	جب	بلند کیا ہم نے	پہاڑ کو

کرتے ہیں، تو ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ ١٧٠ اور اُس وقت کو یاد کرو جب ہم نے اُن پر

فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

فَوْقَهُمْ	كَاَنَّهٗ	ظُلَّةٌ	وَّظَنُّوْٓا	اَنَّهٗ	وَاقِعٌۢ	بِهِمْ	خُذُوْا	مَآ	اٰتَيْنٰكُمْ	بِقُوَّةٍ
ان کے اوپر	گویا کہ وہ	سائبان ہو	اور وہ سمجھے	کہ بیشک وہ	گرنے والا	ان پر	پکڑو تم	وہ جو	دیا ہم نے تمہیں	ساتھ قوت کے

سائبان کی طرح پہاڑ کو بلند کیا تھا اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اُن پر آ گرے گا، ہم نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اُسے مضبوطی سے پکڑو

١٦٩ اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کی اس پچھلی نسل کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی اگلی نسلوں کی جانشینی کا حق ادا نہ کرسکی، ان کی نا اہلی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رشوت لیکر اپنی آسمانی مقدس کتاب میں تحریف کر دیتے ہیں اور جب کوئی انہیں اس کا احساس دلائے تو نہایت ڈھٹائی کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں معاف ہے، یعنی اس پر ہماری گرفت نہ ہوگی اور ہم بچ جائیں گے، اتنی اتنی سی باتوں پر پکڑ ہونے لگے تو کوئی بھی نہ بچ سکے، وہ اپنی اس روش میں اس قدر پختہ ہو چکے ہیں کہ بار بار اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں اور انہیں اس میں کسی قسم کا تردد نہیں ہوتا، وہ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ ان سے تورات ہی میں یہ عہد و پیمان بھی لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیشہ اسی بات کی نسبت کریں گے جو برحق ہوگی اور وہ تورات سے بخوبی واقف اور اس کی درس و تدریس سے وابستہ ہیں، اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی یہ ڈھٹائی قابل معافی ہے اور آخرت میں وہ بچ جائیں گے تو ایسا ہرگز نہ ہوگا، آخرت کا گھر صرف ان لوگوں کیلئے ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

١٧٠ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھام کر اس پر عمل کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا اجر و ثواب ضائع نہیں کرے گا، کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفس کی اصلاح کر لی، انہیں اس کا صلہ ضرور ملنا چاہیے، رہی یہ بات کہ یہاں ''کتاب اللہ'' سے کیا مراد ہے تو اگر اس کا تعلق ماقبل سے جوڑا جائے تو اس سے مراد تورات ہوگی اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ دنیا کے چند سکوں کے عوض تورات میں تحریف کرنے اور اس پر ڈھٹائی سے ڈٹ جانے کی بجائے اسے مضبوطی سے تھام کر اس پر عمل کرتے ہیں اور بدنی عبادات میں بھی کوتاہی نہیں کرتے ان کا اجر و ثواب ضائع نہ ہوگا اور اگر کتاب اللہ سے مراد قرآن کریم ہو تو اس صورت میں مطلب بالکل واضح ہوگا، آیت مبارکہ میں دونوں کی گنجائش موجود ہے۔

وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ

وَاذْكُرُوْا	مَا	فِيْهِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾	وَ	اِذْ	اَخَذَ	رَبُّكَ	مِنْ	بَنِيْٓ	اٰدَمَ
اور یاد رکھو	وہ جو	اسمیں	تاکہ تم	بچتے رہو	اور	جب	پکڑا	تیرے رب نے	سے	بیٹوں کے	آدم کے

اور اس میں جو کچھ ہے، اُسے یاد رکھو تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ ﴿١٧١﴾ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب آپ کے رب نے بنی آدم کی

ع ٢١ ٩ ١١

مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ

مِنْ	ظُهُوْرِهِمْ	ذُرِّيَّتَهُمْ	وَ	اَشْهَدَهُمْ	عَلٰٓى	اَنْفُسِهِمْ	اَلَسْتُ
سے	ان کی پشتوں کے	ان کی اولاد کو	اور	گواہ بنایا انہیں	پر	ان کی جانوں کے	کیا نہیں ہوں میں

پشت سے اُن کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود اُن کی اپنی ذات پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب

معانقة

بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا

بِرَبِّكُمْ	قَالُوْا	بَلٰى	شَهِدْنَا	اَنْ	تَقُوْلُوْا	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	اِنَّا	كُنَّا	عَنْ	هٰذَا
تمہارا رب	کہنے لگے	کیوں نہیں	ہم نے گواہی دی	یہ کہ	تم کہنے لگو	دن	قیامت کے	بیشک ہم	تھے	سے	یہ

نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں؟ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں، کہیں تم قیامت کے دن یہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے

غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً

غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾	اَوْ	تَقُوْلُوْٓا	اِنَّمَآ	اَشْرَكَ	اٰبَاۗؤُنَا	مِنْ	قَبْلُ	وَ	كُنَّا	ذُرِّيَّةً
بے خبر	یا	تم کہنے لگو	وہ تو صرف	شرک کیا تھا	ہمارے باپوں نے	سے	پہلے	اور	تھے ہم	نسل

بے خبر تھے۔ ﴿١٧٢﴾ یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد نے کیا تھا، ہم تو اُن کے بعد

مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذٰلِكَ

مِّنْ	بَعْدِهِمْ	اَفَتُهْلِكُنَا	بِمَا	فَعَلَ	الْمُبْطِلُوْنَ ﴿١٧٣﴾	وَ	كَذٰلِكَ
سے	ان کے پیچھے	تو کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں	اس سے جو	کام کیا	گمراہوں نے	اور	اسی طرح

اُن کی اولاد تھے، کیا تُو ہمیں اُس کام کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا؟ ﴿١٧٣﴾ اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ	وَ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿١٧٤﴾	وَ	اتْلُ	عَلَيْهِمْ	نَبَاَ	الَّذِيْٓ
ہم تفصیل کرتے ہیں آیتوں کی	اور	تاکہ وہ	واپس لوٹ آئیں	اور	تلاوت کیجئے	ان پر	واقعہ	اس شخص کا

ہم اپنی آیتیں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ وہ رجوع کرلیں۔ ﴿١٧٤﴾ اور آپ اِن کے سامنے اُس شخص کا حال پڑھئے

﴿١٧١﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے سروں پر کوہ طور کو مسلط کرنے کا ذکر آیا ہے، اس پر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ٦٣ کی تفسیر میں جامع الفاظ لکھ دیے گئے ہیں، وہیں ملاحظہ فرمائیے۔

﴿١٧٢﴾ ﴿١٧٣﴾ ان آیتوں میں عالم ارواح کے اس عہد و پیمان کا ذکر کیا گیا ہے جسے ''عہد الست'' کہا جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت اور قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا تو ان سے بلاواسطہ پیدا ہونے والی اولاد چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی شکل میں نکل پڑی، پھر ہر نسل سے دوسری نسل کو نکالا گیا، اس طرح قیامت تک آنے والی تمام اولاد آدم کی ارواح کو میدانِ عرفات میں '' جسے وادیٔ نعمان بھی کہا جاتا ہے'' جمع کیا گیا، حق تعالیٰ نے آدم اور تمام اولاد آدم سے یہ سوال پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے اقرار کیا کہ کیوں نہیں، آپ ہی ہمارے رب ہیں، یہ اقرار کرنے والوں میں قیامت تک آنے والے ہر رنگ نسل اور زبان سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ شامل تھے، عالم ارواح میں اس اقرار کی ضرورت پر کلام کرتے ہوئے حق تعالیٰ نے اس کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں، پہلی یہ کہ کوئی شخص قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں تو کسی نے بتایا ہی نہ تھا کہ اللہ ایک ہے، وہی ہمارا رب ہے اور ہمیں صرف اسی کی عبادت کرنی ہے، اگر ہمیں معلوم ہوتا تو ہم اسی کو اپنا رب مانتے، سو اس کا جواب یہ دے دیا کہ اس کا اقرار تو تم خود اپنی زبان سے کر چکے تھے، دوسری وجہ یہ کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ دراصل ہمارے آباؤ اجداد مشرک تھے، ہم ان کے پیچھے چلتے رہے، اصل غلطی تو ان کی ہے کہ انہوں نے ہمیں کفر و شرک پر لگا دیا، ان کی غلطی پر ہماری گرفت انصاف کے خلاف ہے، سو اس کا جواب یہ دیدیا کہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار تو تم عالم ارواح میں کر چکے تھے، پھر تم نے اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کر کے اس عہد کو کیوں توڑا؟ اگر تمہارے آباؤ اجداد مجرم ہیں تو تمہارا جرم بھی قابل معافی نہیں ہے، اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ مجھ سے ایسا کوئی وعدہ لیا گیا ہو، میں نے تو کبھی عرفات کا میدان نہیں دیکھا، مجھے تو یاد نہیں کہ اس وقت میرے دائیں بائیں کون تھا؟ تو بے خبری میں لیے گئے عہد و پیمان کو کس طرح بنیاد بنایا جا سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو وہی عہد و پیمان یاد دلانے کیلئے بھیجا جاتا رہا ہے تاکہ اگر لوگ بھول گئے ہوں تو انہیں یاد دلایا جائے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس نوعیت کا ایک عہد کر کے آئے ہو، اسے مت توڑو، اس کی پاسداری کرو اور اسی وجہ سے دنیا میں آنے والا ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے بعد میں وہ اپنی راہ متعین کرتا ہے۔

﴿١٧٤﴾ اس آیت مبارکہ میں تفصیل کے ساتھ مضامین بیان کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ شاید لوگ اپنی غلطیوں سے توبہ کرلیں اور اپنی سابقہ روش سے باز آجائیں اور جو عہد وہ کر چکے ہیں، اسے یاد کر کے موجودہ گناہوں والی زندگی سے واپس لوٹ آئیں۔

اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ

اٰتَيْنٰهُ	اٰيٰتِنَا	فَانْسَلَخَ	مِنْهَا	فَاَتْبَعَهُ	الشَّيْطٰنُ	فَكَانَ	مِنَ
دیں ہم نے اسے	اپنی آیتیں	سو وہ کھینچ کر نکلا	اس سے	تو پیچھے لگا اس کے	شیطان	تو ہو گیا وہ	سے

جسے ہم نے اپنی آیتیں عطا کی تھیں، پھر وہ انہیں چھوڑ کر نکلا، شیطان اُس کے پیچھے لگا اور وہ گمراہوں میں سے

الْغٰوِيْنَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ

الْغٰوِيْنَ ﴿١٧٥﴾	وَ	لَوْ	شِئْنَا	لَرَفَعْنٰهُ	بِهَا	وَ	لٰكِنَّهٗٓ	اَخْلَدَ	اِلَى	الْاَرْضِ
گمراہوں کے	اور	اگر	ہم چاہتے	البتہ ہم اسے بلند کرتے	ساتھ اس کے	اور	لیکن وہ	ہمیشہ رہنا چاہا	طرف	زمین کے

ہوگیا۔ ﴿١٧٥﴾ اگر ہم چاہتے تو اُن آیتوں کی برکت سے اُس کا درجہ بلند کر دیتے، لیکن اُس نے تو زمین میں ہمیشہ رہنا چاہا

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ

وَاتَّبَعَ	هَوٰىهُ	فَمَثَلُهٗ	كَمَثَلِ	الْكَلْبِ	اِنْ	تَحْمِلْ	عَلَيْهِ	يَلْهَثْ
اور پیروی کی اس نے	اپنی خواہش کی	سو مثال اس کی	جیسے مثال	کتے کی	اگر	تو بوجھ لادے	اس پر	وہ ہانپے

اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا رہا، سو اُس کی مثال کتے جیسی ہوئی، کہ اگر تم اُس پر بوجھ لاد دو تب بھی ہانپے

اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

اَوْ	تَتْرُكْهُ	يَلْهَثْ	ذٰلِكَ	مَثَلُ	الْقَوْمِ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
یا	تو چھوڑ دے اسے	وہ ہانپے	وہ	مثال	قوم کی	جنہوں نے	جھٹلایا	ہماری آیتوں کو

اور اگر چھوڑ دو تب بھی ہانپے، یہ مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا،

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٧٦﴾ سَاۗءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ

فَاقْصُصِ	الْقَصَصَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٧٦﴾	سَاۗءَ	مَثَلَاۨ	الْقَوْمُ
تو بیان کر	واقعہ	تاکہ وہ	غور و فکر کریں	بہت بری ہے	مثال	قوم کی

سو آپ یہ واقعات بیان کرتے رہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ ﴿١٧٦﴾ بہت بری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿١٧٧﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَاَنْفُسَهُمْ	كَانُوْا	يَظْلِمُوْنَ ﴿١٧٧﴾	مَنْ	يَّهْدِ	اللّٰهُ
جنہوں نے	تکذیب کی	ہماری آیتوں کی	اور اپنی جانوں پر	تھے وہ	ظلم کرتے رہے	جسے	ہدایت دے	اللہ

ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ ﴿١٧٧﴾ جسے اللہ ہدایت دے دے،

﴿١٧٥﴾ ﴿١٧٦﴾ ان آیتوں کی تفسیر میں مفسرین نے بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے عالم اور مذہبی رہنما بلعم بن باعوراء کا واقعہ نقل کیا ہے جسے اس کی قوم نے بنی اسرائیل اور ان کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا کرنے کیلئے اکسایا، یہ شخص مستجاب الدعوات تھا، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا کرنے سے انکار کر دیا کہ میں اللہ کے پیغمبر کے خلاف کیسے بددعا کر سکتا ہوں؟ لیکن دشمن کا اصرار جاری رہا، اس نے انہیں ٹالنے کیلئے استخارہ کرنے کی مہلت مانگی، استخارے میں اسے اس حرکت سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا، ان لوگوں نے اسے ہدیہ کے نام پر رشوت دی، بیوی کے کہنے میں آ کر اس نے وہ رقم لے لی اور بددعا شروع کر دی، لیکن ہوا یہ کہ بددعا کے کلمات وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف نکالنا چاہتا تھا لیکن اس کی زبان سے ان کے دشمنوں کا نام جاری ہو جاتا تھا، بار بار کوشش کے باوجود وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا نہ کر سکا اور اس کی زبان اس کے سینے پر لٹک گئی، اللہ تعالیٰ نے اسے جو علم عطا فرمایا تھا، اس کا تقاضا تھا کہ وہ بڑی سے بڑی رشوت اور پیشکش کو ٹھکرا دیتا اور اپنے علم پر عمل کرتا لیکن وہ تو اس میں سے ایسے نکل گیا جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور پلٹ کر واپس نہیں آتا، بس وہیں سے شیطان اس کے پیچھے لگا اور اس پر محنت شروع کر دی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گمراہ ہو گیا، اللہ نے اسے جو علم عطا فرما رکھا تھا، اس کی بدولت اسے بہت سے بلند درجات نصیب ہو سکتے تھے لیکن وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا، اس کا خیال تھا کہ وہ زمین میں ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ نے اسے کتے کے ساتھ تشبیہ دی ہے، مقام عبرت ہے کہ اس قدر علم و فضل کے باوجود کتے کے ساتھ تشبیہ دی جائے، کہاں ہیں وہ علماء جو دنیا کی خاطر اپنا دین بیچ رہے ہیں؟ سنیں اور غور کریں، جو لوگ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں، ان کی بھی یہی مثال ہے، أعاذنا الله منها۔

فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ

فَهُوَ	الْمُهْتَدِيْ	وَ	مَنْ	يُّضْلِلْ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾	وَلَقَدْ
تو وہ	ہدایت پانے والا	اور	جسے	وہ گمراہ کردے	تو وہ لوگ	وہی	نقصان اٹھانے والے	اور البتہ یقیناً

وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہوتے ہیں۔ ۱۷۸ اور یقیناً

ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ

ذَرَاْنَا	لِجَهَنَّمَ	كَثِيْرًا	مِّنَ	الْجِنِّ	وَ	الْاِنْسِ	لَهُمْ	قُلُوْبٌ	لَّا	يَفْقَهُوْنَ
پیدا کیا ہم نے	جہنم کیلئے	بہت سوں کو	سے	جنوں	اور	انسانوں کے	ان کے لئے	بہت سے دل	نہیں	سمجھتے وہ

ہم نے جہنم کیلئے بہت سے جن و انس کو پیدا کیا، اُن کے دل ہیں تاہم وہ ان سے سمجھتے

بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ

بِهَا	وَ	لَهُمْ	اَعْيُنٌ	لَّا	يُبْصِرُوْنَ	بِهَا	وَ	لَهُمْ	اٰذَانٌ	لَّا	يَسْمَعُوْنَ	بِهَا
ان کے ذریعے	اور	ان کی	آنکھیں	نہیں	دیکھتے وہ	ان کے ذریعے	اور	ان کے لئے	بہت سے کان	نہیں	سنتے وہ	ان کے ذریعے

نہیں، اُن کی آنکھیں ہیں تاہم وہ اُن سے دیکھتے نہیں، اور اُن کے کان ہیں تاہم وہ اُن سے سنتے نہیں،

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ

اُولٰٓئِكَ	كَالْاَنْعَامِ	بَلْ	هُمْ	اَضَلُّ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾	وَ	لِلّٰهِ
وہ لوگ	چوپایوں کیطرح	بلکہ	وہ	زیادہ بھٹکے ہوئے	وہ لوگ	وہی	بے خبر لوگ	اور	اللہ ہی کیلئے

وہ لوگ چوپایوں کی طرح بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے ہیں، وہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ۱۷۹ اور اللہ ہی کیلئے

الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ

الْاَسْمَاۗءُ	الْحُسْنٰى	فَادْعُوْهُ	بِهَا	وَ	ذَرُوا	الَّذِيْنَ	يُلْحِدُوْنَ	فِيْٓ
بہت سے نام	اچھے	تو تم پکارو اسے	ان کے ذریعے	اور	چھوڑ دو تم	ان لوگوں کو جو	ٹیڑھا پن کرتے ہیں	بیچ

سب اچھے نام ہیں، سو تم اسے انہی ناموں سے پکارا کرو اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اُس کے ناموں میں کج

اَسْمَاۗئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ

اَسْمَاۗئِهٖ	سَيُجْزَوْنَ	مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾	وَ	مِمَّنْ	خَلَقْنَآ	اُمَّةٌ
اس کے ناموں کے	عنقریب وہ بدلہ دیئے جائیں گے	اس کا جو	تھے وہ	عمل کرتے رہے	اور	ان میں سے جو	پیدا کئے ہم نے	ایک جماعت

تلاش کرتے ہیں، عنقریب وہ اُن اعمال کا بدلہ پائیں گے جو وہ کرتے رہے تھے۔ ۱۸۰ اور جن لوگوں کو ہم نے پیدا کیا ہے، اُن میں سے ایک جماعت

۱۷۸ اس آیت مبارکہ میں ایک اصول بیان کیا گیا ہے کہ ہدایت اور گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے، بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ علم اور ہنر رکھنے والے با صلاحیت نابغہ روزگار گمراہ ہو جاتے ہیں اور جہالت میں پل بڑھ کر جوان ہونے والے ہدایت کے سرچشمے سے فیض یاب ہو جاتے ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے، گمراہ کر دیتا ہے۔

۱۷۹ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا جسمانی نظام بظاہر صحیح کام کرتا ہے، لیکن روحانی اور باطنی طور پر ان کے تمام اعضاء ناکارہ ہو چکے ہیں، چنانچہ ظاہری طور پر ان کے دل کی دھڑکن اور خون کی گردش بالکل صحیح کام کر رہی ہے لیکن حقیقت میں ان پر ایسی مہر لگ چکی ہے کہ گویا دل نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے، آنکھیں ظاہری طور پر اندھیرے میں سوئی تلاش کر لیتی ہیں، لیکن باطنی آنکھ سے انہیں حق نظر نہیں آتا، ان کے کان دور سے ہونے والی گفتگو بآسانی سن لیتے ہیں لیکن قریب سے کہی جانے والی حق بات نہیں سن پاتے، ایسے جسم کا کیا فائدہ جس کی روحانی موت واقع ہو چکی ہو اور جسم والا اس سے بے خبر جانوروں کی طرح زندگی گزار رہا ہو، بلکہ یہ زندگی تو جانوروں سے بھی گئی گزری ہے، جانور بھی کم از کم درجے میں اپنے مالک کا احسان مند ہوتا ہے، انکی بیماری کی اصل جڑ غفلت ہے، چونکہ ایسے انسانوں اور جنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور انہیں سزا بھگتنے کیلئے جہنم میں جانا پڑے گا، اس لیے آیت کے آغاز میں فرمایا ہے کہ ہم نے بہت سارے انسانوں اور جنوں کو جہنم کیلئے پیدا کیا ہے۔

۱۸۰ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کو اُس کے اسماءِ حسنیٰ سے پکارنے کا حکم دیا گیا ہے، جامع ترمذی کی روایت میں حق تعالیٰ کے ننانوے اسماءِ حسنیٰ کو یاد کرنے پر جنت میں داخلے کی بشارت سنائی گئی ہے، عام طور پر یہ اسماء حسنیٰ لوگوں کو یاد بھی ہیں، لیکن یہ بات معلوم ہونا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صرف یہی ننانوے نام نہیں ہیں، اس کے علاوہ بھی اُس کے بے شمار نام ہیں، جن کا تلفظ بھی پاکیزہ ہے اور اُن کے معانی بھی، اگر کچھ لوگ کجی اس میں اختیار کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ ناموں کو گناہ کے موقع پر استعمال کرتے ہیں، یا غیر اللہ پر اُن کا اطلاق کرتے ہیں تو ایسے لوگ چھوڑ دیئے جانے کے قابل ہیں، انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن مل جائیگا۔

يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٨١﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

يَهْدُوْنَ	بِالْحَقِّ	وَ	بِهٖ	يَعْدِلُوْنَ ﴿١٨١﴾	وَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
رہنمائی کرتے ہیں وہ	حق کی	اور	ساتھ اس کے	انصاف کرتے ہیں	اور	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو

حق کی رہنمائی کرتی ہے اور وہ اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں۔ ﴿١٨١﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی،

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۗ اِنَّ

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ	مِّنْ	حَيْثُ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾	وَاُمْلِيْ	لَهُمْ	اِنَّ
عنقریب ہم انہیں ڈھیل دیں گے	سے	ایسی جگہ کے	نہیں	وہ جانتے ہوں گے	اور میں مہلت دوں گا	انہیں	بیشک

ہم انہیں ڈھیل دیتے ہوئے ایسی جگہ سے پکڑیں گے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ ﴿١٨٢﴾ اور میں انہیں مہلت دوں گا، بیشک

كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۗ

كَيْدِيْ	مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾	اَوَلَمْ	يَتَفَكَّرُوْا	مَا	بِصَاحِبِهِمْ	مِّنْ	جِنَّةٍ
میری تدبیر	مضبوط	اور کیا نہیں	غور وفکر کیا انہوں نے	نہیں	ان کے ساتھی کو	سے	کوئی جنون

میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ ﴿١٨٣﴾ کیا انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اُن کے رفیق کو کچھ بھی جنون نہیں ہے،

اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ

اِنْ	هُوَ	اِلَّا	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾	اَوَلَمْ	يَنْظُرُوْا	فِيْ	مَلَكُوْتِ	السَّمٰوٰتِ
نہیں	وہ	مگر	آگاہ کرنے والا	کھلم کھلا	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	بیچ	سلطنت کے	آسمانوں کی

وہ تو صرف کھلم کھلا آگاہ کرنے والے ہیں۔ ﴿١٨٤﴾ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں،

وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ

وَ	الْاَرْضِ	وَ	مَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	مِنْ	شَيْءٍ	وَّ	اَنْ	عَسٰٓى	اَنْ	يَّكُوْنَ
اور	زمین کی	اور	وہ جو	پیدا کیا	اللہ نے	سے	کسی چیز کے	اور	یہ کہ	ہوسکتا ہے	یہ کہ	ہو

اور اللہ نے جو کچھ بھی پیدا کیا ہے اس میں غور نہیں کیا؟ اور یہ کہ ممکن ہے اُن کی

قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٥﴾ مَنْ

قَدِ	اقْتَرَبَ	اَجَلُهُمْ	فَبِاَيِّ	حَدِيْثٍۭ	بَعْدَهٗ	يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٥﴾	مَنْ
تحقیق	قریب آگئی	ان کی مدت	سو کس	بات کو	اس کے پیچھے	وہ مانیں گے	جو کوئی

مدت قریب آچکی ہو، سو اِس کے بعد بھی وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ﴿١٨٥﴾ اللہ

ع ٢٢ ١٠ ١٢

﴿١٨١﴾ اس آیت مبارکہ میں "من خلقنا" کا لفظ عام ہے جو کہ حق تعالیٰ کی ہر جاندار مکلف مخلوق کو شامل ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر جاندار مکلف مخلوق میں ہم نے ایک معتدل جماعت ہر زمانے میں پیدا کی ہے جو حق کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل وانصاف پر مبنی فیصلے کرتے ہیں۔

﴿١٨٢﴾ ﴿١٨٣﴾ ان آیتوں میں تکذیب و نافرمانی کرنے والوں کیلئے استدراج اور ڈھیل کا ذکر کیا گیا ہے، انسان بعض اوقات نافرمانی اور سرکشی کے کاموں میں آگے بڑھتا جاتا ہے، حق تعالیٰ کی طرف سے اُس پر فوری گرفت نہیں آتی، وہ مزید نڈر اور بے باک ہو جاتا ہے، اسے مزید مہلت دے دی جاتی ہے، اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اُس سے بے خبر ہو جاتا ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اتمام حجت کرنا چاہتا ہے اور اس کیلئے اسے ڈھیل دے دیتا ہے، یہ اللہ کی تدبیر کا حصہ ہے اور اسکی ہر تدبیر مضبوط ہوتی ہے، اس لیے ایسے لوگ بچ نہیں پاتے۔

﴿١٨٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اُن لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے جو رسول اکرم ﷺ کو معاذ اللہ مجنون قرار دیتے تھے، وہ ذرا سوچ کر بتائیں کہ کیا مجنون ایسے ہی ہوتے ہیں؟ ان کے ہوش وحواس ٹھیک ہوتے ہیں؟ ان کی عقل صحیح کام کر رہی ہوتی ہے؟ ان کی زبان سے ایسے موتی جھڑتے ہیں؟ ان کے اخلاق ایسے پاکیزہ ہوتے ہیں؟ لوگ اُن سے اس طرح محبت اور عقیدت رکھتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو مجنون اور دیوانے ایسے ہوتے ہیں اور نہ ہی رسول اکرم ﷺ مجنون ہیں، وہ تو لوگوں کو اُن کے اور ساری کائنات کے مستقبل سے آگاہ کرنے والے ہیں تاکہ لوگ اپنے انجام کے حوالے سے فکرمند ہو جائیں۔

﴿١٨٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کو اللہ کی حکومت وسلطنت، سطوت وشوکت اور اس کی پیدا کردہ مخلوق کے حوالے سے غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ ذرا سوچو تو سہی کہ ایسا اقتدار، ایسی عظیم سلطنت اور ایسی بہترین مخلوق کس نے پیدا کی اور یہ چیزیں کس کی ملکیت ہیں؟ کیا تمہیں مرنا یاد نہیں رہا؟ ممکن ہے کہ تمہاری موت کا وقت قریب آچکا ہو، اگر اب بھی قرآن پر ایمان نہ لاؤ گے تو اور کب ایمان لاؤ گے یا کس بات پر ایمان لاؤ گے؟

يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۚ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

يُضْلِلِ	اللّٰهُ	فَلَا	هَادِيَ	لَهٗ	وَ	يَذَرُهُمْ	فِيْ	طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ ۱۸۶
گمراہ کردے	اللہ	تو نہیں	کوئی ہدایت دینے والا	اسے	اور	وہ چھوڑ دیتا ہے انہیں	بیچ	ان کی سرکشی کے	وہ بھٹکتے رہیں

جسے گمراہ کر دے، اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور وہ انہیں اُن کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔ ۱۸۶

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۚ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	السَّاعَةِ	اَيَّانَ	مُرْسٰهَا	قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا	عِنْدَ
وہ پوچھتے ہیں تجھ سے	سے	قیامت کے	کب ہوگا	اس کا قائم ہونا	تو کہہ	وہ تو صرف	اس کا علم	نزدیک

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقت کب آئے گا؟ (اے نبی! ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اُس کا علم تو میرے رب کے

رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؔ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

رَبِّيْ	لَا	يُجَلِّيْهَا	لِوَقْتِهَآ	اِلَّا	هُوَ	ثَقُلَتْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ
میرے رب کے	نہیں	کھولے گا وہ اسے	اس کے وقت کو	مگر	وہ	بھاری ہے وہ	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے

پاس ہے، اُسے اُس کے وقت پر وہ خود ہی کھول دے گا، آسمانوں اور زمین میں وہ بڑی بھاری بات ہے،

لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۚ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۚ قُلْ اِنَّمَا

لَا	تَاْتِيْكُمْ	اِلَّا	بَغْتَةً	يَسْـَٔلُوْنَكَ	كَاَنَّكَ	حَفِيٌّ	عَنْهَا	قُلْ	اِنَّمَا
نہیں	وہ تمہارے پاس آئے گی	مگر	اچانک	وہ پوچھتے ہیں تجھ سے	گویا کہ تو	تلاش کرنے والا	اس سے	تو کہہ	وہ تو صرف

وہ تم پر اچانک ہی آپڑے گی، یہ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ اُس کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اُس کا

عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ

عِلْمُهَا	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ۱۸۷	قُلْ	لَآ	اَمْلِكُ
اس کا علم	پاس	اللہ کے	اور	لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	جانتے	تو کہہ	نہیں	میں مالک

حقیقی علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ۱۸۷ آپ فرما دیجئے کہ میں تو اپنی ذات کے

لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

لِنَفْسِيْ	نَفْعًا	وَ	لَا	ضَرًّا	اِلَّا	مَا	شَآءَ	اللّٰهُ	وَ	لَوْ	كُنْتُ	اَعْلَمُ	الْغَيْبَ
اپنی ذات کیلئے	کسی نفع کا	اور	نہ	کسی نقصان کا	مگر	وہ جو	چاہے	اللہ	اور	اگر	ہوں میں	جانتا	غیب کو

نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں سوائے اس کے جو اللہ چاہے، اگر میں غیب کا علم رکھتا

۱۸۶ اس آیت کا مضمون اسی سورت کی آیت نمبر ۱۷۸ میں بھی گزر چکا ہے، موضوع کی اہمیت کی وجہ سے اسے دوبارہ دہرایا گیا ہے۔

۱۸۷ اس آیت مبارکہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ یہ سوال ہر زمانے میں لوگوں کی توجہات کا مرکز بنا رہا ہے، لوگوں نے اس میں بہت سی خلافِ حقیقت باتیں بھی مشہور کر رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس طرزِ عمل پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار اس طرح فرمایا ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوالات ایسے پوچھتے ہیں کہ گویا آپ اسی کی تحقیق و جستجو میں لگے ہوئے ہیں اور آپ کو اس کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے؟ قیامت کا وقوع معمولی بات نہیں ہے، اس لیے اس کے پیچھے نہ پڑو، اس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جب وقت آئیگا تو وہ تم پر آپڑے گی، البتہ اتنا یاد رکھو کہ وہ اچانک ہی آئے گی، لوگ بے خبر اور غافل ہوں گے، ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا کہ آج قیامت کے وقوع کا دن ہے اور قیامت قائم ہو جائیگی۔

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ

لَاسْتَكْثَرْتُ	مِنَ	الْخَيْرِ ۛۚ	وَ	مَا	مَسَّنِيَ	السُّوْٓءُ ۚ	اِنْ	اَنَا	اِلَّا	نَذِيْرٌ
البتہ میں زیادہ طلب کروں	سے	خیر کے	اور	نہ	چھوئے مجھے	کوئی تکلیف	نہیں	میں	مگر	آگاہ کرنے والا

تو میں بہت سی خیر حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ چھوتی، میں تو صرف آگاہ کرنے اور خوشخبری

وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٨﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

وَ	بَشِيْرٌ	لِقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٨﴾	هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ	نَّفْسٍ	وَّاحِدَةٍ
اور	خوشخبری دینے والا	اس قوم کو جو	ایمان لاتے ہیں	وہ	وہی جس نے	تمہیں پیدا کیا	سے	جان کے	ایک

سنانے والا ہوں، اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔ ﴿۱۸۸﴾ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا

وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ

وَ	جَعَلَ	مِنْهَا	زَوْجَهَا	لِيَسْكُنَ	اِلَيْهَا ۚ	فَلَمَّا	تَغَشّٰىهَا	حَمَلَتْ
اور	بنایا اس نے	اس سے	اس کی بیوی کو	تاکہ وہ سکون پائے	طرف اس کے	سو جب	اُس نے اسے ڈھانپ لیا	وہ بوجھل ہوگئی

اور اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اُس کے پاس سکون حاصل کرے، پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا تو وہ ہلکی سے

حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ

حَمْلًا	خَفِيْفًا	فَمَرَّتْ	بِهٖ ۚ	فَلَمَّآ	اَثْقَلَتْ	دَّعَوَا	اللّٰهَ	رَبَّهُمَا	لَئِنْ
بوجھ اٹھانا	ہلکا سا	سو گذری وہ	اس کے ساتھ	پھر جب	بوجھ بڑھ گیا اس کا	ان دونوں نے پکارا	اللہ کو	اپنے رب کو	البتہ اگر

''بوجھل'' ہوگئی، پھر بھی وہ اُس کے ساتھ چلتی رہی، جب اس کا ''بوجھ'' بڑھ گیا تو ان دونوں نے اللہ کو، اپنے رب کو پکارا کہ اگر

اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا

اٰتَيْتَنَا	صَالِحًا	لَّنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾	فَلَمَّآ	اٰتٰىهُمَا	صَالِحًا
تونے دیا ہمیں	تندرستی والا	البتہ ضرور ہوں گے ہم	سے	شکر کرنے والوں کے	پھر جب	دے دیا اس نے ان دونوں کو	تندرستی والا

تو ہمیں تندرست اولاد عطا کردے تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔ ﴿۱۸۹﴾ پھر جب اللہ نے انہیں تندرست اولاد دیدی

جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٩٠﴾

جَعَلَا	لَهٗ	شُرَكَآءَ	فِيْمَآ	اٰتٰىهُمَا ۚ	فَتَعٰلَى	اللّٰهُ	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ﴿١٩٠﴾
بنانے لگے وہ دونوں	اس کیلئے	بہت سے شریک	اسمیں جو	اس نے دیا ان دونوں کو	سو برتر ہے	اللہ	اس سے جو	یہ شرک کرتے ہیں

تو وہ اللہ کی دی ہوئی چیز میں اُس کیلئے شریک ٹھہرانے لگے، سو اللہ اُن تمام چیزوں سے برتر ہے جو یہ اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ ﴿۱۹۰﴾

ع ۲۳ ۱۲

﴿۱۸۸﴾ اس آیت مبارکہ میں خالق اور مخلوق، مرسِل اور رسول کے درمیان فرق مراتب کو نمایاں کیا گیا ہے، یہ فرق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بے شمار مواقع پر مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ یہ فرق لوگوں کو اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے، چنانچہ سب سے پہلے تو یہ فرمایا گیا کہ میں تمہارے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، اللہ جو چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے، ساری مخلوق کے نفع اور نقصان پر اسی کا اختیار چلتا ہے، پھر یہ فرمایا گیا کہ میں عالم الغیب نہیں ہوں، یہ اللہ کی صفت ہے، اگر مجھے کلی طور پر غیب کا علم حاصل ہوتا تو میں ہر خیر حاصل کر لیتا اور کبھی کسی تکلیف، بیماری اور پریشانی میں مبتلا نہ ہوتا، میرا کام تو لوگوں کو مستقبل کے حوالے سے آگاہ کرنا، اچھے اور برے انجام کی اطلاع دینا، نیکو کاروں کو خوشخبری اور گناہ گاروں کو برے انجام سے ڈرانا ہے، سو میں اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں، اس آیت کی تفسیر میں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلویؒ کے ترجمے پر حاشیے میں مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ نے لکھا ہے'' بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اس کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو، کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کی تمام صفات ذاتی، تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی''۔۔۔۔انتہی۔

﴿۱۸۹﴾ ﴿۱۹۰﴾ ان آیتوں میں کسی خاص فرد کی بجائے نوعِ انسانی کا ایک رویہ بیان کیا گیا ہے، جس کیلئے یہ تمہید باندھی گئی ہے کہ اللہ نے انسان کو ایک جان سے پیدا کیا، اسی سے اس کا جوڑ ابنایا اور پھر اس سے اس کی نسل چلائی، پیدا کرنے اور نسل چلانے والا اللہ ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں، جب کوئی عورت ماں بننے کے مرحلے میں داخل ہوتی ہے تو وہ عورت اور اس کا شوہر دونوں مل کر اللہ تعالیٰ سے نیک اور صحیح سالم اولاد کی دعا کرتے ہیں، جب وہ اُن کی خواہش کے مطابق انہیں اولاد عطا فرماتا ہے تو وہ اپنے وعدے سے پھر جاتے ہیں، بہت سے لوگ اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں، کوئی اپنی اولاد کا نام مشرکانہ رکھ دیتا ہے، کوئی اپنی اولاد کو کسی بزرگ کا تصرف قرار دیتا ہے اور کوئی غیر اللہ کے نام کی نیازیں اور چڑھاوے چڑھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُن تمام چیزوں سے بالا و برتر ہے، بعض مفسرین نے ان آیتوں کا تعلق حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے ساتھ جوڑا ہے، لیکن آیت کے الفاظ عام ہیں۔

اَیُشْرِکُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ

اَیُشْرِکُوْنَ	مَا	لَا	یَخْلُقُ	شَیْـًٔا	وَ	هُمْ	یُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾	وَ	لَا	یَسْتَطِیْعُوْنَ
کیا یہ شریک کرتے ہیں	وہ جو	نہیں	پیدا کرتا	کچھ بھی	اور	وہ	پیدا کئے گئے	اور	نہیں	کر سکتے وہ

کیا یہ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ ﴿١٩١﴾ اور وہ اُن کی مدد کرنے کی

لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَی الْهُدٰی

لَهُمْ	نَصْرًا	وَ	لَآ	اَنْفُسَهُمْ	یَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾	وَ	اِنْ	تَدْعُوْهُمْ	اِلَی	الْهُدٰی
ان کی	مدد	اور	نہ	اپنی جانوں کی	وہ مدد کر سکتے ہیں	اور	اگر	تم انہیں بلاؤ	طرف	ہدایت کے

طاقت بھی نہیں رکھتے اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ ﴿١٩٢﴾ اور اگر تم انہیں ہدایت کی دعوت دو

لَا یَتَّبِعُوْکُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْکُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿١٩٣﴾

لَا	یَتَّبِعُوْکُمْ ؕ	سَوَآءٌ	عَلَیْکُمْ	اَدَعَوْتُمُوْهُمْ	اَمْ	اَنْتُمْ	صٰمِتُوْنَ ﴿١٩٣﴾
نہ	پیروی کریں گے وہ تمہاری	برابر ہے	تم پر	چاہے تم انہیں پکارو	یا	تم	خاموش لوگ

تو تمہاری پیروی نہیں کریں گے، تم پر برابر ہے کہ تم انہیں پکارو، یا خاموش رہو۔ ﴿١٩٣﴾

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْهُمْ

اِنَّ	الَّذِیْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	عِبَادٌ	اَمْثَالُکُمْ	فَادْعُوْهُمْ
بیشک	وہ لوگ جو	تم پکارتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے	بندے	تمہارے جیسے	سو تم پکارو انہیں

اللہ کو چھوڑ کر تم جن لوگوں کو پکارتے ہو، وہ تم جیسے بندے ہی ہیں، سو تم انہیں پکارو،

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿١٩٤﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا	لَکُمْ	اِنْ	کُنْتُمْ	صٰدِقِیْنَ ﴿١٩٤﴾	اَلَهُمْ	اَرْجُلٌ	یَّمْشُوْنَ
تو چاہئے کہ وہ پکار قبول کریں	تمہاری	اگر	تم ہو	سچے	کیا ان کے لئے	پاؤں	چلتے ہیں وہ

انہیں چاہیے کہ وہ تمہاری پکار کو قبول کریں اگر تم سچے ہو۔ ﴿١٩٤﴾ کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے وہ

بِهَآ ز اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ز اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ز

بِهَآ ز	اَمْ	لَهُمْ	اَیْدٍ	یَّبْطِشُوْنَ	بِهَآ ز	اَمْ	لَهُمْ	اَعْیُنٌ	یُّبْصِرُوْنَ	بِهَآ ز
ان کے ذریعے	یا	ان کے لئے	ہاتھ	پکڑتے ہیں وہ	ان کے ذریعے	یا	ان کی	آنکھیں	دیکھتے ہیں وہ	ان کے ذریعے

چلتے ہیں؟ یا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں؟ یا اُن کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟

﴿١٩١﴾ ﴿١٩٣﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے یہ سوال پوچھا ہے کہ جو خود مخلوق ہو، کیا اُسے خالق کے ساتھ برابر کرنا اور اُس کا شریک قرار دینا صحیح ہے؟ جو اپنی مدد نہیں کر سکتا، کیا وہ ان کی مدد کر سکتا ہے؟ جو اپنی حفاظت نہیں کر سکتا، کیا وہ ان کی حفاظت کر سکتا ہے؟ وہ تو ایسی بے جان مخلوق ہے کہ تمہارا اسے پکارنا نہ پکارنا دونوں برابر ہیں، نہ اُسے تمہاری پکار سنائی دیتی ہے اور نہ ہی اسے تمہاری خاموشی سے کوئی فرق پڑتا ہے، ان بے جان پتھروں اور لکڑیوں کو تم اپنا معبود مان کر اپنے اوپر کس قدر ظلم کر رہے ہو؟ اس سے اللہ کا کچھ نقصان ہرگز نہ ہوگا، البتہ تم ضرور نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

﴿١٩٤﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کو دعوت دی گئی ہے کہ اگر تم پتھر کے ان بے جان مجسموں کو اپنا معبود مانتے ہو تو انہیں تمہاری دعائیں بھی قبول کرنی چاہئیں، یہ بھی تمہاری طرح اللہ کی مخلوق ہیں، جیسے تم معبود نہیں بن سکتے، اسی طرح یہ بھی معبود نہیں بن سکتے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عاجز اور ایک قادر برابر ہو جائیں؟

اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا

اَمْ	لَهُمْ	اٰذَانٌ	يَّسْمَعُوْنَ	بِهَا ؕ	قُلِ	ادْعُوْا	شُرَكَآءَكُمْ	ثُمَّ	كِيْدُوْنِ	فَلَا
یا	ان کے لئے	کان	سنتے ہیں وہ	ان کے ذریعے	تُو کہہ	تم پکارو	اپنے شریکوں کو	پھر	تدبیر کرو میرے لئے	سو نہ

یا اُن کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ تم اپنے شرکاء کو بلالو، پھر میرے متعلق تدبیریں کرو اور مجھے مہلت

تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى

تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾	اِنَّ	وَلِیِّۦَ	اللّٰهُ	الَّذِیْ	نَزَّلَ	الْكِتٰبَ ۖ	وَهُوَ	يَتَوَلَّى
تم مہلت دو مجھے	بیشک	میرا کارساز	اللہ	جس نے	اتاری	کتاب	اور وہ	دوستی کرتا ہے

بھی نہ دو۔ [۱۹۵] بیشک میرا ولی تو اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی ہے اور وہ نیک بندوں سے ہی

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾	وَ	الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖ	لَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ
نیکوکاروں سے	اور	جن لوگوں کو	تم پکارتے ہو	سے	اس کے علاوہ	نہیں	وہ کرسکتے

دوستی کرتا ہے۔ [۱۹۶] اور اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کو تم پکارتے ہو، وہ تمہاری مدد نہیں

نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى

نَصْرَكُمْ	وَ	لَآ	اَنْفُسَهُمْ	يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾	وَ	اِنْ	تَدْعُوْهُمْ	اِلَى	الْهُدٰى
تمہاری مدد	اور	نہ	اپنی جانوں کی	وہ مدد کرسکتے ہیں	اور	اگر	تم بلاؤ انہیں	طرف	ہدایت کے

کر سکتے اور خود اپنی مدد بھی نہیں کرسکتے۔ [۱۹۷] اگر تم انہیں ہدایت کی دعوت دو

لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ

لَا	يَسْمَعُوْا ؕ	وَ	تَرٰىهُمْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَيْكَ	وَ	هُمْ	لَا	يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾	خُذِ
نہ	سنیں وہ	اور	آپ دیکھیں گے انہیں	وہ دیکھ رہے ہیں	تیری طرف	اور	وہ	نہیں	دیکھ رہے	پکڑ لے

تو کبھی نہ سنیں گے، اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف نظریں لگائے ہوئے ہیں اور دیکھ نہیں سکتے۔ [۱۹۸] آپ درگذر کی عادت

الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ

الْعَفْوَ	وَاْمُرْ	بِالْعُرْفِ	وَ	اَعْرِضْ	عَنِ	الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾	وَ	اِمَّا	يَنْزَغَنَّكَ
درگذر کرنے کو	اور حکم دے	بھلائی کا	اور	منہ پھیر لے	سے	جاہلوں کے	اور	اگر	تجھے برانگیختہ کردے

اختیار کیجئے، بھلائی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کشی کیجئے۔ [۱۹۹] اور اگر شیطان کا کوئی

[۱۹۵] اس آیتِ مبارکہ میں پیغمبرانہ عزیمت کا بھرپور مظاہرہ نظر آتا ہے کہ تم اپنے جن شرکاء کو بلانا چاہتے ہو، بلالو اور سب مل کر میرے خلاف جو تدبیر کرنا چاہتے ہو، کرلو اور مجھے ایک لمحے کی بھی مہلت نہ دو، مجھے ان سے کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہے، ان کے جسمانی اعضاء تم نے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہیں، یہ اپنے پاؤں سے چل نہیں سکتے، اپنے ہاتھوں سے پکڑ نہیں سکتے، اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے، اور اپنے کانوں سے سن نہیں سکتے، اپنی زبان سے بول نہیں سکتے، اپنی ناک سے سونگھ نہیں سکتے، اپنی پلکوں کو جھپکا نہیں سکتے، اپنے اوپر بیٹھی ہوئی مکھی کو اڑا نہیں سکتے، ان سے کیا ڈرنا؟ اگر ان جیسے معبودوں اور ان کی پوجا کرنے والوں سے ساری دنیا بھی بھر جائے تو مجھے ان سے کوئی خطرہ نہ ہوگا اور نہ وہ مجھے نقصان پہنچا سکیں گے۔

[۱۹۶] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی دوستی اور ولایت وحمایت پر کامل اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے، جسے حق تعالیٰ کی دوستی پر مکمل اعتماد نصیب ہوجائے، وہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے خوفزدہ نہیں ہوتا، اس کے مقابلے میں اگر ساری دنیا بھی اکٹھی ہو جائے تو اسے کوئی اندیشہ نہیں ہوتا، اور اللہ کن لوگوں سے دوستی کرتا ہے؟ اس آیت میں اس کا جواب بھی آ گیا ہے کہ وہ نیک لوگوں سے دوستی کرتا ہے، سو جو شخص اللہ سے دوستی کرنا چاہتا ہے، اس کیلئے راستہ کھلا ہے۔

[۱۹۷] [۱۹۸] ان آیتوں کا مضمون چند سطریں قبل بیان ہو چکا ہے، اہمیت کی وجہ سے دوبارہ دہرایا گیا ہے تا کہ مشرکین کے سامنے ان کے معبودوں کی بے بسی ظاہر ہو سکے۔

[۱۹۹] [۲۰۰] ان آیتوں میں رسول اکرم ﷺ کو چار حکم دیئے گئے ہیں، روئے سخن تو نبی ﷺ کی طرف ہی ہے اور وہی اس کے اوّل مخاطب ہیں لیکن مقصد امت کو سنانا ہے اور امت کو بھی ان چاروں کی تاکید کی گئی ہے، پہلا حکم یہ کہ درگزر اور معاف کرنے کی عادت ڈالو، یہ صفت اللہ کو بہت پسند ہے اور وہ خود بھی درگزر اور معاف کرنے والا ہے، دوسرا حکم یہ کہ لوگوں کو بھلائی اور نیکی کے کاموں کی تلقین کرتے رہو، امر بالمعروف کا یہ فریضہ کسی حال میں بھی ترک نہیں ہونا چاہیے،

مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٠٠﴾ اِنَّ

مِنَ	الشَّيْطٰنِ	نَزْغٌ	فَاسْتَعِذْ	بِاللّٰهِ	اِنَّهٗ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ۝	اِنَّ
سے	شیطان کی	کوئی چھیڑ چھاڑ	تو پناہ میں آجا	اللہ کی	بیشک وہ	خوب سننے والا	جاننے والا	بیشک

حملہ آپ کو برانگیختہ کردے تو اللہ کی پناہ میں آجایئے، بیشک وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ٢٠٠ جن

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۤىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ

الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	اِذَا	مَسَّهُمْ	طٰۤىِٕفٌ	مِّنَ	الشَّيْطٰنِ	تَذَكَّرُوْا	فَاِذَا	هُمْ
جولوگ	ڈرے	جب	چھوئے انہیں	کوئی گذرنے والا	سے	شیطان کے	چونک جاتے ہیں وہ	سو اسی وقت	وہ

لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا، اگر شیطان کا گذر اُن پر ہو جائے تو وہ فوراً چونک جاتے ہیں اور اسی وقت وہ سمجھنے

مُّبْصِرُوْنَ ﴿٢٠١﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾

مُّبْصِرُوْنَ ۝	وَاِخْوَانُهُمْ	يَمُدُّوْنَهُمْ	فِي	الْغَيِّ	ثُمَّ	لَا	يُقْصِرُوْنَ ۝
دیکھنے والے	اوران کے بھائی	کھینچتے ہیں انہیں	بیچ	گمراہی کے	پھر	نہیں	وہ کوتاہی کرتے

بوجھنے والے ہو جاتے ہیں۔ ٢٠١ باقی رہے شیطان کے بھائی تو وہ انہیں گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں اور کوتاہی بھی نہیں کرتے۔ ٢٠٢

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ

وَاِذَا	لَمْ	تَاْتِهِمْ	بِاٰيَةٍ	قَالُوْا	لَوْلَا	اجْتَبَيْتَهَا	قُلْ	اِنَّمَآ	اَتَّبِعُ
اور جب	نہ	تُو آئے ان کے پاس	ساتھ کسی نشانی کے	کہتے ہیں وہ	کیوں نہیں	تو نے اسے چن لیا	تُو کہہ	وہ تو صرف	میں پیروی کرتا ہوں

اور جب آپ اُن کے پاس کوئی نشانی لیکر نہ جائیں تو کہتے ہیں کہ آپ نے خود ہی کوئی نشانی کیوں نہ منتخب کرلی، آپ فرما دیجئے کہ میں تو صرف اُس وحی کی

مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۤىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ

مَا	يُوْحٰٓى	اِلَيَّ	مِنْ	رَّبِّيْ ۚ	هٰذَا	بَصَاۤىِٕرُ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	وَهُدًى	وَّ	رَحْمَةٌ
اس کی جو	وحی کی گئی	میری طرف	سے	میرے رب کے	یہ	بصیرت کی باتیں	سے	تمہارے رب کے	اور سراپا ہدایت	اور	رحمت

پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے مجھ پر کی گئی ہے، یہ تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی باتیں ہیں اور اہلِ ایمان کیلئے

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا

لِقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ۝	وَ	اِذَا	قُرِئَ	الْقُرْاٰنُ	فَاسْتَمِعُوْا	لَهٗ	وَ	اَنْصِتُوْا
ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لاتے ہیں	اور	جب	پڑھا جائے	قرآن	تو تم کان لگا کر سنو	اسے	اور	خاموش رہو

باعثِ ہدایت و رحمت ہیں۔ ٢٠٣ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر سنا کرو اور خاموش رہا کرو

تیسرا حکم یہ کہ جہلاء سے الجھنے کی ضرورت نہیں، ان سے کنارہ کشی رکھو، کیونکہ جاہل سے الجھنے میں جہالت ہی پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس سے علم اور معرفت کے دروازے تو کھل نہیں سکتے، چوتھا حکم یہ کہ جب بھی شیطان کوئی حملہ کرنا چاہے، فوراً اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں دیدو، اس کی پناہ کو کوئی رد نہیں کرسکتا۔

٢٠١ اس آیت مبارکہ میں اُن اہل تقویٰ کا ذکر ہے جو بشری اور نفسانی تقاضوں سے مغلوب نہیں ہوتے لیکن کبھی کبھار شیطان کا داؤ چل ہی جاتا ہے، اگر ایسا ہو جائے تو وہ اسی وقت چونک جاتے ہیں، انہیں شیطان کے حملے کا احساس فوراً ہو جاتا ہے اور وہ فوری طور پر اس کا تدراک اور ازالہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اہل تقویٰ کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔

٢٠٢ ٢٠٣ ان آیتوں میں شیطانی حملوں کا شکار ہونے والے اُن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے دلوں میں تقویٰ موجود نہیں ہے یا اس نے اپنی جڑ مضبوط نہیں کی، وہ سرکشی میں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں، وہ اپنے بڑھے ہوئے قدم پیچھے نہیں ہٹاتے، انہیں اپنی غلطی اور کوتاہی کا احساس بھی نہیں ہوتا، اگر کبھی وحی آنے میں تاخیر ہو جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ تم اپنے پاس سے کوئی وحی کیوں نہیں لے آتے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ میرا کام اپنے رب کی وحی پر عمل کرنا ہے، اپنے پاس سے کوئی وحی یا معجزہ چھانٹ کر لانا میرا کام ہے اور نہ ہی میری ذمہ داری، قرآن کریم کی شکل میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آیات بصیرت اور پیغام ہدایت و رحمت آچکا ہے، شیطان کے حملوں سے بچنے کیلئے یہ نسخۂ کیمیا ہے۔

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا

لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ﴿٢٠٤﴾	وَ	اذْكُرْ	رَّبَّكَ	فِيْ	نَفْسِكَ	تَضَرُّعًا
تاکہ تم	رحم کیے جاؤ	اور	یاد کر	اپنے رب کو	میں	اپنے دل کے	گڑگڑا کر

تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ٢٠٤ اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ، خوف کی

وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ

وَ	خِيْفَةً	وَ	دُوْنَ	الْجَهْرِ	مِنَ	الْقَوْلِ	بِالْغُدُوِّ	وَ	الْاٰصَالِ
اور	خوف کی حالت میں	اور	نیچے	اونچی	سے	بات کے	صبح کو	اور	شام کو

حالت میں اور اونچی سے کم آواز میں صبح و شام یاد کیا کرو،

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

وَ	لَا	تَكُنْ	مِّنَ	الْغٰفِلِيْنَ ﴿٢٠٥﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	عِنْدَ	رَبِّكَ
اور	نہ	ہو جا	سے	بے خبروں کے	بیشک	جو لوگ	پاس	تیرے رب کے

اور بے خبر لوگوں میں سے نہ ہونا۔ ٢٠٥ بیشک جو لوگ آپ کے رب کے پاس ہیں،

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۩ ﴿٢٠٦﴾ ع

لَا	يَسْتَكْبِرُوْنَ	عَنْ	عِبَادَتِهٖ	وَ	يُسَبِّحُوْنَهٗ	وَ	لَهٗ	يَسْجُدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾
نہیں	تکبر کرتے وہ	سے	اس کی عبادت کے	اور	تسبیح کرتے ہیں اس کی	اور	اس کیلئے	سجدہ کرتے ہیں

وہ اُس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، اُس کی تسبیح بیان کرتے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ ٢٠٦

اٰيَاتُهَا ٧٥ — (٨) سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ (٨٨) — رُكُوْعَاتُهَا ١٠

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْاَنْفَالِ	قُلِ	الْاَنْفَالُ	لِلّٰهِ	وَ	الرَّسُوْلِ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ
یہ تجھ سے پوچھتے ہیں	سے	غنیمتوں کے	تو کہہ	غنیمتیں	اللہ کیلئے	اور	پیغمبر کیلئے	سو ڈرو تم	اللہ سے

یہ لوگ آپ سے مالِ غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ مالِ غنیمت تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا ہے، سو اللہ سے ڈرو

٢٠٤ اس آیت مبارکہ میں تلاوت قرآن کریم کے دو ادب استماع اور انصات بیان کیے گئے ہیں، استماع کا معنی کامل توجہ اور یکسوئی کے ساتھ سننا ہے اور انصات کا معنی خاموشی اختیار کرنا ہے، یہ دو الگ الگ حکم اس لیے دیے گئے ہیں کہ بعض اوقات انسان سن رہا ہوتا ہے لیکن خاموش بھی نہیں ہوتا اور بعض اوقات خاموش ہوتا ہے لیکن سن نہیں رہا ہوتا، اس لیے دونوں حکم دیے گئے اور دونوں پر عمل کے نتیجے میں اللہ کی رحمت اور مہربانی کا وعدہ کیا گیا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ ان دونوں کا اہتمام کرنے والے کو حق تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے ضرور نوازا ہے۔

٢٠٥ اس آیت مبارکہ میں ذکر کے آداب بیان کیے گئے ہیں، پہلا ادب لفظ "فی نفسک" میں ہے جس سے بعض صوفیاء نے ذکرِ خفی" مراد لیکر اس کی فضیلت پر استدلال کیا ہے، دوسرا ادب یہ ہے کہ ذکر کے وقت انسان پر عاجزی کے آثار ظاہر ہوں، تیسرا ادب یہ ہے کہ دل میں خوف خدا کے جذبات و اثرات موجود ہوں، چوتھا ادب یہ ہے کہ آواز بہت زیادہ اونچی نہ ہو، یہ پہلے ادب کا تتمہ ہے اور دوبارہ اس کا ذکر "اخفاء" کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے، پانچواں ادب یہ ہے کہ اس کیلئے صبح اور شام دونوں کناروں میں کچھ وقت مخصوص کرے، جیسا کہ عام طور پر اوراد و وظائف میں صبح و شام کی تاکید کی جاتی ہے اور چھٹا ادب یہ ہے کہ ذکر کے وقت انسان غافل نہ ہو، کیونکہ غفلت اور ذکر دونوں کا کوئی جوڑ نہیں بنتا۔

٢٠٦ اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کی تسبیح و تحمید اور سجدہ و عبادت کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر حق تعالیٰ کی عبادت کرنے میں اپنے لیے عار محسوس نہیں کرتے، وہ تو نہایت شوق اور ذوق کے ساتھ اس کی عبادت کرتے، اس کے سامنے سجدہ کرتے اور اس کی تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں، سو اہل ایمان کو بھی چاہیے کہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں، آیات سجدہ میں سے یہ پہلی آیت ہے جس پر سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے۔

الحمد للہ! آج مورخہ ٣ مارچ ٢٠١٨ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر سورۃ الاعراف کے مختصر حواشی کی تکمیل ہوئی، حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرما کر کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور بقیہ سورتوں کی تکمیل کے اسباب فراہم فرمائے آمین

سورة الأنفال

سورۃ انفال مدنی سورت ہے، اس کے حروف ٥٢٩٤، کلمات ١٢٣١، آیات ٧٥ اور رکوعات ١٠ ہیں، لفظ "الأنفال" جمع ہے "نفل" کی، اس کا لفظی معنی اضافہ اور زائد چیز ہوتا ہے، یہاں اس کا اطلاق مال غنیمت پر ہوا ہے کیونکہ وہ بھی اصل نفع سے زائد ہوتا ہے، اس سورت کی بیشتر آیات کا تعلق غزوۂ بدر کے احوال سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حق کو باطل پر ایسی عظیم فتح عطا فرمائی تھی کہ مشرکوں کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ستر نامور لوگ قید ہو گئے، اس کی مکمل تفصیلات اس عاجز کی کتاب جواہر الحدیث میں دیکھیے۔ یہاں آیات کی تفسیر میں موقع کی مناسبت سے چند گزارشات پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے گا، وباللہ التوفیق۔

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ

وَ	اَصْلِحُوْا	ذَاتَ بَيْنِكُمْ	وَاَطِيْعُوْا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	اِنْ	كُنْتُمْ
اور	صلح کروایا کرو	آپس میں اپنے درمیان	اور اطاعت کرو	اللہ کی	اور اس کے پیغمبر کی	اگر	تم ہو

اور آپس میں صلح کروا دیا کرو، نیز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ

مُّؤْمِنِيْنَ ①	اِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	الَّذِيْنَ	اِذَا	ذُكِرَ	اللّٰهُ	وَجِلَتْ
ایمان والے	وہ تو صرف	ایمان والے	وہ لوگ	جب	ذکر کیا جائے	اللہ کا	لرزتے ہیں

مومن ہو۔ [1] مومن تو وہی ہوتے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل

قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ

قُلُوْبُهُمْ	وَ	اِذَا	تُلِيَتْ	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُهٗ	زَادَتْهُمْ	اِيْمَانًا	وَّ	عَلٰى	رَبِّهِمْ
دل ان کے	اور	جب	تلاوت کی جائے	ان پر	اس کی آیتوں کی	وہ اضافہ کر دیتی ہیں ان میں	ایمان کا	اور	پر	اپنے رب کے

لرزنے لگتے ہیں، جب اُن کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو اُن کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر

يَتَوَكَّلُوْنَ ② الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

يَتَوَكَّلُوْنَ ②	الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ
وہ بھروسہ کرتے ہیں	جو لوگ	قائم کرتے ہیں	نماز	اور	اسمیں سے جو	ہم نے انہیں دیا

بھروسہ رکھتے ہیں۔ [2] وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے

يُنْفِقُوْنَ ③ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۗ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ

يُنْفِقُوْنَ ③	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُؤْمِنُوْنَ	حَقًّا	لَهُمْ	دَرَجٰتٌ	عِنْدَ
خرچ کرتے ہیں	وہ لوگ	وہی	ایمان والے	پکے	ان کیلئے	درجے بہت سے	پاس

خرچ کرتے ہیں۔ [3] وہی لوگ حقیقی مومن ہیں، اُن کیلئے اُن کے رب کے یہاں

رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ

رَبِّهِمْ	وَمَغْفِرَةٌ	وَّ	رِزْقٌ	كَرِيْمٌ ④	كَمَآ	اَخْرَجَكَ	رَبُّكَ	مِنْ
ان کے رب کے	اور مغفرت	اور	رزق	باعزت	جیسا کہ	نکالا تجھے	تیرے رب نے	سے

درجات، مغفرت اور باعزت رزق ہے۔ [4] جیسے آپ کو آپ کے رب نے آپ کے گھر سے

[1] اس آیت مبارکہ میں فتح بدر کے بعد کی صورتحال بیان کی گئی ہے کہ جب مال غنیمت حاصل ہوا تو صحابہ میں سے بڑھ چڑھ کر لڑنے والے نوجوانوں کی درخواست تھی کہ یہ مال غنیمت ہمیں ملنا چاہیے، جن حضرات نے پشت سے زور لگایا تھا، وہ سمجھ رہے تھے کہ مال غنیمت پر ہمارا حق ہے، اگر ہم پشت سے زور نہ لگاتے تو فتح نصیب نہ ہوتی، جن حضرات نے رسول اکرم ﷺ کی حفاظت کے سلسلے میں خدمات سرانجام دی تھیں، ان کے جذبات بھی ایسے ہی تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا منشا اس تکرار کا فیصلہ کرنا ہے کہ مال غنیمت کس کا حق ہے اور کسے ملنا چاہیے؟ چنانچہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت قرار دیکر ہمیشہ کیلئے یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ یہ کسی خاص گروہ کا حق نہیں ہوتا، اللہ اور اس کے رسول جسے چاہیں دیدیں، اور وہ کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے، لہٰذا وہ انصاف کے تقاضوں کے مطابق اسے تمہارے درمیان تقسیم کر دیں گے، تم اللہ سے ڈرتے رہو، آپس میں رنجش پیدا کرنے کی بجائے صلح اور اصلاح کے ساتھ رہو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کے جذبے سے سرشار رہو تاکہ تمہارے ایمان کی حفاظت ہو۔

[2] [4] ان آیتوں میں اہل ایمان کی چند صفات ذکر کی گئی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ تم لوگوں کو مال غنیمت کے حوالے سے تکرار کرنے کی بجائے اپنے اندر ان پاکیزہ اخلاق اور صفات کو پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، پہلی صفت یہ کہ دلوں میں اللہ کی عظمت، ہیبت اور جلال موجود ہو، دوسری صفت یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت سن کر ایمان میں اضافہ اور ایمان تازہ ہو جائے، تیسری صفت یہ کہ اپنے رب پر کامل بھروسہ اور اعتماد ہو، چوتھی صفت یہ کہ نماز قائم کرنے کا اہتمام کیا جائے، پانچویں صفت یہ کہ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے اس کے نام پر خرچ کرنے کا حوصلہ پایا جائے، ان صفات کے حامل لوگ اصل مؤمن ہیں اور وہی بلند درجات، مغفرت اور رزق کریم کے مستحق ہیں۔

بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝٥

بَيْتِكَ	بِالْحَقِّ	وَ	اِنَّ	فَرِيْقًا	مِّنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	لَكٰرِهُوْنَ ۝٥
تیرے گھر کے	برحق	اور	بیشک	ایک گروہ	سے	ایمان والوں کے	البتہ ناپسند کرنے والے

حق کے مطابق نکالا، اور مومنین کا ایک گروہ اس پر مطمئن نہ تھا۔ ۵

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ

يُجَادِلُوْنَكَ	فِي	الْحَقِّ	بَعْدَ	مَا	تَبَيَّنَ	كَاَنَّمَا	يُسَاقُوْنَ	اِلَى	الْمَوْتِ
وہ جھگڑتے ہیں تجھ سے	بیچ	حق کے	پیچھے	وہ جو	ظاہر ہوا	گویا کہ	ہانکے جا رہے ہوں وہ	طرف	موت کے

وہ آپ سے حق ظاہر ہونے کے بعد حق کے معاملے میں تکرار کر رہے تھے، گویا کہ انہیں اُن کی نظروں کے سامنے موت کی

وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝٦ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ

وَ	هُمْ	يَنْظُرُوْنَ ۝٦	وَ	اِذْ	يَعِدُكُمُ	اللّٰهُ	اِحْدَى	الطَّآئِفَتَيْنِ	اَنَّهَا	لَكُمْ
اور	وہ	دیکھ رہے ہیں	اور	جب	وعدہ کر رہا تھا تم سے	اللہ	ایک کا	دو گروہوں میں سے	یہ کہ بیشک وہ	تمہارے لئے

طرف لیجایا جا رہا ہو۔ ۶ اور اُس وقت کو یاد کرو جب اللہ تم سے دو میں سے ایک گروہ کا وعدہ کر رہا تھا کہ وہ تمہیں ملے گا،

وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ

وَ	تَوَدُّوْنَ	اَنَّ	غَيْرَ	ذَاتِ الشَّوْكَةِ	تَكُوْنُ	لَكُمْ	وَ	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	اَنْ	يُّحِقَّ
اور	تم چاہتے تھے	کہ بیشک	علاوہ	کانٹے والے کے	ہو جائے	تمہارے لئے	اور	چاہتا تھا	اللہ	یہ کہ	حق ثابت کر دے

تمہاری خواہش تھی کہ تمہیں وہ گروہ ملے جس میں تمہیں کانٹا بھی نہ چبھے اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات سے

الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٧ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ

الْحَقَّ	بِكَلِمٰتِهٖ	وَ	يَقْطَعَ	دَابِرَ	الْكٰفِرِيْنَ ۝٧	لِيُحِقَّ	الْحَقَّ	وَيُبْطِلَ
حق کو	ساتھ اپنے کلمات کے	اور	کاٹ دے	جڑ	کافروں کی	تاکہ حق ثابت کر دے	حق کو	اور باطل ثابت کر دے

حق کو حق ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔ ۷ تاکہ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت

الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝٨ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ

الْبَاطِلَ	وَلَوْ	كَرِهَ	الْمُجْرِمُوْنَ ۝٨	اِذْ	تَسْتَغِيْثُوْنَ	رَبَّكُمْ
باطل کو	اگرچہ	ناپسند کریں	جرم کرنے والے	جب	تم فریاد کر رہے تھے	اپنے رب سے

کر دے، اگرچہ مجرمین کو یہ بات پسند نہ ہو۔ ۸ جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے

۵ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ بدر کیلئے رسول اکرم ﷺ کے نکلنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے، تاکہ واضح ہو کہ نبی علیہ السلام اپنی مرضی سے نہیں نکلے تھے، بلکہ ان کا نکلنا حق تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے مطابق تھا، سو یہ نکلنا برحق تھا، اگرچہ بعض لوگوں کو اس کی حکمت سمجھ نہیں آ رہی تھی اور وہ اس کیلئے ذہنی طور پر تیار نہ تھے۔

۶ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ بدر کیلئے نکلنے والے حضرات میں سے ایک جماعت کی اندرونی قلبی و ذہنی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی انہیں ان کی آنکھوں کے سامنے موت کی طرف دھکیل کر لے جا رہا ہو، انسان کی یہ کیفیت اس وقت ہوتی ہے جب اسے یہ معلوم ہو کہ ہمارے پاس جنگی ساز و سامان نہیں ہے، دشمن ہر طرح سے طاقتور ہے، اس کی تعداد بھی ہم سے دوگنا زیادہ ہے اور اس کے پاس اسلحہ اور سامانِ جنگ بھی وافر ہے، اس کے مقابلے میں ہم نہتے ہیں اور ہمارے پاس سواری تک نہیں ہے، افرادی قوت بھی کم ہے اور جنگ کے اسباب بھی ہمارے پاس نہیں ہیں، اس لیے ظاہری طور پر یہ اپنے آپ کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں ڈالنے کے مترادف ہے، یہ حضرات جانتے تھے کہ اسلام ترکِ اسباب کا نام نہیں ہے اور اسلام اسباب اختیار کرنے کی حوصلہ شکنی نہیں کرتا، اس لیے وہ یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ اس موقع پر اسباب کو اختیار نہ کرنے میں کیا حکمت ہے؟ غالباً اسی کو یہاں ''مجادلہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اسے شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے منافی نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ جو حضرات اس حکم کی حکمت سمجھنا چاہ رہے تھے، میدانِ جنگ میں پیچھے وہ بھی نہیں رہے تھے، وہ بھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑے تھے، انہوں نے بھی جہاد میں بھرپور حصہ لیا تھا اور انہوں نے بھی تمام تر بے سروسامانی کے باوجود اللہ کی رضا حاصل کرنے اور دین کی سربلندی کو اپنا نصب العین بنا رکھا تھا، اس لیے آیت کے ظاہری الفاظ سے استدلال کر کے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق کسی کیلئے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو جنگ کیلئے نہیں جانا چاہتے تھے، پیغمبر ﷺ انہیں اپنے ساتھ زبردستی لے گئے، انہیں تو یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی انہیں موت کی طرف دھکیل رہا ہو، وہ مرنا نہیں چاہتے تھے، انہیں اپنی زندگی عزیز تھی، کیونکہ آیت کا صحیح مفہوم وہ ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۷ ۸ ان آیتوں میں حق تعالیٰ کے اس وعدے کا ذکر کیا گیا ہے جو بدر کیلئے نکلنے والے مسلمانوں سے کیا گیا تھا کہ تمہیں دو میں سے کوئی ایک گروہ مل جائے گا یعنی اس پر فتح نصیب ہوگی اور وہ تمہارے ہاتھ لگے گا، ان میں سے ایک گروہ تو قریش کا تجارتی قافلہ تھا، سیرت حلبیہ کے مصنف کے مطابق اس تجارتی قافلے میں پچاس ہزار دینار کی سرمایہ کاری کی گئی تھی، اس میں ایک ہزار اونٹ تھے، ابوسفیان اس قافلے کا قائد تھا، اس کے ہمراہ ستائیس یا اٹھائیس افراد تھے، یہ تجارتی قافلہ جمادی الاولیٰ ۲ھ میں شام کی جانب روانہ ہوا، یہ لوگ مدینہ منورہ سے ہوتے ہوئے بآسانی ملکِ شام پہنچ گئے، ماہِ رمضان میں یہ تجارتی قافلہ شام سے واپس روانہ ہوا، نبی علیہ السلام کو اُن کے جاسوس حضرت بسیسہ رضی اللہ عنہ اور عدی بن ابی الزغباء رضی اللہ عنہ نے اطلاع بھیجی کہ فلاں دن قریش کا وہ تجارتی قافلہ بدر پہنچ جائیگا، نبی علیہ السلام اپنے ہمراہ دو سو چالیس سے کچھ اوپر انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم اور ساٹھ مہاجرین کو لیکر روانہ ہو گئے، ابوسفیان کو اطلاع ملی تو اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کے ذریعے قریش مکہ کو اطلاع بھجوادی، چنانچہ وہاں سے تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر نکل کھڑا ہوا جن کے پاس سو گھوڑے اور

فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ٩

فَاسْتَجَابَ	لَكُمْ	اَنِّىْ	مُمِدُّكُمْ	بِاَلْفٍ	مِّنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	مُرْدِفِيْنَ ٩
تو قبول کرلیا اس نے	تمہارے لئے	یہ کہ بیشک میں	تمہاری مدد کرنے والا	ساتھ ایک ہزار	سے	فرشتوں کے	لگاتار آنے والے

تو اس نے تمہاری پکار قبول کی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔ ٩

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ

وَ	مَا	جَعَلَهُ	اللّٰهُ	اِلَّا	بُشْرٰى	وَلِتَطْمَئِنَّ	بِهٖ	قُلُوْبُكُمْ ۚ	وَمَا	النَّصْرُ
اور	نہیں	بنایا اسے	اللہ نے	مگر	خوشخبری	اور تاکہ مطمئن ہوجائیں	ساتھ اس کے	تمہارے دل	اور نہیں	مدد

اور اللہ نے تو یہ صرف خوشخبری دینے کیلئے کیا، تاکہ اس کے ذریعے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں، اور نصرت تو

ع ١٠ / ١٥

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ١٠ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ

اِلَّا	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ١٠	اِذْ	يُغَشِّيْكُمُ
مگر	سے	پاس	اللہ کے	بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا	جب	ڈھانپ دی اس نے تم پر

اللہ کی طرف سے ہی آتی ہے، بیشک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ١٠ جب اللہ نے تم پر اپنی طرف سے

النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ

النُّعَاسَ	اَمَنَةً	مِّنْهُ	وَ	يُنَزِّلُ	عَلَيْكُمْ	مِّنَ	السَّمَاۗءِ	مَاۗءً	لِّيُطَهِّرَكُمْ	بِهٖ
اونگھ	امن کیلئے	اپنے سے	اور	وہ اتارتا رہا	تم پر	سے	آسمان کے	پانی	تاکہ پاک کرے تمہیں	ساتھ اس کے

امن کیلئے اونگھ ڈال دی، تمہیں پاک کرنے کیلئے آسمان سے پانی اتارا،

وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰي قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ

وَ	يُذْهِبَ	عَنْكُمْ	رِجْزَ	الشَّيْطٰنِ	وَلِيَرْبِطَ	عَلٰي	قُلُوْبِكُمْ	وَ	يُثَبِّتَ
اور	لے جائے	تم سے	گندگی	شیطان کی	اور تاکہ مضبوطی کرے	پر	دلوں کے تمہارے	اور	جمادے

تاکہ تم سے شیطان کی گندگی کو دور کرے، تمہارے دلوں کو مضبوط کرے اور اس کے ذریعے

بِهِ الْاَقْدَامَ ١١ ۭ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰۗىِٕكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا

بِهِ	الْاَقْدَامَ ١١	اِذْ	يُوْحِيْ	رَبُّكَ	اِلَى	الْمَلٰۗىِٕكَةِ	اَنِّىْ	مَعَكُمْ	فَثَبِّتُوا
ساتھ اس کے	قدموں کو	جب	حکم دے رہا تھا	تیرا رب	طرف	فرشتوں کے	یہ کہ بیشک میں	تمہارے ساتھ	تو جماؤ تم

ثابت قدمی عطا فرمائے۔ ١١ اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ کا رب فرشتوں کو یہ حکم بھیج رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم اہل ایمان کے

سات سو اونٹ تھے، یہ دوسرا گروہ ہے جس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے، مقام روحاء پہنچ کر نبی اکرم ﷺ کو قریش کے لشکر جرار کی اطلاع ملی، نبی اکرم ﷺ نے صحابہ ؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ مجھے دو میں سے کوئی ایک چیز ضرور عطا فرمائے گا قریش کا تجارتی قافلہ یا آنے والا لشکر قریش، ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں رغبت زیادہ تھی کہ کانٹا بھی نہ چبھے اور مال غنیمت حاصل ہوجائے لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا، اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ اس چھوٹی سی بے سروسامان جماعت کے ذریعے دین حق کو غلبہ عطا فرمائے، کافروں کی جڑ کاٹ کر رکھ دے اور حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کردے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ابوسفیان کا قافلہ بچ نکلا اور قریش کے لشکر سے مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوگئی اور اللہ کا وعدہ سچا ثابت ہوگیا۔

٩ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کی دعا پر ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد کرنے اور قبولیت دعا کا ذکر کیا گیا ہے، بعد میں یہ مقدار تین ہزار اور اس سے بھی آگے بڑھ کر پانچ ہزار تک کر دی گئی تھی جن کی قیادت جبریل امین کر رہے تھے اور بہت سے مسلمانوں کو فرشتوں کو رؤیت اور معیت کا احساس اور مشاہدہ بھی ہوا تھا۔

١٠ اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کو اتارنے کی حکمت بیان کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی مدد اور نصرت کیلئے کوئی لشکر اتارنے کی احتیاج نہ تھی، لیکن صرف اس لئے کہ مسلمان خوش ہو جائیں اور ان کے دل مطمئن ہو جائیں، ورنہ فتح و نصرت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، اس کیلئے سازوسامان اور افراد کی کثرت معیار نہیں ہے، وہ سب پر غالب اور اس کا ہر حکم حکمت سے بھرپور ہوتا ہے۔

١١ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ بدر کی ابتدائی صورتحال بیان کی گئی ہے، دراصل لشکر قریش نے پہلے پہنچ کر پانی پر قبضہ کرلیا تھا، اچھی جگہ بھی ان کے حصے میں آگئی، مسلمانوں کو نشیبی علاقہ ملا، وہاں ریت بہت زیادہ تھی، چلتے ہوئے اس میں پاؤں دھنس جاتے تھے، گرد وغبار اڑتا تھا، پانی کی قلت کا بھی سامنا تھا جس کی وجہ سے شیطان ان کے دلوں میں تشویش اور وساوس پیدا کررہا تھا، حق تعالیٰ نے اس کا انتظام اس طرح فرمایا کہ موسلادھار بارش برسادی، جس سے ریت جم گئی، گردو غبار بیٹھ گیا اور پانی کی قلت ختم ہوگئی، کافروں کیلئے یہی بارش زحمت بن گئی اور وہاں کیچڑ کی وجہ سے پھسلن پیدا ہوگئی، اس کے بعد مسلمانوں پر ایک خاص قسم کی اونگھ ڈال دی گئی، یہ کیفیت ختم ہوئی تو وہ ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے کیلئے اپنے آپ کو آمادہ پاتے تھے، دل پرسکون اور مضبوط تھے، قدم اپنی جگہ جمے ہوئے تھے اور عزم واستقلال اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا ؕ	سَاُلْقِيْ	فِيْ	قُلُوْبِ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوا	الرُّعْبَ
وہ لوگ جو	ایمان لائے	عنقریب میں ڈال دوں گا	بیچ	دلوں کے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	رعب کو

دلوں کو مضبوط رکھو ، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا،

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝۱۲ ذٰلِكَ

فَاضْرِبُوْا	فَوْقَ	الْاَعْنَاقِ	وَ	اضْرِبُوْا	مِنْهُمْ	كُلَّ	بَنَانٍ ۝	ذٰلِكَ
سو مارو تم	اوپر	گردنوں کے	اور	مارو تم	ان میں سے	ہر	پور کو	وہ

تم اُن کی گردنوں پر مارو اور اُن کی ہر پور پر ضرب لگاؤ۔ ۱۲ یہ اس وجہ سے

بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ

بِاَنَّهُمْ	شَآقُّوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ ۚ	وَ	مَنْ	يُّشَاقِقِ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
اس وجہ سے کہ وہ	مخالفت کرنے لگے	اللہ کی	اور اس کے پیغمبر کی	اور	جو کوئی	مخالفت کرے گا	اللہ کی	اور اس کے پیغمبر کی	تو بیشک	اللہ

کہ اُنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی ، اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو بیشک اللہ کا

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۱۳ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ

شَدِيْدُ	الْعِقَابِ ۝	ذٰلِكُمْ	فَذُوْقُوْهُ	وَ	اَنَّ	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابَ
سخت دینے والا	سزا کا	یہ تمہاری سزا	سو تم چکھو اسے	اور	یہ کہ بیشک	کافروں کیلئے	عذاب

عذاب سخت ہے ۔ ۱۳ اس کا مزہ تو تم چکھ لو اور یاد رکھو کہ کافروں کیلئے جہنم کا

النَّارِ ۝۱۴ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا

النَّارِ ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا	لَقِيْتُمُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	زَحْفًا	فَلَا
جہنم کا	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	جب	ملو تم	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	میدان جنگ میں	تو مت

عذاب ہے ۔ ۱۴ اے اہلِ ایمان ! جب میدان جنگ میں تمہارا کافروں سے آمنا سامنا ہو تو تم اُن سے

تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝۱۵ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا

تُوَلُّوْهُمُ	الْاَدْبَارَ ۝	وَ	مَنْ	يُّوَلِّهِمْ	يَوْمَئِذٍ	دُبُرَهٗٓ	اِلَّا	مُتَحَرِّفًا
پھیرو اُن سے	پشتیں	اور	جو کوئی	ان سے پھیرے	اس دن	اپنی پشت	مگر	حیلہ کرنے کو

پیٹھ پھیر کر مت بھاگو۔ ۱۵ اور جو شخص اُس دن اُن کے سامنے سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے "سوائے اس کے کہ جنگ کیلئے

۱۲ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ بدر کے موقع پر اترنے والے فرشتوں کیلئے حق تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی ہدایات ذکر کی گئی ہیں، چنانچہ انہیں پہلی ہدایت یہ دی گئی تھی کہ تمہارا کام مسلمانوں کے قدم جمانا اور انہیں مضبوط کرنا ہے، سو تم ان کی ہمت بڑھاؤ، دوسری ہدایت یہ کہ تم خود بھی مشرکین پر حملہ کرو اور ان کی گردنیں اڑاؤ، تیسری ہدایت یہ کہ ان کے ہر پور اور جوڑ پر ضرب لگاؤ، میں ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہوں اور کافروں کے دلوں کو رعب سے بھر پور کردوں گا، وہ مرعوب ہو جائیں گے اور تمہارے مقابلے پر جم نہ سکیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۱۳ اس آیت مبارکہ میں لشکر قریش کو سزا دیے جانے کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور مقابلہ کرنے کی کوشش کی تھی اور جو شخص ایسی کوشش کرتا ہے، اُس پر اللہ کی پکڑ ضرور آتی ہے اور اللہ کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے، معنی یہ ہے کہ ہماری طرف سے کوئی ناانصافی نہیں ہوئی، انہوں نے اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کیا تھا سو اس کا نتیجہ انہیں بھگتنا پڑا۔

۱۴ اس آیت مبارکہ میں دنیوی سزا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس کا مزہ تو تم لوگ یہیں چکھ لو، اصل سزا تمہیں آخرت میں ملے گی جہاں تمہارے لیے جہنم کا عذاب تیار ہے۔

۱۵ اس آیت مبارکہ میں اہلِ ایمان کو میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ جب کوئی شخص میدان جنگ میں اترتا ہے تو اسے پہلے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے، میں زندہ واپس نہ آسکوں اور مجھے شہادت نصیب ہو جائے ، اس کے باوجود اگر وہ مغلوب ہو کر میدان سے بھاگتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے شہادت پسند نہیں ہے، اسے زندگی پسند ہے، اس کا دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی بھاگنے لگتے ہیں، اس کا تیسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں افتراق اور انتشار پیدا ہو جاتا ہے، چوتھا نقصان یہ ہوتا ہے کہ دشمن کو سنبھلنے، آگے بڑھنے، حملہ کرنے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے، پانچواں نقصان مالی اور جانی ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا مال دشمن کے قبضے میں آ جاتا ہے، بہت سے لوگ مارے جاتے ہیں اور باقی قید ہو جاتے ہیں، چھٹا نقصان یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے مرکز پر حملہ کرنے کی پوزیشن میں آ جاتے ہیں جس سے مرکزِ خلافت کو خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔

لِقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ

لِقِتَالٍ	اَوْ	مُتَحَيِّزًا	اِلٰى	فِئَةٍ	فَقَدْ	بَآءَ	بِغَضَبٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَمَاْوٰىهُ
لڑائی کیلئے	یا	پناہ لینے والا	طرف	جماعت کے	تو یقیناً	وہ لوٹا	ساتھ غضب کے	سے	اللہ کے	اور ٹھکانہ اس کا

کوئی حیلہ کر رہا ہو، یا فوج کی پناہ میں آنا چاہتا ہو" تو وہ اللہ کا غضب لیکر واپس لوٹے گا اور اُس کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪

جَهَنَّمُ	وَ	بِئْسَ	الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾	فَلَمْ	تَقْتُلُوْهُمْ	وَ	لٰكِنَّ	اللّٰهَ	قَتَلَهُمْ
جہنم	اور	وہ بدترین	ٹھکانہ	سو نہیں	تم نے قتل کیا انہیں	اور	لیکن	اللہ نے	قتل کیا انہیں

جہنم ہوگا ، اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ ۱۶ سو تم نے اُنہیں قتل نہیں کیا ، بلکہ اللہ نے اُنہیں قتل کیا ،

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ

وَ	مَا	رَمَيْتَ	اِذْ	رَمَيْتَ	وَ	لٰكِنَّ	اللّٰهَ	رَمٰى ۚ	وَلِيُبْلِيَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
اور	نہیں	تُو نے پھینکا	جب	تُو نے پھینکا	اور	لیکن	اللہ نے	پھینکا	اور تا کہ عطاء فرمائے	ایمان والوں کو

اور آپ نے اُن پر مٹی نہیں پھینکی ، جب پھینکی، بلکہ اللہ نے پھینکی، تا کہ اللہ مومنین کو اپنی طرف سے

مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

مِنْهُ	بَلَآءً	حَسَنًا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾	ذٰلِكُمْ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ
اپنے سے	نعمت	بہترین	بیشک	اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا	یہ تمہاری جزا	اور	یہ کہ بیشک	اللہ

بہترین انعام عطا فرمائے، بیشک اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے ۔ ۱۷ یہ تو ہو چکا اور یادرکھو کہ اللہ

مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ

مُوْهِنُ	كَيْدِ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾	اِنْ	تَسْتَفْتِحُوْا	فَقَدْ	جَآءَكُمُ	الْفَتْحُ ۚ
کمزور کرنے والا	تدبیر کو	کافروں کی	اگر	تم فیصلہ طلب کرو	تو یقیناً	آچکا تمہارے پاس	فیصلہ

کافروں کی تدبیر کمزور کرنے والا ہے ۔ ۱۸ اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے پاس آچکا ہے

وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ

وَ	اِنْ	تَنْتَهُوْا	فَهُوَ	خَيْرٌ	لَّكُمْ ۚ	وَ	اِنْ	تَعُوْدُوْا	نَعُدْ ۚ	وَ	لَنْ	تُغْنِيَ	عَنْكُمْ
اور	اگر	تم باز آجاؤ	تو وہ	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	اور	اگر	تم دوبارہ لوٹو گے	ہم بھی لوٹیں گے	اور	ہرگز نہ	بے نیاز کر سکے گی	تمہیں

اور اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے، اگر تم دوبارہ یونہی کرو گے تو ہم بھی دوبارہ یونہی کریں گے ، اور تمہارا جتھا تمہارے کچھ بھی

۱۶ اس آیت مبارکہ میں میدان جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ اُن پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، احادیث میں اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے، البتہ اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ پہلی یہ کہ میدان جنگ سے پیچھے ہٹنا کسی جنگی حکمت عملی یا چال اور تدبیر کے طور پر ہو، دوسری یہ کہ پیچھے ہٹنے والوں کا مقصد مرکزی جماعت سے مل کر آگے بڑھنا ہو، اس کے علاوہ تمام صورتیں قابل مؤاخذہ ہیں۔

۱۷ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے فعل کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے کہ تم نے ان مشرکوں کو قتل نہیں کیا، بلکہ یوں سمجھو کہ خود اللہ نے انہیں قتل کیا اور پیغمبر ﷺ نے جب ایک مٹھی کنکریاں دشمن کی طرف اچھال کر پھینکیں اور وہ ہر شخص کی آنکھ میں پہنچ گئیں تو حقیقت میں وہ کنکریاں اللہ نے پھینکی تھیں، یہ اللہ کا فعل تھا جو اس نے تمہارے ہاتھوں ظاہر کروا دیا، تا کہ تم پر اپنا انعام مکمل کردے، تمہارے لیے دشمن کے اس لشکر کو شکست دینا ممکن نہ تھا، یہ اللہ کا فضل و کرم تھا کہ تمہارا دشمن شکست خوردہ ہو کر بھاگ گیا، اس لیے یوں سمجھو کہ میدان جنگ کے تمام افعال دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

۱۸ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ یہ فتح تم قبول کرو، آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیروں کو بے اثر کرتا رہے گا اور ان کا کوئی منصوبہ بھی تمہارے خلاف کامیاب نہ ہو سکے گا۔

۱۹ اس آیت مبارکہ میں روئے سخن مشرکین مکہ کی طرف ہے جنہوں نے مکہ مکرمہ سے بدر کیلئے روانگی کے وقت غلاف کعبہ پکڑ کر دعا کی تھی کہ ہم دونوں میں سے جو فریق زیادہ اعلیٰ اور بہتر ہو، اسے فتح عطا فرمادے اور فساد کرنے والوں کو مغلوب کردے، اس کے علاوہ بھی وہ لوگ بار بار کہا کرتے تھے کہ اللہ کا فیصلہ کب آئیگا؟ سو بدر میں اس کا جواب دے دیا گیا کہ اصل فیصلہ تو قیامت کے دن آئیگا لیکن اس کا ایک نمونہ تم دنیا میں بھی دیکھ لو، یادرکھو! کہ اگر تم اسلام اور صاحب اسلام کی مخالفت سے باز آجاؤ تو یہی تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے،=

ع ۲ ۹ ۱۶

فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۹

فِئَتُكُمْ	شَيْـًٔا	وَّلَوْ	كَثُرَتْ ۙ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۹
تمہاری جماعت	کچھ بھی	اگرچہ	وہ بہت زیادہ ہو	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	ساتھ	ایمان والوں کے

کام نہ آسکے گا اگرچہ وہ کتنا ہی زیادہ ہو، اور یہ کہ اللہ مومنین کے ساتھ ہے۔ ۱۹

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْۤا	اَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	وَلَا	تَوَلَّوْا
اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	اطاعت کروتم	اللہ کی	اور	اس کے پیغمبر کی	اور نہ	منہ پھیرو

اے اہلِ ایمان! اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو، اُن سے منہ نہ

عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝۲۰ ۚۖ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا

عَنْهُ	وَاَنْتُمْ	تَسْمَعُوْنَ ۝۲۰	وَ	لَا	تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	قَالُوْا
اس سے	اور تم	سن رہے ہو	اور	مت	ہوجاؤتم	جیسے وہ لوگ	کہا اُنہوں نے

موڑو جبکہ تم سن بھی رہے ہو۔ ۲۰ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کہا

سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۲۱ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ

سَمِعْنَا	وَ	هُمْ	لَا	يَسْمَعُوْنَ ۝۲۱	اِنَّ	شَرَّ	الدَّوَآبِّ	عِنْدَ	اللّٰهِ
سن لیا ہم نے	اور	وہ	نہیں	سنتے	بیشک	بدترین	چوپایوں کے	نزدیک	اللہ کے

کہ ہم نے سن لیا، حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ ۲۱ بیشک اللہ کے نزدیک سب سے بدترین چوپائے

الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۲۲ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ

الصُّمُّ	الْبُكْمُ	الَّذِيْنَ	لَا	يَعْقِلُوْنَ ۝۲۲	وَ	لَوْ	عَلِمَ	اللّٰهُ
بہرے	گونگے	وہ لوگ جو	نہیں	عقل رکھتے	اور	اگر	جان لیتا	اللہ

وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔ ۲۲ اگر اللہ اُن میں تھوڑی سی بھلائی بھی

فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ

فِيْهِمْ	خَيْرًا	لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ	وَلَوْ	اَسْمَعَهُمْ	لَتَوَلَّوْا	وَّهُمْ
ان میں	کوئی خیر	البتہ انہیں سنادیتا	اور اگر	وہ انہیں سنادیتا	البتہ منہ پھیر لیتے	اور وہ

جانتا تو انہیں ضرور سنا دیتا، اور اگر اللہ انہیں سنادے تو یہ منہ پھیر کر اعراض

=ورنہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور تم نے ان پر دوبارہ جنگ مسلط کرنے کی کوشش کی تو ہم مسلمانوں کی مدد اور نصرت کیلئے دوبارہ ایسا ہی ماحول فراہم کردیں گے اور آج کی طرح اُس دن بھی تمہاری تعداد کی کثرت اور سامان جنگ کی بہتات تمہارے کسی کام ہرگز نہ آسکے گی اور اللہ تعالیٰ کی معیت اہل ایمان کو نصیب ہوجائے گی۔

۲۰ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دے کر تاکید کی گئی ہے کہ ان کا حکم سن لینے کے بعد روگردانی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، سننے کے بعد صرف اطاعت کا درجہ ہے، اہل ایمان کا یہ شیوہ نہیں ہے کہ وہ سننے کے بعد بھی روگردانی کریں۔

۲۱ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو سابقہ امتوں خصوصاً یہودیوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے جو سن تو لیتے تھے لیکن اطاعت نہیں کرتے تھے، ظاہر ہے کہ ایسے سننے کا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا، ایسا سننا اور نہ سننا دونوں برابر ہیں اس لیے مسلمانوں کو ان کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔

۲۲ اس آیت مبارکہ میں اُن لوگوں کو زمین پر چلنے والوں میں سب سے بدترین قرار دیا گیا ہے جو گونگے بہرے ہوں، یعنی نہ تو حق بات کہہ سکیں اور نہ حق بات سننے کا حوصلہ رکھتے ہوں، اور نہ ہی حق بات سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں، ایسے دل اور قوت گویائی اور شنوائی کا کیا فائدہ جس میں حق کیلئے گنجائش اور حوصلہ نہ ہو؟

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	اسْتَجِيْبُوْا	لِلّٰهِ
اعراض کرنے والے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	قبول کرو	اللہ کیلئے

کر لیں گے۔ ٢٣ اے اہلِ ایمان! جب اللہ اور اُس کے رسول تمہیں کسی ایسے کام کی

وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

وَلِلرَّسُوْلِ	اِذَا	دَعَاكُمْ	لِمَا	يُحْيِيْكُمْ ۚ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ
اور پیغمبر کیلئے	جب	وہ تمہیں پکاریں	اس کیلئے جو	تمہیں زندہ کردے	اور	جان رکھو	کہ بیشک	اللہ

طرف دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی ہے تو اُن کی دعوت کو قبول کیا کرو، اور جان رکھو کہ اللہ

يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾

يَحُوْلُ	بَيْنَ	الْمَرْءِ	وَ	قَلْبِهٖ	وَ	اَنَّهٗٓ	اِلَيْهِ	تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾
حائل ہوجاتا ہے	درمیان	مرد کے	اور	اس کے دل کے	اور	یہ کہ بیشک وہ	اسی کی طرف	تم جمع کئے جاؤ گے

انسان کے اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تم اسی کے پاس جمع کیے جاؤ گے۔ ٢٤

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ

وَاتَّقُوْا	فِتْنَةً	لَّا	تُصِيْبَنَّ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْكُمْ	خَآصَّةً ۚ
اور بچو	فتنے سے	نہیں	پہنچے گا ہرگز	ان لوگوں کو	ظلم کیا انہوں نے	تم میں سے	خاص طور پر

اور اُس فتنے سے بچو جو تم میں سے صرف ظلم کرنے والوں پر نہیں آپڑیگا

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ

وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾	وَاذْكُرُوْٓا	اِذْ	اَنْتُمْ
اور	جان رکھو	کہ بیشک	اللہ	سخت دینے والا	سزا کا	اور یاد کرو	جب	تم

اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب نہایت سخت ہے۔ ٢٥ اور اُس وقت کو یاد کرو جب تم

قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ

قَلِيْلٌ	مُّسْتَضْعَفُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ	تَخَافُوْنَ	اَنْ
تھوڑے	کمزور سمجھے جاتے	بیچ	زمین کے	ڈرتے تھے تم	یہ کہ

تھوڑے تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، اس بات سے ڈرتے تھے کہ

٢٣ اس آیت مبارکہ میں خرابی کی اصل جڑ کی نشاندہی کی گئی ہے اور وہ یہ کہ ان میں طلب حق اور قبول حق کی روح نہیں پائی جاتی، یہی وجہ ہے کہ قوت شنوائی موجود ہونے کے باوجود ان لوگوں کے کان حق کی آواز سے مانوس نہیں ہوتے اور یہ لوگ سننے کے باوجود منہ موڑ لیتے ہیں، ان کی مذکورہ استعداد ضائع ہونا ان کا سب سے بڑا نقصان ہے اور یہی خرابی کی جڑ ہے، اگر اسے ختم کر دیا جائے تو امید ہے کہ یہ لوگ حق سن کر اسے قبول کر لیں گے۔

٢٤ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی دعوت کو فوراً قبول کیا کرو، کیونکہ اس میں تمہارے لیے زندگی کا راز پوشیدہ ہے، اللہ اور اس کے پیغمبر کی طرف سے تمہیں کبھی ایسا حکم نہیں دیا جائیگا جو تمہاری جسمانی یا روحانی موت کا سبب بن جائے، ان کے ہر حکم میں تمہاری جسمانی یا روحانی حیات کا راز پوشیدہ ہے، اس لیے فوراً سبقت کیا کرو، تاخیر نہ کیا کرو کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ انسان کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے مکمل اختیار اور تصرف میں سے ہے، وہ اس میں جو تصرف کرنا چاہے، کر سکتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری سستی اور تاخیر کی وجہ سے وہ تمہارا دل ہی پھیر دے۔

٢٥ اس آیت مبارکہ میں یہ اصول متعین کیا گیا ہے کہ جب لوگوں کی اکثریت کسی فتنے اور آزمائش میں مبتلا ہوتی ہے تو اس کی سزا صرف مخصوص طبقے کو نہیں ملتی، گھن کے ساتھ گیہوں بھی پس جاتا ہے اور سب ہی لوگ اس سزا کا شکار ہو جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر لوگ کسی فتنے میں مبتلا ہو جائیں تو انسان کو اس کے سد باب کی کوشش کرنی چاہیے، ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھنا چاہیے، اگر یہ نہ کر سکے تو کم از کم درجے میں ان سے بیزاری اور لاتعلقی تو ظاہر کرے، اس کی مثال ایسے ہے کہ کچھ لوگ ایک کشتی میں سوار ہو کر جا رہے ہوں، ان میں سے ایک آدمی اس کشتی میں سوراخ کرنے لگے، اگر باقی مسافر اسے چپ چاپ دیکھتے رہے اور اُس کا ہاتھ پکڑنے کی زحمت گوارا نہ کی تو سب کے سب ڈوب جائیں گے، کیونکہ کشتی میں آہستہ آہستہ اتنا پانی آجائے گا کہ کشتی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے گی اور ڈوب جائے گی اس لیے اگر زندگی عزیز ہو تو فوراً اس کا سد باب کرنا ضروری ہے۔

يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ

يَتَخَطَّفَكُمُ	النَّاسُ	فَاٰوٰىكُمْ	وَاَيَّدَكُمْ	بِنَصْرِهٖ	وَ	رَزَقَكُمْ
اچک لیں تمھیں	لوگ	سو اس نے تمھیں ٹھکانہ دیا	اور تمہاری تائید کی	اپنی نصرت کے ساتھ	اور	تمھیں رزق دیا

کہیں لوگ تمھیں اغواء کر کے نہ لیجائیں ، پھر اللہ نے تمھیں ٹھکانہ دیا، اپنی نصرت کے ساتھ تمہاری تائید کی اور تمھیں پاکیزہ چیزیں

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٦﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
سے	پاکیزہ چیزوں کے	تاکہ تم	شکر کرتے رہو	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

رزق کے طور پر دیں، تاکہ تم شکر کرو۔ [٢٦] اے اہلِ ایمان !

لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ

لَا	تَخُوْنُوا	اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	وَتَخُوْنُوْٓا	اَمٰنٰتِكُمْ	وَ	اَنْتُمْ
مت	خیانت کرو تم	اللہ سے	اور پیغمبر سے	اور (مت) خیانت کرو	اپنی امانتوں میں	اور	تم

اللہ اور اُس کے رسول سے خیانت نہ کرو، نیز اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کیا کرو، جبکہ تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ

تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧﴾	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّمَآ	اَمْوَالُكُمْ	وَ	اَوْلَادُكُمْ	فِتْنَةٌ
جانتے ہو	اور جان رکھو	وہ تو صرف	تمہارے مال	اور	تمہاری اولاد	آزمائش

جانتے بھی ہو۔ [٢٧] اور جان رکھو کہ تمہارے مال واولاد تو آزمائش کا ذریعہ ہیں

وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

ع ٣ ٩ ١٧

وَّ	اَنَّ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗٓ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
اور	یہ کہ بیشک	اللہ	اس کے پاس	اجر	بہت بڑا	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

اور یہ کہ اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔ [٢٨] اے اہلِ ایمان !

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ

اِنْ	تَتَّقُوا	اللّٰهَ	يَجْعَلْ	لَّكُمْ	فُرْقَانًا	وَّ	يُكَفِّرْ	عَنْكُمْ
اگر	تم ڈرو	اللہ سے	بنا دے گا وہ	تمہارے لئے	فیصلہ	اور	کفارہ کر دے گا	تم سے

اگر تم اللہ سے ڈرتے رہوگے تو اللہ تمہارے حق میں فیصلہ کر دے گا، تمہاری لغزشات کا

[٢٦] اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو اُن کا ماضی یاددلایا گیا ہے کہ تم لوگ تعداد میں بھی تھوڑے تھے، مشرکین تمھیں دباتے تھے اور تمھیں کمزور سمجھ کر تم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے تھے، تمھیں ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ تم پر کوئی ناگہانی حملہ نہ کر بیٹھے، تمھیں مذہبی آزادی حاصل نہ تھی اور تمہاری معاشی حالت بھی ابتر تھی، اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی کی، تمھیں مدینہ منورہ کی صورت میں بہترین ٹھکانہ فراہم کیا، تمھیں انصار کے ذریعے مادی اور افرادی قوت فراہم کی، جنگ میں فرشتوں کو تمہاری نصرت کیلئے اتارا، بہترین پاکیزہ اور حلال چیزیں تمھیں کھانے کیلئے عطا فرمائیں، تم اپنے ماضی کو یادرکھو اور حق تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کے شکر گزار رہو، انسان کو جب تک اپنا ماضی یاد رہتا ہے، اس وقت تک وہ اپنے قابو میں رہتا ہے اور جوں ہی انسان اپنے ماضی کو فراموش کرتا ہے، سب سے پہلے اس سے شکر نعمت کی دولت سلب ہوتی ہے، اس لیے ماضی کو یاددلایا گیا۔

[٢٧] اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کی خیانت، نیز امانت میں خیانت سے روکا گیا ہے، یوں تو امانت میں خیانت سے روکے جانے میں اللہ اور اس کے رسول کی خیانت سے ممانعت بھی آ جاتی ہے، لیکن مضمون کی اہمیت کی وجہ سے اسے ابتداء میں علیحدہ بیان کیا گیا ہے، جس کا تعلق خاص طور پر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے واقعے کے ساتھ بھی ہے، ان کا مال و دولت اور اہل خانہ بنو قریظہ کے یہاں تھے، بنو قریظہ نے غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمانوں کو دھوکہ دیکر مشرکین کے ساتھ ساز باز کی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا، انہوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرنے کی درخواست کی، نبی علیہ السلام نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیا، بنو قریظہ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام ہمارے متعلق کیا فیصلہ کریں گے؟ وہ فیصلہ راز تھا اس لیے انہوں نے واضح لفظوں میں تو کچھ نہیں کہا البتہ ہاتھ سے گردن کی طرف اشارہ کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ نبی علیہ السلام تم سب کی گردنیں اڑانے کا حکم دیدیں گے، فوراً ہی انہیں احساس ہوا کہ میں نے اللہ اور اس کے پیغمبر کے ساتھ خیانت کی ہے، چنانچہ وہاں سے نکل کر وہ سیدھے مسجد نبوی میں آئے اور اس کے ایک ستون کے ساتھ ''جو بعد میں اسطوانۂ ابی لبابہ کے نام سے مشہور ہوا''، اپنے آپ کو باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی، یونہی بندھا رہوں گا اور کھانا پینا بھی چھوڑ دوں گا، چنانچہ سات آٹھ دن تک اسی طرح بندھے رہے، بالآخر توبہ قبول ہوئی اور نبی علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے ان کی رسی کھولی، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، معلوم ہوا کہ راز فاش کرنا بھی خیانت ہے اور خیانت کی دوسری صورتوں کی طرح یہ بھی گناہ ہے، اور اس کی شدت میں اس وقت اضافہ ہو جاتا ہے جب اللہ اور اس کے رسول کے کسی راز کو فاش کیا جائے۔

[٢٨] اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ اگر تم اپنے مال و دولت اور اہل خانہ کی وجہ سے خیانت کا ارتکاب کرتے ہو تو یاد رکھو کہ یہ چیزیں تمہارے لیے آزمائش کا ذریعہ ہیں، ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمھیں آزماتا ہے کہ تم اللہ کی محبت کو ترجیح دیتے ہو یا ان چیزوں کو؟ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو ترجیح دیتے ہو اور اولاد کی بہترین پرورش اور تربیت کرتے ہو تو یہی اولاد تمہارے لیے اجر و ثواب کا سبب بنے گی اور اگر تم مال و اولاد کی محبت کو ترجیح دیتے ہو اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو پس پشت ڈالتے ہو تو یہی اولاد تمہارے لیے آزمائش ہے۔

سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۲۹ وَاِذْ

سَيِّاٰتِكُمْ	وَيَغْفِرْلَكُمْ	وَ	اللّٰهُ	ذُوالْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ ۲۹	وَاِذْ
تمہاری لغزشوں کا	اور معاف کردے گا تمہیں	اور	اللہ	فضل والا	بہت بڑے	اور جب

کفارہ کردے گا اور تمہاری مغفرت فرمادے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ۲۹ اُس وقت کو یاد کیجئے جب

يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ

يَمْكُرُ	بِكَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِيُثْبِتُوْكَ	اَوْ	يَقْتُلُوْكَ	اَوْ
مکر کر رہے تھے	ساتھ تیرے	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	تاکہ وہ تجھے قید کریں	یا	تجھے قتل کردیں	یا

کفار آپ کے حوالے سے تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو بند کر دیں، یا شہید کر دیں، یا

يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ

يُخْرِجُوْكَ ۭ	وَ	يَمْكُرُوْنَ	وَ	يَمْكُرُ	اللّٰهُ ۭ	وَ	اللّٰهُ	خَيْرُ
تجھے نکال دیں	اور	وہ تدبیر کر رہے تھے	اور	تدبیر کر رہا تھا	اللہ	اور	اللہ	سب سے بہترین

شہر سے نکال دیں، وہ اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ سب سے بہترین تدبیر

الْمٰكِرِيْنَ ۳۰ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا

الْمٰكِرِيْنَ ۳۰	وَ	اِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُنَا	قَالُوْا
تدبیر کرنے والوں سے	اور	جب	تلاوت کی جاتی ہے	ان پر	ہماری آیتوں کی	کہتے ہیں وہ

کرنے والا ہے۔ ۳۰ اور جب اُن کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا، اگر

قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ

قَدْ	سَمِعْنَا	لَوْ	نَشَاۗءُ	لَقُلْنَا	مِثْلَ	هٰذَآ ۙ	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّآ	اَسَاطِيْرُ
تحقیق	سن لیا ہم نے	اگر	ہم چاہیں	البتہ کہہ لیں	ملتا جلتا	یہ	نہیں	یہ	مگر	کہانیاں

ہم چاہیں تو ہم بھی اِس کے مثل کہہ سکتے ہیں، یہ تو صرف پہلے لوگوں کے قصے

الْاَوَّلِيْنَ ۳۱ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ

الْاَوَّلِيْنَ ۳۱	وَ	اِذْ	قَالُوْا	اللّٰهُمَّ	اِنْ	كَانَ	هٰذَا	هُوَ	الْحَقَّ	مِنْ
پہلوں کی	اور	جب	کہا انہوں نے	اے اللہ!	اگر	ہو	یہ	وہی	برحق	سے

کہانیاں ہیں۔ ۳۱ اور اُس وقت کو بھی یاد کیجئے جب انہوں نے کہا تھا کہ اے اللہ! اگر تیری طرف سے یہی دین

۲۹ اس آیت مبارکہ میں تقویٰ اختیار کرنے کی کچھ برکتوں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فرقان عطا فرمائے گا یعنی ایسی صلاحیت کہ تم حق اور باطل کے درمیان فرق کر سکو، یا یہ کہ تمہارے اور مشرکوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا، اس فیصلے کا تمہیں فائدہ ہوگا اور کافروں کی جڑ کٹ جائے گی، دوسری برکت یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری لغزشات کا کفارہ کر دے گا جو تقویٰ کے باوجود بشری تقاضوں کی وجہ سے انسان سے سرزد ہو جاتی ہیں اور تیسری برکت یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادے گا اور یہ اللہ کیلئے کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ بہت فضل و کرم والا ہے۔

۳۰ اس آیت مبارکہ میں ہجرت سے پہلے کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جب مشرکین مکہ نے جمع ہو کر نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے کوئی فیصلہ کن رائے قائم کرنے پر زور دیا، کچھ لوگوں کی رائے قید کرنے کی تھی، کچھ لوگ جلاوطن کرنے کو مناسب سمجھتے تھے اور کچھ لوگوں کی رائے شہید کرنے کی تھی، اسی تیسری رائے پر اتفاق ہوا اور اس کی شکل یہ طے کی گئی کہ ہر قبیلے کا ایک ایک فرد اس میں شریک ہو، تاکہ بنو ہاشم اگر قصاص کا تقاضا کریں تو اس پر عملدرآمد ممکن نہ ہو، کیونکہ اکیلے بنو ہاشم تمام قبائل سے جنگ نہ کر سکیں گے اور اگر معاملہ دیت پر آ کر رک جائے تو وہ سب لوگ مل جل کر بآسانی ادا کر سکیں، یہ مشرکین کی تدبیر تھی، دوسری طرف اللہ کی تدبیر تھی اور ساری دنیا جانتی ہے کہ تدبیر وہی کامیاب ہوئی جو اللہ نے کی تھی، مشرکین کی تدبیر ناکام ہو گئی اور وہ نبی ﷺ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے، نبی ﷺ انہی کے درمیان سے ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے، جس کی پہلی منزل غار ثور تھا۔

۳۱ اس آیت مبارکہ میں نضر بن حارث اور اس جیسے کچھ مشرکوں کا یہ دعویٰ نقل کیا گیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو قرآن جیسا کلام ہم بھی کہہ سکتے ہیں، اس میں پہلے لوگوں کے قصے کہانیوں کے علاوہ اور کیا ہے؟ ان لوگوں نے یہ دعویٰ تو کیا لیکن اس کی کوئی دلیل پیش کرنے سے وہ قاصر رہے، حالانکہ اگر وہ اس دعوے پر کوئی دلیل پیش کر دیتے اور اس جیسا کلام لے آتے تو مسئلہ ہی حل ہو جاتا اور سارے جھگڑے خود بخود ختم ہو جاتے لیکن ایسا نہ ہو سکا اور نہ کبھی ہو سکے گا۔

عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا

عِنْدِكَ	فَاَمْطِرْ	عَلَيْنَا	حِجَارَةً	مِّنَ	السَّمَآءِ	اَوِ ائْتِنَا
نزدیک تیرے	تو برسا دے	ہم پر	پتھروں کو	سے	آسمان کے	یا لے آ ہم پر

بر حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا ، یا ہم پر کوئی درد ناک

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ

بِعَذَابٍ	اَلِيْمٍ ۳۲	وَ	مَا	كَانَ	اللّٰهُ	لِيُعَذِّبَهُمْ	وَ	اَنْتَ
عذاب کو	دردناک	اور	نہیں	ہے	اللہ	کہ عذاب دے انہیں	اور	تُو

عذاب لے آ ۔ [۳۲] اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ انہیں عذاب میں مبتلا کر دے جبکہ آپ اُن میں

فِيْهِمْ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

فِيْهِمْ	وَ	مَا	كَانَ	اللّٰهُ	مُعَذِّبَهُمْ	وَهُمْ	يَسْتَغْفِرُوْنَ ۳۳
ان میں	اور	نہیں	ہے	اللہ	انہیں عذاب دینے والا	اور وہ	مغفرت طلب کر رہے ہوں

موجود ہیں ، اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے ۔ [۳۳]

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ

وَ	مَا	لَهُمْ	اَلَّا	يُعَذِّبَهُمُ	اللّٰهُ	وَهُمْ	يَصُدُّوْنَ	عَنِ	الْمَسْجِدِ
اور	کیا ہوا	انہیں	یہ کہ نہ	عذاب دے انہیں	اللہ	اور وہ	روکتے ہیں	سے	مسجد

اور اُن کا کیا معاملہ ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے ، حالانکہ وہ مسجد حرام سے

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

الْحَرَامِ	وَ	مَا	كَانُوْٓا	اَوْلِيَآءَهٗ	اِنْ	اَوْلِيَآؤُهٗٓ	اِلَّا	الْمُتَّقُوْنَ
حرام کے	اور	نہیں	ہیں وہ	اس کے متولّی	نہیں	اس کے متولّی	مگر	تقویٰ والے

روکتے ہیں ، جبکہ وہ اس کے متولّی نہیں ہیں ، اُس کے متولّی تو متقی لوگ ہیں ،

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ

وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ۳۴	وَ	مَا	كَانَ	صَلَاتُهُمْ	عِنْدَ
اور لیکن	ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے ہیں	اور	نہ	تھی	ان کی نماز	پاس

لیکن اُن میں سے اکثر نہیں جانتے ۔ [۳۴] اور بیت اللہ کے پاس اُن کی کوئی نماز

[۳۲] اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کی ایک اور جہالت بیان کی گئی ہے جو اللہ سے اپنے لیے عذاب کی دعا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے اللہ! اگر یہ دین برحق ہے جو محمد ﷺ لیکر آئے ہیں اور ہم اسے تسلیم نہیں کر رہے تو اس کی پاداش میں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دے یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر مسلط کر دے۔ ان بدبختوں نے اللہ سے مانگا بھی تو اس کا عذاب ، جس کا جواب اگلی آیت میں دیا گیا ہے۔

[۳۳] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو وجہیں بیان فرمائی ہیں جن کی بناء پر عذاب میں توقف کیا گیا ہے، پہلی وجہ رسول اکرم ﷺ کا وجود مسعود اور بابرکت ذات ہے ، اس عظیم الشان پیغمبر کی موجودگی میں عذاب نازل کرنا حق تعالیٰ کو گوارا نہیں ہے، دوسری وجہ جس کی بناء پر عذاب میں توقف ہوتا ہے، لوگوں کا استغفار کرنا ہے، اگر لوگ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرتا رہتا ہے اور اگر لوگ معافی مانگنا چھوڑ دیں تو اللہ کا عذاب آ جاتا ہے۔

[۳۴] اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے مستحق عذاب ہونے کی وجوہات بیان کی گئی ہیں ، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے بندوں کو مسجد حرام سے روکا اور اس پر یہ استدلال پیش کیا کہ ہم بیت اللہ کے متولی اور مجاور ہیں ، وہ نہیں جانتے کہ کسی بھی متولی کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ لوگوں کو مسجد میں آنے سے روکے ، اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ مسجد حرام کے متولی صرف متقی لوگ ہی ہو سکتے ہیں ، مشرک اور گناہ گار نہیں۔

الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا

الْبَيْتِ	اِلَّا	مُكَآءً	وَّ	تَصْدِيَةً ؕ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا
بیت اللہ کے	مگر	سیٹیاں بجانا	اور	تالیاں پیٹنا	سو چکھو تم	عذاب	بدلے اس کے جو

تو تھی نہیں ، سوائے سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کے ، سو تم عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے

كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝٣٥ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ

كُنْتُمْ	تَكْفُرُوْنَ ۝٣٥	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	يُنْفِقُوْنَ
تم تھے	کفر کرتے رہے	بیشک	جن لوگوں نے	کفر کیا	وہ خرچ کرتے ہیں

کہ تم کفر کرتے تھے ۔ ۳۵ جن لوگوں نے کفر کیا ، وہ اپنے مال اس مقصد

اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ

اَمْوَالَهُمْ	لِيَصُدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ؕ	فَسَيُنْفِقُوْنَهَا	ثُمَّ
اپنے مالوں کو	تاکہ روکیں	سے	راستے کے	اللہ کے	سوعنقریب وہ اسے خرچ کریں گے	پھر

کیلئے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں ، سو وہ ابھی تو خرچ کریں گے ، بعد میں

تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى

تَكُوْنُ	عَلَيْهِمْ	حَسْرَةً	ثُمَّ	يُغْلَبُوْنَ ۬ؕ	وَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِلٰى
ہوگا وہ	ان پر	حسرت کا سبب	پھر	مغلوب ہو جائیں گے وہ	اور جن لوگوں نے	کفر کیا	طرف

اُن کیلئے یہی حسرت کا سبب بن جائیگا ، پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے ، اور جن لوگوں نے کفر کیا ، وہ جہنم

جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝٣٦ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ

جَهَنَّمَ	يُحْشَرُوْنَ ۝٣٦	لِيَمِيْزَ	اللّٰهُ	الْخَبِيْثَ	مِنَ	الطَّيِّبِ
جہنم کے	وہ جمع کئے جائیں گے	تاکہ ممتاز کردے	اللہ	ناپاک کو	سے	پاک کے

کی طرف ہانک دیئے جائیں گے ۔ ۳۶ یہ اس لیے کہ اللہ ناپاک کو پاک سے ممتاز کر دے

وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا

وَ	يَجْعَلَ	الْخَبِيْثَ	بَعْضَهٗ	عَلٰى	بَعْضٍ	فَيَرْكُمَهٗ	جَمِيْعًا
اور	بنادے	ناپاک کو	اس کے کچھ حصے	پر	کچھ حصے کے	سو ڈھیر کردے اسے	سب کا سب

اور ناپاک کے ایک حصے کو دوسرے پر رکھ کر اُس کا ایک ڈھیر بنا دے ،

۳۵ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی عبادت پر کلام کیا گیا ہے کہ وہ دوسروں کو تو نماز پڑھنے نہیں دیتے اور انہیں مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں اور خود بھی عبادت نہیں کرتے، حرم میں بیٹھ کر سیٹیاں اور تالیاں بجاتے رہتے ہیں تا کہ مسلمانوں کی عبادت میں خلل پیدا ہو، زیادہ سے زیادہ خانہ کعبہ کا طواف کر لیتے ہیں لیکن وہ بھی برہنہ ہوکر، عنقریب انہیں ان کے کفر کی سزا ملے گی۔

۳۶ اس آیت مبارکہ میں کافروں کے خرچ کرنے کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اسلام کے مقابلے میں اپنی جسمانی توانائیوں کے ساتھ ساتھ اپنا مال بھی بے دریغ خرچ کرتے ہیں جیسے بدر میں ہر سردار نے روزانہ دس دس اونٹ ذبح کر کے پورے لشکر کو کھانا کھلایا، اپنا تمام مالی منافع بدر کی شکست کا بدلہ لینے اور احد کی تیاری کیلئے وقف کر دیا اور اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کیلئے اپنے خزانوں اور تجوریوں کے منہ کھول دیئے، لیکن ان کا یہ خرچ کرنا ان کیلئے اجر و ثواب کا باعث نہ ہوگا، ایک دن انہیں اس پر پچھتاوا اور حسرت ہوگی اور یہ لوگ اپنی تمام تر کاوشوں کے باوجود مسلمانوں سے مغلوب ہو جائیں گے اور آخرت میں جہنم کے مستحق قرار پائیں گے۔

فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ قُلْ

فَيَجْعَلَهٗ	فِيْ	جَهَنَّمَ ؕ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿٣٧﴾	قُلْ
پھر ڈال دے اسے	بیچ	جہنم کے	وہ لوگ	وہی	نقصان اٹھانے والے	تو کہہ

پھر اُسے جہنم میں ڈال دے ، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ۔ ﴿٣٧﴾ (اے نبی ! ﷺ) آپ

ع ۹ ۔ ۴ ۔ ۱۸

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ

لِّلَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِنْ	يَّنْتَهُوْا	يُغْفَرْ لَهُمْ	مَّا	قَدْ	سَلَفَ ۚ
ان لوگوں سے	کفر کیا انہوں نے	اگر	وہ باز آئیں	معاف کردیا جائیگا انہیں	وہ جو	تحقیق	گذر چکا پہلے

کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ باز آجائیں تو پہلے جو کچھ ہوچکا ہے ، وہ سب انہیں معاف کر دیا جائیگا،

وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ

وَ	اِنْ	يَّعُوْدُوْا	فَقَدْ	مَضَتْ	سُنَّتُ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾	وَقَاتِلُوْهُمْ
اور	اگر	وہ دوبارہ کریں	تو یقیناً	ہوچکا ہے	طریقہ	پہلوں کا	اور تم ان سے لڑو

اور اگر وہ دوبارہ وہی کام کریں گے تو پہلے لوگوں میں ایک طریقہ رہ چکا ہے ۔ ﴿٣٨﴾ اور اُن سے یہاں تک

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ

حَتّٰى	لَا	تَكُوْنَ	فِتْنَةٌ	وَّ	يَكُوْنَ	الدِّيْنُ	كُلُّهٗ	لِلّٰهِ ۚ	فَاِنِ
یہاں تک کہ	نہ	رہے	کوئی فتنہ	اور	ہوجائے	دین	سارا	اللہ کا	سو اگر

قتال کروکہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کیلئے ہو جائے ، پھر اگر

انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا

انْتَهَوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾	وَ	اِنْ	تَوَلَّوْا
وہ باز آجائیں	تو بیشک	اللہ	اسے جو	وہ کررہے ہیں	خوب دیکھنے والا	اور	اگر	وہ منہ پھیرلیں

وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ اُن کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ ﴿٣٩﴾ اور اگر وہ منہ پھیر لیں

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾

فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	مَوْلٰىكُمْ ؕ	نِعْمَ	الْمَوْلٰى	وَ	نِعْمَ	النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾
تو جان رکھو	کہ بیشک	اللہ	تمہارا آقا	کیا خوب	آقا	اور	کیا خوب	مددگار

تو جان رکھو کہ اللہ ہی تمہارا آقا ہے ، کیا خوب آقا ہے اور کیا خوب مددگار ہے ۔ ﴿٤٠﴾

﴿٣٧﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کے غالب آنے اور کافروں کے مغلوب ہونے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ دراصل حق تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ پاک اور ناپاک ، اچھے اور برے، صحیح اور غلط، حق اور باطل کے درمیان امتیاز پیدا کردے تاکہ کھرا اور کھوٹا دنیا کے سامنے نمایاں ہوجائے اس امتیاز کے نتیجے میں جتنا کھوٹ اور گندگی الگ ہوجائے، اس کا ایک ڈھیر بنا کر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے جیسا کہ بدر میں ہوا ، اصل نقصان انہی لوگوں کا ہوا، مسلمانوں کا نہیں۔

﴿٣٨﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں کو دعوت دی گئی ہے کہ اگر وہ اب بھی باز آجائیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں تو ماضی کی تمام غلطیاں معاف کی جاسکتی ہیں، حق تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور وہ معاف کرنے کیلئے بھی تیار ہے کیونکہ اسے معاف کرنا پسند ہے، لیکن اگر وہ اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہیں اور اس پیشکش کو قبول نہیں کرتے تو انہیں اختیار ہے لیکن پھر انہیں اس انجام کیلئے تیار رہنا چاہیے جو سابقہ امتوں اور قوموں کا ہوچکا ہے کیونکہ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

﴿٣٩﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جو کافر اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں (اور تمہارے باج گزار بن کر جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں) تو پھر تمہارے اور ان کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی، تمہیں حکم ہے کہ اس وقت تک تلوار ہاتھ سے نہ رکھو جب تک ہر قسم کے فتنہ وفساد کا خاتمہ نہ ہوجائے اور جب تک دین حق کو سربلندی اور غلبہ نصیب نہ ہو جائے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ کفر کا زور اور اس کی شان وشوکت کو توڑنا اور ختم کرنا ضروری ہے، تاکہ دین اسلام کی شان وشوکت اور غلبہ ساری دنیا کے سامنے آجائے، اگر وہ لوگ تمہارا مقابلہ کرنے سے عاجز آجائیں اور جنگ بندی کی طرف مائل ہوں تو ان سے جنگ موقوف کردو، باقی ان کے دلوں کا حال اللہ خوب جانتا ہے۔

﴿٤٠﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ تمہارا حقیقی مولیٰ اور آقا تو اللہ ہے، اس سے بہترین آقا و مولیٰ اور مددگار کون ہوگا؟ اگر کفار ومشرکین اپنے کفر وشرک پر اصرار کریں تو تمہیں فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اللہ تمہاری کفایت کرے گا اور تمہیں دشمن کے شر سے بچا کر کامل غلبہ عطا فرمائے گا۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ

وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّمَا	غَنِمْتُمْ	مِّنْ	شَيْءٍ	فَاَنَّ	لِلّٰهِ	خُمُسَهٗ	وَلِلرَّسُوْلِ
اور	جان رکھو	وہ تو صرف جو	غنیمت حاصل کی تم نے	سے	کسی چیز کے	تو بیشک	اللہ ہی کیلئے	اُس کا پانچواں حصہ	اور پیغمبر کیلئے

اور جان رکھو کہ تمہیں جو چیز بھی غنیمت میں ملے تو اُس کا پانچواں حصہ اللہ کیلئے ، اُس کے پیغمبر،

وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ

وَلِذِي الْقُرْبٰى	وَ	الْيَتٰمٰى	وَ	الْمَسٰكِيْنِ	وَ	ابْنِ السَّبِيْلِ	اِنْ	كُنْتُمْ
اور قرابت داروں کیلئے	اور	یتیموں کیلئے	اور	مسکینوں کیلئے	اور	مسافر کیلئے	اگر	تم ہو

اُن کے قریبی رشتہ داروں ، یتیموں ، مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے ، شرط یہ ہے کہ تم اللہ پر

اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى

اٰمَنْتُمْ	بِاللّٰهِ	وَ	مَآ	اَنْزَلْنَا	عَلٰى	عَبْدِنَا	يَوْمَ	الْفُرْقَانِ	يَوْمَ	الْتَقَى
ایمان لائے	اللہ پر	اور	وہ جو	نازل کیا ہم نے	پر	اپنے بندے کے	دن	فیصلے کے	جس دن	آمنا سامنا کیا

ایمان رکھتے ہو اور جو چیز فیصلے کے دن ہم نے اپنے بندے پر اتاری جبکہ دونوں فوجیں

الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ

الْجَمْعٰنِ	وَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾	اِذْ	اَنْتُمْ	بِالْعُدْوَةِ
دو جماعتوں نے	اور	اللہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا	جب	تم	کنارے پر

آمنے سامنے ہوئیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ (۴۱) جب تم قریب کے کنارے

الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ

الدُّنْيَا	وَ	هُمْ	بِالْعُدْوَةِ	الْقُصْوٰى	وَ	الرَّكْبُ	اَسْفَلَ	مِنْكُمْ	وَ	لَوْ
قریب کے	اور	وہ	کنارے پر	دور کے	اور	قافلہ	نیچے	تم سے	اور	اگر

پر تھے اور وہ دور کے کنارے پر ، جبکہ قافلہ تم سے نیچے تھا ، اگر

تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا

تَوَاعَدْتُّمْ	لَاخْتَلَفْتُمْ	فِي	الْمِيْعٰدِ	وَ	لٰكِنْ	لِّيَقْضِيَ	اللّٰهُ	اَمْرًا
تم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا ہوتا	البتہ تم آگے پیچھے ہوتے	بیچ	وعدے کے	اور	لیکن	تاکہ فیصلہ کردے	اللہ	وہ کام

تم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا ہوتا تو وعدہ کے مطابق پہنچنے میں تم ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہو سکتے تھے ، لیکن اللہ کو وہ کام کرنا تھا

(۴۱) اس آیت مبارکہ میں مالِ غنیمت کی تقسیم کا ضابطہ بیان کیا گیا ہے جس سے اس سورت کا آغاز ہوا تھا، آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین کو جو مالِ غنیمت حاصل ہو اسے کل پانچ حصوں پر تقسیم کرنا چاہیے، جن میں سے چار حصے مجاہدین کے درمیان پیدل اور سوار کے تناسب سے تقسیم کیے جائیں گے اور پانچواں حصہ'' جسے خمس کہا جاتا ہے'' اللہ اور اس کے رسول کا ہے، یہاں حق تعالیٰ کا نام برکت کیلئے ہے، ورنہ اللہ کو کسی حصے کی ضرورت ہے اور نہ ہی وہ حصہ لینے آتا ہے، اس خمس کے یہاں پانچ مصرف بیان کیے گئے ہیں۔ ۱۔ رسول اکرم ﷺ اپنی ذاتِ گرامی پر اسے خرچ کر سکتے ہیں۔

۲۔ نبی علیہ السلام کے وہ قریبی رشتہ دار جن کیلئے زکوٰۃ لینا حرام ہے۔

۳۔ یتیم بچے اور بچیاں۔

۴۔ مسکین اور محتاج لوگ۔

۵۔ مسافر، ان میں سے بعض فقہاء کے نزدیک پہلے دو مصرف اب نہیں رہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے اور ان کے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی نصرت قدیم کی بناء پر حصہ ملتا تھا، وہ وجہ بھی ختم ہوگئی اس لیے بقیہ تین مصارف پر خمس کو تقسیم کر دیا جائیگا، اس تقسیم کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے اور اس کیلئے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو مالِ غنیمت کی تقسیم یونہی کرو، اگر تمہیں اللہ کی مدد اور نصرت پر یقین ہے جیسا کہ اس نے جنگ بدر کے موقع پر'' جسے بجا طور پر یوم الفرقان کہنا چاہیے کہ اس دن حق اور باطل کے درمیان بھرپور امتیاز ہو گیا'' تمہاری بھرپور مدد اور نصرت فرمائی، تو تمہیں مالِ غنیمت کی تقسیم یونہی کرنی چاہیے، گویا مالِ غنیمت کسی فردِ واحد کی ملکیت نہیں ہوتا، اسے پورے لشکر پر شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم کرنا ہی ایمانی تقاضا ہے۔

كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ

كَانَ	مَفْعُوْلًا ۙ	لِّيَهْلِكَ	مَنْ	هَلَكَ	عَنْۢ	بَيِّنَةٍ	وَّ	يَحْيٰى	مَنْ	حَيَّ
تھا وہ	ہوکر رہنا	تا کہ ہلاک ہو	جو	ہلاک ہو	سے	حجت کے	اور	زندہ رہے	جو	زندہ ہو

جس کا فیصلہ ہو چکا تھا ، تا کہ جو مرنا چاہتا ہے وہ واضح دلیل دیکھ کر مرے اور جسے جینا ہے وہ بھی واضح

عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ ۙ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ

عَنْۢ	بَيِّنَةٍ ؕ	وَ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَسَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ ۙ	اِذْ	يُرِيْكَهُمُ	اللّٰهُ	فِيْ
سے	حجت کے	اور	بیشک	اللہ	البتہ سننے والا	خوب جاننے والا	جب	دکھائے تجھے وہ	اللہ نے	بیچ

دلیل دیکھ کر جیئے، اور بیشک اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے ۔ (۴۲) جب اللہ نے خواب میں آپ کو وہ تھوڑی

مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي

مَنَامِكَ	قَلِيْلًا ؕ	وَ	لَوْ	اَرٰىكَهُمْ	كَثِيْرًا	لَّفَشِلْتُمْ	وَ	لَتَنَازَعْتُمْ	فِي
تیرے خواب کے	تھوڑے	اور	اگر	وہ تجھے دکھاتا انہیں	زیادہ	البتہ تم کمزور پڑ جاتے	اور	البتہ تم جھگڑتے	بیچ

تعداد میں دکھائے ، اگر وہ آپ کو زیادہ تعداد میں دکھادیتا تو تم لوگ کمزور پڑ جاتے اور معاملات میں باہمی اختلافات کا

الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ

الْاَمْرِ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	سَلَّمَ ؕ	اِنَّهٗ	عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾	وَ	اِذْ
معاملے کے	اور لیکن	اللہ نے	بچالیا	بیشک وہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتیں	اور	جب

شکار ہو جاتے ، لیکن اللہ نے بچا لیا ، بیشک وہ سینوں کے رازوں کو بھی خوب جانتا ہے ۔ (۴۳) اور جب

يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ

يُرِيْكُمُوْهُمْ	اِذِ	الْتَقَيْتُمْ	فِيْٓ	اَعْيُنِكُمْ	قَلِيْلًا	وَّيُقَلِّلُكُمْ	فِيْٓ	اَعْيُنِهِمْ
وہ تمہیں دکھارہا تھا ان لوگوں کو	جب	تم آمنے سامنے ہوئے	بیچ	تمہاری آنکھوں کے	تھوڑا کر کے	اور تمہیں تھوڑا کر دیا	بیچ	ان کی نگاہوں کے

تمہارا دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو اُن کی تعداد تمہاری آنکھوں میں تھوڑی کر کے دکھادی ، اور تمہاری تعداد اُن کی نگاہوں میں

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ ع

لِيَقْضِيَ	اللّٰهُ	اَمْرًا	كَانَ	مَفْعُوْلًا ؕ	وَ	اِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾
تا کہ فیصلہ کردے	اللہ	وہ کام	تھا وہ	ہوکر رہنا	اور	طرف	اللہ کے	لوٹائے جائیں گے	معاملات

تھوڑی کر دی ، تاکہ اللہ وہ کام کر دے جس کا فیصلہ ہو چکا تھا ، اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹتے ہیں۔ (۴۴)

ع ۵ ۱

(۴۲) اس آیت مبارکہ میں قریب کے کنارے سے مراد میدان جنگ کا وہ حصہ ہے جو مدینہ منورہ کے قریب تھا اور وہاں مسلمان تھے، دور کے کنارے سے مراد میدان جنگ کا وہ حصہ ہے جو مدینہ منورہ سے دور تھا اور وہاں قریش کا لشکر تھا اور نیچے سے مراد ساحل سمندر کا وہ علاقہ ہے جہاں سے قریش کا تجارتی قافلہ بچ نکلنے کی کوشش کر رہا تھا، ان جملوں کے ذریعے موقع کی صحیح صورتحال کی تصویر کشی کی گئی ہے اور میدان جنگ کا نقشہ کھینچا گیا ہے، یہ جنگ پہلے سے طے شدہ نہ تھی، ممکن ہے کہ طے شدہ ہونے کی صورت میں ایک فریق پہنچ جاتا اور دوسرا فریق نہ آتا اور اللہ کو جو منظور تھا کہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کردے، نیز موافق اور مخالف سب پر اتمام حجت کردے تا کہ اگر کوئی ایمان لانا چاہے تو اس کے پاس ایسی واضح دلیل موجود ہو جسے رد نہ کیا جا سکے، اور اگر کوئی شخص کفر کی راہ اختیار کرنا چاہے تو اس کے سامنے بھی حق واضح ہو چکا ہو، یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ اتفاقیہ طور پر جنگ کی نوبت آجائے اور اس میں مسلمانوں کی برتری اور عند اللہ مقبولیت یوں بھی ثابت ہوگئی کہ وہ جنگ کی تیاری کے بغیر آئے تھے اور قریش کا لشکر جنگی عزائم اور تیاریوں کے ساتھ آیا تھا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور کافروں کو شکست سے دوچار کر دیا۔

(۴۳) (۴۴) ان آیتوں میں مشرکین کی تعداد کے حوالے سے ایک معجزے کا ذکر کیا گیا ہے، ظاہری اعتبار سے مسلمانوں کی تعداد لشکر قریش سے بہت کم تھی جس کی وجہ سے ممکن تھا کہ مسلمانوں کو اپنی قلت کا احساس ہوتا اور وہ جنگ سے گھبراتے، سو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دو طرح تسلی دی، ایک تو یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک خواب دیکھا جس میں انہیں کافروں کی تعداد بہت تھوڑی دکھائی گئی، نبی علیہ السلام نے اس خواب کا ذکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیا تو انہیں اس سے اطمینان نصیب ہوا کیونکہ نبی علیہ السلام کا خواب بھی وحی تھا، دوسری یہ کہ جب میدان جنگ آراستہ ہوا اور دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو مسلمانوں کو محسوس ہوا کہ واقعۃً مشرکوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے، اس طرح ان کے دلوں سے مشرکین کا رعب دور ہو گیا اور ان کی کثرت تعداد سے خوف زدہ ہونے، کم ہمتی کا مظاہرہ کرنے اور باہمی تکرار کی تمام شیطانی تدبیریں ناکام ہوگئیں، البتہ دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر قریش نے بھی مسلمانوں کی تعداد کو بہت کم محسوس کیا، اس کی وجہ "حقیقت" تھی، کیونکہ حقیقۃً مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مشرکین مسلمانوں کے مقابلے سے جان چھڑا کر نہ بھاگ جائیں، جب انہوں نے مسلمانوں کی کم تعداد دیکھی تو سوچا کہ اس مٹھی بھر جماعت کو ختم کرنا کون سا مشکل کام ہے، لہٰذا وہ بڑھ چڑھ کر جنگ میں کود پڑے، کچھ ہی دیر میں حق تعالیٰ نے فرشتوں کو نصرت کیلئے بھیج دیا، اب مشرکوں کو مسلمانوں کی تعداد اپنے سے دوگنا زیادہ محسوس ہونے لگی، جس کی بناء پر ان میں بزدلی اور کم ہمتی پیدا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا	لَقِيْتُمْ	فِئَةً	فَاثْبُتُوْا	وَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	كَثِيْرًا
اے	وہ لوگو جو	ایمان لائے	جب	تم ملو	کسی جماعت سے	تو ثابت قدم رہو	اور ذکر کرو	اللہ کا	کثرت سے

اے اہلِ ایمان! جب کسی جماعت سے تمہارا آمنا سامنا ہو تو ثابت قدم رہو اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرو،

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا

لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٥﴾	وَاَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَلَا	تَنَازَعُوْا
تاکہ تم	کامیاب ہو جاؤ	اور اطاعت کرو	اللہ کی	اور اس کے پیغمبر کی	اور مت	جھگڑا کرو ایک دوسرے سے

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ﴿٤٥﴾ اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو، آپس میں مت جھگڑو،

فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

فَتَفْشَلُوْا	وَتَذْهَبَ	رِيْحُكُمْ	وَاصْبِرُوْا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	مَعَ
کہ تم کمزور پڑ جاؤ	اور چلی جائے	تمہاری ہوا	اور صبر کرو	بیشک	اللہ	ساتھ

ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی ، اور صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنے

الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾	وَلَا	تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	خَرَجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ
صبر کرنے والوں کے	اور مت	ہو جاؤ تم	جیسے وہ لوگ جو	نکلے	سے	اپنے گھروں کے

والوں کے ساتھ ہے۔ ﴿٤٦﴾ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اِتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کیلئے

بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

بَطَرًا	وَّ	رِئَآءَ	النَّاسِ	وَيَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ؕ	وَاللّٰهُ	بِمَا
اتراتے ہوئے	اور	دکھانے کو	لوگوں کو	اور روکتے ہیں	سے	راستے کے	اللہ کے	اور اللہ	اسے جو

اپنے گھروں سے نکلے ، اور جو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں ،

يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ

يَعْمَلُوْنَ	مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾	وَاِذْ	زَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	اَعْمَالَهُمْ	وَقَالَ
وہ کر رہے ہیں	احاطہ کرنے والا	اور جب	مزین کر دیا	اُن کیلئے	شیطان نے	ان کے اعمال کو	اور کہا

اللہ اُس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ﴿٤٧﴾ اور جب شیطان نے اُن کیلئے اُن کے اعمال کو مزین کر دکھایا اور کہنے لگا

﴿٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے میدان جنگ میں ثابت قدمی اور کثرت سے ذکر اللہ کی تاکید کی گئی ہے، اس سے ثابت قدمی کی اہمیت کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے حالانکہ میدان جنگ میں تو انسان کو کسی طرف کا دھیان ہوتا ہے اور نہ ہوش، وجہ اس کی یہ ہے کہ ذکر اللہ کی برکت سے ہی میدان جنگ کی کامیابی اور فتح وابستہ ہے اور اس موقع پر زبان کا ذکر اللہ سے تر ہونا امن کے حالات میں انسان کیلئے ذکر کو آسان بنا دیتا ہے۔

﴿٤٦﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ آپس میں تکرار اور لڑائی جھگڑوں سے اجتناب کریں، اس لیے کہ جب آپس میں ہی جھگڑے شروع ہو جائیں تو اتفاق اور اتحاد کو نقصان پہنچتا ہے جس سے دشمن فائدہ اٹھاتا ہے، تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں پر بیرونی دشمن اسی وقت غالب آئے جب مسلمان خانہ جنگی میں مصروف ہو گئے، ان کے درمیان پائے جانے والے اختلافات نے شدت اختیار کر لی اور وہ آپس میں انتشار کا شکار ہو گئے، اسی کو قرآن کریم نے ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے کہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

﴿٤٧﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو مشرکوں کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے، وہ لوگ مکہ مکرمہ سے بڑے گھمنڈ اور غرور کے ساتھ نکلے تھے، انہیں یقین تھا کہ وہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے، وہ تمام قبائل عرب پر اپنی بہادری کی دھاک بٹھانا چاہتے تھے تا کہ وہ سب واہ واہ کریں، گو کہ انہیں ابوسفیان کے قافلے کے بچ نکلنے کی اطلاع مل چکی تھی لیکن سالار لشکر ابوجہل نے مکہ مکرمہ واپس جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم لوگ پہلے بدر جائیں گے، وہاں اپنی محفل سجائیں گے، دعوت اڑائیں گے، شراب پی کر موج مستی کریں گے اور تین دن تک دشمن کا انتظار کریں گے، انہیں یہ اندازہ ہی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے ان کا کوئی قول اور فعل مخفی نہیں ہے اور وہ ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسی جگہ سے آیا کہ انہیں خبر بھی نہ ہوئی اور ان کا سارا غرور و تکبر بدر کے میدان میں زمین بوس ہو گیا۔

لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ

لَا	غَالِبَ	لَكُمُ	الْيَوْمَ	مِنَ	النَّاسِ	وَإِنِّي	جَارٌ	لَّكُمْ ۚ	فَلَمَّا	تَرَآءَتِ
نہیں	کوئی غالب	تم پر	آج کے دن	سے	لوگوں کے	اور بیشک میں	ہمسایہ	تمہارا	سو جب	ایک دوسرے کو دیکھا

کہ آج تم پر لوگوں میں سے کوئی بھی غالب نہیں آسکتا اور میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ ہوں ، پھر جب دونوں گروہ

الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيٓءٌ مِّنْكُمْ إِنِّيٓ أَرٰى

الْفِئَتٰنِ	نَكَصَ	عَلٰى	عَقِبَيْهِ	وَ	قَالَ	إِنِّي	بَرِيٓءٌ	مِّنْكُمْ	إِنِّيٓ	أَرٰى
دونوں جماعتوں نے	الٹا لوٹا	پر	اپنی ایڑیوں کے	اور	کہنے لگا	بیشک میں	بیزار ہوں	تم سے	بیشک میں	دیکھ رہا ہوں

آمنے سامنے ہوئے تو وہ اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تم سے بری ہوں ، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو

مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّيٓ أَخَافُ اللّٰهَ ۚ وَاللّٰهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ إِذْ ع ٦ ۴ ٢

مَا	لَا	تَرَوْنَ	إِنِّيٓ	أَخَافُ	اللّٰهَ ۚ	وَاللّٰهُ	شَدِيدُ	الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾	إِذْ
وہ جو	نہیں	تم دیکھ رہے	بیشک میں	ڈرتا ہوں	اللہ سے	اور اللہ	سخت دینے والا	سزا کا	جب

تم نہیں دیکھ سکتے ، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب نہایت سخت ہے۔ ﴿٤٨﴾ جب

يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ

يَقُولُ	الْمُنٰفِقُونَ	وَالَّذِينَ	فِي	قُلُوبِهِمْ	مَّرَضٌ	غَرَّ	هٰٓؤُلَآءِ
کہہ رہے تھے	منافقین	اور وہ لوگ جو	بیچ	ان کے دلوں کے	بیماری	دھوکہ دیا	ان لوگوں کو

منافقین اور وہ لوگ کہنے لگے جن کے دلوں میں بیماری ہے ، کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں

دِينُهُمْ ۗ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾ وَلَوْ

دِينُهُمْ ۗ	وَمَنْ	يَّتَوَكَّلْ	عَلَى	اللّٰهِ	فَإِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيزٌ	حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾	وَلَوْ
ان کے دین نے	اور جو کوئی	بھروسہ کرے	پر	اللہ کے	تو بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا	اور اگر

ڈال رکھا ہے ، اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کر لے تو بیشک اللہ غالب ، حکمت والا ہے ۔ ﴿٤٩﴾ کاش !

تَرٰٓى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ

تَرٰٓى	إِذْ	يَتَوَفَّى	الَّذِينَ	كَفَرُوا ۙ	الْمَلٰٓئِكَةُ	يَضْرِبُونَ	وُجُوهَهُمْ
دیکھتا تو	جب	پورا لیتے ہیں	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	فرشتے	مارتے ہیں وہ	ان کے چہروں کو

کہ آپ نے وہ وقت دیکھا ہوتا جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں ، وہ اُن کے چہروں اور پشت پر

﴿٤٨﴾ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ بدر کا ایک خاص منظر بیان کیا گیا ہے، یہ وہ وقت تھا جب شیطان بنو کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی شکل میں ابو جہل کے پہلو میں موجود تھا اور اس کا حوصلہ بڑھا رہا تھا، لیکن جوں ہی اسے جبریل امین اور ان کی معیت میں بہت سے فرشتے نظر آئے تو وہ دم دبا کر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، ابو جہل نے اسے آوازیں دے کر بلایا تو کہنے لگا کہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے، میں تم سے بالکل بے زار اور بری ہوں ، مجھے وہ مخلوق نظر آ رہی ہے جو تم نہیں دیکھ رہے ہو اور سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے، یہ کہہ کر وہاں سے بھاگ گیا اور ابو جہل اپنے دیگر سرداروں کے ہمراہ مارا گیا، شیطان کی یہی عادت ہمیشہ رہی ہے کہ وہ جسے ورغلاتا ہے، عین منجدھار میں اسے چھوڑ کر بھاگ نکلتا ہے اور اوپر سے کس قدر سفید بلکہ چمکدار جھوٹ بولتا ہے کہ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے، اگر وہ اللہ سے ڈرنے والا ہوتا تو شیطان نہ ہوتا۔

﴿٤٩﴾ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ بدر کے موقع پر منافقین کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق اور شک کی بیماری تھی ، انہوں نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اپنی بے سروسامانی کے باوجود مشرکین کے مسلح لشکر سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہیں اور یہ اس بات کو اہمیت دینے کیلئے تیار نہیں ہیں کہ دونوں لشکروں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں بنتا ، یہ تو اپنے آپ موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے تو یہی باتیں ان کے منہ سے نکلنے لگیں کہ ان کے دین نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ مر جائیں گے تو شہادت نصیب ہوگی اور شہادت کے یہ یہ فضائل ہیں ، بھلا اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنے کا کیا فائدہ؟ سو اس کا جواب یہ دیدیا کہ دراصل یہ دھوکہ نہیں ، حق تعالیٰ پر مکمل بھروسہ ، توکل اور اعتماد کی علامت ہے اور جسے اللہ پر توکل نصیب ہو جائے ، اللہ اسے تنہا نہیں چھوڑتا ، وہ نہایت غالب اور حکمت والا ہے۔

وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝٥٠ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

وَ	اَدْبَارَهُمْ ۚ	وَ	ذُوْقُوْا	عَذَابَ	الْحَرِيْقِ ۝٥٠	ذٰلِكَ	بِمَا	قَدَّمَتْ	
اور	ان کی پشتوں کو	اور	چکھو تم	عذاب	جلنے کا	وہ	بدلہ اس کا جو	آگے بھیجا	

مارتے ہیں ، اور کہتے ہیں کہ چکھو آگ میں جلنے کا عذاب۔ ٥٠ یہ بدلہ ہے اُن اعمال کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝٥١ كَدَاْبِ اٰلِ

اَيْدِيْكُمْ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَيْسَ	بِظَلَّامٍ	لِّلْعَبِيْدِ ۝٥١	كَدَاْبِ	اٰلِ
تمہارے ہاتھوں نے	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	نہیں	ظلم کرنے والا	بندوں پر	جیسا حال ہوا	گھرانے کا

بھیجے تھے اور یہ کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ٥١ جیسے آلِ فرعون اور اُن سے

فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ

فِرْعَوْنَ ۙ	وَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ ؕ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	فَاَخَذَهُمُ
فرعون کے	اور	جو لوگ	سے	ان کے پہلے	انکار کیا انہوں نے	آیتوں کا	اللہ کی	سو پکڑ لیا انہیں

پہلوں کے متعلق دستور رہا، اُنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ، تو اللہ نے انہیں اُن کے گناہوں

اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٥٢ ذٰلِكَ بِاَنَّ

اللّٰهُ	بِذُنُوْبِهِمْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	قَوِيٌّ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ ۝٥٢	ذٰلِكَ	بِاَنَّ
اللہ نے	ان کے گناہوں کی وجہ سے	بیشک	اللہ	خوب طاقتور	سخت دینے والا	سزا کا	وہ	اس وجہ سے کہ بیشک

کی وجہ سے پکڑ لیا، بیشک اللہ نہایت طاقتور، سخت عذاب والا ہے ۔ ٥٢ اس کی وجہ یہ ہے کہ

اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا

اللّٰهَ	لَمْ	يَكُ	مُغَيِّرًا	نِّعْمَةً	اَنْعَمَهَا	عَلٰى	قَوْمٍ	حَتّٰى	يُغَيِّرُوْا	مَا
اللہ	نہیں	ہے	بدلنے والا	کسی نعمت کو	انعام کی وہ اس نے	پر	کسی قوم کے	یہاں تک کہ	بدل دیں وہ	جو کچھ

اللہ نے جس قوم کو کوئی نعمت عطا فرمائی ہو تو وہ اس نعمت کو تبدیل نہیں کرتا ، یہاں تک کہ وہی اپنے دلوں کی بات

بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝٥٣ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ

بِاَنْفُسِهِمْ ۙ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ۝٥٣	كَدَاْبِ	اٰلِ	فِرْعَوْنَ ۙ
ان کے دلوں میں	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا	جیسا حال ہوا	گھرانے کا	فرعون کے

بدل ڈالیں ، اور یہ کہ اللہ خوب سننے والا ، جاننے والا ہے ۔ ٥٣ جیسے آلِ فرعون اور اُن سے پہلوں کے

٥٠ اس آیت مبارکہ میں موت کے وقت کافروں کی حالت زار بیان کی گئی ہے کہ فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوں گے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ان کی پٹائی اسی وقت شروع ہو جاتی ہے جب ان کی روح قبض کی جاتی ہے اور جہنم کا عذاب اس کے علاوہ رہتا ہے۔

٥١ اس آیت مبارکہ میں کافروں کو سزا دیئے جانے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ ایسا ظلم کی بناء پر نہیں کیا جاتا، کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر معمولی سا ظلم بھی نہیں کرتا، یہ تو صرف اُن کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے، وہ اپنے اعمال کے نتیجے میں اسی سزا کے مستحق تھے۔

٥٢ اس آیت مبارکہ میں پہلے دستور کا حوالہ دیا گیا ہے کہ ہمیشہ سنت اللہ یہی جاری رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے گناہوں کے نتیجے میں پکڑ لیا اور چونکہ وہ نہایت طاقتور ہے اس لیے اس کی گرفت سے کوئی بچ نہ سکا جیسا کہ فرعون وآل فرعون کے ساتھ ہوا کہ وہ اللہ کی پکڑ میں آ گئے۔

٥٣ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کریمی کا حوالہ دیا ہے کہ وہ نہایت کریم ہے، اس کی شان سے بعید ہے کہ کسی کو کوئی نعمت دے کر اس سے وہ نعمت چھین لے، البتہ اگر کوئی معقول وجہ پائی جائے تو اور بات ہے، اس وقت اس کی شان انعام کی بجائے شان انتقام ظاہر ہوتی ہے اور نہ صرف وہ نعمت واپس لے لی جاتی ہے، بلکہ سزا بھی دی جاتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

وَالَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ ۭ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	فَاَهْلَكْنٰهُمْ
اور جولوگ	سے	ان کے پہلے	جھٹلایا انہوں نے	آیتوں کو	اپنے رب کی	سوہم نے ہلاک کردیا انہیں

متعلق دستوررہا ، اُنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں اُن کے گناہوں کیوجہ سے

بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۵۴ اِنَّ شَرَّ

بِذُنُوْبِهِمْ	وَاَغْرَقْنَآ	اٰلَ	فِرْعَوْنَ ۚ	وَ	كُلٌّ	كَانُوْا	ظٰلِمِيْنَ ۝	اِنَّ	شَرَّ
ان کے گناہوں کیوجہ سے	اورغرق کردیا ہم نے	گھرانے کو	فرعون کے	اور	سب	تھے وہ	ظلم کرنے والے	بیشک	بدترین

ہلاک کردیا اور آلِ فرعون کو ہم نے غرق کر دیا، اور یہ سارے ہی ظالم تھے ۔ ۵۴ اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والوں میں سب سے

الدَّوَاۗبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۵

الدَّوَاۗبِّ	عِنْدَ	اللّٰهِ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَهُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ۝
چوپائے	نزدیک	اللہ کے	جن لوگوں نے	کفرکیا	سووہ	نہیں	ایمان لاتے

بدترین وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا، سو وہ ایمان نہیں لائے ۔ ۵۵

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ

اَلَّذِيْنَ	عٰهَدْتَّ	مِنْهُمْ	ثُمَّ	يَنْقُضُوْنَ	عَهْدَهُمْ	فِيْ	كُلِّ	مَرَّةٍ
جولوگ	آپ نے معاہدہ کیا ہو	ان میں سے	پھر	توڑدیتے ہیں وہ	اپنا عہد	بیچ	ہر	مرتبہ کے

وہ لوگ جن کے ساتھ آپ معاہدہ کر چکے ہیں اور وہ ہر مرتبہ ہی اپنا عہد توڑدیتے ہیں

وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝۵۶ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ

وَّ	هُمْ	لَا	يَتَّقُوْنَ ۝	فَاِمَّا	تَثْقَفَنَّهُمْ	فِي	الْحَرْبِ	فَشَرِّدْ بِهِمْ	مَّنْ
اور	وہ	نہیں	ڈرتے	سواگر	آپ انہیں پالیں	بیچ	جنگ کے	تو بھگادیجئے ان کے ذریعے	جوکوئی

اور وہ ڈرتے بھی نہیں ہیں۔ ۵۶ تو اگر آپ انہیں کبھی دورانِ جنگ پالیں تو انہیں ایسی سزادیں کہ اُسے دیکھ کر اُن کے پچھلے

خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۵۷ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً

خَلْفَهُمْ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُوْنَ ۝	وَ	اِمَّا	تَخَافَنَّ	مِنْ	قَوْمٍ	خِيَانَةً
ان کے پیچھے	تاکہ وہ	نصیحت حاصل کریں	اور	اگر	آپ کو اندیشہ ہو	سے	کسی قوم کے	خیانت کا

بھاگ جائیں ، تاکہ وہ عبرت حاصل کرلیں ۔ ۵۷ اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو

۵۴ اس آیت مبارکہ میں پہلے دستور کا حوالہ دیا گیا ہے کہ سنت اللہ ہمیشہ یہی جاری رہی ہے کہ جب گزشتہ اقوام نے تکذیب و تردید اور گناہوں پر اصرار کی روش اختیار کی تو ان کی نعمتیں واپس چھین کر انہیں تباہ و برباد کردیا گیا جیسا کہ فرعون و آلِ فرعون کے ساتھ ہوا کہ وہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو کر نہ صرف نعمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھے بلکہ اپنے گناہوں کی پاداش میں پانی میں غرق بھی ہونا پڑا۔

۵۵ ۵۶ ان آیتوں میں ان لوگوں کو عند اللہ سب سے بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے جو کفر پر جمے رہیں، ایمان نہ لائیں اور ہر مرتبہ عہد کرنے کے بعد عہد شکنی کریں، ان لوگوں میں اللہ کا خوف بالکل نہیں، اپنے کفر اور بدعہدی کی وجہ سے وہ اسی قابل ہیں کہ انہیں روئے زمین پر چلنے والے جانداروں میں سب سے بدترین قرار دیا جائے۔

۵۷ اس آیت مبارکہ میں غداروں اور بار بار عہد شکنی کا ارتکاب کرنے والوں کے حوالے سے ہدایت دی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ آپ پر جنگ مسلط کردیں تو آپ انہیں ایسی سزادیں جو ان کیلئے اور ان کی نسلوں کیلئے عبرت کا سامان بن جائے ، اور آئندہ کبھی انہیں عہد شکنی اور غداری کی جرأت نہ ہو، اس کی وجہ واضح ہے کہ ایک مرتبہ بدعہدی کرنے والے کو اقرار جرم اور طلب معافی پر معاف کیا جاسکتا ہے، لیکن عادی مجرم کو معاف کرنا ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسے جانے کے مترادف ہے اور مؤمن کی شان سے یہ بعید ہے۔

فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآىِٕنِيْنَ ۝۵۸ ع

فَانْۢبِذْ	اِلَيْهِمْ	عَلٰى	سَوَآءٍ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُحِبُّ	الْخَآىِٕنِيْنَ ۝۵۸
تو پھینک دیجئے	ان کی طرف	پر	برابری کے	بیشک	اللہ	نہیں	پسند کرتا	خیانت کرنے والوں کو

تو اُن کا عہد اُن کی طرف پھینک دیجئے، یوں معاملہ برابر ہو جائے گا ، بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ۵۸

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝۵۹

وَ	لَا	يَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	سَبَقُوْا ۭ	اِنَّهُمْ	لَا	يُعْجِزُوْنَ ۝۵۹
اور	مت	گمان کریں	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	آگے بڑھ گئے وہ	بیشک وہ	نہیں	عاجز کر سکتے

اور کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ بھاگ نکلے ، بیشک وہ ہمیں عاجز نہ کر سکیں گے ۔ ۵۹

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ

وَ	اَعِدُّوْا	لَهُمْ	مَّا	اسْتَطَعْتُمْ	مِّنْ	قُوَّةٍ	وَّ	مِنْ	رِّبَاطِ	الْخَيْلِ
اور	تیار کرو	اُن کیلئے	وہ جو	تم کر سکتے ہو	سے	طاقت کے	اور	سے	تیار بندھے ہوئے	گھوڑے

اور جہاں تک ممکن ہو سکے ، اُن کیلئے طاقت اور پلے ہوئے گھوڑے فراہم کرو،

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ

تُرْهِبُوْنَ	بِهٖ	عَدُوَّ	اللّٰهِ	وَعَدُوَّكُمْ	وَ	اٰخَرِيْنَ	مِنْ	دُوْنِهِمْ ۚ
تم ڈراتے ہو	اس کے ذریعے	دشمن کو	اللہ کے	اور اپنے دشمن کو	اور	دوسرے لوگوں کو	سے	ان کے علاوہ

تا کہ تم اُس کے ذریعے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو مرعوب کر سکو ، نیز اُن کے علاوہ کچھ دوسرے لوگوں کو بھی ،

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ

لَا	تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ	اَللّٰهُ	يَعْلَمُهُمْ ۭ	وَ	مَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ	شَيْءٍ	فِيْ	سَبِيْلِ
نہیں	تم نہیں جانتے	اللہ	انہیں جانتا ہے	اور	وہ جو	تم خرچ کرو	سے	کسی چیز کے	بیچ	راستے کے

جنہیں تم نہیں جانتے ، اللہ انہیں جانتا ہے ،اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ

اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ

اللّٰهِ	يُوَفَّ	اِلَيْكُمْ	وَ	اَنْتُمْ	لَا	تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰	وَ	اِنْ	جَنَحُوْا	لِلسَّلْمِ
اللہ کے	پورا دیا جائیگا	تمہاری طرف	اور	تم	نہیں	ظلم کئے جاؤ گے	اور	اگر	وہ جھکیں	صلح کیلئے

کرو گے ، تمہیں اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائیگا ۔ ۶۰ اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں

ع ۱۰ / ۲

۵۸ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں نے عہد شکنی تو نہیں کی، لیکن ان کے ماضی کو دیکھتے ہوئے یہ اندیشہ لگا رہتا ہو کہ یہ اپنے عہد پر قائم نہیں رہیں گے اور نقصان پہنچائیں گے تو ایسی صورت میں یہ حکم ہے کہ سابقہ معاہدے سے دستبردار ہو جائیں اور انہیں آگاہ کر دیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ جو پرانا معاہدہ تھا، ہم اسے ختم کر رہے ہیں، آج کے بعد ہمارا آپ کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہے، تا کہ دشمنوں کے ساتھ خیانت لازم نہ آئے ، کیونکہ یک طرفہ طور پر معاہدہ ختم کر دینا اور فریق ثانی کو آگاہ نہ کرنا بھی خیانت ہے اور اللہ کو خیانت پسند نہیں ہے۔

۵۹ اس آیت مبارکہ میں کافروں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر مسلمان تمہیں معاہدے سے دستبرداری کے متعلق آگاہ کر دیں تو اس سے یہ نہ سمجھنا کہ تم مسلمانوں پر غالب آسکو گے اور ان کے خلاف ہر طرح کی تیاری مکمل کر سکو گے، اس لیے کہ مسلمانوں کو اللہ کی حمایت اور مدد و نصرت حاصل ہے اور تم اللہ کو کبھی عاجز اور مغلوب نہیں کر سکتے۔

۶۰ اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو جنگی قوت مہیا کرنے کیلئے تمام دستیاب وسائل اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کیلئے اپنی دفاعی پوزیشن کو مستحکم کرنا اور زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ ٹیکنالوجی اور اسلحہ فراہم کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، بلکہ یہ دشمنوں کو مرعوب کرنے کا ذریعہ ہے کیونکہ مسلمانوں کے بہت سے دشمن دکھائی دینے والے اور بہت سے ان دیکھے بھی ہیں، جو اللہ کے علم سے تو باہر نہیں ہیں لیکن یہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کو ان کا علم نہ ہو، اس دفاعی استحکام کیلئے پیسہ خرچ کرنا بھی باعثِ اجر و ثواب ہے اور حق تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے کہ وہ اس کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہ کرے گا۔

فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾

فَاجْنَحْ	لَهَا	وَ	تَوَكَّلْ	عَلَى	اللّٰهِ ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾
تو تو جھک جا	اس کیلئے	اور	بھروسہ کر	پر	اللہ کے	بیشک	وہی	خوب سننے والا	جاننے والا

تو آپ بھی اسی طرف مائل ہو جایئے ، اور اللہ پر بھروسہ رکھیے ، بیشک وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے ۔ ﴿۶۱﴾

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ

وَ	اِنْ	يُّرِيْدُوْٓا	اَنْ	يَّخْدَعُوْكَ	فَاِنَّ	حَسْبَكَ	اللّٰهُ ؕ	هُوَ	الَّذِيْٓ
اور	اگر	وہ چاہیں	یہ کہ	تجھے دھوکہ دیں	تو بیشک	تجھے کافی	اللہ	وہ	جس نے

اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں گے تو بیشک اللہ آپ کیلئے کافی ہے ، اُسی نے اپنی

اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ

اَيَّدَكَ	بِنَصْرِهٖ	وَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾	وَ	اَلَّفَ	بَيْنَ	قُلُوْبِهِمْ ؕ
تیری تائید کی	اپنی مدد کے ساتھ	اور	ساتھ ایمان والوں کے	اور	الفت ڈال دی	درمیان	ان کے دلوں کے

نصرت کے ذریعے اور مسلمانوں کے ساتھ آپ کی تائید فرمائی ہے ۔ ﴿۶۲﴾ اور اللہ نے مومنین کے دلوں میں الفت ڈال دی ،

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ

لَوْ	اَنْفَقْتَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	مَّآ	اَلَّفْتَ	بَيْنَ	قُلُوْبِهِمْ	وَلٰكِنَّ
اگر	تُو خرچ کر دیتا	وہ جو	بیچ	زمین کے	سب کا سب	نہیں	الفت ڈال سکتا تھا تُو	درمیان	ان کے دلوں کے	اور لیکن

زمین میں جو کچھ ہے ، اگر آپ وہ سارے کا سارا بھی خرچ کر دیتے تو اُن کے دلوں میں الفت نہیں ڈال سکتے تھے ، لیکن

اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ

اللّٰهَ	اَلَّفَ	بَيْنَهُمْ ؕ	اِنَّهٗ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾	يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	حَسْبُكَ
اللہ نے	الفت ڈال دی	ان کے درمیان	بیشک وہ	غالب	حکمت والا	اے	نبی!	تجھے کافی

اللہ نے اُن کے درمیان الفت ڈال دی ، بیشک وہ غالب، حکمت والا ہے ۔ ﴿۶۳﴾ (اے نبی! ﷺ) آپ کیلئے اللہ ہی

اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ

اللّٰهُ	وَ	مَنِ	اتَّبَعَكَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾	يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	حَرِّضِ
اللہ	اور	وہ جس نے	پیروی کی تیری	سے	ایمان والوں کے	اے	نبی!	ترغیب دے

کافی ہے اور وہ مومنین جو آپ کی پیروی کرنے والے ہیں ۔ ﴿۶۴﴾ (اے نبی! ﷺ) ، آپ مومنین کو

ع ۸ ۶ ۴

﴿۶۱﴾ اس آیت مبارکہ میں دشمنوں سے صلح کا دروازہ کھولا گیا ہے کہ اگر کوئی دشمن تم سے صلح میں دلچسپی رکھتا ہو تو تم بلاوجہ اس کی پیشکش کو مسترد نہ کرو، تمہیں اس کی پیشکش کو قبول کر کے زمین کو خونریزی سے بچانا چاہیے اور تمہیں اللہ کے بھروسے پر صلح کر لینی چاہیے۔

﴿۶۲﴾ اس آیت مبارکہ میں اس اندیشے سے نجات دلائی گئی ہے کہ اگر دشمن صلح کی آڑ میں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہو اور اپنا اعتماد قائم کر کے مکاری اور چالاکی کے ساتھ دھوکہ دینے کا منصوبہ بنا رہا ہو، ظاہر میں وہ صلح ہو اور دل میں کینہ اور عداوت پنپ رہی ہو تو کوئی پرواہ نہیں ، اللہ تعالیٰ آپ کی کفایت کرے گا، اس نے پہلے بھی آپ کی نصرت اور تائید کی ہے جس کا ظاہری سبب اہل ایمان کو بنا دیا اور آئندہ بھی کرتا رہے گا، اس لیے آپ ان کی سازشوں اور مکاریوں سے بے فکر رہیں۔

﴿۶۳﴾ اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں محبت و الفت کی شمع روشن کر کے اس کے اثرات بیان کیے گئے ہیں، یہ الفت اور محبت ان کے دلوں میں اس عداوت کے بعد پیدا کی گئی ہے جو زمانۂ جاہلیت کی پیداوار تھی اور زمانہ جاہلیت میں ''عداوت'' ختم کرنے کیلئے قائم نہیں کی جاتی تھی بلکہ اسے مزید پروان چڑھایا جاتا تھا اور ہر نسل اسے اگلی نسل کو منتقل کر جاتی تھی، اس عداوت کو ختم کرنے کیلئے اگر روئے زمین کے خزانے بھی خرچ کر دیئے جاتے تب بھی اس کے زہریلے اثرات باقی رہتے اور دلوں میں وہ الفت اور محبت پیدا نہ ہوتی جو رسول اکرم ﷺ کی صحبت کی برکت اور تاثیر سے اللہ نے ان میں پیدا فرما دی تھی، اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم خوار بھائی بھائی بن گئے تھے، اس اخوت نے حقیقی اور نسبی اخوت کو پیچھے چھوڑ دیا اور انہوں نے ایک دوسرے کو اپنے مال اور جائیداد میں برابر کا شریک بنا کر انصاف کے ساتھ آدھا حصہ ان کے حوالے کر دیا، انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سچی محبت کر کے اُس محبت کا حق ادا کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی، اور وہ اپنی اس کوشش میں اس قدر کامیاب ہوئے کہ ان کے بد ترین دشمن بھی یہ اعتراف کرتے تھے کہ محمد ﷺ کے صحابہ ان سے جتنی محبت کرتے ہیں، بخدا ہم نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت سے ہی ممکن ہوا۔

﴿۶۴﴾ اس آیت مبارکہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں، پہلا معنی یہ کہ اے نبی ﷺ آپ اور آپ کے ساتھیوں کیلئے اللہ کافی ہے، دوسرا معنی یہ کہ اے نبی ﷺ آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور جو مخلص مسلمان آپ کے پیروکار ہیں، تھوڑی تعداد ہونے کے باوجود اسباب ظاہری کے درجے میں وہ بھی آپ کیلئے کافی ہیں، دونوں معنی اپنی جگہ صحیح ہیں اور الفاظ میں دونوں کی گنجائش موجود ہے۔

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ

الْمُؤْمِنِيْنَ	عَلَى	الْقِتَالِ ؕ	اِنْ	يَّكُنْ	مِّنْكُمْ	عِشْرُوْنَ	صٰبِرُوْنَ
ایمان والوں کو	پر	لڑائی کے	اگر	ہوں	تم میں سے	بیس لوگ	ثابت قدم رہنے والے

قتال کی ترغیب دیجئے، اگر تم میں سے بیس لوگ ثابت قدم رہنے والے ہوئے

يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ

يَغْلِبُوْا	مِائَتَيْنِ ۚ	وَ	اِنْ	يَّكُنْ	مِّنْكُمْ	مِّائَةٌ	يَّغْلِبُوْٓا	اَلْفًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ
غالب آجائیں گے وہ	دوسو پر	اور	اگر	ہوں	تم میں سے	ایک سو	غالب آجائینگے وہ	ایک ہزار پر	سے	وہ لوگ جو

تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے، اگر تم میں سے سو آدمی ہوئے، تو وہ کافروں کے ایک ہزار افراد پر

كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ

كَفَرُوْا	بِاَنَّهُمْ	قَوْمٌ	لَّا	يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾	اَلْـٰٔنَ	خَفَّفَ	اللّٰهُ	عَنْكُمْ	وَ	عَلِمَ
کفر کیا انہوں نے	اس وجہ سے کہ بیشک وہ	ایک قوم	نہیں	سمجھتے وہ	اب	ہلکا کردیا	اللہ نے	تم سے	اور	جان لیا

غالب آجائیں گے، اس لئے کہ وہ لوگ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ ﴿٦٥﴾ اب اللہ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور اُس کے علم میں ہے

اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا

اَنَّ	فِيْكُمْ	ضَعْفًا ؕ	فَاِنْ	يَّكُنْ	مِّنْكُمْ	مِّائَةٌ	صَابِرَةٌ	يَّغْلِبُوْا
یہ کہ بیشک	تم میں	کمزوری	سو اگر	ہوئے	تم میں سے	سو	ثابت قدم رہنے والے	غالب آجائیں گے وہ

کہ تم میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے، اس لئے اگر تم میں سے سو لوگ ثابت قدم رہنے والے ہوں تو وہ دو سو افراد پر

مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

مِائَتَيْنِ ۚ	وَ	اِنْ	يَّكُنْ	مِّنْكُمْ	اَلْفٌ	يَّغْلِبُوْٓا	اَلْفَيْنِ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ؕ	وَ	اللّٰهُ
دوسو پر	اور	اگر	ہوئے	تم میں سے	ایک ہزار	غالب آجائیں گے وہ	دوہزار پر	ساتھ حکم	اللہ کے	اور	اللہ

غالب آجائیں گے، اور اگر تم میں سے ایک ہزار لوگ ہوئے، تو وہ اللہ کے حکم سے دوہزار افراد پر غالب آجائیں گے اور اللہ

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى

مَعَ	الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾	مَا	كَانَ	لِنَبِيٍّ	اَنْ	يَّكُوْنَ	لَهٗٓ	اَسْرٰى	حَتّٰى
ساتھ	صبر کرنے والوں کے	نہیں	تھا	نبی کیلئے	یہ کہ	ہوں	اس کیلئے	قیدی	یہاں تک کہ

ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔ ﴿٦٦﴾ کسی نبی کیلئے مناسب نہیں رہا کہ اپنے پاس قیدی رکھیں، یہاں تک

﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے اہل ایمان کو جہاد وقتال کی ترغیب دینے کا حکم دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ اگر دشمن تم سے دس گنا بھی زیادہ ہو تو اللہ کے حکم سے تم ہی غالب رہو گے، شرط یہ ہے کہ تم ثابت قدم رہو، دیکھا جائے تو بظاہر یہ خوشخبری ہے لیکن حقیقت میں حکم ہے کہ اگر دشمن تم سے دس گنا بھی زیادہ ہو، تب بھی تم اس کے مقابلے سے منہ نہ پھیرنا، اس لیے کہ کافر ناسمجھ لوگ ہیں، انہیں اس بات کی سمجھ ہی نہیں ہے کہ وہ باطل عقیدوں، فاسد معبودوں، بے کار خیالات اور فانی دنیا کی خاطر لڑ رہے ہیں، یہ چیزیں ان کے کسی کام آنے والی نہیں ہیں، دوسری طرف مسلمان چونکہ اللہ کی رضا کیلئے تلوار اٹھاتا ہے اس لیے اسے دشمن کی کثرت یا قلت سے فرق نہیں پڑتا، اس کی نظر آخرت پر ہوتی ہے اس لیے وہ موت سے بھی خوفزدہ نہیں ہوتا اور دین کی سربلندی کیلئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ لیتا ہے۔

﴿٦٦﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کیلئے گزشتہ حکم میں تخفیف کی گئی ہے، پہلے ایک اور دس کے مقابلہ کا حکم تھا، اب ایک اور دو کے معیار کو اختیار کیا گیا ہے، لہٰذا اگر دشمن، مسلمانوں سے تعداد میں دوگنا ہو تو مسلمانوں کو اس کے مقابلے میں ڈٹ جانا چاہیے، لیکن اگر دشمن کی تعداد دوگنی سے بھی زیادہ ہو تو مقابلہ ضروری نہیں رہتا، اس تخفیف کی وجہ بھی آیت مبارکہ میں خود ہی بیان کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری کمزوری اور جسمانی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ تخفیف فرمائی ہے، سو یہ اس امت پر حق تعالیٰ کی مہربانی اور احسان ہے۔

يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ يُرِيدُ

يُثْخِنَ	فِي	الْأَرْضِ ۚ	تُرِيدُونَ	عَرَضَ	الدُّنْيَا ۖ	وَ	اللَّهُ	يُرِيدُ
خون بہالے وہ	بیچ	زمین کے	تم چاہتے ہو	سامان	دنیا کا	اور	اللہ	چاہتا ہے

کہ زمین میں اچھی طرح خون بہالیں ، تم لوگ دنیا کا سازو سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ

الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ

الْآخِرَةَ ۗ	وَ	اللَّهُ	عَزِيزٌ	حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾	لَوْ	لَا	كِتَابٌ	مِنَ	اللَّهِ	سَبَقَ
آخرت کو	اور	اللہ	غالب	حکمت والا	اگر	نہ	لکھا ہوتا	سے	اللہ کے	آگے بڑھ گیا وہ

فرماتا ہے ، اور اللہ غالب ، حکمت والا ہے ۔ ﴿٦٧﴾ اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے ایک بات لکھی ہوئی نہ ہوتی

لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا

لَمَسَّكُمْ	فِيمَا	أَخَذْتُمْ	عَذَابٌ	عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾	فَكُلُوا	مِمَّا	غَنِمْتُمْ	حَلَالًا
البتہ چھولیتا تمہیں	اسمیں جو	تم نے لیا	عذاب	بہت بڑا	سو کھاؤ تم	اسمیں سے جو	غنیمت ملی تمہیں	حلال

تو تم نے جو کچھ لیا ، اس سلسلے میں تمہیں بڑا عذاب چھولیتا ۔ ﴿٦٨﴾ سو تمہیں غنیمت میں سے جو ملا ہے ، اسے حلال ، پاکیزہ

طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٦٩﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ

طَيِّبًا ۚ	وَ	اتَّقُوا	اللَّهَ ۚ	إِنَّ	اللَّهَ	غَفُورٌ	رَحِيمٌ ﴿٦٩﴾	يَا أَيُّهَا	النَّبِيُّ	قُلْ
پاکیزہ	اور	ڈرو تم	اللہ سے	بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اے	نبی!	تو کہہ

سمجھ کر کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو ، بیشک اللہ بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ﴿٦٩﴾ اے نبی! (ﷺ) ، آپ کے قبضے میں

ع ٩ ٥ ٥

لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا

لِمَنْ	فِي	أَيْدِيكُمْ	مِنَ	الْأَسْرَىٰ	إِنْ	يَعْلَمِ	اللَّهُ	فِي	قُلُوبِكُمْ	خَيْرًا
ان سے جو	بیچ	تمہارے ہاتھوں کے	سے	قیدی	اگر	جانتا ہوگا	اللہ	بیچ	تمہارے دلوں کے	کوئی خیر

جو قیدی ہیں ، اُن سے فرما دیجئے کہ اگر تمہارے دلوں میں تھوڑی سی خیر بھی اللہ کے علم میں ہوئی

يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ

يُؤْتِكُمْ	خَيْرًا	مِمَّا	أُخِذَ	مِنْكُمْ	وَ	يَغْفِرْ لَكُمْ ۗ	وَ	اللَّهُ	غَفُورٌ
وہ دے گا تمہیں	زیادہ بہتر	اس سے جو	لیا گیا	تم سے	اور	معاف کردے گا تمہیں	اور	اللہ	بہت بخشنے والا

تو تم سے جو کچھ لیا گیا ہے ، وہ اس سے بہتر تمہیں عطا فرمادے گا اور تمہاری مغفرت بھی فرمادے گا اور اللہ بہت بخشنے والا ،

﴿٦٧﴾ ﴿٦٩﴾ ان آیتوں کی تفسیر تو کیا صرف ترجمہ کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی ایسا لفظ قلم سے نہ نکل جائے جو حق تعالیٰ کی مراد کے خلاف ہو یا رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی شان میں کمی کا موجب بن جائے (اعاذنا اللہ منہا) اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ ان آیات کا تعلق غزوۂ بدر کے ستر سرداران قریش قیدیوں کے معاملے سے ہے جن سے فدیہ لینے یا قتل کرنے کی رائے پر مشورہ ہوا، بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے فدیہ لیکر قیدیوں کو رہا کرنے کا اور بعض نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا، پہلی رائے کثرت رائے دہندگان کی بناء پر منظور کرلی گئی، جبکہ حق تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق دوسری صورت تھی، اس لیے ان آیات کے ذریعے دوسری رائے کے زیادہ بہتر اور قابل ترجیح ہونے کی طرف توجہ دلائی گئی، اور اسلوب کلام ایسا رکھا گیا کہ جس سے باری تعالیٰ کا منشاء ناپسندیدگی کا سمجھا جائے، اس اسلوب کلام میں روئے سخن پھر بھی رسول اکرم ﷺ کی طرف نہیں رکھا گیا بلکہ ''تریدون، لمسکم اور أخذتم'' جیسے الفاظ لائے گئے جو جمع مذکر حاضر پر دلالت کرتے ہیں اور اس سے فرد واحد کی بجائے جماعت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، تاہم اگلے ہی جملے میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ یہ مال غنیمت تمہارے لیے حرام نہیں ہے، تم اسے خوشدلی اور رغبت کے ساتھ حلال سمجھ کر کھا سکتے ہو، یہ وضاحت اس لیے ضروری تھی کہ سابقہ اسلوب کلام سے متاثر ہو کر مسلمان اسے حرام نہ سمجھ بیٹھیں۔

رَّحِيْمٌ ﴿٧٠﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ

رَّحِيْمٌ ﴿٧٠﴾	وَ	اِنْ	يُّرِيْدُوْا	خِيَانَتَكَ	فَقَدْ	خَانُوا	اللّٰهَ	مِنْ قَبْلُ
نہایت مہربان	اور	اگر	وہ ارادہ کرلیں	تجھ سے خیانت کا	تو یقیناً	وہ خیانت کر چکے	اللہ سے	سے پہلے

نہایت مہربان ہے۔ ﴿٧٠﴾ اور اگر وہ آپ سے خیانت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ اِس سے پہلے اللہ کے ساتھ بھی خیانت کر چکے ہیں ،

فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

فَاَمْكَنَ	مِنْهُمْ ؕ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
تو اس نے قدرت دی	ان سے	اور اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	بیشک	جو لوگ	ایمان لائے

سو اللہ نے انہیں پکڑوادیا، اور اللہ خوب جاننے والا ، حکمت والا ہے ۔ ﴿٧١﴾ بیشک جو لوگ ایمان لائے ،

وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وَهَاجَرُوْا	وَجٰهَدُوْا	بِاَمْوَالِهِمْ	وَاَنْفُسِهِمْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
اور انہوں نے ہجرت کی	اور انہوں نے جہاد کیا	اپنے مالوں کے ساتھ	اور اپنی جانوں سے	بیچ	راستے کے	اللہ کے

انہوں نے ہجرت کی ، اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا

وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ

وَالَّذِيْنَ	اٰوَوْا	وَّ	نَصَرُوْٓا	اُولٰٓئِكَ	بَعْضُهُمْ	اَوْلِيَآءُ	بَعْضٍ ؕ	وَالَّذِيْنَ
اور جن لوگوں نے	ٹھکانہ دیا	اور	مدد کی انہوں نے	وہ لوگ	بعض ان میں سے	بہت سے دوست	بعض کے	اور جو لوگ

اور وہ لوگ جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور نصرت کی ، وہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں ، اور وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

اٰمَنُوْا	وَلَمْ	يُهَاجِرُوْا	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	وَّلَايَتِهِمْ	مِّنْ	شَيْءٍ
ایمان لائے	اور نہیں	ہجرت کی انہوں نے	نہیں	تمہارے لئے	سے	ان کی رفاقت کے	سے	کوئی چیز

جو ایمان تو لے آئے ، پر انہوں نے ہجرت نہیں کی ، تمہاری اُن سے کوئی رفاقت نہیں ہے ،

حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ

حَتّٰى	يُهَاجِرُوْا ۚ	وَاِنِ	اسْتَنْصَرُوْكُمْ	فِي	الدِّيْنِ	فَعَلَيْكُمُ	النَّصْرُ
یہاں تک کہ	وہ ہجرت کرلیں	اور اگر	وہ مدد طلب کریں تم سے	بیچ	دین کے	تو تم پر	مدد کرنا

یہاں تک کہ وہ بھی ہجرت کر لیں ، اگر وہ دین کے معاملے میں تم سے مدد طلب کریں تو تم پر اُن کی مدد کرنا لازم ہے

﴿٧٠﴾ ﴿٧١﴾ ان آیتوں میں غزوۂ بدر کے قیدیوں کی طرف روئے سخن ہے کہ تم سے فدیئے کی جو رقم لی گئی ہے، اگر تمہارے دلوں میں خیر موجود ہے، تم ایمان لے آتے ہو اور اس پر ثابت قدم رہتے ہو تو اس جانے والے پیسے اور رقم کی پرواہ نہ کرنا، اللہ تمہیں اس سے زیادہ اور اس سے عمدہ مال عطا فرمائے گا نیز اس سے پہلے تم سے جو گناہ ہوچکے، وہ ان سے بھی درگزر فرمائے گا اور اگر تمہارے دلوں میں کوئی فریب اور خیانت پنپ رہی ہے اور تم کوئی منصوبہ سوچ رہے ہو تو یاد رکھو کہ اس سے پہلے کے فریب ، خیانت اور منصوبوں کا انجام تمہارے سامنے ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اللہ کو دھوکہ دے سکو، لیکن اگر تم اس کی کوشش بھی کرو گے تو انجام اس سے بھی بدتر ہوسکتا ہے، اس طرح رسول اکرم ﷺ کو بھی تسلی دیدی گئی کہ آپ ان کی خیانت اور دھوکے سے فکرمند نہ ہوں، یہ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔

إِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٧٢﴾

اِلَّا	عَلٰى	قَوْمٍ	بَيْنَكُمْ	وَ	بَيْنَهُمْ	مِّيْثَاقٌ ۗ	وَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ﴿٧٢﴾
سوائے	پر	قوم کے	تمہارے درمیان	اور	ان کے درمیان	کوئی معاہدہ	اور	اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا

سوائے اس قوم کے مقابلے میں کہ تمہارے اور اُن کے درمیان کوئی معاہدہ ہو چکا ہو، اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔ ﴿٧٢﴾

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۗ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ

وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بَعْضُهُمْ	اَوْلِيَآءُ	بَعْضٍ ۗ	اِلَّا	تَفْعَلُوْهُ	تَكُنْ	فِتْنَةٌ
اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	ان میں سے بعض	بہت سے دوست	بعض کے	اگر نہ	تم یہ کرو گے	ہوگا	فتنہ

اور جو لوگ کافر ہیں، وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں

فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

فِي	الْاَرْضِ	وَ	فَسَادٌ	كَبِيْرٌ ﴿٧٣﴾	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	هَاجَرُوْا	وَ	جٰهَدُوْا
بیچ	زمین کے	اور	فساد	بہت بڑا	اور	جو لوگ	ایمان لائے	اور	ہجرت کی انہوں نے	اور	جہاد کیا انہوں نے

فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا۔ ﴿٧٣﴾ اور جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	الَّذِيْنَ	اٰوَوْا	وَّ	نَصَرُوْٓا	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُؤْمِنُوْنَ
بیچ	راستے	اللہ کے	اور	جن لوگوں نے	ٹھکانہ دیا	اور	مدد کی	وہ لوگ	وہی	ایمان والے

راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور نصرت کی، وہی لوگ حقیقی

حَقًّا ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ

حَقًّا ۗ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّ	رِزْقٌ	كَرِيْمٌ ﴿٧٤﴾	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مِنْۢ	بَعْدُ
پکے	ان کیلئے	مغفرت	اور	رزق	باعزت	اور	جو لوگ	ایمان لائے	سے	پیچھے

مومن ہیں، اُن کیلئے مغفرت اور باعزت رزق ہے۔ ﴿٧٤﴾ اور وہ لوگ جو اس کے بعد

وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۗ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

وَهَاجَرُوْا	وَ	جٰهَدُوْا	مَعَكُمْ	فَاُولٰٓئِكَ	مِنْكُمْ ۗ	وَ	اُولُوا الْاَرْحَامِ
اور ہجرت کی انہوں نے	اور	جہاد کیا انہوں نے	ساتھ تمہارے	تو وہ لوگ	تم سے	اور	قریبی رشتہ دار

ایمان لائے، ہجرت کی اور تمہارے ہمراہ جہاد کیا، وہ لوگ تم میں سے ہیں اور قریبی رشتہ دار

﴿٧٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کے دو گروہوں کا ذکر کر کے انہیں ایک دوسرے کا رفیق اور حلیف قرار دیا گیا ہے، ان میں سے پہلا گروہ مہاجرین کا ہے اور دوسرا انصار کا، ہجرت مدینہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ہر مسلمان پر فرض تھا کہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہتا ہو، اگر اسے اسلام و ایمان کا دعویٰ ہے تو وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے، اس حکم میں اس قدر تاکید و اہتمام تھا کہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرتا اور دین کے تمام احکام پر عمل کرتا لیکن مدینہ منورہ کی جانب ہجرت نہ کرتا تو اسے مسلمانوں کی ولایت و رفاقت سے لاتعلق قرار دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ ہجرت کر لے، فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت ختم ہو گئی، لہٰذا اب یہ حکم باقی نہیں رہا، ایسے مسلمانوں کیلئے دوسرا حکم یہ تھا کہ اُن کی صلح اور جنگ کا احترام دوسروں پر لازم نہ تھا، البتہ یہ ضرور تھا کہ اگر وہ دوسرے مسلمانوں کو اپنی مدد اور نصرت کیلئے پکاریں تو مسلمانوں کو ان کی مدد کرنی چاہیے تا کہ اُن کیلئے ہجرت کا راستہ ہموار ہو جائے، البتہ یہاں اس پہلو کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے کہ دارالاسلام کے مسلمانوں کا اگر کسی قوم، ملک سے کوئی معاہدہ موجود ہو تو دارالحرب کے مسلمانوں کی خاطر اس معاہدے کو نہیں توڑا جائے گا اور دارالاسلام کے مسلمان اس صورت میں دارالحرب کے مسلمانوں کی جنگ کا حصہ نہیں بنیں گے۔

﴿٧٣﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں کو ایک دوسرے کا رفیق اور حلیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اسلام کے مقابلے میں تمام کفار ایک ہی ملت ہیں، اسلام دشمنی وہ واحد نقطہ ہے جس پر وہ سب متفق ہو جاتے ہیں، سو مسلمانوں کو بھی باہمی اتحاد اور اتفاق پیدا کرنا چاہیے، ورنہ بڑا فتنہ اور فساد برپا ہوگا، کمزور مسلمانوں کو ستانا اور اذیت پہنچانا غیر مسلموں کیلئے بہت آسان ہدف بن جائے گا۔

﴿٧٤﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کے دونوں گروہوں یعنی مہاجرین و انصار کے ایمان پر مہر تصدیق ثبت کی گئی ہے کہ یہی لوگ حقیقی مؤمن ہیں، ان میں سے پہلے گروہ نے ایمان کی خاطر اپنے گھر بار کو چھوڑ دیا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کو ہتھیلی پر رکھ لیا اور دوسرے گروہ نے ہجرت کر کے آنے والوں کے لیے دیدہ و دل فراش راہ کر دیے، یہ لوگ واقعۃً تحسین کے مستحق اور اصل مؤمن ہیں، اللہ نے ان کیلئے مغفرت اور باعزت روزی کا وعدہ فرما رکھا ہے۔

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝٧٥ ع

بَعْضُهُمْ	اَوْلٰى	بِبَعْضٍ	فِيْ	كِتٰبِ	اللّٰهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ۝
بعض ان میں سے	قریب تر	بعض کے	بیچ	کتاب کے	اللہ کی	بیشک	اللہ	ہر	چیز کو	خوب جاننے والا

اللہ کے حکم کے مطابق آپس میں ایک دوسرے کے حوالے سے زیادہ حق رکھتے ہیں ، بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ٧٥

اٰيَاتُهَا ١٢٩ (٩) سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ (١١٣) رُكُوْعَاتُهَا ١٦

سورۂ توبہ مدنی ہے

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ

بَرَآءَةٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖٓ	اِلَى	الَّذِيْنَ	عٰهَدْتُّمْ	مِّنَ
بیزاری ہے	سے	اللہ کے	اور	اس کے پیغمبر کے	طرف	ان لوگوں کے	معاہدہ کیا ہوتم نے	سے

اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اُن مشرکین کو صاف جواب ہے جن سے

الْمُشْرِكِيْنَ ۝١ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا

الْمُشْرِكِيْنَ ۝	فَسِيْحُوْا	فِي	الْاَرْضِ	اَرْبَعَةَ	اَشْهُرٍ	وَّاعْلَمُوْٓا
مشرکوں کے	سوتم چلو پھرو	بیچ	زمین کے	چار	مہینے	اور جان رکھو

تمہارا معاہدہ تھا۔ ١ اس لئے تم زمین میں چار ماہ تک چلو پھرو ، اور جان رکھو

اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝٢

اَنَّكُمْ	غَيْرُ	مُعْجِزِي	اللّٰهِ ۙ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	مُخْزِي	الْكٰفِرِيْنَ ۝
کہ بیشک تم	نہیں	عاجز کرنے والے	اللہ کو	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	رسوا کرنے والا	کافروں کو

کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ ٢

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ

وَ	اَذَانٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖٓ	اِلَى	النَّاسِ	يَوْمَ	الْحَجِّ	الْاَكْبَرِ	اَنَّ	اللّٰهَ
اور	اعلان ہے	سے	اللہ کے	اور	اس کے پیغمبر کے	طرف	لوگوں کے	دن	حج کے	سب سے بڑے	یہ کہ بیشک	اللہ

اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں میں یہ اعلان کردینا ہے کہ اللہ اور اس کے

٧٥ اس آیت مبارکہ میں ایمانی اخوت اور محبت کو تسلیم کرتے ہوئے تقسیم وراثت کو نسبی رشتہ داریوں کی طرف لوٹا دیا گیا ہے، دراصل مواخات مدینہ کے بعد مہاجرین و انصار کے درمیان تقسیم وراثت کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا جس کی بنیاد محض ایمانی اخوت تھی ، یہ نہایت مبارک اور قابل قدر جذبہ تھا ، اس جذبے کی قدر کی گئی ، البتہ وراثت کی تقسیم کیلئے نسبی رشتہ داری کو ترجیح اور فوقیت دی گئی تا کہ ہر حقدار کو اس کا حق مل جائے۔

الحمد للہ ! آج مورخہ ٧ مارچ ٢٠١٨ء بروز بدھ نماز فجر کے بعد سورۂ انفال کے مختصر حواشی کی تکمیل ہوئی ، اللہ کرے کہ بقیہ سورتوں کے حواشی پر کام کرنا بھی آسان ہو جائے۔ آمین

سورۃالتوبۃ

سورۂ توبہ مدنی سورت ہے اس میں کل ١٠٨٨٧ حروف ، ٢٤٩٧ کلمات ، ١٢٩ آیات اور ١٦ رکوعات شامل ہیں ، اس سورت کی تیسری اور پانچویں آیت میں توبہ کا ذکر آیا ہے اور آیت نمبر ١١٨ میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ رضی اللہ عنہم کی توبہ قبول ہونے کا تذکرہ آیا ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ توبہ رکھا گیا ، اس سورت کا پہلا لفظ ''براءت'' ہے، اس کی مناسبت سے اسے سورۂ براءۃ بھی کہا جاتا ہے جس کا لفظی معنی بیزاری کا اظہار کرنا ہے، یہاں مراد مشرکین سے بیزاری کا اظہار کرنا ہے، غالباً اسی وجہ سے اس سورت کے آغاز میں ''بسم اللہ'' نہیں پڑھی جاتی ، کیونکہ اس کا اسلوب بقیہ تمام سورتوں کے اسلوب سے مختلف ہے، سورت کا آغاز ہی ناراضگی کے اظہار سے کیا گیا ہے، جبکہ ''بسم اللہ'' میں رحمت اور مہربانی کا حوالہ ہوتا ہے اس لیے عقلاً بھی یہاں بسم اللہ پڑھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا ، اس سورت میں مشرکین کے ساتھ کیے جانے والے معاہدوں کے احکام، غزوۂ حنین، سفر ہجرت، غزوۂ تبوک اور منافقین کے حالات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

١ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے ساتھ کیے گئے معاہدے کو ختم کر دیا گیا ہے، ان مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ تو کیا گیا تھا لیکن اس کی کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تھی ، وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر اس نوعیت کا کوئی معاہدہ طے شدہ مدت کیلئے کیا گیا ہو تو اس مدت کی پاسداری اسلامی واخلاقی تعلیمات کا حصہ ہے، معاہدہ ختم کرنے کا یہ اعلان فتح مکہ کے بعد ٩ھ میں حج کے موقع پر کیا گیا جبکہ عرب کے تمام قبیلے موجود تھے اور عرب کے دستور کے مطابق معاہدہ کرنے والے یا اس کے خاندان کے کسی فرد کا اعلان معتبر ہونے کی وجہ سے یہ خدمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی ، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیبیہ میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جو صلح نامہ طے ہوا تھا ، یہاں اسے ختم نہیں کیا جا رہا ، کیونکہ وہ عہد نامہ تو مشرکین بہت پہلے توڑ چکے تھے جس کے نتیجے میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا ، اس لیے یہاں حدیبیہ کا عہد نامہ مراد نہیں ہے۔

٢ اس آیت مبارکہ میں چار ماہ کی مدت دی گئی ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ معاہدہ ختم کیا جا رہا ہے، وہ چار ماہ کے اندر اندر حرم کو خالی کر دیں اور جہاں سینگ سمائے چلے جائیں، حرم مکہ میں اب کسی مشرک کو رہنے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے اگر تم اپنے کفر و شرک پر قائم رہنا چاہتے ہو تو تمہیں اس کا اختیار ہے لیکن اس کفر اور شرک کے ساتھ مکہ مکرمہ میں رہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، البتہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کر کے مسلمانوں کی صف =

بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ

بَرِیْٓءٌ	مِّنَ	الْمُشْرِكِیْنَ	وَ	رَسُوْلُهٗ	فَاِنْ	تُبْتُمْ	فَهُوَ	خَیْرٌ	لَّكُمْ
بیزار ہے	سے	مشرکوں کے	اور	اس کا پیغمبر	سواگر	تم توبہ کرلو	تو وہ	زیادہ بہتر	تمہارے لئے

رسول مشرکین سے بیزار ہیں ، اس لئے اگر تم توبہ کر لو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے

وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ

وَ	اِنْ	تَوَلَّیْتُمْ	فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّكُمْ	غَیْرُ	مُعْجِزِی	اللّٰهِ	وَ	بَشِّرِ	الَّذِیْنَ
اور	اگر	تم منہ پھیرلو	تو جان رکھو	کہ بیشک تم	نہیں	عاجز کرنے والے	اللہ کو	اور	خوشخبری دیدے	ان لوگوں کو

اور اگر تم منہ پھیر لو تو جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے ، اور کافروں کو دردناک عذاب کی

كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ

كَفَرُوْا	بِعَذَابٍ	اَلِیْمٍ ﴿۳﴾	اِلَّا	الَّذِیْنَ	عٰهَدْتُّمْ	مِّنَ	الْمُشْرِكِیْنَ
کفر کیا انہوں نے	عذاب کی	دردناک	سوائے	ان لوگوں کے	معاہدہ کیا تم نے	سے	مشرکوں کے

خوشخبری سنادیجئے۔ [۳] سوائے اُن مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ ہوا،

ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْـًٔا وَّلَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا

ثُمَّ	لَمْ	یَنْقُصُوْكُمْ	شَیْـًٔا	وَّ	لَمْ	یُظَاهِرُوْا	عَلَیْكُمْ	اَحَدًا	فَاَتِمُّوْٓا
پھر	نہیں	کمی کی انہوں نے تم سے	کسی چیز میں	اور	نہیں	مدد کی انہوں نے	تمہارے خلاف	کسی ایک کی	تو پورا کرو تم

پھر انہوں نے تمہارے ساتھ کسی قسم کی کمی نہیں کی اور تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد نہیں کی تو تم اُن کے ساتھ

اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰی مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۴﴾

اِلَیْهِمْ	عَهْدَهُمْ	اِلٰی	مُدَّتِهِمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	یُحِبُّ	الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵﴾
ان کی طرف	ان کا معاہدہ	تک	ان کی مدت کے	بیشک	اللہ	پسند کرتا ہے	تقویٰ والوں کو

ہونے والے معاہدے کی مدت پوری کرو، بیشک اللہ متقیوں کو پسند فرماتا ہے۔ [۴]

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ

فَاِذَا	انْسَلَخَ	الْاَشْهُرُ	الْحُرُمُ	فَاقْتُلُوا	الْمُشْرِكِیْنَ	حَیْثُ
پھر جب	نکل جائیں	مہینے	حرمت والے	تو قتل کرو تم	مشرکوں کو	جہاں بھی

پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ ،

= میں شامل ہو جائے تو بلاشبہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ ان میں سے پہلی صورت اختیار کرنے والوں کو سمجھا دیا گیا ہے کہ تم سب مل کر بھی اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے، اللہ نے کافروں کو رسوا کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے اور وہ اس فیصلے کو بھی نہیں روک سکتے۔

[۳] اس آیت مبارکہ میں "حج اکبر" کا لفظ عوامی اصطلاح میں استعمال نہیں ہوا کہ اگر نو ذی الحجہ کی تاریخ جمعہ کے دن آ جائے تو اسے حج اکبر کہا جاتا ہے، بلکہ یہ عمرے کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے جسے "حج اصغر" کہا جاتا ہے، یہاں ایک مرتبہ پھر مشرکین سے بیزاری اور ان سے کیے گئے معاہدے ختم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے، البتہ توبہ کا دروازہ کشادہ رکھا گیا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی مشرک توبہ نہ کرے تو اسے بتا دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتا اور اس کیلئے دردناک عذاب کی خوشخبری تیار ہے۔

[۴] اس آیت مبارکہ میں ان مشرکین کا استثناء کیا گیا ہے جن کے ساتھ ایک مخصوص مدت کیلئے معاہدہ کیا گیا اور انہوں نے اس معاہدے کی مکمل پاسداری کی، کسی شق کو پامال نہیں کیا اور مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی اور غداری نہیں کی، ایسے لوگوں کے ساتھ عہد نامے کی طے شدہ مدت پوری کرنی چاہیے اور سابقہ معاہدے کا احترام کرنا چاہیے، کیونکہ یہی ایک مسلمان کی شان ہے۔

وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ

وَجَدْتُّمُوْهُمْ	وَ	خُذُوْهُمْ	وَ	احْصُرُوْهُمْ	وَاقْعُدُوْا	لَهُمْ	كُلَّ
پاؤتم انہیں	اور	پکڑلوانہیں	اور	گھیرلوانہیں	اور بیٹھو	اُن کیلئے	ہر

قتل کرو ، انہیں پکڑو ، ان کا محاصرہ کر لو اور ان کیلئے ہرجگہ گھات لگا کر

مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا

مَرْصَدٍ ۚ	فَاِنْ	تَابُوْا	وَ	اَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتَوُا	الزَّكٰوةَ	فَخَلُّوْا
گھات لگانے کی جگہ	سواگر	توبہ کرلیں وہ	اور	قائم کریں	نماز	اور	ادا کریں	زکوٰۃ	تو خالی کردو

بیٹھو ، پھر اگر وہ توبہ کر لیں ، نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کا راستہ

سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ

سَبِيْلَهُمْ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝٥	وَ	اِنْ	اَحَدٌ	مِّنَ
راستہ اُن کا	بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	اگر	کوئی ایک	سے

چھوڑ دو ، بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے ۔ ۵ اور اگر مشرکین میں سے

الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ

الْمُشْرِكِيْنَ	اسْتَجَارَكَ	فَاَجِرْهُ	حَتّٰى	يَسْمَعَ	كَلٰمَ	اللّٰهِ	ثُمَّ	اَبْلِغْهُ
مشرکوں کے	تجھ سے پناہ طلب کرے	تواسے پناہ دے دے	یہاں تک کہ	سن لے وہ	کلام	اللہ کا	پھر	پہنچا دے اُسے

کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو آپ اُسے پناہ دیدیجئے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اُسے اُس کی جائے امن پر

مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝٦ ع كَيْفَ يَكُوْنُ

مَاْمَنَهٗ ۭ	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَوْمٌ	لَّا	يَعْلَمُوْنَ ۝٦	كَيْفَ	يَكُوْنُ
امن کی جگہ اس کی	وہ	اس وجہ سے کہ بیشک وہ	قوم	نہیں	جانتے	کیسے	ہوگا

پہنچا دیجئے ، یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے ۔ ۶ اللہ اور اس کے

لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ

لِلْمُشْرِكِيْنَ	عَهْدٌ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَ	عِنْدَ	رَسُوْلِهٖٓ	اِلَّا	الَّذِيْنَ
مشرکوں کیلئے	کوئی عہد	پاس	اللہ کے	اور	پاس	اس کے پیغمبر کے	مگر	وہ لوگ جو

رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد کیونکہ معتبر ہو سکتا ہے ، سوائے اُن لوگوں کے

۵ اس آیت مبارکہ میں ان مشرکین کیلئے آئندہ کا لائحہ عمل دیا گیا ہے جن کے ساتھ طے شدہ مدت کا کوئی معاہدہ ہو کہ جب اس معاہدے کی مدت مکمل ہو جائے اور اس کے باوجود وہ سرزمین حرم کو خالی نہ کریں تو انہیں مزید مہلت دینے اور حرم مکہ میں برداشت کرنے کی ضرورت نہیں ، پھر وہ جہاں ملیں ، ان کے وجود سے ارض حرم کو پاک کر دیا جائے ، پکڑ دھکڑ، محاصرہ، گھات لگا کر بیٹھنے سے لیکر بے دریغ قتل کرنے تک ہر صورت استعمال کرو، صرف اسی صورت میں ہاتھ روکو جبکہ وہ توبہ کرلیں اور آئندہ کیلئے اسلامی احکام وشعائر پر کاربند رہیں۔

۶ اس آیت مبارکہ میں اتمام حجت کیلئے کسی مشرک کو پناہ دینے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ اسے کلام اللہ سنایا جائے اور اسے حق قبول کرنے کی دعوت دی جائے ، اس دوران اسے جان و مال کا تحفظ فراہم کیا جائے اور اسے اسلام قبول کرنے یا نہ کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہو، اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تب بھی اپنی دسترس اور قدرت کے باوجود اسے قتل کرنے کی اجازت نہیں ، بلکہ اسے کسی محفوظ جگہ پر پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے بعد البتہ وہ اور تمام کافر برابر سمجھے جائیں گے۔

ع ١/٦

عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ

عٰهَدْتُّمْ	عِنْدَ	الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ ۚ	فَمَا	اسْتَقَامُوْا	لَكُمْ
تم نے معاہدہ کیا ہو	نزدیک	مسجد	حرام کے	سو جب تک	وہ سیدھے رہیں	تمہارے لئے

جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا تھا ، پھر جب تک وہ تم سے سیدھے رہیں ،

فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ

فَاسْتَقِيْمُوْا	لَهُمْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُتَّقِيْنَ ۝	كَيْفَ	وَ	اِنْ
تو تم سیدھے رہو	اُن کیلئے	بیشک	اللہ	پسند کرتا ہے	تقویٰ والوں کو	کیسے ہوگا	اور	اگر

تم اُن کے ساتھ سیدھے رہو ، بیشک اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے ۔ [7] ان سے صلح

يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ

يَّظْهَرُوْا	عَلَيْكُمْ	لَا	يَرْقُبُوْا	فِيْكُمْ	اِلًّا	وَّ	لَا	ذِمَّةً ؕ	يُرْضُوْنَكُمْ
غالب آجائیں وہ	تم پر	نہ	لحاظ کریں وہ	تم میں	قرابت داری کا	اور	نہ	عہد کا	وہ تمہیں خوش کرتے ہیں

کیونکر ہوسکتی ہے جبکہ وہ اگر تم پر غالب آجائیں تو تمہاری قرابت داری کالحاظ کریں اور نہ عہد کا ، وہ تمہیں اپنے منہ کی باتوں سے

بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا

بِاَفْوَاهِهِمْ	وَ	تَاْبٰى	قُلُوْبُهُمْ ۚ	وَاَكْثَرُهُمْ	فٰسِقُوْنَ ۝	اِشْتَرَوْا
اپنے مونہوں سے	اور	انکار کرتے ہیں	اُن کے دل	اور اُن میں سے اکثر	نافرمانی کرنے والے	خرید لیا انہوں نے

خوش کر دیتے ہیں اور ان کے دل انکار کرتے ہیں ، اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں ۔ [8] انہوں نے اللہ کی

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا	فَصَدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِهٖ ؕ	اِنَّهُمْ	سَآءَ	مَا	كَانُوْا
بدلے آیتوں کے	اللہ کی	قیمت	تھوڑی سی	سو روک دیا انہوں نے	سے	اس کے راستے کے	بیشک وہ	بہت برا ہے	وہ جو	ہیں

آیتوں کو تھوڑی قیمت کے عوض بیچ دیا ، پھر اُس کے راستے سے بھی روکتے رہے ، بہت برے ہیں وہ کام جو یہ لوگ

يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

يَعْمَلُوْنَ ۝	لَا	يَرْقُبُوْنَ	فِيْ	مُؤْمِنٍ	اِلًّا	وَّ	لَا	ذِمَّةً ؕ	وَ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ
عمل کر رہے ہیں	نہیں	وہ لحاظ کرتے	بیچ	کسی ایمان والے کے	قرابت داری کا	اور	نہ	عہد کا	اور	وہ لوگ	وہی

کر رہے ہیں ۔ [9] یہ لوگ تو کسی مومن کے متعلق قرابت داری کالحاظ کرتے ہیں اور نہ ہی عہد کا ، اور یہی لوگ حد سے

[7] اس آیت مبارکہ میں مشرکین سے معاہدے ختم کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں کے عہد اور وعدے پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے، یہ لوگ اپنے عہد پر کبھی قائم نہیں رہتے ، مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور وعدہ کر کے مکر جاتے ہیں، اس کے علاوہ کفر اور شرک کی راہ اختیار کر کے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں تو ان کے عہد کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ البتہ اگر مسجد حرام یا حرمِ مکہ میں کسی قبیلے سے تم نے معاہدہ کیا ہو اور وہ اس معاہدے پر قائم رہیں تو اس کی مدت مکمل ہونے تک تم بھی اس معاہدے پر قائم رہو، جب کوئی شخص سیدھا سیدھا چل رہا ہو تو اس کے ساتھ ٹیڑھا چلنے کی کیا ضرورت ہے ، اللہ کو تو متقی لوگ پسند ہیں۔

[8] اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے معاہدے پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں کے قول و قرار اور معاہدے پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے جبکہ وہ لوگ تمہارے معاملے میں کسی قرابت داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ ہی دوستانہ تعلقات کا، وہ موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور جوں ہی انہیں اپنی باطنی گندگی کا مظاہرہ کرنے کا موقع ملتا ہے، وہ تمام خندہ پیشانیوں اور مسکراہٹوں کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور تمہیں شکنجے میں جکڑ لیتے ہیں ، اس لیے ایسے لوگوں کے ساتھ ”جو منہ سے تمہیں خوش کریں اور دلوں میں دشمنی چھپا کر رکھیں“ کوئی معاہدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

[9] اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے ناقابل اعتماد ہونے کی ایک اور وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ معمولی قیمت کے عوض اللہ کی آیتوں کو بیچ دیتے ہیں، ان کے پیش نظر صرف دنیا اور اس کی زندگی ہے، یہ لوگ خود تو دین پر عمل کرتے نہیں، دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے گمراہ کرتے اور روکتے ہیں، ایسے لوگ قابل اعتماد کیونکر ہو سکتے ہیں۔

اَلْمُعْتَدُوْنَ ⑩ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

اَلْمُعْتَدُوْنَ ⑩	فَاِنْ	تَابُوْا	وَ	اَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتَوُا	الزَّكٰوةَ
حد سے تجاوز کرنے والے	سو اگر	توبہ کرلیں وہ	اور	قائم کرلیں	نماز کو	اور	ادا کریں	زکوٰۃ

تجاوز کرنے والے ہیں ۔ ⑩ سو اگر وہ توبہ کر لیں ، نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑪

فَاِخْوَانُكُمْ	فِي	الدِّيْنِ ؕ	وَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ ⑪
تو بھائی تمہارے	بیچ	دین کے	اور	ہم کھول دیتے ہیں	آیتوں کو	ان لوگوں کیلئے جو	جانتے ہیں

تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں ، اور ہم اپنی آیتیں جاننے والوں کیلئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں ۔ ⑪

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

وَ	اِنْ	نَّكَثُوْٓا	اَيْمَانَهُمْ	مِّنْ	بَعْدِ	عَهْدِهِمْ	وَ	طَعَنُوْا	فِيْ	دِيْنِكُمْ
اور	اگر	توڑ دیں وہ	اپنی قسمیں	سے	پیچھے	اپنے عہد کے	اور	عیب لگائیں وہ	بیچ	تمہارے دین کے

اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین کے حوالے سے طعنے دیں،

فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ⑫

فَقَاتِلُوْٓا	اَئِمَّةَ	الْكُفْرِ ۙ	اِنَّهُمْ	لَآ	اَيْمَانَ	لَهُمْ	لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ⑫
تو لڑو تم	سرغنوں سے	کفر کے	بیشک وہ	نہیں	کوئی قسمیں	ان کی	تاکہ وہ باز آجائیں

تو کفر کے سرغنوں سے قتال کرو، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے ، تاکہ وہ باز آجائیں ۔ ⑫

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ

اَلَا	تُقَاتِلُوْنَ	قَوْمًا	نَّكَثُوْٓا	اَيْمَانَهُمْ	وَهَمُّوْا	بِاِخْرَاجِ	الرَّسُوْلِ
کیا نہیں	تم لڑوگے	ایسی قوم سے	توڑ دیا انہوں نے	اپنی قسموں کو	اور منصوبے بنائے انہوں نے	نکالنے کے	پیغمبر کو

تم ایسے لوگوں سے قتال کیوں نہیں کرتے ہو جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں ، پیغمبر کو نکالنے کے منصوبے بناتے رہے

وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ

وَ	هُمْ	بَدَءُوْكُمْ	اَوَّلَ	مَرَّةٍ ؕ	اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ	فَاللّٰهُ	اَحَقُّ	اَنْ
اور	وہ	تم سے آغاز کیا انہوں نے	پہلی	مرتبہ	کیا تم ان سے ڈرتے ہو	سو اللہ	زیادہ حقدار	یہ کہ

اور انہوں نے تم سے چھیڑ کرنے میں پہل کی ، کیا تم ان سے ڈرتے ہو ؟ اللہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ

⑩ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے نا قابل اعتماد ہونے کی ایک اور وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں کا معاندانہ رویہ صرف تمہارے ساتھ خاص نہیں ہے ، بلکہ ہر مسلمان کے ساتھ ان کا یہی رویہ ہے اور وہ کسی مسلمان کے ساتھ قرابت داری ، دوستانہ تعلقات اور وعدے کی پاسداری کرنے والے نہیں ہیں ، وہ تو حد سے آگے بڑھے ہوئے لوگ ہیں ، اس لیے قابل اعتماد نہیں ہیں۔

⑪ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کیلئے توبہ کا دروازہ کھولا گیا ہے کہ اگر وہ توبہ کر کے خلوص نیت کے ساتھ دین پر عمل پیرا ہو جائیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے برابر ہیں ، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کی مشرکین کے ساتھ ذاتی یا مالی مفادات کی جنگ نہیں ہے ، یہ تو اسلام اور کفر ، حق اور باطل کی معرکہ آرائی ہے ، جس دن یہ ختم ہو جائے ، اس دن امتیاز بھی ختم ہو جاتا ہے اور نفرت بھی محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

⑫ اس آیت مبارکہ میں عہد شکنی کرنے والے اُن مشرکوں کی سزا بیان کی گئی ہے جنہوں نے ایک طرف تو معاہدہ توڑ کر غداری کی اور دوسری طرف دین میں عیب نکالے اور اس پر بے جا اعتراضات کیے ، ایسے لوگ صرف کافر نہیں ، بلکہ کافروں کے سردار اور ان کے سرغنے ہیں ، ان کی قسموں اور وعدوں کا کوئی اعتبار نہیں ، تم ان سے پوری قوت کے ساتھ جہاد کرو ، تا کہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو اور وہ ان کے پیچھے چل کر گمراہ نہ ہو جائیں۔

تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

تَخْشَوْهُ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٣	قَاتِلُوْهُمْ	يُعَذِّبْهُمُ	اللّٰهُ
تم ڈرو اس سے	اگر	تم ہو	ایمان والے	تم اُن سے لڑو	سزا دے گا انہیں	اللہ

تم اُس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ ﴿١٣﴾ تم ان سے قتال کرو، اللہ تمہارے ہاتھ سے انہیں

بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ

بِاَيْدِيْكُمْ	وَ	يُخْزِهِمْ	وَ	يَنْصُرْكُمْ	عَلَيْهِمْ	وَ	يَشْفِ	صُدُوْرَ	قَوْمٍ
تمہارے ہاتھوں سے	اور	رسوا کرے گا انہیں	اور	مدد کرے گا تمہاری	اُن پر	اور	شفا دے گا	سینوں کو	قوم کے

سزا دے گا، انہیں رسوا کرے گا، ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور جماعتِ مومنین کے سینوں کو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ

مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٤	وَ	يُذْهِبْ	غَيْظَ	قُلُوْبِهِمْ	وَ	يَتُوْبُ	اللّٰهُ	عَلٰى	مَنْ
ایمان والوں کے	اور	دور کردے گا	غصہ	ان کے دلوں کا	اور	توجہ کرتا ہے	اللہ	پر	وہ جو

شفا عطا فرمائے گا۔ ﴿١٤﴾ اور اُن کے دلوں کے غیظ و غضب کو دور کرے گا، اور اللہ جس پر چاہے گا توجہ

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٥﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ

يَّشَآءُ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ۝١٥	اَمْ	حَسِبْتُمْ	اَنْ	تُتْرَكُوْا	وَ	لَمَّا	يَعْلَمِ
وہ چاہتا ہے	اور	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	کیا	تم نے سمجھ لیا	یہ کہ	چھوڑ دیے جاؤ گے تم	اور	اب تک نہیں	معلوم کیا

فرمائیگا اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ﴿١٥﴾ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تو اللہ نے

اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	جٰهَدُوْا	مِنْكُمْ	وَ	لَمْ	يَتَّخِذُوْا	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ
اللہ نے	وہ لوگ جو	جہاد کیا انہوں نے	تم میں سے	اور	نہیں	بنائے انہوں نے	سے	علاوہ	اللہ کے

تم میں سے جہاد کرنے والوں کو ممتاز ہی نہیں کیا اور اُن لوگوں کو جنہوں نے اللہ، اس کے رسول اور مومنین کو

وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ ع

وَلَا	رَسُوْلِهٖ	وَلَا	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَلِيْجَةً ؕ	وَ	اللّٰهُ	خَبِيْرٌۢ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ۝١٦
اور نہ	اس کے پیغمبر کے	اور نہ	ایمان والوں کے	بھیدی	اور	اللہ	خوب باخبر	اس سے جو	تم کرتے ہو

چھوڑ کر کسی اور کو اپنا بھیدی نہیں بنایا، اور اللہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ﴿١٦﴾

﴿١٣﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو مشرکین مکہ سے جنگ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی قسموں اور وعدوں کو توڑا، جنہوں نے نبی ﷺ کو مکہ مکرمہ سے جلا وطن کرنے کے منصوبے تیار کیے، انہی کی وجہ سے نبی علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنا پڑی، انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی ابتداء کی، ظلم کا آغاز انہوں نے ہی کیا اور ہر موقع پر غداری کرتے رہے، اب ان سے ڈرنے اور خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اہل ایمان کو اپنے ایمان کا یہ تقاضا سمجھنا چاہیے۔

﴿١٤﴾ اس آیت مبارکہ میں جہاد کا حکم دے کر اس کے چند دیرپا اور دوررس اثرات و نتائج ذکر کیے گئے ہیں، یہ ممکن ہے کہ دشمنوں پر اللہ تعالیٰ کوئی ایسا عذاب مسلط کر دے کہ مسلمانوں کو کانٹا بھی نہ چبھے اور دشمن شکست خوردہ ہو کر بھاگ کھڑا ہو، جیسا کہ سابقہ امتوں کو نیست و نابود کیا گیا، لیکن حق تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ مجرموں اور دشمنوں کو اپنے مخلص بندوں کے ہاتھوں سزا دلوائے تاکہ مخلصین کی حوصلہ افزائی اور مجرمین کی رسوائی سب کے سامنے آجائے، اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح مشرکوں کو رسوا کرنا چاہتا ہے، جس کے نتیجے میں اہل ایمان کو عزت اور سربلندی نصیب ہوگی، تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی مدد اور نصرت کا وعدہ پورا کر دکھائے اور ساری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ اس طرح غیبی نصرت آتی ہے اور اس طرح ساز و سامان کی قلت کے باوجود دشمن کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ اہل ایمان کو قلبی تسکین و تشفی نصیب ہو، اس کی سب سے زیادہ موزوں صورت یہی ہے کہ مسلمان جہاد کریں اور اللہ تعالیٰ انہیں برکت دے کر دشمن پر فتح یاب کرے۔

ع ٢ ١٠ ٨

﴿١٥﴾ اس آیت مبارکہ میں جہاد کی مزید دو حکمتیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ مسلمانوں کے دلوں میں کافروں اور مشرکوں کا غلبہ اور ظلم و ستم دیکھ کر جو لاوا پکتا تھا، اسے قرار آجائے، دوسری یہ کہ مجرموں کے حق میں بھی یہی صورت زیادہ بہتر ہے کہ اُن کیلئے توبہ کی گنجائش باقی رہتی ہے اور یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ غور و فکر کرنے کے بعد صحیح نتیجے پر پہنچ جائیں اور دین اسلام کی حقانیت ان کے دلوں میں گھر کر جائے، عمومی عذاب کی صورت میں اس کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔

﴿١٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشروعیتِ جہاد کی ایک اور حکمت بیان کی گئی ہے کہ اس طرح کھرے اور کھوٹے، دوست اور دشمن، موافق اور مخالف کا امتیاز ہو جاتا ہے، اس لیے اسے ایک امتحان سمجھنا چاہیے جس کی کسوٹی پر اہل ایمان کو پرکھا جاتا ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ کون اس امتحان میں کامیاب اور کون ناکام ہوتا ہے، اسی سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اہل ایمان اپنا رازدار اللہ اور اس کے رسول کو بناتے ہیں یا کسی اور کو۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى

مَا	كَانَ	لِلْمُشْرِكِيْنَ	اَنْ	يَّعْمُرُوْا	مَسٰجِدَ	اللّٰهِ	شٰهِدِيْنَ	عَلٰٓى
نہیں	ہے	مشرکوں کیلئے	یہ کہ	آباد کریں وہ	مسجدوں کو	اللہ کی	گواہی دینے والے	پر

مشرکوں کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اپنے خلاف کفر کی گواہی دیتے ہوئے بھی اللہ کی

اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ

اَنْفُسِهِمْ	بِالْكُفْرِ ۭ	اُولٰۗىِٕكَ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ ښ	وَ	فِي	النَّارِ	هُمْ
اپنی جانوں کے	کفر کی	وہ لوگ	ضائع ہو گئے	ان کے اعمال	اور	بیچ	جہنم کے	وہ

مسجدوں کو آباد کریں ، یہی لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ جہنم میں ہمیشہ

خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

خٰلِدُوْنَ ۝۱۷	اِنَّمَا	يَعْمُرُ	مَسٰجِدَ	اللّٰهِ	مَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ
ہمیشہ رہنے والے	وہ تو صرف	تعمیر کرتا ہے	مسجدوں کو	اللہ کی	جو کوئی	ایمان لائے	اللہ پر	اور	دن

رہیں گے ۔ [۱۷] اللہ کی مسجدوں کو تو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان

الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ

الْاٰخِرِ	وَ	اَقَامَ	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتَى	الزَّكٰوةَ	وَ	لَمْ	يَخْشَ	اِلَّا	اللّٰهَ
پچھلے پر	اور	قائم کرے	نماز	اور	ادا کرے	زکوٰۃ	اور	نہ	ڈرے	مگر	اللہ سے

لائے ، نماز قائم کرے ، زکوٰۃ ادا کرے اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے ،

فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ

فَعَسٰٓى	اُولٰۗىِٕكَ	اَنْ	يَّكُوْنُوْا	مِنَ	الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸	اَجَعَلْتُمْ	سِقَايَةَ
سو عنقریب	یہی لوگ	یہ کہ	ہو جائیں	سے	ہدایت پانے والوں کے	کیا بنالیا تم نے	پانی پلانا

سو امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ افراد میں سے ہوں گے ۔ [۱۸] کیا تم نے حاجیوں کو

الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

الْحَاۗجِّ	وَ	عِمَارَةَ	الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ	كَمَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ
حاجیوں کو	اور	آباد کرنا	مسجد	حرام کا	جیسے وہ جو	ایمان لایا	اللہ پر	اور دن

پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اُس شخص کے برابر کر دیا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر

[۱۷] اس آیت مبارکہ میں مشرکوں سے تعمیر مساجد اور اُن کی آبادکاری کے حقیقی معنی کی نفی کی گئی ہے، کیونکہ ان کے اقوال وافعال اور حرکات سب مشرکانہ ہیں، ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے کفر وشرک کی گواہی دیتا ہے، ان کے اعمال روح سے خالی ہونے کی وجہ سے ضائع ہو رہے ہیں اور آخرت میں یہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں داخل ہو جائیں گے، کیا ایسے لوگ مساجد کو حقیقی معنی میں آباد کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ام المساجد ''مسجد حرام'' کو کیونکر آباد کر سکتے ہیں؟ پھر انہیں مسجد حرام کی تولیت کیوں دی جائے؟ پھر انہیں اہل ایمان کو مسجد حرام سے روکنے کی اجازت کیوں دی جائے ؟ اور کیوں انہیں مکہ مکرمہ میں رہنے کی اجازت دی جائے؟

[۱۸] اس آیت مبارکہ میں تعمیر مسجد کے حقیقی مفہوم کو ادا کرنے کیلئے اہل ایمان کو مطلوبہ معیار کا حامل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اُن کے عقائد بھی صحیح ہوتے ہیں اور ان کے اعمال بھی جاندار اور وزنی ہوتے ہیں ، ان کے دلوں میں اللہ کا خوف موجود ہوتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں ، دراصل مساجد کی تعمیر ہی اس لیے کی جاتی ہے کہ انہیں ذکر اللہ، تلاوتِ قرآن ، نماز اور اعتکاف وغیرہ کے ساتھ آباد کیا جائے ، وہاں رکوع وسجود ہوں ، وہاں اپنے رب کے ساتھ مناجات ہو، فرشتوں کی رفاقت سے سکینہ اور اُن کی دعائیں نصیب ہوں ، کفر اور شرک کے ساتھ یہ چیزیں ممکن نہیں ہیں، اس لیے ایک مؤمن ہی مسجد کو اس کے حقیقی مفہوم کے ساتھ آباد کر سکتا ہے، کوئی اور نہیں۔

الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ

الْاٰخِرِ	وَ	جٰهَدَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ۭ	لَا	يَسْتَوٗنَ	عِنْدَ	اللّٰهِ ۭ	وَ	اللّٰهُ
پچھلے پر	اور	جہاد کیا اس نے	بیچ	راستے	اللہ کے	نہیں	برابر ہوں گے وہ	نزدیک	اللہ کے	اور	اللہ

ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے؟ اللہ کے نزدیک یہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے ! اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ١٩ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا

لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ ١٩	اَلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	هَاجَرُوْا
نہیں	ہدایت دیتا	ان لوگوں کو جو	ظلم کرنے والے	جو لوگ	ایمان لائے	اور	ہجرت کی انہوں نے

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۔ [١٩] جو لوگ ایمان لائے ، ہجرت کی

وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً

وَ	جٰهَدُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	بِاَمْوَالِهِمْ	وَ	اَنْفُسِهِمْ ۙ	اَعْظَمُ	دَرَجَةً
اور	جہاد کیا انہوں نے	بیچ	راستے	اللہ کے	اپنے مالوں کے ساتھ	اور	اپنی جانوں کے	زیادہ بڑا	درجہ

اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کیا ، اللہ کے نزدیک اُن کا درجہ سب سے

عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ٢٠ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ

عِنْدَ	اللّٰهِ ۭ	وَ	اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْفَاۗىِٕزُوْنَ ٢٠	يُبَشِّرُهُمْ	رَبُّهُمْ
نزدیک	اللہ کے	اور	وہ لوگ	وہی	کامیاب ہونے والے	انہیں خوشخبری دیتا ہے	اُن کا رب

زیادہ بڑا ہے اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ [٢٠] انہیں اُن کا رب اپنی رحمت ،

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ٢١ ۙ

بِرَحْمَةٍ	مِّنْهُ	وَ	رِضْوَانٍ	وَّ	جَنّٰتٍ	لَّهُمْ	فِيْهَا	نَعِيْمٌ	مُّقِيْمٌ ٢١ ۙ
ساتھ رحمت کے	اپنے سے	اور	خوشنودی کی	اور	باغات کی	اُن کیلئے	ان میں	نعمتیں	دائمی

رضا مندی اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جہاں اُن کیلئے دائمی نعمتیں ہوں گی۔ [٢١]

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ٢٢ يٰٓاَيُّهَا

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗٓ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ ٢٢	يٰٓاَيُّهَا
ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	ہمیشہ	بیشک	اللہ	اس کے پاس	اجر	بہت بڑا	اے

وہ اُن میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے ، بیشک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے ۔ [٢٢] اے

وقف لازم

[١٩] اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے ایک فاسد خیال کی تردید کی گئی ہے ، وہ جن چیزوں کو خانہ کعبہ کی تولیت کا معیار سمجھتے تھے ، واضح کر دیا گیا کہ وہ معیار نہیں ہیں ، ان کا یہ گمان تھا کہ حجاج کرام کیلئے پانی کی سبیل لگوا دینا ، انہیں کھانا کھلا دینا ، مسجد حرام میں روشنی کا انتظام کروا دینا ، مرمت کروا دینا اور غلاف کعبہ تبدیل کر دینا ہی خانہ کعبہ کی تولیت کا حقدار بناتا ہے ، ان کاموں کا اچھا اور قابل تعریف ہونا اپنی جگہ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر ترازو کے دوسرے پلڑے میں ایمان باللہ ، ایمان بالآخرۃ اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے وزنی اعمال کو رکھا جائے تب بھی پہلے پلڑے کا وزن بھاری رہے گا ، اللہ کے نزدیک ترازو کے یہ دونوں پلڑے برابر نہیں ہیں ، دوسرا پلڑا اتنا وزنی اور بھاری ہے کہ اس کے مقابلے میں پہلا پلڑا کچھ وزن نہیں رکھتا ، اس سے ان مسلمانوں کے خیال کی اصلاح بھی ہو گئی جو ایک موقع پر آپس میں یہ فیصلہ کرنا چاہ رہے تھے کہ ان میں سے کون سا عمل زیادہ وزنی اور افضل ہے؟

[٢٠] [٢٢] ان آیتوں میں ایمان ، ہجرت اور جہاد کو فضیلت اور بلند درجات کا معیار قرار دیا گیا ہے ، جو لوگ اس معیار پر پورے اترتے ہیں ، وہی کامیاب ہیں ، انہی کیلئے اللہ کے فضل و کرم ، مہربانی اور جنت کی خوشخبری ہے ، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے ، وہاں سے انہیں کبھی نکالا نہ جائیگا ، کوئی شک نہیں کہ اللہ کے پاس جو اجر و ثواب ہے ، وہ کسی اور کے پاس نہیں ہو سکتا ، وہ محدود عمل کا لامحدود اجر عطا فرماتا ہے ، فانی کے بدلے میں باقی مرحمت فرماتا ہے اور تھوڑے کے بدلے میں بہت عطا فرماتا ہے ، ایسا سخی اور کہاں ملے گا؟

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَتَّخِذُوْٓا	اٰبَآءَكُمْ	وَ	اِخْوَانَكُمْ	اَوْلِيَآءَ	اِنِ
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	پکڑو تم	اپنے باپوں کو	اور	اپنے بھائیوں کو	بہت سے دوست	اگر

اہل ایمان ! تم / اپنے آباؤ اجداد اور بھائیوں کو اپنے دوست نہ بناؤ جبکہ

اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ

اسْتَحَبُّوا	الْكُفْرَ	عَلَى	الْاِيْمَانِ ؕ	وَ	مَنْ	يَّتَوَلَّهُمْ	مِّنْكُمْ	فَاُولٰٓئِكَ
وہ پسند کریں	کفر کو	پر	ایمان کے	اور	جو کوئی	دوستی کرے گا اُن سے	تم میں سے	تو وہ لوگ

وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیتے ہوں ، اور تم میں سے جو شخص اُن کے ساتھ دوستی کرے گا تو وہی لوگ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ

هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾	قُلْ	اِنْ	كَانَ	اٰبَآؤُكُمْ	وَ	اَبْنَآؤُكُمْ	وَ	اِخْوَانُكُمْ
وہی	ظلم کرنے والے	تُو کہہ	اگر	ہوں	تمہارے باپ	اور	بیٹے تمہارے	اور	بھائی تمہارے

ظالم ہوں گے ۔ (٢٣) (اے نبی! ﷺ) ، آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے آباؤ اجداد ، بیٹے ، بھائی ، بیویاں ،

وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ

وَ	اَزْوَاجُكُمْ	وَ	عَشِيْرَتُكُمْ	وَ	اَمْوَالُ ۨ	اقْتَرَفْتُمُوْهَا	وَ	تِجَارَةٌ
اور	بیویاں تمہاری	اور	برادریاں تمہاری	اور	وہ بہت سے مال	کمایا ہو تم نے انہیں	اور	وہ تجارت

برادریاں ، وہ مال جو تم نے کمائے، وہ تجارت جس کے مندے

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

تَخْشَوْنَ	كَسَادَهَا	وَ	مَسٰكِنُ	تَرْضَوْنَهَآ	اَحَبَّ	اِلَيْكُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ
تم ڈرتے ہو	اس کے نقصان سے	اور	وہ رہائش گاہیں	تم پسند کرتے ہو انہیں	زیادہ محبوب	تمہاری طرف	سے	اللہ کے

سے تم ڈرتے ہو ، اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں تمہارے نزدیک اللہ ،

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ

وَ	رَسُوْلِهٖ	وَ	جِهَادٍ	فِيْ	سَبِيْلِهٖ	فَتَرَبَّصُوْا	حَتّٰى	يَاْتِيَ	اللّٰهُ	بِاَمْرِهٖ ؕ
اور	اس کے پیغمبر کے	اور	جہاد کرنے کے	بیچ	اس کے راستے کے	تو انتظار کرو تم	یہاں تک کہ	لے آئے	اللہ	اپنا حکم

اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم اس وقت کا انتظار کرو جب اللہ اپنا حکم بھیجے گا ،

(٢٣) اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو ترجیحات کا تعین کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، چنانچہ اگر ایک طرف کفر وشرک اور بت پرستی ہو اور دوسری طرف ایمان ہو، کفر وشرک کے ساتھ نسبی یا دوستانہ تعلقات ہوں اور ایمان کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی رفاقت ہو، گو کہ انسان کیلئے یہ ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے لیکن مؤمن مشکلات میں ہی تو اپنی ثابت قدمی سے اپنا اخلاص ثابت کرتا ہے، لہٰذا اس موقع پر بھی اس کی ترجیح نسبی یا دوستانہ تعلقات کی بجائے اللہ اور اس کے رسول کی رفاقت ہونی چاہیے، ورنہ اس کے ظالم ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے!

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ ع لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ

وَ	اللّٰهُ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾	لَقَدْ	نَصَرَكُمُ	اللّٰهُ	فِيْ	
اور	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	ان لوگوں کو جو	نافرمانی کرنے والے	البتہ یقیناً	مدد کی تمہاری	اللہ نے	میں	ع

اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۔ ﴿۲۴﴾ یقیناً بہت سی جگہوں پر اللہ

مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ

مَوَاطِنَ	كَثِيْرَةٍ ۙ	وَّ	يَوْمَ	حُنَيْنٍ ۙ	اِذْ	اَعْجَبَتْكُمْ	كَثْرَتُكُمْ	فَلَمْ
جگہوں کے	بہت سی	اور	دن	حنین کے	جب	تمہیں خود پسند کر دیا	تمہاری کثرت نے	سو نہ

تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن بھی اُس نے تمہاری مدد کی ، جبکہ تمہیں تمہاری کثرت نے خود پسندی میں ڈال دیا، سو وہ تمہارے

تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ

تُغْنِ	عَنْكُمْ	شَيْئًا	وَّ	ضَاقَتْ	عَلَيْكُمُ	الْاَرْضُ	بِمَا	رَحُبَتْ	ثُمَّ
کام آئی وہ	تمہارے	کچھ بھی	اور	تنگ پڑ گئی	تم پر	زمین	باوجود اس کے جو	کشادہ ہے وہ	پھر

کچھ بھی کام نہ آسکی اور تم پر زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ پڑ گئی ، پھر تم

وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ج ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى

وَلَّيْتُمْ	مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾	ثُمَّ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	سَكِيْنَتَهٗ	عَلٰى	رَسُوْلِهٖ	وَ	عَلَى
تم نے منہ موڑ لیا	پیٹھ پھیرنے والے	پھر	نازل کیا	اللہ نے	سکون اپنا	پر	اپنے پیغمبر کے	اور	پر

پیٹھ پھیر کر پیچھے ہو گئے ۔ ﴿۲۵﴾ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر اور مومنین پر "سکینہ"

الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ

الْمُؤْمِنِيْنَ	وَاَنْزَلَ	جُنُوْدًا	لَّمْ	تَرَوْهَا	وَ	عَذَّبَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۭ
ایمان والوں کے	اور اتارے اس نے	لشکر بہت سے	نہیں	تم نے دیکھا انہیں	اور	عذاب دیا	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے

نازل فرمایا اور ایسے لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے ، اور اس نے کافروں کو عذاب میں مبتلا کر دیا ،

وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى

وَذٰلِكَ	جَزَاۗءُ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾	ثُمَّ	يَتُوْبُ	اللّٰهُ	مِنْ	بَعْدِ	ذٰلِكَ	عَلٰى
اور وہ	سزا	کافروں کی	پھر	توجہ فرمائیگا	اللہ	سے	پیچھے	وہ	پر

اور کافروں کی یہی سزا ہے ۔ ﴿۲۶﴾ پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا ، توبہ کی توفیق

ع ۳ ۸ ۹

﴿۲۴﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کو ایک دوسرے اسلوب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، وہاں رفاقت اور دوستی کا پہلو اجاگر کیا گیا تھا اور یہاں محبت والفت کے پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے اور یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ تمہیں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تمہارے سامنے دو میں سے کسی ایک چیز کو ترجیح دینے اور منتخب کرنے کا سوال رکھا جاتا ہے، ایک طرف تمہارے والدین اولاد، اہل خانہ، خاندان، برادری، کنبہ، قبیلہ، کاروبار، مال ودولت، اپنی پسند کے، مطابق تیار کردہ کوٹھی اور بہترین رہائش گاہ ہے، دوسری طرف اللہ اور اس کا رسول ہے اور ان کی خاطر اپنی جان مال کی بازی لگانے کا جذبہ ہے، تمہیں ان میں سے کسی ایک پر اپنی تمام محبتیں اور الفتیں نچھاور کرنی ہیں، تم ان میں سے کس کا انتخاب کرو گے؟ تمہارا انتخاب تمہاری منزل اور تمہارے انجام اور نتیجے کا تعین کرے گا، خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔

﴿۲۵﴾ ﴿۲۷﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی نصرت اور مدد کی یاد دہانی کروائی ہے اور خاص طور پر غزوۂ حنین کا ذکر فرمایا ہے، قرآن کریم نے اس کی طرف جامع اشارہ کیا ہے، اختصار کے ساتھ یہاں چند سطریں لکھی جاتی ہیں، نبی ﷺ جس وقت مدینہ منورہ سے دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر لیکر مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے تو قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے لوگ سمجھے کہ شاید ان پر حملہ ہوگا، گو کہ ایسا نہیں ہوا لیکن انہوں نے حفظ ما تقدم کے طور پر جنگی تیاریاں شروع کر دیں، مالک بن عوف نصری سپہ سالار مقرر ہوا۔

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا

مَنْ	يَّشَآءُ	وَ	اللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٢٧﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّمَا
جسے	وہ چاہے گا	اور	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت رحم والا	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	وہ تو صرف

عطا فرمائے گا اور اللہ بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ﴿٢٧﴾ اے اہل ایمان ! مشرکین

الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ

الْمُشْرِكُوْنَ	نَجَسٌ	فَلَا	يَقْرَبُوا	الْمَسْجِدَ	الْحَرَامَ	بَعْدَ	عَامِهِمْ
شرک کرنے والے	ناپاک	سو نہ	قریب آئیں وہ	مسجد	حرام کے	پیچھے	ان کے سال کے

تو ہیں ہی نا پاک ، اس لئے وہ اِس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آنے

هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ

هٰذَا	وَ	اِنْ	خِفْتُمْ	عَيْلَةً	فَسَوْفَ	يُغْنِيْكُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖٓ	اِنْ
یہ	اور	اگر	تم اندیشہ کرو	تنگدستی کا	تو عنقریب	غنی کردے گا تمہیں	اللہ	سے	اپنے فضل کے	اگر

پائیں گے ، اگر تمہیں تنگدستی کا اندیشہ ہو تو اگر اللہ نے چاہا ، وہ عنقریب تمہیں اپنے فضل سے غنی

شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

شَآءَ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾	قَاتِلُوا	الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ
اس نے چاہا	بیشک	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	لڑو تم	ان لوگوں سے جو	نہیں	ایمان لائے	اللہ پر

کر دے گا ، بیشک اللہ خوب جاننے والا ، حکمت والا ہے ۔ ﴿٢٨﴾ اُن لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر

وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

وَ	لَا	بِالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَ	لَا	يُحَرِّمُوْنَ	مَا	حَرَّمَ	اللّٰهُ	وَرَسُوْلُهٗ
اور	نہ	دن پر	پچھلے	اور	نہیں	حرام سمجھتے	وہ جو	حرام کیا	اللہ نے	اور اس کے پیغمبر نے

ایمان نہیں لاتے ، جس چیز کو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اُسے حرام نہیں سمجھتے ،

وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا

وَ	لَا	يَدِيْنُوْنَ	دِيْنَ	الْحَقِّ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	حَتّٰى	يُعْطُوا
اور	نہیں	دین اختیار کرتے	دین کو	برحق	سے	ان لوگوں کے جو	دیئے گئے	کتاب	یہاں تک کہ	ادا کرنے لگیں

اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے ، اُن لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں ، یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر

نبی ﷺ کو اطلاع ملی تو حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا، وہ ایک دن دشمن کے لشکر میں رہ کر مکمل معلومات لے آئے، نبی ﷺ چونکہ مدینہ منورہ میں نہیں تھے اس لیے اسلحے اور سامان جنگ کی قلت تھی، نبی ﷺ نے اس کا حل یہ نکالا کہ یعلی بن امیہ سے تیس اونٹ اور تیس زرہیں اور صفوان بن امیہ سے سو زرہیں عاریۃً لے لیں، حویطب بن عبد العزی سے چالیس ہزار درہم قرض لیا اور بارہ ہزار افراد کا لشکر تیار کیا، اس ساز و سامان اور تیاری و اہتمام کو دیکھ کر بعض لوگوں کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ اتنے بڑے لشکر کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا، اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ تمام مسلمانوں میں یہ یقین پیدا کیا جائے ''خواہ وہ نئے مسلمان ہوں یا پرانے'' کہ افراد اور ساز و سامان کی کثرت سے جنگیں نہیں جیتی جاتیں، وہ محض اللہ کے حکم اور نصرت سے جیتی جاتی ہیں، چنانچہ جنگ کے آغاز میں ہی قبیلہ ہوازن کے لوگوں نے تیروں کا ایسا مینہ برسایا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے، نبی علیہ السلام اپنے خچر پر سوار مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ڈٹے رہے، نبی علیہ السلام نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آواز لگانے کا حکم دیا، جس جس کے کان میں وہ آواز گئی، وہ اسی لمحے پلٹ کر واپس آ گیا، اللہ نے مسلمانوں پر سکینہ نازل فرما دیا، فرشتوں کے لشکر ان کی مدد کیلئے اتار دیئے، نبی علیہ السلام نے مٹھی بھر کنکریاں دشمن کی طرف اچھال کر فرمایا رب محمد کی قسم! انہیں شکست ہو گئی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں ۲۴۰۰۰ اونٹ، ۴۰،۰۰۰ بکریاں اور ۴۰۰۰ اوقیہ چاندی حاصل ہوئی، جو نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دی۔

﴿٢٨﴾ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں اہل علم کی دو رائے ہیں، بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ آئندہ مشرکین کبھی بھی مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں، دوسرے لفظوں میں انہیں جزیرۂ عرب سے نکال دینے کا حکم مراد ہوگا، نبی علیہ السلام نے بھی مرض الوصال میں اس کی وصیت فرمائی تھی، جبکہ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ آئندہ کبھی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں گے، ایسے اسباب فراہم ہو جائیں گے کہ ان کے وجود سے پورا جزیرۂ عرب ہی پاک ہو جائیگا، آیت میں دونوں مفہوموں کی گنجائش موجود ہے اور دونوں صورتوں میں وجہ ایک ہی ہے یعنی مشرکین کا ناپاک ہونا، ناپاکی سے یہاں مراد جسمانی ناپاکی نہیں ہے، کیونکہ جسمانی ناپاکی اگر غسل کے وجوب کا تقاضا کرتی ہو تو اس کے ساتھ تو مسلمان کو بھی مسجد حرام میں داخلے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے یہاں مراد حکمی اور باطنی نجاست ہے، جو کفر و شرک اور بت پرستی کی وجہ سے ان کی روح کی گہرائیوں میں اتر چکی ہے اور اس کی بنا پر وہ اس قابل نہیں ہیں کہ حرم میں داخل ہو سکیں، باقی رہی یہ بات کہ اس سے تجارتی سرگرمیاں متاثر ہوں گی، بیروزگاری اور غربت میں اضافہ ہوگا اور اشیاء ضرورت کی قلت پیدا ہو جائے گی تو حق تعالیٰ نے تسلی دیدی کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا، وہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا، تمہیں ان کی تجارت منقطع ہونے سے ہرگز کوئی فرق نہیں پڑے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے رزق کے دروازے کھول دے گا۔

الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ

ع ۵ / ۱۰

الْجِزْيَةَ	عَنْ	يَّدٍ	وَّ	هُمْ	صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾	وَ	قَالَتِ	الْيَهُوْدُ	عُزَيْرُ	ابْنُ
ٹیکس	سے	ہاتھ کے	اور	وہ	ذلیل ہونے والے	اور	کہا	یہودیوں نے	عزیر	بیٹا

اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کرنے لگیں ۔ ﴿۲۹﴾ اور یہودی کہتے ہیں کہ عزیرؑ اللہ کے

اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

اللّٰهِ	وَ	قَالَتِ	النَّصٰرَى	الْمَسِيْحُ	ابْنُ	اللّٰهِ	ذٰلِكَ	قَوْلُهُمْ
اللہ کا	اور	کہا	عیسائیوں نے	مسیح	بیٹا	اللہ کا	وہ	ان کا کہنا

بیٹے ہیں ، اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیحؑ اللہ کے بیٹے ہیں ، یہ تو صرف ان کے منہ کی

بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ

بِاَفْوَاهِهِمْ	يُضَاهِـُٔوْنَ	قَوْلَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	قَبْلُ	قٰتَلَهُمُ
اپنے مونہوں سے	وہ مشابہت رکھتے ہیں	بات کی	ان لوگوں کی	کفر کیا انہوں نے	سے	پہلے	مار پڑے اُن پر

باتیں ہیں ، جو اِن سے پہلے کے کافروں کی باتوں کے مشابہ ہیں ، اُن پر اللہ کی

اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا

اللّٰهُ	اَنّٰى	يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾	اِتَّخَذُوْٓا	اَحْبَارَهُمْ	وَرُهْبَانَهُمْ	اَرْبَابًا
اللہ کی	کہاں	بہکائے جارہے ہیں وہ	بنالئے انہوں نے	اپنے علماء	اور اپنے عبادت گزار	بہت سے رب

مار ہو ، کہاں بہکے جا رہے ہیں ۔ ﴿۳۰﴾ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا

مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	وَ	الْمَسِيْحَ	ابْنَ	مَرْيَمَ	وَ	مَآ	اُمِرُوْٓا	اِلَّا	لِيَعْبُدُوْٓا
سے	علاوہ	اللہ کے	اور	مسیح کو	بیٹا	مریم کا	اور	نہیں	وہ حکم دیئے گئے	مگر	تاکہ عبادت کریں وہ

علماء اور عبادت گزاروں اور مسیح ابن مریم کو اپنا رب بنالیا ہے جبکہ انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک اللہ کی

اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾

اِلٰهًا	وَّاحِدًا	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	سُبْحٰنَهٗ	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾
معبود کی	ایک	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	پاک ہے وہ	اس سے جو	وہ شرک کرتے ہیں

عبادت کریں ، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے ، وہ اُن چیزوں سے پاک ہے جنہیں وہ اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں ۔ ﴿۳۱﴾

﴿۲۹﴾ اس آیت مبارکہ میں جزیرہ عرب کے اہل کتاب کے مستقبل کا فیصلہ کیا گیا ہے، جو صرف نام کے اہل کتاب رہ گئے تھے، حقیقت میں اُن کا اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان کامل نہ رہا تھا، وہ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے، دین حق کو قبول کرکے اس کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے اور صرف خواہش نفس کے پیچھے چلتے ہیں، ان کا زور توڑنا بھی ضروری ہے، سردست انہیں مشرکین کی طرح جزیرہ عرب سے تو نہ نکالا جائے البتہ انہیں جزیے کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے، تاکہ وہ مسلمانوں کے ماتحت اقلیت بن کر زندگی گزاریں، اس کیلئے اگر جنگ تک نوبت آپہنچے تو اس سے بھی دریغ نہ کیا جائے، یہاں تک کہ وہ ذلیل ہوکر جزیہ ادا کرنے کا اقرار کرلیں، مناسب وقت پر انہیں بھی جزیرہ عرب سے نکالا جا سکے گا۔

﴿۳۰﴾ اس آیت مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کے خلاف توحید عقیدہ ابنیت کی تردید کی گئی ہے، اُن میں سے یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خلاف عادت طویل عمر پانے کی وجہ سے اللہ کا بیٹا قرار دیا، یہ ضروری نہیں کہ اب بھی کچھ یہودی یہ عقیدہ رکھتے ہوں، البتہ یہ ضروری ہے کہ کسی نہ کسی زمانے میں یہودیوں کے کسی نہ کسی گروہ کا یہ عقیدہ رہا ہو کیونکہ قرآن کریم خلاف حقیقت بات بیان نہیں کرتا، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خلاف عادت آسمانوں پر چلے جانے، یا بن باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اللہ کا بیٹا قرار دیدیا اور ان کا یہ نظریہ دنیا سے مخفی نہیں ہے، قرآن نے اسے ان کے منہ کی بات قرار دیکر اس عقیدے کو مشرکانہ عقائد کے مشابہ قرار دیا ہے، ان پر اللہ کی مار ہو، یہ لوگ کہاں بہکے جارہے ہیں؟ کیا اللہ کو بیوی بچوں کی احتیاج ہے؟ کیا مخلوق میں سے کوئی فرد خالق کی اولاد ہوسکتا ہے؟

﴿۳۱﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کی بد عقیدگی اور نظریاتی ناپختگی بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے اللہ کی اہمیت کو نہیں سمجھا، انہوں نے ہر موقع پر اللہ کو چھوڑا اور اس کے غیر کو پکڑا، انہوں نے اپنے مذہبی علماء اور صوفیاء کو اپنا رب بنالیا، ان کی ہر بات کو حرف آخر سمجھا، ان کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا، ان کی ہر ترمیم اور تحریف کو قانونی تسلیم کیا، عقیدت مندی کی یہ وہ حد ہوتی ہے جہاں انسان کی آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے اور وہ اپنے ممدوح میں خدائی صفات کا عکس تلاش کرنا چاہتا ہے، ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ شیطان اس پر اپنا بھرپور حملہ کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور وہ اللہ کے کسی پیغمبر، ولی یا مذہبی رہنما کو اس کے اصل مقام اور مرتبے سے اٹھا کر الوہیت یا ابنیت کے مقام پر فائز کر دیتا ہے، حالانکہ ساری کائنات کو یہی حکم ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں، وہ ایک معبود ہے اور ہر قسم کے شرک سے منزہ اور مبرا ہے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ

يُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يُّطْفِـُٔوْا	نُوْرَ	اللّٰهِ	بِاَفْوَاهِهِمْ	وَ	يَاْبَى	اللّٰهُ	اِلَّآ	اَنْ
وہ چاہتے ہیں	یہ کہ	بجھادیں	نورکو	اللہ کے	اپنے مونہوں سے	اور	انکار کرتا ہے	اللہ	مگر	یہ کہ

وہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھا دیں ، اور اللہ اپنے نور کو مکمل کیے بغیر

يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

يُّتِمَّ	نُوْرَهٗ	وَلَوْ	كَرِهَ	الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾	هُوَ	الَّذِيْٓ	اَرْسَلَ	رَسُوْلَهٗ
پورا کرے	اپنے نور کو	اگرچہ	ناپسند کریں	کفر کرنے والے	وہ	وہی جس نے	بھیجا	اپنے پیغمبر کو

نہ رہے گا اگرچہ کافروں کو ناپسند ہی ہو ۔ [٣٢] وہی اللہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت

بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ

بِالْهُدٰى	وَ	دِيْنِ	الْحَقِّ	لِيُظْهِرَهٗ	عَلَى	الدِّيْنِ	كُلِّهٖ	وَلَوْ	كَرِهَ
ساتھ ہدایت کے	اور	دین	برحق کے	تاکہ غالب کردے اُسے	پر	دین کے	سارے	اگرچہ	ناپسند کریں

اور دین حق دیکر بھیجا ، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے ، اگرچہ مشرکین کو

الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ

الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّ	كَثِيْرًا	مِّنَ	الْاَحْبَارِ
شرک کرنے والے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	بیشک	بہت سارے	سے	علماء کے

ناپسند ہی ہو ۔ [٣٣] اے اہلِ ایمان ! اہلِ کتاب کے بہت سے علماء وصوفیاء لوگوں کا

وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ

وَ	الرُّهْبَانِ	لَيَاْكُلُوْنَ	اَمْوَالَ	النَّاسِ	بِالْبَاطِلِ	وَ	يَصُدُّوْنَ
اور	عبادت گزاروں کے	البتہ کھاتے ہیں	مالوں کو	لوگوں کے	ناحق	اور	روکتے ہیں

مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ

عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	الَّذِيْنَ	يَكْنِزُوْنَ	الذَّهَبَ	وَالْفِضَّةَ
سے	راستے	اللہ کے	اور	جو لوگ	خزانہ بناتے ہیں	سونے کو	اور چاندی کو

روکتے ہیں ، اور جو لوگ سونے اور چاندی کے خزانے جمع کر کے رکھتے ہیں

[٣٢] اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کی ایک خواہش اور اس کیلئے اُن کی کوشش ذکر کی گئی ہے کہ وہ حق کے چراغ کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں ، لیکن یہ نادان شاید نہیں جانتے ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اس لیے اللہ اپنے دین کو چودھویں کے چاند کی طرح نقطۂ کمال وعروج تک پہنچا کر ہی رہے گا ، خواہ کسی کو اچھا لگے یا برا ، یہ ارادۂ خداوندی پہلے بھی پورا ہوا ہے اور آئندہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول کے بعد دوبارہ پورا ہوگا ۔

الربع

[٣٣] اس آیت مبارکہ میں دین حق اسلام کے تمام ادیان و مذاہب پر غلبے کی پیشین گوئی کی گئی ہے ، دلیل اور استدلال کی دنیا میں اسلام کو یہ غلبہ اب بھی حاصل ہے اور اس سے پہلے بھی ہر زمانے میں حاصل رہا ہے ، جہاں تک تعلق ہے حکومتی سطح پر اسلام کے غلبے کا کہ ساری دنیا میں اسلام سرکاری مذہب بن جائے اور اسلام کے علاوہ تمام ادیان ختم یا کم از مغلوب ہو جائیں ، گو کہ فی الحال ایسا نہیں ہے لیکن ماضی میں بھی ایسا ہو چکا ہے اور مستقبل میں بھی دنیا اس منظر کو دیکھ لے گی اور وہ وقت بہت زیادہ دور نہیں ہے ۔ انشاء اللہ

وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿٣٤﴾ يَّوۡمَ

وَ	لَا	يُنۡفِقُوۡنَهَا	فِيۡ	سَبِيۡلِ	اللّٰهِ	فَبَشِّرۡهُمۡ	بِعَذَابٍ	اَلِيۡمٍ ﴿٣٤﴾	يَّوۡمَ
اور	نہیں	خرچ کرتے اسے	بیچ	راستے	اللہ کے	تو خوشخبری دیدے انہیں	عذاب کی	دردناک	جس دن

اور اُسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ،آپ اُنہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے ۔ ﴿٣٤﴾ جس دن

يُّحۡمٰى عَلَيۡهَا فِيۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ

يُّحۡمٰى	عَلَيۡهَا	فِيۡ	نَارِ	جَهَنَّمَ	فَتُكۡوٰى	بِهَا	جِبَاهُهُمۡ	وَ	جُنُوۡبُهُمۡ
تپایا جائیگا	اس پر	بیچ	آگ کے	جہنم کی	سو داغا جائیگا	اس سے	اُن کی پیشانیوں کو	اور	ان کے پہلوؤں کو

اُس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائیگا ، پھر اُس سے اُن کی پیشانیوں ، پہلوؤں اور پیٹھوں کو

وَظُهُوۡرُهُمۡ ؕ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ

وَ	ظُهُوۡرُهُمۡ	هٰذَا	مَا	كَنَزۡتُمۡ	لِاَنۡفُسِكُمۡ	فَذُوۡقُوۡا	مَا	كُنۡتُمۡ
اور	ان کی پشتوں کو	یہ	وہ جو	تم نے جمع کیا	اپنی جانوں کیلئے	سو تم چکھو	وہ جو	تم تھے

داغا جائیگا ، یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے جمع کر کر کے رکھا تھا ، سواب اس چیز کا مزہ چکھو جو تم

تَكۡنِزُوۡنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِيۡ

تَكۡنِزُوۡنَ ﴿٣٥﴾	اِنَّ	عِدَّةَ	الشُّهُوۡرِ	عِنۡدَ	اللّٰهِ	اثۡنَا عَشَرَ	شَهۡرًا	فِيۡ
خزانہ بناتے رہے	بیشک	گنتی	مہینوں کی	نزدیک	اللہ کے	بارہ	مہینے	بیچ

جمع کرتے رہے تھے ۔ ﴿٣٥﴾ اللہ کے نزدیک اُس کی کتاب میں مہینوں کی گنتی اس دن'' بارہ''

كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ

كِتٰبِ	اللّٰهِ	يَوۡمَ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الۡاَرۡضَ	مِنۡهَاۤ	اَرۡبَعَةٌ	حُرُمٌ
کتاب کے	اللہ کی	جس دن	پیدا کیا اس نے	آسمانوں کو	اور	زمین کو	ان میں سے	چار	حرمت والے

مقرر کردی گئی تھی جب اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا ، اُن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں ،

ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظۡلِمُوۡا فِيۡهِنَّ اَنۡفُسَكُمۡ وَقَاتِلُوا

ذٰلِكَ	الدِّيۡنُ	الۡقَيِّمُ	فَلَا	تَظۡلِمُوۡا	فِيۡهِنَّ	اَنۡفُسَكُمۡ	وَ	قَاتِلُوا
وہ	دین	مضبوط	سو مت	ظلم کرو تم	ان میں	اپنی جانوں پر	اور	لڑو تم

یہی مضبوط دین ہے ، سو تم اِن مہینوں میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو اور تمام

﴿٣٤﴾ ﴿٣٥﴾ ان آیتوں میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے تین قسم کے لوگوں کی کوتاہیوں اور خامیوں کا ذکر کیا گیا ہے، چونکہ تذکرہ اہل کتاب کا چل رہا ہے اس لیے ان تینوں گروہوں کا تعلق اہل کتاب کے ساتھ ہے، تاہم اہل ایمان کو سنانے کا منشاء یہ ہے کہ وہ ان کوتاہیوں سے اجتناب کریں ، پہلا گروہ علماء اور مشائخ کا ہے، دوسرا گروہ صوفیاء اور دنیا سے لاتعلق رہنے والے درویشوں کا ہے، ان دونوں گروہوں کی سب سے بڑی کمزوری مال ہے، یہ لوگ دین کی آڑ میں نذرانوں ، ہدایا اور تحائف کے نام پر رشوت لیتے ، اپنی جیبیں گرم کرتے اور لوگوں کو حیلے بتا کر دین کے اصلی منہج سے روکتے ہیں ، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ انہوں نے اپنی شناخت کو ہی بدل ڈالا ، ان کی شناخت دین سے تھی ، انہیں دین کا نمائندہ بننا چاہیے تھا لیکن یہ دنیا کے چکر میں الجھ کر اپنی شناخت کو ہی بھلا بیٹھے، آج کل مسلمانوں میں بھی بعض ایسے نام کے علماء اور صوفیاء موجود ہیں، جو دین کی بد نامی کا ذریعہ بنتے ہیں ، تیسرا گروہ مالداروں اور سرمایہ داروں کا ہے، ان کی بھی سب سے بڑی کمزوری مال و دولت ہے خواہ حلال طریقے سے آئے یا حرام طریقے سے ، ان لوگوں کی خواہش ہے کہ مال و دولت کے ڈھیر اور انبار جمع کرتے رہیں ، اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا انہیں حوصلہ نہیں ہوتا ، وہ مال کا حق ادا نہیں کرتے ، زکوٰۃ اور صدقات وخیرات کا اہتمام نہیں کرتے، وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ ایک دن اسی مال ودولت کو جہنم کی آگ میں تپا کر ان کے جسم کے مختلف حصوں کو داغا جائیگا خاص طور پر پیشانی ، پہلو اور پیٹھ کو ، کیونکہ ان تینوں حصوں پر تکلیف کا احساس نہایت شدید اور پورے جسم پر ہوتا ہے۔

الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ

الْمُشْرِكِيْنَ	كَآفَّةً	كَمَا	يُقَاتِلُوْنَكُمْ	كَآفَّةً	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	مَعَ
مشرکین سے	پورے کے پورے	جیسا کہ	وہ لڑتے ہیں تم سے	پورے کے پورے	اور	جان رکھو	یہ کہ بیشک	اللہ	ساتھ

مشرکوں سے لڑو جیسے وہ تم سب سے لڑتے ہیں ، اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں کے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾	اِنَّمَا	النَّسِيْٓءُ	زِيَادَةٌ	فِي	الْكُفْرِ	يُضَلُّ	بِهِ	الَّذِيْنَ
تقوی والوں کے	وہ تو صرف	کسی مہینے کو اس کی جگہ سے ہٹانا	اضافہ ہے	بیچ	کفر کے	گمراہ کئے گئے	اس کے ذریعے	جنہوں نے

ساتھ ہے ۔ ۳۶ کسی مہینے کو اُس کی جگہ سے ہٹا دینا تو زمانۂ کفر کا اضافہ ہے ، جس کے ذریعے کافر

كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا

كَفَرُوْا	يُحِلُّوْنَهٗ	عَامًا	وَّ	يُحَرِّمُوْنَهٗ	عَامًا	لِّيُوَاطِـُٔوْا	عِدَّةَ	مَا
کفر کیا	وہ حلال کرتے ہیں اسے	ایک سال	اور	حرام کرتے ہیں اسے	ایک سال	تا کہ مکمل کرلیں وہ	شمار	اس کا جو

گمراہی میں پڑے رہے، اس طرح وہ ایک سال اُس مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرام کر لیتے ہیں تا کہ مہینوں کی گنتی مکمل کر لیں جنہیں اللہ نے حرمت والا

حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ

حَرَّمَ	اللّٰهُ	فَيُحِلُّوْا	مَا	حَرَّمَ	اللّٰهُ	زُيِّنَ	لَهُمْ	سُوْٓءُ	اَعْمَالِهِمْ
حرام کیا	اللہ نے	سو حلال کرلیتے ہیں وہ	اسے جو	حرام کیا	اللہ نے	مزین کردیا گیا	ان کیلئے	برائی کو	ان کے اعمال کی

قرار دیا ہے، پھر وہ اس مہینے کو حلال کر لیتے ہیں جسے اللہ نے حرمت والا قرار دیا ہے، اُن کیلئے اُن کے برے اعمال کو مزین کر دیا گیا ہے،

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا

وَ	اللّٰهُ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَا
اور	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	ان لوگوں کو جو	کفر کرنے والے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	کیا ہوا

اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۔ ۳۷ اے اہلِ ایمان ! تمہیں

لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ

لَكُمْ	اِذَا	قِيْلَ	لَكُمُ	انْفِرُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اثَّاقَلْتُمْ	اِلَى	الْاَرْضِ
تمہیں	جب	کہا جائے	تم سے	کوچ کرو	بیچ	راستے	اللہ کے	بوجھ بن جاتے ہو تم	طرف	زمین کے

کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو تم زمین پر بوجھ بن جاتے ہو؟

۳۶ اس آیت مبارکہ میں اگلی آیتوں کی مناسبت سے سال کے بارہ مہینوں اور ان میں سے چار حرمت والے مہینوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، مہینوں کی یہ تعداد اور اس میں سے اشہر حرم کی تخصیص اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمائی ہے اور واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین و آسمان کی تخلیق فرمائی تھی، یہ تعیین بھی اسی دن فرمائی تھی، اشہر حرم ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کے مہینوں کو کہا جاتا ہے، زمانۂ جاہلیت میں ان چار مہینوں کا اس قدر احترام کیا جاتا تھا کہ ان میں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت گری کی تمام صورتیں موقوف کر دی جاتی تھیں، یہ ایک اچھی چیز ہے جس کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے، دین ادب ہی سکھاتا ہے، چنانچہ ان چار مہینوں میں خاص طور پر ایک دوسرے کے ساتھ ظلم اور نا انصافی کی ممانعت کی گئی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ باقی مہینوں میں ظلم و نا انصافی کی اجازت ہے کیونکہ یہ مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے، اس عموم میں ظلم و نا انصافی کی تمام صورتیں مثلاً جنگ، قتل و غارت گری اور فساد وغیرہ بھی شامل ہیں، البتہ اگر مشرکین ان مہینوں میں مسلمانوں پر جنگ مسلط کر دیں تو مسلمانوں کو بھی اپنا دفاع کرنے کیلئے تلوار اٹھانے کی
ع ۵ ۸ ۱۱
اجازت ہے، تاہم مسلمانوں کو اپنی طرف سے پہل نہیں کرنی چاہیے۔

۳۷ اس آیت مبارکہ میں "نسیء" کی مذمت اور تردید کی گئی ہے، زمانۂ جاہلیت میں قلمس کنانی نام کے ایک شخص نے مہینوں کو آگے پیچھے کرنے کی ایک صورت ایجاد کی تھی، یہ لوگ اپنی مرضی یا ضرورت کے پیش نظر اعلان کر دیتے تھے کہ اس سال صفر کا مہینہ پہلے آ گیا ہے، محرم کا مہینہ بعد میں آئیگا، یہ سلسلہ اس قدر آگے بڑھا کہ پورے عرب میں اسے قبولیت عامہ حاصل ہو گئی، لوگ اپنے سرداروں کے اس طرح کے اعلانات کو تسلیم کر لیتے تھے اور ان کی خواہش کے مطابق مہینوں میں رد و بدل کر دیا کرتے تھے، یہاں اسے کفر میں اضافہ قرار دیا گیا ہے اور کوئی شک نہیں ہے کہ یہ شیطانی کارستانی ہے جس کے ذریعے اس نے لوگوں کو گمراہ کیا اور اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حلال و حرام کا تعلق کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ بھی بہت سے امور سے ہے، ظاہر ہے کہ کسی مہینے میں حرمت اللہ کے پیدا کرنے سے ہی آ سکتی ہے، کسی انسان کے پیدا کرنے سے نہیں اور اللہ کے ختم کرنے سے ہی ختم ہو سکتی ہے، کسی انسان کے اختیار سے نہیں، اس لیے اسے اضافی کفر قرار دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

أَرَضِيتُم بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَوٰةِ

أَرَضِيتُم	بِالْحَيَوٰةِ	الدُّنْيَا	مِنَ	الْآخِرَةِ ۚ	فَمَا	مَتَاعُ	الْحَيَوٰةِ
کیا تم راضی ہوگئے	ساتھ زندگی کے	دنیا کی	سے	آخرت کے	سو نہیں	سامان	زندگی کا

کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو ؟ سو دنیاوی زندگی کا فائدہ

الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا

الدُّنْيَا	فِي	الْآخِرَةِ	إِلَّا	قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾	إِلَّا	تَنفِرُوا	يُعَذِّبْكُمْ	عَذَابًا
دنیا کی	بیچ	آخرت کے	مگر	تھوڑا	اگر نہ	تم نکلو گے	عذاب دے گا وہ تمہیں	عذاب

آخرت کے مقابلے میں تو بہت تھوڑا ہے ۔ ٣٨ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک

أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ

أَلِيمًا	وَ	يَسْتَبْدِلْ	قَوْمًا	غَيْرَكُمْ	وَ	لَا	تَضُرُّوهُ	شَيْئًا ۗ	وَ	اللَّهُ	عَلَىٰ
دردناک	اور	بدل کرلے آئیگا	ایک قوم کو	علاوہ تمہارے	اور	نہ	تم اس کا نقصان کرسکو گے	کچھ بھی	اور	اللہ	پر

عذاب دے گا اور تمہارے علاوہ کوئی اور قوم بدل کر لے آئے گا اور تم اُس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے ، اور اللہ ہر چیز

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ

كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾	إِلَّا	تَنصُرُوهُ	فَقَدْ	نَصَرَهُ	اللَّهُ	إِذْ	أَخْرَجَهُ
ہر	چیز کے	قدرت والا	اگر نہ	تم اس کی مدد کرو گے	تو یقیناً	اس کی مدد کرچکا	اللہ	جب	نکالا اُسے

پر قادر ہے ۔ ٣٩ اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ نے اُن کی مدد تو اس وقت بھی کی تھی جب کافروں نے

الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ

الَّذِينَ	كَفَرُوا	ثَانِيَ	اثْنَيْنِ	إِذْ	هُمَا	فِي	الْغَارِ	إِذْ	يَقُولُ	لِصَاحِبِهِ
ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے	دوسرا	دو میں کا	جب	وہ دونوں	بیچ	غار کے	جب	وہ کہہ رہا تھا	اپنے ساتھی سے

انہیں نکلنے پر مجبور کر دیا تھا ، اور وہ دو میں کے دوسرے تھے ، جبکہ وہ دونوں غار میں تھے ، جب وہ اپنے رفیق سے فرما رہے تھے

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ

لَا	تَحْزَنْ	إِنَّ	اللَّهَ	مَعَنَا ۖ	فَأَنزَلَ	اللَّهُ	سَكِينَتَهُ	عَلَيْهِ	وَ	أَيَّدَهُ
نہ	غم کرتو	بیشک	اللہ	ہمارے ساتھ	سو نازل کیا	اللہ نے	اپنا سکون	اس پر	اور	تائید کی اس کی

کہ غم نہ کرو ، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے ، سو اللہ نے اُن پر ''سکینہ'' نازل فرمایا ، ایسے لشکروں سے اُن کی

٣٨ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو ایک منفرد انداز سے جہاد کی ترغیب دی گئی ہے، آیت کے الفاظ سے ایک ناصحانہ انداز کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ کیا بات ہے، جب تمہیں جہاد کا حکم ملتا ہے تو تم زمین کے ساتھ چپک کیوں جاتے ہو؟ ہلتے کیوں نہیں ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز نے تمہیں زمین کے ساتھ چپکا دیا ہے، کیا بات ہے، تمہیں آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی زیادہ پسند آگئی ہے؟ سوال یہ ہے کہ کیا دنیوی زندگی کی آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت واہمیت ہے؟ دونوں جگہوں کی نعمتوں میں کوئی موازنہ کیا جا سکتا ہے؟ کیا دونوں میں ٹھہرنے اور قیام کرنے کی مدت میں کوئی مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تمہیں جہاد کیلئے نکلنے سے کس چیز نے روکا ہوا ہے؟

٣٩ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو جہاد کیلئے نکلنے میں سستی کے انجام سے ڈرایا گیا ہے کہ اس کا نقصان خود تمہی کو ہوگا ، دشمن تمہارے بیٹھے رہنے کا فائدہ اٹھا کر تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور تمہیں کسی بڑی آزمائش کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، ظاہر ہے کہ ہر آزمائش اور تکلیف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف فرمادی ہے، دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ جہاد کی برکت سے تمہیں جو سعادت نصیب ہوتا تھی، وہ تمہارے بدلے میں کسی اور قوم کو دیدی جائے گی ، وہ اللہ کی راہ میں پوری ہمت اور بہادری سے تمہاری جگہ جہاد کریں گے اور اس کا حق ادا کردیں گے، کیونکہ اللہ اپنے دین کی سربلندی کیلئے کسی مخصوص قوم ، قبیلے ، خاندان اور افراد کا محتاج نہیں ہے، بہت مرتبہ اس نے فاجروں سے بھی اپنے دین کی تقویت کا کام لیا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کو بعض اوقات کسی فاجر آدمی سے بھی تقویت پہنچا دیتا ہے اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ

بِجُنُوْدٍ	لَّمْ	تَرَوْهَا	وَ	جَعَلَ	كَلِمَةَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوا	السُّفْلٰى ؕ	وَ	كَلِمَةُ
ساتھ لشکروں کے	نہ	تم نے دیکھا انہیں	اور	کردی اس نے	بات	ان لوگوں کی	کفر کیا انہوں نے	نیچی	اور	بات

مدد کی جو تم نہیں دیکھ رہے تھے اور اُس نے کافروں کی بات نیچی کردی ، اور اللہ کی بات ہی

اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٤٠ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا

اللّٰهِ	هِيَ	الْعُلْيَا ؕ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ۝٤٠	اِنْفِرُوْا	خِفَافًا	وَّ	ثِقَالًا
اللہ کی	وہی	اوپر والی	اور اللہ	غالب	حکمت والا	کوچ کرو تم	ہلکے ہوکر	اور	بوجھل ہوکر

اوپر ہونے والی ہے ، اور اللہ غالب ، حکمت والا ہے۔ ﴿۴۰﴾ ہلکے اور بوجھل دونوں حالتوں میں کوچ کرو ،

وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

وَّ	جَاهِدُوْا	بِاَمْوَالِكُمْ	وَ	اَنْفُسِكُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ
اور	جہاد کرو تم	ساتھ اپنے مالوں کے	اور	اپنی جانوں کے	بیچ	راستے	اللہ کے	تمہارا ایسا کرنا	زیادہ بہتر	تمہارے لئے

اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو ، یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٤١ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا

اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ۝٤١	لَوْ	كَانَ	عَرَضًا	قَرِيْبًا	وَّسَفَرًا	قَاصِدًا
اگر	تم ہو	جانتے	اگر	ہوتا	سامان	قریب کا	اور سفر	درمیان کا

اگر تم جانتے ہو ۔ ﴿۴۱﴾ اگر قریب کا مال اور معتدل سفر ہوتا

لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ

لَّاتَّبَعُوْكَ	وَ	لٰكِنْۢ	بَعُدَتْ	عَلَيْهِمُ	الشُّقَّةُ ؕ	وَ	سَيَحْلِفُوْنَ	بِاللّٰهِ	لَوِ
البتہ وہ تیرے پیچھے ہوتے	اور	لیکن	دور معلوم ہوئی	ان پر	مسافت	اور	عنقریب وہ قسم اٹھائیں گے	اللہ کی	اگر

تو یہ لوگ آپ کے ساتھ ضرور جاتے ، لیکن انہیں مسافت لمبی نظرآئی ، عنقریب یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اگر

اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

اسْتَطَعْنَا	لَخَرَجْنَا	مَعَكُمْ ۚ	يُهْلِكُوْنَ	اَنْفُسَهُمْ ۚ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ
ہمارے بس میں ہوتا	البتہ ہم نکلتے	تمہارے ساتھ	ہلاکت میں ڈالتے ہیں	اپنی جانوں کو	اور	اللہ	جانتا ہے

ہمارے بس میں ہوتا تو ہم آپ کے ساتھ ضرور جاتے ، وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے

﴿۴۰﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ کے ایک مخصوص مرحلے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب رسول اکرم ﷺ اپنے رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار ثور میں قیام فرما تھے، دشمن انہیں چپے چپے میں تلاش کررہا تھا، نشانات قدم سے شناخت کرنے والے ماہرین پیچھے لگے ہوئے تھے، انعام کا شوق رکھنے والے اُن تک پہنچنے کیلئے بے چین اور بے قرار تھے، یہاں تک کہ وہ غار ثور کے پاس پہنچ گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا، وہ حد سے زیادہ فکر مند بھی تھے اور ان کا فکر مند ہونا برحق تھا، کیونکہ وہ رسول اکرم ﷺ کیلئے قریش کے جذبات واحساسات سے بخوبی آگاہ تھے، وہ ایک ایسا وقت تھا جہاں ظاہری مدد اور تعاون کے تمام راستے بند ہو چکے تھے، رفیق سفر کے علاوہ کوئی ہمدرد، جانثار اور غم خوار بھی نہ تھا، ہر لمحے پکڑے جانے کا اندیشہ تھا، کیا تمہیں یاد ہے کہ آزمائش کے اُس سخت ترین موقع پر رسول اکرم ﷺ اور ان کے رفیق خاص کی مدد کس نے کی تھی؟ یقیناً اللہ نے، سوجس رب نے اسلام اور پیغمبر اسلام کو اس موقع پر اپنی حمایت اور نصرت عطا فرمائی تھی، وہی آئندہ بھی ان کی نصرت اور حمایت فرمائے گا، وہ اس کیلئے تمہارا یا کسی اور فرد کا یا دیگر اسباب ووسائل کا محتاج نہیں ہے، اُس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر ایک خاص سکینہ نازل فرمایا، نبی علیہ السلام نے اپنے رفیق خاص کو تسلی دی کہ گھبرانے کی کیا ضرورت ہے ؟ اللہ ہمارے ساتھ ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی نصرت کیلئے فرشتوں کے لشکر اتار دیئے جو کسی کو دکھائی نہیں دے رہے تھے لیکن حق تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے تھے، چنانچہ اللہ کے دین کو سربلندی نصیب ہوئی اور کافروں کو ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ ناکام ونامراد واپس چلے گئے، اللہ کی نصرت اسی طرح آتی ہے۔

﴿۴۱﴾ اس آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ اپنی مالی اور مادی پوزیشن کو دیکھے بغیر جہاد کیلئے روانہ ہوجاؤ، خواہ تمہارے پاس مکمل سامان ضرورت موجود ہو یا نہ ہو، تمہارے پاس سواری موجود ہو یا نہ ہو اور دشمن تم سے کتنا ہی طاقتور ہو، تم اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرو، آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہر فرد کیلئے فرض عین ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی دشمن کسی اسلامی ریاست پر حملہ کردے تو اس ریاست میں رہنے والے تمام مسلمانوں پر اپنا دفاع کرنا اور دشمن سے جہاد کرنا فرض عین ہوجاتا ہے اور اس وقت امیر اور غریب، جوان اور بوڑھے کی تخصیص ختم ہوجاتی ہے، عام حالات میں جہاد فرض کفایہ ہے۔

إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٤٢﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ

اِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ﴿٤٢﴾	عَفَا	اللّٰهُ	عَنْكَ	لِمَ	اَذِنْتَ	لَهُمْ	حَتّٰى	يَتَبَيَّنَ
بیشک وہ	البتہ جھوٹے ہیں	درگزر کر دیا	اللہ نے	تجھ سے	کیوں	تُو نے اجازت دی	انہیں	یہاں تک کہ	ظاہر ہو جائے

کہ بیشک وہ جھوٹے ہیں ۔ ﴿٤٢﴾ اللہ نے آپ سے درگزر فرما دیا ، آپ نے انہیں اجازت کیوں دی ؟ یہاں تک کہ آپ کے سامنے

لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ

لَكَ	الَّذِيْنَ	صَدَقُوْا	وَ	تَعْلَمَ	الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾	لَا	يَسْتَاْذِنُكَ	الَّذِيْنَ
تیرے لئے	جنہوں نے	سچ بولا	اور	تو جان لیتا	جھوٹ بولنے والوں کو	نہیں	اجازت طلب کرتے تجھ سے	وہ لوگ جو

سچ بولنے والے بھی ظاہر ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو بھی جان لیتے ۔ ﴿٤٣﴾ آپ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	اَنْ	يُّجَاهِدُوْا	بِاَمْوَالِهِمْ
ایمان لاتے ہیں	اللہ پر	اور	دن	پچھلے پر	یہ کہ	جہاد کریں وہ	ساتھ اپنے مالوں کے

”جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں“ کہ وہ اپنے مال و جان سے

وَاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢبِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ

وَ	اَنْفُسِهِمْ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾	اِنَّمَا	يَسْتَاْذِنُكَ	الَّذِيْنَ
اور	اپنی جانوں کے	اور اللہ	خوب جاننے والا	ڈرنے والوں کو	وہ تو صرف	اجازت طلب کرتے ہیں تجھ سے	وہ لوگ جو

جہاد کریں ، اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے ۔ ﴿٤٤﴾ آپ سے اجازت تو وہ لوگ مانگتے ہیں

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ

لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَ	ارْتَابَتْ	قُلُوْبُهُمْ	فَهُمْ	فِيْ	رَيْبِهِمْ
نہیں	ایمان لاتے	اللہ پر	اور	دن	پچھلے پر	اور	شک میں پڑے ہیں	ان کے دل	سو وہ	بیچ	اپنے شک کے

جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور اُن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں ، سو وہ اپنے شک میں ہی

يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ

يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾	وَ	لَوْ	اَرَادُوْا	الْخُرُوْجَ	لَاَعَدُّوْا	لَهٗ	عُدَّةً	وَ	لٰكِنْ	كَرِهَ
تردد کر رہے ہیں	اور	اگر	انہوں نے ارادہ کیا ہوتا	نکلنے کا	البتہ تیاری کرتے وہ	اس کیلئے	تیاری کرنا	اور	لیکن	ناپسند کیا

بھٹک رہے ہیں ۔ ﴿٤٥﴾ اگر اُن کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو اس کیلئے ضرور کوئی تیاری کرتے ، لیکن اللہ کو اُن کا

ع ٥ ٦ ١٢

﴿٤٢﴾ اس آیت مبارکہ میں غزوہ تبوک کی مناسبت سے منافقین کی قلبی حالت بیان کی گئی ہے اور کافی دور تک یہی سلسلہ مضامین تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے، تبوک ایک مشہور مقام کا نام ہے جو دمشق کی جانب مدینہ منورہ کے راستے میں آتا ہے ، اس موقع پر سفر دور کا اور موسم شدید گرمی کا تھا، اطلاع یہ تھی کہ شہنشاہِ ھرقل نے رومیوں کا ایک لشکر جرار تیار کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ٹھانی ہے ، نبی علیہ السلام نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکنا مناسب خیال فرمایا، منافقین کہنے لگے کہ کیا یہ لوگ روم کی مسلح اور تربیت یافتہ افواج کا مقابلہ کر سکیں گے؟ انہیں تو گھر واپس لوٹنا ہی نصیب نہ ہوگا چہ جائیکہ مال غنیمت حاصل ہو، اگر قریب کا سفر ہوتا اور مال غنیمت کی توقع ہوتی تو ہم بھی ان کے ساتھ چلے جاتے، لیکن اتنی دور جانا عقل مندی نہیں ہے، یہاں ان کی قسموں کو بھی جھوٹا اور نا قابل اعتبار قرار دیا گیا ہے، ان کا یہ کہنا ”کہ اللہ کی قسم! اگر ہمارے بس میں ہوتا تو ہم آپ کے ساتھ ضرور روانہ ہو جاتے“ جھوٹ اور منافقت کی بناء پر تھا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف۔

﴿٤٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں آغاز اس دعا یا خبر سے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے معافی کا اعلان کر دیا ہے کیونکہ وہ تو معصوم ہیں، ان سے کبیرہ تو دور کی بات، صغیرہ گناہ بھی صادر نہیں ہوتا، البتہ غزوہ تبوک کے موقع پر جب منافقین آپ کے پاس جھوٹے سچے بہانے پیش کرتے اور تبوک کیلئے روانگی سے معذرت کرتے تو آپ ان کی معذرت قبول فرما کر انہیں رخصت دیدیتے تھے، اگر یہ نہ ہوتا تو زیادہ بہتر ہوتا کیونکہ اس طرح انہیں یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ ہم اپنی مرضی سے نہیں رکے، بلکہ ہمیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکنے کی اجازت دی ہے، اگر وہ سمجھتے کہ ہم جھوٹے عذر پیش کر رہے ہیں تو وہ کبھی ہمیں اجازت نہ دیتے، اس طرح سچ چھپ گیا اور انہوں نے اپنے جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کر دیا۔

﴿٤٤﴾ اس آیت مبارکہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر اہل ایمان کے رویئے کی تحسین اور حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر مکمل ایمان رکھتے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی اپنی جان و مال کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا، انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے تبوک میں شرکت سے معذوری ظاہر کر کے اجازت طلب نہیں کی، کیونکہ ان کے دل میں ایمان کی شمع روشن تھی، اور وہ جھوٹ بول کر جہاد کی سعادت سے محروم نہیں رہنا چاہتے تھے۔

﴿٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اُن لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو غزوہ تبوک میں شرکت سے بچنے کیلئے جھوٹے بہانے پیش کر کے نبی علیہ السلام سے اجازت طلب کر رہے تھے کہ ان لوگوں کا اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں ہے، ان کے دل شکوک وشبہات کا شکار ہیں، وہ اب تک دولتِ ایمان ویقین سے محروم اور تردد کا شکار ہیں، وہ اسلام اور مسلمانوں کو زندہ حقیقت تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، ورنہ وہ جہاد کی سعادت سے محروم نہ رہتے۔

اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝٤٦ لَوْ

اللّٰهُ	انْۢبِعَاثَهُمْ	فَثَبَّطَهُمْ	وَ	قِيْلَ	اقْعُدُوْا	مَعَ	الْقٰعِدِيْنَ ۝٤٦	لَوْ
اللہ نے	ان کا اٹھنا	سو اس نے انہیں روک دیا	اور	کہا گیا	بیٹھے رہو تم	ساتھ	بیٹھنے والوں کے	اگر

اٹھنا ہی پسند نہ تھا، اس لئے اُس نے انہیں روک دیا، اور حکم دیدیا گیا کہ بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ ۴۶ اگر

خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ

خَرَجُوْا	فِيْكُمْ	مَّا	زَادُوْكُمْ	اِلَّا	خَبَالًا	وَّ	لَاْاَوْضَعُوْا	خِلٰلَكُمْ
نکلتے وہ	تمہارے درمیان	نہیں	اضافہ کرتے تم میں	مگر	نقصان کا	اور	البتہ گھوڑے دوڑاتے	تمہارے درمیان

وہ تمہارے درمیان ہو کر نکلتے تو سوائے نقصان کے تمہارے لئے کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور فتنہ پیدا کرنے کی کوشش میں تمہارے ہی درمیان

يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

يَبْغُوْنَكُمُ	الْفِتْنَةَ	وَ	فِيْكُمْ	سَمّٰعُوْنَ	لَهُمْ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌۢ
تلاش کرتے تم میں	فتنہ	اور	بیچ تمہارے	کئی جاسوس	ان کے	اور	اللہ	خوب جاننے والا

گھوڑے دوڑاتے رہتے، اور تمہارے درمیان اُن کے کچھ جاسوس بھی رہتے ہیں، اور اللہ ظالموں کو

بِالظّٰلِمِيْنَ ۝٤٧ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ

بِالظّٰلِمِيْنَ ۝٤٧	لَقَدِ	ابْتَغَوُا	الْفِتْنَةَ	مِنْ	قَبْلُ	وَ	قَلَّبُوْا	لَكَ	الْاُمُوْرَ
ظالموں کو	البتہ یقیناً	تلاش کرتے رہے وہ	فتنہ	سے	پہلے	اور	پلٹتے رہے وہ	آپ کیلئے	حکموں کو

خوب جانتا ہے۔ ۴۷ یقیناً اس سے پہلے بھی وہ فتنے کی تلاش میں رہے ہیں، اور آپ کے سامنے احکامات کو پلٹتے رہے ہیں،

حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝٤٨ وَمِنْهُمْ

حَتّٰى	جَآءَ	الْحَقُّ	وَ	ظَهَرَ	اَمْرُ	اللّٰهِ	وَ	هُمْ	كٰرِهُوْنَ ۝٤٨	وَ	مِنْهُمْ
یہاں تک کہ	آ گیا	حق	اور	غالب رہا	حکم	اللہ کا	اور	وہ	ناپسند کرنے والے	اور	ان میں سے

یہاں تک کہ حق آپہنچا اور اللہ کا حکم غالب آ کر رہا، جبکہ وہ اُسے ناپسند ہی کرتے رہے۔ ۴۸ اُن میں سے بعض لوگ

مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ

مَنْ	يَّقُوْلُ	ائْذَنْ	لِّيْ	وَ	لَا	تَفْتِنِّيْ	اَلَا	فِي	الْفِتْنَةِ	سَقَطُوْا	وَ	اِنَّ
وہ جو	کہتا ہے	اجازت دیجئے	مجھے	اور	نہ	فتنے میں ڈالئے مجھے	خبردار	بیچ	فتنے کے	وہ پڑ چکے	اور	بیشک

وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ مجھے اجازت دے دیجئے، مجھے فتنے میں نہ ڈالیے، آگاہ رہو کہ فتنے میں تو وہ پڑ چکے ہیں اور بیشک

٤٦ اس آیت مبارکہ میں منافقین کے اس عذر کو رد کیا گیا ہے کہ ہم تو نکلنے کیلئے تیار تھے لیکن اچانک فلاں ضرورت ایسی پیش آ گئی کہ اب رکنا مجبوری بن گیا ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان کا نکلنے کا ارادہ تھا تو یہ بتائیں کہ انہوں نے اس کیلئے کیا تیاری کی تھی؟ اس لیے کہ جب انسان سفر پر جا رہا ہو تو سامان سفر یقیناً مہیا کرتا ہے اور سفر کی تیاری کئی دن پہلے شروع کر دیتا ہے، اگر یہ لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو یقیناً انہوں نے بھی تیاری کی ہوگی، بتائیں کہ انہوں نے کیا تیاری کی تھی؟ اصل بات یہ نہیں ہے کہ انہیں کوئی ضرورت پیش آ گئی، اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسندی نہ تھی کہ وہ لوگ اس کے پیغمبر اور مخلص مسلمانوں کے ہمراہ اس سفر پر جاتے، اس لیے اللہ نے ہی انہیں روک دیا اور انہیں عورتوں، بچوں اور معذوروں کے ساتھ رہنے کیلئے چھوڑ دیا۔

٤٧ اس آیت مبارکہ میں سفر تبوک کیلئے منافقین کے مسلمانوں کے ہمراہ نہ ہونے کو ہی بہتر قرار دیا گیا ہے کیونکہ اگر یہ لوگ مسلمانوں کے ہمراہ ہوتے تو اُن میں بزدلی پیدا کرنے اور ان کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کرتے، گھوڑے دوڑا کر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آتے جاتے، مسلمانوں کے درمیان لگائی بجھائی کرتے، افواہیں پھیلاتے، ایک دوسرے کو لڑانے کی کوشش کرتے اور پورے سفر میں مسلمانوں کی ناک میں دم کیے رکھتے، اس لیے اُن کا نہ جانا ہی مسلمانوں کے حق میں بہتر تھا، البتہ مسلمانوں کو آگاہ کر دیا گیا کہ اُن کے کچھ جاسوس اب بھی تمہارے ساتھ لگے ہوئے ہیں، جو تمہاری مکمل جاسوسی کر رہے ہیں، اس لیے ان سے ہوشیار رہنا، باقی اللہ کو ان ظالموں کا خوب پتہ ہے، وہ ان کا کوئی داؤ چلنے نہ دے گا۔

٤٨ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی تاریخ بیان کر دی گئی ہے کہ یہ لوگ غزوہ تبوک میں ہی اپنی اصلیت سے نقاب نہیں ہٹا رہے، بلکہ ان کی تاریخ ہی فتنہ اور فساد سے تعبیر ہے، وہ ہر فتنے کے بانی اور محرک رہے، انہوں نے اسلام کی ترقی روکنے اور رسول اکرم ﷺ کے معاملات میں خرابی پیدا کرنے کیلئے حقائق کو الٹ پلٹ کیا، لیکن ان کی ساری تدبیریں ناکام ہوگئیں، اللہ کا حکم غالب رہا، حق سربلند ہوا، بدر میں اس کا ایک نمونہ یہ لوگ دیکھ چکے، گو کہ حق تعالیٰ کی اس نصرت اور مدد کو دیکھ کر ظاہری طور پر یہ لوگ کلمہ پڑھ چکے ہیں، لیکن دل سے یہ لوگ ابھی بھی اسلام کو پسند نہیں کرتے۔

جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ

جَهَنَّمَ	لَمُحِيْطَةٌۢ	بِالْكٰفِرِيْنَ ۴۹	اِنْ	تُصِبْكَ	حَسَنَةٌ
جہنم	البتہ احاطہ کرنے والی	کافروں کا	اگر	تجھے پہنچے	کوئی بھلائی

جہنم کافروں کا احاطہ کرنے والی ہے۔ ۴۹ اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے

تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا

تَسُؤْهُمْ ۚ	وَ	اِنْ	تُصِبْكَ	مُصِيْبَةٌ	يَّقُوْلُوْا	قَدْ	اَخَذْنَآ	اَمْرَنَا
وہ بری لگتی ہے انہیں	اور	اگر	تجھے پہنچے	کوئی مصیبت	کہتے ہیں وہ	یقینا	ہم نے پکڑ لیا	معاملہ اپنا

تو وہ انہیں بری لگتی ہے، اور اگر کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنا معاملہ

مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا

مِنْ	قَبْلُ	وَ	يَتَوَلَّوْا	وَّ	هُمْ	فَرِحُوْنَ ۵۰	قُلْ	لَّنْ	يُّصِيْبَنَآ	اِلَّا	مَا
سے	پہلے	اور	لوٹ جاتے ہیں وہ	اور	وہ	خوش ہونے والے	تُو کہہ	ہرگز نہیں	پہنچے گا ہمیں	مگر	وہ جو

سنبھال لیا تھا اور وہ خوش ہوتے ہوئے واپس لوٹ جاتے ہیں۔ ۵۰ آپ فرما دیجئے کہ ہمیں کوئی مصیبت ہرگز نہیں پہنچ سکتی سوائے اُس کے جو

كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

كَتَبَ	اللّٰهُ	لَنَا ۚ	هُوَ	مَوْلٰىنَا ۚ	وَ	عَلَى	اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ ۵۱
لکھ دیا	اللہ نے	ہمارے لئے	وہ	ہمارا آقا	اور	پر	اللہ کے	چاہئے کہ بھروسہ کریں	ایمان والے

اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے، وہی ہمارا آقا ہے اور اللہ ہی پر مومنین کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ ۵۱

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ

قُلْ	هَلْ	تَرَبَّصُوْنَ	بِنَآ	اِلَّآ	اِحْدَى	الْحُسْنَيَيْنِ ۭ	وَ	نَحْنُ
تُو کہہ	کیا	انتظار کر رہے ہو تم	ساتھ ہمارے	مگر	ایک کا	دو بھلائیوں میں سے	اور	ہم

(اے نبی! ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ تم تو ہمارے متعلق دو خوبیوں میں سے ایک خوبی کا ہی انتظار کر رہے ہو، جبکہ ہم

نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ

نَتَرَبَّصُ	بِكُمْ	اَنْ	يُّصِيْبَكُمُ	اللّٰهُ	بِعَذَابٍ	مِّنْ	عِنْدِهٖٓ
انتظار کر رہے ہیں	ساتھ تمہارے	یہ کہ	پہنچائے تمہیں	اللہ	کوئی عذاب	سے	اپنے پاس

تمہارے متعلق اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے

۴۹ اس آیت مبارکہ میں ایک بڑے منافق جد بن قیس کا قول نقل کر کے اس کی تردید کی گئی ہے جس نے بظاہر اپنی پرہیز گاری کا رعب جھاڑنے کیلئے کہا تھا کہ حضرت! اروم کی عورتیں بہت حسین و جمیل ہوتی ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں خود پر قابو نہ رکھ سکوں اس لیے آپ مجھے وہاں لیجا کر فتنے میں نہ ڈالیے، اس پر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے جملے ان لوگوں کے تقویٰ اور پرہیز گاری پر دلالت نہیں کرتے، یہ لوگ تو فتنوں میں پڑ چکے ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ یہ لوگ تو پہلے سے ہی فتنوں کا حصہ بنے ہوئے ہیں، اب کون سے فتنے سے بچنا چاہتے ہیں؟ یہ بات تو وہ شخص کہہ سکتا ہے جو پہلے کبھی کسی فتنے کا حصہ نہ بنا ہو، اس طرح ان کے ڈھول کا پول کھولا گیا ہے۔

۵۰ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی ذہنی و روحانی پستی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ان کی سوچ اس قدر پست اور روح اس قدر بیمار ہو چکی ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کو حاصل ہونے والی خوشی پر انہیں تکلیف ہوتی ہے اور اگر وہ کسی پریشانی کا شکار ہو جائیں تو یہ لوگ خوشی سے بغلیں بجاتے ہیں کہ اچھا ہی ہوا، ہم نے پہلے سے ہی اپنا انتظام کر لیا تھا اور تمام احتیاطی تدابیر اختیار کر لی تھیں، ورنہ ہم بھی انہی کی طرح اس پریشانی میں مبتلا ہو جاتے۔

۵۱ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو اعتقادی طور پر مضبوطی اور پختگی کی تلقین کی گئی ہے تا کہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ اگر اللہ نے ہمارے لیے کوئی پریشانی، دکھ، تکلیف، بیماری یا مصیبت لکھ رکھی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے ہم تک پہنچنے سے روک نہیں سکتی اور اگر اس نے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا تو دنیا کی کوئی طاقت اسے ہم پر مسلط نہیں کر سکتی، وہی ہمارا حقیقی آقا ہے اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے، اسے ہم پر تصرف کرنے کا مکمل اختیار ہے اور ہمیں بھروسہ ہے کہ اس کا ہر فیصلہ ہمارے حق میں خیر اور بھلائی پر ہی مبنی ہوتا ہے، گو کہ ہماری سمجھ میں نہ آئے۔

اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿٥٢﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا

اَوْ	بِاَيْدِيْنَا	فَتَرَبَّصُوْٓا	اِنَّا	مَعَكُمْ	مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿٥٢﴾	قُلْ	اَنْفِقُوْا	طَوْعًا
یا	ساتھ ہمارے ہاتھوں کے	سو تم انتظار کرو	بیشک ہم	ساتھ تمہارے	انتظار کرنے والے	تُو کہہ	خرچ کرو تم	خوشی سے

کوئی عذاب ڈال دے، اس لئے تم بھی انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ ﴿٥٢﴾ آپ فرما دیجئے کہ تم اپنی خوشی سے خرچ کرو

اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَمَا

اَوْ	كَرْهًا	لَّنْ	يُّتَقَبَّلَ	مِنْكُمْ	اِنَّكُمْ	كُنْتُمْ	قَوْمًا	فٰسِقِيْنَ ﴿٥٣﴾	وَ	مَا
یا	مجبوری سے	ہرگز نہیں	قبول کیا جائیگا	تم سے	بیشک تم	رہے ہو	قوم	نافرمانی کرنے والے	اور	نہیں

یا زبردستی، وہ تمہاری طرف سے قبول ہرگز نہ ہو گا، بیشک تم نافرمان لوگ ہو۔ ﴿٥٣﴾ اور اُن کا

مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ

مَنَعَهُمْ	اَنْ	تُقْبَلَ	مِنْهُمْ	نَفَقٰتُهُمْ	اِلَّآ	اَنَّهُمْ	كَفَرُوْا	بِاللّٰهِ
روکا نہیں	یہ کہ	قبول کئے جائیں	ان سے	ان کے خرچے	مگر	یہ کہ بیشک وہ	کفر کیا انہوں نے	ساتھ اللہ کے

خرچ کیا ہوا اُن کی طرف سے قبول ہونے میں رکاوٹ صرف یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے

وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا

وَ	بِرَسُوْلِهٖ	وَلَا	يَاْتُوْنَ	الصَّلٰوةَ	اِلَّا	وَ	هُمْ	كُسَالٰى	وَ	لَا	يُنْفِقُوْنَ	اِلَّا
اور	ساتھ اس کے پیغمبر کے	اور نہیں	آتے وہ	نماز کو	مگر	اور	وہ	سستی کرنے والے	اور	نہیں	وہ خرچ کرتے	مگر

منکر ہیں، نماز کیلئے نہیں آتے سوائے اس کے کہ وہ سست ہوتے ہیں اور خرچ بھی محض ناگواری

وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا

وَ	هُمْ	كٰرِهُوْنَ ﴿٥٤﴾	فَلَا	تُعْجِبْكَ	اَمْوَالُهُمْ	وَ	لَآ	اَوْلَادُهُمْ	اِنَّمَا
اور	وہ	ناپسند کرنے والے	سو نہ	تعجب میں ڈالیں تجھے	ان کے مال	اور	نہ	ان کی اولاد	وہ تو صرف

سے ہی کرتے ہیں۔ ﴿٥٤﴾ سو اُن کے مال و اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ

يُرِيْدُ	اللّٰهُ	لِيُعَذِّبَهُمْ	بِهَا	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	تَزْهَقَ	اَنْفُسُهُمْ
چاہتا ہے	اللہ	کہ عذاب دے انہیں	ساتھ ان کے	بیچ	زندگی کے	دنیا کی	اور	نکلیں	ان کی روحیں

یہی تو چاہتا ہے کہ انہیں ان چیزوں کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب میں مبتلا رکھے اور اُن کی جان اس حال میں نکلے

﴿٥٢﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں اور منافقوں کے انتظار کا ذکر ہے، منافقین تو اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ غزوہ تبوک میں مسلمانوں کا انجام کیا ہو گا، سو اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ ایک مسلمان جب میدان جہاد میں اترتا ہے تو دو میں سے کوئی ایک صورت ضرور ہوتی ہے یا اسے فتح ملتی ہے اور وہ غازی بن کر مال غنیمت کے ساتھ صحیح سلامت واپس آ جاتا ہے، یا اسے شہادت نصیب ہوتی ہے اور وہ بلند درجات پر فائز ہو جاتا ہے، مسلمان کے حق میں یہ دونوں صورتیں ہی اچھی ہیں اور وہ کسی طرح بھی محروم نہیں ہوتا۔ جبکہ مسلمانوں کو اس بات کا انتظار ہے کہ منافقین اپنے انجام سے کب دو چار ہوتے ہیں، اس کی بھی دو میں سے کوئی ایک صورت ہو سکتی ہے، یا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کوئی عذاب ان پر نازل کر دے یا مسلمانوں کے ہاتھوں انہیں سزا دلوائے اور منافقین کے حق میں یہ دونوں صورتیں ہی بری ہیں، اس لیے وہ اپنی جگہ منتظر رہیں، ہم اپنی جگہ منتظر ہیں، عنقریب اللہ کا فیصلہ آ جائے گا۔

﴿٥٣﴾ اس آیت مبارکہ میں صاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ منافقوں کا صدقہ وخیرات بھی قبول نہیں ہے، ظاہر ہے کہ جب وہ قبول ہی نہ ہو گا تو اس پر ثواب کی توقع رکھنا بھی بے فائدہ ہے، دراصل جد بن قیس نے نبی علیہ السلام کو مالی معاونت کی پیشکش کی تھی، یہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ تم اپنی خوشی سے خرچ کرو'' جو کہ ممکن نہیں ہے'' یا زبردستی، اللہ کی بارگاہ میں وہ نامقبول اور مردود ہے، اس لیے کہ تم نافرمان لوگ ہو، معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے دائرے سے نکلنے والے کا صدقہ وخیرات بھی قبول نہیں ہوتا۔ اعاذنا اللہ۔

﴿٥٤﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ظاہری طور پر کلمہ بھی پڑھتا ہو اور احکام اسلام مثلاً نماز اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ پر بھی عمل کرتا ہو تو اس کے صدقہ وخیرات کو قبول نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس طرح تو اس کی حوصلہ شکنی ہو گی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر کے مکلف بندے ہیں، اللہ نہیں، وہ تو ہر شخص کے باطن سے اسی طرح واقف ہے جیسے لوگ ظاہر سے واقف ہوتے ہیں، اس کے علم میں ہے کہ منافقین کا کلمہ پڑھنا دل سے نہیں ہے، حقیقت میں وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں، ان کے دل میں کفر کی ظلمت جڑ پکڑ چکی ہے، جہاں تک تعلق ہے ان کی نماز اور انفاق کا تو ان کی نماز بھی سستی، بے دلی اور کاہلی کے ساتھ ہوتی ہے، نہ تو وہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں اور نہ اُن کے دلوں میں اس کی کوئی اہمیت ہے، مارے باندھے نماز پڑھتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا بھی دل کی خوشی سے نہیں ہوتا، ان لوگوں کے پیش نظر اللہ کی رضا نہیں ہوتی، وہ تو صرف ریاکاری کے جذبے سے خرچ کرتے ہیں اس لیے ان کا خرچ کرنا اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا۔

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ

وَ	هُمْ	كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾	وَ	يَحْلِفُوْنَ	بِاللّٰهِ	اِنَّهُمْ	لَمِنْكُمْ	وَ	مَا	هُمْ	مِّنْكُمْ
اور	وہ	کفر کرنے والے	اور	قسمیں کھاتے ہیں وہ	اللہ کی	بیشک وہ	البتہ تم سے	اور	نہیں	وہ	تم سے

کہ وہ کافر ہوں۔ ﴿۵۵﴾ اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں،

وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ

وَ	لٰكِنَّهُمْ	قَوْمٌ	يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾	لَوْ	يَجِدُوْنَ	مَلْجَاً	اَوْ	مَغٰرٰتٍ	اَوْ
اور	لیکن وہ	قوم	ڈرتے ہیں	اگر	وہ پالیں	کوئی پناہ گاہ	یا	کوئی غار	یا

لیکن بات صرف اتنی ہے کہ وہ لوگ ڈرتے ہیں۔ ﴿۵۶﴾ اگر اُنہیں کوئی پناہ گاہ، یا غار، یا سر چھپانے کی

مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ

مُدَّخَلًا	لَّوَلَّوْا	اِلَيْهِ	وَ	هُمْ	يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	يَّلْمِزُكَ
سر چھپانے کی کوئی جگہ	البتہ پھر جائیں	اس کی طرف	اور	وہ	رسیاں تڑاتے ہوں گے	اور	ان میں سے	وہ جو	طعنہ دیتا ہے تجھے

کوئی جگہ مل جائے تو وہ اسی کی طرف رسیاں تڑواتے ہوئے پھر جائیں۔ ﴿۵۷﴾ اور انہی میں سے بعض وہ بھی ہیں جو صدقات کے حوالے سے

فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ

فِي	الصَّدَقٰتِ ۚ	فَاِنْ	اُعْطُوْا	مِنْهَا	رَضُوْا	وَ	اِنْ	لَّمْ	يُعْطَوْا	مِنْهَآ
بیچ	صدقوں کے	سو اگر	دیدیے جائیں وہ	اسمیں سے	خوش ہو جائیں	اور	اگر	نہ	دیے جائیں وہ	اسمیں سے

آپ پر اعتراض کرتے ہیں، اگر اُنہیں اس میں سے کچھ مل جائے تو خوش ہو جائیں اور اگر کچھ نہ ملے

اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

اِذَا	هُمْ	يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾	وَ	لَوْ	اَنَّهُمْ	رَضُوْا	مَآ	اٰتٰىهُمُ	اللّٰهُ
اسی وقت	وہ	ناراض ہو جاتے ہیں	اور	اگر	یہ کہ وہ	خوش ہوتے	اس سے جو	دیا انہیں	اللہ نے

تو اسی وقت ناراض ہو جائیں۔ ﴿۵۸﴾ کاش! کہ وہ اُسی پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اُس کے رسول نے

وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

وَرَسُوْلُهٗ ۙ	وَ	قَالُوْا	حَسْبُنَا	اللّٰهُ	سَيُؤْتِيْنَا	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ
اور اس کے پیغمبر نے	اور	کہتے وہ	کافی ہے ہمیں	اللہ	عنقریب دے گا ہمیں	اللہ	سے	اپنے فضل کے

انہیں دیا ہے، اور کہہ دیتے کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے، عنقریب اللہ اور اس کے رسول ہمیں اپنے فضل سے

﴿۵۵﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک اور سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ حقیقت میں کافر ہیں، لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے کلمہ پڑھتے ہیں اور ان کی عبادات روح سے خالی ہیں تو پھر ان پر مال و اولاد کی نوازش کیوں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر یہ نوازش اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے محبوب اور پسندیدہ ہونے کی علامت نہیں ہے، آج بھی ہمارے سامنے بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں کہ انسان کا مال و دولت اس کیلئے عذاب اور وبال بن جاتا ہے، وہ عدالتوں میں پیشیاں بھگتتا ہے، وہ اپنے ذرائع آمدن ثابت کرنے کیلئے انکوائریوں کا سامنا کرتا ہے، کبھی ٹیکس والے اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور کبھی جرائم پیشہ لوگ اس کے وسائل و اسباب پر نظریں گاڑ لیتے ہیں، کوئی اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیتا ہے اور کوئی اس کی گاڑی چھین کر لے جاتا ہے، اسی طرح بہت سے لوگوں کیلئے ان کی اولاد وبال بن جاتی ہے، اولاد کی نافرمانی، خودسری اور ہٹ دھرمی انہیں ذہنی و روحانی تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہے اور جس وقت ان پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے، سسک سسک کر اُن کی روح نکلتی ہے اور وہ بے بسی کے عالم میں اپنے کفر کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، اس لیے کسی کے مال و اولاد سے اللہ کی نوازش اور اس کی محبوبیت کا تصور قائم کر لینا درست نہیں ہے۔

﴿۵۶﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی قسموں کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر تمہیں یقین دلانا چاہتے ہیں کہ وہ تمہارا حصہ ہیں اور تم میں شامل ہیں، سوال یہ ہے کہ انہیں اپنا اسلام ثابت کرنے اور خود کو مسلمانوں کی صف میں کھڑا کرنے کیلئے قسمیں کھانے کی ضرورت کیوں پیش آ رہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو وہ مسلمان ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کی صف میں شامل، وہ صرف ڈرپوک اور بزدل لوگ ہیں، صرف اپنی جان اور مال بچانے کیلئے ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے ہیں، دل سے مسلمان نہیں ہیں۔

﴿۵۷﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی بزدلی اور ڈرپوک ہونے کو بیان کیا گیا ہے کہ دراصل یہ لوگ کسی پناہ گاہ کی تلاش میں ہیں، اگر انہیں کوئی پناہ گاہ مل جائے خواہ وہ کوئی غار ہی ہو، یہ لوگ فوری طور پر اس پناہ گاہ کی طرف رسیاں تڑوا کر بھاگ جائیں اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھیں، یہاں تک کہ اگر صرف سر چھپانے کی جگہ مل جائے تو وہ بھی انہیں کافی محسوس ہو۔

﴿۵۸﴾ اس آیت مبارکہ میں اُن منافقین کا ذکر کیا گیا ہے جو صدقات و خیرات کی تقسیم میں رسول اکرم ﷺ پر اعتراض کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے، یہ نہایت آسانی کے ساتھ زبان چلا لیتے تھے اور اس بات کو فراموش کر دیتے تھے کہ کس پاکیزہ ہستی پر اعتراض کر رہے ہیں؟ لیکن یہ اعتراض اُس وقت بہت خوش اسلوبی سے ختم ہو جاتا تھا جب انہیں اس میں سے ان کا حصہ مل جاتا تھا، اگر انہیں کچھ بھی نہ ملتا تو ان کی ناراضگی اعتراض کی صورت میں ظاہر ہوتی تھی۔

وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ

وَ	رَسُوْلُهٗٓ ۙ	اِنَّآ	اِلَى	اللّٰهِ	رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾	اِنَّمَا	الصَّدَقٰتُ	لِلْفُقَرَآءِ
اور	اس کا پیغمبر	بیشک ہم	جانب	اللہ کے	رغبت رکھنے والے	وہ تو صرف	زکوٰۃ کے مال	فقراء کیلئے

عطا فرمائیں گے، ہم تو اللہ ہی کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔ ﴿۵۹﴾ زکوٰۃ تو حق ہے فقراء، مساکین،

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

وَ	الْمَسٰكِيْنِ	وَ	الْعٰمِلِيْنَ	عَلَيْهَا	وَالْمُؤَلَّفَةِ	قُلُوْبُهُمْ	وَ	فِي	الرِّقَابِ
اور	مسکینوں کیلئے	اور	کام کرنے والوں کیلئے	اس پر	اور مانوس کئے گئے	دل اُن کے	اور	بیچ	گردنیں چھڑانے کے

زکوٰۃ وصولی پر مامور افراد اور اُن لوگوں کا جن کی تالیفِ قلب منظور ہو، نیز غلاموں کو آزاد کرانے میں،

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ

وَ	الْغٰرِمِيْنَ	وَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ	فَرِيْضَةً	مِّنَ
اور	مقروضوں کیلئے	اور	بیچ	راستے	اللہ کے	اور مسافر کیلئے	مقرر شدہ	سے

مقروضوں میں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر خرچ کی جائے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ

اللّٰهِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾	وَ	مِنْهُمُ	الَّذِيْنَ	يُؤْذُوْنَ	النَّبِيَّ
اللہ کے	اور	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	اور	ان میں سے	وہ لوگ جو	ایذاء پہنچاتے ہیں	نبی کو

فریضہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ﴿۶۰﴾ اور اُن میں سے بعض لوگ نبی (ﷺ) کو ایذاء بھی دیتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ

وَ	يَقُوْلُوْنَ	هُوَ	اُذُنٌ ؕ	قُلْ	اُذُنُ	خَيْرٍ	لَّكُمْ	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَيُؤْمِنُ
اور	کہتے ہیں	وہ	کان ہے	تُو کہہ	کان ہونا	خیر کا	تمہارے لئے	ایمان لاتا ہے	اللہ پر	اور یقین کرتا ہے

اور کہتے ہیں کہ وہ تو کان ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ تمہارے لیے خیر کا کان ہیں، اللہ پر ایمان لاتے ہیں، مؤمنین کی بات کا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ

لِلْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	رَحْمَةٌ	لِّلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مِنْكُمْ ؕ	وَ	الَّذِيْنَ	يُؤْذُوْنَ
ایمان والوں کا	اور	سراپا رحمت	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے	تم میں سے	اور	جو لوگ	ایذاء پہنچاتے ہیں

یقین رکھتے ہیں اور تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے، اُن کیلئے باعثِ رحمت ہیں، اور جو لوگ اللہ کے رسول کو

ع ۱۷ ۱۴

﴿۵۹﴾ اس آیت مبارکہ میں ادب سکھایا گیا ہے کہ مال و دولت کی حرص میں پیغمبر ﷺ پر اعتراض کرنا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا، کیونکہ مال و دولت کا حصول اس کی زندگی کا اصل مقصد نہیں ہوتا، وہ تو اللہ اور اس کے رسول کی عطا پر راضی رہتا ہے، اگر یہ منافقین بھی کہتے کہ ہمیں اللہ اور اس کا رسول ہی کافی ہے، مال و دولت تو اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرما ہی دے گا، پیغمبر ﷺ بھی ہمیں دیتے ہی رہتے ہیں، ہماری اصل خواہش اور دلچسپی تو اس میں ہے کہ اللہ اور اس کا پیغمبر ہم سے راضی ہو جائے، چاہے مال و دولت حاصل ہو یا نہ ہو، کیونکہ یہ تو فانی چیزیں ہیں، ان سے کیا دل لگانا تو ان منافقین کے حق میں زیادہ بہتر تھا۔

﴿۶۰﴾ اس آیت مبارکہ میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں، ان کے علاوہ کسی اور کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں اور یہ ضروری ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جائے اسے اس کا مالک بنایا جائے کیونکہ ''للفقراء'' میں لام برائے تملیک ہے، ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، ان مصارف کی مختصر وضاحت حسبِ ذیل ہے۔

(الف) فقراء: یعنی وہ غریب لوگ جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا، یہ لفظ فقیر کی جمع ہے۔

(ب) مساکین: یعنی وہ غریب لوگ جن کے پاس تھوڑا بہت موجود ہوتا ہے لیکن ان کی ضروریات کیلئے ناکافی ہوتا ہے، آسانی کیلئے انہیں سفید پوش طبقہ کہا جا سکتا ہے۔

(ج) عاملین: یعنی زکوٰۃ کی وصولی پر اسلامی ریاست کی طرف سے مقرر کردہ افراد، خواہ اپنی ذاتی حیثیت میں وہ غریب ہوں یا امیر۔

(د) مؤلفۃ القلوب: یعنی وہ لوگ جن کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی منظور ہو، ان میں وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں لیکن مالی عدم استحکام کی وجہ سے کلمہ نہیں پڑھتے، وہ لوگ بھی جنہوں نے تازہ تازہ اسلام قبول کیا ہو، اور وہ لوگ بھی جن کی غربت اور افلاس کی وجہ سے غیر مسلم این جی اوز ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈال کر انہیں قادیانی اور مرتد بنا رہی ہوں۔

(ھ) غلاموں کو آزاد کرانے میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے۔

(و) وہ لوگ جو قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں اور اُن کے پاس ادائیگی کا انتظام نہ ہو تو زکوٰۃ کی رقم سے اُن کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے۔

(ز) جو لوگ اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے ہوں، انہیں زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے، مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا سب سے اولین مصداق ''مجاہدین'' ہیں، دوسرے نمبر پر اس کا مصداق حج اور عمرے کے مبارک سفر پر جانے والے لوگ ہیں، نیکی اور فلاح عامہ کے کام اس لفظ کے مفہوم میں داخل نہیں ہیں۔

(ح) مسافر کو بھی زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ گناہ کے ارادے سے سفر پر نہ جا رہا ہو، ورنہ تعاون علی الاثم لازم آئے گا، ان مصارف کی مزید تفصیلات کیلئے اس عاجز کی کتاب جواہر الحدیث جلد چہارم ملاحظہ فرمائیے۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۶۱ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ

رَسُوْلَ	اللّٰهِ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ۶۱	يَحْلِفُوْنَ	بِاللّٰهِ	لَكُمْ
پیغمبر کو	اللہ کے	اُن کیلئے	عذاب	دردناک	وہ قسمیں کھاتے ہیں	اللہ کی	تمہارے لئے

ایذاء پہنچاتے ہیں، اُن کیلئے دردناک عذاب ہے۔ ۶۱ وہ تمہیں خوش کرنے کیلئے تمہارے سامنے

لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا

لِيُرْضُوْكُمْ	وَ	اللّٰهُ	وَ	رَسُوْلُهٗٓ	اَحَقُّ	اَنْ	يُّرْضُوْهُ	اِنْ	كَانُوْا
تاکہ راضی کردیں تمہیں	اور	اللہ	اور	اس کا پیغمبر	زیادہ حقدار	یہ کہ	راضی کریں وہ اُسے	اگر	وہ ہوں

اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں، حالانکہ اللہ اور اُس کے رسول اِس بات کا سب سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے اگر وہ

مُؤْمِنِيْنَ ۶۲ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ

مُؤْمِنِيْنَ ۶۲	اَلَمْ	يَعْلَمُوْٓا	اَنَّهٗ	مَنْ	يُّحَادِدِ	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	فَاَنَّ	لَهٗ
ایمان والے	کیا نہیں	جانتے وہ	یہ کہ بیشک وہ	جو کوئی	مقابلہ کرے گا	اللہ سے	اور	اس کے پیغمبر سے	تو بیشک	اس کیلئے

مؤمن ہوں۔ ۶۲ کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ اور اُس کے رسول سے مقابلہ کرے گا تو اُس کیلئے

نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۶۳ يَحْذَرُ

نَارَ	جَهَنَّمَ	خَالِدًا	فِيْهَا	ذٰلِكَ	الْخِزْيُ	الْعَظِيْمُ ۶۳	يَحْذَرُ
آگ	جہنم کی	ہمیشہ رہنے والا	اُسمیں	وہ	رسوائی	بہت بڑی	ڈرتے ہیں

جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔ ۶۳ منافقین کو

الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ

الْمُنٰفِقُوْنَ	اَنْ	تُنَزَّلَ	عَلَيْهِمْ	سُوْرَةٌ	تُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ
منافقین	یہ کہ	نازل کی جائے	ان پر	کوئی سورت	بتادے وہ انہیں	وہ جو	بیچ	ان کے دلوں کے

اِس بات کا اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو وہ بتادے جو اُن کے دلوں میں ہے،

قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۶۴ وَلَئِنْ

قُلِ	اسْتَهْزِءُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ	مُخْرِجٌ	مَّا	تَحْذَرُوْنَ ۶۴	وَ	لَئِنْ
تو کہہ	مذاق اڑالو	بیشک	اللہ	نکالنے والا	وہ جو	تم ڈرتے ہو	اور	البتہ اگر

اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ تم مذاق اڑاتے رہو، اللہ اُس چیز کو ظاہر کرکے رہے گا جس کا تمہیں اندیشہ ہے۔ ۶۴ اگر

۶۱ اس آیت مبارکہ میں منافقین کا رسول اکرم ﷺ کو ایذاء پہنچانے کا ذکر کیا گیا ہے، رسول اکرم ﷺ اپنے اخلاق کریمانہ کی بناء پر سب کی بات سنتے تھے، معلوم ہونے کے باوجود بھی جھوٹے کو بھی اس کے جھوٹ کا طعنہ نہ دیتے تھے، اس پر منافقین آپس میں نبی علیہ السلام کے متعلق کہتے تھے کہ وہ تو سراپا کان ہیں، یعنی ہر شخص کی بات سن لیتے ہیں اور ہر شخص کی باتوں میں آ جاتے ہیں، یہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر چہ وہ سب کی سن لیتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سب کی باتوں میں بھی آ جاتے ہیں اور ہر شخص کی بات کا یقین بھی کر لیتے ہیں، ان کی یہ صفت تمہارے حق میں بہتر ہے ورنہ تم پر فوری گرفت آ جاتی اور تم بچ نہ پاتے، جہاں تک تعلق ہے یقین کر لینے کا تو وہ صرف اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کی باتوں پر یقین کرتے ہیں اور وہ اہل ایمان کیلئے سراپا رحمت ہیں، جو لوگ رسول اکرم ﷺ کو ایذاء پہنچاتے ہیں، وہ اپنے انجام بد سے بے فکر نہ ہوں، ان کیلئے دردناک عذاب تیار ہے۔

۶۲ اس آیت مبارکہ میں منافقین کا مسلمانوں کے سامنے قسمیں کھانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو مطمئن اور خوش کرنے کیلئے جھوٹی سچی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ مسلمان ان پر اعتبار کر لیں، حالانکہ اگر وہ مؤمن ہوتے تو انہیں اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کی فکر زیادہ ہونی چاہیے تھی، اس لیے کہ اگر اللہ اور اس کا پیغمبر کسی سے راضی ہو جائیں تو اسے دوسروں کو راضی کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

۶۳ اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرنے والوں کیلئے جہنم میں ہمیشہ رہنے کی سزا بیان کی گئی ہے اور اسے سب سے بڑی رسوائی قرار دیا گیا ہے، منافقین کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے، اگر وہ ایمان نہ لائے اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ایذا رسانی پر کمر بستہ رہے تو ان کا انجام بھی برا اور رسوا کن ہوگا۔

۶۴ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی قلبی حالت اور اندیشوں کو بیان کیا گیا ہے کہ انہیں ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں قرآن کریم میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو اُن کے ڈھول کا پول کھول دے، ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تم دل کھول کر اسلام اور صاحبِ اسلام کا مذاق اڑالو، اللہ تمہاری اصل حقیقت ظاہر کر کے رہے گا، یہ دنیا کی رسوائی ہے، اس سے پہلے آخرت کی رسوائی کا ذکر ہو چکا ہے، گویا منافقین کیلئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی رسوائی، جبکہ اہل ایمان کیلئے دنیا میں بھی خیر اور بھلائی ہے، آخرت میں بھی خیر اور بھلائی ہے۔

سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

سَاَلْتَهُمْ	لَيَقُوْلُنَّ	اِنَّمَا	كُنَّا	نَخُوْضُ	وَ	نَلْعَبُ	قُلْ	اَبِاللّٰهِ	وَ	اٰيٰتِهٖ
تُو ان سے پوچھے	البتہ ضرور کہیں گے	وہ تو صرف	ہم تھے	گفتگو کررہے	اور	دل لگی کر رہے	تُو کہہ	کیا اللہ کے ساتھ	اور	اس کی آیتوں کے

آپ ان سے پوچھیں تو کہہ دیں گے کہ ہم تو گپ شپ اور ہنسی مذاق کر رہے تھے، آپ فرما دیجئے کہ کیا اللہ کے ساتھ، اُس کی آیتوں

وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٦٥ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ

وَ	رَسُوْلِهٖ	كُنْتُمْ	تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٦٥	لَا	تَعْتَذِرُوْا	قَدْ	كَفَرْتُمْ	بَعْدَ
اور	اس کے پیغمبر کے	تم تھے	مذاق اڑاتے رہے	مت	بہانے بناؤ	یقیناً	تم نے کفر کیا	پیچھے

اور اُس کے پیغمبر کے ساتھ ہی تم ہنسی مذاق کر رہے تھے؟ ٦٥ بہانے مت بناؤ، تم اپنے ایمان کے بعد یقینی طور پر

اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ

اِيْمَانِكُمْ	اِنْ	نَّعْفُ	عَنْ	طَاۗىِٕفَةٍ	مِّنْكُمْ	نُعَذِّبْ	طَاۗىِٕفَةً	بِاَنَّهُمْ
اپنے ایمان کے	اگر	ہم درگزر کردیں	سے	ایک گروہ کے	تم میں سے	عذاب دیں گے ہم	ایک گروہ کو	اس وجہ سے کہ وہ

کافر ہو گئے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کریں گے، تو ایک گروہ کو سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ

كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝٦٦ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ

كَانُوْا	مُجْرِمِيْنَ ۝٦٦	اَلْمُنٰفِقُوْنَ	وَ	الْمُنٰفِقٰتُ	بَعْضُهُمْ	مِّنْ
تھے	جرم کرنے والے	منافق مرد	اور	منافق عورتیں	بعض ان کے	سے

مجرم تھے۔ ٦٦ منافق مردوں اور منافق عورتوں میں بعض ، بعض

بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ

بَعْضٍ	يَاْمُرُوْنَ	بِالْمُنْكَرِ	وَ	يَنْهَوْنَ	عَنِ	الْمَعْرُوْفِ
بعض کے	حکم دیتے ہیں وہ	برائی کا	اور	روکتے ہیں	سے	بھلائی کے

سے ہیں ، کہ وہ برائی کا حکم دیتے ہیں، بھلائی سے روکتے ہیں

وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ

وَ	يَقْبِضُوْنَ	اَيْدِيَهُمْ	نَسُوا	اللّٰهَ	فَنَسِيَهُمْ	اِنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ	هُمُ
اور	بند رکھتے ہیں	اپنے ہاتھوں کو	بھلا دیا انہوں نے	اللہ کو	سو اس نے انہیں بھلا دیا	بیشک	نفاق والے	وہی

اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں ،انہوں نے اللہ کو بھلا دیا ، سو اُس نے انہیں بھلا دیا ، بیشک منافقین ہی

٦٥ اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول کا مذاق اڑانے والوں سے ایک سوال پوچھا گیا ہے جو گستاخانہ خاکے شائع کرتے ہیں (مغرب میں ایک عرصے سے یہ مہم چل رہی ہے کہ نبی ﷺ کے حوالے سے مختلف اخبارات میں گستاخانہ مواد اور خاکے شائع کیے جاتے ہیں اور عالم اسلام کے جذبات مجروح کر کے انہیں اظہار رائے کی آزادی سے تعبیر کیا جاتا ہے؟ سوال یہ ہے کہ تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو) کیا اللہ اور اس کے رسول نے تمہارا کچھ بگاڑا ہے؟ یا مسلمانوں نے تمہارے مذہبی جذبات کو مجروح کر کے تمہارے مقدس لوگوں کے ایسے خاکے بنائے ہیں؟ تو وہ اس کے جواب میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو محض تفریح اور دل لگی کیلئے تھا، ہم تو اظہار رائے کی آزادی پر یقین رکھتے ہیں اور ہم نے اپنی رائے کا حق استعمال کیا ہے، سوال یہ ہے کہ دل لگی کرنے کیلئے اللہ اور اس کے پیغمبر کے علاوہ تمہیں کوئی اور نہیں ملا تھا؟

ع ٨ / ٧ / ١٤

قرآن کریم کے علاوہ تمہیں کوئی اور کتاب اظہار رائے کی آزادی کیلئے نہیں ملی تھی؟ یہ تفریح نہیں بلکہ اندر کی گندگی اور خباثت ہے جو اس طرح ظاہر ہو رہی ہے، غالباً یہی گندگی اور خباثت مغرب کے بعض دانشوروں کو ورثے میں منتقل ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ وقتاً فوقتاً اس کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کی ذلت اور رسوائی بھی دنیا کے سامنے لے آتا ہے۔

وقف لازم

٦٦ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی معذرت اور عذر خواہی کو مسترد کر دیا گیا ہے، ان پر فرد جرم عائد کر دی گئی ہے کہ تم لوگ اگر پہلے مسلمان تھے بھی تو پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخی کی وجہ سے کافر ہو کر دائرہ اسلام سے نکل گئے اور تمہیں اس گستاخی کی سزا ضرور ملے گی، چنانچہ ماضی قریب اور قدیم میں اس کی نہایت عبرت ناک مثالیں موجود ہیں۔

الْفٰسِقُوْنَ ۝٦٧ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ

الْفٰسِقُوْنَ ۝٦٧	وَعَدَ	اللّٰهُ	الْمُنٰفِقِيْنَ	وَالْمُنٰفِقٰتِ	وَالْكُفَّارَ	نَارَ
نافرمانی کرنے والے	وعدہ کر رکھا ہے	اللہ نے	منافق مردوں سے	اور منافق عورتوں سے	اور کافروں سے	آگ کا

نافرمان ہیں۔ ٦٧ اللہ نے منافق مردوں ، منافق عورتوں اور کفار سے جہنم کی آگ کا

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ

جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ۭ	هِيَ	حَسْبُهُمْ ۚ	وَ	لَعَنَهُمُ	اللّٰهُ ۚ	وَ	لَهُمْ
جہنم کی	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	وہ	کافی ہے اُن کیلئے	اور	لعنت کی ان پر	اللہ نے	اور	ان کیلئے

وعدہ فرما رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ، وہی اُن کیلئے کافی ہے ، اُن پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور اُن کیلئے

عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝٦٨ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً

عَذَابٌ	مُّقِيْمٌ ۝٦٨	كَالَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	كَانُوْٓا	اَشَدَّ	مِنْكُمْ	قُوَّةً
عذاب	دائمی	جیسے وہ لوگ	سے	تمہارے پہلے	تھے وہ	زیادہ سخت	تم سے	طاقت میں

دائمی عذاب ہے ۔ ٦٨ جیسے تم سے پہلے لوگ طاقت میں تم سے زیادہ شدید

وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ

وَّاَكْثَرَ	اَمْوَالًا	وَّ	اَوْلَادًا ۭ	فَاسْتَمْتَعُوْا	بِخَلَاقِهِمْ	فَاسْتَمْتَعْتُمْ
اور زیادہ تعداد والے	مالوں میں	اور	اولاد میں	سو انہوں نے فائدہ اٹھالیا	اپنے حصے سے	سو تم نے فائدہ اٹھالیا

اور مال و اولاد میں تم سے بڑھ کر تھے ، انہوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھا لیا ، تم نے اپنے حصے سے

بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

بِخَلَاقِكُمْ	كَمَا	اسْتَمْتَعَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	بِخَلَاقِهِمْ
اپنے حصے سے	جیسا کہ	فائدہ اٹھایا	ان لوگوں نے جو	سے	تمہارے پہلے	اپنے حصے سے

اُسی طرح فائدہ اٹھا لیا جیسے تم سے پہلے لوگ اپنے حصے سے فائدہ اٹھا چکے ،

وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي

وَ	خُضْتُمْ	كَالَّذِيْ	خَاضُوْا ۭ	اُولٰۗىِٕكَ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ	فِي
اور	تم چلے	جیسے وہ	وہ لوگ جو	یہی لوگ	ضائع ہوگئے	ان کے اعمال	بیچ

اور تم بھی وہی چال چل رہے ہو، جو وہ چلے تھے ، یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں

٦٧ اس آیت مبارکہ میں منافق مردوں اور منافق عورتوں کو ایک دوسرے کا معاون، ہمدرد اور غم خوار بتایا گیا ہے، ویسے بھی دنیا کا اصول ہے

کند جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر، باز با باز

یہ لوگ بھلائی کا حکم نہیں دیتے اور برائی سے روکتے نہیں، ان لوگوں کی ترغیب برائی کے کاموں میں ہوتی ہے، اگر کوئی آدمی نیکی کا کام کرنا چاہے تو اس کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں، خود اپنے ہاتھ بھی بند رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کے نام پر خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، ان کی ان خصلتوں اور حرکتوں سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ اللہ کو بھلا بیٹھے ہیں، انہیں یاد ہی نہیں ہے کہ اللہ سے ملاقات ہوگی اور وہ ان کا حساب لے گا، اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے، کیونکہ اللہ نے خود انہیں بھلا دیا، یہ نافرمان لوگ ہیں، یاد رکھے جانے کے قابل نہیں ہیں۔

٦٨ اس آیت مبارکہ میں منافقین اور کفار کی مشترکہ سزا جہنم بیان کی گئی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اسے معمولی سزا نہ سمجھنا، اکیلی جہنم ہی ان کیلئے کافی ہے، وہاں وہ اللہ کی رحمت سے دور، دائمی عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ

الدُّنْيَا	وَ	الْاٰخِرَةِ ۚ	وَ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾	اَلَمْ	يَاْتِهِمْ	نَبَاُ
دنیا	اور	آخرت کے	اور	وہ لوگ	وہی	نقصان اٹھانے والے	کیا نہیں	آئی اُن کے پاس	خبر

ضائع ہو گئے اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ۔ ﴿۶۹﴾ کیا اُن لوگوں کے پاس اُن سے

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ۬ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ

الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	قَوْمِ	نُوْحٍ	وَّ	عَادٍ	وَّ	ثَمُوْدَ ۙ۬	وَ	قَوْمِ	اِبْرٰهِيْمَ
ان لوگوں کی جو	سے	ان کے پہلے	قوم	نوح کی	اور	عاد کی	اور	ثمود کی	اور	قوم	ابراہیم کی

پہلے لوگوں کی خبرنہیں پہنچی ؟ قومِ نوح ، قومِ عاد ، قومِ ثمود ، قومِ ابراہیم ،

وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ

وَ	اَصْحٰبِ	مَدْيَنَ	وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ	اَتَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ ۚ
اور	ساتھی	مدین کے	اور الٹائی گئی بستیوں والے	آئے اُن کے پاس	ان کے پیغمبر	واضح دلائل کے ساتھ

اہلِ مدین اور الٹائی گئی بستیوں والے ، کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح دلائل لیکر آئے ،

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

فَمَا	كَانَ	اللّٰهُ	لِيَظْلِمَهُمْ	وَ	لٰكِنْ	كَانُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾
سو نہیں	ہے	اللہ	کہ ظلم کرے ان پر	اور	لیکن	وہ تھے	اپنی جانوں پر	ظلم کرتے رہے

سو اللہ اُن پر ظلم کرنے والا نہ تھا ، لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے رہے ۔ ﴿۷۰﴾

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ	وَالْمُؤْمِنٰتُ	بَعْضُهُمْ	اَوْلِيَآءُ	بَعْضٍ ۘ	يَاْمُرُوْنَ
اور ایمان والے مرد	اور ایمان والی عورتیں	ان میں سے بعض	بہت سے دوست	بعض کے	حکم دیتے ہیں وہ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں ، بھلائی کا

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

بِالْمَعْرُوْفِ	وَ	يَنْهَوْنَ	عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	يُؤْتُوْنَ
بھلائی کا	اور	روکتے ہیں وہ	سے	برائی کے	اور	قائم کرتے ہیں	نماز	اور	ادا کرتے ہیں

حکم دیتے ہیں ، برائی سے روکتے ہیں ، نماز قائم کرتے ہیں ، زکوٰۃ

﴿۶۹﴾ اس آیت مبارکہ میں کفار اور منافقین کو سابقہ امتوں کا حال سنایا جارہا ہے کہ جس طرح تم سے پہلے لوگ اپنے حصے کی نعمتوں اور راحتوں سے فائدہ اٹھا چکے، اسی طرح تم بھی اپنے حصے کی نعمتوں اور راحتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہو، وہ لوگ مال و اولاد اور جسمانی طاقت میں تم سے بہت آگے تھے، اگر ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ خسارے کا شکار ہو گئے تو ان کی چال چل کر تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا، عقل مند ہے وہ آدمی جو دوسرے کو پھسلتا دیکھ کر اس پھسلن سے اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لے۔

﴿۷۰﴾ اس آیت مبارکہ میں مختلف اقوام کے نام لیکر ان کا انجام یاد دلایا گیا ہے، ان کا یہ برا انجام اس وجہ سے نہیں ہوا کہ اللہ نے ان پر کوئی ظلم کیا تھا، بلکہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا تھا، وہ گناہوں سے باز نہیں آتے تھے اور انبیاء کرام کی ایذاء رسانی کے در پے رہتے تھے، اس لیے ان پر عذابِ الٰہی کا کوڑا برسا اور وہ عبرت کا نشان بن کر رہ گئے۔

الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ

الزَّكٰوةَ	وَ	يُطِيْعُوْنَ	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ ؕ	اُولٰٓئِكَ	سَيَرْحَمُهُمُ	اللّٰهُ
زکوٰۃ	اور	اطاعت کرتے ہیں	اللہ کی	اور	اس کے پیغمبر کی	یہی لوگ	عنقریب رحم کرے گا ان پر	اللہ

ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائیگا،

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾	وَعَدَ	اللّٰهُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَالْمُؤْمِنٰتِ
بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا	وعدہ کر رکھا ہے	اللہ نے	ایمان والے مردوں سے	اور ایمان والی عورتوں سے

بیشک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿۷۱﴾ اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ

جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَ	مَسٰكِنَ
باغات کا	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اُنمیں	اور	رہائش گاہیں

وعدہ فرما رکھا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، نیز ہمیشہ رہنے کے

طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

طَيِّبَةً	فِيْ	جَنّٰتِ	عَدْنٍ ؕ	وَ	رِضْوَانٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	اَكْبَرُ ؕ	ذٰلِكَ	هُوَ
پاکیزہ	بیچ	باغات	ہمیشہ رہنے کے	اور	خوشنودی	سے	اللہ کے	زیادہ بڑی	وہ	وہی

باغات میں پاکیزہ رہائش گاہوں کا، اور اللہ کی رضا مندی سب سے بڑی چیز ہے، یہی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ع ۹ ۶ ۱۵

الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾	يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	جَاهِدِ	الْكُفَّارَ	وَالْمُنٰفِقِيْنَ
کامیابی	بہت بڑی	اے	نبی! (ﷺ)	جہاد کر	کافروں سے	اور منافقوں سے

بڑی کامیابی ہے۔ ﴿۷۲﴾ اے نبی! (ﷺ)، کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

وَاغْلُظْ	عَلَيْهِمْ ؕ	وَمَاْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ ؕ	وَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾
اور سختی کر	اُن پر	اور ان کا ٹھکانہ	جہنم	اور بدترین ہے وہ	ٹھکانہ

اور ان پر سختی کیجئے، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ ﴿۷۳﴾

﴿۷۱﴾ اس آیت مبارکہ میں ایمان والے مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کا معاون، ہمدرد اور غم خوار قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان کی جو شمع روشن ہے وہ انہیں بھلائی کا حکم دینے، برائی سے روکنے، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے اور تمام فلاح عامہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی معاون اور ہمدرد بنا دیتی ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت اور مہربانی کا مورد اور مرکز قرار دیا ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔

﴿۷۲﴾ اس آیت مبارکہ میں ایمان والے مردوں اور عورتوں کیلئے نہایت بلند وعدے فرمائے گئے ہیں، ان میں سب سے اہم وعدہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا ہے، جس شخص کو اللہ کی رضا حاصل ہو جائے، یوں سمجھنا چاہیے کہ اسے سب کچھ مل گیا، اس سے بڑی نعمت صرف رؤیت باری تعالیٰ ہے، جو انہی لوگوں کو نصیب ہوگی جنہیں حق تعالیٰ کی رضا نصیب ہوگی، اس کے علاوہ باقی تمام نعمتیں اس کے ضمن میں آتی ہیں اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

﴿۷۳﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے دو حکم دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کریں، دوسرا یہ کہ ان کے ساتھ سخت رویہ اختیار کریں، ان میں سے جہاد کا حکم عام ہے جو کہ اپنی تمام صورتوں کو شامل ہے اور موقع کی مناسبت سے ان میں سے کوئی بھی صورت اختیار کی جا سکتی ہے، یہ وضاحت اس لیے کی گئی کہ ساری امت اس بات پر متفق ہے کہ منافقین کیخلاف تلوار اٹھانے اور میدان جنگ میں آکر ان سے دو بدو مقابلہ کرنے کی دورِ نبوت میں کوئی مثال موجود نہیں ہے، اس لیے وہ یہاں مراد نہیں ہے، البتہ علمی، عملی اور لسانی و قلمی جہاد یقیناً مراد ہو سکتا ہے، اسی طرح سختی سے مراد یہ نہیں ہے کہ اپنے مزاج میں اکھڑ پن پیدا کرلیا جائے، بلکہ طبعی نرمی اور فطری رحم دلی کے ساتھ پہلے کی نسبت تھوڑا سا سخت رویہ اختیار کرنا مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ

يَحْلِفُوْنَ	بِاللّٰهِ	مَا	قَالُوْا	وَلَقَدْ	قَالُوْا	كَلِمَةَ	الْكُفْرِ	وَ	كَفَرُوْا	بَعْدَ
وہ قسمیں کھاتے ہیں	اللہ کی	نہیں	کہا انہوں نے	اور البتہ یقیناً	کہی انہوں نے	بات	کفر کی	اور	کفر کیا انہوں نے	پیچھے

وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا ، حالانکہ واقعۃً انہوں نے کلمۂ کفر کہا ہے اور وہ اپنے اسلام کے بعد

اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ

اِسْلَامِهِمْ	وَ	هَمُّوْا	بِمَا	لَمْ	يَنَالُوْا	وَ	مَا	نَقَمُوْٓا	اِلَّآ	اَنْ	اَغْنٰىهُمُ
اپنے اسلام کے	اور	ارادہ کیا انہوں نے	اس کا جو	نہیں	پاسکے وہ	اور	نہیں	ناراض ہوئے وہ	مگر	یہ کہ	غنی کر دیا انہیں

کافر ہو گئے ہیں ، نیز انہوں نے اُس چیز کا بھی ارادہ کیا تھا جسے وہ حاصل نہ کر سکے ، اور اُن کی ناراضگی کی کوئی وجہ نہ تھی ، بلکہ اللہ اور اُس کے رسول نے

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ

اللّٰهُ	وَ	رَسُوْلُهٗ	مِنْ	فَضْلِهٖ	فَاِنْ	يَّتُوْبُوْا	يَكُ	خَيْرًا	لَّهُمْ	وَ	اِنْ
اللہ نے	اور	اس کے پیغمبر نے	سے	اپنے فضل کے	سو اگر	توبہ کر لیں وہ	ہوگا وہ	بہتر	ان کے حق میں	اور	اگر

تو انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا ، اس لئے اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں زیادہ بہتر ہوگا ، اور اگر

يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا

يَّتَوَلَّوْا	يُعَذِّبْهُمُ	اللّٰهُ	عَذَابًا	اَلِيْمًا	فِي	الدُّنْيَا	وَ	الْاٰخِرَةِ	وَ	مَا
وہ منہ پھیر لیں	عذاب دے گا انہیں	اللہ	عذاب	دردناک	بیچ	دنیا کے	اور	آخرت کے	اور	نہیں

منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں

لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝٧٤ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ

لَهُمْ	فِي	الْاَرْضِ	مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّلَا	نَصِيْرٍ ۝٧٤	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	عٰهَدَ	اللّٰهَ
ان کیلئے	بیچ	زمین کے	سے	کوئی دوست	اور نہ	کوئی مددگار	اور	ان میں سے	وہ جو	عہد کرلے	اللہ سے

ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا ۔ ٧٤ اور اُن میں بعض وہ بھی ہیں جو اللہ سے عہد کرتے ہیں

لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٧٥

لَىِٕنْ	اٰتٰىنَا	مِنْ	فَضْلِهٖ	لَنَصَّدَّقَنَّ	وَ	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ ۝٧٥
البتہ اگر	اس نے دیا ہمیں	سے	اپنے فضل کے	البتہ ضرور صدقہ کریں گے ہم	اور	البتہ ضرور ہوں گے ہم	سے	نیکوکاروں کے

کہ اگر اُس نے ہمیں اپنے فضل سے مال عطا فرمایا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے ۔ ٧٥

٧٤ اس آیت مبارکہ میں ایک خاص واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، رسول اکرم ﷺ نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر ایک پہاڑی راستے کا انتخاب فرمایا، لشکر کو دوسرے راستے سے روانہ فرما دیا ، اپنے ساتھ چند جانثار لیے اور لوگوں کو سختی سے منع فرما دیا کہ کوئی میرے پیچھے نہ آئے، لیکن لشکر میں منافقین کے جو جاسوس موجود تھے، ان میں سے بارہ افراد نے اپنے چہرے نقاب میں چھپا کر نبی علیہ السلام کا پیچھا کیا، راستہ تنگ تھا اور ان کی سازش یہ تھی کہ نبی علیہ السلام کو پہاڑی سے نیچے گرا دیں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش ناکام بنا دی ، نبی علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ نبی علیہ السلام نے اپنے ہمراہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اُن کے نام بتا دیئے لیکن دوسروں کو بتانے سے انہیں منع فرما دیا، اب یہ لوگ لاکھ قسمیں کھائیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی اور ہمارا یہ ارادہ نہ تھا، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ، ان کی زبان اور فعل سے کفر صادر ہوا ہے اور انہوں نے نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی ناپاک سازش تیار کی ہے، جس کی وجہ احسان فراموشی کے علاوہ کچھ نہیں ، یہ لوگ غریب، مسکین اور محتاج تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف راستوں سے مال و دولت عطا فرمایا، آج ان کے پاس ہر طرح کی نعمتیں موجود ہیں ، رسول اکرم ﷺ بھی ہر موقع پر انہیں عطا فرماتے رہے ہیں ، اس کے باوجود یہ لوگ سازشوں سے باز نہیں آتے، ان کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک سزا تیار ہے جس سے بچانے کیلئے اُن کا کوئی مددگار اور حامی نہ ہوگا۔

٧٥ ٧٦ ان آیتوں میں ثعلبہ بن حاطب نامی ایک منافق کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو نہایت غریب آدمی تھا ، اس نے بارگاہِ رسالت میں مالداری کی دعا کی درخواست کی ، نبی علیہ السلام نے فرمایا ثعلبہ! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میرے نقش قدم پر چلے؟ تاہم وہ دعا پر اصرار کرتا رہا اور وعدہ کرتا رہا کہ میں مال و دولت کے سارے حقوق ادا کروں گا ، بالآخر رسول اکرم ﷺ نے اس کے حق میں برکت کی دعا فرما دی ، فوراً ہی دعا قبول ہوئی اور اس کی بکریاں بڑھنا شروع ہو گئیں ، =

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ

فَلَمَّآ	اٰتٰىهُمْ	مِّنْ	فَضْلِهٖ	بَخِلُوْا	بِهٖ	وَ	تَوَلَّوْا	وَّ	هُمْ
پھر جب	اس نے دیدیا انہیں	سے	اپنے فضل کے	بخل کرنے لگے وہ	اس میں	اور	منہ موڑ لیا انہوں نے	اور	وہ

پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرما دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور اعراض کرتے ہوئے

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾	فَاَعْقَبَهُمْ	نِفَاقًا	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	اِلٰى	يَوْمِ
اعراض کرنے والے	سو بدلے میں دیا اس نے انہیں	نفاق	بیچ	ان کے دلوں کے	تک	دن

منہ پھیرنے لگے۔ [٧٦] تو اس کے بدلے میں اللہ نے ان کے دلوں میں اپنی ملاقات کے دن تک کیلئے

يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا

يَلْقَوْنَهٗ	بِمَآ	اَخْلَفُوا	اللّٰهَ	مَا	وَعَدُوْهُ	وَ	بِمَا	كَانُوْا
ملاقات کریں گے وہ اس سے	اس وجہ سے جو	انہوں نے خلاف کیا	اللہ سے	جو	وعدہ کیا انہوں نے اس کا	اور	اس وجہ سے جو	وہ تھے

نفاق رکھ دیا، کیونکہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا، اس کی خلاف ورزی کی، اور اس وجہ سے بھی

يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ

يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾	اَلَمْ	يَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	سِرَّهُمْ
جھوٹ بولتے رہے	کیا نہیں	جانتے وہ	یہ کہ بیشک	اللہ	جانتا ہے	ان کے راز

کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ [٧٧] کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ان کی پوشیدہ باتیں اور ان کی سرگوشیاں

وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾ اَلَّذِيْنَ

وَ	نَجْوٰىهُمْ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	عَلَّامُ	الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾	اَلَّذِيْنَ
اور	ان کی سرگوشیاں	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	خوب جاننے والا	پوشیدہ باتوں کو	جو لوگ

جانتا ہے اور یہ کہ اللہ پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ [٧٨] وہ لوگ

يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ

يَلْمِزُوْنَ	الْمُطَّوِّعِيْنَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	فِي	الصَّدَقٰتِ
طعنہ دیتے ہیں	نیکی کرنے والوں کو	سے	ایمان والوں کے	بیچ	صدقات کے

جو صدقہ کرنے والے مومنین پر اُن کے صدقات کے حوالے سے عیب نکالتے ہیں

= یہاں تک کہ اس کے پاس جگہ تنگ پڑ گئی، وہ مدینہ منورہ سے باہر ایک گاؤں میں منتقل ہو گیا، وہ جمعہ اور جماعت سے بھی محروم ہو گیا، زکوٰۃ وصول کرنے والے آئے تو اسے جزیہ قرار دے کر صاف انکار کر دیا، نبی علیہ السلام کو معلوم ہوا تو تین مرتبہ "ویح ثعلبہ" فرمایا، اس کے رشتہ داروں نے سمجھایا، وہ نادم ہو کر زکوٰۃ کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے، اس پر وہ بہت پریشان ہوا، نبی علیہ السلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد وہ باری باری خلفاء ثلاثہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا لیکن ہر ایک نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جس چیز کو نبی علیہ السلام نے رد فرمایا ہو، ہم اسے کیونکر قبول کر سکتے ہیں؟ بالآخر اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ مر گیا، آیات کے ترجمے میں اس واقعے کی مکمل مناسبت سمجھ میں آ جاتی ہے۔

[٧٧] اس آیت مبارکہ میں وعدہ خلافی اور جھوٹ دو ایسے سبب قرار دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے منافقین کے دلوں میں منافقت نے اپنی جڑ مضبوط کر لی، اب یہ منافقت مرتے دم تک ان سے جدا نہ ہو گی اور یہ اسی حالت میں مر جائیں گے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وعدہ خلافی اور جھوٹ بولنا منافقت کی نشانی اور علامت ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں آیا ہے۔

[٧٨] اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کے سامنے اللہ کے علم کامل و ازلی کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ ان کی سرگوشیوں، رازوں اور مشوروں کو خوب جانتا ہے، وہ صرف عالم الغیب نہیں، بلکہ علام الغیوب ہے، اس کے سامنے ہر پوشیدہ چیز بھی ظاہر ہے، اس لیے وہ ان کے دلوں کے حال سے بخوبی واقف ہے اور اسی کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کرے گا۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ

وَالَّذِيْنَ	لَا	يَجِدُوْنَ	اِلَّا	جُهْدَهُمْ	فَيَسْخَرُوْنَ
اور جو لوگ	نہیں	پاتے	مگر	اپنی محنت کی کمائی	تو مذاق اڑاتے ہیں وہ

اور اُن پر جو اپنی محنت کی کمائی کے علاوہ اپنے پاس کچھ نہیں پاتے ، یہ اُن کا مذاق

مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾

مِنْهُمْ ؕ	سَخِرَ	اللّٰهُ	مِنْهُمْ ۫	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾
ان کا	مذاق اڑایا	اللہ نے	ان کا	اور ان کیلئے	عذاب	دردناک

اڑاتے ہیں ، اللہ اِن کے مذاق کے بدلہ دے گا ، اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے ۔ ﴿٧٩﴾

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ	اَوْ	لَا	تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ	اِنْ	تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ
آپ مغفرت طلب کیجئے ان کیلئے	یا	نہ	مغفرت طلب کیجئے ان کیلئے	اگر	آپ مغفرت طلب کریں ان کیلئے

(اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم) ، آپ ان کیلئے استغفار کریں یا نہ کریں ، اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی

سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا

سَبْعِيْنَ	مَرَّةً	فَلَنْ	يَّغْفِرَ	اللّٰهُ	لَهُمْ ؕ	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَفَرُوْا
ستر	مرتبہ	تو ہرگز نہیں	معاف کرے گا	اللہ	انہیں	وہ	اس وجہ سے کہ بیشک وہ	کفر کیا انہوں نے

استغفار کریں گے ، تب بھی اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں فرمائے گا ، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ ع

بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ ؕ	وَاللّٰهُ	لَا	يَهْدِى	الْقَوْمَ	الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾
ساتھ اللہ کے	اور	اس کے پیغمبر کے	اور اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	ان لوگوں کو جو	نافرمانی کرنے والے

رسول کے ساتھ کفر کیا ، اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۔ ﴿٨٠﴾

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا

فَرِحَ	الْمُخَلَّفُوْنَ	بِمَقْعَدِهِمْ	خِلٰفَ	رَسُوْلِ	اللّٰهِ	وَ	كَرِهُوْٓا
خوش ہو گئے	پیچھے رہنے والے	اپنے بیٹھ جانے پر	پیچھے	پیغمبر سے	اللہ کے	اور	ناپسند کیا انہوں نے

پیچھے رہنے والے لوگ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جدا ہو کر اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے ، انہوں نے اس بات کو

﴿٧٩﴾ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں پر صدقہ وخیرات کے حوالے سے منافقین کے طنز واستہزاء کا ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص زیادہ خرچ کرتا تو وہ اس پر ریا کاری کا الزام لگاتے اور اگر کسی شخص کا صدقہ تھوڑی مقدار میں ہوتا تو وہ طنز کرتے کہ اس کی یہ دو کلو کھجوریں کیا کریں گی ؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ خود تو انہیں خرچ کرنے کی توفیق نہ ہوتی تھی لیکن جن لوگوں کو توفیق نصیب ہوتی تھی ، وہ ان کی زبان سے زخمی ہوتے تھے، جس پر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ان سے اس مذاق کا بدلہ ضرور لے گا اور انہیں دردناک عذاب میں دھکیل دے گا۔

﴿٨٠﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کا جرم ناقابل معافی ہونا بیان کیا گیا ہے اور اس کیلئے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ اگر آپ ان منافقین کے حق میں اپنی شان عفو ودرگزر اور اخلاق کریمانہ سے ستر مرتبہ بھی مغفرت
ع ١٠ ٨ ١٦ کی دعا فرمائیں تو اللہ کا فیصلہ یہی ہے کہ وہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ دعا کرنے پر ان کی مغفرت ہو جائے گی تو میں اس سے زیادہ مرتبہ ان کیلئے دعا کر دیتا ، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نفاق کی حالت میں مرنے والے کی بخشش نہیں ہوگی جیسا کہ کافر کی بخشش نہیں ہوگی۔

اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اَنْ	يُّجَاهِدُوْا	بِاَمْوَالِهِمْ	وَ	اَنْفُسِهِمْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
یہ کہ	وہ جہاد کریں	ساتھ اپنے مالوں کے	اور	اپنی جانوں کے	بیچ	راستے	اللہ کے

پسند نہ کیا کہ اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ

وَ	قَالُوْا	لَا	تَنْفِرُوْا	فِيْ	الْحَرِّ ؕ	قُلْ	نَارُ	جَهَنَّمَ	اَشَدُّ	حَرًّا ؕ
اور	کہنے لگے	مت	کوچ کرو تم	بیچ	گرمی کے	تو کہہ	آگ	جہنم کی	زیادہ سخت	گرمی میں

اور کہنے لگے کہ گرمی میں سفر مت کرو ، آپ فرما دیجئے کہ جہنم کی آگ سب سے زیادہ گرم ہے ،

لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ

لَوْ	كَانُوْا	يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾	فَلْيَضْحَكُوْا	قَلِيْلًا	وَّلْيَبْكُوْا	كَثِيْرًا ۚ
کاش	وہ ہوتے	سمجھتے	سو چاہئے کہ ہنسیں وہ	تھوڑا	اور چاہئے کہ روئیں وہ	بہت سا

کاش! کہ یہ سمجھتے ہوتے ۔ [81] سو انہیں چاہئے کہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں ،

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى

جَزَآءًۢ	بِمَا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾	فَاِنْ	رَّجَعَكَ	اللّٰهُ	اِلٰى
بدلہ ہے	اس کا جو	وہ تھے	کماتے رہے	سو اگر	لوٹا دے تجھے	اللہ	طرف

اُن اعمال کے بدلے میں جو وہ کرتے رہے ۔ [82] پھر اگر آپ کو اللہ اُن میں سے ایک گروہ

طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ

طَآئِفَةٍ	مِّنْهُمْ	فَاسْتَاْذَنُوْكَ	لِلْخُرُوْجِ	فَقُلْ	لَّنْ
ایک گروہ کے	ان میں سے	پھر وہ اجازت طلب کریں تجھ سے	نکلنے کیلئے	تو تو کہہ	ہرگز نہ

کے پاس واپس لے جائے اور وہ آپ سے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم کبھی بھی

تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ

تَخْرُجُوْا	مَعِيَ	اَبَدًا	وَّ	لَنْ	تُقَاتِلُوْا	مَعِيَ	عَدُوًّا ؕ	اِنَّكُمْ
نکلو گے تم	میرے ساتھ	کبھی بھی	اور	ہرگز نہ	تم لڑو گے	میرے ہمراہ	کسی دشمن سے	بیشک تم

میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو گے ، اور کسی بھی دشمن سے میرے ہمراہ قتال نہ کرو گے ، تم پہلی

[81] اس آیت مبارکہ میں غزوۂ تبوک کی ابتدائی صورتحال بیان کی گئی ہے کہ شدید گرمی اور کھجوریں پکنے کا زمانہ تھا، سفر دور کا تھا، دشمن طاقتور اور مسلح تھا، منافقین ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اس قدر شدید گرمی میں سفر کی کیا ضرورت ہے؟ آرام سے اپنے بیوی بچوں کے پاس بیٹھو، کھجور کاٹو اور اپنی معیشت کو مستحکم کرو، گویا کہ وہ خود ہی عورتوں اور بچوں کی طرح جنگ میں شرکت کرنے سے اپنے آپ کو اُن کی صف میں شامل کرنے لگے، یہ کیسے مرد ہیں جو مرد نہیں ہیں کہ یہ دنیا کی گرمی اور دھوپ سے ڈرتے ہیں ، انہیں جہنم کی گرمی اور میدان حشر کی دھوپ سے ڈر نہیں لگتا ، اے کاش ! انہیں کچھ سمجھ ہوتی اور یہ اپنی عقل سے کام لیکر صحیح فیصلے کرتے۔

[82] اس آیت مبارکہ میں منافقین کو توجہ دلائی گئی ہے کہ انہیں تھوڑا ہنسنا اور زیادہ رونا چاہیے، اس لیے کہ ان کے عقائد اور اعمال ایسے نہیں ہیں جن پر وہ خوش ہو سکیں ، ان کے قول اور فعل سے اسلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی ہے، جس کی سزا انہیں ضرور ملے گی، اس وقت وہ آٹھ آٹھ آنسو روئیں گے لیکن اس کا انہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا، عام حالات میں بھی انسان کا بہت زیادہ ہنستے رہنا قابل تعریف اور پسندیدہ نہیں ہے۔

رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝٨٣

رَضِيْتُمْ	بِالْقُعُوْدِ	اَوَّلَ	مَرَّةٍ	فَاقْعُدُوْا	مَعَ	الْخٰلِفِيْنَ ۝٨٣
تم راضی ہو گئے	بیٹھنے پر	پہلی	مرتبہ	سو بیٹھے رہو تم	ساتھ	پیچھے رہنے والوں کے

مرتبہ بیٹھے رہنے پر مطمئن ہو گئے تھے ، اس لئے اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو ۔ ۸۳

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى

وَ	لَا	تُصَلِّ	عَلٰٓى	اَحَدٍ	مِّنْهُمْ	مَّاتَ	اَبَدًا	وَّلَا	تَقُمْ	عَلٰى
اور	مت	نماز پڑھ	پر	کسی ایک کے	ان میں سے	مر گیا ہو وہ	کبھی بھی	اور مت	کھڑا ہو	پر

اور اُن میں سے جو بھی مر جائے ، آپ کبھی اُس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائیں ، اور اُس کی قبر پر بھی

قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ

قَبْرِهٖ ۭ	اِنَّهُمْ	كَفَرُوْا	بِاللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَمَاتُوْا	وَ	هُمْ
اس کی قبر کے	بیشک وہ	کفر کیا انہوں نے	ساتھ اللہ کے	اور اس کے پیغمبر کے	اور مر گئے	اور	وہ

نہ کھڑے ہوں ، ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور فاسق ہونے کی حالت میں ہی

فٰسِقُوْنَ ۝٨٤ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا

فٰسِقُوْنَ ۝	وَلَا	تُعْجِبْكَ	اَمْوَالُهُمْ	وَ	اَوْلَادُهُمْ ۭ	اِنَّمَا
نافرمانی کرنے والے	اور نہ	تعجب میں ڈالیں تجھے	ان کے مال	اور	ان کی اولاد	وہ تو صرف

مر گئے ۔ ۸۴ اور آپ کو اُن کے مال واولاد تعجب میں نہ ڈال دیں ، اللہ

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ

يُرِيْدُ	اللّٰهُ	اَنْ	يُّعَذِّبَهُمْ	بِهَا	فِي	الدُّنْيَا	وَ	تَزْهَقَ	اَنْفُسُهُمْ
چاہتا ہے	اللہ	یہ کہ	عذاب دے انہیں	ساتھ اس کے	بیچ	دنیا کے	اور	نکلیں	ان کی جانیں

یہی تو چاہتا ہے کہ اُنہیں ان چیزوں کے ذریعے دنیا میں عذاب میں مبتلا رکھے ، اور اُن کی جان اسی حال میں نکلے

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝٨٥ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

وَ	هُمْ	كٰفِرُوْنَ ۝	وَ	اِذَآ	اُنْزِلَتْ	سُوْرَةٌ	اَنْ	اٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ
اور	وہ	کفر کرنے والے	اور	جب	نازل کی جائے	کوئی سورت	یہ کہ	ایمان لاؤ تم	اللہ پر

کہ وہ کافر ہوں۔ ۸۵ اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ

۸۳ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو مستقبل کے حوالے سے لائحہ عمل دیا گیا ہے کہ تبوک سے واپسی کے بعد آئندہ کسی بھی غزدے اور جہاد میں ان منافقین کو اپنے ساتھ ہرگز لیکر نہ جائیں اگرچہ وہ آپ کی منتیں کریں اور آپ سے لجاجت کے ساتھ رفاقت و جہاد کی درخواست کریں ، کیونکہ یہ لوگ ضرورت کے موقع پر آنکھیں چرا کر دوسری طرف نکل گئے تھے ، اُس وقت انہوں نے اپنی مردانگی کو پس پشت ڈال کر عورتوں ، بچوں اور معذوروں کے ساتھ بیٹھے رہنے کو ترجیح دی تھی ، سو آئندہ بھی یہ لوگ انہی کے ساتھ بیٹھے رہیں ، اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۸۴ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانے ، بلکہ اُن کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی منع کر دیا گیا ہے ، یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب نبی علیہ السلام نے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کا نہ صرف یہ کہ جنازہ پڑھایا بلکہ اس کے کفن میں شامل کرنے کیلئے اپنی قمیص بھی عطا فرمائی ، اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اپنی رائے بھی پیش کی لیکن نبی علیہ السلام نے اپنے فیصلے پر عمل فرمایا ، اس پر زیرِ تذکرہ آیت نازل ہوئی اور واضح حکم دیا گیا کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور فسق و نافرمانی کی حالت میں ہی مر گئے ، اس لیے یہ اس قابل نہیں ہیں کہ آپ ان کی نمازِ جنازہ اور تکفین و تدفین میں شریک ہوں ، اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدافعت بھی ثابت ہوگئی۔

۸۵ اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کے مال و اولاد کو اُن کیلئے باعثِ وبال اور عذاب قرار دیا گیا ہے ، جیسا کہ اسی سورت کی آیت نمبر ۵۵ میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے۔

وَ جَاهِدُوۡا مَعَ رَسُوۡلِهِ اسۡتَاۡذَنَكَ اُولُوا الطَّوۡلِ

وَ	جَاهِدُوۡا	مَعَ	رَسُوۡلِهِ	اسۡتَاۡذَنَكَ	اُولُوا	الطَّوۡلِ
اور	جہاد کرو	ہمراہ	اس کے پیغمبر کے	اجازت طلب کرتے ہیں تجھ سے	صاحبان	استطاعت

اور اُس کے پیغمبر کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو تو اُن میں سے صاحب استطاعت لوگ آپ سے اجازت

مِنۡهُمۡ وَ قَالُوۡا ذَرۡنَا نَكُنۡ مَّعَ الۡقٰعِدِيۡنَ ﴿٨٦﴾ رَضُوۡا بِاَنۡ

مِنۡهُمۡ	وَ	قَالُوۡا	ذَرۡنَا	نَكُنۡ	مَّعَ	الۡقٰعِدِيۡنَ ﴿٨٦﴾	رَضُوۡا	بِاَنۡ
ان میں سے	اور	کہتے ہیں	ہمیں چھوڑ دیجئے	ہم رہیں	ساتھ	بیٹھنے والوں کے	وہ راضی ہو گئے	اس پر کہ

طلب کرنے لگتے ہیں ، اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے تا کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں ۔ ﴿٨٦﴾ وہ اسی بات پر خوش ہو گئے کہ

يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا

يَّكُوۡنُوۡا	مَعَ	الۡخَوَالِفِ	وَ	طُبِعَ	عَلٰى	قُلُوۡبِهِمۡ	فَهُمۡ	لَا
ہو جائیں وہ	ہمراہ	پیچھے رہنے والیوں کے	اور	مہر لگا دی گئی	پر	ان کے دلوں کے	سو وہ	نہیں

پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں ، اور اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ، سو وہ

يَفۡقَهُوۡنَ ﴿٨٧﴾ لٰكِنِ الرَّسُوۡلُ وَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ

يَفۡقَهُوۡنَ ﴿٨٧﴾	لٰكِنِ	الرَّسُوۡلُ	وَ	الَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا	مَعَهٗ
سمجھتے	لیکن	پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	اور	جو لوگ	ایمان لائے	ان کے ہمراہ

سمجھتے نہیں ہیں ۔ ﴿٨٧﴾ لیکن پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُن کے ہمراہ ایمان لانے والوں نے

جٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ

جٰهَدُوۡا	بِاَمۡوَالِهِمۡ	وَاَنۡفُسِهِمۡ ؕ	وَاُولٰٓئِكَ	لَهُمُ
جہاد کیا انہوں نے	ساتھ اپنے مالوں کے	اور اپنی جانوں کے	اور وہی لوگ	ان کیلئے

اپنے مال و جان سے جہاد کیا ، انہی لوگوں کیلئے

الۡخَيۡرٰتُ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿٨٨﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ

الۡخَيۡرٰتُ ۚ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿٨٨﴾	اَعَدَّ	اللّٰهُ	لَهُمۡ
بھلائیاں	اور وہ لوگ	وہی	کامیابی پانے والے	تیار کر رکھا ہے	اللہ نے	ان کیلئے

بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں ۔ ﴿٨٨﴾ اللہ نے اُن کیلئے ایسے باغات

﴿٨٦﴾ اس آیت مبارکہ میں مالی اور جسمانی قدرت رکھنے والے اُن منافقین کا ذکر کیا گیا ہے جو حکم جہاد سن کر فوراً لبیک کہنے کی بجائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مجبوریاں اور پریشانیاں بیان کرنے لگتے ہیں تا کہ انہیں رخصت مل جائے اور وہ غزِ جہاد کی مشقت سے بچ جائیں۔

﴿٨٧﴾ اس آیت مبارکہ میں خود ساختہ مجبوریوں کا رونا رونے والے منافقین کے متعلق تجزیہ کیا گیا ہے کہ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ رہ جانے پر خوش ہیں، گویا یوں کہا گیا ہو کہ کیا یہ مرد نہیں ہیں جو مردوں کے ساتھ جاتے اور مردوں کی طرح میدان میں نکلتے ؟ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے، اس لیے اب یہ حق بات سمجھنے سے عاجز آ چکے ہیں۔

﴿٨٨﴾ ﴿٨٩﴾ ان آیتوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان کے جذبہ جہاد کی تحسین کر کے ان کیلئے سب سے بڑی کامیابی کا اعلان کیا گیا ہے، ان کیلئے ہر طرح کی خیر مقدر کی گئی ہے، یہی لوگ منزلِ مقصود کو پہنچیں گے اور جنت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِکَ

جَنّٰتٍ	تَجْرِیْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِیْنَ	فِیْهَا ؕ	ذٰلِکَ
باغات	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	وہ

تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے ، یہی

۱۱ ع ۹ ۱۷

الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ

الْفَوْزُ	الْعَظِیْمُ ﴿۸۹﴾	وَ	جَآءَ	الْمُعَذِّرُوْنَ	مِنَ	الْاَعْرَابِ
کامیابی	بہت بڑی	اور	آئے	بہانے بنانے والے	سے	دیہاتیوں کے

بڑی کامیابی ہے ۔ ۸۹ اور بہانے کرنے والے دیہاتی لوگ اِسی مقصد کیلئے آئے

لِیُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِیْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

لِیُؤْذَنَ	لَهُمْ	وَ	قَعَدَ	الَّذِیْنَ	كَذَبُوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ ؕ
تاکہ اجازت دیدی جائے	انہیں	اور	بیٹھے رہے	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے	اللہ کو	اور اس کے پیغمبر کو

کہ اُنہیں اجازت مل جائے، اور وہ لوگ بیٹھے رہے جنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی تکذیب کی ،

سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۰﴾ لَیْسَ

سَیُصِیْبُ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْا	مِنْهُمْ	عَذَابٌ	اَلِیْمٌ ﴿۹۰﴾	لَیْسَ
عنقریب پہنچے گا	ان لوگوں کو	کفر کیا انہوں نے	ان میں سے	عذاب	دردناک	نہیں

عنقریب اُن میں سے کفر کرنے والوں کو درد ناک عذاب پہنچے گا۔ ۹۰ کمزوروں،

عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا

عَلَی	الضُّعَفَآءِ	وَ	لَا	عَلَی	الْمَرْضٰی	وَلَا	عَلَی	الَّذِیْنَ	لَا
پر	کمزوروں کے	اور	نہ	پر	بیماروں کے	اور نہ	پر	ان لوگوں کے جو	نہیں

بیماروں اور اُن لوگوں پر کوئی گناہ نہیں ہے جو اپنے پاس

یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ

یَجِدُوْنَ	مَا	یُنْفِقُوْنَ	حَرَجٌ	اِذَا	نَصَحُوْا	لِلّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ ؕ
پاتے	وہ جو	خرچ کرسکیں	تنگی	جب کہ	خیرخواہ ہوں وہ	اللہ کے	اور اس کے پیغمبر

خرچ کرنے کیلئے کچھ نہیں پاتے ، شرط یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ مخلص ہوں ۔

۹۰ اس آیتِ مبارکہ میں دیہات کے رہنے والوں کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ان کا انجام بیان کیا گیا ہے، شہر میں رہنے والوں کی طرح دیہاتی لوگ بھی جہاد کا حکم سن کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے تھے، پہلا گروہ ماننے والوں کا اور دوسرا گروہ نہ ماننے والوں کا ، پھر نہ ماننے والوں میں بھی دو طرح کے لوگ تھے، کچھ وہ تھے جو مختلف جھوٹے سچے عذر لیکر بارگاہِ نبوت میں آ جاتے تھے، ان لوگوں کو ''معذ رون'' کہا گیا ہے اور کچھ وہ تھے جو اتنی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ جھوٹا ہی سہی، کوئی عذر تو پیش کرتے ، ان لوگوں کو'' قاعدون'' کہا گیا ہے، ان کیلئے بھی دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿٩١﴾

مَا	عَلَى	الْمُحْسِنِيْنَ	مِنْ	سَبِيْلٍ ؕ	وَ	اللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٩١﴾
نہیں	پر	نیکی کرنے والوں کے	سے	کوئی راستہ	اور	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

نیکی کرنے والوں پر الزام لگانے کا کوئی راستہ نہیں ہے ، اور اللہ بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ﴿٩١﴾

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ

وَ	لَا	عَلَى	الَّذِيْنَ	اِذَا مَآ	اَتَوْكَ	لِتَحْمِلَهُمْ	قُلْتَ	لَآ	اَجِدُ
اور	نہ	پر	ان لوگوں کے	جب بھی	تیرے پاس آئے وہ	تاکہ تو انہیں سوار کرے	تو نے کہا	نہیں	پاتا میں

اور نہ اُن لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو آپ کے پاس اس لئے آئے کہ آپ انہیں سواری عطا فرمائیں، اور آپ کہنے لگے کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے

مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ

مَآ	اَحْمِلُكُمْ	عَلَيْهِ ۠	تَوَلَّوْا	وَّ	اَعْيُنُهُمْ	تَفِيْضُ	مِنَ
وہ جو	سوار کروں تمہیں	اس پر	لوٹ گئے وہ	اور	ان کی آنکھیں	بہہ رہی تھیں	سے

جس پر میں تمہیں سوار کر سکوں ، تو وہ اس حال میں واپس گئے کہ اُن کی آنکھیں اس غم میں

الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ﴿٩٢﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى

الدَّمْعِ	حَزَنًا	اَلَّا	يَجِدُوْا	مَا	يُنْفِقُوْنَ ﴿٩٢﴾	اِنَّمَا	السَّبِيْلُ	عَلَى
آنسوؤں کے	غم سے	یہ کہ نہیں	پاتے وہ	جو کچھ	خرچ کر سکیں وہ	وہ تو صرف	راستہ	پر

آنسو بہا رہی تھیں کہ اُن کے پاس خرچ کرنے کیلئے کچھ نہیں ہے ۔ ﴿٩٢﴾ الزام تو اُن لوگوں پر

الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ

الَّذِيْنَ	يَسْتَاْذِنُوْنَكَ	وَ	هُمْ	اَغْنِيَآءُ ۚ	رَضُوْا	بِاَنْ	يَّكُوْنُوْا	مَعَ
ان لوگوں کے جو	تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں	اور	وہ	مالدار لوگ	راضی ہو گئے	اس سے کہ	ہو جائیں وہ	ہمراہ

آتا ہے جو مال دار ہونے کے باوجود آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں ، وہ اسی بات پر خوش ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ

الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾

الْخَوَالِفِ ۙ	وَ	طَبَعَ	اللّٰهُ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	فَهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾
پیچھے رہنے والیوں کے	اور	مہر لگا دی	اللہ نے	پر	ان کے دلوں کے	سو وہ	نہیں	جانتے

رہ جائیں ، اور اللہ نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ، سو وہ جانتے نہیں ہیں ۔ ﴿٩٣﴾

﴿٩١﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا عذر تسلیم کیا گیا ہے جو حقیقۃً معذور ہیں کیونکہ شریعت انسانی تقاضوں اور فطری مجبوریوں کو سمجھتی ہے، اس لیے جہاد کے حکم سے اُن لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے جن کا عذر حقیقی اور قابل قبول ہے، مثلاً بوڑھے، بیمار اور کمزور لوگ، یا جن کے پاس اتنے مالی وسائل نہیں کہ سامان سفر تیار کر سکیں اور سواری مہیا کر سکیں، لیکن شرط یہ ہے کہ مخلص مسلمان ہوں اور دین کے خیر خواہ ہوں۔

﴿٩٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان مخلص مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو غزوہ تبوک میں کامل ایمان اور اخلاص کے ساتھ شرکت کرنا چاہتے تھے لیکن اُن کے پاس وسائل اور اسباب سفر موجود نہ تھے، یہ سات فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جو بارگاہ نبوت میں سواری کی درخواست لیکر حاضر ہوئے تھے، نبی علیہ السلام کے پاس بھی انتظام نہ تھا، اس لیے وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے، انہیں اس چیز کا صدمہ اور رنج تھا کہ ان کے پاس اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے کچھ نہ تھا، بعد میں ان میں سے تین حضرات کے اخراجات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمے لے لیے، دو کی ذمہ داری حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اور دو کی ذمہ داری حضرت یامین بن عمرو رضی اللہ عنہ نے لے لی، اس طرح یہ حضرات بھی لشکر میں شامل ہو گئے۔

﴿٩٣﴾ اس آیت مبارکہ میں استطاعت رکھنے والوں کے استثناء کو رد کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ مالی کشادگی اور جسمانی تندرستی رکھتے ہیں، اگر وہ آپ سے اجازت اور رخصت مانگتے ہیں تو انہیں معذور نہیں سمجھا جا سکتا اور وہ جہاد سے پیچھے رہنے کے وبال سے نہیں بچ سکتے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے، تب ہی تو وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ بیٹھے رہنے پر خوش ہیں، اس عاجز کی رائے میں یہ جملہ بار بار دہرانے کی وجہ انہیں شرم دلانا اور احساس ندامت پیدا کرنا ہے کیونکہ جب ایک شخص کو بار بار یہ کہا جائے کہ تیری مردانگی کو کیا ہوا؟ تو عورتوں اور بچوں کے ساتھ بیٹھ گیا؟ تو نے جہاد میں مردوں کی طرح شرکت کرنے کی بجائے عورتوں کے ساتھ بیٹھے رہنے کو پسند کر لیا تو طبعی طور پر اس کے کانوں کی لو سرخ تو ہوگی، شاید کہ دل میں شرمندہ ہو کر توبہ کر لیں اور منافقت سے باز آ کر مخلص مسلمان بن جائیں۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ

يَعْتَذِرُوْنَ	اِلَيْكُمْ	اِذَا	رَجَعْتُمْ	اِلَيْهِمْ ؕ	قُلْ	لَّا	تَعْتَذِرُوْا	لَنْ	نُّؤْمِنَ
معذرت کریں گے وہ	تمہاری طرف	جب	تم لوٹ کر جاؤ گے	ان کی طرف	تو کہہ	مت	معذرت کرو	ہرگز نہیں	ہم اعتبار کریں گے

جب تم لوگ اُن کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے، آپ فرما دیجئے کہ بہانے مت بناؤ، ہم تمہاری بات پر کسی صورت اعتبار

لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ

لَكُمْ	قَدْ	نَبَّاَنَا	اللّٰهُ	مِنْ	اَخْبَارِكُمْ ؕ	وَسَيَرَى	اللّٰهُ	عَمَلَكُمْ	وَ	رَسُوْلُهٗ
تمہارا	یقیناً	آگاہ کر چکا ہے ہمیں	اللہ	سے	تمہاری خبروں کے	اور عنقریب دیکھ لے گا	اللہ	تمہارے عمل کو	اور	اس کا پیغمبر

نہیں کریں گے، اللہ ہمیں تمہارے حالات سے مطلع کر چکا ہے، عنقریب اللہ اور اُس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے اعمال دیکھیں گے،

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

ثُمَّ	تُرَدُّوْنَ	اِلٰى	عٰلِمِ	الْغَيْبِ	وَ	الشَّهَادَةِ	فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ
پھر	تم لوٹائے جاؤ گے	طرف	جاننے والے کے	پوشیدہ	اور	ظاہر کو	سو وہ تمہیں بتا دے گا	جو کچھ	تم تھے

پھر تم اُس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جاننے والا ہے، سو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾	سَيَحْلِفُوْنَ	بِاللّٰهِ	لَكُمْ	اِذَا	انْقَلَبْتُمْ	اِلَيْهِمْ	لِتُعْرِضُوْا
کرتے رہے	عنقریب وہ قسم کھائیں گے	اللہ کی	تمہارے لئے	جب	تم پلٹ کر جاؤ گے	اُن کی طرف	تاکہ تم منہ پھیرو

تم کرتے رہے تھے۔ ۹۴ جب تم لوگ اُن کے پاس پلٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کے نام کی قسمیں ضرور کھائیں گے تاکہ تم اُن سے

عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ز وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ج

عَنْهُمْ ؕ	فَاَعْرِضُوْا	عَنْهُمْ ؕ	اِنَّهُمْ	رِجْسٌ ز	وَّمَاْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ ج
ان سے	سو تم منہ پھیرو	ان سے	بیشک وہ	گندے	اور اُن کا ٹھکانہ	جہنم

اِعراض کرو، سو تم اُن سے اِعراض ہی کرو، کیونکہ وہ گندے لوگ ہیں اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے،

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ج فَاِنْ

جَزَآءًۢ	بِمَا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾	يَحْلِفُوْنَ	لَكُمْ	لِتَرْضَوْا	عَنْهُمْ ج	فَاِنْ
بدلہ ہے	اس کا جو	وہ تھے	کماتے رہے	وہ قسم کھاتے ہیں	تمہارے لئے	تاکہ تم راضی ہو جاؤ	اُن سے	سو اگر

یہ اُن کاموں کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ ۹۵ وہ تمہارے سامنے قسمیں اس لئے کھاتے ہیں کہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ، سو اگر

۹۴ اس آیت مبارکہ میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ جب مسلمان غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ لوٹ کر جائیں گے تو منافقین ان کے پاس آکر طرح طرح کی باتیں کر کے عذر خواہی کریں گے، یہ بھی قرآن کی حقانیت کی دلیل ہے کہ بعینہٖ یونہی ہوا، مسلمانوں کو اس کا جواب سمجھا دیا گیا تھا کہ اب تمہیں کوئی عذر پیش کرنے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں تمہاری اصل حقیقت سے آگاہ کر چکا ہے، اس لیے اب ہم تمہاری باتوں میں نہیں آئیں گے، البتہ اگر تم توبہ کر لو اور آئندہ اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کر لو تو پچھلی ساری کوتاہیوں سے درگزر کر کے آئندہ کے اعمال و اخلاق پر بنیاد رکھی جا سکتی ہے، چنانچہ اللہ اور اس کے رسول تمہارے اعمال کو جانچیں گے اور جب تمہیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائیگا تو وہ تمہیں تمہارے سارے اعمال کے متعلق مکمل تفصیلات فراہم کر دے گا۔

۹۵ اس آیتِ مبارکہ میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ تبوک سے واپسی پر منافقین قسمیں کھا کھا کر تمہارے سامنے اپنی صفائی پیش کریں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو اور اُن کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ اور یہ معاملہ اسی طرح دب جائے، سو تم ان سے اعراض ہی کرو، لیکن معاملہ دبانے کیلئے نہیں، بلکہ ان کی گندگی اور ناپاکی کی وجہ سے، کہ انسان گندگی اور کوڑے کے ڈھیر سے دور ہی رہنا پسند کرتا ہے۔

تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

تَرْضَوْا	عَنْهُمْ	فَإِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَرْضٰى	عَنِ	الْقَوْمِ	الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾
تم راضی ہوجاؤ	اُن سے	تو بیشک	اللہ	نہیں	راضی ہوگا	سے	ان لوگوں کے جو	نافرمانی کرنے والے

تم اُن سے راضی ہو گئے تو بیشک اللہ نافرمان قوم سے راضی نہیں ہوتا۔ ۹۶

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ

اَلْاَعْرَابُ	اَشَدُّ	كُفْرًا	وَّ	نِفَاقًا	وَّ	اَجْدَرُ	اَلَّا	يَعْلَمُوْا	حُدُوْدَ	مَآ	اَنْزَلَ
دیہاتی لوگ	زیادہ سخت	کفر میں	اور	منافقت میں	اور	زیادہ لائق	یہ کہ نہ	جانیں وہ	اصول	جو	نازل کئے

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق کے حوالے سے نہایت سخت ہیں اور وہ اسی لائق ہیں کہ اللہ نے اپنے پیغمبر (ﷺ) پر جو اصول نازل کئے ہیں

اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ

اللّٰهُ	عَلٰى	رَسُوْلِهٖ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾	وَ	مِنَ	الْاَعْرَابِ	مَنْ
اللہ نے	پر	اپنے پیغمبر کے	اور	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	اور	سے	دیہاتیوں کے	وہ جو

وہ انہیں نہ سیکھیں، اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ۹۷ اور بعض دیہاتی لوگ ایسے بھی ہیں جو

يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ۭ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ

يَتَّخِذُ	مَا	يُنْفِقُ	مَغْرَمًا	وَّ	يَتَرَبَّصُ	بِكُمُ	الدَّوَآئِرَ	عَلَيْهِمْ	دَآئِرَةُ
بنالیتا ہے	جو کچھ	وہ خرچ کرتا ہے	تاوان	اور	انتظار کرتا ہے	تم پر	گردشوں کا	اُن پر	گردش

اپنے خرچ کرنے کو تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر گردشِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں ، انہی پر بری گردشِ زمانہ

السَّوْءِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ

السَّوْءِ	وَ	اللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾	وَ	مِنَ	الْاَعْرَابِ	مَنْ	يُّؤْمِنُ	بِاللّٰهِ
بری	اور	اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا	اور	سے	دیہاتیوں کے	وہ جو	ایمان لاتا ہے	اللہ پر

آئے ، اور اللہ خوب سننے والا ، جاننے والا ہے ۔ ۹۸ اور بعض دیہاتی لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ

وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَ	يَتَّخِذُ	مَا	يُنْفِقُ	قُرُبٰتٍ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَ	صَلَوٰتِ
اور	دن	پچھلے پر	اور	بنالیتا ہے	جو کچھ	وہ خرچ کرتا ہے	قرب کے ذرائع	نزدیک	اللہ کے	اور	دعائیں لینا

ایمان لاتے ہیں اور اپنے خرچ کرنے کو اللہ کے قرب اور پیغمبر (ﷺ) کی دعا لینے کا ذریعہ

۹۶ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ منافقین اپنی قسموں کے ذریعے تمہیں خوش کرنا چاہتے ہیں ، تمہیں ان کی قسموں سے دھوکے کا شکار نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تمہیں ان کے حالات سے خوب اچھی طرح باخبر کر چکا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ اللہ ان منافقین سے کبھی خوش اور راضی نہیں ہوگا ، اس لیے اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے ، تب بھی انہیں اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا ، گویا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لچک دار رویہ دکھانے سے منع فرما دیا تا کہ منافقین کو اپنی غلطی کا احساس ہو اور انہیں معلوم ہو کہ وہ مسلمانوں کی صف میں شامل نہیں ہیں۔

۹۷ اس آیت مبارکہ میں دیہاتی لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ دیہات میں رہنے کی وجہ سے عام طور پر وہ لوگ قرآن وسنت کی تعلیمات سے کم ہی واقف ہوتے ہیں، تہذیب یافتہ بزرگوں کی ہم نشینی نہ ملنے کی وجہ سے عام طور پر وہ شائستگی سے دور ہی ہوتے ہیں ، زیادہ تر وقت جانوروں کے ساتھ گزارنے کی وجہ سے ان کے مزاج میں کرختگی اور اکھڑ پن کا غلبہ ہوتا ہے اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کی وجہ سے وہ اپنے جاہلانہ باطل نظریات اور خیالات میں اس قدر پختہ ہوتے ہیں کہ وہ ان کے خلاف کوئی بات سننے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے ، وہ اپنے کفر اور نفاق میں عام شہریوں سے زیادہ بڑھے ہوئے ہوتے ہیں، اس لیے ان کے دلوں کو موم کی طرح نرم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور اس بنجر و یرانے میں ایمان کے پھول کھلانا بہت صبر آزما ہوتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے۔ اس کے بعد دیہاتی لوگوں کی دو بڑی قسمیں بیان کی گئی ہیں ، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۹۸ اس آیت مبارکہ میں ان دیہاتی لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مسلمانوں پر گردش زمانہ اور مختلف قسم کے حوادث و مصائب کے نزول کا انتظار کرتے ہیں، اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہوئے ان کی جان جاتی ہے، وہ اسے کسی تاوان اور بوجھ کی طرح سمجھتے ہیں، یہ لوگ خیر کی بجائے شر کے منتظر رہتے ہیں، فطرت کے اصولوں کے مطابق وہ خود ہی اس شر کا شکار ہو جاتے ہیں اس لیے انہیں علم وحکمت سے آراستہ ہو کر اپنے مزاج کی کرختگی اور اکھڑ پن کو دور کرنا چاہیے۔

الرَّسُوْلِ ۭ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۭ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ اِنَّ

الرَّسُوْلِ ۭ	اَلَآ	اِنَّهَا	قُرْبَةٌ	لَّهُمْ ۭ	سَيُدْخِلُهُمُ	اللّٰهُ	فِيْ	رَحْمَتِهٖ ۭ	اِنَّ
پیغمبر کی	خبردار	بیشک وہ	قرب کا ذریعہ	ان کیلئے	عنقریب داخل کرے گا انہیں	اللہ	بیچ	اپنی رحمت کے	بیشک

سمجھتے ہیں ، آگاہ رہو کہ وہ اُن کیلئے قرب کا یقینی ذریعہ ہے ، اللہ اُنہیں اپنی رحمت میں ضرور داخل کرے گا ، بیشک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ

اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾	وَ	السّٰبِقُوْنَ	الْاَوَّلُوْنَ	مِنَ	الْمُهٰجِرِيْنَ
اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	سبقت لیجانے والے	پہل کرنے والے	سے	ہجرت کرنے والوں کے

اللہ بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ﴿٩٩﴾ اور سبقت لیجانے والے وہ لوگ جو مہاجرین اولین میں سے ہیں ،

وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

وَالْاَنْصَارِ	وَ	الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْهُمْ	بِاِحْسَانٍ ۙ	رَّضِيَ	اللّٰهُ	عَنْهُمْ
اور نصرت کرنے والوں کے	اور	وہ لوگ	پیروی کی انہوں نے	نیکی کی	راضی ہوگیا	اللہ	ان سے

نیز انصاری حضرات اور وہ لوگ جو نیکی کے کاموں میں ان کی پیروی کریں ، اللہ اُن سے راضی ہو گیا

وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

وَ	رَضُوْا	عَنْهُ	وَ	اَعَدَّ لَهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	تَحْتَهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ
اور	راضی ہوگئے وہ	اس سے	اور	اس نے تیار کیا ان کیلئے	باغات کو	بہتی ہوں گی	اس کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اُسمیں

اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ، اور اللہ نے اُن کیلئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ، وہ اُن میں ہمیشہ ہمیش

اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ

اَبَدًا ۭ	ذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾	وَمِمَّنْ	حَوْلَكُمْ	مِّنَ	الْاَعْرَابِ
ہمیشہ	وہ	کامیابی	بڑی	اور ان میں سے جو	تمہارے آس پاس	سے	دیہاتیوں کے

رہیں گے ، یہی بڑی کامیابی ہے ۔ ﴿١٠٠﴾ اور تمہارے اردگرد کے کچھ دیہاتی لوگ

مُنٰفِقُوْنَ ڕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ڗ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۣ

مُنٰفِقُوْنَ ڕ	وَ	مِنْ	اَهْلِ	الْمَدِيْنَةِ ڗ	مَرَدُوْا	عَلَى	النِّفَاقِ ۣ
منافق لوگ	اور	سے	رہنے والے	مدینہ کے	سرکش ہوئے	پر	منافقت کے

منافق بھی ہیں ، نیز بعض اہلِ مدینہ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں ،

﴿٩٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اُن دیہاتی لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا دیہاتی پن انہیں اللہ پر ایمان لانے سے نہ روک سکا ، چنانچہ انہوں نے عقیدے کی گندگی کو دور کر کے ایمان کی دعوت کو قبول کیا اور اللہ کے نام پر خرچ کرنے کو اپنی سعادت ، اللہ کے قرب کا ذریعہ اور رسول اکرم ﷺ کی دعاؤں میں اپنا حصہ شامل کرنے کا سبب سمجھا ، اللہ نے ان کے گنوار پن کو دور کر دیا ، ایمان کی برکت سے انہیں نئی زندگی عطا فرمائی اور اپنے قرب کے ذریعے ان پر علم و حکمت کے دروازے کھول دیئے ، پھر دیہات اور گاؤں کے رہنے والوں نے دنیا کو اپنے علم و فضل سے مبہوت اور حیران کر دیا اور ایک دنیا نے ان سے کسبِ فیض یاب کیا ، ایسے دیہاتیوں پر لاکھوں شہری فداء ہوں ۔

ع ۱۲ ۱۰ ۱

﴿١٠٠﴾ اس آیت مبارکہ میں اُن مہاجرین و انصار کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے جنہوں نے اسلام کی دعوت قبول کرنے میں پہل کی ، آگے بڑھ کر اسلام کا قلادہ اپنی گردنوں میں ڈالا ، اس کیلئے ہر طرح کی اذیت اور تکلیف برداشت کی ، قربانیاں دیں ، گھر بار کو چھوڑا ، کاروبار اور وطن سے بے دخل ہوئے اور جنہوں نے آنے والوں کو اپنے ماتھے کا جھومر اور سر کا تاج بنایا ، ان کیلئے اپنے گھروں اور تجوریوں کے دروازے کھول دیئے اور دنیا کے سامنے بھائی چارے کی ایسی مثال پیش کر دی کہ دنیا دنگ رہ گئی اور تاریخ کا منہ کھلا رہ گیا ، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ، اللہ نے انہیں عظیم کامیابی سے سرفراز فرمایا اور ان کیلئے جنت میں مہمان نوازی کا اہتمام فرمایا ، جو لوگ ان کے نشاناتِ قدم پر چلیں گے ، وہ بھی اللہ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے ۔

لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى

لَا	تَعْلَمُهُمْ	نَحْنُ	نَعْلَمُهُمْ	سَنُعَذِّبُهُمْ	مَّرَّتَيْنِ	ثُمَّ	يُرَدُّوْنَ	اِلٰى
نہیں	آپ جانتے انہیں	ہم	جانتے ہیں انہیں	عنقریب ہم عذاب دینگے انہیں	دومرتبہ	پھر	لوٹائے جائیں گے	طرف

جنہیں آپ نہیں جانتے ، ہم انہیں جانتے ہیں ، ہم انہیں ضرور دوہری سزا دیں گے ، پھر انہیں ایک بڑے عذاب کی

عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا

عَذَابٍ	عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾	وَ	اٰخَرُوْنَ	اعْتَرَفُوْا	بِذُنُوْبِهِمْ	خَلَطُوْا	عَمَلًا
عذاب کے	بہت بڑے	اور	کچھ دوسرے لوگ	اعتراف کرلیا انہوں نے	اپنے گناہوں کا	ملائے انہوں نے	عمل

طرف لوٹایا جائیگا ۔ ﴿۱۰۱﴾ اور کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ، انہوں نے ملے جلے اعمال کیے ہیں ،

صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

صَالِحًا	وَّ	اٰخَرَ	سَيِّئًا	عَسَى	اللّٰهُ	اَنْ	يَّتُوْبَ	عَلَيْهِمْ	اِنَّ	اللّٰهَ
نیک	اور	کچھ دوسرے	برے	امید ہے	اللہ سے	یہ کہ	توجہ کرے	ان پر	بیشک	اللہ

کچھ نیک اور کچھ برے ، امید ہے کہ اللہ ان پر توجہ فرمائے گا ، بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ

غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾	خُذْ	مِنْ	اَمْوَالِهِمْ	صَدَقَةً	تُطَهِّرُهُمْ	وَ	تُزَكِّيْهِمْ
بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	لے لیجئے آپ	سے	ان کے مالوں کے	زکوۃ	پاک کریں آپ انہیں	اور	سنواریں انہیں

بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ﴿۱۰۲﴾ آپ ان کے مال سے زکوۃ وصول کر لیجئے تاکہ آپ انہیں اس کے ذریعے پاک اور با برکت

بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

بِهَا	وَصَلِّ	عَلَيْهِمْ	اِنَّ	صَلٰوتَكَ	سَكَنٌ	لَّهُمْ	وَ	اللّٰهُ	سَمِيْعٌ
اس کے ذریعے	اور دعا کیجئے	ان کیلئے	بیشک	آپ کی دعا	تسکین کا ذریعہ	اُن کیلئے	اور	اللہ	خوب سننے والا

کر دیں ، اور انہیں دعا دیجئے ، بیشک آپ کی دعا اُن کیلئے باعثِ تسکین ہے ، اور اللہ خوب سننے والا ،

عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ

عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾	اَلَمْ	يَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	يَقْبَلُ	التَّوْبَةَ	عَنْ	عِبَادِهٖ	وَ	يَاْخُذُ
جاننے والا	کیا نہیں	جانا انہوں نے	یہ کہ بیشک	اللہ	وہ	قبول کرتا ہے	توبہ	سے	اپنے بندوں کے	اور	لیتا ہے

جاننے والا ہے ۔ ﴿۱۰۳﴾ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقات

﴿۱۰۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مدینہ منورہ کے اردگرد جو دیہات آباد تھے، ان میں رہنے والے منافقوں اور بطور خاص مدینہ منورہ کے منافقوں کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں لیکن اس قدر گھاگ ہیں کہ اپنی حقیقت سے کسی کو باخبر نہیں ہونے دیتے ، انہیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ ان کی کوئی چالاکی انہیں اللہ کے علم سے باہر نہیں نکال سکتی ، انہیں دنیا میں بھی دوہری سزا ملے گی جیسے بعض لوگوں کو ان کے نیک اعمال پر دوہرا اجر ملتا ہے اور آخرت میں بھی منافقین کو بڑے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

﴿۱۰۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے اعمال ملے جلے ہیں، ان میں نیک اعمال اور گناہ دونوں ہی شامل ہیں لیکن ان کی خوبی یہ ہے کہ اگر بشری یا نفسانی تقاضے کی وجہ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً اپنے گناہ کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیتے ہیں، ایسے لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ بھی قبول فرما لیتا ہے، اس طرح اللہ کی صفتِ غفار کا اظہار ہوتا ہے اور وہ ان کے ساتھ صلح کر لیتا ہے جس سے اس کی شانِ رحمت نمایاں ہوتی ہے۔

﴿۱۰۳﴾ اس آیت مبارکہ کے عمومی الفاظ کو بعض مفسرین نے غزوہ تبوک سے جوڑ کر یوں تفسیر کی ہے کہ جو مخلص مسلمان غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہو سکے اور انہوں نے اللہ سے معافی مانگ لی تو آپ ان کا پیش کیا ہوا صدقہ قبول کر کے مستحقین میں تقسیم کر دیں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بعض مفسرین نے اس آیت میں لفظ صدقہ سے ''زکوۃ'' کا معنی مراد لیا ہے، لیکن آیت کے عمومی الفاظ کو اس کے وسیع تر معنی میں رکھنا زیادہ بہتر ہے، تا کہ تبوک کے علاوہ دیگر مواقع اور زکوۃ کے علاوہ دیگر صدقات و خیرات بھی آیت کے مفہوم میں شامل ہو جائیں، اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ جو لوگ آپ کی خدمت میں جب بھی زکوٰۃ یا نفلی صدقات و خیرات لیکر حاضر ہوں، آپ اُن سے وہ وصول فرمالیا کریں، اس طرح توبہ کی برکت سے انہیں مکمل طہارت نصیب ہوگی اور صدقہ کی وجہ سے ان کا تزکیہ نفس ہو جائے گا، پھر آپ اُن کے حق میں دعا بھی فرمایا کریں، یہ اُن کی تسکین اور اطمینان قلب کا ذریعہ ہوگا، اسی وجہ سے روایات میں آتا ہے کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی شخص صدقہ لیکر آتا تو نبی ﷺ اس کے حق میں دعا فرماتے تھے، جیسے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو دعا فرمائی ''اللهم صل على آل ابی اوفی''۔

الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى

الصَّدَقٰتِ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾	وَ	قُلِ	اعْمَلُوْا	فَسَيَرَى
صدقے	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	وہ	خوب توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان	اور	تو کہہ	تم عمل کرتے رہو	سو عنقریب دیکھے گا

وصول کرتا ہے، اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿١٠٤﴾ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ تم عمل کرتے رہو، عنقریب اللہ

اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ

اللّٰهُ	عَمَلَكُمْ	وَ	رَسُوْلُهٗ	وَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	وَسَتُرَدُّوْنَ	اِلٰى	عٰلِمِ	الْغَيْبِ
اللہ	تمہارے عمل کو	اور	اس کا پیغمبر	اور	ایمان والے	اور عنقریب تم لوٹائے جاؤ گے	طرف	جاننے والے کے	پوشیدہ

اور اُس کے پیغمبر (ﷺ) اور مومنین تمہارے اعمال کو دیکھیں گے اور بہت جلد تم اُس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ

وَ	الشَّهَادَةِ	فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾	وَاٰخَرُوْنَ	مُرْجَوْنَ
اور	ظاہر کو	سو بتادے گا وہ تمہیں	وہ جو	تم تھے	کرتے رہے	اور کچھ دوسرے لوگ	مہلت دیئے گئے

سب کچھ جاننے والا ہے، سو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔ ﴿١٠٥﴾ اور کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں جن کا معاملہ حکمِ الٰہی کے انتظار میں

لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

لِاَمْرِ	اللّٰهِ	اِمَّا	يُعَذِّبُهُمْ	وَ	اِمَّا	يَتُوْبُ	عَلَيْهِمْ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾
حکم کیلئے	اللہ کے	یا	عذاب دے وہ انہیں	اور	یا	توجہ فرمائے	اُن پر	اور	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا

ڈھیل کا شکار ہے، چاہے تو وہ انہیں عذاب دے اور چاہے تو اُن پر توجہ فرمائے، اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ﴿١٠٦﴾

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

وَ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	مَسْجِدًا	ضِرَارًا	وَّ	كُفْرًا	وَّ	تَفْرِيْقًا	بَيْنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
اور	وہ لوگ جو	بنالی انہوں نے	ایک مسجد	نقصان پہنچانے کو	اور	کفر کرنے کو	اور	پھوٹ ڈالنے کو	درمیان	ایمان والوں کے

اور وہ لوگ جنہوں نے نقصان پہنچانے، کفر کرنے، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اُس شخص کا ٹھکانہ بنانے کیلئے

وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ

وَاِرْصَادًا	لِّمَنْ	حَارَبَ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	مِنْ	قَبْلُ	وَلَيَحْلِفُنَّ	اِنْ
اور گھات لگانے کو	اس کیلئے جو	جنگ کرے	اللہ سے	اور اس کے پیغمبر سے	سے	پہلے	اور البتہ ضرور قسم کھائیں گے وہ	نہیں

مسجد بنائی جو اس سے پہلے ہی اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے جنگ کر رہا ہے، یہ لوگ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ

﴿١٠٤﴾ اس آیت مبارکہ میں توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور ان کے صدقات وخیرات کو اجر وثواب کا ذریعہ بناتا ہے اور وہ خوب توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے، اگر تم بھی آئندہ کیلئے توبہ کر لو تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ تمہاری توبہ کو رد کر دے، یہ آیت گناہ گاروں اور مجرموں کو اللہ تعالیٰ کی طرف قدم بڑھانے، اس سے صلح کرنے اور معافی مانگنے کا حوصلہ فراہم کرتی ہے اور اللہ کی صفت تواب کو نمایاں کرتی ہے۔

﴿١٠٥﴾ اس آیت مبارکہ میں توبہ کے بعد کا لائحہ عمل دیا گیا ہے کہ جب تم توبہ کر چکے تو اب اخلاص اور یکسوئی کے ساتھ عمل کی طرف متوجہ ہو جاؤ، تمہارے اعمال کے ذریعے تمہاری توبہ کو جانچا اور پرکھا جائیگا اور جب اللہ کی بارگاہ میں حاضری ہوگی تو اُسی کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائیگا۔

﴿١٠٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے ایک اور گروہ کا ذکر کیا گیا ہے، یہ لوگ مخلص مسلمان تھے اور انہیں سفرِ تبوک میں شرکت سے روکنے والی بھی کوئی معقول وجہ نہ تھی، صرف سستی اور شیطانی وساوس کی وجہ سے وہ غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے، ان لوگوں نے نہ تو جھوٹے بہانے پیش کیے اور نہ ہی خود سے اپنے آپ کو کوئی سزا دی "جیسا کہ بعض لوگوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ لیا تھا" یہ صرف تین لوگ تھے، ان کا واقعہ آگے اختصار کے ساتھ آئیگا، انہوں نے اصل حقیقت بیان کر دی اور اپنے آپ کو سزا کیلئے پیش کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمادیا کہ ابھی ان کے معاملے میں انتظار کرو، اللہ تعالیٰ خود ان کا فیصلہ کرے گا کہ انہیں سزا دینی ہے یا معاف کرنا ہے، اس انتظار کی شکل سوشل بائیکاٹ تھی جس میں ان لوگوں کو تنہائی کا سامنا کرنا پڑا، کسی کو ان سے ملاقات اور بات چیت کی اجازت نہیں تھی، حتیٰ کہ ایک وقت آیا کہ ان کی بیویوں کو بھی ان کے میکے بھیج دیا گیا کہ وہ اللہ کے حکم کا انتظار کریں، یہ تمام انتظامات اللہ تعالیٰ کے علم اور خاص حکمت پر مبنی تھے۔ ﴿١٠٧﴾ اس آیت مبارکہ میں مسجدِ ضرار اور اس کی تعمیر کے پیچھے مخفی عزائم اور اداروں کو بے نقاب کیا گیا ہے، مسجدِ ضرار کی تعمیر کا اصل محرک قبیلۂ خزرج کا ایک شخص ابو عامر الراہب تھا جو اپنی عبادت گزاری اور تقویٰ کی وجہ سے "الراہب" مشہور ہو گیا تھا، ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے نہایت غرور وتکبر کے ساتھ انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ ہم میں سے جو شخص جھوٹا ہو، اللہ اسے اپنے وطن سے دور تنہائی اور بے بسی کی موت سے دوچار کر دے، نبی ﷺ نے اس پر آمین فرمایا، غزوۂ بدر تک تو یہ شخص مدینہ منورہ میں رہا لیکن بدر میں مسلمانوں کی عظیم الشان فتح دیکھ کر اسلام دشمنی اور حسد کے جذبات سے لیس ہو کر مکہ مکرمہ چلا گیا، وہاں اس نے مشرکین کو انتقام لینے کیلئے بھڑکایا اور بالآخر انہیں مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کیلئے آمادہ کر لیا، جس کے نتیجے میں غزوۂ احد برپا ہوا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کی عداوت روز بروز بڑھتی رہی، حتیٰ کہ غزوۂ حنین کے بعد وہ ملکِ شام چلا گیا، وہاں اس نے قیصرِ روم کے دربار تک رسائی حاصل کر لی اور اسے مسلمانوں کے خلاف فوج کشی پر آمادہ کرنے لگا، اسی دوران اس نے ایک خط کے ذریعے مدینہ منورہ کے سرکردہ منافقوں کو پیغام بھجوایا کہ تم لوگ مسجد کے نام پر ایک عمارت تعمیر کرو، جہاں مجلس مشاورت منعقد ہوا کرے اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے زور اور غلبے کے آگے بند باندھا جا سکے، وہیں میرے خطوط پہنچا کریں اور اگر کسی وقت میں مدینہ منورہ آؤں=

أَرَدْنَآ إِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ

أَرَدْنَآ	إِلَّا	الْحُسْنٰى ۭ	وَ	اللّٰهُ	يَشْهَدُ	إِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾	لَا	تَقُمْ	فِيْهِ
ارادہ کیا ہم نے	مگر	نیکی کا	اور	اللہ	گواہی دیتا ہے	بیشک وہ	البتہ جھوٹ بولنے والے	مت	کھڑا ہو تو	اسمیں

ہم نے تو نیکی ہی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ اِس بات کی گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ لوگ جھوٹ ہیں۔ (١٠٧) (اے نبی! ﷺ)، آپ اُس میں کبھی بھی

أَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ

أَبَدًا ۭ	لَمَسْجِدٌ	أُسِّسَ	عَلَى	التَّقْوٰى	مِنْ	أَوَّلِ	يَوْمٍ	أَحَقُّ	أَنْ	تَقُوْمَ
کبھی بھی	البتہ وہ مسجد	بنیاد رکھی گئی اس کی	پر	تقویٰ کے	سے	پہلے	دن کے	زیادہ حقدار	یہ کہ	کھڑا ہو تو

کھڑے نہ ہوں، یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقوی پر رکھی گئی، اِس بات کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ آپ اس میں

فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

فِيْهِ ۭ	فِيْهِ	رِجَالٌ	يُّحِبُّوْنَ	أَنْ	يَّتَطَهَّرُوْا ۭ	وَ	اللّٰهُ	يُحِبُّ
اسمیں	بیچ اس کے	کچھ مرد	پسند کرتے ہیں	یہ کہ	خوب پاکی حاصل کریں	اور	اللہ	پسند کرتا ہے

قیام کریں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاکی حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ پاکی حاصل کرنے والوں کو

الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ

الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾	أَفَمَنْ	أَسَّسَ	بُنْيَانَهٗ	عَلٰى	تَقْوٰى	مِنَ	اللّٰهِ
خوب پاک ہونے والوں کو	تو کیا جو کوئی	بنیاد رکھے	اپنی عمارت کی	پر	تقویٰ کے	سے	اللہ کے

پسند کرتا ہے۔ (١٠٨) بھلا وہ شخص "جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقوی اور اس کی رضا مندی پر

وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ

وَ	رِضْوَانٍ	خَيْرٌ	أَمْ	مَّنْ	أَسَّسَ	بُنْيَانَهٗ	عَلٰى	شَفَا	جُرُفٍ	هَارٍ
اور	خوشنودی کے	زیادہ بہتر	یا	وہ جو	بنیاد رکھے	اپنی عمارت کی	پر	کنارے	ایک کھائی کے	گرنے والی

رکھی ہو" زیادہ بہتر ہے یا وہ شخص جو اپنی عمارت کی بنیاد ایک ایسی کھائی کے کنارے پر رکھے جو گرنے والی ہو،

فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

فَانْهَارَ	بِهٖ	فِيْ	نَارِ	جَهَنَّمَ ۭ	وَ	اللّٰهُ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾
سو گر پڑے وہ	ساتھ اس کے	بیچ	آگ کے	جہنم کی	اور	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	ان لوگوں کو جو	ظلم کرنے والے

پھر وہ اُسے لیکر جہنم کی آگ میں گر پڑے، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (١٠٩)

= تو ایک مناسب ٹھکانہ موجود ہو، گویا مسجد کے نام پر ایک مرکزِ تفریق قائم کرنے کی سازش تیار کی گئی، چنانچہ انہوں نے مسجد قبا کے قریب زمین کا ایک ٹکڑا منتخب کیا اور وہاں مسجد کے نام پر تعمیر شروع کر دی، پھر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا افتتاح کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کی درخواست کی، یہ بھی ان کی ایک سیاسی چال تھی، نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ابھی تو ہم تبوک جا رہے ہیں، واپسی پر دیکھا جائے گا، لیکن تبوک سے واپسی پر نبی علیہ السلام کو بذریعۂ وحی اس عمارت کی اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا، نبی علیہ السلام نے وہیں سے دو صحابہ رضی اللہ عنہما کو حکم دے کر بھیجا کہ اسے جا کر منہدم کر دیں، اس طرح مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور ان کے خلاف سازشیں کرنے کیلئے جو مرکز تیار کیا جا رہا تھا، وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

(١٠٨) اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو مسجد ضرار میں کھڑے ہونے اور وہاں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہے، کیونکہ اس کی بنیاد تقویٰ، اخلاص اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے پاکیزہ جذبات پر نہیں رکھی گئی تھی، اس کا مقصد تو مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا اور اسلام کے دشمنوں کو ٹھکانہ فراہم کرنا تھا، معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو مسجد کے نام پر تعمیر کی گئی صرف اسی عمارت میں جانے کی اجازت ہے جس کی بنیاد تقویٰ، اخلاص اور للّٰہیت پر رکھی گئی ہو جیسے مسجد نبوی ﷺ، مسجد قبا اور مسجد قبلتین وغیرہ، آیت کے دوسرے جزو میں کچھ لوگوں کی طہارت اور صفائی پسندی کی تعریف کی گئی ہے مفسرین کے مطابق اس سے مراد اہل قبا ہیں، جو مٹی سے استنجاء کرنے کے بعد مزید طہارت کیلئے پانی بھی استعمال کرتے تھے اور نبی علیہ السلام نے اس اس پر ان کی تعریف فرمائی تھی، یہ لوگ اسی علاقے میں رہائش پذیر تھے جہاں مسجد قبا واقع تھی اور اس کے مقابلے میں مسجد ضرار تعمیر کی گئی تھی، لیکن یہ لوگ وہاں نہیں جاتے تھے بلکہ مسجد قبا میں ہی نماز پڑھتے تھے، مقام غور ہے کہ منافقین کی بنائی ہوئی مسجد قابل تعریف نہیں سمجھی گئی اور مخلص مسلمانوں کا طریقۂ طہارت پسند کر کے اس پر ان کی تعریف کی گئی، دونوں کا موازنہ کرنے سے بہت سے اہم نکات کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ (١٠٩) اس آیت مبارکہ میں دو قسم کی تعمیرات کا موازنہ کیا گیا ہے، ایک وہ تعمیر جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ، اخلاص اور رضائے الٰہی کے حصول کے جذبے پر رکھی گئی ہو جیسے مسجد نبوی، مسجد قبا اور دیگر مساجد، دوسری وہ تعمیر جس کی بنیاد پہلے دن سے مکر و فریب اور دھوکے پر رکھی گئی ہو، ان دونوں میں سے کون سی تعمیر زیادہ بہتر ہے؟ اس دوسری تعمیر کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص بلڈنگ کھڑی کرے اور اس کے ساتھ ہی گہری کھدائی ہو، جس کی وجہ سے ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہو کہ کہیں اس کی بلڈنگ کمزور نہ ہو جائے اور کسی وقت گر نہ پڑے، منافقوں اور غیر مسلموں کی ایسی تمام تعمیرات "جو مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے مسجد کے نام پر بنائی گئی ہیں" بھی جہنم کے کنارے کھڑی ہیں، عنقریب وہ اپنے معماروں سمیت جہنم میں جا گریں گی، دراصل مسجد شعائر اللہ میں سے ہے، اس لیے کسی غیر مسلم کو یہ نام استعمال کر کے اہل اسلام کو دھوکہ دینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے، جیسے قادیانی لوگوں کو اپنی عبادت خانے کا نام مسجد رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ

لَا يَزَالُ	بُنْيَانُهُمُ	الَّذِيْ	بَنَوْا	رِيْبَةً	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	اِلَّآ	اَنْ	تَقَطَّعَ
نہیں ٹلے گی	ان کی عمارت	وہ جو	انہوں نے تعمیر کی	شک کے طور پر	بیچ	ان کے دلوں کے	مگر	یہ کہ	ٹکڑے ہو جائیں

جن لوگوں نے وہ عمارت بنائی، اُن کی وہ عمارت اُن کے دلوں میں ہمیشہ کھٹکتی رہے گی، سوائے اِس کے کہ اُن کے دل ٹکڑے ٹکڑے

قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

قُلُوْبُهُمْ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	اشْتَرٰى	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
ان کے دل	اور	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	بیشک	اللہ	خرید لیا اس نے	سے	ایمان والوں کے

ہوجائیں، اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ﴿۱۱۰﴾ بیشک اللہ نے مومنین سے اُن کی جان و مال کو

اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اَنْفُسَهُمْ	وَ	اَمْوَالَهُمْ	بِاَنَّ	لَهُمُ	الْجَنَّةَ ؕ	يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
ان کی جانوں کو	اور	ان کے مالوں کو	بدلے اس کے کہ بیشک	اُن کیلئے	جنت	وہ لڑتے ہیں	بیچ	راستے	اللہ کے

اِس کے عوض خرید لیا ہے کہ اُن کیلئے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں قتال کریں گے،

فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ

فَيَقْتُلُوْنَ	وَ	يُقْتَلُوْنَ	وَعْدًا	عَلَيْهِ	حَقًّا	فِي	التَّوْرٰىةِ	وَ	الْاِنْجِيْلِ
سو قتل کرتے ہیں	اور	قتل کئے جاتے ہیں	وعدہ ہے	اس پر	برحق	بیچ	تورات کے	اور	انجیل کے

پھر دشمن کو قتل کریں گے اور قتل کیے جائیں گے، یہ اللہ کے ذمے تورات و انجیل اور قرآن میں

وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ

وَ	الْقُرْاٰنِ ؕ	وَ	مَنْ	اَوْفٰى	بِعَهْدِهٖ	مِنَ	اللّٰهِ	فَاسْتَبْشِرُوْا	بِبَيْعِكُمُ	الَّذِيْ
اور	قرآن کے	اور	جو کوئی	پورا کرے	اپنے عہد کو	سے	اللہ کے	تو خوش ہو جاؤ	اپنی تجارت پر	وہ جو

پکا وعدہ ہے، اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہو گا؟ سو تم اُس تجارت پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اللہ کے

بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ

بَايَعْتُمْ	بِهٖ ؕ	وَذٰلِكَ	هُوَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾	اَلتَّآئِبُوْنَ	الْعٰبِدُوْنَ
تم نے تجارت کی	ساتھ اس کے	اور وہ	وہی	کامیابی	بہت بڑی	توبہ کرنے والے	عبادت کرنے والے

ساتھ کی ہے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ ﴿۱۱۱﴾ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے،

ع ۱۳ / ۱۱ / ۲

﴿۱۱۰﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کے حوالے سے پیشین گوئی کی گئی ہے کہ ان لوگوں نے مسجدِ ضرار کے نام پر جو عمارت تعمیر کی تھی، وہ ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی اور جب تک ان پر موت نہیں آ جاتی، اُس وقت تک ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتے رہیں گے، کیونکہ جو مقاصد وہ اس سے حاصل کرنا چاہتے تھے، اس میں وہ بری طرح ناکام ہو گئے، اس کے علاوہ اُن کی قلعی بھی سب پر کھل گئی، جس کی وجہ سے انہیں لوگوں کے سامنے ذلت اور رسوائی اٹھانی پڑی، یقیناً اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔

﴿۱۱۱﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک تجارتی معاہدے کی تشبیہ اختیار کر کے مسلمانوں کو اُس کا فائدہ سمجھایا ہے، ہر تجارتی معاہدے کے چار لازمی اجزاء ہوتے ہیں، بائع، مشتری، ثمن اور مبیع، تشبیہ کے مطابق اللہ تعالیٰ مشتری ہے، انسان بائع ہے، مبیع انسان کی جان اور اس کا مال ہے، جبکہ ثمن یعنی قیمت جنت ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ایک تجارتی معاملہ کیا کہ تم اپنی جان اور اپنا مال میرے ہاتھ بیچ دو، اس کی قیمت کے طور پر میں تمہیں جنت عطا فرماؤں گا، یہ قیمت اگرچہ تمہیں فوراً نہیں ملے گی لیکن اس کی ضمانت تورات و انجیل اور قرآن میں دی گئی ہے، اس لیے تم مطمئن رہو، یہ ایک تحریری دستاویز اور اللہ کا وعدہ ہے جس کے خلاف وہ کبھی نہیں کرے گا، اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک ادارے نے مجھ سے قرآن کریم کے ۵۰۰ نسخوں کا سودا کیا، میں نے اسے وہ نسخے بھجوا دیئے، اس نے مجھے اس کی قیمت فوری طور پر ادا نہیں کی، میرا بل اس کے پاس پہنچ چکا ہے، میں ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے فکر مند نہیں ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ بہر حال! مجھے میری رقم مل جائے گی، خواہ ایک ماہ میں یا دو ماہ میں، اگر رب کے ساتھ معاملے میں بھی انسان یقین کے اس درجے تک پہنچ جائے تو وہ اپنا مال تجارت یعنی اپنی جان اور اپنا مال رب کے حوالے کرنے میں کبھی تردد اور ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کرے، یہاں یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان سے وہ چیز خریدی ہے جو خود اللہ ہی نے اسے اپنی مہربانی اور کرم نوازی سے عطا فرمائی ہے، ایسا کریم اور مہربان رب جو خود ہی عطا فرمائے، پھر خود ہی اس کی قیمت لگائے اور قیمت بھی ایسی کہ کوئی دے ہی نہ سکے، اے اللہ! ہمیں اپنی قدر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ

الْحٰمِدُوْنَ	السَّآئِحُوْنَ	الرّٰكِعُوْنَ	السّٰجِدُوْنَ	الْاٰمِرُوْنَ
شکر کرنے والے	روزہ رکھنے والے	رکوع کرنے والے	سجدہ کرنے والے	حکم دینے والے

شکر کرنے والے ، روزہ رکھنے والے ، رکوع کرنے والے ، سجدہ کرنے والے ، بھلائی کا حکم

بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ

بِالْمَعْرُوْفِ	وَ	النَّاهُوْنَ	عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَ	الْحٰفِظُوْنَ	لِحُدُوْدِ	اللّٰهِ
بھلائی کا	اور	منع کرنے والے	سے	برائی کے	اور	حفاظت کرنے والے	حدوں کی	اللہ کی

دینے والے ، برائی سے روکنے والے اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے ،

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا

وَ	بَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾	مَا	كَانَ	لِلنَّبِيِّ	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اَنْ	يَّسْتَغْفِرُوْا
اور	خوشخبری دے دے	ایمان والوں کو	نہیں	ہے	نبی کیلئے	اور	جولوگ	ایمان لائے	یہ کہ	مغفرت طلب کریں وہ

اور آپ مؤمنین کو خوشخبری دیدیجئے۔ ۱۱۳ نبی (ﷺ) اور اہلِ ایمان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے حق میں

لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ

لِلْمُشْرِكِيْنَ	وَ لَوْ	كَانُوْٓا	اُولِيْ قُرْبٰى	مِنْ	بَعْدِ	مَا	تَبَيَّنَ	لَهُمْ	اَنَّهُمْ
مشرکین کیلئے	اگرچہ	ہوں وہ	قریبی رشتہ دار	سے	پیچھے	وہ جو	واضح ہو چکا	ان کیلئے	یہ کہ بیشک وہ

"اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہوں" مغفرت کی دعا کریں جبکہ اُن پر یہ بات واضح ہو چکی ہو کہ وہ

اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ

اَصْحٰبُ	الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾	وَ	مَا	كَانَ	اسْتِغْفَارُ	اِبْرٰهِيْمَ	لِاَبِيْهِ	اِلَّا	عَنْ
ساتھی	جہنم کے	اور	نہیں	تھا	مغفرت طلب کرنا	ابراہیم کا	اپنے باپ کیلئے	مگر	سے

اہلِ جہنم ہیں ۔ ۱۱۴ اور ابراہیم کا اپنے والد کیلئے مغفرت طلب کرنا تو محض ایک وعدہ

مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ

مَّوْعِدَةٍ	وَّعَدَهَآ	اِيَّاهُ	فَلَمَّا	تَبَيَّنَ	لَهٗٓ	اَنَّهٗ	عَدُوٌّ	لِّلّٰهِ	تَبَرَّاَ	مِنْهُ	اِنَّ
ایک وعدے کے	وعدہ کیا اس کا	خاص اس سے	سو جب	واضح ہو گیا	اُس کیلئے	یہ کہ بیشک وہ	دشمن	اللہ کا	بیزار ہو گیا وہ	اس سے	بیشک

کیوجہ سے تھا جو انہوں نے اپنے والد سے کر رکھا تھا، پھر جب اُن کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اُس سے بری ہو گئے، بیشک

۱۱۲ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کی نوصفات بیان فرما کر انہیں اپنی نعمتوں کی بشارت دی ہے، یہ صفات اللہ کو پسند ہیں اور جس شخص میں یہ صفات پیدا ہو جائیں، وہ اللہ کا پسندیدہ بن جاتا ہے، چنانچہ توبہ، عبادت، حمد و ثناء، روزہ، رکوع، سجود، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور حدود اللہ کی حفاظت انسان کو اللہ کے قریب کرنے والی صفات ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ صفات ہمارے اندر بھی پیدا فرما دے۔ یہاں لفظ "السائحون" کا ترجمہ روزہ دار کیا گیا ہے جو کہ اکثر سلف کے نزدیک راجح ہے، تاہم بعض مفسرین نے اس کا مصداق مجاہدین، بعض نے مہاجرین کو اور بعض نے حصولِ علم کیلئے نکلنے والوں کو قرار دیا ہے۔

۱۱۳ اس آیتِ مبارکہ میں اصل خطاب تو اہل ایمان کو ہے لیکن مضمون کی اہمیت کی وجہ سے پہلے رسول اکرم ﷺ کا ذکر بھی شامل کر دیا گیا ہے کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ کے دشمنوں کیلئے مغفرت کی دعا کریں، جن کی ساری زندگی کفر و شرک اور بت پرستی میں گزر گئی اور وہ اسی حال میں مر گئے، ان کی بخشش ہرگز نہ ہوگی لہٰذا اہل ایمان کو ان کی سفارش نہیں کرنی چاہیے، خواہ وہ کتنے ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں، یاد رہے کہ اس آیت میں مشرکوں کیلئے مغفرت اور بخشش کی دعا مانگنے سے منع کیا گیا ہے، ہدایت کی دعا مانگنے سے نہیں، لہٰذا اپنے مشرک رشتہ داروں کیلئے ہدایت کی دعا ضرور مانگی جا سکتی ہے۔

اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ

اِبْرٰهِيْمَ	لَاَوَّاهٌ	حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾	وَ	مَا	كَانَ	اللّٰهُ	لِيُضِلَّ	قَوْمًا	بَعْدَ	اِذْ
ابراہیم	البتہ رونے والا	نہایت بردبار	اور	نہیں	ہے	اللہ	کہ گمراہ کردے	ایک قوم کو	پیچھے	اس کے کہ

ابراہیم بڑی آہ و زاری کرنے والے ، بردبار تھے ۔ ﴿۱۱۴﴾ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ

هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

هَدٰىهُمْ	حَتّٰى	يُبَيِّنَ	لَهُمْ	مَّا	يَتَّقُوْنَ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾
اس نے ہدایت دی انہیں	یہاں تک کہ	بیان کردے	ان کیلئے	وہ جو	وہ ڈریں	بیشک	اللہ	ساتھ ہر	چیز کے	خوب جاننے والا

کردے، یہاں تک کہ اُن کے سامنے وہ چیزیں واضح کردے جن سے انہیں بچنا چاہیے، بیشک اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔ ﴿۱۱۵﴾

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ

اِنَّ	اللّٰهَ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ۭ	يُحْيٖ	وَيُمِيْتُ ۭ	وَ	مَا	لَكُمْ
بیشک	اللہ	اس کیلئے	حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی	وہ زندہ کرتا	اور موت دیتا	اور	نہیں	تمہارے لئے

بیشک اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے ، وہی زندگی اور موت دیتا ہے ، اور اللہ کے علاوہ

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ

مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّ	لَا	نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾	لَقَدْ	تَّابَ	اللّٰهُ	عَلَى	النَّبِيِّ
سے	علاوہ	اللہ کے	سے	کوئی دوست	اور	نہ	کوئی مددگار	البتہ یقیناً	توجہ کی	اللہ نے	پر	نبی کے

تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار ۔ ﴿۱۱۶﴾ یقیناً اللہ نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اُن مہاجرین

وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ

وَ	الْمُهٰجِرِيْنَ	وَ	الْاَنْصَارِ	الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْهُ	فِيْ	سَاعَةِ	الْعُسْرَةِ	مِنْۢ	بَعْدِ
اور	ہجرت کرنے والوں کے	اور	نصرت کرنے والوں کے	جنہوں نے	پیروی کی اس کی	بیچ	گھڑی	مشکل کی	سے	پیچھے

و انصار پر توجہ فرمائی جو مشکل کی گھڑی میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہے ، حالانکہ

مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ

مَا	كَادَ	يَزِيْغُ	قُلُوْبُ	فَرِيْقٍ	مِّنْهُمْ	ثُمَّ	تَابَ	عَلَيْهِمْ ۭ	اِنَّهٗ	بِهِمْ
وہ جو	قریب تھا	ٹیڑھے ہوجاتے	دل	ایک گروہ کے	ان میں سے	پھر	توجہ کی اس نے	اُن پر	بیشک وہ	ساتھ ان کے

قریب تھا کہ اُن میں سے ایک گروہ کے دل پھر جائیں ، پھر وہ اُن پر متوجہ ہوا ، بیشک وہ اُن پر

﴿۱۱۴﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کسی مشرک کیلئے مغفرت کی دعا کرنا نہیں ہے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے حق میں " واغفر لابی " کہہ کر دعا کیوں فرمائی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے رخصت ہوتے وقت اس سے یہ وعدہ کر چکے تھے کہ اس کیلئے مغفرت کی دعا کریں گے، ممکن ہے کہ اس وقت تک انہیں صاف لفظوں میں اس کی ممانعت نہ کی گئی ہو، لیکن جب انہیں واضح طور پر منع کر دیا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس سے بیزاری کا اظہار فرما دیا اور اس سے لاتعلق ہو گئے ، ان کا پہلے دعا کرنا ان کی فطری شفقت اور مہربانی کے جذبے سے تھا اور بعد میں بیزاری کا اظہار کرنے میں دراصل کفر و شرک سے بیزاری کا اظہار مقصود تھا۔ واللہ اعلم۔

﴿۱۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قوم کی گمراہی کا اصول متعین فرمایا ہے کہ جب تک اتمام حجت نہ ہو جائے اور یہ واضح نہ کر دیا جائے کہ لوگوں کو کن چیزوں سے بچنا چاہیے، اُس وقت تک کسی قوم کو گمراہ نہیں کیا جاتا، لیکن اگر اتمام حجت کے بعد بھی وہ قوم نہ سنبھلے تو پھر گمراہی کے سوا اور کیا رہ جاتا ہے۔

﴿۱۱۶﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی چند صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ کائنات کی ہر چیز پر اُسی کی حکومت اور سلطنت ہے، گویا اُس کا اقتدار کامل ہے، دوسری یہ کہ زندگی اور موت اس کے اختیار میں ہے، گویا اُس کا اختیار کامل ہے، تیسری یہ کہ اللہ ہی حقیقی ولی اور مددگار ہے، اس کی دوستی اور مدد ایسی جگہوں پر انسان کا ساتھ دیتی ہے جہاں دنیا کے تمام اسباب و وسائل منقطع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اسی کے ساتھ دوستی اور محبت کرنی چاہیے۔

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٧﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا

رَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿١١٧﴾	وَّ	عَلَى	الثَّلٰثَةِ	الَّذِيْنَ	خُلِّفُوْا	حَتّٰٓى	اِذَا
بہت شفیق	نہایت مہربان	اور	پر	تین کے	وہ لوگ جو	پیچھے رہ گئے	یہاں تک کہ	جب

بڑی شفقت والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ﴿١١٧﴾ اور اُن تین لوگوں پر بھی جو پیچھے رہ گئے تھے ، یہاں تک کہ جب

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

ضَاقَتْ	عَلَيْهِمُ	الْاَرْضُ	بِمَا	رَحُبَتْ	وَ	ضَاقَتْ	عَلَيْهِمْ	اَنْفُسُهُمْ
تنگ پڑ گئی	ان پر	زمین	باوجود اس کے جو	کشادہ ہے وہ	اور	تنگ پڑ گئیں	ان پر	ان کی جانیں

زمین اُن پر اپنی کشادگی کے باوجود تنگ ہوگئی اور اُن پر خود اُن کی اپنی جانیں بھی تنگ ہو گئیں

وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ

وَ	ظَنُّوْٓا	اَنْ	لَّا	مَلْجَاَ	مِنَ	اللّٰهِ	اِلَّآ	اِلَيْهِ	ثُمَّ	تَابَ	عَلَيْهِمْ	لِيَتُوْبُوْا
اور	وہ سمجھ گئے	یہ کہ	نہیں	کوئی پناہ گاہ	سے	اللہ کے	مگر	اسی کی طرف	پھر	توجہ کی اس نے	ان پر	تاکہ وہ توبہ کریں

اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ سے بچنے کیلئے بھی اللہ کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے ، پھر اللہ اُن پر متوجہ ہوا تاکہ وہ توبہ کر لیں،

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

اِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوا	اللّٰهَ
بیشک	اللہ	وہ	خوب توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	ڈرو تم	اللہ سے

بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے ۔ ﴿١١٨﴾ اے اہلِ ایمان ! اللہ سے ڈرتے رہو

وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ

وَ	كُوْنُوْا	مَعَ	الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾	مَا	كَانَ	لِاَهْلِ	الْمَدِيْنَةِ	وَ	مَنْ	حَوْلَهُمْ
اور	ہوجاؤ تم	ہمراہ	سچوں کے	نہیں	ہے	رہنے والوں کیلئے	مدینہ کے	اور	جو کوئی	ان کے اردگرد

اور سچوں کی ہم نشینی اختیار کرو۔ ﴿١١٩﴾ اہلِ مدینہ اور اردگرد کے دیہاتیوں کو یہ

مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ

مِّنَ	الْاَعْرَابِ	اَنْ	يَّتَخَلَّفُوْا	عَنْ	رَّسُوْلِ	اللّٰهِ	وَ	لَا	يَرْغَبُوْا	بِاَنْفُسِهِمْ
سے	دیہاتیوں کے	یہ کہ	وہ پیچھے رہ جائیں	سے	پیغمبر	اللہ کے	اور	نہ	چاہنے لگیں وہ	اپنی جانوں کو

نہ چاہئے تھا کہ وہ اللہ کے پیغمبر سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ پیغمبر کی جان سے زیادہ

﴿١١٧﴾ اس آیت مبارکہ میں غزوہ تبوک کے شرکاء کیلئے حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور مہربانی کا ذکر کیا گیا ہے، غزوۂ تبوک کو ''جیش العسرة'' بھی کہا جاتا ہے، چنانچہ اس آیت میں ''ساعة العسرة'' کا لفظ اس معنی پر دلالت کرتا ہے، اس لیے کہ وہ وقت واقعۃً مسلمانوں پر نہایت کڑا اور مشکل تھا، گرمی شدید تھی، سفر دور کا تھا، ایک ایک کھجور دو سپاہیوں پر تقسیم ہوتی تھی، ایک ایک اونٹ پر دس دس آدمی باری باری سفر کرتے تھے، ان مشکلات کو دیکھ کر بعض لوگوں کے قدم اور دل ڈگمگانے لگے تھے، لیکن حق تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور انہیں ثابت قدمی عطا فرمائی اور وہ مظفر و منصور واپس لوٹ آئے۔

﴿١١٨﴾ اس آیت مبارکہ میں اُن تین صحابہ رضی اللہ عنہم کی توبہ قبول ہونے کی خوش خبری دی گئی ہے جو کسی عذر کے بغیر غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے اور غزوۂ تبوک سے نبی علیہ السلام کی واپسی پر اپنی غلطی تسلیم کر لی تھی، انہوں نے جھوٹ بولا اور نہ ہی حیلے اور عذر پیش کیے، ان تینوں کے نام کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ، ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ ہیں، ان حضرات کا مفصل واقعہ تمام کتبِ حدیث میں مضبوط سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے سفرِ تبوک پر روانگی کے بعد یہ آج اور کل کرتے رہے، یہاں تک کہ نبی علیہ السلام سفر سے صحیح سلامت واپس تشریف لے آئے، انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر اعترافِ جرم کیا، نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ آنے تک مسلمانوں کو ان سے بات چیت کرنے سے روک دیا، تاہم یہ لوگ گھروں میں نظر بند نہیں کیے گئے تھے، ان میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو تو غسان کے بادشاہ نے اپنے پاس بلانے کیلئے ایک خط بھی لکھا تھا، جسے انہوں نے آگ میں جلا دیا تھا، چالیس دن بعد انہیں یہ حکم دیا گیا کہ کچھ عرصے کیلئے اپنی بیویوں کو اُن کے میکے بھیج دیں، پچاس دن کا یہ عرصہ ان حضرات پر نہایت قیامت کا زمانہ تھا، انہیں یوں لگتا تھا کہ زمین اپنی تمام تر وسعت کے باوجود اُن پر تنگ ہو گئی ہے اور اُن کا عرصۂ حیات تنگ ہوگیا ہے، یہاں تک کہ اس آیت کے ذریعے انہیں قبولیت توبہ کی بشارت دی گئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے پاس خوشخبری دینے کیلئے بھیجا، اس واقعے سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کے سچ کی برکت ضرور عطا فرماتا ہے۔

ع ١٤ ٨ ٢

﴿١١٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے انہیں دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ تقویٰ اختیار کریں اور دوسرا یہ کہ سچوں کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کریں، کیونکہ انسان اپنے ہم نشینوں کے اثرات سے متاثر ہوتا ہے، لہٰذا سچوں کے ساتھ ہم نشینی کی وجہ سے اسے بھی سچ بولنے کی عادت پڑ جائے گی اور جھوٹ سے اس کا پیچھا چھوٹ جائیگا، جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے۔

جمال ہم نشین در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ

عَنْ	نَّفْسِهٖ	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	لَا	يُصِيْبُهُمْ	ظَمَاٌ	وَّ	لَا	نَصَبٌ
سے	اپنی جان کے	وہ	اس وجہ سے کہ بیشک وہ	نہیں	پہنچے گی انہیں	کوئی پیاس	اور	نہ	کوئی تکلیف

اپنی جان کو چاہیں ، یہ اس وجہ سے کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو بھی پیاس ، تکلیف

وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ

وَّ	لَا	مَخْمَصَةٌ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	لَا	يَطَـُٔوْنَ	مَوْطِئًا	يَّغِيْظُ	الْكُفَّارَ
اور	نہ	کوئی بھوک	بیچ	راستے	اللہ کے	اور	نہیں	روندیں گے وہ	روندنے کی جگہ کو	غصہ دلاتا وہ	کافروں کو

اور بھوک پہنچے گی یا وہ جو بھی ایسا قدم رکھیں گے کہ جس سے کافر خفا ہوں

وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

وَ	لَا	يَنَالُوْنَ	مِنْ	عَدُوٍّ	نَّيْلًا	اِلَّا	كُتِبَ	لَهُمْ	بِهٖ	عَمَلٌ	صَالِحٌ	اِنَّ	اللّٰهَ
اور	نہیں	حاصل کریں گے وہ	سے	دشمن کے	کچھ حاصل کرنا	مگر	لکھ دیا گیا	ان کیلئے	اس کے بدلے	عمل	نیک	بیشک	اللہ

اور وہ دشمن سے جو چیز بھی حاصل کریں گے ، اُن کیلئے اس کے بدلے نیک عمل لکھا جائیگا، بیشک اللہ

لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً

لَا	يُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾	وَ	لَا	يُنْفِقُوْنَ	نَفَقَةً	صَغِيْرَةً
نہیں	ضائع کرتا	ثواب	نیکی کرنے والوں کا	اور	نہیں	خرچ کرتے وہ	خرچ کرنا	چھوٹا

نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ۔ ﴿١٢٠﴾ اور وہ جو بھی چھوٹی یا بڑی چیز

وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ

وَّلَا	كَبِيْرَةً	وَّ	لَا	يَقْطَعُوْنَ	وَادِيًا	اِلَّا	كُتِبَ	لَهُمْ	لِيَجْزِيَهُمُ	اللّٰهُ	اَحْسَنَ
اور نہ	بڑا	اور	نہیں	طے کرتے وہ	کسی وادی کو	مگر	لکھ دیا گیا	ان کیلئے	تا کہ بدلہ دے انہیں	اللہ	زیادہ عمدہ

خرچ کریں گے ، اور جو وادی بھی طے کریں گے ، اُن کیلئے اُسے لکھ لیا جائیگا تا کہ اللہ انہیں اُن کے اعمال کا بہترین

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ

مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢١﴾	وَ	مَا	كَانَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	لِيَنْفِرُوْا	كَآفَّةً	فَلَوْلَا	نَفَرَ
وہ جو	تھے وہ	کرتے رہے	اور	نہیں	ہیں	ایمان والے	کہ کوچ کریں	سارے کے سارے	تو کیوں نہ ہوا	کوچ کیا

بدلہ عطا فرمائے۔ ﴿١٢١﴾ اور ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ سارے مومن ہی کوچ کر جائیں تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ اُن کی ہر بڑی جماعت

﴿١٢٠﴾ اس آیت مبارکہ میں مدینہ منورہ اور آس پاس کے آباد قبائل میں رہنے والوں کو سمجھایا گیا ہے کہ تم یہ کیسے گوارا کر سکتے ہو کہ رسول اکرم ﷺ تو شدید گرمی اور بھوک پیاس کے عالم میں اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر جہاد کے سلسلے میں صحراء و بیابان کا سفر کر رہے ہوں اور تم حسین و جمیل سر سبز شاداب باغات، شیریں پانی اور گھنے سائے میں پر تکلف زندگی گزار رہے ہو ، یہ صورتحال حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آئی تھی ، لیکن جوں ہی انہیں احساس ہوا کہ اُن سے غلطی ہوئی ہے اور انہیں نبی علیہ السلام کے ہمراہ جانا چاہیے تھا تو وہ فوراً نبی علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے نبی علیہ السلام نے دور سے دیکھ کر ہی فرمایا کہ یہ ابو خیثمہ لگتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی کہ اللہ کی راہ میں مشقت برداشت کرنا ۔ بھوکا پیاسا رہنا اور دشمن پر حملہ کرنا بھی عمل صالح اور باعثِ اجر و ثواب ہے۔ حتیٰ کہ انہیں ہر قدم پر نیکی ملتی ہے اور وہ غیر اختیاری کام جو بہر حال انہیں کرنے ہی ہوتے ہیں لیکن جہاد کیلئے نکلنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُن پر بھی انسان کو اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

﴿١٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں دورانِ جہاد اختیاری اعمال صالحہ پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ جب غیر اختیاری نیکیوں پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے تو اختیاری نیکیوں پر بطریق اولیٰ ثواب ملنا چاہیے۔ ہمارا رب کیسا کریم ہے کہ وہ اپنی راہ میں اٹھنے والے کسی قدم کو رائیگاں نہیں جانے دیتا اور اپنے بندوں کے ہر عمل کو تحریر کرواتا جاتا ہے تا کہ اسے ضابطے کا ثواب بھی عطا فرمائے اور رابطے کا انعام بھی مرحمت فرمائے۔

مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا

مِنْ	كُلِّ	فِرْقَةٍ	مِّنْهُمْ	طَآئِفَةٌ	لِّيَتَفَقَّهُوْا	فِى	الدِّيْنِ	وَ	لِيُنْذِرُوْا
سے	ہر	بڑی جماعت کے	ان میں سے	ایک چھوٹی جماعت	تاکہ سمجھ بوجھ حاصل کریں وہ	بیچ	دین کے	اور	تاکہ وہ ڈرائیں

میں سے ایک چھوٹی جماعت نکلتی تاکہ وہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب اپنی قوم کی طرف

قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

قَوْمَهُمْ	اِذَا	رَجَعُوْٓا	اِلَيْهِمْ	لَعَلَّهُمْ	يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
اپنی قوم کو	جب	وہ لوٹ کر آئیں	ان کے پاس	تاکہ وہ	احتیاط کریں	اے	وہ لوگو! جو

لوٹ کر آئیں تو انہیں ڈرائیں تاکہ وہ احتیاط کیا کریں۔ [۱۲۲] اے اہلِ

۱۵ ع ۴ ۴

اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ

اٰمَنُوْا	قَاتِلُوا	الَّذِيْنَ	يَلُوْنَكُمْ	مِّنَ	الْكُفَّارِ	وَلْيَجِدُوْا	فِيْكُمْ	غِلْظَةً ؕ
ایمان لائے	لڑائی کرو	ان لوگوں سے جو	تم سے ملے ہوئے	سے	کافروں کے	اور چاہئے کہ پائیں وہ	تم میں	سختی

ایمان! اپنے قریب کے کافروں سے قتال کرو اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں،

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ

وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾	وَ	اِذَا مَآ	اُنْزِلَتْ	سُوْرَةٌ	فَمِنْهُمْ	مَّنْ
اور	جان رکھو	کہ بیشک	اللہ	ساتھ	ڈرنے والوں کے	اور	جب بھی	نازل کی جاتی ہے	کوئی سورت	تو ان میں سے	وہ جو

اور جان رکھو! کہ بیشک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ [۱۲۳] اور جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو اُن میں سے بعض

يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا

يَّقُوْلُ	اَيُّكُمْ	زَادَتْهُ	هٰذِهٖٓ	اِيْمَانًا ۚ	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فَزَادَتْهُمْ	اِيْمَانًا
کہتا ہے	تم میں سے کون	اضافہ کیا ہو اس کے	یہ	ایمان میں	سو رہے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	تو اس نے بڑھا دیا انہیں	ایمان میں

لوگ کہتے ہیں کہ اِس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ پھر جو لوگ ایمان لائے، وہ سورت اُن کے ایمان میں تو اضافہ کر دیتی ہے

وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

وَّ	هُمْ	يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾	وَ	اَمَّا	الَّذِيْنَ	فِىْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	فَزَادَتْهُمْ
اور	وہ	خوشی حاصل کرتے ہیں	اور	رہے	وہ لوگ جو	بیچ	ان کے دلوں کے	بیماری	تو بڑھا دیا اس نے انہیں

اور وہ خوشیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ [۱۲۴] اور جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے تو وہ اُن کی گندگی میں

[۱۲۲] اس آیتِ مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ جہاد ہر حال میں فرضِ عین نہیں ہے، البتہ اگر امیر المؤمنین نفیرِ عام کا اعلان کر دے تو جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے، ورنہ فرضِ کفایہ رہتا ہے یعنی اگر کچھ لوگ اس ذمہ داری کو پورا کرتے رہیں تو سب کی ذمہ داری ادا ہو جاتی ہے، اب اگر جہاد کا اعلان ہو اور رسول اکرم ﷺ بھی اس میں شرکت فرما رہے ہوں تو سفر میں شریک صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ السلام سے استفادہ کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور وہ بہت سے احکام و مسائل کا علم حاصل کر سکتے ہیں اور واپس آ کر دوسروں تک اسے منتقل کر سکتے ہیں، اور اگر نبی علیہ السلام خود مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کسی جماعت کو جہاد کیلئے روانہ فرمائیں تو مقیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ السلام سے استفادہ کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور وہ دوسروں کو اس کا فیض منتقل کر سکتے ہیں، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ حصولِ علم کیلئے نکلنا بھی فرضِ کفایہ ہے، فرضِ عین نہیں، جو لوگ اس فرضِ کفایہ کی تکمیل کر لیں، انہیں چاہیے کہ دین کی اس سمجھ بوجھ اور فہم سے دوسروں لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں۔

[۱۲۳] اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے تین حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ قریب کے علاقوں میں آباد کفار سے جہاد کریں، یہ حکم فطرت کے عین مطابق ہے اس لیے کہ اگر آپ قریب کے دشمن کو چھوڑ کر دور کے دشمن سے مقابلہ شروع کر دیں تو قریب کا دشمن آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے، اس لیے پہلے قریب والے دشمن کو یا تو دوست بنا لیں یا اس کے دانت اور پنجے توڑ دیں، اس کے بعد آہستہ آہستہ اس دائرے کو وسیع کریں، دوسرا یہ کہ مسلمانوں کو کافروں کے معاملے میں نرم دلی سے پیش آنے کی کوئی ضرورت نہیں، ورنہ وہ اسے مسلمانوں کی کمزوری سمجھ کر انہیں دبا لیں گے اور ان کے خلاف سازشیں شروع کر دیں گے، اور تیسرا حکم یہ کہ اس بات کا یقین دلوں میں پیدا کریں کہ اللہ کی معیت تقویٰ والوں کو نصیب ہوتی ہے۔

[۱۲۴] اس آیتِ مبارکہ میں نزولِ قرآن پر لوگوں کے مختلف رویوں کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ بعض لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے ایمان میں کتنا اضافہ ہوا؟ اور اس سورت نے تمہارے یقین میں کس قدر اضافہ کیا؟ یہ وہ منافقین ہیں جو قرآن سنتے تو ہیں لیکن ان کے دلوں پر نفاق کی ایک ایسی مہر لگ گئی ہے جس نے ان کی شمعِ ایمان کو گل کر دیا ہے، جبکہ اہلِ ایمان تلاوتِ قرآن سنتے ہیں تو ان کا ایمان تازہ اور روح جھوم اٹھتی ہے، چنانچہ آج بھی ایسے باذوق لوگ موجود ہیں اور انہیں اس کی حلاوت محسوس ہوتی ہے۔

رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ

رِجْسًا	اِلٰى	رِجْسِهِمْ	وَ	مَاتُوْا	وَ	هُمْ	كٰفِرُوْنَ۝	اَوَ	لَا	يَرَوْنَ	اَنَّهُمْ
گندگی	طرف	ان کی گندگی کے	اور	مرگئے وہ	اور	وہ	کفر کرنے والے	اور کیا	نہیں	دیکھتے وہ	کہ بیشک وہ

گندگی ہی کا اضافہ کرتی ہے اور وہ کافر ہونے کی حالت میں ہی مر جاتے ہیں ۔ ﴿۱۲۵﴾ کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ انہیں

يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ

يُفْتَنُوْنَ	فِيْ	كُلِّ	عَامٍ	مَّرَّةً	اَوْ	مَرَّتَيْنِ	ثُمَّ	لَا	يَتُوْبُوْنَ	وَ	لَا	هُمْ
آزمائے جاتے ہیں	بیچ	ہر	سال کے	ایک مرتبہ	یا	دو مرتبہ	پھر	نہیں	توبہ کرتے وہ	اور	نہ	وہ

ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمایا جاتا ہے ، پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ ہی وہ

يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى

يَذَّكَّرُوْنَ۝	وَ	اِذَا مَآ	اُنْزِلَتْ	سُوْرَةٌ	نَّظَرَ	بَعْضُهُمْ	اِلٰى
نصیحت حاصل کرتے	اور	جب بھی	نازل کی جاتی	کوئی سورت	دیکھنے لگتے	ان میں سے بعض	طرف

نصیحت حاصل کرتے ہیں ۔ ﴿۱۲۶﴾ اور جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو

بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ

بَعْضٍ ؕ	هَلْ	يَرٰىكُمْ	مِّنْ	اَحَدٍ	ثُمَّ	انْصَرَفُوْا ؕ	صَرَفَ	اللّٰهُ
بعض کے	کیا	تمہیں دیکھ رہا ہے	سے	کوئی ایک	پھر	وہ پھر جاتے ہیں	پھیر دیا	اللہ نے

دیکھنے لگتے ہیں کہ تمہیں کوئی مسلمان دیکھ تو نہیں رہا ؟ پھر وہ چل پڑتے ہیں، اللہ نے اُن کے دل

قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

قُلُوْبَهُمْ	بِاَنَّهُمْ	قَوْمٌ	لَّا	يَفْقَهُوْنَ۝	لَقَدْ	جَآءَكُمْ	رَسُوْلٌ
ان کے دلوں کو	اس وجہ سے کہ بیشک وہ	ایک قوم	نہیں	وہ سمجھتے	البتہ یقینا	آیا تمہارے پاس	ایک پیغمبر

پھیر دیئے ہیں کیونکہ وہ ایک ایسی قوم ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں ۔ ﴿۱۲۷﴾ یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے

مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

مِّنْ	اَنْفُسِكُمْ	عَزِيْزٌ	عَلَيْهِ	مَا	عَنِتُّمْ	حَرِيْصٌ	عَلَيْكُمْ
سے	تمہاری جانوں کے	گراں ہے	اس پر	وہ جو	تمہیں مشقت ہو	خواہش رکھنے والا	تم پر

ایک پیغمبر آیا ہے ، اُس پر تمہاری تکلیف گراں گزرتی ہے ، تمہاری بہتری کی اُسے خواہش رہتی ہے ،

﴿۱۲۵﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی حالت زار بیان کی گئی ہے کہ قرآن کریم کی کوئی سورت نازل ہو جائے، تو ان کی گندگی اور نجاست و خباثت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اس سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے اپنے نفاق میں مزید پختہ ہو جاتے ہیں اور ان کی حالت اُس حاسد کی سی ہو جاتی ہے جو محسود کی ہر ترقی دیکھ کر جلتا کڑھتا ہے اور ہر مرتبہ اس کی جلن اور کڑھن میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ ﴿۱۲۶﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کے دلوں پر زنگ لگ جانے کو اس طرح تعبیر کیا گیا ہے کہ ہر سال وہ کسی نہ کسی بڑی آزمائش، تکلیف اور بیماری کا سامنا کرتے ہیں، لیکن ان کی یہ سالانہ ریہرسل بھی انہیں ہوش کے ناخن لینے پر مجبور نہیں کرتی کہ جب اس دنیا میں ہمارے ساتھ ایسا ہو رہا ہے تو اگلی زندگی میں ہمارا کیا بنے گا اور وہاں ہمیں کس قدر اذیتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

﴿۱۲۷﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی ایک چوری اور کمزوری بیان کی گئی ہے کہ جب قرآن کریم کی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ چوری چھپے ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ کہیں کوئی مسلمان ہمیں تو نہیں دیکھ رہا، اس لیے کہ اس خاص موقع پر کسی مسلمان کا انہیں دیکھنا اس بات کی علامت بن سکتا تھا کہ وہ اس آیت کا مصداق انہی کو سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ موقع پاتے ہی وہ لوگ وہاں سے کھسک جاتے ہیں، درحقیقت وہ خود وہاں سے نہیں پھرتے، بلکہ اللہ انہیں پھیر دیتا ہے، اس لیے وہ حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ﴿۱۲۸﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی چند اہم صفات بیان کی گئی ہیں جن کی وضاحت ایک مستقل مضمون کا تقاضا کرتی ہیں جو یہاں ممکن نہیں ہے، اختصار کے ساتھ ان صفات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے، پہلی صفت یہ کہ رسول اکرم ﷺ تم میں سے ہیں یعنی نہ صرف یہ کہ بشر بلکہ اکمل البشر ہیں، یا یہ کہ اُن کا حسب نسب تم سے علیحدہ اور جدا نہیں ہے، تمہاری طرح اُن کا تعلق بھی قریش سے ہے، بعض قراء نے اس لفظ کو "من انفسكم" بھی پڑھا ہے جس کا معنی سب سے زیادہ نفیس ہوتا ہے، مطلب یہ کہ اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو تمام انسانوں میں سب سے زیادہ نفیس بنایا ہے، دوسری صفت یہ کہ انہیں مسلمانوں کی تکلیف اور پریشانی اپنی تکلیف اور پریشانی کی طرح لگتی ہے، تیسری صفت یہ کہ انہیں مسلمانوں کی ہر خیر خواہی اور بھلائی عزیز ہے، چوتھی صفت یہ کہ نہایت شفیق ہیں اور پانچویں یہ کہ وہ نہایت رحم دل اور مہربان ہیں، یہ آخری دو صفتیں حق تعالیٰ نے اپنے لیے استعمال فرمائی ہیں اور رسول اکرم ﷺ کو بھی بعینہٖ انہی صفات سے متصف فرمایا ہے، جس سے نبی ﷺ کی اہمیت اور عظمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ﴿۱۲۹﴾ اس آیت مبارکہ میں ساری دنیا کے غموں اور تکلیفوں کا علاج بتایا گیا ہے کہ اگر ساری دنیا تمہارے مقابلے کیلئے متحد ہو جائے اور تم حق پر ہو تو پرواہ نہ کرو، اللہ سے دعا کیا کرو اور اس کی دوستی اور حمایت کو اپنے لیے کافی سمجھا کرو، حدیث میں آتا ہے کہ صبح و شام سات سات مرتبہ جو شخص یہ کلمات پڑھ لیا کرے "حسبي الله ، لا اله الا هو ، عليه توكلت وهو رب العرش العظيم" اللہ تعالیٰ اس کے ہر رنج اور غم میں اس کی کفایت و حمایت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر رنج اور غم سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

الحمد للہ! آج مؤرخہ ۱۹ مارچ ۲۰۱۸ء بروز پیر سورۃ التوبہ کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول و مقبول اور نافع فرمائے اور اگلی سورت کیلئے ذہن کو کشادہ اور وقت کو بابرکت فرمائے۔ آمین

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ	رَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقُلْ	حَسْبِيَ	اللّٰهُ
ساتھ ایمان والوں کے	بہت شفیق	نہایت مہربان	سو اگر	منہ موڑلیں وہ	تو تم کہہ	کافی ہے مجھے	اللہ

اور مؤمنین پر نہایت شفیق، مہربان ہے۔ ﴿۱۲۸﴾ پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں تو آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے،

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾ ع ١٦ / ٥

لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	عَلَيْهِ	تَوَكَّلْتُ	وَ	هُوَ	رَبُّ	الْعَرْشِ	الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾
نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	اس پر	بھروسہ کیا میں نے	اور	وہ	پروردگار	عرش کا	بہت بڑے

اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔ ﴿۱۲۹﴾

اٰيَاتُهَا ١٠٩ (١٠) سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ (٥١) رُكُوْعَاتُهَا ١١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ

الٓرٰ	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	الْحَكِيْمِ ﴿١﴾	اَكَانَ	لِلنَّاسِ	عَجَبًا	اَنْ
الٓرٰ	وہ	آیتیں	کتاب کی	حکمت والی	کیا ہے	لوگوں کیلئے	باعث تعجب	یہ کہ

الٓرٰ، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ ﴿۱﴾ کیا لوگوں کیلئے یہ بات باعث تعجب ہے کہ

اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اَوْحَيْنَآ	اِلٰى	رَجُلٍ	مِّنْهُمْ	اَنْ	اَنْذِرِ	النَّاسَ	وَ	بَشِّرِ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
وحی بھیجی ہم نے	طرف	ایک آدمی کے	ان میں سے	یہ کہ	ڈرادے تو	لوگوں کو	اور	خوشخبری دیدے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے

ہم نے انہی میں سے ایک آدمی پر یہ وحی بھیجی ہے کہ لوگوں کو آگاہ کرو اور اہلِ ایمان کو اس بات کی خوشخبری دیدو

اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا

اَنَّ	لَهُمْ	قَدَمَ	صِدْقٍ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	قَالَ	الْكٰفِرُوْنَ	اِنَّ	هٰذَا
یہ کہ بیشک	اُن کیلئے	مرتبہ	سچا	نزدیک	ان کے رب کے	کہا	کافروں نے	بیشک	یہ

کہ اُن کیلئے اُن کے رب کے یہاں بلند پایہ مقام ہے، کافر لوگ کہتے ہیں کہ بیشک یہ

سورۂ یونس

سورۂ یونس کی سورت ہے، اس کے حروف ۷۵۶۵، کلمات ۱۸۳۲، آیات ۱۰۹، رکوعات ۱۱ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۹۸ میں حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا حوالہ آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ یونس رکھا گیا ہے، پورے قرآن میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام چار سورتوں کی پانچ آیتوں میں آیا ہے، جبکہ دو سورتوں میں انہیں ''ذوالنون'' اور ''صاحب الحوت'' کے صفاتی نام سے موسوم کیا گیا ہے، حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا نام متّی تھا، اس کے علاوہ ان کا نسب نامہ اور زندگی کے ابتدائی احوال پردۂ خفا میں ہیں، تاریخی اعتبار سے اغلب یہ ہے کہ ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چھ سو نوے سال پہلے کا ہے، انہیں عراق کے ایک مشہور شہر نینوی کے رہنے والوں کی رہنمائی کیلئے مبعوث کیا گیا تھا، اس وقت اُن کی تعداد ایک لاکھ نفوس سے زیادہ آبادی پر مشتمل تھی، وہ لوگ کفر و شرک اور بت پرستی کی گندگی میں جتلا تھے، حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھانے کوشش کی، قوم نے انکار کیا، حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ کے عذاب سے انہیں ڈرایا، کافی عرصے تک حضرت یونس علیہ السلام مختلف پیرایوں میں اپنی قوم کو سمجھاتے رہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنی روش سے پیچھے نہ ہٹے، تب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے ناراض ہوکر اس کے لیے بددعا فرمائی اور یہ سوچ کر'' کہ ان کی بددعا کا نتیجہ ضرور ظاہر ہوگا اور قوم تباہ و برباد ہو جائے گی'' نینوی سے تشریف لے گئے، تاکہ قوم پر آنے والے عذاب سے محفوظ رہیں، راستے میں دریائے فرات دکھائی دیا، سوچا کہ اسے عبور کر کے کسی دوسرے شہر میں جا کر لوگوں کو ایمان اور اسلام کی دعوت دوں گا، ایک کشتی پر نظر پڑی جو روانگی کیلئے بالکل تیار تھی، حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ کر کشتی والوں نے پہچان لیا اور کشتی میں سوار کرلیا، جب کشتی روانہ ہوئی تو راستے میں اسے طوفانی ہواؤں نے آگھیرا، کشتی ہچکولے کھانے لگی، تمام مسافر خوف زدہ ہو گئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ ان کی کشتی پانی میں ڈوب جائے گی، ان لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر ایسا کوئی غلام کشتی میں سوار ہو جائے جو اپنے آقا کے پاس سے بھاگ کر آیا ہو تو کشتی ڈوب جاتی ہے، حضرت یونس علیہ السلام نے سوچا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کا انتظار کیے بغیر نینوی کو چھوڑ دیا ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی ہو، انہوں نے مسافروں سے فرمایا کہ بھائیو! وہ غلام میں ہوں، اگر تم اپنی کشتی بچانا چاہتے ہو تو مجھے سمندر میں پھینک دو، لوگ تیار نہ ہوئے تین مرتبہ قرعہ اندازی ہوئی اور ہر مرتبہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا، حضرت یونس علیہ السلام نے سمندر میں چھلانگ لگادی، کشتی بچ گئی اور حضرت یونس علیہ السلام کو ایک مچھلی نے اللہ کے حکم سے امانت کے طور پر اپنے پیٹ میں رکھ لیا، وہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک عظیم تسبیح الہام فرمائی اور وہ دن رات یہ کلمات پڑھنے لگے۔ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' بالآخر اللہ کے حکم پر مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو ساحلِ سمندر پر نکال ڈالا، اس دوران قوم یونس کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور انہوں نے نہایت عاجزی اور آہ و زاری کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں توبہ کی، اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور حضرت یونس علیہ السلام کو دوبارہ ان کی طرف مبعوث فرمایا، اہل نینوی نے ان کا شاندار استقبال کیا، ان پر ایمان لائے اور ان کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے لگے کہ وہیں ان کا انتقال ہوا اور وہیں ان کی آخری آرام گاہ بنی۔

﴿۱﴾ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو کتاب حکیم قرار دیا گیا ہے، حکیم سے ''محکم'' یعنی مضبوط کلام بھی مراد ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ایسا کلام ہے جس کے الفاظ اور معانی محکم اور مضبوط ہیں، ان میں باطل کو چھپنے کا موقع نہیں =

لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

لَسِحْرٌ	مُّبِيْنٌ۝	اِنَّ	رَبَّكُمُ	اللّٰهُ	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ
البتہ جادوگر	کھلا	بیشک	تمہارا رب	اللہ	جس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو	اور	زمین کو

کھلا جادوگر ہے ۔ [۲] بیشک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ

فِيْ	سِتَّةِ	اَيَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰى	عَلَى	الْعَرْشِ	يُدَبِّرُ	الْاَمْرَ ؕ	مَا	مِنْ
بیچ	چھ	دنوں کے	پھر	متوجہ ہوا	پر	عرش کے	تدبیر کرتا ہے	معاملے کی	نہیں	سے

چھ دن میں پیدا کیا ، پھر وہ معاملات کی تدبیر کرتا ہوا عرش پر قائم ہوا ، اُس کی

شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا

شَفِيْعٍ	اِلَّا	مِنْۢ	بَعْدِ	اِذْنِهٖ ؕ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	فَاعْبُدُوْهُ ؕ	اَفَلَا
کوئی سفارش کرنے والا	مگر	سے	پیچھے	اس کی اجازت کے	وہی تمہارا	اللہ	تمہارا رب	سو عبادت کرو تم اس کی	تو کیا نہیں

اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا ،وہی اللہ تمہارا رب ہے ، سو تم اُسی کی عبادت کرو، کیا تم

تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا

تَذَكَّرُوْنَ۝	اِلَيْهِ	مَرْجِعُكُمْ	جَمِيْعًا ؕ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقًّا ؕ	اِنَّهٗ	يَبْدَؤُا
تم نصیحت حاصل کرتے	اسی کیطرف	لوٹ کر جانا تمہارا	سب کا	وعدہ ہے	اللہ کا	سچا	بیشک وہ	پہل کرتا ہے

نصیحت حاصل نہیں کرتے ؟ [۳] اُسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے ، یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے ، وہی مخلوق کو پہلی مرتبہ

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ	لِيَجْزِيَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ
پیدا کرنے کی	پھر	دوبارہ اسے لوٹائے گا	تاکہ بدلہ دے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے

پیدا کرتا ہے ، پھر وہی اُسے لوٹائے گا ، تاکہ اُن لوگوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال

بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ

بِالْقِسْطِ ؕ	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَهُمْ	شَرَابٌ	مِّنْ	حَمِيْمٍ	وَّ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ
انصاف کے ساتھ	اور	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اُن کیلئے	مشروب	سے	کھولتا ہوا	اور	عذاب	دردناک

کیے ، اور جن لوگوں نے کفر کیا اُن کیلئے کھولتا ہوا مشروب اور دردناک عذاب ہے

=مل سکتا اور اس کا ہر لفظ اور جملہ حقیقت کے عین مطابق ہے، اسی طرح حکیم سے ''حکمت والا'' بھی مراد ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا کلام ہے جو حکمت سے بھرپور ہے، اس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہے اور اسے نازل کرنے والا بھی حکیم ہے، اس کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔

[۲] اس آیت مبارکہ میں لوگوں کے اس تعجب کو رد کیا گیا ہے جو انہیں اپنے ہی جیسے ایک انسان پر وحی نازل ہونے کے حوالے سے پیش آتا تھا اور اسی تعجب کی وجہ سے وہ نبی علیہ السلام کے دست مبارک پر ظاہر ہونے والے معجزات کو جادو سمجھ کر نبی علیہ السلام کو معاذ اللہ، معاذ اللہ جادوگر کہا کرتے تھے، حالانکہ انہیں اس بات پر خوش ہونا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جنس میں سے ایک فردِ کامل و اکمل کو ان کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا جو انہیں مستقبل اور انجام کے حوالے سے آگاہی فراہم کرتا اور رب کے یہاں بلند درجوں کی بشارت دیتا ہے، آیت میں ''قدم صدق'' سے بلند درجہ مراد ہے۔

[۳] اس آیت مبارکہ کا مضمون سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں تفصیل کیساتھ گزر چکا ہے جہاں چھ دنوں میں زمین و آسمان کی تخلیق اور عرش پر قائم ہونے کی مراد واضح کر دی گئی ہے، البتہ یہاں دو چیزیں مزید بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ اللہ مدبّر ہے اور تمام معاملات کی تدبیر وہی فرماتا ہے، اس کی تدبیر اور کاریگری کائنات کے ذرے ذرے میں نمایاں ہے، اور دوسری یہ کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا، جس رب کی قدرت ایسی عظیم اور صفات ایسی پاکیزہ اور کامل ہوں، عبادت بھی اسی کی ہونی چاہیے۔

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا

بِمَا	كَانُوْا	يَكْفُرُوْنَ ۝	هُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَ	الشَّمْسَ	ضِيَآءً	وَّ	الْقَمَرَ	نُوْرًا
بدلے اس کے جو	وہ تھے	کفر کرتے رہے	وہ	وہی	بنایا اس نے	سورج کو	روشن	اور	چاند کو	منور

کیونکہ وہ کفر کرتے تھے ۔ ۴ اللہ وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور کیا

وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ

وَ	قَدَّرَهٗ	مَنَازِلَ	لِتَعْلَمُوْا	عَدَدَ	السِّنِيْنَ	وَ	الْحِسَابَ ؕ	مَا	خَلَقَ
اور	مقرر کی اس کی	منزلیں	تاکہ تم جانو	گنتی	سالوں کی	اور	حساب کو	نہیں	پیدا کیا

اور اُس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان سکو ، اللہ نے یہ سب کچھ

اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِيْ

اللّٰهُ	ذٰلِكَ	اِلَّا	بِالْحَقِّ ۚ	يُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ ۝	اِنَّ	فِيْ
اللہ نے	وہ	مگر	ساتھ حق کے	وہ تفصیل کرتا ہے	آیتوں کی	ان لوگوں کیلئے جو	جانتے ہیں	بیشک	بیچ

تدبیر کے بغیر ہی نہیں بنا دیا ، وہ جاننے والوں کیلئے اپنی آیتیں تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے ۔ ۵ بیشک رات

اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اخْتِلَافِ	الَّيْلِ	وَ	النَّهَارِ	وَ	مَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
بدلنے	رات کے	اور	دن کے	اور	جو	پیدا کیا	اللہ نے	بیچ	آسمانوں کے	اور زمین کے

اور دن کے ادل بدل کر آنے میں ، نیز اللہ نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے ، اس میں اُن لوگوں کیلئے

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا

لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّتَّقُوْنَ ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ	لَا	يَرْجُوْنَ	لِقَآءَنَا	وَ	رَضُوْا
البتہ آیتیں	ان لوگوں کیلئے جو	ڈرتے ہیں	بیشک	جولوگ	نہیں	امید رکھتے	ہماری ملاقات کی	اور	راضی ہوگئے

نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں ۔ ۶ بیشک وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے ، دنیا کی

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝۷ ۙ

بِالْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	اطْمَاَنُّوْا	بِهَا	وَ	الَّذِيْنَ	هُمْ	عَنْ	اٰيٰتِنَا	غٰفِلُوْنَ ۝
زندگی پر	دنیا کی	اور	مطمئن ہوگئے	اسی پر	اور	جولوگ	وہ	سے	ہماری آیتوں کے	بےخبرلوگ

زندگی پر ہی راضی اور اسی پر مطمئن ہو گئے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں ۔ ۷

۴ اس آیت مبارکہ میں معاد کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ گزشتہ آیت میں مبدأ کا ذکر ہے، تمام انسانوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائیگا کیونکہ اسی نے انہیں پیدا کیا اور اسی نے انہیں دوبارہ زندگی عطا فرمائی، یہ نئی زندگی عمل کیلئے نہیں بلکہ جزا اور سزا کیلئے ہو گی، چنانچہ فرمانبرداروں کو جزا اور نا فرمانوں کو انصاف کے مطابق پوری پوری سزا ملے گی جس میں کھولتے ہوئے پانی کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ انسان کھولتا ہوا پانی نہیں پی سکتا، اور کھانے سے وہ صبر کر سکتا ہے لیکن پانی سے صبر نہیں کر سکتا، شاید یہ سن کر کسی کو توبہ اور رجوع کی توفیق نصیب ہو جائے۔

۵ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے سالوں کی گنتی اور حساب کتاب کی سہولت کیلئے شمسی اور قمری نظام قائم کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے، یہ دونوں نظام کائنات میں بیک وقت کارفرما ہیں اور لوگ ان کے ذریعے سالوں اور مہینوں کی تعیین کرتے ہیں اور حساب کتاب کی پیچیدگیوں کو دور کرتے ہیں، رہی یہ بات کہ یہاں سورج کی روشنی کیلئے ''ضیاء'' اور چاند کی روشنی کو ''نور'' سے تعبیر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ سو مفسرین نے ان دونوں کے درمیان بہت سے فرق بیان کیے ہیں جن کا تعلق سورج اور چاند کی حرارت کی کیفیت کے ساتھ ہے، اس عاجز کے نزدیک تعبیرات مختلف اور مفہوم سب کا ایک ہی ہے کہ سورج کی روشنی زیادہ ہے، اور پھیلاؤ والی ہے، اس کی روشنی میں حرارت ہے اور اس سے فصلیں تیار ہوتی ہیں، جبکہ چاند کی روشنی سورج سے حاصل ہوتی ہے، اس کا پھیلاؤ بھی کم ہوتا ہے، اور اسکی روشنی سے فصلوں میں ذائقہ پیدا ہوتا ہے، اللہ نے یہ سارا نظام ایک خاص حکمت کے تحت بنایا ہے اور اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔

۶ اس آیتِ مبارکہ میں رات اور دن کی تبدیلی کو اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، اہل تقویٰ اسے دیکھ کر اپنے رب تک پہنچنے اور اسکی عظمت اپنے دلوں میں بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ رات کی تاریکی کو پھاڑ کر صبح کا اجالا اور چاندنا کرنا کسی مخلوق کی دسترس میں نہیں ہے، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان پائی جانے والی ہر مخلوق اپنے خالق کی قدرت کا شاہکار ہے، چنانچہ وہ اس کی عبادت اور مناجات میں ہی لذت پاتے ہیں۔

أُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اُولٰٓئِكَ	مَاْوٰىهُمُ	النَّارُ	بِمَا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ﴿٨﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
وہی لوگ	ان کا ٹھکانہ	جہنم	بدلے اس کے جو	وہ تھے	کماتے رہے	بیشک	جو لوگ	ایمان لائے

انہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے ، اُن اعمال کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے ۔ ﴿٨﴾ جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ج تَجْرِيْ مِنْ

وَ	عَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ	يَهْدِيْهِمْ	رَبُّهُمْ	بِاِيْمَانِهِمْ	تَجْرِيْ	مِنْ
اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	ہدایت دے گا انہیں	ان کا رب	ان کے ایمان کی وجہ سے	بہتی ہوں گی	سے

اور انہوں نے نیک اعمال کیے ، اُنہیں اُن کا رب اُن کے ایمان کی برکت سے ہدایت دے گا، اُن کے نیچے نہریں

تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٩﴾ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ

تَحْتِهِمُ	الْاَنْهٰرُ	فِيْ	جَنّٰتِ	النَّعِيْمِ ﴿٩﴾	دَعْوٰىهُمْ	فِيْهَا	سُبْحٰنَكَ
ان کے نیچے	نہریں	بیچ	باغات کے	نعمتوں کے	پکار ان کی	اس میں	تو پاک ہے

بہتی ہوں گی اور وہ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے ۔ ﴿٩﴾ وہاں اُن کی پکار صرف یہی ہوگی کہ اے اللہ ! آپ ہر عیب سے

اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ج وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

اللّٰهُمَّ	وَ	تَحِيَّتُهُمْ	فِيْهَا	سَلٰمٌ	وَ	اٰخِرُ	دَعْوٰىهُمْ	اَنِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ
اے اللہ	اور	ان کا تحفہ	اس میں	سلام	اور	آخری	پکار ان کی	یہ کہ	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	پالنے والا

پاک ہیں ، اور وہاں اُن کا باہمی تحفہ ”سلام“ ہوگا اور اُن کی دعا کا اختتام اس بات پر ہوگا کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کو

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾ ع وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾	وَ	لَوْ	يُعَجِّلُ	اللّٰهُ	لِلنَّاسِ	الشَّرَّ	اسْتِعْجَالَهُمْ	بِالْخَيْرِ
جہان والوں کا	اور	اگر	جلدی کردے	اللہ	لوگوں کیلئے	برائی	جیسے ان کا جلدی طلب کرنا	خیر کو

پالنے والا ہے ۔ ﴿١٠﴾ اگر اللہ لوگوں کو برائی بھی اسی طرح جلدی پہنچانا شروع کر دے جیسے وہ خیر کو جلدی طلب کرتے ہیں

لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ط فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ

لَقُضِيَ	اِلَيْهِمْ	اَجَلُهُمْ	فَنَذَرُ	الَّذِيْنَ	لَا	يَرْجُوْنَ	لِقَآءَنَا	فِيْ
البتہ پوری کردی جائے	ان کیطرف	ان کی مدت	سو ہم چھوڑ دیتے ہیں	ان لوگوں کو جو	نہیں	امید کرتے	ہماری ملاقات کی	بیچ

تو اُن کی مدت ختم کر دی جائے ، سو جو لوگ ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے ، ہم اُنہیں اُن کی سرکشی میں

﴿٧﴾ ﴿٨﴾ ان آیتوں میں ان لوگوں کی سزا جہنم بیان کی گئی ہے جو دنیا کی زندگی پر ایسے فریفتہ ہو گئے ہیں کہ آخرت کو بالکل بھلا بیٹھے ہیں - اللہ کی قدرت کی نشانیوں اور اس کے پاکیزہ کلام پر مشتمل آیتوں سے غافل ہو چکے ہیں، انہیں دنیا کی یہ زندگی ہی اصل زندگی معلوم ہوتی ہے، ان کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا ہے، ان کی آنکھیں بند ہو چکی ہیں اور انہیں اگلی دنیا نظر نہیں آ رہی ہے، اس غفلت کی انہیں سزا بھگتنی پڑے گی۔

﴿٩﴾ ﴿١٠﴾ ان آیتوں میں ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے پاکیزہ لوگوں کیلئے ہدایت اور جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ جسے اللہ ہدایت دے دے، وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا، جہاں وہ ہر وقت اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرے گا اور وہ سانس کی طرح غیر اختیاری طور پر اس کی زبان پر جاری ہوگی، ایک دوسرے کو دیکھ کر سلام کیا کریں گے کیونکہ وہ خود دارالسلام میں ہوں گے اور جب کبھی کسی مجلس اور باہمی گفتگو کا اختتام کریں گے تو ان کی زبان سے نکلنے والا آخری جملہ ”الحمد للہ رب العالمین“ ہوگا ۔ اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

ع ١٠ ٦

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ

طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ ⑪	وَ	اِذَا	مَسَّ	الْاِنْسَانَ	الضُّرُّ	دَعَانَا	لِجَنْۢبِهٖٓ
اپنی سرکشی کے	وہ بھٹکتے رہیں	اور	جب	چھولے	انسان کو	تکلیف	وہ پکارتا ہے ہمیں	اپنے پہلو پر

بھٹکتا ہوا چھوڑ دیں گے۔ ⑪ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پہلو کے بل ، یا بیٹھے

اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى

اَوْ	قَاعِدًا	اَوْ	قَآئِمًا ۚ	فَلَمَّا	كَشَفْنَا	عَنْهُ	ضُرَّهٗ	مَرَّ	كَاَنْ	لَّمْ	يَدْعُنَآ	اِلٰى
یا	بیٹھ کر	یا	کھڑے ہوکر	سو جب	ہم دور کر دیں	اس سے	اس کی تکلیف	وہ گزر جاتا ہے	گویا کہ	نہیں	پکارا اس نے ہمیں	طرف

کھڑے ہر حال میں پکارتا ہے، پھر جب ہم اُس سے وہ تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ یوں گزر جاتا ہے جیسے اُس نے کبھی ہمیں کسی تکلیف کے

ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑫ وَلَقَدْ

ضُرٍّ	مَّسَّهٗ ؕ	كَذٰلِكَ	زُيِّنَ	لِلْمُسْرِفِيْنَ	مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ⑫	وَ	لَقَدْ
تکلیف کے	اسے پہنچی	اسی طرح	مزین کر دیا گیا	حد سے تجاوز کرنے والوں کیلئے	جو کچھ	وہ تھے	کرتے رہے	اور	البتہ یقیناً

پہنچنے پر پکارا ہی نہ تھا ، اسی طرح حد سے تجاوز کرنے والوں کیلئے اُن کے اعمال کو مزین کر دیا جاتا ہے ۔ ⑫ اور یقیناً ہم

اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اَهْلَكْنَا	الْقُرُوْنَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	لَمَّا	ظَلَمُوْا ۙ	وَ	جَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ
ہم نے ہلاک کر دیا	بستیوں کو	سے	تمہارے پہلے	جب	ظلم کیا انہوں نے	اور	آئے ان کے پاس	ان کے پیغمبر

تم سے پہلے بھی بہت سی بستیوں کو ہلاک کر چکے ہیں جبکہ انہوں نے ظلم کیا ، حالانکہ اُن کے پاس اُن کے پیغمبر واضح دلائل

بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ

بِالْبَيِّنٰتِ	وَ	مَا	كَانُوْا	لِيُؤْمِنُوْا ؕ	كَذٰلِكَ	نَجْزِى	الْقَوْمَ
واضح دلائل کے ساتھ	اور	نہ	تھے وہ	کہ ایمان لاتے	اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	ان لوگوں کو جو

لیکر آئے تھے اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے ، مجرم قوم کو ہم اسی طرح سزا

الْمُجْرِمِيْنَ ⑬ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

الْمُجْرِمِيْنَ ⑬	ثُمَّ	جَعَلْنٰكُمْ	خَلٰٓئِفَ	فِى	الْاَرْضِ	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ
جرم کرنے والے	پھر	بنا دیا ہم نے تمہیں	جانشین	بیچ	زمین کے	سے	ان کے پیچھے

دیا کرتے ہیں ۔ ⑬ پھر ہم نے اُن کے بعد زمین میں تمہیں جانشین مقرر کیا ،

⑪ اس آیت مبارکہ میں "مہلت کا قانون" بیان کیا گیا ہے، وہ قانون یہ ہے کہ لوگ تو اپنے لیے شر اور مصیبت کی دعا ایسے کرتے ہیں جیسے خیر کی دعا مانگ رہے ہوں، چنانچہ بہت سارے لوگ اپنے آپ کو بددعائیں اور کوسنے دیتے ہیں مثلاً اللہ کرے کہ میرا ایکسیڈنٹ ہو جائے، میں مر جاؤں وغیرہ، اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی ایسی دعائیں قبول کرنے لگے تو فیصلہ ہو جائے، لیکن وہ مہلت دیتا ہے، نیک لوگ اس سے فائدہ اٹھا کر توبہ اور عمل صالح پر چل پڑتے ہیں اور گناہ گار لوگ اپنی سرکشی میں مزید آگے بڑھتے جاتے ہیں اور آخر کار سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

⑫ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کی متلون مزاجی بیان کی گئی ہے کہ جب کوئی تکلیف اور بیماری آتی ہے تو چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتا اور اس سے دعائیں مانگتا ہے اور جب وہ تکلیف اور بیماری دور ہو جاتی ہے تو اپنے رب کو ایسے فراموش کر دیتا ہے کہ گویا وہ اسے جانتا ہی نہیں ہے اور اس نے اسے کبھی پکارا ہی نہ تھا، اسے انسان کی خود غرضی اور موقع پرستی بھی کہا جا سکتا ہے، یقیناً انسان خود غرض اور موقع پرست ہی واقع ہوا ہے۔

⑬ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ امتوں کے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ پہلی قوموں کے پاس بھی انبیاء کرام واضح دلائل لیکر آتے رہے جن لوگوں نے ظلم، سرکشی اور انکار کی راہ اختیار کی، حق تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، یہ قانون آج بھی موجود ہے اور آج بھی اسی قانون کے مطابق مجرموں کو سزائیں دی جاتی ہیں۔

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ

لِنَنْظُرَ	كَيْفَ	تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾	وَ	اِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	اٰيَاتُنَا	بَيِّنٰتٍ	قَالَ
تاکہ ہم دیکھیں	کیسے	تم عمل کرتے ہو	اور	جب	تلاوت کی جاتی ہیں	اُن پر	آیتیں ہماری	واضح	کہتے ہیں

تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ ﴿١٤﴾ اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ لوگ جنہیں

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا

الَّذِيْنَ	لَا	يَرْجُوْنَ	لِقَآءَنَا	ائْتِ	بِقُرْاٰنٍ	غَيْرِ	هٰذَآ	اَوْ	بَدِّلْهُ	قُلْ	مَا
وہ لوگ جو	نہیں	امید رکھتے	ہماری ملاقات کی	لے آؤ	کوئی قرآن	علاوہ	یہ	یا	بدل دے اسے	تو کہہ	نہیں

ہم سے ملنے کی توقع نہیں ہے، کہتے ہیں کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لیکر آیئے، یا اسی کو بدل دیجئے، آپ فرما دیجئے کہ مجھے

يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى

يَكُوْنُ	لِيْٓ	اَنْ	اُبَدِّلَهٗ	مِنْ	تِلْقَآئِ	نَفْسِيْ	اِنْ	اَتَّبِعُ	اِلَّا	مَا	يُوْحٰٓى
ہے	میرے لئے	یہ کہ	بدل دوں میں اسے	سے	جانب	اپنی ذات کے	نہیں	پیروی کرتا میں	مگر	اس کی جو	وحی کی جاتی ہے

یہ اختیار نہیں ہے کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں ، میں تو صرف اُسی وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس

اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ

اِلَيَّ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	اِنْ	عَصَيْتُ	رَبِّيْ	عَذَابَ	يَوْمٍ	عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾	قُلْ
میری طرف	بیشک میں	ڈرتا ہوں	اگر	نافرمانی کروں میں	اپنے رب کی	عذاب سے	دن	بڑے کے	تو کہہ

بھیجی جاتی ہے ، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے ۔ ﴿١٥﴾ آپ فرما دیجئے

لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ

لَّوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	مَا	تَلَوْتُهٗ	عَلَيْكُمْ	وَ	لَآ	اَدْرٰىكُمْ	بِهٖ	فَقَدْ	لَبِثْتُ	فِيْكُمْ
اگر	چاہتا	اللہ	نہ	میں اس کی تلاوت کرتا	تم پر	اور	نہ	تمہیں دیتا اطلاع	اس کی	تو یقیناً	ٹھہر چکا میں	تمہارے درمیان

کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تمہارے سامنے اِس کی تلاوت کرتا اور نہ ہی تمہیں اس سے باخبر کرتا ، کیونکہ میں تمہارے درمیان اس سے پہلے

عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلٰى

عُمُرًا	مِّنْ	قَبْلِهٖ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلٰى
ایک عمر	سے	پہلے اس کے	تو کیا نہیں	تم عقل رکھتے	تو کون	زیادہ بڑا ظالم	اس سے جو	گھڑ لے	پر

اپنی عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں ، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ﴿١٦﴾ پھر اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر

﴿١٤﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو آباد کرنے اور پہلوں کی جانشینی پچھلوں کو دینے کا اصل سبب بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کی ہر قوم کو ایک موقع ضرور دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی کارکردگی دکھائیں اور کل کو یہ نہ کہہ سکیں کہ اگر ہمیں بھی موقع دیا جاتا تو ہم دنیا کا نظام بدل دیتے، قرآن و سنت کو اس کی روح کے مطابق نافذ کرکے دکھاتے اور ہم اپنے طرزِ حکمرانی سے خود کو حکومت و سلطنت کا اہل ثابت کر دیتے، یہ مواقع بہت سے لوگوں کو بار بار بھی ملتے ہیں لیکن بہت کم لوگ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر پاتے ہیں، جبکہ اکثریت حکومت کے مزوں میں پڑ کر اپنے اصل مقصد سے غافل ہو جاتے ہیں۔

﴿١٥﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کے ایک بیہودہ مطالبے کو رد کیا گیا ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے پاس کوئی دوسرا قرآن لیکر آیئے ، جس میں ہمارے معبودوں کی شان میں گستاخی نہ ہو، ہمارے عقائد اور خیالات کی تردید نہ ہو اور جو چیزیں ہمارے کانوں اور طبیعت پر بوجھ بنتی ہیں، وہ قرآن ان سے خالی ہو، اگر فوری طور پر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم اسی قرآن میں ضروری ترمیم کر دیجئے، اللہ تعالیٰ نے اس کا پہلا جواب اس آیت میں اور دوسرا جواب اگلی آیت میں دیا ہے، پہلا جواب یہ ہے کہ اس قرآن کی جگہ کوئی دوسرا قرآن لانا تو دور کی بات، آپ فرما دیجئے کہ مجھے تو اس موجودہ قرآن میں اپنی طرف سے ترمیم کرنے کا بھی کوئی اختیار نہیں ہے، میری ذمہ داری تو صرف اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی کی پیروی کروں، یہ نہیں کہ اس میں ترمیم اور تحریف کروں، کیونکہ یہ تو بہت بڑا گناہ ہے جس پر بڑے عذاب کا اندیشہ ہے، اس لیے میں تمہارے اس بیہودہ مطالبے کو پورا نہیں کرسکتا۔

﴿١٦﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کو ان کے مشاہدے کے ذریعے لاجواب کیا گیا ہے کہ تم لوگ میری زندگی کے روز و شب، گرم اور سرد، خوشی اور غمی، حسب نسب، خاندان اور قبیلے، اخلاق اور کردار سے بخوبی واقف ہو، میری زندگی تمہارے سامنے کھلی کتاب کی طرح روشن ہے، کیا تم نے مجھے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے، امانت میں خیانت یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے اور کسی انسان کی طرف غلط بات کی نسبت کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ کیا تم نے مجھے کسی استاد سے پڑھتے ہوئے، کسی درسگاہ میں آتے اور جاتے ہوئے یا کاغذ قلم پکڑتے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ کی مرضی یہی ہے کہ میں تمہیں اس کا پاکیزہ کلام پڑھ کر سناؤں اور اس کے عالی شان مضامین سے تمہیں آگاہ کروں، اگر اللہ کی مرضی نہ ہوتی تو میں یہ کام کبھی نہ کرسکتا تھا، اس لیے تمہیں اپنی عقل سے کام لینا چاہیے۔

اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَيَعْبُدُوْنَ

اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ	كَذَّبَ	بِاٰيٰتِهٖ	اِنَّهٗ	لَا	يُفْلِحُ	الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾	وَ	يَعْبُدُوْنَ
اللہ کے	جھوٹ	یا	جھٹلائے	اس کی آیتوں کو	بیشک وہ	نہیں	کامیاب ہوتے	جرم کرنے والے	اور	عبادت کرتے ہیں

جھوٹ باندھے یا اُس کی آیتوں کی تکذیب کرے ، بیشک مجرم کامیاب نہیں ہوتے ۔ ﴿۱۷﴾ اور وہ اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ

مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مَا	لَا	يَضُرُّهُمْ	وَ	لَا	يَنْفَعُهُمْ	وَ	يَقُوْلُوْنَ	هٰٓؤُلَاۗءِ
سے	علاوہ	اللہ کے	وہ جو	نہیں	نقصان پہنچا سکتے انہیں	اور	نہ	نفع پہنچا سکتے ہیں انہیں	اور	کہتے ہیں	یہ لوگ

ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع ، اور کہتے ہیں کہ یہ

شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ

شُفَعَاۗؤُنَا	عِنْدَ	اللّٰهِ	قُلْ	اَتُنَبِّـُٔوْنَ	اللّٰهَ	بِمَا	لَا	يَعْلَمُ	فِي	السَّمٰوٰتِ
ہماری سفارش کرنے والے	نزدیک	اللہ کے	تو کہہ	کیا تم بتا رہے ہو	اللہ کو	وہ جو	نہیں	جانتا وہ	بیچ	آسمانوں کے

اللہ کے یہاں ہماری سفارش کریں گے ، اے نبی ! (ﷺ) ، آپ فرما دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی کوئی بات بتانا چاہتے ہو جو وہ آسمانوں

وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ

وَ	لَا	فِي	الْاَرْضِ	سُبْحٰنَهٗ	وَ	تَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾	وَ	مَا	كَانَ	النَّاسُ
اور	نہ	بیچ	زمین کے	پاک ہے وہ	اور	برتر	اس سے جو	یہ شرک کرتے ہیں	اور	نہیں	تھے	لوگ

اور زمین میں نہیں جانتا ؟ وہ اُن تمام چیزوں سے پاک اور برتر ہے جنہیں وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں ۔ ﴿۱۸﴾ اور تمام لوگ

اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اِلَّآ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً	فَاخْتَلَفُوْا	وَ	لَوْ	لَا	كَلِمَةٌ	سَبَقَتْ	مِنْ	رَّبِّكَ
مگر	امت	ایک ہی	پھر اختلاف کرنے لگے	اور	اگر	نہ	ایک بات	پہلے ہو چکی ہوتی	سے	تیرے رب کے

ایک ہی امت تھے ، پھر وہ اختلاف کرنے لگے ، اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

لَقُضِيَ	بَيْنَهُمْ	فِيْمَا	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾	وَ	يَقُوْلُوْنَ	لَوْلَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْهِ
البتہ فیصلہ ہو جاتا	ان کے درمیان	اس میں جو	اس میں	وہ اختلاف کرتے ہیں	اور	کہتے ہیں	کیوں نہیں	نازل کی گئی	اس پر

تو اُن کے درمیان اُن چیزوں میں فیصلہ کر دیا جاتا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ۔ ﴿۱۹﴾ اور کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے

﴿۱۷﴾ اس آیت مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے، ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کرے اور دوسرا وہ جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے، یہ ان مشرکوں کو سنایا گیا جو نبی ﷺ سے قرآن کریم میں تبدیلی اور تحریف کا مطالبہ کرتے تھے، سو واضح کر دیا گیا کہ یہ تو بہت بڑا ظلم ہے اور میں ایسا ظلم ہرگز نہیں کر سکتا۔

﴿۱۸﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کے ایک فاسد اور باطل نظریئے کی تردید کی گئی ہے، وہ غیر اللہ کی عبادت اور پوجا کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کے یہ بت اور مجسمے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کی سفارش کریں گے اور انہیں نجات دلائیں گے ، سوال یہ ہے کہ کیا یہ لوگ اللہ کو کوئی ایسی بات بتانا چاہتے ہیں جو معاذ اللہ اس کے علم سے باہر ہے؟ یہ کیسی بیہودہ بات ہے کہ اللہ کے علم کامل و ازلی سے اتنی بڑی بات مخفی رہ گئی ہو کہ اس نے فلاں فلاں کو اپنی بارگاہ میں سفارش کرنے کا اختیار دے رکھا ہے جس کی بناء پر وہ عبادت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ العیاذ باللہ

﴿۱۹﴾ اس آیت مبارکہ میں عقیدۂ توحید کو تمام ادیان و مذاہب کا مشترکہ اور مسلمہ قانون قرار دیا گیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر لوگوں کے عقائد میں تبدیلی آ گئی اور توحید کی جگہ بت پرستی اور کفر و شرک نے لے لی ، یوں لوگوں میں اختلافات نے جنم لیا، یہ اختلافات بآسانی ختم کیے جا سکتے تھے اور ان کا فیصلہ کیا جا سکتا تھا لیکن اللہ نے اس کا جو وقت مقرر فرمایا ہے، وہ ابھی نہیں آیا، مقررہ وقت پر اس کا فیصلہ بھی ہو جائیگا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر؟

اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ

اٰیَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ ۚ	فَقُلْ	اِنَّمَا	الْغَیْبُ	لِلّٰهِ	فَانْتَظِرُوْا ۚ	اِنِّیْ	مَعَكُمْ	مِّنَ
کوئی نشانی	سے	اس کے رب کے	تو تُو کہہ	وہ تو صرف	غیب	اللہ ہی کیلئے	تو تم انتظار کرو	بیشک میں	تمہارے ساتھ	سے

کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری جاتی ؟ سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے ، اس لئے تم انتظار کرو ، میں بھی تمہارے ساتھ

الْمُنْتَظِرِیْنَ ۚ ۲۰ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ

ع ۱۰ / ۲

الْمُنْتَظِرِیْنَ ۲۰	وَ	اِذَآ	اَذَقْنَا	النَّاسَ	رَحْمَةً	مِّنْ	بَعْدِ	ضَرَّآءَ
انتظار کرنے والوں کے	اور	جب	ہم چکھائیں	لوگوں کو	رحمت	سے	پیچھے	تکلیف کے

انتظار کرتا ہوں ۔ [۲۰]　اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ اُس تکلیف کے بعد "جو انہیں پہنچی ہو"

مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْٓ اٰیَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا

مَسَّتْهُمْ	اِذَا	لَهُمْ	مَّكْرٌ	فِیْٓ	اٰیَاتِنَا ؕ	قُلِ	اللّٰهُ	اَسْرَعُ	مَكْرًا ؕ	اِنَّ	رُسُلَنَا
پہنچی انہیں	اسی وقت	ان کیلئے	تدبیر	بیچ	ہماری آیتوں کے	تو کہہ	اللہ	زیادہ جلدی والا	تدبیر کرنے میں	بیشک	ہمارے قاصد

چکھائیں تو اُسی وقت وہ ہماری آیتوں کے متعلق مکر کرنے لگتے ہیں ، آپ فرما دیجئے کہ اللہ سب سے تیز تدبیر کرنے والا ہے ، ہمارے فرشتے

یَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۲۱ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

یَكْتُبُوْنَ	مَا	تَمْكُرُوْنَ ۲۱	هُوَ	الَّذِیْ	یُسَیِّرُكُمْ	فِیْ	الْبَرِّ	وَ	الْبَحْرِ ؕ
لکھ رہے ہیں	وہ جو	تم تدبیر کرتے ہو	وہ	وہی جو	تمہیں چلاتا ہے	بیچ	خشکی کے	اور	سمندر کے

وہ سب لکھ رہے ہیں جو تم مکر کرتے ہو ۔ [۲۱]　اللہ وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں سیر کرواتا ہے ،

حَتّٰیٓ اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا

حَتّٰیٓ	اِذَا	كُنْتُمْ	فِیْ	الْفُلْكِ ۚ	وَ	جَرَیْنَ	بِهِمْ	بِرِیْحٍ	طَیِّبَةٍ	وَّ	فَرِحُوْا
یہاں تک کہ	جب	تم ہو	بیچ	کشتیوں کے	اور	چلیں وہ	ان کے ساتھ	ساتھ ہوا کے	عمدہ	اور	خوش ہوں وہ

یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہو ، اور کشتیاں انہیں پاکیزہ ہوا کے ساتھ لیکر چلیں اور وہ اس پر

بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ

بِهَا	جَآءَتْهَا	رِیْحٌ	عَاصِفٌ	وَّ	جَآءَهُمُ	الْمَوْجُ	مِنْ	كُلِّ	مَكَانٍ
اس پر	آتے اس پر	ایک ہوا	تند	اور	آئے ان پر	لہر پانی کی	سے	ہر	جگہ کے

مسرور ہوں اچانک اُن پر ایک تند ہوا آپہنچے ، ہر طرف سے ایک موج اُن پر آ پڑے

[۲۰] اس آیتِ مبارکہ میں فرمائشی معجزات کے مطالبے پر مشرکین مکہ کو جواب دیا گیا ہے کہ معجزہ دراصل اللہ کا فعل ہوتا ہے جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے، اور اللہ کا فعل کب ظاہر ہوگا، اس کا تعلق غیب سے ہے اور غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، اس لیے تم ابھی انتظار کرو، میں بھی انتظار کروں گا۔

[۲۱] اس آیت مبارکہ میں لوگوں کا مکر اور حیلہ سازی بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے حوالے سے مکر و فریب اور حیلہ سازی کرتے ہیں، وہ بھول جاتے ہیں کہ ان سے زیادہ بہتر تدبیر اللہ کی ہے، جس قدر سرعت اور تیزی سے وہ اپنی تدبیر نافذ کرتا ہے، اس کا تصور بھی محال ہے اور ان کی ہر تدبیر اللہ کے فرشتے لکھ رہے ہیں، جس میں کمی بیشی اور غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ

وَ	ظَنُّوْٓا	اَنَّهُمْ	اُحِيْطَ	بِهِمْ ۙ	دَعَوُا	اللّٰهَ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ	الدِّيْنَ ۚ	لَئِنْ
اور	سمجھیں وہ	یہ کہ بیشک وہ	گھیر لیا گیا	انہیں	پکارنے لگے وہ	اللہ کو	خالص کرنے والے	اس کیلئے	دین کو	البتہ اگر

اور وہ سمجھ جائیں کہ اب وہ گھر گئے تو وہ بندگی کو اللہ کیلئے خالص کرتے ہوئے اُسی کو پکارتے ہیں کہ اگر

اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا

اَنْجَيْتَنَا	مِنْ	هٰذِهٖ	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الشّٰكِرِيْنَ ٢٢	فَلَمَّآ	اَنْجٰىهُمْ	اِذَا
تونے ہمیں نجات دی	سے	یہ	البتہ ضرور ہوں گے ہم	سے	شکر کرنے والوں کے	پھر جب	اس نے نجات دی انہیں	اسی وقت

تو نے ہمیں اِس مشکل سے بچالیا تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے رہیں گے۔ ٢٢ پھر جب اللہ اُنہیں نجات عطا فرما دے تو اُسی وقت

هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ

هُمْ	يَبْغُوْنَ	فِى	الْاَرْضِ	بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنَّمَا	بَغْيُكُمْ
وہ	سرکشی کرتے ہیں	بیچ	زمین کے	علاوہ حق کے	اے	لوگو!	وہ تو صرف	تمہاری سرکشی

وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں ، اے لوگو! تمہاری سرکشی کا نقصان تمہاری

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ

عَلٰٓى	اَنْفُسِكُمْ ۙ	مَّتَاعَ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۡ	ثُمَّ	اِلَيْنَا	مَرْجِعُكُمْ	فَنُنَبِّئُكُمْ
پر	تمہاری جانوں کے	سامان	زندگی کا	دنیا کی	پھر	ہماری طرف	تمہارا لوٹنا	سو ہم بتادیں گے تمہیں

اپنی ذات کو ہوگا ، یہ دنیاوی زندگی کا سازوسامان ہے ، پھر تمہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، سوہم تمہیں بتا دیں گے

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ

بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ٢٣	اِنَّمَا	مَثَلُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	كَمَآءٍ	اَنْزَلْنٰهُ	مِنَ
وہ جو	تم تھے	عمل کرتے رہے	وہ تو صرف	مثال	زندگی کی	دنیا کی	جیسے پانی	نازل کیا ہم نے اسے	سے

جو کچھ تم کرتے رہے تھے ۔ ٢٣ دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسے ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی

السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ

السَّمَآءِ	فَاخْتَلَطَ	بِهٖ	نَبَاتُ	الْاَرْضِ	مِمَّا	يَاْكُلُ	النَّاسُ	وَالْاَنْعَامُ ۭ
آسمان کے	سو مل گیا	اس کے ساتھ	سبزہ	زمین کا	اس سے جو	کھاتے ہیں	لوگ	اور چوپائے

نازل کیا ، پھر اُس سے زمین کا ملا جلا سبزہ نکلا، جس میں سے انسان اور جانور کھاتے ہیں ،

٢٢ ٢٣ ان آیتوں میں اللہ کی قدرت بیان کی گئی ہے اور یہ کہ سخت آزمائش اور مصیبت کے وقت مشرکین بھی اسی کو پکارتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بروبحر میں پیش آنے والی مصیبتوں سے انہیں بچانے والا اللہ کے علاوہ کوئی نہیں، جب وہ مصیبت میں گھر جاتے ہیں اور انہیں اندازہ ہوجاتا ہے کہ اب پکڑے گئے تو دل کی گہرائیوں سے وہ اللہ ہی کو مدد کیلئے پکارتے اور اس سے عہد و پیمان کرتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ مصیبت ٹلنے کے بعد وہ اپنے اس عہد و پیمان پر قائم نہیں رہتے اور دنیا کے ساز و سامان اور آرام و راحت میں پڑ کر اپنے رب کو بھلا دیتے ہیں جس کا نقصان خود انہی کو ہوگا اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے وقت انہیں سب کچھ بتادیا جائیگا۔

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ

حَتّٰٓى	اِذَآ	اَخَذَتِ	الْاَرْضُ	زُخْرُفَهَا	وَازَّيَّنَتْ	وَ	ظَنَّ	اَهْلُهَآ	اَنَّهُمْ
یہاں تک کہ	جب	پکڑلی	زمین نے	اپنی رونق	اورآراستہ ہوگئی وہ	اور	سمجھنے لگے	زمین والے	کہ بیشک وہ

یہاں تک کہ جب زمین اپنی رونق کو حاصل کرلے اور وہ مزین ہوجائے، اور زمین والے یہ سمجھنے لگیں کہ وہ

قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا

قٰدِرُوْنَ	عَلَيْهَآ ۙ	اَتٰىهَآ	اَمْرُنَا	لَيْلًا	اَوْنَهَارًا	فَجَعَلْنٰهَا	حَصِيْدًا
قدرت والے	اس پر	آیااس پر	ہماراحکم	رات کو	یا دن کو	سوہم نے کردیااسے	کٹاہواڈھیر

اُس پر قدرت رکھتے ہیں تو رات یا دن کے کسی حصے میں اُس پر ہمارا حکم آپہنچتا ہے اور ہم اُسے کٹاہوا ڈھیر بنا دیتے ہیں،

كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

كَاَنْ	لَّمْ	تَغْنَ	بِالْاَمْسِ ؕ	كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ
گویا کہ	نہ	تھاوہ	گزشتہ کل	اسی طرح	ہم تفصیل کرتے ہیں	آیتوں کی	ان لوگوں کیلئے جو

گویا کہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھا، غوروفکر کرنے والوں کیلئے اسی طرح ہم اپنی آیتیں تفصیل کے ساتھ

يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾	وَ	اللّٰهُ	يَدْعُوْٓا	اِلٰى	دَارِ	السَّلٰمِ ؕ	وَ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ
غوروفکر کرتے ہیں	اور	اللہ	دعوت دیتا ہے	طرف	گھر کے	سلامتی والے	اور	رہنمائی کرتا ہے	جس کی	وہ چاہتا ہے

بیان کرتے ہیں۔ ﴿٢٤﴾ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٥﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ

اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٥﴾	لِلَّذِيْنَ	اَحْسَنُوا	الْحُسْنٰى	وَ	زِيَادَةٌ ؕ
طرف	راستے کے	سیدھے	ان لوگوں کیلئے جو	نیکی کی انہوں نے	اچھابدلہ	اور	مزید

ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔ ﴿٢٥﴾ جن لوگوں نے نیکی کی، اُن کیلئے اچھا بدلہ ہے اور مزید اضافہ بھی،

وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ

وَ	لَا	يَرْهَقُ	وُجُوْهَهُمْ	قَتَرٌ	وَّ	لَا	ذِلَّةٌ ؕ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ ۚ	هُمْ
اور	نہیں	چڑھے گی	ان کے چہروں پر	سیاہی	اور	نہ	ذلت	وہی لوگ	ساتھی	جنت کے	وہ

نیز اُن کے چہروں پر سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت، یہی لوگ اہل جنت ہیں، وہ

﴿٢٤﴾ اس آیت مبارکہ میں دنیوی زندگی کی حقیقت ایک مثال سے بیان کی گئی ہے تاکہ اس زندگی پر فریفتہ ہونے والے اس کی حقیقت سے واقف ہوں اور اس کے دھوکے سے نکلنے کی کوشش کریں، انہیں چاہیے کہ آسمان سے برسنے والے پانی پر غور کریں کہ جب یہ پانی زمین کے پیٹ میں اترتا ہے تو بڑی رونق اگاتا ہے، زمین سبزے اور ہریالی سے لہلہانے لگتی ہے، زمین والے اسے اپنی مکمل قدرت اور دسترس میں دیکھتے ہیں، جبکہ اللہ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ انہیں اپنی قدرت اور ان کی بے بسی دکھادے، چنانچہ کوئی ناگہانی آفت آتی ہے اور وہ ساری رونق اور رعنائی ختم ہوجاتی ہے، فصل ایسی برباد ہوتی ہے کہ گویا یہاں کچھ بھی نہ تھا اور زمین والے اپنی بے بسی اور محرومی پر ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں، اسی طرح دنیا کی زیب وزینت اور رونق سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ رونق اور زیب وزینت ہمیشہ رہنے والی ہے، لیکن جب اللہ کو منظور ہوگا اور یہ تمام رعنائیاں جھاگ کی طرح بیٹھ جائیں گی، تب انسان پر حقیقت کھلے گی اور وہ افسوس کرے گا، اُس وقت افسوس اور حسرت سے اسے کچھ فائدہ نہ ہوگا، خوش نصیب ہے وہ شخص جو کل کے افسوس اور حسرت سے بچنے کیلئے آج کے دھوکے سے بچ جائے۔

﴿٢٥﴾ اس آیت مبارکہ میں دارالسلام کی طرف حق تعالیٰ کے دعوت دینے اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے، صراط مستقیم وہ سیدھا اور صاف ستھرا راستہ ہے جس میں کوئی موڑ اور بھول بھلیاں نہیں ہیں، اس میں خطرناک جنگل اور بیابان صحراء نہیں ہیں، اس میں کوئی ویرانہ اور ہلاکت نہیں ہے، جو اس راستے پر چلتا ہے، وہ منزل پر ضرور پہنچتا ہے، وہی منزل جس کی اللہ دعوت دیتا ہے یعنی دارالسلام سلامتی کا گھر، جنت، کامیاب ہیں وہ لوگ جو صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے دارالسلام تک پہنچ جائیں۔

فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيۡنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ

فِيۡهَا	خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۶﴾	وَ	الَّذِيۡنَ	كَسَبُوا	السَّيِّاٰتِ	جَزَآءُ	سَيِّئَةٍۭ
اُسمیں	ہمیشہ رہنے والے	اور	وہ لوگ جو	کمایا انہوں نے	برائیاں	بدلہ ہے	برائی کا

اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔ ﴿۲۶﴾ اور جن لوگوں نے گناہ کمائے ، اُن کیلئے اُسی کے مثل برائی کا

بِمِثۡلِهَا ۙ وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ

بِمِثۡلِهَا ۙ	وَ	تَرۡهَقُهُمۡ	ذِلَّةٌ ؕ	مَا	لَهُمۡ	مِّنَ	اللّٰهِ	مِنۡ	عَاصِمٍ ۚ	كَاَنَّمَاۤ
اتنا ہی	اور	چھارہی ہوگی ان پر	ذلت	نہیں	ان کیلئے	سے	اللہ کے	سے	کوئی بچانے والا	گویا کہ

بدلہ ہو گا اور اُن پر ذلت چھا جائے گی ، انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا ، یوں معلوم ہو گا کہ

اُغۡشِيَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ قِطَعًا مِّنَ الَّيۡلِ مُظۡلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ

اُغۡشِيَتۡ	وُجُوۡهُهُمۡ	قِطَعًا	مِّنَ	الَّيۡلِ	مُظۡلِمًا ؕ	اُولٰٓئِكَ	اَصۡحٰبُ
ڈھانپ دیئے گئے	ان کے چہرے	ٹکڑوں سے	سے	رات کے	تاریک	وہی لوگ	ساتھی

اُن کے چہروں پر اندھیری رات کے ٹکڑے چھاگئے ہیں ، وہی لوگ اہل

النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ

النَّارِ ۚ	هُمۡ	فِيۡهَا	خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷﴾	وَ	يَوۡمَ	نَحۡشُرُهُمۡ	جَمِيۡعًا	ثُمَّ	نَقُوۡلُ
جہنم کے	وہ	اُسمیں	ہمیشہ رہنے والے	اور	جس دن	ہم انہیں جمع کریں گے	سب کو	پھر	ہم کہیں گے

جہنم ہیں ، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔ ﴿۲۷﴾ اور جس دن ہم اُن سب کو اکٹھے جمع کریں گے ، پھر ہم شرک کرنے

لِلَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا مَكَانَكُمۡ اَنۡتُمۡ وَشُرَكَآؤُكُمۡ ۚ فَزَيَّلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَقَالَ

لِلَّذِيۡنَ	اَشۡرَكُوۡا	مَكَانَكُمۡ	اَنۡتُمۡ	وَ	شُرَكَآؤُكُمۡ ۚ	فَزَيَّلۡنَا	بَيۡنَهُمۡ	وَ	قَالَ
ان لوگوں سے	شرک کیا انہوں نے	اپنی جگہ رہو	تم	اور	تمہارے شرکاء	پھر ہم توڑ دیں گے	ان کے درمیان	اور	کہیں گے

والوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شرکاء اپنی اپنی جگہ پر ہی رہو ، پھر ہم اُن کے درمیان کا تعلق توڑ دیں گے اور اُن کے شرکاء بھی

شُرَكَآؤُهُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ اِيَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنَنَا

شُرَكَآؤُهُمۡ	مَّا	كُنۡتُمۡ	اِيَّانَا	تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۸﴾	فَكَفٰى	بِاللّٰهِ	شَهِيۡدًاۢ	بَيۡنَنَا
ان کے شرکاء	نہیں	تھے تم	خاص ہماری	عبادت کرتے رہے تم	سو کافی ہے	اللہ	گواہی دینے والا	ہمارے درمیان

کہنے لگیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے ۔ ﴿۲۸﴾ سو اللہ ہمارے درمیان گواہ بننے کیلئے

﴿۲۶﴾ اس آیت مبارکہ میں نیکی کرنے والوں کیلئے اچھے بدلے کے ساتھ "مزید" کا وعدہ بھی کیا گیا ہے، اس مزید سے کیا مراد ہے؟ احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ سلف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد حق تعالیٰ کا دیدار اور زیارت ہے، یہ ایک ایسی نعمت ہے جس سے بڑی نعمت نہیں ہوسکتی اور یہ ایک ایسی عزت ہے جس سے بڑی عزت نہیں ہوسکتی، یہ ایک ایسا حسن ہے جس کے بعد کوئی حسن نہیں ہو سکتا ، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے اپنے دیدار سے شادکام کردے۔

﴿۲۷﴾ اس آیت مبارکہ میں گناہ گاروں کے چہروں پر چھا جانے والی سیاہی اور ذلت و رسوائی کا ذکر کیا گیا ہے جس سے اُن کے گناہوں کی نحوست ظاہر ہوگی، یوں معلوم ہو گا کہ اندھیری رات کے ٹکڑے ان کے چہروں پر چھائے ہوئے ہیں، اُسی دن کی روسیاہی اور ذلت سے بچنے کا واحد راستہ صراطِ مستقیم ہی ہے۔

﴿۲۸﴾ ﴿۲۹﴾ ان آیتوں میں میدانِ حشر کی افراتفری اور عابد و معبود، حبیب اور محبوب کے درمیان جدائی کا ذکر کیا گیا ہے، اُس دن مشرکوں اور ان کے تمام باطل معبودوں کو جمع کیا جائیگا، کسی کو اپنی جگہ چھوڑنے کی اجازت نہ ہوگی،

وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ

وَ	بَيْنَكُمْ	اِنْ	كُنَّا	عَنْ	عِبَادَتِكُمْ	لَغٰفِلِيْنَ﴿۲۹﴾	هُنَالِكَ	تَبْلُوْا	كُلُّ	نَفْسٍ
اور	تمہارے درمیان	بیشک	ہم تھے	سے	تمہاری عبادت کے	البتہ بے خبر لوگ	وہیں	جانچ لے گا	ہر	نفس

کافی ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے ۔ ﴿۲۹﴾ وہاں پہنچ کر ہر نفس اُس چیز کو جانچ لے گا ،

مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

مَّآ	اَسْلَفَتْ	وَ	رُدُّوْٓا	اِلَى	اللّٰهِ	مَوْلٰىهُمُ	الْحَقِّ	وَ	ضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا
وہ جو	اس نے آگے بھیجا	اور	لوٹا دیے جائیں گے وہ	طرف	اللہ کے	آقا اُن کا	حقیقی	اور	گم ہوگئیں	ان سے	وہ جو

جو اُس نے آگے بھیجی ہوگی اور اُنہیں اللہ کی طرف لوٹا دیا جائیگا جو کہ اُن کا حقیقی آقا ہے ، اور اُن سے وہ چیزیں گم ہو جائیں گی جو

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ

كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ﴿۳۰﴾	قُلْ	مَنْ	يَّرْزُقُكُمْ	مِّنَ	السَّمَآءِ	وَالْاَرْضِ	اَمَّنْ
تھے وہ	گھڑتے رہے	تو کہہ	کون	تمہیں رزق دیتا ہے	سے	آسمان کے	اور زمین کے	یا کون

وہ گھڑا کرتے تھے ۔ ﴿۳۰﴾ (اے نبی ! ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ کون ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے ؟ یا کون ہے

يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ

يَّمْلِكُ	السَّمْعَ	وَ	الْاَبْصَارَ	وَ	مَنْ	يُّخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَ	يُخْرِجُ
مالک ہے	کانوں کا	اور	آنکھوں کا	اور	کون	نکالتا ہے	زندہ کو	سے	مردہ کے	اور	نکالتا ہے

جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے ؟ اور کون ہے جو زندہ کو مُردہ سے اور مُردہ کو

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا

الْمَيِّتَ	مِنَ	الْحَيِّ	وَ	مَنْ	يُّدَبِّرُ	الْاَمْرَ ؕ	فَسَيَقُوْلُوْنَ	اللّٰهُ ۚ	فَقُلْ	اَفَلَا
مردہ کو	سے	زندہ کے	اور	کون	تدبیر کرتا ہے	معاملات کی	سو عنقریب کہیں گے وہ	اللہ	تو تُو کہہ	تو کیوں نہیں

زندہ سے نکالتا ہے ؟ اور کون ہے جو معاملات کی تدبیر کرتا ہے ؟ تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ ، سو آپ فرما دیجئے کہ پھر تم ڈرتے

تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا

تَتَّقُوْنَ﴿۳۱﴾	فَذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمُ	الْحَقُّ ۚ	فَمَاذَا	بَعْدَ	الْحَقِّ	اِلَّا
تم ڈرتے ہو	سو یہی تمہارا	اللہ	رب تمہارا	حقیقی	سو کیا ہے وہ	پیچھے	حق کے	سوائے

کیوں نہیں ہو ؟ ﴿۳۱﴾ سو یہ ہے تمہارا اللہ ، تمہارا حقیقی رب ، تو اب حق کے بعد گمراہی کے علاوہ

اس دن ان کے درمیان ایسی دراڑ پڑے گی کہ ایک دوسرے سے رسی تڑوا کر بھاگتے دکھائی دیں گے ، معبودانِ باطلہ اس بات سے انکار کر دیں گے کہ تم ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور اللہ کو گواہ بنا کر کہیں گے کہ ہمیں تو اس بات کی خبر ہی نہ تھی کہ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر ہماری عبادت کرتے ہو ، اور نہ ہی ہم نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا اور مشرکین انہیں موردِ الزام ٹھہرئیں گے ، لیکن اس تکرار سے دونوں میں سے کسی فریق کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ع ۸

﴿۳۰﴾ اس آیت مبارکہ میں میدانِ حشر کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ ہر نفس اپنے اعمال کی جانچ پڑتال خود ہی کر لے گا ، اس کا نامۂ اعمال حاضر ہوگا اور اس میں کوئی چھوٹی بڑی چیز نہ کم ہوئی ہوگی اور نہ زیادہ ، اس وقت کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی اور انہیں ان کے معبودِ حقیقی کے سامنے پیش کر دیا جائیگا ، اُس وقت کیلئے انسان کو تیاری کرنی چاہیے جب وہ خود اپنا محاسبہ کرے گا ، بہتر ہے کہ دنیا میں اپنے محاسبے کی فکر کر لے۔

﴿۳۱﴾ ﴿۳۲﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات بیان کر کے فرمایا گیا ہے کہ جس ذات میں یہ صفات اور کمالات موجود ہیں ، وہی اللہ ہے ، وہی تمہارا حقیقی رب ہے ، فاسق اور نا فرمان لوگوں کے متعلق تو پہلے سے طے ہو چکا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ،=

الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى

الضَّلٰلُ ۚ	فَاَنّٰى	تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾	كَذٰلِكَ	حَقَّتْ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	عَلَى
گمراہی کے	تو کہاں	پھرے جاتے ہو تم	اسی طرح	ثابت ہوگئی	بات	تیرے رب کی	پر

کیا رہ جاتا ہے ؟ پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو ؟ ﴿٣٢﴾ اسی طرح آپ کے رب کی بات اُن لوگوں پر پوری ہوگئی

الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ

الَّذِيْنَ	فَسَقُوْٓا	اَنَّهُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾	قُلْ	هَلْ	مِنْ	شُرَكَآئِكُمْ	مَّنْ
ان لوگوں کے جو	نافرمان ہوئے	کہ بیشک وہ	نہیں	ایمان لائیں گے	تو کہہ	کیا	سے	تمہارے شرکاء کے	وہ جو

جنہوں نے نافرمانی کی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ۔ ﴿٣٣﴾ (اے نبی ! صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرمادیجئے کہ کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے جو

يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى

يَّبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ ؕ	قُلِ	اللّٰهُ	يَبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ	فَاَنّٰى
پہلی مرتبہ کرے	پیدا کرنا	پھر	دوبارہ اسے لوٹائے	تو کہہ	اللہ	پہلی مرتبہ کرتا ہے	پیدا کرنا	پھر	دوبارہ اسے لوٹائے گا	تو کہاں

مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرکے پھر اسے دوبارہ لوٹا سکے ؟ آپ فرمادیجئے کہ اللہ ہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا تو تم کہاں

تُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ

تُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٤﴾	قُلْ	هَلْ	مِنْ	شُرَكَآئِكُمْ	مَّنْ	يَّهْدِيْٓ	اِلَى	الْحَقِّ ؕ	قُلِ
تم بہکے جاتے ہو	تو کہہ	کیا	سے	تمہارے شرکاء کے	وہ جو	رہنمائی کرے	طرف	حق کے	تو کہہ

بہکے جارہے ہو؟ ﴿٣٤﴾ (اے نبی ! صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرمادیجئے کہ کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرسکے؟ آپ فرمادیجئے

اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ

اللّٰهُ	يَهْدِيْ	لِلْحَقِّ ؕ	اَفَمَنْ	يَّهْدِيْٓ	اِلَى	الْحَقِّ	اَحَقُّ	اَنْ	يُّتَّبَعَ
اللہ	رہنمائی کرتا ہے	حق کی	تو کیا وہ جو	رہنمائی کرتا ہے	طرف	حق کے	زیادہ حقدار	یہ کہ	پیروی کیا جائے

کہ اللہ ہی حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے، تو کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرسکتا ہو وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے

اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٥﴾

اَمَّنْ	لَّا	يَهِدِّيْٓ	اِلَّآ	اَنْ	يُّهْدٰى ۚ	فَمَا لَكُمْ	كَيْفَ	تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٥﴾
یا وہ جو	نہ	راستے پر ہو	مگر	یہ کہ	رہنمائی کیا جائے وہ	سو کیا ہوا تمہیں	کیسے	تم فیصلہ کرتے ہو

یا وہ جو خود راہ پر نہ ہو ، سوائے اس کے کہ کوئی اُس کی رہنمائی کرے ؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟ تم کیسا فیصلہ کرتے ہو ؟ ﴿٣٥﴾

=لیکن کوئی ان سے یہ سوال پوچھے کہ تمہیں زمین و آسمان سے رزق کون فراہم کرتا ہے؟ تمہاری آنکھوں اور کانوں پر کس کا اختیار چلتا ہے؟ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے کون نکالتا ہے؟ مسلمان سے کافر کو اور کافر سے مسلمان کو کون نکالتا ہے؟ اور زمین وآسمان کے ہر چھوٹے بڑے، ظاہری اور مخفی معاملے کی تدبیر کون کرتا ہے؟ ان تمام سوالوں کا جواب ان کے پاس بھی یہی ہے کہ یہ تمام صفات اللہ کی ہیں اور وہی یہ سارے کام کرتا ہے، یہ حق ہے اور جب حق کو قبول نہ کیا جائے تو اس کے پیچھے گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں بچتا۔

﴿٣٤﴾ اس آیت مبارکہ میں یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ مخلوق کو پہلی مرتبہ کس نے پیدا کیا اور دوبارہ اسے کون پیدا کرے گا؟ پھر خود ہی اس کا جواب دیا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور میں اتنی طاقت نہیں ہے، تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر کہاں بہکے جارہے ہو؟

﴿٣٥﴾ اس آیت مبارکہ میں دو سوال پوچھے گئے ہیں اور ان کے جواب دیئے گئے ہیں، پہلا سوال یہ ہے کہ کیا تمہارے معبودوں میں سے کوئی اتنی صلاحیت رکھتا ہے کہ حق کی طرف رہنمائی کرسکے؟ دوسرا سوال یہ کہ پیروی کس کی ہونی چاہیے؟ اس کی جو دوسروں کی رہنمائی کرسکے یا اُس کی جو خود محتاج ہدایت و رہنمائی ہو؟ ان میں سے پہلے سوال کا جواب ہی دوسرے سوال کا جواب بن جاتا ہے، جب یہ طے شدہ ہے کہ حق کی طرف رہنمائی اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں کرسکتا تو پھر یہ بھی طے ہے کہ پیروی بھی اللہ کی ہونی چاہیے، نہ کہ ان بے بس لوگوں کی جو دوسروں کو تو کیا ہدایت دیتے، خود راستہ دیکھنے سے بھی عاجز ہیں، تعجب ہے کہ تم لوگ کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا ان کے پیچھے چل کر تم کوئی فائدہ حاصل کرسکتے ہو؟ یا کسی نقصان سے خود کو بچا سکتے ہو؟ کیا ہدایت اور رہنمائی سے محروم یہ بے بس مجسمے عبادت کے مستحق ہو سکتے ہیں؟

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ

وَ	مَا	يَتَّبِعُ	اَكْثَرُهُمْ	اِلَّا	ظَنًّا ؕ	اِنَّ	الظَّنَّ	لَا	يُغْنِيْ	مِنَ	الْحَقِّ	شَيْـًٔا ؕ
اور	نہیں	پیروی کرتے	ان میں سے اکثر	مگر	گمان کی	بیشک	گمان	نہیں	کام دیتا	سے	حق کے	کچھ بھی

اور اُن میں سے اکثر لوگ تو اندازے پر ہی چل رہے ہیں ، بیشک اندازے حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتے ،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى

اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌۢ	بِمَا	يَفْعَلُوْنَ ۝	وَ	مَا	كَانَ	هٰذَا	الْقُرْاٰنُ	اَنْ	يُّفْتَرٰى
بیشک	اللہ	خوب جاننے والا	اسے جو	وہ کرتے ہیں	اور	نہیں	ہے	یہ	قرآن	یہ کہ	گھڑلیا جائے

بیشک اللہ وہ کام خوب جانتا ہے جو وہ کر رہے ہیں ۔ ۳۶ اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ

مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	وَ	لٰكِنْ	تَصْدِيْقَ	الَّذِيْ	بَيْنَ	يَدَيْهِ	وَ	تَفْصِيْلَ
سے	علاوہ	اللہ کے	اور	لیکن	تصدیق	اس کی جو	درمیان	اس کے دونوں ہاتھوں کے	اور	تفصیل

اُسے کوئی گھڑلے ، لیکن یہ پہلی کتابوں کی تصدیق اور احکام کی تفصیل

الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۷ قف اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ

الْكِتٰبِ	لَا	رَيْبَ	فِيْهِ	مِنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ۝	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰىهُ ؕ	قُلْ
کتاب کی	نہیں	کوئی شک	اسمیں	سے	پالنے والے کے	جہان والوں کو	کیا	وہ کہتے ہیں	گھڑلیا اس نے اسے	تُو کہہ

کرتا ہے، اِس کے رب العالمین کی طرف سے ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ۳۷ کیا یہ کہتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اسے گھڑلیا ہے؟ آپ فرما دیجئے

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ

فَاْتُوْا	بِسُوْرَةٍ	مِّثْلِهٖ	وَ	ادْعُوْا	مَنِ	اسْتَطَعْتُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اِنْ
تو لے آؤ تم	کوئی سورت	اس جیسی	اور	بلالو تم	جو کوئی	تم کر سکتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے	اگر

کہ پھر تم بھی اِس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جسے بلاسکتے ہو بلا لو ، اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۸ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ

كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ۝	بَلْ	كَذَّبُوْا	بِمَا	لَمْ	يُحِيْطُوْا	بِعِلْمِهٖ	وَ	لَمَّا	يَاْتِهِمْ
تم ہو	سچے	بلکہ	جھٹلایا انہوں نے	اسے جو	نہیں	احاطہ کیا انہوں نے	اپنے علم سے	اور	اب تک نہیں	آئی ان کے پاس

تم سچے ہو۔ ۳۸ بلکہ انہوں نے اس چیز کی تکذیب کی جس کا اُن کے علم نے احاطہ نہ کیا تھا اور اب تک اُن کے پاس اس کی حقیقت بھی

۳۶ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کی اکثریت کو گمان کی پیروی کرنے والا قرار دیکر اصول وضع کیا گیا ہے کہ گمان کا حق کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں ہے، گمان صرف اندازے کا نام ہے، اور حق یقین کے اعلیٰ درجے کا نام ہے، سو گمان مل کر بھی ایک حق کا مقابلہ نہیں کر سکتے ، خواہ ظاہری طور پر وہ کس قدر خوشنما ہو۔

۳۷ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کے متعلق مشرکین کے اس اعتراض کا ازالہ کیا گیا ہے کہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے ، حالانکہ یہ قرآن کوئی ایسا کلام نہیں ہے جسے گھڑا جا سکے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ کو پتہ ہی نہ چلے اور اس سے بالا بالا ہی کوئی کلام گھڑ کر اس کی طرف منسوب کر دیا جائے ، یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور ایسا کلام پیش کر سکے ، اس پاکیزہ کلام میں پہلی کتابوں کی تصدیق اور موجودہ زمانے کیلئے احکام کی تفصیل موجود ہے، یہ ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے اور رب العالمین کی طرف سے آیا ہوا کلام ہے اس لیے اسے من گھڑت کلام قرار دینا غلط ہے۔

۳۸ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کو خاص طور پر اور ساری مخلوق کو عام طور پر چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ انسانی کلام ہے، جسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھڑ لیا ہے تو وہ بھی تمہاری طرح کے انسان ہیں، تم بھی اس جیسی کوئی چھوٹی سی سورت بنا کر لے آؤ اور اپنی مدد کیلئے جس جس کو بلا سکتے ہو، بلالو، تمہیں اس کی کھلی اجازت ہے ، ایسا چیلنج کوئی انسان نہیں دے سکتا کیونکہ میدان میں ایک سے بڑھ کر ایک ہنر مند اور با صلاحیت انسان موجود ہے، اہل عرب بلکہ پوری دنیا نے اس چیلنج کو سنا اور آج تک سن رہے ہیں اور تا صبح قیامت سنیں گے لیکن ان کے پاس اپنی بے بسی اور عاجزی کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے، اگر یہ دعوت بے وزن ہوتی اور اس کلام مقدس کا مقابلہ ممکن ہوتا تو اہل مکہ کو اس سے نادر موقع نہیں مل سکتا تھا کہ وہ اپنی فصاحت وبلاغت کے جوہر دکھاتے اور اپنے دعوے کو ثابت کر دیتے ، وہ اپنی عورتوں کو بیوہ، بچوں کو یتیم اور بوڑھوں کو بے سہارا نہ کرواتے ، میدان جنگ سے اپنے پیاروں کی لاشیں نہ اٹھاتے ، یہ چیلنج آج بھی موجود ہے، اگر کسی میں ہمت ہے تو طبع آزمائی کر کے دیکھ لے۔

تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

تَاْوِيْلُهٗ ؕ	كَذٰلِكَ	كَذَّبَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	فَانْظُرْ	كَيْفَ	كَانَ
اس کی حقیقت	اسی طرح	جھٹلایا	ان لوگوں نے جو	سے	ان کے پہلے	تو دیکھ لے	کیسا	ہوا

نہیں آئی ، اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی ، سو آپ دیکھ لیجئے کہ ظالموں کا

عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ

عَاقِبَةُ	الظّٰلِمِيْنَ ۳۹	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	يُّؤْمِنُ	بِهٖ	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	لَّا	يُؤْمِنُ
انجام	ظالموں کا	اور	ان میں سے	وہ جو	ایمان لاتا ہے	اس پر	اور	ان میں سے	وہ جو	نہیں	ایمان لاتا

کیا انجام ہوا؟ ۳۹ اور اِن میں سے بعض وہ بھی ہیں جو اس پر ایمان لے آئیں گے اور بعض وہ بھی ہیں جو اس پر ایمان نہیں

بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ

بِهٖ ؕ	وَ	رَبُّكَ	اَعْلَمُ	بِالْمُفْسِدِيْنَ ۴۰	وَ	اِنْ	كَذَّبُوْكَ	فَقُلْ	لِّيْ	عَمَلِيْ
اس پر	اور	تیرا رب	زیادہ جانتا ہے	فساد کرنے والوں کو	اور	اگر	وہ جھٹلائیں تجھے	تو تو کہہ	میرے لئے	عمل میرا

لائیں گے، اور آپ کا رب فساد پھیلانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ ۴۰ اور اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے میرا عمل ہے

وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

وَ	لَكُمْ	عَمَلُكُمْ ۚ	اَنْتُمْ	بَرِيْٓـُٔوْنَ	مِمَّآ	اَعْمَلُ	وَ	اَنَا	بَرِيْٓءٌ	مِّمَّا
اور	تمہارے لئے	عمل تمہارا	تم	بیزار ہو	اس سے جو	میں عمل کرتا ہوں	اور	میں	بیزار ہوں	اس سے جو

اور تمہارے لئے تمہارا عمل ، تم اُن کاموں سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اُن کاموں سے بری ہوں جو

تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ

تَعْمَلُوْنَ ۴۱	وَمِنْهُمْ	مَّنْ	يَّسْتَمِعُوْنَ	اِلَيْكَ ؕ	اَفَاَنْتَ	تُسْمِعُ	الصُّمَّ
تم عمل کرتے ہو	اور ان میں سے	وہ جو	کان لگا کر سنتے ہیں	تیری طرف	تو کیا تو	سنا سکتا ہے	بہروں کو

تم کرتے ہو۔ ۴۱ اور اُن میں سے بعض وہ بھی ہیں جو آپ کی بات پر کان رکھتے ہیں ، تو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں

وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِي

وَلَوْ	كَانُوْا	لَا	يَعْقِلُوْنَ ۴۲	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	يَّنْظُرُ	اِلَيْكَ ؕ	اَفَاَنْتَ	تَهْدِي
اگرچہ	ہوں وہ	نہ	عقل رکھتے	اور	ان میں سے	وہ جو	دیکھتا ہے	تیری طرف	تو کیا تو	راستہ دکھا سکتا ہے

اگرچہ وہ عقل نہ رکھتے ہوں ؟ ۴۲ اور اُن میں سے بعض وہ بھی ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں ، تو کیا آپ اندھوں کو راستہ

ع ۴ ۱۰ ۹

۳۹ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کے تکذیبِ قرآن کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ ان کے محدود علم نے جس چیز کا احاطہ نہیں کیا ، انہوں نے اس کی تکذیب شروع کر دی ، حالانکہ بہت سی چیزوں کا انسان کو علم نہیں ہوتا، اس کے باوجود وہ ان کی تکذیب نہیں کرتا، کلام اللہ کے معاملے میں لوگوں کو کیا ہوا کہ انہوں نے اس کی تکذیب پر کمر باندھ لی ، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن کریم میں مستقبل کے حوالے سے جو پیشین گوئیاں کی گئی ہیں، ابھی ان کے وقوع پذیر ہونے کا وقت نہیں آیا، لیکن بعض لوگ صرف اس بناء پر اس کی تکذیب کر دیتے ہیں کہ قرآن میں تو یہ لکھا ہے لیکن دنیا کے پردے پر تو اس کے آثار دور دور تک نہیں ہیں، حالانکہ تکذیب کیلئے یہ وجہ بھی کافی نہیں ہے، کیونکہ ان تمام امور کا واقع ہونا برحق ہے، اگرچہ کچھ عرصے بعد ہی ہو، جہاں تک تعلق ہے تکذیب کا تو وہ پہلے لوگ بھی کرتے رہے ہیں اور ان کا جو انجام ہوا، دنیا اس سے بھی واقف ہے ، ڈرو اس سے کہ کہیں تمہارا بھی وہی انجام نہ ہو جائے۔

۴۰ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلا گروہ قرآن کریم پر ایمان لانے والوں کا ہے اور دوسرا گروہ اس پر ایمان نہ لانے والوں کا ہے، اللہ کا علم ان دونوں گروہوں پر محیط ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ دوسرے گروہ کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ مجرم اور مفسد ہیں ، وہ اپنے جرائم اور مفاسد پر جری نہ ہو جائیں۔

۴۱ اس آیت مبارکہ میں تکذیب کرنے والوں سے واضح الفاظ میں براءت اور بیزاری کا اعلان کیا گیا ہے کہ اگر تم اپنی تکذیب کی روش پر قائم رہنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی ہے، تمہارے لیے تمہارے اعمال اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ، تم ہمارے اعمال کے ذمہ دار اور جواب دہ نہیں ہو اور ہم تمہارے اعمال کے ذمہ دار اور جواب دہ نہیں ہیں، ہر ایک کو اپنے اعمال کا جواب خود دینا ہوگا۔

۴۲ اس آیت مبارکہ میں ان مشرکین کا ذکر کیا گیا ہے جو بظاہر قرآن کریم کی تلاوت سنتے ہیں، نبی ﷺ کی مجلس میں آکر بیٹھتے ہیں اور اپنی پوری توجہ کا اظہار کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا، ان کی مثال بہرے لوگوں کی سی ہے جن کے کانوں کے پاس جا کر چیخ پکار کرنے سے بھی انہیں کچھ نہیں سنایا جا سکتا اس لیے ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

الۡعُمۡىَ وَلَوۡ كَانُوۡا لَا يُبۡصِرُوۡنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ النَّاسَ شَيۡـًٔا

الۡعُمۡىَ	وَلَوۡ	كَانُوۡا	لَا	يُبۡصِرُوۡنَ﴿٤٣﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَظۡلِمُ	النَّاسَ	شَيۡـًٔا
اندھوں کو	اگرچہ	ہوں وہ	نہ	دیکھتے	بیشک	اللہ	نہیں	ظلم کرتا	لوگوں پر	کچھ بھی

دکھا سکتے ہیں اگرچہ وہ سوجھ بوجھ نہ رکھتے ہوں ؟ ﴿٤٣﴾ بیشک اللہ لوگوں پر معمولی سا ظلم بھی نہیں کرتا ،

وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿٤٤﴾ وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ كَاَنۡ لَّمۡ

وَّ	لٰكِنَّ	النَّاسَ	اَنۡفُسَهُمۡ	يَظۡلِمُوۡنَ﴿٤٤﴾	وَ	يَوۡمَ	يَحۡشُرُهُمۡ	كَاَنۡ	لَّمۡ
اور	لیکن	لوگ	اپنی جانوں پر	ظلم کرتے ہیں	اور	جس دن	وہ جمع کرے گا انہیں	گویا کہ	نہیں

لیکن لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ۔ ﴿٤٤﴾ اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا تو انہیں یوں محسوس ہو گا کہ گویا

يَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ ؕ قَدۡ خَسِرَ

يَلۡبَثُوۡۤا	اِلَّا	سَاعَةً	مِّنَ	النَّهَارِ	يَتَعَارَفُوۡنَ	بَيۡنَهُمۡ ؕ	قَدۡ	خَسِرَ
ٹھہرے وہ	مگر	ایک گھڑی	سے	دن کی	ایک دوسرے کو پہچانیں گے	آپس میں	یقیناً	نقصان کیا

وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہ رہے تھے ، وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے ، یقیناً وہ لوگ

الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوۡا مُهۡتَدِيۡنَ ﴿٤٥﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ

الَّذِيۡنَ	كَذَّبُوۡا	بِلِقَآءِ	اللّٰهِ	وَ	مَا	كَانُوۡا	مُهۡتَدِيۡنَ﴿٤٥﴾	وَ	اِمَّا	نُرِيَنَّكَ
وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے	ملاقات کو	اللہ کی	اور	نہ	ہوئے وہ	ہدایت پانے والے	اور	اگر	ہم تجھے دکھادیں

خسارے میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ سے ملاقات کی تکذیب کی اور وہ راہِ راست پر نہ ہوئے ۔ ﴿٤٥﴾ اگر ہم آپ کو کوئی ایسی چیز

بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ اللّٰهُ

بَعۡضَ	الَّذِىۡ	نَعِدُهُمۡ	اَوۡ	نَتَوَفَّيَنَّكَ	فَاِلَيۡنَا	مَرۡجِعُهُمۡ	ثُمَّ	اللّٰهُ
کچھ	وہ جو	وعدہ کرتے ہیں ہم ان سے	یا	ہم تجھے پورا لے لیں	سو ہماری طرف ہی	ان کا لوٹنا	پھر	اللہ

دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں یا آپ کو اپنے پاس بلا لیں تو انہیں بھی ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہو گا ، پھر اللہ

شَهِيۡدٌ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ

شَهِيۡدٌ	عَلٰى	مَا	يَفۡعَلُوۡنَ﴿٤٦﴾	وَ	لِكُلِّ	اُمَّةٍ	رَّسُوۡلٌ ۚ	فَاِذَا	جَآءَ
گواہی دینے والا	پر	اس کے جو	وہ کر رہے ہیں	اور	ہر ایک	امت کیلئے	ایک پیغمبر	سو جب	آیا

اُن کاموں پر گواہ ہے جو وہ کر رہے ہیں ۔ ﴿٤٦﴾ ہر اُمت کیلئے ایک رسول رہا ہے ، پھر جب اُن کے پیغمبر

﴿٤٣﴾ اس آیت مبارکہ میں ان مشرکین کا ذکر کیا گیا ہے جو بظاہر نبی ﷺ کو اور ان کے معجزات کو دیکھتے ہیں، ان کی آنکھیں دیکھتی ہیں اور ان کی بینائی کام کرتی ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا، ان کی مثال ان نابینا لوگوں کی سی ہے جن کی بینائی زائل ہو گئی ہو اور انہیں کچھ سجھائی نہ دے رہا ہو، ایسے لوگوں کے سامنے کروڑوں بلب جلا دیں، تب بھی انہیں کچھ نظر نہیں آئے گا، اس لیے ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

﴿٤٤﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ سے ظلم کی نفی کی گئی ہے، صحیح مسلم کی ایک حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم کرنے کو حرام قرار دے رکھا ہے، اس لیے تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو، لہٰذا یہ بات تو یقینی ہے کہ اللہ کسی پر معمولی سا ظلم بھی نہیں کرتا، اس کے باوجود اگر کچھ لوگوں کو سزا دی جاتی ہے تو اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتی کہ وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتے رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں اپنی سزا کے قانون پر دستخط کر رہے ہیں اس لیے انہیں چاہیے کہ اپنے علاوہ کسی اور کو ملامت نہ کریں۔

﴿٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں میدان حشر کی ہولناکیوں کو دیکھ کر دنیوی زندگی کی مدت کے حوالے سے گناہ گاروں اور مجرموں کا ایک تصور پیش کیا گیا ہے کہ انہیں یوں محسوس ہو گا جیسے دنیا میں انہیں صرف ایک دو گھنٹے گزارنے کا موقع ملا اور وہ بھی ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرنے میں گزر گیا، یہ تعارف انہیں یہاں بھی حاصل ہو گا لیکن وہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے اور خسارے میں پڑ جائیں گے۔

﴿٤٦﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ جو لوگ آپ کے دین میں داخل نہیں ہو رہے، ان کی پرواہ نہ کریں، ان سب کو لوٹ کر ہمارے پاس ہی آنا ہے ان کے اعمال ہمارے سامنے کھلے پڑے ہیں اور یہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے اور دنیا میں بھی انہیں سزا دینا اور عذاب کے وعدے کو پورا کرنا ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں ہے، ہم انہیں آپ کی موجودگی اور غیر موجودگی دونوں حالتوں میں سزا کا کچھ نمونہ دکھائیں گے اور پوری سزا اس وقت دیں گے جب وہ ہمارے پاس آئیں گے۔

رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

رَسُوْلُهُمْ	قُضِيَ	بَيْنَهُمْ	بِالْقِسْطِ	وَ	هُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾	وَ	يَقُوْلُوْنَ
ان کا پیغبر	فیصلہ کردیا گیا	ان کے درمیان	ساتھ انصاف کے	اور	وہ	نہیں	ظلم کئے جائیں گے	اور	کہتے ہیں

آئے تو اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور اُن پر ظلم نہیں کیا گیا۔ ﴿٤٧﴾ اور کہتے ہیں

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ

مَتٰى	هٰذَا	الْوَعْدُ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾	قُلْ	لَآ	اَمْلِكُ	لِنَفْسِيْ
کب	یہ	وعدہ	اگر	تم ہو	سچے	تُو کہہ	نہیں	مالک ہوں میں	اپنی جان کیلئے

کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو؟ ﴿٤٨﴾ (اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرمادیجئے کہ میں تو اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی

ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ

ضَرًّا	وَ	لَا	نَفْعًا	اِلَّا	مَا	شَآءَ	اللّٰهُ ؕ	لِكُلِّ	اُمَّةٍ	اَجَلٌ ؕ	اِذَا	جَآءَ	اَجَلُهُمْ
کسی نقصان کا	اور	نہ	کسی نفع کا	مگر	وہ جو	چاہے	اللہ	ہر ایک	امت کیلئے	مدت	جب	آئے گی	ان کی مدت

مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ چاہے، ہر اُمت کیلئے ایک وقت مقرر ہے، جب اُن کا وقتِ مقررہ آجائے گا

فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

فَلَا	يَسْتَاْخِرُوْنَ	سَاعَةً	وَّ	لَا	يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٤٩﴾	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ
تو نہیں	پیچھے ہوسکیں گے	ایک گھڑی	اور	نہ	آگے بڑھ سکیں گے	تُو کہہ	یہ تو بتاؤ	اگر

تو وہ ایک لمحے کیلئے نہ پیچھے ہو سکیں گے اور نہ آگے ہوسکیں گے۔ ﴿٤٩﴾ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرمادیجئے یہ تو بتاؤ کہ اگر

اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٠﴾

اَتٰىكُمْ	عَذَابُهٗ	بَيَاتًا	اَوْ	نَهَارًا	مَّاذَا	يَسْتَعْجِلُ	مِنْهُ	الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٠﴾
آجائے تم پر	اس کا عذاب	رات کو	یا	دن کو	کیا ہے وہ	جلدی طلب کرتے ہیں	اس سے	جرم کرنے والے

اللہ کا عذاب تم پر راتوں رات یا دن کے کسی حصے میں آپہنچے تو گنہگار لوگ اس سے پہلے کیا کر لیں گے؟ ﴿٥٠﴾

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٥١﴾

اَثُمَّ	اِذَا مَا	وَقَعَ	اٰمَنْتُمْ	بِهٖ ؕ	آٰلْـٰٔنَ	وَ	قَدْ	كُنْتُمْ	بِهٖ	تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٥١﴾
کیا پھر	جب بھی	وہ آپڑے گا	ایمان لے آؤ گے تم	اس پر	کیا اب	اور	یقیناً	تم تھے	اسے	جلدی طلب کرتے

کیا جب عذاب آچکے گا تب تم اُس پر ایمان لاؤ گے؟ اب ایمان لارہے ہو حالانکہ پہلے تم ہی اسے جلدی طلب کرتے تھے؟ ﴿٥١﴾

﴿٤٧﴾ اس آیت مبارکہ میں ہر اُمت اور جماعت کیلئے ایک پیغمبر بھیجے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے بعض کے نام ہمیں معلوم ہیں اور اکثر کے نام اور احوال پردۂ خفا میں ہیں، اس لیے اگر قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں کسی پیغمبر کا تذکرہ دستیاب نہ ہو تو سکوت زیادہ بہتر ہے، دراصل ہمارے زمانے کے بعض لوگوں نے اس آیت سے استدلال کر کے ہندوستان میں پیغمبر بھیجے جانے اور پھر کسی خاص فرد کو پیغمبر کے طور پر نامزد کرنے کی رائے قائم کی ہے جس کا تذکرہ مستند مآخذ میں دستیاب نہیں ہے، اس لیے ہندوستان میں پیغمبر کی بعثت کا امکان تو تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن محض اندازوں اور گمان کی بنیاد پر کسی فرد کو نامزد نہیں کیا جاسکتا۔

﴿٤٨﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے اس مطالبے کا جواب دیا گیا ہے جو وہ عذاب کے سلسلے میں نبی علیہ السلام سے کیا کرتے تھے کہ عذاب نازل کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے، مجھے تو اپنے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں ہے، تمہارا نفع اور نقصان میرے اختیار میں کیونکر ہو گا؟ جہاں تک تعلق ہے قانون قدرت کا تو ہر اُمت کیلئے ایک مدت متعین کی گئی ہے، اتمام حجت کیلئے ایسا کرنا بہت ضروری تھا، اس طے شدہ مدت کے ختم ہونے سے پہلے کسی قوم پر عذاب نازل کرنا حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کے خلاف ہے، اس لیے اہل مکہ بھی انتظار کریں، جب وہ مہلت اور مدت ختم ہو جائیگی تو دنیا کی کوئی طاقت ان پر آنے والے عذاب کو ٹال نہیں سکے گی۔

﴿٥٠﴾ اس آیت مبارکہ میں عذاب کا تقاضا کرنے والوں سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ اگر رات یا دن کے کسی حصے میں تم پر اچانک عذاب آجائے اور تم اپنے کاروبار اور دنیوی مشاغل میں مشغول ہو تو کیا تمہارے پاس اپنے بچاؤ کا فوری انتظام موجود ہے؟

﴿٥١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں عذاب کا تقاضا کرنے والوں سے کہا گیا ہے کہ اگر تم لوگ اُس وقت ایمان لائے جب عذاب نازل ہو چکا تو تمہارا اُس وقت کا ایمان تمہیں ہرگز کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا، بلکہ اُس وقت تم سے کہا جائیگا کہ اب ایمان لانے کا کیا فائدہ، جبکہ اس سے پہلے تم ہی تقاضا کرتے تھے کہ جس عذاب کی ہمیں دھمکی دی جارہی ہے، وہ جلدی کیوں نہیں آجاتا؟

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا

ثُمَّ	قِيْلَ	لِلَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	ذُوْقُوْا	عَذَابَ	الْخُلْدِ ۚ	هَلْ	تُجْزَوْنَ	اِلَّا
پھر	کہا جائیگا	ان لوگوں سے	ظلم کیا انہوں نے	چکھو تم	عذاب	ہمیشہ رہنے کا	کیا	تم بدلہ دیئے گئے	مگر

پھر ظلم کرنے والوں سے کہا جائیگا کہ تم ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو ، تمہیں اُنہی چیزوں کا بدلہ دیا جائیگا

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۵۲ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ

بِمَا	كُنْتُمْ	تَكْسِبُوْنَ ۝	وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ	اَحَقٌّ	هُوَ ؕ	قُلْ	اِيْ	وَرَبِّيْٓ
وہ جو	تم تھے	کماتے رہے	اور تجھ سے خبر دریافت کرتے ہیں	کیا برحق ہے	وہ	تُو کہہ	ہاں	میرے رب کی قسم!

جو تم کرتے تھے۔ ۵۳ اور یہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے ؟ آپ فرمادیجئے کہ ہاں ! میرے رب کی قسم !

اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔۚ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۳ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ

اِنَّهٗ	لَحَقٌّ ؔۚ	وَ	مَآ	اَنْتُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ ۝	وَلَوْ	اَنَّ	لِكُلِّ	نَفْسٍ	ظَلَمَتْ
بیشک وہ	البتہ برحق	اور	نہیں	تم	عاجز کرنے والے	اور اگر	یہ کہ بیشک	ہر ایک	نفس کیلئے	ظلم کیا اس نے

یہ حق ہے اور تم اُسے عاجز نہ کر سکو گے ۔ ۵۴ اور ہر وہ شخص جس نے ظلم کیا ،اگر اُس کے پاس وہ سب کچھ ہو

مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ

مَا	فِي	الْاَرْضِ	لَافْتَدَتْ	بِهٖ ؕ	وَ	اَسَرُّوا	النَّدَامَةَ	لَمَّا	رَاَوُا	الْعَذَابَ ۚ
وہ جو	بیچ	زمین کے	البتہ فدیہ دیدے	اس کا	اور	چھپائیں گے وہ	ندامت کو	جب	دیکھیں گے وہ	عذاب کو

جو زمین میں موجود ہے تو وہ اسے فدیئے میں دیدے، یہ لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے ،

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۵۴ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي

وَ	قُضِيَ	بَيْنَهُمْ	بِالْقِسْطِ	وَ	هُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ ۝	اَلَآ	اِنَّ	لِلّٰهِ	مَا	فِي
اور	فیصلہ کردیا جائیگا	ان کے درمیان	ساتھ انصاف کے	اور	وہ	نہیں	ظلم کئے جائیں گے	خبردار	بیشک	اللہ ہی کا	وہ جو	بیچ

اور اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور اُن پر ظلم نہ کیا جائیگا ۔ ۵۵ آگاہ رہو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے ،

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ؕ	اَلَآ	اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ	وَّ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ
آسمانوں کے	اور	زمین کے	خبردار	بیشک	وعدہ	اللہ کا	برحق	اور	لیکن	ان میں سے اکثر

اللہ ہی کا ہے ، آگاہ رہو کہ بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن اُن میں سے اکثر لوگ

۵۲ اس آیت مبارکہ میں کافروں اور گناہ گاروں پر عذاب نازل ہونے کے بعد کی حالت بیان کی گئی ہے کہ ان سے کہا جائیگا کہ اب تم عذاب کا مزہ چکھو یہ دائمی عذاب ہے، یہی وہ عذاب ہے جسے تم جلدی طلب کرتے تھے، یادرکھو! کہ تمہیں صرف انہی اعمال کا بدلہ دیا جائیگا جو تم دنیا میں کرتے رہے ہو، یعنی یہ سزا اور عذاب تم پر ظلم کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ تمہارے اپنے ظلم کا نتیجہ ہے۔

۵۳ اس آیتِ مبارکہ میں موت کے بعد والی زندگی پر مشرکین کے تعجب کا جواب دیا گیا ہے کہ اس پر تعجب کرنے کی ضرورت نہیں، دوبارہ زندگی اور جزا و سزا کا قانون برحق ہے، قیامت برحق ہے، عذابِ جہنم برحق ہے اور اللہ کا انصاف پر مبنی فیصلے کرنا برحق ہے، کسی میں اسے عاجز کرنے کی جرأت نہیں ہے۔

۵۴ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن ظالموں کی ندامت اور شرمندگی کا حوالہ دیا گیا ہے کہ اللہ کے عذاب کو دیکھ کر وہ دل ہی دل میں نادم اور پشیمان ہوں گے، اس وقت ہر مجرم اور ظالم کا دل چاہے گا کہ کسی طرح اسے اللہ کے عذاب سے چھٹکارا مل جائے، اس کیلئے وہ روئے زمین کے خزانے خرچ کرنے اور اپنے فدیئے میں دینے کیلئے تیار ہوگا، لیکن جب دنیا میں اس سے بھی آسان اور ہلکی چیز کا اس سے مطالبہ کیا جاتا تھا تو وہ سر جھٹک کر آگے نکل جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے پر اصرار کرتا تھا، آج اس کی طرف سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کی ندامت اور پشیمانی سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾	هُوَ	يُحْيٖ	وَ	يُمِيْتُ	وَ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾	يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ
نہیں	جانتے	وہ	زندگی دیتا	اور	موت دیتا	اور	اس کیطرف	تم لوٹائے جاؤ گے	اے	لوگو!

نہیں جانتے ۔ ﴿۵۵﴾ وہی زندگی اور موت دیتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ۔ ﴿۵۶﴾ اے لوگو!

قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ

قَدْ	جَآءَتْكُمْ	مَّوْعِظَةٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَ	شِفَآءٌ	لِّمَا	فِي	الصُّدُوْرِ
یقیناً	آگئی تمہارے پاس	نصیحت	سے	تمہارے رب کے	اور	شفاء	اس کی جو	بیچ	سینوں کے

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماری کی شفا آچکی ہے

وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ

وَ	هُدًى	وَّرَحْمَةٌ	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾	قُلْ	بِفَضْلِ	اللّٰهِ	وَ	بِرَحْمَتِهٖ
اور	سراپا ہدایت	اور باعث رحمت	ایمان والوں کیلئے	تُو کہہ	ساتھ فضل کے	اللہ کے	اور	ساتھ اس کی رحمت کے

اور جو کہ مؤمنین کیلئے باعث ہدایت و رحمت ہے ۔ ﴿۵۷﴾ (اے نبی ! ﷺ)، آپ فرمادیجئے کہ یہ اللہ کے فضل و کرم سے ہے ،

فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ

فَبِذٰلِكَ	فَلْيَفْرَحُوْا	هُوَ	خَيْرٌ	مِّمَّا	يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	مَّآ
سواسی پر	توانہیں خوش ہونا چاہئے	وہ	زیادہ بہتر	اس سے جو	وہ جمع کررہے ہیں	تُو کہہ	یہ بتاؤ	وہ جو

سواسی پر انہیں خوش ہونا چاہیے، یہ اُن تمام چیزوں سے بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کررہے ہیں ۔ ﴿۵۸﴾ (اے نبی ! ﷺ)، آپ فرمادیجئے کہ یہ تو بتاؤ

اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ

اَنْزَلَ	اللّٰهُ	لَكُمْ	مِّنْ	رِّزْقٍ	فَجَعَلْتُمْ	مِّنْهُ	حَرَامًا	وَّ	حَلٰلًا	قُلْ	آٰللّٰهُ
نازل کیا	اللہ نے	تمہارے لئے	سے	رزق کے	پھر بنادیا تم نے	اس سے	حرام	اور	حلال	تُو کہہ	کیااللہ

اللہ نے تمہارے لئے جو رزق اتارا ہے ، پھر تم اُس میں سے کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال قرار دیدیتے ہو، آپ فرمادیجئے کہ کیا اللہ نے

اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى

اَذِنَ	لَكُمْ	اَمْ	عَلَى	اللّٰهِ	تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾	وَ	مَا	ظَنُّ	الَّذِيْنَ	يَفْتَرُوْنَ	عَلَى
اجازت دی اس نے	تمہارے لئے	یا	پر	اللہ کے	تم گھڑتے ہو	اور	کیا	خیال	وہ لوگ جو	گھڑتے ہیں	پر

تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو ؟ ﴿۵۹﴾ اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ،

﴿۵۵﴾ اس آیت مبارکہ میں زمین وآسمان کی ہر چیز کو اللہ کی ملکیت قرار دیکر اس کے وعدے کو برحق قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اس نے قیامت کے دن عذاب اور ثواب کا جووعدہ کر رکھا ہے، وہ بھی پورا ہوگا اور اس کے علاوہ بھی اس کے تمام وعدے پورے ہوں گے، یہ ایک بات ہے کہ بہت سے لوگ اس سے ناواقف ہیں۔

﴿۵۶﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ زندگی دیتا ہے، دوسری یہ کہ وہ موت دیتا ہے اور تیسری یہ کہ سب کو اسی کے پاس جمع کیا جائیگا تو جس ذات میں یہ صفات پائی جاتی ہوں، عبادت کا مستحق اس کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا۔

﴿۵۷﴾ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کی چند صفات بیان کر کے ساری انسانیت کو اس پر ایمان لانے اور عمل کرنے کی دعوت دی گئی ہے، پہلی صفت یہ کہ وہ ایک نصیحت ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ دلوں کی بیماریوں کیلئے شفا کا ذریعہ اور سبب ہے، تیسری صفت یہ کہ وہ سراپا ہدایت ہے اور چوتھی صفت یہ کہ وہ سراپا رحمت ہے، انسان کی خیر خواہی اور ہمدردی سے متعلق روئے زمین پر جتنی کتابیں بھی موجود ہیں، قرآن اُن میں سب سے زیادہ عظیم ہے، قرآن کریم کی تاثیر سے لوگوں کو جسمانی اور روحانی امراض سے جس طرح شفا نصیب ہوتی ہے، اس کی مثال نہیں ملتی، قرآن کریم نے لوگوں کو جس طرح صراطِ مستقیم کی رہنمائی فراہم کی ہے، اس سے راستہ بھٹکنے کے تمام خدشات دور ہو گئے ہیں اور اس کی رحمت پورے عالم پر وسیع ہے جس سے فائدہ صرف مسلمان اٹھاتے ہیں۔

﴿۵۸﴾ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو اللہ کا فضل وکرم اور اس کی مہربانی قرار دیا گیا ہے اور اس پر اپنی خوشی کو شرعاً تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ انسان دنیا میں جو کچھ بھی جمع کرتا ہے خواہ وہ جائیداد ہو یا مال ودولت اور انواع واقسام کے چوپائے، ان میں سب سے بہترین جمع کی جانے والی چیز قرآن کریم ہے جو انسان اپنے سینے میں جمع کرتا ہے اور جس طرح جمع شدہ چیز کو دیکھ کر انسان کو خوشی ہوتی ہے، سب سے زیادہ خوشی اس عظیم سعادت کے حصول پر ہونی چاہیے۔

﴿۵۹﴾ اس آیت مبارکہ میں حلال وحرام کے معاملے میں انسانوں کی مداخلت پر شدید قسم کی مذمت اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے کہ کسی انسان کو یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ وہ کچھ چیزوں کو اپنی مرضی سے حلال قرار دے اور کچھ چیزوں کو حرام؟ اس مذمت اور ناپسندیدگی کی وجہ واضح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کو حلال قرار دیتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ اس کے مفاسد اور نقصانات سے آگاہ نہ ہو اور ساری انسانیت کو اس سے نقصان پہنچے اور اگر وہ کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ اس کے فوائد اور منافع سے آگاہ نہ ہو اور ساری انسانیت ان فوائد اور منافع سے محروم ہو جائے، کیونکہ انسان کا علم محدود اور ناقص ہے، جب وہ اس محدود اور ناقص علم کے ساتھ حلال وحرام میں مداخلت کرتا ہے تو گویا اپنے لیے لامحدود اور کامل علم کا دعویٰ کرتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک کرنے کے مترادف ہے اس لیے اس کی مکمل روک تھام کی گئی ہے۔

اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ

اللّٰهِ	الْكَذِبَ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَذُوْ	فَضْلٍ	عَلَى	النَّاسِ	وَلٰكِنَّ
اللہ کے	جھوٹ	دن	قیامت کے	بیشک	اللہ	البتہ	فضل والا	پر	لوگوں کے	اور لیکن

قیامت کے دن کے متعلق اُن کا کیا خیال ہے ؟ بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۞ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ

اَكْثَرَهُمْ	لَا	يَشْكُرُوْنَ ۞	وَ	مَا	تَكُوْنُ	فِيْ	شَاْنٍ	وَّ	مَا	تَتْلُوْا	مِنْهُ	مِنْ
ان میں سے اکثر	نہیں	شکر کرتے	اور	نہیں	ہوتے آپ	بیچ	کسی حالت کے	اور	نہیں	تلاوت کرتے آپ	اس سے	سے

اُن میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے ۔ [۶۰] اور آپ جس حال میں بھی ہوں ، آپ قرآن کے کسی حصے کی تلاوت

قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ

قُرْاٰنٍ	وَّ	لَا	تَعْمَلُوْنَ	مِنْ	عَمَلٍ	اِلَّا	كُنَّا	عَلَيْكُمْ	شُهُوْدًا	اِذْ
قرآن کے	اور	نہیں	تم لوگ عمل کرتے	سے	کسی عمل کے	مگر	ہم تھے	تم پر	حاضر رہنے والے	جب

کر رہے ہوں اور تم لوگ جو بھی عمل کر رہے ہو ، ہم وہاں پر موجود ہوتے ہیں جب

تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي

تُفِيْضُوْنَ	فِيْهِ ؕ	وَ	مَا	يَعْزُبُ	عَنْ	رَّبِّكَ	مِنْ	مِّثْقَالِ	ذَرَّةٍ	فِي
تم معروف ہوتے ہو	اسمیں	اور	نہیں	پوشیدہ	سے	آپ کے رب کے	سے	بوجھ	ایک ذرے کا	بیچ

تم اُس میں معروف ہوتے ہو اور آپ کے رب سے ایک ذرے کے برابر بھی کوئی چیز

الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ

الْاَرْضِ	وَ	لَا	فِي	السَّمَآءِ	وَ	لَآ	اَصْغَرَ	مِنْ	ذٰلِكَ	وَ	لَآ	اَكْبَرَ	اِلَّا	فِيْ	كِتٰبٍ
زمین کے	اور	نہ	بیچ	آسمان کے	اور	نہ	زیادہ چھوٹی	سے	وہ	اور	نہ	زیادہ بڑی	مگر	بیچ	کتاب کے

زمین و آسمان میں مخفی نہیں ہے اور نہ ہی اس سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز ، مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں

مُّبِيْنٍ ۞ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞

مُّبِيْنٍ ۞	اَلَآ	اِنَّ	اَوْلِيَآءَ	اللّٰهِ	لَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ۞
کھلی	خبردار	بیشک	بہت سے دوست	اللہ کے	نہیں	کوئی خوف	ان پر	اور	نہ	وہ	غمگین ہوں گے

لکھی ہوئی ہے ۔ [۶۱] آگاہ رہو کہ اللہ کے دوستوں پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔ [۶۲]

ع ۶ ۱۱

[۶۰] اس آیت مبارکہ میں حلال وحرام کے معاملات میں مداخلت کرنے والوں سے پوچھا جارہا ہے کہ قیامت کے دن کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ یعنی کیا تم لوگ قیامت کو بھول بیٹھے ہو؟ کیا تمہیں توقع ہے کہ تم اس دن کی گرفت سے بچ جاؤ گے؟ کیا تمہیں اس دن کی ہیبت سے خوف نہیں آتا؟ اور کیا اس دن تم بارگاہِ الٰہی میں کوئی معقول عذر پیش کرسکو گے؟ یقیناً ایسا نہیں ہوگا، اب بھی وقت ہے کہ تم اپنی خطاؤں اور کوتاہیوں سے معافی مانگ کر توبہ کرلو، تمہارا رب لوگوں پر نہایت فضل و کرم اور احسان والا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت شکرگزار نہیں ہے۔

[۶۱] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے اور ہر جگہ موجود ہونے کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس کے ساتھ صفتِ علم کا کامل ہونا بھی ضروری ہے، کیونکہ ہر جگہ موجود ہونا اور ہر چیز پر نگاہ رکھنا اسی کیلئے ممکن ہوسکتا ہے جس کا علم بھی کامل ہو، اسی وجہ سے آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا ذکر کیا گیا ہے، انسانوں کا علم جس قدر وسیع ہوجائے، بہرحال وہ ناقص اور محدود ہے، اسی وجہ سے اس کیلئے ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر اور موجود ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔

[۶۲] [۶۳] ان آیتوں میں اولیاء اللہ کیلئے مختلف انعامات اور بشارتوں کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ ان پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا، پہلے لکھا جاچکا ہے کہ ''خوف'' کی حالت انسان پر پہلے مسلط ہوتی ہے اور ''غم'' اس کے بعد آتا ہے، اس کا تعلق دنیا کے ساتھ بھی جوڑا جاسکتا ہے اور آخرت کے ساتھ بھی، دنیا کے ساتھ اس کا تعلق ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اولیاء اللہ پر کوئی ایسا خوف یا غم نہیں آتا جو انہیں اللہ کی یاد سے غافل کر کے ان کا اطمینان قلب چھین لے، اور آخرت کے ساتھ ہونے کی صورت میں تو وہاں بالکل واضح ہوگا کہ جنت میں کسی قسم کا کوئی خوف ہے اور نہ غم، بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد اولیاء اللہ کیلئے یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ انہیں دنیا و آخرت میں بشارتوں سے نوازا جاتا ہے، ان بشارتوں کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک صحیح حدیث میں اس کی تفسیر اچھے اور سچے خوابوں سے کی گئی ہے جو انسان خود دیکھتا ہے یا کوئی دوسرا اس کے حق میں دیکھتا ہے، اسی طرح موت کے وقت فرشتے انہیں جنت کی بشارت دیتے ہیں، اللہ نے اسے اپنا اٹل اور ناقابل ترمیم فیصلہ اور سب سے بڑی کامیابی قرار دیا ہے، اب یہاں یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اولیاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو علماء نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کی تعریف بیان کی ہے، ہمارے زمانے میں ولی کے حوالے سے یہ تصور پایا جاتا ہے کہ وہ ایک مخصوص حلیے اور وضع قطع والے ایسے شخص کا نام ہے جو دنیا و مافیہا سے بے خبر اور لاتعلق ہو، اس کے کپڑے پھٹے پرانے اور بال بکھرے ہوئے ہوں وہ ہوا میں اڑ سکتا ہو اور پانی کی سطح پر چل سکتا ہو، اس کی ایک نماز مکے اور دوسری مدینے میں ہوتی ہو، جبکہ ان آیتوں میں ولایت کا معیار دو چیزوں کو قرار دیا گیا ہے ایک ایمان اور دوسرا تقویٰ، انسان کا ایمان اور تقویٰ میں معیار جس قدر بلند ہوجاتا ہے، ولایت میں بھی اسی قدر اس کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے، امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں دوسری تین چیزوں میں چھپادی ہیں، اس لیے تم تین چیزوں کو کبھی حقیر نہ سمجھنا، اللہ نے اپنی رضا نیکی کے کاموں میں چھپادی ہے اس لیے نیکی کے کسی کام کو حقیر سمجھ کر ترک نہ کردینا، اللہ نے اپنی ناراضگی گناہ کے کاموں میں چھپادی ہے، اس لیے گناہ=

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	كَانُوْا	يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾	لَهُمُ	الْبُشْرٰى	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	فِي
وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور	وہ تھے	ڈرتے رہے	ان کیلئے	خوشخبری	بیچ	زندگی کے	دنیا کی	اور	بیچ

وہ لوگ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کئے رہے۔ ﴿٦٣﴾ اُن کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور

الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾

الْاٰخِرَةِ	لَا	تَبْدِيْلَ	لِكَلِمٰتِ	اللّٰهِ	ذٰلِكَ	هُوَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾
آخرت کے	نہیں	کوئی تبدیلی	کلمات میں	اللہ کے	وہ	وہی	کامیابی	بہت بڑی

آخرت میں بھی ، اللہ کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا ، یہی بڑی کامیابی ہے۔ ﴿٦٤﴾

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾

وَ	لَا	يَحْزُنْكَ	قَوْلُهُمْ	اِنَّ	الْعِزَّةَ	لِلّٰهِ	جَمِيْعًا	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾
اور	نہ	غمگین کردے تجھے	بات اُن کی	بیشک	عزت	اللہ ہی کیلئے	ساری کی ساری	وہ	خوب سننے والا	جاننے والا

(اے نبی! ﷺ)، اُن کی باتیں آپ کو غمگین نہ کر دیں، بیشک عزت ساری کی ساری اللہ ہی کیلئے ہے، وہ خوب سننے، جاننے والا ہے۔ ﴿٦٥﴾

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ

اَلَآ	اِنَّ	لِلّٰهِ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَنْ	فِي	الْاَرْضِ	وَ	مَا	يَتَّبِعُ	الَّذِيْنَ
خبردار	بیشک	اللہ ہی کیلئے	جو کوئی	بیچ	آسمانوں کے	اور	جو کوئی	بیچ	زمین کے	اور	وہ جو	پیروی کرتے	وہ لوگ جو

آگاہ رہو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے ، اللہ ہی کی ملکیت ہے ، اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ

يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	شُرَكَاۗءَ	اِنْ	يَّتَّبِعُوْنَ	اِلَّا	الظَّنَّ	وَ	اِنْ	هُمْ
پکارتے ہیں	سے	علاوہ	اللہ کے	شرکاء کو	نہیں	پیروی کرتے وہ	مگر	گمان کی	اور	نہیں	وہ

پکارنے والے جو شرکاء کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ، وہ محض گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور وہ تو صرف

اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ

اِلَّا	يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾	هُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الَّيْلَ	لِتَسْكُنُوْا	فِيْهِ
مگر	اندازے لگا رہے ہیں	وہ	وہی جس نے	بنایا	تمہارے لئے	رات کو	تاکہ تم سکون حاصل کرو	اسمیں

اندازے لگا رہے ہیں۔ ﴿٦٦﴾ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو

وقف لازم

= کے کسی کام کو حقیر سمجھ کر اس کا ارتکاب نہ کرنا اور اللہ نے اپنے ولی عام لوگوں میں چھپا دیئے ہیں اس لیے کسی بھی شخص کی تحقیر نہ کرنا ہو سکتا ہے کہ وہی اللہ کا ولی ہو۔

﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں ہر طرح کی عزت کا مالک و مختار اللہ تعالیٰ کو قرار دے کر نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ مشرکوں اور دشمنوں کی باتیں سن کر آپ غمگین نہ ہوا کریں، عزت اور ذلت اللہ کے اختیار میں ہے، اس نے آپ کو عزت دی ہے اور اس میں مزید اضافہ کرے گا اور آپ کے دشمن کو ذلیل کیا ہے اور اس کی ذلت میں مزید اضافہ کرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

﴿٦٦﴾ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کی ہر جاندار مخلوق کو اللہ کی ملکیت قرار دیا گیا ہے، بے جان مخلوق بطریق اولیٰ اس کی ملکیت میں ہو گی کیونکہ جاندار مخلوق بے جان مخلوق سے اعلیٰ ہے تو اعلیٰ کا ذکر کر دیا گیا، ادنیٰ اس میں خود بخود شامل ہو گیا، اب جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی پوجا اور مناجات میں مشغول ہیں ، وہ صرف اندازوں اور گمان کے پیچھے چلتے ہوئے ان دیکھی منزل کی طرف رواں دواں ہیں ، وہ ایک بند گلی کی طرف دوڑ رہے ہیں جہاں سے آگے نکلنے کا کوئی راستہ انہیں ہرگز نہ مل سکے گا۔

وَالنَّهَارَ مُبۡصِرًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ

وَالنَّهَارَ	مُبۡصِرًا ؕ	اِنَّ	فِىۡ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوۡمٍ	يَّسۡمَعُوۡنَ ﴿٦٧﴾	قَالُوا	اتَّخَذَ
اوردن کو	دیکھنے کیلئے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	سنتے ہیں	کہا انہوں نے	بنالیا

اور دن کو روشن کرنے والا بنایا، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں ۔ ﴿٦٧﴾ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد

اللّٰهُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ الۡغَنِىُّ ؕ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى

اللّٰهُ	وَلَدًا	سُبۡحٰنَهٗ ؕ	هُوَ	الۡغَنِىُّ ؕ	لَهٗ	مَا	فِى	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِى
اللہ نے	اولاد	پاک ہے وہ	وہ	بے نیاز	اس کا ہے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ

بنا رکھی ہے ، وہ پاک ہے ، وہ بے نیاز ہے ، آسمانوں اورزمین میں جو کچھ ہے ،

الۡاَرۡضِ ؕ اِنۡ عِنۡدَكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ

الۡاَرۡضِ ؕ	اِنۡ	عِنۡدَكُمۡ	مِّنۡ	سُلۡطٰنٍۢ	بِهٰذَا ؕ	اَتَقُوۡلُوۡنَ	عَلَى	اللّٰهِ
زمین کے	نہیں	تمہارے پاس	سے	کوئی دلیل	اس کی	کیا تم کہتے ہو	پر	اللہ کے

اسی کا ہے ، تمہارے پاس اِس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے ، کیا تم اللہ کی طرف وہ بات منسوب کرتے ہو

مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٦٨﴾ قُلۡ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ

مَا	لَا	تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٦٨﴾	قُلۡ	اِنَّ	الَّذِيۡنَ	يَفۡتَرُوۡنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الۡكَذِبَ
وہ جو	نہیں	تم جانتے	تُو کہہ	بیشک	جو لوگ	گھڑتے ہیں	پر	اللہ کے	جھوٹ

جو تم نہیں جانتے ہو ۔ ﴿٦٨﴾ (اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرمادیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ،

لَا يُفۡلِحُوۡنَ ﴿٦٩﴾ؕ مَتَاعٌ فِى الدُّنۡيَا ثُمَّ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ نُذِيۡقُهُمُ

لَا	يُفۡلِحُوۡنَ ﴿٦٩﴾ؕ	مَتَاعٌ	فِى	الدُّنۡيَا	ثُمَّ	اِلَيۡنَا	مَرۡجِعُهُمۡ	ثُمَّ	نُذِيۡقُهُمُ
نہیں	کامیاب ہوں گے وہ	سامان	بیچ	دنیا کے	پھر	ہماری طرف	ان کا لوٹنا	پھر	ہم چکھائیں گے انہیں

وہ کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ ﴿٦٩﴾ دنیا میں فائدہ اٹھانا ہے ، پھر ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہوگا ، پھر ہم اُنہیں سخت عذاب کا

الۡعَذَابَ الشَّدِيۡدَ بِمَا كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ ﴿٧٠﴾ع وَاتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ نُوۡحٍ ۘ اِذۡ

الۡعَذَابَ	الشَّدِيۡدَ	بِمَا	كَانُوۡا	يَكۡفُرُوۡنَ ﴿٧٠﴾	وَاتۡلُ	عَلَيۡهِمۡ	نَبَاَ	نُوۡحٍ	اِذۡ
عذاب	سخت	بدلے اس کے جو	وہ تھے	کفر کرتے رہے	اور تلاوت کر	ان پر	حال	نوح کا	جب

مزہ چکھائیں گے اِس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے ۔ ﴿٧٠﴾ (اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ ان کے سامنے نوح کے احوال تلاوت کیجئے ، جب

﴿٦٧﴾ اس آیت مبارکہ میں رات اور دن کو اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، چنانچہ رات کو انسان آرام کرتا اور سکون حاصل کرتا ہے اور دن کے اجالے میں وہ اپنے رزق کے اسباب اور وسائل تلاش کرتا ہے، رات کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا کرنے والا اللہ اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ کفر اور شرک کی تاریکیوں سے حق کا اجالا نکال کر دنیا کے سامنے پیش کردے۔

﴿٦٨﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد کے قائل ہیں کیونکہ اللہ کو اولاد کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، اُس کیلئے اولاد ہونا عیب ہے، وہ تو زمین و آسمان کی ہر چیز اور ہر مخلوق کا مالک ہے اور مالک کو اپنی ملکیت میں تصرف کرنے کا پورا اختیار ہوتا ہے جبکہ انسان کی اولاد اس کا جزو ہوتی ہے اور جس چیز کے کئی اجزاء ہوں، وہ قابل تقسیم ہوتی ہے، اس طرح تو معاذ اللہ حق تعالیٰ کا قابل تقسیم ہونا لازم آئے گا، علاوہ ازیں ملکیت اور جزئیت دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک چیز ایک ہی وقت میں مملوک بھی ہو اور جزء بھی ہو، ایسا نہیں ہوسکتا، اس کے علاوہ ان لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی اولاد ثابت کرنے کیلئے کوئی عقلی یا نقلی دلیل بھی موجود نہیں ہے جس سے وہ استدلال کرسکیں، اس لیے اللہ کی طرف اولاد کی نسبت جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

﴿٦٩﴾ ﴿٧٠﴾ ان آیتوں میں اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں اور اس کی طرف غلط نسبت کرنے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں کو کبھی بھی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا، دنیا کا چندروزہ فائدہ اٹھالیں، جب ہمارے پاس لوٹ کر آئیں گے تو اپنے کفر و شرک اور بہتان تراشی کا مزہ چکھ لیں گے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ان کی دنیا بھی برباد ہوگئی اور آخرت بھی تباہ ہوگئی۔

قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

قَالَ	لِقَوْمِهٖ	يٰقَوْمِ	اِنْ	كَانَ	كَبُرَ	عَلَيْكُمْ	مَّقَامِيْ	وَتَذْكِيْرِيْ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ
کہا اس نے	اپنی قوم سے	اے میری قوم	اگر	ہو	گراں گزرتا	تم پر	کھڑا ہونا میرا	اور نصیحت کرنا میرا	ساتھ آیتوں کے	اللہ کی

انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم ! اگر تم پر میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کرنا گراں گزرتا ہے

فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ

فَعَلَى	اللّٰهِ	تَوَكَّلْتُ	فَاَجْمِعُوْٓا	اَمْرَكُمْ	وَ	شُرَكَآءَكُمْ	ثُمَّ	لَا	يَكُنْ	اَمْرُكُمْ
تو پر	اللہ کے	بھروسہ کیا میں نے	سو تم جمع کرلو	اپنے معاملے کو	اور	اپنے شرکاء کو	پھر	نہ	رہے	تمہارا معاملہ

تو میں نے اللہ پر ہی بھروسہ کر رکھا ہے ، اس لئے تم اپنے تمام امور اور شرکاء کو جمع کر لو ، پھر تم پر اپنے کام کے حوالے سے

عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٧١﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا

عَلَيْكُمْ	غُمَّةً	ثُمَّ	اقْضُوْٓا	اِلَيَّ	وَ	لَا	تُنْظِرُوْنِ ﴿٧١﴾	فَاِنْ	تَوَلَّيْتُمْ	فَمَا
تم پر	مشتبہ	پھر	کر گزرو	میری طرف	اور	مت	مجھے مہلت دو	سو اگر	تم نے منہ موڑا	تو نہیں

کوئی اشتباہ نہ رہے ، پھر میرے ساتھ جو چاہو کر گزرو، اور مجھے بالکل مہلت نہ دو ۔ ﴿٧١﴾ پھر اگر تم منہ پھیر لو تو میں

سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ

سَاَلْتُكُمْ	مِّنْ	اَجْرٍ ؕ	اِنْ	اَجْرِيَ	اِلَّا	عَلَى	اللّٰهِ ۙ	وَ	اُمِرْتُ	اَنْ
مانگی میں نے تم سے	سے	کوئی مزدوری	نہیں	میری مزدوری	مگر	پر	اللہ کے	اور	مجھے حکم دیا گیا ہے	یہ کہ

نے تم سے کسی مزدوری کا سوال نہیں کیا ، میری مزدوری تو اللہ ہی کے ذمے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ

اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ

اَكُوْنَ	مِنَ	الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٧٢﴾	فَكَذَّبُوْهُ	فَنَجَّيْنٰهُ	وَ	مَنْ	مَّعَهٗ	فِي	الْفُلْكِ
رہوں میں	سے	فرمانبرداروں کے	سو انہوں نے جھٹلایا اسے	سو ہم نے نجات دی اسے	اور	وہ جو	اس کے ہمراہ	بیچ	کشتی کے

میں فرمانبرداروں میں سے رہوں ۔ ﴿٧٢﴾ سو انہوں نے نوح کی تکذیب کی ، پھر ہم نے نوح کو اور کشتی میں ان کے ہمراہ لوگوں کو نجات عطا فرمائی

وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ

وَ	جَعَلْنٰهُمْ	خَلٰٓئِفَ	وَ	اَغْرَقْنَا	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا ۚ	فَانْظُرْ	كَيْفَ
اور	بنایا ہم نے انہیں	جانشین	اور	غرق کر دیا ہم نے	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	سو دیکھ لے	کیسا

اور ہم نے انہی کو جانشین بنا دیا ، اور اُن لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ، سو آپ دیکھ لیجئے کہ ڈرائے

﴿٧١﴾ اس آیت مبارکہ میں ابو البشر ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی عزیمت و استقامت، پر اعتمادی اور توکل علی اللہ کی تحسین کی گئی ہے، یقیناً یہ چیلنج کسی عام آدمی کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اپنی پوری قوم کے سامنے بیانگ دہل یہ اعلان کر دے کہ اے میری قوم! اگر میرا کھڑا ہونا اور نصیحت کرنا تمہیں برا لگتا ہے اور تمہاری طبیعتوں پر گراں گزرتا ہے تو تم سب مل کر اتفاق رائے سے ایک فیصلہ کر لو جس کی کسی شق میں تمہیں کوئی ابہام نہ رہے اور اس کے بعد مجھے مہلت دیئے بغیر اپنے فیصلے پر عمل کر گزرو، ہرگز میرا لحاظ نہ کرو، تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کر کے دیکھ لو، اس قدر واضح چیلنج کے باوجود بھی ان کی قوم کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے، اللہ اپنے دوستوں کی اسی طرح حفاظت فرماتا ہے۔

﴿٧٢﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے استغناء اور بے نیازی کا ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے اپنی قوم کے سامنے واضح کیا کہ مجھے تم سے کسی اجرت ، نذرانے، شکرانے اور جرمانے کی کوئی احتیاج نہیں ہے، میں اپنا اجر و ثواب اللہ سے طلب کرتا ہوں اور تم سے استغناء ظاہر کرتا ہوں، میں اپنے رب کے حکم کے مطابق اس کا فرمانبردار ہوں، اگر تم نہیں مانتے تو تمہاری مرضی ہے، مجھے تم پر زبردستی کرنے کیلئے مسلط نہیں کیا گیا۔

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ٧٣ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُنْذَرِيْنَ ٧٣	ثُمَّ	بَعَثْنَا	مِنْۢ	بَعْدِهٖ	رُسُلًا	اِلٰى	قَوْمِهِمْ
ہوا	انجام	ڈرائے ہوئے لوگوں کا	پھر	بھیجے ہم نے	سے	اس کے پیچھے	بہت سے پیغمبر	طرف	ان کی قوم کے

ہوئے لوگوں کا کیا انجام ہوا ؟ ٧٣ پھر ہم نے نوح کے بعد بہت سے پیغمبر اُن کی قوم کی طرف بھیجے ،

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ

فَجَآءُوْهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَمَا	كَانُوْا	لِيُؤْمِنُوْا	بِمَا	كَذَّبُوْا	بِهٖ	مِنْ	قَبْلُ
سو آئے وہ ان کے پاس	ساتھ واضح دلائل کے	سو نہ	ہوئے وہ	کہ ایمان لاتے	اس پر جو	تکذیب کر چکے وہ	اس کی	سے	پہلے

سو وہ اُن کے پاس واضح دلائل لیکر آئے ، پھر ایسا نہ ہوا کہ وہ اُس بات پر ایمان لے آئیں جس کی وہ اِس سے پہلے تکذیب کر چکے تھے ،

كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ٧٤ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ

كَذٰلِكَ	نَطْبَعُ	عَلٰى	قُلُوْبِ	الْمُعْتَدِيْنَ ٧٤	ثُمَّ	بَعَثْنَا	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ
اسی طرح	ہم مہر لگا دیتے ہیں	پر	دلوں کے	حد سے تجاوز کرنے والوں کے	پھر	بھیجا ہم نے	سے	ان کے پیچھے

حد سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر ہم اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں ۔ ٧٤ پھر ہم نے اُن کے بعد موسیٰ

مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا

مُّوْسٰى	وَهٰرُوْنَ	اِلٰى	فِرْعَوْنَ	وَ	مَلَا۟ئِهٖ	بِاٰيٰتِنَا	فَاسْتَكْبَرُوْا	وَكَانُوْا
موسیٰ کو	اور ہارون کو	طرف	فرعون کے	اور	اس کے سرداروں کے	ساتھ اپنی آیتوں کے	تو تکبر کیا انہوں نے	اور تھے وہ

اور ہارون کو اپنی آیتیں دیکر فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس بھیجا ، سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ٧٥ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ

قَوْمًا	مُّجْرِمِيْنَ ٧٥	فَلَمَّا	جَآءَهُمُ	الْحَقُّ	مِنْ	عِنْدِنَا	قَالُوْٓا	اِنَّ
قوم	جرم کرنے والے	پھر جب	آیا اُن کے پاس	حق	سے	ہمارے پاس	کہنے لگے وہ	بیشک

لوگ تھے ۔ ٧٥ پھر جب ہمارے پاس سے انہیں حق پہنچ گیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو

هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ٧٦ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ

هٰذَا	لَسِحْرٌ	مُّبِيْنٌ ٧٦	قَالَ	مُوْسٰٓى	اَتَقُوْلُوْنَ	لِلْحَقِّ	لَمَّا	جَآءَكُمْ
یہ	البتہ جادو	کھلا	کہا	موسیٰ نے	کیا تم کہتے ہو	حق کیلئے	جب	وہ آیا تمہارے پاس

کھلا جادو ہے ۔ ٧٦ موسیٰ نے کہا کہ جب تمہارے پاس حق آیا تو کیا تم یہ کہتے ہو

٧٣ اس آیت مبارکہ میں قوم نوح کے تکذیب کرنے اور پانی میں غرق کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے جس سے اہل ایمان کو بچا لیا گیا تھا، اس کی مکمل تفصیل بارہویں پارے میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

٧٤ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بہت سے پیغمبروں کی بعثت اور ان کی اقوام کے رویے کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے، قرآن کریم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشتر اقوام نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی، ان کے لائے ہوئے معجزات کی تردید کی اور ان پر ایمان لانے سے انکار کیا، جس کا نتیجہ ان کی تباہی کی شکل میں نکلا، دراصل جب کسی کے دل پر مہر لگ جائے تو اس کا حق کی طرف لوٹنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، گزشتہ اقوام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا اور آئندہ کیلئے بھی یہی اصول متعین ہے۔

٧٥ اس آیت مبارکہ میں فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بعثت کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہ فرعون اور اس کے سرداروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کی راہ اختیار کی، اس نے ان کے دعویٰ نبوت کو بھی تسلیم نہیں کیا اور ان کے معجزات سے بھی متاثر نہ ہوا۔

٧٦ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر فرعون اور اس کے درباریوں کا ردعمل بیان کیا گیا ہے کہ وہ ان معجزات سے متاثر ہونے اور ان پر ایمان لانے کی بجائے انہیں کھلا جادو قرار دینے لگے، یہ اس بات کی علامت تھی کہ ان کی فطری استعداد اور حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے۔

اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿٧٧﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا

اَسِحْرٌ	هٰذَا ؕ	وَ	لَا	يُفْلِحُ	السّٰحِرُوْنَ ﴿٧٧﴾	قَالُوْٓا	اَجِئْتَنَا	لِتَلْفِتَنَا	عَمَّا
کیا جادو ہے	یہ	اور	نہیں	کامیاب ہوتے	جادوگر	کہنے لگے وہ	کیا تو آیا ہمارے پاس	تاکہ تو پھیر دے ہمیں	اس سے جو

کہ یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ ﴿٧٧﴾ وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اُس راستے سے پھیر دو

وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا

وَجَدْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا	وَ	تَكُوْنَ	لَكُمَا	الْكِبْرِيَآءُ	فِي	الْاَرْضِ ؕ	وَ	مَا
پایا ہم نے	اس پر	اپنے باپوں کو	اور	ہو جائے	تم دونوں کیلئے	بڑائی	بیچ	زمین کے	اور	نہیں

جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے اور زمین میں تمہاری ''بڑائی'' قائم ہو جائے؟ ہم تو

نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٨﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ

نَحْنُ	لَكُمَا	بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٨﴾	وَ	قَالَ	فِرْعَوْنُ	ائْتُوْنِيْ	بِكُلِّ	سٰحِرٍ
ہم	تم دونوں پر	ایمان لانے والے	اور	کہا	فرعون نے	لاؤ تم میرے پاس	ہر ایک	جادوگر کو

تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ﴿٧٨﴾ اور فرعون کہنے لگا کہ میرے پاس ہر پڑھے لکھے جادوگر کو

عَلِيْمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ

عَلِيْمٍ ﴿٧٩﴾	فَلَمَّا	جَآءَ	السَّحَرَةُ	قَالَ	لَهُمْ	مُّوْسٰٓى	اَلْقُوْا	مَآ	اَنْتُمْ
خوب جاننے والا	پھر جب	آئے	جادوگر	کہا	ان سے	موسیٰ نے	ڈالو تم	وہ جو	تم

لیکر آؤ۔ ﴿٧٩﴾ پھر جب جادوگر آئے تو موسیٰ نے اُن سے کہا کہ تم جو ڈالنا چاہتے ہو،

مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ

مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾	فَلَمَّآ	اَلْقَوْا	قَالَ	مُوْسٰى	مَا	جِئْتُمْ	بِهِ ۙ	السِّحْرُ ؕ	اِنَّ
ڈالنے والے	پھر جب	ڈالا انہوں نے	کہا	موسیٰ نے	وہ جو	تم لائے	اسے	جادو	بیشک

وہ ڈالو۔ ﴿٨٠﴾ سو جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا کہ جو کچھ تم لیکر آئے ہو، دراصل وہ جادو ہے، بیشک

اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ

اللّٰهَ	سَيُبْطِلُهٗ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُصْلِحُ	عَمَلَ	الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾	وَيُحِقُّ	اللّٰهُ
اللہ	عنقریب اسے باطل کرے گا	بیشک	اللہ	نہیں	سنوارتا	عمل کو	فساد کرنے والوں کے	اور حق ثابت کرے گا	اللہ

اللہ اسے باطل کرکے رہے گا، کیونکہ اللہ مفسدین کے عمل کو نہیں سنوارا کرتا۔ ﴿٨١﴾ اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعے حق کو

﴿٧٧﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے معجزات کو ''جادو'' قرار دینے کی تردید کی گئی ہے، دراصل فرعون اور اس کے درباریوں نے عوام الناس کو مغالطے میں ڈالنے کیلئے نہایت چالاکی کے ساتھ معجزہ اور جادو کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط کرنے کی کوشش کی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہی سے پوچھا کہ کیا جادو ایسا ہوتا ہے؟ وہ لوگ تو صرف اپنی عوام کو دھوکہ دینا چاہ رہے تھے، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واضح فرما دیا کہ جادوگر کوئی بھی ہو، فتح اور کامیابی اسے نہیں ملتی، فتح اور کامیابی ہمیشہ حق، معجزہ اور صاحب معجزہ کو ملا کرتی ہے۔

﴿٧٨﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون کے درباریوں کی ایک سیاسی چال اور بیان بازی کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مقصد لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھانا تھا کہ موسیٰ دراصل ہمیں ہمارے آبائی دین سے ہٹانا چاہتے ہیں اور یہ زمین پر اپنی حکومت قائم کرکے ہماری حکومت کو ختم کرنا چاہتے ہیں، ان کا منشا حکومت پر قبضہ کرنا ہے، اس لیے ہم ان کی دعوت اور پیغام کو کسی صورت قبول نہیں کر سکتے۔

﴿٧٩﴾ ﴿٨٢﴾ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جادوگروں کے مقابلے کا ذکر کیا گیا ہے، فرعون اور اس کے درباری تو اس سے سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن حق پرستوں کیلئے اس میں بڑی خوشی تھی کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کرکے دکھایا جائے تاکہ حق اور باطل ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں، سو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کیلئے ماہر جادوگروں کو دعوت اور انعام کا لالچ دیکر بلایا، =

الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ

الْحَقَّ	بِكَلِمٰتِهٖ	وَلَوْ	كَرِهَ	الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾	فَمَآ	اٰمَنَ	لِمُوْسٰى	اِلَّا	ذُرِّيَّةٌ
حق کو	اپنے کلمات سے	اگرچہ	ناپسند کریں	جرم کرنے والے	سو نہیں	ایمان لایا	موسیٰ پر	مگر	چند نوجوان

حق ثابت کر کے رہے گا اگرچہ مجرم لوگ اسے ناپسند ہی کریں ۔ ﴿۸۲﴾ سو موسیٰ پر اُن کی قوم کے چند نوجوانوں کے علاوہ

مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ

مِّنْ	قَوْمِهٖ	عَلٰى	خَوْفٍ	مِّنْ	فِرْعَوْنَ	وَ	مَلَا۟ئِهِمْ	اَنْ	يَّفْتِنَهُمْ
سے	اس کی قوم کے	پر	خوف کے	سے	فرعون کے	اور	ان کے سرداروں کے	یہ کہ	وہ انہیں فتنے میں ڈال دے

فرعون اور اُس کے سرداروں کے خوف سے کوئی بھی ایمان نہ لایا کہ کہیں وہ انہیں فتنے میں نہ ڈال دے ،

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ

وَ	اِنَّ	فِرْعَوْنَ	لَعَالٍ	فِى	الْاَرْضِ	وَ	اِنَّهٗ	لَمِنَ	الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾	وَقَالَ
اور	بیشک	فرعون	البتہ چڑھنے والا	بیچ	زمین کے	اور	بیشک وہ	البتہ سے	حد سے تجاوز کرنے والوں کے	اور کہا

اور فرعون زمین میں بہت چڑھ رہا تھا اور وہ حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہوگیا تھا ۔ ﴿۸۳﴾ اور موسیٰ نے

مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ

مُوْسٰى	يٰقَوْمِ	اِنْ	كُنْتُمْ	اٰمَنْتُمْ	بِاللّٰهِ	فَعَلَيْهِ	تَوَكَّلُوْٓا	اِنْ	كُنْتُمْ
موسیٰ نے	اے میری قوم	اگر	تم ہو	ایمان لائے	اللہ پر	تو اسی پر	بھروسہ رکھو	اگر	تم ہو

کہا کہ اے میری قوم ! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اُسی پر بھروسہ رکھو اگر تم

مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ

مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾	فَقَالُوْا	عَلَى	اللّٰهِ	تَوَكَّلْنَا	رَبَّنَا	لَا	تَجْعَلْنَا	فِتْنَةً	لِّلْقَوْمِ
فرمانبرداری کرنے والے	سو کہا انہوں نے	پر	اللہ کے	بھروسہ کیا ہم نے	اے ہمارے پروردگار	مت	بنا تو ہمیں	آزمائش	اُن لوگوں کیلئے جو

فرمانبردار ہو ۔ ﴿۸۴﴾ تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے اللہ پر ہی بھروسہ کیا ہے ، پروردگار ! تو ہمیں ظالم قوم کیلئے

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ لا وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾	وَ	نَجِّنَا	بِرَحْمَتِكَ	مِنَ	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾
ظلم کرنے والے	اور	نجات دے ہمیں	اپنی رحمت سے	سے	ان لوگوں کے جو	کفر کرنے والے

تختۂ مشق نہ بنا ۔ ﴿۸۵﴾ اور ہمیں اپنی مہربانی سے کافر قوم سے نجات عطا فرما ۔ ﴿۸۶﴾

ع ۱۲ / ۱۳

= حضرت موسیٰ ؑ نے انہیں عمل کرنے کی اجازت دی، اس کے بعد حضرت موسیٰ ؑ نے اپنا معجزہ پیش کیا اور فرمایا کہ جادو وہ نہیں ہے جو میں نے پیش کیا ہے، بلکہ وہ ہے جو تم نے پیش کیا ہے اور ابھی تمہارے سامنے اس کا باطل ہونا واضح ہو جائیگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ہے کہ وہ فساد پھیلانے والوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔

﴿۸۳﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ ؑ کی دعوت کے ابتدائی ایام کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس وقت تو فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف سے کسی کو حضرت موسیٰ ؑ پر ایمان لانے کی جرأت نہ ہوتی تھی، بنی اسرائیل اور اہل مصر دونوں میں سے گنتی کے چند لوگ ایمان لائے تھے جنہیں فرعون کے ظلم و تشدد کا سامنا کرنا پڑا، یہ لوگ کسی اچھے وقت کے انتظار میں تھے، فرعون کی سرکشی حد سے آگے بڑھ چکی تھی اس لیے براہ راست اس کا مقابلہ کرنے اور اس کی اذیتوں کو برداشت کرنے کی ہمت بہت سے لوگوں میں نہیں تھی، تاہم کچھ لوگ پھر بھی حضرت موسیٰ ؑ پر ایمان لے آئے تھے۔

﴿۸۴﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ ؑ کا اپنی قوم کو توکل کی دعوت دینا مذکور ہے، بظاہر یہ خطاب اُن لوگوں کو ہے جو فرعونیوں کی ایذاء رسانی کے باوجود حضرت موسیٰ ؑ پر ایمان لے آئے تھے جیسا کہ آیت کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔

﴿۸۵﴾ ﴿۸۶﴾ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ ؑ پر ایمان لانے والوں کی دو دعائیں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہمیں ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنا کہ وہ ہم پر ظلم کرتے رہیں، اور ہم ان کے ہاتھوں ذلت اور رسوائی اٹھاتے رہیں، دوسری یہ کہ اپنی مہربانی سے ہمیں کافروں سے نجات عطا فرما، اللہ نے ان کی دونوں دعائیں قبول فرما لیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا

وَ	اَوْحَيْنَآ	اِلٰى	مُوْسٰى	وَ	اَخِيْهِ	اَنْ	تَبَوَّاٰ	لِقَوْمِكُمَا	بِمِصْرَ	بُيُوْتًا
اور	وحی بھیجی ہم نے	طرف	موسیٰ کے	اور	اس کے بھائی کے	یہ کہ	تم دونوں ٹھکانہ بناؤ	اپنی قوم کیلئے	مصر میں	گھروں کو

اور ہم نے موسیٰ اور اُن کے بھائی کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اپنی قوم کیلئے مصر میں گھر مقرر کرو،

وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٧﴾

وَ	اجْعَلُوْا	بُيُوْتَكُمْ	قِبْلَةً	وَّاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ ۭ	وَ	بَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٧﴾
اور	بناؤ تم	اپنے گھروں کو	قبلہ	اور قائم کرو	نماز	اور	خوشخبری دیدے	ایمان والوں کو

اپنے گھر قبلہ رخ بناؤ، نماز قائم کرو اور مؤمنین کو خوشخبری دیدو۔ ٨٧

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي

وَ	قَالَ	مُوْسٰى	رَبَّنَا	اِنَّكَ	اٰتَيْتَ	فِرْعَوْنَ	وَمَلَاَهٗ	زِيْنَةً	وَّ	اَمْوَالًا	فِي
اور	کہا	موسیٰ نے	اے ہمارے پروردگار	بیشک تو	دیا تو نے	فرعون کو	اور اس کے سرداروں کو	زینت	اور	بہت سے مال	بیچ

اور موسیٰ نے کہا کہ پروردگار! تو نے فرعون اور اُس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زیب و زینت اور مال و دولت

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى

الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۙ	رَبَّنَا	لِيُضِلُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِكَ ۚ	رَبَّنَا	اطْمِسْ	عَلٰى
زندگی کے	دنیا کی	اے ہمارے پروردگار	تاکہ وہ گمراہ کریں	سے	تیرے راستے کے	اے ہمارے پروردگار	مٹادے تو	پر

عطا فرما رکھا ہے، پروردگار! اس لئے کہ وہ تیرے راستے سے گمراہ کریں، پروردگار! اِن کے مالوں کو

اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

اَمْوَالِهِمْ	وَ	اشْدُدْ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	فَلَا	يُؤْمِنُوْا	حَتّٰى	يَرَوُا	الْعَذَابَ
ان کے مالوں کے	اور	سخت کردے	پر	ان کے دلوں کے	سو نہ	ایمان لائیں وہ	یہاں تک کہ	دیکھ لیں وہ	عذاب

مٹادے اور اِن کے دلوں کو سخت کر دے تا کہ یہ ایمان نہ لا سکیں یہاں تک کہ دردناک عذاب

الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ

الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾	قَالَ	قَدْ	اُجِيْبَتْ	دَّعْوَتُكُمَا	فَاسْتَقِيْمَا	وَ	لَا تَتَّبِعٰٓنِّ	سَبِيْلَ
دردناک	کہا اُس نے	یقیناً	قبول کرلی گئی	تم دونوں کی پکار	تو تم دونوں ثابت قدم رہو	اور	مت پیروی کرو تم دونوں	راستے کی

دیکھ لیں۔ ٨٨ اللہ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، سو تم دونوں ثابت قدم رہو اور اُن لوگوں کے راستے پر

٨٧ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کو مصر میں اپنی آبادی فرعونیوں سے الگ کرنے اور اپنے گھروں میں نماز کیلئے قبلہ رو کوئی جگہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ علی الاعلان اجتماعی عبادت تو ممکن نہیں تھی، اس لیے گھروں میں ہی اس کے اہتمام کی تاکید کی گئی جیسا کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں تھا۔

٨٨ ٨٩ ان آیتوں میں فرعون اور اس کے سرداروں کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا، حضرت ہارون علیہ السلام کی اُس پر آمین اور اس کی قبولیت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محسوس ہوا کہ اب یہ لوگ کبھی ایمان نہ لائیں گے تو انہوں نے اللہ سے دعا فرمائی کہ پروردگار ان کے مال و دولت کو تباہ و برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے، تاکہ یہ امکان ہی ختم ہو جائے کہ کہیں یہ لوگ ایک مرتبہ پھر جھوٹا ایمان لے آئیں اور بعد میں مکر جائیں، جیسا کہ پہلے بھی یہ لوگ کرتے رہے ہیں اور اپنے مال و دولت کو تیرے راستے میں خرچ کرنے کی بجائے لوگوں کو گمراہ کرنے اور تیرے راستے سے بہکانے کیلئے خرچ کرتے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی دعا قبول فرما کر انہیں ثابت قدمی کی تلقین فرمائی اور جاہلوں کے راستے سے اجتناب کرتے رہنے کی تاکید فرمائی۔

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ

الَّذِيْنَ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾	وَجٰوَزْنَا	بِبَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	الْبَحْرَ	فَاَتْبَعَهُمْ
وہ لوگ جو	نہیں	جانتے	اور پار کروادیا ہم نے	بیٹوں کو	اسرائیل کے	سمندر سے	پھر ان کا پیچھا کیا

مت چلو جو جانتے نہیں ۔ ﴿٨٩﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کروادیا ، فرعون اور اُس کے

فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ

فِرْعَوْنُ	وَجُنُوْدُهٗ	بَغْيًا	وَ	عَدْوًا ؕ	حَتّٰٓى	اِذَآ	اَدْرَكَهُ	الْغَرَقُ ۙ	قَالَ
فرعون نے	اور اس کے لشکروں نے	شرارت سے	اور	سرکشی سے	یہاں تک کہ	جب	اسے پکڑلیا	غرق ہونے نے	کہنے لگا

لشکروں نے بھی شرارت اور سرکشی کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا ، یہاں تک کہ جب وہ پانی میں غرق ہونے لگا تو کہنے لگا

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ

اٰمَنْتُ	اَنَّهٗ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	الَّذِيْٓ	اٰمَنَتْ	بِهٖ	بَنُوْٓا	اِسْرَآءِيْلَ	وَ	اَنَا	مِنَ
ایمان لے آیا میں	کہ بیشک وہ	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ جو	ایمان لائے	اس پر	بیٹے	اسرائیل کے	اور	میں	سے

کہ میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اُس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں ، اور میں فرمانبرداروں

الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ

الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩٠﴾	آٰلْـٰٔنَ	وَ	قَدْ	عَصَيْتَ	قَبْلُ	وَ	كُنْتَ	مِنَ
فرمانبرداروں کے	کیا اب	اور	یقینا	تونے نافرمانی کی	پہلے	اور	تو تھا	سے

میں سے ہوں ۔ ﴿٩٠﴾ اب ایمان لا رہا ہے حالانکہ اِس سے پہلے تو نا فرمانی کرتا رہا ہے اور تو فساد پھیلانے والوں

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٩١﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٩١﴾	فَالْيَوْمَ	نُنَجِّيْكَ	بِبَدَنِكَ	لِتَكُوْنَ	لِمَنْ	خَلْفَكَ
فساد کرنے والوں کے	سو آج کے دن	ہم تجھے نجات دیں گے	ساتھ تیرے جسم کے	تاکہ تو ہوجائے	اس کیلئے جو	تیرے پیچھے

میں سے تھا ۔ ﴿٩١﴾ سو آج ہم تیرے جسم کو بچا لیں گے تاکہ تو اپنے پچھلوں کیلئے عبرت کی نشانی

اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿٩٢﴾ ع وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ

اٰيَةً ؕ	وَ	اِنَّ	كَثِيْرًا	مِّنَ	النَّاسِ	عَنْ	اٰيٰتِنَا	لَغٰفِلُوْنَ ﴿٩٢﴾	وَلَقَدْ	بَوَّاْنَا	بَنِيْٓ
ایک نشانی	اور	بیشک	بہت سارے	سے	لوگوں کے	سے	ہماری آیتوں کے	البتہ بے خبر	اور البتہ یقینا	ٹھکانہ دیا ہم نے	بیٹوں کو

بن جائے اور بیشک بہت سے لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں ۔ ﴿٩٢﴾ اور یقینا ہم نے بنی اسرائیل کو

ع ٩ ١٠ ١٤

﴿٩٠﴾ ﴿٩٢﴾ ان آیتوں میں بنی اسرائیل کے بحر قلزم سے عبور اور فرعون کے اپنے لشکر سمیت غرق ہونے اور اُس وقت ایمان لانے کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت موسیٰ ﷺ وحی الٰہی کی روشنی میں بنی اسرائیل کو ایک مقررہ وقت پر مصر سے لیکر نکلے، سمندر پار کر کے ملک شام جانے کا ارادہ تھا، سابقہ پیشین گوئی کی روشنی میں فرعون اور اس کے لشکروں نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا اور صبح ہوتے ہوئے ان کے سروں پر پہنچ گئے، بنی اسرائیل بری طرح پھنس گئے اور نہ آگے جانے کے قابل رہے اور نہ پیچھے پلٹنے کے، کیونکہ آگے سمندر تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر، اس وقت وہ لوگ نہایت پریشان تھے اور فرعون کا لشکر بہت خوش کہ بنی اسرائیل ان کے ہاتھ سے بچ نکلنے میں کامیاب نہ ہوسکے، تب اللہ کی قدرت متوجہ ہوئی، اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری تو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کیلئے بارہ راستے بن گئے، ان کی جان میں جان آئی اور وہ تیزی سے سمندر پار کر گئے، اسی اثناء میں فرعون کا لشکر بھی آ پہنچا اور بے خوف وخطر اُن بنے ہوئے راستوں میں گھس گیا، جوں ہی پورا لشکر سمندر کی حدود میں آیا، اُسی وقت اللہ کے حکم سے پانی مل گیا، خشکی ختم ہوگئی اور سمندر کی موجوں نے انہیں اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا، اُس وقت فرعون نے سوچا کہ جان بچانا ضروری ہے، خدائی بعد میں دیکھی جائیگی، چنانچہ کلمہ پڑھنا شروع کر دیا لیکن اس کے الفاظ سے ہی پتہ چلتا تھا کہ وہ بے دلی سے کلمہ پڑھ رہا ہے، ویسے بھی وہ نزع کی کیفیت تھی، اُس وقت کا ایمان یوں بھی معتبر نہیں ہے، وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں اُس ذات پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور بنی اسرائیل کے معبود کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، لیکن اس کے ایمان کو مسترد کر دیا گیا کیونکہ اب ایمان لانے کا وقت ختم ہو چکا تھا، اب تو اُسے دنیا کیلئے نشانِ عبرت بنانے کا وقت شروع ہوا تھا، سو اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو پانی کی دستبرد سے بچا کر ساحل پر ڈال دیا، بعد میں اسے عبرت کیلئے عجائب گھر میں رکھوا دیا گیا اور آج بھی وہ ساری دنیا کے حکمرانوں، خدائی کے دعویداروں اور اقتدار کے نشے میں مدہوش ہوجانے والوں کو دعوتِ فکر دے رہا ہے تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں اور اقتدار کے نشے سے باہر نکل آئیں کیونکہ اقتدار ایک ایسا جسم ہے جس کے سینے میں دل نہیں ہے۔

اِسۡرَآءِيۡلَ مُبَوَّاَ صِدۡقٍ وَّ رَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا

اِسۡرَآءِيۡلَ	مُبَوَّاَ	صِدۡقٍ	وَّ	رَزَقۡنٰهُمۡ	مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ ۚ	فَمَا
اسرائیل کے	ٹھکانہ	سچا	اور	دی ہم نے انہیں	سے	پاکیزہ چیزیں	سونہیں

پسندیدہ ٹھکانہ دیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں ، سو انہوں نے

اخۡتَلَفُوۡا حَتّٰى جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ

اخۡتَلَفُوۡا	حَتّٰى	جَآءَهُمُ	الۡعِلۡمُ ؕ	اِنَّ	رَبَّكَ	يَقۡضِىۡ
اختلاف کیا انہوں نے	یہاں تک کہ	آ گیا اُن کے پاس	علم	بیشک	تیرا رب	فیصلہ کرے گا

اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ اُن کے پاس علم آپہنچا، بیشک آپ کا رب اُن لوگوں کے درمیان

بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنۡ

بَيۡنَهُمۡ	يَوۡمَ	الۡقِيٰمَةِ	فِيۡمَا	كَانُوۡا	فِيۡهِ	يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۳﴾	فَاِنۡ
ان کے درمیان	دن	قیامت کے	بیچ اس کے جو	تھے وہ	اسمیں	اختلاف کرتے رہے	سو اگر

قیامت کے دن اُن چیزوں میں فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے ۔ ﴿۹۳﴾ پھر اے مخاطب! اگر

كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ فَسۡـَٔلِ الَّذِيۡنَ

كُنۡتَ	فِىۡ	شَكٍّ	مِّمَّاۤ	اَنۡزَلۡنَاۤ	اِلَيۡكَ	فَسۡـَٔلِ	الَّذِيۡنَ
تُو ہو	بیچ	شک کے	اس سے جو	نازل کیا ہم نے	تیری طرف	تو پوچھ لے	ان لوگوں سے جو

آپ اُس چیز کے حوالے سے شک میں ہیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تو اُن لوگوں سے پوچھ لیجئے

يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ لَقَدۡ جَآءَكَ الۡحَقُّ مِنۡ

يَقۡرَءُوۡنَ	الۡكِتٰبَ	مِنۡ	قَبۡلِكَ ۚ	لَقَدۡ	جَآءَكَ	الۡحَقُّ	مِنۡ
پڑھتے ہیں	کتاب	سے	تیرے پہلے	البتہ یقیناً	آ گیا تیرے پاس	حق	سے

جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں ، یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے

رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۙ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ

رَّبِّكَ	فَلَا	تَكُوۡنَنَّ	مِنَ	الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۙ﴿۹۴﴾	وَلَا	تَكُوۡنَنَّ	مِنَ	الَّذِيۡنَ
تیرے رب کے	سو نہ	ہو تُو	سے	شک کرنے والوں کے	اور نہ	ہو جا تُو	سے	وہ لوگ جو

حق آیا ہے ، اس لئے آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں ۔ ﴿۹۴﴾ اور اُن لوگوں میں سے نہ ہو جایئے

﴿۹۳﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کو فرعون کے غرق ہونے کے بعد بہترین ٹھکانہ دینے اور پاکیزہ رزق عطا فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہاں پاکیزہ ٹھکانے سے مراد ملک شام ہے جو اپنے رزق اور پھلوں کی فراوانی اور موسم کی شادابی کیلئے معروف ہے، لیکن بنی اسرائیل باہمی اختلافات میں الجھ کر رہ گئے حالانکہ ان کے پاس تورات کی صورت میں مستند اور پختہ علم موجود تھا، ان اختلافات نے انہیں اندر سے کھوکھلا کر کے ان کی جڑوں کو کمزور کر دیا، اب ان کا فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا۔

﴿۹۴﴾ ﴿۹۵﴾ ان آیتوں میں خطاب کا رخ اگرچہ رسول اکرم ﷺ کی طرف ہے، لیکن مقصد امت کو سنانا ہے کہ اگر آپ کی امت میں سے کسی کو قرآن کریم کے حوالے سے کسی قسم کا شک اور تردد ہے تو اہل کتاب سے اس کی تصدیق کر لے ، اس کا شک دور ہو جائیگا اور اس کی تسلی ہو جائے گی ، اس لیے کہ اگر آج اس شک کو دور نہ کیا جا سکا تو کل یہی شک بڑھتے بڑھتے لڑائی جھگڑے، تکرار اور مناظرے تک پہنچا دے گا ، آخرکار انسان کفر اور تکذیب کی دلدل میں دھنس جائیگا اور اس کے دل پر مہر لگ جائے گی جس کی وجہ سے آئندہ کسی زمانے میں بھی اسے حق قبول کرنے کی توفیق نصیب نہ ہو سکے گی ، دوسری آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ

كَذَّبُوۡا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	فَتَكُوۡنَ	مِنَ	الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿٩٥﴾	اِنَّ	الَّذِيۡنَ
جھٹلایا انہوں نے	آیتوں کو	اللہ کی	سو تُو ہو جائے	سے	نقصان اٹھانے والوں کے	بیشک	جو لوگ

جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ، کہیں آپ بھی خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں ۔ ﴿۹۵﴾ بیشک جن لوگوں کے

حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿٩٦﴾ وَلَوۡ

حَقَّتۡ	عَلَيۡهِمۡ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	لَا	يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿٩٦﴾	وَلَوۡ
ثابت ہو چکی	ان پر	بات	تیرے رب کی	نہیں	ایمان لائیں گے وہ	اگرچہ

متعلق آپ کے رب کی بات طے ہو چکی ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے ۔ ﴿۹۶﴾ اگرچہ

جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوۡلَا

جَآءَتۡهُمۡ	كُلُّ	اٰيَةٍ	حَتّٰى	يَرَوُا	الۡعَذَابَ	الۡاَلِيۡمَ ﴿٩٧﴾	فَلَوۡلَا
آجائے اُن کے پاس	ہر	نشانی	یہاں تک کہ	دیکھ لیں وہ	عذاب	دردناک	سو کیوں نہ

اُن کے پاس ہر طرح کی نشانی آجائے ، یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں ۔ ﴿۹۷﴾ سو قوم

كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَآ اِيۡمَانُهَآ اِلَّا قَوۡمَ يُوۡنُسَ ؕ لَمَّآ

كَانَتۡ	قَرۡيَةٌ	اٰمَنَتۡ	فَنَفَعَهَآ	اِيۡمَانُهَآ	اِلَّا	قَوۡمَ	يُوۡنُسَ ؕ	لَمَّآ
ہوئی	کوئی بستی	ایمان لائی وہ	سو نفع دیا اسے	اس کے ایمان نے	مگر	قوم	یونس کی	جب

یونس کے علاوہ کوئی اور بستی ایسی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لاتی اور اُسے اُس کا ایمان لانا نفع پہنچاتا ؟ جب

اٰمَنُوۡا كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡىِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا

اٰمَنُوۡا	كَشَفۡنَا	عَنۡهُمۡ	عَذَابَ	الۡخِزۡىِ	فِى	الۡحَيٰوةِ	الدُّنۡيَا
ایمان لائے وہ	ہم نے کھول دیا	ان سے	عذاب	رسوائی کا	بیچ	زندگی کے	دنیا کی

وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے اُن سے دنیا کی زندگی میں رسوا کن عذاب دور کردیا

وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ ﴿٩٨﴾ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنۡ فِى

وَ	مَتَّعۡنٰهُمۡ	اِلٰى	حِيۡنٍ ﴿٩٨﴾	وَ	لَوۡشَآءَ	رَبُّكَ	لَاٰمَنَ	مَنۡ	فِى
اور	ہم نے انہیں فائدہ پہنچایا	تک	ایک وقت کے	اور	اگر چاہتا	تیرا رب	البتہ ایمان لے آتا	وہ جو	بیچ

اور ہم نے اُنہیں ایک وقتِ مقررہ تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیا ۔ ﴿۹۸﴾ اگر آپ کے رب کی مشیت ہوتی تو روئے زمین پر موجود

﴿۹۶﴾ ﴿۹۷﴾ ان آیتوں میں انہی لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور وہ قبولِ حق کی استعداد کو اپنی نالائقی کی وجہ سے ضائع کر چکے ہیں، ان کے سامنے جتنے مرضی معجزات پیش کر دیے جائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے، ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے سے یہ فیصلہ فرما رکھا ہے کہ میں ایسے لوگوں سے جہنم کو بھر دوں گا خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے، اللہ کا یہ فیصلہ برحق اور اٹل ہے۔

﴿۹۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوموں پر نازل ہونے والے عذاب کے اصول میں ایک استثناء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اصول یہ ہے کہ اتمامِ حجت سے پہلے کسی قوم پر بھی عذاب نہیں آتا لیکن جب آتا ہے تو پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتا، چنانچہ مختلف قوموں کی تاریخ سے یہی ثابت ہوتا ہے، اس اصول سے صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو مستثنیٰ رکھا گیا، ممکن ہے کہ ان پر آئے ہوئے عذاب کو ٹال دیا گیا ہو جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ قومِ یونس نے صرف عذاب کے آثار کو دیکھ کر ہی اجتماعی توبہ کر لی ہو، یہ توبہ اخلاص، تضرع، آہ و زاری اور صدق پر مبنی تھی، یہ ایسی توبہ نہ تھی جیسی فرعون نے پانی میں غرق ہوتے وقت کی تھی، یہی وجہ ہے کہ مفسرین کے مطابق جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے اور عذاب کے آثار نمایاں ہونا شروع ہوئے تو وہ اپنے بیوی بچوں، حتیٰ کہ جانوروں سمیت ایک کھلے میدان میں جمع ہو گئے اور عاجزی وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے لگے، اس پر حق تعالیٰ نے عذاب کے آثار کو بھی ختم کر دیا، ان کی توبہ قبول فرمائی اور حضرت یونس علیہ السلام کو دوبارہ ان کی طرف مبعوث فرمایا، ساری قوم ان پر ایمان لائی اور اپنے مقررہ وقت تک زندگی اور اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتی رہی۔

الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا

الْاَرْضِ	كُلُّهُمْ	جَمِيْعًا ؕ	اَفَاَنْتَ	تُكْرِهُ	النَّاسَ	حَتّٰى	يَكُوْنُوْا
زمین کے	وہ سارے	اکٹھے	تو کیا تُو	مجبور کرے گا	لوگوں کو	یہاں تک کہ	ہو جائیں وہ

تمام لوگ ایک ساتھ ہی ایمان لے آتے ، تو کیا آپ لوگوں کو اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾	وَ	مَا	كَانَ	لِنَفْسٍ	اَنْ	تُؤْمِنَ	اِلَّا	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ؕ
ایمان والے	اور	نہیں	ہے	کسی نفس کیلئے	یہ کہ	ایمان لائے وہ	مگر	ساتھ اجازت کے	اللہ کی

ایمان لائیں ۔ ﴿۹۹﴾ اور کسی نفس کے اختیار میں نہیں ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ،

وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا

وَ	يَجْعَلُ	الرِّجْسَ	عَلَى	الَّذِيْنَ	لَا	يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾	قُلِ	انْظُرُوْا
اور	ڈال دے	گندگی	پر	ان لوگوں کے جو	نہیں	عقل رکھتے	تُو کہہ	تم دیکھو

اور اللہ انہی لوگوں پر عذاب ڈالتا ہے جو عقل نہیں رکھتے ۔ ﴿۱۰۰﴾ (اے نبی! ﷺ)، آپ فرمادیجئے کہ تم دیکھو

مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ

مَاذَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ؕ	وَ	مَا	تُغْنِي	الْاٰيٰتُ	وَ	النُّذُرُ
کیا ہے وہ	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	نہیں	کام آئیں	نشانیاں	اور	ڈرانے والے

آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے ؟ نشانیاں اور ڈرانے والے اُن لوگوں کے کچھ کام

عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ

عَنْ	قَوْمٍ	لَّا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾	فَهَلْ	يَنْتَظِرُوْنَ	اِلَّا	مِثْلَ	اَيَّامِ
سے	ان لوگوں کے جو	نہیں	ایمان لائے	تو کیا	انتظار کر رہے ہیں وہ	مگر	ملتے جلتے	دنوں کا

نہیں آتے جو ایمان نہیں لاتے ۔ ﴿۱۰۱﴾ تو کیا یہ لوگ اسی طرح کے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ

الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ	قَبْلِهِمْ ؕ	قُلْ	فَانْتَظِرُوْٓا	اِنِّيْ	مَعَكُمْ
ان لوگوں کے جو	گزر چکے	سے	ان کے پہلے	تُو کہہ	تو تم انتظار کرو	بیشک میں	تمہارے ساتھ

جو اِن سے پہلے لوگوں پر گزر چکے ہیں ، آپ فرمادیجئے کہ پھر تم انتظار کرتے رہو ، میں بھی تمہارے ساتھ

﴿۹۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ آخر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ساری دنیا کے انسان اسلام قبول کر لیں، دنیا میں ایک آدمی بھی کافر نہ رہے، تا کہ دنیا امن و امان کا گہوارہ اور مرکز بن جائے ؟ اس سوال کے بین السطور سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے معاملے میں انسان کو اختیار نہیں ہونا چاہیے تھا، بلکہ یہ ایک لازمی تقاضا ہونا چاہیے تھا جسے انسان کی تخلیق کا حصہ بنا دیا جاتا اور وہ غیر اختیاری طور پر اسے پورا کرنے کیلئے مجبور ہوتا، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے یہ مشکل نہیں ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے ہر انسان کو ایمان لانے پر مجبور کر دے اور ساری دنیا ہی مسلمان ہو جائے، لیکن ایسے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں انسان کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو ایمان لائے اور چاہے تو کفر اختیار کر لے، اس کے علاوہ بھی اس کی بہت سی حکمتوں پر اس سے پہلے کلام ہو چکا ہے۔

﴿۱۰۰﴾ اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کے حکم اور مرضی کے بغیر کوئی شخص ایمان نہیں لا سکتا ، اس کی مرضی کے بغیر تو ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا، ایمان تو بہت بڑی چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے، کفر اور شرک کی گندگی ان پر ڈال دی جاتی ہے اور وہ بڑھتی چلی جاتی ہے۔

﴿۱۰۱﴾ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان میں بکھری ہوئی قدرتوں اور صنعتوں پر غور کر کے قادر و صناع تک رسائی حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے، لیکن جن لوگوں کی قسمت میں ایمان نہیں ، ان کے سامنے جتنے مرضی پیغمبر اور معجزات پیش کر دیئے جائیں ، انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ج

مِّنَ	الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾	ثُمَّ	نُنَجِّيْ	رُسُلَنَا	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كَذٰلِكَ ج
سے	انتظار کرنے والوں کے	پھر	ہم نجات دیتے ہیں	اپنے پیغمبروں کو	اور	جولوگ	ایمان لائے	اسی طرح

انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ۔ ﴿١٠٢﴾ پھر ہم اپنے پیغمبروں اور ایمان والوں کو بچالیتے ہیں ، اسی طرح

حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ ع قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ

حَقًّا	عَلَيْنَا	نُنْجِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ ع	قُلْ	يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنْ	كُنْتُمْ
حق ہے	ہم پر	ہم نجات دیں گے	ایمان والوں کو	تُو کہہ	اے	لوگو!	اگر	تم ہو

ہم پر حق بنتا ہے ، ہم ایمان والوں کو بچا لیں گے۔ ﴿١٠٣﴾ (اے نبی ! ﷺ)، آپ فرمادیجئے کہ اے لوگو! اگر تم

فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

فِيْ	شَكٍّ	مِّنْ	دِيْنِيْ	فَلَاۤ اَعْبُدُ	الَّذِيْنَ	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ
بیچ	شک کے	سے	میرے دین کے	تونہیں عبادت کرتا میں	ان کی جو	تم عبادت کرتے ہو	سے	علاوہ

میرے دین کے حوالے سے کسی شک میں مبتلا ہو تو یاد رکھو کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو ، میں اُن کی عبادت

اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ

اللّٰهِ	وَ	لٰكِنْ	اَعْبُدُ	اللّٰهَ	الَّذِيْ	يَتَوَفّٰىكُمْ ج	وَ	اُمِرْتُ	اَنْ
اللہ کے	اور	لیکن	میں عبادت کرتا ہوں	اللہ کی	وہ جو	تمہیں پورا لے لیتا ہے	اور	مجھے حکم دیا گیا	یہ کہ

نہیں کروں گا ، میں تو اُس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں اپنے پاس بلالیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ

اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٤﴾ لا وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ

اَكُوْنَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٤﴾ لا	وَ	اَنْ	اَقِمْ	وَجْهَكَ	لِلدِّيْنِ
رہوں میں	سے	ایمان والوں کے	اور	یہ کہ	قائم رکھ	اپنا چہرہ	دین کیلئے

میں مؤمنین میں سے رہوں ۔ ﴿١٠٤﴾ اور یہ کہ اپنا رخ سب سے یکسو ہو کر دین کی طرف

حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ

حَنِيْفًا ج	وَ	لَا	تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾	وَ	لَا	تَدْعُ	مِنْ	دُوْنِ
سب سے یکسو ہوکر	اور	مت	ہوجا تُو	سے	شرک کرنے والوں کے	اور	مت	پکار	سے	علاوہ

قائم رکھئے اور مشرکین میں سے نہ ہو جائیے ۔ ﴿١٠٥﴾ اور اللہ کے علاوہ کسی ایسی چیز کو

﴿١٠٢﴾ اس آیت مبارکہ میں ایمان نہ لانے والوں اور سینکڑوں معجزات دیکھ کر بھی موم نہ ہونے والے پتھر دل لوگوں کے حوالے سے اشارہ فرمایا گیا ہے کہ یہ بھی پہلی قوموں کی طرح کسی عذاب کے منتظر ہیں، سوانتظار کرتے رہیں اور اہل ایمان بھی منتظر رہیں کہ اللہ کا فیصلہ کب ظاہر ہوگا۔

ع ١٠ ١١ ١٥ ﴿١٠٣﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ کے عذاب سے نجات پانے والوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ پہلے بھی ہم اپنے پیغمبروں اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دیتے رہے ہیں اور آئندہ بھی وہ ہماری پناہ میں رہیں گے، یہ ہمارا وعدہ رہا۔

﴿١٠٤﴾ اس آیت مبارکہ میں تمام انسانوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ اگر تم لوگ دین اسلام کے حوالے سے شکوک وشبہات کا شکار ہوتو ہو، مجھے اس سلسلے میں قطعاً کوئی شک اور شبہ نہیں ہے، اس لیے میں واضح اعلان کرتا ہوں کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر جن چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، وہ میرے معبود ہرگز نہیں اس لیے میں ان کی عبادت بھی کسی صورت نہیں کرسکتا، میرا معبود اللہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہر انسان کی جان ہے وہی تمہاری روحیں قبض کرتا ہے، گویا کہ تم پوری طرح اس کے تصرف میں ہو اور اس کا تصرف تمہاری روح پر بھی اسی طرح ہے جیسے تمہارے جسم پر، اس سے اس کے اختیار اور قدرت کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے، اس لیے میں حکم الٰہی کے مطابق ایمان لانے والوں میں سے ہوں، شک کرنے والوں میں سے نہیں۔

﴿١٠٥﴾ اس آیت مبارکہ میں توحید خالص کی تاکید کی گئی ہے جس کے اولین مخاطب رسول اکرم ﷺ ہیں اور مراد اُن کی امت ہے کہ دین پر استقامت اختیار کرو، سب سے یکسو ہوکر اللہ کے ساتھ لو لگاؤ، اپنا رخ سیدھا رکھو اور شرک سے ہر صورت میں اجتناب کرتے رہو۔

اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّكَ اِذًا

اللّٰهِ	مَا	لَا	يَنۡفَعُكَ	وَ	لَا	يَضُرُّكَ ۚ	فَاِنۡ	فَعَلۡتَ	فَاِنَّكَ	اِذًا
اللہ کے	وہ جو	نہیں	نفع دے سکتی تجھے	اور	نہ	نقصان پہنچا سکتی تجھے	سو اگر	تُو نے کیا	تو بیشک تُو	اس وقت

مت پکاریئے جو آپ کو نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان ، اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ بھی ظلم والوں

مِّنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ

مِّنَ	الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۰۶﴾	وَ	اِنۡ	يَّمۡسَسۡكَ	اللّٰهُ	بِضُرٍّ	فَلَا	كَاشِفَ	لَهٗۤ
سے	ظلم کرنے والوں کے	اور	اگر	پہنچادے تجھے	اللہ	کوئی تکلیف	تو نہیں	کوئی کھولنے والا	اُسے

میں سے ہو جائیں گے ۔ ۱۰۶ اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچا دے تو اُس کے علاوہ اُسے کوئی ہٹانے والا

اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ ؕ يُصِيۡبُ بِهٖ

اِلَّا	هُوَ ۚ	وَ	اِنۡ	يُّرِدۡكَ	بِخَيۡرٍ	فَلَا	رَآدَّ	لِفَضۡلِهٖ ؕ	يُصِيۡبُ	بِهٖ
مگر	وہ	اور	اگر	وہ ارادہ کرلے تجھ سے	کسی خیر کا	تو نہیں	کوئی ٹالنے والا	اس کے فضل کو	پہنچادیتا ہے وہ	اسے

نہیں ہے ، اور اگر وہ آپ کے ساتھ خیر کا کوئی ارادہ کر لے تو اُس کے فضل کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے ، وہ اپنے بندوں میں سے

مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلۡ

مَنۡ	يَّشَآءُ	مِنۡ	عِبَادِهٖ ؕ	وَ	هُوَ	الۡغَفُوۡرُ	الرَّحِيۡمُ ﴿۱۰۷﴾	قُلۡ
جو وہ جسے	وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں کے	اور	وہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	تُو کہہ

جسے چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے، اور وہ بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ۱۰۷ (اے نبی! ﷺ) ، آپ فرما دیجئے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَمَنِ

يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	قَدۡ	جَآءَكُمُ	الۡحَقُّ	مِنۡ	رَّبِّكُمۡ ۚ	فَمَنِ
اے	لوگو!	یقیناً	آ گیا تمہارے پاس	حق	سے	تمہارے رب کے	تو جو کوئی

کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے یقینی طور پر حق آچکا ہے ، پھر جو شخص

اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ

اهۡتَدٰى	فَاِنَّمَا	يَهۡتَدِىۡ	لِنَفۡسِهٖ ۚ	وَ	مَنۡ	ضَلَّ	فَاِنَّمَا	يَضِلُّ
ہدایت پائے	تو صرف	ہدایت حاصل کرے گا	اپنی ذات کیلئے	اور	جو کوئی	گمراہ ہو	تو صرف	گمراہ ہوگا

راہِ راست پر آئے تو وہ اپنے فائدے کیلئے ہی راہِ راست پر آئیگا اور جو شخص گمراہ ہو گا تو وہ اپنے نقصان پر ہی

۱۰۶ اس آیت مبارکہ میں اُس شخص کو ظالم قرار دیا گیا ہے جو غیر اللہ سے دعائیں کرتا، ان سے رزق مانگتا اور انہیں حاجت روا سمجھتا ہے، وہ اس پہلو پر غور نہیں کرتا کہ یہ چیزیں اسے کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی ہیں، بلکہ وہ تو اپنے نفع نقصان کی مالک نہیں ہیں، پھر بھی اگر کوئی شخص انہیں معبود ماننے پر اصرار کرے تو اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا۔

۱۰۷ اس آیت مبارکہ میں عقیدے کی تصحیح کی گئی ہے، اس سے ملتے جلتے الفاظ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۷ میں بھی گزر چکے ہیں، ان کی تفسیر وہاں ملاحظہ کی جائے۔

عَلَيْهَا ج وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى

عَلَيْهَا ج	وَ	مَآ	اَنَا	عَلَيْكُمْ	بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾	وَ	اتَّبِعْ	مَا	يُوْحٰٓى
اس پر	اور	نہیں	میں	تم پر	کوئی ذمہ والا	اور	پیروی کر	اس کی جو	وحی کی گئی

گمراہ ہوگا ، اور میں تم پر ذمہ دار مقرر نہیں ہوں ۔ ۱۰۸ اور آپ اُسی وحی کی پیروی کیجئے جو آپ کی طرف

اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ج وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ ع

اِلَيْكَ	وَ	اصْبِرْ	حَتّٰى	يَحْكُمَ	اللّٰهُ ج	وَ	هُوَ	خَيْرُ	الْحٰكِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾
تیری طرف	اور	صبر کر	یہاں تک کہ	فیصلہ کردے	اللہ	اور	وہ	بہترین	فیصلہ کرنے والوں سے

بھیجی جاتی ہے ، اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ کوئی فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ۔ ۱۰۹

اٰيَاتُهَا ١٢٣ (١١) سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ (٥٢) رُكُوْعَاتُهَا ١٠

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان ، نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ

الٓرٰ قف	كِتٰبٌ	اُحْكِمَتْ	اٰيٰتُهٗ	ثُمَّ	فُصِّلَتْ	مِنْ	لَّدُنْ	حَكِيْمٍ
الرٰ	کتاب	مضبوط کی گئیں	اس کی آیتیں	پھر	تفصیل کی گئی	سے	طرف	حکمت والے کے

الرٰ ، یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات کو پہلے محکم کیا گیا ، پھر حکمت والے ، باخبر کی طرف سے انہیں

خَبِيْرٍ ﴿١﴾ لا اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ

خَبِيْرٍ ﴿١﴾	اَلَّا	تَعْبُدُوْٓا	اِلَّا	اللّٰهَ ط	اِنَّنِيْ	لَكُمْ	مِّنْهُ	نَذِيْرٌ
خوب باخبر	یہ کہ مت	عبادت کرو تم	مگر	اللہ کی	بیشک میں	تمہارے لئے	اس سے	آگاہ کرنے والا

کھولا گیا ہے ۔ ۱ یہ کہ تم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو ، بیشک میں تمہیں اُس سے آگاہ کرنے والا

وَّبَشِيْرٌ ﴿٢﴾ لا وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ

وَّ	بَشِيْرٌ ﴿٢﴾	وَّ	اَنِ	اسْتَغْفِرُوْا	رَبَّكُمْ	ثُمَّ	تُوْبُوْٓا	اِلَيْهِ
اور	خوشخبری دینے والا	اور	یہ کہ	مغفرت طلب کرو تم	اپنے رب سے	پھر	توبہ کرو تم	اس کی طرف

اور خوشخبری سنانے والا ہوں ۔ ۲ اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو ، پھر اُس سے توبہ کرو ،

۱۰۸ ۔اس آیتِ مبارکہ میں "حق" سے مراد "قرآن کریم" ہے، تمام انسانوں کو اس پر عمل کرنے اور قبول کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اب جو شخص ہدایت حاصل کرے گا ، اس میں اسی کا فائدہ ہے اور گمراہی کا نقصان اور وبال بھی اسی کو بھگتنا پڑتا ہے، کسی کے ہدایت یافتہ ہونے سے اللہ کی شان و شوکت میں اضافہ نہیں ہوتا اور کسی کے گمراہ ہونے سے اس کی حکومت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

۱۱ ع ۶ ۱۶

۱۰۹ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو دو حکم دیئے گئے ہیں ، پہلا یہ کہ اوپر نازل ہونے والی وحی کی پیروی کرتے رہیں اور اللہ کی طرف سے جو حکم آتا جائے ، اس پر عمل کرتے جائیں، دوسرا یہ کہ مشرکین کی ایذاء رسانی پر صبر اور ثابت قدمی سے کام لیں ، اپنی دعوت اور پیغام میں ثابت قدمی برقرار رکھیں ، اللہ تعالیٰ بہترین فیصلہ فرمائے گا۔

الحمد للہ! آج مؤرخہ ۲۴ مارچ ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ سورۂ یونس کے حواشی مکمل ہوئے، اللہ تعالیٰ قبول ومقبول اور نافع فرما کر اگلی سورت کیلئے ذہن کو کشادگی اور یکسوئی نصیب فرمائے۔

آمین

سورۃ ھود

سورۂ ہود مکی سورت ہے ، اس کے حروف ۵۷۶۷ ، کلمات ۱۹۰۰ ، آیات ۱۲۳ اور رکوعات ۱۰ ہیں ، اس سورت کی آیت نمبر ۵۰ میں حضرت ہود علیہ السلام کا نام آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ ہود رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم کی تین سورتوں میں سات جگہ حضرت ہود علیہ السلام کا نام آیا ہے، ان کا پورا نام ہود بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ہے، وہ قوم عاد کی سب سے معزز شاخ "خلود" سے تعلق رکھتے تھے ، ان کا رنگ سرخ و سفید اور شخصیت بارعب تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کی اصلاح وتربیت کیلئے اپنی علمی اور عملی تمام صلاحیتیں استعمال کیں، انہوں نے بتوں کی عاجزی اور بے بسی کو واضح کیا، توحید پر عام فہم دلائل پیش کیے ، ماضی قریب میں قوم نوح پر آنے والے عذاب وطوفان کا حوالہ دیا، انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مجھے تم پر حکومت کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے، تمہیں تمہاری نعمتیں، چشمے اور باغات مبارک ہوں ، بلکہ اگر تم مجھ پر ایمان لاؤ تو میرے پاس تمہاری نعمتوں میں اضافے کا نسخہ بھی موجود ہے، لیکن قوم نے ان کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان سے عذاب کا مطالبہ شروع کر دیا، چنانچہ سب سے پہلے وہ قحط سالی میں گرفتار ہوئے ، کچھ عرصہ بعد ان پر کالے سیاہ بادل بھیجے گئے جن میں سے ان پر آگ کے شعلے برسائے گئے اور اُن پر پچھم سے چلنے والی طوفانی ہوا کو مسلط کر دیا گیا ، یہ ہوا سات راتوں اور آٹھ دن تک مسلسل چلتی رہی اور قوم عاد کے چار ہزار آدمی لقمہ اجل بن گئے ، اہل ایمان اللہ کے حکم سے حضرت ہود علیہ السلام کے ہمراہ حضرموت کی جانب ہجرت کر گئے ، وہیں حضرت ہود علیہ السلام کا وصال اور تدفین ہوئی ۔ ۱ اس آیت مبارکہ میں آیات کلام اللہ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں ، ایک یہ کہ وہ محکم ہیں اور دوسری یہ کہ وہ مفصل ہیں ، کیونکہ انہیں نازل کرنے والا اللہ ہے جو کہ نہایت حکمت والا اور باخبر ہے، جہاں تک تعلق ہے محکم کا تو اس کا لفظی معنی مضبوط چیز ہوتا ہے، چونکہ قرآن کریم کے مضامین نہایت پختہ اور مضبوط ہیں ، ان میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے، اس کے الفاظ میں کوئی جھول نہیں ہے اور ان کا معنی روز روشن کی طرح واضح ہے اس لیے اس کی صفت محکم بیان کی گئی ہے ، نیز قرآن کریم کے مضامین کھول کھول کر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے =

يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ

يُمَتِّعْكُمْ	مَّتَاعًا	حَسَنًا	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى	وَّ	يُؤْتِ	كُلَّ	ذِيْ
فائدہ پہنچائے گا وہ تمہیں	سامان	عمدہ	تک	ایک مدت کے	مقررشدہ	اور	دے گا وہ	ہر ایک کو	والا

تا کہ وہ تمہیں ایک مقررہ وقت تک بہترین فائدہ پہنچائے ، اور ہر اضافی عمل کرنے والے کو اپنا

فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

فَضْلٍ	فَضْلَهٗ ؕ	وَ	اِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنِّيْٓ	اَخَافُ	عَلَيْكُمْ
اضافی عمل کا	اپنا فضل	اور	اگر	تم منہ موڑلو	تو بیشک میں	ڈرتا ہوں میں	تم پر

فضل عطا فرمائے ، اور اگر تم نے منہ پھیر لیا تو مجھے تمہارے متعلق ایک بڑے دن کے

عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۳ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى

عَذَابَ	يَوْمٍ	كَبِيْرٍ ۳	اِلَى	اللّٰهِ	مَرْجِعُكُمْ ۚ	وَ	هُوَ	عَلٰى
عذاب سے	ایک دن	بڑے کے	طرف	اللہ کے	لوٹنا تمہارا	اور	وہ	پر

عذاب کا اندیشہ ہے ۔ [۳] اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۴ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ

كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۴	اَلَآ	اِنَّهُمْ	يَثْنُوْنَ	صُدُوْرَهُمْ
ہر	چیز کے	قدرت والا	خبردار	بیشک وہ	دوہرے کر لیتے ہیں	سینے اپنے

چیز پر قادر ہے ۔ [۴] آگاہ ہو جاؤ کہ وہ اللہ سے چھپانے کیلئے اپنے سینے

لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ

لِيَسْتَخْفُوْا	مِنْهُ ؕ	اَلَا	حِيْنَ	يَسْتَغْشُوْنَ	ثِيَابَهُمْ ۙ	يَعْلَمُ
تا کہ چھپالیں وہ	اس سے	خبردار	جس وقت	وہ اوڑھتے ہیں	اپنے کپڑے	جانتا ہے وہ

دوہرے کیے جاتے ہیں ، آگاہ رہو کہ جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں ، اللہ جانتا ہے

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۵

مَا	يُسِرُّوْنَ	وَمَا	يُعْلِنُوْنَ ۚ	اِنَّهٗ	عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۵
جو کچھ	چھپاتے ہیں وہ	اور جو کچھ	ظاہر کرتے ہیں وہ	بیشک وہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتوں کو

جو کچھ وہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ، بیشک وہ سینوں کے رازوں سے واقف ہے ۔ [۵]

= گئے ہیں اور ان میں کوئی ابہام نہ رکھا گیا ہے اس لیے ان کی صفت مفصل بیان کی گئی ہے۔

[۲] اس آیتِ مبارکہ میں نزولِ قرآن کی ایک حکمت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ ساری دنیا میں توحید کا صور اس طرح پھونکا جائے کہ ہر کان اس صدا سے آشنا ہو جائے اور ساری دنیا تک اس کی دعوت اور پیغام پہنچ جائے ، کیونکہ یہ پیغام لانے والا خود بشیر و نذیر ہے۔

[۳] اس آیتِ مبارکہ میں نزولِ قرآن کی دوسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ انسان کو اس کے رب کے قریب لایا جائے ، اس کا جو تعلق اپنے رب سے ٹوٹ چکا ہے ، اسے جوڑ کر از سر نو بحال کیا جائے ، اس کا سب سے مؤثر نسخہ توبہ و استغفار ہے ، مفسرین نے توبہ اور استغفار میں فرق کیلئے بہت سی تفصیلات ذکر کی ہیں ، اس عاجز کے نزدیک توبہ نام ہے تلافی کا اور استغفار نام ہے معافی کا ، انسان سے جب کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو وہ پہلے معافی مانگتا ہے ، اس کے بعد اس غلطی کی تلافی اور ازالہ کرتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ آیتِ مبارکہ میں استغفار کا ذکر پہلے اور توبہ کا ذکر بعد میں آیا ہے ، اس معافی اور تلافی کا انسان کو آخرت میں جو فائدہ ہوگا ، وہ تو اپنی جگہ برحق ہے لیکن دنیا میں بھی انسان کو اس کا فائدہ ہوتا ہے ، چنانچہ اسے دنیوی اسباب بھی عطا کیے جاتے ہیں اور اس کے عمل کے برابر اس کا اجر و ثواب اور فضیلت بھی۔

[۴] اس آیتِ مبارکہ میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں ، ایک تو یہ کہ سب کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے ، اس حاضری سے کسی کو استثناء نہیں ہے ، خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ ، مؤمن ہو یا کافر ، مخلص ہو یا مجرم ، پیشی تو سب کی ہوگی اور دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے وہ مجرم کو سزا اور مخلص کو جزا دینے سے عاجز نہیں ہے ، اس لیے وہ ہر شخص کو جزا اور سزا کے اس عمل سے ضرور گزارے گا۔

[۵] اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کے علم کامل و محیط کا یقین دلوں میں بٹھایا گیا ہے ، بعض حضرات قضاء حاجت یا بیوی کے ساتھ خلوت کے وقت اپنے جسم کے متعلقہ حصے کو بھی برہنہ کرنے سے گھبراتے اور شرماتے تھے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے ، اس لیے وہ اپنے سینے کو دوہرا کر کے جھکے جاتے تھے تا کہ زیادہ سے زیادہ چھپ سکیں ، اس پر انہیں سمجھایا گیا کہ اس قدر اہتمام کے باوجود کیا تم اللہ کی نگاہوں سے چھپ سکو گے؟ تم اپنے ظاہر کو چھپانا چاہتے ہو ، وہ تو تمہارے دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات اور وساوس سے بھی واقف ہے ، اس لیے بشری تقاضے کے وقت اس قدر اہتمام کرنا غلو ہے اور دین میں غلو کی کوئی حیثیت نہیں ہے ، البتہ بلا ضرورت اپنے ستر کو بے لباس کرنا شرعاً اور اخلاقاً ہر طرح ناپسندیدہ اور مذموم ہے۔ واللہ اعلم۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا

وَ	مَا	مِنْ	دَآبَّةٍ	فِيْ	الْاَرْضِ	اِلَّا	عَلَى	اللّٰهِ	رِزْقُهَا	وَ	يَعْلَمُ	مُسْتَقَرَّهَا
اور	نہیں	سے	کوئی چوپایہ	بیچ	زمین کے	مگر	پر	اللہ کے	اس کا رزق	اور	جانتا ہے وہ	اس کا ٹھکانہ

اور روئے زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو اور وہی اُس کے مستقل اور عارضی ٹھکانے کو

وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَ	مُسْتَوْدَعَهَا	كُلٌّ	فِيْ	كِتٰبٍ	مُّبِيْنٍ ۝	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ
اور	اسے امانت رکھنے کی جگہ	ہر ایک	بیچ	کتاب کے	واضح	اور	وہ	وہی جس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو

جانتا ہے ، ہر چیز کتابِ مبین میں موجود ہے ۔ ⑥ اور اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو

وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ

وَ	الْاَرْضَ	فِيْ	سِتَّةِ	اَيَّامٍ	وَّ	كَانَ	عَرْشُهٗ	عَلَى	الْمَآءِ	لِيَبْلُوَكُمْ	اَيُّكُمْ
اور	زمین کو	بیچ	چھ	دنوں کے	اور	تھا	اس کا عرش	پر	پانی کے	تاکہ وہ آزمائے تمہیں	کون تم میں سے

چھ دنوں میں پیدا کر دیا ، اُس وقت اُس کا عرش پانی پر تھا ، تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون

اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ

اَحْسَنُ	عَمَلًا	وَ	لَئِنْ	قُلْتَ	اِنَّكُمْ	مَّبْعُوْثُوْنَ	مِنْ	بَعْدِ	الْمَوْتِ
زیادہ اچھا	عمل میں	اور	البتہ اگر	تو کہے	بیشک تم	دوبارہ اٹھائے جاؤ گے	سے	پیچھے	مرنے کے

اعمال کے اعتبار سے سب سے اچھا ہے ؟ اور اگر آپ یہ کہیں کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے

لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا

لَيَقُوْلَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّا	سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ ۝	وَ	لَئِنْ	اَخَّرْنَا
البتہ ضرور کہیں گے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	نہیں	یہ	مگر	جادو	کھلا	اور	البتہ اگر	ہم پیچھے کر دیں

تو کافر لوگ ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے ۔ ⑦ اور اگر ہم ایک مقررہ مدت تک

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ

عَنْهُمُ	الْعَذَابَ	اِلٰٓى	اُمَّةٍ	مَّعْدُوْدَةٍ	لَّيَقُوْلُنَّ	مَا	يَحْبِسُهٗ	اَلَا	يَوْمَ
ان سے	عذاب کو	طرف	ایک مدت کے	گنتی کی ہوئی	البتہ ضرور کہیں گے	کیا چیز	اسے روک رہی ہے	خبردار	جس دن

اُن سے عذاب کو مؤخر کر دیں تو ضرور کہیں گے کہ اُسے کس چیز نے روک رکھا ہے ؟ آگاہ رہو کہ جس دن

⑥ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر بسنے والے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمے لیا ہے اور وہ اپنی ذمہ داری بخوبی پوری کرتا ہے، اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی مخلوق کو وجود عطا کرے اور اس سے پہلے اس کے رزق کا انتظام نہ کرے، دراصل یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مخلوق کو وجود عطا فرمانے کے بعد خالق کو بھی معلوم نہ ہو کہ اس کی مخلوق کتنی ہے؟ کون سی ہے اور کہاں رہتی ہے؟ اور کہاں جائے گی؟ لیکن اللہ ایسا خالق نہیں ہے جسے اپنی مخلوق کا علم نہ ہو، باقی رہا لفظ ''مستقر اور مستودع'' تو اس کی مراد متعین کرنے میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے، یہاں موقع کی مناسبت سے ترجمے میں مستقل اور عارضی ٹھکانہ زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے، اس طرح آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ زمین پر چلنے اور رینگنے والے ہر جاندار کے مستقل اور عارضی ٹھکانے سے واقف ہے اس لیے وہ ہر ایک کا رزق اس کی جگہ پر پہنچاتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ، اور وہ بھی اس کی خاص حکمت پر مبنی ہے۔

⑦ اس آیتِ مبارکہ میں چھ دنوں میں زمین و آسمان کی تخلیق اور عرشِ الٰہی کے پانی پر قائم ہونے کا ذکر کر کے اس نظامِ کائنات کو وجود عطا فرمانے کا اصل مقصد بیان کیا گیا ہے کہ تمہاری دنیا کی یہ زندگی امتحان اور جانچ پرکھ کیلئے ہے، یہاں تمہاری ایک ایک نقل و حرکت کا جائزہ لیا جائیگا، تمہارے ہر ہر قول اور فعل کو تولا جائیگا اور تمہیں کام کرنے کے بھرپور مواقع فراہم کیے جائیں گے، جب تم امتحان دے کر فارغ ہو جاؤ گے تو تمہارے لیے ایک نیا جہان آباد کیا جائے گا جس میں تمہارے اعمال کی جزا اور سزا پر عمل درآمد ہوگا، اس لیے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے، اگرچہ کافر اسے جادو قرار دیتے رہیں۔ فائدہ: چھ دن کے مفہوم پر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ٥٤ میں کلام ہو چکا ہے، وہیں ملاحظہ کیجیے۔

يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهٖ

يَاْتِيْهِمْ	لَيْسَ	مَصْرُوْفًا	عَنْهُمْ	وَ	حَاقَ	بِهِمْ	مَّا	كَانُوْا	بِهٖ
وہ آئیگا ان پر	نہیں	پھیرا جائیگا	ان سے	اور	الٹا آپڑے گا	ان پر	وہ جو	تھے وہ	اس کا

اُن پر عذاب آئے گا تو وہ اُن سے پھیرا نہ جائیگا اور وہ چیز انہیں گھیر لے گی جس کا وہ مذاق

ع ٨/١

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨﴾	وَ	لَئِنْ	اَذَقْنَا	الْاِنْسَانَ	مِنَّا	رَحْمَةً	ثُمَّ	نَزَعْنٰهَا	مِنْهُ
مذاق اڑاتے رہے	اور	البتہ اگر	ہم چکھائیں	انسان کو	اپنے سے	کوئی رحمت	پھر	اسے کھینچ لیں	اس سے

اڑایا کرتے تھے۔ ٨ اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے رحمت کا مزہ چکھا دیں ، پھر اُس سے وہ چھین لیں

اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿٩﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ

اِنَّهٗ	لَيَئُوْسٌ	كَفُوْرٌ ﴿٩﴾	وَ	لَئِنْ	اَذَقْنٰهُ	نَعْمَآءَ	بَعْدَ	ضَرَّآءَ	مَسَّتْهُ
بیشک وہ	البتہ ناامید	ناشکرا	اور	البتہ اگر	ہم اسے چکھائیں	نعمتیں	پیچھے	تکلیف کے	اس نے چھولیا اُسے

تو وہ نا اُمید اور نا شکرا ہو جاتا ہے۔ ٩ اور اگر ہم اُسے تکلیف پہنچنے کے بعد اپنی نعمتوں کا مزہ چکھا دیں

لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿١٠﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

لَيَقُوْلَنَّ	ذَهَبَ	السَّيِّاٰتُ	عَنِّيْ ؕ	اِنَّهٗ	لَفَرِحٌ	فَخُوْرٌ ﴿١٠﴾	اِلَّا	الَّذِيْنَ
البتہ وہ ضرور کہے گا	چلی گئیں	پریشانیاں	مجھ سے	بیشک وہ	البتہ اترانے والا	شیخی خورا	مگر	وہ لوگ جو

تو وہ ضرور کہے گا کہ میری ساری پریشانیاں دور ہوگئیں ، اُس وقت وہ اترانے والا، شیخی خورابن جاتا ہے ۔ ١٠ سوائے اُن لوگوں کے

صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١١﴾

صَبَرُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّ	اَجْرٌ	كَبِيْرٌ ﴿١١﴾
صبر کیا انہوں نے	اور	عمل کیے انہوں نے	اچھے	وہ لوگ	اُن کیلئے	مغفرت	اور	ثواب	بہت بڑا

جنہوں نے صبر کیا اور نیک اعمال سرانجام دیئے ، انہی لوگوں کیلئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ ١١

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ

فَلَعَلَّكَ	تَارِكٌ	بَعْضَ	مَا	يُوْحٰٓى	اِلَيْكَ	وَ	ضَآئِقٌ	بِهٖ	صَدْرُكَ	اَنْ
سوشاید تو	چھوڑنے والا	کچھ	وہ جو	وحی کیا گیا	تیری طرف	اور	تنگ ہونے والا	اس سے	تیرا سینہ	یہ کہ

پھر کہیں آپ اپنے پاس آنے والی وحی میں سے کچھ چیزیں چھوڑ دیں گے اور آپ کا سینہ اس وجہ سے تنگ ہوگا کہ

٨ اس آیت مبارکہ میں تاخیر عذاب پر مشرکین کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر کسی خاص حکمت کی بناء پر عذاب میں تاخیر ہوجائے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ عذاب کہاں ہے جس کی ہمیں دھمکی دی جاتی ہے؟ اسے کس چیز نے روک رکھا ہے؟ شاید انہیں معلوم نہیں ہے کہ جس دن عذاب آئے گا تو اسے واپس پلٹایا نہ جاسکے گا اور کسی میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ وہ خود کو اس عذاب سے محفوظ رکھ سکے۔

٩ اس آیت مبارکہ میں انسان کی مایوسی اور ناشکری کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر نعمت و رحمت کے بعد انسان سے کوئی نعمت واپس لے لی جائے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس میں ناشکری کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں، حالانکہ اس وقت بھی وہ اللہ کی بے شمار نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہوتا ہے لیکن کسی ایک نعمت سے محرومی سے اس کی مایوسی اپنی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے، چنانچہ دنیا میں اس کا مشاہدہ عام ہے۔

١٠ اس آیت مبارکہ میں انسان کے اترانے اور فخر کرنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ اگر اس کے حالات اچھے ہو جائیں، پریشانیاں اور بیماریاں ختم ہو جائیں، مقدمات اور تھانے کچہریوں سے نجات مل جائے تو وہ اپنی حکمت و دانش پر اترانے لگتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب میری تدبیر کا نتیجہ ہے، وہ اسے اللہ کا احسان تسلیم کرنے اور اپنی زبان سے اس کا اظہار کرنے کی بجائے اپنے تعلقات، عہدے اور مال و دولت پر اکڑتا ہے، یہ انسان کی کم ظرفی ہے۔

١١ اس آیت مبارکہ میں صبر اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور ان کیلئے مغفرت اور اجر کبیر و کثیر کا وعدہ کیا گیا ہے، کیونکہ یہ لوگ مصیبت کے وقت مایوس نہیں ہوتے بلکہ صبر کرتے ہیں اور راحت کے وقت کم ظرفی نہیں دکھاتے بلکہ عمل صالح کی طرف مزید متوجہ ہو جاتے ہیں، اس لیے وہ حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ کے مستحق ہوتے ہیں۔

يَقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ

يَقُوْلُوْا	لَوْ	لَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْهِ	كَنْزٌ	اَوْ جَآءَ	مَعَهٗ	مَلَكٌ ؕ	اِنَّمَآ	اَنْتَ	نَذِيْرٌ ؕ
وہ کہتے ہیں	کیوں	نہیں	نازل کیا گیا	اس پر	کوئی خزانہ	یا آیا	اس کے ہمراہ	کوئی فرشتہ	وہ تو صرف	تُو	آگاہ کرنے والا

وہ کہتے ہیں کہ اِن پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں ہوا؟ یا اِن کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا ؟ آپ تو صرف آگاہ کرنے والے ہیں،

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ ۝۱۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ

وَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	وَّكِيْلٌ ۝۱۲	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰىهُ	قُلْ	فَاْتُوْا	بِعَشْرِ
اور	اللہ	پر	ہر	چیز کے	ذمہ دار	کیا	وہ کہتے ہیں	گھڑلیا اس نے اسے	تُو کہہ	تو لے آؤ تم	دس

اور اللہ ہر چیز کا ذمہ دار ہے ۔ ۱۲ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اِسے گھڑلیا ہے ، آپ فرمادیجئے کہ پھر تم بھی اسی طرح کی

سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ

سُوَرٍ	مِّثْلِهٖ	مُفْتَرَيٰتٍ	وَ	ادْعُوْا	مَنِ	اسْتَطَعْتُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اِنْ
سورتیں	اس جیسی	گھڑی ہوئی	اور	بلالو تم	جسے	تم استطاعت رکھتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے	اگر

دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جسے بلا سکتے ہو بلالو ، اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ

كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ۝	فَاِلَّمْ	يَسْتَجِيْبُوْا	لَكُمْ	فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّمَآ	اُنْزِلَ	بِعِلْمِ	اللّٰهِ
تم ہو	سچے	سو اگر نہ	قبول کریں وہ	تمہارے لئے	تو جان لو تم	وہ تو صرف	نازل کیا گیا	ساتھ علم	اللہ کے

تم سچے ہو ۔ ۱۳ پھر اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو تم لوگ جان لو کہ یہ علم الٰہی کی روشنی میں اُترا ہے ،

وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۴ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ

وَ	اَنْ	لَّآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	فَهَلْ	اَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ۝	مَنْ	كَانَ	يُرِيْدُ	الْحَيٰوةَ
اور	یہ کہ	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	تو کیا	تم	فرمانبرداری کرنے والے	جو کوئی	ہو	چاہتا	زندگی کو

اور یہ کہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے ، تو کیا اب بھی تم فرمانبردار ہوتے ہو؟ ۱۴ جو شخص دنیوی زندگی اور اُس کی

الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا

الدُّنْيَا	وَ	زِيْنَتَهَا	نُوَفِّ	اِلَيْهِمْ	اَعْمَالَهُمْ	فِيْهَا	وَ	هُمْ	فِيْهَا
دنیا کی	اور	اس کی زینت کو	ہم پورا کردیں گے	ان کیطرف	ان کے اعمال کو	اس میں	اور	وہ	اسمیں

زیب و زینت چاہتا ہے ، ہم اس دنیا میں ہی ایسے لوگوں کے اعمال کا انہیں پورا پورا بدلہ دیدیتے ہیں اور یہاں اُن کا

۱۲ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نذیر اور اللہ کا ہر چیز پر وکیل ہونا بیان کیا گیا ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ نبی ﷺ کی مبارک طبیعت پر مشرکین کی بیہودہ باتوں اور فرمائشوں کی وجہ سے بوجھ نہ آجائے، دراصل مشرکین یہ فرمائش کیا کرتے تھے کہ اگر نبی ﷺ سچے اور برحق نبی ہیں تو ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں ہے جو لوگوں کو یقین دلا سکے کہ ان کا دعویٰ اور دعوت دونوں سچے ہیں، یا ان کے پاس کوئی خزانہ کیوں نہیں ہے جو لوگوں کو یقین دلا سکے کہ ان کا مقصد اپنی تجوری بھرنا نہیں ہے ، اس کے علاوہ بھی ان کی بہت سی فرمائشیں تھیں جو روز بروز بڑھتی جا رہی تھیں، ان کی وجہ سے طبیعت مبارکہ پر بوجھ آجاتا تھا، یہاں اسے یوں تعبیر کیا گیا آپ اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی میں سے کچھ چیزوں کو چھوڑ دیں گے ؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مشرکوں کی ان باتوں پر فکر مندی کیسی ؟ آپ کا کام انہیں مستقبل اور انجام سے آگاہ کرنا ہے، وہ آپ کر بھی رہے ہیں، باقی رہا ان کے متعلق فیصلہ تو وہ اللہ پر چھوڑ دیجیے، وہ خود ہی ان کے متعلق فیصلہ فرمائے گا۔

۱۳ ۱۴ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کی اس بیہودہ گوئی کا جواب دیا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام اپنے پاس سے گھڑ کر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی ہے، اگر ایسی ہی بات ہے اور قرآن بنانا اتنا ہی آسان ہے اور یہ کسی انسان کا کلام ہے تو پھر تم بھی فصاحت و بلاغت کا دعویٰ کرتے ہو، اس جیسی دس سورتیں بنا کر تم بھی لے آؤ اور دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ کر لو کہ ان میں کوئی جوڑ اور مقابلہ بنتا ہے؟ ساری دنیا کی ساری مخلوق مل کر اس کے مقابلے میں کلام لے آئے اور اپنی کوشش کر کے دیکھ لے، ہم چیلنج کر سکتے ہیں کہ ساری دنیا مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اس لیے اہل ایمان کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ یہ کلام علم الٰہی کے عین مطابق اترا ہے، اللہ کا علم کامل اور ازلی ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، ہر شخص کو اس کا فرمانبردار ہونا چاہیے تو کیا تم اس کی فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہو۔ فائدہ: قرآن کریم کا مثل بنانے کا چیلنج مختلف مراحل سے گزرا ہے، ابتداء میں پورے قرآن کا مثل لانے کا چیلنج کیا گیا تھا، بعد میں اسے کم کر کے دس سورتوں پر لے آئے ، پھر اس میں مزید کمی کر کے ایک سورت پر لے آئے اور اس میں یہ قید بھی ضروری نہیں سمجھی گئی کہ وہ سورت بڑی ہو، بلکہ الفاظِ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کا مثل ہی بنا کر لے آؤ تو تمہارا دعویٰ ثابت ہو جائے، لیکن وہ یہ بھی نہ کر سکے اور ان کا عاجز ہونا بار بار ثابت ہو گیا۔

لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ

لَا	يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	لَيْسَ	لَهُمْ	فِي	الْاٰخِرَةِ	اِلَّا	النَّارُ
نہ	کمی کئے جائیں گے	وہ لوگ	جو	نہیں	ان کیلئے	بیچ	آخرت کے	مگر	جہنم

کچھ نقصان نہ ہو گا ۔ ﴿۱۵﴾ یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت میں جہنم کے علاوہ کچھ نہیں ہے ،

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى

وَ	حَبِطَ	مَا	صَنَعُوْا	فِيْهَا	وَ	بٰطِلٌ	مَّا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾	اَفَمَنْ	كَانَ	عَلٰى
اور	ضائع ہوگیا	وہ جو	کیاانہوں نے	اسمیں	اور	بیکار گیا	وہ جو	تھے وہ	عمل کرتے رہے	توکیا جو	ہو	پر

وہ سب کچھ برباد ہوجائیگا جوانہوں نے دنیا میں کیا ہوگا اور وہ سب اعمال ضائع ہوجائیں گے جو وہ کرتے رہے ہوں گے۔ ﴿۱۶﴾ بھلا جو آدمی اپنے رب کی

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا

بَيِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّهٖ	وَ	يَتْلُوْهُ	شَاهِدٌ	مِّنْهُ	وَ	مِنْ	قَبْلِهٖ	كِتٰبُ	مُوْسٰٓى	اِمَامًا
واضح دلیل کے	سے	اپنے رب کے	اور	اس کے پیچھے ہو	ایک گواہ	اس سے	اور	سے	اس کے پہلے	کتاب	موسیٰ کی	رہنما

طرف سے واضح دلیل پر قائم ہو اور اللہ کی طرف سے اُس کے ساتھ ساتھ ایک گواہ بھی ہو، اور اِس سے پہلے موسیٰ کی کتاب رہنما

وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ

وَّ	رَحْمَةً	اُولٰٓئِكَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ	وَ	مَنْ	يَّكْفُرْ	بِهٖ	مِنَ	الْاَحْزَابِ
اور	رحمت	وہ لوگ	ایمان لاتے ہیں	اس پر	اور	جوکوئی	انکار کرے	اس کا	سے	گروہوں کے

اور باعث رحمت تھی ، یہی لوگ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں ، اور تمام گروہوں میں سے جو بھی اس کا انکار کرے گا

فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

فَالنَّارُ	مَوْعِدُهٗ	فَلَا تَكُ	فِيْ	مِرْيَةٍ	مِّنْهُ	اِنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ
توجہنم	اس کے وعدے کی جگہ	سو نہ ہوتُو	بیچ	شک کے	اس سے	بیشک وہ	برحق	سے	تیرے رب کے

تو جہنم ہی اُس کا ٹھکانہ ہے ، اس لئے آپ اس کے حوالے سے شک میں نہ رہیں ، بیشک وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى

وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾	وَ	مَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى
اور لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	ایمان لاتے	اور	کون	زیادہ بڑا ظالم	اس سے جو	گھڑے	پر

لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ۔ ﴿۱۷﴾ اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر

﴿۱۵﴾ ﴿۱۶﴾ ان آیتوں میں دنیوی زندگی اور اس کی زیب وزینت کے طلب گار لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے، یہ لوگ دنیا میں جتنے بھی نیک اعمال سرانجام دیں، اس کا بدلہ انہیں اس دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے، آخرت میں ان کیلئے جہنم کے سوا کچھ نہیں ہے، ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور ان کی محنت برباد ہو جائے گی ، کیونکہ ان کی ان تمام کاوشوں کا مقصد اللہ کو راضی کرنا اور آخرت کیلئے تیاری کرنا نہیں تھا، بلکہ ان کا اوڑھنا بچھونا دنیا کی زیب وزینت اور اسی کی آرائش وآسائش تھی، سو وہ انہیں دیدی گئی، اب اللہ کے یہاں ان کیلئے کچھ نہیں ہے۔

﴿۱۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں "واضح دلیل" سے مراد فطرتِ سلیمہ ہے اور "گواہ" سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ اس سے پہلے تورات بھیجے جانے کا ذکر بھی کیا گیا ہے، اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے فطرتِ سلیمہ عطا فرمائی اور اس نے قرآن کریم کو اپنا رہنما بنالیا اور اس کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کرتا رہا، کیا وہ اس شخص کی طرح قرار دیا جا سکتا ہے جو اس کا انکار کرتا ہو یا اس نے دنیوی زندگی کو ہی اپنا نصب العین بنا لیا ہو؟ یقیناً یہ دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے اور اس حوالے سے کسی کو بھی شک نہیں ہونا چاہیے، قرآن کریم کلام برحق ہے اور رب العالمین کی طرف سے آیا ہے، جو اسے تسلیم کرنے سے انکار کرے گا، جہنم کی آگ اس کا ٹھکانہ ہے، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ

اللّٰهِ	كَذِبًا ؕ	اُولٰٓئِكَ	يُعْرَضُوْنَ	عَلٰى	رَبِّهِمْ	وَيَقُوْلُ	الْاَشْهَادُ	هٰٓؤُلَآءِ
اللہ کے	جھوٹ	وہ لوگ	پیش کئے جائیں گے	پر	اپنے رب کے	اور کہیں گے	گواہی دینے والے	یہ لوگ

جھوٹ باندھے ، یہی لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہی دینے والے کہیں گے کہ یہی

الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٨﴾ۙ الَّذِيْنَ

الَّذِيْنَ	كَذَبُوْا	عَلٰى	رَبِّهِمْ ۚ	اَلَا	لَعْنَةُ	اللّٰهِ	عَلَى	الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٨﴾ۙ	الَّذِيْنَ
وہ جو	جھوٹ بولا انہوں نے	پر	اپنے رب کے	خبردار	لعنت	اللہ کی	پر	ظالموں کے	جو لوگ

وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا ، آگاہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے ۔ ١٨ جو کہ اللہ کی

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

يَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَيَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا ؕ	وَ	هُمْ	بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ
روکتے ہیں	سے	راستے	اللہ کے	اور تلاش کرتے ہیں اسمیں	ٹیڑھا پن	اور	وہ	آخرت کا	وہ

راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں ، اور وہی آخرت کا بھی انکار

كٰفِرُوْنَ ﴿١٩﴾ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ

كٰفِرُوْنَ ﴿١٩﴾	اُولٰٓئِكَ	لَمْ	يَكُوْنُوْا	مُعْجِزِيْنَ	فِى	الْاَرْضِ	وَ	مَا	كَانَ	لَهُمْ
انکار کرنے والے	وہ لوگ	نہیں	ہیں	عاجز کرنے والے	بیچ	زمین کے	اور	نہیں	ہے	ان کیلئے

کرنے والے ہیں۔ ١٩ وہ لوگ زمین میں عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کے علاوہ اُن کا

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا

مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مِنْ	اَوْلِيَآءَ ۘ	يُضٰعَفُ	لَهُمُ	الْعَذَابُ ؕ	مَا	كَانُوْا
سے	علاوہ	اللہ کے	سے	دوستوں کے	دوگنا دیا جائیگا	انہیں	عذاب	نہ	تھے وہ

کوئی دوست نہیں ہو سکتا ، اُن کیلئے عذاب کو دوگنا کر دیا جائیگا، نہ وہ سننے کی

يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٠﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

يَسْتَطِيْعُوْنَ	السَّمْعَ	وَ	مَا	كَانُوْا	يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٠﴾	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ
طاقت رکھتے	سننے کی	اور	نہ	تھے وہ	دیکھتے	وہی لوگ	جنہوں نے

طاقت رکھتے تھے اور نہ دیکھتے تھے ۔ ٢٠ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے

١٨ اس آیت مبارکہ میں اس شخص کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے جو اللہ کی طرف کسی بات کی نسبت کر کے کہتا ہے کہ اللہ نے یوں فرمایا ہے، حالانکہ اللہ نے وہ بات نہیں فرمائی، قرآن کریم، حدیث قدسی اور فرمانِ رسالت میں کہیں اس کا تذکرہ نہیں ملتا، ظاہر ہے کہ اس سے بڑا ظلم کوئی اور نہیں ہوسکتا، اس لیے قیامت کے دن ان لوگوں کو جب بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا جائیگا تو جتنے بھی گواہی دینے والے گواہ ہیں خواہ وہ نامۂ اعمال ہو، یا نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے ہوں، یا انسان کے اپنے جسمانی اعضاء ہوں، یا زمین ہو، یا ان کا بستر ہو، سب ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اور اپنے رب کی طرف جھوٹی نسبت کرتے رہے ہیں، ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔

١٩ اس آیت مبارکہ میں ظالم لوگوں کی تین خصلتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے پر چلنے سے روکتے ہیں اور دین پر عمل کرنے میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں، دوسری یہ کہ دین میں خامی اور کجی تلاش کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور شکوک و شبہات کے ذریعے اس میں ٹیڑھا پن ثابت کرنا چاہتے ہیں، تیسری یہ کہ وہ آخرت کے منکر ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی لعنت نہ ہوتو اور کیا ہو۔

وقف لازم

٢٠ اس آیت مبارکہ میں ظالموں کیلئے دوگنا عذاب کی دھمکی دی گئی ہے، اس عذاب سے بچانے کیلئے انہیں نہ تو کوئی دوست، محافظ و معاون اور حمایتی مل سکے گا اور نہ ہی وہ اللہ سے بھاگ کر بچ نکلنے میں کامیاب ہوسکیں گے، کیونکہ اللہ کو عاجز نہیں کیا جاسکتا، یہ لوگ حق بات سننے اور دیکھنے کی صلاحیت سے محروم تھے اس لیے اس انجام سے دوچار ہوئے۔

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ

خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	وَ	ضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾	لَا	جَرَمَ	اَنَّهُمْ
نقصان کیا	اپنی جانوں کا	اور	گم ہوگیا	ان سے	وہ جو	تھے وہ	گھڑتے رہے	نہیں	کوئی شک	یہ کہ بیشک وہ

خود کو خسارے میں ڈال دیا ، اور ان سے وہ چیزیں گم ہوگئیں جو یہ گھڑا کرتے تھے ۔ ﴿۲۱﴾ کوئی شک نہیں کہ آخرت میں

فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

فِي	الْاٰخِرَةِ	هُمُ	الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا
بیچ	آخرت کے	وہی	سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے	بیشک	جو لوگ	ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے

یہی لوگ سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والے ہوں گے ۔ ﴿۲۲﴾ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے ، انہوں نے نیک

الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ

الصّٰلِحٰتِ	وَاَخْبَتُوْٓا	اِلٰى	رَبِّهِمْ ۙ	اُولٰۗىِٕكَ	اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ ۚ	هُمْ
اچھے	اور عاجزی کی انہوں نے	طرف	اپنے رب کے	وہی لوگ	ساتھی	جنت کے	وہ

اعمال کیے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کا اظہار کیا ، وہی لوگ اہل جنت ہیں ، وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ

فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾	مَثَلُ	الْفَرِيْقَيْنِ	كَالْاَعْمٰى	وَ	الْاَصَمِّ	وَالْبَصِيْرِ
اسمیں	ہمیشہ رہنے والے	مثال	دونوں فریقوں کی	جیسے نابینا	اور	بہرا	اور دیکھنے والا

اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔ ﴿۲۳﴾ ان دونوں فریقوں کی مثال ایسے ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھتا

وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

وَ	السَّمِيْعِ ۭ	هَلْ	يَسْتَوِيٰنِ	مَثَلًا ۭ	اَفَلَا	تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا
اور	سننے والا	کیا	دونوں برابر ہوسکتے ہیں	مثال میں	تو کیا نہیں	تم نصیحت حاصل کرتے	اور	البتہ یقیناً	ہم نے بھیجا

سنتا ہو ، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہو سکتے ہیں ؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے ؟ ﴿۲۴﴾ اور یقیناً ہم نے نوح کو

نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ ۙ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ

نُوْحًا	اِلٰى	قَوْمِهٖٓ ۡ	اِنِّىْ	لَكُمْ	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ ۙ	اَنْ	لَّا تَعْبُدُوْٓا	اِلَّا	اللّٰهَ ۭ
نوح کو	طرف	اس کی قوم کے	بیشک میں	تمہارے لئے	ڈرانے والا	کھلم کھلا	یہ کہ	نہ عبادت کرو تم	مگر	اللہ کی

اُن کی قوم کی طرف بھیجا کہ میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں ۔ ﴿۲۵﴾ کہ تم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو ،

﴿۲۱﴾ ﴿۲۲﴾ ان آیتوں میں ظالموں کے خسارے کا ذکر کیا گیا ہے کہ اصل خسارے اور گھاٹے کا شکار وہی ظالم لوگ ہیں جن کا ذکر گزشتہ آیتوں میں آیا ہے، اور ان کا خسارہ بھی آخرت کا ہے، جس کی تلافی کرنا ان کے بس سے باہر ہے، اس وقت ان کے وہ تمام دعوے رفو چکر ہو جائیں گے جو وہ دنیا میں بڑی جرأت کے ساتھ کیا کرتے تھے، وہ تمام معبود منہ موڑ کر چلے جائیں گے جن کی خاطر انہوں نے اپنا تن، من اور دھن سب قربان کردیا تھا اور وہ انہیں پہچاننے سے بھی انکار کردیں گے۔

﴿۲۳﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو اہل جنت قرار دیا گیا ہے جو ایمان لائے، انہوں نے نیک اعمال سرانجام دیئے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کا اظہار کر کے خود کو اس کے سامنے جھکا دیا، گویا کہ اپنے وجود اور ہستی کو مٹا کر اپنے آپ کو اس کی رضا میں فنا کردیا، یہ لوگ جنت اور اس میں ہمیشہ رہنے کے مستحق ہیں۔

﴿۲۴﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ دو فریقوں کی مثال بیان کی گئی ہے، پہلا فریق ظالموں اور کافروں کا ہے، دوسرا فریق اہل ایمان اور عمل صالح والوں کا ہے، ان میں سے پہلا اندھا اور بہرا ہے ، دوسرا بینائی اور شنوائی والا ہے، کیا اندھا اور بینائی والا، بہرا ع ۲ ۱۶ ۲
اور شنوائی والا حقیقت میں برابر ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو مثال میں بھی برابر نہیں ہوسکتے، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنے انجام اور نتیجے کے اعتبار سے بھی برابر نہیں ہوسکتے۔

﴿۲۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کیلئے ''ارسلنا'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کہ رسالت پر دلالت کرتا ہے اور احادیث صحیحہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نہ صرف یہ کہ نبی تھے بلکہ اوّل الرسل ہونے کا اعزاز بھی رکھتے تھے۔

إِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟

اِنِّیْٓ	اَخَافُ	عَلَيْكُمْ	عَذَابَ	يَوْمٍ	اَلِيْمٍ ﴿٢٦﴾	فَقَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
بیشک میں	ڈرتا ہوں	تم پر	عذاب سے	ایک دن کے	دردناک	تو کہا	سرداروں نے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے

مجھے تمہارے متعلق ایک دردناک دن کے عذاب کا اندیشہ ہے ۔ ٢٦ تو اُن کی قوم کے کافر سردار

مِن قَوْمِهِۦ مَا نَرَىٰكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَىٰكَ ٱتَّبَعَكَ إِلَّا ٱلَّذِينَ

مِنْ	قَوْمِهٖ	مَا	نَرٰىكَ	اِلَّا	بَشَرًا	مِّثْلَنَا	وَ	مَا	نَرٰىكَ	اتَّبَعَكَ	اِلَّا	الَّذِيْنَ
سے	اس کی قوم کے	نہیں	ہم تجھے دیکھتے	مگر	انسان	اپنے جیسا	اور	نہیں	ہم تجھے دیکھتے	تیری پیروی کی	مگر	ان لوگوں نے جو

کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف وہی لوگ کر رہے ہیں

هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِىَ ٱلرَّأْىِ ۚ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍۭ بَلْ

هُمْ	اَرَاذِلُنَا	بَادِیَ	الرَّاْیِ ج	وَ	مَا	نَرٰی	لَكُمْ	عَلَيْنَا	مِنْ	فَضْلٍ	بَلْ
وہ	رذیل لوگ ہمارے	سطحی	رائے کے	اور	نہیں	ہم دیکھتے	تمہارے لئے	اپنے اوپر	سے	کوئی فضیلت	بلکہ

جو ہم میں کم تر اور سطحی رائے رکھنے والے ہیں ،اورہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت بھی نہیں دیکھتے ، بلکہ

نَظُنُّكُمْ كَٰذِبِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى

نَظُنُّكُمْ	كٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾	قَالَ	يٰقَوْمِ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	كُنْتُ	عَلٰی	بَيِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّیْ
ہم سمجھتے ہیں تمہیں	جھوٹے	کہا اس نے	اے میری قوم	یہ تو بتاؤ	اگر	میں ہوں	پر	واضح دلیل کے	سے	اپنے رب کے

ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں ۔ ٢٧ نوح نے کہا کہ اے میری قوم ! یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں

وَءَاتَىٰنِى رَحْمَةً مِّنْ عِندِهِۦ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا

وَ	اٰتٰىنِیْ	رَحْمَةً	مِّنْ	عِنْدِهٖ	فَعُمِّيَتْ	عَلَيْكُمْ ط	اَنُلْزِمُكُمُوْهَا	وَ	اَنْتُمْ	لَهَا
اور	آئے میرے پاس	رحمت	سے	اس کے پاس	سو مخفی رہ جائے	تم پر	کیا ہم اسے تم پر لازم کردیں	اور	تم	اسے

اور وہ اپنے پاس سے مجھے اپنی رحمت عطا فرمائے ،جو تمہاری نگاہوں سے مخفی ہو ، کیا ہم تمہیں اُس پر مجبور کر سکتے ہیں جبکہ تم

كَٰرِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِىَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ

كٰرِهُوْنَ ﴿٢٨﴾	وَ	يٰقَوْمِ	لَآ	اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ	مَالًا ط	اِنْ	اَجْرِیَ	اِلَّا	عَلَی	اللّٰهِ
ناپسند کرنے والے	اور	اے میری قوم	نہیں	میں تم سے مانگتا	اس پر	کوئی مال	نہیں	میرا اجر	مگر	پر	اللہ کے

اُسے ناپسند کرتے ہو ؟ ٢٨ اے میری قوم ! میں تم سے اِس پر کسی مال کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے ،

٢٦ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح ؑ کا اپنی قوم کیلئے پیغام مذکور ہے اور یہی دعوت تمام انبیاء کرام ؑ اپنی قوموں کو دیتے رہے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو، ورنہ مجھے تمہارے متعلق دردناک عذاب کا اندیشہ ہے۔

٢٧ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح ؑ کی قوم کے سرداروں کا جواب مذکور ہے جنہیں اس بات پر تعجب ہوتا تھا کہ ہمارے جیسا انسان پیغمبر کیسے ہوسکتا ہے؟ انہیں اس بات پر بھی تعجب ہوتا تھا کہ اگر حضرت نوح ؑ پیغمبر ہیں تو ان کی پیروی کرنے والے سطحی رائے رکھنے والے اور پسے ہوئے طبقوں سے تعلق رکھنے والے کیوں ہیں؟ وہ کہتے تھے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت اور اضافی خصوصیت حاصل نہیں ہے، اس لیے ہم تم پر ایمان نہیں لا سکتے، بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

٢٨ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح ؑ کا اپنی قوم سے خطاب مذکور ہے کہ اگر تم لوگ کسی چیز کو پسند نہیں کرتے تو ہم تمہیں اس پر مجبور نہیں کر سکتے، ہمارا کام تو صرف دعوت دینا ہے اور وہ ہم کرتے رہیں گے، البتہ یہ ضرور ہے کہ دعوت دینے والے کے پاس اپنی دعوت پر مضبوط اور ٹھوس دلیل ہونی چاہیے تا کہ اس کی دعوت میں جھول نہ ہو، سو وہ مجھے میرے رب نے عطا فرمادی ہے اور میرے پاس اس کی وحی آتی ہے جس میں کوئی ابہام اور پوشیدگی یا پیچیدگی نہیں ہے، مجھ پر اس کی خصوصی رحمت اور مہربانی ہے اس لیے مجھے اپنی دعوت میں ہرگز کوئی تردد نہیں ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ تمہاری نگاہوں سے یہ سب چیزیں مخفی ہیں اور تمہیں یہ چیزیں نظر نہیں آ رہی ہیں اس لیے تم میری دعوت کو قبول نہیں کر رہے ہو۔

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا

وَ	مَآ	اَنَا	بِطَارِدِ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	اِنَّهُمْ	مُّلٰقُوْا	رَبِّهِمْ	وَ	لٰكِنِّيْٓ	اَرٰىكُمْ	قَوْمًا
اور	نہیں	میں	دھتکارنے والا	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	بیشک وہ	ملاقات کرنے والے	اپنے رب کے	اور	لیکن میں	دیکھتا ہوں تمہیں	ایک قوم

اور میں اہلِ ایمان کو دھتکارنے والا نہیں ہوں ، بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں ، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ

تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا

تَجْهَلُوْنَ۝	وَ	يٰقَوْمِ	مَنْ	يَّنْصُرُنِيْ	مِنَ	اللّٰهِ	اِنْ	طَرَدْتُّهُمْ	اَفَلَا
نادانی کرتے ہو	اور	اے میری قوم	کون	مدد کرے گا میری	سے	اللہ کے	اگر	میں نے انہیں دھتکار دیا	تو کیا نہیں

تم لوگ جاہل ہو ۔ [۲۹] اے میری قوم ! اگر میں نے انہیں دھتکار دیا تو اللہ کے سامنے میری مدد کون کرے گا ؟ تو کیا

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

تَذَكَّرُوْنَ۝	وَ	لَآ	اَقُوْلُ	لَكُمْ	عِنْدِيْ	خَزَآئِنُ	اللّٰهِ	وَ	لَآ	اَعْلَمُ	الْغَيْبَ
تم نصیحت حاصل کرتے	اور	نہیں	میں کہتا	تم سے	میرے پاس	خزانے	اللہ کے	اور	نہیں	جانتا میں	غیب کو

تم غور نہیں کرتے ؟ [۳۰] اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں ، نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں ،

وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ

وَ	لَآ	اَقُوْلُ	اِنِّيْ	مَلَكٌ	وَّ	لَآ	اَقُوْلُ	لِلَّذِيْنَ	تَزْدَرِيْٓ	اَعْيُنُكُمْ	لَنْ	يُّؤْتِيَهُمُ
اور	نہیں	کہتا میں	کہ بیشک میں	فرشتہ	اور	نہیں	کہتا میں	ان لوگوں سے	حقیر سمجھتی ہیں	تمہاری نگاہیں	ہرگز نہ	دے گا انہیں

نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں ، اور نہ میں اُن لوگوں سے '' جو تمہاری نگاہوں میں حقیر ہیں '' یہ کہتا ہوں کہ اللہ انہیں ہرگز کوئی خیر

اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

اللّٰهُ	خَيْرًا	اَللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	فِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ	اِنِّيْٓ	اِذًا	لَّمِنَ	الظّٰلِمِيْنَ۝
اللہ	کوئی خیر	اللہ	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	بیچ	ان کے دلوں کے	بیشک میں	اس وقت	البتہ سے	ظالموں کے

عطا نہیں کرے گا ، اُن کے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ اُسے زیادہ جانتا ہے ، اگر ایسا ہو تو میں ظالموں میں سے ہوں گا ۔ [۳۱]

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

قَالُوْا	يٰنُوْحُ	قَدْ	جٰدَلْتَنَا	فَاَكْثَرْتَ	جِدَالَنَا	فَاْتِنَا	بِمَا	تَعِدُنَآ	اِنْ	كُنْتَ
کہنے لگے	اے نوح	یقیناً	تو نے جھگڑا کیا ہم سے	تو زیادہ کیا تو نے	ہم سے جھگڑنا	تو لے آ تو ہمارے پاس	اسے جو	تو وعدہ کرتا ہے ہم سے	اگر	تو ہے

وہ کہنے لگے کہ اے نوح ! تم ہم سے جھگڑا کر چکے اور بہت جھگڑا کر چکے ، سو اب تم وہ چیز لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم

[۲۹] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے دو باتوں کی وضاحت کی ہے، پہلی یہ کہ میں اپنی اس دعوت اور پیغام میں تمہارے ساتھ مخلص ہوں، میرا تم سے کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے، مجھے تمہارے مال و دولت، اولاد اور جائیداد سے کوئی غرض نہیں ہے، میں تم سے کسی قسم کی اجرت، مزدوری اور جرمانے کا مطالبہ نہیں کرتا، تم میری دعوت کو قبول کرلو، میری ساری محنت وصول ہوجائے گی اور دوسری یہ کہ اگر تم لوگ یہ توقع رکھتے ہو کہ میں ایمان لانے والے مزدوروں ، کمزوروں ، غریبوں اور بے بسوں کو اپنے پاس سے تمہارے کہنے میں آکر بھگا دوں گا تو ایسا ہرگز نہ ہوگا، یہ ظلم اور جہالت کی بات ہے، مجھ سے اس کی توقع نہ رکھنا، کیونکہ اگر ان لوگوں نے اپنے رب سے ملاقات کے وقت یہ شکایت کردی کہ نوح نے ہمیں مالداروں کی خاطر اپنے پاس سے بھگا دیا تھا تو میں کیا جواب دوں گا؟

[۳۰] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک اور پہلو کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اگر میں ان ضعفاء اور غرباء کو اپنے پاس سے اٹھا دوں اور ان کی غربت اور پسینے کی بد بو سے گھبرا کر انہیں دھتکار دوں تو اللہ کے سامنے میری مدد کون کرے گا؟ اس کے سامنے میرا دفاع کون کرے گا؟ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

[۳۱] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے نہایت صفائی سے اپنی قوم کے سامنے اپنا مرتبہ واضح کردیا ہے تاکہ لوگ افراط اور تفریط میں مبتلا نہ ہوں، اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے لوگوں کو افراط اور تفریط سے روکا ہے تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے پاس اللہ کے خزانے یا ان خزانوں کی کنجیاں ہیں، یا وہ غیب کا علم رکھتے ہیں یا وہ فرشتے ہیں، یا وہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو دھتکار کر لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کریں کہ ان کے نصیب میں تو کوئی خیر ہے ہی نہیں، اس لیے کہ یہ تو اللہ جانتا ہے کہ کس کے دل میں کیا ہے؟ اور کس کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟ کون حکمت اور معرفت عطا کیے جانے کے قابل ہے اور کس کا دل خالی ہے؟ یہ تو ظالموں کا کام ہوتا ہے کہ وہ امیر اور غریب، طاقتور اور ضعیف میں فرق اور امتیاز کرتے ہیں، میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ

مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣٢﴾	قَالَ	اِنَّمَا	يَاْتِيْكُمْ	بِهِ	اللّٰهُ	اِنْ	شَآءَ	وَ	مَآ	اَنْتُمْ
سے	سچوں کے	کہا اس نے	وہ تو صرف	لائیگا تم پر	اسے	اللہ	اگر	اس نے چاہا	اور	نہیں	تم

سچے ہو۔ ٣٢ نوح نے کہا کہ اگر اللہ کی مشیت ہوئی تو وہی اسے تمہارے پاس لائے گا اور تم اُسے

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٣٣﴾	وَلَا	يَنْفَعُكُمْ	نُصْحِيْٓ	اِنْ	اَرَدْتُّ	اَنْ	اَنْصَحَ	لَكُمْ	اِنْ
عاجز کرنے والے	اور نہیں	نفع دے گا تمہیں	میرا نصیحت کرنا	اگر	میں چاہوں	یہ کہ	نصیحت کروں	تمہیں	اگر

عاجز نہ کر سکو گے۔ ٣٣ اگر میں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں بھی تو تمہیں میری نصیحت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی جبکہ

كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٤﴾ؕ اَمْ

كَانَ	اللّٰهُ	يُرِيْدُ	اَنْ	يُّغْوِيَكُمْ ؕ	هُوَ	رَبُّكُمْ ۫	وَ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٤﴾ؕ	اَمْ
ہو	اللہ	ارادہ کرتا	یہ کہ	گمراہ کرے تمہیں	وہ	تمہارا رب	اور	اس کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے	کیا

اللہ تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ کر لے، وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ٣٤ کیا

يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰىهُ ؕ	قُلْ	اِنِ	افْتَرَيْتُهٗ	فَعَلَيَّ	اِجْرَامِيْ	وَ	اَنَا	بَرِيْٓءٌ	مِّمَّا
وہ کہتے ہیں	اس نے یہ گھڑ لیا	تُو کہہ	اگر	میں نے اسے گھڑا ہے	تو مجھ پر	میرا جرم	اور	میں	بیزار ہوں	اس سے جو

یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی (ﷺ) نے قرآن کو خود گھڑا ہے، آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے ہی اسے گھڑا ہے تو میرے جرم کا وبال مجھ پر ہی ہوگا اور تمہارے جرائم سے

تُجْرِمُوْنَ ﴿٣٥﴾ع وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ

تُجْرِمُوْنَ ﴿٣٥﴾	وَ	اُوْحِيَ	اِلٰى	نُوْحٍ	اَنَّهٗ	لَنْ	يُّؤْمِنَ	مِنْ	قَوْمِكَ	اِلَّا	مَنْ
تم جرم کرتے ہو	اور	وحی کی گئی	طرف	نوح کے	کہ بیشک وہ	ہرگز نہ	ایمان لائے گا	سے	تیری قوم کے	مگر	وہ جو

میں بیزار ہوں۔ ٣٥ اور نوح کے پاس یہ وحی بھیج دی گئی کہ اب آپ کی قوم میں سے کوئی بھی ہرگز ایمان نہ لائے گا سوائے اُن

ع ١١ ٢/٣

قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ج وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا

قَدْ	اٰمَنَ	فَلَا	تَبْتَئِسْ	بِمَا	كَانُوْا	يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ج	وَ	اصْنَعِ	الْفُلْكَ	بِاَعْيُنِنَا
یقیناً	ایمان لا چکا	تو نہ	غمگین ہو	اس سے جو	ہیں وہ	کر رہے	اور	تیار کر	کشتی	ہماری نگاہوں میں

لوگوں کے جو ایمان لا چکے، سو آپ اُن کاموں پر غمگین نہ ہوں جو وہ کر رہے ہیں۔ ٣٦ اور آپ ہماری نگرانی اور وحی کی روشنی میں

٣٢ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی طرف سے عذاب کا تقاضا کیا گیا ہے کہ آپ ہم سے بہت حجت بازی، تکرار اور جھگڑا کر چکے، اب ہم آپ کی باتیں مزید سننے کی ہمت نہیں رکھتے، آپ جس عذاب کی ہمیں صدیوں سے دھمکی دیتے چلے آرہے ہیں، اب وہ عذاب لے ہی آئیں، تا کہ ہم بھی دیکھیں کہ آپ کہاں تک سچے ہیں؟

٣٣ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا جواب مذکور ہے کہ عذاب نازل کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے، یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے اور فیصلہ اسی نے کرنا ہے، وہ جب چاہے گا تم پر عذاب نازل کر دے گا اور اس وقت تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے کہ اس کے عذاب سے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر کر سکو۔

٣٤ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے اس حقیقت کو نمایاں فرمایا ہے کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے، میں تمہیں کتنی ہی نصیحتیں کروں، اگر اللہ نے تمہیں گمراہی پر قائم رکھنے کا فیصلہ فرما رکھا ہے تو میری نصیحتیں اور ہمدردیاں تمہارے کسی کام نہیں آسکتی ہیں، یہ ایک ایسے باہمت اور اولوالعزم پیغمبر کا کلام ہے جس نے نو صدیوں تک ایک قوم پر محنت کی اور اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں اور ساری دنیا کو اس سے سبق سیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

٣٥ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کو گھڑا ہوا کلام کہنے پر مشرکین کو جواب دیا گیا ہے کہ اگر تمہارے گمان کے مطابق میں نے اسے خود گھڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی جھوٹی نسبت کی ہے تو یہ ایک عظیم جرم اور گناہ ہوا جس کا وبال مجھے بھگتنا پڑے گا، لیکن اگر تمہارا گمان غلط ہوا اور یقیناً وہ غلط ہے تو تم مجرم ٹھہرے، اس صورت میں یاد رکھو کہ میں تمہارے جرم سے بری الذمہ ہوں اور مجھے اس کی جواب دہی نہیں کرنی پڑے گی، تو تم اس کا جواب سوچ لو۔

٣٦ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو غم سے نجات دلانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہیں وحی کے ذریعے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ آپ کی قوم کے جن لوگوں کی قسمت میں ایمان کی سعادت لکھی ہوئی تھی، وہ اس سعادت سے سعید ہو گئے ہیں، بعض مفسرین نے ان کی تعداد اسی سے کچھ اوپر بیان کی ہے ان کے علاوہ کسی اور شخص کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوگی، اس لیے اب آپ غمگین نہ ہوں، انہوں نے جو کرنا تھا، وہ کر لیا، اب ہماری باری ہے۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾

وَوَحْيِنَا	وَ	لَا	تُخَاطِبْنِيْ	فِيْ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا ۚ	اِنَّهُمْ	مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾
اور ہماری وحی کے	اور	مت	بات کر مجھ سے	بیچ	ان لوگوں کے	ظلم کیا انہوں نے	بیشک وہ	غرق ہونے والے

ایک کشتی تیار کیجئے ، اور ظالموں کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کیجئے ، کیونکہ اُن سب کو غرق کر دیا جائیگا ۔ ۳۷

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۖ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۭ

وَ	يَصْنَعُ	الْفُلْكَ ۖ	وَ	كُلَّمَا	مَرَّ	عَلَيْهِ	مَلَاٌ	مِّنْ	قَوْمِهٖ	سَخِرُوْا	مِنْهُ ۭ
اور	تیار کرتا رہا وہ	کشتی	اور	جب بھی	گزرتے	اس پر	سردار	سے	اس کی قوم کے	ہنستے وہ	اس سے

اور وہ کشتی بناتے رہے ، جب بھی اُن کی قوم کے سردار اُن کے پاس سے گزرتے تو اُن کا مذاق اڑاتے ،

قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ ۭ

قَالَ	اِنْ	تَسْخَرُوْا	مِنَّا	فَاِنَّا	نَسْخَرُ	مِنْكُمْ	كَمَا	تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾
کہا اس نے	اگر	تم ہنسو	ہم سے	تو بیشک ہم	ہنسیں گے	تم سے	جیسے	تم ہنس رہے ہو

نوح کہتے کہ اگر تم ہم پر ہنس رہے ہو تو عنقریب ہم بھی تم پر اسی طرح ہنسیں گے جیسے تم ہنس رہے ہو۔ ۳۸

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ

فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ۙ	مَنْ	يَّاْتِيْهِ	عَذَابٌ	يُّخْزِيْهِ	وَ	يَحِلُّ	عَلَيْهِ	عَذَابٌ
سو عنقریب	تم جان لوگے	کون	آئے گا اس پر	عذاب	رسوا کردے اُسے	اور	اترتا ہے	اس پر	عذاب

عنقریب تم جان لو گے کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب

مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ

مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾	حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءَ	اَمْرُنَا	وَفَارَ	التَّنُّوْرُ ۙ	قُلْنَا	احْمِلْ	فِيْهَا	مِنْ
دائمی	یہاں تک کہ	جب	آیا	ہمارا حکم	اور ابلنے لگا	تنور	کہا ہم نے	سوار کر	اسمیں	سے

اُترتا ہے ؟ ۳۹ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور ابلنے لگا تو ہم نے کہا کہ اس میں ہر چیز کا جوڑا

كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ

كُلٍّ	زَوْجَيْنِ	اثْنَيْنِ	وَ	اَهْلَكَ	اِلَّا	مَنْ	سَبَقَ	عَلَيْهِ	الْقَوْلُ	وَ	مَنْ
ہر ایک کے	جوڑے	دو دو	اور	اپنے گھر والوں کو	مگر	وہ جو	پہلے ہو چکا	اس پر	فیصلہ	اور	وہ جو

یعنی دو دو چیزیں سوار کر لو ، اپنے اہلِ خانہ کو بھی ''سوائے اُن کے جن کے متعلق پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے ''اور اہل

۳۷ اس آیت مبارکہ میں ایک حکم، ایک نہی اور ایک علت بیان کی گئی ہے، حکم کشتی بنانے کا ہے جس کا طریقہ سکھانے کی ذمہ داری خود رب العالمین نے لی کہ ہم تمہیں دیکھ بھی رہے ہیں اور تمہارے دل میں اس کا طریقہ بھی الہام کر رہے ہیں ، ممانعت ظالموں کی سفارش کرنے کی ہے کہ آپ ظالموں کے حق میں سفارش نہ کریں اور علت اس کی یہ ہے کہ انہیں غرق کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اللہ کے فیصلے کو ٹالا نہیں جا سکتا ، لہٰذا آپ حکم پر عمل کریں اور جس چیز سے آپ کو منع کیا گیا ہے، اس کا خیال رکھیں۔

۳۸ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے اور قوم کے مذاق اڑانے اور حضرت نوح علیہ السلام کے انہیں جواب دینے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کشتی کے حوالے سے بعض مفسرین نے ایسی تفصیلات نقل کی ہیں جن کا صحیح مقام کسی قابل اعتماد مفسر کی تفسیر ہرگز نہیں ہے، اس لیے ہمیں ان تفصیلات میں کوئی رغبت نہیں ہے۔

۳۹ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اگر آج تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو کوئی بات نہیں، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ رسوا کن دائمی عذاب کا مستحق کون ہے؟ اگر وہ تم ہو اور یقیناً تم ہی ہو تو ہمارا مذاق اڑانے کی بجائے تمہیں اپنی فکر کرنی چاہیے۔

اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝٤٠ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ

اٰمَنَ ؕ	وَ	مَآ	اٰمَنَ	مَعَهٗۤ	اِلَّا	قَلِيْلٌ ۝	وَ	قَالَ	ارْكَبُوْا	فِيْهَا	بِسْمِ	اللّٰهِ
ایمان لایا	اور	نہیں	ایمان لایا	اس کے ہمراہ	مگر	تھوڑے لوگ	اور	کہا	سوار ہو جاؤ	اس میں	ساتھ نام	اللہ کے

ایمان کو بھی ، اور اُن پر تھوڑے لوگ ہی ایمان لائے تھے ۔ [۴۰] اور نوح نے کہا کہ اس میں سوار ہو جاؤ ، اللہ ہی کے نام کی برکت سے

مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٤١ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ

مَجْرٖىهَا	وَ	مُرْسٰىهَا ؕ	اِنَّ	رَبِّيْ	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝	وَ	هِيَ	تَجْرِيْ	بِهِمْ
اس کا چلنا	اور	اس کا ٹھہرنا	بیشک	میرا رب	البتہ بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	وہ	چلتی رہی	ان کے ساتھ

اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے ، بیشک میرا رب بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ [۴۱] اور وہ کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں میں

فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ

فِيْ	مَوْجٍ	كَالْجِبَالِ ۣ	وَنَادٰى	نُوْحُ ۨ	ابْنَهٗ	وَ	كَانَ	فِيْ	مَعْزِلٍ	يّٰبُنَيَّ	ارْكَبْ
بیچ	لہر کے	پہاڑوں کی طرح	اور پکارا	نوح نے	اپنے بیٹے کو	اور	تھا وہ	بیچ	ایک کنارے کے	پیارے بیٹے	سوار ہو جاؤ

لیے رواں دواں تھی ، اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا "جو کہ ایک کنارے پر تھا" کہ پیارے بیٹے ! ہمارے ساتھ

مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٤٢ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ

مَّعَنَا	وَ	لَا	تَكُنْ	مَّعَ	الْكٰفِرِيْنَ ۝	قَالَ	سَاٰوِيْۤ	اِلٰى	جَبَلٍ	يَّعْصِمُنِيْ
ہمارے ساتھ	اور	مت	ہو	ساتھ	کفر کرنے والوں کے	کہا اس نے	عنقریب میں پناہ لے لوں گا	طرف	پہاڑ کے	بچا لے گا وہ مجھے

سوار ہو جا ، کافروں کے ساتھ نہ ہو ۔ [۴۲] وہ کہنے لگا کہ عنقریب میں ایک پہاڑ پر پناہ لے لوں گا ، وہ مجھے پانی سے

مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ

مِنَ	الْمَآءِ ؕ	قَالَ	لَا	عَاصِمَ	الْيَوْمَ	مِنْ	اَمْرِ	اللّٰهِ	اِلَّا	مَنْ	رَّحِمَ ۚ	وَ	حَالَ
سے	پانی کے	کہا اس نے	نہیں	کوئی بچانے والا	آج کے دن	سے	حکم	اللہ کے	مگر	جس پر	وہ رحم کرے	اور	حائل ہو گئی

بچا لے گا ، نوح نے کہا کہ آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں ہے سوائے اُس کے جس پر وہ رحم کر دے ، اسی اثناء میں

بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝٤٣ وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ

بَيْنَهُمَا	الْمَوْجُ	فَكَانَ	مِنَ	الْمُغْرَقِيْنَ ۝	وَ	قِيْلَ	يٰۤاَرْضُ	ابْلَعِيْ	مَآءَكِ
ان دونوں کے درمیان	پانی کی لہر	سو ہو گیا وہ	سے	غرق ہونے والوں کے	اور	کہا گیا	اے زمین	نگل جا تو	اپنا پانی

اُن کے درمیان ایک موج حائل ہو گئی اور وہ بھی غرق ہونے والوں میں سے ہو گیا ۔ [۴۳] اور حکم ہوا کہ اے زمین ! اپنا پانی نگل جا ،

[۴۰] اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر آنے والے عذاب کا مرکز بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک تنور تھا جس سے پانی ابلنے لگا ، اس تنور کی تعیین میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں ۔(۱)۔ اس سے مراد روٹی پکانے کا تنور ہے ۔(۲)۔ اس سے مراد حضرت حواء کا تنور ہے جو نسل در نسل منتقل ہوتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچا تھا ۔(۳)۔ اس سے مراد کوفہ یا جزیرہ کا کوئی خاص چشمہ ہے ۔(۴)۔ اس سے مراد صبح کی روشنی ہے ۔(۵)۔ اس سے مراد سطح زمین ہے ، اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ جب عذاب کا مقررہ وقت آیا تو ہم نے نوح کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا ، اور یہ کہ اپنے ساتھ اس کشتی میں اپنے اہل خانہ اور اہل ایمان کو بھی سوار کر لیں اور ہر جاندار کا ایک ایک جوڑا (نر اور مادہ) بھی اپنی کشتی پر سوار کر لیں ، اب وہی بچے گا جو اس کشتی میں سوار ہو گا اور کشتی میں صرف مؤمن ہی سوار ہو گا ، اس موقع پر بھی حضرت نوح علیہ السلام کو اشارۃً بتایا گیا کہ کچھ لوگوں کے غرق کیے جانے کا فیصلہ پہلے سے ہو چکا ہے ، تا کہ وہ ذہنی طور پر تیار ہو جائیں کہ وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے خواہ وہ ان کے اہل خانہ میں سے ہی ہو ۔

[۴۱] اس آیت مبارکہ میں کشتی پر سوار ہونے کی دعا بیان کی گئی ہے جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ کشتی یا کسی بھی سواری کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے حکم سے ممکن ہے ، آج ہم جس کشتی پر سوار ہوئے ہیں ، وہ اسی کے حکم سے چل رہی ہے اور اسی کے حکم پر ٹھہر جائے گی اور میرا رب بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ، وہ ضرور ہم پر مہربانی کرے گا اور ہمیں اس پانی میں غرق ہونے سے بچائے گا ۔

[۴۲] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا پانی کی موجوں میں بحفاظت رواں دواں رہنا اور حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو آواز دینا مذکور ہے ، ان کے اس بیٹے کا نام کنعان تھا ، وہ ان کے ساتھ کشتی میں سوار نہیں ہوا تھا ، حضرت نوح علیہ السلام اُسے آوازیں دیتے رہے ، لیکن اُس نے ان کی بات نہیں مانی ، گویا طوفانِ نوح سے نجات کیلئے جس چیز کو معیار قرار دیا گیا تھا ، وہ اُس پر پورا نہیں اترا اور کشتی میں سوار ہونے سے انکار کر دیا ، سورۂ تحریم کی آیت نمبر ۱۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی بھی ان کے ساتھ کشتی میں سوار نہیں ہوئی تھی ۔ واللہ اعلم ۔

[۴۳] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے کے درمیان مکالمہ مذکور ہے ، جب حضرت نوح علیہ السلام نے اسے آواز دیکر کشتی میں سوار ہونے کیلئے بلایا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس سیلاب سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا ، میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا اور سیلاب میں ڈوبنے سے بچ جاؤں گا ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اسے پھر سمجھایا کہ پہاڑ کی چوٹی تو کیا ، اگر تو آسمان کی بلندی پر پہنچ جائے ، تب بھی بچنا ممکن نہیں ہے ، البتہ اگر میرا رب کسی پر رحم کر دے تو الگ بات ہے ، لیکن وہ بھی اللہ کی مہربانی اور فضل و کرم سے نجات پائے گا ، اپنی دانشمندی اور تدبیر سے نہیں ، ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ پانی کی ایک زبردست موج آئی اور کنعان کو اپنے ساتھ بہا کر لے گئی اور وہ بھی غرق ہو گیا ۔

وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى

وَ	يٰسَمَآءُ	اَقْلِعِيْ	وَ	غِيْضَ	الْمَآءُ	وَ	قُضِيَ	الْاَمْرُ	وَ	اسْتَوَتْ	عَلَى
اور	اے آسمان	تُو تھم جا	اور	خشک کر دیا گیا	پانی کو	اور	فیصلہ کر دیا گیا	معاملے کا	اور	برابر ہو گئی وہ	پر

اور اے آسمان! تو تھم جا ، پانی خشک کر دیا گیا ، فیصلہ ہو گیا ، کشتی جودی پہاڑ پر جا کر

الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٤ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ

الْجُوْدِيِّ	وَ	قِيْلَ	بُعْدًا	لِّلْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٤	وَ	نَادٰى	نُوْحٌ	رَّبَّهٗ	فَقَالَ	رَبِّ
جودی کے	اور	کہا گیا	دور ہو جائیں	وہ لوگ جو	ظلم کرنے والے	اور	پکارا	نوح نے	اپنے رب کو	سو کہا	اے میرے پروردگار!

رک گئی اور فرمادیا گیا کہ ظالم لوگ دور ہو جائیں ۔ ٤٤ اور نوح نے اپنے رب کو پکار کر کہا کہ پروردگار !

اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝٤٥

اِنَّ	ابْنِيْ	مِنْ	اَهْلِيْ	وَ	اِنَّ	وَعْدَكَ	الْحَقُّ	وَاَنْتَ	اَحْكَمُ	الْحٰكِمِيْنَ ۝٤٥
بیشک	میرا بیٹا	سے	میرے گھر والوں کے	اور	بیشک	تیرا وعدہ	برحق	اور تو	سب سے بڑھ کر حکم کرنے والا	حکم کرنے والوں کے

میرا بیٹا میرے اہلِ خانہ میں سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ برحق ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم کرنے والا ہے ۔ ٤٥

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا

قَالَ	يٰنُوْحُ	اِنَّهٗ	لَيْسَ	مِنْ	اَهْلِكَ ۚ	اِنَّهٗ	عَمَلٌ	غَيْرُ	صَالِحٍ ۖ	فَلَا
کہا اس نے	اے نوح	بیشک وہ	نہیں	سے	تیرے گھر والوں کے	بیشک وہ	عمل	نہیں	اچھا	سو مت

اللہ نے فرمایا کہ اے نوح ! وہ تمہارے اہلِ خانہ میں سے نہیں ہے کیونکہ اُس کے اعمال اچھے نہیں ہیں ، اس لئے تم

تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ

تَسْـَٔلْنِ	مَا	لَيْسَ	لَكَ	بِهٖ	عِلْمٌ ۭ	اِنِّيْٓ	اَعِظُكَ	اَنْ	تَكُوْنَ	مِنَ
سوال کر مجھ سے	وہ جو	نہیں	تجھے	اس کا	کوئی علم	بیشک میں	تجھے نصیحت کرتا ہوں	یہ کہ	تو ہو جائے	سے

مجھ سے ایسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں تم نا دانوں میں سے

الْجٰهِلِيْنَ ۝٤٦ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ

الْجٰهِلِيْنَ ۝٤٦	قَالَ	رَبِّ	اِنِّيْٓ	اَعُوْذُ بِكَ	اَنْ	اَسْـَٔلَكَ	مَا	لَيْسَ	لِيْ	بِهٖ
نادانوں کے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار!	بیشک میں	پناہ میں آتا ہوں تیری	یہ کہ	سوال کروں تجھ سے	وہ جو	نہیں	مجھے	اس کا

نہ ہو جاؤ۔ ٤٦ نوح نے کہا کہ اے میرے رب ! میں اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ تجھ سے ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے

٤٤ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی حاکمانہ شان کا اظہار پایا جاتا ہے کہ وہ زمین اور آسمان کو حکم دے رہا ہے اور وہ دونوں اس کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر رہا، پانی خشک ہو رہا ہے، زمین اپنا پانی نگل رہی ہے، آسمان برسنا بند ہو رہا ہے، ایسا کوئی حاکم ہو تو لا کر دکھاؤ، اس کا فیصلہ نافذ ہو گیا، ظالموں کو سزا مل گئی، اہل ایمان کو نجات مل گئی ، ان کی کشتی موصل کے قریب کوہ جودی پر جا ٹھہری، کشتی والے زمین پر آئے اور زمین پھر سے آباد ہو گئی۔

٤٥ اس آیت مبارکہ میں پدری شفقت کے تحت اپنے بیٹے کے حوالے سے حضرت نوح علیہ السلام کی ایک التجا رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کی گئی ہے جس کا منشا یہی تھا کہ ان کے بیٹے کو بچا لیا جائے اور اسکی وجہ ان کا یہ خیال تھا کہ میرے اہل خانہ کو بچانے کا وعدہ کیا گیا ہے اور میرا بیٹا بھی میرے اہل خانہ میں سے ہے، لہٰذا یہ بھی نجات کا حق دار ہے، غالباً ذہن سے یہ بات نکل گئی ہو گی کہ اہل خانہ سے مراد ان میں سے صرف اہل ایمان تھے، غیر مؤمن اس میں شامل نہ تھے اگرچہ نسبی طور پر وہ اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہوں۔

٤٦ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو بارگاہِ خداوندی سے جواب دیا گیا ہے کہ نجات کا دارومدار نسبی رشتہ داری اور قرابت پر نہیں ہے، نجات کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے، چونکہ کنعان صاحبِ ایمان و عمل صالح نہ تھا اس لیے وہ آپ کے اہل خانہ میں شمار کیے جانے کا حق دار بھی نہیں ہے اور آپ کا اس کی نجات کی التجا اور درخواست کرنا بھی مناسب نہیں ہے، آئندہ کیلئے یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھیے۔

عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ قِيْلَ يٰنُوْحُ

عِلْمٌ	وَ	اِلَّا	تَغْفِرْ لِيْ	وَ	تَرْحَمْنِيْٓ	اَكُنْ	مِّنَ	الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾	قِيْلَ	يٰنُوْحُ
کوئی علم	اور	اگر نہ	تو معاف کرے گا مجھے	اور	نہ رحم کرے گا مجھ پر	ہو جاؤں گا میں	سے	نقصان اٹھانے والوں کے	کہا گیا	اے نوح

علم نہیں، اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ ۴۷ حکم ہوا کہ اے نوح!

اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ

اهْبِطْ	بِسَلٰمٍ	مِّنَّا	وَ	بَرَكٰتٍ	عَلَيْكَ	وَ	عَلٰٓى	اُمَمٍ	مِّمَّنْ	مَّعَكَ	وَ	اُمَمٌ
اتر جا	ساتھ سلامتی کے	ہم سے	اور	برکتوں کے	تجھ پر	اور	پر	امتوں کے	اس سے جو	تیرے ساتھ	اور	امتیں

ہماری طرف سے سلامتی، نیز اپنے اوپر اور اپنے ہمراہ دیگر تمام امتوں پر برکتوں کے ساتھ اترو، کچھ امتیں اور بھی ہیں

سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ

سَنُمَتِّعُهُمْ	ثُمَّ	يَمَسُّهُمْ	مِّنَّا	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾	تِلْكَ	مِنْ	اَنْۢبَاۗءِ	الْغَيْبِ
عنقریب ہم انہیں فائدہ دیں گے	پھر	انہیں چھوئے گا	ہم سے	عذاب	دردناک	وہ	سے	خبریں	غیب کی

جنہیں ہم فائدہ پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ ۴۸ یہ باتیں غیب کی اُن خبروں میں سے ہیں

نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ڔ

نُوْحِيْهَآ	اِلَيْكَ	مَا	كُنْتَ	تَعْلَمُهَآ	اَنْتَ	وَ	لَا	قَوْمُكَ	مِنْ	قَبْلِ	هٰذَا
ہم یہ وحی کرتے ہیں	تیری طرف	نہیں	تو تھا	جانتا اسے	تو	اور	نہ	تیری قوم	سے	پہلے	اس کے

جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، آپ یا آپ کی قوم یہ باتیں اس سے پہلے نہیں جانتی تھی،

فَاصْبِرْ ڼ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ

فَاصْبِرْ	اِنَّ	الْعَاقِبَةَ	لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾	وَ	اِلٰى	عَادٍ	اَخَاهُمْ	هُوْدًا	قَالَ
سو تو صبر کر	بیشک	انجام	ڈرنے والوں کا	اور	طرف	عاد کے	ان کے بھائی	ہود کو	کہا اس نے

سو آپ صبر کیجئے کیونکہ اچھا انجام متقیوں کا ہی ہوگا۔ ۴۹ اور قوم عاد کی طرف ہم نے اُن کے بھائی ہود کو بھیجا، وہ کہنے لگے

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ	اِنْ	اَنْتُمْ	اِلَّا	مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾
اے میری قوم	عبادت کرو تم	اللہ کی	نہیں	تمہارے لئے	سے	کوئی معبود	اس کے علاوہ	نہیں	تم	مگر	گھڑنے والے

کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، تم لوگ تو جھوٹ گھڑنے والے ہو۔ ۵۰

۴۷ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی فوری توبہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب حق تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے واضح کر دیا کہ کنعان ان کے اہل خانہ میں سے نہیں ہے، تو انہیں احساس ہوا کہ انہوں نے ایک ایسی درخواست بارگاہِ خداوندی میں پیش کر دی ہے جو پسندیدہ نہیں ہوئی، لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں نے ساڑھے نو سو سال تک آپ کی خاطر اذیتیں برداشت کیں اور آپ کی مخلوق کو توحید کا سبق پڑھایا، کیا میرا اتنا حق بھی نہیں بنتا کہ میں آپ سے اپنے بیٹے کیلئے دعا کروں اور آپ اسے نجات دیدیں؟ بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں دے دیا اور اس سے مغفرت اور رحم کی درخواست کی، مخلصین کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی چھوٹی اور بڑی ہر کوتاہی کا اعتراف فوراً کر لیتے ہیں اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔

۴۸ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام سے زمین پر اترنے کے بعد سلامتی اور برکت کا وعدہ کیا گیا ہے اور اس وعدے میں ان تمام جانداروں کو شامل کر لیا گیا ہے جو اُن کے ساتھ کشتی پر سوار تھے خواہ وہ انسان تھے یا چرند پرند اور درندے، نیز یہ بھی کہ ان کے بعد بہت سی امتیں آئیں گی جنہیں دنیا کا ساز و سامان فراہم کیا جائیگا، پھر جو قوم نوح کی طرح نافرمانی کرے گا، وہ دردناک سزا کا مستحق ہوگا۔

ع ۴ ۱۴

۴۹ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ دین کی دعوت دیتے رہنے کی تلقین کی گئی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کے مذکورہ واقعے کی طرف اشارہ کر کے اسے "انباء الغیب" میں شمار کیا گیا ہے جو آپ کی زبان سے آپ کی قوم کو سنائے گئے ہیں، آپ کی قوم کو اس سے پہلے اس واقعے کا کچھ علم نہ تھا اور آپ نے بھی کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیے تھے، اس واقعے کو سنانے سے ہمارا مقصد =

يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ

يٰقَوْمِ	لَآ	اَسْئَلُكُمْ	عَلَيْهِ	اَجْرًا ؕ	اِنْ	اَجْرِيَ	اِلَّا	عَلَى	الَّذِيْ	فَطَرَنِيْ ؕ
اے میری قوم	نہیں	میں تم سے مانگتا	اس پر	کوئی اجرت	نہیں	میرا اجر	مگر	پر	اس کے جو	مجھے پیدا کیا اُس نے

اے میری قوم! میں تم سے اِس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا، میری مزدوری تو اُسی کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا،

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ

اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱	وَ	يٰقَوْمِ	اسْتَغْفِرُوْا	رَبَّكُمْ	ثُمَّ	تُوْبُوْٓا	اِلَيْهِ	يُرْسِلِ
تو کیا نہیں	تم عقل رکھتے	اور	اے میری قوم	مغفرت طلب کرو تم	اپنے رب سے	پھر	توبہ کرو تم	اس کی طرف	وہ بھیج دے گا

تو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ ۵۱ اور اے میری قوم! اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اُس کے سامنے توبہ کرو، وہ تم پر

السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا

السَّمَآءَ	عَلَيْكُمْ	مِّدْرَارًا	وَّ	يَزِدْكُمْ	قُوَّةً	اِلٰى	قُوَّتِكُمْ	وَ	لَا	تَتَوَلَّوْا
آسمان سے	تم پر	موسلا دھار بارش	اور	بڑھا دے گا تمہیں	طاقت میں	طرف	تمہاری طاقت کے	اور	مت	پھر وتم

آسمان سے موسلا دھار پانی برسائے گا، تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا اور تم مجرم بن کر

مُجْرِمِيْنَ ۝۵۲ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ

مُجْرِمِيْنَ ۝۵۲	قَالُوْا	يٰهُوْدُ	مَا	جِئْتَنَا	بِبَيِّنَةٍ	وَّ	مَا	نَحْنُ	بِتَارِكِيْٓ
جرم کرنے والے	کہنے لگے وہ	اے ہود	نہیں	لایا تو ہمارے پاس	کوئی واضح دلیل	اور	نہیں	ہم	چھوڑنے والے

روگردانی نہ کرو۔ ۵۲ وہ کہنے لگے کہ اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لیکر نہیں آئے ہو، اور ہم صرف تمہارے کہنے سے

اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۳ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا

اٰلِهَتِنَا	عَنْ	قَوْلِكَ	وَ	مَا	نَحْنُ	لَكَ	بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۳	اِنْ	نَّقُوْلُ	اِلَّا
اپنے معبودوں کو	سے	تیرے کہنے کے	اور	نہیں	ہم	تیرے لئے	ایمان لانے والے	نہیں	کہتے ہم	مگر

اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں، اور ہم تم پر ایمان لانے والے بھی نہیں ہیں۔ ۵۳ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ

اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ

اعْتَرٰىكَ	بَعْضُ	اٰلِهَتِنَا	بِسُوْٓءٍ ؕ	قَالَ	اِنِّيْٓ	اُشْهِدُ	اللّٰهَ	وَ	اشْهَدُوْٓا	اَنِّيْ
چھولیا تجھے	کچھ	معبودوں نے ہمارے	ساتھ برائی کے	کہا اس نے	بیشک میں	گواہ بناتا ہوں	اللہ کو	اور	گواہ رہو تم	کہ بیشک میں

تمہیں ہمارے معبودوں میں سے کسی نے برائی کے ساتھ چھولیا ہے، ہود نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی اِس بات پر گواہ رہو کہ میں اُن چیزوں سے

= یہ ہے کہ لوگ اس بات پر یقین کرلیں کہ اچھا انجام ہمیشہ اہل تقویٰ کا ہوتا ہے۔

۵۰ ۵۱ ان آیتوں میں قوم عاد کو حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے، انہوں نے سب سے پہلے اپنی قوم کو یکتا پرستی کی دعوت دی، اسے غیر اللہ کی عبادت ترک کرنے کی تلقین کی اور بتایا کہ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کر کے دھوکے کا شکار ہو رہے ہو، دیکھو! میں تم سے کسی روپے پیسے، اجرت اور تنخواہ کا مطالبہ نہیں کرتا، بے غرض اور بے لوث ہو کر اخلاص کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتا ہوں، اپنے رب سے معافی مانگ لو، اس کی بارگاہ میں توبہ کر کے اپنی سابقہ کوتاہیوں کی تلافی کرلو، نہ صرف یہ کہ وہ تمہیں معاف فرما دے گا، بلکہ تمہاری نعمتوں میں اضافہ بھی فرمادے گا، تمہاری اس معافی اور تلافی کے نتیجے میں وہ تمہارے لیے موسلا دھار بارش برسادے گا جو تمہاری پیداوار میں کثرت، اور قحط سالی دور ہونے کا سبب ہوگی، تمہاری طاقت مزید بڑھا دے گا، جسمانی اور مالی طور پر اس میں اضافہ ہوجائے گا، اس لیے تم مجرم بن کر منہ نہ پھیرو اور میرا کہا مان لو۔

۵۳ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ عاد کی جرأت اور بے باکی کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی مخلصانہ دعوت کو قبول کرنے کی بجائے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ محض آپ کے کہنے میں آکر ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور ہم اپنے آبائی دین کو ترک کر کے آپ پر ایمان نہیں لاسکتے، کیونکہ آپ کے پاس ہماری فرمائش کے مطابق کوئی ایسا معجزہ نہیں ہے جو آپ کی صداقت اور نبوت پر دلالت کرسکے۔

بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ﴿۵۴﴾ مِنۡ دُوۡنِهٖ فَكِیۡدُوۡنِیۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ

بَرِیۡٓءٌ	مِّمَّا	تُشۡرِكُوۡنَ ۙ	مِنۡ	دُوۡنِهٖ	فَكِیۡدُوۡنِیۡ	جَمِیۡعًا	ثُمَّ
بیزار ہوں	اس سے	تم شرک کرتے ہو	سے	اس کے علاوہ	تو تم تدبیر کرو مجھ پر	اکٹھے ہوکر	پھر

بری ہوں جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔ ﴿۵۴﴾ اُس کے سوا، سو تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کر لو، پھر

لَا تُنۡظِرُوۡنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّیۡ تَوَكَّلۡتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیۡ وَرَبِّكُمۡ ؕ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ

لَا	تُنۡظِرُوۡنِ ﴿۵۵﴾	اِنِّیۡ	تَوَكَّلۡتُ	عَلَی	اللّٰهِ	رَبِّیۡ	وَ	رَبِّكُمۡ ؕ	مَا	مِنۡ	دَآبَّةٍ
مت	مہلت دو مجھے	بیشک میں	بھروسہ کیا میں نے	پر	اللہ کے	میرا رب	اور	تمہارا رب	نہیں	سے	کوئی چوپایہ

مجھے بالکل مہلت نہ دو۔ ﴿۵۵﴾ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، کوئی جاندار ایسا نہیں ہے

اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنۡ

اِلَّا	هُوَ	اٰخِذٌۢ	بِنَاصِیَتِهَا ؕ	اِنَّ	رَبِّیۡ	عَلٰی	صِرَاطٍ	مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۶﴾	فَاِنۡ
مگر	وہ	پکڑنے والا	اس کی پیشانی کو	بیشک	میرا رب	پر	راستے کے	سیدھے	سو اگر

جس کی پیشانی اُس کے قبضے میں نہ ہو، بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔ ﴿۵۶﴾ پھر اگر

تَوَلَّوۡا فَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ مَّاۤ اُرۡسِلۡتُ بِهٖۤ اِلَیۡكُمۡ ؕ وَیَسۡتَخۡلِفُ رَبِّیۡ

تَوَلَّوۡا	فَقَدۡ	اَبۡلَغۡتُكُمۡ	مَّاۤ	اُرۡسِلۡتُ	بِهٖۤ	اِلَیۡكُمۡ ؕ	وَ	یَسۡتَخۡلِفُ	رَبِّیۡ
تم منہ موڑلو	تو یقیناً	میں تمہیں پہنچا چکا	وہ جو	بھیجا گیا مجھے	اس کے ساتھ	تمہاری طرف	اور	جانشین بنادے گا	میرا رب

تم منہ پھیر لو تو میں وہ پیغام تم تک پہنچا چکا ہوں جو مجھے دیکر تمہاری طرف بھیجا گیا تھا، اور میرا رب تمہارے علاوہ

قَوۡمًا غَیۡرَكُمۡ ۚ وَلَا تَضُرُّوۡنَهٗ شَیۡـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ

قَوۡمًا	غَیۡرَكُمۡ ۚ	وَ	لَا	تَضُرُّوۡنَهٗ	شَیۡـًٔا ؕ	اِنَّ	رَبِّیۡ	عَلٰی	كُلِّ	شَیۡءٍ
قوم کو	علاوہ تمہارے	اور	نہ	تم نقصان کرسکو گے اس کا	کچھ بھی	بیشک	میرا رب	پر	ہر	چیز کے

کسی اور قوم کو جانشین بنادے گا اور تم اُس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، بیشک میرا رب ہر چیز پر

حَفِیۡظٌ ﴿۵۷﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا هُوۡدًا وَّالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ

حَفِیۡظٌ ﴿۵۷﴾	وَ	لَمَّا	جَآءَ	اَمۡرُنَا	نَجَّیۡنَا	هُوۡدًا	وَّ	الَّذِیۡنَ	اٰمَنُوۡا	مَعَهٗ
نگہبان	اور	جب	آیا	ہمارا حکم	نجات دی ہم نے	ہود کو	اور	جو لوگ	ایمان لائے	اس کے ہمراہ

نگہبان ہے۔ ﴿۵۷﴾ اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اپنی مہربانی سے ہود اور اُن پر ایمان لانے والوں کو

﴿۵۴﴾ ﴿۵۵﴾ ان آیتوں کا پہلا جملہ قوم عاد کا اور بقیہ حضرت ہود علیہ السلام کا ہے، قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ آج کل آپ بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے کسی معبود نے آپ کو سزا دی ہے اور آپ پر کسی آسیب کا اثر ہوگیا ہے، حضرت ہود علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان پر کسی طرح اثر نہیں ہو رہا اور یہ لوگ میری دعوت کو قبول کرنے کی بجائے الٹا مجھ پر باتیں کر رہے ہیں تو انہوں نے ان کے شرک سے اپنی براءت ظاہر کرنا ضروری سمجھا، چنانچہ انہوں نے اپنی پوری قوم کو گواہ بنا کر، اللہ کو حاضر و ناظر جان کر ان کے کفر و شرک سے اپنی بیزاری ظاہر کردی اور ساتھ ہی انہیں چیلنج دے دیا کہ تم میرے حوالے سے جتنی خفیہ تدبیریں اور سازشیں کر سکتے ہو، ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر ان پر فوری عمل درآمد شروع کردو، تم سب مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

﴿۵۶﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ہود علیہ السلام کے پیغمبرانہ عزم اور توکل کو بیان کیا گیا ہے، یہ عزم اور توکل پیغمبروں کا عظیم سرمایہ رہا ہے جسے ساری دنیا مل کر بھی ہلانے سے عاجز رہی ہے، چنانچہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میرا کامل بھروسہ اور اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے، جو کہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے گو کہ تم اسے اپنا رب تسلیم نہ کرو، ہر مخلوق مکمل طور پر اس کی دسترس میں ہے، گویا کہ اس نے اس کی پیشانی سے اسے قابو کر رکھا ہے، اور اس کا راستہ ہی صحیح اور سیدھا راستہ ہے، لہٰذا میں اس کے بتائے اور دکھائے ہوئے راستے کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

﴿۵۷﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کا اعلان فرمایا ہے کہ مجھے جو پیغام دیکر تمہارے پاس بھیجا گیا ہے، وہ میں نے تم تک پہنچا دیا ہے، آگے اسے ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے، تمہارے ماننے سے اس کی شان میں اضافہ نہ ہوگا اور نہ ماننے سے کوئی کمی نہ ہوگی، وہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو موقع دے دے گا اور تم سب مل کر بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۙ

بِرَحْمَةٍ	مِّنَّا ۚ	وَ	نَجَّيْنٰهُمْ	مِّنْ	عَذَابٍ	غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾	وَ	تِلْكَ	عَادٌ ۙ
ساتھ رحمت کے	اپنے سے	اور	نجات دی ہم نے انہیں	سے	عذاب	بھاری	اور	وہ	عاد

نجات عطا فرمائی ، اور ہم نے انہیں بڑے بھاری عذاب سے بچا لیا۔ ۵۸ یہ تھی قوم عاد ،

جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ

جَحَدُوْا	بِاٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	وَ	عَصَوْا	رُسُلَهٗ	وَاتَّبَعُوْٓا	اَمْرَ	كُلِّ	جَبَّارٍ
انکار کیا انہوں نے	آیتوں کا	اپنے رب کی	اور	نافرمانی کی انہوں نے	اس کے پیغمبروں کی	اور پیروی کی انہوں نے	حکم کی	ہر	سرکش

جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا ، اُس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی ، اور ہر سرکش اور عناد رکھنے والے کے

عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا

عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾	وَ	اُتْبِعُوْا	فِيْ	هٰذِهِ	الدُّنْيَا	لَعْنَةً	وَّ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ۭ	اَلَآ	اِنَّ	عَادًا
عناد رکھنے والے کی	اور	پیچھے لگا دیئے گئے	بیچ	اس	دنیا کے	لعنت میں	اور	دن	قیامت کے	خبردار	بیشک	عاد

حکم کی پیروی کی ۔ ۵۹ اور اِس دنیا کی زندگی میں بھی اور قیامت کے دن بھی لعنت اُن کے پیچھے لگا دی گئی ، آگاہ رہو کہ قوم عاد نے

كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ

كَفَرُوْا	رَبَّهُمْ ۭ	اَلَا	بُعْدًا	لِّعَادٍ	قَوْمِ	هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع	وَ	اِلٰى	ثَمُوْدَ	اَخَاهُمْ
کفر کیا انہوں نے	اپنے رب سے	خبردار	دور ہو جائیں	عاد	قوم	ہود کی	اور	طرف	ثمود کے	ان کے بھائی

اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ، سن لو کہ ہود کی قوم عاد پر پھٹکار ہے ۔ ۶۰ اور ہم نے قومِ ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو

صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ

صٰلِحًا ۘ	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ ۭ	هُوَ
صالح کو	کہا اس نے	اے میری قوم	عبادت کرو تم	اللہ کی	نہیں	تمہارے لئے	سے	کوئی معبود	اس کے علاوہ	وہ

بھیجا، وہ کہنے لگے کہ اے قوم ! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے ، اُسی نے

اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

اَنْشَاَكُمْ	مِّنَ	الْاَرْضِ	وَ	اسْتَعْمَرَكُمْ	فِيْهَا	فَاسْتَغْفِرُوْهُ	ثُمَّ	تُوْبُوْٓا
پیدا کیا اس نے تمہیں	سے	زمین کے	اور	اس نے آباد کیا تمہیں	اس میں	سو تم مغفرت طلب کرو اس سے	پھر	توبہ کرو

تمہیں زمین سے پیدا کیا ، اُسی میں تمہیں آباد کیا ، سو اُس سے مغفرت طلب کرو ، پھر اُس کے سامنے

۵۸ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ عاد پر عذاب آنے اور اہل ایمان کے نجات پانے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ قومِ عاد پر بادلوں سے آگ کے شعلے برسائے گئے اور ان پر طوفانی ہواؤں کو مسلط کر دیا گیا جو سات راتوں اور آٹھ دنوں تک مسلسل چلتی رہی اور قومِ عاد کو اکھڑے ہوئے درختوں کی طرح پچھاڑ ڈالا۔

۵۹ اس آیتِ مبارکہ میں قوم عاد کی خرابیوں کا تجزیہ تین چیزوں کے ساتھ کیا گیا ہے ، پہلی یہ کہ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا، دوسری یہ کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کر کے گویا تمام پیغمبروں کی نافرمانی کی تھی اور تیسری یہ کہ وہ سرکشوں اور عناد رکھنے والے دشمنوں کے پیچھے چلتے اور ان کی پیروی کرتے رہے تھے ، اس لیے ان کا انجام برا ہوا۔

۵ ع ۱۱ ۵

۶۰ اس آیت مبارکہ میں قومِ عاد کے پیچھے لعنت لگا دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ دنیا میں بھی کہا جاتا ہے کہ قوم عاد پر اللہ کی لعنت ہو، اور قیامت کے دن بھی لوگ اُن پر لعنت کریں گے اور ان پر ان کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے پھٹکار پڑے گی۔

وقف لازم

اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا

اِلَيْهِ	اِنَّ	رَبِّيْ	قَرِيْبٌ	مُّجِيْبٌ ﴿٦١﴾	قَالُوْا	يٰصٰلِحُ	قَدْ	كُنْتَ	فِيْنَا
اس کیطرف	بیشک	میرا رب	قریب	قبول کرنے والا	کہا انہوں نے	اے صالح	یقیناً	تو تھا	ہم میں

توبہ کرو ، بیشک میرا رب قریب ، قبول کرنے والا ہے ۔ ﴿٦١﴾ وہ کہنے لگے کہ اے صالح! اس سے پہلے تو تم ہماری

مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ

مَرْجُوًّا	قَبْلَ	هٰذَآ	اَتَنْهٰىنَآ	اَنْ	نَّعْبُدَ	مَا	يَعْبُدُ	اٰبَآؤُنَا	وَ	اِنَّنَا	لَفِيْ
امیدوں کا مرکز	پہلے	یہ	کیا تو روکتا ہے ہمیں	یہ کہ	ہم عبادت کریں	اس کی جو	عبادت کرتے ہیں	ہمارے باپ	اور	بیشک ہم	البتہ بیچ

امیدوں کا مرکز تھے، کیا تم ہمیں اُن چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد کرتے رہے ہیں، تم جس چیز کی

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى

شَكٍّ	مِّمَّا	تَدْعُوْنَآ	اِلَيْهِ	مُرِيْبٍ ﴿٦٢﴾	قَالَ	يٰقَوْمِ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	كُنْتُ	عَلٰى
شک کے	اس سے جو	تم بلاتے ہو ہمیں	اس کیطرف	بے چین کرنے والا	کہا اس نے	اے میری قوم	یہ بتاؤ	اگر	میں ہوں	پر

طرف ہمیں دعوت دے رہے ہو، ہم اُس کے حوالے سے بے چین کرنے والے شک میں مبتلا ہیں۔ ﴿٦٢﴾ صالح نے کہا کہ اے میری قوم! یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ

بَيِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّيْ	وَ	اٰتٰىنِيْ	مِنْهُ	رَحْمَةً	فَمَنْ	يَّنْصُرُنِيْ	مِنَ	اللّٰهِ	اِنْ
واضح دلیل کے	سے	اپنے رب کے	اور	دے وہ مجھے	اپنے سے	رحمت	تو کون	میری مدد کرے گا	سے	اللہ کے	اگر

رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں اور وہ مجھے اپنے پاس سے خصوصی رحمت عطا فرمائے ، پھر اگر میں اُس کی نافرمانی کروں تو اللہ کے سامنے

عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ

عَصَيْتُهٗ	فَمَا	تَزِيْدُوْنَنِيْ	غَيْرَ	تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾	وَ	يٰقَوْمِ	هٰذِهٖ	نَاقَةُ	اللّٰهِ
میں نے نافرمانی کی اس کی	تو نہیں	تم اضافہ کرتے مجھے	علاوہ	نقصان کے	اور	اے میری قوم	یہ	اونٹنی	اللہ کی

میری مدد کون کرے گا ؟ تم تو میرے نقصان کے علاوہ کچھ نہیں بڑھا رہے ۔ ﴿٦٣﴾ اور اے میری قوم ! یہ اللہ کی اونٹنی

لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

لَكُمْ	اٰيَةً	فَذَرُوْهَا	تَاْكُلْ	فِيْٓ	اَرْضِ	اللّٰهِ	وَ	لَا	تَمَسُّوْهَا	بِسُوْٓءٍ
تمہارے لئے	نشانی	سو تم چھوڑ دو اسے	کھاتی رہے	بیچ	زمین کے	اللہ کی	اور	مت	چھوؤ تم اسے	ساتھ برائی کے

تمہاری لئے نشانی ہے سو تم اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے ، اسے برائی کے ارادے سے ہاتھ بھی نہ لگانا

﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کا مختصر تعارف سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۷۳ کے ذیل میں گزر چکا ہے، حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی، انہیں بت پرستی ترک کرنے کی تلقین کی اور انہیں ان کی ابتداء یاد دلائی کہ اللہ نے تمہیں زمین کی مٹی سے پیدا کیا، پھر اسی زمین میں تمہیں آباد کر دیا، تم نے اس کی نافرمانی اور سرکشی پر کمر باندھی ہے، تم اس سے معافی مانگ کر اپنی سابقہ کوتاہیوں اور غلطیوں کی تلافی کرنے کی کوشش کرو، وہ تمہاری کوششوں اور دعاؤں کو ضرور قبول کرے گا، کیونکہ وہ تمہارے قریب ہے اور تمہاری دعائیں سنتا ہے۔

﴿٦٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام کو جواب مذکور ہے کہ صالح! ہم نے تو تم سے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں لیکن تم نے ہماری ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا اور ہماری توقعات کو خاک میں ملا دیا، تم نے ہمارے آبائی دین اور معبودوں میں عیب نکالنا شروع کر دیئے، ہم تو تمہاری اس بدلی ہوئی روش اور دعوت کو شک کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں اور ہمیں اس دال میں کچھ کالا دکھائی دے رہا ہے۔

﴿٦٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم کو فہمائش کرنا مذکور ہے کہ دیکھو! میرے پاس تو واضح اور روشن دلائل موجود ہیں، ان کی موجودگی میں بت پرستی کی کوئی گنجائش نہیں بچتی ، مجھ پر میرے رب کا خاص فضل وکرم اور اس کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھے اپنی ذات کی معرفت عطا فرما کر عقیدۂ توحید کی نعمت سے مالا مال فرمایا ، اب اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اس کی گرفت اور پکڑ سے بچانے کیلئے اُس کے مقابلے میں میری مدد کون کرے گا ؟ کیا کسی میں اس سے مقابلہ کرنے کی جرأت اور ہمت ہے؟ کیا کوئی اس کے خلاف کسی کی مدد کر سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو تمہاری بات ماننے میں میرا نقصان ہی نقصان ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارا فائدہ سوچ رہا ہوں اور تم مجھے نقصان اور خسارے کی دعوت دے رہے ہو۔

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ

فَيَاْخُذَكُمْ	عَذَابٌ	قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾	فَعَقَرُوْهَا	فَقَالَ	تَمَتَّعُوْا	فِيْ	دَارِكُمْ
تو پکڑ لے گا تمہیں	عذاب	قریب کا	سو انہوں نے اس کے پاؤں کاٹ ڈالے	تو کہا اس نے	فائدہ اٹھالو تم	بیچ	اپنے گھر کے

ورنہ تمہیں بہت جلد عذاب آ پکڑے گا۔ ﴿٦٤﴾ پھر بھی انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے، تب صالح نے کہا کہ تم اپنے گھروں میں

ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا

ثَلٰثَةَ	اَيَّامٍ	ذٰلِكَ	وَعْدٌ	غَيْرُ	مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾	فَلَمَّا	جَآءَ	اَمْرُنَا	نَجَّيْنَا
تین	دنوں کا	وہ	وعدہ	نہیں	جھٹلایا جائیگا	سو جب	آیا	ہمارا حکم	نجات دی ہم نے

تین دن تک فائدہ اٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے جو کہ جھوٹا نہ ہوگا۔ ﴿٦٥﴾ پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اپنی مہربانی سے

صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ

صٰلِحًا	وَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ	بِرَحْمَةٍ	مِّنَّا	وَ	مِنْ	خِزْيِ	يَوْمِئِذٍ
صالح کو	اور	جو لوگ	ایمان لائے	اس کے ہمراہ	ساتھ رحمت کے	اپنے سے	اور	سے	رسوائی کے	اس دن کی

صالح اور اُن پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمائی اور اُس دن کی رسوائی سے بچایا،

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	الْقَوِيُّ	الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾	وَ	اَخَذَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوا	الصَّيْحَةُ
بیشک	تیرا رب	وہ	طاقتور	غالب	اور	پکڑ لیا	ان لوگوں کو	ظلم کیا انہوں نے	چنگھاڑ نے

بیشک آپ کا رب ہی طاقتور، زبردست ہے۔ ﴿٦٦﴾ اور ظالموں کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا،

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ

فَاَصْبَحُوْا	فِيْ	دِيَارِهِمْ	جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾	كَاَنْ	لَّمْ	يَغْنَوْا	فِيْهَا	اَلَآ	اِنَّ
سو ہو گئے صبح کو	بیچ	اپنے گھروں کے	اوندھے منہ پڑے	گویا کہ	نہ	رہے تھے وہ	اسمیں	خبردار	بیشک

سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ ﴿٦٧﴾ گویا کہ وہ وہاں کبھی رہے ہی نہ تھے، آگاہ رہو کہ قوم

ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ ع وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ

ثَمُوْدَا۟	كَفَرُوْا	رَبَّهُمْ	اَلَا	بُعْدًا	لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾	وَ	لَقَدْ	جَآءَتْ	رُسُلُنَآ
ثمود	کفر کیا انہوں نے	اپنے رب کا	خبردار	دور ہو جائیں	ثمود	اور	البتہ یقیناً	آئے	ہمارے بھیجے ہوئے

ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، سن لو کہ قومِ ثمود پر پھٹکار ہے۔ ﴿٦٨﴾ اور یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے قاصد ابراہیم کے

ع ٦ ٨

﴿٦٤﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت صالح علیہ السلام کے ایک نہایت اہم معجزے کا ذکر کیا گیا ہے جس کا ان کی قوم نے مطالبہ کیا تھا اور فرمائش کی تھی کہ اگر آپ سامنے کی چٹان سے ایک اونٹنی نکال کر دکھادیں جو پورے دنوں کی ہو اور ہمارے سامنے بچے کو جنم دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا فرمادی، اللہ نے اسے قبول فرما کر اونٹنی پیدا کردی، بعض خوش نصیبوں کے علاوہ ان کی اکثریت پھر بھی مسلمان نہ ہوئی، حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ یہ اونٹنی قدرت خداوندی کی خاص نشانی ہے، اس سے چھیڑ چھاڑ مت کرنا، یہ جہاں بھی جانا چاہے تم اسے مت روکنا اور کسی ناپاک ارادے سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ تمہیں سخت عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کی درندگی اور جرأت کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود وہ لوگ زیادہ دیر تک خود پر قابو نہ رکھ سکے اور انہوں نے اونٹنی کو قتل کرنے کی سازشیں شروع کریں، بالآخر انہوں نے ایک طے شدہ منصوبے کے تحت اس اونٹنی کو قتل کر دیا، اس کا بچہ چیختا چلاتا ہوا نجانے کہاں چلا گیا، حضرت صالح علیہ السلام نے اس حادثے کی خبر سنی تو انہیں شدید رنج ہوا اور فرمایا کہ افسوس وہی ہوا جس کا مجھے خطرہ تھا، اب تمہیں اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا، تین دن تک دنیوی زندگی کے مزے اڑالو، اس کے بعد تمہاری شمع حیات گل ہونے والی ہے اور یہ سچا، برحق وعدہ ہے جو ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا۔

﴿٦٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت صالح علیہ السلام اور اہل ایمان کو قوم ثمود پر آنے والے عذاب اور رسوائی سے بچا لینے کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ حق تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ جس پر چاہے اپنا عذاب نازل کردے اور جسے چاہے اس سے بچالے۔

﴿٦٧﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کے ایک چنگھاڑ سے ہلاک ہوجانے اور اوندھے منہ پڑے رہ جانے کا ذکر کیا گیا ہے، بعض آیات میں زلزلے کا ذکر بھی آیا ہے لیکن یہ کوئی تعارض نہیں ہے، ممکن ہے کہ اوپر سے چنگھاڑ اور نیچے سے زلزلے نے انہیں مکمل تباہ و برباد کردیا ہو۔

﴿٦٨﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود پر عذاب کے بعد کی صورتحال بیان کی گئی ہے کہ اس عذاب کا شکار ہو کر وہ ایسے رہ گئے کہ گویا ان کا وہاں کبھی وجود ہی نہ تھا، ان پر پھٹکار ہو کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر اور شرک کی روش اختیار کی۔

اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ

اِبْرٰهِيْمَ	بِالْبُشْرٰى	قَالُوْا	سَلٰمًا ؕ	قَالَ	سَلٰمٌ	فَمَا	لَبِثَ	اَنْ	جَآءَ	بِعِجْلٍ
ابراہیم کے پاس	ساتھ خوشخبری کے	کہا انہوں نے	سلام ہو	کہا اس نے	سلام ہو	تو نہیں	ٹھہرا وہ	یہ کہ	لے آیا	ایک بچھڑا

پاس بھی خوشخبری لا چکے ہیں ، انہوں نے کہا کہ سلام ہو ، ابراہیم نے بھی کہا کہ سلام ہو ، پھر وہ رکے ہی نہیں ، یہاں تک کہ ایک بھنا ہوا

حَنِيْذٍ ۝۶۹ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ

حَنِيْذٍ ۝۶۹	فَلَمَّا	رَآٰ	اَيْدِيَهُمْ	لَا	تَصِلُ	اِلَيْهِ	نَكِرَهُمْ	وَ	اَوْجَسَ	مِنْهُمْ
بھنا ہوا	سو جب	دیکھا اس نے	ان کے ہاتھوں کو	نہیں	پہنچتے	اس کی طرف	اوپرے لگے وہ	اور	ڈرا وہ	ان سے

بچھڑا لے آئے ۔ ۶۹ پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ اُن کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو انہیں اوپرا لگا اور دل میں اُن سے اندیشہ

خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ۝۷۰ وَامْرَاَتُهٗ

خِيْفَةً ؕ	قَالُوْا	لَا	تَخَفْ	اِنَّآ	اُرْسِلْنَآ	اِلٰى	قَوْمِ	لُوْطٍ ۝۷۰	وَامْرَاَتُهٗ
خوف کھا کر	کہنے لگے وہ	مت	ڈر	بیشک ہم	بھیجے گئے	طرف	قوم کے	لوط کی	اور اس کی بیوی

محسوس ہوا ، وہ کہنے لگے کہ آپ خوفزدہ نہ ہوں ، ہمیں قومِ لوط کی طرف بھیجا گیا ہے ۔ ۷۰ اور ابراہیم کی بیوی

قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ

قَآئِمَةٌ	فَضَحِكَتْ	فَبَشَّرْنٰهَا	بِاِسْحٰقَ ۙ	وَ	مِنْ	وَّرَآءِ	اِسْحٰقَ
کھڑی ہوئی	سو ہنسنے لگی	تو خوشخبری دی ہم نے اسے	اسحاق کی	اور	سے	پیچھے	اسحاق کے

کھڑی تھی ، وہ ہنسنے لگی کہ ہم نے اُسے اسحاق اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی

يَعْقُوْبَ ۝۷۱ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ

يَعْقُوْبَ ۝۷۱	قَالَتْ	يٰوَيْلَتٰٓى	ءَاَلِدُ	وَ	اَنَا	عَجُوْزٌ	وَّ	هٰذَا	بَعْلِىْ	شَيْخًا ؕ	اِنَّ
یعقوب کی	کہا اس نے	ہائے ہائے	کیا میں جنم دوں گی	اور	میں	بڑھیا	اور	یہ	میرا شوہر	عمر رسیدہ	بیشک

بشارت دی ۔ ۷۱ وہ کہنے لگی کہ ہائے ہائے ! کیا میں بچے کو جنم دوں گی جبکہ میں بڑھیا ہو چکی اور میرا یہ شوہر بھی عمر رسیدہ ہو چکا ، یہ تو

هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝۷۲ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ

هٰذَا	لَشَىْءٌ	عَجِيْبٌ ۝۷۲	قَالُوْٓا	اَتَعْجَبِيْنَ	مِنْ	اَمْرِ	اللّٰهِ	رَحْمَتُ
یہ	البتہ چیز	تعجب والی	کہنے لگے وہ	کیا تو تعجب کرتی ہے	سے	حکم	اللہ کے	رحمت

بڑے تعجب کی بات ہے ۔ ۷۲ وہ کہنے لگے کہ کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو؟ اے گھر والو !

۶۹ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی شکل میں چند فرشتوں کی آمد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ذکر کیا گیا ہے، یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ولادت اسحاق کی خوشخبری اور قومِ لوط کی تباہی و بربادی کی اطلاع لیکر آئے تھے، لیکن چونکہ وہ انسانی شکل میں تھے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مہمان نوازی کا اہتمام کیا اور ان کیلئے ایک بچھڑا بھون کر لائے ، بعض آیتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ بچھڑا خوب صحت مند اور فربہ تھا۔

۷۰ اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ آنے والے فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیش کیے ہوئے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے کیونکہ فرشتے کھانے پینے کی احتیاج نہیں رکھتے ، لیکن چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بات نہیں بتائی گئی تھی کہ وہ انسانی شکل میں درحقیقت فرشتے ہیں اس لیے انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ دشمن نہ ہوں ، چنانچہ آج بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ گھر آیا مہمان کچھ بھی نہ کھائے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ کسی بری نیت سے آیا ہے ، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان دلا دیا گیا کہ آپ فکرمند نہ ہوں ، اصولی طور پر ہمیں قومِ لوط کی طرف بھیجا گیا ہے لیکن راستے میں آپ کو بشارت بھی دینی تھی اس لیے پہلے آپ کی طرف اتر گئے۔

۷۱ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دینے کا ذکر کیا گیا ہے ، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ان کی نسل باقی رہنے اور اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ شروع کرنے کی بشارت دی گئی جس پر حضرت سارہ علیہا السلام ہنس پڑیں ، یہ ہنسنا تعجب کیلئے تھا اور اس کا ذکر الفاظ میں مقدم ہے لیکن واقعے میں مؤخر ہے۔

۷۲ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سارہ علیہا السلام کے تعجب کا ذکر کیا گیا ہے جو انہوں نے اپنے یہاں اولاد ہونے کی خوشخبری سن کر ظاہر کیا تھا کہ میری عمر سو سال کے قریب اور میرے شوہر کی عمر اس سے بھی زیادہ ہو چکی ہے، اس عمر میں بھلا اولاد کہاں ہوتی ہے؟ گویا یوں کہیے کہ ولادت کی عمر میں تو میں بانجھ رہی اور بانجھ پن کے زمانے میں میرے یہاں اولاد کی خوشخبری دی جا رہی ہے، اگر اولاد مقدر میں تھی تو اس عمر تک انتظار کروانے میں کیا حکمت اور مصلحت تھی؟

اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝۷۳ فَلَمَّا

اللّٰهِ	وَ	بَرَكٰتُهٗ	عَلَيْكُمْ	اَهْلَ الْبَيْتِ	اِنَّهٗ	حَمِيْدٌ	مَّجِيْدٌ ۝	فَلَمَّا
اللہ کی	اور	اس کی برکتیں	تم پر	اے گھر والو!	بیشک وہ	قابل تعریف	بزرگی والا	سو جب

تم پر تو اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہیں ، بیشک وہ قابل تعریف ، بزرگی والا ہے ۔ ۷۳ جب

ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَاۗءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ

ذَهَبَ	عَنْ	اِبْرٰهِيْمَ	الرَّوْعُ	وَ	جَاۗءَتْهُ	الْبُشْرٰى	يُجَادِلُنَا	فِيْ	قَوْمِ
چلا گیا	سے	ابراہیم کے	ڈر	اور	آئی اُس کے پاس	خوشخبری	جھگڑنے لگا وہ ہم سے	بیچ	قوم کے

ابراہیم کا اندیشہ دور ہو گیا اور اُن کے پاس "خوشخبری" آگئی تو وہ قوم لوط کے متعلق ہم سے

لُوْطٍ ۝۷۴ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝۷۵ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ

لُوْطٍ ۝	اِنَّ	اِبْرٰهِيْمَ	لَحَلِيْمٌ	اَوَّاهٌ	مُّنِيْبٌ ۝	يٰٓاِبْرٰهِيْمُ	اَعْرِضْ	عَنْ
لوط کی	بیشک	ابراہیم	البتہ بردبار	نرم دل	رجوع کرنے والا	اے ابراہیم	چھوڑ دے	سے

جھگڑنے لگے ۔ ۷۴ بیشک ابراہیم بڑے بردبار ، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے ۔ ۷۵ اے ابراہیم ! اس خیال کو

هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ

هٰذَا ۚ	اِنَّهٗ	قَدْ	جَاۗءَ	اَمْرُ	رَبِّكَ ۚ	وَ	اِنَّهُمْ	اٰتِيْهِمْ	عَذَابٌ	غَيْرُ
یہ	بیشک وہ	تحقیق	آچکا	حکم	تیرے رب کا	اور	بیشک وہ	آنے والا ہے ان پر	عذاب	نہیں

چھوڑ دو ، آپ کے رب کا حکم آچکا ہے ، اور ان پر ایسا عذاب آکر رہے گا جو لوٹایا

مَرْدُوْدٍ ۝۷۶ وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا

مَرْدُوْدٍ ۝	وَ	لَمَّا	جَاۗءَتْ	رُسُلُنَا	لُوْطًا	سِيْۗءَ	بِهِمْ	وَ	ضَاقَ	بِهِمْ	ذَرْعًا
ٹالا جائیگا وہ	اور	جب	آئے	ہمارے بھیجے ہوئے	لوط کے پاس	غمگین ہوا	ان کیوجہ سے	اور	تنگ ہوا	ان کیوجہ سے	سینے میں

نہ جائیگا ۔ ۷۶ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے پیغام بر لوط کے پاس پہنچے تو وہ اُن کیوجہ سے غمگین اور تنگ دل ہوئے ،

وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝۷۷ وَجَاۗءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَمِنْ

وَ	قَالَ	هٰذَا	يَوْمٌ	عَصِيْبٌ ۝	وَ	جَاۗءَهٗ	قَوْمُهٗ	يُهْرَعُوْنَ	اِلَيْهِ	وَ	مِنْ
اور	کہنے لگا	یہ	دن	سخت	اور	آئی اس کے پاس	اس کی قوم	دوڑتے ہوئے	اس کیطرف	اور	سے

اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑا سخت ہے ۔ ۷۷ اور اُن کی قوم اُن کے پاس دوڑتی ہوئی آگئی ، اس سے پہلے

۷۳ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں نے حضرت سارہ علیہاالسلام کے تعجب پر اپنے تعجب کا اظہار کیا ہے کہ آپ کے گھرانے پر تو ہمیشہ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہی ہیں، اور آپ نے ان کا مشاہدہ بھی کیا ہے، یہ بھی اللہ کی رحمت اور برکت ہے کہ آپ کو اس بڑھاپے میں اولاد سے نوازنے کا ارادہ فرمایا ہے، وہ بہت قابل تعریف اور بزرگی والا ہے، آپ اس پر تعجب کی بجائے اپنے رب کا شکر ادا کریں۔

۷۴ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوم لوط کی سفارش کرنا مذکور ہے، جس کیلئے ''مجادلہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، لفظی اعتبار سے اس کا معنی جھگڑا کرنا ہوتا ہے لیکن اسے مثال کے طور پر ضد کرنے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جیسے بچے لاڈ کے انداز میں اپنے والدین سے کسی چیز کی ضد کرتے ہیں۔

۷۵ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین خوبیاں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ نہایت بردبار تھے، دوسری یہ کہ وہ فطری طور پر نرم دل تھے اور تیسری یہ کہ وہ ہر وقت بارگاہِ الٰہی کی طرف رجوع کرنے والے تھے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حلم اور برد باری، نرم دلی اور رقت قلب، رجوع و انابت الی اللہ پسندیدہ صفات میں سے ہیں، ان صفات کو پیدا کرنے کیلئے محنت کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں یہ صفات عطا فرمائے۔

۷۶ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم لوط کی سفارش کا خیال ترک کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے، کیونکہ اُس وقت فیصلہ ہو چکا تھا اور ان پر آنے والا عذاب ٹل جانا اس طے شدہ فیصلے کے خلاف ہوتا اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ اس خیال کو ترک کر دیجئے کیونکہ فیصلہ ہو چکا ہے اور یہ فرشتے اس پر عملدر آمد کیلئے بھیجے گئے ہیں۔

۷۷ اس آیت مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس انسانی شکل میں فرشتوں کے آنے اور ان کے تنگ دل اور غمگین ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت لوط علیہ السلام کے والد کا نام ہاران تھا اور ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی تھے، اس اعتبار سے حضرت لوط علیہ السلام رشتے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہوئے، ان کا سارا بچپن اور لڑکپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آغوش میں گزرا تھا، وہ حضرت اسماعیل و اسحاق علیہما السلام سے عمر میں بڑے تھے اور شروع ہی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے، مصر کے ایک سفر میں حضرت لوط علیہ السلام کو ان کے مشفق مربی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تجویز کیا کہ وہ شرق اردن کے علاقے ''سدوم اور عامورہ'' چلے جائیں، وہاں جا کر دین حق کی تبلیغ کریں اور لوگوں کو شرک و بت پرستی اور گناہوں کی گندگی سے نکال کر ایمان و یقین اور عمل صالح کی دولت سے سرفراز کریں، حضرت لوط علیہ السلام کے بہترین اخلاق، عمدہ کردار اور پاکیزہ عادات کو دیکھ کر اہل سدوم نے اپنے علاقے میں ان کے قیام پر کوئی اعتراض نہ کیا، وہاں کے لوگ بہت سی اخلاقی برائیوں اور قباحتوں میں مبتلا تھے، وہ باہر سے آنے والے تاجروں کا مال مختلف بہانوں سے چھین لیا کرتے تھے، سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے اپنی خواہش نفس کی تکمیل کیا کرتی تھیں، حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اس کا خلاف فطرت ہونا اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہونا سمجھایا اور توبہ کرنے کی تلقین کی، وہ لوگ ایسی نصیحت سے نا آشنا تھے، انہیں اپنی چودھراہٹ خطرے میں محسوس ہوئی چنانچہ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے خلاف متحدہ محاذ بنا لیا اور انہیں یہ دھمکی دی کہ آپ ان نصیحتوں سے باز آجائیں، ورنہ ہم آپ کو سنگسار کر دیں گے یا کم از کم اپنی بستی سے نکال=

قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ

قَبْلُ	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ	السَّيِّاٰتِ ؕ	قَالَ	يٰقَوْمِ	هٰٓؤُلَآءِ	بَنَاتِيْ	هُنَّ
پہلے	تھے وہ	کرتے رہے	برائیاں	کہا اس نے	اے میری قوم	یہ لوگ	میری بچیاں	یہ

بھی وہ برے اعمال کرتے رہے تھے، لوط کہنے لگے کہ اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے زیادہ

اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ

اَطْهَرُ لَكُمْ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	لَا	تُخْزُوْنِ	فِيْ	ضَيْفِيْ ؕ	اَلَيْسَ	مِنْكُمْ
زیادہ پاکیزہ تمہارے لئے	تو ڈرو تم	اللہ سے	اور	مت	رسوا کرو مجھے	بیچ	میرے مہمانوں کے	کیا نہیں	تم میں سے

پاکیزگی کا ذریعہ ہیں، سو تم اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے حوالے سے شرمندہ نہ کرو، کیا تم میں ایک آدمی

رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝٧٨ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ

رَجُلٌ	رَّشِيْدٌ ۝٧٨	قَالُوْا	لَقَدْ	عَلِمْتَ	مَا	لَنَا	فِيْ	بَنٰتِكَ	مِنْ	حَقٍّ ۚ
کوئی مرد	سمجھدار	کہنے لگے وہ	البتہ یقیناً	تو جانتا ہے	نہیں	ہمارے لئے	بیچ	تیری بیٹیوں کے	سے	کوئی غرض

بھی سمجھ دار نہیں ہے۔ ٧٨ وہ کہنے لگے کہ تم تو جانتے ہو کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں ہے

وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝٧٩ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ

وَاِنَّكَ	لَتَعْلَمُ	مَا	نُرِيْدُ ۝٧٩	قَالَ	لَوْ	اَنَّ	لِيْ	بِكُمْ	قُوَّةً	اَوْ	اٰوِيْٓ	اِلٰى	رُكْنٍ
اور بیشک تو	البتہ جانتا ہے	وہ جو	ہم چاہتے ہیں	کہا اس نے	کاش کہ	بیشک	میرے لئے	تمہارے مقابلے میں	طاقت	یا	میں ٹھکانہ حاصل کرلوں	طرف	پناہ گاہ کے

اور تم وہ بھی جانتے ہو جو ہم چاہتے ہیں۔ ٧٩ لوط نے کہا کہ اے کاش! مجھ میں تم سے مقابلے کی طاقت ہوتی، یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں ٹھکانہ

شَدِيْدٍ ۝٨٠ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ

شَدِيْدٍ ۝٨٠	قَالُوْا	يٰلُوْطُ	اِنَّا	رُسُلُ	رَبِّكَ	لَنْ	يَّصِلُوْٓا	اِلَيْكَ	فَاَسْرِ
مضبوط	کہنے لگے وہ	اے لوط	بیشک ہم	بھیجے ہوئے	تیرے رب کے	ہرگز نہ	پہنچ سکیں گے وہ	تیری طرف	سو تو رات کو لے چل

حاصل کرلیتا۔ ٨٠ آنے والے کہنے لگے کہ اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ آپ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے، سو آپ رات کا کچھ حصہ

بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ

بِاَهْلِكَ	بِقِطْعٍ	مِّنَ	الَّيْلِ	وَ	لَا	يَلْتَفِتْ	مِنْكُمْ	اَحَدٌ	اِلَّا	امْرَاَتَكَ ؕ
اپنے گھر والوں کو	کچھ حصہ	سے	رات کے	اور	نہ	مڑ کر دیکھے	تم میں سے	کوئی	مگر	تیری بیوی

گزرنے کے بعد اپنے اہلِ خانہ کو لیکر نکل جائیں اور آپ لوگوں میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے، سوائے آپ کی بیوی کے،

= دیں گے، جب ان کی شرارت اور سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل، میکائل اور اسرائیل علیہم السلام کو حسین نوجوانوں کی شکل میں بھیجا، حضرت لوط علیہ السلام فکرمند ہو گئے کہ قوم کے شریروں سے اپنے مہمانوں کی حفاظت کیسے کروں گا؟ انہوں نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا لیکن وہ ان سے ان کے مہمانوں کا تقاضا کرتے ہی رہے، تب فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی حقیقت اور قوم کے انجام سے آگاہ کیا اور ان سے درخواست کی کہ صبح ہونے سے پہلے آپ اپنے ساتھ اہلِ ایمان کو لیکر یہاں سے روانہ ہو جائیں، ان پر عذاب نازل ہونے والا ہے جس کا شکار آپ کی بیوی بھی ہوگی، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور صبح کو سب سے پہلے ایک ہیبت ناک چنگھاڑ سنائی دی، پھر جبریل امین علیہ السلام نے اپنے ایک پر سے اس بستی کو اٹھایا اور اوپر لے جا کر اسے واپس نیچے پلٹا دیا، پھر ان پر مضبوط پتھروں کی مسلسل بارش کی گئی، جب اس بستی کو الٹا پٹخا گیا تو وہ سمندر سے تقریباً چار سو میٹر نیچے چلی گئی اور وہاں پانی ابھر آیا، آج اسی جگہ کو بحرِ مردار اور بحرِ میت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے پانی میں کوئی زندہ چیز باقی نہیں رہتی۔

٧٨ اس آیت مبارکہ میں قومِ لوط کے رویے اور حضرت لوط علیہ السلام کی شکستگی اور فہمائش کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں چند حسین وجمیل نوجوان مہمان کے طور پر آئے ہیں تو وہ حضرت لوط علیہ السلام سے ان کی حوالگی کا مطالبہ کرنے لگے، حضرت لوط علیہ السلام نے شکستہ خاطر ہو کر اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کیلئے یہاں تک کہہ دیا کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، لیکن اس جملے پر مفسرین کی مختلف آراء نقل کی گئی ہیں، بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ "میری بیٹیوں" سے مراد قوم کی بیٹیاں ہیں اور بڑے لوگ دوسروں کی بیٹیوں کو بھی اپنی بیٹیاں کہتے اور سمجھتے ہیں، اس صورت میں منشاء یہ ہوگا کہ تم اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کیلئے ناجائز راستے کا انتخاب کرنے کی بجائے خواتین کے ساتھ جائز طریقے کو اختیار کرو اور بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے یہ پیشکش اہلِ سدوم کے دو سرداروں کو کی تھی کیونکہ ان کے پاس آنے والے فرشتے صرف تین تھے اور پوری قوم کا ان سے اپنی خواہش کی تکمیل کرنا ممکن نہ تھا، اس لیے مطالبہ سرداروں کی طرف سے اور حمایت پوری قوم کی طرف سے تھی، اس عاجز کے نزدیک یہی دوسری رائے زیادہ راجح ہے، اس صورت میں بیٹی سے حقیقی بیٹی مراد ہوگی۔

٧٩ اس آیت مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا جواب مذکور ہے کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں ہے، ہم جو چاہتے ہیں، وہ تم بخوبی جانتے ہو، ہمارے ارادوں کی تکمیل میں رکاوٹ نہ بنو، اپنے مہمانوں کو ہمارے حوالے کردو۔

٨٠ اس آیت مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کی طبعی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ اپنی قوم کی اس قدر ڈھٹائی اور بے حیائی دیکھ کر ان کی طبیعت پر اس قدر اثر ہوا کہ بے اختیار کہنے لگے کاش! آج میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ میں تمہارا مقابلہ کر سکتا، میں تمہارا بھرپور مقابلہ کرتا اور اپنے مہمانوں کی عزت پر آنچ نہ آنے دیتا، یا میں کسی "رکن شدید" کی پناہ حاصل کر لیتا، صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق "رکن شدید" سے مراد حق تعالیٰ =

اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ

اِنَّهٗ	مُصِيْبُهَا	مَآ	اَصَابَهُمْ	اِنَّ	مَوْعِدَهُمُ	الصُّبْحُ	اَلَيْسَ
بیشک حال یہ ہے	پہنچنے والا اسے	وہ جو	پہنچے گا انہیں	بیشک	ان کے وعدے کا وقت	صبح	کیا نہیں

کہ اسے بھی وہ عذاب پہنچ کر رہے گا جو ان لوگوں کو پہنچے گا ، ان کے وعدے کا وقت صبح ہے ، کیا

الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

الصُّبْحُ	بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾	فَلَمَّا	جَآءَ	اَمْرُنَا	جَعَلْنَا	عَالِيَهَا	سَافِلَهَا
صبح	قریب	سو جب	آ گیا	ہمارا حکم	بنا دیا ہم نے	اس کا اوپر والا حصہ	نیچے والا حصہ

صبح قریب نہیں ہے ۔ ﴿۸۱﴾ پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے بستی کا اوپر والا حصہ نیچے کر دیا ،

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ

وَ	اَمْطَرْنَا	عَلَيْهَا	حِجَارَةً	مِّنْ	سِجِّيْلٍ	مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾	مُّسَوَّمَةً	عِنْدَ
اور	برسائے ہم نے	اس پر	پتھر	سے	کنکر کے	تہہ بہ تہہ	نشان زدہ	پاس

اور ہم نے اُن پر تہہ بہ تہہ کنکر کے پتھروں کی بارش برسائی ۔ ﴿۸۲﴾ جو آپ کے رب کے یہاں

رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ ع وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ

رَبِّكَ	وَ	مَا	هِيَ	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ	بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾	وَ	اِلٰى	مَدْيَنَ	اَخَاهُمْ
تیرے رب کے	اور	نہیں	وہ	سے	ظالموں کے	کچھ دور	اور	طرف	مدین کے	ان کے بھائی

نشان زدہ تھے ، اور وہ بستی ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے ۔ ﴿۸۳﴾ اور ہم نے مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو

شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا

شُعَيْبًا	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ	وَ	لَا	تَنْقُصُوا
شعیب کو	کہا اس نے	اے میری قوم	عبادت کرو تم	اللہ کی	نہیں	تمہارے لئے	سے	کوئی معبود	اس کے علاوہ	اور	مت	کمی کرو

بھیجا ، وہ کہنے لگے کہ اے میری قوم ! اللہ کی عبادت کرو ، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے ، اور ماپ تول میں

الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

الْمِكْيَالَ	وَالْمِيْزَانَ	اِنِّيْٓ	اَرٰىكُمْ	بِخَيْرٍ	وَّ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	عَلَيْكُمْ	عَذَابَ
ماپ میں	اور وزن کرنے میں	بیشک میں	تمہیں دیکھتا ہوں	آسودہ حال	اور	بیشک میں	ڈرتا ہوں	تم پر	عذاب سے

کمی مت کیا کرو، میں تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور میں تمہارے متعلق ایک ایسے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں جو

= کی ذات گرامی ہے اور آیت کا منشا یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد کے منتظر تھے تاکہ وہ ان کی تسلی کا سبب بنے اور ان کے مہمانوں کی عزت محفوظ رہے۔

﴿۸۱﴾ اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کو تسلی دینا مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی حقیقت ظاہر کردی اور انہیں بتایا کہ ہمیں اس قوم پر عذاب نازل کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے، آپ بے فکر رہیں ، یہ ہمارا اور آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، آپ رات گئے اپنے گھر والوں کو لیکر یہاں سے تشریف لے جائیے، ان پر ترس کھا کر پیچھے مڑ کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں، صبح ہوتے ہی ان کا تیا پانچا کر دیا جائیگا اور صبح ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہیں ہے، البتہ یہ یاد رکھیں کہ آپ کے اہل خانہ میں سے آپ کی بیوی بھی اس عذاب کا شکار ہوگی کیونکہ وہ بھی شریک جرم تھی، اس لیے اس کی سفارش نہ کریں۔

﴿۸۲﴾ ﴿۸۳﴾ ان آیتوں میں قوم لوط پر آنے والے عذاب کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ ہم نے ان کی بستی کو تہہ و بالا کر دیا ، جس کی صورت یہ ہوئی کہ جبریل امین نے اپنے ایک پر کے ذریعے اس بستی کو اکھیڑ کر اونچا کر دیا، پھر اسے الٹا کر نیچے پٹخ دیا جس سے وہ اندر کو دھنس گئی اور پھر اس پر مضبوط اور سخت پتھر برسائے گئے جو تسلسل کے ساتھ ان پر برسائے جا رہے تھے اور ہر پتھر پر کسی نہ کسی شخص کا نام لکھا تھا اور وہ اسی کو جا کر لگتا تھا، قوم لوط کی بستیاں بھی نشان عبرت بنا دی گئیں اور آس پاس کے رہنے والے ان کے کھنڈرات اپنے ہر سفر میں دیکھتے ہیں، چاہیے کہ اس سے عبرت بھی حاصل کریں۔

يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۝٨٤ وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ

يَوْمٍ	مُّحِيْطٍ ۝	وَ	يٰقَوْمِ	اَوْفُوا	الْمِكْيَالَ	وَالْمِيْزَانَ	بِالْقِسْطِ
ایک دن کے	احاطہ کرنے والے	اور	اے میری قوم	پورا کیا کرو تم	ماپ کو	اور وزن کو	ساتھ انصاف کے

سب کو گھیر لے گا ۔ ٨٤ اور اے میری قوم ! ماپ تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو،

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝٨٥

وَ	لَا	تَبْخَسُوا	النَّاسَ	اَشْيَآءَهُمْ	وَ	لَا	تَعْثَوْا	فِي	الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ ۝
اور	مت	گھٹایا کرو	لوگوں سے	ان کی چیزوں کو	اور	مت	پھرو تم	بیچ	زمین کے	فساد کرنے والے

لوگوں کو اُن کی چیزیں گھٹا کر مت دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے مت پھرو۔ ٨٥

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ۬ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ

بَقِيَّتُ	اللّٰهِ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ۚ	وَ	مَآ	اَنَا	عَلَيْكُمْ
بچا ہوا	اللہ کا	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	ایمان والے	اور	نہیں	میں	تم پر

اللہ کا دیا ہوا جو بچ جائے ، وہی تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم مومن ہو اور میں تم پر نگہبان

بِحَفِيْظٍ ۝٨٦ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا

بِحَفِيْظٍ ۝	قَالُوْا	يٰشُعَيْبُ	اَصَلٰوتُكَ	تَاْمُرُكَ	اَنْ	نَّتْرُكَ	مَا
کوئی نگہبان	کہا انہوں نے	اے شعیب	کیا تیری نماز	تجھے حکم دیتی ہے	یہ کہ	ہم چھوڑ دیں	وہ جو

مقرر نہیں ہوں۔ ٨٦ وہ کہنے لگے کہ اے شعیب! کیا تمہیں تمہاری نماز یہ حکم دیتی ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد جن کی عبادت کرتے رہے ،

يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ

يَعْبُدُ	اٰبَآؤُنَآ	اَوْ	اَنْ	نَّفْعَلَ	فِيْٓ	اَمْوَالِنَا	مَا	نَشٰٓؤُا ۭ	اِنَّكَ	لَاَنْتَ	الْحَلِيْمُ
پوجا کرتے ہیں	ہمارے باپ	یا	یہ کہ	ہم کریں	بیچ	اپنے مالوں کے	وہ جو	ہم چاہتے ہیں	بیشک تو	البتہ تو	بہت بردبار

ہم انہیں چھوڑ دیں ، یا اپنے مال کے حوالے سے جو کرنا چاہیں ، وہ چھوڑ دیں؟ تم تو بڑے بردبار

الرَّشِيْدُ ۝٨٧ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ

الرَّشِيْدُ ۝	قَالَ	يٰقَوْمِ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	كُنْتُ	عَلٰى	بَيِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّيْ
سمجھدار	کہا اس نے	اے میری قوم	یہ بتاؤ	اگر	میں ہوں	پر	واضح دلیل کے	سے	اپنے رب کے

اور سمجھ دار ہو۔ ٨٧ شعیب نے کہا کہ اے میری قوم ! یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں

٨٤ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت شعیب علیہ السلام اور اہل مدین کا تذکرہ کیا گیا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کا مختصر تعارف سورۂ اعراف کی آیت نمبر ٨٥ کے تحت گزر چکا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بت پرستی کے علاوہ ناپ تول میں کمی کے حوالے سے مشہور تھی ، یہ لوگ مالی طور پر آسودہ حال ہونے کے باوجود اس بری عادت میں مبتلا تھے، چنانچہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید کے ساتھ پورے ناپ تول کی بھی بھرپور تاکید فرمائی اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔

٨٥ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ شعیب کو ناپ تول میں انصاف سے کام لینے کی تاکید اور زمین میں فساد پھیلانے سے منع کیا گیا ہے، گویا کہ ناپ تول میں ناانصافی بھی زمین میں فساد پھیلانے کی ایک شکل ہے جو کہ اللہ کو ناپسند ہے۔

٨٦ اس آیتِ مبارکہ میں قناعت پسندی کا سبق دیا گیا ہے کہ حلال ذرائع سے حاصل ہونے والی بچت اگرچہ تھوڑی ہی ہو، اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو حرام ذرائع سے زیادہ مقدار میں حاصل ہو، لیکن یہ اس کیلئے ہے جو صاحب ایمان ہو، غیر مسلم ان چیزوں پر یقین نہیں رکھتا ، میرا کام تمہیں نصیحت کرنا تھا سو میں نے تمہیں نصیحت کر دی ، مجھے تمہاری رکھوالی کرنے کیلئے نہیں بھیجا گیا کہ چوبیس گھنٹے تمہاری رکھوالی کرتا پھروں۔

٨٧ اس آیتِ مبارکہ میں اہل مدین کا حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ پر اظہارِ تعجب مذکور ہے، کہ آپ کی عبادت اور تقویٰ نے آپ کو یہی سکھایا ہے کہ ہمارے آبائی دین اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین اور خدا کو ماننے کی دعوت دیتے ہیں، آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مال میں آپ سے پوچھ پوچھ کر تصرف کریں ، اس طرح تو ہمارا دین ہمارا نہ رہا اور ہمارا مال ہمارا نہ رہا، واہ واہ ! آپ کیسی عقل مندی کی باتیں کرتے ہیں، آپ تو بڑے سمجھدار ہیں، گویا اس طرح انہوں نے مذاق اڑانے کی شکل بنائی۔

وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰكُمْ

وَ	رَزَقَنِیْ	مِنْهُ	رِزْقًا	حَسَنًا ؕ	وَ	مَآ	اُرِیْدُ	اَنْ	اُخَالِفَكُمْ	اِلٰی	مَآ	اَنْھٰكُمْ
اور	دیا اس نے مجھے	اپنے سے	رزق	عمدہ	اور	نہیں	چاہتا میں	یہ کہ	میں تمہارے پیچھے آؤں	طرف	اس کے جو	تمہیں روکوں

اور اُس نے مجھے بہترین رزق عطا فرمارکھا ہو ، اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں جس کام سے روکوں ، بعد میں خود وہی کام

عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا

عَنْهُ ؕ	اِنْ	اُرِیْدُ	اِلَّا	الْاِصْلَاحَ	مَا	اسْتَطَعْتُ ؕ	وَ	مَا	تَوْفِیْقِیْٓ	اِلَّا
اس سے	نہیں	چاہتا میں	مگر	اصلاح	جہاں تک	میں کرسکوں	اور	نہیں	میری توفیق	مگر

کرنے لگوں ، میں تو اپنی استطاعت کے مطابق اصلاح چاہتا ہوں ، اس کی توفیق مجھے اللہ ہی کی طرف سے

بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿۸۸﴾ وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْٓ

بِاللّٰهِ ؕ	عَلَیْهِ	تَوَكَّلْتُ	وَاِلَیْهِ	اُنِیْبُ ﴿۸۸﴾	وَ	یٰقَوْمِ	لَا	یَجْرِمَنَّكُمْ	شِقَاقِیْٓ
ساتھ اللہ کے	اس پر	میں نے بھروسہ کیا	اور اس کیطرف	میں رجوع کرتا ہوں	اور	اے میری قوم	نہ	آمادہ کردے تمہیں	میرے ساتھ ضد

مل سکتی ہے، میں نے اُسی پر بھروسہ کیا ہے اور میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ﴿۸۸﴾ اور اے میری قوم! میرے ساتھ ضد تمہیں یہاں تک

اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ

اَنْ	یُّصِیْبَكُمْ	مِّثْلُ	مَآ	اَصَابَ	قَوْمَ	نُوْحٍ	اَوْ	قَوْمَ	هُوْدٍ	اَوْ	قَوْمَ
یہ کہ	تمہیں پہنچے	جیسے	وہ جو	پہنچا	قوم کو	نوح کی	یا	قوم کو	ہود کی	یا	قوم کو

نہ پہنچا دے کہ تم پر بھی ایسا عذاب آپڑے جیسا قومِ نوح ، یا قومِ ہود یا قومِ صالح پر

صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

صٰلِحٍ ؕ	وَ	مَا	قَوْمُ	لُوْطٍ	مِّنْكُمْ	بِبَعِیْدٍ ﴿۸۹﴾	وَ	اسْتَغْفِرُوْا	رَبَّكُمْ	ثُمَّ	تُوْبُوْٓا
صالح کی	اور	نہیں	قوم	لوط کی	تم سے	کچھ دور	اور	مغفرت طلب کرو تم	اپنے رب سے	پھر	توبہ کرو تم

آپڑا تھا ، اور قومِ لوط بھی تم سے کچھ دور نہیں ہے ۔ ﴿۸۹﴾ اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اُس کے سامنے

اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا

اِلَیْهِ ؕ	اِنَّ	رَبِّیْ	رَحِیْمٌ	وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾	قَالُوْا	یٰشُعَیْبُ	مَا	نَفْقَهُ	كَثِیْرًا	مِّمَّا
اس کیطرف	بیشک	میرا رب	بہت مہربان	محبت کرنے والا	کہنے لگے وہ	اے شعیب	نہیں	سمجھتے ہم	بہت سی	اس سے جو

توبہ کرو، بیشک میرا رب مہربان ، محبت کرنے والا ہے۔ ﴿۹۰﴾ وہ کہنے لگے کہ اے شعیب! تم جو باتیں کہہ رہے ہو، اُن میں بہت سی باتیں تو ہمیں سمجھ ہی

﴿۸۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی اصلاحِ احوال کی کوششوں میں اخلاص اور ہمدردی کے جذبات واضح طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں ، انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے اس کی توحید وحقانیت اور اس کی صفات وکمالات پر واضح دلیل موجود ہے، اس نے مجھے ظاہری اور باطنی وروحانی ہر طرح کا بہترین رزق فراہم کیا ہے اور اس نے اپنے دین کیلئے مجھے بصیرت عطا فرمائی ہے، میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ جن چیزوں سے تمہیں روکوں ، بعد میں خود وہی کام کرنے لگوں، تمہیں دنیا سے دل لگانے سے روکوں اور خود دنیا کو اپنے دامن میں سمیٹنے کیلئے اپنی تمام صلاحیتیں وقف کر دوں، میرا مقصد تو اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق اصلاحِ احوال کی کوشش کرنا ہے، سو وہ میں کرتا رہوں گا اور میری یہ کوشش بھی میرا کمال نہیں ، بلکہ اللہ کی توفیق اور اس کی مہربانی ہے، آگے اس کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے، وہ میرا کام نہیں ہے۔

﴿۸۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کو دشمنی بھی حدود میں رکھنے کی تلقین کرنا مذکور ہے، اس لیے کہ جو شخص کسی کی ضد اور عداوت میں آکر اس کی ہر طرح مخالفت پر کمر بستہ رہے، وہ دوسرے فریق کی خوبیوں کو بھی خامیوں میں شمار کرنے لگتا ہے، اس کا جوش اس کے ہوش کے تابع نہیں رہتا، وہ گالیوں، دھمکیوں اور اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آتا ہے، اسی بناء پر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ میری دشمنی میں اس قدر حد سے آگے نہ بڑھ جانا کہ واپسی کا راستہ ہی بند ہو جائے اور تمہارا بھی وہی انجام ہو جائے جو گزشتہ اقوام کا ہو چکا ہے۔

﴿۹۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ شعیب کو توبہ و استغفار کی تلقین کی گئی ہے، ان دونوں لفظوں میں فرق اسی سورت کی آیت نمبر ۳ میں ملاحظہ کیجیے۔

تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ

تَقُوْلُ	وَ	اِنَّا	لَنَرٰىكَ	فِيْنَا	ضَعِيْفًا ۚ	وَ	لَوْ	لَا	رَهْطُكَ	لَرَجَمْنٰكَ ۫	وَ	مَآ
تو کہتا ہے	اور	بیشک ہم	البتہ دیکھتے ہیں تجھے	بیچ اپنے	کمزور	اور	اگر	نہ	خاندان تیرا	البتہ سنگسار کردیتے ہم تجھے	اور	نہیں

نہیں آتی ہیں ، اور ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں ، اگر تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے ، اور تم

اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿٩١﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

اَنْتَ	عَلَيْنَا	بِعَزِيْزٍ ﴿٩١﴾	قَالَ	يٰقَوْمِ	اَرَهْطِيْٓ	اَعَزُّ	عَلَيْكُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ ؕ
تو	ہم پر	عزت والا	کہا اس نے	اے میری قوم	کیا میرا خاندان	زیادہ معزز	تم پر	سے	اللہ کے

ہماری نگاہوں میں کچھ بھی معزز نہیں ہو۔ ﴿٩١﴾ شعیب نے کہا کہ اے میری قوم! کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ معزز ہے ،

وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٩٢﴾

وَاتَّخَذْتُمُوْهُ	وَرَآءَكُمْ	ظِهْرِيًّا ؕ	اِنَّ	رَبِّيْ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	مُحِيْطٌ ﴿٩٢﴾
اور بنالیا تم نے اسے	اپنے پیچھے	پیٹھ والا	بیشک	میرا رب	اسے جو	تم کرتے ہو	گھیرنے والا

تم نے اللہ کو پسِ پشت ڈال دیا ہے ، بیشک میرا رب اُن تمام کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو تم کرتے ہو ۔ ﴿٩٢﴾

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ

وَ	يٰقَوْمِ	اعْمَلُوْا	عَلٰى	مَكَانَتِكُمْ	اِنِّيْ	عَامِلٌ ؕ	سَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ۙ	مَنْ
اور	اے میری قوم	عمل کرو تم	پر	اپنی جگہ کے	بیشک میں	عمل کرنے والا	عنقریب	تم جان لوگے	کون

اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو ، میں بھی عمل کر رہا ہوں ، عنقریب تم جان لو گے کہ کس پر

يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ

يَّاْتِيْهِ	عَذَابٌ	يُّخْزِيْهِ	وَ	مَنْ	هُوَ	كَاذِبٌ ؕ	وَ	ارْتَقِبُوْٓا	اِنِّيْ	مَعَكُمْ
آئیگا اس پر	عذاب	رسوا کردے اسے	اور	کون	وہ	جھوٹا	اور	انتظار کرو تم	بیشک میں	تمہارے ساتھ

رسوا کن عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے ؟ تم بھی انتظار کرو ، میں بھی تمہارے ساتھ

رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾	وَ	لَمَّا	جَآءَ	اَمْرُنَا	نَجَّيْنَا	شُعَيْبًا	وَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ
انتظار کرنے والا	اور	جب	آگیا	ہمارا حکم	نجات دی ہم نے	شعیب کو	اور	جو لوگ	ایمان لائے	ساتھ اس کے

انتظار کر رہا ہوں ۔ ﴿٩٣﴾ اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اپنی مہربانی سے شعیب اور اُن پر ایمان لانے والوں کو

﴿٩١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل مدین کی حضرت شعیب علیہ السلام کو دھمکی کا ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے یہ کہا تھا کہ شعیب! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں اس لیے ہم انہیں تسلیم نہیں کر سکتے لیکن تمہارے ضعف اور کمزوری کے باوجود ہم تمہیں تمہارے خاندان اور قبیلے کی وجہ سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے ، ورنہ اصولی طور پر تو تمہیں سنگسار کر دینا چاہیے کہ تم نے قوم میں تفریق اور انتشار پیدا کر دیا ہے۔

﴿٩٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل مدین کی دھمکی کا جواب دیا گیا ہے کہ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ میرے خاندان اور قبیلے کی عزت و اہمیت قابلِ احترام ہے، تم نے اللہ کو بھلا کر گویا پس پشت ڈال دیا اور میرے خاندان اور کنبے کو آگے لے آئے ، کوئی بات نہیں، میرے رب نے تمہارے تمام اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے، وہ ضرور تمہارے ساتھ تمہارے اعمال کی مناسبت سے سلوک کرے گا۔

﴿٩٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے بقیہ خطاب مذکور ہے کہ تم اپنا کام کرتے رہو میں اپنا کام کرتا جاتا ہوں ، عنقریب سب کچھ واضح ہو جائے گا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ کس پر عذاب آتا ہے اور کون اس سے نجات پاتا ہے؟ بس تھوڑے سے انتظار کی بات ہے۔

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

بِرَحْمَةٍ	مِّنَّا	وَاَخَذَتِ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	الصَّيْحَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ
رحمت سے	اپنے سے	اور پکڑ لیا	ان لوگوں کو	ظلم کیا انہوں نے	ایک چنگھاڑ نے	سو ہو گئے وہ صبح کو	بیچ

نجات عطا فرمائی اور ظالموں کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا ، سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا

دِيَارِهِمْ	جٰثِمِيْنَ ﴿٩٤﴾	كَاَنْ	لَّمْ	يَغْنَوْا	فِيْهَا	اَلَا	بُعْدًا	لِّمَدْيَنَ	كَمَا
اپنے گھروں کے	اوندھے منہ پڑے	گویا کہ	نہ	رہے تھے وہ	اسمیں	خبردار	پھٹکار ہے	مدین کیلئے	جیسا کہ

منہ پڑے رہ گئے ۔ ﴿٩٤﴾ گویا کہ وہ کبھی وہاں رہے ہی نہ تھے ، آگاہ رہو کہ اہل مدین پر اسی طرح پھٹکار ہے جیسے

بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿٩٥﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٦﴾

بَعِدَتْ	ثَمُوْدُ ﴿٩٥﴾	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مُوْسٰى	بِاٰيٰتِنَا	وَ	سُلْطٰنٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٩٦﴾
پھٹکار ہوئی	ثمود پر	اور	البتہ یقیناً	بھیجا ہم نے	موسیٰ کو	ساتھ اپنی آیتوں کے	اور	سند کے	واضح

قومِ ثمود پر ہوئی تھی ۔ ﴿٩٥﴾ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح سند دے کر بھیجا تھا ۔ ﴿٩٦﴾

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ

اِلٰى	فِرْعَوْنَ	وَ	مَلَا۟ئِهٖ	فَاتَّبَعُوْٓا	اَمْرَ	فِرْعَوْنَ ۚ	وَ	مَآ	اَمْرُ	فِرْعَوْنَ
طرف	فرعون کے	اور	اس کے سرداروں کے	تو پیروی کی انہوں نے	حکم کی	فرعون کے	اور	نہیں	حکم	فرعون کا

فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس ، سو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی ، اور فرعون کا حکم

بِرَشِيْدٍ ﴿٩٧﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ

بِرَشِيْدٍ ﴿٩٧﴾	يَقْدُمُ	قَوْمَهٗ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	فَاَوْرَدَهُمُ	النَّارَ ۭ	وَ	بِئْسَ	الْوِرْدُ
سمجھداری والا	آگے ہوگا وہ	اپنی قوم کے	دن	قیامت کے	سو لیکر آئیگا انہیں	جہنم پر	اور	بدترین	گھاٹ

سمجھداری والا نہ تھا ۔ ﴿٩٧﴾ قیامت کے دن وہ اپنی قوم کی قیادت کرتا ہوا انہیں جہنم تک پہنچا دے گا ، اور وہ بدترین گھاٹ ہے

الْمَوْرُوْدُ ﴿٩٨﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ

الْمَوْرُوْدُ ﴿٩٨﴾	وَ	اُتْبِعُوْا	فِيْ	هٰذِهٖ	لَعْنَةً	وَّ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ۭ	بِئْسَ	الرِّفْدُ
پہنچا جانے والا	اور	پیچھے لگا دیئے گئے وہ	بیچ	اس کے	لعنت میں	اور	دن	قیامت کے	بدترین	انعام

جہاں پر پہنچا جائے ۔ ﴿٩٨﴾ اور اس دنیا میں بھی اُن کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی ، یہ بدترین انعام ہے

﴿٩٣﴾ اس آیت مبارکہ میں اہلِ مدین پر آنے والے عذاب اور اہل ایمان کے اس سے محفوظ رہنے کا ذکر کیا گیا ہے، اہل مدین پر اللہ تعالیٰ نے ایک ہیبت ناک چنگھاڑ بھیجی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے، نیچے سے سخت بھونچال اور زلزلے نے ان کی جڑ اکھاڑ پھینکی اور وہ تباہ و برباد ہو گئے، جبکہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا گیا۔

﴿٩٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اہلِ مدین کو قوم ثمود سے تشبیہ دیکر پھٹکار کا مستحق قرار دیا گیا ہے کیونکہ دونوں پر تقریباً ایک جیسا ہی عذاب آیا اور اس عذاب کے بعد ایسا ماحول پیدا ہو گیا کہ گویا وہ لوگ اُس بستی میں کبھی آباد ہی نہ تھے، ان کے کھنڈرات تمہارے لیے عبرت کا سامان ہیں، سو تم ان سے عبرت حاصل کرو۔

ع ٨ ١٢ ٨

﴿٩٦﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو چیزوں کے ساتھ بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے پہلی چیز "آیات" ہے، جس کا اطلاق قرآن کریم کی اصطلاح میں معجزات پر ہوتا ہے اور دوسری چیز "سلطان مبین" ہے، اس سے مراد واضح عقلی دلائل ہیں، اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ ہم نے موسیٰ کو عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ اپنی توحید اور یکتائی ثابت کرنے کیلئے بھیجا۔

﴿٩٧﴾ اس آیت مبارکہ میں اُن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا یعنی فرعون اور اس کے سردار، لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے کی بجائے فرعون کی اتباع کی اور اس نے انہیں جدھر چلایا، وہ اسی طرف چلتے رہے، حالانکہ فرعون ایسا ہادی اور رہبر نہ تھا کہ موسیٰ کے مقابلے میں اس کی پیروی کی جاتی۔

﴿٩٨﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون اور اس کی قوم کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح آج وہ گمراہی میں اپنی قوم کا قائد اور لیڈر ہے، قیامت کے دن انہیں جہنم تک پہنچانے میں بھی وہ ان کا قائد اور لیڈر ہوگا، جہاں پہنچ کر انہیں احساس ہوگا کہ وہ کسی اچھے ٹھکانے اور عمدہ گھاٹ پر نہیں اترے۔

الْمَرْفُوْدُ ﴿٩٩﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ

الْمَرْفُوْدُ ﴿٩٩﴾	ذٰلِكَ	مِنْ	اَنْۢبَآءِ	الْقُرٰى	نَقُصُّهٗ	عَلَيْكَ	مِنْهَا	قَآئِمٌ
دیا گیا انعام	وہ	سے	احوال	بستیوں کے	ہم اسے بیان کرتے ہیں	تجھ پر	ان میں سے	قائم رہنے والی

جو اُنہیں دیا گیا۔ ﴿٩٩﴾ یہ بستیوں کے کچھ احوال ہیں جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں ، اُن میں سے بعض ابھی بھی موجود ہیں اور بعض کی جڑ

وَّحَصِيْدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ

وَّ	حَصِيْدٌ ﴿١٠٠﴾	وَ	مَا	ظَلَمْنٰهُمْ	وَ	لٰكِنْ	ظَلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	فَمَآ	اَغْنَتْ
اور	کٹی ہوئی جڑ	اور	نہیں	ظلم کیا ہم نے ان پر	اور	لیکن	ظلم کیا انہوں نے	اپنی جانوں پر	سو نہیں	کام آئے

کٹ چکی ہے۔ ﴿١٠٠﴾ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا ، لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا ، اور جب آپ کے

عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ

عَنْهُمْ	اٰلِهَتُهُمُ	الَّتِيْ	يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مِنْ	شَيْءٍ	لَّمَّا	جَآءَ
ان کے	معبوداُن کے	وہ جو	پکارتے رہے	سے	علاوہ	اللہ کے	سے	کوئی چیز	جب	آیا

رب کا حکم آیا تو اُن کے وہ معبود اُن کے کچھ بھی کام نہ آسکے جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر

اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿١٠١﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ

اَمْرُ	رَبِّكَ ؕ	وَ	مَا	زَادُوْهُمْ	غَيْرَ	تَتْبِيْبٍ ﴿١٠١﴾	وَ	كَذٰلِكَ	اَخْذُ	رَبِّكَ
حکم	تیرے رب کا	اور	نہیں	بڑھایا انہیں	علاوہ	ہلاکت کے	اور	اسی طرح	پکڑ	تیرے رب کی

پکارتے تھے ، اور وہ اُن کیلئے ہلاکت کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ کر سکے۔ ﴿١٠١﴾ آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے

اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ

اِذَآ	اَخَذَ	الْقُرٰى	وَهِيَ	ظَالِمَةٌ ؕ	اِنَّ	اَخْذَهٗٓ	اَلِيْمٌ	شَدِيْدٌ ﴿١٠٢﴾	اِنَّ
جب	پکڑلے وہ	بستیوں کو	اور وہ	ظلم کرنے والی	بیشک	اس کی پکڑ	دردناک	سختی والی	بیشک

جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے ، اِس حال میں کہ وہ ظالم ہوتی ہیں ، بیشک اُس کی پکڑ سخت دردناک ہے ۔ ﴿١٠٢﴾ بیشک

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ

فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّمَنْ	خَافَ	عَذَابَ	الْاٰخِرَةِ ؕ	ذٰلِكَ	يَوْمٌ	مَّجْمُوْعٌ ۙ	لَّهُ
بیچ	وہ	البتہ نشانی	اس کیلئے جو	ڈرے	عذاب سے	آخرت کے	وہ	دن	جمع کیا جائیگا	اس کیلئے

اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں ، یہ وہ دن ہوگا جس میں لوگوں کو جمع

﴿٩٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم فرعون کیلئے ایک انعام کا ذکر کیا گیا ہے جو اُن کے حق میں اچھا نہیں ہے اور وہ یہ کہ دنیا میں بھی ہمیشہ ان پر لعنت کی جائے گی اور قیامت کے دن بھی لوگ اور فرشتے ان پر لعنت کریں گے، چنانچہ آج بچہ بچہ بھی کہتا ہے کہ فرعون پر اللہ کی لعنت ہو، فرعونیوں پر اللہ کی لعنت ہو، ظاہر ہے کہ اسے استہزاء کے طور پر انعام سے تعبیر کیا گیا ہے، ورنہ یہ بدترین سزا ہے جو انہیں دی گئی۔

﴿١٠٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ اقوام کے مذکورہ واقعات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے کہ ان اقوام میں سے بعض کی جڑ ہی کٹ گئی اور سوائے کھنڈرات کے کچھ بھی نہیں بچا جیسے قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ، جبکہ بعض کو عبرتناک سزا کے باوجود صفحہ ہستی سے نہیں مٹایا گیا اور ان کے نشانات باقی رکھے گئے جیسے ملک مصر کہ آج بھی موجود ہے۔

﴿١٠١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ اقوام کی ہلاکت کا سبب اور ان کے باطل معبودوں کی بے بسی بیان کی گئی ہے، کسی بھی قوم کو ظلماً ہلاک نہیں کیا گیا، ان لوگوں کے اپنے گناہ، سرکشی، بغاوت اور کفر و شرک جب حد سے آگے بڑھ گئے جس سے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا تو وہی ان کی ہلاکت اور تباہی کا سبب بن گیا اور اس وقت ان کا خود ساختہ کوئی معبود بھی اُن کے کام نہ آسکا، بلکہ ان کے نقصان اور خرابی میں مزید اضافے کا سبب بن گیا۔

﴿١٠٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرایا گیا ہے کہ اُس کی پکڑ بڑی سخت ہے، اگر وہ کسی کو پکڑ لے تو اس میں یا کسی اور میں اتنی جرأت اور طاقت نہیں ہے کہ خود کو چھڑا سکے، لیکن اللہ کسی بھی فرد یا قوم کو اُس وقت تک نہیں پکڑتا جب تک کہ وہ خود کو گرفت کے قابل ثابت نہ کر دے۔

النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿١٠٤﴾

النَّاسُ	وَ	ذٰلِكَ	يَوْمٌ	مَّشْهُوْدٌ ﴿١٠٣﴾	وَ	مَا	نُؤَخِّرُهٗٓ	اِلَّا	لِاَجَلٍ	مَّعْدُوْدٍ ﴿١٠٤﴾
لوگوں کو	اور	وہ	دن	حاضری کا	اور	نہیں	ہم اسے موخر کرتے	مگر	مدت کیلئے	گنتی کی ہوئی

کیا جائیگا اور وہ پیشی کا دن ہو گا ۔ ﴿١٠٣﴾ اور ہم اُسے صرف ایک وقتِ مقررہ تک موخر کر رہے ہیں ۔ ﴿١٠٤﴾

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَاَمَّا

يَوْمَ	يَاْتِ	لَا	تَكَلَّمُ	نَفْسٌ	اِلَّا	بِاِذْنِهٖ	فَمِنْهُمْ	شَقِيٌّ	وَ	سَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾	فَاَمَّا
جس دن	آئیگا وہ	نہیں	بات کر سکے گا	کوئی نفس	مگر	ساتھ اس کی اجازت کے	تو ان میں سے	بدبخت	اور	نیک بخت	تو رہے

جب وہ دن آجائیگا تو کوئی نفس اللہ کی اجازت کے بغیر بات نہ کر سکے گا، سو اُن میں سے بعض بدنصیب اور بعض خوش نصیب ہوں گے۔ ﴿١٠٥﴾ سو جو

الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

الَّذِيْنَ	شَقُوْا	فَفِي	النَّارِ	لَهُمْ	فِيْهَا	زَفِيْرٌ	وَ	شَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا
جو لوگ	بدبخت ہوئے	تو بیچ	جہنم کے	اُن کیلئے	اُسمیں	چیخ وپکار	اور	چلانا	ہمیشہ رہنے والے	اُسمیں

لوگ بدنصیب ہوئے ، وہ تو جہنم میں ہوں گے جہاں اُن کی چیخ و پکار اور شور شرابہ ہوگا ۔ ﴿١٠٦﴾ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ

مَادَامَتِ	السَّمٰوٰتُ	وَالْاَرْضُ	اِلَّا	مَاشَآءَ	رَبُّكَ	اِنَّ	رَبَّكَ	فَعَّالٌ
جب تک رہیں گے	آسمان	اور زمین	مگر	وہ جو چاہے	تیرا رب	بیشک	تیرا رب	کر گزرنے والا

جب تک آسمان و زمین رہیں گے ، مگر جو آپ کا رب چاہے، بیشک آپ کا رب جس چیز کا ارادہ کر لیتا ہے

لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

لِّمَا	يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾	وَ	اَمَّا	الَّذِيْنَ	سُعِدُوْا	فَفِي	الْجَنَّةِ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا
اسے جو	وہ چاہتا ہے	اور	رہے	جو لوگ	نیک بخت ہوئے	تو بیچ	جنت کے	ہمیشہ رہنے والے	اُسمیں

اُسے کر گذرتا ہے ۔ ﴿١٠٧﴾ اور جو لوگ خوش نصیب ہوئے ، وہ جنت میں ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے ،

مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً غَيْرَ

مَادَامَتِ	السَّمٰوٰتُ	وَ	الْاَرْضُ	اِلَّا	مَاشَآءَ	رَبُّكَ	عَطَآءً	غَيْرَ
جب تک رہیں گے	آسمان	اور	زمین	مگر	وہ جو چاہے	تیرا رب	بخشش	نہ

جب تک آسمان و زمین رہیں گے ، مگر جو آپ کا رب چاہے ، یہ اُس کی بے انتہا

﴿١٠٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دنیا کی گرفت اور سزا کو آخرت کے عذاب کا ایک نمونہ قرار دیا گیا ہے، اس نمونے کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آخرت کی سزا اور گرفت کس قدر شدید اور خطرناک ہوگی جب سب لوگوں کو جمع کیا جائیگا اور کوئی آدمی بھی غیر حاضر نہ ہوگا کیونکہ وہ حاضری اور پیشی کا دن ہوگا۔

﴿١٠٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن کی تاخیر کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ اگر فوری طور پر قیامت کے وقوع میں تاخیر دکھائی دے رہی ہے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ قیامت واقع ہی نہ ہوگی، بلکہ اس کی وجہ صرف اتنی ہے کہ ہم نے اس کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، جب وہ مقررہ وقت آئے گا تو قیامت بھی رونما ہو جائے گی۔

﴿١٠٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن لوگوں کے دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلا گروہ اشقیاء اور محرومین کا ہے، دوسرا گروہ سعداء اور نیک بخت لوگوں کا ہے، پہلے گروہ کیلئے قیامت کا دن کوئی خوشخبری لیکر نہیں آئے گا، اس دن تو کسی کو اللہ کی اجازت کے بغیر لب ہلانے کی بھی جرأت نہ ہو سکے گی، رہی یہ بات کہ مذکورہ دونوں گروہوں کا انجام کیا ہوگا تو وہ اگلی آیتوں میں مذکور ہے۔

﴿١٠٦﴾ ۔ ﴿١٠٧﴾ ۔ ان آیتوں میں اشقیاء اور محرومین کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ چیخیں چلائیں گے، لیکن وہاں سے نکلنے نہ پائیں گے بلکہ ہمیشہ وہیں رہیں گے، اب اگر ان اشقیاء اور محروم لوگوں سے مراد کافر ہوں تو ان کا جہنم میں ہمیشہ رہنا ان کے کفر کی وجہ سے ہوگا اور ''الا ماشاء ربک'' کا معنی یہ ہوگا کہ اگر آپ کا رب چاہتا تو یہ کفار اور مشرکین جہنم میں ہمیشہ نہ رہتے، لیکن اس کی مشیت یہی ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں، اس لیے وہ جو چاہتا ہے، کر گزرتا ہے، کسی کو اس سے سوال کرنے کی جرأت نہیں ہے، اور اگر ان اشقیاء سے گناہ گار مسلمان مراد ہوں جو اپنے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں داخل کیے گئے تو ان کے ہمیشہ رہنے سے مراد عرصہ دراز تک جہنم میں رہنا ہوگا اور جہنم میں گزارا ہوا ایک لمحہ بھی انسان کو سالوں کے برابر محسوس ہوگا، اس صورت میں ''الا ماشاء ربک'' کا معنی یہ ہوگا کہ جب اللہ کو منظور ہوگا کہ اب ان گناہ گاروں کو جہنم سے نکال دیا جائے کہ ان کی سزا پوری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اپنے اس ارادے کو پورا فرما دے گا۔

مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا

مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾	فَلَا تَكُ	فِيْ	مِرْيَةٍ	مِّمَّا	يَعْبُدُ	هٰٓؤُلَآءِ	مَا	يَعْبُدُوْنَ	اِلَّا
ختم ہونے والی	سو نہ ہو تو	بیچ	شک کے	اس سے جو	عبادت کرتے ہیں	یہ لوگ	نہیں	عبادت کرتے وہ	مگر

بخشش ہے۔ ١٠٨ سو آپ اس حوالے سے شک میں نہ رہیں جس کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں، یہ لوگ اُن کی عبادت صرف اس وجہ سے کرتے ہیں

كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ

كَمَا	يَعْبُدُ	اٰبَآؤُهُمْ	مِّنْ	قَبْلُ	وَ	اِنَّا	لَمُوَفُّوْهُمْ	نَصِيْبَهُمْ	غَيْرَ
جیسا کہ	عبادت کرتے رہے	ان کے باپ	سے	پہلے	اور	بیشک ہم	البتہ پورا کرنے والے	ان کا حصہ	بغیر

کہ اس سے پہلے اُن کے آباؤ اجداد بھی اُن کی عبادت کرتے تھے، ہم انہیں اُن کا حصہ بغیر کسی کمی کے

9 ع ١٤ 9

مَنْقُوْصٍ ﴿١٠٩﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَ لَوْ

مَنْقُوْصٍ ﴿١٠٩﴾	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	فَاخْتُلِفَ	فِيْهِ	وَ	لَوْ
کمی کیا ہوا	اور	البتہ یقیناً	دی ہم نے	موسیٰ کو	کتاب	سو اختلاف کیا گیا	اس میں	اور	اگر

پورا پورا دیں گے ۔ ١٠٩ اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی ، پھر اس میں اختلاف کیا گیا ، اگر

لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ

لَا	كَلِمَةٌ	سَبَقَتْ	مِنْ	رَّبِّكَ	لَقُضِيَ	بَيْنَهُمْ	وَ	اِنَّهُمْ	لَفِيْ	شَكٍّ	مِّنْهُ
نہ	ایک بات	پہلے ہو چکی ہوتی	سے	تیرے رب کے	البتہ فیصلہ کر دیا جاتا	ان کے درمیان	اور	بیشک وہ	البتہ بیچ	شک کے	اس سے

آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طے نہ ہو چکی ہوتی تو اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بیشک وہ اس کے حوالے سے بے چین کر دینے والے شک میں

مُرِيْبٍ ﴿١١٠﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

مُرِيْبٍ ﴿١١٠﴾	وَاِنَّ	كُلًّا	لَّمَّا	لَيُوَفِّيَنَّهُمْ	رَبُّكَ	اَعْمَالَهُمْ	اِنَّهٗ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ
بے چین کرنے والے	اور بیشک	ہر ایک کو	جب	البتہ ضرور پورا دے گا انہیں	ان کا رب	ان کے اعمال	بیشک وہ	اسے جو	وہ کرتے ہیں

پڑے ہوئے ہیں۔ ١١٠ جب وقت آئیگا تو جتنے بھی لوگ ہیں، انہیں ان کا رب ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیدے گا، بیشک وہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے

خَبِيْرٌ ﴿١١١﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ

خَبِيْرٌ ﴿١١١﴾	فَاسْتَقِمْ	كَمَآ	اُمِرْتَ	وَ	مَنْ	تَابَ	مَعَكَ	وَ	لَا	تَطْغَوْا	اِنَّهٗ
خوب باخبر	سو استقامت رکھ	جیسا کہ	تجھے حکم دیا گیا	اور	جو	توبہ کرلے	تیرے ہمراہ	اور	مت	سرکشی کرو	بیشک وہ

جو وہ کررہے ہیں۔ ١١١ سو آپ استقامت اختیار کیجئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور وہ لوگ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی، اور سرکشی نہ کرو، بیشک وہ

١٠٨ اس آیت مبارکہ میں سعداء اور نیک بخت لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور اس کی بے انتہا بخشش اور عطا سے فیض یاب ہوں گے، بعض لوگوں کو یہاں ''الا ماشاء ربك'' کا استثناء دیکھ کر یہ شبہ ہوا ہے کہ کیا اہل جنت کو ایک طویل عرصہ جنت میں رکھنے کے بعد جنت سے باہر نکال دیا جائے گا؟ لیکن اس شبہ کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ اہل جنت ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور وہاں سے انہیں کبھی نکالا نہ جائے گا جیسا کہ دیگر آیات و روایات سے ثابت ہے، چونکہ اہل جہنم کی سزا کے بیان میں ''الا ماشاء ربك'' کا استثناء کیا گیا ہے، اس لیے مشاکلۃ یہاں بھی یہ استثناء کر دیا گیا، ورنہ قرآن کریم ہی سے اللہ تعالیٰ کی مشیت معلوم ہو چکی ہے کہ کفار اور مشرکین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور اہل ایمان ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور کوئی بھی اپنے مرکز و مستقر سے باہر نہ نکلے گا۔

١٠٩ اس آیت مبارکہ میں معبودان باطلہ کے اثر کو زائل کیا گیا ہے کہ مشرکین ان کی عبادت کسی دلیل کی بناء پر نہیں کرتے، بلکہ اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید اور عقیدت میں کرتے ہیں، ان کی کثرت تعداد اور دنیوی آسائشوں کو دیکھ کر انسان کو شک میں مبتلا نہ ہونا چاہیے انہیں ان کا پورا پورا حصہ ملنے والا ہے اور وہ دن زیادہ دور نہیں ہے۔

١١٠ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تورات عطا فرمانے اور بنی اسرائیل کے اس میں اختلاف کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، تورات کے حوالے سے بنی اسرائیل کا یہ اختلاف علمی نوعیت کا نہیں تھا کیونکہ علمی اختلاف ''جو اہل علم کے درمیان دلائل کی روشنی میں ہوتا ہے'' کوئی بری چیز نہیں ہے، بلکہ اس سے لوگوں کیلئے گنجائش کا دروازہ کھلتا ہے، بنی اسرائیل میں تورات کے حوالے سے پہلا اختلاف تو یہی تھا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے بھی یا نہیں، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ موسیٰ اسے خود تصنیف کر لائے ہوں، دوسرا اختلاف عمل کے حوالے سے تھا کہ کچھ لوگ اس پر عمل کرنے کیلئے تیار تھے اور اکثریت اعراض کرنے والوں کی تھی، تیسرا اختلاف اس کی اصلی شکل و صورت کے حوالے سے تھا جس میں انہوں نے اپنی مرضی سے تحریف اور ترمیم کا راستہ کھول دیا اور تورات کی اصل شکل کو بگاڑ دیا، پھر وہ اس کی مراد متعین کرنے میں ایسا اختلاف کرتے تھے جو ان کی خواہش کے عین مطابق ہوتا تھا لیکن دلیل کی دنیا میں اس کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں ہوتی تھی، چونکہ دنیا ان اختلافات کا فیصلہ کرنے کی جگہ نہیں ہے اس لیے یہاں ان کا فیصلہ نہیں کیا گیا، اگر یہ بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔

١١١ اس آیت مبارکہ میں اعمال کا پورا پورا بدلہ دیئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے اور یقیناً یہ وعدہ سچا ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١٢﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ

بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ﴿١١٢﴾	وَ	لَا	تَرْكَنُوْٓا	اِلَى	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	فَتَمَسَّكُمُ
اسے جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	اور	مت	جھکو تم	طرف	ان لوگوں کے	ظلم کیا انہوں نے	کہ چھولے تمہیں

اُن کاموں کو دیکھ رہا ہے جو تم کر رہے ہو ۔ ﴿١١٢﴾ اور اُن لوگوں کی طرف مائل نہ ہو جنہوں نے ظلم کیا ، کہیں تمہیں جہنم کی

النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿١١٣﴾

النَّارُ	وَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مِنْ	اَوْلِيَآءَ	ثُمَّ	لَا	تُنْصَرُوْنَ ﴿١١٣﴾
آگ	اور	نہیں	تمہارے لیے	سے	علاوہ	اللہ کے	سے	دوستوں کے	پھر	نہ	تم مدد کیے جاؤ گے

آگ چھولے، اور اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار نہیں ، پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی ۔ ﴿١١٣﴾

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ

وَ	اَقِمِ	الصَّلٰوةَ	طَرَفَيِ	النَّهَارِ	وَ	زُلَفًا	مِّنَ	الَّيْلِ	اِنَّ	الْحَسَنٰتِ	يُذْهِبْنَ
اور	قائم کر	نماز کو	دونوں کناروں میں	دن کے	اور	کچھ حصوں کے	سے	رات کے	بیشک	نیکیاں	لے جاتی ہیں

اور دن کے دونوں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجئے ، کیونکہ نیکیاں گناہوں کو

السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ

السَّيِّاٰتِ	ذٰلِكَ	ذِكْرٰى	لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿١١٤﴾	وَ	اصْبِرْ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُضِيْعُ	اَجْرَ
گناہوں کو	وہ	نصیحت	نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے	اور	صبر کر	سو بیشک	اللہ	نہیں	ضائع کرتا	اجر کو

مٹا دیتی ہیں ، یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے نصیحت ہے ۔ ﴿١١٤﴾ اور صبر کیجئے کہ اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٥﴾ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٥﴾	فَلَوْلَا	كَانَ	مِنَ	الْقُرُوْنِ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	اُولُوْا بَقِيَّةٍ
نیکوکاروں کے	سو کیوں نہ	ہوا	سے	بستیوں کے	سے	تمہارے پہلے	باا ثر لوگ

ضائع نہیں کرتا ۔ ﴿١١٥﴾ پھر تم سے پہلی جماعتوں میں کچھ ایسے باا ثر لوگ کیوں نہ ہوئے

يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ

يَّنْهَوْنَ	عَنِ	الْفَسَادِ	فِي	الْاَرْضِ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّمَّنْ	اَنْجَيْنَا	مِنْهُمْ
روکتے وہ	سے	فساد کے	بیچ	زمین کے	مگر	تھوڑے	اس سے جو	نجات دی ہم نے	ان میں سے

جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے رہتے ، سوائے اُن تھوڑے سے لوگوں کے جنہیں ہم نے اُن میں سے بچالیا ،

﴿١١٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں استقامت اور میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے، استقامت سے مراد دین اور اس کے احکام پر ثابت قدم رہنا ہے، بڑی سے بڑی آزمائش اور سخت سے سخت حالات بھی انسان کے قدموں کو ڈگمگا نہ سکیں اور وہ نہایت صبر، حوصلے اور عزم کے ساتھ اپنے مقصد کیلئے ڈٹا رہے، یہ نہایت اعلیٰ درجے کی صفات میں سے ہے، اگر کسی کو دین پر استقامت نصیب ہو جائے تو یہ اس کیلئے ایک ہزار کرامتیں دکھانے سے زیادہ بہتر ہے، دوسرا حکم میانہ روی کا ہے، اس کیلئے یہاں یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ سرکشی نہ کرو، کیونکہ جب کوئی آدمی سرکشی اختیار کرتا ہے تو وہ اعتدال کا راستہ چھوڑ کر افراط اور تفریط کی وادی میں بھٹکنا شروع ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے میانہ روی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اس لیے میانہ روی اور معتدل مزاجی کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿١١٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ظالموں کی طرف میلان اور جھکاؤ سے روکا گیا ہے کیونکہ یہ جھکاؤ ثابت کرتا ہے کہ اسے مظلوم سے ہمدردی نہیں ہے ، نیز یہ کہ وہ فیصلہ کرنے میں دباؤ کا شکار ہے، نیز یہ کہ ظالم کی طرف جھکاؤ خود اسے بھی ظالم ثابت کرتا ہے جس کا نتیجہ جہنم کی آگ کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

﴿١١٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مختلف اوقات میں نماز قائم کرنے کا حکم دیکر اصول بیان کیا گیا ہے کہ نیکیوں سے گناہ دور ہو جاتے ہیں، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ جب انسان نیکی کرنے کی عادت خود کو ڈالے گا، تو آہستہ آہستہ اس سے برائیاں چھوٹ جائیں گی، اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نیکی کی برکت سے گناہ معاف ہو جائیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً کوئی نیکی کرلیا کرو، وہ نیکی اُس گناہ کو مٹا دے گی، رہی یہ بات کہ دن کے دونوں کناروں سے کیا مراد ہے تو واضح بات ہے کہ اس سے مراد طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب ہے، ان میں سے پہلا دن کا پہلا کنارہ ہے اور دوسرا دن کا دوسرا کنارہ ہے، چونکہ عین طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت ہے اس لیے یہاں طلوع اور غروب سے پہلے کا وقت مراد ہوگا، اس دوران تین نمازیں فجر، ظہر اور عصر ادا کی جاتی ہیں اس لیے اس سے یہ تینوں نمازیں مراد ہیں اور رات کے کچھ حصے میں نماز مغرب اور عشاء ادا کی جاتی ہیں، اس لیے اسی آیت سے مفسرین نے پانچ نمازوں کی فرضیت پر استدلال کیا ہے۔

﴿١١٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں صبر کی تاکید کی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں فرماتا، چونکہ صبر بھی ایک نیکی بلکہ اعلیٰ درجے کی نیکی ہے اس لیے اس کا اجر بھی ضائع نہیں ہوگا۔

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ

وَ	اتَّبَعَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مَآ	اُتْرِفُوْا	فِيْهِ	وَ	كَانُوْا	مُجْرِمِيْنَ﴿۱۱۶﴾	وَ	مَا	كَانَ
اور	پیروی کی	جنہوں نے	ظلم کیا	وہ جو	عیش کرتے رہے	اُس میں	اور	تھے وہ	جرم کرنے والے	اور	نہیں	ہے

اور ظالموں نے اُس چیز کی پیروی کی جس میں وہ عیش کر رہے تھے ، اور وہ مجرم تھے ۔ ﴿۱۱۶﴾ اور آپ کا رب

رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ

رَبُّكَ	لِيُهْلِكَ	الْقُرٰى	بِظُلْمٍ	وَّ	اَهْلُهَا	مُصْلِحُوْنَ﴿۱۱۷﴾	وَلَوْ	شَآءَ	رَبُّكَ
تیرا رب	کہ ہلاک کردے	بستیوں کو	ظلم سے	اور	اس کے رہنے والے	نیکی کرنے والے	اور اگر	چاہے	تیرا رب

ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناانصافی سے ہلاک کردے جبکہ وہاں کے لوگ نیک ہوں ۔ ﴿۱۱۷﴾ اگر آپ کا رب چاہتا

لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ

لَجَعَلَ	النَّاسَ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً	وَّ	لَا يَزَالُوْنَ	مُخْتَلِفِيْنَ﴿۱۱۸﴾	اِلَّا	مَنْ
البتہ بنادے	لوگوں کو	امت	ایک	اور	نہ ٹلیں گے وہ	اختلاف کرنے والے	مگر	وہ جو

تو سارے لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا ، اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے ۔ ﴿۱۱۸﴾ سوائے اس کے

رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ

رَّحِمَ	رَبُّكَ ؕ	وَ	لِذٰلِكَ	خَلَقَهُمْ ؕ	وَ	تَمَّتْ	كَلِمَةُ	رَبِّكَ	لَاَمْلَئَنَّ
رحم کردے	تیرا رب	اور	اسی کیلئے	اس نے پیدا کیا انہیں	اور	پوری ہوگئی	بات	تیرے رب کی	البتہ میں ضرور بھردوں گا

جس پر آپ کا رب رحم کر دے ، اسی کیلئے اُس نے انہیں پیدا کیا ہے ،اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو گی کہ میں جہنم کو

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ

جَهَنَّمَ	مِنَ	الْجِنَّةِ	وَ	النَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ﴿۱۱۹﴾	وَ	كُلًّا	نَّقُصُّ	عَلَيْكَ	مِنْ
جہنم کو	سے	جنوں کے	اور	انسانوں کے	سب کے سب	اور	ہر ایک	بیان کرتے ہیں ہم	تجھ پر	سے

جنوں اور انسانوں سب سے بھر کر رہوں گا ۔ ﴿۱۱۹﴾ اور پیغمبروں کے احوال میں سے یہ سب چیزیں

اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ

اَنْۢبَآءِ	الرُّسُلِ	مَا	نُثَبِّتُ	بِهٖ	فُؤَادَكَ ۚ	وَجَآءَكَ	فِيْ	هٰذِهِ	الْحَقُّ
خبریں	پیغمبروں کی	وہ جو	مضبوط کرتے ہیں ہم	اس کے ذریعے	تیرا دل	اور آگیا تیرے پاس	بیچ	اس کے	حق

ہم آپ کے سامنے اس لئے بیان کرتے ہیں تا کہ ان سے آپ کے دل کو ثابت قدم رکھیں ، اور اس سورت میں بھی آپ کے پاس حق بات آئی ہے

﴿۱۱۶﴾ اس آیت مبارکہ میں "اولوا بقیۃ" سے مراد کسی بھی قوم ، ادارے اور گروپ کے بااثر لوگ ہیں ، ان بااثر لوگوں کا یہ کام تھا کہ وہ اپنے اثر ورسوخ سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو زمین میں فساد پھیلانے اور ماحول خراب کرنے سے روکتے ، بھلائی کا حکم دیتے اور نیکیوں کے فروغ کیلئے بھرپور کوششیں کرتے ، لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور ظالم لوگ اپنی خوشحالی اور آسودگی میں مگن رہے ، اس لیے ہم نے مجرموں پر اپنی لعنت کی اور اہل ایمان کو بچا کر انہیں نجات عطا فرمائی۔

﴿۱۱۷﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے عدل کی ایک مثال اور جزئی بیان کی گئی ہے ، اس کا عدل ہر جگہ نظر آتا ہے ، یہ بھی اس کا عدل ہے کہ بے مقصد افراد اور اقوام کو سزائیں نہیں دیا کرتا ، جب تک کوئی معقول وجہ نہ ہو ، وہ کسی کو سزا نہیں دیتا اور اس میں بھی وہ اس فرد اور قوم کو سنبھلنے کا موقع دیتا ہے ، اسے سمجھانے کیلئے مختلف طریقوں کا انتخاب کرتا ہے اور اتمام حجت کے بعد ہی کسی کو سزا دیتا ہے ، اس لیے اگر کسی کو سزا ملی ہو تو وہ اس کے عدل میں شک نہ کرے ، بلکہ اپنی غلطیوں کو تلاش کرے اور ان سے سیکھنے کی کوشش کرے ، بشرطیکہ اس کا موقع بھی موجود ہو۔

﴿۱۱۸﴾ اس آیت مبارکہ کا مضمون اس سے پہلے بھی متعدد مرتبہ بیان ہو چکا ہے ، اہمیت کی وجہ سے دوبارہ تکرار کیا گیا ہے کہ اگر ساری دنیا کے لوگ ایک ہی راستے پر چلنے لگیں تو حق تعالیٰ کی مشیت کے خلاف ہوگا ، اس کی مشیت یہی ہے کہ ہر شخص اپنے دین اور راستے کے انتخاب میں آزاد ہو ، اس لیے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کرتے ہی رہیں گے ، اس کی مکمل تفصیل سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۸ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

﴿۱۱۹﴾ اس آیت مبارکہ میں اختلاف کی خرابیوں سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جن پر حق تعالیٰ کی خصوصی رحمت نازل ہو، جہاں تک تعلق ہے دین اور راستے میں اپنی پسند کے انتخاب کا تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی یہ فیصلہ فرمالیا تھا کہ میں جنت اور جہنم دونوں کو بھردوں گا اور اللہ نے جنت اور جہنم سے براہِ راست اس کا وعدہ بھی فرمایا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں تصریح موجود ہے ، اس وعدے کا تقاضا تھا کہ ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہو اور اس کی بناء پر لوگوں میں اختلاف ہونا واضح بات ہے۔

وَمَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

وَ	مَوْعِظَةٌ	وَّ	ذِكْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾	وَ	قُلْ	لِّلَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ
اور	نصیحت	اور	یاددلانے والی	ایمان والوں کیلئے	اور	تُو کہہ	ان لوگوں سے	نہیں	ایمان لاتے دو

اور وہ اہلِ ایمان کیلئے وعظ و نصیحت ہے۔ ﴿١٢٠﴾ اور جو لوگ ایمان نہیں لارہے ، اُن سے کہہ دیجئے

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٢٢﴾

اعْمَلُوْا	عَلٰى	مَكَانَتِكُمْ	اِنَّا	عٰمِلُوْنَ ﴿١٢١﴾	وَ	انْتَظِرُوْا	اِنَّا	مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٢٢﴾
عمل کرتے رہوتم	پر	اپنی جگہ کے	بیشک ہم	عمل کرنے والے	اور	انتظار کرتے رہوتم	بیشک ہم	انتظار کرنے والے

کہ تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو ، ہم بھی عمل کر رہے ہیں ۔ ﴿١٢١﴾ اور انتظار کرو ، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں ۔ ﴿١٢٢﴾

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ

وَ	لِلّٰهِ	غَيْبُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	اِلَيْهِ	يُرْجَعُ	الْاَمْرُ	كُلُّهٗ
اور	اللہ ہی کیلئے	پوشیدہ چیزیں	آسمانوں کی	اور	زمین کی	اور	اس کیطرف	لوٹائے جاتے ہیں	معاملات	سارے کے سارے

اور اللہ ہی کے پاس آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں ہیں ، اُسی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جاتے ہیں ،

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٣﴾ ع

فَاعْبُدْهُ	وَ	تَوَكَّلْ	عَلَيْهِ	وَ	مَا	رَبُّكَ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٣﴾
سو عبادت کراس کی	اور	بھروسہ کر	اس پر	اور	نہیں	تیرا رب	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو

سوآپ اُسی کی عبادت کیجئے ، اُسی پر توکل کیجئے ،اور آپ کا رب اُن کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو تم کرتے ہو ۔ ﴿١٢٣﴾

اٰيَاتُهَا ١١١ (١٢) سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ (۵٣) رُكُوْعَاتُهَا ١٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان ، نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿١﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

الٓرٰ	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	الْمُبِيْنِ ﴿١﴾	اِنَّآ	اَنْزَلْنٰهُ	قُرْءٰنًا	عَرَبِيًّا	لَّعَلَّكُمْ
الرٰ	وہ	آیتیں	کتاب کی	واضح	بیشک ہم	نازل کیا ہم نے اسے	قرآن	عربی میں	تاکہ تم

الرٰ ، یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں ۔ ﴿١﴾ بیشک ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنا کر نازل کیا ہے تا کہ تم

﴿١٢٠﴾ اس آیت مبارکہ میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات اجمالاً یا تفصیلاً بیان کرنے کی مختلف حکمتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، پہلی حکمت تسلی دینا اوردل کو مضبوط کرنا ہے کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ دوسروں کی تکلیف کے احوال سن کر اسے اپنی تکلیف بھول جاتی ہےاوراس کے دل کو قرارآجاتا ہے کہ مجھ سے پہلے بھی بہت سے لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے ، اگر وہ میدان عمل میں ڈٹے رہےتو مجھے بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہوگا ، دوسری حکمت حقیقت بیان کرنا ہے، کیونکہ اس سے پہلے بہت سےلوگوں نے ان واقعات میں بہت سے اضافے اپنی طرف سے کر کے اس کی اصل حقیقت کومسخ کر دیا تھا اورحقیقت کی جگہ افسانوں اورداستانوں نے لے لی تھی ، تیسری حکمت ان واقعات کے ذریعے نصیحت اورعبرت حاصل کرنا ہے، گویا ان واقعات کولذتِ سماع کیلئے بیان نہیں کیا گیا ، بلکہ دل کے بنددریچوں کوکھولنے کیلئے بیان کیا گیاہے،اس کے علاوہ بھی ان میں بہت سی حکمتیں ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ ﴿١٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں ایمان نہ لانے والوں سے واضح لفظوں میں کہہ دیا گیا ہے کہ اگرتم ہماری دعوت قبول نہیں کرتے تو تمہیں مکمل اختیار ہے، ایسی صورت میں تم اپنا کام کرتے رہو، ہم اپنا کام کیے جاتے ہیں،عنقریب انجام اورنتیجہ بھی سامنے آجائیگا۔ ع ١٠

﴿١٢٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان نہ لانے والوں کوانتظار کرنے کیلئے کہا گیاہے کہ اگرتم ایمان نہیں لاتے اورکفر پراڑے رہتے ہوتو اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کرو، ہم بھی منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کیا فیصلہ سامنے آتا ہے۔

﴿١٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں دوحکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ ہی کی عبادت کرو، دوسرا یہ کہ اسی پر بھروسہ اور اعتماد رکھو، اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین وآسمان کی ہرمخفی چیزاس کے علم میں ظاہر کی طرح ہے،دوسری وجہ یہ ہے کہ ہرچیز پلٹ کر اللہ ہی کی بارگاہ میں پیش کی جائے گی،ان میں سے پہلی وجہ کاتعلق دوسرے حکم سےاوردوسری وجہ کاتعلق پہلے حکم سے ہے،اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں حکموں پرعمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

الحمدللہ! آج مؤرخہ ٢٨ مارچ ٢٠١٨ء بروز بدھ سورۂ ہود کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی،حق تعالیٰ قبول ومقبول اورنافع فرماکراگلی سورت کے مضامین کوقلم اورذہن پرآسان فرمائے۔آمین۔

سورة يوسف

سورۂ یوسف مکی سورت ہے،اس کے کل حروف ٧١٦٦ ،کلمات ١٧٧٦ ،آیات ١١١اوررکوعات ١٢ ہیں، یہ سورت خاص حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے پر مشتمل ہے،اسی بناء پراس کا نام سورۂ یوسف رکھا گیا،قرآن کریم کی تین سورتوں اورچھبیس آیتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کا نام آیا ہے،اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے پر خاطرخواہ روشنی ڈالی گئی ہےاوراسے ''احسن القصص'' قراردیا گیاہے جسے بعد میں آنے والے قصہ گوقسم کے واعظین نے داستان محبت میں تبدیلی کر کے لیلیٰ اور مجنوں جیساواقعہ بناڈالا،اس واقعے کی تفصیلات آیات کے ضمن میں خودآرہی ہیں اس لیے الگ سے انہیں درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے،البتہ=

تَعْقِلُوْنَ ۝۲ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ

تَعْقِلُوْنَ۝	نَحْنُ	نَقُصُّ	عَلَيْكَ	اَحْسَنَ	الْقَصَصِ	بِمَآ	اَوْحَيْنَآ
سمجھو	ہم	بیان کرتے ہیں	تجھ پر	سب سے بہترین	واقعہ	ساتھ اس کے جو	وحی کیا ہم نے

سمجھو۔ ۲ ہم آپ کے سامنے ایک بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں ، جس کے ساتھ ہم نے آپ کی طرف اس

اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝۳ اِذْ قَالَ

اِلَيْكَ	هٰذَا	الْقُرْاٰنَ	وَاِنْ	كُنْتَ	مِنْ	قَبْلِهٖ	لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ۝	اِذْ	قَالَ
تیری طرف	یہ	قرآن	اگرچہ	تُو تھا	سے	پہلے اس کے	البتہ سے بے خبروں کے	جب	کہا

قرآن کی وحی بھیجی ہے ، اگرچہ اس سے پہلے آپ اس سے بے خبر تھے ۔ ۳ اُس وقت کو یاد کیجئے جب یوسف نے

يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ

يُوْسُفُ	لِاَبِيْهِ	يٰۤاَبَتِ	اِنِّيْ	رَاَيْتُ	اَحَدَ عَشَرَ	كَوْكَبًا	وَّ	الشَّمْسَ
یوسف نے	اپنے باپ سے	ابا جان!	بیشک میں	دیکھا میں نے	گیارہ	ستارے	اور	سورج

اپنے والد سے کہا کہ ابا جان ! میں نے گیارہ ستاروں ، سورج اور چاند کو دیکھا،

وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝۴ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ

وَ	الْقَمَرَ	رَاَيْتُهُمْ	لِيْ	سٰجِدِيْنَ۝	قَالَ	يٰبُنَيَّ	لَا	تَقْصُصْ	رُءْيَاكَ
اور	چاند	میں نے دیکھا انہیں	میرے لئے	سجدہ کرنے والے	کہا اس نے	پیارے بیٹے	مت	بیان کر تو	اپنا خواب

میں نے انہیں اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔ ۴ انہوں نے کہا کہ پیارے بیٹے ! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے

عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ

عَلٰۤى	اِخْوَتِكَ	فَيَكِيْدُوْا	لَكَ	كَيْدًا ؕ	اِنَّ	الشَّيْطٰنَ	لِلْاِنْسَانِ
پر	اپنے بھائیوں کے	کہ وہ مکر کریں	تیرے لئے	کوئی مکر	بیشک	شیطان	انسان کیلئے

سامنے بیان نہ کرنا ، ورنہ وہ تمہارے لئے کوئی داؤ چلیں گے ، بیشک شیطان انسان کا

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۵ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ

عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ۝	وَ	كَذٰلِكَ	يَجْتَبِيْكَ	رَبُّكَ	وَيُعَلِّمُكَ	مِنْ	تَاْوِيْلِ
دشمن	کھلا	اور	اسی طرح	چن لے گا تجھے	تیرا رب	اور سکھائیگا تجھے	سے	موقع سمجھنا

کھلا دشمن ہے ۔ ۵ اسی طرح تمہارا رب تمہیں چن لے گا ، تمہیں باتوں کا موقع محل سمجھنے کا

= اتنی وضاحت کی ضرورت اب بھی ہے کہ یہ سورت مشرکین مکہ کے اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی تھی کہ بنی اسرائیل کا اصل وطن تو ملک شام تھا، وہ لوگ مصر میں کیسے پہنچ گئے کہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ وہاں سے نکلنے اور فرعون کا مقابلہ کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ سو اس سورت کو نازل کر کے اس سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱ اس آیتِ مبارکہ کا آغاز حروفِ مقطعات سے ہوا ہے اور قرآن کریم کی آیتوں کو روشن اور واضح کتاب کی آیتیں قرار دیا گیا ہے، یہ اللہ کی کتاب ہونے میں بھی واضح ہے اور صاف ستھرے اور روشن احکام پر مشتمل ہونے میں بھی واضح ہے۔

۲ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کی زبان ''عربی'' رکھنے کی حکمت بیان کی گئی ہے، چونکہ اس کے اولین مخاطب اہل عرب تھے اس لیے مناسب تھا کہ قرآن کو انہی کی زبان میں نازل کیا جاتا، تاکہ وہ اسے خود سمجھ کر دوسروں کو سمجھانے کے قابل ہوتے، ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اہل عرب کو ہی اس کا اولین مخاطب کیوں بنایا گیا؟ یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ کسی دوسری قوم کا انتخاب کر کے اس کے ذریعے قرآن کو ساری دنیا میں پھیلایا جاتا؟ سو اس کا جواب قرآن کریم کی یہ آیت ہے'' ذلك فضل الله يوتيه من يشاء'' یہودیوں کو اسی بات پر تو حسد تھا جس کی بناء پر وہ ایمان نہیں لاتے تھے، بلکہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف مسلسل سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔

۳ اس آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کو احسن القصص قرار دیا گیا ہے، جس سے اہل عرب ناواقف تھے، اور بنی اسرائیل اگرچہ اس سے واقف تھے اور انہی کے کہنے پر مشرکین مکہ نے نبی علیہ السلام سے اس کے متعلق سوال پوچھا تھا لیکن انہوں نے اسے ایک افسانہ بنا دیا تھا جس سے حقیقت مسخ ہو کر رہ گئی تھی، اس لیے اس کی اصل حقیقت بھی ان آیات میں بیان کر دی گئی ہے۔

۴ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ خواب بیان کیا گیا ہے جو انہوں نے لڑکپن میں دیکھا تھا اور چونکہ وہ اللہ کے نبی تھے اس لیے ان کا خواب حقیقت بن کر ظاہر ہونا یقینی تھا۔

۵ اس آیت مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام کو نصیحت مذکور ہے، جب انہوں نے اپنا خواب اپنے والد گرامی کو سنایا تو انہوں نے تاکید فرمائی کہ اپنے بھائیوں کے سامنے یہ خواب بیان نہ کرنا، کیونکہ خواب بہت واضح اور اس کی تعبیر اس سے بھی زیادہ نمایاں تھی کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائی سجدہ کر رہے ہیں، اندیشہ تھا کہ کہیں وہ یہ خواب سن کر اپنے چھوٹے بھائی یوسف کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں، کہیں ان کے دل میں حسد کی آگ نہ بھڑک اٹھے کہ یوسف ہم پر فوقیت حاصل کرنا چاہتا ہے یا حاصل کر لے گا اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ ضرور بھائیوں میں دوری اور نفرت کو بڑھانے کی کوشش کرے گا۔

الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا

الْاَحَادِيْثِ	وَ	يُتِمُّ	نِعْمَتَهٗ	عَلَيْكَ	وَعَلٰۤى	اٰلِ	يَعْقُوْبَ	كَمَاۤ	اَتَمَّهَا
باتوں کا	اور	پوری کرے گا	اپنی نعمت	تجھ پر	اور پر	گھرانے کے	یعقوب کے	جیسا کہ	اس نے پورا کیا انہیں

علم عطا فرمائے گا ، اور تم پر اور آلِ یعقوب پر اپنی نعمت اسی طرح پوری فرمائیگا جیسے اس سے پہلے

عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ

عَلٰۤى	اَبَوَيْكَ	مِنْ	قَبْلُ	اِبْرٰهِيْمَ	وَ	اِسْحٰقَ ؕ	اِنَّ	رَبَّكَ	عَلِيْمٌ
پر	تیرے والدین کے	سے	پہلے	ابراہیم	اور	اسحاق	بیشک	تیرا رب	خوب جاننے والا

تمہارے دو باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر پوری فرمائی تھی ، بیشک تمہارا رب خوب جاننے والا ،

حَكِيْمٌ ﴿۶﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾ اِذْ قَالُوْا ع ۶/۱۱

حَكِيْمٌ ﴿۶﴾	لَقَدْ	كَانَ	فِيْ	يُوْسُفَ	وَ	اِخْوَتِهٖۤ	اٰيٰتٌ	لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾	اِذْ	قَالُوْا
حکمت والا	البتہ یقیناً	تھا	بیچ	یوسف کے	اور	اس کے بھائیوں کے	نشانیاں	پوچھنے والوں کیلئے	جب	کہا انہوں نے

حکمت والا ہے۔ [۶] یقیناً یوسف اور اُن کے بھائیوں کے واقعے میں پوچھنے والوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔ [۷] اُس وقت کو یاد کیجئے جب انہوں نے کہا تھا

لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا

لَيُوْسُفُ	وَ	اَخُوْهُ	اَحَبُّ	اِلٰۤى	اَبِيْنَا	مِنَّا	وَ	نَحْنُ	عُصْبَةٌ ؕ	اِنَّ	اَبَانَا
البتہ یوسف	اور	اس کا بھائی	زیادہ محبوب	طرف	ہمارے باپ کے	ہم سے	اور	ہم	مضبوط جماعت	بیشک	ہمارا باپ

کہ ہمارے والد کو یوسف اور اُس کا بھائی ہم سے زیادہ محبوب ہے ، جبکہ ہم مضبوط جماعت ہیں ، بیشک ہمارے والد

لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۣ ﴿۸﴾ ۚۖ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ

لَفِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿۸﴾	اقْتُلُوْا	يُوْسُفَ	اَوِ	اطْرَحُوْهُ	اَرْضًا	يَّخْلُ	لَكُمْ
البتہ بیچ	گمراہی کے	کھلی	قتل کردو تم	یوسف کو	یا	پھینک دو اسے	کسی علاقے میں	خالی ہوجائے گی	تمہارے لئے

کھلی غلطی پر ہیں ۔ [۸] یوسف کو قتل کر دو یا کسی علاقے میں پھینک دو ، تا کہ تمہارے والد کی توجہ

وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾ قَالَ قَآئِلٌ

وَجْهُ	اَبِيْكُمْ	وَ	تَكُوْنُوْا	مِنْ	بَعْدِهٖ	قَوْمًا	صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾	قَالَ	قَآئِلٌ
توجہ	تمہارے باپ کی	اور	تم ہوجاؤ	سے	اس کے پیچھے	قوم	نیکوکاروں کی	کہا	ایک کہنے والے نے

تمہارے لئے خالص ہو جائے اور اُس کے بعد تم لوگ نیک ہو جانا ۔ [۹] اُن میں سے ایک کہنے والے

[۶] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کی پیشین گوئی کرنا مذکور ہے جو کہ دوسری پیشین گوئیوں کی طرح حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی، انہوں نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تاویل الاحادیث کا علم عطا فرمائے گا اور تم پر تمہارے آباؤ اجداد کی طرح اتمامِ نعمت فرمائے گا، عام طور پر مفسرین نے ''تاویل الاحادیث'' سے خوابوں کی تعبیر کا علم مراد لیا ہے، لیکن حضرت شیخ الہندؒ نے اس کا ترجمہ ''ٹھکانے پر لگانا باتوں کا'' فرمایا ہے۔ اسی کو اس عاجز نے ''باتوں کا موقع محل سمجھنے'' سے تعبیر کیا ہے، اس میں خواب کی تعبیر کا علم بھی آجاتا ہے اور اس کے علاوہ بھی موقع محل کی مناسبت سے صحیح بات کرنا، صحیح فیصلہ کرنا، صحیح نتیجہ اخذ کرنا اور بات کی تہہ تک پہنچ جانا سب شامل ہے۔

[۷] اس آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کو پوچھنے والوں کیلئے بہت سی نشانیوں کا حامل قرار دیا گیا ہے، چونکہ پوچھنے والے اہل مکہ تھے اس لیے سب سے پہلے تو انہیں اس واقعے سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، اس کے علاوہ بھی تحقیق اور جستجو کا ذوق رکھنے والوں کیلئے اس میں عبرت کا بہت سا سامان موجود ہے، حسد کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اللہ کی حفاظت کے نرالے انداز کیا ہوتے ہیں؟ ترقی کی منازل کیسے طے کی جاتی ہیں؟ آزمائش کے لمحات کیسے گزارے جاتے ہیں؟ آسودگی کے وقت انسان کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟ دشمن پر دسترس حاصل ہوجائے تو انسان کو کیا کرنا چاہیے؟ یہ اور اس جیسے بہت سے درسِ عبرت اس واقعے کا حصہ ہیں، عقل مند انسان ان سے عبرت حاصل کرنے کی کوشش اور فکر کرتا ہے۔

[۸] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی اپنے والد گرامی کے متعلق سوچ بیان کی گئی ہے کہ وہ انہیں یوسف اور بنیامین سے محبت رکھنے میں بہت بڑی غلطی پر سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ والد کی پوری توجہ اور مکمل محبت کے مستحق تو ہم لوگ ہیں کیونکہ مشکل وقت میں ہم لوگ ان کے کام آسکتے ہیں نہ کہ یہ بچے، کیونکہ ہم پوری ایک جماعت ہیں اور ہمارے پاس جسمانی طاقت بھی موجود ہے۔

[۹] اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا منصوبۂ قتل بیان کیا گیا ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے اور اب ان کیلئے اس رکاوٹ کو دور کرنا ان کے نزدیک بہت ضروری ہوگیا تھا، جس کی ایک صورت یہ تھی کہ یوسف کو قتل کر دیا جائے دوسری صورت یہ تھی کہ یوسف کو دور دراز کے کسی علاقے میں بھیج دیا جائے، دونوں صورتوں میں گناہ پایا جاتا تھا، اس لیے دل کو تسلی دی کہ بعد میں توبہ کر کے نیک اور صالح بن جائیں گے، اس طرح والد کی توجہ بھی حاصل ہوجائے گی اور یوسف کے اندیشے سے نجات بھی مل جائے گی، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ والد کی توجہ حاصل کرنا تو صرف ایک بہانہ تھا، اصل مقصد یوسف کو راستے سے ہٹانا تھا تا کہ یوسف کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے، ورنہ ہمیں اس کے آگے جھکنا پڑے گا، اس کی بڑائی اور اپنی پستی کا اعتراف کرنا پڑے گا اور اس کے تصور سے ہی ان کی جان نکلی جاتی تھی اس لیے یہ سازش تیار کی۔

مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ

مِّنْهُمْ	لَا	تَقْتُلُوْا	يُوْسُفَ	وَ	اَلْقُوْهُ	فِيْ	غَيٰبَتِ	الْجُبِّ	يَلْتَقِطْهُ
ان میں سے	مت	قتل کرو تم	یوسف کو	اور	ڈال دو تم اسے	بیچ	گمنام	کنوئیں کے	اٹھالے گا اسے

نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو ، اُسے کسی گمنام کنوئیں میں ڈال دو ، کوئی مسافر اُسے اٹھا کر

بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۱۰ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا

بَعْضُ	السَّيَّارَةِ	اِنْ	كُنْتُمْ	فٰعِلِيْنَ ۝۱۰	قَالُوْا	يٰٓاَبَانَا	مَا لَكَ	لَا	تَاْمَنَّا
کوئی	قافلہ	اگر	تم ہو	کرنے والے	کہا انہوں نے	اے باپ ہمارے	کیا ہوا تجھے	نہ	اعتماد کرتا تو ہم پر

لے جائیگا اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہو ۔ ۱۰ وہ کہنے لگے کہ ابا جان ! کیا بات ہے کہ آپ یوسف کے معاملے میں ہم پر اعتماد

عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝۱۱ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ

عَلٰى	يُوْسُفَ	وَ	اِنَّا	لَهٗ	لَنٰصِحُوْنَ ۝۱۱	اَرْسِلْهُ	مَعَنَا	غَدًا	يَّرْتَعْ
پر	یوسف کے	اور	بیشک ہم	اس کیلئے	البتہ خیرخواہی کرنے والے	اسے بھیج دے	ہمارے ساتھ	آئندہ کل	کھائے وہ

نہیں کرتے ، حالانکہ ہم بھی اُس کے خیر خواہ ہیں ۔ ۱۱ کل اُسے بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ وہ بھی کھائے

وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۱۲ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ

وَيَلْعَبْ	وَ	اِنَّا	لَهٗ	لَحٰفِظُوْنَ ۝۱۲	قَالَ	اِنِّيْ	لَيَحْزُنُنِيْٓ	اَنْ	تَذْهَبُوْا	بِهٖ
اور کھیلے	اور	بیشک ہم	اس کیلئے	البتہ حفاظت کرنے والے	کہا اس نے	بیشک میں	البتہ غمگین کردیتا ہے مجھے	یہ کہ	تم لے جاؤ	اسے

اور کھیلے ، ہم اُس کی حفاظت کریں گے ۔ ۱۲ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بات غمگین کر دیتی ہے کہ تم اُسے لیجاؤ ،

وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝۱۳ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ

وَ	اَخَافُ	اَنْ	يَّاْكُلَهُ	الذِّئْبُ	وَ	اَنْتُمْ	عَنْهُ	غٰفِلُوْنَ ۝۱۳	قَالُوْا	لَئِنْ	اَكَلَهُ
اور	میں ڈرتا ہوں	یہ کہ	کھالے اسے	بھیڑیا	اور	تم	اس سے	بے خبر رہنے والے	کہا انہوں نے	البتہ اگر	اسے کھالے

مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اُسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اُس کی طرف سے بے خبر رہ جاؤ ۔ ۱۳ وہ کہنے لگے کہ اگر اُسے بھیڑیا کھا جائے

الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝۱۴ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ

الذِّئْبُ	وَ	نَحْنُ	عُصْبَةٌ	اِنَّآ	اِذًا	لَّخٰسِرُوْنَ ۝۱۴	فَلَمَّا	ذَهَبُوْا	بِهٖ
بھیڑیا	اور	ہم	مضبوط جماعت	بیشک ہم	اس وقت	البتہ نقصان اٹھانے والے	سو جب	لے گئے وہ	اسے

''جبکہ ہم طاقت ور جماعت ہیں'' تب تو ہم بڑا نقصان اٹھانے والے ہوں گے ۔ ۱۴ پھر جب وہ اُسے لیکر چلے گئے

۱۰ اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کے اتفاقِ رائے سے طے پانے والے مشورے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ مشورہ انہی میں سے ایک بھائی غالباً یہوداہ یالاوی نے دیا تھا کہ یوسف کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسے کسی گمنام کنوئیں میں ڈال دو، وہاں سے کوئی قافلہ گزرتے بڑھتے اسے اپنے ساتھ لے جائے گا، رکاوٹ بھی دور ہوجائے گی اور قتل یوسف کا وبال بھی ہم پر نہ آئے گا، بالآخر اسی تجویز پر عملدرآمد کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۱ اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا حضرت یعقوب علیہ السلام سے یوسف کو اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست پیش کرنا مذکور ہے جس کا اسلوب بیان یہ رکھا گیا ہے کہ کیا آپ کو یوسف کے معاملے میں ہم پر اعتماد نہیں ہے؟ ہم بھی تو اس کے خیر خواہ ہیں، یہ اگلے جملے کی تمہید ہے۔

۱۲ اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا اصل مدعا پیش کرنا مذکور ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ یوسف کو ہمارے ساتھ بھیجا کریں، کل ہم اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے، اس کی جسمانی صحت اور نشوونما کیلئے کھیل کود بہت اچھی چیز ہے، سیر و تفریح کرے گا اور کھائے پیئے گا تو تازہ دم ہو جائے گا اور صحت پر بہت اچھا اثر پڑے گا، جہاں تک تعلق ہے اس کی حفاظت کا تو وہ ہم خود کریں گے۔

۱۳ اس آیت مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا اندیشہ مذکور ہے کہ اوّل تو یوسف کو تمہارے ساتھ بھیجنے سے میری طبیعت رنجیدہ اور افسردہ ہوتی ہے، اس کے علاوہ یہ اندیشہ بھی ہے کہ کہیں تمہاری بے خبری سے فائدہ اٹھا کر کوئی بھیڑیا اس پر حملہ نہ کردے، یہ بچہ ہے، اس سے اپنی حفاظت نہ کر سکے گا، اس لیے تمہارے ساتھ اسے بھیجنے پر میری طبیعت آمادہ نہیں ہے۔

۱۴ اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو تسلی دینا اور اطمینان دلانا مذکور ہے کہ آپ کیوں فکر کرتے ہیں، اگر ہماری جیسی طاقتور جماعت کی موجودگی میں ہمارے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے تو اس سے بڑھ کر خسارے کی کیا بات ہوگی؟ آپ مطمئن رہیں، ہم اس کی مکمل حفاظت کریں گے۔

وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِىْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

وَ	اَجْمَعُوْٓا	اَنْ	يَّجْعَلُوْهُ	فِىْ	غَيٰبَتِ	الْجُبِّ	وَ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْهِ	لَتُنَبِّئَنَّهُمْ
اور	اتفاق کرلیا انہوں نے	یہ کہ	ڈال دیں اسے	بیچ	گمنام	کنویں کے	اور	ہم نے وحی کی	اس کی طرف	البتہ ضرور بتائے گا تو انہیں

اور ایک گمنام کنوئیں میں اُسے ڈالنے پر اتفاق کر لیا ، اور ہم نے اُس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تم انہیں ان کے یہ معاملات

بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٥﴾ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً

بِاَمْرِهِمْ	هٰذَا	وَ	هُمْ	لَا	يَشْعُرُوْنَ ﴿١٥﴾	وَ	جَآءُوْٓ	اَبَاهُمْ	عِشَآءً
ان کا معاملہ	یہ	اور	وہ	نہیں	شعور رکھتے ہوں گے	اور	آئے وہ	اپنے باپ کے پاس	شام کو

ضرور بتاؤ گے جبکہ یہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے ۔ ﴿١٥﴾ اور شام کے وقت وہ اپنے والد کے پاس

يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ

يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾	قَالُوْا	يٰٓاَبَانَآ	اِنَّا	ذَهَبْنَا	نَسْتَبِقُ	وَ	تَرَكْنَا	يُوْسُفَ	عِنْدَ
روتے ہوئے	کہا انہوں نے	اے ہمارے باپ	بیشک ہم	چلے گئے	دوڑتے رہے ہم	اور	چھوڑدیا ہم نے	یوسف کو	پاس

روتے ہوئے آگئے ۔ ﴿١٦﴾ کہنے لگے کہ ابا جان ! ہم آگے نکلنے کیلئے بھاگ دوڑ کرنے لگے ، یوسف کو ہم نے سامان کے پاس

مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾

مَتَاعِنَا	فَاَكَلَهُ	الذِّئْبُ	وَ	مَآ	اَنْتَ	بِمُؤْمِنٍ	لَّنَا	وَلَوْ	كُنَّا	صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾
اپنے سامان کے	سوکھالیا اسے	بھیڑیئے نے	اور	نہیں	تو	اعتماد کرنے والا	ہم پر	اگرچہ	ہوں ہم	سچے

چھوڑ دیا ، تو اُسے بھیڑیا کھا گیا ، ہم اگرچہ سچ بول رہے ہوں ، پر آپ ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے ۔ ﴿١٧﴾

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ

وَ	جَآءُوْ	عَلٰى	قَمِيْصِهٖ	بِدَمٍ	كَذِبٍ	قَالَ	بَلْ	سَوَّلَتْ	لَكُمْ	اَنْفُسُكُمْ
اور	آئے وہ	پر	اس کی قمیص کے	ساتھ خون کے	جھوٹے	کہا اس نے	بلکہ	بنالیا	تمہارے لئے	تمہارے نفسوں نے

اور وہ یوسف کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لے آئے ، انہوں نے کہا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات

اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾

اَمْرًا	فَصَبْرٌ	جَمِيْلٌ	وَ	اللّٰهُ	الْمُسْتَعَانُ	عَلٰى	مَا	تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾
ایک بات کو	تو صبر کرنا	زیادہ بہتر	اور	اللہ	مدد طلب کیا گیا	پر	اس کے جو	تم بیان کرتے ہو

گھڑلی ہے لہٰذا اب صبر کرنا ہی بہتر ہے ، اور تم جو کچھ بیان کر رہے ہو ، اُس پر اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے ۔ ﴿١٨﴾

﴿١٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادران یوسف کا اپنے منصوبے پر عمل کرنا مذکور ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تسلی دیکر وہ لوگ اگلے دن صبح سویرے حضرت یوسف علیہ السلام کو سیر کے بہانے اپنے ساتھ لے گئے ، پہلے سے طے شدہ ایک اندھے کنوئیں کے پاس پہنچے ، راستے میں انہیں زدوکوب کیا اور تلخ باتیں کیں ، آخرکار مار پیٹ کر کے انہیں اس کنوئیں میں اتار دیا ، کوئی اور ہوتا تو دہشت کے مارے اس کی جان ہی نکل جاتی ، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک خاص قسم کا سکینہ عطا فرمایا جس سے انہیں اپنے مستقبل کے حوالے سے اطمینان ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خیر کا ارادہ ہی فرمایا ہے اور ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب وہ اپنے بھائیوں کو یہ باتیں یاد دلائیں گے اور انہیں اندازہ بھی نہ ہوگا کہ ان کے سامنے تخت پر ان کے بھائی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

﴿١٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادران یوسف کا اپنے منصوبے کے مطابق شام کو روتے ہوئے اپنے والدگرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس واپس آنا مذکور ہے تاکہ انہیں اپنے رنج اور غم کا احساس دلا سکیں۔

﴿١٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادران یوسف کا فرضی اور جھوٹی کہانی اپنے والد کو سنانا مذکور ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ یوسف کہاں ہے؟ وہ تمہارے ساتھ کیوں نہیں ہے؟ تو انہوں نے جواب میں یہ کہانی سنا دی کہ ہم لوگ کھیل کود کر رہے تھے ، ایک دوسرے کے ساتھ آگے بڑھنے اور دوڑ لگانے کا مقابلہ کر رہے تھے ، یوسف چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس میں شریک نہیں ہوسکتا تھا اس لیے اسے اپنے سامان کے پاس بٹھا دیا ، اچانک ایک بھیڑیا آیا اور یوسف کو کھا گیا ، جب ہم واپس آئے تو وہاں یوسف موجود نہ تھا ، صرف اس کی قمیص موجود تھی جس پر لگے ہوئے خون سے ہم نے اندازہ لگایا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے ، ہمیں معلوم ہے کہ آپ ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے ، لیکن ہم کیا کریں کہ اصل حقیقت یہی ہے۔

﴿١٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادران یوسف کا اپنے والد کے سامنے خون آلود کرتہ پیش کرنے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا اسے شیطانی حربہ قرار دیکر صبر کرنا مذکور ہے کیونکہ برادران یوسف خون آلود قمیص تو لے آئے لیکن انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اس قمیص کو پھاڑ ڈالیں تاکہ جھوٹے خون کے ساتھ ہی سہی ، والد کو کچھ تو تسلی دے سکیں ، یہی وجہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ بڑا سمجھدار بھیڑیا تھا ، یوسف کو کھا گیا اور اس کی قمیص صحیح سلامت چھوڑ دی ، اصل بات یہ ہے کہ تم نے ایک سازش تیار کی تھی ، جس پر تم نے عمل درآمد کرلیا ، جہاں تک تعلق ہے میرا تو میں تمہیں کوئی سزا دینے کی بجائے صبر کرنے کو ترجیح دیتا ہوں ، اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے گا۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا

وَجَآءَتْ	سَيَّارَةٌ	فَاَرْسَلُوْا	وَارِدَهُمْ	فَاَدْلٰى	دَلْوَهٗ ؕ	قَالَ	يٰبُشْرٰى	هٰذَا
اور آیا	ایک قافلہ	سو بھیجا انہوں نے	اپنا پانی بھرنے والا	سو لٹکایا اس نے	اپنا ڈول	کہا اس نے	اے خوشخبری	یہ

اور ایک قافلہ آیا ، انہوں نے اپنا پانی بھرنے والا بھیجا ، اُس نے اپنا ڈول لٹکایا ، کہنے لگا اے خوشخبری ! یہ تو

غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ

غُلٰمٌ ؕ	وَ	اَسَرُّوْهُ	بِضَاعَةً ؕ		وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌۢ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾	وَ	شَرَوْهُ
لڑکا	اور	چھپالیا انہوں نے اسے	پونجی کے طور پر		اور	اللہ	خوب جاننے والا	اسے جو	وہ کر رہے تھے	اور	انہوں نے بیچ دیا اسے

لڑکا ہے اور انہوں نے اسے قیمتی پونجی سمجھ کر چھپالیا اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے تھے ۔ [۱۹] اور بھائیوں نے

ع ۲ ۱۴ ۱۲

بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع

بِثَمَنٍۢ	بَخْسٍ	دَرَاهِمَ	مَعْدُوْدَةٍ ۚ	وَ	كَانُوْا	فِيْهِ	مِنَ	الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾
بدلے قیمت کے	ناقص	درہم چند	گنتی کئے ہوئے	اور	تھے وہ	اسمیں	سے	بے رغبتی کرنے والے

اُسے ناقص قیمت" گنتی کے چند دراہم "کے عوض بیچ دیا ، اور وہ اُس کے معاملے میں بے رغبت تھے ۔ [۲۰]

وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ

وَ	قَالَ	الَّذِى	اشْتَرٰىهُ	مِنْ	مِّصْرَ	لِامْرَاَتِهٖٓ	اَكْرِمِىْ	مَثْوٰىهُ	عَسٰٓى	اَنْ
اور	کہا	جس نے	خریدا اسے	سے	مصر کے	اپنی بیوی سے	اچھا رکھنا	اس کا ٹھکانہ	امید ہے	یہ کہ

اور جس شخص نے انہیں مصر سے خریدا تھا ، وہ اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ اسے خوب اچھی طرح رکھنا ، شاید یہ

يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ز

يَّنْفَعَنَآ	اَوْ	نَتَّخِذَهٗ	وَلَدًا ؕ	وَ	كَذٰلِكَ	مَكَّنَّا	لِيُوْسُفَ	فِى	الْاَرْضِ ز
فائدہ پہنچائے گا ہمیں	یا	ہم اسے بنالیں گے	بیٹا	اور	اسی طرح	ہم نے ٹھکانہ دیا	یوسف کو	بیچ	زمین کے

ہمیں فائدہ پہنچائے ، یا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں ، اِس طرح ہم نے یوسف کو اُس ملک میں ٹھکانہ دیا ،

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ

وَ	لِنُعَلِّمَهٗ	مِنْ	تَاْوِيْلِ	الْاَحَادِيْثِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	غَالِبٌ	عَلٰٓى	اَمْرِهٖ	وَ	لٰكِنَّ
اور	تاکہ ہم اسے سکھائیں	سے	موقع سمجھنا	باتوں کا	اور	اللہ	غالب رہنے والا	پر	اپنے حکم کے	اور	لیکن

تا کہ ہم اُسے باتوں کا موقع محل سمجھنے کا علم عطا فرمائیں اور اللہ اپنے معاملات پر غالب رہتا ہے ، لیکن

[۱۹] اس آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکالے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، انہیں ایک قافلے والوں نے اس کنوئیں سے نکالا تھا جنہوں نے ایک شخص کو اس کنوئیں میں سے پانی نکالنے کیلئے بھیجا تھا ، اُس نے جب ڈول لٹکایا تو حضرت یوسف علیہ السلام حکم الٰہی کے مطابق اس میں بیٹھ گئے ، ڈول کھینچنے والا اسے وزنی محسوس کر کے حیران ہوا لیکن باہر نکالتے ہی خوشی سے چلا اٹھا کہ یہاں تو ایک خوبصورت لڑکا ہاتھ لگا ہے، اس نے دل میں سوچا کہ اسے اپنے ساتھ مصر لے جاتا ہوں ، اچھی قیمت پر فروخت ہو جائے گا ، سو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس چھپالیا۔

[۲۰] اس آیتِ مبارکہ میں برادران یوسف کا حضرت یوسف علیہ السلام کو کل اٹھارہ درہم میں بیچ دینے کا ذکر کیا گیا ہے، جب انہیں معلوم ہوا کہ مصر کی طرف جانے والے ایک قافلے نے یوسف کو کنوئیں سے نکال لیا ہے تو اس کے پاس پہنچے اور یوسف کو اپنا غلام ظاہر کر کے ان سے اپنا حق ملکیت طلب کیا، بظاہر انہیں یوسف کی قیمت سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لیے معمولی قیمت لینے میں بھی انہیں عار محسوس نہ ہوئی ، کیونکہ ان کا اصل مقصد یوسف کو والد گرامی سے دور کرنا تھا اور وہ حاصل ہو گیا تھا ، اس لیے وہ اپنی کامیاب منصوبہ بندی پر خوش تھے۔

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا

أَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾	وَلَمَّا	بَلَغَ	أَشُدَّهُ	آتَيْنَاهُ	حُكْمًا	وَ	عِلْمًا
اکثر	لوگ	نہیں	جانتے	اور جب	پہنچا وہ	اپنی قوت کو	دیا ہم نے اسے	فیصلہ کرنا	اور	علم

اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ٢١ اور جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچے تو ہم نے انہیں فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور علم عطا فرمایا،

وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ

وَ	كَذَٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾	وَ	رَاوَدَتْهُ	الَّتِي	هُوَ	فِي	بَيْتِهَا	عَنْ
اور	اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	نیکوکاروں کو	اور	پھسلایا اُسے	اس عورت نے	وہ	بیچ	اس کے گھر کے	سے

اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ٢٢ اور جس عورت کے گھر میں وہ تھے، اُسی نے انہیں اُن کی ذات کے حوالے سے

نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ

نَفْسِهِ	وَ	غَلَّقَتِ	الْأَبْوَابَ	وَ	قَالَتْ	هَيْتَ لَكَ	قَالَ	مَعَاذَ	اللَّهِ	إِنَّهُ
اس کی ذات کے	اور	بند کرلیے اس نے	دروازے	اور	کہا اس نے	اب تو آجا	کہا اس نے	پناہ	اللہ کی	بیشک وہ

پھسلانا چاہا، اُس نے دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی کہ اب تو آجا، انہوں نے کہا کہ اللہ کی پناہ، بیشک وہ

رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ

رَبِّي	أَحْسَنَ	مَثْوَايَ	إِنَّهُ	لَا	يُفْلِحُ	الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾	وَ	لَقَدْ	هَمَّتْ
میرا رب	بہترین دیا اس نے	مجھے ٹھکانہ	بیشک حال یہ ہے	نہیں	کامیاب ہوتے	ظلم کرنے والے	اور	البتہ یقیناً	ارادہ کرلیا عورت نے

میرا رب ہے، اُس نے مجھے بہترین ٹھکانہ دیا، بیشک ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔ ٢٣ اور یقیناً اُس عورت نے اُن کا ارادہ کیا،

بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ

بِهِ	وَ	هَمَّ	بِهَا	لَوْ	لَا	أَنْ	رَأَىٰ	بُرْهَانَ	رَبِّهِ	كَذَٰلِكَ	لِنَصْرِفَ	عَنْهُ	السُّوءَ
اس کا	اور	ارادہ کرلیتا وہ	عورت کا	اگر	نہ	یہ کہ	دیکھ لیتا وہ	نشانی	اپنے رب کی	اسی طرح	تاکہ ہم پھیر دیں	اس سے	برائی

اور وہ بھی اُس کا ارادہ کر لیتے اگر اُنہوں نے اپنے رب کی واضح نشانی دیکھ نہ لی ہوتی، اسی طرح ہوا، تاکہ ہم اُن سے برائی اور بے حیائی کو

وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ

وَ	الْفَحْشَاءَ	إِنَّهُ	مِنْ	عِبَادِنَا	الْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾	وَ	اسْتَبَقَا	الْبَابَ
اور	بے حیائی	بیشک وہ	سے	ہمارے بندوں کے	چنے ہوئے	اور	دوڑے وہ دونوں	دروازے کو

دور کردیں، بیشک وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے تھے۔ ٢٤ اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے

٢١ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ملکِ مصر کے با اختیار گھرانے میں پہنچانے اوران پر دیگر انعامات کا ذکر کیا گیا ہے، جس قافلے کے ساتھ وہ مصر پہنچے تھے، اس نے انہیں فروخت کرنے اور معقول رقم حاصل کرنے کی فکر کی، اتفاقاً اُس بازار سے عزیز مصر فوطیفار کا گزر ہوا، اس نے ایسا حسین و جمیل لڑکا فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو تین ہزار درہم یا کم و بیش میں بولی لگا کر خرید لیا، دل میں خیال تھا کہ ہم اسے اپنی اولاد کی طرح پالیں گے کیونکہ اس کے یہاں اولاد نہ تھی، یا کسی اور پہلو سے بھی یہ ہمارے لیے نفع بخش ثابت ہو سکتا ہے، چنانچہ گھر پہنچ کر اپنی بیوی زلیخا کو بھی اس کی تاکید کی اور ہر طرح سے ان کا خیال اور تکریم کرنے کی تلقین کی، یوں حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے نکل کر عزیز مصر کے گھر پہنچ گئے، اس طرح انہیں امورِ سلطنت اور شاہی محل کے انتظامی معاملات کو قریب سے دیکھنے کا بہت موقع ملا، وہاں انہیں بہت سے فنون اور ہنر سیکھنے کا موقع بھی خوب ملا، اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح فیصلہ کرنے اور صحیح نتیجے تک پہنچنے کی صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی، اس طرح برادرانِ یوسف کا حربہ ناکام اور اللہ کا ارادہ پورا ہو گیا اور اللہ جو چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے، اکثر لوگ اس سے ناواقف رہتے ہیں۔

٢٢ اس آیتِ مبارکہ میں بھرپور جوانی پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ''حکم اور علم'' دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس عاجز نے لفظ ''حکم'' کا ترجمہ موقع کی مناسبت سے ''فیصلہ کرنے کی صلاحیت'' کیا ہے اور یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان بر وقت صحیح فیصلہ کر سکے اور علم سے مراد علم لدنی ہے جو اسباب اور وسائل کے بغیر صرف حق تعالیٰ کی عطا سے نصیب ہوتا ہے اور صرف مخصوص لوگوں کے ساتھ ہی ایسا ہوتا ہے۔

٢٣ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ''سخت آزمائش'' کا ذکر کیا گیا ہے، جبکہ زلیخا نے انہیں بہکانا چاہا، حضرت یوسف علیہ السلام سارا دن تو زلیخا کے محل میں رہتے تھے، اس نے ان کا لڑکپن دیکھا تھا، وہ اس کے سامنے جوان ہوئے تھے، ان کا حسن و جمال اور دلکشی پورے جوبن پر تھی، ہر کوئی ان سے متاثر ہوتا تھا، یہ ممکن نہ تھا کہ زلیخا ان سے متاثر نہ ہوتی، اس نے بارہا حضرت یوسف علیہ السلام سے بے تکلفی کی کوشش کی، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے، ایک روز اس نے خوب بناؤ سنگھار کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے اس کمرے میں بلوایا جہاں تک پہنچنے کیلئے سات برآمدے طے کرنے پڑتے تھے اور ہر برآمدے میں دروازہ لگا ہوا تھا، وہ آج ہر صورت اپنی خواہش کی تکمیل چاہتی تھی، اس نے یہ بات فراموش کر دی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس کے بچوں کی عمر کے تھے، فوطیفار انہیں کس ارادے اور جذبے سے اپنے محل میں لیکر آیا تھا؟ اگر فوطیفار کو پتہ چل گیا کہ میں نے اس کے ساتھ خیانت کی ہے تو اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ پورے مصر میں جگ ہنسائی کا سامنا کیسے ہو سکے گا؟ اس پر صرف اپنی خواہش کی تکمیل کا بھوت سوار تھا، لیکن جب حضرت یوسف علیہ السلام وہاں پہنچے اور زلیخا نے انہیں دعوت گناہ دی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا اور عزیز مصر کے احسانات کو یاد دلایا، پھر حق تعالیٰ کی کرم نوازی اور مہربانی کا ذکر کر کے فرمایا کہ محسنوں کا بدلہ گناہ اور نافرمانی کے ساتھ دینا ظلم ہے اور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

٢٤ اس آیتِ مبارکہ میں کشمکش کی اُس گھڑی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ایک خاص دلیل پیش کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس خاص دلیل سے مراد یا تو بدکاری کی حرمت پر قلبی اطمینان حاصل ہونا ہے، یہ بھی =

وَ قَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا

وَ	قَدَّتْ	قَمِيْصَهٗ	مِنْ	دُبُرٍ	وَّ	اَلْفَيَا	سَيِّدَهَا	لَدَا	الْبَابِ ؕ	قَالَتْ	مَا
اور	پھاڑ دی عورت نے	اس کی قمیص	سے	پیچھے	اور	پایا دونوں نے	عورت کے شوہر کو	پاس	دروازے کے	کہنے لگی وہ	کیا ہے

اور عورت نے اُن کی قمیص پیچھے سے پھاڑ ڈالی، اور دروازے کے پاس دونوں کو اُس عورت کا شوہر مل گیا، وہ کہنے لگی کہ جو شخص

جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

جَزَآءُ	مَنْ	اَرَادَ	بِاَهْلِكَ	سُوْٓءًا	اِلَّآ	اَنْ	يُّسْجَنَ	اَوْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾
سزا	جو	ارادہ کرے	ساتھ تیرے گھر والوں کے	برائی کا	مگر	یہ کہ	قید کیا جائے	یا	عذاب	دردناک

آپ کے گھر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، اُس کی سزا اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ اُسے قید کر دیا جائے، یا دردناک سزا دی جائے۔ ﴿۲۵﴾

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ

قَالَ	هِيَ	رَاوَدَتْنِيْ	عَنْ	نَّفْسِيْ	وَ	شَهِدَ	شَاهِدٌ	مِّنْ	اَهْلِهَا ۚ	اِنْ	كَانَ
کہا اس نے	وہی	اس نے مجھے پھسلایا	سے	میری ذات کے	اور	گواہی دی	ایک گواہ نے	سے	عورت کے گھر والوں کے	اگر	ہو

یوسف نے کہا کہ اِسی نے مجھے میری ذات کے حوالے سے پھسلانا چاہا تھا، اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی، کہ اگر

قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ

قَمِيْصُهٗ	قُدَّ	مِنْ	قُبُلٍ	فَصَدَقَتْ	وَ	هُوَ	مِنَ	الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾	وَ	اِنْ	كَانَ
اس کی قمیص	پھٹی ہوئی	سے	آگے کے	تو سچ بولا عورت نے	اور	وہ	سے	جھوٹوں کے	اور	اگر	ہو

یوسف کی قمیص سامنے سے پھٹی ہو تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے۔ ﴿۲۶﴾ اور اگر

قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا

قَمِيْصُهٗ	قُدَّ	مِنْ	دُبُرٍ	فَكَذَبَتْ	وَ	هُوَ	مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾	فَلَمَّا
اس کی قمیص	پھٹی ہوئی	سے	پیچھے کے	تو جھوٹ بولا عورت نے	اور	وہ	سے	سچوں کے	پھر جب

یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہو تو عورت جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے۔ ﴿۲۷﴾ پھر جب

رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ

رَاٰ	قَمِيْصَهٗ	قُدَّ	مِنْ	دُبُرٍ	قَالَ	اِنَّهٗ	مِنْ	كَيْدِكُنَّ ؕ	اِنَّ	كَيْدَكُنَّ
دیکھا	اس کی قمیص کو	پھٹا ہوا	سے	پیچھے کے	کہا اس نے	بیشک یہ	سے	تم عورتوں کا مکر	بیشک	تم عورتوں کا مکر

اُس نے یوسف کی قمیص کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہنے لگا کہ بیشک یہ تم عورتوں کا ہی فریب ہے، تمہارا فریب

=ممکن ہے کہ جہنم کی آگ اور اس کی سزا اور ہولناکی کا تصور آ گیا ہو، خلاصہ یہی ہے کہ غیبی طور پر اُس وقت ان کی خاص رہنمائی اور سرپرستی کی گئی تاکہ اُن کیلئے اس امتحان سے سرخرو ہو کر نکلنا آسان ہو جائے، ورنہ اس جگہ انسان کے قدم پھسل جانا اور دل میں گناہ کا خیال آ جانا بدیہی بات ہے جبکہ ایک طرف آتش جوان اور دوسری طرف حسن پورا جوان ہو تو بات امکان کے دائرے سے نکل کر یقین کی حدود میں داخل ہونے لگتی ہے، اسی کو یوں تعبیر کیا گیا ہے کہ زلیخا کا ارادہ تو پہلے سے اپنی خواہش کی تکمیل کا تھا، اگر یوسف پر ان کے رب کا خصوصی فضل نہ ہوتا اور خاص اُس موقع پر حق تعالیٰ کی طرف سے دستگیری نہ ہوتی اور وہ خاص دلیل ''جس کا پہلے ذکر ہوا'' نہ دکھادی جاتا تو ان کی جگہ کوئی بھی ہوتا، اس کے دل میں بھی اپنے ارادے کی تکمیل کا خیال پیدا ہو جاتا اور وہ یہ سوچ لیتا کہ بعد میں توبہ کرلوں گا، ابھی تو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے، چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی اور معصوم تھے اس لیے اللہ نے انہیں گناہ تو گناہ، اس کے ارادے سے بھی محفوظ رکھا۔

﴿۲۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک اور امتحان کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اس طرح کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ زلیخا کے سر پر بھوت سوار ہے اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ خیانت پر پوری طرح آمادہ ہے تو انہوں نے وہاں سے نکل جانے میں عافیت سمجھی، دل میں خیال آیا ہوگا کہ دروازے تو مقفل ہیں، باہر کیسے نکلوں گا؟ لیکن غیبی تائید نے اس ارادے پر عمل کی حوصلہ افزائی کی کہ آپ کا کام قدم بڑھانا ہے، آگے ہمارا کام ہے، چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا کام کیا اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے، اللہ نے اپنا کام کیا اور دروازوں کے قفل خود بخود کھلتے چلے گئے، زلیخا بھی پیچھے بھاگی۔ لیکن ان تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکی، یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام آخری دروازے پر پہنچ گئے، اس دوران زلیخا بھی قریب پہنچ گئی، اس نے پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کی، انہوں نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی، اس کشمکش میں ان کی قمیص پھٹ گئی، ادھر دروازہ بھی کھل گیا، جوں ہی دروازہ کھلا تو سامنے عزیز مصر کو کھڑے پایا، زلیخا پہلے تو نہایت خوفزدہ ہوئی، پھر خود پر قابو پا کر سارا الزام حضرت یوسف علیہ السلام پر ڈال دیا اور کہنے لگی کہ یوسف نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تھا، میں اس سے بچ کر بھاگ نکلی، شکر ہے کہ آپ آ گئے اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، اب میری رائے یہ ہے کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے یا کوئی دردناک قسم کی سزا دی جائے تاکہ آئندہ ایسی حرکت کا تصور بھی نہ کر سکے۔

﴿۲۶﴾ ﴿۲۷﴾ ان آیتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں ایک غیر جانبدارانہ گواہی کا ذکر کیا گیا ہے، یہ گواہی اُسی وقت نہایت ضروری تھی کیونکہ زلیخا نے چالاکی سے اصل حقیقت پر پردہ ڈال دیا تھا اور چونکہ وہ عورت تھی اس لیے اس نے خود کو بآسانی مظلوم ثابت کر دیا، اب اگر حضرت یوسف علیہ السلام لاکھ اپنی براءت، پاکیزگی اور زلیخا کے قصوروار ہونے کا دعویٰ کرتے، ان کی بات کسی نے نہیں سنی تھی، چنانچہ انہوں نے فوطیفار سے فرمایا کہ اگر میں اپنی بے گناہی ثابت کردوں تو کیا آپ یقین کریں گے؟ فوطیفار نے انہیں تھوڑی دیر کی مہلت دی، اسی محل میں ایک خاتون کا دودھ پیتا بچہ تھا، حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے بلایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے=

عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٜ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ

عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾	يُوْسُفُ	اَعْرِضْ	عَنْ	هٰذَا	وَ	اسْتَغْفِرِيْ	لِذَنْۢبِكِ
بہت بڑا	اے یوسف	اِعراض کر	سے	اس کے	اور	مغفرت طلب کر تو عورت	اپنے گناہ کی

بہت بڑا ہوتا ہے ۔ ﴿٢٨﴾ یوسف ! اب اس تذکرے کو جانے دو ، اور تو اپنے گناہ کی معافی مانگتی رہ ،

اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ ع ٣ ٩ ١٢

اِنَّكِ	كُنْتِ	مِنَ	الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿٢٩﴾	وَ	قَالَ	نِسْوَةٌ	فِي	الْمَدِيْنَةِ	امْرَاَتُ
بیشک تو	تھی	سے	خطا کاروں کے	اور	کہا	عورتوں نے	بیچ	شہر کے	بیوی

بیشک تو ہی خطا کار تھی ۔ ﴿٢٩﴾ اور شہر کی عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی

الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ

الْعَزِيْزِ	تُرَاوِدُ	فَتٰىهَا	عَنْ	نَّفْسِهٖ	قَدْ	شَغَفَهَا	حُبًّا	اِنَّا	لَنَرٰىهَا	فِيْ
عزیز کی	پھسلا رہی ہے	اپنے غلام کو	سے	اس کے نفس کے	یقیناً	فریفتہ کرلیا ہے اُسے	محبت نے	بیشک ہم	البتہ دیکھتی ہیں اسے	بیچ

اپنے غلام کے نفس کو پھسلانا چاہتی ہے ، اُس کا دل اُس کی محبت میں فریفتہ ہو گیا ہے ، ہم تو اُسے کھلی

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ

ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾	فَلَمَّا	سَمِعَتْ	بِمَكْرِهِنَّ	اَرْسَلَتْ	اِلَيْهِنَّ
غلطی کے	کھلی	پھر جب	سنا اس عورت نے	ان کا مکر	بھیجا اس نے	ان کیطرف

غلطی میں دیکھتے ہیں ۔ ﴿٣٠﴾ سو جب اُس نے اُن عورتوں کا مکرو فریب سنا تو انہیں بلا بھیجا

وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ

وَ	اَعْتَدَتْ	لَهُنَّ	مُتَّكَاً	وَ	اٰتَتْ	كُلَّ	وَاحِدَةٍ	مِّنْهُنَّ	سِكِّيْنًا	وَ	قَالَتِ
اور	تیار کی	ان کیلئے	ایک مجلس	اور	دیدی	ہر	ایک کو	ان میں سے	ایک چھری	اور	کہنے لگی

اور اُن کیلئے ایک مجلس آراستہ کی ، اور اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی ، اور یوسف سے کہا

اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ

اخْرُجْ	عَلَيْهِنَّ	فَلَمَّا	رَاَيْنَهٗٓ	اَكْبَرْنَهٗ	وَ	قَطَّعْنَ	اَيْدِيَهُنَّ	وَقُلْنَ
نکل تو	ان پر	سو جب	دیکھا عورتوں نے اسے	بڑا سمجھا اسے	اور	کاٹ لئے انہوں نے	اپنے ہاتھ	اور کہنے لگیں

کہ اِن کے سامنے سے گزر جاؤ ، جب اُن عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو اُس کی اہمیت کو سمجھا ، اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں

= اس شیر خوار بچے کو بولنے کا حکم دیا ، سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ بھلا دودھ پیتا بچہ بھی کبھی بولتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے پاکیزہ بندے اور نبی کی پاکدامنی ثابت کرنا مقصود تھی ، سو اُس نے اسے قوت گویائی عطا کی ، وہ بچہ نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ کہنے لگا کہ اس معاملے کا فیصلہ یوسف کی قمیص کرے گی ، اگر قمیص آگے سے پھٹی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یوسف کا رخ عورت کی طرف تھا ، عورت نے اپنا دفاع کیا تو قمیص پھٹ گئی ، لہٰذا ثابت ہوا کہ عورت سچی ہے اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی طرف یوسف کی پشت تھی ، نہ کہ رخ ، یوسف نے اپنا دفاع کیا تو کشمکش میں قمیص پھٹ گئی ، لہٰذا ثابت ہوا کہ یوسف سچا ہے اور زلیخا جھوٹی ہے ، بچے کو بولتے دیکھ کر وہاں موجود سارے لوگ حیران رہ گئے ، اس کے بولنے پر ہی یوسف کی پاکدامنی اور سچائی کا فیصلہ ہو گیا اور اس نے جو محاکمہ کیا تھا ، وہ نہایت دانشمندی پر مبنی تھا ، اس طرح اللہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی براَت ثابت فرمائی۔

﴿٢٨﴾ ﴿٢٩﴾ ان آیتوں میں حق واضح ہونے اور فوطیفار کے حضرت یوسف علیہ السلام سے در گزر کرنے کی درخواست کا ذکر کیا گیا ہے ، فوطیفار نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو تسلیم کر لیا کہ یہ زلیخا کا مکر تھا اور عورتوں کا مکر بہت خطرناک ہوتا ہے ، اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس واقعے کو بھلا دیجئے ، جو ہونا تھا وہ ہو گیا ، اگر اس واقعے کی تشہیر ہو گئی تو میری بہت زیادہ بدنامی ہو گی اور زلیخا سے کہا کہ اصل خطا کار تو ہی ہے ، اپنی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ و استغفار کر ، تا کہ تیرا گناہ دھل جائے اور تو پاک صاف ہو جائے۔

﴿٣٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں زنانِ مصر تک زلیخا کے اس واقعے کی خبر پہنچنے اور ان کے تبصروں کا ذکر کیا گیا ہے ، عزیز مصر نے کوشش کی تھی کہ اس واقعے کو دبا دیا جائے لیکن یہ واقعہ ایسا نہیں تھا کہ اس پر مٹی ڈالی جا سکتی ، کیونکہ اس کا ہر پہلو سنسنی خیز تھا ، خاص طور پر شیر خوار بچے کا گواہی دینا ایسی تعجب خیز چیز بن گیا تھا جسے چھپانا ممکن نہ تھا ، سو ہر جگہ اس کا چرچا ہونے لگا ، معززین مصر کے گھروں میں اس پر رائے زنی ہونے لگی ، حسینانِ مصر اس سارے معاملے میں زلیخا کو واضح طور پر قصوروار سمجھتی تھیں کہ وہ ایک غلام پر مرمٹی ، اس نے فوطیفار کی عزت کو خاک میں ملا دیا اور یہ کہ اسے محبت کرنے کیلئے ایک غلام کے علاوہ کوئی اور نہیں ملا ، ممکن ہے کہ حسینانِ مصر نے اب تک حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہی نہ ہو ، یہ امکان اس لیے بھی زیادہ روشن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا زیادہ وقت فوطیفار کے محل میں ہی گزرتا تھا۔

حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ط اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿٣١﴾ قَالَتْ

حَاشَ لِلّٰهِ	مَا	هٰذَا	بَشَرًا ط	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّا	مَلَكٌ	كَرِيْمٌ ﴿٣١﴾	قَالَتْ
اللہ کی قسم	نہیں	یہ	کوئی انسان	نہیں	یہ	مگر	ایک فرشتہ	معزز	کہا اس نے

کہ حاشاللہ ، یہ کوئی انسان نہیں ہے ، یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے ۔ ﴿٣١﴾ وہ کہنے لگی

فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ط وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

فَذٰلِكُنَّ	الَّذِيْ	لُمْتُنَّنِيْ	فِيْهِ ط	وَ	لَقَدْ	رَاوَدْتُّهٗ	عَنْ	نَّفْسِهٖ
یہ تمہارے سامنے	وہ جو	ملامت کی تھی تم نے مجھے	اسمیں	اور	البتہ یقیناً	میں نے اسے پھسلایا	سے	اس کے نفس کے

کہ یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق تم نے مجھے ملامت کی تھی ، میں نے اس کے نفس کو پھسلانا چاہا لیکن

فَاسْتَعْصَمَ ط وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ

فَاسْتَعْصَمَ ط	وَ	لَئِنْ	لَّمْ	يَفْعَلْ	مَآ	اٰمُرُهٗ	لَيُسْجَنَنَّ	وَ	لَيَكُوْنًا	مِّنَ
سو بچ نکلا	اور	البتہ اگر	نہ	کیا اس نے	وہ جو	حکم دے رہی ہوں میں اسے	البتہ ضرور قید کیا جائیگا	اور	البتہ ضرور ہوگا	سے

اس نے اپنے آپ کو بچا لیا ، اگر اس نے وہ کام نہ کیا جس کا میں اسے حکم دے رہی ہوں تو یہ جیل جا کر رہے گا اور وہاں

الصّٰغِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ج

الصّٰغِرِيْنَ ﴿٣٢﴾	قَالَ	رَبِّ	السِّجْنُ	اَحَبُّ	اِلَيَّ	مِمَّا	يَدْعُوْنَنِيْٓ	اِلَيْهِ ج
ذلیل ہونے والوں کے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	قید خانہ	زیادہ پسندیدہ	میری طرف	اس سے جو	دعوت دے رہی ہیں مجھے	اس کیطرف

بے عزت ہوگا ۔ ﴿٣٢﴾ یوسف نے کہا کہ پروردگار ! جس چیز کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں ، اُس سے تو مجھے جیل زیادہ پسند ہے ،

وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ

وَ	اِلَّا	تَصْرِفْ	عَنِّيْ	كَيْدَهُنَّ	اَصْبُ	اِلَيْهِنَّ	وَ	اَكُنْ	مِّنَ
اور	اگر نہ	تو پھیرے گا	مجھ سے	ان کے مکر کو	مائل ہوجاؤں گا میں	ان کیطرف	اور	ہوجاؤں گا میں	سے

اگر آپ نے مجھ سے ان کا مکر دور نہ کیا تو میں اِن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نا دانوں میں سے

الْجٰهِلِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ط اِنَّهٗ هُوَ

الْجٰهِلِيْنَ ﴿٣٣﴾	فَاسْتَجَابَ	لَهٗ	رَبُّهٗ	فَصَرَفَ	عَنْهُ	كَيْدَهُنَّ ط	اِنَّهٗ	هُوَ
نادانوں کے	سو قبول کرلیا	اس کیلئے	اس کے رب نے	سو پھیر دیا	اس سے	ان کے مکر کو	بیشک وہ	وہی

ہو جاؤں گا۔ ﴿٣٣﴾ سو اُن کے رب نے اُن کی دعا قبول کر لی اور اُن سے عورتوں کے مکر کو دور کر دیا ، بیشک وہ

﴿٣١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں زلیخا کی طرف سے دعوت کا اہتمام ، حسینانِ مصر کی اس میں شرکت ، حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک لمحے کیلئے اُس مجلس سے گزر ، زنانِ مصر کا انہیں دیکھ کر ہوش وحواس گم کر بیٹھنا ، اپنی انگلیاں کاٹ لینا اور یوسف کو انسانوں کے درجے سے بلند کر کے معزز فرشتہ قرار دینا مذکور ہے ، حضرت یوسف علیہ السلام کا اس مجلس میں جانا زلیخا کے اصرار اور دباؤ پر تھا اور وہ بھی صرف اس حد تک کہ وہ پھلوں کی ایک ٹوکری اٹھا کر لے گئے اور زلیخا کے سامنے لیجا کر رکھ دی اور الٹے پیروں واپس چلے گئے ، کہتے ہیں کہ فوطیفار بھی ایک پردے کے پیچھے چھپ کر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور زلیخا نے خود اسے یہ دعوت دی تھی ، تا کہ اس کے سامنے ثابت کرے کہ یوسف کی پرستار صرف میں نہیں ہوں ، جو بھی اسے دیکھتا ہے ، مبہوت ہو جاتا ہے ۔

﴿٣٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں زلیخا نے زنانِ مصر کو اپنا ہمدرد اور یوسف کے معاملے میں خود کو معذور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تم نے تو صرف ایک مرتبہ یوسف کو دیکھا اور چھریوں سے پھل کاٹنے کی بجائے اپنی انگلیاں کاٹ لیں ، میرے سامنے تو یہ چوبیس گھنٹے رہتا ہے ، اگر میں اس کی محبت میں گرفتار ہوئی تو کیا یہ قابل فہم نہیں ہے ؟ اور اگر اس نے میری محبت اور چاہت کے باوجود اپنے جذبات پر قابو رکھا اور اپنے دل اور نگاہوں کو بھٹکنے سے بچایا تو یہ اس کی عفت اور عصمت کی دلیل ہے ، لیکن اب چونکہ معاملہ حد سے گزر چکا ہے اور پانی سر سے اوپر ہو چکا ہے ، پورے شہر میں اس کا چرچا ہو رہا ہے ، اس لیے اگر اس نے اب بھی میری بات نہ مانی تو میرے پاس اسے جیل بھیجنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں بچے گا اور وہاں جا کر اسے ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ جیل عزت کا مقام نہیں ہے جس کی انسان کو آرزو اور تمنا ہو ۔

﴿٣٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرنا مذکور ہے کیونکہ زنانِ مصر کے انگلیاں کاٹ لینے کی خبر سب کی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی معلوم ہو چکی تھی ، اس پر مزید تماشا یہ شروع ہو گیا کہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کرنا اور انہیں سمجھانا شروع کر دیا کہ زلیخا کی بات مان لیں ، بعض نے اپنی محبت کا اظہار بھی کر دیا ، اس پر حضرت یوسف علیہ السلام فکر مند ہو گئے کہ الٰہی ! یہ ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا ہے ، میں تو ایک سے بچ رہا تھا ، یہاں لائن لگ گئی ہے ، پروردگار ! اس سے تو بہتر ہے کہ زلیخا کی دھمکی کے مطابق مجھے جیل بھیج دیا جائے اور میں وہاں قید کر دیا جاؤں ، پروردگار ! مجھ سے ان عورتوں کا مکر و فریب دور کر دے ، کیونکہ میں انسان ہوں ، فطری اور بشری تقاضے میرے ساتھ لگے ہوئے ہیں ، کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے دل میں ان کی طرف میلان کا شائبہ بھی پیدا ہو جائے ، ایسا ہوا تو یہ بہت بڑی نادانی ہوگی ، میں یہ نادانی نہیں کرنا چاہتا ، اگر چہ اس سے بچنے کیلئے مجھے جیل جانا پڑے ، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس جملے میں جیل اور قید کی دعا نہیں مانگی تھی ، بلکہ اپنی عصمت کی حفاظت کی دعا فرمائی تھی ، بعض مفسرین کو غلط فہمی ہوگئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود جیل کی دعا مانگی تھی ، پھر انہوں نے اس حدیث کا حوالہ دے دیا کہ انسان کو اپنے لیے مصیبت کی دعا نہیں کرنی چاہیے حالانکہ اس کا صحیح مفہوم وہ ہے جو اوپر بیان ہوا ہے ۔

السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا رَاَوُا الۡاٰيٰتِ

السَّمِيۡعُ	الۡعَلِيۡمُ ﴿۳۴﴾	ثُمَّ	بَدَا	لَهُمۡ	مِّنۡ	بَعۡدِ	مَا	رَاَوُا	الۡاٰيٰتِ
خوب سننے والا	جاننے والا	پھر	ظاہر ہوا	ان کیلئے	سے	پیچھے	وہ جو	دیکھا انہوں نے	نشانیوں کو

خوب سننے والا ، جاننے والا ہے ۔ ﴿۳۴﴾ پھر کچھ نشانیاں دیکھنے کے بعد اُن کی یہ رائے بنی کہ کچھ

لَيَسۡجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيۡنٍ ﴿۳۵﴾ ع وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجۡنَ فَتَيٰنِ ؕ

لَيَسۡجُنُنَّهٗ	حَتّٰى	حِيۡنٍ ﴿۳۵﴾	وَ	دَخَلَ	مَعَهُ	السِّجۡنَ	فَتَيٰنِ ؕ
البتہ اسے قید کردیں	تک	ایک وقت کے	اور	داخل ہوئے	اس کے ہمراہ	قیدخانے میں	دونو جوان

وقت کیلئے یوسف کو قید کر دیں ۔ ﴿۳۵﴾ اور اُن کے ساتھ جیل میں دونوجوان اور بھی داخل ہوئے ،

ع ۴ / ۶ / ۱۴

قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّىۡۤ اَرٰٮنِىۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا ۚ وَقَالَ الۡاٰخَرُ

قَالَ	اَحَدُهُمَاۤ	اِنِّىۡۤ	اَرٰٮنِىۡۤ	اَعۡصِرُ	خَمۡرًا ۚ	وَ	قَالَ	الۡاٰخَرُ
کہا	ان میں سے ایک نے	کہ بیشک میں	دیکھتا ہوں اپنے آپ کو	نچوڑ رہا ہوں میں	شراب	اور	کہا	دوسرے نے

اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے آپ کو خواب میں شراب نچوڑتے ہوئے دیکھتا ہوں ، دوسرے نے کہا کہ

اِنِّىۡۤ اَرٰٮنِىۡۤ اَحۡمِلُ فَوۡقَ رَاۡسِىۡ خُبۡزًا تَاۡكُلُ الطَّيۡرُ مِنۡهُ ؕ

اِنِّىۡۤ	اَرٰٮنِىۡۤ	اَحۡمِلُ	فَوۡقَ	رَاۡسِىۡ	خُبۡزًا	تَاۡكُلُ	الطَّيۡرُ	مِنۡهُ ؕ
بیشک میں	دیکھتا ہوں اپنے آپ کو	اٹھا رہا ہوں میں	اوپر	اپنے سر کے	روٹی	کھا رہے ہیں	پرندے	اس سے

میں دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اُٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں ،

نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِيۡلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰٮكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا

نَبِّئۡنَا	بِتَاۡوِيۡلِهٖ ۚ	اِنَّا	نَرٰٮكَ	مِنَ	الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۳۶﴾	قَالَ	لَا
ہمیں آگاہ کر	اس کی حقیقت سے	بیشک ہم	دیکھتے ہیں تجھے	سے	نیکوکاروں کے	کہا اس نے	نہیں

ہمیں اِس کی تعبیر بتا دیجئے ، ہم آپ کو نیکو کاروں میں سے دیکھتے ہیں ۔ ﴿۳۶﴾ یوسف نے کہا کہ تمہیں

يَاۡتِيۡكُمَا طَعَامٌ تُرۡزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُكُمَا بِتَاۡوِيۡلِهٖ قَبۡلَ اَنۡ

يَاۡتِيۡكُمَا	طَعَامٌ	تُرۡزَقٰنِهٖۤ	اِلَّا	نَبَّاۡتُكُمَا	بِتَاۡوِيۡلِهٖ	قَبۡلَ	اَنۡ
آئیگا تم دونوں کے پاس	کھانا	تم دونوں دو دیئے جاتے ہو	مگر	بتادوں گا میں تمہیں	اس کی حقیقت	پہلے	یہ کہ

جو کھانا ملتا ہے ، وہ تمہارے پاس آنے نہیں پائے گا کہ میں تمہیں اُس کے آنے سے پہلے ہی اِس کی تعبیر

﴿۳۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو زنانِ مصر اور زلیخا کا مکروفریب دور کرنے کی دعا قبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے کیونکہ انہوں نے جس سے دعا مانگی تھی، وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔

﴿۳۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں بھیج دینے کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب عزیز مصر نے دیکھا کہ ہر چوک اور چوراہے پر زلیخا کی ان حرکتوں کی وجہ سے میری بدنامی ہو رہی ہے تو اس نے یہ سوچا کہ کچھ عرصے کیلئے یوسف کو جیل بھیج دیا جائے، تاکہ یوسف زلیخا کی نظروں کے سامنے نہ ہوں، وہ پس پردہ چلے جائیں گے تو کچھ عرصے بعد یہ چہ میگوئیاں بھی خود بخود ختم ہو جائیں گی، اگرچہ فوطیفار کا یہ اقدام عادلانہ نہیں تھا اس لیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اس سارے معاملے میں کوئی قصور نہ تھا، انہیں بے قصور ہونے کے باوجود جیل بھیجا جا رہا تھا اور جو قصوروار تھی، وہ اب بھی اس کے محل میں شاہانہ زندگی گزار رہی تھی، لیکن اس وقت اسے یہی پہلو مناسب معلوم ہوا اس لیے اس نے اسی پر عمل کیا۔

﴿۳۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ہمراہ جیل میں داخل ہونے والے دو نئے قیدیوں کے خواب بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک شاہِ مصر کا ساقی تھا اور دوسرا باورچی، ان دونوں پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے بادشاہ کے کھانے اور مشروب میں زہر ملایا تھا، باورچی پر یہ الزام ثابت بھی ہو چکا تھا، البتہ ساقی اس میں براہ راست مجرم نہیں تھا، جیل میں آنے کے کچھ عرصے بعد ان دونوں نے خواب دیکھا، ساقی نے دیکھا کہ وہ انگور کے تازہ خوشوں سے شراب نچوڑ کر بادشاہ کو پیش کر رہا ہے اور باورچی نے دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیوں کا ایک ٹوکرا ہے جس پر گدھ اور پرندے منڈلا رہے ہیں اور اس میں سے کھا رہے ہیں، نیند سے بیدار ہو کر انہیں اپنے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کی فکر ہوئی، چنانچہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کی تعبیر پوچھی، کیونکہ وہ ان کے حسن اخلاص، ہمدردی، پاکیزہ فطرت اور نرم طبیعت سے خوب واقف تھے اور وہ جانتے تھے کہ ان کے خواب کی صحیح تعبیر وہی بتا سکتے ہیں۔

یٰۤاَتِیَکُمَا ؕ ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ

یَّاْتِیَکُمَا ؕ	ذٰلِکُمَا	مِمَّا	عَلَّمَنِیْ	رَبِّیْ ؕ	اِنِّیْ	تَرَکْتُ	مِلَّةَ	قَوْمٍ
آئے وہ تم دونوں کے پاس	یہ تم دونوں کا	اس سے جو	سکھایا مجھے	میرے رب نے	بیشک میں	چھوڑ چکا ہوں	دین	قوم کا

بتا چکوں گا ، یہ علم ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے ، بیشک میں نے اس قوم کا دین چھوڑ رکھا ہے

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

لَا	یُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	هُمْ	بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾
نہیں	ایمان لاتے وہ	اللہ پر	اور	وہ	آخرت کا	وہ	انکار کرنے والے

جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں ۔ ۳۷

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا

وَ	اتَّبَعْتُ	مِلَّةَ	اٰبَآءِیْۤ	اِبْرٰهِیْمَ	وَ	اِسْحٰقَ	وَیَعْقُوْبَ ؕ	مَا
اور	میں نے پیروی کی	دین کی	اپنے باپوں کے	ابراہیم کے	اور	اسحاق کے	اور یعقوب کے	نہیں

اور میں نے اپنے آباؤ اجداد ابراہیم ، اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے ، ہمیں

كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ

كَانَ	لَنَاۤ	اَنْ	نُّشْرِكَ	بِاللّٰهِ	مِنْ	شَیْءٍ ؕ	ذٰلِكَ	مِنْ
ہے	ہمارے لئے	یہ کہ	شریک کریں ہم	ساتھ اللہ کے	سے	کوئی چیز	وہ	سے

یہ زیب نہیں دیتا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں ، یہ

فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

فَضْلِ	اللّٰهِ	عَلَیْنَا	وَ	عَلَى	النَّاسِ	وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ
فضل	اللہ کا	ہم پر	اور	پر	لوگوں کے	اور	لیکن	اکثر	لوگ

ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ کا فضل ہے ، لیکن اکثر لوگ

لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ

لَا	یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾	یٰصَاحِبَیِ	السِّجْنِ	ءَاَرْبَابٌ	مُّتَفَرِّقُوْنَ
نہیں	شکر کرتے	اے میرے دونوں ساتھیو!	جیل کے	کیا رب کئی	جدا جدا

شکر نہیں کرتے ۔ ۳۸ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو ! کیا متفرق رب زیادہ

۳۷ اس آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا دونوں قیدیوں کو تسلی دینا اور اپنا تعارف کروانا مذکور ہے، چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ خوابوں کی تعبیر کا علم مجھے میرے رب نے عطا فرما رکھا ہے، اس کی روشنی میں تمہیں اس کی تعبیر بتا سکتا ہوں ، اور آج بھی کھانا آنے سے پہلے میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا، لیکن یاد رکھو! کہ میں کاہن یا نجومی نہیں ہوں بلکہ میں تو کافروں کے طور طریقوں سے ہی بیزار ہوں، اس لیے میرے علم کا سر چشمہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ وحی ہے، کچھ اور نہیں۔

۳۸ اس آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قیدیوں کو ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے اور شرک سے بچنے کی ترغیب دینا مذکور ہے اور یہ کہ توحید خالص کا وہ عقیدہ جسے لوگوں میں عام کرنے کا بیڑا میرے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد اسحاق اور یعقوب علیہما السلام نے اٹھایا تھا، وہ ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور فضل و کرم ہے، جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ

خَيْرٌ	اَمِ	اللّٰهُ	الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾	مَا	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖٓ
زیادہ بہتر	یا	اللہ	اکیلا	سب پر غالب	نہیں	عبادت کرتے تم	سے	علاوہ اس کے

بہتر ہیں یا وہ اکیلا اللہ جو سب پر غالب ہے ۔ ﴿٣٩﴾ تم اُسے چھوڑ کر صرف چند ناموں کی پوجا کر رہے ہو

اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اِلَّآ	اَسْمَآءً	سَمَّيْتُمُوْهَآ	اَنْتُمْ	وَ	اٰبَآؤُكُمْ	مَّآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ
مگر	چند نام	رکھ لئے ہیں تم نے ان کے نام	تم	اور	تمہارے باپوں نے	نہیں	نازل کی	اللہ نے

جو خود تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لئے ہیں ، اللہ نے اُس کی کوئی

بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

بِهَا	مِنْ	سُلْطٰنٍ ؕ	اِنِ	الْحُكْمُ	اِلَّا	لِلّٰهِ ؕ	اَمَرَ	اَلَّا	تَعْبُدُوْٓا
اس کی	سے	کوئی دلیل	نہیں	فیصلہ	مگر	اللہ کا	حکم دیا اس نے	یہ کہ نہ	عبادت کرو تم

دلیل نہیں اتاری ہے ، فیصلہ تو صرف اللہ ہی کا ہے ، اُسی نے حکم دیا ہے کہ اُس کے علاوہ کسی کی

اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

اِلَّآ	اِيَّاهُ ؕ	ذٰلِكَ	الدِّيْنُ	الْقَيِّمُ	وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ
مگر	اس کی	وہ	دین	مضبوط	اور	لیکن	اکثر	لوگ

عبادت نہ کرو ، یہی سیدھا دین ہے ، لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٠﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ

لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٠﴾	يٰصَاحِبَيِ	السِّجْنِ	اَمَّآ	اَحَدُكُمَا	فَيَسْقِيْ
نہیں	جانتے	اے میرے دونوں ساتھیو	جیل کے	باقی رہا	تم دونوں میں سے ایک	سو پلائے گا وہ

جانتے نہیں ہیں ۔ ﴿٤٠﴾ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو

رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ

رَبَّهٗ	خَمْرًا ۚ	وَ	اَمَّا	الْاٰخَرُ	فَيُصْلَبُ	فَتَاْكُلُ	الطَّيْرُ	مِنْ
اپنے آقا کو	شراب	اور	باقی رہا	دوسرا	تو سولی دیا جائیگا	سو کھائیں گے	پرندے	سے

شراب پلائے گا ، جہاں تک تعلق ہے دوسرے کا تو اُسے سولی پر چڑھایا جائیگا اور پرندے اُس کے سر

﴿٣٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں توحید اور شرک کے نتائج میں موازنہ کیا گیا ہے، جو شخص عقیدۂ توحید پر ایمان رکھتا ہے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا اور سر جھکاتا ہے اور جو شخص بہت سے معبودوں کا قائل ہو، وہ ان میں سے ہر ایک کے سامنے سجدہ کرتا اور سر جھکاتا ہے، سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ بہتر ہے؟ عقل فیصلہ کرتی ہے کہ صرف ایک کو سجدہ کرنا، اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا سینکڑوں لوگوں اور بتوں کے سامنے سجدہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ایک کو خوش کرنا سینکڑوں اور ہزاروں کو خوش کرنے سے زیادہ آسان اور بہتر ہے۔

﴿٤٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں کے معبودوں کی اصل حقیقت کھول کر بیان کی گئی ہے کہ اللہ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں کی ہے، یہ چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ چھوڑے ہیں، یہ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے ، حکم اور حکومت صرف اللہ کی ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے، اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت مت کرو، یہ گمراہی ہے اور اللہ نے اس کی اجازت کبھی نہیں دی۔

رَاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱ وَ قَالَ

رَاْسِهٖ	قُضِيَ	الْاَمْرُ	الَّذِيْ	فِيْهِ	تَسْتَفْتِيٰنِ ۝	وَ	قَالَ
اس کے سر کے	فیصلہ کر دیا گیا	معاملے کا	وہ جو	اسمیں	تم دونوں پوچھ رہے تھے	اور	کہا

کو کھا جائیں گے ، اُس معاملے کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کے متعلق تم پوچھ رہے تھے۔ ۝۴۱ اور یوسف نے اُس شخص سے

لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ز

لِلَّذِيْ	ظَنَّ	اَنَّهٗ	نَاجٍ	مِّنْهُمَا	اذْكُرْنِيْ	عِنْدَ	رَبِّكَ
اس سے جو	گمان کیا	کہ بیشک وہ	نجات پانے والا	ان دونوں میں سے	ذکر کردے تو میرا	پاس	اپنے آقا کے

کہا جس کے متعلق اُن دونوں میں سے اُن کا اندازہ تھا کہ وہ نجات پا جائیگا ، کہ اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کر دینا ،

فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ

فَاَنْسٰىهُ	الشَّيْطٰنُ	ذِكْرَ	رَبِّهٖ	فَلَبِثَ	فِي	السِّجْنِ	بِضْعَ
سو بھلا دیا اسے	شیطان نے	ذکر کرنا	اپنے آقا سے	سو ٹھہرا رہا وہ	بیچ	قیدخانے کے	کئی

پھر شیطان نے اُسے اپنے آقا کے سامنے ذکر کرنا بھلادیا ، اور یوسف کئی سال جیل میں

سِنِيْنَ ۝۴۲ ؕ ع وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ

سِنِيْنَ ۝	وَ	قَالَ	الْمَلِكُ	اِنِّيْٓ	اَرٰى	سَبْعَ	بَقَرٰتٍ	سِمَانٍ
سال	اور	کہا	بادشاہ نے	بیشک میں	دیکھتا ہوں	سات	گائیں	صحت مند

ہی رہے ۔ ۝۴۲ اور بادشاہ نے کہا کہ میں خواب میں سات صحت مند گائیں دیکھتا ہوں

يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ

يَّاْكُلُهُنَّ	سَبْعٌ	عِجَافٌ	وَّ	سَبْعَ	سُنْۢبُلٰتٍ	خُضْرٍ	وَّ	اُخَرَ
کھا رہی ہیں انہیں	سات	کمزور	اور	سات	بالیں	ہری بھری	اور	دوسری

جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں ، اور سات ہری بھری بالیاں ہیں اور سات دوسری

يٰبِسٰتٍ ؕ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ

يٰبِسٰتٍ	يٰٓاَيُّهَا	الْمَلَاُ	اَفْتُوْنِيْ	فِيْ	رُءْيَايَ	اِنْ	كُنْتُمْ
خشک	اے	سردارو!	تم بتاؤ مجھے	بیچ	میرے خواب کے	اگر	تم ہو

خشک ہیں ، اے سردارو! میرے خواب کی تعبیر بیان کرو، اگر تم خواب کی

۴۱ اس آیتِ مبارکہ میں ان قیدیوں کے خواب کی تعبیر بیان کی گئی ہے، ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ تعبیر دی کہ تم اس قید سے رہائی پا کر دوبارہ اپنی پرانی خدمات پر بحال ہو جاؤ گے اور دوبارہ بادشاہ کو شراب کشید کر کے پلاؤ گے، باورچی کے خواب کی تعبیر یہ تھی کہ اسے سولی پر چڑھایا جائیگا اور پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے، ساقی اپنے خواب کی تعبیر سن کر خوش اور باورچی بدحواس ہو گیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے باورچی کو پر سکون رہنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی یہی ہے، یہ فیصلہ اٹل ہے اور اس پر عنقریب عملدرآمد ہو جائے گا۔

۴۲ اس آیتِ مبارکہ میں ساقی کے نجات حاصل کرنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام اور اس کے ایک مکالمے کا ذکر کیا گیا ہے، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بہت احسان مند تھا کہ انہوں نے اسے رہائی کی خوشخبری سنا کر نئی زندگی دی تھی، حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل سے نکلتے ہوئے اس سے صرف اتنا سا جملہ فرما دیا کہ بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کر دینا، منشا یہ تھا کہ وہ میرے احوال کی تحقیق کرے کہ مجھے کس جرم کی پاداش میں یہاں قید کیا گیا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ یہ پیغام یوسف کی بجائے بادشاہ کی طرف سے آنا چاہیے، اس لیے ساقی جیل سے نکل کر اپنی خدمات اور دنیا کی مصروفیات میں ایسا الجھا کہ اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ جملہ یاد ہی نہ رہا اور ساقی کی رہائی کے بعد بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو کئی سال تک جیل میں رہنا پڑا، اس دوران حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل اور اس میں موجود قیدیوں کی اصلاح بھرپور انداز میں فرمائی اور وہ لوگ حق تعالیٰ کی معرفت اور درد دل رکھنے والے پاکیزہ صفت افراد بن گئے۔

ع ۵ ۱۵

لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ

لِلرُّءْيَا	تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾	قَالُوْٓا	اَضْغَاثُ	اَحْلَامٍ ۚ	وَ	مَا	نَحْنُ
خواب کی	تعبیر دیتے	کہنے لگے وہ	پریشان کن	خیالی خواب	اور	نہیں	ہم

تعبیر دے سکتے ہو ۔ ﴿۴۳﴾ وہ کہنے لگے کہ یہ تو پریشان کن خیالی خواب ہیں اور ہم ایسے

بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا

بِتَاْوِيْلِ	الْاَحْلَامِ	بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾	وَقَالَ	الَّذِيْ	نَجَا	مِنْهُمَا
تعبیر کے	خیالی خوابوں کی	جاننے والے	اور کہا	اس نے جو	بچ گیا تھا	ان دونوں میں سے

خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے ۔ ﴿۴۴﴾ اُن دونوں میں سے نجات پانے والے کو

وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

وَ	ادَّكَرَ	بَعْدَ	اُمَّةٍ	اَنَا	اُنَبِّئُكُمْ	بِتَاْوِيْلِهٖ	فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾
اور	یاد آ گیا اسے	پیچھے	ایک مدت کے	میں	تمہیں بتا دوں گا	اس کی تعبیر	سو تم مجھے بھیج دو

ایک مدت کے بعد یاد آیا اور وہ کہنے لگا کہ میں تمہیں اس کی تعبیر بتا سکتا ہوں ، سو مجھے بھیج دو ۔ ﴿۴۵﴾

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ

يُوْسُفُ	اَيُّهَا	الصِّدِّيْقُ	اَفْتِنَا	فِيْ	سَبْعِ	بَقَرٰتٍ	سِمَانٍ
اے یوسف	اے	بہت سچے	بتا ہمیں	بیچ	سات	گایوں کے	صحت مند

اے یوسف ! اے سچے ! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیے کہ سات صحت مند گائیں ہیں

يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ

يَّاْكُلُهُنَّ	سَبْعٌ	عِجَافٌ	وَّ	سَبْعِ	سُنْۢبُلٰتٍ	خُضْرٍ	وَّاُخَرَ
کھا رہی ہیں انہیں	سات	کمزور	اور	سات	بالیں	ہری بھری	اور دوسری

جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں ، اور سات ہری بھری بالیاں ہیں اور سات دوسری

يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ

يٰبِسٰتٍ ۙ	لَّعَلِّيْٓ	اَرْجِعُ	اِلَى	النَّاسِ	لَعَلَّهُمْ	يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾	قَالَ
خشک	تاکہ میں	لوٹ کر جاؤں	طرف	لوگوں کے	تاکہ وہ	جان لیں	کہا اس نے

خشک ، تاکہ میں یہ تعبیر لوگوں کے پاس لیجاؤں ، تاکہ انہیں بھی معلوم ہو جائے ۔ ﴿۴۶﴾ یوسف نے کہا کہ

﴿۴۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرمانروائے مصر کے ایک خواب کا ذکر کیا گیا ہے، یاد رہے کہ عزیزِ مصر اور شاہِ مصر دو الگ الگ افراد تھے، عزیزِ مصر کو آسان لفظوں میں گورنر کہہ لیجیے اور شاہِ مصر کو پورے ملک اور اس کے تمام صوبوں کا حکمران سمجھنا چاہیے، یہ خواب شاہِ مصر نے دیکھا تھا کہ سات صحت مند موٹی تازہ گایوں کو سات لاغر، کمزور اور سوکھی سڑی گائیں کھا رہی ہیں، اسی طرح سات ہری بھری، سرسبز و شاداب بالوں پر سات خشک بالیں آگئی ہیں جنہوں نے ان کی شادابی اور سبزی کو ختم کر دیا ہے، یہ خواب اپنے عدد کے اعتبار سے بھی منفرد تھا اور اپنے منظر کے اعتبار سے بھی حیران کن تھا، بادشاہ صبح بیدار ہوا تو اسے یہ خواب اچھی طرح یاد تھا، اس نے اپنے درباری معبروں کو بلا کر ان سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی، معلوم ہوتا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قید سے رہائی کے اسباب بننا شروع ہو گئے ہیں۔

﴿۴۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں شاہِ مصر کے درباری معبروں کا جواب مذکور ہے، انہیں خواب کی تعبیر سمجھ نہیں آرہی تھی، لیکن صاف لفظوں میں اپنی لاعلمی کا اقرار کرنا بھی انہیں اپنے منصب کے خلاف معلوم ہوتا تھا، اس لیے یوں بات بنا دی کہ یہ خواب نہیں ہے، صرف پریشان کن خیالات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں ہوتی، اس لیے ہم بھی ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔

﴿۴۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد آنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ آج ایک مدتِ دراز کے بعد اسے یوسف کی یاد آئی اور وہ وعدہ بھی جو اس نے یوسف سے کیا تھا، چنانچہ اس نے کہا کہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی تعبیر لا کر دے سکتا ہوں، فلاں جیل میں ایک بے گناہ آدمی قید ہے، وہ اس فن کا ماہر ہے ضرور وہ اس کی تعبیر بیان کر دے گا۔

﴿۴۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ساقی کا حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے بادشاہ کا خواب بیان کرنا مذکور ہے، اس نے جیل میں پہنچ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو "ایها الصدیق" کہہ کر مخاطب کیا اور ان سے بادشاہ کے خواب کی تعبیر دریافت کی، دراصل اس خطاب میں اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مقامِ بلند کا حوالہ دے کر ان سے اپنی بھول اور کوتاہی کی معذرت کی ہے کہ آپ تو سراپا سچائی ہیں، جو زبان سے ارشاد فرماتے ہیں، وہ ہو جاتا ہے، ہم کمزور ہیں جو اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی رعایت نہیں کر پاتے۔

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ

تَزْرَعُوْنَ	سَبْعَ	سِنِيْنَ	دَاَبًا ۚ	فَمَا	حَصَدْتُّمْ	فَذَرُوْهُ	فِيْ
تم کھیتی باڑی کروگے	سات	سال	جم کر	سو جو	تم نے کاٹا	تو چھوڑدو اسے	میں

تم سات سال تک جم کر کھیتی باڑی کروگے ، پھر تم جو کاٹو ، اُسے اُس کی بالیوں میں

سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

سُنْۢبُلِهٖٓ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّمَّا	تَاْكُلُوْنَ ﴿٤٧﴾	ثُمَّ	يَاْتِيْ	مِنْۢ	بَعْدِ	ذٰلِكَ
اس کی بالی کے	مگر	تھوڑا	اس سے جو	تم کھاتے رہو	پھر	آئیں گے	سے	پیچھے	اس کے

ہی رہنے دو ، سوائے تھوڑی سی مقدار کے جو تم کھاؤ ۔ ﴿٤٧﴾ پھر اُس کے بعد سات سخت

سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا

سَبْعٌ	شِدَادٌ	يَّاْكُلْنَ	مَا	قَدَّمْتُمْ	لَهُنَّ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّمَّا
سات	سخت	کھا جائیں گے وہ	جو کچھ	تم نے آگے بھیجا	ان کیلئے	مگر	تھوڑا	اس سے جو

سال آئیں گے ، تم نے اُن کیلئے جو کچھ رکھا ہوگا ، وہ سارا کھا جائیں گے ، سوائے تھوڑی سی مقدار کے جو تم محفوظ

تُحْصِنُوْنَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ

تُحْصِنُوْنَ ﴿٤٨﴾	ثُمَّ	يَاْتِيْ	مِنْۢ	بَعْدِ	ذٰلِكَ	عَامٌ	فِيْهِ	يُغَاثُ
تم محفوظ کرلوگے	پھر	آئیگا	سے	پیچھے	اس کے	ایک سال	اسمیں	بارش ہوگی

کر لو گے ۔ ﴿٤٨﴾ پھر اُس کے بعد ایک سال آئیگا جس میں لوگوں پر خوب

النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ

النَّاسُ	وَ	فِيْهِ	يَعْصِرُوْنَ ﴿٤٩﴾	وَ	قَالَ	الْمَلِكُ	ائْتُوْنِيْ	بِهٖ ۚ
لوگوں پر	اور	اسمیں	وہ رس نچوڑیں گے	اور	کہا	بادشاہ نے	لاؤتم میرے پاس	اسے

بارش ہوگی اور وہ اس میں رس نچوڑیں گے ۔ ﴿٤٩﴾ اور بادشاہ نے کہا کہ اُسے میرے پاس لیکرآؤ ،

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا

فَلَمَّا	جَآءَهُ	الرَّسُوْلُ	قَالَ	ارْجِعْ	اِلٰى	رَبِّكَ	فَسْـَٔلْهُ	مَا
تو جب	آیااس کے پاس	قاصد	کہااس نے	لوٹ جاتو	طرف	اپنے آقا کے	سوتو پوچھ اس سے	کیا

سو جب قاصد اُن کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ تم اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اُس سے پوچھو کہ

ع ٧
١٦

﴿٤٧﴾ ﴿٤٨﴾ ان آیتوں میں علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ نے فرمایا ہے حضرت یوسف ؑ نے تین چیزیں بیان فرمائیں تعبیر، تدبیر اور تبشیر، جب ساقی ان کے سامنے خواب بیان کر چکا تو انہوں نے اس کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ خواب میں گائے کا نظر آنا خوشحالی کی علامت ہوتا ہے جبکہ وہ صحت مند ہو اور اگر وہ لاغر ہو تو اس سے قحط سالی کی طرف اشارہ ہوتا ہے، بادشاہ نے جو سات صحت مند گائیں دیکھی ہیں، اسؑ سے خوشحالی اور رزق کی فراوانی کے سات سال مراد ہیں اور اس نے لاغر گایوں کو صحت مند گائیں کھاتے ہوئے جو دیکھا ہے، اس سے اشارہ ہے کہ فراوانی کے سات سالوں کے بعد خشک سالی اور قحط کے سات سال آئیں گے اور وہ گزشتہ سالوں کی ساری فراوانی کو کھا کر ختم کردیں گے، اس لیے قحط کے زمانے کی تنگی اور پریشانی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ خوشحالی کے سات سالوں میں گندم کا اتنا ذخیرہ جمع کر لیا جائے جو چودہ سالوں کی ضرورت کو پورا کر سکے ، اس کیلئے بڑے پیمانے پر کاشتکاری اور پھر اس کے بعد فصلوں کی خوب حفاظت کا بھی مستقل انتظام کرنے کی ضرورت ہوگی کہ گوداموں میں پڑے پڑے گندم خراب نہ ہوجائے۔ جب قحط کے یہ سات سال گزر جائیں گے، تب اگلے سال خوب بارشیں ہوں گی ، زمین اپنی پیداوار لائے گی اور خشک سالی ختم ہوکر پھر سے خوشحالی کا دور آ جائے گا اور جو لوگ انگور سے شراب کشید کرتے ہیں جیسے ان کے سامنے موجود ساقی کرتا تھا، وہ بھی بادشاہ کی خدمت کرسکیں گے۔

بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ

بَالُ	النِّسْوَةِ	الّٰتِيْ	قَطَّعْنَ	اَيْدِيَهُنَّ ؕ	اِنَّ	رَبِّيْ	بِكَيْدِهِنَّ
معاملہ	عورتوں کا	جنہوں نے	کاٹ لئے	اپنے ہاتھ	بیشک	میرا رب	ان کے مکر کو

اُن عورتوں کا کیا معاملہ تھا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے ، بیشک میرا رب ان کے داؤ سے

عَلِيْمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ

عَلِيْمٌ ۝	قَالَ	مَا	خَطْبُكُنَّ	اِذْ	رَاوَدْتُّنَّ	يُوْسُفَ	عَنْ
خوب جاننے والا	کہا اس نے	کیا	واقعہ تمہارا	جب	تم نے پھسلایا	یوسف کو	سے

خوب واقف ہے ۔ ۵۰ بادشاہ نے کہا کہ تم عورتوں کا کیا ماجرا ہے ؟ جب تم نے یوسف کو اس کی ذات کے حوالے سے

نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ

نَّفْسِهٖ ؕ	قُلْنَ	حَاشَ لِلّٰهِ	مَا	عَلِمْنَا	عَلَيْهِ	مِنْ	سُوْٓءٍ ؕ
اس کی ذات کے	کہاان عورتوں نے	اللہ کی قسم	نہیں	جانا ہم نے	اس پر	سے	کوئی برائی

پھسلانا چاہا تھا ، وہ کہنے لگیں کہ حاشاللہ ! ہمیں یوسف کے متعلق کسی برائی کا علم نہیں ہے ،

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ

قَالَتِ	امْرَاَتُ	الْعَزِيْزِ	الْـٰٔنَ	حَصْحَصَ	الْحَقُّ ۫	اَنَا	رَاوَدْتُّهٗ
کہا	بیوی نے	عزیز کی	اب	کھل گیا	حق	میں	پھسلایا میں نے اسے

عزیز کی بیوی کہنے لگی کہ اب حق کھل گیا ہے ، میں نے ہی اسے اس کی ذات کے حوالے سے

عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ

عَنْ	نَّفْسِهٖ	وَ	اِنَّهٗ	لَمِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ۝	ذٰلِكَ	لِيَعْلَمَ	اَنِّيْ	لَمْ
سے	اس کی ذات کے	اور	بیشک وہ	البتہ سے	سچوں کے	وہ	تاکہ جان لے وہ	کہ بیشک میں	نہیں

پھسلانا چاہا تھا ،اور بیشک وہی سچا ہے ۔ ۵۱ یہ اس لئے تا کہ اُسے معلوم ہو جائے کہ میں نے

اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝

اَخُنْهُ	بِالْغَيْبِ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَهْدِيْ	كَيْدَ	الْخَآئِنِيْنَ ۝
خیانت کی میں نے اس کی	پیٹھ پیچھے	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	نہیں	چلنے دیتا	فریب	خیانت کرنے والوں کا

پیٹھ پیچھے اُس سے خیانت نہیں کی ، اور یہ کہ اللہ خیانت کرنے والوں کا فریب نہیں چلنے دیتا ۔ ۵۲

۵۰ اس آیت مبارکہ میں بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس بلانے اور ان کے انکار کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بات پر اصرار فرمایا کہ پہلے ان عورتوں کے واقعے کی تحقیق ہونی چاہیے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، انہوں نے اپنے ہاتھ کیوں کاٹے تھے؟ پاک دامن کون تھا؟ کس نے دوسرے کی عصمت سے کھیلنے کی کوشش کی تھی؟ کس نے بے گناہ کو جیل میں بھجوایا تھا؟ کیا وہ جرم ثابت ہو سکا جس کا الزام لگا کر ایک بے گناہ کو جیل میں بھیجا گیا؟ اسے کوڑے مارے گئے؟ اور سالہا سال اسے جیل میں پڑے رہنے کیلئے چھوڑ دیا گیا؟ جب تک اس کی تحقیق نہ ہو، میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔

۵۱ اس آیت مبارکہ میں بادشاہ کا مذکورہ واقعے کی تحقیق کروانے کا ذکر کیا گیا ہے، جب اس نے حسینانِ مصر کو اکٹھا کیا اور ان سے تفتیش کی تو تمام عورتوں نے اعتراف جرم کر لیا کہ ہم نے ہی یوسف کو پھسلانے کی کوشش کی تھی، ورنہ یوسف میں کوئی برائی نہ تھی، آخر میں عزیز کی بیوی زلیخا نے بھی حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ یوسف پاکدامن ہیں، غلطی میری ہے، میں نے انہیں غلط راستے پر ڈالنے اور ان سے اپنی خواہش ناجائز طریقے سے پوری کرنے کی کوشش کی تھی جس میں مجھے کامیابی نہیں ہوئی اور یوسف میرے دام فریب سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، گویا ان کی نظر بندی، قید اور جیل میں بھیجا جانا سب غلط تھا، ایک بے گناہ کو بے قصور جیل بھیجا گیا اور اسے میری ہوس پوری نہ کرنے کی سزا ملی، اس اعتراف نے حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت عوام الناس اور بادشاہ کے سامنے روز روشن کی طرح واضح کر دی اور حق آشکارا ہو گیا۔

۵۲ اس آیت مبارکہ کی تفسیر دو طرح کی گئی ہے، بعض حضرات نے اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا مقولہ قرار دیا ہے کہ انہوں نے جیل سے نکلنے سے انکار اور مذکورہ واقعے کی تحقیق پر اصرار اس لیے کیا کہ عزیز مصر کو یقین ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی عزت اور ناموس پر ڈاکہ ڈالنے اور خیانت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ خیانت کرنے والے کا مکروہ فریب ایک نہ ایک دن کھل ہی جاتا ہے، جبکہ بعض مفسرین نے اسے زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے کہ اگرچہ حقیقت یہی ہے کہ میں نے یوسف کو بہکانے کی کوشش کی تھی لیکن اس سے آگے کچھ نہیں ہوا تھا، اگر اس سے آگے کچھ ہوا ہوتا تو وہ بھی آج دنیا کے سامنے آجاتا، عزیز مصر یعنی میرے شوہر کو یقین کر لینا چاہیے کہ اس کی عصمت میں اس کی غیر موجودگی میں کوئی خیانت نہیں ہوئی ہے، جہاں تک تعلق ہے خیانت کرنے والوں کا تو ان کا مکر و فریب چلنے نہیں پاتا، اس کا راز فاش ہو کر ہی رہتا ہے، اس عاجز کی رائے یہ ہے کہ یہ مقولہ زلیخا کا ہے اس کی وجہ اگلی آیت کے ذیل میں بیان ہوگی۔ انشاء اللہ

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ

وَ	مَآ	اُبَرِّئُ	نَفۡسِیۡ	اِنَّ	النَّفۡسَ	لَاَمَّارَةٌ	بِالسُّوۡٓءِ	اِلَّا	مَا	رَحِمَ	رَبِّیۡ
اور	نہیں	بری کرتی میں	اپنے نفس کو	بیشک	نفس	البتہ حکم دینے والا	برائی کا	مگر	وہ جو	رحم کردے	میرا رب

اور میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتی کیونکہ نفس تو انسان کو برائی کا حکم دیتا ہی ہے، سوائے اُس کے جس پر میرا رب رحم کر دے،

اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾ وَ قَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡهُ

اِنَّ	رَبِّیۡ	غَفُوۡرٌ	رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾	وَ	قَالَ	الۡمَلِکُ	ائۡتُوۡنِیۡ	بِہٖۤ	اَسۡتَخۡلِصۡهُ
بیشک	میرا رب	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	کہا	بادشاہ نے	لاؤ تم میرے پاس	اسے	خالص کرلوں اسے

بیشک میرا رب بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ [۵۳] اور بادشاہ نے کہا کہ اُسے میرے پاس لے آؤ، تاکہ میں اسے خاص اپنے لئے ہی

لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ

لِنَفۡسِیۡ	فَلَمَّا	کَلَّمَهٗ	قَالَ	اِنَّکَ	الۡیَوۡمَ	لَدَیۡنَا	مَکِیۡنٌ	اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾	قَالَ
اپنی ذات کیلئے	سو جب	اس نے بات کی اس سے	کہا	بیشک تو	آج کے دن	ہمارے پاس	باعزت	معتبر	کہا اس نے

مقرر کرلوں، پھر جب اُن سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ آج آپ ہمارے یہاں باعزت، معتبر ہیں۔ [۵۴] یوسف نے کہا

اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾ وَ کَذٰلِکَ

اجۡعَلۡنِیۡ	عَلٰی	خَزَآئِنِ	الۡاَرۡضِ	اِنِّیۡ	حَفِیۡظٌ	عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾	وَ	کَذٰلِکَ
مقرر کردے مجھے	پر	خزانوں کے	زمین کے	بیشک میں	خوب نگہبان	جاننے والا	اور	اسی طرح

کہ مجھے ملک کے خزانوں کی ذمہ داری پر مقرر کر دیجئے، کیونکہ میں خوب نگہبانی کرنے والا، جاننے والا ہوں۔ [۵۵] اِس طرح

مَکَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡهَا حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیۡبُ

مَکَّنَّا	لِیُوۡسُفَ	فِی	الۡاَرۡضِ	یَتَبَوَّاُ	مِنۡهَا	حَیۡثُ	یَشَآءُ	نُصِیۡبُ
ہم نے ٹھکانہ دیا	یوسف کو	بیچ	زمین کے	وہ ٹھکانہ پکڑتا تھا	اس سے	جہاں	چاہتا وہ	ہم پہنچادیتے ہیں

ہم نے یوسف کو اُس ملک میں ٹھکانہ دیا، وہ اس میں جہاں چاہتے ٹھکانہ حاصل کر سکتے تھے، ہم اپنی رحمت

بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَاَجۡرُ

بِرَحۡمَتِنَا	مَنۡ	نَّشَآءُ	وَ	لَا	نُضِیۡعُ	اَجۡرَ	الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾	وَلَاَجۡرُ
اپنی رحمت سے	جسے	ہم چاہتے ہیں	اور	نہیں	ضائع کرتے ہم	ثواب	نیکوکاروں کا	اور البتہ ثواب

جسے چاہتے ہیں پہنچا دیتے ہیں، اور ہم نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔ [۵۶] اور آخرت کا

[۵۳] اس آیت مبارکہ کے ترجمے سے قاری کو اندازہ ہوسکتا ہے کہ مترجم کے نزدیک یہ زلیخا کا مقولہ ہے، جس وقت اس نے شاہِ مصر کے دربار میں حقیقت کا اعتراف کیا تو ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں اپنے آپ کو گناہوں سے معصوم اور پاک صاف قرار نہیں دیتی، میں یہ نہیں کہتی کہ میں بالکل معصوم ہوں، اس لیے کہ میرے ساتھ بھی نفس اور شیطان لگا ہوا ہے اور انسان کا نفس اسے گناہ کی ترغیب دیتا رہتا ہے، اس لیے مجھ سے جتنی غلطی ہوئی ہے، میں نے اس کا اعتراف کرلیا ہے لیکن اس سے آگے کچھ نہیں ہے، میں نے عزیز مصر کی آبرو میں خیانت نہیں کی ہے، رہی یہ بات کہ یوسف کے نفس نے اسے گناہ کی ترغیب کیوں نہ دی جبکہ اس پر عمل کرنے میں اس کیلئے تو کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یوسف پروردگار عالم کی رحمتوں کے سائے میں تھا اور جس پر اس کی رحمت ہو، وہ نفس اور شیطان کے شر سے بچ جاتا ہے، یہ توجیہ اس لیے کی گئی ہے کہ پیچھے سے زلیخا کا مقولہ چلا آرہا ہے اور درمیان میں کسی دوسرے قائل کا ذکر بھی نہیں آیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ساری گفتگو حضرت یوسف علیہ السلام کی غیر موجودگی میں ہوئی تھی، جبکہ وہ ابھی جیل میں ہی تھے اور سیاق و سباق میں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ہے جو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کی موجودگی ثابت کرتا ہو، تیسری وجہ اس جملے کا سیاق و سباق ہے، اس سے پہلے "وقال الملك ائتونی به" آیا ہے کہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس بلانے کا حکم دیا، پھر اس جملے کے بعد دوبارہ "وقال الملك ائتونی به" آیا ہے، یہ اس بات کی نہایت قوی دلیل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام وہاں ہرگز موجود نہ تھے، بادشاہ اور زنانِ مصر کے درمیان مکالمہ جاری تھا، زنانِ مصر کے بعد زلیخا اپنے اور یوسف کے متعلق اصل حقائق بیان کر رہی تھی اور یہ جملہ بھی اسی نے بولا تھا، یہی رائے امام رازیؒ، ابن کثیرؒ، ابن تیمیہؒ اور ابوحیانؒ کی بھی ہے، جبکہ دیگر حضرات نے اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا مقولہ قرار دیا ہے اور اس کا ترجمہ مذکر کے صیغے کے ساتھ کیا ہے، ان کے نزدیک گزشتہ آیت بھی حضرت یوسف علیہ السلام کا مقولہ ہے، آیت کے الفاظ میں معنوں کی گنجائش موجود ہے، اس عاجز کے نزدیک پہلی رائے زیادہ راجح ہے اسی لیے ترجمے میں اس کو اختیار کیا ہے۔ (واللہ اعلم) [۵۴] اس آیت مبارکہ میں شاہِ مصر کا حضرت یوسف علیہ السلام کو مکمل عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس بلانے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہ جب وہ شاہِ مصر کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں نہایت عزت دی اور اپنا مشیر خاص مقرر کیا۔ [۵۵] اس آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا خود کو وزارتِ خزانہ کا ذمہ دار مقرر کرنے کیلئے پیش کرنا مذکور ہے اور یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سلسلے میں بادشاہ کو دو اہم صفتوں یا خوبیوں کی طرف توجہ دلائی، ایک یہ کہ وزیر خزانہ کو محافظ ہونا چاہیے، نہ کہ مالک اور دوسری یہ کہ اسے اس شعبے کی نزاکتوں، باریکیوں اور تقاضوں کا بخوبی علم ہونا چاہیے اور الحمدللہ مجھ میں یہ دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں اس لیے میں خود کو اس منصب کیلئے پیش کرتا ہوں، تاکہ آنے والے ایام میں مصر کو قحط کے جو سات سال درپیش ہیں، ان کیلئے وسیع پیمانے پر تیاری کی جاسکے اور خلق خدا کی نفع رسانی کیلئے ابھی سے تدبیر شروع کی جاسکے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دیانت داری سے خود کو کسی منصب کا اہل سمجھتا ہو اور کوئی دوسرا شخص اس منصب کے تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز ہو تو اس کیلئے خود کو پیش کرنا جائز ہے، ورنہ نہیں، چنانچہ شاہِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پیشکش کو نہ صرف قبول کیا بلکہ انہیں اس سے بھی بڑھ کر عزیزِ مصر مقرر کردیا، اور انہیں قحط سے نمٹنے کیلئے تمام وسائل اختیار کرنے =

الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝٥٧ وَجَآءَ اِخْوَةُ

الْاٰخِرَةِ	خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	كَانُوْا	يَتَّقُوْنَ ۝٥٧	وَجَآءَ	اِخْوَةُ
آخرت کا	زیادہ بہتر	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے	اور	تھے وہ	ڈرتے رہے	اور آئے	بھائی

اجر اُن لوگوں کیلئے زیادہ بہتر ہے جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ ۝٥٧ اور یوسف کے بھائی

يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝٥٨ وَلَمَّا

يُوْسُفَ	فَدَخَلُوْا	عَلَيْهِ	فَعَرَفَهُمْ	وَ	هُمْ	لَهٗ	مُنْكِرُوْنَ ۝٥٨	وَ	لَمَّا
یوسف کے	سو داخل ہوئے وہ	اس پر	تو اس نے پہچان لیا انہیں	اور	وہ	اسے	نہ پہچاننے والے	اور	جب

آئے تو اُن کے یہاں داخل ہوئے ، یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ یوسف کو نہ پہچان سکے۔ ۝٥٨ اور جب

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ

جَهَّزَهُمْ	بِجَهَازِهِمْ	قَالَ	ائْتُوْنِيْ	بِاَخٍ	لَّكُمْ	مِّنْ	اَبِيْكُمْ ۚ	اَلَا	تَرَوْنَ
تیار کر دیا اس نے انہیں	ان کا سامان	کہا اس نے	لاؤ تم میرے پاس	بھائی کو	اپنے	سے	اپنے باپ کے	کیا نہیں	دیکھتے تم

اُن کا سب سامان تیار کر دیا تو کہا کہ اپنے باپ شریک بھائی کو بھی میرے پاس لیکر آنا ، کیا تم دیکھتے نہیں

اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝٥٩ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ

اَنِّيْٓ	اُوْفِي	الْكَيْلَ	وَ	اَنَا	خَيْرُ	الْمُنْزِلِيْنَ ۝٥٩	فَاِنْ	لَّمْ	تَاْتُوْنِيْ	بِهٖ	فَلَا	كَيْلَ
کہ بیشک میں	پورا دیتا ہوں	ماپ	اور	میں	سب سے بہتر	مہمان نوازی کرنے والا	سو اگر	نہ	تم لاؤ میرے پاس	اسے	تو نہیں	کوئی ماپ

کہ میں پورا پورا ماپ دیتا ہوں، اور میں سب سے بہترین مہمان نوازی کرنے والا ہوں۔ ۝٥٩ سو اگر تم اُسے میرے پاس نہ لائے تو میرے پاس

لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝٦٠ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا

لَكُمْ	عِنْدِيْ	وَ	لَا	تَقْرَبُوْنِ ۝٦٠	قَالُوْا	سَنُرَاوِدُ	عَنْهُ	اَبَاهُ	وَاِنَّا
تمہارے لئے	میرے پاس	اور	مت	قریب آنا تم میرے	کہنے لگے وہ	عنقریب ہم خواہش کریں گے	اس کی	اس کے باپ سے	اور بیشک ہم

تمہارے لئے کوئی ماپ نہیں ہے اور تم میرے قریب بھی مت آنا۔ ۝٦٠ وہ کہنے لگے کہ ہم اُس کے والد سے اس کی خواہش کریں گے اور ہم

لَفٰعِلُوْنَ ۝٦١ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ

لَفٰعِلُوْنَ ۝٦١	وَ	قَالَ	لِفِتْيٰنِهِ	اجْعَلُوْا	بِضَاعَتَهُمْ	فِيْ	رِحَالِهِمْ	لَعَلَّهُمْ
البتہ کرنے والے	اور	کہا اس نے	اپنے جوانوں سے	رکھ دو تم	ان کی پونجی	بیچ	ان کے سامان کے	تا کہ وہ

یہ کام کر کے رہیں گے۔ ۝٦١ اور یوسف نے اپنے جوانوں سے کہہ دیا کہ اِن کی پونجی بھی اِن کے سامان میں ہی رکھ دو ، تا کہ

ع ۸ / ۷ / ۱

= کی مکمل اجازت دیدی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے نہایت اخلاص، ہنر مندی اور کامل مہارت کے ساتھ گندم ذخیرہ کرنے کیلئے ہر پہلو سے کام شروع کروادیا۔ ۝٥٦ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ نے اپنی لطیف تدبیر کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ اس کی تدبیر ہے کہ یوسف کو ملک مصر پہنچایا، شاہی نظام دکھایا، جیل کے قیدیوں کی حالتِ زار دکھائی اور کچھ ہی عرصے میں کنعان سے آئے ہوئے ایک نو وارد اجنبی کو عزیز مصر بنا دیا، شاہِ مصر بھی ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا، بعض روایات کے مطابق وہ مسلمان بھی ہوگیا تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے شرک و بت پرستی کی تمام علامات کو مٹادیا تھا اور ملکِ مصر کا سرکاری مذہب اسلام کو قرار دیا تھا، اس نے اپنی بیٹی "آسناد" کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کردیا تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد بھی عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمتیں نازل کر دیتا ہے اور وہ کسی کی نیکی اور اس کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ۝٥٧ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان اور تقویٰ والوں کیلئے آخرت کے اجر و ثواب کو سب سے بہترین قرار دیا گیا ہے، مطلب یہ کہ دنیا میں بھی انسان کو اس کی نیکی کا بدلہ ملتا ہے لیکن چونکہ وہ دائمی اور پائیدار نہیں ہوتا، اس لیے اس کے مقابلے میں آخرت کا بدلہ زیادہ بہتر ہے جو دائمی اور پائیدار ہے، وہ کبھی ختم نہ ہوگا، اس لیے اگر دنیا میں نیکی کا بدلہ نہ بھی ملے یا توقع کے مطابق ظاہر نہ ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، آخرت میں کوئی کمی نہ ہوگی اور بدلہ بھی توقع سے بڑھ کر ہوگا۔ ۝٥٨ اس آیتِ مبارکہ میں غلے اور گندم کے حصول کیلئے برادرانِ یوسف کا ملکِ مصر آنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا انہیں پہچان لینا مذکور ہے، دراصل شاہِ مصر کے خواب کے مطابق جب قحط سالی شروع ہوئی تو اس سے نہ صرف یہ کہ پورا ملک مصر بلکہ آس پاس کے تمام علاقے بھی متاثر ہوئے، ان متاثرہ علاقوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کا آبائی علاقہ بھی شامل تھا، ان لوگوں نے جب سنا کہ مصر میں گندم دستیاب ہے اور بآسانی مل رہی ہے تو وہ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجازت لیکر ملک مصر آئے، اتفاق سے حضرت یوسف علیہ السلام بھی نگرانی کے سلسلے میں وہاں آئے ہوئے تھے، انہوں نے دیکھتے ہی اپنے بھائیوں کو پہچان لیا، انہیں اپنے ساتھ لے گئے اور ان کی خوب مہمان نوازی کی لیکن اپنا تعارف نہ کروایا۔ ۝٥٩ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا آنے والے برادران کو اپنے باپ شریک بھائی بنیامین کو بھی اگلی مرتبہ اپنے ساتھ لانے کا حکم دینا مذکور ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے اس حکم کی بنیاد برادران کا اپنا پیش کردہ تعارف تھا، اس تعارف میں انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بتایا کہ ہمارا ایک باپ شریک بھائی اور بھی ہے، جسے ہمارے والد صاحب خود سے کبھی جدا نہیں کرتے، اگر مہربانی کریں تو اس کے حصے کا غلہ بھی ہمیں دیدیں، اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی غائب شخص کا حصہ دینا ضابطے کے خلاف ہے، اس لیے اگر تم مزید غلہ چاہتے ہو تو اگلی مرتبہ اسے بھی اپنے ساتھ لیتے آنا، میری مہمان نوازی اور ماپ میں پورا انصاف تم دیکھ ہی چکے ہو، اگلی مرتبہ بھی یہی حسن اخلاق اور انصاف دیکھو گے۔ ۝٦٠ اس آیتِ مبارکہ میں بنیامین کو اپنے ساتھ نہ لانے پر غلہ نہ دینے کی دھمکی مذکور ہے، اس لیے کہ اگر تم لوگ بنیامین کو ساتھ نہ لائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تمہارا کوئی اور بھائی نہیں ہے، تم محض جھوٹ بول کر اضافی غلہ حاصل کرنا چاہتے ہو، لہٰذا ایسی صورت میں نہ صرف یہ کہ تمہیں غلہ نہیں ملے گا، بلکہ ہمارے قریب آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی، مہمان نوازی تو دور کی بات ہے۔ ۝٦١ اس آیتِ مبارکہ میں برادران یوسف کا حضرت یوسف علیہ السلام کو یقین =

يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا

يَعْرِفُوْنَهَآ	اِذَا	انْقَلَبُوْٓا	اِلٰٓى	اَهْلِهِمْ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ﴿۶۲﴾	فَلَمَّا	رَجَعُوْٓا
پہچان لیں اسے	جب	وہ پلٹ کر جائیں	طرف	اپنے گھروالوں کے	شاید کہ وہ	لوٹ کر آئیں	سو جب	وہ لوٹ کر گئے

جب یہ اپنے گھر پہنچ جائیں تو اسے پہچان لیں ، شاید یہ دوبارہ بھی آجائیں ۔ ﴿۶۲﴾ چنانچہ جب وہ اپنے والد کے

اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا

اِلٰٓى	اَبِيْهِمْ	قَالُوْا	يٰٓاَبَانَا	مُنِعَ	مِنَّا	الْكَيْلُ	فَاَرْسِلْ	مَعَنَآ	اَخَانَا
طرف	اپنے باپ کے	کہنے لگے	اے ہمارے باپ	روک دیا گیا	ہم سے	ماپ کو	سو بھیج دیجئے تو	ہمارے ساتھ	ہمارے بھائی کو

پاس پہنچے تو کہنے لگے کہ ابا جان ! ہم سے ماپ کو روک لیا گیا ہے ، اس لئے آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے

نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ

نَكْتَلْ	وَاِنَّا	لَهٗ	لَحٰفِظُوْنَ﴿۶۳﴾	قَالَ	هَلْ	اٰمَنُكُمْ	عَلَيْهِ	اِلَّا	كَمَآ	اَمِنْتُكُمْ
ماپ کرلائیں گے ہم	اور بیشک ہم	اس کیلئے	البتہ حفاظت کرنے والے	کہا اس نے	کیا	اعتماد کرلوں تم پر	اس پر	مگر	جیسا کہ	اعتماد کیا تم پر

تا کہ ہم ماپ کرلاسکیں اور ہم اس کی حفاظت کریں گے ۔ ﴿۶۳﴾ انہوں نے کہا کہ کیا میں اس کے معالے میں تم پر اسی طرح اعتماد کرلوں جیسے اس سے پہلے

عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ

عَلٰٓى	اَخِيْهِ	مِنْ	قَبْلُ ۭ	فَاللّٰهُ	خَيْرٌ	حٰفِظًا ۠	وَ	هُوَ	اَرْحَمُ
پر	اس کے بھائی کے	سے	پہلے	تو اللہ	بہترین	حفاظت کرنے والا	اور	وہ	سب سے زیادہ رحم کرنے والا

اس کے بھائی کے معالے میں تم پر اعتماد کیا تھا؟ سو اللہ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے بڑھ کر

الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ

الرّٰحِمِيْنَ﴿۶۴﴾	وَ	لَمَّا	فَتَحُوْا	مَتَاعَهُمْ	وَجَدُوْا	بِضَاعَتَهُمْ	رُدَّتْ
رحم کرنے والوں میں	اور	جب	کھولا انہوں نے	اپنا سامان	پایا انہوں نے	اپنی پونجی کو	لوٹا دی گئی

رحم فرمانے والا ہے ۔ ﴿۶۴﴾ اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ اُن کی پونجی انہیں واپس

اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ

اِلَيْهِمْ ۭ	قَالُوْا	يٰٓاَبَانَا	مَا	نَبْغِيْ ۭ	هٰذِهٖ	بِضَاعَتُنَا	رُدَّتْ	اِلَيْنَا ۚ	وَنَمِيْرُ
ان کیطرف	کہا انہوں نے	اے ہمارے باپ	کیا	چاہتے ہیں ہم	یہ	ہماری پونجی	لوٹا دی گئی	ہماری طرف	اور رسد لائیں گے ہم

لوٹا دی گئی ہے ، وہ کہنے لگے کہ ابا جان ! اور کیا چاہئے ، یہ ہماری پونجی بھی ہمیں لوٹا دی گئی ہے ، ہم اپنے گھر والوں کیلئے

=دہانی کروانا مذکور ہے کہ ہم اسے اپنے ساتھ لانے کی بھرپور کوشش کریں گے، امید ہے کہ والد صاحب کو اس پر راضی کرلیں گے اور وہ اسے ہمارے ساتھ بھیجنے پر رضا مند ہو جائیں گے۔

﴿۶۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بھائیوں کے سامان میں ان کی دی ہوئی غلے کی قیمت واپس رکھوانے کا ذکر کیا گیا ہے، دراصل حضرت یوسف علیہ السلام کے کچھ قریبی قابل اعتماد ساتھی تھے جو اس سارے معاملے میں ان کے معاون اور شریک تھے ، حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جب ان کا سامان باندھنے لگو تو ان کی دی ہوئی قیمت انہی کے سامان میں رکھ دینا ، جب یہ لوگ گھر جا کر اپنا سامان کھولیں گے اور اس میں اپنی دی ہوئی قیمت واپس پائیں گے تو امید ہے کہ دوبارہ ضرور آئیں گے، یا تو قیمت لوٹانے کیلئے ، یا پھر عزیز مصر کی سخاوت اور کرم نوازی سے دوبارہ فیض یاب ہونے کیلئے ، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

﴿۶۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادران یوسف کا کنعان پہنچ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے پوری تفصیل بیان کرنا مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر مزید غلہ درکار ہو تو اس کیلئے بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجنا ضروری ہے، اس کے بغیر ہمیں بھی غلہ نہیں ملے گا اور اس کی موجودگی میں ہمیں بھی مل جائے گا اور اسے بھی مل جائے گا ، جہاں تک تعلق ہے اس کی حفاظت اور خبر گیری کا تو اُس کے ہم ذمہ دار ہیں، آپ مطمئن رہیں۔

﴿۶۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا برادران یوسف کی حفاظت پر بے اطمینانی اور حق تعالیٰ کی حفاظت پر اطمینان کا اظہار مذکور ہے، ایسا ہونا بدیہی ہے کیونکہ ایک پیغمبر اللہ کے علاوہ کسی کی حفاظت پر اعتماد نہیں کرتا، یوں بھی برادران یوسف اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملے میں ایسا ہی وعدہ کر کے اسے توڑ چکے تھے اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام ان پر کسی صورت بھی اعتماد کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔

اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ

اَهْلَنَا	وَنَحْفَظُ	اَخَانَا	وَنَزْدَادُ	كَيْلَ	بَعِيْرٍ ؕ	ذٰلِكَ	كَيْلٌ	يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾	قَالَ
اپنے گھر والوں کیلئے	اور حفاظت کریں گے	اپنے بھائی کی	اور زیادہ لائیں گے	ماپ	ایک اونٹ کا	وہ	ماپ	آسان	کہا اس نے

رسد لائیں گے، اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا اضافی ماپ حاصل کریں گے، یہ تو بڑا آسان ماپ ہے۔ ﴿٦٥﴾ انہوں نے کہا کہ

لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ

لَنْ	اُرْسِلَهٗ	مَعَكُمْ	حَتّٰى	تُؤْتُوْنِ	مَوْثِقًا	مِّنَ	اللّٰهِ	لَتَاْتُنَّنِيْ	بِهٖٓ	اِلَّآ
ہرگز نہیں	بھیجوں گا میں اسے	تمہارے ساتھ	یہاں تک کہ	تم لاؤ میرے پاس	مضبوط عہد	سے	اللہ کے	البتہ تم ضرور لاؤ گے میرے پاس	اسے	مگر

میں تو اسے تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ تم مجھ سے اللہ کے نام پر عہد کرو کہ تم اسے میرے پاس واپس ضرور لاؤ گے، مگر یہ کہ

اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ

اَنْ	يُّحَاطَ	بِكُمْ ۚ	فَلَمَّآ	اٰتَوْهُ	مَوْثِقَهُمْ	قَالَ	اللّٰهُ	عَلٰى	مَا	نَقُوْلُ
یہ کہ	گھیر لیا جائے	تمہیں	سو جب	دیا انہوں نے اسے	مضبوط عہد اپنا	کہا اس نے	اللہ	پر	اس کے جو	ہم کہہ رہے ہیں

تم سب ہی گھر جاؤ، پھر جب اُن سب نے پختہ عہد کیا تو اُنہوں نے کہا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں، اس پر اللہ

وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ

وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾	وَقَالَ	يٰبَنِيَّ	لَا	تَدْخُلُوْا	مِنْۢ	بَابٍ	وَّاحِدٍ	وَّادْخُلُوْا	مِنْ
ذمہ دار	اور کہا اس نے	اے میرے بیٹو	مت	داخل ہو تم	سے	دروازے کے	ایک	اور داخل ہو تم	سے

نگہبان ہے۔ ﴿٦٦﴾ اور کہا کہ اے میرے بیٹو! ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا، متفرق دروازوں سے

اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ

اَبْوَابٍ	مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ	وَ	مَآ	اُغْنِيْ	عَنْكُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	مِنْ	شَيْءٍ ؕ	اِنِ
دروازوں کے	جدا جدا	اور	نہیں	کام آسکتا میں	تم سے	سے	اللہ کے	سے	کسی چیز کے	نہیں

داخل ہونا، اور میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتا، حکم

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾

اَلْحُكْمُ	اِلَّا	لِلّٰهِ ؕ	عَلَيْهِ	تَوَكَّلْتُ ۚ	وَعَلَيْهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾
فیصلہ	مگر	اللہ کیلئے	اس پر	میں نے بھروسہ کیا	اور اس پر	بھروسہ کرنا چاہئے	بھروسہ کرنے والوں کو

تو اللہ ہی کا چلتا ہے، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔ ﴿٦٧﴾

﴿٦٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا اپنا سامان کھولنے اور اپنی رقم سامان میں واپس دیکھنے پر خوش ہونے کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان کا معاملہ اس طرح ہو گیا کہ ہینگ لگی نہ پھٹکری اور رنگ چڑھ گیا چوکھا، چنانچہ انہوں نے خوشی کے جذبات میں والد صاحب کو اطلاع دی کہ عزیزِ مصر ہمارے حق میں فرشتہ ثابت ہوا ہے اس نے ہماری مہمان نوازی کی، غلہ دیا اور آئندہ مزید دینے کا وعدہ کیا اور ہماری دی ہوئی قیمت بھی غیر محسوس طریقے سے واپس لوٹا دی، اب ہمیں اور کیا چاہئے، اب آپ بھی ہمارے ساتھ بنیامین کو بھیج دیجئے، تاکہ ہم مزید غلہ لا سکیں، اتنی آسانی سے غلہ کسے ملتا ہے؟

﴿٦٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ظاہری اسباب اختیار کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ تم اس بات پر پختہ قسمیں کھا کر مجھ سے وعدہ کرو کہ تم بنیامین کو جس طرح لیکر جا رہے ہو، اسی طرح صحیح سلامت واپس لیکر بھی آؤ گے، البتہ اگر تم سب ہی کسی آزمائش میں گھر جاؤ تو الگ بات ہے، ان لوگوں نے خوب عہد و پیمان کیے اور مؤکد قسمیں کھا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو اطمینان دلایا، تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس پر "اللہ علی ما نقول وکیل" کی مہر لگائی تاکہ معاہدہ مکمل اور پختہ ہو جائے۔

﴿٦٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں کو مصر میں داخلے کے وقت ایک حفاظتی تدبیر سمجھانا مذکور ہے، ممکن ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اندازہ ہو گیا ہو کہ عزیزِ مصر ان کے بیٹوں کا انتظار ضرور کرے گا، ان لوگوں کو ایک ایک دو دو کر کے مصر میں داخل ہونا چاہیے، تاکہ اگر کوئی حاسد ان کے انتظار میں بیٹھا ہو تو ان سب کو ایک ساتھ نہ دیکھ کر اسے مایوسی ہو اور وہ اپنے ارادے سے باز آجائے، اس لیے یہ ہدایت دی کہ متفرق دروازوں سے مصر میں داخل ہونا، ورنہ عام حالات میں اجتماعیت کی ترغیب دی جاتی ہے، اس کا ایک منشا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کسی پر کوئی آفت آجائے تو دوسرے اس سے محفوظ رہیں اور اپنے آفت میں مبتلا بھائی کو بچانے کیلئے تگ و دو کر سکیں، یہ ایک ظاہری تدبیر ہے، ورنہ حکم اللہ ہی کا چلتا ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور ہر بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ

وَ	لَمَّا	دَخَلُوْا	مِنْ	حَيْثُ	اَمَرَهُمْ	اَبُوْهُمْ ؕ	مَا	كَانَ	يُغْنِيْ	عَنْهُمْ	مِّنَ
اور	جب	داخل ہوئے وہ	سے	جہاں	حکم دیا انہیں	ان کے باپ نے	نہیں	تھا وہ	کام آسکتا	ان کے	سے

اور جب وہ اُس طرح داخل ہوئے جیسے اُن کے والد نے انہیں حکم دیا تھا ، وہ اللہ کے سامنے اُن کے کچھ بھی کام

اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ

اللّٰهِ	مِنْ	شَیْءٍ	اِلَّا	حَاجَةً	فِیْ	نَفْسِ	یَعْقُوْبَ	قَضٰىهَا ؕ	وَ	اِنَّهٗ
اللہ کے	سے	کچھ بھی	مگر	ضرورت	بیچ	دل کے	یعقوب کے	پوری کرلی اس نے	اور	بیشک وہ

تو نہ آسکتے تھے البتہ یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی جو انہوں نے پوری کرلی ، اور وہ

لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ ع وَلَمَّا دَخَلُوْا

لَذُوْ عِلْمٍ	لِمَا	عَلَّمْنٰهُ	وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	یَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾	وَ	لَمَّا	دَخَلُوْا
البتہ علم والا	اس کا جو	علم دیا ہم نے اسے	اور	لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	جانتے	اور	جب	داخل ہوئے وہ

علم والے تھے جو ہم نے انہیں سکھایا تھا ، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ۔ ﴿٦٨﴾ اور جب وہ یوسف کے

عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا

عَلٰى	یُوْسُفَ	اٰوٰى	اِلَیْهِ	اَخَاهُ	قَالَ	اِنِّیْ	اَنَا	اَخُوْكَ	فَلَا	تَبْتَىٕسْ	بِمَا
پر	یوسف کے	ٹھکانہ دیا اس نے	اپنی طرف	اپنے بھائی کو	کہا اس نے	بیشک میں	میں	تیرا بھائی	سو نہ	غمگین ہو	اس سے جو

یہاں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے یہاں ٹھکانہ دیا ، اور کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں ، سو تم اُن کاموں سے غمگین نہ ہو جو

كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ

كَانُوْا	یَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾	فَلَمَّا	جَهَّزَهُمْ	بِجَهَازِهِمْ	جَعَلَ	السِّقَایَةَ	فِیْ
تھے وہ	کرتے رہے	سو جب	اس نے تیار کردیا انہیں	ان کا سامان	رکھ دیا	پینے کا پیالہ	بیچ

یہ لوگ کرتے رہے ہیں ۔ ﴿٦٩﴾ پھر جب اُن کا سامان تیار کروا دیا تو یوسف نے اپنے بھائی کے سامان میں پانی پینے کا

رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا

رَحْلِ	اَخِیْهِ	ثُمَّ	اَذَّنَ	مُؤَذِّنٌ	اَیَّتُهَا	الْعِیْرُ	اِنَّكُمْ	لَسٰرِقُوْنَ ﴿٧٠﴾	قَالُوْا
سامان کے	اپنے بھائی کے	پھر	آواز دی	ایک پکارنے والے نے	اے	قافلے والو	بیشک تم	البتہ چور ہو	کہا انہوں نے

پیالہ رکھ دیا ، پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلے والو! تم تو چور ہو۔ ﴿٧٠﴾ انہوں نے اُن کی

﴿٦٨﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو صاحب علم قرار دیکر اس بات پر ان کی تعریف کی گئی ہے کہ انہوں نے تدبیر سے کام لیا، عقل مند انسان کا یہی کام ہے کہ وہ اپنی تدبیر اختیار کرلے اور اللہ کی تقدیر پر بھروسہ کرلے، اس طرح اس کی تدبیر سے تقدیر تو نہیں ٹلتی، لیکن انسان کو یہ تسلی ضرور رہتی ہے کہ میں نے اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق اسباب اختیار کر لیے تھے، جہاں تک تعلق ہے ان کے نتائج کا تو وہ اللہ کے حوالے ہیں اور وہ اپنے بندوں کے احوال سے بخوبی واقف ہے، سو وہ بہترین نتیجہ ظاہر فرماتا ہے۔

ع ٨ ١١ ٢

﴿٦٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا خود کو بنیامین کے سامنے ظاہر کردینے کا ذکر ہوا ہے، غالباً اُس وقت مصلحت یہی تھی کہ سب کے سامنے خود کو ظاہر نہ کریں، البتہ بنیامین کو تسلی دینے میں کوئی حرج نہیں تھا، اس لیے تنہائی میں اسے اپنا تعارف کروا دیا اور اسے تاکید کردی کہ ابھی اس بات کو راز ہی رہنے دے اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کرے۔

﴿٧٠﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیرِ لطیف کا ذکر کیا گیا ہے، جو انہوں نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روکنے کیلئے کی تھی، اس کیلئے انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک معروف ضابطے اور حکم کا سہارا لیا، بنی اسرائیل میں یہ بات سب کو ایک حکم کے طور پر معلوم تھی کہ جس شخص کے پاس سے چوری کا سامان برآمد ہو، وہ ایک سال تک اس شخص کا غلام رہے گا جس کا مال چرایا گیا ہو، حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک قابل اعتماد ساتھی نے بنیامین کے سامان میں ان کے پانی پینے کا شاہی پیالہ چپکے سے رکھ دیا، بعد میں اس کی تلاشی ہوئی، گھر میں کہیں وہ پیالہ نہ ملا، لہٰذا طے ہوا کہ جو لوگ اہل خانہ کے علاوہ شاہی محل میں آئے تھے، اُن سے تفتیش کی جائے اور وہ چونکہ برادران یوسف تھے اس لیے کچھ سپاہیوں نے ان کا پیچھا کیا اور انہیں راستے میں ہی پکڑ لیا اور ان پر چوری کا الزام لگا دیا۔

وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿٧١﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ

وَ	اَقْبَلُوْا	عَلَيْهِمْ	مَّاذَا	تَفْقِدُوْنَ ﴿٧١﴾	قَالُوْا	نَفْقِدُ	صُوَاعَ	الْمَلِكِ
اور	متوجہ ہوئے وہ	ان پر	کیا ہے وہ جو	تم تلاش کر رہے ہو	کہا انہوں نے	ہم تلاش کر رہے ہیں	پیمانہ	بادشاہ کا

طرف رخ کر کے کہا کہ تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ ﴿٧١﴾ وہ کہنے لگے کہ ہم بادشاہ کا پیمانہ تلاش کر رہے ہیں ،

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ

وَ	لِمَنْ	جَآءَ	بِهٖ	حِمْلُ	بَعِيْرٍ	وَّ	اَنَا	بِهٖ	زَعِيْمٌ ﴿٧٢﴾	قَالُوْا	تَاللّٰهِ	لَقَدْ	عَلِمْتُمْ
اور	اس کیلئے جو	لیکر آئے	اسے	بوجھ	ایک اونٹ کا	اور	میں	اس کا	ضامن	کہا انہوں نے	اللہ کی قسم	البتہ یقیناً	تم جانتے ہو

جو وہ لیکر آئیگا اُسے ایک اونٹ کا بوجھ ملے گا، اور میں اُس کا ضامن ہوں ۔ ﴿٧٢﴾ انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ! تم جانتے ہو

مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا فَمَا

مَّا	جِئْنَا	لِنُفْسِدَ	فِى	الْاَرْضِ	وَ	مَا	كُنَّا	سٰرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾	قَالُوْا	فَمَا
نہیں	آئے ہم	تاکہ فساد کریں ہم	بیچ	زمین کے	اور	نہیں	رہے ہم	چوری کرنے والے	کہا انہوں نے	تو کیا

کہ ہم زمین میں فساد پھیلانے کیلئے نہیں آئے اور ہم کبھی چور نہیں رہے۔ ﴿٧٣﴾ وہ کہنے لگے کہ اگر تم

جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِىْ رَحْلِهٖ

جَزَآؤُهٗۤ	اِنْ	كُنْتُمْ	كٰذِبِيْنَ ﴿٧٤﴾	قَالُوْا	جَزَآؤُهٗ	مَنْ	وُّجِدَ	فِىْ	رَحْلِهٖ
سزا اس کی	اگر	تم ہو	جھوٹ بولنے والے	کہا انہوں نے	اس کی سزا	وہ جو	پایا گیا	بیچ	اس کے سامان کے

جھوٹے نکلے تو اس کی سزا کیا ہو گی ؟ ﴿٧٤﴾ انہوں نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں سے وہ مل جائے

فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ

فَهُوَ	جَزَآؤُهٗ ؕ	كَذٰلِكَ	نَجْزِى	الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٥﴾	فَبَدَاَ	بِاَوْعِيَتِهِمْ	قَبْلَ
تو وہی	اس کا بدلہ	اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	ظالموں کو	سو آغاز کیا	ان کے سامان سے	پہلے

تو وہی شخص اس کا بدلہ ہوگا ، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں ۔ ﴿٧٥﴾ سو انہوں نے اپنے بھائی کے سامان سے پہلے

وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا

وِعَآءِ	اَخِيْهِ	ثُمَّ	اسْتَخْرَجَهَا	مِنْ	وِّعَآءِ	اَخِيْهِ ؕ	كَذٰلِكَ	كِدْنَا
برتن کے	اپنے بھائی کے	پھر	نکلوا لیا اسے	سے	برتن کے	اپنے بھائی کے	اسی طرح	تدبیر کی ہم نے

اُن کے سامان سے آغاز کیا ، پھر بعد میں اپنے بھائی کے سامان سے اُسے نکال لیا ، اِس طرح ہم نے یوسف کیلئے

﴿٧١﴾ اس آیت مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا آنے والے سپاہیوں سے گمشدہ چیز کا سوال پوچھنا مذکور ہے کہ تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے جس کی چوری کا تم ہم پر الزم لگا رہے ہو؟

﴿٧٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں سپاہیوں کا جواب مذکور ہے کہ شاہی پیالہ گم ہو گیا ہے، ہم اسی کو تلاش کر رہے ہیں، برادرانِ یوسف نے شاہی پیالے کی چوری سے انکار کیا تو سپاہیوں کے داروغہ نے کہا کہ میں گارنٹی دیتا ہوں، جو شخص وہ گمشدہ پیالہ مجھے لا کر دے گا، میں اسے ایک اونٹ کے برابر غلہ انعام کے طور پر دوں گا۔

﴿٧٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا اپنی پاکدامنی اور چوری سے براءت کا اظہار کرنا مذکور ہے، چنانچہ انہوں نے اس بات پر قسمیں کھائیں کہ ہم لوگ چور نہیں ہیں ، ہم لوگ زمین میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور نہ ہی ہمارے خاندان میں چوری کا رواج ہے، آپ بھی اس بات سے واقف ہیں کہ جب ہم پہلی مرتبہ آئے تھے ، تب بھی ہم نے کوئی شرارت نہیں کی تھی۔

﴿٧٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں سپاہیوں کا برادرانِ یوسف سے جھوٹ ثابت ہونے کی صورت میں چور کی سزا پوچھنا مذکور ہے تاکہ وہ جو سزا بیان کریں، اسی کے مطابق چور کو سزا دی جائے اور ان پر اتمامِ حجت ہو جائے ، وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے ساتھ ناانصافی اور ظلم ہوا ہے۔

﴿٧٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا شریعتِ ابراہیمی کے مطابق چوری کی سزا بیان کرنا مذکور ہے، اگر انہیں یہ اندازہ ہوتا کہ ہم میں سے کسی کے پاس سے مسروقہ پیالہ برآمد ہو سکتا ہے تو شاید وہ اتنے وثوق سے اس سزا کا تذکرہ نہ کرتے۔

لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ

لِيُوْسُفَ ؕ	مَا	كَانَ	لِيَاْخُذَ	اَخَاهُ	فِيْ	دِيْنِ	الْمَلِكِ	اِلَّآ	اَنْ	يَّشَآءَ
یوسف کیلئے	نہیں	تھا وہ	کہ پکڑ لیتا	اپنے بھائی کو	بیچ	دین	بادشاہ کے	مگر	یہ کہ	چاہتا ہو

تدبیر کی ، بادشاہ کے قانون کے مطابق وہ اپنے بھائی کو کسی صورت نہ لے سکتے تھے ، مگر یہ کہ اللہ کی

اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٦﴾ قَالُوْٓا

اللّٰهُ ؕ	نَرْفَعُ	دَرَجٰتٍ	مَّنْ	نَّشَآءُ ؕ	وَ	فَوْقَ	كُلِّ	ذِيْ عِلْمٍ	عَلِيْمٌ ﴿٧٦﴾	قَالُوْٓا
اللہ	ہم بلند کرتے ہیں	درجے	جس کے	ہم چاہتے ہیں	اور	اوپر	ہر	جاننے والے کے	خوب جاننے والا	کہا انہوں نے

مشیت ہوتی ، ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں ، اور ہر جاننے والے کے اوپر ایک جاننے والا موجود ہے ۔ ٧٦ وہ کہنے لگے

اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ

اِنْ	يَّسْرِقْ	فَقَدْ	سَرَقَ	اَخٌ	لَّهٗ	مِنْ	قَبْلُ ۚ	فَاَسَرَّهَا	يُوْسُفُ	فِيْ
اگر	یہ چوری کرتا ہے	تو یقیناً	چوری کی	بھائی نے	اس کے	سے	پہلے	تو چھپایا اسے	یوسف نے	بیچ

کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اِس سے پہلے اِس کا ایک اور بھائی بھی چوری کر چکا ہے ، تو یوسف نے اپنے دل میں

نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

نَفْسِهٖ	وَلَمْ	يُبْدِهَا	لَهُمْ ۚ	قَالَ	اَنْتُمْ	شَرٌّ	مَّكَانًا ۚ	وَ	اللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا
اپنے دل کے	اور نہیں	ظاہر کیا اسے	ان کیلئے	کہا اس نے	تم ہو	بدترین	جگہ میں	اور	اللہ	زیادہ جانتا ہے	اسے جو

سوچا اور اُن پر ظاہر نہ کیا کہ تم لوگ تو بہت ہی بری جگہ میں ہو ، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم

تَصِفُوْنَ ﴿٧٧﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ

تَصِفُوْنَ ﴿٧٧﴾	قَالُوْا	يٰٓاَيُّهَا	الْعَزِيْزُ	اِنَّ	لَهٗٓ	اَبًا	شَيْخًا	كَبِيْرًا	فَخُذْ
تم بیان کرتے ہو	کہا انہوں نے	اے	عزیز	بیشک	اس کا	باپ	عمر رسیدہ	بوڑھا	تو پکڑ لے

بیان کر رہے ہو۔ ٧٧ انہوں نے کہا کہ اے عزیز! اِس کا نہایت عمر رسیدہ بوڑھا باپ ہے ، آپ اِس کی

اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٧٨﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ

اَحَدَنَا	مَكَانَهٗ ۚ	اِنَّا	نَرٰىكَ	مِنَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٧٨﴾	قَالَ	مَعَاذَ	اللّٰهِ	اَنْ
ہم میں سے ایک کو	اس کی جگہ	بیشک ہم	تجھے دیکھتے ہیں	سے	نیکوکاروں کے	کہا اس نے	پناہ	اللہ کی	یہ کہ

جگہ ہم میں سے کسی کو پکڑ لیجئے ، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھتے ہیں ۔ ٧٨ یوسف نے کہا کہ اللہ کی پناہ کہ ہم

٧٦ اس آیت مبارکہ میں بنیامین کے سامان سے شاہی پیالہ برآمد ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کیلئے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی گئی ، چونکہ پیالہ ان کے سامان میں نہیں رکھا گیا تھا اس لیے وہاں سے دستیاب بھی نہ ہوا، سب سے آخر میں بنیامین کے سامان کی تلاشی لی گئی ، چونکہ پیالہ اُن کے سامان میں موجود تھا، اس لیے وہاں سے نکل آیا، برادران یوسف کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے، کیونکہ یہ ایک ایسی انہونی تھی جس کی انہیں ہرگز توقع نہ تھی اور اس سے قبل وہ نہایت وثوق سے شریعت ابراہیمی کے قانون کا حوالہ بھی دے چکے تھے ، ورنہ وہ عزیز مصر سے درخواست کرتے کہ مصر کے آئین کے مطابق بنیامین پر سزا جاری کر دیں ، وہ سزا جو بھی ہوتی ، حضرت یوسف علیہ السلام بہر حال بنیامین کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے اور بنیامین کو وہاں رکھنا اُس وقت مصلحت اور حکمت کا تقاضا تھا، تا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی قربانی اور امتحان کی تکمیل ہو جائے اور اس کے بعد انہیں ''وصال'' کی دولت سے سرفراز کر دیا جائے ، حضرت یوسف علیہ السلام کو وحی الٰہی کے ذریعے ایسا ہی اشارہ ملا تھا اس لیے وہ اس کے مطابق عمل کرنے کے پابند تھے، بعض لوگ یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے پاس روکنے کیلئے جھوٹے الزام کا سہارا لیا، ایک طے شدہ منصوبے کے تحت برادران یوسف کی زبانی چوری کی سزا کہلوائی گئی، خود ہی اس کے سامان میں پیالہ رکھا اور خود ہی اس میں سے نکال کر دکھا دیا اور اس کے نتیجے میں بھائی کو اپنے پاس روک لیا ، بعض مفسرین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا کوئی کردار نہ تھا، یہ سب ان کے قابل اعتماد رفقاء کا منصوبہ تھا، لیکن یہ جواب دل کو مطمئن کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ ان کے رفقاء ان کی مرضی یا اجازت کے بغیر اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتے تھے، انہوں نے جو کچھ کیا، بہر حال اس کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف ہی کی جائے گی، اس عاجز کے نزدیک اس کا جواب آیت کے الفاظ میں ہی موجود ہے کہ ''اس طرح ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی'' اللہ تعالیٰ نے اس تدبیر کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام یا اُن کے رفقاء کی طرف کرنے کی بجائے اپنی طرف کی ہے، اس کے بعد اس پر اعتراض کرنے یا اسے ناجائز کہنے کی ہمارے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں بچتی ، وہ مالک و مختار ہے، جو چاہے فیصلہ کرے، کیا کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق ہے؟ ورنہ تو حضرت خضر علیہ السلام کے کشتی توڑنے اور ایک معصوم، بے گناہ لڑکے کو قتل کرنے کا الزام نہایت سنگین ہو جاتا ہے لیکن چونکہ اس کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہے اس لیے اس میں کوئی سنگینی نہیں ہے، یہاں بھی بعینہٖ اسی طرح ہے اور آیت کے آخری جملے میں اہل علم کو توجہ دلائی گئی ہے کہ اپنے علم پر غرور نہ کیا کریں، ہر عالم کے اوپر اس سے بڑا عالم موجود ہے اور جوں ہی انسان ''أنا الأعلم'' کا نعرہ بلند کرتا ہے، اُسی وقت کوئی چھوٹا سا بچہ اٹھ کر اس کی جہالت اس کے سامنے نمایاں کر دیتا ہے۔ ٧٧ اس آیت مبارکہ میں چوری کے اس واقعے پر برادران یوسف کا ردعمل اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طبیعت پر اس کا اثر بیان کیا گیا ہے، برادران یوسف نے عزیز مصر کے سامنے بنیامین کی صفائی پیش کرنے اور اس کے حق میں گواہی دینے کی بجائے زخموں پر یہ کہہ کر نمک چھڑک دیا کہ اگر آج اس نے چوری کی ہے تو کوئی بڑی بات نہیں ہے، اس سے پہلے اس کا ایک دوسرا حقیقی بھائی بھی چوری کر چکا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی طبیعت پر اس کا گہرا اثر ہوا کہ ان کے =

نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا

نَّاْخُذَ	اِلَّا	مَنْ	وَّجَدْنَا	مَتَاعَنَا	عِنْدَهٗٓ ۙ	اِنَّآ	اِذًا	لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾	فَلَمَّا
ہم پکڑیں	مگر	وہ جو	پایا ہم نے	اپنا سامان	اس کے پاس	بیشک ہم	اس وقت	البتہ ظلم کرنے والے	پھر جب

اُس شخص کے علاوہ کسی کو پکڑیں جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے، تب تو ہم ظالم ہوں گے۔ ﴿۷۹﴾ پھر جب

اسْتَیْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ

اسْتَیْـَٔسُوْا	مِنْهُ	خَلَصُوْا	نَجِیًّا ؕ	قَالَ	كَبِیْرُهُمْ	اَلَمْ	تَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اَبَاكُمْ
مایوس ہوگئے وہ	اس سے	اکیلے ہوگئے وہ	مشورہ کرنے کو	کہا	ان کے بڑے نے	کیا نہیں	جانتے تم	کہ بیشک	تمہارا باپ

وہ اُس سے نا امید ہو گئے تو تنہائی میں مشورہ کرنے لگے، اُن میں سے بڑے نے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے

قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ

قَدْ	اَخَذَ	عَلَیْكُمْ	مَّوْثِقًا	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	مِنْ	قَبْلُ	مَا	فَرَّطْتُّمْ	فِیْ
تحقیق	لے چکا	تم پر	پختہ عہد	سے	اللہ کے	اور	سے	پہلے	وہ جو	تم نے کوتاہی کی	بیچ

تم سے اللہ کا عہد لے رکھا ہے، اِس سے پہلے تم یوسف کے معاملے میں بھی کوتاہی

یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ

یُوْسُفَ ۚ	فَلَنْ	اَبْرَحَ	الْاَرْضَ	حَتّٰى	یَاْذَنَ	لِیْۤ	اَبِیْۤ	اَوْ	یَحْكُمَ	اللّٰهُ
یوسف کے	تو ہرگز نہیں	ٹلوں گا میں	اس علاقے سے	یہاں تک کہ	اجازت دیدے	میرے لیے	میرا باپ	یا	فیصلہ کردے	اللہ

کر چکے ہو، اس لیے میں تو اِس علاقے سے ہرگز نہ ٹلوں گا یہاں تک کہ میرے والد مجھے اجازت دیدیں یا اللہ میرے متعلق کوئی

لِیْ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ

لِیْ ۚ	وَهُوَ	خَیْرُ	الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾	اِرْجِعُوْۤا	اِلٰۤى	اَبِیْكُمْ	فَقُوْلُوْا	یٰۤاَبَانَاۤ	اِنَّ
میرے لیے	اور وہ	بہترین	فیصلہ کرنے والوں میں	لوٹ جاؤ تم	طرف	اپنے باپ کے	سو کہو تم	اے ہمارے باپ	بیشک

فیصلہ کردے، اور وہ سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ﴿۸۰﴾ تم اپنے والد کے پاس لوٹ جاؤ اور اُن سے کہو کہ ابا جان! آپ کے

ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ

ابْنَكَ	سَرَقَ ۚ	وَ	مَا	شَهِدْنَاۤ	اِلَّا	بِمَا	عَلِمْنَا	وَ	مَا	كُنَّا	لِلْغَیْبِ
آپ کا بیٹا	چوری کی ہے اس نے	اور	نہیں	گواہی دی ہم نے	مگر	اس کی جو	جان لیا ہم نے	اور	نہ	تھے ہم	غیب کے

صاحبزادے نے چوری کی ہے، ہم نے تو اُسی چیز کی گواہی دی جو ہم جانتے تھے اور ہم غیب کی باتوں کے

ع ۱۱ ۹ ۲

= بھائیوں کے دل سے اب تک اُن کی عداوت نہیں نکلی تھی اور وہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود اب بھی نازیبا الفاظ کے ساتھ ہی ان کا تذکرہ کر رہے تھے، تاہم انہوں نے اس کا اظہار نہیں کیا اور اپنے دل میں اسے چھپائے رکھا کہ تم لوگوں کی سوچ ہی بری ہے، جس بھائی کو تم نے چند کھوٹے سکوں کے عوض بیچ ڈالا تھا، آج بھی اس پر الزام ہی لگا رہے ہو، تمہارے اس الزام کی حقیقت اللہ کو خوب اچھی طرح معلوم ہے، وہ بہترین فیصلہ کریگا۔

﴿۷۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادران یوسف کا عزیز مصر کے سامنے عاجزانہ درخواست پیش کرنا مذکور ہے کہ ہم پر آپ کے پہلے بھی بہت سے احسانات اور خصوصی توجہ رہی ہے، ایک احسان ہم پر اور فرما دیں، بنیامین کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں، ہمارے والد بہت بوڑھے اور عمر رسیدہ ہو چکے ہیں، وہ اس کی جدائی کا غم برداشت نہیں کر پائیں گے، انہیں اس سے بڑی محبت اور انسیت ہے، اس لیے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے بوڑھے والد پر ترس کھائیں اور اسے چھوڑ دیں۔

﴿۷۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب مذکور ہے کہ اگر ہم مجرم کو چھوڑ دیں اور غیر مجرم کو پکڑ لیں تو یہ سراسر ظلم اور ناانصافی ہے، ہم اس ظلم اور ناانصافی سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، دوسرے لفظوں میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی درخواست مسترد فرما دی۔

﴿۸۰﴾ ﴿۸۲﴾ ان آیتوں میں برادران یوسف کا موجودہ صورتحال پر مشورہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، جب انہیں عزیز مصر کی طرف سے بنیامین کو چھوڑنے کی توقع سے مایوسی ہو گئی تو وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے، اس لیے کہ انہیں یہ فکر ستا رہی تھی کہ والد گرامی کو کیا جواب دیں گے؟ اس سے پہلے انہیں یوسف کا صدمہ پہنچا چکے ہیں، جس کا زخم اب تک مندمل نہیں ہوا، یہ تازہ زخم ان کے پرانے زخم کو بھی مزید ہرا کر دے گا، لیکن ظاہر ہے کہ وہ ملک مصر میں بھی نہیں رہ سکتے تھے، انہیں بہر حال اپنے وطن واپس جانا تھا جہاں ان کے بیوی بچے اور خود حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے منتظر تھے اس لیے بیشتر بھائیوں کی رائے واپسی کی تھی لیکن ان میں سے لاوی اڑ گیا اور کہنے لگا کہ تم لوگ شوق سے جاؤ،

حٰفِظِيْنَ ﴿٨١﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا

حٰفِظِيْنَ﴿٨١﴾	وَسْـَٔلِ	الْقَرْيَةَ	الَّتِيْ	كُنَّا	فِيْهَا	وَ	الْعِيْرَ	الَّتِيْٓ	اَقْبَلْنَا
نگہبانی کرنے والے	اور پوچھ لے	بستی سے	وہ جو	تھے ہم	اسمیں	اور	قافلہ	وہ جو	ہم آئے ہیں

نگہبان نہ تھے ۔ ﴿٨١﴾ اور آپ اُس بستی سے بھی پوچھ لیجئے جہاں ہم تھے اور اُس قافلے سے بھی جس میں ہم

فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٨٢﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ

فِيْهَا	وَ	اِنَّا	لَصٰدِقُوْنَ﴿٨٢﴾	قَالَ	بَلْ	سَوَّلَتْ	لَكُمْ	اَنْفُسُكُمْ	اَمْرًا
اسمیں	اور	بیشک ہم	البتہ سچے	کہا اس نے	بلکہ	گھڑ لیا ہے	تمہارے لئے	تمہارے دلوں نے	ایک بات کو

آئے ہیں ، بیشک ہم سچے ہیں۔ ﴿٨٢﴾ یعقوب نے کہا بلکہ تمہارے دل ایک بات گھڑ چکے ہیں،

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ

فَصَبْرٌ	جَمِيْلٌ	عَسَى	اللّٰهُ	اَنْ	يَّاْتِيَنِيْ	بِهِمْ	جَمِيْعًا	اِنَّهٗ	هُوَ	الْعَلِيْمُ
توصبر	بہترین	امید ہے	اللہ سے	یہ کہ	لے آئے میرے پاس	انہیں	اکٹھا کرکے	بیشک وہ	وہی	خوب جاننے والا

اس لئے صبر ہی بہتر ہے ، ہو سکتا ہے کہ اللہ اُن سب کو اکٹھا کر کے میرے پاس لے آئے ، بیشک وہ خوب جاننے والا ،

الْحَكِيْمُ ﴿٨٣﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ

الْحَكِيْمُ﴿٨٣﴾	وَ	تَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَ	قَالَ	يٰٓاَسَفٰى	عَلٰي	يُوْسُفَ	وَ	ابْيَضَّتْ
حکمت والا	اور	منہ پھیر لیا	ان سے	اور	کہا اس نے	ہائے افسوس	پر	یوسف کے	اور	سفید ہوگئیں

حکمت والا ہے ۔ ﴿٨٣﴾ اور وہ اُن کے پاس سے واپس چلے گئے اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس ! یوسف پر ، اور غم کیوجہ سے

عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٨٤﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ

عَيْنٰهُ	مِنَ	الْحُزْنِ	فَهُوَ	كَظِيْمٌ﴿٨٤﴾	قَالُوْا	تَاللّٰهِ	تَفْتَؤُا	تَذْكُرُ	يُوْسُفَ
اس کی آنکھیں	سے	غم کے	سو وہ	گھٹنے والا	کہا انہوں نے	اللہ کی قسم	ہمیشہ رہے گا تو	یاد کرتا	یوسف کو

اُن کی آنکھیں سفید ہوگئیں، سو وہ اندر ہی اندر گھٹتے رہے۔ ﴿٨٤﴾ وہ لوگ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! آپ تو ہمیشہ ہی یوسف کو یاد کرتے رہیں گے

حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿٨٥﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا

حَتّٰى	تَكُوْنَ	حَرَضًا	اَوْ	تَكُوْنَ	مِنَ	الْهٰلِكِيْنَ﴿٨٥﴾	قَالَ	اِنَّمَآ	اَشْكُوْا
یہاں تک کہ	تو ہوجائے	گھلنے والا	یا	ہوجائے تو	سے	ہلاک ہونے والوں کے	کہا اس نے	وہ تو صرف	میں شکایت کررہا ہوں

یہاں تک کہ گھل جائیں گے یا ختم ہو جائیں گے ۔ ﴿٨٥﴾ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے رنج

میں تو یہاں سے ہرگز واپس نہ جاؤں گا، یہاں تک کہ والد صاحب خود اجازت دیدیں، ورنہ میں مرتے دم تک یہیں رہوں گا، البتہ تم لوگ جا کر والد صاحب کو ساری صورتحال سے آگاہ کردو کہ اس معاملے میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے، آپ چاہیں تو قافلے والوں سے اور خود اہل مصر سے اس واقعے کی تحقیق و تفتیش کروالیں ، وہ آپ کے سامنے ہماری سچائی کی گواہی دیں گے، چنانچہ لاوی کو چھوڑ کر باقی سب بھائی واپس کنعان روانہ ہوگئے، وہاں پہنچ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا، ممکن ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے پوچھا ہو کہ عزیز مصر نے بنیامین کو چوری کی سزا میں اپنے پاس کیوں رکھ لیا؟ کوئی دوسری سزا کیوں نہ دی؟ تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ہمیں جو مسئلہ معلوم تھا، ہم نے اس کی گواہی دیدی، ہمارے پاس غیب کا علم تو تھا نہیں کہ ہمیں معلوم ہوتا کہ ہمارا بھائی چوری کے جرم میں پکڑا جائے گا اور ہماری اپنی گواہی اس کے خلاف چلی جائیگی۔

﴿٨٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا برادرانِ یوسف پر اعتماد نہ کرنا مذکور ہے، اس بے اعتمادی کی وجہ واضح ہے کہ اگر ان کے سامنے ان کے بھائی پر چوری کا الزام لگایا گیا تو کم از کم اس کا دفاع تو کرتے، اتنا تو کہہ سکتے تھے کہ یہ جھوٹا الزام ہے، ہمارا بھائی چور نہیں ہے، ممکن ہے کہ اس کے سامان میں یہ پیالہ کسی اور نے چھپا دیا ہو، لیکن انہوں نے دفاع کرنے کی بجائے یہ کہہ کر عزیز مصر کی تائید کردی کہ اگر آج اس نے چوری کی ہے تو کوئی بڑی بات نہیں، اس سے پہلے اس کے حقیقی بھائی نے بھی چوری کی تھی، اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی بات پر اعتماد نہ کیا، البتہ حق تعالیٰ پر ان کا اعتماد مزید بڑھ گیا، انہوں نے صبر کو ترجیح دی اور توقع ظاہر کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان سب سے ضرور ملائے گا اور اس فراق کو وصال سے ضرور تبدیل فرمائے گا۔

﴿٨٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں سفید ہوجانے کا ذکر کیا گیا ہے، بیشتر مفسرین نے اس سے بینائی ختم ہوجانا مراد لیا ہے، محاورے میں بھی اس سے یہی مراد ہوتا ہے، عام طور پر صدمے کی شدت ، گریہ و بکا کی کثرت اور رنج کے غلبہ کی وجہ سے انسان کی بینائی متاثر ہوجاتی ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کیلئے یوسف کی جدائی کا صدمہ کم نہ تھا کہ مزید دو بیٹوں کی جدائی کا صدمہ پہنچ گیا اور روتے روتے ان کی بینائی ہی ختم ہوگئی۔

﴿٨٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو تسلی دینا مذکور ہے، لیکن اس کیلئے انہوں نے جن الفاظ کا انتخاب کیا، ان سے تسلی کی بجائے طنز کی بو آرہی تھی، کہ آپ کب تک یوسف کی یاد کو اپنے دل میں بسائے بیٹھے رہیں گے، آپ تو اس کے غم میں گھل کر ختم ہوجائیں گے اور اپنے آپ کو ہلاک کرڈالیں گے۔

بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ یٰبَنِیَّ

بَثِّیْ	وَحُزْنِیْٓ	اِلَی	اللّٰهِ	وَاَعْلَمُ	مِنَ	اللّٰهِ	مَا	لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾	یٰبَنِیَّ
اپنے رنج کی	اور اپنے غم کی	طرف	اللہ کے	اور میں جانتا ہوں	سے	اللہ کے	وہ جو	نہیں	تم جانتے	اے میرے بیٹو

اور غم کی شکایت صرف اللہ کے سامنے کر رہا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔ ۸۶ اے میرے بیٹو!

اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ

اذْهَبُوْا	فَتَحَسَّسُوْا	مِنْ	یُّوْسُفَ	وَ	اَخِیْهِ	وَ	لَا	تَایْـَٔسُوْا	مِنْ	رَّوْحِ
جاؤ تم	سو تلاش کرو تم	سے	یوسف کے	اور	اس کے بھائی کے	اور	مت	مایوس ہو	سے	رحمت کے

جاؤ ، یوسف اور اُس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے

اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا

اللّٰهِ ؕ	اِنَّهٗ	لَا	یَایْـَٔسُ	مِنْ	رَّوْحِ	اللّٰهِ	اِلَّا	الْقَوْمُ	الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾	فَلَمَّا
اللہ کی	بیشک حال یہ ہے	نہیں	مایوس ہوتے	سے	رحمت کے	اللہ کی	مگر	لوگ	کفر کرنے والے	سو جب

مایوس نہ ہو ، کیونکہ اللہ کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی مایوس نہیں ہوتا ۔ ۸۷ پھر جب

دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا

دَخَلُوْا	عَلَیْهِ	قَالُوْا	یٰٓاَیُّهَا	الْعَزِیْزُ	مَسَّنَا	وَ	اَهْلَنَا	الضُّرُّ	وَ	جِئْنَا
داخل ہوئے وہ	اس پر	کہنے لگے	اے	عزیز	چھولیا ہمیں	اور	ہمارے گھر والوں کو	تکلیف نے	اور	لائے ہم

وہ یوسف کے یہاں داخل ہوئے ، تو کہنے لگے کہ اے عزیز ! ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو تکلیف نے چھولیا ہے ، اور ہم ناقص

بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

بِبِضَاعَةٍ	مُّزْجٰىةٍ	فَاَوْفِ	لَنَا	الْكَیْلَ	وَ	تَصَدَّقْ	عَلَیْنَا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
پونجی	ناقص	تو پورا دے	ہمارے لئے	ماپ کو	اور	صدقہ کر تو	ہم پر	بیشک	اللہ

پونجی لیکر آئے ہیں ، سو آپ ہمیں پورا ماپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے ، بیشک اللہ صدقہ

یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ

یَجْزِی	الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴿۸۸﴾	قَالَ	هَلْ	عَلِمْتُمْ	مَّا	فَعَلْتُمْ	بِیُوْسُفَ
بدلہ دیتا ہے	صدقہ کرنے والوں کو	کہا	کیا	تم جانتے ہو	وہ جو	تم نے کیا	ساتھ یوسف کے

کرنے والوں کو بدلہ دیتا ہے ۔ ۸۸ یوسف نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اُس کے بھائی کے ساتھ کیا

۸۶ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب مذکور ہے کہ میں اپنے رنج اور غم اور دردِ دل کی شکایت تم سے تو نہیں کر رہا کہ تمہیں اس کے ازالے میں کوئی دشواری پیش آئے ، میں تو اپنا دردِ دل اللہ کے سامنے بیان کر رہا ہوں ، وہ سن رہا ہے اور ضرور اس درد کا درماں کرے گا ، مجھے اپنے رب کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تمہیں معلوم نہیں ہیں اس لیے تم اعتراض کر رہے ہو اور میں اپنے رب کے فیصلے پر راضی اور مطمئن ہوں۔

۸۷ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک خاص موقع پر اپنے بیٹوں کو یوسف و بنیامین وغیرہ کی تلاش میں بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کوئی غیبی اشارہ ملا تھا جس سے وہ سمجھ گئے تھے کہ اب جدائی کی رات ختم ہونے والی اور وصال کا دن شروع ہونے والا ہے ، ورنہ اس سے پہلے سالہا سال گزر چکے تھے ، ایک دن بھی انہوں نے بیٹوں کو یوسف کی تلاش میں نہیں بھیجا تھا ، علاوہ ازیں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو ، کیونکہ یہ کافروں کا شیوہ ہے ، معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہماری طرف متوجہ ہے ، تم اللہ کی رحمت سے امید رکھو اور یوسف وغیرہ کو تلاش کرو تم ضرور کامیاب ہو گے ، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ یوسف کو پالینے میں کامیاب ہو گئے۔

۸۸ اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا عزیزِ مصر سے صدقہ و خیرات مانگنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے پاس تو اس مرتبہ غلہ خریدنے کیلئے رقم بھی پوری نہیں ہے ، اہل خانہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے ہیں ، شدید تنگی کا سامنا ہے اور آپ کے سوا کوئی مہربان نظر نہیں آتا ، ہمیں اپنے کرم کی خیرات دیدیجئے اور پورا ماپ کر غلہ عطا فرما دیجئے ، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دے گا ، جس وقت وہ لوگ یہ درخواست پیش کر رہے تھے ، انہیں اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ان کے سامنے وہی بھائی کھڑا ہے جسے قتل کرنے یا کم از کم علاقہ غیر میں بھیجنے کی انہوں نے منصوبہ بندی کی تھی ، آج وہ اسی بھائی سے خیرات مانگ رہے تھے جسے وہ حقیر اور اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے ، بہرحال ! یہ بھی اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلوائے۔

وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿٨٩﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا

وَ	اَخِيْهِ	اِذْ	اَنْتُمْ	جٰهِلُوْنَ ﴿٨٩﴾	قَالُوْٓا	ءَاِنَّكَ	لَاَنْتَ	يُوْسُفُ	قَالَ	اَنَا
اور	اس کے بھائی کے	جب	تم	ناواقف لوگ	کہا انہوں نے	کیا تو	البتہ تو ہی	یوسف	کہا اس نے	میں

کیا تھا ، جبکہ تم نادان تھے ؟ ﴿٨٩﴾ وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہی یوسف ہو ؟ انہوں نے کہا کہ میں

يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ

يُوْسُفُ	وَ	هٰذَآ	اَخِيْ	قَدْ	مَنَّ	اللّٰهُ	عَلَيْنَا	اِنَّهٗ	مَنْ	يَّتَّقِ	وَ	يَصْبِرْ
یوسف	اور	یہ	میرا بھائی	یقیناً	احسان کیا	اللہ نے	ہم پر	بیشک بات یہ ہے	جو کوئی	تقویٰ اختیار کرے	اور	صبر کرے

یوسف ہی ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ، اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ، دراصل بات یہ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرلے اور صبر کرے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ

فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٠﴾	قَالُوْا	تَاللّٰهِ	لَقَدْ	اٰثَرَكَ	اللّٰهُ
تو بیشک	اللہ	نہیں	ضائع کرتا	ثواب	نیکوکاروں کا	کہا انہوں نے	اللہ کی قسم	البتہ یقیناً	ترجیح دی تجھے	اللہ نے

تو اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔ ﴿٩٠﴾ وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم ! اللہ نے آپ کو ہم پر بلند

عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ

عَلَيْنَا	وَ	اِنْ	كُنَّا	لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿٩١﴾	قَالَ	لَا	تَثْرِيْبَ	عَلَيْكُمُ	الْيَوْمَ	يَغْفِرُ
ہم پر	اور	بیشک	ہم تھے	البتہ گناہ کرنے والے	کہا اس نے	نہیں	کوئی الزام	تم پر	آج کے دن	معاف کردے

رتبہ دیا ، اور ہم ہی خطا کار تھے ۔ ﴿٩١﴾ یوسف نے کہا کہ آج تم پر کوئی الزام نہیں ہے ، اللہ

اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٩٢﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ

اللّٰهُ	لَكُمْ	وَ	هُوَ	اَرْحَمُ	الرّٰحِمِيْنَ ﴿٩٢﴾	اِذْهَبُوْا	بِقَمِيْصِيْ	هٰذَا	فَاَلْقُوْهُ
اللہ	تمہیں	اور	وہ	سب سے زیادہ رحم کرنے والا	رحم کرنے والوں میں	لے جاؤ تم	میری قمیص	یہ	سو ڈال دو اسے

تمہیں معاف فرمائے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ ﴿٩٢﴾ میری یہ قمیص لیجاؤ ، اور اِسے میرے والد کے

عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا

عَلٰي	وَجْهِ	اَبِيْ	يَاْتِ	بَصِيْرًا	وَاْتُوْنِيْ	بِاَهْلِكُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٣﴾	وَ	لَمَّا
پر	چہرے کے	میرے باپ کے	آجائیگا وہ	دیکھنے والا ہوکر	اور تم لے آؤ میرے پاس	اپنے گھر والوں کو	سب اکٹھے ہوکر	اور	جب

چہرے پر ڈال دینا ، اُن کی بینائی لوٹ آئے گی ، اور تم سارے گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ ۔ ﴿٩٣﴾ اور جب

﴿٨٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں سے سوال پوچھنا مذکور ہے، جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے بھائی ان کے سامنے کھڑے ان سے خیرات مانگ رہے ہیں تو اب ان کیلئے خود پر قابو رکھنا مشکل ہوگیا، چنانچہ انہوں نے بھائیوں سے پوچھا کیا تمہیں وہ سلوک یاد ہے جو تم نے یوسف اور اس کے حقیقی بھائی کے ساتھ کیا تھا، اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ سلوک بھی تم نے نادانی میں کیا ہوگا، یہ آخری جملہ انہیں اضافی شرمندگی سے بچانے کیلئے بولا ہوگا۔

﴿٩٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بھائیوں کے درمیان تعارف ہونے کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ لوگ اپنے والد گرامی کی ہدایت کے مطابق یوسف وغیرہ کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے مقام ومنصب کو اپنا ذاتی کمال قرار دینے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کا فضل قرار دیا اور اپنے بھائیوں کو سمجھایا کہ تقویٰ اور صبر کا دامن تھامنے والے کی نیکی ضائع نہیں جاتی۔

﴿٩١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادرانِ یوسف کا اعترافِ جرم وخطا مذکور ہے، کہ یقیناً ہم ہی غلطی پر تھے کہ تم سے حسد کیا، تمہارے خلاف سازش کی اور تمہیں علاقہ غیر میں بھیج دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر فضیلت اور ترجیح عطا فرمائی، آج ہم تمہارے مقام ومرتبہ اور اپنی غلطی کا واضح اقرار اور اعتراف کرتے ہیں۔

﴿٩٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو معاف کر دینا مذکور ہے کہ نہ صرف یہ کہ آج تم پر کوئی دار و گیر اور گرفت نہ ہوگی اور موجودہ منصب کے باوجود (جس میں تمہیں سزا دینے پر پوری قدرت بھی حاصل ہے) میں تمہیں معاف کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر رحم فرما کر تمہیں معاف فرما دے، وہ

ع ١٠ ١٤ ٣

سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے، اگر میں تمہیں معاف کرسکتا ہوں تو یقیناً وہ مجھ سے زیادہ معاف فرمانے والا ہے۔

﴿٩٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام اہل خانہ کو مصر میں آنے کی دعوت دینا مذکور ہے، جہاں تک تعلق ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کیلئے بینائی نہ ہونے کی وجہ سے سفر کی مشقت کا تو اس کا حل یہ ہے کہ ان کی بینائی واپس لوٹ آئے، اس کیلئے انہوں نے اپنی ایک قمیص دی اور فرمایا کہ اسے والد صاحب کے چہرے پر ڈال دینا، وہ اسے اپنی آنکھوں سے لگائیں گے تو ان کی بینائی لوٹ آئے گی، یہ وہی قمیص تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منتقل ہوتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچی تھی اور انہوں نے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنا دی تھی، بھائیوں کے ساتھ جاتے ہوئے انہوں نے وہی قمیص پہن رکھی تھی، مصر پہنچنے کے بعد انہوں نے اسے محفوظ کرلیا اور کبھی کبھار نکال کر اسے دیکھ لیتے اور پرانی یادیں تازہ کر لیتے تھے، انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ اسی نسبت کی وجہ سے وہ قمیص عام کپڑوں سے مختلف تھی، سو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے ایک معجزہ ظاہر کر دیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آگئی۔

فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ

فَصَلَتِ	الْعِيْرُ	قَالَ	اَبُوْهُمْ	اِنِّيْ	لَاَجِدُ	رِيْحَ	يُوْسُفَ	لَوْ	لَآ	اَنْ
جدا ہوا	قافلہ	کہا	ان کے باپ نے	بیشک میں	البتہ محسوس کر رہا ہوں	مہک	یوسف کی	اگر	نہ ہو	یہ کہ

قافلہ جدا ہوا تو اُن کے والد نے کہا کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے ، اگر تم مجھے بہکا ہوا

تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ

تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾	قَالُوْا	تَاللّٰهِ	اِنَّكَ	لَفِيْ	ضَلٰلِكَ	الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾	فَلَمَّآ	اَنْ
تم مجھے بہکا ہوا سمجھو	کہا انہوں نے	اللہ کی قسم	بیشک تو	البتہ بیچ	اپنی گمراہی کے	پرانی	سو جب	یہ کہ

قرار نہ دو۔ ﴿۹۴﴾ وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم ! آپ تو اپنی اسی پرانی غلطی میں مبتلا ہیں ۔ ﴿۹۵﴾ پھر جب اُن کے

جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚۙ

جَآءَ	الْبَشِيْرُ	اَلْقٰىهُ	عَلٰى	وَجْهِهٖ	فَارْتَدَّ	بَصِيْرًا ۚ	قَالَ	اَلَمْ	اَقُلْ	لَّكُمْ ۚۙ
آیا	خوشخبری دینے والا	اس نے ڈال دی وہ	پر	اس کے چہرے کے	سو لوٹ آیا وہ	بینا ہو کر	کہا اس نے	کیا نہیں	کہا میں نے	تم سے

پاس خوشخبری دینے والا آیا اور وہ قمیص اُن کے چہرے پر ڈالی تو اُن کی بینائی لوٹ آئی ، اُنہوں نے کہا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ

اِنِّيْٓ	اَعْلَمُ	مِنَ	اللّٰهِ	مَا لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾	قَالُوْا	يٰٓاَبَانَا	اسْتَغْفِرْ لَنَا	ذُنُوْبَنَآ
بیشک میں	زیادہ جانتا ہوں	سے	اللہ کے	وہ جو نہیں	تم جانتے	کہا انہوں نے	اے ہمارے باپ	مغفرت طلب کر ہمارے لئے	ہمارے گناہوں کی

کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔ ﴿۹۶﴾ وہ کہنے لگے کہ ابا جان ! ہمارے گناہوں کی مغفرت طلب کیجئے ،

اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

اِنَّا	كُنَّا	خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾	قَالَ	سَوْفَ	اَسْتَغْفِرُ	لَكُمْ	رَبِّيْ ۭ	اِنَّهٗ	هُوَ	الْغَفُوْرُ
بیشک ہم	تھے ہم	گنہگار لوگ	کہا اس نے	عنقریب	میں مغفرت طلب کروں گا	تمہارے لئے	اپنے رب سے	بیشک وہ	وہی	بہت بخشنے والا

بیشک ہم ہی گنہگار تھے۔ ﴿۹۷﴾ انہوں نے کہا کہ عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا، بیشک وہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے

الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ

الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾	فَلَمَّا	دَخَلُوْا	عَلٰى	يُوْسُفَ	اٰوٰٓى	اِلَيْهِ	اَبَوَيْهِ	وَ	قَالَ
نہایت مہربان	سو جب	داخل ہوئے وہ	پر	یوسف کے	ٹھکانہ دیا اس نے	اپنی طرف	اپنے والدین کو	اور	کہا

﴿۹۸﴾ پھر جب وہ یوسف کے یہاں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا ، اور کہا

﴿۹۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسف کی خوشبو محسوس کرنا اور متعلقین کے سامنے بیان کرنا مذکور ہے، یہ خوشبو انہیں اسی وقت محسوس ہوگئی تھی جب قافلہ ملکِ مصر سے روانہ ہوا تھا لیکن درمیان میں ایک طویل مسافت حائل تھی ، عام حالات میں مصر کی خوشبو فلسطین میں سونگھنا ممکن نہیں ہے لیکن یہ خاص حالات تھے، اس لیے معجزانہ طور پر یہ ممکن ہوگیا اور چونکہ دیگر اہل خانہ اس مقام پر فائز نہ تھے اس لیے ان کا تعجب بدیہی چیز تھی ، غالباً اسی بناء پر فرمایا کہ اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا قرار نہ دو تو میں تم سے صحیح کہہ رہا ہوں، مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے، یہ بھی اللہ کی قدرت ہے کہ جب یوسف قریب ہی ایک کنوئیں میں تھے تو کچھ پتہ نہ چل سکا اور اتنی دور سے سینکڑوں میل کی مسافت پر خوشبو محسوس ہوگئی، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ معجزہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو وہ اپنے پیغمبروں کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے۔

﴿۹۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل خانہ کا اس خوشبو کو تسلیم نہ کرنا مذکور ہے، وہ سمجھتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل دماغ پر یوسف کا خیال چھایا ہوا ہے، بھلا یوسف کہاں سے آیا کہ اس کی خوشبو محسوس کی جائے ؟ ابا جان تو پرانی غلط فہمی کا شکار ہیں اور اپنے پرانے خیالات کی دنیا سے نکلنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

﴿۹۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لوٹ آنے کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص ان کے پاس لادی لیکر آیا تھا، آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قافلے سے پہلے پہنچا تھا اور قافلہ اس کے پیچھے چلا آرہا تھا، تب ہی یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کے پاس خوشخبری دینے والا آیا، حضرت یعقوب علیہ السلام اس قمیص سے بخوبی واقف تھے اس لیے انہوں نے اسے اپنی آنکھوں پر لگایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹادی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے اہل خانہ سے فرمایا میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سی ایسی چیزوں کا علم عطا فرما رکھا ہے جن سے تم ناواقف ہو، دیکھ لو، میں نے جیسی خبر دی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسی کے مطابق کر کے دکھادیا۔ ﴿۹۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں برادران یوسف کا حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں اپنی غلطی کا اعتراف کر کے مغفرت کی دعا کرنے کی درخواست پیش کی گئی ہے، دراصل اس واقعے میں ضروری تھا کہ برادران یوسف دونوں فریقوں سے اپنی غلطی کا اقرار کر کے معافی طلب کریں، چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے وہ مصر میں ہی اپنی غلطی کا اقرار کر چکے تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہاں پہنچ کر معافی طلب کر لی اور اللہ کی بارگاہ میں مغفرت کی دعا کرنے کیلئے درخواست پیش کی، چونکہ اعترافِ جرم مکمل ہوگیا تھا، اس لیے ان کے حق میں دعا کرنے میں کوئی حرج نہ تھا، تاہم حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب اگلی آیت میں مذکور ہے۔ ﴿۹۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا وعدہ دعا بیان کیا گیا ہے، یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے فوری طور پر تو برادران یوسف کے حق میں دعا نہ فرمائی، البتہ اس کا وعدہ فرمالیا، تاکہ انہیں احساس ہو کہ ان کا جرم معمولی نہ تھا، نیز قبولیت دعا کی خاص گھڑی کا انتظار بھی پیش نظر تھا، اسی وجہ سے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ انہوں نے رات کے آخری پہر میں اپنی اولاد کیلئے دعا فرمائی، جبکہ حق تعالیٰ کی خصوصی تجلی آسمانِ دنیا پر ہوتی ہے، جس کی وجہ سے دعائیں قبولیت کے قریب تر ہوجاتی ہیں۔

ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ

ادْخُلُوا	مِصْرَ	اِنْ	شَآءَ	اللّٰهُ	اٰمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾	وَرَفَعَ	اَبَوَيْهِ	عَلَى	الْعَرْشِ
داخل ہو جاؤ تم	مصر میں	اگر	چاہا	اللہ نے	امن والے ہو کر	اور بلند کیا	اپنے والدین کو	پر	تخت کے

کہ تم سب مصر میں داخل ہو جاؤ ، اور اللہ نے چاہا تو امن سے رہو۔ ﴿٩٩﴾ اور اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا ،

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫

وَ	خَرُّوْا	لَهٗ	سُجَّدًا ۚ	وَ	قَالَ	يٰٓاَبَتِ	هٰذَا	تَاْوِيْلُ	رُءْيَايَ	مِنْ	قَبْلُ
اور	گر پڑے وہ	اس کیلئے	سجدہ ریز ہو کر	اور	کہا اس نے	اے میرے باپ	یہ	تعبیر	میرے خواب کی	سے	پہلے

اور وہ سب اُن کے سامنے سجدے میں گر پڑے ، اور یوسف نے کہا کہ ابا جان ! یہ میرے اُس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا

قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ

قَدْ	جَعَلَهَا	رَبِّيْ	حَقًّا ۭ	وَ	قَدْ	اَحْسَنَ	بِيْٓ	اِذْ	اَخْرَجَنِيْ	مِنَ
تحقیق	بنا دیا اسے	میرے رب نے	سچا	اور	تحقیق	احسان کیا اس نے	مجھ پر	جب	اس نے نکالا مجھے	سے

اور میرے رب نے اُسے سچ کر دکھایا ، اور اُس نے مجھ پر اُس وقت بھی احسان کیا جب مجھے جیل سے

السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ

السِّجْنِ	وَجَآءَ	بِكُمْ	مِّنَ	الْبَدْوِ	مِنْۢ	بَعْدِ	اَنْ	نَّزَغَ	الشَّيْطٰنُ	بَيْنِيْ
جیل کے	اور لے آیا	تمہیں	سے	دیہات کے	سے	پیچھے	یہ کہ	جھگڑا ڈال دیا	شیطان نے	میرے درمیان

نکالا ، اور تم لوگوں کو دیہات سے لے آیا ، بعد اِس کے کہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان

وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ

وَبَيْنَ	اِخْوَتِيْ ۭ	اِنَّ	رَبِّيْ	لَطِيْفٌ	لِّمَا	يَشَآءُ ۭ	اِنَّهٗ	هُوَ	الْعَلِيْمُ
اور درمیان	میرے بھائیوں کے	بیشک	میرا رب	البتہ باریک بین	اس کیلئے جو	وہ چاہتا ہے	بیشک وہ	وہی	خوب جاننے والا

جھگڑا پیدا کر چکا تھا ، بیشک میرا رب جو چاہتا ہے ، اُس کی تدبیر کرتا ہے ، بیشک وہی جاننے والا ،

الْحَكِيْمُ ﴿١٠٠﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ

الْحَكِيْمُ ﴿١٠٠﴾	رَبِّ	قَدْ	اٰتَيْتَنِيْ	مِنَ	الْمُلْكِ	وَ	عَلَّمْتَنِيْ	مِنْ	تَاْوِيْلِ
حکمت والا	اے میرے پروردگار	یقیناً	تو نے مجھے دیا	سے	ملک کے	اور	تو نے مجھے سکھایا	سے	موقع سمجھنا

حکمت والا ہے ۔ ﴿١٠٠﴾ پروردگار ! تو نے مجھے کچھ حکومت عطا فرمائی اور تو نے مجھے باتوں کا موقع محل سمجھنے کا

﴿٩٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف ﷺ کے والدین اور تمام اہل خانہ کے مصر میں داخل ہونے اور ان کے استقبال کا ذکر کیا گیا ہے، رہی یہ بات کہ حضرت یوسف ﷺ کی والدہ تو فوت ہو چکی تھیں ، پھر والدین سے کیا مراد ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ برادرانِ یوسف کی والدہ بھی حضرت یوسف ﷺ کی والدہ ہی تھیں ، اگرچہ سوتیلی تھیں، یوں بھی رشتے میں وہ ان کی خالہ تھیں اور انسان کی خالہ اس کی والدہ کے مرتبے میں ہوتی ہے۔

﴿١٠٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف ﷺ کے سامنے اُن کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ کرنا مذکور ہے جس پر ہر زمانے میں سوال جواب ہوتے رہے ہیں، لیکن واضح بات یہ ہے کہ تعظیم اور عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں ، سجدۂ عبادت کسی شریعت میں بھی غیر اللہ کیلئے جائز نہیں رہا، البتہ سجدۂ تعظیم سابقہ امتوں میں جائز تھا، اس امت میں وہ بھی جائز نہیں ہے، نیز اس میں اللہ کے احسانات کا اعتراف کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت یوسف نے اپنے والد گرامی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ابا جان! بچپن میں میں نے جو خواب دیکھا تھا، میرے رب نے آج اسے سچا کر دکھایا اور اس کی تعبیر روزِ روشن کی طرح واضح فرما دی، میرے رب کے مجھ پر اس کے علاوہ بھی بے شمار احسانات ہیں، چنانچہ کنوئیں سے اُسی نے مجھے نکالا، جیل کی چار دیواری سے اُسی نے مجھے باہر نکلنے کا راستہ فراہم کیا، آپ لوگوں کو آبائی علاقے سے نکال کر یہاں لایا اور بچھڑے ہوؤں کو ایک دوسرے سے ملایا، یہ میرے رب کی تدبیرِ لطیف سے ہی ممکن ہوا، وہ جاننے والا بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے، ورنہ شیطان تو میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان دراڑ پیدا کر چکا تھا، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو پھر سے جوڑ دیا اور ہماری منتشر جمعیت کو پھر ایک جگہ اکٹھا کر دیا۔

الْاَحَادِيْثِ ج فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا

الْاَحَادِيْثِ	فَاطِرَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	اَنْتَ	وَلِيّٖ	فِي	الدُّنْيَا
باتوں کا	بنانے والا	آسمانوں کو	اور	زمین کو	تو	میرا کارساز	بیچ	دنیا کے

علم عطا فرمایا ، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے ! تو ہی دنیا و آخرت میں

وَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠١﴾ ذٰلِكَ مِنْ

وَ	الْاٰخِرَةِ	تَوَفَّنِيْ	مُسْلِمًا	وَّ	اَلْحِقْنِيْ	بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠١﴾	ذٰلِكَ	مِنْ
اور	آخرت کے	مجھے وفات دے	فرمانبردار کرکے	اور	ملادے مجھے	ساتھ نیک لوگوں کے	وہ	سے

میرا کارساز ہے ، مجھے اسلام کی حالت میں وفات دینا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا ۔ ١٠١ یہ غیب کی

اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ج وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا

اَنْۢبَآءِ	الْغَيْبِ	نُوْحِيْهِ	اِلَيْكَ	وَمَا	كُنْتَ	لَدَيْهِمْ	اِذْ	اَجْمَعُوْٓا
خبریں	غیب کی	ہم اسے وحی کرتے ہیں	تیری طرف	اور نہیں	تھا تو	ان کے پاس	جب	اتفاق کیا انہوں نے

بعض خبریں ہیں جو ہم آپ پر وحی کرتے ہیں ، اور آپ اُس وقت اُن لوگوں کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے معاملے پر

اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ

اَمْرَهُمْ	وَ	هُمْ	يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾	وَ	مَآ	اَكْثَرُ	النَّاسِ	وَلَوْ	حَرَصْتَ
اپنے معاملے میں	اور	وہ	تدبیر کررہے تھے	اور	نہیں	اکثر	لوگ	اگرچہ	تجھے خواہش ہو

اتفاق کر رہے تھے اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے ۔ ١٠٢ اور لوگوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے اگرچہ آپ

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾	وَ	مَا	تَسْئَلُهُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ	اَجْرٍ	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	ذِكْرٌ
ایمان لانے والے	اور	نہیں	تُو ان سے مانگتا	اس پر	سے	کوئی مزدوری	نہیں	وہ	مگر	نصیحت

کتنا ہی چاہیں ۔ ١٠٣ اور آپ ان سے اس پر کوئی اجرت تو نہیں مانگ رہے ، یہ تو اہلِ عالم کیلئے صرف

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ ع وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾	وَكَاَيِّنْ	مِّنْ	اٰيَةٍ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	يَمُرُّوْنَ	عَلَيْهَا
جہان والوں کیلئے	اور کتنی ہی	سے	نشانی کے	بیچ	آسمانوں کے	اور زمین کے	وہ گزر جاتے ہیں	اس پر

ایک نصیحت ہے ۔ ١٠٤ اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن سے اعراض کرتے ہوئے

ع ١١ ١١ ٥

١٠١ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا ذکر کی گئی ہے کہ پروردگار! مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرمانا اور مجھے نیک لوگوں کی جماعت میں شامل فرمانا، اس سے پہلے انہوں نے خود پر اللہ کی نعمتوں اور احسانات کا اعتراف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی صفات کا تذکرہ فرمایا ہے، بعض لوگ اس دعا سے یہ سمجھے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس میں موت کی دعا فرمائی ہے، پھر انہوں نے اس سوال کا جواب تلاش کیا ہے کہ احادیث میں تو موت کی تمنا کرنے اور اس کی دعا مانگنے سے منع کیا گیا ہے؟ حالانکہ یہ موت کی تمنا نہیں تھی، بلکہ اسلام کی حالت میں موت کی تمنا تھی اور یہ قبل از وقت موت کی دعا نہیں تھی، بلکہ اس کا منشا یہ تھا کہ مجھے جب بھی موت آئے تو اسلام کی حالت میں ہی آئے۔

١٠٢ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے مذکورہ واقعے کی طرف اشارہ کر کے اُسے غیب کی خبروں میں سے ایک خبر قرار دیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ غیب کی خبر ہے، محض عقل اور حواس کی بنیاد پر اسے معلوم نہیں کیا جا سکتا، ایک صورت البتہ ممکن تھی کہ ان واقعات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا ہوتا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا سوال پوچھنے والوں میں سے کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا، اس لیے عقلی طور پر یہ صورت بھی ممکن نہ رہی، سو اس واقع کو قرآن کریم کے بیان کی روشنی میں صحیح تسلیم کرنا چاہئے اور اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

١٠٣ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے ایمان نہ لانے کیلئے ذہنی طور پر تیار کیا گیا ہے کہ آپ کتنا ہی چاہیں، ان کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی کیونکہ ان کے دلوں پر کفر کی مہر لگ چکی ہے، حالانکہ ان کے پوچھنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ اتنی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، چاہئے تھا کہ اب اس پر ایمان بھی لاتے۔

١٠٤ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کو اہل عالم کیلئے نصیحت قرار دیا گیا ہے اور نبی علیہ السلام کو نصیحت کیلئے ہی بھیجا گیا تھا، یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی نصیحت پر ان سے کسی قسم کی اجرت اور مزدوری کا سوال نہیں کرتے تھے کیونکہ ناصح کیلئے بے غرض اور بے لوث ہونا اس کی سب سے بڑی خوبی اور ضرورت ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿١٠٥﴾ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ

وَهُمْ	عَنْهَا	مُعْرِضُونَ ﴿١٠٥﴾	وَمَا	يُؤْمِنُ	أَكْثَرُهُمْ	بِاللَّهِ	إِلَّا	وَ	هُمْ
اور وہ	اس سے	اعراض کرنے والے	اور نہیں	ایمان لائے	ان میں سے اکثر	اللہ پر	مگر	اور	وہ

یہ لوگ اُن پر سے گزر جاتے ہیں۔ ﴿١٠٥﴾ اور اُن میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے ، مگر یہ کہ وہ

مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ

مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾	أَفَأَمِنُوا	أَنْ	تَأْتِيَهُمْ	غَاشِيَةٌ	مِّنْ	عَذَابِ	اللَّهِ
شرک کرنے والے	تو کیا مطمئن ہو گئے وہ	یہ کہ	آئے ان پر	ڈھانپنے والی چیز	سے	عذاب	اللہ کے

شرک بھی کرتے ہیں ۔ ﴿١٠٦﴾ تو کیا وہ اِس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ انہیں اللہ کا عذاب ڈھانپ لے ،

أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي

أَوْ تَأْتِيَهُمُ	السَّاعَةُ	بَغْتَةً	وَّ	هُمْ	لَا	يَشْعُرُونَ ﴿١٠٧﴾	قُلْ	هَٰذِهِ	سَبِيلِي
یا آئے ان پر	قیامت	اچانک	اور	وہ	نہیں	شعور رکھتے	تو کہہ	یہ	میرا رستہ

یا اُن پر اچانک قیامت آجائے ، اور اُنہیں پتہ بھی نہ چلے۔ ﴿١٠٧﴾ (اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے ، یہ میری راہ ہے ،

أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ

أَدْعُوا	إِلَى	اللَّهِ	عَلَىٰ	بَصِيرَةٍ	أَنَا	وَ	مَنِ	اتَّبَعَنِي	وَسُبْحَانَ	اللَّهِ
دعوت دیتا ہوں میں	طرف	اللہ کے	پر	مکمل اعتماد کے	میں	اور	وہ جو	میری پیروی کرے	اور پاک ہے	اللہ

میں اور میری پیروی کرنے والے مکمل اعتماد کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں ، اور اللہ پاک ہے

وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا

وَ	مَا	أَنَا	مِنَ	الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾	وَ	مَا	أَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	إِلَّا	رِجَالًا
اور	نہیں	میں	سے	شرک کرنے والوں کے	اور	نہیں	ہم نے بھیجا	سے	تیرے پہلے	مگر	مردوں کو

اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ۔ ﴿١٠٨﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے بھی بستیوں والوں میں مَردوں کو ہی پیغمبر

نُّوحِي إِلَيْهِمْ مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

نُّوحِي	إِلَيْهِمْ	مِّنْ	أَهْلِ	الْقُرَىٰ	أَفَلَمْ	يَسِيرُوا	فِي	الْأَرْضِ
ہم وحی بھیجتے ہیں	ان کیطرف	سے	رہنے والے	بستیوں کے	تو کیا نہیں	چلے پھرے وہ	بیچ	زمین کے

بنا کر بھیجا ، ہم اُن کی طرف وحی بھیجتے رہے ، تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ،

﴿١٠٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار اور مشرکین کے اعراض اور بے رخی کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ روزانہ اللہ کی قدرت کی سینکڑوں ہزاروں نشانیاں دیکھتے ہیں اور یونہی گزر جاتے ہیں ، ان سے کوئی عبرت اور سبق حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور مظاہرِ قدرت کو دیکھ کر صاحبِ قدرت تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔

﴿١٠٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اس سوال کا جواب دیا ہے کہ مشرکین بھی تو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ، حج کرتے ، قربانی کرتے اور تلبیہ پڑھتے ہیں ، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اس کے علاوہ بھی نیکی کے بہت سے کام کرتے ہیں لیکن جب تک اس کے ساتھ مشرکانہ الفاظ و اعمال اور رسوم و رواج کا سابقہ اور لاحقہ نہ لگا لیں ، اُس وقت تک ان کی نیکی بھی مکمل نہیں ہوتی ، چنانچہ صرف تلبیہ کو ہی دیکھ لیجئے کہ وہ ان الفاظ کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔
"لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ"۔

﴿١٠٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کے عذاب سے لوگوں کی بے خوفی ، جرأت اور بے باکی کو سوالیہ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ کیا لوگ اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو گئے ہیں یا انہوں نے اس سے بچنے کیلئے کوئی مناسب انتظام کر لیا ہے؟ کیا انہیں قیامت کا اندیشہ نہیں رہا جو اچانک بے خبری میں آجائے گی اور وہ اپنا بچاؤ نہ کر سکیں گے؟

﴿١٠٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں صراطِ مستقیم کی طرف علیٰ وجہ البصیرت دعوت دینے کا حکم دیا گیا ہے ، کیونکہ جس شخص کو اپنی دعوت اور پیغام پر خود ہی اعتماد نہ ہو ، وہ دوسرے کو کیسے مطمئن کر سکتا ہے؟ اور جس شخص کے دل کی آنکھ کھلی ہوئی ہو اور اسے اپنی دعوت اور پیغام میں کسی قسم کا شک یا ابہام نہ ہو ، اسے صاحبِ بصیرت کہا جاتا ہے ، ایسا اعتماد بعض اوقات انسان کو باطل پر بھی ہو جاتا ہے تو جو شخص حق پر قائم ہو ، اسے اس سے زیادہ اعتماد حق پر ہونا چاہئے اور اسے نہایت پر اعتماد ہو کر دوسروں کو حق کی دعوت دینی چاہئے ، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے دی اور اُن کی تربیت کی برکت سے صحابہ کرامؓ نے بھی اس کی روشن مثالیں قائم کیں۔

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ

فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ ۭ	وَلَدَارُ	الْاٰخِرَةِ
کہ وہ دیکھتے	کیسا	ہوا	انجام	ان لوگوں کا	سے	ان کے پہلے	اور البتہ گھر	آخرت کا

کہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھتے ؟ اور آخرت کا گھر

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـــَٔسَ

خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	اتَّقَوْا ۭ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٩﴾	حَتّٰٓى	اِذَا	اسْتَيْـــَٔسَ
زیادہ بہتر	ان لوگوں کیلئے جو	ڈرے	تو کیا نہیں	تم سمجھتے	یہاں تک کہ	جب	پر امید نہ رہے

اُن لوگوں کے حق میں زیادہ بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کریں، تو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ ١٠٩ یہاں تک کہ جب پیغمبر ظاہری اسباب سے

الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ

الرُّسُلُ	وَ	ظَنُّوْٓا	اَنَّهُمْ	قَدْ	كُذِبُوْا	جَاۗءَهُمْ	نَصْرُنَا ۙ	فَنُجِّيَ
پیغمبر	اور	یہ سمجھے	کہ بیشک وہ	تحقیق	جھٹلائے جائیں گے	آ گئی ان پر	ہماری مدد	سو بچا لیے گئے

پُر امید نہ رہے اور انہیں یہ خیال ہونے لگا کہ اُن کی تکذیب کی جائے گی تو ہماری مدد اُن کے پاس آ گئی اور جسے ہم نے چاہا،

مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١١٠﴾ لَقَدْ

مَنْ	نَّشَاۗءُ ۭ	وَ	لَا يُرَدُّ	بَاْسُنَا	عَنِ	الْقَوْمِ	الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١١٠﴾	لَقَدْ
وہ جو	ہم چاہتے تھے	اور	نہیں لوٹایا جاتا	ہمارا عذاب	سے	قوم کے	مجرموں کی	البتہ یقیناً

بچالیا، اور مجرم قوم سے ہمارا عذاب نہیں ٹلتا ۔ ١١٠ یقیناً

كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ

كَانَ	فِيْ	قَصَصِهِمْ	عِبْرَةٌ	لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ	مَا	كَانَ
ہے	بیچ	ان کے واقعے کے	سامان عبرت	اہل عقل کیلئے	نہیں	ہے

اِن کے واقعے میں اہلِ عقل کیلئے عبرت کا سامان موجود ہے ، یہ کوئی

حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ

حَدِيْثًا	يُّفْتَرٰى	وَ	لٰكِنْ	تَصْدِيْقَ	الَّذِيْ	بَيْنَ يَدَيْهِ
ایسی بات	گھڑ لیا گیا ہو	اور	لیکن	وہ تصدیق ہے	اس کی جو	اس کے سامنے

ایسی بات نہیں ہے جسے گھڑ لیا گیا ہو ، لیکن یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق ہے ،

١٠٩ اس آیتِ مبارکہ سے استدلال کر کے بیشتر مفسرین نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کے طور پر انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے کسی عورت کا انتخاب کبھی نہیں فرمایا، اس منصب کی اہمیت اور تقاضوں کے پیش نظر صرف مردوں کو ہی نبوت و رسالت کے مرتبے پر سرفراز کیا گیا اور ان کا انتخاب بھی انسانوں کی رائے اور مشورے سے کرنے کی بجائے حق تعالیٰ نے اپنے علم کامل وازلی کی روشنی میں فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبوت اور رسالت میں خالق اور مخلوق کے درمیان رابطے کا کردار ادا کرنا ہوتا ہے، عورت یہ کردار مؤثر طریقے سے ادا نہیں کر سکتی، اس کی نسوانیت، شرم وحیا اور پردہ اسے مردوں کے اختلاط سے روکتا ہے، نبی اپنی امت کا امام بھی ہوتا ہے، جبکہ عورت امامت کی اہلیت اور صلاحیت نہیں رکھتی، نبی مجاہد بھی ہوتا ہے اور عورت پر جہاد فرض نہیں ہے، عورت پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ دم ماہانہ کی وجہ سے جسمانی کمزوری کا شکار ہوتی ہے، اس حالت میں وہ نماز اور تلاوت سے رکی رہتی ہے، دم ولادت کی وجہ سے اس پر چالیس دن کا ایسا عرصہ بھی آتا ہے جب بہت سے ایام میں تو اپنے بستر سے اٹھنے سے بھی عاجز ہوتی ہے، پھر جب وہ اولاد کی امانت اپنے پیٹ میں اٹھاتی ہے تو معزز اور شریف خواتین ان ایام میں بلاضرورت گھر سے باہر بھی نہیں نکلتی ہیں تا کہ لوگوں کی نگاہوں اور زبانوں سے محفوظ رہ سکیں، اس کے علاوہ بھی بہت سی ایسی وجوہات ہیں جن کی بناء پر عورت کو نبوت اور رسالت کا منصب عطا نہیں کیا گیا، آیت کے آخر میں زمین میں چل پھر کر غور کرنے اور سابقہ امتوں کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور یہ کہ متقیوں کیلئے آخرت کا گھر سب سے زیادہ بہتر ہے۔

١١٠ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مفسرین نے خاصا تفصیلی کلام کیا ہے کیونکہ اس میں پیغمبروں کی طرف مایوسی کی نسبت کی گئی ہے کہ پیغمبروں پر ایسے حالات بھی آئے ہیں کہ قوم نے انہیں شدید اذیتوں اور تکلیفوں کا نشانہ بنایا، انہیں جسمانی اور ذہنی ایذائیں پہنچائیں، پیغمبروں کو یقین تھا کہ اللہ کی نصرت ضرور آئے گی، مجرم کیفر کردار کو پہنچیں گے اور ہمیں راحت نصیب ہوگی، لیکن جب انتظار کی گھڑیاں لمبی ہوگئیں تو قوم کی زبانیں دراز ہوگئیں اور پیغمبر بھی اللہ کی نصرت سے ناامید ہو گئے اور دل میں یہ خیالات آنے لگے کہ کہیں ان سے جھوٹ تو نہیں بولا گیا، حتیٰ کہ ہماری طرف سے نصرت آ پہنچی اور انہیں نجات اور راحت مل گئی، لیکن اس تفسیر کو پڑھ کر ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کے پیغمبر بھی مایوس ہوتے ہیں جبکہ اس سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقولہ اسی سورت میں گزر چکا ہے کہ اللہ کی رحمت سے تو صرف کافر لوگ ہی مایوس اور ناامید ہوتے ہیں، یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ وعدۂ نصرت میں تاخیر کے سبب کیا پیغمبر یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ ان سے نصرت الٰہیہ کے جھوٹے وعدے کیے گئے تھے؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں پیغمبروں کے درجے اور مقام و مرتبے کے ساتھ کسی صورت مناسبت نہیں رکھتی ہیں، مفسرین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کے جوابات دیئے ہیں، اس عاجز نے آیتِ مبارکہ کے ترجمے میں ہی جواب دینے کی کوشش کی ہے، تا کہ ترجمہ پڑھنے والے کے ذہن میں ابتدائی طور پر سوال ہی پیدا نہ ہو، چنانچہ ترجمہ یہ کیا گیا ہے "یہاں تک کہ جب پیغمبر ظاہری اسباب سے پر امید نہ رہے"۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوسی تو ایک لمحے کے کروڑویں حصے میں بھی نہیں تھی، البتہ ظاہری اسباب پر جو نظر تھی، وہ بھی اٹھ گئی۔۔۔۔

وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١١١﴾ ع

وَ	تَفْصِيْلَ	كُلِّ	شَيْءٍ	وَّهُدًى	وَّ رَحْمَةً	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ۝
اور	تفصیل	ہر	چیز کی	اور ہدایت	اور رحمت	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لاتے ہیں

ہر چیز کی تفصیل ہے اور ایمان لانے والوں کیلئے سراپا ہدایت و رحمت ہے۔ ﴿١١١﴾

اٰيَاتُهَا ٤٣ (١٣) سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ (٩٦) رُكُوْعَاتُهَا ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ط وَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ

الٓمّٓرٰ	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	وَ	الَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ	الْحَقُّ
الٓمّٓرٰ	وہ	آیتیں	کتاب کی	اور	وہ جو	نازل کیا گیا	تیری طرف	سے	تیرے رب کے	برحق

الٓمّٓرٰ ، یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے ، وہ برحق ہے ،

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ

وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ۝	اَللّٰهُ	الَّذِيْ	رَفَعَ	السَّمٰوٰتِ	بِغَيْرِ
اور	لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	ایمان لاتے	اللہ	وہ جس نے	بلند کیا	آسمانوں کو	بغیر

لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ﴿١﴾ اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے "جو تم دیکھتے ہو"

عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ط

عَمَدٍ	تَرَوْنَهَا	ثُمَّ	اسْتَوٰى	عَلَى	الْعَرْشِ	وَ	سَخَّرَ	الشَّمْسَ	وَ	الْقَمَرَ
ستون کے	تم دیکھتے ہو اسے	پھر	قائم ہوا	پر	عرش کے	اور	تابع فرمان بنادیا	سورج کو	اور	چاندکو

بلند کیا ، پھر عرش پر قائم ہوا ، اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ،

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

كُلٌّ	يَّجْرِيْ	لِاَجَلٍ	مُّسَمًّى	يُدَبِّرُ	الْاَمْرَ	يُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّكُمْ
ہرایک	چل رہا ہے	ایک مدت کیلئے	طے شدہ	تدبیر کرتا ہے وہ	معاملات کی	تفصیل کرتا ہے	آیتوں کی	تاکہ تم

ہر چیز ایک وقت مقررہ تک چل رہی ہے ، وہی معاملات کی تدبیر کرتا ہے ، آیات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے ، تاکہ تم

"اور انہیں یہ خیال ہونے لگا کہ ان کی تکذیب کی جائیگی" یعنی لوگ یہ کہیں گے کہ تم تو جھوٹے ہو، کہاں گئی عذاب کی وہ دھمکیاں جو تم ہمیں دیتے تھے؟ یہ مراد نہیں ہے کہ پیغمبروں کو نصرتِ الٰہیہ کے وعدے پر یقین نہیں رہا، واللہ اعلم۔

ع ١٢ ٦

﴿١١١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات قرآن کریم میں بیان کرنے کا مقصد اور نزولِ قرآن کی دیگر حکمتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ واقعات اس لیے نہیں سنائے گئے کہ انہیں ایک داستان اور افسانہ سمجھ کر لذتِ سماع کیلئے رکھ لیا جائے ، بلکہ اس لیے کہ ان سے عبرت حاصل کی جائے ، یوں بھی قرآن کریم کسی داستان گو کی ٹکسال میں گھڑا ہوا ناول اور افسانہ نہیں ہے، اس میں گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق پائی جاتی ہے، یہ ہر چیز کی موقع کی مناسبت سے وضاحت کرتا ہے، یہ اہل ایمان کیلئے سراپا ہدایت و رحمت ہے اس لیے اس کی تلاوت اور اس میں تدبر سے کام لینا چاہئے۔

الحمد للہ ! آج مورخہ ١٣ اپریل ٢٠١٨ء بروز منگل بعد نماز مغرب سورۂ یوسف کے مختصر حواشی پر کام مکمل ہوا، فرصت عنقا ہوتی جا رہی ہے اور تکمیل حواشی کا شوق بڑھتا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہی درمیان کا راستہ نکالنے والا ہے۔ اللهم يسر. ولا تعسر. وتمم لى بالخير. وبك نستعين

سورة الرعد

سورۂ رعد مدنی سورت ہے، اس کے حروف ٣٥٠٦، کلمات ٨٥٥، آیات ٤٣ اور رکوعات چھ ہیں ، اس سورت کی آیت نمبر ١٣ میں لفظ "الرعد" آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورة الرعد رکھا گیا ہے، رعد کا لفظی معنی بادلوں کی گرج اور کڑک ہے، جو فرشتہ بادلوں کے انتظام پر مقرر ہے، اسے بھی رعد کہا جاتا ہے اس لیے مفسرین نے دونوں معنی مراد لیے ہیں ، جب بادل گرجتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے اس پر زور سے کوڑا مارا ہو، اسی وجہ سے بادلوں کی گرج سن کر یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے، سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ. وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ. وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ . اس سورت کا مرکزی موضوع حق تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفاتِ قدرت بیان کرتا ہے، تاکہ لوگ کفر و شرک اور بت پرستی سے باز آ کر یکتا پرستی اختیار کرلیں اور دائمی سعادتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔

﴿١﴾ اس سورت کا آغاز حروف مقطعات سے کرکے قرآن کریم کی آیتوں کو برحق قرار دیا گیا ہے، چاہیے کہ اس برحق کتاب پر لوگ ایمان لائیں اور اس کی قدر کریں، لیکن لوگوں کی اکثریت اس پر ایمان لانے کی سعادت سے محروم ہے، اسی لیے اسلام میں کثرتِ تعداد کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا

بِلِقَآءِ	رَبِّكُمْ	تُوْقِنُوْنَ ۝	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	مَدَّ	الْاَرْضَ	وَ	جَعَلَ	فِيْهَا
ملاقات کا	اپنے رب کی	تم یقین کرو	اور	وہ	وہی جس نے	پھیلایا	زمین کو	اور	بنایا اس نے	اسمیں

اپنے رب سے ملنے کا یقین کر لو۔ [٢] اور اللہ وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا ، اس میں پہاڑ

رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

رَوَاسِيَ	وَ	اَنْهٰرًا ؕ	وَ	مِنْ	كُلِّ	الثَّمَرٰتِ	جَعَلَ	فِيْهَا	زَوْجَيْنِ	اثْنَيْنِ
پہاڑوں کو	اور	نہروں کو	اور	سے	ہر ایک	پھلوں کے	بنایا اس نے	اسمیں	جوڑے	دو دو

اور نہریں بنائیں ، اور ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے یعنی دو دو قسمیں زمین میں رکھیں ،

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي

يُغْشِي	الَّيْلَ	النَّهَارَ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝	وَ	فِي
ڈھانپ دیتا ہے	رات کو	دن پر	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	غور وفکر کرتے ہیں	اور	بیچ

وہی رات کو دن پر ڈھانپتا ہے ، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں ۔ [٣] اور

الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ

الْاَرْضِ	قِطَعٌ	مُّتَجٰوِرٰتٌ	وَّ	جَنّٰتٌ	مِّنْ	اَعْنَابٍ	وَّ	زَرْعٌ	وَّ	نَخِيْلٌ
زمین کے	ٹکڑے	ایکدوسرے سے ملے ہوئے	اور	باغات	سے	انگوروں کے	اور	فصلیں	اور	کھجوریں

زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے کھیت ، انگوروں کے باغات ، فصلیں، جڑے

صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۙ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا

صِنْوَانٌ	وَّ	غَيْرُ	صِنْوَانٍ	يُّسْقٰى	بِمَآءٍ	وَّاحِدٍ	وَ	نُفَضِّلُ	بَعْضَهَا
جڑے ملی ہوئی	اور	نہ	ملی ہوئی	سیراب کیا جاتا ہے	پانی سے	ایک	اور	ہم بڑھا دیتے ہیں	ان میں سے بعض کو

ملی ہوئی اور بن ملی ہوئی کھجوریں ہیں جنہیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، اور ہم ذائقے میں ایک کو

عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنْ

عَلٰى	بَعْضٍ	فِي	الْاُكُلِ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ۝	وَ	اِنْ
پر	بعض کے	بیچ	ذائقے کے	بیشک	بیچ	وہ	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	عقل رکھتے ہیں	اور	اگر

دوسرے پر بڑھا دیتے ہیں، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں ۔ [٤] اور اگر

[٢] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات بیان کی گئی ہیں، ان صفات کو سمجھنے کیلئے انسان کا فلسفی یا منطقی ہونا ضروری نہیں ہے، یہ وہ عام فہم چیزیں ہیں جنہیں معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انگوٹھا چھاپ آدمی بھی سمجھ سکتا ہے، توحید پر پیش کیے جانے والے قرآنی دلائل اکثر و بیشتر ایسے ہی ہیں کیونکہ اگر ایک عام آدمی انہیں سمجھ سکتا ہے تو دانشور بطریق اولیٰ سمجھ سکتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک دانشور جن فلسفیانہ اور منطقیانہ موشگافیوں کو سمجھتا ہو، وہ عام آدمی کو بھی سمجھ آجائیں، اس لیے قرآن کریم نے خاص طور پر دلائل قدرت اور بیانِ توحید کیلئے عام فہم دلائل کا انتخاب کیا ہے، چنانچہ آسمان کی اتنی بڑی نیلگوں چھت کا کسی ستون اور سہارے کے بغیر کھڑا ہونا ہر شخص کو نظر آتا ہے، اسی طرح سورج اور چاند کا اپنے اپنے طے شدہ طریقہ کار کے مطابق طلوع و غروب اور انسانوں کی خدمت میں مصروف رہنا ہر شخص دیکھ رہا ہے، جہاں تک تعلق ہے استواء علی العرش یعنی عرش پر قائم ہونے کا تو اس کی مکمل وضاحت سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں ملاحظہ کیجئے۔

[٣] اس آیتِ مبارکہ میں زمین کے پھیلاؤ اور اس کی پیداوار کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، ورنہ یہ قدرت کس میں ہے کہ پانی کی سطح پر زمین کو بچھا دے، پھر اسے ڈانواں ڈول ہونے سے بچانے کیلئے اس پر پہاڑوں کو گاڑ دے، زمین سے مختلف انواع واقسام کے نر اور مادہ پھلوں کو پیدا کر دے اور رات کو دن پر ڈھانپ کر ہر طرف اندھیرا کر دے؟ اگر انسان غور کرے تو ان سارے کاموں میں اللہ کی قدرت کارفرما نظر آتی ہے، اس کے علاوہ کسی میں ان کاموں کی قدرت نہیں ہے۔

[٤] اس آیتِ مبارکہ میں ایک پانی سے مختلف رنگوں اور ذائقوں کی پیداوار کو اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، کیونکہ آسمان سے برسنے والا پانی تو ایک ہی ہے، لیکن جب وہ زمین کے سینے میں جذب ہو کر پیداوار لیکر آتا ہے تو ہر ایک کا رنگ جدا ہوتا ہے، شکل اور بناوٹ مختلف ہوتی ہے، ذائقہ مختلف ہوتا ہے اور بعض کا ذائقہ بعض سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، حالانکہ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مختلف فصلیں ایک دوسرے سے ملی ہوتی ہیں لیکن کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک فصل کی پیداوار دوسری فصل میں گھس جائے ، یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ دونوں کی پیداوار ایک جیسی ہو، آخر وہ کون سا طاقتور ہاتھ ہے جس نے ایک ہی زمین کی دو فصلوں کو ایک دوسرے سے میں گھسنے سے روک رکھا ہے؟ جس نے ایک ہی پانی سے اتنے رنگوں اور ذائقوں والی نعمتیں پیدا کر دیں؟ جس نے جڑے سے ملی ہوئی اور جدا جدا کھجوریں پیدا کیں؟ جس نے انگور اور انار پیدا کیے؟ جس نے ایک ہی شکل اور مختلف ذائقوں والے پھل پیدا کر دیئے جن کی شکل سے انسان دھوکہ کھا جاتا ہے؟ اگر انسان غور کرے تو ان میں اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے بہت سے مواقع موجود ہیں۔

تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؕ

تَعۡجَبۡ	فَعَجَبٌ	قَوۡلُهُمۡ	ءَاِذَا	كُنَّا	تُرٰبًا	ءَاِنَّا	لَفِيۡ	خَلۡقٍ	جَدِيۡدٍ ؕ
تجھے تعجب ہو	تو تعجب خیز	ان کا یہ کہنا	کیا جب	ہم ہو جائیں گے	مٹی	کیا ہم	البتہ بیچ	پیدائش کے	نئی

آپ کوئی عجیب بات چاہیں تو اُن کی یہ بات عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائیگا؟

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِيۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ ۚ

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	بِرَبِّهِمۡ ۚ	وَ	اُولٰٓئِكَ	الۡاَغۡلٰلُ	فِيۡۤ	اَعۡنَاقِهِمۡ ۚ
یہی لوگ	جنہوں نے	کفر کیا	ساتھ اپنے رب کے	اور	یہی لوگ	طوق	بیچ	ان کی گردنوں کے

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ، انہی کی گردنوں میں طوق ہوں گے

وَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝٥ وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ

وَ	اُولٰٓئِكَ	اَصۡحٰبُ	النَّارِ ۚ	هُمۡ	فِيۡهَا	خٰلِدُوۡنَ ۝٥	وَ	يَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ
اور	یہی لوگ	ساتھی	جہنم کے	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہنے والے	اور	جلدی طلب کرتے ہیں تجھ سے

اور یہی اہلِ جہنم ہیں ، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔ ۵ اور یہ آپ سے بھلائی سے پہلے

بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ وَقَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ

بِالسَّيِّئَةِ	قَبۡلَ	الۡحَسَنَةِ	وَقَدۡ	خَلَتۡ	مِنۡ	قَبۡلِهِمُ	الۡمَثُلٰتُ ؕ	وَ	اِنَّ
برائی کو	پہلے	بھلائی کے	اور یقیناً	گذر چکی ہیں	سے	ان کے پہلے	بہت سی مثالیں	اور	بیشک

برائی کو جلدی طلب کرتے ہیں ، حالانکہ اِن سے پہلے بہت سی مثالیں گزر چکی ہیں ، اور بیشک

رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيۡدُ

رَبَّكَ	لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ	لِّلنَّاسِ	عَلٰى	ظُلۡمِهِمۡ ۚ	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَشَدِيۡدُ
تیرا رب	البتہ مغفرت والا	لوگوں کیلئے	پر	ان کے ظلم کے	اور	بیشک	تیرا رب	البتہ سخت دینے والا

آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود اُن کی مغفرت فرمانے والا ہے ، اور بیشک آپ کے رب کا عذاب

الۡعِقَابِ ۝٦ وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ

الۡعِقَابِ ۝٦	وَ	يَقُوۡلُ	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	لَوۡلَاۤ	اُنۡزِلَ	عَلَيۡهِ	اٰيَةٌ	مِّنۡ	رَّبِّهٖ ؕ
سزا کا	اور	کہتے ہیں	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	کیوں نہیں	نازل کی گئی	اس پر	کوئی نشانی	سے	اس کے رب کے

بھی سخت ہے ۔ ۶ اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اِن پر اِن کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوتا ؟

۵ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کے دوبارہ زندگی کے انکار کو "عجیب" قرار دیا گیا ہے، مشرکین اس پر تعجب کا اظہار کیا کرتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور خود بھی مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائیگا ، اگر ایسا ہے تو ہمارے آباؤ اجداد کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کیا گیا؟ تعجب ہے کہ اگر یہ لوگ زمین اور اس کی پیداوار پر ہی غور کر لیتے تو ان کیلئے دوبارہ زندگی کو سمجھنا آسان ہو جاتا ، کیونکہ جو اللہ زمین کا سینہ پھاڑ کر اس سے مختلف رنگوں اور ذائقوں والی فصلیں اور پھل پیدا کر سکتا ہے، وہ اسی زمین سے انسان کو بھی حیاتِ نو عطا کر سکتا ہے، اگر یہ لوگ اپنے انکار پر قائم رہتے ہیں تو قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق پہنا کر انہیں جہنم کی طرف ہانک دیا جائیگا جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۶ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کی ایک نادانی بیان کی گئی ہے، انہیں چاہیے تھا کہ ایمان قبول کر کے نیکیاں کماتے ، لیکن انہوں نے اپنے کفر اور شرک پر اصرار کر کے پیغمبر سے جلدی عذاب لانے کا تقاضا شروع کر دیا، اللہ کیلئے یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو اس سے پہلے مختلف قوموں کو سزا دے چکا ہے اور ان میں سے اہلِ ایمان کو نجات اور انعام عطا فرما چکا ہے، کیونکہ اس کی گرفت بھی سخت ہے اور اس کی مغفرت بھی سارے عالم پر وسیع اور محیط ہے ، وہ فوراً گرفت نہیں کرتا اور لوگوں کے ظلم اور کوتاہی کے باوجود انہیں معاف فرماتا رہتا ہے ، لوگوں کو اس کی اس صفت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ، نہ یہ کہ گناہ کمانا شروع کر دیں اور عذاب کو جلدی لانے کا تقاضا کرنے لگیں۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى

اِنَّمَآ	اَنْتَ	مُنْذِرٌ	وَّ	لِكُلِّ	قَوْمٍ	هَادٍ ۝	اَللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	تَحْمِلُ	كُلُّ	اُنْثٰى
وہ توصرف	آپ	ڈرانے والے	اور	ہر ایک	قوم کیلئے	رہنمائی کرنے والا	الله	جانتا ہے	وہ جو	اٹھاتی ہے	ہر	مادہ

آپ تو صرف آگاہ کرنے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے ایک رہبر ہوا ہے ۔ [7] الله جانتا ہے جو ہر مادہ اپنے پیٹ میں اٹھاتی ہے

وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ

وَ	مَا	تَغِيْضُ	الْاَرْحَامُ	وَ	مَا	تَزْدَادُ ؕ	وَ	كُلُّ	شَيْءٍ	عِنْدَهٗ
اور	وہ جو	سکڑتے ہیں	بہت سے رحم	اور	وہ جو	بڑھتے ہیں	اور	ہر	چیز	اس کے یہاں

اور جو پیٹ سکڑتے اور بڑھتے ہیں ، اور اُس کے یہاں ہر چیز کا ایک اندازہ

بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ

بِمِقْدَارٍ ۝	عٰلِمُ	الْغَيْبِ	وَالشَّهَادَةِ	الْكَبِيْرُ	الْمُتَعَالِ ۝	سَوَآءٌ	مِّنْكُمْ
ایک خاص اندازے سے	جاننے والا وہ	پوشیدہ باتوں کا	اور ظاہر کا	سب سے بڑا	سب سے برتر	برابر ہے	تم میں سے

مقرر ہے ۔ [8] وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جاننے والا ہے ، بڑا اور سب سے برتر ہے ۔ [9] برابر ہے تم میں سے

مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ

مَّنْ	اَسَرَّ	الْقَوْلَ	وَ	مَنْ	جَهَرَ	بِهٖ	وَ	مَنْ	هُوَ	مُسْتَخْفٍ	بِالَّيْلِ
وہ جو	پست کرے	بات	اور	وہ جو	بلند کرے	اسے	اور	وہ جو	وہ	چھپنے والا	رات کو

جو چپکے سے بات کرے اور جو اونچی آواز میں بات کرے ، نیز وہ جو راتوں کو چھپ جاتا ہے

وَّسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ

وَسَارِبٌ	بِالنَّهَارِ ۝	لَهٗ	مُعَقِّبٰتٌ	مِّنْ	بَيْنِ يَدَيْهِ	وَ	مِنْ	خَلْفِهٖ
اور گلیوں میں پھرنے والا	دن کو	اس کیلئے	حفاظت کرنے والے	سے	اس کے آگے	اور	سے	اس کے پیچھے

اور دن کو گلیوں میں پھرتا ہے ۔ [10] انسان کے آگے اور پیچھے الله کے پہرے دار ہیں

يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا

يَحْفَظُوْنَهٗ	مِنْ	اَمْرِ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُغَيِّرُ	مَا	بِقَوْمٍ	حَتّٰى	يُغَيِّرُوْا
حفاظت کرتے ہیں وہ اس کی	سے	حکم	الله کے	بیشک	الله	نہیں	بدلتا	وہ جو	کسی قوم کا	یہاں تک کہ	وہ بدلیں

جو الله کے حکم سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں ، بیشک الله کسی قوم کی حالت اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو خود

[7] اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے جس معجزے کی فرمائش ہم کرتے ہیں، وہ معجزہ کیوں نہیں دکھایا جاتا؟ حالانکہ اگر وہ اس بات پر غور کر لیتے کہ نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد ان کی فرمائشیں پوری کرنا نہیں ہے، ان کی بعثت کا مقصد لوگوں کو اُن کے مستقبل اور انجام سے خبردار کرنا ہے، اور یہ کہ وہ لوگوں کی رہنمائی اور ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں، اس مقصد کیلئے الله تعالیٰ نے ہر قوم میں ایک ہادی اور نذیر بھیجا ہے، نبی ﷺ کی بعثت اسی سلسلے کی آخری کڑی ہے، اس لیے لوگوں کو ان پر ایمان لانا چاہیے، اور فرمائشی معجزات کے مطالبے سے دستبردار ہوجانا چاہیے۔

[8] اس آیتِ مبارکہ میں الله تعالیٰ کے علم کامل اور اس کے مقرر کیے ہوئے اندازے کا ذکر کیا گیا ہے اور علم کی وسعت اور کمال کو بیان کرنے کیلئے ماں بننے والی عورت کو مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ پروان چڑھ رہا ہے، اسے اور عورت کا پیٹ بڑھنے اور سکڑنے کی ہر حالت اور کیفیت کو الله جانتا ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے، کیونکہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کیا ہورہا ہے؟ اس کی مکمل رپورٹ گائنی کی کوئی لیڈی ڈاکٹر بھی دے سکتی ہے، الٹراساؤنڈ کی جدید مشینوں کی مدد سے ان چیزوں کا پتہ چلانا اب کچھ مشکل نہیں رہا، عام آدمی کے نزدیک اس اعتراض کی جتنی بھی اہمیت ہو، اس عاجز کے نزدیک اس کی ایک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں ہے، اعتراض کرنے والوں نے انسانوں کے علم کو الله کے علم کے مقابلے میں لاکر رکھا ہے، اگر وہ معمولی سا غور کر لیتے تو اس حماقت کا ارتکاب کبھی نہ کرتے ، کیونکہ انسان کا علم بہت سی چیزوں کا محتاج ہے، سب سے پہلے تو وہ اس کا کسب کرتا ہے، اس کسب کیلئے وہ عقل، حواس، آلات اور بہت سی دوسری چیزوں کا محتاج ہوتا ہے، پھر اس کے بنائے ہوئے اصول اور ضابطے ٹوٹ جاتے ہیں، اس کے بنائے ہوئے آلات ناکارہ ہوجاتے ہیں، بجلی چلی جائے تو ان کی کارکردگی معطل ہو جاتی ہے، خراب ہوجائے تو ڈاکٹر صرف اپنی عقل کی بنیاد پر مریض کے مرض کی صحیح تشخیص نہیں کرسکتا، کیا اتنی ساری چیزوں کی احتیاج کے ساتھ انسان کے علم کو الله کے علم کے مقابلے میں لاکر رکھنا انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، اس کے علاوہ انسان کسی عورت کے متعلق اتنی ساری چیزوں کا سہارا لیکر پیشین گوئی کرنے کے قابل ہوا ہے اور اس پر اترا رہا ہے، جبکہ زیرتذکرہ آیت میں تو ہر مادہ کا ذکر آیا ہے خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا جنات میں سے، درندوں میں سے ہو یا چرند پرند میں سے، اس مخلوق کا کسی کو علم ہو یا نہ ہو، اگر دنیا میں کوئی ایسا صاحب علم پایا جاتا ہو تو سامنے آئے۔

[9] اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کے علم کی وسعت بیان کی گئی ہے کہ وہ ہر ظاہر اور ہر پوشیدہ چیز کا علم رکھتا ہے خواہ لوگوں کی نظروں میں وہ ظاہر اور پوشیدہ ہو یا نہ ہو، وہ سب سے بڑا اور سب سے برتر ہے، اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا کیونکہ اس کا علم ذاتی ہے۔

[10] اس آیتِ مبارکہ میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔=

مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ

مَا	بِاَنْفُسِهِمْ	وَ	اِذَآ	اَرَادَ	اللّٰهُ	بِقَوْمٍ	سُوْٓءًا	فَلَا	مَرَدَّ لَهٗ	وَ	مَا	لَهُمْ
وہ جو	ان کے دلوں میں	اور	جب	ارادہ کرلے	اللہ	کسی قوم سے	برائی کا	تو نہیں	کوئی ٹالنے والا اسے	اور	نہیں	ان کیلئے

تبدیل نہ کریں ، اور جب اللہ کسی قوم پر کوئی آفت نازل کرنے کا ارادہ کر لے تو اُسے کوئی ٹال نہیں سکتا ، اور اللہ کے علاوہ

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ⑪ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ

مِّنْ	دُوْنِهٖ	مِنْ	وَّالٍ⑪	هُوَ	الَّذِیْ	یُرِیْكُمُ	الْبَرْقَ	خَوْفًا	وَّ	طَمَعًا	وَّ	یُنْشِئُ
سے	اس کے علاوہ	سے	کوئی دوست	وہ	وہی جو	تمہیں دکھاتا ہے	بجلی	خوف دلانے کو	اور	شوق دلانے کو	اور	پیدا کرتا ہے

اُن کا کوئی مددگار نہیں ہوتا ۔ [11] اللہ وہی ہے جو تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور بھاری

السَّحَابَ الثِّقَالَ ⑫ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ

السَّحَابَ	الثِّقَالَ⑫	وَ	یُسَبِّحُ	الرَّعْدُ	بِحَمْدِهٖ	وَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	مِنْ
بادل	بھاری	اور	تسبیح کرتا ہے	گرجنے والا	ساتھ اس کی تعریف کے	اور	فرشتے	سے

بھرکم بادل پیدا کرتا ہے ۔ [12] اور گرجنے والا بادل اللہ کی تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتا ہے ، اور اُس کے خوف سے

خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَهُمْ

خِیْفَتِهٖ	وَ	یُرْسِلُ	الصَّوَاعِقَ	فَیُصِیْبُ	بِهَا	مَنْ	یَّشَآءُ	وَهُمْ
اس کے خوف کے	اور	بھیجتا ہے وہ	بجلی کی کڑک	سو پہنچا دیتا ہے وہ	اسے	جسے	چاہتا ہے	اور وہ

فرشتے بھی ، اور وہ بجلی کی کڑک بھیج کر جس پر چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے ، جبکہ وہ لوگ

یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ⑬ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ

یُجَادِلُوْنَ	فِیْ	اللّٰهِ	وَ	هُوَ	شَدِیْدُ	الْمِحَالِ⑬	لَهٗ	دَعْوَةُ	الْحَقِّ
جھگڑا کرتے ہیں	بیچ	اللہ کے	اور	وہ	سخت والا	پکڑ میں	اس کی	پکار	برحق

اللہ کے معاملے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت پکڑ والا ہے۔ [13] اُس کی پکار برحق ہے ،

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ

وَ	الَّذِیْنَ	یَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖ	لَا	یَسْتَجِیْبُوْنَ	لَهُمْ	بِشَیْءٍ	اِلَّا	كَبَاسِطِ
اور	جو لوگ	پکارتے ہیں	سے	اس کے علاوہ	نہیں	قبول کرسکتے وہ	ان کیلئے	کچھ بھی	مگر	جیسے پھیلانے والا

اور جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی کو پکارتے ہیں ، وہ اُن کی پکار بالکل قبول نہیں کر سکتے ، مگر اسی طرح جیسے کسی نے اپنے

① وہ شخص جو دل میں اپنی بات کو چھپائے یا پست آواز سے بات کرے یا راز داری کا اہتمام کرے۔ ②۔ جو اپنے دل کی بات ظاہر کر دے، یا اپنے دل کی بات زبان پر لے آئے، یا اونچی آواز سے بات کرے۔ ③۔ جو رات کو چھپ جائے اور دن کو ظاہر ہو جائے مثلاً رات کو چھپ کر گناہ کرے اور دن کو لوگوں کے سامنے اپنی نیکی اور پارسائی ظاہر کرے، یا جس کی خلوت اور جلوت یکساں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کیلئے سب لوگ برابر ہیں اور اس کے علم سے ان میں سے کوئی بھی باہر نہیں ہے۔

[11] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے محافظ فرشتوں کا اور قوموں کے عروج و زوال کا اصول ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی حفاظت کیلئے ظاہری اور باطنی اسباب مہیا فرما رکھے ہیں، باطنی اسباب میں وہ محافظ فرشتے بھی شامل ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کے بندوں کی غیبی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، اسی وجہ سے انسان بعض اوقات موت کے منہ سے بچ کر نکل آتا ہے، اگر یہ اَن دیکھی حفاظت نہ ہو تو شیاطین کے حملوں سے بچنا انسان کیلئے ممکن نہ رہے، جہاں تک تعلق ہے قوموں کے عروج اور زوال کا تو اللہ تعالیٰ کسی قوم کے عروج کو زوال سے بلاوجہ نہیں بدلتا، اس کے پیچھے بہت سی وجوہات ہوتی ہیں جن میں اس قوم کا اپنا کردار نہایت اہم ہوتا ہے، اسی طرح اگر کوئی قوم زوال کی پستی سے نکل کر عروج کی بلندی پر پہنچنا چاہتی ہے تو اس کے پیچھے بھی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں جن میں اس قوم کا اپنا کردار نہایت اہم ہوتا ہے، اس دوسرے پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعر نے کہا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

[12] اس آیتِ مبارکہ میں بجلی کی چمک اور بھاری بھرکم بادلوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو انسان خوف اور شوق دونوں کیفیتوں کے درمیان ہوتا ہے، اسے خوف بجلی کے گرنے اور اس سے ہلاکت کا ہوتا ہے اور شوق بارش کا ہوتا ہے، اسی طرح بھاری بھرکم بادلوں کو دیکھ کر انسان کو خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ کہیں ان سے پانی کی بجائے آگ برسنا شروع نہ ہو جائے جیسے قوم عاد پر ہوا تھا اور شوق اس بات کا ہوتا ہے کہ بارش ہوگی تو زمین زندہ اور پیداوار حاصل ہوگی، ایمان بھی خوف اور شوق کے درمیان کیفیت کا نام ہے۔

[13] اس آیتِ مبارکہ میں لفظ ''رعد'' سے مراد بادل کی گرج بھی ہو سکتی ہے اور بادلوں کے انتظام پر مقرر فرشتہ بھی ہو سکتا ہے، اگر بادل کی گرج مراد ہو تو اس کا تسبیح کرنا اُس طریقے مطابق ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے مقرر فرمایا ہے اور اگر فرشتہ مراد ہو تو اُس کی تسبیح اسی طریقے کے مطابق ہوگی جو اس کیلئے مقرر کیا گیا ہے، گویا کہ جاندار اور بے جان ہر مخلوق اللہ کا خوف رکھتی اور اس کی تسبیح کرتی ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان پر اس کے عذاب کی بجلیاں نہ آ پڑیں، مفسرین نے یہاں ایک روایت نقل کی ہے کہ عرب کا ایک متکبر سردار تھا، نبی علیہ السلام نے اسے ملاقات کی دعوت دی، جو قاصد اس کے پاس دعوت لیکر گیا تھا، اُس نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ قاصد نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آیا ہوں، انہوں نے آپ کو ملاقات کی دعوت دی ہے، اُس سردار نے حقارت سے پوچھا کہ رسول اللہ کیا =

كَفَّيْهِ إِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ

كَفَّيْهِ	إِلَى	الْمَآءِ	لِيَبْلُغَ	فَاهُ	وَ	مَا	هُوَ	بِبَالِغِهٖ ؕ	وَ	مَا	دُعَآءُ	الْكٰفِرِيْنَ
اپنی دونوں ہتھیلیاں	طرف	پانی کے	تاکہ پہنچ جائے وہ	اس کے منہ میں	اور	نہیں	وہ	پہنچنے والا اسے	اور	نہیں	پکار	کافروں کی

دونوں ہاتھ پانی کی جانب پھیلا رکھے ہوں کہ وہ اُس کے منہ میں پہنچ جائے، حالانکہ اس طرح تو وہ کبھی نہ پہنچے گا، اور کافروں کی پکار

إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ⑭ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا

إِلَّا	فِيْ	ضَلٰلٍ ⑭	وَ	لِلّٰهِ	يَسْجُدُ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْأَرْضِ	طَوْعًا
مگر	بیچ	گمراہی کے	اور	اللہ ہی کیلئے	سجدہ کرتا ہے	جو کوئی	بیچ	آسمانوں کے	اور زمین کے	خوشی سے

بھی محض گمراہی ہے۔ ⑭ اور آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے صبح و شام وہ بھی اور اس کی پرچھائیاں

وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ⑮ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ

وَ	كَرْهًا	وَّظِلٰلُهُمْ	بِالْغُدُوِّ	وَ	الْاٰصَالِ ⑮	قُلْ	مَنْ	رَّبُّ	السَّمٰوٰتِ
اور	زبردستی	اور ان کا سایہ	صبح کو	اور	شام کو	تُو کہہ	کون ہے جو	رب	آسمانوں کا

بھی اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہیں، خوشی سے ہو یا زبردستی۔ ⑮ (اے نبی! ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ آسمانوں اور زمین کا رب

وَالْأَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ أَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ

وَالْأَرْضِ ؕ	قُلِ	اللّٰهُ ؕ	قُلْ	أَفَاتَّخَذْتُمْ	مِّنْ	دُوْنِهٖٓ	أَوْلِيَآءَ
اور زمین کا	تُو کہہ	اللہ	تُو کہہ	تو کیا بنا لئے تم نے	سے	اس کے علاوہ	کئی دوست

کون ہے؟ آپ فرمادیجئے کہ اللہ ہے، آپ فرمادیجئے تو کیا تم نے اُسے چھوڑ کر ایسے دوست بنا رکھے ہیں

لَا يَمْلِكُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى

لَا	يَمْلِكُوْنَ	لِأَنْفُسِهِمْ	نَفْعًا	وَ	لَا	ضَرًّا ؕ	قُلْ	هَلْ	يَسْتَوِي	الْأَعْمٰى
نہیں	اختیار رکھتے وہ	اپنی جانوں کیلئے	نفع کا	اور	نہ	نقصان کا	تُو کہہ	کیا	برابر ہو سکتے ہیں	نابینا

جو خود اپنی ذات کے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں؟ آپ فرما دیجئے کیا نابینا اور بینا

وَالْبَصِيْرُ ۙ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ أَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ

وَ	الْبَصِيْرُ ۙ	أَمْ	هَلْ	تَسْتَوِي	الظُّلُمٰتُ	وَ	النُّوْرُ ۚ	أَمْ	جَعَلُوْا	لِلّٰهِ	شُرَكَآءَ
اور	بینا	یا	کیا	برابر ہو سکتے ہیں	اندھیرے	اور	روشنی	یا	بنا لئے انہوں نے	اللہ کیلئے	کئی شریک

برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا انہوں نے اللہ کے ساتھ جو کئی شریک مقرر کر رکھے ہیں،

= ہوتا ہے؟ اور اللہ کس چیز سے بنا ہے، سونے کا ہے یا چاندی، تانبے اور پیتل کا؟ یہ سوال اس نے بار بار دہرانا شروع کر دیا، اسی دوران بادل گرجنے لگے اور اس سردار پر کڑک کر بجلی گری اور وہ مر گیا۔

⑭ اس آیتِ مبارکہ میں غیر اللہ سے دعائیں مانگنے والوں کی نادانی ایک مثال کے ذریعے بیان کی گئی ہے، کہ ایک آدمی کو پیاس لگ رہی ہو اور وہ پانی لینے کیلئے اپنے ہاتھوں کو آگے بڑھائے لیکن اسے منہ میں نہ انڈیلے، اس کی خواہش یہ ہو کہ اس نے ہاتھ آگے بڑھا لیے، اب پانی کو چاہیے کہ آگے بڑھ کر اس کے منہ میں خود پہنچ جائے، تو کیا اس کی یہ خواہش کبھی پوری ہو سکے گی؟ کیا پانی اس کے منہ میں خود بخود پہنچ جائیگا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر غیر اللہ سے دعائیں مانگنے والوں کی دعائیں بھی کبھی قبول نہیں ہونگی اس لیے غیر اللہ کو پکارنا باطل اور غلط ہے، جبکہ اللہ کو پکارنا اور اس سے دعا کرنا برحق ہے، وہی انسان کی دعائیں قبول کرتا ہے۔

⑮ اس آیتِ مبارکہ میں زمین و آسمان کی ہر مخلوق کا اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونا مذکور ہے، لیکن یہاں سجدہ سے اس کی وہ مخصوص ہیئت مراد نہیں ہے جس سے ہم اپنی نمازوں میں واقف ہیں، ہر مخلوق اس طریقے کے مطابق سجدہ کرتی ہے جو اس کیلئے مقرر کیا گیا ہے، اسی طرح لفظ کرْھًا سے یہ مراد نہیں ہے کہ کچھ مخلوقات ایسی بھی ہیں جو اپنی مرضی سے اللہ کی عبادت نہیں کرتی ہیں اور انہیں زبردستی اس پر مجبور کیا جاتا ہے؟ بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر مخلوق اللہ کے سامنے سجدہ کرتی ہے خواہ اس میں اپنے اختیار کو استعمال کرنے کی نوبت آئے یا اس مخلوق میں اختیار کی صلاحیت ہی نہ رکھی گئی ہو جیسے اینٹ، پتھر، پہاڑ، پانی، ندی، نالے، وغیرہ۔

خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ

خَلَقُوْا	كَخَلْقِهٖ	فَتَشَابَهَ	الْخَلْقُ	عَلَيْهِمْ ۭ	قُلِ	اللّٰهُ	خَالِقُ	كُلِّ
پیدا کیا انہوں نے	جیسے پیدا کرنا اس کا	تو مشتبہ ہوگئی	مخلوق	ان پر	تُو کہہ	اللہ	پیدا کرنے والا	ہر

انہوں نے اللہ کی طرح کوئی مخلوق پیدا کی ہے ؟ جس کیوجہ سے مخلوق اُن پر مشتبہ ہوگئی ہے ، آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا

شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑯ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ

شَيْءٍ	وَّ	هُوَ	الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ⑯	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَاۗءِ	مَاۗءً	فَسَالَتْ
چیز کا	اور	وہ	اکیلا	سب پر غالب	اس نے اتارا	سے	آسمان کے	پانی	سو بہہ پڑیں

خالق ہے اور وہ اکیلا، سب پر غالب ہے ۔ ⑯ اُس نے آسمان سے پانی اتارا ، پھر وادیاں

اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ

اَوْدِيَةٌۢ	بِقَدَرِهَا	فَاحْتَمَلَ	السَّيْلُ	زَبَدًا	رَّابِيًا ۭ	وَ	مِمَّا	يُوْقِدُوْنَ
وادیاں	اس کے اندازے سے	سو اٹھالایا	سیلاب	جھاگ	پھولا ہوا	اور	اس سے جو	وہ جلاتے ہیں

اپنے اندازے کے مطابق بہہ پڑیں پھر سیلاب ایک پھولا ہوا جھاگ اٹھالایا ، نیز زیور یا کوئی سامان

عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ

عَلَيْهِ	فِي	النَّارِ	ابْتِغَاۗءَ	حِلْيَةٍ	اَوْ	مَتَاعٍ	زَبَدٌ	مِّثْلُهٗ ۭ	كَذٰلِكَ	يَضْرِبُ
اس پر	بیچ	آگ کے	حاصل کرنے کو	زیور	یا	سامان	جھاگ	اسی جیسا	اسی طرح	بیان کرتا ہے

بنانے کیلئے وہ جس چیز کو آگ میں دھونکتے ہیں ، اُس پر بھی اُسی طرح جھاگ آجاتا ہے ، اِسی طرح اللہ حق

اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ

اللّٰهُ	الْحَقَّ	وَ	الْبَاطِلَ ڛ	فَاَمَّا	الزَّبَدُ	فَيَذْهَبُ	جُفَاۗءً ۚ	وَ	اَمَّا	مَا	يَنْفَعُ
اللہ	حق کو	اور	باطل کو	سو رہا	جھاگ	تو چلا جاتا ہے	خشک ہوکر	اور	رہا	وہ جو	نفع دیتا ہے

اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے ، باقی رہا جھاگ تو وہ خشک ہو کر اُڑ جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کیلئے

النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ⑰

النَّاسَ	فَيَمْكُثُ	فِي	الْاَرْضِ ۭ	كَذٰلِكَ	يَضْرِبُ	اللّٰهُ	الْاَمْثَالَ ⑰
لوگوں کو	تو ٹھہر جاتا ہے	بیچ	زمین کے	اسی طرح	بیان کرتا ہے	اللہ	مثالیں

نفع بخش ہوتی ہے ، وہ زمین میں رہ جاتی ہے ، اِسی طرح اللہ مثالیں بیان کرتا ہے ۔ ⑰

⑯ اس آیتِ مبارکہ میں شرک و بت پرستی کی مذمت بیان کی گئی ہے ،کہ انسان اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو اپنا معبود اور مسجود بناتا ہے جو دوسروں کے نفع اور نقصان کے تو کیا مالک ہوتے ،وہ اپنی ذات کے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں،کیا یہ لوگ بینائی سے محروم ہو چکے ہیں؟ کیا انہیں نظر نہیں آتا کہ ایسی بے بس اور بے جان مخلوق، خالق کے درجے پر کیسے پہنچ گئی؟ کیا یہ لوگ اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں کہ انہیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا، بینائی انسان کی داخلی روشنی ہوتی ہے، جب وہ ختم ہو جائے تو انسان نابینا ہو جاتا ہے اور اندھیرا خارجی طور پر انسان کی بینائی کو متاثر کرتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے داخلی اور خارجی بینائی سے محروم ہو چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کو یہ داخلی اور خارجی بینائی حاصل ہے، ان کے ساتھ ان کا کوئی مقابلہ اور جوڑ ہی نہیں بنتا، یہاں ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا اُن کے معبودوں نے بھی اللہ کی طرح کوئی مخلوق بنائی ہے، جسے دیکھ کر یہ لوگ شکوک وشبہات اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں کہ اس معبود کو مانیں یا اُس معبود کو؟ اس کی مخلوق میں کاریگری زیادہ نمایاں ہے یا اُس کی مخلوق میں؟ اِس نے زیادہ چیزیں پیدا کی ہیں یا اُس نے؟ اگر ایسا ہے تو ان کی تخلیق اور مخلوق سامنے لے آؤ، قیامت آجائے گی لیکن تم ایسا نہیں کر سکو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

⑰ اس آیتِ مبارکہ میں حق اور باطل کو دو مثالوں کے ذریعے واضح کیا گیا ہے، پہلی مثال آسمان سے نازل ہونے والی بارش ہے کہ جب وہ زمین پر برستی ہے تو پانی خود بخود نشیب کی طرف چلنا شروع کر دیتا ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ اس پانی کے اوپر کوڑا کرکٹ ، تنکے اور گرد وغبار بھی آ جاتا ہے، یہ کوڑا کرکٹ اور گرد وغبار پانی کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہتا، بلکہ عارضی ہوتا ہے اور اسے معمولی تدبیر سے بآسانی زائل کیا جا سکتا ہے، حق کی مثال صاف پانی کی سی ہے اور باطل کی مثال اس پانی پر آجانے والے گرد وغبار اور کوڑا کرکٹ کی سی ہے جو کچھ عرصے کیلئے حق پر غالب آگیا ہے، لیکن اُس کا یہ غلبہ عارضی اور ناپائیدار ہے، دوسری مثال سونے چاندی کے زیورات اور برتن وغیرہ ہیں کہ جب سنار نے سونے چاندی کو کسی خاص شکل میں ڈھالنا ہوتا ہے تو پہلے اسے آگ میں پگھلا کر نرم کرتا ہے، اس وقت اس پر بھی جھاگ آتا ہے جو ظاہری طور پر اصل سونے چاندی کو چھپا لیتا ہے لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہ جھاگ خشک ہو جاتا ہے اور خالص سونا اور چاندی رہ جاتے ہیں، اسی طرح حق اور باطل کی کشمکش میں بھی آخری فتح حق کی ہوگی اور باطل جھاگ کی طرح بیٹھ جائیگا۔

لِلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰىؔ ؕ وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ

لِلَّذِيۡنَ	اسۡتَجَابُوۡا	لِرَبِّهِمُ	الۡحُسۡنٰى	وَ	الَّذِيۡنَ	لَمۡ	يَسۡتَجِيۡبُوۡا	لَهٗ	لَوۡ
ان لوگوں کیلئے	قبول کیا انہوں نے	اپنے رب کیلئے	بھلائی	اور	جو لوگ	نہ	قبول کریں	اس کیلئے	اگر

جن لوگوں نے اپنے رب کی پکار کو قبول کیا ، اُن کیلئے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے اُسے قبول نہیں کیا ،

اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ

اَنَّ	لَهُمۡ	مَّا	فِى	الۡاَرۡضِ	جَمِيۡعًا	وَّ	مِثۡلَهٗ	مَعَهٗ	لَافۡتَدَوۡا	بِهٖ	اُولٰٓئِكَ
ہو	ان کیلئے	وہ جو	بیچ	زمین کے	سب کا سب	اور	اتنا ہی	اس کے ہمراہ	البتہ فدیے میں دیدیتے	اسے	وہی لوگ

اُن کے پاس اگر وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اُس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ اُسے فدیے میں دیدیں ، ان لوگوں

لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۙ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ۝١٨ اَفَمَنۡ

لَهُمۡ	سُوۡٓءُ	الۡحِسَابِ	وَ	مَاۡوٰٮهُمۡ	جَهَنَّمُ	وَ	بِئۡسَ	الۡمِهَادُ ۝١٨	اَفَمَنۡ
ان کیلئے	بدترین	حساب	اور	ان کا ٹھکانہ	جہنم	اور	وہ بدترین	آرام گاہ	تو کیا جو

کا بدترین حساب ہوگا ، اِن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین آرام گاہ ہے ۔ ١٨ بھلا جو شخص

يَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَـقُّ كَمَنۡ هُوَ اَعۡمٰىؕ اِنَّمَا

يَّعۡلَمُ	اَنَّمَاۤ	اُنۡزِلَ	اِلَيۡكَ	مِنۡ	رَّبِّكَ	الۡحَـقُّ	كَمَنۡ	هُوَ	اَعۡمٰى	اِنَّمَا
جانتا ہو	وہ تو صرف	نازل کیا گیا	تیری طرف	سے	تیرے رب کے	برحق	جیسا کہ وہ جو	وہ	نابینا	وہ تو صرف

یہ جانتا ہو کہ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے ، اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھا ہو ، نصیحت تو

يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝١٩ الَّذِيۡنَ يُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَلَا يَنۡقُضُوۡنَ

يَتَذَكَّرُ	اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝١٩	الَّذِيۡنَ	يُوۡفُوۡنَ	بِعَهۡدِ	اللّٰهِ	وَ	لَا	يَنۡقُضُوۡنَ
نصیحت حاصل کرتے ہیں	عقل والے	جو لوگ	پورا کرتے ہیں	عہد کو	اللہ کے	اور	نہیں	توڑتے

صرف اہل عقل ہی حاصل کر سکتے ہیں ۔ ١٩ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی

الۡمِيۡثَاقَ ۝٢٠ وَالَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ

الۡمِيۡثَاقَ ۝٢٠	وَ	الَّذِيۡنَ	يَصِلُوۡنَ	مَاۤ	اَمَرَ	اللّٰهُ	بِهٖۤ	اَنۡ	يُّوۡصَلَ
عہد کو	اور	جو لوگ	جوڑتے ہیں	وہ جو	حکم دیا	اللہ نے	ساتھ اس کے	یہ کہ	جوڑا جائے

نہیں کرتے ۔ ٢٠ اور وہ لوگ جو اُن رشتوں کو جوڑتے ہیں جنہیں جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ،

١٨ اس آیتِ مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کا انجام ذکر کیا گیا ہے، پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کر لیا اور حق کو تسلیم کر لیا اور باطل کو مسترد کر دیا، ان لوگوں کیلئے دنیا و آخرت میں بھلائی کا فیصلہ ہو چکا ہے، دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنے رب کی دعوت کو قبول نہیں کیا، حق کو چھوڑ دیا اور باطل کو گلے لگا لیا، ان لوگوں کا آخرت میں بدترین حساب ہوگا، سخت پوچھ گچھ اور گرفت ہوگی، جہنم کو اُن کا ٹھکانہ قرار دیا جائیگا، وہ چاہیں گے کہ کسی طرح جہنم سے بچ جائیں، اگرچہ اس کیلئے انہیں روئے زمین کے خزانے بھی دینے پڑ جائیں، لیکن اُس وقت ایسا ممکن نہ ہوگا اور ایسے لوگوں سے کہا جائیگا کہ آج تم روئے زمین کے خزانے دینے کیلئے تیار ہو، دنیا میں میں نے تم سے بہت آسان چیز کا مطالبہ کیا تھا کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ لیکن تم شرک کیے بغیر باز نہ آئے، سو اب سزا بھگتو۔

١٩ اس آیتِ مبارکہ میں سوال کے انداز میں سمجھایا گیا ہے کہ کیا نابینا اور بینائی رکھنے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو قرآن کریم کو برحق ماننے اور نہ ماننے والے کیونکر برابر ہو سکتے ہیں، بات صرف اتنی ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور شعور سے نواز رکھا ہے، نصیحت اور عبرت وہی حاصل کرتے ہیں۔

٢٠ اس آیتِ مبارکہ میں اہل عقل کی دو خوبیاں ذکر کی گئی ہیں، ترجمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں لیکن حقیقت میں یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، پہلی خوبی کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے سے ہے خواہ وہ وعدہ عالمِ ارواح میں کیا ہو، یا عالمِ اجسام میں، دوسری خوبی کا تعلق بندوں سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے سے ہے کہ وہ بندوں سے کیے ہوئے وعدے بھی نہیں توڑتے، دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے جملے میں وعدہ پورا کرنے کا ذکر ہے اور دوسرے جملے میں معاہدہ پورا کرنے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۲۱ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا

وَ	يَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ	وَ	يَخَافُوْنَ	سُوْٓءَ	الْحِسَابِ ۲۱	وَ	الَّذِيْنَ	صَبَرُوا
اور	ڈرتے ہیں وہ	اپنے رب سے	اور	ڈرتے ہیں	بدترین	حساب سے	اور	جو لوگ	صبر کیا انہوں نے

اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوف زدہ رہتے ہیں ۔ ۲۱ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی

ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

ابْتِغَآءَ	وَجْهِ	رَبِّهِمْ	وَ	اَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اَنْفَقُوْا	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	سِرًّا
حاصل کرنے کو	رضا	اپنے رب کی	اور	قائم کی انہوں نے	نماز	اور	خرچ کیا انہوں نے	اس سے جو	دیا ہم نے انہیں	چھپ کر

رضا حاصل کرنے کیلئے صبر کیا، نماز قائم کی اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر

وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى

وَّ	عَلَانِيَةً	وَّ	يَدْرَءُوْنَ	بِالْحَسَنَةِ	السَّيِّئَةَ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عُقْبَى
اور	ظاہر ہوکر	اور	بدلہ دیتے ہیں	ساتھ بھلائی کے	برائی کا	وہ لوگ	ان کیلئے	انجام

خرچ کیا اور وہ برائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ دیتے ہیں ، اُنہی لوگوں کیلئے آخرت کا

الدَّارِ ۲۲ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ

الدَّارِ ۲۲	جَنّٰتُ	عَدْنٍ	يَّدْخُلُوْنَهَا	وَ	مَنْ	صَلَحَ	مِنْ	اٰبَآئِهِمْ
گھر کا	باغات	ہمیشہ رہنے کے	داخل ہوں گے وہ اُس میں	اور	جو	قابل ہو	سے	ان کے باپوں کے

گھر ہے ۔ ۲۲ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں وہ بھی داخل ہوں گے ، اور ان کے آباؤ اجداد، بیگمات

وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ

وَ	اَزْوَاجِهِمْ	وَ	ذُرِّيّٰتِهِمْ	وَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	يَدْخُلُوْنَ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ	كُلِّ
اور	ان کی بیویوں کے	اور	ان کی اولاد کے	اور	فرشتے	داخل ہوتے ہیں	ان پر	سے	ہر

اور اولاد میں سے بھی جو اس کی صلاحیت رکھتے ہوں گے ، نیز فرشتے اُن کے پاس ہر دروازے سے

بَابٍ ۲۳ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۲۴ وَ الَّذِيْنَ

بَابٍ ۲۳	سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ	بِمَا	صَبَرْتُمْ	فَنِعْمَ	عُقْبَى	الدَّارِ ۲۴	وَ	الَّذِيْنَ
دروازے کے	سلام ہو	تم پر	بدلے اس کے جو	صبر کیا تم نے	تو کیا خوب	انجام	گھر کا	اور	جو لوگ

آئیں گے ۔ ۲۳ تم پر سلام ہو اِس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا ، سو کیا ہی خوب ہے آخرت کا گھر ۔ ۲۴ اور جو لوگ

۲۱ اس آیتِ مبارکہ میں اہل عقل کی مزید تین خوبیاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ صلہ رحمی کرتے ہیں اور جن رشتہ داریوں کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، وہ انہیں جوڑتے ہیں، قطع تعلقی نہیں کرتے، دوسری یہ کہ ان کے دلوں میں خشیتِ الٰہی کے جذبات موجزن رہتے ہیں اور تیسری یہ کہ وہ حساب کتاب کے دن کوئی برائی پیش آنے سے ڈرتے ہیں، لہٰذا وہ اس کیلئے تیاری کرتے ہیں۔

۲۲ اس آیتِ مبارکہ میں اہل عقل کی مزید چار خوبیاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کیلئے صبر کرتے ہیں یعنی ان کا صبر کسی ریاکاری کا نتیجہ نہیں ہوتا اور وہ کسی پریشانی اور تکلیف سے گھبرا کر صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، دوسری یہ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، یعنی نماز کا اہتمام اس کے مکمل آداب و شرائط کے ساتھ کرتے ہیں، تیسری یہ کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے موقع کی مناسبت سے سب کے سامنے اور چھپ کر خرچ کرتے ہیں اور چوتھی یہ کہ برائی کا جواب برائی سے دینے کی بجائے بھلائی سے دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔

۲۳ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جنت اور ان کے اعزاز و اکرام کا ذکر کیا گیا ہے، اوپر جن لوگوں کی صفات بیان ہوئیں، وہ جنت میں داخل ہوں گے، لیکن مقام تفریح اپنوں کے بغیر انسان کی تفریح کو مکمل نہیں ہونے دیتا، اس لیے اس آیت میں خوشخبری دی گئی ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد اور بیوی بچوں میں سے بھی جو لوگ جنت میں داخل ہونے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہوں گے، وہ بھی تمہارے ہمراہ جنت میں ہوں گے تا کہ تمہاری خوشی دوبالا ہوجائے، دوسرا اعزاز یہ ہوگا کہ اللہ کی نورانی اور معصوم مخلوق یعنی فرشتے انہیں سلام کریں گے اور جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس خادمانہ، دست بستہ حاضر ہوا کریں گے۔

۲۴ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جنت کو فرشتوں کے سلام کے الفاظ بیان کیے گئے ہیں کہ وہ ان الفاظ کے ساتھ اہل جنت کو سلام کیا کریں گے اور بطور خاص ان کے صبر و استقامت کا ذکر کریں گے۔

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ

يَنْقُضُوْنَ	عَهْدَ	اللّٰهِ	مِنْۢ	بَعْدِ	مِيْثَاقِهٖ	وَ	يَقْطَعُوْنَ	مَآ	اَمَرَ	اللّٰهُ	بِهٖٓ
توڑ دیتے ہیں	عہد کو	اللہ کے	سے	پیچھے	اسے پختہ کرنے کے	اور	توڑ دیتے ہیں	وہ جو	حکم دیا	اللہ نے	ساتھ اس کے

اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اُس رشتے کو توڑ دیتے ہیں جسے جوڑنے کا اللہ نے

اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ

اَنْ	يُّوْصَلَ	وَ	يُفْسِدُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ ۙ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمُ	اللَّعْنَةُ	وَ	لَهُمْ
یہ کہ	جوڑا جائے وہ	اور	فساد کرتے ہیں	بیچ	زمین کے	وہی لوگ	ان کیلئے	لعنت	اور	ان کیلئے

حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ، انہی لوگوں کیلئے لعنت ہے اور انہی لوگوں کیلئے

سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ وَ فَرِحُوْا

سُوْٓءُ	الدَّارِ ﴿۲۵﴾	اَللّٰهُ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَ	يَقْدِرُ ؕ	وَ	فَرِحُوْا
برا	گھر	اللہ	کشادہ کرتا ہے	رزق کو	اس کیلئے جسے	وہ چاہتا ہے	اور	تنگ کرتا ہے	اور	اترانے لگے وہ

برا گھر ہے ۔ ۲۵ اللہ جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ اور تنگ کر دیتا ہے ، اور لوگ دنیا کی

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَ يَقُوْلُ

بِالْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ؕ	وَ	مَا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	فِي	الْاٰخِرَةِ	اِلَّا	مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾	وَ	يَقُوْلُ
زندگی پر	دنیا کی	اور	نہیں	زندگی	دنیا کی	بیچ	آخرت کے	مگر	سامان	اور	کہتے ہیں

زندگی پر ہی خوش ہیں ، حالانکہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی تو محض سازو سامان ہے ۔ ۲۶ اور کافر لوگ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَوْلَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْهِ	اٰيَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ ؕ	قُلْ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُضِلُّ
وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	کیوں نہیں	اتاری گئی	اس پر	کوئی نشانی	سے	اس کے رب کے	تُو کہہ	بیشک	اللہ	گمراہ کرتا ہے

کہتے ہیں کہ اِن پر اِن کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوتی ؟ آپ فرمادیجئے کہ اللہ جسے چاہے

مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ

مَنْ	يَّشَآءُ	وَ	يَهْدِيْٓ	اِلَيْهِ	مَنْ	اَنَابَ ﴿۲۷﴾	اَلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	تَطْمَئِنُّ
جسے	وہ چاہتا ہے	اور	ہدایت دیتا ہے	اپنی طرف	جو	رجوع کیا اُس نے	جو لوگ	ایمان لائے	اور	مطمئن ہوتے ہیں

گمراہ کر دیتا ہے ، اور ہدایت اُسی کو عطا فرماتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرتا ہے ۔ ۲۷ جو لوگ ایمان لائے ، اور اُن کے دل

۲۵ اس آیتِ مبارکہ میں عہد شکنی، قطع رحمی اور فساد فی الارض کو اللہ تعالیٰ کی لعنت اور برے انجام کا سبب قرار دیا گیا ہے سو ان خامیوں اور عیوب سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۲۶ اس آیتِ مبارکہ میں رزق کی تنگی اور کشادگی کو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے پر موقوف قرار دیا گیا ہے، یعنی یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اس نے کس کا رزق تنگ اور کس کا رزق کشادہ کرنا ہے، لہٰذا رزق کی تنگی کسی انسان کے مردود ہونے اور رزق کی کشادگی کسی انسان کے مقبول ہونے کی علامت نہیں ہے، اگر کسی شخص کو ساری دنیا بھی مل جائے تو آخرت کے مقابلے میں اس کی حیثیت برتنے کی چیز جیسی ہے، لیکن لوگ اس پر اتراتے، اٹھلاتے اور فخر کرتے ہیں۔

ع ۳ ۸ ۹

۲۷ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم جن معجزات کی فرمائش کرتے ہیں، آپ وہ معجزات کیوں نہیں دکھاتے؟ اس پر فرمایا گیا کہ اللہ جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے، گمراہ کر دیتا ہے، سینکڑوں ہزاروں معجزات بھی اسے ہدایت کی سرحد تک نہیں پہنچا سکتے، اس لیے ان کی فرمائشیں پوری نہیں کی جاسکتیں، البتہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، اسے ہدایت نصیب ہوجاتی ہے۔

قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ ۲۸ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

قُلُوبُهُمْ	بِذِكْرِ	اللّٰهِ ؕ	اَلَا	بِذِكْرِ	اللّٰهِ	تَطْمَئِنُّ	الْقُلُوْبُ ؕ ۲۸	اَلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
ان کے دل	ساتھ ذکر کے	اللہ کے	آگاہ رہو	ساتھ ذکر کے	اللہ کے	مطمئن ہوتے ہیں	دل	جو لوگ	ایمان لائے

اللہ کے ذکر سے ہی اطمینان پاتے ہیں ، آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے ۔ ۲۸ جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۲۹ كَذٰلِكَ

وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	طُوْبٰى	لَهُمْ	وَ	حُسْنُ	مَاٰبٍ ۲۹	كَذٰلِكَ
اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	خوشخبری	ان کیلئے	اور	بہترین	ٹھکانہ	اسی طرح

اور انہوں نے نیک عمل کئے ، اُن کیلئے خوشخبری اور بہترین ٹھکانہ ہے ۔ ۲۹ اِسی طرح

اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ

اَرْسَلْنٰكَ	فِيْٓ	اُمَّةٍ	قَدْ	خَلَتْ	مِنْ	قَبْلِهَآ	اُمَمٌ	لِّتَتْلُوَاْ	عَلَيْهِمُ
ہم نے تجھے بھیجا	بیچ	ایک امت کے	یقیناً	گذر چکی ہیں	سے	اس کے پہلے	کئی امتیں	تاکہ تُو تلاوت کرے	ان پر

ہم نے آپ کو ایک امت میں بھیجا ہے ، جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ اُن کے سامنے اُس وحی کی

الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ

الَّذِيْٓ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	وَ	هُمْ	يَكْفُرُوْنَ	بِالرَّحْمٰنِ ؕ	قُلْ	هُوَ	رَبِّيْ
وہ جو	وحی کی ہم نے	تیری طرف	اور	وہ	انکار کرتے ہیں	رحمان کا	تُو کہہ	وہ	میرا رب

تلاوت کریں جو ہم نے آپ پر بھیجی ہے ، جبکہ یہ لوگ رحمان کا ہی انکار کر رہے ہیں ، آپ فرما دیجئے کہ وہی میرا رب ہے ،

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۳۰ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ

لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	عَلَيْهِ	تَوَكَّلْتُ	وَ	اِلَيْهِ	مَتَابِ ۳۰	وَ	لَوْ	اَنَّ	قُرْاٰنًا	سُيِّرَتْ
نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	اسی پر	بھروسہ کیا میں نے	اور	اسی کیطرف	میرا رجوع کرنا	اور	اگر	یہ کہ	کوئی قرآن	چلادیا جائے

اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اُسی کی طرف میرا رجوع کرنا ہے ۔ ۳۰ اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اُس کے ذریعے

بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ

بِهِ	الْجِبَالُ	اَوْ	قُطِّعَتْ	بِهِ	الْاَرْضُ	اَوْ	كُلِّمَ	بِهِ	الْمَوْتٰى ؕ	بَلْ	لِّلّٰهِ
اس کے ذریعے	پہاڑوں کو	یا	ٹکڑے کر دیئے جائیں	اس کے ذریعے	زمین کے	یا	باتیں کرنے لگیں	اس کے ذریعے	مردے	بلکہ	اللہ کیلئے

پہاڑ چل پڑتے ، یا زمین کے ٹکڑے ہو جاتے ، یا اُس کے ذریعے مُردے باتیں کرنے لگتے ، بلکہ حکم تو سب کا

۲۸ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ انہیں ایمان نصیب ہو جاتا ہے اور ان کے دلوں کو اطمینان قلب کی دولت حاصل ہو جاتی ہے، اطمینان قلب ایک ایسی عظیم نعمت ہے جسے ہر شخص حاصل کرنا چاہتا ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، مرد ہو یا عورت، بہت سے ایسے مالدار لوگ بھی ہیں جن کے پاس دنیا کی ہر آسائش اور سامان راحت موجود ہے لیکن دل کا سکون وقرار اور اطمینان نصیب نہیں ہے، اس کیلئے انہیں اپنی دولت خرچ کرنے میں بھی تردد نہیں ہوتا، وہ صرف دل کا سکون چاہتے ہیں اور اس کیلئے ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہوتے ہیں، یہی حال حکومت اور اقتدار والوں کا ہے، اگر اطمینان قلب بازار سے خریدی جانے والی کوئی جنس ہوتی تو یہ لوگ اسے منہ مانگے داموں خرید لیتے اور کسی غریب آدمی کو کبھی بھی اطمینانِ قلب میسر نہ ہوتا، لیکن اللہ نے اطمینان قلب ان چیزوں میں رکھا ہی نہیں ہے، اس نے دلوں کا اطمینان اور سکون اپنی یاد اور ذکر میں رکھ چھوڑا ہے، اس لیے دردِ دل کی دوا ''ذکر اللہ'' ہے، اس دوا کو امیر اور غریب، عالم اور جاہل، مرد اور عورت، حاکم اور محکوم کی تقسیم سے بالاتر رکھا گیا ہے لہٰذا جو شخص بھی ذکر اللہ کا اہتمام کرے گا، اسے سکون قلب کی نعمت مل جائیگی، ذکر اللہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انسان کو حق تعالیٰ کے قریب کردے، اس اعتبار سے اس میں ذکر کی تمام قسمیں شامل ہو جاتی ہیں اور قرآن کریم بھی چونکہ ذکر اللہ ہے، لہٰذا وہ بھی اس میں شامل ہے۔

۲۹ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان لاکر اعمال صالحہ کی زندگی اختیار کرنے والوں کیلئے دو انعام ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ''طوبیٰ'' عطا فرمائے گا، ''طوبیٰ'' کی تفسیر میں دو قول ہیں، پہلا یہ کہ یہ جنت کے ایک خاص درخت کا نام ہے، دوسرا یہ کہ اس سے مراد خوشحالی اور خوشخبری ہے، خواہ وہ دنیا کی ہو یا آخرت کی، اور دوسرا انعام یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں بہترین ٹھکانہ عطا فرمائے گا۔

۳۰ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح گزشتہ امتوں میں پیغمبروں کو بھیجا گیا، اسی طرح اس امت کی رہنمائی کیلئے آپ کو مبعوث کیا گیا، تاکہ آپ ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کریں، گویا کہ تلاوتِ قرآن مقاصدِ بعثت میں سے ایک اہم ترین مقصد ہے، اگر لوگ رحمان کا انکار کریں تو پیغمبر کو رحمان ہی پر اپنے توکل اور بھروسے کا اعلان کر دینا چاہئے، کیونکہ اگر یہ لوگ رحمان کی قدر نہ کریں تو اس سے رحمان کی عظمت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ وہ فی نفسہ عظیم ہے اور اپنی عظمت کیلئے ان کے اقرار کا محتاج نہیں ہے، جبکہ پیغمبر ﷺ رحمان کی عظمت سے واقف ہیں اس لیے انہیں اسی پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہیے۔

الۡاَمۡرُ جَمِيۡعًا ؕ اَفَلَمۡ يَايۡـَٔسِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ لَّوۡ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى

الۡاَمۡرُ	جَمِيۡعًا ؕ	اَفَلَمۡ	يَايۡـَٔسِ	الَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡۤا	اَنۡ	لَّوۡ	يَشَآءُ	اللّٰهُ	لَهَدَى
حکم	سب کا سب	تو کیا نہیں	مطمئن	جو لوگ	ایمان لائے	یہ کہ	اگر	چاہتا	اللہ	البتہ ہدایت دے دیتا

سب اللہ ہی کا ہے ، کیا اہلِ ایمان اِس بات پر خاطر جمع نہیں رکھتے کہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو وہ تمام انسانوں کو

النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا تُصِيۡبُهُمۡ بِمَا صَنَعُوۡا

النَّاسَ	جَمِيۡعًا ؕ	وَ	لَا	يَزَالُ	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	تُصِيۡبُهُمۡ	بِمَا	صَنَعُوۡا
لوگوں کو	اکٹھے	اور	نہیں	ٹلیں گے	جن لوگوں نے	کفر کیا	پہنچے گی انہیں	بدلے اس کے جو	انہوں نے کیا

ہدایت دیدیتا ، اور کافروں پر اُن کی کرتوتوں کیوجہ سے مسلسل آفتیں

قَارِعَةٌ اَوۡ تَحُلُّ قَرِيۡبًا مِّنۡ دَارِهِمۡ حَتّٰى يَاۡتِىَ وَعۡدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

قَارِعَةٌ	اَوۡ	تَحُلُّ	قَرِيۡبًا	مِّنۡ	دَارِهِمۡ	حَتّٰى	يَاۡتِىَ	وَعۡدُ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
آفت	یا	اترے گا	نزدیک	سے	ان کے گھر کے	یہاں تک کہ	آجائے	وعدہ	اللہ کا	بیشک	اللہ

آتی رہیں گی ، یا اُن کے گھر کے قریب ہی عذاب اترے گا ، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آپہنچے بیشک اللہ

لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ۳۱ ع وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَاَمۡلَيۡتُ ع ۴ ۵ ۱۰

لَا	يُخۡلِفُ	الۡمِيۡعَادَ ۳۱	وَ	لَقَدِ	اسۡتُهۡزِئَ	بِرُسُلٍ	مِّنۡ	قَبۡلِكَ	فَاَمۡلَيۡتُ
نہیں	خلاف کرتا	وعدہ کے	اور	البتہ یقیناً	مذاق اڑایا گیا	پیغمبروں کا	سے	تیرے پہلے	تو ڈھیل دی میں نے

وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ۔ ۳۱ اور یقیناً آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کا مذاق اُڑایا گیا ، سو میں نے کافروں کو

لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ قف فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ ۳۲ اَفَمَنۡ هُوَ قَآئِمٌ

لِلَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	ثُمَّ	اَخَذۡتُهُمۡ	فَكَيۡفَ	كَانَ	عِقَابِ ۳۲	اَفَمَنۡ	هُوَ	قَآئِمٌ
ان لوگوں کو	کفر کیا انہوں نے	پھر	میں نے انہیں پکڑ لیا	تو کیسا	ہوا	میرا سزا دینا	تو کیا جو	وہ	کھڑا ہو

پہلے ڈھیل دی ، پھر اُنہیں پکڑ لیا ، سو کیسی ہوئی میری سزا ؟ ۳۲ بھلا جو ذات ہر نفس پر

عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ ج وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلۡ سَمُّوۡهُمۡ ؕ

عَلٰى	كُلِّ	نَفۡسٍۢ	بِمَا	كَسَبَتۡ ج	وَ	جَعَلُوۡا	لِلّٰهِ	شُرَكَآءَ ؕ	قُلۡ	سَمُّوۡهُمۡ ؕ
پر	ہر	نفس کے	ساتھ اس کے جو	کمایا اس نے	اور	بنائے انہوں نے	اللہ کیلئے	بہت سے شریک	تُو کہہ	تم نام لو ان کے

اُس کے اعمال کے ساتھ کھڑی ہو ، اور لوگ اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرتے ہیں ، آپ فرمادیجئے کہ اُن کے نام لو ،

۳۱ اس آیتِ مبارکہ میں کفار اور مشرکین کے دلوں پر پڑے ہوئے پردے کے متعلق وضاحت کی گئی ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی ایسا قرآن بھیج دیا جائے جسے پہاڑوں پر رکھیں تو وہ چل پڑیں، زمین پر رکھیں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، مُردوں پر رکھیں تو وہ بولنے لگیں، تب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور بڑے سے بڑا معجزہ بھی ان کے دلوں کو نہیں پھیر سکے گا، حالانکہ اسی قرآن نے ہدایت کے طلب گاروں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی، کفر و شرک اور گمراہی پر پہاڑ کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو اُن کی جگہوں سے ہلا دیا، ان کے دلوں کی زمین کو پھاڑ کر اس میں سے ہدایت اور رحمت کے چشمے جاری کر دیئے، روحانی طور پر جو لوگ مردہ ہو چکے تھے، انہیں ایک نئی زندگی عطا کی، اس لیے اگر یہ لوگ بھی ایمان لانا چاہتے تو موجودہ قرآن ان کی ہدایت کیلئے کافی تھا، اگر کسی نئی کتاب کی ضرورت ہوتی تو یہ ضرورت سب کو پیش آنی چاہیے تھی، مسلمانوں کو اس بات پر خاطر جمع رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ساری انسانیت کو ہدایت دیدینا کچھ مشکل نہیں ہے، لیکن حق تعالیٰ نے حکمت اس میں رکھی ہے کہ انسان ایمان لانے اور نہ لانے میں مکمل طور پر آزاد ہو اور اپنے اختیار سے فیصلہ کر سکے، اس لیے اگر اہل مکہ ایمان نہیں لاتے تو ان کی مرضی ہے، لیکن ہم فرمائشی معجزات نہیں دکھائیں گے، بلکہ انہیں کھڑکھڑائیں گے، یہ لاتوں کے بھوت ہیں، باتوں سے نہیں مانیں گے، ان پر یا آس پاس کے رہنے والوں پر کوئی نہ کوئی آزمائش بھیجتے رہیں گے، اگر دل کی آنکھ کھلی ہوگی تو اس سے عبرت حاصل کر لیں گے، ورنہ جب اللہ کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو یہ لوگ اپنے آپ کو ہرگز نہ بچا سکیں گے۔

۳۲ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے ’’قانون مہلت‘‘ کا ذکر کیا گیا ہے، یہ مہلت پیغمبروں کا انکار کرنے والوں اور ان کا مذاق اڑانے والوں کو ہمیشہ ہی ملتی رہی ہے، اسی قانون کے پیش نظر اہل مکہ کو بھی مہلت دی جا رہی ہے، جب اللہ کی گرفت آئے گی تو یہ لوگ اس سے بچ نہ سکیں گے جیسے پہلے لوگ نہ بچ سکے۔

اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ

اَمْ	تُنَبِّـُٔوْنَهٗ	بِمَا لَا	يَعْلَمُ	فِي	الْاَرْضِ	اَمْ	بِظَاهِرٍ	مِّنَ	الْقَوْلِ	بَلْ	زُيِّنَ
یا	تم اسے بتارہے ہو	وہ جو نہیں	جانتا وہ	بیچ	زمین کے	یا	ظاہری	سے	بات	بلکہ	مزین کردیا گیا

کیا تم اللہ کو وہ بات بتانا چاہتے ہو جو وہ زمین میں نہیں جانتا ، یا یوں ہی اوپر اوپر کی باتیں کرتے ہو؟ بلکہ کافروں کیلئے

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

لِلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مَكْرُهُمْ	وَ	صُدُّوْا	عَنِ	السَّبِيْلِ	وَ	مَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ
ان لوگوں کیلئے	کفر کیا انہوں نے	ان کے مکر کو	اور	روک دیئے گئے وہ	سے	راستے کے	اور	جسے	گمراہ کردے	اللہ

اُن کے مکر کو مزین کر دیا گیا ہے اور وہ راہِ راست سے ہٹا دیئے گئے ہیں ، اور اللہ جسے گمراہ کر دے ،

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

فَمَا لَهٗ	مِنْ	هَادٍ ﴿٣٣﴾	لَهُمْ	عَذَابٌ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	لَعَذَابُ	الْاٰخِرَةِ
تو نہیں اس کیلئے	سے	کوئی ہدایت دینے والا	ان کیلئے	عذاب	بیچ	زندگی کے	دنیا کی	اور	البتہ عذاب	آخرت کا

اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ۔ [٣٣] اُن کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب زیادہ

اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿٣٤﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ

اَشَقُّ	وَ	مَا	لَهُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	مِنْ	وَّاقٍ ﴿٣٤﴾	مَثَلُ	الْجَنَّةِ	الَّتِيْ	وُعِدَ
زیادہ مشقت والا	اور	نہیں	ان کیلئے	سے	اللہ کے	سے	کوئی بچانے والا	مثال	جنت کی	جس کا	وعدہ کیا گیا

پُر مشقت ہے ، اور اُنہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا ۔ [٣٤] اُس جنت کا احوال "جس کا پرہیز گاروں سے

الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ

الْمُتَّقُوْنَ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	اُكُلُهَا	دَآئِمٌ	وَّ	ظِلُّهَا	تِلْكَ
پرہیزگاروں سے	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	اس کا پھل	ہمیشہ	اور	سایہ اس کا	وہ

وعدہ کیا گیا ہے" یہ ہے کہ اُس کے نیچے نہریں بہتی ہیں ، اُس کے پھل اور اُس کا سایہ دائمی ہے ، یہ اُن

عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

عُقْبَى	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	وَّ	عُقْبَى	الْكٰفِرِيْنَ	النَّارُ ﴿٣٥﴾	وَ	الَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ
انجام	ان لوگوں کا جو	ڈرتے رہے	اور	انجام	کافروں کا	جہنم	اور	جو لوگ	ہم نے انہیں دی

لوگوں کا بدلہ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ، اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ [٣٥] اور جن لوگوں کو ہم نے

[٣٣] اس آیت مبارکہ میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ اللہ جسے گمراہ کردے ، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ، مشرکین بھی گمراہ ہیں ، انہیں بھی اللہ کے علاوہ کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ، انہوں نے اللہ کے ساتھ سینکڑوں ، ہزاروں بلکہ لاکھوں شرکاء مقرر کر رکھے ہیں جنہیں معبودِ حقیقی کے اختیارات دے رکھے ہیں ، ان مشرکوں سے کہو کہ تمہیں ان کے نام بتائیں ، یہ تمہیں وہ نام بتائیں گے جو خود ان کے آباؤ اجداد نے رکھ چھوڑے ہیں اور اللہ نے اس کی کوئی دلیل ان پر نہیں اتاری ، اس لیے اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے ، اس کے باوجود اگر مشرکینِ مکہ اپنے شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ زمین کی ایک ایسی خبر اللہ تعالیٰ کو دینا چاہتے ہیں جو اُن کے خیال میں اللہ کے علم میں ہی نہیں ہے (العیاذ باللہ) یہ سب اوپر کی باتیں ہیں ، عامیانہ اور سطحی باتیں جن کی کوئی دلیل نہیں ، جن میں کوئی حقیقت نہیں ، جن میں صرف الفاظ ہیں ، معانی اور مفاہیم نہیں ، جن میں جسم ہے ، روح نہیں ، کیا یہ لوگ اتنی موٹی بات نہیں سمجھ سکتے کہ جو ذات کسی لمحے اپنی کسی مخلوق سے غافل نہ ہو ، ہر لمحے اس کی ہر مخلوق اس کی نگاہوں کے سامنے ہو ، کیا لکڑی ، پتھر ، لوہے اور تانبے کی بے جان مورتیاں اور جاندار لوگوں کے مجسمے اُس کے شریک ہو سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں ، لیکن کافروں کی نگاہوں میں ان کے اعمال بڑے اچھے اور خوبصورت ہیں ، وہ انہی میں مگن رہتے ہیں ، شیطان نے ان کی راہ ماردی ہے اس لیے یہ لوگ کبھی ہدایت نہیں پا سکتے۔

[٣٤] اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کی سزا بیان کی گئی ہے جو کفر و شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہیں ، کہ ان کیلئے دنیا میں بھی سزا ہے اور آخرت میں بھی ، دنیا کی سزا بھی کم نہیں ہے لیکن آخرت کی سزا کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں ہے اور وہاں انہیں اللہ کی پکڑ اور سزا سے بچانے والا بھی کوئی نہ ملے گا۔

[٣٥] اس آیتِ مبارکہ میں جنت کے احوال بیان کیے گئے ہیں ، کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اس کے مناظر نہایت حسین وجمیل ہوں گے ، اور حسین منظر انسان کی نگاہوں کو بھلا لگتا ہے ، اگر انسان غمگین ہو تو خوبصورت قدرتی مناظر اس کے غم کو کم کر دیتے ہیں اور جنت میں تو کوئی غم نہ ہوگا ، اسی طرح جنت کے میوے ، پھل اور کھانے پینے کی چیزیں کبھی ختم نہ ہوں گی ، بلکہ ہمیشہ رہیں گی ، گویا کہ وہاں قحط ، غربت ، ذخیرہ اندوزی اور اشیاء خورد و نوش کی قلت کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا ، نیز جنت کے درختوں کا سایہ بھی ہمیشہ رہے گا ، جس کی وجہ سے دھوپ ، گرمی اور پسینے کا نام و نشان نہ ہوگا ، گویا کہ جنت کا موسم بھی معتدل ہوگا ، دنیا میں انسان ایسی جگہوں کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ جہاں قدرتی مناظر اپنے جلوے دکھا رہے ہوں ، ہر قسم کے پھول و پھل اور میوے ارزاں ہوں اور وہاں کا موسم معتدل ہو ، اس کیلئے وہ لاکھوں روپے خرچ کر دیتا ہے لیکن اس کے دل کو سکون پھر بھی نہیں ملتا ، جنت میں انسان کو اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں بھی عطا فرمائے گا اور اس کے دل کو ایسی راحت و فرحت بھی عطا کرے گا کہ انسان کبھی غمگین نہ ہوگا ، یہ انجام اہل تقویٰ کا ہے ، جبکہ کافروں کا انجام "جہنم کی آگ" ہے ، کیا وہ اسے برداشت کر سکیں گے ؟

الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ

الْكِتٰبَ	يَفْرَحُوْنَ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	وَ	مِنَ	الْاَحْزَابِ	مَنْ	يُّنْكِرُ
کتاب	خوش ہوتے ہیں وہ	اس سے جو	نازل کیا گیا	تیری طرف	اور	سے	گروہوں کے	وہ جو	انکار کرتا ہے

کتاب دی ہے ، وہ آپ پر نازل ہونے والی کتاب سے خوش ہوتے ہیں ، اور بعض گروہ ایسے بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کا

بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ

بَعْضَهٗ	قُلْ	اِنَّمَآ	اُمِرْتُ	اَنْ	اَعْبُدَ	اللّٰهَ	وَ	لَآ	اُشْرِكَ	بِهٖ	اِلَيْهِ
اس کے کچھ حصے کا	تُو کہہ	وہ تو صرف	مجھے حکم دیا گیا	یہ کہ	عبادت کروں میں	اللہ کی	اور	نہ	شریک کروں	اس کے ساتھ	اسی کی طرف

انکار کرتے ہیں ، آپ فرمادیجئے کہ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں ، میں اُسی کی طرف

اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿٣٦﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ

اَدْعُوْا	وَ	اِلَيْهِ	مَاٰبِ ﴿٣٦﴾	وَ	كَذٰلِكَ	اَنْزَلْنٰهُ	حُكْمًا	عَرَبِيًّا	وَ	لَئِنِ
میں دعوت دیتا ہوں	اور	اسی کی طرف	میرا رجوع کرنا	اور	اسی طرح	ہم نے اسے نازل کیا	حکم کرکے	عربی میں	اور	البتہ اگر

دعوت دیتا ہوں اور اُسی کی طرف میرا ٹھکانہ ہے ۔ (۳٦) اور اسی طرح ہم نے اِسے عربی زبان میں حکم بنا کر اتارا ہے ، اے مخاطب ! اگر آپ

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ

اتَّبَعْتَ	اَهْوَآءَهُمْ	بَعْدَ	مَا	جَآءَكَ	مِنَ	الْعِلْمِ	مَا لَكَ	مِنَ	اللّٰهِ
تُونے پیروی کی	ان کی خواہشات کی	پیچھے	اس کے جو	آگیا تیرے پاس	سے	علم کے	نہیں تیرے لیے	سے	اللہ کے

ان کی خواہشات کی پیروی کرنے لگے بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا تو اللہ کے سامنے

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّ	لَا	وَاقٍ ﴿٣٧﴾	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	رُسُلًا	مِّنْ	قَبْلِكَ	وَ	جَعَلْنَا
سے	کوئی دوست	اور	نہ	کوئی بچانے والا	اور	البتہ یقیناً	ہم نے بھیجے	بہت سے پیغمبر	سے	تیرے پہلے	اور	بنائیں ہم نے

آپ کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔ (۳۷) اور یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کو بھیج چکے ہیں

لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

لَهُمْ	اَزْوَاجًا	وَّ	ذُرِّيَّةً	وَ	مَا	كَانَ	لِرَسُوْلٍ	اَنْ	يَّاْتِيَ	بِاٰيَةٍ	اِلَّا	بِاِذْنِ
ان کیلئے	بیویاں	اور	بچے	اور	نہیں	ہے	کسی پیغمبر کیلئے	یہ کہ	لائے وہ	کوئی نشانی	مگر	ساتھ اجازت کے

اور ہم نے اُن کے بیوی بچے بھی بنائے تھے ، اور کسی پیغمبر کیلئے یہ اختیار نہیں رہا کہ وہ اللہ کی مرضی کے بغیر

(۳٦) اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کے نزول کے بعد لوگوں کے دو گروہوں اور ان کے رویوں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلا گروہ انصاف پسند اہل کتاب کا ہے، وہ تو قرآن کریم کے نزول پر بہت خوش اور مطمئن ہیں، کیونکہ قرآن کریم نے ان کے جذبات واحساسات کی صحیح ترجمانی کی ہے اور سابقہ آسمانی کتابوں کو تسلیم کر کے ان کی تصدیق کی ہے، دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو قرآن کریم کے کچھ مضامین کو انکار اور نا خوشی کے ساتھ دیکھتے ہیں، کیونکہ وہ ان کی خواہش اور امید کے برخلاف حقیقت پر مبنی ہیں اور بہت سارے لوگ قرآن وسنت اور اللہ کے دین کو اپنی خواہشات کے رنگ میں رنگنا چاہتے ہیں ، ایسے لوگوں کے خوش یا ناراض ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ، انسان کو چاہیے کہ اپنا کام کرتا رہے اور انجام اللہ کے حوالے کر دے ، خود دعا اور عبادت میں مشغول رہے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے ، اسی کی دعوت دے اور اسی کی طرف لوٹ جانے کا یقین رکھے۔

(۳۷) اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ حکم ہے یعنی لوگوں کے مقدمات اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، وہ حق اور ع ٥ ٦ ١١
باطل کے درمیان فیصلہ کرسکتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ حکم کا لفظ حکمت کے معنیٰ ہو، چونکہ قرآن کریم حکمت سے بھرپور کلام ہے اس لیے اس پر لفظِ حکم کا اطلاق کیا گیا ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ عربی زبان میں ہے، گویا کہ قرآن کریم کا عربی زبان میں نازل کیا جانا اس کا حسن اور خوبصورتی ہے، دنیا کی کسی دوسری زبان میں وہ حسن اور خوبصورتی نہیں ہے جو عربی زبان میں ہے، اللہ نے اسے اصل علم قرار دیا ہے، اب اگر کوئی شخص اس اصل علم کو چھوڑ کر لوگوں کی پسند اور ناپسند کو اہمیت دینے لگے اور اس کی یہ خواہش ہو کہ لوگ اُس سے خوش ہو جائیں تو گویا اس نے قرآن کریم کی قدر نہیں کی، جس کا وبال اسے بھگتنا پڑے گا، اس آیت کا روئے سخن نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے لیکن چونکہ نبی علیہ السلام سے اس کا صدور ممکن نہیں ہے، اس لیے ترجمے میں ''اے مخاطب'' کا لفظ لایا گیا ہے تا کہ ہر مخاطب کو شامل ہو جائے۔

اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚۖ وَ عِنْدَهٗۤ

اللّٰهِ	لِكُلِّ	اَجَلٍ	كِتَابٌ ﴿۳۸﴾	يَمْحُوا	اللّٰهُ	مَا	يَشَآءُ	وَ	يُثْبِتُ ۚ	وَ	عِنْدَهٗۤ
اللہ کی	ہرایک	زمانے کیلئے	لکھی ہوئی تحریر	مٹا دیتا ہے	اللہ	جو	چاہتا ہے	اور	باقی رکھتا ہے	اور	اسی کے پاس

کوئی نشانی لے آئیں ، ہر زمانے کے مناسب حکم لکھا ہوا ہے۔ ۳۸ اللہ جسے چاہتا ہے مٹاتا اور باقی رکھتا ہے ، اور اُسی کے پاس

اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَ اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

اُمُّ	الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾	وَ	اِنْ	مَّا	نُرِيَنَّكَ	بَعْضَ	الَّذِيْ	نَعِدُهُمْ	اَوْ	نَتَوَفَّيَنَّكَ
مرکز	لکھی ہوئی تحریر	اور	اگر	وہ جو	ہم دکھائیں تجھے	کچھ چیزیں	وہ جو	ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں	یا	تجھے بلالیں ہم

لوحِ محفوظ ہے۔ ۳۹ اگر ہم آپ کو بعض وہ چیزیں دکھادیں جن کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے یا آپ کو اپنے پاس بلالیں

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ

فَاِنَّمَا	عَلَيْكَ	الْبَلٰغُ	وَ	عَلَيْنَا	الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾	اَوَلَمْ	يَرَوْا	اَنَّا	نَاْتِي	الْاَرْضَ
توصرف	تجھ پر	پہنچادینا	اور	ہم پر	حساب لینا	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	کہ بیشک ہم	آتے ہیں	زمین پر

تو آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔ ۴۰ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اُس کے

نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَ هُوَ

نَنْقُصُهَا	مِنْ	اَطْرَافِهَا ؕ	وَ	اللّٰهُ	يَحْكُمُ	لَا	مُعَقِّبَ	لِحُكْمِهٖ ؕ	وَ	هُوَ
ہم اسے کم کرتے ہیں	سے	اس کے کناروں کے	اور	اللہ	فیصلہ کرتا ہے	نہیں	کوئی پیچھے کرنے والا	اس کے حکم کو	اور	وہ

کناروں سے گھٹاتے ہوئے آتے ہیں ، اور اللہ فیصلہ کرتا ہے ، اُس کا حکم پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں ہے ، اور وہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ

سَرِيْعُ	الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾	وَ	قَدْ	مَكَرَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	فَلِلّٰهِ	الْمَكْرُ
جلد لینے والا	حساب کا	اور	تحقیق	مکر کیا	ان لوگوں نے جو	سے	ان کے پہلے	تو اللہ ہی کیلئے	مکر

جلد حساب لینے والا ہے۔ ۴۱ اور یقیناً ان سے پہلے لوگ بھی مکر کر چکے ہیں اور تمام مکر اللہ کے

جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَ سَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ

جَمِيْعًا ؕ	يَعْلَمُ	مَا	تَكْسِبُ	كُلُّ	نَفْسٍ ؕ	وَسَيَعْلَمُ	الْكُفّٰرُ	لِمَنْ
سارا	وہ جانتا ہے	جو	کماتا ہے	ہر	نفس	اور عنقریب جان لیں گے	کفر کرنے والے	کس کیلئے

ہاتھ میں ہیں ، وہ جانتا ہے جو کچھ ہر نفس کماتا ہے ، اور عنقریب کافروں کو بھی معلوم ہو جائیگا کہ

۳۸ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی خانگی و ازدواجی زندگی کا حوالہ دیا گیا ہے، کیونکہ مشرکین مکہ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو انسانی تقاضوں سے مبرا کیوں نہیں ہیں؟ وہ کھاتے پیتے اور شادی بیاہ کیوں کرتے ہیں؟ اور ان کے بیوی بچے کیوں ہیں؟ وہ ہمارے فرمائشی معجزے کیوں نہیں پیش کر سکتے؟ اگر ان کی نظر میں ہم لوگ غلط ہیں تو ہم پر کوئی عذاب کیوں نہیں آجاتا؟ حالانکہ اگر وہ غور کرتے تو ان سوالات اور تقاضوں کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، اس لیے کہ صرف نبی علیہ السلام ہی نہیں، جتنے انبیاء کرام علیہم السلام بھی لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے مبعوث ہوئے، ان سب نے بھرپور خانگی و ازدواجی زندگی گزاری اور ان کے بیوی بچے بھی تھے، سو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بیوی بچے ہیں اور ان کا ایک فیملی سسٹم موجود ہے تو اس پر اعتراض کیوں؟ جہاں تک تعلق ہے فرمائشی معجزات کا تو وہ اللہ کے اختیار میں ہیں، کیونکہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو وہ اپنے پیغمبر کی تصدیق کیلئے اس کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے، پیغمبر کا اس پر اختیار نہیں ہوتا، باقی رہی عذاب کی بات تو ہر چیز کا ایک وقت لکھا ہوا ہے اور جب کسی چیز کا مقررہ کا وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔

۳۹ اس آیت مبارکہ میں ام الکتاب یعنی لوح محفوظ کا ذکر کیا گیا ہے، لوح محفوظ کو سمجھنے کیلئے بطور مثال کے ''ہیڈ کوارٹر'' کا لفظ سامنے رکھ جا سکتا ہے کہ بلا تشبیہ کسی ادارے کے ہیڈ کوارٹر کو جو اہمیت حاصل ہوتی ہے، نظام عالم میں لوحِ محفوظ کو ایسی ہی مرکزی حیثیت و اہمت حاصل ہے، ہر طرح کے فیصلے وہیں ہوتے ہیں، کسے مٹانا اور کسے باقی رکھنا ہے؟ کسے منسوخ کرنا ہے اور کسے برقرار رکھنا ہے؟ اور کسی دوسرے کو اس ہیڈ کوارٹر تک رسائی حاصل نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہی فیصلے کرتا اور انہیں نافذ کرتا ہے۔

۴۰ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے کہ آپ کا کام مخلوق تک اللہ کا پیغام اور اس کی دعوت کو پہنچا دینا ہے، سو آپ اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہیں، ان کا حساب کتاب حق تعالیٰ کے ذمے ہے، اگر اس کی مشیت ہوئی تو وہ اس کا کچھ نمونہ دنیا میں آپ کو دکھا دے گا، ورنہ ممکن ہے کہ وہ آپ کو اپنے پاس بلا کر انہیں آپ کی امت کے ہاتھوں سزا دلوائے یا ان کی سزا کو آخرت کیلئے ذخیرہ کر لے۔

۴۱ اس آیتِ مبارکہ میں زمین کو اُس کے کناروں سے کم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے کنارے کافروں کیلئے کم ہوتے جا رہے ہیں، اسلام کا حلقہ روز بروز وسیع ہو رہا ہے، مسلمان پوری دنیا میں پھیلتے جا رہے ہیں اور دین کی اشاعت روز بروز ترقی کرتی جا رہی ہے، جو لوگ ابھی بھی اسلام دشمنی پر آمادہ ہیں، انہیں اسلام کی اس ترقی کو دیکھنا اور پرکھنا چاہئے، شاید کہ ان کے دلوں کے بند دروازے بھی کھل جائیں، یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اس نے اسلام کو دنیا کے تمام ادیان و مذاہب پر اپنی خاص حکمت کے ساتھ غالب کرنا ہے، سو اس کا حکم ٹالنے کی کسی میں جرأت نہیں ہے۔

عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى

عُقْبَى	الدَّارِ ﴿٤٢﴾	وَ	يَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَسْتَ	مُرْسَلًا	قُلْ	كَفٰى
انجام	گھر کا	اور	کہتے ہیں	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	نہیں ہے تو	بھیجا ہوا	تُو کہہ	کافی ہے

آخرت کا گھر کس کیلئے ہے ؟ ﴿٤٣﴾ اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ آپ پیغمبر نہیں ہیں ، آپ فرمادیجئے کہ میرے اور تمہارے

بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾

بِاللّٰهِ	شَهِيْدًا	بَيْنِيْ	وَ	بَيْنَكُمْ	وَ	مَنْ	عِنْدَهٗ	عِلْمُ	الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾
اللہ	گواہی دینے والا	میرے درمیان	اور	تمہارے درمیان	اور	وہ جو	اس کے پاس	علم	کتاب کا

درمیان گواہ بننے کیلئے اللہ کافی ہے ، اوروہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے ۔ ﴿٤٣﴾

(عِ ٦ ١٢)

اٰيَاتُهَا ٥٢ — (١٤) سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ (٧٢) — رُكُوْعَاتُهَا ٧

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ

الٓرٰ	كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	اِلَيْكَ	لِتُخْرِجَ	النَّاسَ	مِنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَى	النُّوْرِ
الٓر	ایک کتاب	ہم نے اسے نازل کیا	تیری طرف	تاکہ تُو نکالے	لوگوں کو	سے	اندھیروں کے	طرف	روشنی کے

الٓر، یہ کتاب ہم نے آپ پر اس لئے نازل کی ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی تک لیجائیں .

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ ﴿١﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي

بِاِذْنِ	رَبِّهِمْ	اِلٰى	صِرَاطِ	الْعَزِيْزِ	الْحَمِيْدِ ﴿١﴾	اللّٰهِ	الَّذِيْ	لَهٗ	مَا	فِي
ساتھ حکم کے	اپنے رب کے	طرف	راستے کے	زبردست	قابلِ تعریف	اللہ	وہ جو	اس کا	جو کچھ	بیچ

اُن کے رب کے حکم سے اُس راستے پر جو زبردست، قابلِ تعریف والے کا ہے ۔ ﴿١﴾ وہ اللہ کہ آسمانوں اور زمین میں

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ

السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	وَيْلٌ	لِّلْكٰفِرِيْنَ	مِنْ	عَذَابٍ
آسمانوں کے	اور	جو کچھ	بیچ	زمین کے	اور	ہلاکت	کافروں کیلئے	سے	عذاب کے

جو کچھ ہے ، اُسی کا ہے اور کافروں کیلئے سخت عذاب سے

﴿٤٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مکاروں کو ان کے مکروفریب کے انجام سے باخبر کیا گیا ہے کہ ایک خفیہ تدبیر تم لوگ کرتے ہو، اور ایک تدبیر اللہ تعالیٰ کرتا ہے، ہر وہ تدبیر جو اللہ نے کی ہو، کامیاب ہو جاتی ہے اور غیروں کی ساری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں کیونکہ تدبیر پر بھی اللہ کا حکم چلتا ہے اور کسی کا کوئی عمل اور داؤ اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

﴿٤٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت پر گواہی پیش کی گئی ہے، کیونکہ مشرکینِ مکہ نے کہا تھا کہ آپ اللہ کے پیغمبر نہیں ہیں اور ہم آپ کو اللہ کا پیغمبر ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں ، اس پر فرمایا گیا کہ تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے نبی علیہ السلام کی نبوت اور رسالت پر کوئی فرق نہیں پڑتا ، کیونکہ ان کی نبوت اور رسالت کی گواہی تو خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اس کے بعد ان کی صداقت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟ اس کے علاوہ سابقہ آسمانی کتابوں کے اہلِ علم بھی نبی علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کی گواہی دیتے رہے ہیں ، کیونکہ اس کا تذکرہ ان کی مذہبی کتابوں میں لکھا ہوا ہے، اس لیے انہیں ان تمام پیشین گوئیوں کا مصداق نبی علیہ السلام کو قرار دینے میں کوئی تردد نہیں ہے۔

الحمدللہ! آج مؤرخہ ١٩ اپریل ٢٠١٨ء بروز پیر سورۂ رعد کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اے اللہ! قبول ومقبول اور نافع فرما ،اور مزید ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

سورۂ ابراہیم

سورۂ ابراہیم مکی سورت ہے ، اس کے کل حروف ٣٤٣٤، کلمات ٨٣١، آیات ٥٢ اور رکوعات ٧ ہیں ،اس سورت کی آیت نمبر ٣٥ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ ابراہیم رکھا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مختصر تعارف سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ١٢٤ کے تحت بیان ہو چکا ہے، وہیں ملاحظہ فرمائیے، اس سورت میں بعثتِ انبیاء کا مقصد، ہر نبی کو مقامی زبان عطا فرمانے کا ذکر، مختلف انبیاء کرام مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم، اس کے علاوہ قوم نوح، عاد اور ثمود وغیرہ کا تذکرہ، قوموں کا پیغمبروں سے رویہ اور پیغمبروں کا استقلال، قیامت کے دن کافروں کا انجام، شیطان کا لوگوں کے سامنے تقریر کرنا اور انہیں بے یارومددگار چھوڑ دینا، اللہ کی قدرت کی مختلف نشانیاں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے شیر خوار بچے اور اپنی اہلیہ کو مکہ مکرمہ میں آباد کرنا اور بارگاہِ الٰہی میں دعائیں پیش کرنا اور قیامت کے دن مختلف لوگوں کے احوال کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿١﴾ اس آیت مبارکہ کا آغاز حروف مقطعات سے کر کے قرآن کریم کے نزول کا مقصد لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانا بیان کیا گیا ہے، جب روشنی پھیلے گی تو اندھیرا دور ہوگا، گمراہی ختم ہوگی تو ہدایت کا دور دورہ ہوگا اور جب لوگ قرآن کریم کے قریب آئیں گے تو انہیں حق تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا، اس کائنات میں نبی علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے ہر طرف اندھیرا، تاریکی، جہالت اور سناٹا تھا، اللہ نے رسول اکرم ﷺ کو سراجِ منیر اور قرآن کریم کو نورِ مبین بنا کر بھیج دیا، ابتدائی طور پر جزیرۃ العرب سے اور آخر الامر پوری دنیا سے تاریکی اور اندھیرا دور ہونے لگا، حق کی روشنی غالب آنے لگی، لوگوں کے دل اجلے اور منور ہونے لگے، اب بھی اگر کہیں تاریکی اور اندھیرا ہے تو وہ اسی نورِ مبین سے دور ہوگا، دنیا کی کسی اور کتاب میں یہ خاصیت اور تاثیر نہیں ہے۔

شَدِيْدِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

شَدِيْدِ ﴿﴾	الَّذِيْنَ	يَسْتَحِبُّوْنَ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	عَلَى	الْاٰخِرَةِ
سخت	جولوگ	پسند کرتے ہیں	زندگی کو	دنیا کی	پر	آخرت کے

ہلاکت ہے ۔ [۳] وہ لوگ جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں ،

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ

وَ	يَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	يَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا ؕ	اُولٰٓئِكَ	فِيْ	ضَلٰلٍ
اور	روکتے ہیں وہ	سے	راستے کے	اللہ کے	اور	تلاش کرتے ہیں اسمیں	ٹیڑھا پن	وہی لوگ	بیچ	گمراہی کے

اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں، یہی لوگ دور کی

بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ

بَعِيْدٍ ﴿﴾	وَ	مَآ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	رَّسُوْلٍ	اِلَّا	بِلِسَانِ	قَوْمِهٖ	لِيُبَيِّنَ	لَهُمْ ؕ
دور کی	اور	نہیں	بھیجا ہم نے	سے	کوئی پیغمبر	مگر	زبان میں	اس کی قوم کے	تاکہ وضاحت کرے	ان کیلئے

گمراہی میں ہیں۔ [۴] اور ہم نے جو پیغمبر بھی بھیجا ، وہ اپنی قوم کی زبان میں ہی تھا ، تاکہ اُن کے سامنے وضاحت کر سکے ،

فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

فَيُضِلُّ	اللّٰهُ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ	وَ	هُوَ	الْعَزِيْزُ
سوگمراہ کرتا ہے	اللہ	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	وہ	غالب

سو اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور وہ غالب ،

الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ

الْحَكِيْمُ ﴿﴾	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مُوْسٰى	بِاٰيٰتِنَآ	اَنْ	اَخْرِجْ	قَوْمَكَ	مِنَ
حکمت والا	اور	البتہ	بھیجا ہم نے	موسیٰ کو	ساتھ اپنی نشانیوں کے	یہ کہ	نکال تو	اپنی قوم کو	سے

حکمت والا ہے ۔ [۵] اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو بھی اپنی نشانیاں دیکر بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ

الظُّلُمٰتِ	اِلَى	النُّوْرِ ۙ	وَ	ذَكِّرْهُمْ	بِاَيّٰىمِ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّكُلِّ
اندھیروں کے	طرف	روشنی کے	اور	انہیں نصیحت کر	ساتھ دنوں کے	اللہ کے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ہر ایک

روشنی کی طرف لیجاؤ ، اور انہیں ”اللہ کے دنوں“ کے ساتھ نصیحت کرو، بیشک اس میں ہر

[۲] اس آیت مبارکہ کا پہلا جملہ گزشتہ آیت کے دوسرے جملے کی تکمیل کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئیں ہیں، پہلی یہ کہ وہ سب پر غالب اور عزتوں والا ہے، دوسری یہ کہ وہ قابلِ تعریف ہے ، تیسری صفت اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کی ملکیت میں ہے، گویا کہ اس کی ملکیت کامل اور تام ہے، اب بھی اگر کوئی شخص قرآن کریم پر ایمان لانے سے انکار کرے تو اس کیلئے سوائے ہلاکت اور تباہی کے کیا ہوسکتا ہے؟

[۳] اس آیتِ مبارکہ میں اُن لوگوں کو گمراہی کی دور دراز وادی میں دکھایا گیا ہے جو آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں، اسی کیلئے جیتے اور اس کیلئے مرتے ہیں ، ان کے نزدیک دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے، وہ خود تو دین پر کیا عمل کرتے ، لوگوں کو روکتے ہیں ، دین پر عمل کرنے والوں کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں، کوئی ایک قدم بڑھانے کی کوشش کرتا ہے، وہ اسے دس قدم پیچھے کھینچ لیتے ہیں ، اور چن چن کر دین میں عیب تلاش کرتے ہیں، انہیں کسی ایسے نکتے کی تلاش ہوتی ہے جسے وہ اچھال سکیں ، دوسرے لفظوں میں یوں کہیۓ کہ علمی اور عملی ہر میدان میں ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی طرح لوگ دینِ اسلام سے بیزار ہو جائیں ، اس کیلئے وہ اپنا سرمایہ خرچ کرتے ہیں ، اپنا وقت صرف کرتے ہیں اور اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں اس کام کیلئے وقف کر دیتے ہیں، کیا ایسے لوگ حق کے قریب ہو سکتے ہیں؟ وہ تو حق سے بہت دور ایسی وادی میں جا پڑے ہیں جہاں سے ان کی واپسی ممکن ہی نہیں ہے۔

[۴] اس آیتِ مبارکہ میں تمام انبیاء و رسل کے حوالے سے ایک مشترکہ دستور بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قوم اور علاقے میں بھی کوئی پیغمبر بھیجا ، وہ پیغمبر اس قوم اور علاقے کی زبان سے بخوبی واقف ہوتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہدایت کیلئے انہی میں سے ایک شخص کا انتخاب فرمایا، سو جب انتخاب ہی اُس قوم اور علاقے سے ہوا ہو تو مقامی اور علاقائی زبان سے پیغمبر کا واقف ہونا بلکہ اس کی باریکیوں سے آگاہ ہونا ایک بدیہی بات ہوجاتی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل زبان کو ایک دوسرے سے مناسبت ہوتی ہے جو دوسری زبان والے کے ساتھ نہیں ہوتی، چنانچہ اگر دیارِ غیر میں کوئی اپنی بولی بولنے والا مل جائے تو انسان کو نہایت خوشی اور اپنائیت کا احساس ہوتا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ اپنے ہم زبان لوگوں کے سامنے اپنے مافی الضمیر کو خوب اچھی طرح کھول کر بیان کرنا ممکن ہوتا ہے، دوسری زبان میں اس کیلئے خاصی مہارت اور ریاضت کی ضرورت پیش آتی ہے، اہل عرب کی رعایت سے ان کے پاس پیغمبر عربی کو بھیجا گیا، تاکہ وہ ان کے پیغام کو خوب اچھی طرح سنیں ، سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں ، یہ الگ بات ہے کہ ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ اللہ نے خود کرنا ہے کیونکہ وہ غالب ہے اور اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔

صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝٥ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

عَلَيْكُمْ	اللّٰهِ	نِعْمَةَ	اذْكُرُوا	لِقَوْمِهِ	مُوسٰى	قَالَ	اِذْ	وَ	شَكُورٍ۝٥	صَبَّارٍ
تم پر	اللہ کا	احسان	یاد کرو تم	اپنی قوم سے	موسیٰ نے	کہا	جب	اور	شکر کرنے والا	صبر کرنے والا

صبر کرنے والے شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں۔ ۵ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو،

إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ

يُذَبِّحُونَ	وَ	الْعَذَابِ	سُوْٓءَ	يَسُوْمُوْنَكُمْ	فِرْعَوْنَ	اٰلِ	مِّنْ	اَنْجٰىكُمْ	اِذْ
ذبح کرتے تھے	اور	عذاب	بدترین	وہ دیتے تھے تمہیں	فرعون کے	گھرانے کے	سے	اس نے نجات دی تمہیں	جب

جب اُس نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دلائی ، وہ تمہیں بد ترین عذاب میں مبتلا کرتے تھے ، اور تمہارے

أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ

رَبِّكُمْ	مِّنْ	بَلَآءٌ	ذٰلِكُمْ	فِيْ	وَ	نِسَآءَكُمْ	يَسْتَحْيُوْنَ	وَ	اَبْنَآءَكُمْ
تمہارے رب کے	سے	آزمائش	تمہاری اس حالت کے	بیچ	اور	تمہاری عورتوں کو	زندہ رکھتے تھے	اور	تمہارے بیٹوں کو

بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے ، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی

عَظِيمٌ ۝٦ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ ع ۱۴

كَفَرْتُمْ	لَئِنْ	وَ	لَاَزِيْدَنَّكُمْ	شَكَرْتُمْ	لَئِنْ	رَبُّكُمْ	تَاَذَّنَ	اِذْ	وَ	عَظِيْمٌ۝٦
تم نے ناشکری کی	البتہ اگر	اور	البتہ میں ضرور اضافہ کروں گا تمہیں	تم نے شکر کیا	البتہ اگر	تمہارے رب نے	اعلان کیا	جب	اور	بہت بڑی

آزمائش تھی۔ ۶ اور جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا، اور اگر تم ناشکری کرو گے

إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝٧ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي

فِيْ	مَنْ	وَ	اَنْتُمْ	تَكْفُرُوْٓا	اِنْ	مُوْسٰى	قَالَ	وَ	لَشَدِيْدٌ۝٧	عَذَابِيْ	اِنَّ
بیچ	جو کوئی	اور	تم	کفر کرو گے	اگر	موسیٰ نے	کہا	اور	البتہ سخت	میرا عذاب	بیشک

تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے ۔ ۷ اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم اور زمین میں موجود سارے لوگ

الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝٨ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ

الَّذِيْنَ	نَبَؤُا	يَاْتِكُمْ	اَلَمْ	حَمِيْدٌ۝٨	لَغَنِيٌّ	اللّٰهَ	فَاِنَّ	جَمِيْعًا	الْاَرْضِ
ان لوگوں کے جو	حالات	آئے تمہارے پاس	کیا نہیں	قابل تعریف	البتہ بے نیاز	اللہ	تو بیشک	سارے	زمین کے

کفر کرنے لگو تو بھی اللہ بے نیاز ، قابلِ تعریف ہے۔ ۸ کیا تمہارے پاس تم سے پہلے قوم نوح

۵ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف مبعوث فرما کر انہیں دو حکم دینے کا ذکر کیا گیا ہے، پہلا حکم یہ کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جانے کیلئے بھرپور محنت کریں، انہیں گمراہی، کفر و شرک کی گندگی اور بت پرستی کی نجاست سے نکالیں تاکہ انہیں ہدایت اور ایمان نصیب ہو، دوسرا حکم یہ کہ تذکیر بایام اللہ فرماتے رہیں، تذکیر بایام اللہ دراصل قرآن کریم کا ایک خاص موضوع ہے جس میں گزشتہ اقوام اور امتوں کے عبرتناک واقعات بیان کیے جاتے ہیں تاکہ سننے والے اس سے سبق حاصل کریں اور ان جیسے انجام سے دوچار نہ ہوں۔

۶ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات یاد دلانا مذکور ہے، ان انعامات کا ذکر انہی الفاظ میں اس سے پہلے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۴۹ میں بھی گزر چکا ہے، اس لیے اس کی تفسیر وہیں ملاحظہ کیجئے۔

۷ اس آیت مبارکہ میں شکر گزار بندوں کیلئے بڑی خوشخبری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نعمتوں میں مزید اضافے کا نہایت مؤکد وعدہ فرمایا ہے، دراصل جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت پر اُس کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ یہ نعمت میرے کسی کسب، کمال اور ہنر کی وجہ سے مجھے نہیں ملی، بلکہ یہ محض میرے رب کا فضل اور اُس کا کمال ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ اس پر غرور و فخر اور اتراہٹ میں مبتلا نہیں ہوتا، اس کی گردن جھکی رہتی ہے اور وہ اسے اپنا استحقاق سمجھنے کی بجائے رب کی مہربانی سمجھتا ہے اور اللہ کو یہ چیز بہت پسند ہے اس لیے لام تاکید اور نون تاکید کے ساتھ مؤکد کر کے اس کی نعمتوں میں اضافے کا وعدہ فرمایا ہے اور اگر کوئی شخص ناشکری کا مرتکب ہو، اُس کی زبان پر ہمیشہ شکوہ اور شکایت ہو اور وہ اپنے حالات کی تنگی کا رونا روتا رہتا ہو تو ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت آتی ہے، کیونکہ ایسے شخص کی نظر موجود نعمتوں پر ہونے کی بجائے غیر موجود سہولیات پر ہوتی ہے، وہ ہمیشہ اپنے سے اوپر والے مالدار کو دیکھتا ہے، جس کی وجہ سے وہ حسد اور جلن میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے، اس کی نظر مسبب الاسباب سے ہٹ کر صرف اسباب تک محدود ہو جاتی ہے، ایسا شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، اس کی نعمتوں میں کبھی اضافہ نہ ہوگا اور اسے حقیقی خوشی کبھی نصیب نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ شکر کرنا نہ سیکھ لے۔

۸ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی بیان کی گئی ہے، یہی مضمون مسند احمد اور صحیح مسلم کی ایک حدیث قدسی میں زیادہ تفصیل کے ساتھ آیا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اولین و آخرین اور جن و انس سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں اور سب ہی پرہیزگار بن جائیں، تب بھی وہ میری حکومت، سلطنت اور اقتدار میں معمولی سا اضافہ نہیں کر سکتے، اور اگر تمہارے اولین و آخرین اور جن و انس سب مل کر نہایت شریر و سرکش اور نافرمان ہو جائیں تو میری حکومت، سلطنت اور اقتدار میں معمولی سی کمی بھی نہیں کر سکتے، یعنی انسان کے ایمان اور تقویٰ کا فائدہ خود اس کی اپنی ذات کو ہے، اللہ پر اُس کا کوئی احسان نہیں ہے، اور انسان کے کفر و شرک اور نافرمانی کا نقصان بھی خود اس کی اپنی ذات کو ہے، اللہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مع

مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۛ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ

مِنْ	قَبْلِكُمْ	قَوْمِ	نُوْحٍ	وَّ	عَادٍ	وَّ	ثَمُوْدَ ۬ۛ	وَ	الَّذِیْنَ	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ ۛؕ
سے	تمہارے پہلے	قوم	نوح کی	اور	عاد	اور	ثمود	اور	جولوگ	سے	ان کے پیچھے

قوم عاد، قوم ثمود اور اُن کے بعد والوں کے حالات نہیں پہنچے ،

لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ

لَا	یَعْلَمُهُمْ	اِلَّا	اللّٰهُ ؕ	جَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَیِّنٰتِ	فَرَدُّوْۤا	اَیْدِیَهُمْ	فِیْۤ
نہیں	جانتا انہیں	مگر	اللہ	آئے ان کے پاس	ان کے پیغمبر	ساتھ واضح دلائل کے	تو لوٹا دیئے انہوں نے	ان کے ہاتھ	بیچ

جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ، اُن کے پاس اُن کے پیغمبر واضح دلائل لیکر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں

اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِیْ شَكٍّ

اَفْوَاهِهِمْ	وَ	قَالُوْۤا	اِنَّا	كَفَرْنَا	بِمَاۤ	اُرْسِلْتُمْ	بِهٖ	وَ	اِنَّا	لَفِیْ	شَكٍّ
ان کے مونہوں کے	اور	کہا انہوں نے	بیشک ہم	انکار کیا ہم نے	اس کا جو	تم بھیجے گئے ہو	اس کے ساتھ	اور	بیشک ہم	البتہ بیچ	شک کے

ڈال لئے اور کہنے لگے کہ تمہیں جو پیغام دیکر بھیجا گیا ہے، ہم اُس کا انکار کرتے ہیں اور تم جس چیز کی طرف ہمیں دعوت دیتے ہو، ہم اس کے حوالے سے

مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۹﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ

مِّمَّا	تَدْعُوْنَنَاۤ	اِلَیْهِ	مُرِیْبٍ ﴿۹﴾	قَالَتْ	رُسُلُهُمْ	اَفِی	اللّٰهِ	شَكٌّ	فَاطِرِ
اس سے جو	تم دعوت دیتے ہو ہمیں	اس کیطرف	بے چین کرنے والا	کہا	ان کے پیغمبروں نے	کیا بیچ	اللہ کے	شک	پیدا کرنے والا

بے چین کر دینے والے شک میں مبتلا ہیں ۔ ۹ اُن کے پیغمبروں نے کہا کہ کیا اللہ کے حوالے سے تمہیں شک ہے جو آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ؕ	یَدْعُوْكُمْ	لِیَغْفِرَ	لَكُمْ	مِّنْ	ذُنُوْبِكُمْ
آسمانوں کو	اور	زمین کو	وہ تمہیں بلاتا ہے	تاکہ معاف کردے	تمہارے لئے	سے	تمہارے گناہوں کے

اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے ؟ وہ تمہیں بلاتا ہے تا کہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے

وَ یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ

وَ	یُؤَخِّرَكُمْ	اِلٰۤی	اَجَلٍ	مُّسَمًّی ؕ	قَالُوْۤا	اِنْ	اَنْتُمْ	اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُنَا ؕ
اور	مہلت دیتا ہے	تمہیں	ایک مدت کے	مقررشدہ	کہا انہوں نے	نہیں	تم	مگر	انسان	ہماری طرح

اور تمہیں ایک وقت مقررہ تک مہلت دے ، وہ کہنے لگے کہ تم بھی ہماری طرح کے انسان ہی ہو ،

۹ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ اقوام کا اپنے پیغمبروں کے ساتھ رویہ بیان کیا گیا ہے، ان میں سے چند اقوام کا نام لیکر باقی کے متعلق صرف اتنا کہہ دیا گیا ہے کہ اس کے علاوہ بھی بہت سی اقوام ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے، ان کا تذکرہ تاریخ کی کسی کتاب میں مذکور ہے اور نہ ہی سینہ بہ سینہ آنے والی کہانیوں اور واقعات میں ان کا کوئی سراغ ملتا ہے، ان معلوم اور نامعلوم اقوام کی رہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے معجزات اور تائیدات کے ساتھ بہت سے پیغمبر بھیجے لیکن سرکش اور نافرمان لوگوں نے کفر اور شک کا اظہار کیا اور ان کی دعوت قبول کرنے کی بجائے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں ڈال کر بیٹھ گئے، چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے ہاتھ پیغمبروں کے ہاتھ میں دیکر ان کی پیروی اور اتباع کرتے لیکن وہ الٹا تعجب کرنے لگے کہ کیا کوئی انسان بھی اللہ کا پیغمبر بن سکتا ہے؟

تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ

تُرِيْدُوْنَ	اَنْ	تَصُدُّوْنَا	عَمَّا	كَانَ	يَعْبُدُ	اٰبَآؤُنَا	فَاْتُوْنَا	بِسُلْطٰنٍ
تم چاہتے ہو	یہ کہ	روک دو ہمیں	اس سے جو	تھے	عبادت کرتے رہے	ہمارے باپ	تو لے آؤ ہمارے پاس	کوئی دلیل

تم چاہتے ہو کہ ہمارے آباؤ اجداد جن چیزوں کی عبادت کرتے تھے ، ہمیں اُن سے روک دو ، سو تم ہمارے پاس کوئی واضح

مُّبِيْنٍ ۝١٠ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

مُّبِيْنٍ ۝١٠	قَالَتْ	لَهُمْ	رُسُلُهُمْ	اِنْ	نَّحْنُ	اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُكُمْ	وَ	لٰكِنَّ	اللّٰهَ
واضح	کہا	ان سے	ان کے پیغمبروں نے	نہیں	ہم	مگر	انسان	تمہاری طرح	اور	لیکن	اللہ

دلیل لیکر آؤ ۔ ⑩ اُن سے اُن کے پیغمبروں نے کہا کہ ہم بھی تمہاری طرح کے انسان ہی ہیں ، لیکن اللہ

يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ

يَمُنُّ	عَلٰى	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ ؕ	وَ	مَا	كَانَ	لَنَآ	اَنْ	نَّاْتِيَكُمْ	بِسُلْطٰنٍ
احسان کرتا ہے	پر	جس کے	چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں کے	اور	نہیں	ہے	ہمارے لئے	یہ کہ	ہم لاسکیں تمہارے پاس	کوئی دلیل

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرمادیتا ہے ، اور ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١١ وَمَا لَنَآ

اِلَّا	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ؕ	وَ	عَلَى	اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١١	وَ	مَا	لَنَآ
مگر	اجازت سے	اللہ کی	اور	پر	اللہ کے	بھروسہ کرنا چاہئے	ایمان والوں کو	اور	کیا ہوا	ہمیں

تمہارے پاس کوئی دلیل لا سکیں اور مؤمنین کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے ۔ ⑪ اور ہمیں کیا ہوا

اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ

اَلَّا	نَتَوَكَّلَ	عَلَى	اللّٰهِ	وَ	قَدْ	هَدٰىنَا	سُبُلَنَا ؕ	وَلَنَصْبِرَنَّ	عَلٰى	مَآ
یہ کہ نہ	بھروسہ کریں ہم	پر	اللہ کے	اور	تحقیق	ہدایت دی اس نے ہمیں	راستوں کی	اور البتہ ضرور صبر کریں گے ہم	پر	اس کے جو

کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں جبکہ وہ ہمارے راستوں کی طرف ہماری رہنمائی کر چکا؟ اور تم جو ایذاء ہمیں پہنچا رہے ہو ، اس پر ہم

اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝١٢ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ع ۲ ۶ ۱۴

اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ	وَ	عَلَى	اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝١٢	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
اذیت دی تم نے ہمیں	اور	پر	اللہ کے	بھروسہ کرنا چاہئے	بھروسہ کرنے والوں کو	اور	کہا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے

صبر ہی کریں گے ، اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ ⑫ اور کافروں نے اپنے پیغمبروں

⑩ اس آیتِ مبارکہ میں پیغمبروں اور ان کی امتوں کے درمیان ایک مکالمہ مذکور ہے کہ جب لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا تو پیغمبروں نے انہیں سمجھایا کہ ایسا رویہ اختیار نہ کرو، کیا تم اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کے حوالے سے شک میں مبتلا ہو؟ حالانکہ اس کا وجود اور وحدانیت دونوں ہر طرح کے شک اور شبہ سے بالاتر ہیں، کائنات کی ہر چیز پکار پکار کر اس کے وجود اور وحدانیت کی دعوت دے رہی ہے، اگر تم سب چیزیں چھوڑ دو تو صرف زمین و آسمان پر ہی غور کر لو، کیا اتنا بڑا اور مضبوط آسمان بنانا اللہ کے علاوہ کسی اور کے بس میں ہے؟ کیا اتنی بڑی زمین پھیلا دینا اللہ کے علاوہ کسی اور کیلئے ممکن ہے؟ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو شوق سے میدان میں آئے اور اپنی کاریگری کا نمونہ دکھائے، لیکن تا صبح قیامت (ازل سے لیکر ابد تک) ایسا نہ ہو سکے گا، وہ ایسا کریم ہے کہ اپنی کاریگریاں بھی دکھاتا ہے اور تمہیں اپنے راستے کی دعوت بھی تمہارے فائدے کی وجہ سے ہی دیتا ہے کہ تمہارے گناہ معاف ہوں گے اور تمہیں مہلت مل جائیگی، تم اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنی عاقبت سنوار سکتے ہو، لیکن انبیاء کرام کی اس ہمدردانہ نصیحت اور خیر خواہی کو توجہ کے کان سے سننے کی بجائے ان کی قوموں نے ان کی بشریت کا مسئلہ کھڑا کر دیا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو، ہم تمہیں اللہ کا پیغمبر کیسے مان لیں؟ اس کے علاوہ تمہاری دعوت آبائی دین سے برگشتہ کرنے والی ہے، کیا تمہارے کہنے سے ہم اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیں، ایسا ہرگز نہ ہو گا، پہلے تمہیں وہ معجزات دکھانا ہوں گے جن کی ہم تم سے فرمائش کریں گے، اگر تم نے ہماری فرمائشیں پوری کر دیں تو پھر تمہاری دعوت پر غور کریں گے، ظاہر ہے کہ یہ بات ”ماننے“ کی بجائے ”ٹالنے“ کے جذبے سے کہی گئی تھی۔

⑪ ⑫ ان آیتوں میں پیغمبرانہ دعوت کا خلاصہ اور لب لباب آ گیا ہے، اس میں بشریت انبیاء کا اقرار و اعتراف بھی ہے اور منصب نبوت و رسالت کے اعزاز و افتخار کا اظہار بھی، اس میں معجزات کے ظہور کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اذن پر موقوف قرار دیا گیا ہے، اس میں حق تعالیٰ پر کامل اعتماد اور مکمل بھروسے کا اعلان کیا گیا ہے، صحیح راستے کی طرف رہنمائی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا ہے اور قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں اور تکلیفوں پر صبر و استقلال کا عزم ظاہر کیا گیا ہے اور دنیا بھر کے مؤمنین کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے، گویا کہ صبر، شکر، توکل اور اپنی حقیقت کا اعتراف انبیاء کرام کی تعلیمات کا حصہ ہے، جو شخص اس کے علاوہ رائے رکھتا ہے، اس کا انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے دین و دعوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى

لِرُسُلِهِمْ	لَنُخْرِجَنَّكُمْ	مِّنْ	اَرْضِنَآ	اَوْ	لَتَعُوْدُنَّ	فِيْ	مِلَّتِنَا ؕ	فَاَوْحٰٓى
اپنے پیغمبروں سے	البتہ ضرور نکالیں گے ہم تمہیں	سے	اپنی زمین کے	یا	البتہ تم ضرور لوٹ آؤ گے	بیچ	ہمارے دین کے	سو وحی کی

سے کہا کہ ہم تمہیں اپنے علاقے سے نکال کر رہیں گے ، یا پھر تم ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ ، سو اُن کے پاس

اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ۝۱۳ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ

اِلَيْهِمْ	رَبُّهُمْ	لَنُهْلِكَنَّ	الظّٰلِمِيْنَ ۙ۝۱۳	وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ	الْاَرْضَ	مِنْۢ
ان کی طرف	ان کے رب نے	البتہ ضرور ہلاک کریں گے ہم	ظالموں کو	اور البتہ ضرور سکونت دیں گے ہم تمہیں	زمین میں	سے

اُن کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کریں گے ۔ ۱۳ اور اُن کے بعد اُس علاقے میں تمہیں

بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝۱۴

بَعْدِهِمْ ؕ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	خَافَ	مَقَامِيْ	وَ	خَافَ	وَعِيْدِ ۝۱۴
ان کے پیچھے	وہ	اس کیلئے جو	ڈرے	میرے سامنے کھڑا ہونے سے	اور	ڈرے	میری وعید سے

آباد کریں گے ، یہ اُس شخص کیلئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے خوفزدہ ہو ۔ ۱۴

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ۝۱۵ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ

وَ	اسْتَفْتَحُوْا	وَ	خَابَ	كُلُّ	جَبَّارٍ	عَنِيْدٍ ۙ۝۱۵	مِّنْ	وَّرَآئِهٖ	جَهَنَّمُ
اور	فتح طلب کی انہوں نے	اور	ناکام ہوگیا	ہر	سرکش	عناد رکھنے والا	سے	اس کے پیچھے	جہنم

اور وہ فتح طلب کرنے لگے ، اور ہر سرکش ، عناد رکھنے والا نا مراد ہو گیا ۔ ۱۵ اُس کے پیچھے جہنم ہے

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ۝۱۶ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ

وَ	يُسْقٰى	مِنْ	مَّآءٍ	صَدِيْدٍ ۙ۝۱۶	يَّتَجَرَّعُهٗ	وَ	لَا	يَكَادُ	يُسِيْغُهٗ
اور	پلایا جائیگا	سے	پانی	پیپ کا	وہ اسے گھونٹ گھونٹ پیئے گا	اور	نہیں	قریب ہوگا	گلے سے اتار سکے

اور اُسے پیپ کا پانی پلایا جائیگا ۔ ۱۶ وہ اُسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا ، اُسے گلے سے اتار نہ سکے گا ،

وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ

وَ	يَاْتِيْهِ	الْمَوْتُ	مِنْ	كُلِّ	مَكَانٍ	وَّ	مَا	هُوَ	بِمَيِّتٍ ؕ	وَ	مِنْ	وَّرَآئِهٖ	عَذَابٌ
اور	آئے گی اس پر	موت	سے	ہر	جگہ کے	اور	نہیں	وہ	مرنے والا	اور	سے	اس کے پیچھے	عذاب

اور ہر طرف سے اُس کے پاس موت آئیگی اور وہ مر نہیں سکے گا ، اور اُس کے پیچھے سخت

۱۳ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کا اپنے پیغمبروں کو دھمکی دینا مذکور ہے کہ یا تو ہمارے آبائی دین میں واپس آ جاؤ، ورنہ ہم تمہیں اپنے علاقے سے نکال دیں گے، اب ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ تم ہمارے درمیان رہتے رہو اور یہاں کی نعمتوں اور سہولتوں سے فائدہ بھی اٹھاتے رہو اور ہمارے دین میں خرابیاں بھی تلاش کرتے رہو، ہمارے آباؤ اجداد کو برا بھلا بھی کہتے رہو اور اپنی اس بغاوت پر قائم بھی رہو، ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے، ان دھمکیوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو جو تسلی دی، اس کا مکمل ذکر اگلی آیت میں آیا ہے۔

۱۴ اس آیت مبارکہ میں کافروں کی دھمکیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ذکر کیا گیا ہے کہ تمہیں گھبرانے اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ہم ان سے انتقام لیں گے اور انہیں تباہ و برباد کر کے ان کی جگہ تمہیں آباد کریں گے، جیسا کہ اہل مکہ کے ساتھ ہوا کہ اللہ نے بدر میں ان سے انتقام لیا اور کچھ ہی عرصے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ عطا فرما دیا، یہ وعدہ ہر اس شخص سے ہے جو حق تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب کتاب کی سختی سے ڈرتا ہو، جو لوگوں کی دھمکیوں سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی دھمکیوں سے ڈرتا ہو اور جسے یقین ہو کہ ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا پڑے گا۔

۱۵ اس آیتِ مبارکہ میں فتح اور فیصلہ طلب کرنے کا ذکر تو کیا گیا ہے لیکن یہ واضح نہیں کیا گیا کہ فیصلہ کن لوگوں نے طلب کیا تھا اور کون لوگ چاہتے تھے کہ بس اب فیصلہ ہو جانا چاہئے، بعض مفسرین نے اس کا تعلق انبیاء کرام علیہم السلام سے اور بعض نے ان کی قوموں سے جوڑا ہے، دونوں صورتوں میں معنی یہ ہوگا کہ پیغمبروں یا ان کی قوموں نے تقاضا کیا کہ اب مزید انتظار کی ضرورت نہیں، اب فیصلہ ہو جانا چاہئے، پھر جب اللہ کا فیصلہ آیا تو ہر سرکش، عناد پرست اور کینہ پرور آدمی تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔

۱۶ اس آیتِ مبارکہ میں سرکشوں اور کافروں کیلئے دنیا کے عذاب کے علاوہ ایک اور عذاب کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ عذابِ جہنم ہے، وہاں اسے جب پیاس لگے گی تو پینے کیلئے صاف ستھرا پانی نہیں دیا جائیگا، وہاں تو پیپ سے پیاس بجھانی پڑے گی، ظاہر ہے کہ پیپ سے پیاس تو نہیں بجھتی، اسے تو دیکھ کر ہی انسان کو گھن آتی ہے، بتانا یہ مقصود ہے کہ وہاں پیپ کے علاوہ کچھ اور پینے کو نہیں ملے گا، اگر کچھ اور ہوگا تو یقیناً اس میں بھی عذاب ہی کا پہلو ہوگا۔

غَلِيْظٌ ⑰ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ

غَلِيْظٌ ⑰	مَثَلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِرَبِّهِمْ	اَعْمَالُهُمْ	كَرَمَادِ ِۨ	اشْتَدَّتْ
بھاری	مثال	ان لوگوں کی	کفر کیا انہوں نے	اپنے رب سے	ان کے اعمال	جیسے راکھ	تیز چلے

عذاب ہے۔ [۱۷] اُن لوگوں کی مثال جو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتے ہیں ، اُن کے اعمال راکھ کی طرح ہیں جس پر

بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ

بِهِ	الرِّيْحُ	فِيْ	يَوْمٍ	عَاصِفٍ ؕ	لَا	يَقْدِرُوْنَ	مِمَّا	كَسَبُوْا	عَلٰى	شَيْءٍ ؕ
اس پر	ہوا	بیچ	دن کے	آندھی والے	نہیں	قدرت رکھتے ہوں گے وہ	اس سے جو	کمایا انہوں نے	پر	کسی چیز کے

آندھی کے دن میں تیز ہوا چلے ، اُنہوں نے جو کچھ کمایا ، اس میں سے وہ کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے ،

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑱ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

ذٰلِكَ	هُوَ	الضَّلٰلُ	الْبَعِيْدُ ⑱	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ
وہ	وہی	گمراہی	دور کی	کیا نہیں	دیکھا تُونے	کہ بیشک	اللہ	پیدا کیا اس نے	آسمانوں کو

یہی دور کی گمراہی ہے ۔ [۱۸] کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑲ ۙ وَّمَا

وَ	الْاَرْضَ	بِالْحَقِّ ؕ	اِنْ	يَّشَاْ	يُذْهِبْكُمْ	وَ	يَاْتِ	بِخَلْقٍ	جَدِيْدٍ ⑲	وَّ	مَا
اور	زمین کو	برحق	اگر	وہ چاہے	لے جائے تمہیں	اور	لے آئے	ایک مخلوق	نئی	اور	نہیں

کو برحق پیدا کیا ہے؟ اگر وہ چاہے تو تمہیں لیجائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے ۔ [۱۹] اور اللہ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ⑳ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا

ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	بِعَزِيْزٍ ⑳	وَبَرَزُوْا	لِلّٰهِ	جَمِيْعًا	فَقَالَ	الضُّعَفٰٓؤُا
وہ	پر	اللہ کے	کچھ مشکل	اور ظاہر ہوں گے وہ	اللہ کے سامنے	سارے کے سارے	تو کہیں گے	کمزور لوگ

کیلئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ [۲۰] اور وہ سارے کے سارے اللہ کے سامنے ہوں گے ، سو کمزور لوگ ''بڑا

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ

لِلَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْٓا	اِنَّا	كُنَّا	لَكُمْ	تَبَعًا	فَهَلْ	اَنْتُمْ	مُّغْنُوْنَ	عَنَّا	مِنْ
ان لوگوں سے	تکبر کیا انہوں نے	بیشک ہم	تھے ہم	تمہارے لئے	پیرو کار	تو کیا	تم	کام آنے والے	ہم سے	سے

بننے والوں ''سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے ، تو کیا اب تم ہمیں اللہ کے

[۱۷] اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ اہل جہنم کو جب کہیں سے پینے کا پانی دستیاب نہیں ہوگا تو مجبوراً اسی پیپ کو پینا پڑے گا، ظاہر ہے کہ وہ کوئی مرغوب، خوشبو دار اور ٹھنڈا فرحت بخش مشروب تو ہوگا نہیں، اس لیے جہنمی اسے ایک ایک گھونٹ کر کے پینے کی کوشش کرے گا لیکن اسے اپنے حلق سے نہیں اتار سکے گا، چاروں طرف سے اس پر موت کی بارش ہو رہی ہوگی، ہر لمحے موت اس کے آس پاس منڈلا رہی ہوگی لیکن اس کے باوجود وہ مر نہ سکے گا، جس کی وجہ سے اس کی تکلیف کی شدت میں مزید اضافہ ہو جائیگا، دنیا کی ہر تکلیف اس لیے ختم ہو جاتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ جان لیوا ثابت ہوتی ہے اور انسان کو موت کے ذریعے اس سے نجات مل جاتی ہے لیکن جہنم میں ایسا نہ ہو سکے گا ، وہاں کی زندگی موت سے بدتر ہو گی، قسم قسم کے عذاب کا سامنا کرنا ہوگا لیکن جان پھر بھی نہیں چھوٹے گی۔ اعاذنا اللہ منہا

[۱۸] اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کے نیک اعمال کو ''جو وہ دنیا میں فلاح عامہ سے متعلق سرانجام دیتے ہیں'' راکھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، چونکہ راکھ کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اس لیے کافروں کے فلاح عامہ کے کاموں کی بھی آخرت میں کوئی قیمت نہیں لگے گی اور اس پر وہ کسی اجر وثواب کے مستحق نہیں ہوں گے، اسی طرح جب تیز ہوائیں چلتی ہیں تو راکھ اڑ جاتی ہے اور چاروں طرف بکھر جاتی ہے، کافروں کے اعمال بھی قیامت کے دن راکھ کا ڈھیر ثابت ہوں گے اور جوں ہی عدل وانصاف کی ہوا چلے گی تو وہ اڑ کر چاروں طرف بکھر جائیں گے، جب انسان حق سے بہت دور جا پڑے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

[۱۹] [۲۰] ان آیتوں میں زمین و آسمان کی حکیمانہ تخلیق پر غور وفکر کی دعوت دینے کے بعد اللہ تعالٰی کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایک لمحے میں تم سب کو ختم کر کے ایک نئی قوم کو تمہاری جگہ لا کر آباد کر دے، ایسی صورت میں تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ کیلئے اتنا بڑا کام بھی کوئی معنی نہیں رکھتا، چنانچہ اس سے پہلے وہ بہت سی قوموں کو ختم کر کے ان کی جگہ دوسری قوموں کو آباد کر چکا ہے۔

عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ

عَذَابِ	اللّٰهِ	مِنْ	شَيْءٍ ۭ	قَالُوْا	لَوْ	هَدٰىنَا	اللّٰهُ	لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ	سَوَاۗءٌ
عذاب کے	اللہ کے	سے	کچھ بھی	کہیں گے وہ	اگر	ہدایت دی ہوتی ہمیں	اللہ نے	البتہ رہنمائی کرتے ہم تمہاری	برابر ہے

عذاب سے کچھ بچاسکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہوتی تو ہم بھی تمہاری رہنمائی کرتے ، اب ہمارے لئے

عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۲۱ وَقَالَ

عَلَيْنَآ	اَجَزِعْنَآ	اَمْ	صَبَرْنَا	مَا	لَنَا	مِنْ	مَّحِيْصٍ ۝۲۱	وَ	قَالَ
ہم پر	کیا ہم گھبرائیں	یا	ہم صبر کریں	نہیں	ہمارے لئے	سے	خلاصی کی جگہ	اور	کہے گا

برابر ہے کہ جزع فزع کریں یا صبر کریں ، ہمیں چھٹکارا نہیں مل سکتا۔ (۲۱) اور جب معاملات کا

الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ

الشَّيْطٰنُ	لَمَّا	قُضِيَ	الْاَمْرُ	اِنَّ	اللّٰهَ	وَعَدَكُمْ	وَعْدَ	الْحَقِّ
شیطان	جب	فیصلہ کیا جائیگا	معاملے کا	بیشک	اللہ	اُس نے تم سے وعدہ کیا	وعدہ	سچا

فیصلہ ہونے لگے گا تو شیطان کہے گا کہ بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا

وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

وَ	وَعَدْتُّكُمْ	فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ	وَ	مَا	كَانَ	لِيَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْ	سُلْطٰنٍ
اور	میں نے تم سے وعدہ کیا	سو میں نے تم سے خلاف کیا	اور	نہیں	تھا	میرے لئے	تم پر	سے	کوئی غلبہ

اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا ، سو میں نے اس کی خلاف ورزی کی ، اور تم پر میرا کچھ زور نہ تھا ،

اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا

اِلَّآ	اَنْ	دَعَوْتُكُمْ	فَاسْتَجَبْتُمْ	لِيْ ۚ	فَلَا	تَلُوْمُوْنِيْ	وَ	لُوْمُوْٓا
مگر	یہ کہ	میں نے تمہیں دعوت دی	سو تم نے قبول کرلی	میرے لئے	تو مت	ملامت کرو تم مجھے	اور	ملامت کرو

البتہ میں نے تمہیں دعوت دی تھی سو تم نے اُسے قبول کر لیا ، اس لئے تم مجھے ملامت نہ کرو ، اپنے آپ کو

اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ

اَنْفُسَكُمْ ۭ	مَآ	اَنَا	بِمُصْرِخِكُمْ	وَ	مَآ	اَنْتُمْ	بِمُصْرِخِيَّ ۭ	اِنِّىْ	كَفَرْتُ
اپنی جانوں کو	نہیں	میں	تمہاری فریاد رسی کرنے والا	اور	نہیں	تم	میری فریاد رسی کرنے والے	بیشک میں	انکار کیا میں نے

ملامت کرو ، نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں گا اور نہ تم میری فریاد کو پہنچو گے ، میں اس کا

ع ۳ ۹ ۱۵

(۲۱) اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کے دوگروہوں کے درمیان ایک مکالمہ ذکر کیا گیا ہے، پہلا گروہ لیڈر اور بالادست طبقے کے لوگوں پر مشتمل ہوگا اور دوسرا گروہ عام ماتحت لوگوں پر مشتمل ہوگا، اس دوسرے گروہ کے لوگ جب عذاب میں مبتلا ہوں گے اور مختلف انواع واقسام کی پریشانیاں ان کا احاطہ کرلیں گی تو وہ پہلے گروہ کے لیڈروں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم لوگ تمہارے کہنے پر چلتے تھے، تمہارے کہنے میں آکر ہم نے اللہ اور اس کے پیغمبر کا انکار کیا، قیامت اور جزا وسزا کے یقینی ہونے کو مسترد کیا، مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، پیغمبروں کو ایذائیں پہنچائیں، زمین میں فساد اور بلوہ کیا، اُس وقت تم ہمیں جس تعاون کی یقین دہانی کرواتے تھے، آج ہمیں اُس تعاون کی ضرورت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کرنا یا کم کرنا، سوتم ہمارے ساتھ اپنے وعدے کو پورا کرو، اس پر پہلے گروہ کے لیڈر واضح طور پر تعاون سے انکار کردیں گے اور کہیں گے کہ اگر ہم خود ہدایت یافتہ ہوتے تو تمہیں بھی ہدایت پر لگادیتے، ہم تو خود ہی گمراہ تھے، تمہیں کیسے ہدایت دیتے؟ اس لیے یہ عذاب تو برداشت کرنا ہی پڑے گا، اب تم چلّاؤ اور شور مچاؤ، یا صبر کرکے خاموشی سے بیٹھ جاؤ، دونوں صورتیں برابر ہیں، یہاں سے خلاصی ملنے والی نہیں ہے۔

بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

بِمَآ	اَشْرَكْتُمُوْنِ	مِنْ	قَبْلُ	اِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾
اس سے جو	تم نے مجھے شریک ٹھہرایا	سے	پہلے	بیشک	ظلم کرنے والے	ان کیلئے	عذاب	دردناک

انکار کرتا ہوں جو تم اس سے پہلے مجھے شریک ٹھہراتے رہے ، بیشک ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے ۔ ۲۲

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

وَاُدْخِلَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا
اور داخل کئے جائیں گے	جو لوگ	ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے

اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے ، ایسے باغات میں داخل کیا جائیگا جن کے نیچے نہریں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ

الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	بِاِذْنِ	رَبِّهِمْ	تَحِيَّتُهُمْ	فِيْهَا	سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾	اَلَمْ
نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	ساتھ اجازت کے	اپنے رب کی	ان کی ملاقات کا تحفہ	اسمیں	سلام	کیا نہیں

بہتی ہوں گی ، وہ اپنے رب کے حکم سے اس میں ہمیشہ رہیں گے ، وہاں اُن کی باہمی ملاقات ''سلام'' سے ہوگی۔ ۲۳ کیا

تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا

تَرَ	كَيْفَ	ضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا	كَلِمَةً	طَيِّبَةً	كَشَجَرَةٍ	طَيِّبَةٍ	اَصْلُهَا
دیکھا تُونے	کیسے	بیان کی	اللہ نے	مثال	کلمہ کی	پاکیزہ	جیسے ایک درخت	پاکیزہ	اس کی جڑ

آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمے کی مثال کس طرح بیان فرمائی ہے کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ

ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ

ثَابِتٌ	وَّ	فَرْعُهَا	فِيْ	السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾	تُؤْتِيْۤ	اُكُلَهَا	كُلَّ	حِيْنٍۭ	بِاِذْنِ	رَبِّهَا
مضبوط	اور	اس کی شاخیں	بیچ	آسمان کے	لاتا ہے وہ	اپنا پھل	ہر	زمانے میں	ساتھ اجازت کے	اپنے رب کی

مضبوط اور اُس کی شاخیں آسمان میں ہیں ۔ ۲۴ وہ اپنا پھل اپنے رب کے حکم سے ہر وقت لاتا ہے ،

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ

وَ	يَضْرِبُ	اللّٰهُ	الْاَمْثَالَ	لِلنَّاسِ	لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾	وَ	مَثَلُ	كَلِمَةٍ
اور	بیان کرتا ہے	اللہ	مثالیں	لوگوں کیلئے	تا کہ وہ	نصیحت حاصل کریں	اور	مثال	کلمہ کی

اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں ۔ ۲۵ اور گندی بات کی

۲۲ اس آیتِ مبارکہ میں گمراہوں کے سب سے بڑے لیڈر شیطان ابلیس کی ایک تقریر کا حوالہ دیا گیا ہے، یہ تقریر وہ مستقبل میں کرے گا لیکن ایسی یقینی ہے کہ اسے ماضی کے صیغے سے تعبیر کیا گیا ہے، منشا اس کا یہ ہے کہ لوگوں کو آگاہ کیا جائے کہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آئیں، وہ عین موقع پر ساتھ چھوڑ کر بھاگ جانے والا ہے، وہ سمندر کے بیچوں بیچ بے یار ومددگار چھوڑ دینے والا ہے، وہ موقع پرست اور خود غرض ہے اور وہ اس بات کا اعتراف خود اپنی زبان سے کرے گا کہ اے لوگو! تم سے ایک وعدہ اللہ نے کیا تھا اور ایک وعدہ میں نے کیا تھا، اللہ کا وعدہ سچا تھا اور میرا جھوٹا، اس لیے اللہ کا وعدہ پورا ہو گیا اور میرا ''وعدہ خلاف'' ہونا ثابت ہو گیا، میرا جرم صرف اتنا ہے کہ میں نے تمہیں کفر و شرک، بت پرستی اور گناہ کی دعوت اور ترغیب دی، تمہاری نگاہوں کے سامنے اسے مزین کر کے پیش کیا اور تم میرے دام فریب میں گرفتار ہو گئے، میں نے آ کر تمہارا ہاتھ نہیں پکڑا تھا کہ تم مجبور ہو گئے ہو، تمہارے پاس میری دعوت کو قبول اور مسترد کرنے کا اختیار تھا، تم نے اپنے اختیار سے میری دعوت کو قبول کر لیا تو اصل مجرم تم ہوئے، اس لیے تم مجھے ملامت اور لعن طعن کرنے کی بجائے اپنے آپ کو ملامت اور لعن طعن کرو، اگر تم یہ توقع رکھتے ہو کہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکوں گا تو یہ خیال بھی اپنے دل سے نکال دو، آج کوئی کسی کی فریاد رسی نہیں کر سکتا، ہر ایک کو اپنے جرم کی سزا خود ہی بھگتنا ہوگی، نہ تم میری سزا میں کمی کروا سکتے ہو اور نہ میں تمہاری سزا میں کمی کروا سکتا ہوں، میں اس کفر و شرک سے بھی بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جو تم دنیا میں کرتے رہے ہو، یہ تمہاری نادانی تھی کہ تم نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا اور اللہ کو چھوڑ کر میری پوجا کرنے لگے، آج تمام ظالم اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے اور ہر ایک کو اُس کے جرم کی پوری پوری سزا ملے گی، شیطان ابلیس کی یہ تقریر یہاں اس لیے نقل کی گئی ہے کہ اتمامِ حجت ہو جائے اور کل کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ شیطان ہمارے ساتھ یہ کرے گا تو ہم اس کی باتوں میں نہ آتے۔

۲۳ اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو جنت میں داخل کیے جانے اور باغات کے نیچے نہریں بہنے، اہل جنت کے وہاں ہمیشہ رہنے اور باہمی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ سلام بطور دعا کے نہیں ہوگا، بلکہ بطور مبارکباد کے ہوگا۔

۲۵ ۲۴ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کلمۂ طیبہ یعنی پاکیزہ بات کی مثال اور تشبیہ بیان فرمائی ہے، کلمہ طیبہ کی مراد متعین کرنے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات نے اس سے کلمہ توحید'' جسے عرف عام میں پہلا کلمہ کہا جاتا ہے'' مراد لیا ہے، بعض مفسرین نے اس سے معرفتِ الٰہی کی بات، بعض نے قرآن کریم، بعض نے سچ بولنا اور بعض نے ایمان مراد لیا ہے، الفاظ میں ان سب کی گنجائش موجود ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک بات پاکیزہ ہے، اسی طرح پاکیزہ درخت سے مراد بیشتر مفسرین کے نزدیک کھجور کا درخت ہے، احادیث صحیحہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اس کی جڑ مضبوط اور شاخیں بلند و بالا ہوتی ہیں، ہر سال اس کی فصل =

خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۣاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ

خَبِيْثَةٍ	كَشَجَرَةٍ	خَبِيْثَةِ	اجْتُثَّتْ	مِنْ	فَوْقِ	الْاَرْضِ	مَا	لَهَا	مِنْ
گندے	جیسے درخت	گندا	اکھاڑ دیا گیا ہو	سے	اوپر	زمین کے	نہ ہو	اس کیلئے	سے

مثال گندے درخت کی سی ہے ، جسے زمین کے اوپر سے اکھاڑ پھینکا گیا ہو ، اور اس میں کچھ بھی

قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

قَرَارٍ ﴿٢٦﴾	يُثَبِّتُ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِالْقَوْلِ	الثَّابِتِ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا
کوئی مضبوطی	مضبوط کرتا ہے	اللہ	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	بات پر	ثابت شدہ	بیچ	زندگی کے	دنیا کی

جماؤ نہ ہو۔ [٢٦] اللہ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اہل ایمان کو ثابت شدہ کلمے سے

وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۛ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾ اَلَمْ

وَ	فِي	الْاٰخِرَةِ	وَ	يُضِلُّ	اللّٰهُ	الظّٰلِمِيْنَ	وَ	يَفْعَلُ	اللّٰهُ	مَا	يَشَآءُ ﴿٢٧﴾	اَلَمْ
اور	بیچ	آخرت کے	اور	گمراہ کرتا ہے	اللہ	ظالموں کو	اور	کرتا ہے	اللہ	جو	وہ چاہتا ہے	کیا نہیں

مضبوط کرتا ہے ، اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرتا ہے ۔ [٢٧] کیا

ع ٦ / ١٦

تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ

تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	بَدَّلُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	كُفْرًا	وَّ	اَحَلُّوْا	قَوْمَهُمْ	دَارَ
دیکھا تو نے	طرف	ان لوگوں کے	بدلہ دیا انہوں نے	احسان کا	اللہ کے	ناشکری سے	اور	اتار دیا انہوں نے	اپنی قوم کو	گھر میں

آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کا بدلہ نا شکری سے دیا؟ اور اپنی قوم کو تباہی کے گڑھے میں

الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ

الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾	جَهَنَّمَ	يَصْلَوْنَهَا	وَ	بِئْسَ	الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾	وَ	جَعَلُوْا	لِلّٰهِ
ہلاکت کے	جہنم	داخل ہوں گے وہ اسمیں	اور	وہ بدترین	ٹھکانہ	اور	بنالئے انہوں نے	اللہ کیلئے

اتار دیا ۔ [٢٨] جہنم میں ، جہاں وہ داخل ہوں گے ، اور وہ بد ترین ٹھکانہ ہے ۔ [٢٩] اور انہوں نے اللہ کے ساتھ

اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى

اَنْدَادًا	لِّيُضِلُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِهٖ	قُلْ	تَمَتَّعُوْا	فَاِنَّ	مَصِيْرَكُمْ	اِلَى
بہت سے شریک	تاکہ گمراہ کریں وہ	سے	اس کے راستے کے	تو کہہ	تم فائدہ اٹھالو	کہ بیشک	ٹھکانہ تمہارا	طرف

شریک مقرر کئے ، تا کہ اللہ کے راستے سے بہکائیں ، آپ فرما دیجئے کہ مزے اڑالو ، پھر تمہارا ٹھکانہ

= آتی ہے اور موقع پر اس کا پھل دستیاب ہوتا ہے، اسی طرح کلمہ طیبہ کی جڑ بھی بہت مضبوط ہے، اس کی شاخیں بھی بلند و بالا ہیں اور موقع کی مناسبت سے لوگ دین اسلام میں داخل بھی ہوتے ہیں، اس طرح اس کی تازہ فصل تیار ہوتی رہتی ہے۔

[٢٦] اس آیتِ مبارکہ میں کلمہ خبیثہ کو شجرۂ خبیثہ سے تشبیہ دی گئی ہے، پہلے سے مراد زبان سے نکلنے والا ہر وہ لفظ ہے جو حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو جیسے کلمہ کفر اور دوسرے کا اطلاق ایک ایسے درخت پر کیا گیا جس کی جڑ ہی مضبوط نہ ہو، جیسے چھوئی موئی کا پودا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح بعض درختوں میں کوئی جماؤ، ٹھہراؤ اور مضبوطی نہیں ہوتی، معمولی ہوا سے لہراتے اور تھوڑی سی تیز ہوا پر جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں، اسی طرح کسی باطل بات میں وزن نہیں ہوتا، انسان ایڑی چوٹی کا زور لگا لے، باطل کو حق نہیں بنایا جا سکتا، باطل کی جڑ مضبوط نہیں ہوتی، اسے حق کا ایک دھکا بھی گرانے کیلئے کافی ہوتا ہے، اس طرح گویا اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ باطل خواہ کتنا ہی سر اٹھا لے، اس کی یہ سربلندی پائیدار نہیں ہے اور جب وقت آئے گا تو اس کی ساری ترقی اور سربلندی اپنے منہ کے بل آ گرے گی۔

[٢٧] اس آیتِ مبارکہ میں ''قول ثابت'' سے مراد وہی کلمہ توحید ہے جس کا ذکر آیت نمبر ٢٤ میں ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کلمہ توحید کے ذریعے اہل ایمان کو دنیا میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے، قبر اور حشر میں بھی ثابت قدمی عطا فرمائے گا، یہی وجہ ہے کہ ایک سچا مخلص مسلمان اپنے ایمان کی برکت سے دنیا کی بڑی سے بڑی آزمائش میں ثابت قدم رہتا ہے، ڈگمگاتا وہی ہے جس کے ایمان و اخلاص میں کمزوری ہو اور گمراہ وہی ہوتا ہے جو خود ظالم ہو۔

[٢٨] اس آیتِ مبارکہ میں ان احسان فراموش لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن پر اللہ نے اپنے انعامات کی بارش برسائی، دنیوی اور دینی ہر نعمت سے سرفراز فرمایا اور ان کے استحقاق اور تمنا سے بڑھ کر عطا کیا لیکن ان لوگوں نے نہ صرف یہ کہ خود ناشکری کی ، بلکہ اپنی قوم کو بھی ناشکری کے راستے پر چلا کر تباہی کے کنارے پہنچا دیا، اس اعتبار سے وہ دوہرے مجرم ہوئے، لہٰذا وہ دوہری سزا کے مستحق ہیں۔

[٢٩] اس آیتِ مبارکہ میں کفرانِ نعمت کرنے والوں کی سزا جہنم بیان کر کے اسے بدترین ٹھکانہ قرار دیا گیا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ خود بدترین قرار دے، اس کی برائی اور شر کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں ہے۔

النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

النَّارِ ﴿٣٠﴾	قُلْ	لِّعِبَادِيَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	يُقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ
جہنم کے	تُو کہہ	میرے بندوں سے	جولوگ	ایمان لائے	قائم کریں وہ	نماز

جہنم ہے ۔ ﴿٣٠﴾ (اے نبی اکرم ﷺ)، میرے اُن بندوں سے فرمادیجئے جو ایمان لائے ہیں کہ نماز قائم کریں ،

وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ

وَ	يُنْفِقُوْا	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	سِرًّا	وَّ	عَلَانِيَةً	مِّنْ	قَبْلِ	اَنْ
اور	خرچ کریں وہ	اس سے جو	ہم نے انہیں دیا	پوشیدہ	اور	ظاہر	سے	پہلے	یہ کہ

اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے چھپ کر اور سب کے سامنے خرچ کیا کریں ، اس سے پہلے کہ

يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿٣١﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ

يَّاْتِيَ	يَوْمٌ	لَّا	بَيْعٌ	فِيْهِ	وَ	لَا	خِلٰلٌ ﴿٣١﴾	اَللّٰهُ	الَّذِيْ	خَلَقَ
آجائے	وہ دن	نہیں	کوئی تجارت	اسمیں	اور	نہ	کوئی دوستی	اللہ	وہ جس نے	پیدا کیا

وہ دن آجائے جس میں کوئی تجارت ہو گی اور نہ کوئی دوستی ۔ ﴿٣١﴾ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	وَ	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَخْرَجَ	بِهٖ
آسمانوں کو	اور	زمین کو	اور	اتارا اس نے	سے	آسمان کے	پانی	سونکالا	اس کے ذریعے

اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اتارا ، پھراُس پانی کے ذریعے تمہارے لئے

مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ

مِنَ	الثَّمَرٰتِ	رِزْقًا	لَّكُمْ ۚ	وَ	سَخَّرَ	لَكُمُ	الْفُلْكَ	لِتَجْرِيَ
سے	پھلوں کے	رزق	تمہارے لئے	اور	تابع فرمان کردیا	تمہارے لئے	کشتیوں کو	تاکہ چلتی رہیں

رزق کے طور پر پھل نکالے ، اور تمہارے لئے کشتیاں مسخر کر دیں ، تاکہ وہ اُس کے حکم سے

فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿٣٢﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ

فِي	الْبَحْرِ	بِاَمْرِهٖ ۚ	وَ	سَخَّرَ	لَكُمُ	الْاَنْهٰرَ ﴿٣٢﴾	وَ	سَخَّرَ	لَكُمُ
بیچ	سمندر کے	اس کے حکم سے	اور	تابع فرمان کردیا	تمہارے لئے	نہروں کو	اور	تابع فرمان کردیا	تمہارے لئے

پانی میں چلتی رہیں ، اور تمہارے لئے اُس نے نہروں کو مسخر کر دیا ۔ ﴿٣٢﴾ اور اُس نے سورج

﴿٣٠﴾ اس آیت مبارکہ میں کفران نعمت کے نتیجے میں کفر حقیقی کی نوبت آجانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری اور احسان فراموشی کے جس سلسلے کی بنیاد رکھی تھی، بالآخر اس نے انہیں کفر و شرک میں مبتلا کر دیا اور وہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے لگے، ان کے اس کفر و شرک کا نقصان انہی کو ہوگا ۔ اگر دنیا کی اس چند روزہ زندگی کی آرائشیں اور سہولتیں انہیں مل بھی جائیں اور وہ پرتکلف زندگی گزار بھی لیں تب بھی بالآخر انہیں جہنم میں جانا اور اپنے کفر و شرک کی سزا بھگتنا ہے، اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک شخص نے کسی جرم کا ارتکاب کیا، جرم ثابت ہوگیا، سپاہیوں نے اسے گرفتار کرلیا، حاکم نے اسے جیل بھیج دیا اور جیلر سے کہہ دیا کہ چند دن بعد اسے پھانسی دی جائے گی، اُس وقت تک تم اسے زندگی کی ہر نعمت فراہم کرو اور اس کی ہر خواہش پوری کرو، اب وہ مجرم جیل میں بہت خوش ہو کہ مجھے تو یہاں وہ سہولیات میسر ہیں جو میں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں تو اس جیسا نادان کوئی نہ ہوگا، اس لیے کہ اس کے سر پر موت سوار کھڑی ہے اور کسی بھی وقت اسے سولی پر چڑھایا جا سکتا ہے، یہی حال کافروں اور مشرکوں کا ہے۔

﴿٣١﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو قیامت کا دن آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنے کی ہدایت دی گئی ہے اور اس تیاری کیلئے اپنے جسم اور مال دونوں کو استعمال میں لانے کی ضرورت ہے، بطور مثال کے یہاں نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا گیا ہے، مراد تمام جسمانی اور مالی عبادتیں ہیں اور اس تیاری کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ وہاں جا کر کوئی خرید و فروخت نہیں ہو سکے گی، کوئی اس دھوکے کا شکار بھی نہ رہے کہ وہاں کوئی دوست کام آجائے گا، ہر ایک اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہوگا اور اس کی جزا و سزا بھی خود اسی کو بھگتنا پڑے گی۔

﴿٣٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چند قدرتوں کا "جو اس کے بندوں کیلئے عظیم نعمتیں ہیں" ذکر کیا گیا ہے، پہلی چیز زمین و آسمان کی تخلیق ہے، دوسری چیز آسمان سے پانی برسانا ہے، تیسری چیز اس پانی سے پھلوں اور فصلوں کی پیداوار فراہم کرنا ہے، چوتھی چیز موجیں مارتے سمندر میں بحری جہازوں اور کشتیوں کو حفاظت کے ساتھ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچانا ہے، پانچویں چیز نہری نظام بنا کر اس سے استفادہ کرنے کو آسان بنانا ہے، اگر اللہ تعالیٰ ایک لمحے کے کروڑویں حصے میں بھی اپنی توجہ ان چیزوں سے ہٹالے تو نظام کائنات درہم برہم ہوجائے اور کسی میں اسے سنبھالنے کی جرأت نہ ہو۔

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ ج وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۳۳ ج

الشَّمْسَ	وَ	الْقَمَرَ	دَآىِٕبَيْنِ ج	وَ	سَخَّرَ	لَكُمُ	الَّيْلَ	وَ	النَّهَارَ ۳۳
سورج کو	اور	چاند کو	معین نظام والے دونوں	اور	تابع فرمان کر دیا	تمہارے لئے	رات کو	اور	دن کو

اور چاند کو ایک معین نظام کے تحت تمہارے لئے مسخر کر دیا ، اور رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ۔ ۳۳

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

وَ	اٰتٰىكُمْ	مِّنْ	كُلِّ	مَا	سَاَلْتُمُوْهُ ؕ	وَ	اِنْ	تَعُدُّوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ
اور	دیا اس نے تمہیں	سے	ہر	وہ جو	تم نے اس سے مانگا	اور	اگر	تم شمار کرو	احسان	اللہ کے

اور اُس نے تمہیں ہر وہ چیز عطا فرمائی جو تم نے اُس سے مانگی ، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو

لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۳۴ ع وَاِذْ قَالَ

لَا	تُحْصُوْهَا ؕ	اِنَّ	الْاِنْسَانَ	لَظَلُوْمٌ	كَفَّارٌ ۳۴ ع	وَ	اِذْ	قَالَ
نہ	شمار کر سکو تم انہیں	بیشک	انسان	البتہ بڑا ظالم	بہت ناشکرا	اور	جب	کہا

تو انہیں شمار نہ کر سکو گے ، بیشک انسان بڑا ظالم ، ناشکرا ہے ۔ ۳۴ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب ابراہیم نے

اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ

اِبْرٰهِيْمُ	رَبِّ	اجْعَلْ	هٰذَا	الْبَلَدَ	اٰمِنًا	وَّ	اجْنُبْنِيْ	وَ	بَنِيَّ
ابراہیم نے	اے میرے پروردگار	بنا دے تو	اس	شہر کو	امن والا	اور	بچا لے مجھے	اور	میرے بیٹوں کو

کہا کہ پروردگار ! اِس شہر کو امن والا بنا دے ، اور مجھے اور میرے بچوں کو

اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۳۵ؕ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ

اَنْ	نَّعْبُدَ	الْاَصْنَامَ ۳۵ؕ	رَبِّ	اِنَّهُنَّ	اَضْلَلْنَ	كَثِيْرًا	مِّنَ
یہ کہ	ہم عبادت کریں	بتوں کی	اے میرے پروردگار	بیشک انہوں نے	گمراہ کیا	بہت سوں کو	سے

بتوں کی پوجا سے دور رکھ ۔ ۳۵ پروردگار! اِن بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہی میں

النَّاسِ ج فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ج وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ

النَّاسِ ج	فَمَنْ	تَبِعَنِيْ	فَاِنَّهٗ	مِنِّيْ ج	وَ	مَنْ	عَصَانِيْ	فَاِنَّكَ
انسانوں کے	تو جو کوئی	پیروی کرے میری	تو بیشک وہ	مجھ سے	اور	جو کوئی	نافرمانی کرے میری	تو بیشک تو

مبتلا کیا ہے ، سو جو میری پیروی کرے، وہ تو مجھ سے ہے اور جو میری نا فرمانی کرے تو بیشک تُو

ع ۵ ۷ ۱۷

۳۳ اس آیت مبارکہ میں چاند اور سورج، رات اور دن کو انسان کیلئے مسخر کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ بھی اللہ کی قدرت اور انسانوں کیلئے اس کی بڑی نعمت ہے، اس مضمون کی آیتیں قرآن کریم میں دوسری جگہوں پر بھی آئی ہیں اور کائنات کی بہت سی چیزوں کو انسان کیلئے مسخر کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، بعض لوگ اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب چیزیں انسان کے حکم کے تابع کر دی گئی ہیں اور یہاں مسخر کرنے کا یہی معنی مراد ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ سورج اور چاند، دن اور رات کسی انسان کے حکم پر طلوع اور غروب نہیں ہوتے، ورنہ ان میں سے کوئی بھی کبھی طلوع یا غروب نہ ہوسکتا، مسخر کرنے کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو انسان کی خدمت اور نفع رسانی پر لگا دیا ہے، چنانچہ ان میں سے ہر چیز انسان کی خدمت اپنے طے شدہ طریقہ کار کے مطابق کر رہی ہے اور یہ انسان کیلئے بڑے اعزاز کی بات ہے، مثلاً آسمان انسان کیلئے چھت کی خدمت سرانجام دے رہا ہے، آسمان سے انسان کا رزق اترتا ہے، آسمان سے انسان کیلئے ہدایت اترتی ہے، آسمان سے انسان کیلئے فرشتے اور دعاؤں کی قبولیت اترتی ہے، آسمان سے اللہ کی خصوصی توجہات کی تجلی ہوتی ہے اور آسمان سے محبت اور نفرت اترتی ہے، اسی طرح باقی تمام وہ مخلوقات ''جن کا حالیہ دو آیتوں میں ذکر ہوا ہے'' مختلف جہات سے انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں جن کی تفصیل ان مختصر حواشی میں بیان نہیں ہوسکتی۔

۳۴ اس آیت مبارکہ میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے ناشکری اور احسان فراموشی پر آمادہ رہتا ہے، حالانکہ اس پر ہر لمحے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی موسلا دھار بارش برستی رہتی ہے، اور وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر انسان صرف انہیں شمار کرنے کیلئے بیٹھ جائے تو ناکام ہو جائے اور انہیں شمار بھی نہ کر سکے، یہ نعمتیں اس شخص کو بھی میسر ہیں جو اپنے آپ کو دنیا کا سب سے غریب اور محروم انسان سمجھتا ہے اور دن رات اپنے نصیبوں کو کوستا رہتا ہے، ان نعمتوں میں سے صرف ایک نعمت یہاں بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا ہے، تم جو مانگتے ہو، وہ تمہیں عطا فرماتا ہے، اس نے کبھی بخل نہیں کیا، اس نے خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا اور وہ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی دعائیں قبول کرتا چلا آرہا ہے، سو تم بھی اسی سے مانگو، وہ تمہاری نعمتوں میں اضافہ فرمادے گا۔

۳۵ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ذکر کی گئی ہے، اس میں ''اس شہر'' سے مراد مکہ مکرمہ ہے جس کیلئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے امن وامان کی دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے وہ دعا ایسی قبول فرمائی کہ آج تک مکہ مکرمہ کا امن وامان پوری دنیا میں اپنی مثال آپ ہے، انہوں نے یہ بھی دعا کی تھی کہ پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا، اس لیے کہ بت پرستوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، اس کے علاوہ بت پرستی بہت بڑا ظلم ہے جس سے خود بھی بچنا چاہئے اور اپنی اولاد کو بھی بچانا چاہیے، یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اولاد کی مذہبی تربیت اور اس کے دین کی حفاظت کیلئے دعا کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٦﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ

غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٣٦﴾	رَبَّنَا	اِنِّيْٓ	اَسْكَنْتُ	مِنْ	ذُرِّيَّتِيْ	بِوَادٍ
بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اے ہمارے پروردگار	بیشک میں	ٹھہرایا ہے میں نے	سے	اپنی اولاد کے	ایک وادی میں

بہت بخشنے والا ، مہربان ہے ۔ ﴿٣٦﴾ پروردگار! میں نے اپنی ایک اولاد کو ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے

غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا

غَيْرِ	ذِيْ زَرْعٍ	عِنْدَ	بَيْتِكَ	الْمُحَرَّمِ ۙ	رَبَّنَا	لِيُقِيْمُوا
نہیں	قابل کھیتی باڑی کے	پاس	تیرے گھر کے	حرمت والے	اے ہمارے پروردگار	تاکہ قائم کریں وہ

جو قابل کاشت نہیں ہے ، وہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس ہے ، پروردگار! تاکہ وہ نماز

الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ

الصَّلٰوةَ	فَاجْعَلْ	اَفْئِدَةً	مِّنَ	النَّاسِ	تَهْوِيْٓ	اِلَيْهِمْ
نماز	تو کر دے	دلوں کو	سے	لوگوں کے	مائل ہوں	ان کیطرف

قائم کریں ، سو تو کچھ لوگوں کے دل اُن کی طرف مائل کر دے

وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ

وَارْزُقْهُمْ	مِّنَ	الثَّمَرٰتِ	لَعَلَّهُمْ	يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٧﴾	رَبَّنَآ	اِنَّكَ
اور رزق دے انہیں	سے	پھلوں کے	تاکہ وہ	شکر کرتے رہیں	اے ہمارے پروردگار	بیشک تو

اور انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر کریں ۔ ﴿٣٧﴾ پروردگار! تو

تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ

تَعْلَمُ	مَا	نُخْفِيْ	وَ	مَا	نُعْلِنُ ؕ	وَ	مَا	يَخْفٰى	عَلَى	اللّٰهِ	مِنْ
جانتا ہے	وہ جو	ہم چھپاتے ہیں	اور	وہ جو	ہم ظاہر کرتے ہیں	اور	نہیں	مخفی	پر	اللہ کے	سے

وہ بھی جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور وہ بھی جو ہم ظاہر کرتے ہیں ، اور زمین و آسمان میں

شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿٣٨﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ

شَيْءٍ	فِي	الْاَرْضِ	وَ	لَا	فِي	السَّمَآءِ ﴿٣٨﴾	اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْ
کچھ بھی	بیچ	زمین کے	اور	نہ	بیچ	آسمانوں کے	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	جس نے

اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے ۔ ﴿٣٨﴾ اللہ کا شکر ہے جس نے بڑھاپے کے

﴿٣٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا ذکر کی گئی ہے، چونکہ اس کا آغاز لفظ "رب" سے ہوا ہے جو کہ اصل میں "یارب" تھا اس لیے اسے دعا سے تعبیر کیا گیا ہے، حقیقت میں یہ "مناجات" ہے، اس مناجات میں بت پرستی سے بچنے کا اہتمام کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان بتوں کے ذریعے بڑی گمراہی پھیلی ہے اور وہ گمراہی میں اپنی آنکھوں سے اپنے آبائی علاقے میں دیکھ چکا ہوں، یہ اتنا بڑا خطرہ ہے کہ مجھے اس سے بڑا کوئی اور خطرہ نظر نہیں آتا، اس لیے جو شخص میری پیروی کرے گا، اس کا میرے ساتھ تعلق ہے اور جو میری نافرمانی کرے گا، میں اسے تیرے حوالے کرتا ہوں، اب کہنا تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے معاف فرما دے اور جسے چاہے سزا دیدے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی شفقت اور مہربانی کے جذبات کی بناء پر سزا کی شق کا ذکر ہی نہیں کیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ مغفرت اور رحمت کا ذکر کیا تاکہ اس کی صفتِ مغفرت و رحمت کو جوش دلا کر نافرمانوں کیلئے بھی بچاؤ کی کوئی صورت نکال سکیں۔

﴿٣٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور مناجات کا ذکر کیا گیا ہے کہ پروردگار! میں نے اپنی اولاد میں سے ایک کو یہاں لا کر آباد کیا ہے، یہ جگہ ویران ہے، یہاں دور دور تک انسان تو کیا، اس کا نام و نشان تک نہیں ہے، یہ جگہ کاشتکاری اور کھیتی باڑی کے قابل بھی نہیں ہے، یہاں زندگی کی سہولیات تو کیا، خود زندگی ہی نہیں ہے لیکن یہاں تیرا گھر ہے، یہاں خانہ کعبہ ہے، یہاں بیت اللہ الحرام ہے، یہاں تیری تجلیات اور خصوصی انوارات ہیں، پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو یہاں کسی تجارت یا حکومت و سلطنت کیلئے آباد نہیں کیا، میں نے تو اسے بیت اللہ کا حق ادا کرنے اور تیری عبادت کیلئے یہاں آباد کیا ہے، اس لیے اے پروردگار! لوگوں کے دلوں میں اس حرم محترم کی اہمیت، عظمت اور محبت پیدا کر دے، وہ اس کی طرف ایسے کھنچے چلے آئیں جیسے مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، تاکہ یہ بے آباد جگہ تیرا نام لینے والوں سے آباد ہو جائے اور یہاں سے ہدایت کی شمع روشن ہو کر پورے عالم میں اپنی نورانی کرنیں بکھیرے، اس روحانی غذا کے علاوہ ان کی جسمانی خوراک کا انتظام بھی فرما، تاکہ یہ لوگ تیرے شکر گزار بندے بنیں، جسمانی غذا میں پھلوں کا بطور خاص ذکر فرمایا کیونکہ یہ ایک ایسی خوراک اور غذا ہے جسے آگ پر نہیں پکایا جاتا، اس لیے کہ جو چیزیں آگ پر پکائی جاتی ہیں، ان کی تیاری میں مشغول ہو کر انسان کا بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس مناجات کو قبول فرمایا اور ان کی دعاؤں کے اثرات آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ مکہ مکرمہ میں نظر آتے ہیں، ساری دنیا کے لوگ یہاں کھنچے چلے آتے ہیں اور پوری دنیا کا بہترین پھل یہاں سال کے بارہ مہینوں دستیاب رہتا ہے، موسمی اور بے موسمی دونوں طرح کا پھل نہایت افراط کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ رزقنا اللہ وایاکم منہا بفضلہ وکرمہ۔

﴿٣٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور مناجات کا ذکر کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا حوالہ دیا گیا ہے کہ ہم جو چیزیں چھپاتے اور اپنے دل میں مخفی رکھتے ہیں، اللہ انہیں بھی جانتا ہے اور جو چیزیں ظاہر کرتے ہیں اور زبان پر لے آتے ہیں، وہ انہیں بھی جانتا ہے، زمین ہو یا آسمان، زمین کے نیچے ہو یا آسمان کے اوپر، یا دونوں کے درمیان، اللہ سے کوئی بھی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے، کہنا یہ چاہتے ہیں =

وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ

وَهَبَ	لِيْ	عَلَى	الْكِبَرِ	اِسْمٰعِيْلَ	وَ	اِسْحٰقَ ؕ	اِنَّ	رَبِّيْ
تحفے میں دیئے	مجھے	پر	بڑھاپے کے	اسماعیل	اور	اسحاق	بیشک	میرا رب

باوجود مجھے اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے ، بیشک میرا رب

لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ

لَسَمِيْعُ	الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾	رَبِّ	اجْعَلْنِيْ	مُقِيْمَ	الصَّلٰوةِ	وَ	مِنْ
البتہ خوب سننے والا	دعا کا	اے میرے پروردگار	بنادے مجھے	قائم کرنے والا	نماز کا	اور	سے

دعاؤں کو خوب سننے والا ہے ۔ ﴿۳۹﴾ پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم

ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ

ذُرِّيَّتِيْ ۖ	رَبَّنَا	وَ	تَقَبَّلْ	دُعَآءِ ﴿۴۰﴾	رَبَّنَا	اغْفِرْ لِيْ	وَ	لِوَالِدَيَّ
میری اولاد کے	اے ہمارے پروردگار	اور	قبول فرما	میری دعا	اے ہمارے پروردگار	مغفرت کردے میری	اور	میرے والدین کی

کرنے والا بنا دے ، پروردگار! میری دعا قبول فرمالے ۔ ﴿۴۰﴾ پروردگار! مجھے، میرے والدین کو اور تمام مومنین کو

وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَحْسَبَنَّ

وَ	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	يَوْمَ	يَقُوْمُ	الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾	وَ	لَا	تَحْسَبَنَّ
اور	ایمان والوں کی	وہ دن	قائم ہوگا	حساب	اور	مت	سمجھو

اُس دن معاف فرما دینا جب حساب قائم ہو گا۔ ﴿۴۱﴾ اور اللہ کو اُن چیزوں سے

ع ۶ ۱۸

اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ

اللّٰهَ	غَافِلًا	عَمَّا	يَعْمَلُ	الظّٰلِمُوْنَ ؕ۬	اِنَّمَا	يُؤَخِّرُهُمْ
اللہ کو	بے خبر	اس سے جو	عمل کرتے ہیں	ظلم کرنے والے	وہ توصرف	انہیں مہلت دیتا ہے

بے خبر ہرگز نہ سمجھنا جو یہ ظالم کر رہے ہیں ، وہ تو انہیں ایک ایسے دن تک

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ

لِيَوْمٍ	تَشْخَصُ	فِيْهِ	الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾	مُهْطِعِيْنَ	مُقْنِعِيْ
ایک دن کیلئے	پتھرا جائیں گی	اس میں	نگاہیں	دوڑتے ہوئے	اوپر اٹھائے ہوئے

مہلت دے رہا ہے جس میں نگاہیں پتھرا جائیں گی ۔ ﴿۴۲﴾ دوڑتے ہوئے ، سر اوپر

= کہ پروردگار! تو میرے دل کی آواز کو سن رہا ہے، میں نے جو زبان سے کہا، تو اسے بھی جانتا ہے اور جو میرے دل میں دعائیں اپنی اس اولاد اور اس کی نسل کیلئے چھپی ہوئی ہیں تو ان سے بھی بخوبی واقف ہے، سو انہیں بھی قبول فرما۔

﴿۳۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کا شکر ادا کرنا مذکور ہے کہ اللہ نے مجھے بڑھاپے میں، بانجھ بیوی سے نرینہ اولاد عطا فرمائی، نہ صرف یہ کہ اسماعیل دیئے، بلکہ اسحاق بھی دیئے، یقیناً میرا رب دعاؤں کو خوب قبول کرتا ہے، اس نے اولاد کے حوالے سے میری پہلی دعائیں قبول کی ہیں، آئندہ بھی ضرور قبول کرے گا۔

﴿۴۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا ذکر کی گئی ہے جس کا تعلق ان کی اپنی ذات اور نسل دونوں سے ہے کہ پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے، اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں نماز کی موجودہ صورت نہیں ہوگی اور پانچ نمازیں تو یقیناً نہیں تھیں، لیکن چونکہ حق تعالیٰ کے قرب کا سب سے مؤثر ذریعہ نماز ہی ہے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے اس کیلئے دعا کی اور آخر میں اس دعا کی قبولیت کی درخواست بھی کی، یہ اس کی اہمیت کا ایک دوسرا پہلو ہے۔

﴿۴۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حساب کتاب کے دن اپنے لیے مغفرت اور بخشش کی دعا مانگی ہے اور اس دعا میں اپنے والدین اور تمام اہل ایمان کو بھی شامل فرما لیا ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کی شفقت ایسی ہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جس خیر کا سوال کرتے ہیں، اس میں بقیہ اہل ایمان کو بھی ضرور شامل کرتے ہیں، جہاں تک تعلق ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کا تو اُن میں سے ان کا باپ آزر نصِ قرآن کی رو سے کافر تھا اور کافر کیلئے دعاء مغفرت جائز نہیں ہے اس لیے اس دعا کا مطلب یہ ہوگا کہ پروردگار! میرے والدین کو ایمان اور ہدایت کی دولت سے سرفراز فرما، تاکہ وہ تیری مغفرت اور بخشش کے اہل ثابت ہوسکیں۔ واللہ اعلم

﴿۴۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مخاطب بننے کی صلاحیت رکھنے والے ہر شخص سے فرمایا گیا ہے کہ تم اللہ کو ظالموں کے ظلم، مشرکوں کے شرک، کافروں کے کفر، مکاروں کے مکر، ساحروں کے سحر اور حاسدوں کے حسد سے غافل اور بے خبر نہ سمجھو، اسے سب کچھ معلوم ہے، لیکن وہ کسی کو فوری سزا نہیں دیتا، بلکہ اسے مہلت دیتا ہے، شاید کہ وہ سنبھل جائے اور اپنی اصلاح کر لے ، ورنہ ایک دن آنے والا ہے جب نگاہیں پتھرا جائیں گی اور اوپر اٹھی کی اٹھی رہ جائیں گی، اس دن انہیں ان کی شرارت کی قرار واقعی سزا دی جائے گی، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ مجرم کی فوری گرفت نہ کرنا بے خبری کی دلیل نہیں ، بلکہ حکمت کی علامت ہے۔

رُءُوۡسِهِمۡ لَا يَرۡتَدُّ اِلَيۡهِمۡ طَرۡفُهُمۡ ۚ وَاَفۡـِٕدَتُهُمۡ

رُءُوۡسِهِمۡ	لَا	يَرۡتَدُّ	اِلَيۡهِمۡ	طَرۡفُهُمۡ ۚ	وَ	اَفۡـِٕدَتُهُمۡ
اپنے سروں کو	نہیں	پلٹ کر آئیگی	ان کی طرف	ان کی آنکھیں	اور	ان کے دل

اٹھائے ہوئے ، نگاہیں پلٹ کر اُن کی طرف واپس ہی نہ آئیں گی ، اور اُن کے دل اُڑے

هَوَآءٌ ؕ ﴿۴۳﴾ وَاَنۡذِرِ النَّاسَ يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمُ الۡعَذَابُ فَيَقُوۡلُ

هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾	وَ	اَنۡذِرِ	النَّاسَ	يَوۡمَ	يَاۡتِيۡهِمُ	الۡعَذَابُ	فَيَقُوۡلُ
اڑے ہوئے	اور	ڈرا دے	لوگوں کو	اس دن سے کہ	آئیگا ان پر	عذاب	تو کہیں گے

ہوئے ہوں گے ۔ [۴۳] اور لوگوں کو اُس دن سے آگاہ کردیجئے جب اُن پر عذاب آئیگا ، اُس وقت

الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ نُّجِبۡ

الَّذِيۡنَ	ظَلَمُوۡا	رَبَّنَاۤ	اَخِّرۡنَاۤ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	قَرِيۡبٍ ۙ	نُّجِبۡ
وہ لوگ	ظلم کیا انہوں نے	اے ہمارے پروردگار	ہمیں مہلت دے	تک	ایک مدت کے	قریب کی	ہم قبول کریں

ظالم کہیں گے کہ پروردگار! ہمیں تھوڑے عرصے کیلئے مہلت دیدے ، تاکہ ہم تیری

دَعۡوَتَكَ وَنَـتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ

دَعۡوَتَكَ	وَ	نَتَّبِعِ	الرُّسُلَ ؕ	اَوَلَمۡ	تَكُوۡنُوۡۤا	اَقۡسَمۡتُمۡ	مِّنۡ
تیری دعوت کو	اور	پیروی کریں	پیغمبروں کی	اور کیا نہ	تھے تم	قسمیں کھایا کرتے	سے

دعوت کو قبول اور پیغمبروں کی اتباع کر سکیں ، کیا تم اِس سے پہلے اس بات پر قسمیں نہ

قَبۡلُ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ۙ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ

قَبۡلُ	مَا لَكُمۡ	مِّنۡ	زَوَالٍ ﴿۴۴﴾	وَّ	سَكَنۡتُمۡ	فِىۡ	مَسٰكِنِ	الَّذِيۡنَ
پہلے	نہیں تمہارے لئے	سے	کوئی زوال	اور	رہائش رکھی تم نے	بیچ	رہائش گاہوں کے	ان لوگوں کی

کھایا کرتے تھے کہ تمہیں زوال نہیں آئیگا ۔ [۴۴] اور تم اُن لوگوں کی رہائش گاہوں میں آباد تھے

ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَيَّنَ لَـكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ وَضَرَبۡنَا

ظَلَمُوۡۤا	اَنۡفُسَهُمۡ	وَ	تَبَيَّنَ	لَكُمۡ	كَيۡفَ	فَعَلۡنَا	بِهِمۡ	وَ	ضَرَبۡنَا
ظلم کیا انہوں نے	اپنی جانوں پر	اور	ظاہر ہوگیا	تمہارے لئے	کیسے	کیا ہم نے	ان کے ساتھ	اور	بیان کر چکے ہم

جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تمہارے سامنے یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیا کیا ؟ اور ہم تمہارے سامنے

[۴۳] اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں کی حالت بیان کی گئی ہے، یہ مختلف لوگوں کی مختلف حالتیں بھی ہوسکتی ہیں اور ایک ہی شخص کی مختلف اوقات میں مختلف حالتیں بھی ہوسکتی ہیں کہ مجرم لوگ میدانِ حشر میں بھاگتے اور دوڑتے پھر رہے ہوں گے جیسا کہ پریشانی کے عالم میں انسان ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف بھاگتا دوڑتا ہے، ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہوں گے کیونکہ جب آنکھیں اوپر کی طرف دیکھتے دیکھتے پتھرا جائیں گی تو یقیناً سر بھی اوپر کو اٹھے ہوئے ہوں گے اور جدھر دیکھیں گے، بس دیکھتے ہی چلے جائیں گے، آنکھیں پلٹ کر واپس نہیں آئیں گی، ظاہر ہے کہ ان کی یہ حالت اُس عذاب کو دیکھ کر ہوگی جو اُن کیلئے تیار کیا گیا ہوگا اور قلبی طور پر وہ اس قدر پریشان ہوں گے کہ گویا اُن کے دل ہی اڑ گئے ہیں۔

[۴۴] اس آیتِ مبارکہ میں عذاب دیکھ کر مجرموں کا مہلت مانگنا مذکور ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مجرموں کو خوب مہلت اور ڈھیل دی، انہیں سنبھلنے اور راہِ راست کی طرف پلٹنے کے بہت سے مواقع فراہم کیے لیکن اُس وقت انہوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا، جب وقت نکل گیا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کے سر پر آ پہنچا تو اب لگے مہلت مانگنے، اور وعدے کرنے لگے کہ اب ہم تیری دعوت کو ضرور قبول کریں گے اور پیغمبروں کی اتباع کریں گے، ہمیں صرف ایک موقع دیدے، حالانکہ جب عذاب سر پر آ جائے خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں، اسے ٹالا نہیں جا سکتا، یہی لوگ اس سے پہلے بلند بانگ دعوے کیا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! ہم پر کبھی زوال نہیں آئے گا، ہماری شان و شوکت ہمیشہ برقرار رہے گی اور ہمارا عروج کبھی ختم نہ ہوگا۔

لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿٤٥﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ

لَكُمُ	الْاَمْثَالَ ﴿٤٥﴾	وَ	قَدْ	مَكَرُوْا	مَكْرَهُمْ	وَ	عِنْدَ	اللّٰهِ
تمہارے لئے	مثالیں	اور	تحقیق	تدبیریں کی انہوں نے	اپنے مکر کی	اور	پاس	اللہ کے

مثالیں بیان کر چکے تھے۔ ﴿٤٥﴾ اور وہ اپنی ساری تدبیریں کر چکے، اور اُن کی سب تدبیریں اللہ کے

مَكْرُهُمْ ط وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾

مَكْرُهُمْ ط	وَاِنْ	كَانَ	مَكْرُهُمْ	لِتَزُوْلَ	مِنْهُ	الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾
ان کا مکر	اگرچہ	تھا	ان کا مکر	کہ ٹل جائیں	اس سے	پہاڑ

سامنے ہیں، اگر چہ اُن کی تدبیریں ایسی تھیں کہ پہاڑ اُن کی وجہ سے ہل جائیں۔ ﴿٤٦﴾

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ

فَلَا	تَحْسَبَنَّ	اللّٰهَ	مُخْلِفَ	وَعْدِهٖ	رُسُلَهٗ ط	اِنَّ	اللّٰهَ
سو مت	گمان کر تو	اللہ کو	خلاف کرنے والا	اپنے وعدے کا	اپنے پیغمبروں سے	بیشک	اللہ

سوائے مخاطب! آپ اللہ کے متعلق یہ گمان نہ رکھیں کہ وہ اپنے پیغمبروں سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کرے گا، بیشک اللہ

عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ

عَزِيْزٌ	ذُوانْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾	يَوْمَ	تُبَدَّلُ	الْاَرْضُ	غَيْرَ	الْاَرْضِ
غالب	انتقام والا	جس دن	بدل دی جائے گی	زمین	علاوہ	زمین کے

غالب، انتقام لینے والا ہے۔ ﴿٤٧﴾ جس دن زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی

وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَتَرَى

وَالسَّمٰوٰتُ	وَ	بَرَزُوْا	لِلّٰهِ	الْوَاحِدِ	الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾	وَ	تَرَى
اور آسمانوں کو	اور	ظاہر ہو جائیں گے	اللہ کیلئے	اکیلا	سب پر غالب	اور	تو دیکھے گا

اور آسمان بھی، اور سب اللہ کے سامنے ہوں گے جو کہ اکیلا، سب پر غالب ہے۔ ﴿٤٨﴾ اور آپ مجرموں کو

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ ج

الْمُجْرِمِيْنَ	يَوْمَئِذٍ	مُّقَرَّنِيْنَ	فِي	الْاَصْفَادِ ﴿٤٩﴾
مجرموں کو	اس دن	جکڑے ہوئے	بیچ	زنجیروں کے

اُس دن زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں گے۔ ﴿٤٩﴾

﴿٤٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مجرموں کی بے حسی بیان کی گئی ہے کہ آج یہ لوگ ہم سے مزید مہلت حاصل کرنا چاہتے ہیں، دنیا میں ان لوگوں نے اپنی رہائش گاہیں سابقہ اقوام کے عبرت کدوں اور کھنڈرات پر تعمیر کی تھیں، وہ جانتے تھے کہ یہ کن قوموں کے کھنڈرات ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار کیوں ہوئے؟ انہیں چاہیے تھا کہ وہ ان کھنڈرات سے عبرت حاصل کر کے خود کو اللہ کی نافرمانی سے بچاتے تاکہ اللہ انہیں سابقہ اقوام کے انجام سے بچاتا، گویا جب مہلت ملی ہوئی تھی، اُس وقت اس سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اب فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو مہلت نہیں مل رہی۔ ﴿٤٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مجرموں کی مکاریوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ لوگ آج مہلت مانگ رہے ہیں، جبکہ اس سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے، حق کو دبانے کیلئے خفیہ منصوبے بناتے رہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، ان میں پھوٹ ڈالنے اور عصبیت کو ابھار کر زمانۂ جاہلیت کا ماحول پیدا کرنے کی تدبیریں کرتے رہے، اگر حق تعالیٰ کی غیبی حفاظت اور نصرت نہ ہوتی تو ان کی تدبیریں پہاڑوں کو بھی ان کی جگہ سے ہلا دیتیں، چنانچہ یہ حق تعالیٰ کی غیبی حفاظت اور نصرت ہے کہ ان کے مکر و فریب کو چلنے سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے اور ان کی تدبیر کی جگہ اپنی لطیف تدبیر کو لے آتا ہے اور اسی کی تدبیر کامیاب ہوتی ہے۔ ﴿٤٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ہر مخاطب سے کہا جا رہا ہے کہ یہ کبھی نہ سوچنا کہ اللہ نے اپنے پیغمبروں سے جو وعدے کر رکھے ہیں، وہ ان میں سے کسی کی خلاف ورزی کرے گا، وہ تو عام حالات میں وعدہ خلافی نہیں کرتا، پھر اس نے پیغمبروں سے جو وعدے کیے ہوئے ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ان میں وعدہ خلافی کرے؟ ہرگز نہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ جب کسی سزا دینا چاہے تو اسے پورا اختیار ہے اور انتقام لینے والا ہونا اس کی صفت ہے۔ ﴿٤٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن زمین و آسمان کی تبدیلی اور لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے سامنے نمایاں ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی وضاحت صحیح بخاری اور مسلم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو جس زمین پر جمع کیا جائیگا، وہ سفید ہوگی اور اس میں سرخی کی آمیزش ہوگی جیسے میدے کی ٹکیا ہو، اور اس میں کسی قسم کی کوئی علامت نہ ہوگی، یعنی اس میں کسی قسم کی رہائش، تعمیرات، بلڈنگیں، پہاڑ، ندی نالے اور زمین کے موجودہ لوازمات نہ ہوں گے، اس زمین کو سفید رکھنے میں حکمت یہ ہوگی کہ قیامت کا دن عدل و انصاف اور ظہورِ حق کا دن ہے، اس لیے حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ ہوا کہ جس جگہ پر عدل و انصاف سے فیصلے ہوں، وہاں کبھی کسی نے کسی پر ظلم نہ کیا ہو اور جہاں اللہ کی نافرمانی کبھی نہ کی گئی ہو اور سفید ہونے کو عدل و انصاف کے ساتھ گہری مناسبت ہے، دوسری حکمت یہ ہے کہ اُس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خصوصی تجلی فرمائے گا، یہ تجلی ایسی زمین پر ہونی چاہیے جو اس کی عظمت اور شان کے مطابق ہو، تیسری حکمت یہ ہے کہ اس دن حکم صرف اللہ کا چلے گا، اس لیے جگہ بھی ایسی ہونی چاہیے جہاں اس سے پہلے کسی نے اپنا حکم نہ چلایا ہو، اس لیے ایک نئی زمین بچھائی جائے گی جس پر کسی کے خون کا دھبہ اور کسی پر ظلم کا داغ نہیں ہوگا، اس تقریر سے معلوم ہوا کہ موجودہ زمین معدوم ہو جائے گی، یہاں علماء کی دو رائے ہیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ زمین کی ذات بھی بدل جائے گی اور اس کی صفات بھی، جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ زمین کی ذات تو یہی رہے گی لیکن اس کی صفات میں تبدیلی آجائے گی، رہی یہ بات کہ زمین کی تبدیلی کے وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ تو بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اُس وقت پلِ صراط پر جمع ہوں گے، اچانک اندھیرا چھا جائے گا اور ہاتھ سے ہاتھ نہ سجھائی دے گا، تھوڑی دیر بعد ایک گرجدار آواز یا چیخ سنائی دے گی، اندھیرا دور ہوگا تو لوگ دیکھیں گے کہ ان کے سامنے ایک نئی زمین ہے جس میں کوئی آڑ اور موڑ نہیں ہے، کوئی اللہ سے چھپ نہ سکے گا، آسمانوں کی تبدیلی کا کسی =

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۙ﴿٥٠﴾

سَرَابِيْلُهُمْ	مِّنْ	قَطِرَانٍ	وَّ	تَغْشٰى	وُجُوْهَهُمُ	النَّارُ ﴿٥٠﴾
ان کے کرتے	سے	تارکول کے	اور	چھارہی ہوگی	ان کے چہروں پر	آگ

اُن کے کرتے تارکول کے ہوں گے اور اُن کے چہروں پر آگ چھا رہی ہو گی۔ ﴿٥٠﴾

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

لِيَجْزِيَ	اللّٰهُ	كُلَّ	نَفْسٍ	مَّا	كَسَبَتْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	سَرِيْعُ
تاکہ بدلہ دے	اللہ	ہرایک	نفس کو	وہ جو	اس نے کمایا	بیشک	اللہ	جلد لینے والا

تاکہ اللہ ہر نفس کو اُس کے کئے کا بدلہ دے، بیشک اللہ جلد حساب

الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ

الْحِسَابِ ﴿٥١﴾	هٰذَا	بَلٰغٌ	لِّلنَّاسِ	وَ	لِيُنْذَرُوْا	بِهٖ
حساب	یہ	پہنچا دینا	لوگوں کیلئے	اور	تاکہ ڈرائے جائیں وہ	اس کے ذریعے

لینے والا ہے۔ ﴿٥١﴾ یہ خبر لوگوں کو پہنچا دینا ہے، تاکہ وہ اس سے ڈریں

وَ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٥٢﴾ ع

وَ	لِيَعْلَمُوْۤا	اَنَّمَا	هُوَ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	وَّ	لِيَذَّكَّرَ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٥٢﴾
اور	تاکہ جان لیں وہ	وہ تو صرف	وہ	معبود	ایک	اور	تاکہ غور کریں	عقل والے

اور جان لیں کہ وہی ایک معبود ہے اور تاکہ اہلِ عقل غور و فکر کریں۔ ﴿٥٢﴾

ع ١١/١٩

اٰيَاتُهَا ٩٩ (١٥) سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ (٥٤) رُكُوْعَاتُهَا ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١﴾

الٓرٰ	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	وَ	قُرْاٰنٍ	مُّبِيْنٍ ﴿١﴾
الٓر	وہ	آیتیں	کتاب کی	اور	قرآن کی	واضح

الٓر، یہ کتاب اور قرآنِ مبین کی آیتیں ہیں۔ ﴿١﴾

= حدیث میں مفصل تذکرہ نظروں سے نہیں گزرا، ممکن ہے کہ اس کی تبدیلی بھی کسی ایسی صورت میں ہی ہو۔ (واللہ اعلم) ﴿٤٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں کے زنجیروں میں جکڑے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، دنیا میں بھی مجرم کو زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا جاتا ہے۔ ﴿٥٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم کے لباس کا تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ قیدیوں کو جیل میں قیدیوں جیسا لباس پہننا پڑتا ہے، اہل جہنم کو تارکول کا لباس پہنایا جائیگا، اس پر آگ فوری اثر کرتی ہے اور اس میں نہایت گندی بدبو ہوتی ہے، لباس کے علاوہ ان کے چہرے اور جسم کے بقیہ اعضاء بھی آگ میں جھلس رہے ہوں گے۔ أعاذنا اللہ منہا۔

﴿٥١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں روزِ جزا کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس دن کو اس لیے برپا کرے گا کہ جس نے جو عمل کیے ہیں، ان کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کیا جائے، کیونکہ دنیا میں انسان کے ساتھ بہت سے مواقع پر انصاف نہیں ہوتا، ظالم مظلوم بن جاتا ہے اور مظلوم ظالم کا روپ دھار لیتا ہے، قیامت کے دن ایسا نہیں ہوگا، رہی یہ بات کہ کھربوں انسانوں کا حساب کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے، اس میں تو بہت زیادہ وقت لگ جائیگا تو اس کا جواب آیت کے آخر میں دیدیا کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے، اسے اپنی مخلوق کا حساب لینے میں لمبا چوڑا وقت نہیں لگے گا اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا۔ ﴿٥٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن کی ہولناکی اور دیگر احوال کو بیان کرنے وجوہات ذکر کی گئی ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو آگاہی ہو جائے اور انہیں پہلے سے پیغام پہنچا دیا جائے، دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنے مستقبل اور انجام کیلئے فکر مند ہوں، تیسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی کا یقین ہو جائے کہ صرف وہی یہ کام کرسکتا ہے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اہل عقل و دانش اس پر غور و فکر کر کے نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ (الحمدللہ! آج مؤرخہ ١٤ اپریل ٢٠١٨ء بروز ہفتہ سورۂ ابراہیم کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول و مقبول اور نافع فرما کر اگلی سورت کیلئے ذہنی یکسوئی نصیب فرمائے۔ آمین)

سورة الحجر

سورۂ حجر مکی سوت ہے، اس میں کل حروف ٢٧٦٠، کلمات ٦٥٤، آیات ٩٩ اور رکوعات چھ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ٨٠ میں ''الحجر'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۃ الحجر رکھا گیا ہے، دراصل لفظ حجر حاء کے کسرہ کے ساتھ اس جگہ کا نام ہے جہاں قوم ثمود آباد تھی، یہ جگہ مدینہ منورہ سے شمال کی طرف واقع ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں رہنے والوں کی رہنمائی کیلئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا جن کا واقعہ اس سے پہلے متعدد مرتبہ بیان ہو چکا ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ اور اس کے غیبی انتظامات کی طرف اشارہ ہے، تخلیق آدم اور تذکرۂ ابراہیم ولوط و صالح بھی اسی مناسبت سے آیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت انوکھے انداز سے کرتا ہے، اس کا یہ انوکھا انداز قرآن کریم کی حفاظت کے سلسلے میں مزید نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ ﴿١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ''الکتاب'' اور ''قرآن مبین'' دونوں کا مصداق ایک ہی ہے، اہل علم کی اصطلاح میں اسے ''عطفِ تفسیری'' کہا جاتا ہے اور یہ کلام کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٢﴾ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا

رُبَمَا	يَوَدُّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	لَوْ	كَانُوا	مُسْلِمِينَ ﴿٢﴾	ذَرْهُمْ	يَأْكُلُوا
کبھی	خواہش کریں گے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	کاش	وہ ہوتے	فرمانبرداری کرنے والے	تو انہیں چھوڑ دے	کھالیں وہ

کسی وقت کافر یہ آرزو کریں گے کہ کاش ! وہ بھی مسلمان ہوتے ۔ ② آپ انہیں چھوڑ دیجئے کہ وہ کھالیں

وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِن

وَ	يَتَمَتَّعُوا	وَيُلْهِهِمُ	الْأَمَلُ	فَسَوْفَ	يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾	وَمَا	أَهْلَكْنَا	مِن
اور	فائدہ اٹھالیں	اور غافل کر دیا انہیں	امید نے	سو عنقریب	وہ جان لیں گے	اور نہیں	ہلاک کیا ہم نے	سے

مزے اڑالیں ، اور امیدیں انہیں غفلت میں ڈالے رکھیں ، سو عنقریب وہ جان لیں گے ۔ ③ اور ہم نے کوئی بستی

قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا

قَرْيَةٍ	إِلَّا	وَ	لَهَا	كِتَابٌ	مَّعْلُومٌ ﴿٤﴾	مَا	تَسْبِقُ	مِنْ	أُمَّةٍ	أَجَلَهَا	وَمَا
کسی بستی کے	مگر	اور	اس کیلئے	تحریر	متعین	نہیں	آگے بڑھ سکتی	سے	کوئی امت	اپنے وقت کے	اور نہ

ہلاک نہیں کی ، مگر یہ کہ اُس کیلئے متعین وقت لکھا ہوا تھا ۔ ④ کوئی امت اپنے مقررہ وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے

يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٥﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ

يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٥﴾	وَ	قَالُوا	يَا أَيُّهَا	الَّذِي	نُزِّلَ	عَلَيْهِ	الذِّكْرُ	إِنَّكَ
پیچھے ہو سکتے ہیں	اور	کہتے ہیں وہ	اے	وہ شخص	نازل کیا گیا	اس پر	ذکر	بیشک تو

اور نہ پیچھے ہو سکتی ہے ۔ ⑤ اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل ہوا ہے ! بیشک تُو

لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٧﴾

لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾	لَوْ مَا	تَأْتِينَا	بِالْمَلَائِكَةِ	إِن	كُنتَ	مِنَ	الصَّادِقِينَ ﴿٧﴾
البتہ دیوانہ	کیوں نہیں	تم لے آئے ہمارے پاس	فرشتوں کو	اگر	تم ہو	سے	سچوں کے

تو مجنون ہے ۔ ⑥ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں لے آتے ؟ ⑦

مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُّنظَرِينَ ﴿٨﴾ إِنَّا نَحْنُ

مَا	نُنَزِّلُ	الْمَلَائِكَةَ	إِلَّا	بِالْحَقِّ	وَ	مَا	كَانُوا	إِذًا	مُّنظَرِينَ ﴿٨﴾	إِنَّا	نَحْنُ
نہیں	اتارا کرتے ہم	فرشتوں کو	مگر	حق کے ساتھ	اور	نہ	تھے وہ	اس وقت	مہلت دیئے گئے لوگ	بیشک ہم	ہم ہی

ہم فرشتے موقع پر ہی اتارا کرتے ہیں اور اُس وقت انہیں مہلت نہیں دی جاتی ۔ ⑧ بیشک ہم نے ہی

② اس آیتِ مبارکہ میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ اگر آج کچھ لوگ دینِ اسلام قبول نہیں کر رہے تو ایک دن انہیں اس پر پچھتاوا ضرور ہوگا ، اُس وقت وہ تمنا کریں گے کہ کاش ! انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہوتا ، اس تمنا کا تعلق دنیا سے بھی ہو سکتا ہے اور آخرت سے بھی ، اس کا نمایاں اظہار تو قیامت کے دن ہوگا لیکن دنیا میں بھی اس کا اظہار ہو جاتا ہے۔

③ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کو اُن کے حال پر چھوڑ دینے کیلئے کہا گیا ہے کہ وہ جانوروں کی طرح چرتے رہیں ، دنیا کی زیب و زینت اور اس کی لذتوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں ، امیدوں پر اپنی دنیا کو قائم اور آباد کرتے رہیں اور انہی کے سہارے جیتے اور مرتے رہیں ، عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب انہیں اپنے انجام کا علم الیقین ہو جائے گا اور ساری صورتحال کھل کر سامنے آ جائے گی۔

④ اس آیتِ مبارکہ میں ہر قوم کیلئے ایک متعین وقت لکھا ہوا ہونا بیان کیا گیا ہے کہ ہر قوم کی مدتِ عمر طے کر دی گئی ہے ، اگر کسی قوم کو ہلاک کرنا منظور ہو تو اس کا وقت بھی ہمارے پاس پہلے سے لکھا ہوا موجود ہے اور ہم اس طے شدہ تحریری وقت پر اپنا فیصلہ نافذ کرتے ہیں۔

⑤ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کے فیصلے میں تقدیم و تاخیر کے امکان کو مسترد کیا گیا ہے کہ جس امت اور قوم کیلئے جو وقت مقرر کیا گیا ہے ، ممکن نہیں ہے کہ وہ اس طے شدہ مدت سے ایک لمحہ بھی آگے یا پیچھے ہو جائے ، یہ الگ بات ہے کہ اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہوتا ، کیونکہ ایسے فیصلے خدائی راز ہوتے ہیں جن سے کسی دوسرے کا واقف ہونا ممکن نہیں ہے۔

⑥ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کی ایک بیہودہ گوئی کا ذکر کیا گیا ہے جس کا تعلق نبی اکرم ﷺ کی ذات سے ہے کہ وہ نبی ﷺ کو (العیاذ باللہ) مجنون بتایا کرتے تھے ، اسے بیہودہ گوئی اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ یہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ نبی علیہ السلام مجنون نہیں ہیں ، لیکن جب انہیں کچھ اور نہیں سوجھتا تھا تو پھر وہ یہی کہنے لگتے تھے ، اس کے علاوہ اتنی بڑی بات وہ دلیل کے بغیر زبان سے نکال دیتے تھے اور اس پر شرمندہ بھی نہیں ہوتے تھے ، ان کے پاس اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کیلئے کوئی گھٹیا سے گھٹیا اور کمزور سے کمزور دلیل بھی نہیں تھی اس لیے یقیناً یہ ان کی بیہودہ گوئی تھی۔

⑦ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کا یہ مطالبہ نقل کیا گیا ہے کہ اگر آپ نبوت و رسالت کے دعوے میں سچے ہیں تو آپ اپنی تصدیق کیلئے اُن فرشتوں کو ہمارے سامنے کیوں نہیں لے آتے جنہیں دیکھنے کا آپ دعویٰ کرتے ہیں ، اگر آپ کا یہ دعویٰ سچا ہے تو پھر وہ فرشتے ہمیں بھی دکھائیں۔ ⑧ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کے نزولِ ملائکہ کے مطالبے کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم فرشتوں کو یونہی کسی حکمت کے بغیر نازل نہیں کیا کرتے ، البتہ جب حکمت کا تقاضا ہوتا ہے تو فرشتے بھی نازل کر دیتے ہیں ، ہمارے لیے تو یہ کچھ مشکل نہیں ہے ، البتہ مشرکین کیلئے اس میں یہ مشکل ہے کہ جب فرشتے نازل ہو جاتے ہیں تو مہلت ختم ہو جاتی ہے ، پھر انہیں مزید ڈھیل نہیں دی جاتی اور ان کی رسی کھینچ لی جاتی ہے ، اگر یہ لوگ اپنی مہلت ختم کرنا چاہتے ہیں تو بہت جلد ان کی یہ فرمائش پوری کر دی جائے گی۔

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ

نَزَّلْنَا	الذِّكْرَ	وَ	اِنَّا	لَهٗ	لَحٰفِظُوْنَ ⑨	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	فِيْ
نازل کیا ہم نے	ذکر کو	اور	بیشک ہم	اس کیلئے	البتہ حفاظت کرنے والے	اور	البتہ یقینا	بھیجا ہم نے	سے	تیرے پہلے	بیچ

اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔ ⑨ اور یقینا ہم آپ سے پہلے بھی اگلے گروہوں میں

شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٠﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

شِيَعِ	الْاَوَّلِيْنَ ⑩	وَ	مَا	يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ	رَّسُوْلٍ	اِلَّا	كَانُوْا	بِهٖ
گروہوں کے	پہلے والے	اور	نہیں	آیا ان کے پاس	سے	کوئی پیغمبر	مگر	رہے وہ	اس کا

پیغمبر بھیج چکے ہیں ۔ ⑩ اور اُن کے پاس جو بھی پیغمبر آیا ، وہ اُس کا مذاق ہی

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١١﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٢﴾ لا

يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑪	كَذٰلِكَ	نَسْلُكُهٗ	فِيْ	قُلُوْبِ	الْمُجْرِمِيْنَ ⑫
مذاق اڑاتے	اسی طرح	ہم اسے چلادیتے ہیں	بیچ	دلوں کے	مجرموں کے

اڑاتے رہے ۔ ⑪ اسی طرح ہم اسے مجرموں کے دلوں میں بٹھادیتے ہیں ۔ ⑫

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا

لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ	وَ	قَدْ	خَلَتْ	سُنَّةُ	الْاَوَّلِيْنَ ⑬	وَ	لَوْ	فَتَحْنَا	عَلَيْهِمْ	بَابًا
نہیں	ایمان لاتے وہ	اس پر	اور	یقینا	گذر چکی	عادت	پہلوں کی	اور	اگر	ہم کھول دیں	ان پر	ایک دروازہ

وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے اور پہلوں کا طریقہ بھی یہی چلا آرہا ہے ۔ ⑬ اگر ہم اُن پر آسمان کا

مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿١٤﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ

مِّنَ	السَّمَآءِ	فَظَلُّوْا	فِيْهِ	يَعْرُجُوْنَ ⑭	لَقَالُوْٓا	اِنَّمَا	سُكِّرَتْ
سے	آسمان کے	تو رہیں وہ سارا دن	اسمیں	چڑھتے	البتہ کہیں گے وہ	وہ تو صرف	باندھ دیا گیا

ایک دروازہ کھول دیں اور وہ سارا دن اُس پر چڑھتے رہیں ۔ ⑭ تب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی

اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿١٥﴾ ع وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ

اَبْصَارُنَا	بَلْ	نَحْنُ	قَوْمٌ	مَّسْحُوْرُوْنَ ⑮	وَ	لَقَدْ	جَعَلْنَا	فِي	السَّمَآءِ
ہماری نظروں کو	بلکہ	ہم	قوم	جادوزدہ	اور	البتہ یقینا	بنائے ہم نے	بیچ	آسمان کے

کر دی گئی ہے ، بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے ۔ ⑮ اور یقینا ہم نے آسمان میں

ع ١٥ ١

⑨ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نازل کرنے کے بعد اس کی حفاظت خود کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے یہ کلام نہایت مؤکد اور تاکیدات سے بھرپور ہے اور قرآن کریم کی عظمت واہمیت پر دلالت کرتا ہے، اس لیے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کی حفاظت متعلقہ امتوں کے سپرد کی گئی تھی، اسی وجہ سے وہ غیر محفوظ اور محرف ہوگئیں، جبکہ قرآن کریم روز اول سے محفوظ ہے اور انشاء اللہ تا ابد محفوظ رہے گا اس لیے کہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لی ہے اور وہ اپنی ذمہ داری پوری کرنے سے عاجز نہیں ہے، چنانچہ اغیار کی بھرپور کوششوں اور اپنوں کی بے پناہ لاپرواہیوں کے باوجود آج تک قرآن کریم کا نہ صرف یہ کہ ہر حرف، بلکہ ہر زبر، زیر اور پیش بھی محفوظ ہے، یہ حفاظت سینوں سے لیکر سفینوں تک عام ہے اور آج بھی اس کی حفاظت کا ہر سطح پر ایک قابل رشک انتظام موجود ہے، کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حفاظت قرآن کے وہ غیبی انتظامات ہیں جو انفرادی یا اجتماعی طور پر انسانوں سے ہی کروائے گئے ہیں، لیکن اگر ان انتظامات سے تائید و نصرتِ الٰہیہ کا ہاتھ اٹھالیا جائے تو یہ ساری کوششیں بے معنی ہوکر رہ جائیں۔

⑩ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا دستور بیان کیا گیا ہے کہ اس نے ہمیشہ اپنی مخلوق کی رہنمائی کیلئے پیغمبروں کو بھیجا ہے اور ہر قوم میں کوئی نہ کوئی پیغمبر ضرور آئے ہیں، اگر سرزمین مکہ اس حوالے سے اپنی خوش نصیبی پر ناز کرے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے افضل اور محبوب نبی خاتم الانبیاء والرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو سارے عالم کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا تو وہ حق بجانب ہے اور مشرکین مکہ کو اس پر تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

⑪ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کا رویہ ذکر کرکے نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ صرف اس زمانے کے مشرکین آپ کا مذاق نہیں اڑارہے، آپ سے پہلے بھی جتنے پیغمبروں کو مبعوث کیا گیا، اُن کی قوموں نے ان کا مذاق ضرور اڑایا، اس لیے اگر یہ لوگ آپ پر ایمان لانے کی بجائے آپ کا مذاق اڑاتے ہیں تو آپ اس پر رنجیدہ اور دل گرفتہ نہ ہوں، دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات سے تسکین حاصل کریں۔

⑫ ⑬ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اقوام کے گناہ گار اور جرائم پیشہ لوگوں کا حوالہ دیا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ ایسے ہی خیالات کی کھچڑی پکتی رہتی ہے اور وہ آخر وقت تک ایمان کی نعمت سے محروم رہتے ہیں، اسی طرح اہل مکہ بھی پہلی قوموں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اس لیے یہ لوگ بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

⑭ ⑮ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کے اس مطالبے پر کلام کیا گیا ہے کہ آپ ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں کو ان کے پاس بھیجنے کی بجائے اگر ہم کوئی ایسا انتظام کردیں کہ آسمان سے ایک دروازہ کھول دیں اور یہ لوگ اوپر چڑھ کر آسمان پر پہنچ جائیں اور وہاں جاکر خود اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھ آئیں، تب بھی یہ لوگ ایمان لانے کی بجائے یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی تھی، گویا وہ اتنے بڑے معجزاتی عمل سے گزر کر بھی اسے نظر بندی اور جادو سے تعبیر کریں گے، ایسے لوگوں سے کیا اس بات کی توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ فرشتوں کو اس دنیا میں دیکھ کر ان پر ایمان لے آئیں گے؟

بُرُوۡجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيۡنَ ۟ۙ ١٦ وَحَفِظۡنٰهَا مِنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ

بُرُوۡجًا	وَّ	زَيَّنّٰهَا	لِلنّٰظِرِيۡنَ ١٦	وَ	حَفِظۡنٰهَا	مِنۡ	كُلِّ	شَيۡطٰنٍ
بہت سے برج	اور	ہم نے اسے مزین کیا	دیکھنے والوں کیلئے	اور	ہم نے ان کی حفاظت کی	سے	ہرایک	شیطان

برج بنائے اور اُسے دیکھنے والوں کیلئے مزین کر دیا ۔ ١٦ اور ہم نے اُسے ہر شیطان مردود سے

رَّجِيۡمٍۙ ١٧ اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيۡنٌ ١٨

رَّجِيۡمٍ ١٧	اِلَّا	مَنِ	اسۡتَرَقَ	السَّمۡعَ	فَاَتۡبَعَهٗ	شِهَابٌ	مُّبِيۡنٌ ١٨
مردود	مگر	وہ جو	چوری کرنا چاہے	سننے کو	تو پیچھے لگتا ہے اس کے	انگارہ	چمکتا ہوا

محفوظ کردیا ۔ ١٧ سوائے اُس کے جو چوری سے کچھ سن لے ، تو اُس کے پیچھے چمکتا ہوا انگارہ لپکتا ہے ۔ ١٨

وَالۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَاَلۡقَيۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ

وَ	الۡاَرۡضَ	مَدَدۡنٰهَا	وَ	اَلۡقَيۡنَا	فِيۡهَا	رَوَاسِىَ	وَ	اَنۡۢبَتۡنَا	فِيۡهَا	مِنۡ	كُلِّ
اور	زمین کو	ہم نے پھیلا دیا	اور	رکھ دیئے ہم نے	اسمیں	پہاڑ	اور	اگائی ہم نے	اسمیں	سے	ہرایک

اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں پہاڑ رکھ دیئے ، اور اس میں ہر چیز ایک خاص

شَىۡءٍ مَّوۡزُوۡنٍ ١٩ وَجَعَلۡنَا لَـكُمۡ فِيۡهَا مَعَايِشَ وَمَنۡ لَّسۡتُمۡ لَهٗ

شَىۡءٍ	مَّوۡزُوۡنٍ ١٩	وَ	جَعَلۡنَا	لَـكُمۡ	فِيۡهَا	مَعَايِشَ	وَ	مَنۡ	لَّسۡتُمۡ	لَهٗ
چیز	اندازے سے	اور	رکھ دیئے ہم نے	تمہارے لئے	اسمیں	روزی کے اسباب	اور	وہ جو	نہیں ہو تم	اس کیلئے

اندازے سے اگائی ۔ ١٩ اور تمہارے لئے زمین میں معیشت کے اسباب رکھ دیئے اور وہ بھی جن کے

بِرٰزِقِيۡنَ ٢٠ وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ

بِرٰزِقِيۡنَ ٢٠	وَ	اِنۡ	مِّنۡ	شَىۡءٍ	اِلَّا	عِنۡدَنَا	خَزَآئِنُهٗ	وَ	مَا	نُنَزِّلُهٗۤ
رزق دینے والے	اور	نہیں	سے	کوئی چیز	مگر	ہمارے پاس	اس کے خزانے	اور	نہیں	ہم اسے نازل کرتے

رازق تم نہیں ہو ۔ ٢٠ اور ہمارے پاس ہر چیز کے ہی خزانے موجود ہیں ، اور ہم اُسے ایک متعین اندازے سے

اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ٢١ وَاَرۡسَلۡنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ

اِلَّا	بِقَدَرٍ	مَّعۡلُوۡمٍ ٢١	وَ	اَرۡسَلۡنَا	الرِّيٰحَ	لَوَاقِحَ	فَاَنۡزَلۡنَا	مِنَ	السَّمَآءِ
مگر	ایک اندازے سے	متعین	اور	بھیجیں ہم نے	ہوائیں	بادلوں سے بوجھل	پھر اتارا ہم نے	سے	آسمان کے

ہی نازل کرتے ہیں ۔ ٢١ اور ہم نے ہی بادلوں سے بوجھل ہوائیں چلائیں ، پھر آسمان سے

١٦ ١٨ ان آیتوں میں آسمان اور اس کی زیب وزینت کا ذکر کیا گیا ہے، سب سے پہلے تو آسمان میں "برجوں" کا ذکر کیا گیا ہے، بعض مفسرین کے نزدیک ان سے وہی بارہ برج مراد ہیں جو عوام میں مشہور ہیں جیسے برج جوزا اور سرطان وغیرہ ، بعض حضرات کے نزدیک ان سے بڑے سیارے مراد ہیں ، بعض کی رائے یہ ہے کہ ان سے چاند اور سورج کی منزلیں مراد ہیں ، جبکہ بعض محققین کا کہنا ہے کہ ان سے مراد وہ آسمانی قلعے ہیں جہاں ہر وقت فرشتوں کے لشکر موجود رہتے ہیں اور وہ پہرہ داری کے انتظامات پر مامور ہیں، ان برجوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر لاتعداد ستارے بکھیر کر آسمان دنیا کو ان سے روشن کیا اور رونق بخشی ، یہ ستارے آسمان پر فانوسوں اور قمقموں کی طرح خوبصورتی اور روشنی بکھیرتے ہیں ، اس کے علاوہ ان ستاروں سے آسمانی فیصلوں اور فرشتوں کے مکالموں کو محفوظ بنانے کیلئے شہاب ثاقب کا کام بھی لیا جاتا ہے، شہابِ ثاقب ان ستاروں کو کہا جاتا ہے جو ٹوٹ کر شیاطین کے پیچھے لپکتے ہیں اور ان کی پیٹھ پر کوڑے کی طرح لگتے ہیں ۔ ماضی قریب کے بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ فضا میں بیشمار ذرات زمینی اینٹوں کے سائز کے برابر بکھرے ہوئے ہیں ، انہی کو شہابِ ثاقب کہا جاتا ہے اور انہی کے ذریعے شیاطین کو سزا دی جاتی ہے ، دراصل رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات اور شیاطین کا آسمانوں تک آنا جانا لگا رہتا تھا، وہ وہاں مخصوص جگہوں پر چھپ کر بیٹھ جاتے تھے اور فرشتوں کے درمیان ہونے والی بات چیت سن لیا کرتے تھے، اس سے انہیں جو معلومات حاصل ہوتی تھیں، اس میں اپنی طرف سے سو باتیں مزید شامل کر کے وہ اپنے موکل کو بتا دیتے تھے جس کی بنیاد پر وہ مستقبل کے حوالے سے پیشین گوئیاں کرتے تھے، ان میں سے کوئی ایک آدھ بات صحیح ثابت ہو جاتی اور دور دور تک چرچا ہو جاتا تھا کہ فلاں کاہن علم غیب میں بڑی مہارت رکھتا ہے اور جو پیشین گوئی کرتا ہے، وہ حرف بحرف سچی ثابت ہوتی ہے، لیکن جب نبی علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تو شیاطین اور جنات کے آسمانوں تک اس طرح پہنچ جانے پر رکاوٹ اور بندش لگانا ضروری ہوگیا، چنانچہ اس کی صورت یہ کی گئی کہ جب کوئی شیطان یا جن چوری چھپے فرشتوں کے مکالمات سن کر واپس پلٹتا تو ایک شہاب ثاقب اس کی طرف لپکتا، اس کی پیٹھ پر کوڑے کی طرح پڑتا اور وہ جل بھن کر راکھ ہو جاتا، جب یہ واقعات تسلسل کے ساتھ پیش آنے لگے تو انہوں نے اپنے باوا ابلیس کی بارگاہ میں پرچہ لگایا، اس نے تحقیق کا حکم جاری کیا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہو چکی ہے اور آسمانی وحی کی حفاظت کیلئے یہ اہتمام کیا گیا ہے، اب یہ تو ممکن نہیں ہے کہ شیاطین اور جنات پہلے جیسی آزادی کے ساتھ فرشتوں کے مکالمات سن سکیں، البتہ چوری چھپے کوئی ایک آدھ کلمہ کان میں پڑ جائے تو یہ ممکن ہے ۔ ١٩ اس آیت مبارکہ میں زمین کو پھیلانے، اس میں پہاڑوں کو گاڑنے اور ہر چیز کو ایک خاص انداز سے اُگانے کا ذکر کیا گیا ہے اور یقیناً ان میں سے کوئی کام بھی اللہ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا ۔ ٢٠ اس آیت مبارکہ میں دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہی لوگوں کیلئے اسباب معیشت رکھ دیئے ہیں، فضا میں یا آسمان پر رکھ دیئے جاتے تو انسان کی معیشت تنگ ہو جاتی کیونکہ جب تک اسباب معیشت انسان کی دسترس اور رسائی میں نہ ہوں، اُس وقت تک انسان کی معیشت آسان نہیں ہو سکتی اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کیلئے بہت سے ایسے جاندار زمین میں بنا دیئے ہیں جو اُس کی خدمت کرتے ہیں اور اس کی ضروریات پوری کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں لیکن انسان اُن کا رازق نہیں ہے، رازق اُن کا بھی اللہ ہی ہے جیسے ملازمین، غلام، باندیاں اور مختلف قسم کے حیوانات ۔

مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ

مَآءً	فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ	وَمَآ	اَنْتُمْ	لَهٗ	بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾	وَ	اِنَّا	لَنَحْنُ	نُحْيٖ
پانی	سو ہم نے وہ تمہیں پلا دیا	اور نہیں	تم	اس کیلئے	جمع کرنے والے	اور	بیشک ہم	البتہ ہم ہی	زندہ کرتے ہیں

پانی اتار کر تمہیں وہ پانی پلا دیا ، اور تم اُسے جمع نہیں کر سکتے ۔ ﴿٢٣﴾ اور ہم ہی زندگی اور موت

وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ

وَ	نُمِيْتُ	وَ	نَحْنُ	الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾	وَ	لَقَدْ	عَلِمْنَا	الْمُسْتَقْدِمِيْنَ	مِنْكُمْ
اور	موت دیتے ہیں	اور	ہم ہی	وارث بننے والے	اور	البتہ یقیناً	ہم نے جان لیا	آگے بڑھنے والوں کو	تم میں سے

دیتے ہیں اور ہم ہی حقیقی وارث ہیں ۔ ﴿٢٤﴾ اور یقیناً ہم نے تم میں سے آگے بڑھنے والوں کو بھی جان رکھا ہے

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ

وَ	لَقَدْ	عَلِمْنَا	الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	يَحْشُرُهُمْ	اِنَّهٗ
اور	البتہ یقیناً	ہم نے جان لیا	پیچھے ہٹنے والوں کو	اور	بیشک	تیرا رب	وہ	انہیں جمع کرے گا	بیشک وہ

اور پیچھے رہنے والوں کو بھی ہم نے معلوم کر لیا ہے ۔ ﴿٢٥﴾ اور بیشک آپ کا رب ہی انہیں جمع کرے گا، بیشک وہ

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾ ۧ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ

حَكِيْمٌ	عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾	وَ	لَقَدْ	خَلَقْنَا	الْاِنْسَانَ	مِنْ	صَلْصَالٍ	مِّنْ	حَمَاٍ
حکمت والا	جاننے والا	اور	البتہ یقیناً	پیدا کیا ہم نے	انسان کو	سے	کھنکھناتے ہوئے	سے	گارے کے

حکمت والا، جاننے والا ہے ۔ ﴿٢٦﴾ اور یقیناً ہم نے انسان کو کھنکھناتے ، سَنے ہوئے گارے سے

ع ۲ ۱۰ ۲

مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٦﴾ ۚ وَالْجَاۗنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾ وَاِذْ

مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٦﴾	وَ	الْجَاۗنَّ	خَلَقْنٰهُ	مِنْ	قَبْلُ	مِنْ	نَّارِ	السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾	وَ	اِذْ
سَنے ہوئے	اور	جنوں کو	پیدا کیا ہم نے	سے	پہلے	سے	آگ کے	لُو کی	اور	جب

پیدا کیا ہے ۔ ﴿٢٧﴾ اور جنات کو اِس سے پہلے ہم لُو کی آگ سے پیدا کر چکے تھے ۔ ﴿٢٨﴾ اور اُس وقت کو یاد کیجیے جب

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ

قَالَ	رَبُّكَ	لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ	اِنِّىْ	خَالِقٌ	بَشَرًا	مِّنْ	صَلْصَالٍ	مِّنْ	حَمَاٍ
کہا	تیرے رب نے	فرشتوں سے	بیشک میں	پیدا کرنے والا	انسان کو	سے	کھنکھناتے ہوئے	سے	گارے کے

آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں کھنکھناتے ، سَنے ہوئے گارے سے انسان کو پیدا

﴿٢٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ ہر چیز کے خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہیں، معلوم ہوا کہ خزانہ صرف سونے چاندی کا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا اطلاق کسی بھی چیز کی نہایت وافر مقدار پر ہوتا ہے ، اور دوسری یہ کہ خزانے ہونے کے باوجود کوئی بھی چیز بے اندازہ نہیں اتاری جاتی ، اس لیے کہ جو کام بے اندازہ ہو، اس میں تدبیر کا پہلو نہیں پایا جاتا اور حق تعالیٰ کا کوئی کام بھی تدبیر کے بغیر نہیں ہوتا اس لیے خزانے کی تقسیم بھی ایک متوازن اندازے سے کی جاتی ہے، جس کا منشا بخل نہیں، بلکہ تدبیر اور حکمت ہے۔ ﴿٢٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک نمونہ اور مثال بیان کی گئی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ''پانی'' ایک بہت بڑا خزانہ ہے جو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور دسترس میں ہے، آج کل پاکستان جس طرح صاف پانی کے مسئلے سے دوچار ہے، اسے سامنے رکھا جائے تو یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے، انسان تک پانی پہنچانا اور اس کیلئے ایسی چیزوں سے خدمت لینا جو انسانی قدرت اور حکم سے باہر ہیں ، ایک مستقل نظام ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، پھر اس کی سٹوریج اور ذخیرہ کرنے کا ایسا محفوظ طریقہ جس سے پانی میں بدبو پیدا نہ ہو اور وہ سڑنے سے بھی محفوظ رہے، مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور دسترس میں ہے۔ ﴿٢٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ کہ وہ زندگی عطا فرمانے والا ہے کیونکہ زندگی اور حیات اسی کی ملکیت میں ہے، دوسری صفت یہ کہ موت پر بھی اسی کا حکم چلتا ہے، اگر وہ کسی کی موت کا فیصلہ کر لے تو ساری دنیا مل کر بھی اسے زندگی نہیں دے سکتی، تیسری صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی وارثِ حقیقی ہے، دراصل وارث کا اطلاق ایسے فرد یا افراد پر ہوتا ہے جو پیچھے رہ جاتے ہیں اور اگلوں کی ہر چیز ان کی ملکیت میں آ جاتی ہے، باپ فوت ہوتا ہے تو بیٹا اس کی وارثت کا حقدار ہو جاتا ہے، یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، جب قیامت آئے گی اور سب لوگ مر جائیں گے تو انسانوں کے چھوڑے ہوئے مال پر حق ملکیت جتانے والا کوئی بھی نہ رہے گا، یوں بھی یہ مال انسان کی اپنی ذاتی ملکیت تو تھا نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہی انسان کو عطا فرمایا تھا اور وہ پھر پلٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلا گیا، اس اعتبار سے حق تعالیٰ پر لفظِ ''الوارث'' کا اطلاق کیا گیا ہے۔ ﴿٢٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا علم کامل بیان کیا گیا ہے کہ وہ تمہارے اگلوں اور پچھلوں سب کو جانتا ہے، اس کے علم سے نہ ''پہلے'' باہر ہیں اور نہ ''پچھلے'' ان دونوں لفظوں ''پہلوں اور پچھلوں'' میں نہایت عموم ہے اور یہ عموم ہی اللہ تعالیٰ کے علم کامل کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ ﴿٢٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ ساری مخلوق کو وہ اپنی قدرت سے ایک جگہ جمع کر لے گا اور کوئی بھی اس سے چھپ نہ سکے گا۔ ﴿٢٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں تخلیق انسان کے بنیادی مادے کا ذکر کیا گیا ہے، انسان کی تخلیق کا بنیادی مادہ تو مٹی ہے لیکن مختلف آیات میں اس کیلئے مختلف تعبیرات اختیار کی گئی ہیں جنہیں پڑھ اور سن کر بعض اوقات انسان کو تعارض کا شبہ ہوتا ہے، چنانچہ یہاں کھنکھناتی ہوئی مٹی اور سنے ہوئے گارے کا ذکر کیا گیا ہے، سورۂ رحمان میں ٹھیکری کا ذکر کیا گیا ہے، سورۂ صافات میں چکنی مٹی کی تعبیر آئی ہے، جبکہ بیشتر آیات میں صرف مٹی کا ذکر آیا ہے، لیکن اگر اسے مختلف مراحل پر محمول کر لیا جائے تو تعارض کا شبہ ختم ہو جاتا ہے، اس میں ایک بات تو یہ واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کرنے کا ارادہ کیا تو اس کیلئے زمین کے مختلف حصوں سے مٹی جمع کی اور اس مٹی میں پانی ملا کر اسے آٹے کی طرح گوندھا، دوسری بات یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خمیر کو تیار کرنے کے فوراً بعد ہی حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا =

مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٨﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ

مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٨﴾	فَاِذَا	سَوَّيْتُهٗ	وَ	نَفَخْتُ	فِيْهِ	مِنْ	رُّوْحِيْ	فَقَعُوْا	لَهٗ
سنے ہوئے	سو جب	میں اسے برابر کردوں	اور	پھونک دوں	اسمیں	سے	اپنی روح	تو گر پڑو	اس کیلئے

کرنے والا ہوں۔ ﴿٢٨﴾ سو جب میں اُسے برابر کردوں اور اُس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اُس کے سامنے

سٰجِدِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِلَّآ

سٰجِدِيْنَ ﴿٢٩﴾	فَسَجَدَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	كُلُّهُمْ	اَجْمَعُوْنَ ﴿٣٠﴾	اِلَّآ
سجدہ کرنے والے	تو سجدہ کیا	فرشتوں نے	سب کے سب نے	اکٹھے ہوکر	مگر

سجدے میں گر پڑنا۔ ﴿٢٩﴾ سو تمام فرشتوں نے اکٹھے مل کر سجدہ کیا۔ ﴿٣٠﴾ سوائے

اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ

اِبْلِيْسَ ؕ	اَبٰٓى	اَنْ	يَّكُوْنَ	مَعَ	السّٰجِدِيْنَ ﴿٣١﴾	قَالَ	يٰٓاِبْلِيْسُ	مَا	لَكَ
ابلیس	انکار کیا اس نے	یہ کہ	ہوجائے وہ	ہمراہ	سجدہ کرنے والوں کے	کہا اس نے	اے ابلیس	کیا ہوا	تجھے

ابلیس کے کہ اُس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کردیا۔ ﴿٣١﴾ اللہ نے فرمایا کہ اے ابلیس! تجھے کیا ہوا

اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ

اَلَّا	تَكُوْنَ	مَعَ	السّٰجِدِيْنَ ﴿٣٢﴾	قَالَ	لَمْ	اَكُنْ	لِّاَسْجُدَ	لِبَشَرٍ	خَلَقْتَهٗ
کہ نہ	ہوا تو	ہمراہ	سجدہ کرنے والوں کے	کہا اس نے	نہیں	ہوں میں	کہ سجدہ کروں	ایک انسان کو	پیدا کیا تو نے اسے

کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ ﴿٣٢﴾ اُس نے کہا کہ میں کسی انسان کو سجدہ نہیں کرسکتا جسے تو نے کھنکھناتے ،

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٣٣﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ

مِنْ	صَلْصَالٍ	مِّنْ	حَمَاٍ	مَّسْنُوْنٍ ﴿٣٣﴾	قَالَ	فَاخْرُجْ	مِنْهَا	فَاِنَّكَ
سے	کھنکھناتے ہوئے	سے	گارے کے	سنے ہوئے	کہا اس نے	تو نکل جاتو	اس سے	بیشک تو

سنے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔ ﴿٣٣﴾ اللہ نے کہا کہ پھر تو یہاں سے نکل جا ، کیونکہ تو

رَجِيْمٌ ﴿٣٤﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ

رَجِيْمٌ ﴿٣٤﴾	وَ	اِنَّ	عَلَيْكَ	اللَّعْنَةَ	اِلٰى	يَوْمِ	الدِّيْنِ ﴿٣٥﴾	قَالَ	رَبِّ
مردود	اور	بیشک	تجھ پر	لعنت	تک	دن	بدلہ ملنے کے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار

مردود ہے۔ ﴿٣٤﴾ اور تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت رہے گی۔ ﴿٣٥﴾ وہ کہنے لگا کہ پروردگار!

= تیار نہیں کیا تھا، بلکہ اسے کچھ عرصے کیلئے یونہی چھوڑ دیا تھا، آیات کے الفاظ اور سیاق کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس خمیر کو آگ پر بھی پکایا گیا تھا، خمیر کی حالت میں پڑے رہنے کی وجہ سے اسے چکنی مٹی کہا گیا اور جب اسے پکایا گیا تو اس پر ٹھیکری اور کھنکھناتی ہوئی مٹی کا اطلاق کیا گیا، پہلی حالت کو سنے ہوئے گارے سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ یہاں ہے، معلوم ہوا کہ ان آیات میں تعارض نہیں، بلکہ مختلف احوال کا ذکر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

﴿٢٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں جنات کی تخلیق کے حوالے سے دو باتیں کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ انہیں انسانوں سے پہلے پیدا کیا جا چکا تھا اور دوسری یہ کہ ان کی تخلیق ایسی تیز ہوا سے ہوئی جو آگ کی طرح جلانے والی تھی، جسے آسانی کیلئے عرفِ عام میں ''لو'' کہا جاتا ہے، اس میں آگ کا عنصر غالب ہوتا ہے، ابلیس نے اپنی تخلیق میں اسی عنصر اور پہلو کو اجاگر کر کے پیش کیا تھا۔ ﴿٢٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے تخلیق آدم کے ارادے کا اظہار ہے، جس کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ٣٠ میں گزر چکی ہے۔

﴿٢٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے میں نفخِ روح کے بعد سجدہ کرنے کا حکم مذکور ہے کہ جب میں اس پتلے کی نوک پلک سنوار کر اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تمہیں حکم ہے کہ اس کے سامنے سجدہ کرو، اب یہاں سجدے کے حوالے سے تو بات واضح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ان کی عبادت کے پہلو سے نہیں دیا گیا تھا، بلکہ اپنی کاریگری اور قدرت کے اظہار پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور یہ حق تعالیٰ کی ہی قدرت تھی کہ مٹی میں جان ڈال دی اور اسے عقل و شعور اور فہم و فراست رکھنے والا جیتا جاگتا انسان بنا دیا، جہاں تک تعلق ہے ''اپنی روح'' کا تو یہ نسبت تکریم و تعظیم کیلئے ہے، ایسا نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کی روح کا کوئی حصہ حضرت آدم علیہ السلام میں حلول کر گیا ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق کل اور جزء کا ہو گیا ہو۔

﴿٣٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں تمام فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو اکٹھے ایک ساتھ سجدہ کرنا مذکور ہے۔ ﴿٣١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کرنا مذکور ہے۔

﴿٣٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کا ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت فرمانا مذکور ہے۔ ﴿٣٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ بیان کرنا مذکور ہے، یہ وجہ خود پسندی اور تکبر پر دلالت کرتی ہے، نیز اس میں دوسروں کی تحقیر کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ ﴿٣٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ابلیس کو جنت سے نکل جانے کا حکم دینا اور اس کا دھتکار دیا جانا مذکور ہے۔

﴿٣٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ابلیس پر تا قیامت لعنت اور پھٹکار برستے رہنے کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ آج تک ہر شخص کی زبان پر یہی جملہ ہے کہ شیطان پر لعنت ہو، اس پر یہ لعنت اس کے دشمن تو بھیجتے ہی ہیں، دوست بھی اس پر لعنت ہی کرتے ہیں۔

فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝٣٦ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝٣٧ اِلٰى

فَاَنْظِرْنِيْٓ	اِلٰى	يَوْمِ	يُبْعَثُوْنَ ۝	قَالَ	فَاِنَّكَ	مِنَ	الْمُنْظَرِيْنَ ۝	اِلٰى
تو مہلت دے مجھے	تک	دن کے	دوبارہ اٹھائے جائیں گے وہ	کہا اس نے	تو بیشک تو	سے	مہلت دیئے ہوؤں کے	تک

پھر مجھے اُس دن تک مہلت دیدے جس دن مُردوں کو زندہ کیا جائیگا۔ [۳۶] اللہ نے کہا کہ تجھے مہلت دیدی گئی ۔ [۳۷] ایک مقررہ

يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝٣٨ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي

يَوْمِ	الْوَقْتِ	الْمَعْلُوْمِ ۝	قَالَ	رَبِّ	بِمَآ	اَغْوَيْتَنِيْ	لَاُزَيِّنَنَّ	لَهُمْ	فِي
دن کے	وقت	متعین	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	اس وجہ سے جو	تو نے مجھے گمراہ کیا	البتہ ضرور مزین کروں گا میں	ان کیلئے	میں

وقت کے دن تک ۔ [۳۸] وہ کہنے لگا کہ پروردگار! جیسے تُو نے مجھے گمراہ کیا ہے ، میں انہیں زمین کی بہاریں

الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٣٩ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

الْاَرْضِ	وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ۝	اِلَّا	عِبَادَكَ	مِنْهُمُ
زمین کے	اور البتہ ضرور گمراہ کروں گا میں انہیں	سب کو	سوائے	تیرے بندوں کے	ان میں سے

دکھاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا ۔ [۳۹] سوائے اُن میں سے تیرے اُن بندوں کے

الْمُخْلَصِيْنَ ۝٤٠ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝٤١ اِنَّ

الْمُخْلَصِيْنَ ۝	قَالَ	هٰذَا	صِرَاطٌ	عَلَيَّ	مُسْتَقِيْمٌ ۝	اِنَّ
چنے ہوئے	کہا اس نے	یہ	راستہ	مجھ پر	سیدھا	بیشک

جو چنے ہوئے ہیں ۔ [۴۰] اللہ نے فرمایا کہ یہ راستہ مجھ تک سیدھا آتا ہے ۔ [۴۱] بیشک

عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

عِبَادِيْ	لَيْسَ	لَكَ	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنٌ	اِلَّا	مَنِ	اتَّبَعَكَ	مِنَ
میرے بندے	نہیں	تیرا	ان پر	کچھ زور	مگر	وہ جو	پیروی کرے تیری	سے

میرے بندوں پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا ، سوائے اُن گمراہوں کے جنھوں نے تیری

الْغٰوِيْنَ ۝٤٢ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٤٣ لَهَا سَبْعَةُ

الْغٰوِيْنَ ۝	وَ	اِنَّ	جَهَنَّمَ	لَمَوْعِدُهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ۝	لَهَا	سَبْعَةُ
گمراہوں کے	اور	بیشک	جہنم	البتہ ان کے وعدے کی جگہ	سب کی	اس کیلئے	سات

پیروی کر لی ۔ [۴۲] اور بیشک جہنم ہی اُن سب کے وعدے کی جگہ ہے ۔ [۴۳] اُس کے سات

[۳۶] اس آیتِ مبارکہ میں شیطان کا اللہ تعالیٰ سے قیامت تک مہلت مانگنا مذکور ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اس بات کو جانتا تھا کہ دنیا کا یہ نظام ہمیشہ کیلئے نہیں بنایا گیا، اسے ایک نہ ایک دن ختم ہونا ہے، اسی طرح انسانوں کی آبادی کا جو سلسلہ شروع کیا جارہا ہے، یہ بھی ہمیشہ نہیں رہے گا اور یہ سلسلہ بھی کبھی نہ کبھی ضرور منقطع ہوگا، پھر" یوم الدین" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا اور جزاوسزا کا قانون نافذ کیا جائے گا، سو ممکن ہے کہ اسی لفظ سے اس نے یہ نتیجہ اخذ کرلیا ہو۔ واللہ اعلم۔

[۳۷] اس آیتِ مبارکہ میں ابلیس کی درخواست منظور کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دیدی۔

[۳۸] اس آیت مبارکہ میں مہلت کا وقت متعین کیا گیا ہے اور اسے مہلت دینے میں حکمت یہ تھی کہ دنیا میں خیر اور شر، نیکی اور بدی کا ایک مقابلہ کروایا جائے، پھر خیر اور نیکی کو شر اور بدی پر غلبہ عطا کر کے ابلیس کی ذلت اور رسوائی کا سامان مہیا کیا جائے۔

[۳۹] اس آیتِ مبارکہ میں ابلیس کے اعلانِ انتقام کا ذکر کیا گیا ہے کہ آج مجھے جن لوگوں کی وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا ہے، میں ان سے پورا پورا بدلہ لوں گا اور انتقام لیے بغیر چین سے نہ بیٹھوں گا، میں انہیں دنیا کی رنگینیوں میں الجھادوں گا، ان پر خواہشات نفس کے دروازے کھول دوں گا، ہر گناہ ان کی آنکھوں میں خوبصورت، بلکہ ان کی ضرورت بنا کر پیش کردوں گا، چنانچہ وہ گناہ کو اپنی مجبوری اور ضرورت سمجھ کر سرانجام دیں گے اور میں انہیں گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا، دوسرے لفظوں میں یوں کہیۓ کہ شیطان ترغیبات اور مرغوبات کے راستے اپنے دشمن پر حملہ کرتا ہے اور اس میں خاطر خواہ کامیابی سمیٹ لیتا ہے۔

[۴۰] اس آیتِ مبارکہ میں شیطان کا اللہ کے چنے ہوئے مخصوص بندوں کو مستثنیٰ کرنا مذکور ہے، کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہات کے زیر سایہ تربیت پاتے ہیں، ان پر کوئی شیطانی حملہ کارگر نہیں ہوتا، گویا شیطان نے خود اعتراف کرلیا کہ میری ترغیبات اور مرغوبات کے جال میں پھنس کردہ لوگ ہرگز گمراہ نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے مخلص اور چنیدہ ہوتے ہیں۔ [۴۱] اس آیتِ مبارکہ میں "صراطِ مستقیم" کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ میں اپنے بندوں کو ایک صاف ستھرا راستہ ایسا فراہم کروں گا جو انہیں سیدھا مجھ تک پہنچادے گا، اس میں کوئی موڑ اور کوئی گڑھا نہ ہوگا، اس صاف ستھری سڑک پر چلنے والے منزل مقصود سے ہرگز نہ بھٹکیں گے۔

[۴۲] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص اور چنے ہوئے بندوں کا ذکر کر کے شیطان سے فرمایا ہے کہ ان پر تیرا کچھ زور نہ چلے گا، تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی انہیں دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپیوں میں الجھا نہ سکے گا، وہ تیرے دامِ فریب میں نہ آئیں گے اور تیرے ہر حملے سے بچ جائیں گے، البتہ اگر کوئی تیری پیروی کر کے گمراہ ہوگیا تو وہ اللہ کے خاص اور چنے ہوئے بندوں کی فہرست سے خارج ہوگیا، اس کا انجام اگلی آیت میں مذکور ہے۔ [۴۳] اس آیتِ مبارکہ میں شیطان کی پیروی کر کے گمراہ ہوجانے والے تمام لوگوں کا انجام "جہنم" بیان کیا گیا ہے اور "اجمعین" کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اولین وآخرین سب ہی کا یہ حکم ہے، نیز اس حکم میں مرد اور عورت، امیر اور غریب، حاکم اور محکوم سب شامل ہیں۔

اَبْوَابٍ ۭ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿٤٤﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ

اَبْوَابٍ	لِكُلِّ	بَابٍ	مِّنْهُمْ	جُزْءٌ	مَّقْسُوْمٌ ﴿٤٤﴾	اِنَّ	الْمُتَّقِيْنَ	فِيْ
دروازے	ہر ایک	دروازہ	ان میں سے	حصہ	تقسیم شدہ	بیشک	پرہیزگار لوگ	بیچ

دروازے ہیں ، اُن میں سے ہر دروازے کیلئے ایک گروہ تقسیم شدہ ہے ۔ ﴿۴۴﴾ بیشک متقی لوگ

جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ

جَنّٰتٍ	وَّ	عُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾	اُدْخُلُوْهَا	بِسَلٰمٍ	اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾	وَ	نَزَعْنَا	مَا	فِيْ
باغات کے	اور	چشموں کے	داخل ہو جاؤ تم اُنمیں	سلامتی کے ساتھ	امن والے ہو کر	اور	کھینچ نکالیں گے ہم	جو کچھ	بیچ

باغات اور چشموں میں ہوں گے ۔ ﴿۴۵﴾ تم اُن میں امن و سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ ۔ ﴿۴۶﴾ اور ہم اُن کے دلوں سے

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ

صُدُوْرِهِمْ	مِّنْ	غِلٍّ	اِخْوَانًا	عَلٰى	سُرُرٍ	مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾	لَا	يَمَسُّهُمْ
ان کے سینوں کے	سے	کینے کے	بھائی بھائی	پر	تختوں کے	ایک دوسرے کے آمنے سامنے	نہیں	چھوئے گی انہیں

کینہ نکال دیں گے ، وہ بھائی بھائی ہوں گے ، آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے ۔ ﴿۴۷﴾ وہاں انہیں کوئی

فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا

فِيْهَا	نَصَبٌ	وَّ	مَا	هُمْ	مِّنْهَا	بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾	نَبِّئْ	عِبَادِيْٓ	اَنِّيْٓ	اَنَا
اُنمیں	کوئی تکلیف	اور	نہیں	وہ	اس سے	نکلنے والے	بتا دے	میرے بندوں کو	کہ بیشک میں	میں ہی

تکلیف نہ چھوئے گی اور وہاں سے وہ نکالے بھی نہ جائیں گے ۔ ﴿۴۸﴾ میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾ وَنَبِّئْهُمْ

الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾	وَ	اَنَّ	عَذَابِيْ	هُوَ	الْعَذَابُ	الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾	وَ	نَبِّئْهُمْ
بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	یہ کہ بیشک	میرا عذاب	وہ	عذاب	دردناک	اور	انہیں بتا دے

بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہوں ۔ ﴿۴۹﴾ اور یہ بھی کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہوتا ہے ۔ ﴿۵۰﴾ اور انہیں ابراہیم کے

عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٥١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا

عَنْ	ضَيْفِ	اِبْرٰهِيْمَ ﴿٥١﴾	اِذْ	دَخَلُوْا	عَلَيْهِ	فَقَالُوْا	سَلٰمًا	قَالَ	اِنَّا
سے	مہمانوں کے	ابراہیم کے	جب	وہ داخل ہوئے	اس پر	تو کہا انہوں نے	سلام ہو	کہا اس نے	بیشک ہم

مہمانوں کے حوالے سے بھی آگاہ کیجئے ۔ ﴿۵۱﴾ جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ سلام ہو ، ابراہیم نے کہا کہ ہمیں

ع ۳ ۱۹ ۴

﴿۴۴﴾ اس آیت مبارکہ میں جہنم کے سات دروازوں اور ان کی طے شدہ اور متعین تقسیم کا حوالہ دیا گیا ہے، رہی یہ بات کہ جہنم کے سات دروازوں سے کیا مراد ہے؟ تو بعض مفسرین نے اس سے جہنم کے سات طبقے مراد لیے ہیں، جن کے نام جہنم، سعیر، لظی، حطمہ، سقر، جحیم اور ہاویہ ہیں، جبکہ بعض مفسرین نے اسے اپنے معنی حقیقی پر محمول کرتے ہوئے سات دروازے ہی مراد لیے ہیں جن سے اہل جہنم مختلف گروہوں میں تقسیم ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے، یہی توجیہ زیادہ بہتر ہے اور ان احادیث کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے جن میں جنت کے آٹھ دروازے بیان کیے گئے ہیں کہ وہ اپنے معنی حقیقی پر ہی محمول ہے، رہی یہ بات کہ جہنم کے سات اور جنت کے آٹھ دروازے کیوں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جہنم کے سات دروازوں کے مقابلے میں جنت کے سات دوراز ے ہو گئے اور ایک اضافی دروازہ اس لیے کہ جنت اللہ کی رحمت کا مرکز ہے اور اللہ کی رحمت اس کے غضب سے بڑھی ہوئی ہے تو یہ دراصل اس کے فضل و کرم اور مہربانی کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿۴۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جنت کیلئے باغات اور چشموں کا وعدہ کیا گیا ہے، نہ وہ باغات دنیا کے باغوں کی طرح ہوں گے اور نہ وہ چشمے دنیا کے چشموں کی طرح ہوں گے، ان کے پھل سدا بہار اور سایہ دائمی ہوگا اور ان کا پانی ٹھنڈا میٹھا اور خوشگوار ہوگا جو سڑنے اور بدبودار ہونے سے محفوظ ہوگا۔ ﴿۴۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اُس وقت کا ذکر کیا گیا ہے جب اہل جنت کو مرکزِ رحمت ''جنت'' میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، اُس وقت انہیں دو پروانے عطا کیے جائیں گے، پہلا سلامتی کا اور دوسرا امن و امان کا، پہلے میں جسمانی اور اندرونی اطمینان و سکون کا ذکر آ گیا اور دوسرے میں بیرونی عافیت اور اطمینان کا ذکر آ گیا۔ ﴿۴۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں جنت کی ایک خاص نعمت کا ذکر کیا گیا ہے کہ

نصف

اہل جنت کے سینوں سے کینے کو کھینچ کر نکال پھینکا جائیگا، دنیا کی تمام رنجشوں کو جنت کے دروازے پر ختم کر دیا جائیگا، کسی کے دل میں اپنے بھائی کیلئے حسد، عداوت، بغض و نفرت اور کینے کے جذبات کا معمولی سا شائبہ بھی نہیں رہنے دیا جائیگا، اس لیے کہ اگر جنت میں بھی یہی جذبات سینوں میں پنپتے رہے تو دنیا اور آخرت میں کیا فرق رہ جائے گا؟ علاوہ ازیں اگر جنت میں منفی جذبات بھی پائے جائیں تو یقیناً اس کے نتائج اور ثمرات کو بھی ظاہر ہونا چاہئے اور جنت میں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے اس لیے وہاں سب آپس میں بھائی بھائی ہوں گے اور ایک دوسرے کے سامنے تختوں اور صوفوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، یہ جملہ تاکید مزید کیلئے ہے کیونکہ اگر دلوں میں رنجش ہو اور ایک مجلس میں اکٹھا ہونا پڑ بھی جائے تو ایک دوسرے کی طرف رخ کرنے کی بجائے پشت کی جاتی ہے، لیکن جنت میں ایسا نہیں ہوگا۔ ﴿۴۸﴾ اس آیت مبارکہ میں جنت کی مزید دو نعمتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اہل جنت کو جنت میں کسی قسم کی کوئی تکلیف اور تھکاوٹ نہیں ہوگی، کوئی بیماری اور رنج نہیں پہنچے گا، اس لیے کہ بیماری اور تھکاوٹ انسان کو بے حال کر دیتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ نعمت کی طرف انسان نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، دوسری نعمت یہ کہ اہل جنت وہاں ہمیشہ رہیں گے، انہیں وہاں سے کبھی نکالا نہ جائیگا، اس کا باقاعدہ اعلان اُس وقت کیا جائیگا جب اہل جنت حشر کی ہولناکیوں سے گزر کر جنت میں پہنچ چکے ہوں گے، اُس وقت ان کی خوشی ناقابل بیان ہوگی، کیونکہ اگر انسان کو نکالے جانے کا دھڑکا لگا ہوا ہو تو اسے شاہی محل بھی جیل معلوم ہوتا ہے۔ ﴿۴۹﴾ ﴿۵۰﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا ہے کہ میرے بندوں کو میری صفات جلال و جمال سے آگاہ فرما دیں، میں بیک وقت بخشنے والا مہربان بھی ہوں، اور نہایت سخت سزا دینے والا بھی ہوں، ان میں سے کوئی صفت مجھ سے کسی وقت میں بھی جدا نہیں ہوتی، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے=

مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ

مِنْكُمْ	وَجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾	قَالُوْا	لَا	تَوْجَلْ	اِنَّا	نُبَشِّرُكَ	بِغُلٰمٍ	عَلِيْمٍ ﴿٥٣﴾	قَالَ
تم سے	ڈرنے والے	کہا انہوں نے	مت	ڈر	بیشک ہم	تجھے خوشخبری دیتے ہیں	ایک لڑکے کی	علم والے	کہا اس نے

تم سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ ﴿٥٢﴾ وہ کہنے لگے کہ آپ خوفزدہ نہ ہوں، ہم آپ کو ایک علم رکھنے والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ ﴿٥٣﴾ ابراہیم نے کہا کہ

اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓي اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿٥٤﴾ قَالُوْا

اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ	عَلٰٓي	اَنْ	مَّسَّنِيَ	الْكِبَرُ	فَبِمَ	تُبَشِّرُوْنَ ﴿٥٤﴾	قَالُوْا
کیا تم مجھے خوشخبری دے رہے ہو	پر	یہ کہ	مجھے چھولیا	بڑھاپے نے	تو کس بات کی	تم مجھے خوشخبری دے رہے ہو	کہا انہوں نے

کیا تم مجھے یہ خوشخبری دے رہے ہو جبکہ مجھے بڑھاپے نے چھولیا ہے؟ تو تم مجھے کیسے خوشخبری دے رہے ہو؟ ﴿٥٤﴾ وہ کہنے لگے

بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ

بَشَّرْنٰكَ	بِالْحَقِّ	فَلَا	تَكُنْ	مِّنَ	الْقٰنِطِيْنَ ﴿٥٥﴾	قَالَ	وَ	مَنْ	يَّقْنَطُ
ہم نے تجھے خوشخبری دی ہے	برحق	تو نہ	ہوجا تو	سے	ناامید ہونے والوں کے	کہا اس نے	اور	کون	ناامید ہوتا ہے

کہ ہم نے آپ کو سچی خوشخبری دی ہے، اس لئے آپ ناامید لوگوں میں سے نہ ہوں۔ ﴿٥٥﴾ ابراہیم نے کہا کہ اپنے رب کی

مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ﴿٥٦﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا

مِنْ	رَّحْمَةِ	رَبِّهٖٓ	اِلَّا	الضَّاۗلُّوْنَ ﴿٥٦﴾	قَالَ	فَمَا	خَطْبُكُمْ	اَيُّهَا
سے	رحمت کے	اپنے رب کی	مگر	گمراہ لوگ	کہا اس نے	تو کیا	تمہاری مہم	اے

رحمت سے گمراہوں کے علاوہ کون ناامید ہو سکتا ہے؟ ﴿٥٦﴾ پھر کہا کہ اے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہاری اصل

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٥٨﴾ اِلَّآ اٰلَ

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٧﴾	قَالُوْٓا	اِنَّآ	اُرْسِلْنَآ	اِلٰى	قَوْمٍ	مُّجْرِمِيْنَ ﴿٥٨﴾	اِلَّآ	اٰلَ
بھیجے ہوؤ!	کہا انہوں نے	بیشک ہم	بھیجا گیا ہمیں	طرف	قوم کے	جرم کرنے والے	مگر	گھرانا

مہم کیا ہے؟ ﴿٥٧﴾ وہ کہنے لگے کہ ہمیں مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے۔ ﴿٥٨﴾ سوائے آل

لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ اِنَّهَا

لُوْطٍ	اِنَّا	لَمُنَجُّوْهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٩﴾	اِلَّا	امْرَاَتَهٗ	قَدَّرْنَآ	اِنَّهَا
لوط کا	بیشک ہم	البتہ بچانے والے انہیں	سب کو	سوائے	اس کی بیوی کے	اندازہ کرچکے ہم	بیشک وہ

لوط کے، کہ ہم اُن کو بچالیں گے۔ ﴿٥٩﴾ سوائے لوط کی بیوی کے کہ اُس کے متعلق ہم یہ اندازہ کر چکے ہیں کہ وہ

= کہ میرے بندوں کو مجھ سے امید بھی منقطع نہیں کرنی چاہیے اور مجھ سے بالکل نڈر اور بے خوف بھی نہ ہونا چاہیے، ایمان اسی کیفیت کا نام ہے کہ انسان امید اور خوف کے درمیان درمیان رہے۔ ﴿٥١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا واقعہ شروع کیا گیا ہے، یہ مہمان وہ فرشتے تھے جو حق تعالیٰ کی صفاتِ جلال و جمال کا بیک وقت مظہر بن کر آئے تھے، ان کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے خوشخبری تھی اور قومِ لوط کیلئے عذاب کا حکم نامہ، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ ﴿٥٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کرنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے اندیشے کا اظہار کرنا مذکور ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ اندیشہ اس بناء پر تھا کہ مہمان انسانی شکل میں تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن کیلئے بھنا ہوا بچھڑا لیکر آئے تھے اور مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ تک نہیں بڑھایا تھا، سو انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ دشمن نہ ہوں اور انہوں نے اس اندیشے کا اپنی زبان سے اظہار بھی کر دیا۔

﴿٥٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تسلی اور خوشخبری دینا مذکور ہے، تسلی اس بات کی ہم سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، ہم دشمن نہیں ہیں اور خوشخبری ایک ایسے لڑکے کی جسے اللہ تعالیٰ خوب علم عطا فرمائے گا اور وہ علومِ نبوت کا حامل ہوگا۔ ﴿٥٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں لڑکے کی خوشخبری سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوالیہ انداز میں تعجب کرنا مذکور ہے، کہ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں، اس عمر میں اولاد کی خوشخبری کیسی؟ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تعجب کا اظہار ان کی اہلیہ حضرت سارہ نے کیا تھا، اس آیت کو ملانے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دونوں ہی نے تعجب کا اظہار کیا تھا اور اس کا منشا اللہ کی رحمت سے مایوسی اور اس کی قدرت سے انکار نہیں تھا، بلکہ مزید فرحت اور خوشی حاصل کرنے کیلئے تھا۔ ﴿٥٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں کا جواب مذکور ہے کہ ہم نے آپ کو سچی خوشخبری دی ہے، یہ خوشخبری حقیقت کے عین مطابق ہے، اس میں کوئی پہلو غلط نہیں ہے، سو جیسے آپ پہلے بھی اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے، آئندہ بھی نہ ہوں۔

﴿٥٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کامل کا حوالہ دیا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے صرف وہی شخص ناامید ہوسکتا ہے جو گمراہ ہو، تم مطمئن رہو کہ جیسے میں پہلے اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہیں ہوا، آئندہ بھی کبھی نہیں ہوں گا، ورنہ گمراہی لازم آئے گی، اور انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں وہ محال ہے۔

﴿٥٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے ان کی اگلی مہم کے متعلق سوال مذکور ہے کہ مجھے اولاد کی خوشخبری دینے کے علاوہ تمہاری اگلی مہم کیا ہے اور تمہیں کس مقصد کیلئے بھیجا گیا ہے؟

﴿٥٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں کا جواب مذکور ہے کہ انہوں نے قومِ لوط کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہمیں ان مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے بھیجا گیا ہے تاکہ انہوں نے حق تعالیٰ کی نافرمانی کا جو بازار گرم رکھا ہے، اب اس کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ ﴿٥٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مجرم لوگوں سے ایک استثناء کیا گیا ہے کہ قومِ لوط کے علاقے میں جتنے لوگ آباد ہیں، ہم ان میں سے صرف حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ یا اہل ایمان کو بچالیں گے اور باقی سب کو تباہ و برباد اور ہلاک کر دیا جائیگا، اس استثناء کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تسلی دی گئی۔

لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ

لَمِنَ	الْغٰبِرِيْنَ ﴿٦٠﴾	فَلَمَّا	جَآءَ	اٰلَ	لُوْطِ	الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾	قَالَ	اِنَّكُمْ	قَوْمٌ
البتہ سے	ہلاک ہونے والوں کے	سو جب	آئے	گھرانے پر	لوط کے	بھیجے ہوئے	کہا اس نے	بیشک تم	قوم

بھی ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگی۔ ﴿٦٠﴾ پھر جب وہ بھیجے ہوئے فرشتے آلِ لوط کے پاس پہنچے۔ ﴿٦١﴾ تو وہ کہنے لگے کہ تم

مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَاَتَيْنٰكَ

مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾	قَالُوْا	بَلْ	جِئْنٰكَ	بِمَا	كَانُوْا	فِيْهِ	يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾	وَ	اَتَيْنٰكَ
اجنبی لوگ	کہا انہوں نے	بلکہ	ہم لائے تیرے پاس	وہ جو	تھے وہ	اس میں	شک کرتے رہے	اور	ہم لائے تیرے پاس

لوگ اجنبی ہو۔ ﴿٦٢﴾ انہوں نے کہا بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لیکر آئے ہیں جس میں یہ شک کرتے تھے۔ ﴿٦٣﴾ اور ہم آپ کے پاس حق

بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ

بِالْحَقِّ	وَ	اِنَّا	لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾	فَاَسْرِ	بِاَهْلِكَ	بِقِطْعٍ	مِّنَ	الَّيْلِ	وَاتَّبِعْ
حق	اور	بیشک ہم	البتہ سچے	تو لے چل تو	اپنے گھر والوں کو	ایک حصے میں	سے	رات کے	اور پیچھے رکھ

لیکر آئے ہیں اور بیشک ہم سچے ہیں۔ ﴿٦٤﴾ اس لئے آپ رات کا ایک حصہ گزرنے پر اپنے اہلِ خانہ کو لیکر چلے جایئے، ان لوگوں کو

اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾

اَدْبَارَهُمْ	وَ	لَا	يَلْتَفِتْ	مِنْكُمْ	اَحَدٌ	وَّامْضُوْا	حَيْثُ	تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾
ان کی پیٹھوں کو	اور	نہ	مڑکر دیکھے	تم میں سے	کوئی ایک	اور چلے جاؤ	جہاں	تم حکم دیے گئے

اپنی پشت کے پیچھے رکھیے اور تم لوگوں میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور جہاں کا تمہیں حکم ہوا ہے، وہیں چلے جاؤ۔ ﴿٦٥﴾

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ

وَقَضَيْنَآ	اِلَيْهِ	ذٰلِكَ	الْاَمْرَ	اَنَّ	دَابِرَ	هٰٓؤُلَآءِ	مَقْطُوْعٌ
اور ہم نے طے کردیا	اس کیطرف	وہ	فیصلہ	کہ بیشک	جڑ	ان لوگوں کی	کاٹ دی جائے گی

اور ہم نے لوط کے سامنے یہ فیصلہ کر دیا کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہی

مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ

مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾	وَ	جَآءَ	اَهْلُ	الْمَدِيْنَةِ	يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾	قَالَ	اِنَّ
صبح کے وقت	اور	آئے	رہنے والے	شہر کے	خوشیاں مناتے ہوئے	کہا اس نے	بیشک

کاٹ دی جائے گی۔ ﴿٦٦﴾ اور اہلِ شہر خوشیاں مناتے ہوئے آئے۔ ﴿٦٧﴾ لوط نے فرمایا کہ یہ لوگ

ع ۱۶

﴿٦٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کے اہلِ خانہ میں سے ان کی بیوی کا نجات پانے والوں سے استثناء کیا گیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے تمام اہلِ خانہ کو نجات مل جائے گی اور وہ عذاب کا شکار ہونے سے بچ جائیں گے، البتہ ان کی بیوی کے متعلق پہلے سے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگی اور حضرت لوط علیہ السلام کی قرابت اسے بچا نہ سکے گی، کیونکہ وہ بھی مجرموں کی معاون اور ہمدرد تھی، اسی نے لوگوں کو حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے متعلق بتایا تھا۔

﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچنا مذکور ہے۔

﴿٦٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کا انسانی شکل میں آنے والے فرشتوں کو اجنبی لوگ قرار دینا مذکور ہے کیونکہ وہ ایسے انسانوں کی شکل میں تھے جنہیں اس سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا ہی نہ تھا اور چونکہ وہ نہایت حسین وجمیل نوجوان تھے اس لیے حضرت لوط علیہ السلام کو یہ بھی اندیشہ ہوا کہ قوم کے ہاتھوں ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کیسے کریں گے؟

﴿٦٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے سامنے اپنی اصلیت ظاہر کرنا مذکور ہے اور یہ کہ ہم وہ عذاب لیکر آئے ہیں جس کے حوالے سے یہ قوم شکوک وشبہات میں مبتلا ہے اور یہ لوگ اس کا شدومد سے انکار کرتے ہیں۔

﴿٦٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تاکید ذکر کی گئی ہے کہ ہم آپ کے پاس سچی اور تحقیقی اطلاع لیکر آئے ہیں، اس قوم پر عذاب اترنے والا ہے، اس کا فیصلہ ہو چکا ہے، اب اسے ٹالا نہیں جا سکتا اور ہم آپ سے سچ کہہ رہے ہیں کہ اب ان کا انجام قریب ہے۔

﴿٦٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کو اپنے بچاؤ کی تدبیر اور اس کا لائحہ عمل بتایا گیا ہے کہ آپ اپنی تیاری مکمل کر لیں، آپ کو رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد یہاں سے نکل جانا ہے، اپنے گھر والوں اور ایمان والوں کو تیار کر لیں، مقررہ وقت پر یہاں سے نکل جائیں اور خود سب سے پیچھے رہیں تا کہ آپ کو تسلی ہو جائے کہ اب کوئی مؤمن وہاں باقی نہیں بچا اور آگے جانے والوں کو اطمینان رہے کہ ہمارے پیچھے اللہ کا پیغمبر اور اس کی توجہات ہیں، اس لیے دشمن ہمارا پیچھا کرنے اور ہم تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا، آپ لوگوں میں سے کسی کو پیچھے مڑ کر دیکھنے کی اجازت نہیں ہے، یہاں سے نکل کر سیدھے اس جگہ روانہ ہو جاؤ جہاں پہنچنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، یہ بستی سدوم کے قریب ہی تھی اور اس کا نام ضغر تھا۔

﴿٦٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم لوط کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ فرمایا تھا کہ صبح ہوتے ہوتے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی جائے گی، اس سے حضرت لوط علیہ السلام کو آگاہ کرنا مذکور ہے اور چونکہ یہ فیصلہ ہو چکا تھا اس لیے اسے ٹالنا ممکن نہ تھا۔

﴿٦٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم لوط پر آنے والے عذاب سے پہلے کے حالات بیان کیے گئے ہیں کہ اس سے پہلے جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں نہایت حسین وجمیل نوجوان آئے ہیں تو انہوں نے اسے خوشخبری سمجھا اور فوراً حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پہنچ کر ان سے مہمانوں کی حوالگی کا تقاضا کرنے لگے۔

هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝۶۸ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝۶۹

هٰٓؤُلَآءِ	ضَيْفِيْ	فَلَا	تَفْضَحُوْنِ ۝۶۸	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	لَا	تُخْزُوْنِ ۝۶۹
یہ لوگ	میرے مہمان	تو مت	شرمندہ کرو مجھے	اور ڈرو	اللہ سے	اور	مت	رسوا کرو مجھے

میرے مہمان ہیں ، سو تم مجھے شرمندہ نہ کرو۔ ۶۸ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا مت کرو ۔ ۶۹

قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۰ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ

قَالُوْٓا	اَوَلَمْ	نَنْهَكَ	عَنِ	الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۰	قَالَ	هٰٓؤُلَآءِ	بَنٰتِيْٓ	اِنْ	كُنْتُمْ
کہا انہوں نے	اور کیا نہیں	ہم نے روکا تجھے	سے	جہان والوں کے	کہا اس نے	یہ ساری	میری بیٹیاں	اگر	تم ہو

وہ کہنے لگے کہ کیا ہم نے آپ کو اہلِ عالم سے منع نہیں کیا تھا ؟ ۷۰ لوط نے کہا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں ، اگر تم

فٰعِلِيْنَ ۝۷۱ؕ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۷۲ فَاَخَذَتْهُمُ

فٰعِلِيْنَ ۝۷۱	لَعَمْرُكَ	اِنَّهُمْ	لَفِيْ	سَكْرَتِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ ۝۷۲	فَاَخَذَتْهُمُ
کرنے والے	تیری زندگی کی قسم	بیشک وہ	البتہ بیچ	اپنے نشے کے	مدہوش ہو رہے تھے	سو انہیں پکڑلیا

کچھ کرنا چاہو۔ ۷۱ آپ کی جان کی قسم ! وہ تو اپنے نشے میں مدہوش ہو رہے تھے۔ ۷۲ سو انہیں طلوعِ آفتاب کے وقت

الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝۷۳ۙ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا

الصَّيْحَةُ	مُشْرِقِيْنَ ۝۷۳	فَجَعَلْنَا	عَالِيَهَا	سَافِلَهَا	وَ	اَمْطَرْنَا
چنگھاڑنے	سورج طلوع ہونے کے وقت	سو کردیا ہم نے	اس کا اوپر والا	اس کے نیچے	اور	برسائے ہم نے

ایک چنگھاڑنے آ پکڑا ۔ ۷۳ پھر ہم نے اُس بستی کا اوپر والا حصہ نیچے کر دیا اور اُن پر

عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۷۴ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

عَلَيْهِمْ	حِجَارَةً	مِّنْ	سِجِّيْلٍ ۝۷۴	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ
ان پر	پتھر	سے	کنکر کے	بیشک	بیچ	وہ	البتہ نشانیاں

کنکر کے پتھر برسائے ۔ ۷۴ بیشک اس میں دھیان کرنے والوں کیلئے

لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝۷۵ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝۷۶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝۷۵	وَ	اِنَّهَا	لَبِسَبِيْلٍ	مُّقِيْمٍ ۝۷۶	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً
دھیان کرنے والوں کیلئے	اور	بیشک وہ	البتہ راستے پر	سیدھے	بیشک	بیچ	وہ	البتہ نشانی

نشانیاں ہیں۔ ۷۵ اور وہ بستی سیدھی راہ پر واقع ہے ۔ ۷۶ بیشک اس میں مؤمنین کیلئے

۶۸ ۶۹ ان آیتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو ان کے گھٹیا ارادے سے باز رہنے کی نصیحت کرنا مذکور ہے کہ تم لوگ کس قدر گھٹیا سوچ رکھتے ہو، کم از کم مہمانوں کو تو بخش دیا کرو، یہ لوگ میرے مہمان ہیں ، مجھے ان کے سامنے شرمندہ نہ کرو، اللہ سے ڈرو اور میری عزت کا خیال کرو، اگر تم نے میرے مہمانوں سے اپنے گھٹیا ارادے کی تکمیل کرنا چاہی تو میرے لیے یہ نہایت شرمندگی اور بے عزتی کی بات ہوگی کہ اپنے مہمانوں کی عزت وآبرو کو محفوظ نہ رکھ سکا۔

۷۰ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ لوط کا جواب مذکور ہے کہ ہم تو آپ کو پہلے ہی منع کر چکے ہیں کہ اپنے یہاں کسی مہمان کو نہ ٹھہرایا کریں ، اس کے باوجود اگر آپ منع نہیں ہوتے تو اپنی بے توقیری کا سبب آپ خود ہیں۔

۷۱ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کا ''اپنی بیٹیوں'' کو قوم کے سامنے پیش کرنا مذکور ہے، رہی یہ بات کہ '' میری بیٹیوں'' سے کیا مراد ہے تو اس پر سورۂ ہود کی آیت نمبر ۷۸ میں کلام ہو چکا ہے، وہیں ملاحظہ کیجئے۔

۷۲ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان اور زندگی کی قسم کھائی ہے، چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی معزز ومکرم نہیں ہے، اس لیے اللہ نے ان کے علاوہ کسی اور کی جان کی قسم نہیں کھائی اور یہاں قسم کھانے میں اگلے مضمون کی تاکید واہمیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اہلِ سدوم اپنی بے حیائی اور بے شرمی میں تمام حدود کو پھلانگ کر اندھے ہو چکے تھے، انہیں اپنی خواہش کی تکمیل سے غرض تھی، انہیں اس کی کوئی پرواہ نہ تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام پر کیا گزرے گی؟ اور وہ اس پر کتنی شرمندگی محسوس کریں گے؟

۷۳ اس آیتِ مبارکہ میں صبح سویرے قومِ لوط پر عذاب نازل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، سب سے پہلے انہیں ایک زبردست چنگھاڑ سنائی دی جس نے انہیں اندر سے بری طرح دہلا دیا، کیونکہ یہ انسانی کمزوری ہے کہ اگر کوئی خوفناک آواز سن لے تو بری طرح سے ڈر جاتا ہے اور اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔

۷۴ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ لوط کی بستی کو تہہ وبالا کرنے اور ان پر مضبوط کنکر کے پتھر برسانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس پر سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸۲ میں کلام ہو چکا ہے۔

۷۵ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ لوط کے واقعے کو ''متوسمین'' کیلئے بہت سی نشانیوں اور عبرتوں کا حامل قرار دیا گیا ہے، متوسمین سے مراد ''اہلِ فراست'' ہیں، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو چند ظاہری علامات کو دیکھ کر کسی پوشیدہ بات کا اندازہ کر لیتے ہیں اور ان کا اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوتا ہے، جیسے بعض اہلِ فراست کسی کا چہرہ دیکھ کر پیشین گوئی کر دیتے ہیں کہ یہ بہت بڑا عالم بنے گا، یا اس کی پیشانی بڑی روشن ہے، یہ ساری دنیا پر حکومت کرے گا اور وقت آنے پر ان کی پیشین گوئی سچی ثابت ہو جاتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے صاحبِ فراست بنا دیتا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرا کرو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے خاص نور سے دیکھتا ہے۔ ۷۶ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ لوط کی بستی کا محلِ وقوع بیان کیا گیا ہے کہ جب تم لوگ مکہ مکرمہ سے شام کی طرف جاتے ہو تو راستے میں تمہیں اس کے کھنڈرات نظر آتے ہیں، تمہیں ان کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾	وَ	اِنْ	كَانَ	اَصْحٰبُ	الْاَيْكَةِ	لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾
ایمان والوں کیلئے	اور	بیشک	تھے	رہنے والے	ایکہ کے	البتہ ظلم کرنے والے

نشانی ہے ۔ ٧٧ اور یقیناً "ایکہ" کے رہنے والے بھی ظالم تھے ۔ ٧٨

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾ؕ وَلَقَدْ كَذَّبَ

فَانْتَقَمْنَا	مِنْهُمْ	وَ	اِنَّهُمَا	لَبِاِمَامٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾	وَ	لَقَدْ	كَذَّبَ
سو انتقام لیا ہم نے	ان سے	اور	بیشک وہ دونوں	البتہ راستے پر	کھلے	اور	البتہ یقیناً	جھٹلایا

سو ہم نے اُن سے انتقام لیا ، اور یہ دونوں بستیاں کھلے راستے پر واقع ہیں ۔ ٧٩ اور یقیناً حجر والوں نے بھی

اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٨٠﴾ۙ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا

اَصْحٰبُ	الْحِجْرِ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٨٠﴾	وَ	اٰتَيْنٰهُمْ	اٰيٰتِنَا	فَكَانُوْا	عَنْهَا
رہنے والوں نے	حجر کے	پیغمبروں کو	اور	ہم نے انہیں دیں	اپنی نشانیاں	تو رہے وہ	اس سے

پیغمبروں کی تکذیب کی تھی ۔ ٨٠ اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں ، سو وہ اُن سے

مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾ۙ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿٨٢﴾

مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾	وَ	كَانُوْا	يَنْحِتُوْنَ	مِنَ	الْجِبَالِ	بُيُوْتًا	اٰمِنِيْنَ ﴿٨٢﴾
منہ پھیرنے والے	اور	تھے وہ	تراشتے	سے	پہاڑوں کے	گھروں کو	امن والے ہوکر

اعراض ہی کرتے رہے ۔ ٨١ اور وہ امن کے ساتھ رہنے کیلئے پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے ۔ ٨٢

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ۙ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

فَاَخَذَتْهُمُ	الصَّيْحَةُ	مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾	فَمَآ	اَغْنٰى	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا
سو پکڑلیا انہیں	چنگھاڑ نے	صبح کے وقت	تو نہیں	کام آیا	ان کے	وہ جو	تھے وہ

پھر انہیں صبح کے وقت ایک چنگھاڑ نے آپکڑا ۔ ٨٣ سو اُن کے کچھ کام نہ آیا جو وہ

يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾ؕ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ

يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾	وَ	مَا	خَلَقْنَا	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَآ
کماتے رہے	اور	نہیں	پیدا کیا ہم نے	آسمانوں کو	اور	زمین کو	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان

کماتے رہے تھے ۔ ٨٤ اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ، حکمت کے بغیر

رکوع ۵ منزل ۳

٧٧ اس آیت مبارکہ میں قوم لوط کے واقعے کو اہل ایمان کیلئے ایک نشانی قرار دیا گیا ہے جس سے وہ عبرت حاصل کرتے ہیں اور ان جیسے اعمال سے اجتناب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

٧٨ اس آیتِ مبارکہ میں "اصحاب الایکہ" کو ظالم قرار دیا گیا ہے، عام طور پر مفسرین نے اس کا مصداق حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو قرار دیا ہے، انہیں اہل مدین بھی کہا جاتا ہے اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ ایک قوم کو دو ناموں سے پکارا جائے ، ان کا تذکرہ اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

٧٩ اس آیتِ مبارکہ میں اہل مدین کے ظالم لوگوں سے انتقام لینے کا ذکر کر کے ان کا محل وقوع بتایا گیا ہے اور "انهما" کی ضمیرِ تثنیہ کا مصداق قومِ لوط اور اصحاب الایکہ ہیں کہ ان دونوں کی بستیوں کو گلیوں اور محلوں میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ، یہ دونوں بستیاں برلبِ سڑک واقع ہیں اور دیکھنے والوں کو عبرت دلا رہی ہیں۔

٨٠ اس آیتِ مبارکہ میں اہل حجر کا پیغمبروں کی تکذیب کرنا مذکور ہے، مفسرین نے "اہل حجر" کا مصداق قوم ثمود کو قرار دیا ہے ان کی اصلاح اور رہنمائی کیلئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا لیکن قوم ثمود نے ان کی تکذیب کی ، اور ایک پیغمبر کی تکذیب تمام پیغمبروں کی تکذیب کے مترادف ہے اس لیے یہاں "المرسلین" جمع کا صیغہ لائے ہیں۔

٨١ اس آیتِ مبارکہ میں قوم ثمود کے سامنے معجزات پیش کرنے اور ان کے اعراض کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود کو ایک سے زیادہ معجزات دکھائے گئے تھے لیکن انہوں نے ان میں سے کسی بھی معجزے سے متاثر ہو کر ایمان قبول کرنے کیلئے اپنی رغبت کا اظہار نہیں کیا۔

٨٢ اس آیتِ مبارکہ میں قوم ثمود کی کاریگری بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا ہنر عطا فرما رکھا تھا کہ وہ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں اپنے گھر اور عالی شان محلات تیار کرتے تھے اور وہاں امن و امان سے رہا کرتے تھے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی ناقدری کی اور کفر و شرک اور بت پرستی کی دلدل میں دھنستے چلے گئے، سو وہ اللہ کی گرفت میں آگئے۔

٨٣ اس آیتِ مبارکہ میں قوم ثمود پر آنے والے عذاب کا وقت اور اس کی نوعیت بیان کی گئی ہے، ان پر عذاب صبح کے وقت آیا تھا اور انہیں ایک ہیبت ناک چنگھاڑ سنائی دی تھی جس سے ان کے دل دہل گئے تھے۔

٨٤ اس آیتِ مبارکہ میں دنیا کی بے ثباتی اور اس کے اسباب کی بے وقعتی بیان کی گئی ہے کہ قوم ثمود کو ان کی کاریگری، نعمتوں کی فراوانی، مال و دولت کی ریل پیل، جسمانی اور مادی طاقت، اولاد و ازواج کی کثرت، سرسبز و شاداب باغات اور بلند و بالا عمارتیں اللہ کی گرفت سے نہ بچا سکی تھیں اور آئندہ بھی کسی کو یہ چیزیں اللہ کے عذاب سے بے خوف نہیں کر سکتی ہیں۔

اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾

اِلَّا	بِالْحَقِّ	وَ	اِنَّ	السَّاعَةَ	لَاٰتِيَةٌ	فَاصْفَحِ	الصَّفْحَ	الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾
مگر	ساتھ حق کے	اور	بیشک	قیامت	البتہ آنے والی	تو درگزر کر	درگزر کرنا	اچھے طریقے سے

پیدا نہیں کیا ، اور بیشک قیامت آنے والی ہے ، سو آپ بھلے طریقے سے کنارہ کشی کر لیجئے ۔ ﴿٨٥﴾

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ

اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	الْخَلّٰقُ	الْعَلِيْمُ ﴿٨٦﴾	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنٰكَ	سَبْعًا	مِّنَ
بیشک	تیرا رب	وہ	خوب پیدا کرنے والا	خوب جاننے والا	اور	البتہ یقیناً	ہم نے تجھے دیں	سات	سے

بیشک آپ کا رب ہی خوب پیدا کرنے والا ، جاننے والا ہے ۔ ﴿٨٦﴾ اور یقیناً ہم نے آپ کو سات دہرائی جانے والی

الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿٨٧﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا

الْمَثَانِيْ	وَ	الْقُرْاٰنَ	الْعَظِيْمَ ﴿٨٧﴾	لَا	تَمُدَّنَّ	عَيْنَيْكَ	اِلٰى	مَا
دہرائی جانے والی	اور	قرآن	عظمت والا	مت	پھیلا	اپنی دونوں آنکھیں	طرف	اس کے جو

آیتیں اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے ۔ ﴿٨٧﴾ آپ اپنی آنکھیں اُن چیزوں کی طرف مت پھیلایئے جو ہم

مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ

مَتَّعْنَا	بِهٖۤ	اَزْوَاجًا	مِّنْهُمْ	وَ	لَا	تَحْزَنْ	عَلَيْهِمْ	وَاخْفِضْ
ہم نے فائدہ پہنچایا	اس کے ساتھ	کئی طرح کے لوگوں کو	ان میں سے	اور	مت	غمگین ہو	ان پر	اور جھکا دے

نے اُن میں سے کئی طرح کے لوگوں کو فائدہ اٹھانے کیلئے دی ہیں اور آپ اِن پر غم نہ کھایئے ، اور مومنین کیلئے

جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٩﴾ ج

جَنَاحَكَ	لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾	وَ	قُلْ	اِنِّيْۤ	اَنَا	النَّذِيْرُ	الْمُبِيْنُ ﴿٨٩﴾
اپنے بازو	ایمان والوں کیلئے	اور	تُو کہہ	بیشک میں	میں ہوں	ڈرانے والا	کھلم کھلا

اپنے بازو جھکا دیجئے ۔ ﴿٨٨﴾ اور آپ فرمادیجئے کہ میں تو وہی کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں ۔ ﴿٨٩﴾

كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ لا الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ

كَمَاۤ	اَنْزَلْنَا	عَلَى	الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾	الَّذِيْنَ	جَعَلُوا	الْقُرْاٰنَ
جیسا کہ	ہم نے نازل کیا	پر	بانٹنے والوں کے	جن لوگوں نے	بنالیا	قرآن کو

جیسے ہم نے بانٹنے والوں پر اتارا ہے ۔ ﴿٩٠﴾ جنہوں نے قرآن کی

﴿٨٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ زمین و آسمان کی تخلیق بے مقصد نہیں ہے، اس میں بے شمار حکمتیں کارفرما ہیں جن میں سے بعض تمہیں سمجھ آتی ہیں اور بعض کی طرف تمہارا خیال بھی نہیں جاتا اور دوسری یہ کہ قیامت اپنے مقررہ وقت پر آنے والی ہے، ان دو باتوں پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کی حماقتوں اور نادانیوں پر ان سے اعراض فرمایا کریں اور ایسی خوبصورتی سے کہ انہیں بے رخی کا احساس بھی نہ ہو، بظاہر پہلی دو باتوں کے ساتھ اس حکم کا جوڑ یہ ہے کہ ان لوگوں کی حماقتوں اور نادانیوں میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی اس لیے آپ ان سے درگزر فرمائیں ، انہیں ان کی پوری پوری سزا قیامت کے دن ملے گی جو عنقریب آنے والی ہے۔ ﴿٨٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں پروردگارِ عالم کی دو اہم صفتیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ خلاق ہے، اس سے بڑھ کر پیدا کرنے والا کوئی نہیں ہے، اس کی ہر تخلیق میں کاریگری، حسن اور نفاست جھلکتی ہے، اسی نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا ، دوسری یہ کہ وہ خوب جاننے والا ہے، اس کے علم میں ہے کہ قیامت کب آئے گی اور جزا کس کیلئے ہے اور سزا کس کیلئے ؟ ﴿٨٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو دو عظیم نعمتیں عطا فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی نعمت ''سبع مثانی'' ہے اور دوسری نعمت قرآن عظیم ہے، بعض مفسرین کے نزدیک ان دونوں کا مصداق ایک ہی چیز ہے یعنی سورۂ فاتحہ، کیونکہ ''سبع مثانی'' کا معنی ہے ''سات ایسی آیتیں جنہیں بار بار دہرایا جاتا ہے'' اور سورۂ فاتحہ کے علاوہ ایسی کوئی بھی سات آیتیں نہیں ہیں جنہیں اتنی کثرت کے ساتھ بار بار دہرایا جاتا ہو، اگرچہ فی نفسہ انہیں دہرایا جاتا ہو، اس صورت میں اسے ''قرآن عظیم'' قرار دینا اس اعتبار سے ہوگا کہ یہ پورے قرآن کا عطر اور خلاصہ ہے، سورۂ فاتحہ اجمال ہے اور پورا قرآن اس کی تفصیل، اس جیسی سورت کسی آسمانی کتاب میں نازل نہیں کی گئی، اسی وجہ سے اسے ''ام القرآن'' بھی کہا جاتا ہے، ام القرآن اور قرآن عظیم کی ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت اور قربت بھی اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کا مصداق سورۂ فاتحہ ہو، جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک ''سبع مثانی'' سے سورۂ فاتحہ اور قرآن عظیم سے اس کی بقیہ سورتیں مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔ ﴿٨٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ سے خطاب کر کے دو چیزوں کی ممانعت اور ایک چیز کا حکم دیا گیا ہے، ممانعت اس چیز کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کو ملنے والی سہولتوں، نعمتوں اور آسائشوں کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں، ان چیزوں کو بالکل اہمیت نہ دیں، اس کی پرواہ نہ کریں کہ انہیں یہ چیزیں ملی ہیں، آپ سے بڑھ کر کون جانتا ہے کہ یہ چیزیں عند اللہ مقبولیت اور فضیلت کا معیار نہیں ہیں، اور یہ کہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع انسان کو چند دن کیلئے دیا گیا ہے، اس کے بعد یہ سب چیزیں ان سے واپس لے لی جائیں گی، دوسری ممانعت اس چیز کی ہے کہ اگر کچھ لوگ مسلمان نہیں ہوتے تو ان کے غم میں اپنے آپ کو نہ گھلائیں، کیونکہ ان کے مسلمان نہ ہونے سے آپ کا کوئی نقصان نہ ہوگا، بلکہ پیغام پہنچانے کا ثواب اور بلند درجہ آپ کو مل جائیگا اور حکم اس چیز کا دیا گیا ہے کہ اہل ایمان کے ساتھ شفقت، مہربانی، ہمدردی اور رحم دلی کے ساتھ پیش آئیں جیسا کہ شروع سے ہی آپ کا مزاج رہا ہے، اس لیے کہ آپ کی خصوصی توجہات کے اولین مستحق یہی لوگ ہیں۔ ﴿٨٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو یہ اعلان کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے کہ میرا کام اللہ کے عذاب سے ڈرا دینا اور مستقبل کے احوال سے خبردار کر کے انجام سے آگاہ کر دینا ہے، میں بغیر کسی ابہام کے اپنی یہ ذمہ داری ادا کرتا رہا ہوں اور ادا کرتا رہوں گا، اس سے آگے میری ذمہ داری نہیں ہے کہ لوگوں کو اس کے ماننے پر مجبور بھی کروں اور ان سے اسے زبردستی=

عِضِينَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوا

عِضِينَ ﴿۹۱﴾	فَوَرَبِّكَ	لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ	أَجْمَعِينَ ﴿۹۲﴾	عَمَّا	كَانُوا
بوٹیاں	سو تیرے رب کی قسم	البتہ ضرور پوچھیں گے ہم ان سے	سب سے	اس سے جو	وہ تھے

بوٹیاں بنالی ہیں ۔ ۹۱ سو آپ کے رب کی قسم ! ہم اِن تمام لوگوں سے ضرور سوال کریں گے ۔ ۹۲ اُن کاموں کے

يَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾ الربع فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۴﴾

يَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾	فَاصْدَعْ	بِمَا	تُؤْمَرُ	وَ	أَعْرِضْ	عَنِ	الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۴﴾
عمل کرتے	سو کھول کر سنا دے	وہ جو	تجھے حکم دیا گیا	اور	منہ پھیر لے	سے	مشرکوں کے

متعلق جو وہ کرتے رہے ۔ ۹۳ سو آپ وہ باتیں کھول کر سنا دیجئے جن کا آپ کو حکم ہوا ہے اور مشرکین سے اعراض کیجئے ۔ ۹۴

إِنَّا كَفَيْنَٰكَ الْمُسْتَهْزِءِينَ ﴿۹۵﴾ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا

إِنَّا	كَفَيْنَٰكَ	الْمُسْتَهْزِءِينَ ﴿۹۵﴾	الَّذِينَ	يَجْعَلُونَ	مَعَ	اللَّهِ	إِلَٰهًا
بیشک ہم	کفایت کریں گے تیری	مذاق اڑانے والوں سے	جو لوگ	مقرر کرتے ہیں	ساتھ	اللہ کے	معبود

بیشک ہم مذاق اڑانے والوں سے آپ کی کفایت کریں گے ۔ ۹۵ جو کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود

ءَاخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ

ءَاخَرَ	فَسَوْفَ	يَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾	وَ	لَقَدْ	نَعْلَمُ	أَنَّكَ	يَضِيقُ
دوسرا	سو عنقریب	وہ جان لیں گے	اور	البتہ یقینا	ہم جانتے ہیں	کہ بیشک تو	تنگ ہوتا ہے

ٹھہراتے ہیں ، سو عنقریب وہ جان لیں گے ۔ ۹۶ اور یقینا ہم جانتے ہیں کہ آپ کا دل اُن باتوں سے

صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ

صَدْرُكَ	بِمَا	يَقُولُونَ ﴿۹۷﴾	فَسَبِّحْ	بِحَمْدِ	رَبِّكَ	وَ	كُن	مِّنَ
تیرا سینہ	اس سے جو	وہ کہتے ہیں	سو تسبیح کر	ساتھ تعریف کے	اپنے رب کی	اور	ہو جا	سے

تنگ ہوتا ہے جو یہ کرتے ہیں ۔ ۹۷ سو آپ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح بیان کیجئے اور سجدہ کرنے والوں

السَّٰجِدِينَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿۹۹﴾

السَّٰجِدِينَ ﴿۹۸﴾	وَاعْبُدْ	رَبَّكَ	حَتَّىٰ	يَأْتِيَكَ	الْيَقِينُ ﴿۹۹﴾
سجدہ کرنے والوں کے	اور عبادت کر	اپنے رب کی	یہاں تک کہ	آجائے تیرے پاس	یقین

میں سے ہو جایئے۔ ۹۸ اور اپنے رب کی عبادت کیجئے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے ۔ ۹۹

ع ۶ ۲۰ ۶

=منوا کر چھوڑوں، ہدایت دینا یا گمراہ کرنا اللہ کے اختیار میں ہے اور ماننا یا نہ ماننا بندوں کی مرضی ہے۔

۹۰ ۹۱ ان آیتوں میں "مقتسمین" کا لفظ قابل وضاحت ہے تاکہ دونوں آیتوں کا مفہوم خوب واضح ہوجائے، اس کا لفظی معنی "بانٹنے والے اور تقسیم کرنے والے" ہے، بعض مفسرین نے اس سے یہود و نصاریٰ مراد لئے ہیں اور بعض نے مشرکین مراد لیے ہیں، اگر یہود و نصاری مراد ہوں تو اس کا پس منظر یہ ہوگا کہ ان لوگوں نے کتاب اللہ کے مختلف حصے کر رکھے تھے، جو اُن کی مرضی کے موافق ہوتا، اس کی تعریف و تحسین اور تصدیق و تائید کرتے اور جو اُن کی مرضی کے خلاف ہوتا، اس پر بیہودہ اعتراض کرتے اور تکذیب و تردید پر کمربستہ ہوجاتے، گویا اس طرح انہوں نے قرآن کی بوٹیاں کر رکھی تھیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی پسند کی بوٹی لینا چاہتا تھا، جو بوٹی اپنی پسند کی نہ ہوتی، وہ اسے چھوڑ دیتے تھے، اس تفسیر میں "القرآن" سے قرآن کریم بھی مراد ہوسکتا ہے اور لفظی ولغوی معنی کے اعتبار سے سابقہ آسمانی کتابیں بھی مراد ہوسکتی ہیں، جن مفسرین نے "مقتسمین" کا مصداق مشرکین کو قرار دیا ہے، وہ اس کا پس منظر یہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ قرآن کریم پر ایمان لانے کی بجائے اس کا مذاق اڑاتے تھے، ان میں سے کوئی کہتا کہ میں بقرہ لوں گا، کوئی کہتا کہ میں مائدہ لوں گا، کوئی کہتا کہ تجھے عنکبوت دوں گا، اسی طرح کوئی قرآن کریم کو شعر و شاعری بتاتا، کوئی کہتا کہ یہ کاہنوں جیسا کلام ہے، کوئی کہتا کہ یہ جادو ہے، غرض ہر شخص اپنی بولی بولتا تھا، اس طرح ان لوگوں نے قرآن کریم کی بوٹیاں کر رکھی تھیں اور ان میں سے ہر شخص اپنی پسند کی بوٹی لے لیتا تھا، یہاں ان کی تردید کی گئی ہے۔ ۹۲ ۹۳ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ دشمنانِ دین جو کچھ کر رہے ہیں، ہم اس کے متعلق ان سے ضرور باز پرس کریں گے اور ان سے سوال جواب کریں گے، مطلب یہ کہ انہیں یونہی پوچھ گچھ کیے بغیر نہیں چھوڑ دیا جائیگا، یہاں قسم کھانے کا انداز بھی نرالا ہے، کہ مجھے آپ کے رب کی قسم! حالانکہ وہ تو سب کا رب ہے، لیکن جس انداز میں آپ کی تربیت ہوئی ہے، آپ اس کی حسن تربیت کا شاہکار ہیں، اس لیے قسم کی نسبت آپ کی طرف ہونی چاہیے۔ ۹۴ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ آپ کے پاس جو احکامات بھیجے گئے ہیں، انہیں ڈنکے کی چوٹ پر بیان کر دیجئے، ایسے کہ اگر باطل کے سر پر پڑے تو اس کا بھیجا پاش پاش ہوکر بکھر جائے، لفظ "اصدع" اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ مشرکین سے اعراض کیجئے، ان کی پرواہ نہ کیجئے اور پیغامِ حق کی ذمہ داری ادا کرکے آپ بری الذمہ ہوجایئے، اس غم میں مبتلا نہ ہوں کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ ۹۵ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ جتنے لوگ بھی مذاق اڑانے والے ہیں، ان کے شر سے ہم آپ کی کفایت کریں گے، خواہ وہ آپ کا مذاق اڑاتے ہوں یا آپ کے دین اور تعلیمات کا، آپ کی جگہ ہم ان سے بدلہ لیں گے اور آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ۹۶ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کو مذاق اڑانے والوں میں سے خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، اور دھمکی دی گئی ہے کہ عنقریب انہیں معلوم ہو جائیگا کہ پیغمبروں کا مذاق اڑانے کا کیا انجام اور نتیجہ ہوتا ہے۔ ۹۷ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ ہمیں معلوم ہے، ان کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے، طبیعت پر بوجھ آجاتا ہے اور آپ رنجیدہ ہوجاتے ہیں، ہم آپ کی ایک ایک کیفیت سے بخوبی واقف ہیں اس لیے آپ کے مزاج کے مطابق اس مسئلے کا حل آپ کو بتا دیتے ہیں، اس پر عمل کیجئے، آپ کی طبیعت کا رنج ختم ہوجائے گا، وہ حل اگلی=

آیاتها ١٢٨ — (١٦) سُورَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ (٧٠) — رکوعاتها ١٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

أَتَىٰٓ أَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ①

أَتَىٰٓ	أَمْرُ	اللّٰهِ	فَلَا	تَسْتَعْجِلُوهُ	سُبْحَانَهُ	وَ	تَعَالَىٰ	عَمَّا	يُشْرِكُونَ ①
آگیا	حکم	اللہ کا	سومت	جلدی طلب کرو تم اسے	پاک ہے وہ	اور	برتر	اس سے جو	وہ شرک کرتے ہیں

اللہ کا حکم آچکا ہے، سوتم اُسے جلدی طلب نہ کرو، وہ پاک اور برتر ہے اُن چیزوں سے جنہیں یہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ [1]

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ أَنْ

يُنَزِّلُ	الْمَلٰٓئِكَةَ	بِالرُّوحِ	مِنْ	أَمْرِهٖ	عَلٰى	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ	أَنْ
نازل کرتا ہے	فرشتوں کو	ساتھ روح کے	سے	اپنے حکم کے	پر	جسے	وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں کے	یہ کہ

وہ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے، فرشتوں کو روح کے ساتھ اتارتا ہے کہ آگاہ کردو کہ

أَنْذِرُوٓا أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاتَّقُونِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ

أَنْذِرُوٓا	أَنَّهٗ	لَآ	إِلٰهَ	إِلَّآ	أَنَا	فَاتَّقُونِ ②	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْأَرْضَ
ڈراؤتم	کہ بیشک وہ	نہیں	کوئی معبود	مگر	میں	سو مجھ سے ڈرو	پیدا کیا اس نے	آسمانوں کو	اور	زمین کو

میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، سو مجھ ہی سے ڈرو۔ [2] اُس نے آسمانوں اور زمین کو برحق

بِالْحَقِّ ۚ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ③ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَإِذَا

بِالْحَقِّ	تَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُونَ ③	خَلَقَ	الْإِنْسَانَ	مِنْ	نُّطْفَةٍ	فَإِذَا
برحق	برتر ہے وہ	اس سے جو	وہ شرک کرتے ہیں	پیدا کیا اس نے	انسان کو	سے	پانی کے قطرے کے	سو اچانک

پیدا کیا ہے، وہ اُن چیزوں سے برتر ہے جو یہ اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ [3] اُس نے انسان کو پانی کے ایک ناپاک قطرے سے پیدا کیا، پھر

هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ④ وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ

هُوَ	خَصِيمٌ	مُّبِينٌ ④	وَ	الْأَنْعَامَ	خَلَقَهَا	لَكُمْ	فِيهَا	دِفْءٌ
وہ	جھگڑنے والا	کھلم کھلا	اور	چوپایوں کو	اس نے پیدا کیا	تمہارے لئے	اسمیں	سردی دور کرنا

وہی کھلم کھلا جھگڑنے والا ہو گیا۔ [4] اور جانوروں کو اُس نے پیدا کیا، تمہارے لئے اُن میں سردی دور کرنے کے اسباب

= دو آیتوں میں ہے۔ [98] [99] ان دونوں آیتوں میں رسول اکرم ﷺ کو تادمِ وصال تین نکاتی لائحہ عمل دیا گیا ہے جس پر پابندی کرنے سے طبیعت کا بوجھ اور سینے کی تنگی دور ہو جاتی ہے، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تحمید و تسبیح کو اپنا مستقل معمول بنا لیں، دوسرا یہ کہ سجدہ کر کے حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا اہتمام کیجئے، اور تیسرا یہ کہ خود کو اپنے رب کی عبادت میں مشغول رکھیں، خواہ وہ جسمانی ہو، ذہنی ہو، قلبی ہو، مالی ہو یا علمی ہو، یہی چیزیں آپ کی طبیعت میں انشراح پیدا کر سکتی ہیں، سو ان کا اہتمام تادمِ وصال فرماتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس تین نکاتی لائحہ عمل پر پابندی نصیب فرمائے، الحمد للہ! آج مؤرخہ ١٩ اپریل ٢٠١٨ء بروز جمعرات سورۂ حجر کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، امید ہے کہ جلد ہی اگلی سورت پر کام شروع ہوگا، انشاء اللہ

سورة النحل

سورۂ نحل مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٧٧٠٧، کلمات ١٨٤١، آیات ١٢٨ اور رکوعات ١٦ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ٦٨ میں "النحل" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ نحل رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی شہد کی مکھی ہے، اگر انسان غور کرے تو شہد کی مکھی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی پائی جاتی ہے، شہد کی مکھی پہاڑوں، درختوں اور مکانوں میں اپنا چھتہ تیار کرتی ہے، اس چھتے کے چھ کونے ہوتے ہیں جو کہ علم ہندسہ کی اصطلاح میں "مسدس" کہلاتے ہیں، یہ سب کونے آپس میں برابر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اس چھتے میں کہیں کوئی جگہ خالی نہیں رہتی، شہد کی مکھیاں نہایت نظم و ضبط کے ساتھ شہد تیار کرتی ہیں، ان کے سردار کو "یعسوب" کہا جاتا ہے، وہ ہر آنے والی مکھی کے متعلق پہلے یہ تسلی کرتی ہے کہ کہیں یہ کسی زہریلے پھل یا پھول کو چوس کر تو نہیں آئی اور جب تک اسے تسلی نہ ہو جائے، اُس وقت تک وہ اسے شہد بنانے کے عمل میں شریک نہیں کرتی، اتنے اہتمام کے بعد شہد تیار ہوتا ہے اور انسان اسے اپنی ضرورت کے مواقع پر استعمال کرتا ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان کرنا ہے اور یہ نشانیاں جا بجا بکھری ہوئی ہیں، جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔

[1] اس آیت میں "اللہ کے حکم" سے مراد ہر وہ معاملہ ہے جس کا تعلق مستقبل سے ہو اور حق تعالیٰ نے پہلے ہی اس سے آگاہ کر دیا ہو، یوں سمجھنا چاہیے کہ وہ وقوع پذیر ہو گیا ہے، اسے جلدی طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ جس چیز کا جو وقت مقرر کیا گیا ہے، وہ اسی وقت پر رونما ہوگی اور جس کا فیصلہ ہو چکا ہے، گویا کہ وہ فیصلہ نافذ ہو چکا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کوئی نہیں ٹال سکتا۔ [2] اس آیتِ مبارکہ میں "روح" سے مراد "وحی" ہے اور "فرشتوں" سے مراد جبریل امین اور وہ فرشتے ہیں جو وحی لیکر اترتے تھے، اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، جبریل امین اور دیگر فرشتوں کے ذریعے اپنی وحی نازل کر دیتا ہے، اس میں ان منتخب بندوں کا کوئی اختیار ہوتا ہے اور نہ ہی فرشتوں کا، یہ انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے، اس انتخاب کا منشا یہ ہوتا ہے کہ وہ عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا سبق دیں اور تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دیں، ان کے مستقبل کے حوالے سے یہی ان کے حق میں بہتر ہے۔ [3] اس آیتِ مبارکہ میں زمین و آسمان کی تخلیق حکمت کے تحت کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے، اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ آسمان و زمین کا اتنا بڑا نظام کسی حکمت کے بغیر کھڑا کر دے اور اس کی تخلیق میں کوئی مقصد کارفرما نہ ہو؟

وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ

وَ	مَنَافِعُ	وَ	مِنْهَا	تَاْكُلُوْنَ۝	وَ	لَكُمْ	فِيْهَا	جَمَالٌ	حِيْنَ	تُرِيْحُوْنَ
اور	بہت سے فائدے	اور	اس سے	تم کھاتے ہو	اور	تمہارے لئے	اسمیں	خوبصورتی	جس وقت	تم شام کو چرا کر لاتے ہو

اور دیگر منافع ہیں اور اُن میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ ۵ اور وہ تمہارے لئے باعثِ جمال بھی ہیں جب تم انہیں شام کو چرا کر لاتے

وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا

وَ	حِيْنَ	تَسْرَحُوْنَ۝	وَ	تَحْمِلُ	اَثْقَالَكُمْ	اِلٰى	بَلَدٍ	لَّمْ	تَكُوْنُوْا
اور	جس وقت	تم چرانے لیجاتے ہو	اور	اٹھاتے ہیں وہ	تمہارے بوجھ	تک	شہر کے	نہیں	تھے تم

اور جب چرانے لیجاتے ہو۔ ۶ اور وہ تمہارے بوجھ شہر تک اٹھا کر لیجاتے ہیں، جہاں تم اپنی جانوں کو

بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ وَّالْخَيْلَ

بٰلِغِيْهِ	اِلَّا	بِشِقِّ	الْاَنْفُسِ	اِنَّ	رَبَّكُمْ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ۝	وَّالْخَيْلَ
اسے پہنچنے والے	مگر	ساتھ مشقت کے	جانوں کے	بیشک	تمہارا رب	البتہ بہت شفیق	نہایت مہربان	اور گھوڑے

مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے، بیشک تمہارا رب بہت شفیق، نہایت مہربان ہے۔ ۷ اور گھوڑے،

وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸

وَالْبِغَالَ	وَالْحَمِيْرَ	لِتَرْكَبُوْهَا	وَزِيْنَةً	وَ	يَخْلُقُ	مَا لَا	تَعْلَمُوْنَ۝
اور خچر	اور گدھے	تاکہ تم ان پر سواری کرو	اور باعث زینت	اور	پیدا کرتا ہے	جو نہیں	تم جانتے

خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم اُن پر سواری کرو اور وہ باعث زینت ہوں، اور اللہ وہ چیزیں پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ ۸

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَاۗىِٕرٌ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ لَهَدٰىكُمْ

وَ	عَلَى	اللّٰهِ	قَصْدُ	السَّبِيْلِ	وَ	مِنْهَا	جَاۗىِٕرٌ	وَ	لَوْ	شَاۗءَ	لَهَدٰىكُمْ
اور	پر	اللہ کے	سیدھا	راستہ	اور	اسمیں سے	ٹیڑھا	اور	اگر	وہ چاہتا	البتہ تمہیں ہدایت دیتا

اور اللہ تک ہی سیدھی راہ پہنچتی ہے، اور کچھ راستے ٹیڑھے بھی ہیں، اگر اُس کی مشیت ہوتی تو وہ تم سب کو ہی

اَجْمَعِيْنَ ۝۹ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ

اَجْمَعِيْنَ۝	هُوَ	الَّذِيْٓ	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَاۗءِ	مَاۗءً	لَّكُمْ	مِّنْهُ	شَرَابٌ
سب کو	وہ	وہی جو	اتارا اُس نے	سے	آسمان کے	پانی	تمہارے لئے	اسمیں سے	پینا

ہدایت دے دیتا۔ ۹ اللہ وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی اتارا، اُسی سے پینا ہوتا ہے

ع ۹ ۱

۴ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ابتدائی مرحلہ اور اس کے غرور و تکبر کا آخری نکتہ بیان کیا ہے، کہ انسان اپنی تخلیق کو بھول جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے پانی کے ایک ناپاک قطرے سے پیدا کیا، اس قطرے کو پانی میں بہا دیا جائے تو ضائع ہو جاتا ہے، اسے اس کے صحیح مقام پر نہ رکھا جائے تو وہ صرف ایک لیس دار مادہ ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، اگر صحیح مقام پر رکھا جائے لیکن حق تعالیٰ کا ارادہ اور حکم نہ ہو، تب بھی وہ صرف پانی کا ایک قطرہ ہے، جو اچھل کر نکلا اور مرد کی تسکین ہو گئی لیکن وہ اولاد کا ذریعہ نہ بن سکا، خواہ اس ریہرسل پر انسان چالیس پچاس سال لگا دے، لیکن جب یہی قطرہ اللہ کے حکم سے ایک جیتے جاگتے انسان کی شکل میں تبدیل ہوتا ہے، شکم مادر سے وجود لیکر دنیا میں آتا ہے، پلتا بڑھتا اور جوان ہوتا ہے تو اللہ کے سامنے سینہ پھلا کر کھڑا ہو جاتا ہے، اس سے مقابلہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، پیغمبروں کو للکارتا ہے کہ جس عذاب کی دھمکی تم دیتے ہو، وہ عذاب لیکر آؤ، کیا جس انسان کی وہ ابتداء ہو، اس کی یہ انتہا ہونی چاہیے؟

۵ اس آیت مبارکہ میں جانوروں کی تخلیق کو اللہ کی نعمت قرار دیکر اس کے اجمالی اور تفصیلی فوائد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اجمالی طور پر تو یہی کہ ہر جانور اپنی ذات میں کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور رکھتا ہے اور اس کے جسم کے مختلف اعضاء مختلف ضروریات میں کام آتے ہیں، اور تفصیلی یہ کہ بعض جانوروں کی کھالوں سے ایسے لباس وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں جو سردی دور کرنے میں مدد دیتے ہیں، اسی ضمن میں وہ تمام چیزیں بھی شامل ہو جاتی ہیں جو کسی بھی طرح سردی دور کرنے میں معاون ہو سکتی ہیں مثلاً خیمے، کمبل اور جوتے وغیرہ، اسی طرح بعض جانوروں کو کھانا حلال ہے، سو انسان ان سے اپنی غذائی ضروریات پوری کرتا ہے، لیکن چونکہ سارے جانور انسان کیلئے حلال نہیں ہیں، اس لیے آیت مبارکہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو"۔ ۶ اس آیت مبارکہ میں ایک اور پہلو سے جانوروں کا اللہ کی نعمت ہونا بیان کیا گیا ہے تاکہ انسان اس پہلو سے بھی اللہ کا شکر ادا کرے کہ جس وقت کسی شخص کے جانور چرنے کیلئے چراگاہ جا رہے ہوں، یا شام کے وقت وہاں سے واپس آ رہے ہوں تو ہر شخص کی نگاہ ان پر پڑتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ جانوروں کا اتنا بڑا ریوڑ کس کا ہے؟ اُس وقت ان کا مالک خوشی سے سرشار ہو جاتا ہے اور اسے ایک اندرونی مسرت حاصل ہوتی ہے، یوں بھی قطار اندر قطار بکریوں، گایوں اور اونٹوں بیلوں کا منظر مالک کی اپنی نگاہوں میں بڑا خوش کن ہوتا ہے اور وہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھ رہا ہوتا ہے، لہٰذا اس پر اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ ۷ اس آیت مبارکہ میں جانوروں کا ایک اور فائدہ بخش پہلو ذکر کیا گیا ہے کہ یہ انسان کیلئے بار برداری کا کام کرتے ہیں، وہ بھاری بھرکم سامان اور بوجھل اشیاء جنہیں لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا انسان کیلئے آسان کام نہیں، وہ بوجھ یہ جانور اپنی پیٹھ پر لاد کر بآسانی منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں اور آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی ان کی افادیت اسی طرح باقی ہے۔ ۸ اس آیت مبارکہ میں چند جانوروں کے نام لیکر اللہ کی نعمت اور احسان کا حوالہ دیا گیا ہے، یہ وہ جانور ہیں جنہیں انسان سواری کے طور پر بھی استعمال کرتا ہے اور وہ انسان کیلئے باعث زینت بھی ہوتے ہیں، چنانچہ گھوڑا، گدھا اور خچر، ان تینوں میں سے ہر ایک یہ دونوں مقصد بطریق احسن پورے کرتا ہے، یاد رہے کہ یہاں گدھے سے مراد وہ مریل سا گدھا نہیں ہے جسے کسی ریڑھے کے آگے جوتا جاتا ہے اور بسا اوقات بوجھ کے اضافے سے اس کی اگلی ٹانگیں اوپر اٹھ جاتی ہیں، بلکہ اس سے مراد عرب کا وہ گدھا ہے جو گھوڑے کی طرح خوبصورت، مضبوط اور سواری کے قابل جانور ہوتا ہے، یہ جانور انسان کی شان بھی بڑھاتے ہیں اور اس کی سواری کے کام بھی =

وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ⑩ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ

وَ	مِنْهُ	شَجَرٌ	فِيْهِ	تُسِيْمُوْنَ ⑩	يُنْۢبِتُ	لَكُمْ	بِهِ	الزَّرْعَ	وَالزَّيْتُوْنَ
اور	اس سے	درخت	اسمیں	تم چراتے ہو	وہ اگاتا ہے	تمہارے لئے	اس کے ذریعے	فصلیں	اور زیتون

اور اسی سے درخت اگتے ہیں جن میں تم جانوروں کو چراتے ہو ۔ ⑩ اللہ اُس کے ذریعے تمہارے لئے فصلیں

وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

وَالنَّخِيْلَ	وَالْاَعْنَابَ	وَ	مِنْ	كُلِّ	الثَّمَرٰتِ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّقَوْمٍ
اور کھجوریں	اور انگور	اور	سے	ہر ایک	پھلوں کے	بیشک	بیچ	وہ	البتہ نشانی	ان لوگوں کیلئے جو

زیتون ، کھجور ، انگور اور ہر طرح کے پھل اگاتا ہے ، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانی ہے جو

يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ

يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪	وَ	سَخَّرَ	لَكُمُ	الَّيْلَ	وَ	النَّهَارَ	وَ	الشَّمْسَ	وَ	الْقَمَرَ
غوروفکر کرتے ہیں	اور	تابع فرمان کردیا اس نے	تمہارے لئے	رات کو	اور	دن کو	اور	سورج کو	اور	چاند کو

غور و فکر کرتے ہیں ۔ ⑪ اور اُسی نے تمہارے لئے رات اور دن ، سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ،

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

وَ	النُّجُوْمُ	مُسَخَّرٰتٌ	بِاَمْرِهٖ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ
اور	ستارے	تابع کیے گئے	اس کے حکم سے	بیشک	بیچ	وہ	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو

اور ستارے بھی اُس کے حکم سے مسخر ہوگئے ہیں ، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو

يَّعْقِلُوْنَ ⑫ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ

يَّعْقِلُوْنَ ⑫	وَ	مَا	ذَرَاَ	لَكُمْ	فِي	الْاَرْضِ	مُخْتَلِفًا	اَلْوَانُهٗ	اِنَّ	فِيْ
عقل رکھتے ہوں	اور	جو	بکھیرا اس نے	تمہارے لئے	بیچ	زمین کے	جدا جدا	اس کے رنگ	بیشک	بیچ

عقل رکھتے ہیں ۔ ⑫ اور مختلف رنگوں کی وہ چیزیں جو اُس نے زمین میں تمہارے لئے بکھیری ہیں ، بیشک

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ⑬ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا

ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّقَوْمٍ	يَّذَّكَّرُوْنَ ⑬	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	سَخَّرَ	الْبَحْرَ	لِتَاْكُلُوْا
وہ	البتہ نشانی	ان لوگوں کیلئے جو	نصیحت حاصل کرتے ہیں	اور	وہ	وہی جو	تابع فرمان کردیا اُس نے	سمندر کو	تاکہ تم کھاؤ

اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانی ہے جو نصیحت پکڑتے ہیں ۔ ⑬ اور اللہ وہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تا کہ تم اُس میں سے

= آتے ہیں ، چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کا گھوڑا نہایت اصیل اور خوبصورت ہے ، اس کے علاوہ آیت کے آخری جملے میں حال اور مستقبل کی ان تمام سواریوں اور ایجادات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے انسان حال میں فائدہ اٹھا رہا ہے یا مستقبل میں ان کی ایجاد لوگوں کیلئے نفع بخش ثابت ہوگی ۔ ⑨ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ تک پہنچنے والے راستے کو معتدل ، صاف ستھرا اور بالکل ہموار قرار دیا گیا ہے ، اس میں کوئی موڑ اور بھول بھلیاں نہیں ہیں ، جو شخص اس راستے پر چلتا ہے ، یقیناً وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے ، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا میں صرف ایک ہی شاہراہ ہے ، بلکہ اس کے علاوہ اور راستے بھی ہیں جو پیچ دار ، ناہموار اور بھول بھلیوں پر مشتمل ہیں ، ایسے راستے انسان کو اس کی منزلِ مقصود سے دور لیجا کر پھینک دیتے ہیں ، ظاہر ہے کہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر بہت سے لوگ اس راستے پر چل بھی پڑتے ہیں ، اگر ایسا نہ ہو تو اس کا مطلب ساری دنیا کے انسانوں کا نیک ، پرہیز گار اور جنتی ہونا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف ہے جیسا کہ آٹھویں پارے میں ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں ۔ ⑩ اس آیتِ مبارکہ میں آسمان سے پانی اتارے جانے کا ذکر کیا گیا ہے ، آسمان سے اس کا حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتا ہے اور " بادل " بھی مراد ہو سکتا ہے ، یہاں پانی اتارے جانے کے دو فائدے بھی بیان کیے گئے ہیں ، ایک تو یہ کہ انسان اس سے اپنی پیاس بجھاتا ہے اور یہ انسان کے مشروبات میں سب سے گراں قدر اور قیمتی مشروب ہے ، اگر پانی میسر نہ ہو تو دنیا بھر کے مشروبات جمع ہو کر بھی پانی کی نیابت نہیں کر سکتے ، دوسرا فائدہ یہ کہ پانی سے ہی درختوں کی نشوونما ہوتی ہے ، وہ پھولتے پھلتے اور بڑھتے ہیں اور وہاں سے انسانوں کے علاوہ جانوروں کا چارہ پیدا ہوتا ہے ، گویا پانی ہی میں ہر زندہ مخلوق کی بقا کا سامان رکھا گیا ہے ، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ پانی زندگی ہے ۔ ⑪ اس آیتِ مبارکہ میں پانی کے ذریعے اگائی جانے والی بعض چیزوں کا نام لیکر ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد اجمالی طور پر اتنا کہہ دیا گیا ہے کہ ہر قسم کے میووں اور پھلوں کی نشوونما پانی کے ذریعے ہی ہوتی ہے ، جن چیزوں کا یہاں نام لیا گیا ہے ، ان کی اہمیت اور نباتات میں ان کی افادیت ثابت ہوتی ہے ، اور غور و فکر کرنے والے ان نباتات کو دیکھ کر حق تعالیٰ کی قدرت پر استدلال کرتے اور اس کی وحدانیت اور کاریگری کا یقین اپنے دلوں میں موجزن کرتے ہیں ۔ ⑫ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کی خدمت کیلئے رات دن ، سورج ، چاند اور ستاروں کو مسخر کرنے کا ذکر کیا گیا ہے ، ان تمام مخلوقات کو انسان کیلئے مسخر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کو ان میں تصرف کرنے اور ان پر حکم چلانے کا اختیار دیدیا گیا ہے اور یہ تمام مخلوقات انسانی حکم کے تابع ہوگئی ہیں ، کیونکہ اگر ایسا ہو جائے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے ، بلکہ مسخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ تمام مخلوقات اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے انسان کی خدمت اور کام میں مصروف ہیں ، انسان ان سے فائدہ اٹھا رہا ہے ، سورج کی گرمی ، چاند کی ٹھنڈی چاندنی ، رات کی تاریکی ، دن کا اجالا اور ستاروں کی روشنی انسان ہی کیلئے تو ہے ، پھر انسان اپنی تخلیق کے مقصد کو کیوں فراموش کر دیتا ہے ۔ ⑬ اس آیتِ مبارکہ میں ان تمام چیزوں کو انسان کا خادم قرار دیا گیا ہے جو زمین میں بکھری ہوئی ہیں ، ان کے رنگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور نہ شکل و صورت ، ان میں سے ہر ایک کا فائدہ دوسرے سے جدا اور حقیقت و ماہیت دوسرے سے مختلف ہے ، آخر وہ کون سی ہستی ہے جس نے زمین پر بکھری ہوئی ساری مخلوقات کو انسان کی خدمت اور کام پر لگا دیا ؟ اسی ہستی کا نام اللہ ہے ۔

مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى

مِنْهُ	لَحْمًا	طَرِيًّا	وَّ	تَسْتَخْرِجُوْا	مِنْهُ	حِلْيَةً	تَلْبَسُوْنَهَا ۚ	وَ	تَرَى
اس سے	گوشت	تازہ	اور	نکالو تم	اس سے	زیور	تم انہیں پہنتے ہو	اور	تو دیکھتا ہے

تازہ گوشت کھاؤ ، اور اس میں سے زیورات نکالو جو تم پہنتے ہو ، اور آپ اس میں کشتیوں کو

الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٤﴾

الْفُلْكَ	مَوَاخِرَ	فِيْهِ	وَلِتَبْتَغُوْا	مِنْ	فَضْلِهٖ	وَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ۝
کشتیوں کو	پانی کو پھاڑنے والی	اسمیں	اور تاکہ تم تلاش کرو	سے	اس کا فضل	اور	تاکہ تم	شکر کرو

دیکھیں گے کہ وہ پانی کو پھاڑتے ہوئے چل رہی ہیں ، اور تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو ، اور تاکہ تم شکر کرو۔ ﴿١٤﴾

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ

وَ	اَلْقٰى	فِي	الْاَرْضِ	رَوَاسِيَ	اَنْ	تَمِيْدَ	بِكُمْ	وَ	اَنْهٰرًا	وَّ	سُبُلًا	لَّعَلَّكُمْ
اور	رکھ دیئے اس نے	بیچ	زمین کے	پہاڑ	یہ کہ	ہلنے لگے	ساتھ تمہارے	اور	نہریں	اور	راستے	تاکہ تم

اور اُس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے تا کہ وہ تمھیں لیکر ڈانواں ڈول نہ ہو ، اور نہریں اور راستے بنائے تا کہ تم

تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥﴾ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿١٦﴾ اَفَمَنْ

تَهْتَدُوْنَ ۝	وَ	عَلٰمٰتٍ ۭ	وَ	بِالنَّجْمِ	هُمْ	يَهْتَدُوْنَ ۝	اَفَمَنْ
راستہ حاصل کرو	اور	نشانیاں	اور	ستاروں سے	وہ	راستہ حاصل کرتے ہیں	تو کیا جو کوئی

راستہ حاصل کر لو۔ ﴿١٥﴾ اور نشانیاں مقرر کیں ، اور ستاروں کے ذریعے بھی لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں ۔ ﴿١٦﴾ بھلا جو

يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٧﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

يَّخْلُقُ	كَمَنْ	لَّا	يَخْلُقُ ۭ	اَفَلَا	تَذَكَّرُوْنَ ۝	وَ	اِنْ	تَعُدُّوْا	نِعْمَةَ	اللّٰهِ
پیدا کرتا ہے	جیسے وہ جو	نہیں	پیدا کرتا	تو کیا نہیں	تم سوچتے	اور	اگر	تم شمار کرو	احسان	اللہ کے

پیدا کرتا ہے ، وہ اُس کی طرح ہوسکتا ہے جو پیدا نہیں کرتا ، کیا تم سوچتے نہیں ہو؟ ﴿١٧﴾ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو

لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٨﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

لَا	تُحْصُوْهَا ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	تُسِرُّوْنَ
نہیں	شمار کرسکو گے تم اسے	بیشک	اللہ	البتہ بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	اللہ	جانتا ہے	وہ جو	تم چھپاتے ہو

تو انہیں شمار نہ کر سکو گے ، بیشک اللہ بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ﴿١٨﴾ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو

﴿١٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں سمندر اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سمندر سے انسانی خوراک کیلئے مچھلی اور زیبائش و آرائش کیلئے مختلف قسم کے قیمتی موتی اور جواہرات نکال کر صحیح سلامت واپس آجانا انسان کا کمال نہیں ہوسکتا، یقیناً یہ حق تعالیٰ کا انعام اور اس کی مہربانی ہے کہ انسان کو ان چیزوں تک رسائی بھی دی اور اس کی جان و مال کی حفاظت بھی فرمائی، اسی طرح سمندری جہاز بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، انسان کی قدرت میں نہیں ہے کہ اتنے بڑے جہاز کو سمندر میں ڈوبنے سے بچاسکے اور بحفاظت منزل مقصود تک پہنچانے کا کوئی انتظام کرسکے، اس سمندری سفر کے ذریعے انسان مختلف ملکوں کا رزق سمیٹ کر اپنے وطن اور اپنے گھر میں لے آتا ہے، یہ سب نعمتیں انسان سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ ان پر اللہ کا شکر ادا کرے تاکہ اس کی نعمتوں میں مزید اضافہ ہو۔

﴿١٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں پہاڑوں، ندی نالوں، نہروں اور مختلف راستوں کو اللہ کی نعمت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، پہاڑوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے زمین کے ڈانواں ڈول ہونے کو قابو کیا، ندی نالوں اور نہروں کے ذریعے انسان کی سیرابی اور پانی کو محفوظ کرنے کا انتظام کیا اور مختلف راستے بنا کر انسان کیلئے سفر کی مشکلات کو دور اور کم کرنے کا انتظام کیا، کیا کبھی انسان نے سوچا کہ یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں؟

﴿١٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مزید دو نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر مختلف قسم کی علامتیں اور نشانیاں مقرر کردی ہیں، لوگ ان نشانیوں کو دیکھ کر راستے کے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ کرلیتے ہیں، یہ علامتیں قدرتی اور فطری چیزیں بھی ہوسکتی ہیں مثلاً درخت، پہاڑی، چشمے، ٹیلے، جنگل، صحراء اور مصنوعی چیزیں بھی ہوسکتی ہیں، دوسری چیز ستارے ہیں، ان کے ذریعے لوگوں کے بہت سے فوائد وابستہ ہیں جن میں سے یہاں صرف ایک اہم فائدہ بیان کیا گیا ہے یعنی راستے کی تلاش، آج بھی بہت سے لوگ ستاروں کی چال اور جگہ دیکھ کر صحیح راستے کی نشاندہی کردیتے ہیں اور وہ بتادیتے ہیں کہ اگر مسافر اس ستارے کی سمت رخ کر کے سفر کرتا رہے تو وہ فلاں ملک یا علاقے میں پہنچ جائیگا اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ ﴿١٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کو سوچنے کی دعوت دی گئی ہے اور اس کے سامنے ایک سوال رکھا گیا ہے کہ کیا خالق اور غیر خالق آپس میں برابر ہوسکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انسان کو کیا ہوا کہ اس نے ایک عظیم خالق کو چھوڑ کر ان جھوٹے، تراشیدہ بتوں اور مجسموں کو پوجنا شروع کردیا جو صرف ایک مکھی اور مچھر تک پیدا نہیں کرسکتے؟ افسوس ہے انسان کی عقل پر۔

﴿١٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی نعمتوں کا لامتناہی ہونا بیان کیا گیا ہے کیونکہ اوپر جن نعمتوں کا بیان ہوا ہے، ان میں سے بہت سی چیزوں کے متعلق تو عام لوگوں کے ذہن میں کبھی خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ یہ کوئی نعمت ہے، حالانکہ حقیقت میں ان میں سے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان ان نعمتوں کو شمار ہی کرسکے؟ اور جب شمار نہیں کرسکتا تو ان پر شکر کیونکر ادا کرسکتا ہے؟ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ہی ادا نہ کرے، کم از کم درجے میں اتنا تو کہہ سکتا ہے کہ پروردگار! جتنی تیری نعمتیں، اتنا میری طرف سے تیرا شکر، امید ہے کہ اس جملے میں تمام نعمتوں کا شکر شامل ہوجائے گا اور انسان حق تعالیٰ کے شکر گزار بندوں کی فہرست میں آجائے گا اور جب کسی خاص نعمت سے فائدہ اُٹھائے تو خصوصی طور پر اس کا شکر ادا کردے۔

وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا يَخۡلُقُوۡنَ

وَ	مَا	تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۱۹﴾	وَ	الَّذِيۡنَ	يَدۡعُوۡنَ	مِنۡ	دُوۡنِ	اللّٰهِ	لَا	يَخۡلُقُوۡنَ
اور	جو کچھ	تم ظاہر کرتے ہو	اور	جو لوگ	پکارتے ہیں	سے	علاوہ	اللہ کے	نہیں	پیدا کر سکتے وہ

اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ۔ ﴿۱۹﴾ اور جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں ، وہ کچھ بھی پیدا نہیں

شَيۡـًٔا وَّهُمۡ يُخۡلَقُوۡنَ ﴿۲۰﴾ اَمۡوَاتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ ۚ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ۙ

شَيۡـًٔا	وَّ	هُمۡ	يُخۡلَقُوۡنَ ﴿۲۰﴾	اَمۡوَاتٌ	غَيۡرُ	اَحۡيَآءٍ ۚ	وَ	مَا	يَشۡعُرُوۡنَ ۙ
کچھ بھی	اور	وہ	پیدا کئے گئے ہیں	مردے	نہیں	زندے	اور	نہیں	سمجھتے وہ

کر سکتے ، وہ تو خود مخلوق ہیں ۔ ﴿۲۰﴾ وہ مُردے ہیں ، جن میں جان ہی نہیں ہے ، اور وہ جانتے ہی نہیں

اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ

اَيَّانَ	يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾	اِلٰهُكُمۡ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ ۚ	فَالَّذِيۡنَ	لَا	يُؤۡمِنُوۡنَ
کب	دوبارہ اٹھائے جائیں گے	تمہارا معبود	معبود	ایک	سو جو لوگ	نہیں	ایمان لاتے

کہ انہیں کب دوبارہ زندہ کیا جائیگا۔ ﴿۲۱﴾ تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے ، سو جو لوگ آخرت پر ایمان

بِالۡاٰخِرَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡكِرَةٌ وَّهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ

بِالۡاٰخِرَةِ	قُلُوۡبُهُمۡ	مُّنۡكِرَةٌ	وَّ	هُمۡ	مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۲۲﴾	لَا	جَرَمَ	اَنَّ	اللّٰهَ
آخرت پر	دل ان کے	انکار کرنے والے	اور	وہ	تکبر کرنے والے	نہیں	کوئی شک	کہ بیشک	اللہ

نہیں لاتے ، اُن کے دل انکار کرنے والے ہیں اور وہ خود متکبر ہیں ۔ ﴿۲۲﴾ کوئی شک نہیں کہ اللہ

يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡتَكۡبِرِيۡنَ ﴿۲۳﴾

يَعۡلَمُ	مَا	يُسِرُّوۡنَ	وَ	مَا	يُعۡلِنُوۡنَ ؕ	اِنَّهٗ	لَا	يُحِبُّ	الۡمُسۡتَكۡبِرِيۡنَ ﴿۲۳﴾
جانتا ہے	وہ جو	چھپاتے ہیں	اور	وہ جو	ظاہر کرتے ہیں	بیشک وہ	نہیں	پسند کرتا	تکبر کرنے والوں کو

جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ، بیشک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔ ﴿۲۳﴾

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ مَّاذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّكُمۡ ۙ قَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۙ ﴿۲۴﴾

وَ	اِذَا	قِيۡلَ	لَهُمۡ	مَّاذَاۤ	اَنۡزَلَ	رَبُّكُمۡ ۙ	قَالُوۡۤا	اَسَاطِيۡرُ	الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۲۴﴾
اور	جب	کہا جاتا ہے	ان سے	کیا ہے وہ جو	نازل کیا	تمہارے رب نے	کہتے ہیں وہ	کہانیاں	پہلوں کی

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے ؟ تو کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ۔ ﴿۲۴﴾

ع ۲ ۱۲ ۸

﴿۱۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علمِ کامل کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ اس کیلئے ظاہر اور باطن کوئی معنی نہیں رکھتا ، وہ جس طرح ہر ظاہر کو جانتا ہے ، اسی طرح ہر پوشیدہ اور باطنی امر کو بھی بخوبی جانتا ہے ، سو اُس کے علم سے شکر گزاروں کا شکر اور ناشکروں کی ناشکری بھی مخفی نہیں ہے۔

﴿۲۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کی نادانی اور کم عقلی بیان کی گئی ہے کہ وہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی پوجا کر رہے ہیں ، بھلا جو خود مخلوق ہو ، پیدائش کے ہر مرحلے میں محتاج ہو اور خالق کے حکم کے بغیر وجود میں نہ آسکتا ہو ، وہ عبادت اور پکارے جانے کے قابل کیونکر ہو سکتا ہے؟

﴿۲۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نہایت تاکید کے ساتھ مشرکوں اور بت پرستوں کے معبودوں کی بے بسی ظاہر کی گئی ہے کہ وہ تو خود بے جان ہیں ، کیا یہ بے جان مجسمے عبادت کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ جن بزرگوں اور جاندار لوگوں کی پوجا کی گئی ہے وہ بھی موت کے چنگل سے بچ کر کہیں نہیں بھاگ سکتے ، کیا موت کے ہاتھوں زیر ہوجانے والے عبادت کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ جن لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ انہیں کب زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جائیگا ، کیا ایسے جاہل لوگ الوہیت کے مقام پر فائز ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں ، تو پھر عبادت صرف ایک معبود کی ہونی چاہیے جس کا ذکر اگلی آیت میں آیا ہے۔

﴿۲۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نہایت واضح لفظوں میں معبودِ حقیقی کے واحد و یکتا ہونے کا اعلان کیا گیا ہے اور منکرینِ آخرت کی دو خامیاں بیان کی گئی ہیں ، پہلی یہ کہ ان کے دلوں میں انکار جما ہوا ہے ، اس لیے وہاں اقرار کی گنجائش ہی نہیں ہے اور دوسری یہ کہ وہ غرور و تکبر میں مبتلا ہیں ، ظاہر ہے کہ جب انسان غرور و تکبر کے مرض میں مبتلا ہو جائے تو اسے اپنے علاوہ تمام لوگ حقیر اور کم تر دکھائی دیتے ہیں ، یہیں سے شیطان انہیں اپنا بھائی بنالیتا ہے اور وہ ''انا ربکم الاعلی'' کا نعرہ لگا دیتے ہیں ، جس کا انجام غرقابی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔

﴿۲۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر آیت نمبر ۱۹ سے ملتے جلتے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے علمِ کامل کا حوالہ دیکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تکبر کرنے والے لوگ پسند نہیں ہیں ، غالباً دوسری مرتبہ اللہ تعالیٰ کے علمِ کامل کا حوالہ دہرانے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کا تکبر ان کے الفاظ اور انداز سے واضح ہوتا ہے اور بعض لوگوں کے تکبر پر عاجزی اور بردباری کا نمائشی اور عارضی پردہ پڑا ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کی اصل حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں لیکن اللہ ان کی اندرونی اور باطنی کیفیت سے بھی واقف ہے۔

﴿۲۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کے متعلق متکبر لوگوں کی متکبرانہ سوچ اور رائے بیان کی گئی ہے کہ وہ اسے پہلے لوگوں اور سابقہ اقوام کے قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں ، ان نادانوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اوّل تو قرآن کریم میں صرف واقعات نہیں ہیں ، بے شمار احکام و امثال بھی موجود ہیں ، اور ثانیاً یہ کہ جو واقعات گزشتہ اقوام کے بیان کیے گئے ہیں ، نہ تو ان میں داستان یا افسانے کا رنگ ہے اور نہ ہی وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکالنے کیلئے بیان کیے گئے ہیں ، ان میں نہ تو مبالغہ آرائی ہے اور نہ ہی خلافِ حقیقت کوئی اضافہ ، یہ واقعات تو عبرت پذیری کیلئے بیان کیے گئے ہیں ، جنہیں متکبرانہ مزاج رکھنے والے قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں۔

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ

لِيَحْمِلُوْٓا	اَوْزَارَهُمْ	كَامِلَةً	يَّوْمَ	الْقِيٰمَةِ ۙ	وَ	مِنْ	اَوْزَارِ	الَّذِيْنَ
تاکہ اٹھائیں وہ	اپنے بوجھ	پورے	دن	قیامت کے	اور	سے	بوجھ	ان لوگوں کے جو

تاکہ قیامت کے دن وہ اپنا بوجھ بھی پورا اٹھائیں اور اُن لوگوں کا بوجھ بھی جنہیں

يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝۲۵ ع قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ

يُضِلُّوْنَهُمْ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ ۭ	اَلَا	سَاۗءَ	مَا	يَزِرُوْنَ ۝۲۵	قَدْ	مَكَرَ	الَّذِيْنَ
گمراہ کرتے ہیں انہیں	بغیر	علم کے	آگاہ رہو	بہت برا ہے	وہ جو	بوجھ اٹھا رہے ہیں	یقیناً	مکر کیا	ان لوگوں نے جو

بغیر علم کے وہ گمراہ کرتے ہیں ، سن لو کہ بہت براہے وہ بوجھ جو وہ اٹھا رہے ہیں ۔ ۲۵ یقیناً اُن سے پہلے لوگ بھی

مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ

مِنْ	قَبْلِهِمْ	فَاَتَى	اللّٰهُ	بُنْيَانَهُمْ	مِّنَ	الْقَوَاعِدِ	فَخَرَّ	عَلَيْهِمُ	السَّقْفُ
سے	ان کے پہلے	تو آیا	اللہ	ان کی عمارت پر	سے	بنیادوں کے	تو گر پڑی	ان پر	چھت

مکر کر چکے ہیں ، سو اللہ کا حکم اُن کی عمارت کی بنیادوں پر آیا اور اُن کی چھت اُن کے اوپر سے

مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۲۶ ثُمَّ يَوْمَ

مِنْ	فَوْقِهِمْ	وَ	اَتٰىهُمُ	الْعَذَابُ	مِنْ	حَيْثُ	لَا	يَشْعُرُوْنَ ۝۲۶	ثُمَّ	يَوْمَ
سے	ان کے اوپر	اور	آیا ان پر	عذاب	سے	جہاں	نہیں	وہ شعور رکھتے	پھر	دن

اُن پر آ گری ، اور ایسی جگہ سے اُن پر عذاب آپہنچا جہاں سے انہیں خبر بھی نہ تھی ۔ ۲۶ پھر قیامت کے

الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ

الْقِيٰمَةِ	يُخْزِيْهِمْ	وَ	يَقُوْلُ	اَيْنَ	شُرَكَاۗءِيَ	الَّذِيْنَ	كُنْتُمْ	تُشَاۗقُّوْنَ
قیامت کے	وہ انہیں رسوا کرے گا	اور	کہے گا	کہاں	میرے شرکاء	جنہیں	تم تھے	تم ضد کرتے

دن بھی اللہ انہیں رسوا کرے گا اور فرمائیگا کہ کہاں ہیں میرے وہ شرکاء جن کے متعلق تم بڑی

فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَى

فِيْهِمْ ۭ	قَالَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ	اِنَّ	الْخِزْيَ	الْيَوْمَ	وَ	السُّوْۗءَ	عَلَى
ان میں	کہیں گے	وہ لوگ	دیئے گئے وہ	علم	بیشک	رسوائی	آج کے دن	اور	برائی	پر

ضد کیا کرتے تھے ؟ وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا کہیں گے کہ آج کے دن رسوائی اور برائی تو

۲۵ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کو قصے کہانیاں قرار دینے والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنی پشت پر اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے آئیں گے، اس میں کوئی کمی تو نہ ہوگی، البتہ اضافہ ضرور ممکن ہے اور وہ اس طرح کہ ان کے بہکاوے میں آکر جو لوگ گمراہ ہوئے
۳ ع ۹
اور اسی نوعیت کے گمراہ کن بیانات اور خیالات کے حامل ہو گئے، اُن کا بوجھ بھی اِن پر لاد دیا جائیگا اور گمراہ ہونے والوں کے وبال اور سزا میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی، انسان دنیا میں اپنی پیٹھ پر بہت سے بوجھ اٹھاتا ہے، کبھی اینٹیں، کبھی پتھر، کبھی ریت مٹی، کبھی کچھ اور کبھی کچھ، لیکن گناہوں کا یہ بوجھ سب سے بدترین ہے جو اسے قیامت کے دن اٹھانا پڑے گا۔

۲۶ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں اور اسلام دشمنوں کے منصوبوں اور سازشوں کو ایک محل سے تشبیہ دی گئی ہے جسے وہ لوگ بڑی محنت اور لگن سے تیار کرتے ہیں، لیکن وہ اس بات سے بے خبر ہوتے ہیں کہ ان سے اوپر بھی کوئی تدبیر کرنے اور تقدیر نافذ کرنے والا ہے، چنانچہ ان کی بے خبری میں اللہ تعالیٰ ان کی ساری سازشوں اور تدبیروں کو خاک میں ملا دیتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے ان کے بنائے ہوئے محل کی بنیادوں کو ہلا ڈالا ہے اور اس کی چھت ان پر ہی آگری ہے اور وہ اس کے بوجھ تلے دب گئے ہیں، دنیا نے بارہا اس کا نظارہ کیا ہے، خود اس عاجز کو عملی طور پر اس کا تجربہ بارہا ہوا ہے کہ چاروں طرف سے نرغے میں گھر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نصرت ایسی جگہ سے آئی کہ اپنوں اور غیروں کی بنائی ہوئی منصوبہ بندیاں اور سازشیں ریت کا گھروندا ثابت ہوئیں اور ساری کی ساری عمارت زمین بوس ہو کر رہ گئی، واللہ یفعل مایشاء و یحکم مایرید۔

الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۷ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

الْكٰفِرِيْنَ ۝	الَّذِيْنَ	تَتَوَفّٰىهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	ظَالِمِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ
کافروں کے	جولوگ	انہیں پورا لے لیں گے	فرشتے	ظلم کرنے والے وہ	اپنی جانوں پر

کافروں پر ہے ۔ ۲۷ وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ، فرشتے اُن کی روح نکالیں گے

فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ

فَاَلْقَوُا	السَّلَمَ	مَا	كُنَّا	نَعْمَلُ	مِنْ	سُوْٓءٍ	بَلٰٓى	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌۢ	بِمَا	كُنْتُمْ
تو ڈال دیں گے	سپردگی	نہیں	تھے ہم	عمل کرتے	سے	کوئی برائی	کیوں نہیں	بیشک	اللہ	خوب جاننے والا	اسے جو	تم تھے

تو وہ سپردگی ڈال دیں گے کہ ہم تو کوئی برائی نہ کرتے تھے ، کیوں نہیں ، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ

تَعْمَلُوْنَ ۝۲۸ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ

تَعْمَلُوْنَ ۝	فَادْخُلُوْٓا	اَبْوَابَ	جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ؕ	فَلَبِئْسَ
عمل کرتے	سو داخل ہو جاؤ تم	دروازوں سے	جہنم کے	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	سو البتہ بدترین

تم کرتے رہے ہو ۔ ۲۸ سو تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ، ہمیشہ وہیں رہنے کیلئے ، سو کیسا بدترین

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۲۹ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ

مَثْوَى	الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝	وَ	قِيْلَ	لِلَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	مَاذَآ	اَنْزَلَ	رَبُّكُمْ ؕ
ٹھکانہ	تکبر کرنے والوں کا	اور	کہا گیا	ان لوگوں سے جو	ڈرتے رہے	کیا ہے وہ جو	نازل کیا	تمہارے رب نے

ٹھکانہ ہے متکبروں کا ۔ ۲۹ اور جب متقیوں سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے ؟

قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ

قَالُوْا	خَيْرًا ؕ	لِلَّذِيْنَ	اَحْسَنُوْا	فِيْ	هٰذِهِ	الدُّنْيَا	حَسَنَةٌ ؕ	وَلَدَارُ
کہا انہوں نے	خیر	ان لوگوں کیلئے	نیکی کی انہوں نے	بیچ	اس	دنیا کے	بھلائی	اور البتہ گھر

تو وہ کہتے ہیں کہ خیر نازل کی ہے ، جن لوگوں نے نیکی کی ، اُن کیلئے اِس دنیا میں بھی بھلائی ہے ،اور آخرت کا

الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

الْاٰخِرَةِ	خَيْرٌ ؕ	وَ	لَنِعْمَ	دَارُ	الْمُتَّقِيْنَ ۝	جَنّٰتُ	عَدْنٍ	يَّدْخُلُوْنَهَا
آخرت کا	سب سے بہتر	اور	البتہ بہترین	گھر	پرہیزگاروں کا	باغات	ہمیشہ رہنے کے	وہ داخل ہوں گے اسمیں

گھر سب سے بہترین ہے ، اور متقیوں کا گھر کیا ہی خوب ہے ۔ ۳۰ ہمیشہ رہنے کے باغات ، جن میں وہ داخل ہوں گے ،

۲۷ اس آیت مبارکہ میں ناپاک منصوبے اور خطرناک سازشیں تیار کرنے والے مشرکوں کی اخروی سزا بیان کی گئی ہے کہ جس طرح دنیا میں ان کے منصوبے ناکام ہوئے، آخرت میں بھی ذلت اور رسوائی ہی ان کا مقدر ہوگی اور جو شخص اُس دن ذلیل و رسوا ہو گیا، دوبارہ کبھی اسے عزت اور سرخروئی نصیب نہ ہوگی۔

۲۸ اس آیت مبارکہ میں موت کے وقت ظالموں کی حقیقی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ فرشتوں کو دیکھ کر ان کی گھگھی بندھ جاتی ہے، فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا دم بھرنے لگتے ہیں اور ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی تھی، بعض اوقات مجرموں کے ہاتھ پاؤں اس طرح پھول جاتے ہیں کہ ان کی ساری اکڑ غائب ہو جاتی ہے اور وہ اپنے مخاطب کو چکر دینے کیلئے اپنی غلطی سے صاف مکر جاتے ہیں، لیکن فرشتوں کے سامنے اس طرح کی چالاکی نہیں چل سکتی کیونکہ اللہ تو اُن کے ایک ایک عمل سے مکمل طور پر واقف اور با خبر ہے، اس لیے اُن کی یہ چالاکی اُن کے کسی کام نہ آسکے گی، اگلی آیت میں ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

۲۹ اس آیت مبارکہ میں ظالموں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن انہیں حکم ملے گا کہ جہنم کے دروازے تمہارے لیے کھول دیے گئے ہیں، تم ان سے گزر کر جہنم میں ہمیشہ کیلئے داخل ہو جاؤ، وہاں سے تمہیں کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا، یہ حکم سنتے ہی ان پر مردنی چھا جائے گی اور جہنم میں داخل ہونے سے پہلے ہی وہ خود کو جہنم میں محسوس کرنے لگیں گے اور وہ کوئی اچھا ٹھکانہ نہیں ہے۔

۳۰ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے متعلق متقی لوگوں کی پاکیزہ سوچ بیان کی گئی ہے کہ وہ قرآن کریم کو سراپا خیر سمجھتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ دنیا و آخرت کی خیر اور بھلائی اس پاکیزہ کلام میں رکھی گئی ہے، اس لیے انہیں دنیا و آخرت دونوں جگہ خیر اور بھلائی نصیب ہوگی۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ

تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	لَهُمْ	فِيْهَا	مَا	يَشَآءُوْنَ	كَذٰلِكَ
بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	ان کیلئے	اُسمیں	جو کچھ	وہ چاہتے ہوں گے	اسی طرح

اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ، اُن کیلئے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے ، اسی طرح

يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ

يَجْزِي	اللّٰهُ	الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱	الَّذِيْنَ	تَتَوَفّٰىهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	طَيِّبِيْنَ
بدلہ دیتا ہے	اللہ	پرہیزگاروں کو	وہ لوگ جو	پورا لے لیتے ہیں انہیں	فرشتے	پاکیزہ ہونے کی حالت میں

اللہ متقیوں کو بدلہ دیتا ہے ۔ [۳۱] جن کی روح فرشتے پاکیزہ ہونے کی حالت میں نکالتے ہیں

يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲ هَلْ

يَقُوْلُوْنَ	سَلٰمٌ	عَلَيْكُمُ	ادْخُلُوا	الْجَنَّةَ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲	هَلْ
وہ کہتے ہیں	سلام ہو	تم پر	داخل ہو جاؤ تم	جنت میں	بدلے اس کے جو	تم تھے	عمل کرتے رہے	کیا

اور کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو ، تم جنت میں داخل ہو جاؤ ، یہ اُن اعمال کا بدلہ ہے جو تم کرتے تھے ۔ [۳۲] کیا

يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ

يَنْظُرُوْنَ	اِلَّآ	اَنْ	تَاْتِيَهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	اَوْ	يَاْتِيَ	اَمْرُ	رَبِّكَ	كَذٰلِكَ
وہ انتظار کر رہے ہیں	مگر	یہ کہ	آجائیں ان کے پاس	فرشتے	یا	آجائے	حکم	تیرے رب کا	اسی طرح

وہ صرف اِس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُن کے پاس فرشتے آجائیں ، یا آپ کے رب کا حکم آجائے ؟ اسی طرح

فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

فَعَلَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	وَ	مَا	ظَلَمَهُمُ	اللّٰهُ	وَ	لٰكِنْ	كَانُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ
کیا	ان لوگوں نے جو	سے	ان کے پہلے	اور	نہیں	ظلم کیا ان پر	اللہ نے	اور	لیکن	تھے وہ	اپنی جانوں پر

اُن سے پہلے لوگوں نے بھی کیا تھا ، اور اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا ، لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی

يَظْلِمُوْنَ ۝۳۳ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

يَظْلِمُوْنَ ۝۳۳	فَاَصَابَهُمْ	سَيِّاٰتُ	مَا	عَمِلُوْا	وَ	حَاقَ	بِهِمْ	مَّا	كَانُوْا
ظلم کرتے	پہنچیں انہیں	برائیاں	اس کی جو	عمل کئے انہوں نے	اور	الٹا آپڑا	ان پر	وہ جو	تھے وہ

ظلم کرتے رہے ۔ [۳۳] پھر اُن پر اُن کے اعمال کی برائیاں آپڑیں ، اور اُن پر الٹا آپڑا جس کا وہ

[۳۱] اس آیت مبارکہ میں اہل تقویٰ کیلئے آخرت کی جزا بیان کی گئی ہے اور اس میں زیادہ اہم پہلو یہ نمایاں کیا گیا ہے کہ جنت میں وہ جو چاہیں گے ، انہیں ملے گا ، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ جنت میں اہل جنت کی چھوٹی سی خدائی قائم ہو جائے گی اور ان کی ہر خواہش پوری ہو گی ، اس کیلئے ضروری ہے کہ انسان دنیا میں ''رب چاہی'' زندگی گزارے تا کہ آخرت میں ''من چاہی زندگی'' مل سکے۔

[۳۲] اس آیت مبارکہ میں موت کے وقت اہل تقویٰ وطہارت کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ فرشتے انہیں آ کر سلام کرتے ہیں اور انہیں جنت کی خوشخبری سناتے ہیں جس کی وجہ سے اُن کی روح خوش ہو جاتی ہے اور وہ جنت کیلئے بے تاب اور مشتاق ہو جاتے ہیں ، یہاں جنت میں داخلے کا سبب انسان کے اعمال کو قرار دیا گیا ہے ، تاہم اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ انسان اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا ، بلکہ اللہ کے فضل وکرم اور اس کی مہربانی کے سبب ہی جنت میں داخلہ ممکن ہوگا ؟ اس ٹکراؤ کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس آیت کے ذریعے انسان کو عمل کی ترغیب دلانا مقصود ہے تا کہ وہ اپنی طرف سے اعمال میں کوتاہی نہ کرے اور جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے ، اس کا منشا یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال پر غرور نہ کرے کہ میں نے ایسا کیا اور میں نے ویسا کیا ، لہٰذا جنت میں جانا تو میرا حق ہے ، وجہ اس کی یہ ہے کہ اعمال کی توفیق بھی تو اللہ کی طرف سے ہی ملتی ہے ، اگر اللہ تعالیٰ اسے اعمال کی توفیق نہ دیتا تو کیا یہ ذخیرہ اکٹھا کرنا اس کے بس میں تھا ؟ ہرگز نہیں ، اس لیے اپنے اعمال پر غرور کرنے کی بجائے اللہ کے فضل وکرم اور مہربانی کا امیدوار رہے۔

[۳۳] اس آیت مبارکہ میں غافلوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو ایمان اور اعمال کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کی بجائے فرشتوں اور حکم الٰہی کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں ، حالانکہ جب فرشتے دکھائی دینے لگیں گے تو اُس وقت توبہ کرنے اور ایمان لانے کی مہلت ختم ہو جائیگی ، اسی طرح جب اللہ کا حکم آجائیگا تو اس کے عذاب کو کوئی ٹالنے والا نہ ہوگا ، بہتر ہے کہ اُس وقت کے انتظار میں بیٹھنے کی بجائے ایمان لا کر اعمال کا ذخیرہ اکٹھا کریں جو قیامت کے دن اُن کے کام آسکے ، ورنہ خود انہی کا نقصان ہوگا۔

ع ۹ ۴

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۳۴ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا

بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ ۳۴	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	اَشْرَكُوْا	لَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	مَا	عَبَدْنَا
اس کا	مذاق اڑاتے	اور	کہا	ان لوگوں نے	شرک کیا انہوں نے	اگر	چاہتا	اللہ	نہ	عبادت کرتے ہم

مذاق اڑایا کرتے تھے ۔ ۳۴ اور شرک کرنے والے کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد

مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ

مِنْ	دُوْنِهٖ	مِنْ	شَيْءٍ	نَّحْنُ	وَ	لَآ	اٰبَآؤُنَا	وَ	لَا	حَرَّمْنَا	مِنْ	دُوْنِهٖ
سے	اس کے علاوہ	سے	کچھ بھی	ہم	اور	نہ	ہمارے باپ	اور	نہ	حرام کرتے ہم	سے	اس کے علاوہ

اُس کے علاوہ کسی چیز کی عبادت نہ کرتے ، اور نہ ہی اُس کے حکم کے بغیر کسی چیز

مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى

مِنْ	شَيْءٍ ؕ	كَذٰلِكَ	فَعَلَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ ۚ	فَهَلْ	عَلَى
سے	کچھ بھی	اسی طرح	کیا	ان لوگوں نے جو	سے	ان کے پہلے	تو کیا	پر

کو حرام کرتے ، اِسی طرح اُن سے پہلے لوگوں نے بھی کیا تھا ، سو پیغمبروں کے

الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۳۵ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ

الرُّسُلِ	اِلَّا	الْبَلٰغُ	الْمُبِيْنُ ۳۵	وَ	لَقَدْ	بَعَثْنَا	فِيْ	كُلِّ	اُمَّةٍ	رَّسُوْلًا	اَنِ
پیغمبروں کے	مگر	پہنچا دینا	کھلم کھلا	اور	البتہ یقیناً	بھیجا ہم نے	بیچ	ہر ایک	امت کے	ایک پیغمبر	یہ کہ

ذمے تو واضح کرکے پہنچا دینا ہے ۔ ۳۵ اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک پیغمبر بھیجا ہے کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ

اعْبُدُوْا	اللّٰهَ	وَ	اجْتَنِبُوْا	الطَّاغُوْتَ ۚ	فَمِنْهُمْ	مَّنْ	هَدَى	اللّٰهُ
عبادت کرو تم	اللہ کی	اور	بچو تم	شیطان سے	سو ان میں سے	وہ جسے	ہدایت دی	اللہ نے

اللہ کی عبادت کرو، اور شیطان سے بچو، پھر اُن میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت دی

وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	حَقَّتْ	عَلَيْهِ	الضَّلٰلَةُ ؕ	فَسِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ
اور	ان میں سے	وہ جو	ثابت ہوگئی	اس پر	گمراہی	تو تم چلو پھرو	بیچ	زمین کے

اور کسی پر گمراہی ثابت ہو گئی ، سو تم زمین میں چلو پھرو

۳۴ اس آیت مبارکہ میں غافلوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ انہیں اپنی بدعملی کی سزا بھگتنا پڑے گی اور دنیا میں انہوں نے شریعت اور احکام شریعت کا جس طرح مذاق اڑایا تھا، قیامت کے دن الٹا ان کا مذاق اڑایا جائیگا اور انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

۳۵ اس آیت مبارکہ میں کفر و شرک اور بت پرستی کے جواز پر مشرکین کا ایک استدلال اور اس کا جواب دیا گیا ہے، یہ استدلال اور اس کا جواب مکمل تفصیل کے ساتھ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۸ کے حاشیے میں بیان کر دیا گیا ہے، تکرار سے بچنے کیلئے دوبارہ اسے نہیں دہرایا جارہا ہے، قارئین مذکورہ آیت کی طرف رجوع فرمائیں۔

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ٣٦ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى

فَانْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُكَذِّبِيْنَ ٣٦	اِنْ	تَحْرِصْ	عَلٰى
تو دیکھو	کیسا	ہوا	انجام	جھٹلانے والوں کا	اگر	تُو حرص کرے	پر

اور دیکھو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا ؟ [٣٦] اگر آپ ان کی ہدایت کی

هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ٣٧

هُدٰىهُمْ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَهْدِيْ	مَنْ	يُّضِلُّ	وَ	مَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِيْنَ ٣٧
ان کی ہدایت کے	تو بیشک	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	جسے	وہ گمراہ کرتا ہے	اور	نہیں	ان کیلئے	سے	مدد کرنے والے

طمع کریں تو اللہ اُس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کرتا ہے اور اُن کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ [٣٧]

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى

وَ	اَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ	جَهْدَ	اَيْمَانِهِمْ	لَا	يَبْعَثُ	اللّٰهُ	مَنْ	يَّمُوْتُ	بَلٰى
اور	قسم کھائی انہوں نے	اللہ کی	پختہ	اپنی قسمیں	نہیں	دوبارہ زندہ کرے گا	اللہ	جسے	وہ موت دے دے	کیوں نہیں

اور انہوں نے اللہ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اللہ اُس شخص کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا جو مر جائے ، کیوں نہیں،

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ٣٨ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ

وَعْدًا	عَلَيْهِ	حَقًّا	وَّ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ٣٨	لِيُبَيِّنَ	لَهُمُ
وعدہ	اس پر	برحق	اور	لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	جانتے	تاکہ بیان کردے	ان کیلئے

یہ اُس کا سچا وعدہ ہے ، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۔ [٣٨] تاکہ اُن کے سامنے وہ بات واضح کرے

الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا

الَّذِيْ	يَخْتَلِفُوْنَ	فِيْهِ	وَ	لِيَعْلَمَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اَنَّهُمْ	كَانُوْا
وہ جو	اختلاف کرتے ہیں وہ	اسمیں	اور	تاکہ جان لیں	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	کہ بیشک وہ	تھے

جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور تاکہ کافر لوگ جان لیں کہ

كٰذِبِيْنَ ٣٩ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ

كٰذِبِيْنَ ٣٩	اِنَّمَا	قَوْلُنَا	لِشَيْءٍ	اِذَآ	اَرَدْنٰهُ	اَنْ	نَّقُوْلَ	لَهٗ	كُنْ
جھوٹے	وہ تو صرف	ہمارا کہنا	کسی چیز کیلئے	جب	ہم ارادہ کرلیں اس کا	یہ کہ	ہم کہہ دیں	اسے	ہوجا

وہی جھوٹے تھے۔ [٣٩] جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیں تو ہمارا کہنا صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ ہم اُسے کہتے ہیں ہوجا

[٣٦] اس آیتِ مبارکہ میں ہر قوم اور امت کیلئے کسی نہ کسی پیغمبر کی بعثت ثابت کی گئی ہے کیونکہ یہ ہر امت کی روحانی ضرورت ہے کہ اسے دینی اور مذہبی رہنمائی کیلئے کسی نبی اور پیغمبر کی رفاقت اور نسبت عطا کی جائے، تاکہ قیامت کے دن کوئی امت یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے پاس تو کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا، اگر ہمیں یہ موقع دیا جاتا تو ہم دنیا کو دکھا دیتے کہ پیغمبروں کی اطاعت کیسے کی جاتی ہے، چونکہ یہ امت آخری امت ہے اس لیے اس کا نبی بھی خاتم الانبیاء ہے اور ان کے بعد کسی نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی، علاوہ ازیں ہر نبی کا پیغام اور دعوت ایک ہی تھی کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان کے حملوں سے بچو، انبیاء کرام علیہم السلام کی اس دعوت کو قبول کر کے بعض لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے اور انکار کرنے والے گمراہ ہو گئے، ان گمراہوں کا کیا انجام ہوا؟ اس کیلئے زمین کے مختلف علاقوں کا دورہ کرو، تمہیں سابقہ قوموں کے بہت سے عبرت کدے نظر آ جائیں گے اور تمہیں گمراہ لوگوں کا انجام معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

[٣٧] اس آیتِ مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے، اس فیصلے پر کسی کی چاہت اثر انداز نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی چاہت تو یہ تھی کہ تمام مشرکین مکہ مسلمان ہو جائیں ، لیکن ایسا ہوا نہیں ، بہت سے مشرکین قتل ہو گئے بہت سے قید ہو گئے، بہت سے ذلیل ہو کر محتاج ہو گئے، معلوم ہوا کہ آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے، کسی کی پسند یا ناپسند کا نہیں۔

[٣٨] اس آیتِ مبارکہ میں منکرین قیامت کی قسموں کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ انکار آخرت کے فلسفے پر اس قدر مضبوط اور پختہ یقین رکھتے ہیں کہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ناممکن ہے، گویا باطل پر قسم کھانے سے وہ لوگ ہچکچاتے نہیں ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اپنی رائے اور سوچ کو باطل سمجھتے ہی نہیں، وہ تو خود کو حق پر سمجھتے ہیں، اسی بناء پر یہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ قیامت برحق ہے اور اللہ نے اس کا وعدہ فرما رکھا ہے، سو جس چیز کا اللہ نے وعدہ فرما رکھا ہے، اس کا واقع ہونا یقینی امر ہے، یہ منکرین قیامت کی جہالت و ناواقفیت اور نادانی ہے کہ وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے ایک تسلیم شدہ عقیدے کا انکار کر رہے ہیں۔

[٣٩] اس آیتِ مبارکہ میں قیامت قائم ہونے اور اس کے برحق ہونے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ قیامت کا آنا اس لیے ضروری ہے تاکہ لوگوں کے لڑائی جھگڑوں اور باہمی اختلافات کا صحیح اور غیر مبہم فیصلہ کیا جا سکے، دنیا میں بسا اوقات ایسا فیصلہ حکمتوں، مصلحتوں، رشوتوں اور سفارشوں کی نذر ہو جاتا ہے، صحیح اور غلط، حق اور باطل کا فیصلہ نہیں ہو پاتا، حق دار کو اُس کا حق نہیں ملتا، ظالم کو اُس کے ظلم کی قرار واقعی اور منصفانہ سزا نہیں ملتی، سو ایک ایسا دن ضرور ہونا چاہیے جس میں تمام تصفیہ طلب امور کا فیصلہ ہو سکے، دوسری وجہ یہ ہے کہ کفار اور مشرکین پر ان کا جھوٹا ہونا واضح ہو جائے، تاکہ سچوں کو ان کی سچائی کا فائدہ ہو اور جھوٹوں کو ان کے جھوٹ کی مناسب سزا مل سکے، آج کفار نے مسلمانوں کی تکذیب کی ہے، قرآن اور صاحبِ قرآن کو جھوٹا بتلایا ہے اور خود کو سچا سمجھ رہے ہیں، اصل حقیقت کو ایک نہ ایک دن کھلنا ہے، اسی دن کا نام قیامت ہے۔

فَيَكُوْنُ ۝٤٠ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا

فَيَكُوْنُ ۝	وَ	الَّذِيْنَ	هَاجَرُوْا	فِي	اللّٰهِ	مِنْ	بَعْدِ	مَا	ظُلِمُوْا
تو ہوجاتا ہے وہ	اور	جن لوگوں نے	ہجرت کی	بیچ	اللہ کے	سے	پیچھے	وہ جو	ظلم کیے گئے

تو وہ ہو جاتی ہے۔ [۴۰] اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، بعد اس کے کہ اُن پر ظلم کیا گیا،

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ	فِي	الدُّنْيَا	حَسَنَةً	وَلَاَجْرُ	الْاٰخِرَةِ	اَكْبَرُ	لَوْ	كَانُوْا
البتہ ضرور ٹھکانہ دیں گے ہم انہیں	بیچ	دنیا کے	بھلائی کا	اور البتہ ثواب	آخرت کا	سب سے بڑا	کاش	وہ ہوتے

ہم انہیں دنیا میں ضرور بہترین ٹھکانہ دیں گے، اور آخرت کا اجر بہت بڑا ہے، کاش! کہ وہ

يَعْلَمُوْنَ ۝٤١ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝٤٢ وَمَآ

يَعْلَمُوْنَ ۝	الَّذِيْنَ	صَبَرُوْا	وَ	عَلٰي	رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ ۝	وَ	مَآ
جانتے	جن لوگوں نے	صبر کیا	اور	پر	اپنے رب کے	وہ بھروسہ کرتے ہیں	اور	نہیں

جانتے ہوتے۔ [۴۱] وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ [۴۲] اور ہم نے

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ

اَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	اِلَّا	رِجَالًا	نُّوْحِيْٓ	اِلَيْهِمْ	فَسْـَٔلُوْٓا	اَهْلَ الذِّكْرِ
بھیجا ہم نے	سے	تیرے پہلے	مگر	مردوں کو	وحی کرتے ہیں ہم	ان کیطرف	تو پوچھ لو تم	یاد رکھنے والوں سے

آپ سے پہلے مَردوں کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا، ہم اُن کے پاس وحی بھیجتے تھے، سو تم یاد رکھنے والوں سے پوچھ لیا کرو

اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٤٣ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ

اِنْ	كُنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ ۝	بِالْبَيِّنٰتِ	وَالزُّبُرِ	وَ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ	الذِّكْرَ
اگر	تم ہو	نہ	جانتے	ساتھ واضح دلائل کے	اور صحیفوں کے	اور	نازل کیا ہم نے	تیری طرف	ذکر

اگر تم نہ جانتے ہو۔ [۴۳] نشانیوں اور صحیفوں کے ساتھ، اور ہم نے آپ پر یہ "ذکر" نازل کیا

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝٤٤ اَفَاَمِنَ

لِتُبَيِّنَ	لِلنَّاسِ	مَا	نُزِّلَ	اِلَيْهِمْ	وَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَفَكَّرُوْنَ ۝	اَفَاَمِنَ
تا کہ تو بیان کردے	لوگوں کیلئے	وہ جو	نازل کیا گیا	ان کیطرف	اور	تا کہ وہ	غور وفکر کریں	تو کیا بے خوف ہوگئے

تا کہ آپ لوگوں کے سامنے اُس چیز کی وضاحت کریں جو اُن پر نازل کی گئی ہے، تا کہ وہ غور وفکر کریں۔ [۴۴] تو کیا بری

ع ٥ / ٦ / ١١

[۴۰] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کا ارادہ فوری طور پر پورا ہونے کو بیان کرنے کیلئے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ ایک کلمہ "کن" کہنے میں جتنی دیر لگتی ہے، حق تعالیٰ کا ارادہ پورا ہونے میں اتنی بھی دیر نہیں لگتی اور وہ نہایت سرعت کے ساتھ کائنات پر نافذ ہوجاتا ہے۔

وقف لازم

[۴۱] اس آیت مبارکہ میں مظلوم مہاجرین کیلئے دنیا وآخرت میں بھلائی کا وعدہ کیا گیا ہے، کہ جن لوگوں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے، دین پر یکسوئی کے ساتھ عمل کرنے اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کی خاطر اپنے گھر بار اور وطن کو ترک کر دیا، وہ فکرمند نہ ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں ان کے گھر کے بدلے بہترین گھر اور وطن کے بدلے بہترین وطن عطا فرمائے گا، آخرت کا اجر و ثواب اس کے علاوہ ہے جو انسان کی سوچ کے احاطے سے وراء الوراء ہے، کاش! کہ لوگوں کو اللہ کی رضا کی خاطر ہجرت کرنے کا ثواب معلوم ہوتا۔

[۴۲] اس آیت مبارکہ میں مظلوم مہاجرین کی دو خوبیاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ صبر کا دامن تھامے رہتے ہیں، ظلم اور نا انصافی سے گھبرا کر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتے اور دوسری یہ کہ وہ اپنے رب پر مکمل بھروسہ اور توکل رکھتے ہیں، یاد رہے کہ توکل ترک اسباب کا نام نہیں ہے، بلکہ اسباب کو اختیار کر کے نتیجہ اللہ کے حوالے کردینے کا نام ہے۔

النصف

[۴۳] اس آیت مبارکہ میں ایک خبر اور ایک حکم دیا گیا ہے، خبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی اور رسالت کیلئے ہمیشہ مردوں کا ہی انتخاب کیا ہے، کسی عورت کو اس مقصد کیلئے کبھی منتخب نہیں کیا گیا، جس کی بہت سی وجوہات سورۃ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۹ کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں، اور حکم یہ دیا گیا ہے کہ اگر تمہیں مسئلہ معلوم نہ ہو تو جسے معلوم ہو، اس سے پوچھ لیا کرو، معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی شخص کو تمام مسائل معلوم ہوں، یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنے میں شرم نہیں کرنی چاہیے خواہ پوچھنے والا کتنا ہی بڑا عالم ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جاننے والے کے اوپر ایک اور جاننے والا پایا جاتا ہے، بعض لوگوں کو مسئلہ معلوم نہیں ہوتا اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں مسئلہ معلوم نہیں، ایسے لوگ "جہل مرکب" کا نمونہ ہوتے ہیں، جبکہ بعض لوگوں کو مسئلہ تو معلوم نہیں ہوتا، لیکن انہیں یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انہیں مسئلہ معلوم نہیں ہے، سو ایسے لوگوں کو چاہیے کہ باخبر اہل علم سے مسئلہ معلوم کر کے بتا دیا کریں تا کہ گمراہی نہ پھیلے۔ [۴۴] اس آیت مبارکہ کے پہلے دو لفظوں کا تعلق گزشتہ آیت کے ساتھ ہے اور اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، پہلا یہ کہ ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبروں کو بھیجا، سب ہی کو معجزات، علوم اور روشن دلائل دیکر بھیجا تھا، اس صورت میں "بالبینت" کا تعلق "وما ارسلنا" سے ہوگا، دوسرا مطلب یہ کہ اگر تمہیں معجزات اور دیگر علوم تک رسائی نہ ہو تو رسائی رکھنے والوں سے پوچھ لیا کرو، اس صورت میں "بالبینت" کا تعلق "لو تعلمون" سے ہوگا، جبکہ دوسرے جملے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن کریم کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ آپ حق تعالیٰ کی مراد اور اس کے احکام کی منشا کو سمجھتے ہیں اس لیے آپ جو وضاحت فرمائیں گے، وہ نہایت معتبر اور قابل اعتماد ہوگی، لہٰذا آپ کے منصب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کی تفسیر اور تشریح فرماتے رہیے، کسی نہ کسی وقت یہ لوگ اس میں تفکر اور تدبر سے کام لیں گے اور آپ کے توسط سے حق تعالیٰ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

اَلَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ

اَلَّذِيْنَ	مَكَرُوا	السَّيِّاٰتِ	اَنْ	يَّخْسِفَ	اللّٰهُ	بِهِمُ	الْاَرْضَ
وہ لوگ	تدبیر کی انہوں نے	برائیوں کی	یہ کہ	دھنسادے	اللہ	ان کو	زمین میں

تدبیریں کرنے والے اِس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسادے ،

اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ

اَوْ	يَاْتِيَهُمُ	الْعَذَابُ	مِنْ	حَيْثُ	لَا	يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾	اَوْ	يَاْخُذَهُمْ	فِيْ
یا	لے آئے ان پر	عذاب	سے	ایسی جگہ کے	نہیں	شعور رکھتے ہوں گے وہ	یا	وہ انہیں پکڑ لے	بیچ

یا اُن پر ایسی جگہ سے عذاب آجائے کہ اُنہیں اُس کی خبر بھی نہ ہو ۔ ٤٥ یا اُنہیں چلتے پھرتے ہی

تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ

تَقَلُّبِهِمْ	فَمَا	هُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾	اَوْ	يَاْخُذَهُمْ	عَلٰى	تَخَوُّفٍ	فَاِنَّ
ان کے چلنے پھرنے کے	سو نہیں	وہ	عاجز کرنے والے	یا	وہ انہیں پکڑ لے	پر	خوف زدہ کرکے	سو بیشک

پکڑلے ، سو وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ ٤٦ یا اُنہیں ڈرا کر پکڑلے، کہ

رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ

رَبَّكُمْ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾	اَوَلَمْ	يَرَوْا	اِلٰى	مَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	مِنْ	شَيْءٍ
تمہارا رب	البتہ بہت شفیق	نہایت مہربان	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	طرف	اس کے جو	پیدا کیا	اللہ نے	سے	کچھ بھی

تمہارا رب بہت شفیق ، نہایت مہربان ہے ۔ ٤٧ کیا انہوں نے وہ چیز نہیں دیکھی جو اللہ نے پیدا کی ہے ،

يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ

يَّتَفَيَّؤُا	ظِلٰلُهٗ	عَنِ	الْيَمِيْنِ	وَ	الشَّمَآئِلِ	سُجَّدًا	لِّلّٰهِ	وَ	هُمْ
ڈھلتا ہے	اس کا سایہ	سے	دائیں	اور	بائیں	سجدہ کرتے ہوئے	اللہ کیلئے	اور	وہ

اُس کا سایہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہوئے دائیں بائیں ڈھلتا ہے ، اور وہ سب

دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ

دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾	وَ	لِلّٰهِ	يَسْجُدُ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	مِنْ
عاجزی کرنے والے	اور	اللہ ہی کیلئے	سجدہ کرتا ہے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ	زمین کے	سے

عاجزی کرتے ہیں ۔ ٤٨ اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی جاندار ہیں ، اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں

٤٥ ٤٧ ان آیتوں میں سازشی عناصر کو دھمکی دی گئی ہے اور انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوری طور پر گرفت نہیں ہو رہی تو اپنی سازشوں اور ناپاک تدبیروں اور منصوبوں میں شیر نہ ہو جائیں ، اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر نہیں ہے، اس کی طرف سے گرفت کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسادے، زلزلہ آئے ، زمین پھٹے اور وہ اس میں اتر جائیں ، پھر دوبارہ کبھی ان کا نام ونشان بھی نہ ملے، یا ان پر ایسی جگہ سے آزمائش آجائے جہاں سے ان کا وہم و گمان ہی نہ ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اس کیلئے پہلے سے کچھ اہتمام نہ کیا جائے اور یونہی چلتے پھرتے ، اترتے چڑھتے اور کروٹیں بدلتے پلٹتے انسان کو پکڑ لیا جائے ، راہ چلتے رونما ہونے والے حادثات اس کی بدترین مثال ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ انسان کو خوف زدہ کر دیا جائے ، خوف ویسے بھی آدھا عذاب ہوتا ہے، اس کے بعد ان پر اصل عذاب نازل کر دیا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یکدم عذاب نازل ہونے کی بجائے آہستہ آہستہ مراحل طے ہوں اور جب وہ اپنے پورے عروج کو پہنچے تو انسان کیلئے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہ بچا ہو، ان تمام صورتوں سے بچنے کا واحد راستہ اور حل یہی ہے کہ انسان سازشیں ، ناپاک عزائم اور منصوبے چھوڑ دے اور مثبت کاموں میں اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کرے۔

٤٨ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کی ہر مخلوق کا اللہ کے سامنے عاجزی اور فرمانبرداری کے ساتھ سجدہ ریز ہونا بیان کیا گیا ہے، یہی نہیں بلکہ ہر چیز کا سایہ بھی اللہ کے سامنے سجدہ ریز رہتا ہے ، حالانکہ سائے کا کوئی جسم نہیں ہوتا ، یہ انسان ہی ہے جو اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کرتا اور اکڑ دکھاتا ہے۔

دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ

دَآبَّةٍ	وَّ	الْمَلٰٓئِكَةُ	وَ	هُمْ	لَا	يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾	يَخَافُوْنَ	رَبَّهُمْ	مِّنْ
چوپائے کے	اور	فرشتے	اور	وہ	نہیں	تکبر کرتے	ڈرتے ہیں وہ	اپنے رب سے	سے

اور فرشتے بھی ، اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ۴۹ وہ اپنے اوپر سے اپنے رب کا

فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ

فَوْقِهِمْ	وَ	يَفْعَلُوْنَ	مَا	يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾	وَ	قَالَ	اللّٰهُ	لَا	تَتَّخِذُوْٓا	اِلٰهَيْنِ
ان کے اوپر	اور	کرتے ہیں	جو	حکم دیئے گئے وہ	اور	کہا	اللہ نے	مت	بناؤ تم	دو معبود

خوف رکھتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ ۵۰ اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو معبود مت

اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي

اثْنَيْنِ	اِنَّمَا	هُوَ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	فَاِيَّايَ	فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾	وَ	لَهٗ	مَا	فِي
دو دو	وہ تو صرف	وہی	معبود	ایک	سو خاص مجھ سے	تم ڈرو	اور	اسی کیلئے	جو کچھ	بیچ

بناؤ، وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے ، اس لئے خاص مجھ ہی سے ڈرو۔ ۵۱ اور اُسی کا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	لَهُ	الدِّيْنُ	وَاصِبًا	اَفَغَيْرَ	اللّٰهِ	تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾
آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	اسی کیلئے	عبادت	ہمیشہ	تو کیا علاوہ	اللہ کے	تم ڈرتے ہو

آسمانوں اور زمین میں ہے، اوراُسی کی عبادت ہمیشہ ہے ، تو کیا تم غیر اللہ سے ڈرتے ہو؟ ۵۲

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ

وَ	مَا	بِكُمْ	مِّنْ	نِّعْمَةٍ	فَمِنَ	اللّٰهِ	ثُمَّ	اِذَا	مَسَّكُمُ	الضُّرُّ	فَاِلَيْهِ
اور	جو بھی	تمہارے پاس	سے	نعمت کے	تو سے	اللہ کے	پھر	جب	پہنچے تمہیں	کوئی تکلیف	تو اس کیطرف

اور تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے ، پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اُسی کے سامنے

تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۚ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ

تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾	ثُمَّ	اِذَا	كَشَفَ	الضُّرَّ	عَنْكُمْ	اِذَا	فَرِيْقٌ	مِّنْكُمْ	بِرَبِّهِمْ
تم چلاتے ہو	پھر	جب	دور کردے وہ	سختی کو	تم سے	اسی وقت	ایک گروہ	تم میں سے	اپنے رب کے ساتھ

چلاتے ہو۔ ۵۳ پھر جب وہ تم سے سختی دور کردیتا ہے تو اُسی وقت تم میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ

۴۹ اس آیتِ مبارکہ میں زمین وآسمان کی تمام جاندار مخلوقات ، خصوصیت کے ساتھ فرشتوں کا حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونا بیان کیا گیا ہے جو کہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اللہ کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں، تکبر نہیں کرتے۔

۵۰ اس آیتِ مبارکہ میں سجدہ کرنے والے پاکیزہ صفت لوگوں کی دو خوبیاں ذکر کی گئی ہیں، ایک یہ کہ ان میں خوفِ خدا کی صفت پائی جاتی ہے اور دوسری یہ کہ وہ حکم الٰہی کے اس قدر پابند ہوتے ہیں کہ انہیں جو بھی حکم دیا جاتا ہے، خواہ وہ ان کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے ، وہ فوراً اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کیلئے سردی ، گرمی ، صحت اور بیماری، غربت اور مالداری ان کے نزدیک کوئی معنیٰ نہیں رکھتی۔

۵۱ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر قائم رہنے اور ایک سے زیادہ معبودوں کا نظریہ مسترد کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اس لیے کہ عقیدۂ توحید ہی اس کائنات کی بقا کا ضامن ہے، یہ نہ ہو تو نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے۔

۵۲ اس آیتِ مبارکہ میں زمین وآسمان کی ہر چیز کو اللہ کی ملکیت قرار دیکر واضح کیا گیا ہے کہ ہر زمانے میں وہی عبادت کے لائق رہا ہے، اگر کچھ لوگ اسے چھوڑ کر غیروں کی عبادت کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ عبادت کے لائق نہیں رہا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ان لوگوں کو اپنی عبادت کی توفیق ہی نہیں بخشی اور انہیں اس لائق ہی نہیں سمجھا کہ وہ اس کی عبادت کرسکیں۔

۵۳ اس آیت مبارکہ میں نعمت اور مصیبت دونوں کا حوالہ دیا گیا ہے، انسان کے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں، خواہ وہ انہیں نعمت سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو، خواہ وہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہو یا نہ کرتا ہو اور خواہ وہ ان نعمتوں کا مستحق ہو یا نہ ہو، بہر حال وہ سب کی سب اللہ کی طرف سے ہیں، یہ انسان کی کم ظرفی ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اپنے منعم ومحسن حقیقی کا شکریہ ادا نہیں کرتا، لیکن جونہی اسے کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ چلانے لگتا ہے، اس کے جزع فزع اور شور وشغب میں اضافہ ہو جاتا ہے، یہ انسان کی دورُخی ہے، اگر وہ چاہتا ہے کہ تکلیف اور بیماری کے وقت اللہ اسے یاد رکھے تو اسے چاہیے کہ اپنی راحت اور آسائش کے وقت وہ اللہ کو یاد رکھے۔

يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٚ فَسَوْفَ

يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾	لِيَكْفُرُوْا	بِمَآ	اٰتَيْنٰهُمْ ؕ	فَتَمَتَّعُوْا ٚ	فَسَوْفَ
شرک کرنے لگتے ہیں	تا کہ انکار کریں وہ	اس کا جو	ہم نے انہیں دیا	سو فائدہ اٹھالو تم	سو عنقریب

شرک کرنے لگتا ہے۔ ۵۴ تا کہ وہ اُن چیزوں کے منکر ہو جائیں جو ہم نے انہیں دی ہیں ، سو تم مزے اڑالو ، عنقریب

تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ

تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾	وَ	يَجْعَلُوْنَ	لِمَا	لَا	يَعْلَمُوْنَ	نَصِيْبًا	مِّمَّا	رَزَقْنٰهُمْ ؕ	تَاللّٰهِ
تم جان لوگے	اور	بناتے ہیں وہ	اس کا جو	نہیں	جانتے	حصہ	اسمیں سے جو	ہم نے انہیں دیا	اللہ کی قسم

تم جان لوگے ۔ ۵۵ اور وہ ہمارے دیئے ہوئے میں سے اُن چیزوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے ، اللہ کی قسم !

لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ

لَتُسْئَلُنَّ	عَمَّا	كُنْتُمْ	تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾	وَ	يَجْعَلُوْنَ	لِلّٰهِ	الْبَنٰتِ	سُبْحٰنَهٗ ۙ
البتہ تم ضرور پوچھے جاؤ گے	اس سے جو	تھے تم	گھڑتے رہتے	اور	بناتے ہیں وہ	اللہ کیلئے	بیٹیاں	پاک ہے وہ

تم سے اُن چیزوں کے متعلق ضرور باز پرس ہوگی جو تم گھڑتے ہو۔ ۵۶ اور وہ اللہ کیلئے بیٹیاں مقرر کرتے ہیں ، وہ پاک ہے ،

وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ

وَ	لَهُمْ	مَّا	يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾	وَ	اِذَا	بُشِّرَ	اَحَدُهُمْ	بِالْاُنْثٰى	ظَلَّ	وَجْهُهٗ
اور	ان کیلئے	وہ جو	وہ چاہتے ہیں	اور	جب	خوشخبری دی جائے	ان میں سے کسی ایک کو	بچی کی	سارا دن رہتا ہے	اس کا چہرہ

اور اپنے لئے وہ مقرر کرتے ہیں جو خود چاہتے ہیں ۔ ۵۷ اور جب اُن میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری ملے تو سارا دن اُس کا چہرہ

مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ

مُسْوَدًّا	وَّ	هُوَ	كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ ۚ	يَتَوَارٰى	مِنَ	الْقَوْمِ	مِنْ	سُوْٓءِ	مَا	بُشِّرَ	بِهٖ ؕ
سیاہ	اور	وہ	گھٹنے والا	چھپتا پھرتا ہے	سے	قوم کے	سے	برائی کے	وہ جو	خوشخبری دی گئی	ساتھ اس کے

سیاہ رہتا ہے اور وہ اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے ۔ ۵۸ جو خوشخبری اُسے دی گئی ، اُس کی برائی سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے ،

اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا

اَيُمْسِكُهٗ	عَلٰى	هُوْنٍ	اَمْ	يَدُسُّهٗ	فِى	التُّرَابِ ؕ	اَلَا	سَآءَ	مَا
کیا اسے روک لے	پر	ذلت کے	یا	اسے دبادے	بیچ	مٹی کے	خبردار	بہت برا ہے	وہ جو

کہ اُسے ذلت کے ساتھ رہنے دے یا اُسے مٹی میں دبادے ، سن لو کہ وہ بہت

۵۴ اس آیت مبارکہ میں انسان کی احسان فراموشی اور توتا چشمی بیان کی گئی ہے کہ ادھر اس پر مصیبت آئی اور اس نے چلانا اور فریاد کرنا شروع کر دیا ، رات دن ، چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے دعائیں مانگنے لگا اور جوں ہی اس کی مصیبت ، بیماری اور تکلیف دور ہوئی تو یہ انسان ہی ہوتے ہیں جو اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے لگتے ہیں ، ان کی نظروں سے یہ پہلو اوجھل ہو جاتا ہے کہ اگر ان کے شرکاء اس قدر طاقتور تھے کہ ان کی مصیبت کو دور کر سکتے تھے تو انہوں نے پہلے ہی یہ کام کیوں نہ کر دیا ؟ حق تعالیٰ کو پکارنے کی ضرورت کیا تھی ؟ وہ بھول جاتے ہیں کہ تھوڑی ہی دیر پہلے وہ عاجزی اور درماندگی کے ساتھ کیسے پکار رہے تھے؟

۵۵ اس آیت مبارکہ میں کفران نعمت اور احسان فراموشی کرنے والوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ دنیا میں جتنے مزے اڑا سکتے ہو ، اڑالو ، عنقریب تمہارے سامنے تمہارا انجام آجائے گا اور تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائیگا کہ احسان فراموشی کا وبال کیا ہے؟

۵۶ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کی ایک جہالت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کے حصے مقرر کرتے ہیں اور اپنے مال کا ایک مخصوص حصہ ان کے نام پر وقف کرتے ہیں ، حالانکہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے چڑھاوے ان بتوں کے مجاوروں کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور بتوں کے حصے میں سے خود بتوں کو کچھ نہیں ملتا ، قیامت کے دن اس کے متعلق مکمل پوچھ گچھ ہوگی۔

۵۷ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کی ایک اور جہالت بیان کی گئی ہے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں ، اول تو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت ہی غلط ہے ، پھر نسبت بھی بیٹیوں کی ، جبکہ اپنے لیے بیٹے چاہتے ہیں ، یہ کیسے جاہل لوگ ہیں جو معبودِ حقیقی سے برتر ہونا چاہتے ہیں۔

۵۸ ۵۹ ان آیتوں میں مشرکین کی کیفیت ذکر کی گئی ہے کہ جب انہیں اپنے یہاں بیٹی کی پیدائش کی خبر سننے کو ملتی ہے تو ان پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے ، وہ گم سم ہو جاتے ہیں ، چہرے پر مردنی چھا جاتی ہے ، دل میں اندر ہی اندر گھٹنے لگتے ہیں ، لوگوں سے سامنا کرنے کا حوصلہ اپنے اندر نہیں پاتے ، انہیں سمجھ نہیں آتی کہ اس معصوم اور ننھی منی بچی کو زندہ درگور کر دیں یا بے دلی سے اسے زندہ رہنے دیں لیکن ہر وقت انہیں یہی فکر کھائے جاتی ہے کہ یہ بڑی ہوگی ، مجھے اس کی شادی کیلئے جہیز کا انتظام کرنا پڑے گا ، داماد اور سسرالی رشتہ داروں کے سامنے دب کر رہنا پڑے گا ، یہ تمام تفکرات اپنے یہاں بیٹی کی پیدائش پر لاحق ہوتے ہیں ، جب اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹی کی نسبت کرتے ہیں ، تب انہیں خیال نہیں آتا کہ وہ اس کی طرف کیسی بیہودہ نسبت کر رہے ہیں ، ان کا رویہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اولاد میں سے بیٹیوں کو حقیر اور ناقص سمجھتے ہیں ، گو کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے ، لیکن اس طرح وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ کیلئے ناقص اور حقیر چیز ، جبکہ اپنے لیے کامل اور بڑھیا چیز ، کیسی بدترین سوچ اور کیسا بدترین فیصلہ ہے۔

يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ

يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾	لِلَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	مَثَلُ	السَّوْءِ ۚ	وَ	لِلّٰهِ
فیصلہ کررہے ہیں	ان لوگوں کیلئے جو	نہیں	ایمان رکھتے	آخرت پر	مثال	بری	اور	اللہ ہی کیلئے

برا فیصلہ کر رہے ہیں۔ ﴿۵۹﴾ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ، اُن کیلئے بری مثال ہے ، اور اللہ ہی کی

الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ ع ۱۴

الْمَثَلُ	الْاَعْلٰى ؕ	وَ	هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾	وَ	لَوْ	يُؤَاخِذُ	اللّٰهُ	النَّاسَ
شان	سب سے اونچی	اور	وہ	غالب	حکمت والا	اور	اگر	پکڑ کرے	اللہ	لوگوں کی

شان سب سے برتر ہے ، اور وہ غالب ، حکمت والا ہے ۔ ﴿۶۰﴾ اگر لوگوں کے ظلم پر اللہ اُن کا

بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى

بِظُلْمِهِمْ	مَّا	تَرَكَ	عَلَيْهَا	مِنْ	دَآبَّةٍ	وَّلٰكِنْ	يُّؤَخِّرُهُمْ	اِلٰٓى
ان کے ظلم کی وجہ سے	نہ	چھوڑے	اس پر	سے	کوئی چوپایہ	اور لیکن	وہ انہیں مہلت دیتا ہے	تک

مواخذہ کرنے لگے تو وہ روئے زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑے ، لیکن وہ انہیں ایک وقت مقررہ تک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً

اَجَلٍ	مُّسَمًّى ۚ	فَاِذَا	جَآءَ	اَجَلُهُمْ	لَا	يَسْتَاْخِرُوْنَ	سَاعَةً
ایک مدت کے	مقررشدہ	سوجب	آجائے گی	ان کی مدت	نہیں	پیچھے ہوسکیں گے	ایک لمحہ

مہلت دیتا ہے ، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آجائے گا تو وہ ایک لمحے کیلئے پیچھے ہو سکیں گے

وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ

وَّ	لَا	يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾	وَ	يَجْعَلُوْنَ	لِلّٰهِ	مَا	يَكْرَهُوْنَ	وَ	تَصِفُ
اور	نہ	آگے بڑھ سکیں گے	اور	بناتے ہیں	اللہ کیلئے	وہ جو	ناپسند کرتے ہیں خود	اور	بیان کرتی ہیں

اور نہ آگے ہو سکیں گے ۔ ﴿۶۱﴾ اور وہ اللہ کیلئے ایسی چیز مقرر کرتے ہیں جسے خود نا پسند کرتے ہیں اور اُن کی زبانیں

اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ

اَلْسِنَتُهُمُ	الْكَذِبَ	اَنَّ	لَهُمُ	الْحُسْنٰى ؕ	لَا	جَرَمَ	اَنَّ	لَهُمُ	النَّارَ
ان کی زبانیں	جھوٹ	کہ بیشک	ان کیلئے	بھلائی	نہیں	کوئی شک	کہ بیشک	ان کیلئے	جہنم

جھوٹی باتیں کرتی ہیں کہ اُن کیلئے اچھا بدلہ ہے ، کوئی شک نہیں کہ اِن کیلئے جہنم ہے

﴿۶۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ناپسندیدہ تشبیہ اور مثال کا مستحق منکرین قیامت وآخرت کو قرار دیا گیا ہے، اور یہ کہ حق تعالیٰ کی شان سب سے بلند و برتر ہے، سب اچھی مثالیں اور ہر بہترین تشبیہ اسی کیلئے ہے، مشرکین کی ان تشبیہات اور مثالوں سے وہ پاک اور برتر ہے۔

﴿۶۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کا حلم بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے گناہوں اور نافرمانیوں پر ان کی فوری گرفت نہیں کرتا، اگر وہ ایسا کرنے لگے تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ بچے، ظاہر ہے کہ یہ اس کی حکمت اور مشیت کے خلاف ہوگا، اس لیے وہ لوگوں کو مہلت دیتا ہے، اور اس نے مؤاخذے کیلئے ایک دن متعین کر رکھا ہے، اس دن کا آگے پیچھے ہونا ممکن نہیں ہے، اس دن کوئی بھی مؤاخذے سے بچ نہ سکے گا۔

وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ

وَ	اَنَّهُمْ	مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾	تَاللّٰهِ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَآ	اِلٰٓى	اُمَمٍ	مِّنْ	قَبْلِكَ	فَزَيَّنَ
اور	یہ کہ بیشک وہ	بڑھائے جا رہے ہیں	اللہ کی قسم	البتہ یقیناً	ہم نے بھیجا	طرف	امتوں کے	سے	تیرے پہلے	تو مزین کر دیئے

اور یہ کہ وہ اُسی کی طرف بڑھائے جا رہے ہیں۔ ﴿٦٣﴾ اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے پہلے بھی مختلف امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے ہیں، سو شیطان نے

لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾

لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	اَعْمَالَهُمْ	فَهُوَ	وَلِيُّهُمُ	الْيَوْمَ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾
ان کیلئے	شیطان نے	ان کے اعمال	سو وہ	دوست ان کا	آج کے دن	اور	ان کیلئے	عذاب	دردناک

اُن کیلئے اُن کے اعمال مزین کر دیئے ، سو وہی آج اُن کا رفیق ہے اور اُن کیلئے دردناک عذاب ہے۔ ﴿٦٤﴾

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ

وَ	مَآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	اِلَّا	لِتُبَيِّنَ	لَهُمُ	الَّذِى	اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ ۙ
اور	نہیں	نازل کی ہم نے	تجھ پر	کتاب	مگر	تا کہ تُو بیان کر دے	ان کیلئے	وہ جو	اختلاف کیا انہوں نے	اسمیں

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب اسی وجہ سے نازل کی ہے کہ آپ اُن کے سامنے وہ بات واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں،

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

وَ	هُدًى	وَّ	رَحْمَةً	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾	وَ	اللّٰهُ	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً
اور	ہدایت	اور	رحمت	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لاتے ہیں	اور	اللہ	نازل کیا اس نے	سے	آسمان کے	پانی

اور یہ کتاب ایمان رکھنے والوں کیلئے سراپا ہدایت و رحمت ہے۔ ﴿٦٥﴾ اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا ،

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

فَاَحْيَا	بِهِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ	مَوْتِهَا ؕ	اِنَّ	فِىْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّقَوْمٍ
سو زندہ کیا	اس کے ذریعے	زمین کو	پیچھے	اس کے مردہ ہونے کے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	ان لوگوں کیلئے جو

پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا ، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانی ہے جو

يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾ ع وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ

يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾	وَ	اِنَّ	لَكُمْ	فِى	الْاَنْعَامِ	لَعِبْرَةً ؕ	نُسْقِيْكُمْ	مِّمَّا	فِىْ	بُطُوْنِهٖ
سنتے ہیں	اور	بیشک	تمہارے لئے	بیچ	چوپایوں کے	البتہ سامان عبرت	ہم تمہیں پلاتے ہیں	اس سے جو	بیچ	ان کے پیٹوں کے

سنتے ہیں۔ ﴿٦٦﴾ اور بیشک تمہارے لئے جانوروں میں بھی سامانِ عبرت موجود ہے، ہم تمہیں اس میں سے پلاتے ہیں جو اُن کے پیٹوں میں ہے

﴿٦٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کی ایک اور جہالت بیان کی گئی ہے کہ اپنے لیے وہ جن چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں، انہی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، مثلاً وہ اپنے مال میں کسی دوسرے کی شرکت برداشت نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک سے نہیں شرماتے، اور اس پر ستم ظریفی یہ کہ اپنے آپ کو خیر اور بھلائی کا مستحق بھی سمجھتے ہیں، یہ لوگ اپنے حوالے سے خوش فہمی میں مبتلا ہیں، کیونکہ آخرت میں ان کیلئے جہنم کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

﴿٦٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو تسلی دینے کیلئے قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کو ان کی امتوں کی طرف بھیجا گیا، لیکن شیطان کے بہکاوے میں آ کر وہ لوگ پیغمبروں کی پیروی کرنے کی بجائے اپنے گناہوں اور برے اعمال کو ہی اچھا اور خوشنما سمجھتے رہے، شیطان اُن کا ولی اور رفیق بنا رہا، وہی آج کے مشرکوں اور بت پرستوں کا ولی اور رفیق بنا ہوا ہے، جس طرح وہ پہلوں کے کسی کام نہ آیا، اسی طرح ان پچھلوں کے بھی کسی کام نہ آئے گا اور انہیں دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

﴿٦٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ پر نزولِ قرآن کے بعد کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے، یعنی حق تعالیٰ کی منشا اور مراد واضح کرنا، لوگوں کے اختلافات اور لڑائی جھگڑوں میں فیصلہ کن حکم جاری کرنا، خواہ ان اختلافات کا تعلق دنیوی معاملات سے
ع ٨ ہو یا دینی معاملات سے، کیونکہ یہ قرآن
٥ اہل ایمان کیلئے سراپا ہدایت و رحمت بن کر
١٤ اترا ہے اور وہی اس کی ہدایت و رحمت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

﴿٦٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں پانی کو حق تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت قرار دیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب خشک سالی ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں سے جان نکل گئی ہے اور وہ مردہ ہو چکی ہے، لیکن جونہی آسمان سے پانی اترتا ہے تو یوں لگتا ہے کہ نہ صرف زمین بلکہ ہر چیز ہی زندہ ہو گئی ہے، سوال یہ ہے کہ جو رب زمین کو نئی زندگی عطا کر سکتا ہے، وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟ سوال یہ بھی ہے کہ جو رب زمین کی زندگی کا سامان مہیا کر سکتا ہے، وہ مردہ دلوں کو زندگی کیوں نہیں دے سکتا؟ یقیناً وہ ایسا کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور وہ پہلے بھی اپنی قدرت دکھا چکا ہے اور آئندہ بھی اس کی روشن مثالیں پیش کرتا رہے گا۔

مِنۢ بَيۡنِ فَرۡثٖ وَّدَمٖ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنۡ

مِنۢ	بَيۡنِ	فَرۡثٖ	وَّدَمٖ	لَّبَنًا	خَالِصًا	سَآئِغًا	لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴿۶۶﴾	وَ	مِنۡ
سے	درمیان	گوبر	اور خون	دودھ	خالص	خوشگوار	پینے والوں کیلئے	اور	سے

یعنی گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ ، جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے ۔ ﴿۶۶﴾ اور

ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا

ثَمَرٰتِ	النَّخِيۡلِ	وَ	الۡاَعۡنَابِ	تَتَّخِذُوۡنَ	مِنۡهُ	سَكَرًا	وَ	رِزۡقًا
پھلوں کے	کھجوروں	اور	انگوروں کے	بناتے ہو تم	اس سے	نشہ آور مشروب	اور	رزق

کھجور اور انگور سے تم نشہ آور مشروب اور عمدہ رزق حاصل

حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوۡحٰى رَبُّكَ اِلَى

حَسَنًا ؕ	اِنَّ	فِىۡ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّقَوۡمٍ	يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۷﴾	وَ	اَوۡحٰى	رَبُّكَ	اِلَى
بہترین	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	ان لوگوں کیلئے جو	عقل رکھتے ہیں	اور	حکم بھیجا	تیرے رب نے	طرف

کرتے ہو ، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانی ہے جو عقل رکھتے ہیں ۔ ﴿۶۸﴾ اور آپ کے رب نے

النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِىۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا

النَّحۡلِ	اَنِ	اتَّخِذِىۡ	مِنَ	الۡجِبَالِ	بُيُوۡتًا	وَّمِنَ	الشَّجَرِ	وَ	مِمَّا
شہد کی مکھی کے	یہ کہ	بناتو	سے	پہاڑوں کے	بہت سے گھر	اور سے	درختوں کے	اور	اس سے جو

شہد کی مکھی کو یہ حکم دیا ہے کہ پہاڑوں ، درختوں اور بیلوں میں

يَعۡرِشُوۡنَ ۙ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِىۡ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُكِىۡ سُبُلَ رَبِّكِ

يَعۡرِشُوۡنَ ۙ﴿۶۸﴾	ثُمَّ	كُلِىۡ	مِنۡ	كُلِّ	الثَّمَرٰتِ	فَاسۡلُكِىۡ	سُبُلَ	رَبِّكِ
وہ بیلوں پر چڑھاتے ہیں	پھر	کھاتو	سے	ہر ایک	پھلوں کے	سوچل تو	راستوں میں	اپنے رب کے

گھر بنا۔ ﴿۶۹﴾ پھر ہر طرح کے پھل کھا ، پھر اپنے رب کے آسان راستوں میں

ذُلُلًا ؕ يَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِيۡهِ شِفَآءٌ

ذُلُلًا ؕ	يَخۡرُجُ	مِنۡۢ	بُطُوۡنِهَا	شَرَابٌ	مُّخۡتَلِفٌ	اَلۡوَانُهٗ	فِيۡهِ	شِفَآءٌ
آسان	نکلتا ہے	سے	ان کے پیٹوں کے	مشروب	جدا جدا	اس کے رنگ	اسمیں	شفا ہے

چلتی رہ ، اُن کے پیٹوں سے مختلف رنگوں کا ایسا مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کیلئے

﴿۶۶﴾ اس آیت مبارکہ میں جانوروں کی تخلیق اور ان سے حاصل ہونے والے فوائد پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے، انسان اس پہلو پر غور کرے کہ جانور جو گھاس اور چارہ کھاتا ہے، اس کی نوعیت اور ماہیت کیا ہے؟ لیکن اس جانور سے جو صاف ستھرا دودھ حاصل ہوتا ہے، اس کی نوعیت اور ماہیت کیا ہے؟ آخر وہ کون سی طاقت ہے جس نے جانور کے جسم میں داخل ہونے والے چارے کو صاف ستھرا خالص دودھ بنا دیا؟ پھر یہ پہلو بھی نہایت اہم ہے کہ جسم کے جس حصے سے دودھ حاصل ہوتا ہے، اس کے ایک طرف گوبر، بیٹنگی اور گندگی ہے اور دوسری طرف خون، لیکن دودھ میں گوبر کی بدبو ہوتی ہے اور نہ خون کی رنگت، آخر وہ کون سی طاقت ہے جس نے دودھ کی حفاظت کا ایسا بہترین انتظام کیا؟ یقیناً اللہ کے علاوہ کوئی یہ کام نہیں کر سکتا، اگر آدمی غور کرنا چاہے تو اس دودھ پر غور کر کے وہ خالق حقیقی تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

﴿۶۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں پھلوں میں سے خاص طور پر کھجور اور انگور کا ذکر کر کے اہل عقل و دانش کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ اس کھجور اور انگور کو تم لوگ بہت سے مقاصد میں استعمال کرتے ہو، (یہ ضروری نہیں کہ وہ مقاصد جائز بھی ہوں) چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اہل عرب نے کھجور کو عام زندگی میں اس طرح داخل کر دیا ہے کہ وہ اکثر مطعومات اور مشروبات کا حصہ بن گئی ہے، یہی حال انگور کا بھی ہے، سوال یہ ہے کہ یہ نعمتیں تمہیں کس نے دی ہیں اور کس نے تمہیں مختلف مقاصد کیلئے ان چیزوں کے استعمال کا طریقہ سکھایا ہے؟ اس کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ ہی یہ سب کچھ کرنے والا ہے۔

﴿۶۸﴾ ﴿۶۹﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی اور اس سے حاصل ہونے والے شہد کو اپنی قدرت کی نشانی قرار دیا ہے، اس پر سورۂ نحل کے آغاز میں چند سطریں لکھ دی گئی ہیں، ان پر ایک نظر ڈال لی جائے، یہاں یہ پہلو قابل ذکر ہے کہ شہد کی مکھی پھولوں اور پھلوں کی تلاش میں خواہ کتنی ہی دور چلی جائے، راستہ نہیں بھولتی اور بغیر کسی پریشانی اور تردد کے اپنے چھتے میں واپس پہنچ جاتی ہے، دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ شہد کی مکھی جو شہد تیار کرتی ہے، اس کے بہت سے رنگ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اگر آپ کسی بڑی دکان یا سٹور پر شہد کے مختلف نمونے دیکھیں تو آپ ان مختلف رنگوں کو دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔

لِلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ

لِلنَّاسِ ۭ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّقَوْمٍ	يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾	وَ	اللّٰهُ	خَلَقَكُمْ	ثُمَّ
لوگوں کیلئے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	ان لوگوں کیلئے جو	غور وفکر کرتے ہیں	اور	اللہ نے	پیدا کیا تمہیں	پھر

شفاء ہے ، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ ﴿٦٩﴾ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے ، پھر

يَتَوَفّٰىكُمْ ڐ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ

يَتَوَفّٰىكُمْ ڐ	وَ	مِنْكُمْ	مَّنْ	يُّرَدُّ	اِلٰٓى	اَرْذَلِ	الْعُمُرِ	لِكَيْ	لَا	يَعْلَمَ	بَعْدَ
تمہیں پورا لے گا	اور	تم میں سے	وہ جو	لوٹایا جاتا ہے	طرف	گھٹیا ترین	عمر کے	تاکہ	نہ	جانے وہ	پیچھے

وہی تمہیں وفات دے گا ، اور تم میں سے بعض وہ بھی ہیں جنھیں عمر کے ناکارہ حصے کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے ، تاکہ وہ جاننے کے بعد

عِلْمٍ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٧٠﴾ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي ع ٩ ٥ ١٥

عِلْمٍ	شَيْـــًٔا ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	قَدِيْرٌ ﴿٧٠﴾	وَ	اللّٰهُ	فَضَّلَ	بَعْضَكُمْ	عَلٰي
جاننے کے	کچھ بھی	بیشک	اللہ	خوب جاننے والا	قدرت والا	اور	اللہ نے	فوقیت دی	تم میں سے بعض کو	پر

کچھ بھی نہ جانے ، بیشک اللہ جاننے والا ، قدرت والا ہے ۔ ﴿٧٠﴾ اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق کے

بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا

بَعْضٍ	فِي	الرِّزْقِ ۚ	فَمَا	الَّذِيْنَ	فُضِّلُوْا	بِرَاۗدِّيْ	رِزْقِهِمْ	عَلٰي	مَا
بعض کے	بیچ	رزق کے	سو نہیں	وہ لوگ جو	فضلیت دیئے گئے	لوٹانے والے	اپنا رزق	پر	اس کے جو

حوالے سے فوقیت دی ہے ، پھر جنھیں فوقیت دی گئی ہے ، وہ اپنا رزق اپنے غلاموں باندیوں پر

مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٧١﴾

مَلَكَتْ	اَيْمَانُهُمْ	فَهُمْ	فِيْهِ	سَوَاۗءٌ ۭ	اَفَبِنِعْمَةِ	اللّٰهِ	يَجْحَدُوْنَ ﴿٧١﴾
مالک ہوں	ان کے داہنے ہاتھ	سو وہ	اس میں	برابر ہوں	تو کیا احسان کا	اللہ کے	وہ انکار کرتے ہیں

اس طرح نہیں لوٹاتے کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں ، تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کے منکر ہیں؟ ﴿٧١﴾

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ

وَ	اللّٰهُ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّنْ	اَنْفُسِكُمْ	اَزْوَاجًا	وَّ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّنْ
اور	اللہ نے	بنائے	تمہارے لئے	سے	تمہاری جانوں کے	جوڑے	اور	بنائے اس نے	تمہارے لئے	سے

اور اللہ نے تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑا بنایا ، اور تمہارے لئے تمہاری

آخر وہ کون سی طاقت ہے جو شہد کی مکھی پر اپنا حکم چلاتی ہے، اس کیلئے چھتہ بنانے کی جگہ متعین کرتی ہے، اس میں زہریلے مادے کی آمیزش کو روکتی ہے، اسے راستہ بھولنے سے بچاتی ہے، اسے مختلف رنگ عطا کرتی ہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں کی بیماری کیلئے باعث شفا بناتی ہے؟ پھر کیوں نہ انسان اس پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کر کے اس کے ہر حکم پر عمل کرے؟

﴿٧٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کو خود اپنے وجود پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ انسان کا کوئی وجود نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے وجود عطا کیا، اس کا یہ وجود غیر اختیاری ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے موت دیدیتا ہے، انسان لاکھ جتن کر لے لیکن موت سے نہیں بچ سکتا، آخر وہ کون سی طاقت ہے جو انسان کی زندگی کا خاتمہ کر کے اس کی خواہش کے برعکس اس پر موت کو مسلط کر دیتی ہے؟ پھر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو عمر کے ناکارہ حصے تک پہنچ جاتے ہیں، اس عمر میں ان کی عقل سٹھیا جاتی ہے، اعضاء کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، انسان اپنے ہر عمل میں دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے، اس کا سارا علم و ہنر، اس کی ساری اکڑفوں اور اس کا سارا طمطراق تحلیل ہو جاتا ہے، آخر انسان اپنے آپ سے اس عاجزی اور محتاجی کو دور کیوں نہیں کر لیتا؟ اپنے چہرے کی جھریوں، ہاتھ پاؤں کا رعشہ، بینائی اور شنوائی کی کمزوری، اور عقل و خرد کی کمی کو کیوں نہیں ختم کرتا؟ وہ بیت الخلاء میں گر کر اپنی ہڈیاں کیوں تڑوا لیتا ہے؟ وہ مرغن اور طاقتور غذائیں اور عمدہ مشروبات کیوں استعمال نہیں کرتا؟ وہ کون سی طاقت ہے جو انسان کو اس کی خواہش کے برعکس اس حالت تک پہنچا دیتی ہے؟ وہی طاقت سب سے بڑی طاقت ہے اور یہ اللہ کی طاقت ہے، سو انسان کو اس پر ایمان لا کر اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے۔

﴿٧١﴾ اس آیت مبارکہ میں رزق کی تقسیم کے حوالے سے لوگوں میں فرق مراتب کا ذکر کر کے اس سے شرک کی نفی پر استدلال کیا گیا ہے، اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمتوں کے تحت رزق کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے کہ کسی کی روزی کشادہ رکھی اور کسی کی تنگ، جن لوگوں کا رزق کشادہ ہے، عام طور پر ان کا کاروبار ہوتا ہے، بہت سے پراجیکٹس ہوتے ہیں اور وہ مختلف ذرائع استعمال کر کے اپنے مال و دولت کو مزید بڑھاتے ہیں اور جن لوگوں کو رزق کی تنگی کا سامنا ہے، وہ محنت مزدوری اور ملازمت کرتے ہیں، مالداروں میں سے ایک ایک آدمی کے یہاں سینکڑوں ہزاروں ملازم اور نوکر کام کرتے ہیں اور وہ ان سب کو ان کے کام کی اجرت اور تنخواہ دیتا ہے، لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ مالک اور ملازم کی تنخواہ برابر ہو جائے، مالک اور ملازم کی سہولیات برابر ہو جائیں، مالک اور ملازم مقام اور مرتبے میں برابر ہو جائیں، جب یہ مجازی مالک اور ملازم برابر نہیں ہو سکتے تو سوال یہ ہے کہ مالک حقیقی اور اس کے بندے کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو اتنی موٹی بات سمجھ میں نہیں آتی؟

أَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ

اَزْوَاجِكُمْ	بَنِيْنَ	وَ	حَفَدَةً	وَّ	رَزَقَكُمْ	مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ	اَفَبِالْبَاطِلِ
تمہاری بیویوں کے	بیٹے	اور	پوتے	اور	رزق دیا اس نے تمہیں	سے	پاکیزہ چیزوں کے	تو کیا باطل پر

بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے ، اور تمہیں پاکیزہ چیزیں رزق کے طور پر عطا کیں ، تو کیا یہ لوگ باطل پر

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

يُؤْمِنُوْنَ	وَ	بِنِعْمَتِ	اللّٰهِ	هُمْ	يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٢﴾	وَ	يَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ
وہ ایمان لاتے ہیں	اور	ساتھ نعمت کے	اللہ کی	وہ	انکار کرتے ہیں	اور	عبادت کرتے ہیں وہ	سے	علاوہ

ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کر دیتے ہیں؟ (٧٢) اور اللہ کو چھوڑ کر اُن کی

اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا

اللّٰهِ	مَا	لَا	يَمْلِكُ	لَهُمْ	رِزْقًا	مِّنَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	شَيْـًٔا
اللہ کے	وہ جو	نہیں	اختیار رکھتے	ان کیلئے	رزق کا	سے	آسمانوں کے	اور	زمین کے	کچھ بھی

عبادت کرتے ہیں ، جو اُن کیلئے آسمانوں اور زمین میں تھوڑے سے رزق کا بھی اختیار نہیں رکھتے

وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٧٣﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

وَّ	لَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٧٣﴾	فَلَا	تَضْرِبُوْا	لِلّٰهِ	الْاَمْثَالَ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	وَ	اَنْتُمْ
اور	نہیں	کر سکتے وہ	تو مت	بیان کرو تم	اللہ کیلئے	مثالیں	بیشک	اللہ	جانتا ہے	اور	تم

اور نہ ہی قدرت رکھتے ہیں ۔ (٧٣) سو تم اللہ کیلئے مثالیں مت بیان کرو، بیشک اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧٤﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى

لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿٧٤﴾	ضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا	عَبْدًا	مَّمْلُوْكًا	لَّا	يَقْدِرُ	عَلٰى
نہیں	جانتے	بیان کی	اللہ نے	مثال	ایک غلام کی	کسی کی ملکیت میں	نہ	قدرت رکھتا ہو	پر

نہیں جانتے ۔ (٧٤) اللہ نے ایک غلام کی مثال بیان فرمائی ہے جو کسی کی ملکیت میں ہو ، اور کسی چیز پر قدرت

شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ

شَيْءٍ	وَّ	مَنْ	رَّزَقْنٰهُ	مِنَّا	رِزْقًا	حَسَنًا	فَهُوَ	يُنْفِقُ	مِنْهُ	سِرًّا	وَّ
کسی چیز کے	اور	جسے	رزق دیا ہم نے	اپنے سے	رزق	عمدہ	سو وہ	خرچ کرتا ہے	اپنے سے	چھپ کر	اور

نہ رکھتا ہو، اور ایک وہ شخص جسے ہم نے اپنے پاس سے عمدہ رزق عطا فرما رکھا ہو ، پھر وہ اس میں سے پوشیدہ اور کھلے بندوں

(٧٢) اس آیتِ مبارکہ میں مزید کچھ نعمتوں کا ذکر کر کے انسان کو احساس دلایا گیا ہے کہ ایسے منعم اور محسن کو چھوڑ کر بے جان بتوں اور مجسموں کے آگے سجدہ ریز ہونا اور انہیں اپنا معبود قرار دینا سخت نادانی اور کفر ہے ، جس نے تمہاری جنس میں سے تمہارا جوڑا پیدا کیا، اگر مرد کا جوڑا انسان کی بجائے کسی دوسری مخلوق کو یا عورت کا جوڑا انسان کے بجائے کسی اور مخلوق کو بنا دیا جاتا تو کیا انسان کی ازدواجی زندگی پر لطف ہو سکتی تھی ؟ کبھی میاں غائب ہو جاتا اور کبھی بیوی غائب ہوجاتی ، دونوں کی خوراک ، لباس ، مزاج ، ضروریات اور تقاضے ایک دوسرے سے بالکل برعکس ہوتے ، وہ کون ہے جس نے تمہارا جوڑا تمہاری ہی جنس میں سے بنایا ہے؟ وہ کون ہے جس نے تمہارے جوڑے سے تمہاری نسل کو چلایا ؟ تمہیں بیٹے اور پوتے دیئے؟ بیٹی اور نواسے کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا کہ ان سے نسل نہیں چلتی ، علاوہ ازیں انسان بیٹوں اور پوتوں پر فخر کرتا ہے، تو نعمت کے طور پر اسی نوع کا ذکر فرمایا جسے خود انسان بھی نعمت سمجھتا ہے اس کے باوجود انسان اگر شرک و بت پرستی کرے تو اسے ناشکری اور کفر کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے؟ اور اس پر انسان کو سزا نہ دی جائے تو کیا اسے انعام دیا جائے؟

(٧٣) اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں کی نادانی اور جرم کی نوعیت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو آسمان سے ان کیلئے رزق اتار سکتے ہیں اور نہ زمین سے کچھ اگا سکتے ہیں، وہ اس قدر عاجز ہیں کہ کچھ بھی نہیں کر سکتے ، ایسے عاجز اور بے بس لوگوں کو معبود بنا کر اُن کی پوجا کرنا شرفِ انسانیت کی توہین ہے، ایسا انسان جانوروں سے بھی بدتر ہے، کیونکہ جانور جس کا کھاتا ہے، اس کے پیچھے پیچھے دم ہلاتا جاتا ہے، دنیا میں یہ جملہ مشہور ہے کہ انسان جس کا کھاتا ہے، اسی کا گاتا ہے، لیکن مشرکوں کی عقل کو کیا ہوا کہ کھاتے اللہ کا ہیں اور گاتے بتوں اور مجسموں کا ہیں، اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اس کا احسان مند ہونے کی بجائے شرک اور بت پرستی میں مگن ہیں، اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ اور ہدایت دیدے۔ (٧٤) اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے از خود مثالیں بیان کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، کیونکہ مشرکین نے اپنے کفر و شرک کے جواز پر استدلال کرنے کیلئے ایسی مثالیں دینا شروع کر دی تھیں جو حق تعالیٰ کے ساتھ کسی صورت مناسبت نہیں رکھتی ہیں، مثلاً وہ یہ کہتے تھے کہ جس طرح دنیا میں کوئی بادشاہ ہر کام خود نہیں کرتا ، بلکہ اس کے کارندے ، گورنرز اور وزراء بہت سی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں اور خود بادشاہ نے انہیں اپنی طرف سے اختیارات تفویض کیے ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی کچھ لوگوں کو خدائی اختیارات میں شریک کر رکھا ہے تا کہ وہ نظامِ کائنات میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں، لیکن یہ مثال دیتے وقت مشرکین اس پہلو کو فراموش کر دیتے ہیں کہ دنیوی بادشاہ اپنے اختیارات تقسیم کرنے کیلئے مجبور ہوتے ہیں اور اس کے بغیر ان کیلئے نظامِ سلطنت کو چلانا ممکن نہیں ہوتا، جبکہ حق تعالیٰ کو ایسی کسی مجبوری کا سامنا نہیں ، دنیوی بادشاہ ہر جگہ موجود نہیں ہوتے ، جبکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، دنیوی بادشاہوں کا علم ناقص ہوتا ہے، جبکہ اللہ کا علم کامل و اکمل ہے، دنیوی بادشاہ عاجز ہوتے ہیں، جبکہ اللہ قادرِ مطلق ہے اس لیے دونوں میں مماثلت تلاش کرنا حماقت اور کم عقلی ہے، بھلا عابد اور معبود میں بھی مماثلت ہو سکتی ہے؟

جَهۡرًا ؕ هَلۡ يَسۡتَوٗنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۵﴾

جَهۡرًا ؕ	هَلۡ	يَسۡتَوٗنَ ؕ	اَلۡحَمۡدُ	لِلّٰهِ ؕ	بَلۡ	اَكۡثَرُهُمۡ	لَا	يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۵﴾
سب کے سامنے	کیا	یہ برابر ہو سکتے ہیں	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	بلکہ	ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے

خرچ کرتا رہتا ہو ، کیا یہ لوگ برابر ہو سکتے ہیں ؟ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں ، البتہ اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۔ ﴿۷۵﴾

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيۡنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبۡكَمُ لَا يَقۡدِرُ عَلٰى

وَ	ضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا	رَّجُلَيۡنِ	اَحَدُهُمَاۤ	اَبۡكَمُ	لَا	يَقۡدِرُ	عَلٰى
اور	بیان کی	اللہ نے	مثال	دو آدمیوں کی	ان میں سے ایک	گونگا	نہیں	قدرت رکھتا وہ	پر

اور اللہ نے ایک مثال دو آدمیوں کی بیان فرمائی ہے جن میں سے ایک گونگا ہے ، کسی چیز کی قدرت

شَيۡءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوۡلٰٮهُ ۙ اَيۡنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاۡتِ بِخَيۡرٍ ؕ هَلۡ

شَيۡءٍ	وَّ	هُوَ	كَلٌّ	عَلٰى	مَوۡلٰٮهُ ۙ	اَيۡنَمَا	يُوَجِّهْهُّ	لَا	يَاۡتِ	بِخَيۡرٍ ؕ	هَلۡ
کسی چیز کے	اور	وہ	بوجھ	پر	اپنے آقا کے	جہاں کہیں بھی	وہ اسے رخ دیتا ہے	نہیں	لاتا وہ	کوئی خیر	کیا

نہیں رکھتا اور اپنے آقا پر بوجھ ہے ، وہ اُسے جہاں بھی بھیجتا ہے یہ کوئی خیر لیکر نہیں آتا ، کیا

يَسۡتَوِىۡ هُوَ ۙ وَمَنۡ يَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ

يَسۡتَوِىۡ	هُوَ ۙ	وَ	مَنۡ	يَّاۡمُرُ	بِالۡعَدۡلِ ۙ	وَ	هُوَ	عَلٰى	صِرَاطٍ
برابر ہوسکتا ہے	وہ	اور	جوکوئی	حکم دے	انصاف کا	اور	وہ	پر	راستے کے

یہ اور وہ شخص برابر ہو سکتا ہے جو انصاف کے ساتھ حکم کرتا ہے اور وہ سیدھے

مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۷۶﴾ وَلِلّٰهِ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَاۤ اَمۡرُ

مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۷۶﴾	وَ	لِلّٰهِ	غَيۡبُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الۡاَرۡضِ ؕ	وَ	مَاۤ	اَمۡرُ
سیدھے	اور	اللہ ہی کیلئے	بھید	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	نہیں	معاملہ

راستے پر ہے ۔ ﴿۷۶﴾ اور اللہ ہی کے پاس آسمانوں اور زمین کے بھید ہیں ، اور قیامت کا

السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ

السَّاعَةِ	اِلَّا	كَلَمۡحِ	الۡبَصَرِ	اَوۡ	هُوَ	اَقۡرَبُ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَىۡءٍ
قیامت کا	مگر	جیسے جھپکنا	آنکھ کا	یا	وہ	زیادہ قریب	بیشک	اللہ	پر	ہرایک	چیز کے

معاملہ تو پلک جھپکنے کی طرح بلکہ اُس سے بھی زیادہ قریب ہے ، بیشک اللہ ہر چیز پر

﴿۷۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے خود ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ اگر مثال ہی بیان کرنی ہے تو مثال وہ نہیں ہے جو تم نے بیان کی ، بلکہ صحیح مثال'' جو خالق اور مخلوق ، عابد اور معبود ، مالک اور مملوک کے درمیان فرق کو واضح کرے اور حقیقت کے عین مطابق ہو'' یہ ہے کہ دو آدمیوں کا تصور کرو جن میں سے ایک غلام ہو، اس کے پاس کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہ ہو، قانونی طور پر وہ کسی چیز کا مالک نہ بن سکتا ہو اور مالک کی اجازت کی احتیاج اسے ہر لحہ ہو، دوسری طرف ایک آزاد آدمی ہو، جسے اپنے متعلق ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہو، وہ آزادی کے ساتھ اپنا مال خرچ کرنے کا حق رکھتا ہو اور اسے کوئی روک ٹوک نہ ہو، کیا یہ دونوں آپس میں کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مالکِ حقیقی اور پتھر کے بے جان بت کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟

﴿۷۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایک اور مثال بیان کی گئی ہے جس کے مطابق ایک طرف ایک آدمی ہے جو گونگا بہرا ہے، نہ اپنی کہہ سکتا ہے اور نہ دوسرے کی سن سکتا ہے، جس شخص کا وہ غلام ہے، اس کے کسی کام کا نہیں، بلکہ الٹا اس پر بوجھ ہے کہ آقا کو اس کے کھانے پینے ، پہننے اوڑھنے اور دیگر ضروریات کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور وہ آقا کیلئے کبھی خیر کی خبر لیکر نہیں آتا، اور دوسری طرف وہ آدمی ہے جو خود بھی سیدھے راستے پر قائم ہے اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے ، اسی طرح پتھر اور لکڑی اور دیگر اشیاء کے بے جان مجسمے اور مالکِ حقیقی کے درمیان بھی کوئی جوڑ نہیں ہے، کس قدر نادان ہیں وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کر رہے ہیں؟

ع ۱۰ / ۱۶

قَدِيْرٌ ﴿٧٧﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ

قَدِيْرٌ ﴿٧٧﴾	وَ	اللّٰهُ	اَخْرَجَكُمْ	مِّنْۢ	بُطُوْنِ	اُمَّهٰتِكُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ	شَيْـًٔا ۙ
قدرت والا	اور	اللہ نے	نکالا تمہیں	سے	پیٹوں کے	تمہاری ماؤں کے	نہیں	تم جانتے تھے	کچھ بھی

قادر ہے ۔ ﴿٧٧﴾ اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا ، تم کچھ نہ جانتے تھے ۔

وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾

وَّ	جَعَلَ	لَكُمُ	السَّمْعَ	وَ	الْاَبْصَارَ	وَ	الْاَفْـِٕدَةَ ۙ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾
اور	بنایا اس نے	تمہارے لئے	کان	اور	آنکھیں	اور	دل	تا کہ تم	شکر کرو

تمہارے کان ، آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم شکر کرو۔ ﴿٧٨﴾

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا

اَلَمْ	يَرَوْا	اِلَى	الطَّيْرِ	مُسَخَّرٰتٍ	فِيْ	جَوِّ	السَّمَآءِ ؕ	مَا	يُمْسِكُهُنَّ	اِلَّا
کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	طرف	پرندوں کے	تابع فرمان کئے گئے	بیچ	فضا کے	آسمان کی	نہیں	تھام رہا انہیں	مگر

کیا انہوں نے اڑتے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا جو کہ فضائے آسمانی میں مسخر کر دیئے گئے ہیں؟ انہیں اللہ کے علاوہ کوئی

اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ

اللّٰهُ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٧٩﴾	وَ	اللّٰهُ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّنْۢ
اللہ	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لاتے ہیں	اور	اللہ نے	بنایا	تمہارے لئے	سے

نہیں تھامتا ، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں ۔ ﴿٧٩﴾ اور اللہ نے تمہارے گھر

بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا

بُيُوْتِكُمْ	سَكَنًا	وَّ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّنْ	جُلُوْدِ	الْاَنْعَامِ	بُيُوْتًا	تَسْتَخِفُّوْنَهَا
تمہارے گھروں کے	سکونت کی جگہ	اور	بنائے اس نے	تمہارے لئے	سے	کھالوں کے	چوپایوں کی	گھر بہت سے	تم ہلکا پھلکا رکھتے ہو انہیں

تمہارے لئے سکونت کی جگہ بنادیئے اور چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لئے خیمے بنائے، جو تمہارے لئے دوران سفر

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا

يَوْمَ	ظَعْنِكُمْ	وَ	يَوْمَ	اِقَامَتِكُمْ ۙ	وَ	مِنْ	اَصْوَافِهَا	وَ	اَوْبَارِهَا
دن	اپنے سفر کے	اور	دن	اپنے مقیم ہونے کے	اور	سے	بھیڑوں کی اون کے	اور	اونٹوں کی پشم کے

اور دوران قیام ہلکے پھلکے رہتے ہیں ، اور بھیڑوں کی اون ، اونٹوں کی پشم

﴿٧٧﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قدرت بیان کی گئی ہے، اس کا علم ایسا کامل ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی مخفی چیز بھی اس کے علم کے دائرے سے باہر نہیں ہے اور اس کی قدرت اس قدر کامل ہے کہ وہ پلک جھپکنے کی مقدار میں، بلکہ اس سے بھی کم وقت میں قیامت برپا کرسکتا ہے، اس کیلئے اس نظام عالم کو بنانا مشکل تھا اور نہ ہی ختم کرنا کچھ مشکل ہے، وہ ہر چیز پر مکمل قدرت اور دسترس رکھتا ہے۔

﴿٧٨﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی کچھ ایسی نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہیں سمجھنے کیلئے کسی منطق اور فلسفے کی ضرورت نہیں ہے، ہر انسان اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ جب وہ شکم مادر سے دنیا میں وجود لیکر آیا تھا تو اس کے پاس کون سا علم، ہنر اور ٹیکنالوجی تھی؟ جس پر آج وہ ناز اور فخر کرتا ہے، انسان کو سننے اور دیکھنے کی طاقت اللہ نے عطا فرمائی، انسان کے جسمانی اور روحانی نظام کی بقاء کیلئے اس کے سینے میں دل بنایا، کیا انسان اپنے لیے یہ چیزیں خود مہیا کر سکتا تھا؟ کیا اس نے ان چیزوں کے حصول کیلئے کوئی قیمت ادا کی تھی؟ کیا اس کی غربت کی وجہ سے ان میں سے کسی چیز کو اس سے روک لیا گیا تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انسان ان نعمتوں پر اللہ کا شکر کیوں ادا نہیں کرتا؟

﴿٧٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ اس نے زمین و آسمان کے درمیان اڑنے والے پرندوں کو تھام رکھا ہے، زمین کی کشش ثقل کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی پرندہ بھی فضا میں اڑ نہ سکے، بلکہ زمین اسے اپنی طرف کھینچ لے ، لیکن اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں تھام رکھا ہے اور وہ نہایت سہولت کے ساتھ فضا میں اڑتے پھرتے ہیں، جس ذات کا حکم زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی فضا اور مخلوقات پر نافذ ہے، اس کی عظمت کا کم از کم تقاضا یہی ہے کہ انسان اس پر دل وجان سے ایمان لا کر کفر وشرک سے بیزار ہوجائے۔

وَ اَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝۸۰ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا

وَ	اَشْعَارِهَآ	اَثَاثًا	وَّ	مَتَاعًا	اِلٰى	حِيْنٍ ۝۸۰	وَ	اللّٰهُ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّمَّا
اور	بکریوں کے بالوں کے	سامان	اور	فائدہ اٹھانا	طرف	ایک وقت کے	اور	اللہ نے	بنائے	تمہارے لئے	اسمیں سے جو

اور بکریوں کے بالوں سے کتنے ہی سامان اور استعمال کی چیزیں ایک مقررہ وقت کیلئے بنائیں۔ ۸۰ اور اللہ نے تمہارے لئے اپنی پیدا کی ہوئی

خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ

خَلَقَ	ظِلٰلًا	وَّ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّنَ	الْجِبَالِ	اَكْنَانًا	وَّ	جَعَلَ	لَكُمْ
اس نے پیدا کیا	سائے	اور	بنائیں اس نے	تمہارے لئے	سے	پہاڑوں کے	چھپنے کی جگہیں	اور	بنائے اس نے	تمہارے لئے

چیزوں کے سائے بنائے ، تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے کرتے

سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ

سَرَابِيْلَ	تَقِيْكُمُ	الْحَرَّ	وَ	سَرَابِيْلَ	تَقِيْكُمْ	بَاْسَكُمْ ؕ	كَذٰلِكَ	يُتِمُّ
کرتے	بچاتے ہیں وہ تمہیں	گرمی سے	اور	کرتے	بچاتے ہیں تمہیں	تمہاری جنگ میں	اسی طرح	پوری کرتا ہے وہ

بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور وہ کرتے جو میدانِ جنگ میں تمہیں بچاتے ہیں ، اسی طرح اللہ تم پر

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝۸۱ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

نِعْمَتَهٗ	عَلَيْكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تُسْلِمُوْنَ ۝۸۱	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا	عَلَيْكَ	الْبَلٰغُ
اپنی نعمت	تم پر	تاکہ تم	فرمانبرداری کرو	سو اگر	منہ موڑلیں وہ	تو صرف	تجھ پر	پہنچادینا

اپنی نعمتیں تمام کرتا ہے ، تاکہ تم فرمانبردار ہو جاؤ ۔ ۸۱ پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو آپ کے ذمے صرف کھول کر

الْمُبِيْنُ ۝۸۲ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ

الْمُبِيْنُ ۝۸۲	يَعْرِفُوْنَ	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	ثُمَّ	يُنْكِرُوْنَهَا	وَ	اَكْثَرُهُمُ
کھلم کھلا	پہچانتے ہیں وہ	نعمت کو	اللہ کی	پھر	انکار کرتے ہیں اس کا	اور	ان میں سے اکثر

پہنچا دینا ہے ۔ ۸۲ وہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں ، پھر اُن سے منکر ہو جاتے ہیں اور اُن میں سے اکثر

الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۳ ع وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ

الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۳ ع	وَ	يَوْمَ	نَبْعَثُ	مِنْ	كُلِّ	اُمَّةٍ	شَهِيْدًا	ثُمَّ	لَا	يُؤْذَنُ
کفر کرنے والے	اور	جس دن	ہم اٹھائیں گے	سے	ہر ایک	امت کے	ایک گواہ	پھر	نہیں	اجازت دی جائیگی

لوگ نا شکرے ہیں ۔ ۸۳ اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والا اٹھائیں گے ، پھر کافروں کو

۸۰ اس آیت مبارکہ میں ان نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے انسان سفر اور حضر کی رہائش میں فائدہ اٹھاتا ہے، اس میں وہ پختہ مکان اور محلات بھی شامل ہیں جو اینٹ، پتھر، کنکریٹ اور سریا بجری وغیرہ سے تعمیر کیے جاتے ہیں اور وہ عارضی خیمے اور قناتیں بھی شامل ہیں جو جانوروں کی کھالوں یا پیراشوٹ سے تیار کیے جاتے ہیں، ان عارضی خیموں کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا حجم کم ہوتا ہے، انہیں سنبھالنا آسان ہوتا ہے اور ضرورت کے موقع پر انہیں پھیلایا اور لپیٹا جا سکتا ہے، اسی طرح اونٹوں، بکریوں اور بھیڑوں کے جسم پر جو بال، اون اور پشم ہوتی ہے، اس سے مختلف قسم کی چیزیں تیار کی جاتی ہیں جو لوگوں کے فائدہ اٹھانے کا سبب ہوتی ہیں، انسان ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرے۔

۸۱ اس آیت مبارکہ میں ان نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو انسان کی جسمانی حفاظت میں اس کے کام آتی ہیں مثلاً سایہ، انسان کو دھوپ اور گرمی سے بچاتا ہے، یہ سایہ مختلف چیزوں کا ہوتا ہے مثلاً بادل، تعمیر شدہ عمارت اور درخت وغیرہ ، اسی طرح پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں انسان کو دشمن کے نقصان اور ایذاء رسانی سے بچاتی ہیں اور بارش کے وقت انسان اپنے آپ کو اور اپنے سامان کو غاروں میں محفوظ سمجھتا ہے، گرمی اور سردی سے بچاؤ کے لباس اور میدان جنگ میں دشمن کے حملوں سے بچنے کیلئے زرہوں اور بلٹ پروف جیکٹس کا
ع ۱۱ ۱۷ استعمال انسان کے جسمانی نظام کو تحفظ فراہم کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جن کی طرف انسان کی توجہ نہیں جاتی اس لیے وہ ان کا شکر ادا کرنے سے بھی محروم رہتا ہے۔

۸۲ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کے ذمے ہمارا پیغام واضح الفاظ میں پہنچا دینا ہے، سو آپ اپنی ذمہ داری پوری کر چکے، اگر وہ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے تو آپ کو فکرمند اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ خود ہی ان سے حساب لے گا۔

۸۳ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کی اکثریت کو ناشکرا قرار دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض بندے شکرگزار بھی ہیں، لیکن ان کی تعداد ناشکروں کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہے، جس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ شیطان نے راندہ درگاہ ہونے کے بعد بارگاہِ رب العزت میں دعویٰ کیا تھا کہ تو اپنے بندوں کی اکثریت کو اپنا شکرگزار نہیں پائے گا۔

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا

لِلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	لَا	هُمْ	يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾	وَ	اِذَا	رَاَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا
ان لوگوں کو	کفر کیا انہوں نے	اور	نہ	وہ	توبہ طلب کئے جائیں گے	اور	جب	دیکھیں گے	وہ لوگ	ظلم کیا انہوں نے

اجازت نہ دی جائے گی اور نہ ہی اُن سے توبہ طلب کی جائیگی۔ ۸۴ اور جب ظالم لوگ عذاب کو

الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ

الْعَذَابَ	فَلَا	يُخَفَّفُ	عَنْهُمْ	وَ	لَا	هُمْ	يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾	وَ	اِذَا	رَاَ	الَّذِيْنَ
عذاب کو	تو نہ	ہلکا کیا جائیگا	ان سے	اور	نہ	وہ	مہلت دیئے جائیں گے	اور	جب	دیکھیں گے	وہ لوگ

دیکھیں گے تو اُن سے کوئی تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی اُنہیں مہلت دی جائے گی۔ ۸۵ اور جب شرک کرنے والے

اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا

اَشْرَكُوْا	شُرَكَآءَهُمْ	قَالُوْا	رَبَّنَا	هٰٓؤُلَآءِ	شُرَكَآؤُنَا	الَّذِيْنَ	كُنَّا
شرک کیا انہوں نے	اپنے شرکاء کو	کہیں گے وہ	اے ہمارے پروردگار	یہ لوگ	ہمارے شرکاء	وہ لوگ جو	تھے ہم

لوگ اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ پروردگار! یہ ہمارے وہ شرکاء ہیں جنہیں ہم

نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾

نَدْعُوْا	مِنْ	دُوْنِكَ ۚ	فَاَلْقَوْا	اِلَيْهِمُ	الْقَوْلَ	اِنَّكُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾
پکارتے رہے	سے	آپ کے علاوہ	سو ڈال دیں گے وہ	ان کیطرف	بات	بیشک تم	البتہ جھوٹے

آپ کے علاوہ پکارتے تھے تو وہ ان پر بات ڈال دیں گے کہ بیشک تم جھوٹے ہو۔ ۸۶

وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾

وَ	اَلْقَوْا	اِلَى	اللّٰهِ	يَوْمَئِذِ	السَّلَمَ	وَ	ضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾
اور	ڈال دیں گے	طرف	اللہ کے	اس دن	سپردگی	اور	گم ہوجائیگا	ان سے	وہ جو	تھے وہ	گھڑتے رہے

اور اُس دن وہ اللہ کے سامنے سپردگی ڈال دیں گے اور وہ باتیں اُن سے گم ہو جائیں گی جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ ۸۷

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

اَلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	صَدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	زِدْنٰهُمْ	عَذَابًا	فَوْقَ
وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور	روکتے رہے	سے	راستے کے	اللہ کے	ہم انہیں بڑھادیں گے	عذاب میں	اوپر

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا ، ہم اُن کے عذاب پر مزید عذاب

۸۴ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کا ایک منظر دکھایا گیا ہے، جس میں ہر امت میں سے ایک "گواہ" پیش کیے جانے کو نمایاں کیا گیا ہے، بیشتر مفسرین کے نزدیک اس "گواہ" سے مراد نبی ہے کیونکہ ہر نبی اپنی امت کے احوال کا سب سے بڑا گواہ ہوتا ہے، اس دن کافروں کو اپنا مدعا پیش کرنے یا توبہ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی ، کیونکہ ان کے جرائم کی فہرست بہت لمبی ہوگی جس کی نحوست ان کے چہرے سے ہی ظاہر ہو گی اور وہ چونکہ دارالجزاء ہے ، اس لیے وہاں کسی کی توبہ قبول ہونے کا بھی امکان نہیں ہوگا۔

۸۵ اس آیتِ مبارکہ میں ظالموں کی امیدوں کو توڑ دیا گیا ہے کہ جب اللہ کا عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا، اُس وقت اگر وہ صدقِ دل اور اخلاص کے ساتھ بھی معافی مانگ لیں ، تب بھی انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا ، ان کے عذاب میں کسی قسم کی تخفیف یا ڈھیل کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔

۸۶ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین اور ان کے باطل معبودوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں کہ قیامت کے دن مشرکین اپنے باطل معبودوں کو اصل اور مرکزی مجرم قرار دیں گے اور بارگاہِ رب العزت میں درخواست کریں گے کہ انہیں دوگنی سزا دی جائے کیونکہ انہوں نے ہی ہمیں گمراہ کیا تھا اور وہ باطل معبود جواب میں ساری بات ان پر ڈال دیں گے اور کہیں گے کہ تم لوگ جھوٹے ہو، ہم نے تمہیں اپنی عبادت کیلئے کب کہا تھا؟ ہم نے تم پر کب زبردستی کی تھی؟

۸۷ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں کی دو حالتیں بیان کی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ وہ ہتھیار ڈال دیں گے اور خود کو حکمِ الٰہی کا پابند ظاہر کریں گے، ان کا دعویٰ یہ ہوگا کہ آپ ہمیں جو حکم دیں گے، ہم اس پر مکمل عمل کریں گے اور سرِ تسلیم خم کردیں گے، حالانکہ وہ دنیا میں ایسا کرنے کی بجائے اللہ سے مقابلہ کرتے تھے اور دوسری حالت یہ کہ انہوں نے جتنے جھوٹ ، باطل معبود، باطل نظریات اور خلافِ حقیقت افسانے دنیا میں تراش رکھے تھے، وہ سب کے سب غائب ہوجائیں گے اور کوئی دلیل ان کا ساتھ نہ دے سکے گی۔

اَلْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا

اَلْعَذَابِ	بِمَا	كَانُوْا	يُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾	وَ	يَوْمَ	نَبْعَثُ	فِيْ	كُلِّ	اُمَّةٍ	شَهِيْدًا
عذاب کے	اس وجہ سے جو	تھے وہ	فساد کرتے	اور	جس دن	ہم اٹھائیں گے	بیچ	ہر ایک	امت کے	ایک گواہ

بڑھا دیں گے ، اس وجہ سے کہ وہ فساد پھیلاتے تھے ۔ ﴿٨٨﴾ اور جس دن ہم ہر امت میں سے ہم انہی کے خلاف

عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ط وَنَزَّلْنَا

عَلَيْهِمْ	مِّنْ	اَنْفُسِهِمْ	وَ	جِئْنَا بِكَ	شَهِيْدًا	عَلٰى	هٰٓؤُلَآءِ ط	وَ	نَزَّلْنَا
ان پر	سے	ان کی جانوں کے	اور	ہم لائیں گے تجھے	گواہ بنا کر	پر	ان لوگوں کے	اور	نازل کی ہم نے

ایک گواہی دینے والا اٹھائیں گے اور آپ کو اُن سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ، اور ہم نے آپ پر

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى

عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	تِبْيَانًا	لِّكُلِّ	شَيْءٍ	وَّ	هُدًى	وَّ	رَحْمَةً	وَّ	بُشْرٰى
تجھ پر	کتاب	وضاحت کیلئے	ہر ایک	چیز کی	اور	ہدایت	اور	رحمت	اور	خوشخبری

کتاب نازل کی ہے ، جو ہر چیز کی وضاحت ہے اور مسلمانوں کیلئے سراپا ہدایت و رحمت اور

لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي

لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	يَاْمُرُ	بِالْعَدْلِ	وَ	الْاِحْسَانِ	وَ	اِيْتَآئِ	ذِي
مسلمانوں کیلئے	بیشک	اللہ	حکم دیتا ہے	انصاف کا	اور	حسن سلوک	اور	دینے کا	اہل

خوشخبری ہے ۔ ﴿٨٩﴾ بیشک اللہ انصاف ، بھلائی اور قرابت داروں کو دینے کا

الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ

الْقُرْبٰى	وَ	يَنْهٰى	عَنِ	الْفَحْشَآءِ	وَ	الْمُنْكَرِ	وَ	الْبَغْيِ ج	يَعِظُكُمْ	لَعَلَّكُمْ
قرابت	اور	منع کرتا ہے	سے	بے حیائی کے	اور	ناپسندیدہ کے	اور	سرکشی کے	وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے	تا کہ تم

حکم فرماتا ہے اور بے حیائی ، ناپسندیدہ کاموں اور سرکشی سے منع فرماتا ہے ، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ

تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾	وَ	اَوْفُوْا	بِعَهْدِ	اللّٰهِ	اِذَا	عٰهَدْتُّمْ	وَ	لَا	تَنْقُضُوا	الْاَيْمَانَ
یاد رکھو	اور	پورا کرو	عہد کو	اللہ کے	جب	تم عہد کرو	اور	مت	توڑو تم	قسموں کو

اُسے یاد رکھو۔ ﴿٩٠﴾ اور جب آپس میں معاہدہ کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو ، اور قسموں کو پختہ کرنے کے بعد

﴿٨٨﴾ ۔اس آیتِ مبارکہ میں کافروں اور راہ حق سے روکنے والوں کیلئے ان کے فساد کی وجہ سے دوگنا عذاب دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے تا کہ اپنے کفر کا مزہ بھی چکھیں اور دوسروں کا راستہ کھوٹا کرنے کی سزا بھی پائیں۔

﴿٨٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی فضیلت اور قرآن کریم کی چند اہم خصوصیات بیان کی گئی ہیں ، نبی ﷺ کی فضیلت اس پہلو سے اجاگر کی گئی ہے کہ قیامت کے دن جب ہر امت میں سے اس کے نبی کو گواہ کے طور پر پیش کیا جائیگا تو ان سب کی تصدیق و تائید کیلئے نبی اکرم ﷺ کو گواہ بنایا جائیگا ، نبی ﷺ کی گواہی ایک ایسی شہادت عظمٰی ہوگی جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بارگاہِ رب العزت میں سرخرو کر دے گی ، جبکہ قرآن کریم کی چار خصوصیات بیان کی گئی ہیں ۔① ۔اس میں ہر چیز کی مکمل وضاحت اور تفصیل موجود ہے ،لہٰذا اس کی موجودگی میں نئی شریعت اور آئین کی ضرورت نہیں ہے۔ ② ۔یہ کتاب سراپا ہدایت ہے ،لہٰذا ہدایت تلاش کرنے والوں کو اس کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ③ ۔یہ کتاب سراپا رحمت ہے ، لہٰذا جسے اللہ کی رحمت مطلوب ہو ، وہ اس کتاب کے سائے میں آ جائے۔ ④ ۔یہ کتاب سراپا خوشخبری ہے ، لہٰذا جسے خوشی کی خبریں سننا ہوں ، اسے وہ خبریں اس کتاب میں تلاش کرنی چاہئیں۔

ع ١٢ ٦ ١٨

﴿٩٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں تین چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور تین چیزوں سے منع کیا گیا ہے ، یہ آیت اسلامی احکام وتعلیمات کیلئے جامع ترین آیت ہے اور مبارک ہے وہ شخص جسے اس آیت پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو جائے ، جن تین چیزوں کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے ، ان کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کے ساتھ ہے ، چنانچہ ''عدل'' کا تعلق صرف مقدمات کے فیصلوں میں انصاف سے نہیں ہے ، بلکہ اس کا وسیع تر مفہوم یہاں مراد ہے یعنی ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنا ، اسی بناء پر ظلم کی تعریف ''وضع الشیء فی غیر محلہ'' سے کی جاتی ہے کیونکہ وہ عدل کے مقابلے میں آتا ہے ، سو اگر کوئی شخص ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے تو وہ عادل ہے ، ورنہ ظالم ، اسی طرح ''احسان'' کا معنی صرف حسن سلوک کرنا نہیں ہے ، بلکہ اپنے ہر عمل میں اس بات کو پیش نظر رکھنا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے ، تیسرا حکم قریبی رشتہ داروں کو دینے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا ہے ، اس کا بنیادی منشا گھریلو اور خاندانی نظام کو بچانا اور دو نسلوں کے درمیان فاصلہ بڑھنے سے روکنا ہے ، ساری دنیا اس سماجی مسئلے میں گھری ہوئی ہے لیکن کسی کے پاس اس کا کوئی مستقل اور دیرپا حل نہیں ہے ، سوائے اسلام کے ، جن لوگوں نے اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو اپنا لیا ، ان کا گھریلو نظام بچ گیا ، ورنہ تباہی کے گھاٹ اتر گیا۔ نیز جن تین چیزوں سے منع کیا گیا ہے ، وہ ہر قسم کی برائی کی جڑ ہیں ، شریعت نے برائی کی عمارت کو منہدم نہیں کیا ، بلکہ اس کی جڑ کو ختم کرنے کی تدبیر بتائی ہے تا کہ اس پر دوبارہ کبھی برائی کی عمارت تعمیر نہ ہو سکے ، چنانچہ بعض برائیاں نفسانی خواہشات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ، بعض کاموں کو انسانی عقل اور فطرت سلیمہ برا سمجھتی ہے اور بعض برائیاں اپنے جذبات اور غصے پر قابو نہ پانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ، پہلی قسم کی برائیوں کو یہاں ''الفحشاء'' سے تعبیر کیا گیا ہے ، دوسری قسم کی برائیوں کو المنکر اور تیسری قسم کی برائیوں کو ''البغی'' سے تعبیر کیا گیا ہے ، اللہ تعالیٰ نے ان تینوں سے بچنے کا حکم دے کر برائی کو جڑ سے ختم کرنے کی تدبیر بتا دی ہے اور معاشرے سے برائیوں کو ختم کرنے کیلئے انہی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم۔

بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا وَقَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰهَ عَلَيۡكُمۡ كَفِيۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا

بَعۡدَ	تَوۡكِيۡدِهَا	وَ	قَدۡ	جَعَلۡتُمُ	اللّٰهَ	عَلَيۡكُمۡ	كَفِيۡلًا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَعۡلَمُ	مَا
پیچھے	انہیں مضبوط کرنے کے	اور	تحقیق	تم بنا چکے ہو	اللہ کو	اپنے اوپر	ضامن	بیشک	اللہ	جانتا ہے	جو کچھ

انہیں مت توڑا کرو، جبکہ تم نے اللہ کو اپنا ضامن بنایا ہو، بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم

تَفۡعَلُوۡنَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّتِىۡ نَقَضَتۡ غَزۡلَهَا مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ

تَفۡعَلُوۡنَ ﴿٩١﴾	وَ	لَا	تَكُوۡنُوۡا	كَالَّتِىۡ	نَقَضَتۡ	غَزۡلَهَا	مِنۡ	بَعۡدِ	قُوَّةٍ
تم کرتے ہو	اور	مت	ہو جاؤ تم	اس عورت کیطرح	توڑ دیا اس نے	اپنا کاتا ہوا سوت	سے	پیچھے	مضبوط کرنے کے

کرتے ہو۔ [٩١] اور اُس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے محنت کرنے کے بعد اپنا کاتا ہوا سُوت خود ہی

اَنۡكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوۡنَ اَيۡمَانَكُمۡ دَخَلًاۢ بَيۡنَكُمۡ اَنۡ تَكُوۡنَ اُمَّةٌ هِىَ

اَنۡكَاثًا ؕ	تَتَّخِذُوۡنَ	اَيۡمَانَكُمۡ	دَخَلًا	بَيۡنَكُمۡ	اَنۡ	تَكُوۡنَ	اُمَّةٌ	هِىَ
ٹکڑے ٹکڑے	بناتے ہو تم	اپنی قسموں کو	دھوکہ	اپنے درمیان	یہ کہ	ہو جائے	ایک جماعت	وہ

ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، تم اپنی قسموں کو آپس میں دھوکہ دہی کا ذریعہ مت بناؤ، کہ یہ ایک جماعت ہے جو

اَرۡبٰى مِنۡ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبۡلُوۡكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ

اَرۡبٰى	مِنۡ	اُمَّةٍ ؕ	اِنَّمَا	يَبۡلُوۡكُمُ	اللّٰهُ	بِهٖ ؕ	وَلَيُبَيِّنَنَّ	لَكُمۡ	يَوۡمَ	الۡقِيٰمَةِ
زیادہ چڑھی ہوئی	سے	ایک جماعت کے	وہ تو صرف	آزماتا ہے تمہیں	اللہ	ساتھ اس کے	اور البتہ ضرور بیان کرے گا وہ	تمہارے لیے	دن	قیامت کے

دوسری جماعت سے چڑھی ہوئی ہے، اللہ تمہیں اِس طرح صرف آزماتا ہے اور وہ تمہارے سامنے قیامت کے دن اُن چیزوں کو بیان کر دے گا

مَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿٩٢﴾ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً

مَا	كُنۡتُمۡ	فِيۡهِ	تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿٩٢﴾	وَ	لَوۡ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَجَعَلَكُمۡ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً
وہ جو	تم تھے	اسمیں	اختلاف کرتے رہے	اور	اگر	چاہتا	اللہ	البتہ بنا دیتا تمہیں	امت	ایک

جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ [٩٢] اور اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو وہ تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا،

وَّلٰـكِنۡ يُّضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسۡـئَلُنَّ عَمَّا

وَّلٰكِنۡ	يُّضِلُّ	مَنۡ	يَّشَآءُ	وَ	يَهۡدِىۡ	مَنۡ	يَّشَآءُ ؕ	وَلَتُسۡئَلُنَّ	عَمَّا
اور لیکن	وہ گمراہ کرتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور البتہ ضرور پوچھے جاؤ گے تم	اس سے جو

لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے، اور تم سے اُن اعمال کی باز پرس ضرور ہو گی جو

[٩١] اس آیت مبارکہ میں عہد کو پورا کرنے کی تاکید اور قسم کو توڑنے کی ممانعت کی گئی ہے، اس لیے کہ جب کوئی آدمی عہد کرتا ہے یا قسم کھاتا ہے تو حقیقت میں وہ اللہ کو اپنا ضامن بناتا ہے اور اس کا نام درمیان میں لا کر اپنا کام نکلواتا ہے اور جب اپنا کام ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، یہ حق تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی ہے جو عہد شکنی کرنے والے اور قسم توڑنے والے کیلئے حق تعالیٰ کے غضب اور سزا کا تقاضا کرتی ہے، اسی بناء پر بے جا قسمیں کھانے سے منع کیا گیا ہے، نیز کسی ایسے کام کا وعدہ کرنے سے منع کیا گیا ہے جسے پورا کرنے کی انسان میں طاقت اور صلاحیت نہ ہو، تاکہ اس پر بد عہدی کا الزام نہ آئے۔

[٩٢] اس آیت مبارکہ میں معاہدہ توڑنے یا معاہدے کو فریب اور دھوکہ دہی کا ذریعہ بنانے سے منع کیا گیا ہے، مکہ مکرمہ میں ایک پاگل عورت رہتی تھی جو سارا دن چرخہ چلا کر سوت کاتا کرتی تھی، شام ہونے پر وہ اپنی ساری محنت برباد کر دیتی اور اس کاتے ہوئے سوت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی، اس آیت میں معاہدہ کر کے توڑ دینے والوں کو اسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اسی طرح کچھ لوگوں کی عادت ہے کہ ضرورت پڑنے پر کسی جماعت سے معاہدہ کر لیتے ہیں، پھر جب اپنا مقصد پورا ہو جاتا ہے یا اس سے زیادہ مضبوط یا مقبول جماعت تک رسائی ہوتی ہے تو پہلی جماعت سے کیے ہوئے معاہدے کو توڑ کر نئی جماعت سے معاہدہ کر لیتے ہیں، یہ سلسلہ چونکہ ان کے مفادات کے تابع ہوتا ہے اس لیے ضرورت پڑنے پر اس دوسری جماعت کو دھوکہ دینے میں بھی وہ کوئی حرج نہیں سمجھتے، زمانۂ جاہلیت کی یہ عادت مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی، اور آج بھی بہت سے افراد اور بہت سی اقوام اس مرض میں مبتلا ہیں، آیت میں اس کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا ۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ ۢ

كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾	وَ	لَا	تَتَّخِذُوْٓا	اَيْمَانَكُمْ	دَخَلًا	بَيْنَكُمْ	فَتَزِلَّ	قَدَمٌ
تم تھے	کرتے رہے	اور	مت	بناؤ تم	اپنی قسموں کو	دھوکہ	اپنے درمیان	تو پھسل جائیں گے	قدم

تم کرتے تھے ۔ ﴿٩٤﴾ اور تم اپنی قسموں کو آپس میں دھوکہ ہی کا ذریعہ نہ بناؤ ، ورنہ قدم جمنے کے بعد

بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ

بَعْدَ	ثُبُوْتِهَا	وَ	تَذُوْقُوا	السُّوْٓءَ	بِمَا	صَدَدْتُّمْ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ۚ	وَ	لَكُمْ
پیچھے	ان کے جمنے کے	اور	چکھو گے تم	برائی	اس کی جو	تم نے روکا	سے	راستے	اللہ کے	اور	تمہارے لئے

ڈگمگا جائیں گے اور تم اس بات کی سزا کا مزہ چکھو گے کہ تم نے اللہ کی راہ سے روکا ، اور تمہارے لئے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ

عَذَابٌ	عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾	وَ	لَا	تَشْتَرُوْا	بِعَهْدِ	اللّٰهِ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا ۭ	اِنَّمَا	عِنْدَ
عذاب	بہت بڑا	اور	مت	خریدو تم	بدلے عہد کے	اللہ کے	قیمت	تھوڑی	وہ تو صرف	نزدیک

بڑا عذاب ہوگا۔ ﴿٩٥﴾ اور اللہ کے عہد پر تھوڑی قیمت نہ لو ، کیونکہ اللہ کے یہاں

اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا

اللّٰهِ	هُوَ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾	مَا	عِنْدَكُمْ	يَنْفَدُ	وَ	مَا
اللہ کے	وہ	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے	جو کچھ	تمہارے پاس	ختم ہوجائیگا	اور	جو کچھ

جو کچھ ہے وہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ ﴿٩٦﴾ تمہارے پاس جو کچھ ہے ، ختم ہو جائیگا اور

عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ

عِنْدَ	اللّٰهِ	بَاقٍ ۭ	وَ	لَنَجْزِيَنَّ	الَّذِيْنَ	صَبَرُوْٓا	اَجْرَهُمْ	بِاَحْسَنِ
پاس	اللہ کے	باقی رہنے والا	اور	البتہ ضرور بدلہ دیں گے ہم	ان لوگوں کو	صبر کیا انہوں نے	ان کا اجر	بدلے بہترین کے

اللہ کے پاس جو کچھ ہے ، ہمیشہ باقی رہنے والا ہے ، اور ہم صبر کرنے والوں کو اُن اچھے اعمال کے بدلے میں ضرور اجر دیں گے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ

مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾	مَنْ	عَمِلَ	صَالِحًا	مِّنْ	ذَكَرٍ	اَوْ	اُنْثٰى	وَ	هُوَ
جو کچھ	تھے وہ	عمل کرتے	جو کوئی	عمل کرے	نیک	سے	مرد کے	یا	عورت کے	اور	وہ

جو وہ کرتے تھے ۔ ﴿٩٧﴾ جو بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ

﴿٩٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ کچھ لوگوں کے کافر اور گمراہ ہونے پر تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اختیار ہے، اسے اس بات پر مکمل قدرت اور دسترس حاصل ہے کہ وہ دنیا کے سارے انسانوں کو ہدایت دیدے، لیکن یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے، اس لیے دنیا میں کچھ لوگ ہدایت یافتہ اور کچھ لوگ گمراہ ہیں، لوگوں کے اعمال کی جانچ پڑتال قیامت کے دن ہو گی اور وہیں جزا اور سزا کا فیصلہ ہوگا۔

﴿٩٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو قسم کھا کر اسے توڑنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ جب کوئی شخص قسم کھاتا یا معاہدہ کرتا ہے تو دوسرا فریق اس پر اعتماد کر کے مطمئن ہو جاتا ہے، لیکن جب وہ اپنی قسم یا معاہدے کو توڑ دے تو دوسرا فریق اسلام کے حوالے سے ہی شکوک و شبہات کا شکار ہوجاتا ہے اور اس کی زبان پر یہ الفاظ آجاتے ہیں کہ کیا اسلام نے تمہیں یہی سکھایا ہے؟ عام لوگوں کو بھی جب اس کا علم ہوتا ہے تو وہ صرف اس فریق پر ہی لعنت نہیں کرتے ، بلکہ اسلام پر بھی زبان طعن دراز کرنا شروع کر دیتے ہیں، اسی بناء پر اس شخص کیلئے عذاب عظیم کی دھمکی دی گئی ہے کیونکہ اس کے اس عمل سے اسلام بدنام ہوا اور لوگ اس سے متنفر ہوئے۔

﴿٩٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دنیا کے ساز و سامان اور مال و دولت کے عوض عہد و پیمان سے پھر جانے کی ممانعت کی گئی ہے، خواہ اس کے عوض ساری دنیا مل جائے، تب بھی وہ تھوڑی قیمت ہے، اس کے مقابلے میں عہد پورا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اجر و ثواب دیا جائیگا، وہ ہمیشہ رہنے والا اور پائیدار اجر ہے، اس لیے انسان کے حق میں وہی زیادہ بہتر اور نفع بخش ہے۔

﴿٩٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دو چیزوں کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے، ایک وہ چیز جو انسان کے پاس ہے اور ایک وہ چیز جو اللہ کے پاس ہے، ظاہر ہے کہ ان دونوں میں کوئی جوڑ نہیں بنتا، لیکن ترغیب دینے کیلئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے، وہ سب فانی اور ناپائیدار ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے، وہ سب باقی اور ہمیشہ رہنے والا ہے، تو کیا یہ نادانی نہیں ہوگی کہ انسان باقی اور پائیدار کو چھوڑ کر فانی اور ناپائیدار چیز کو ترجیح دے کر گلے لگالے؟

مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ

مُؤْمِنٌ	فَلَنُحْيِيَنَّهٗ	حَيٰوةً	طَيِّبَةً ۚ	وَ	لَنَجْزِيَنَّهُمْ	اَجْرَهُمْ
ایمان والا	تو البتہ ضرور ہم زندگی دیں گے اسے	زندگی	پاکیزہ	اور	البتہ ضرور بدلہ دیں گے ہم انہیں	ان کا اجر

مومن ہو تو ہم اُسے ضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے ، اور ہم انہیں اُن اچھے اعمال کے بدلے میں

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ

بِاَحْسَنِ	مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾	فَاِذَا	قَرَاْتَ	الْقُرْاٰنَ	فَاسْتَعِذْ	بِاللّٰهِ
بدلے بہترین کے	جو کچھ	تھے وہ	عمل کرتے	سو جب	آپ پڑھیں	قرآن	تو پناہ طلب کیجئے	اللہ کی

ضرور اجر دیں گے جو وہ کرتے تھے ۔ ﴿٩٧﴾ سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود کے شرسے

مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ

مِنَ	الشَّيْطٰنِ	الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾	اِنَّهٗ	لَيْسَ	لَهٗ	سُلْطٰنٌ	عَلَى	الَّذِيْنَ
سے	شیطان کے	مردود	بیشک وہ	نہیں	اس کا	کوئی غلبہ	پر	ان لوگوں کے جو

اللہ کی پناہ میں آجایا کریں ۔ ﴿٩٨﴾ کیونکہ اُن لوگوں پر اُس کا کچھ زور نہیں چلتا جو

اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا	وَ	عَلٰى	رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾	اِنَّمَا	سُلْطٰنُهٗ	عَلَى	الَّذِيْنَ
ایمان لائے	اور	پر	اپنے رب کے	بھروسہ رکھتے ہیں وہ	وہ تو صرف	اس کا زور	پر	ان لوگوں کے جو

ایمان لے آئے اور اپنے رب پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں ۔ ﴿٩٩﴾ اُس کا زور تو صرف انہی لوگوں پر چلتا ہے

١٣ ع ١١ ١٩ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾ ع وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ

يَتَوَلَّوْنَهٗ	وَ	الَّذِيْنَ	هُمْ	بِهٖ	مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾	وَ	اِذَا	بَدَّلْنَآ	اٰيَةً	مَّكَانَ	اٰيَةٍ ۙ
دوستی کرتے ہیں اس سے	اور	جو لوگ	وہ	اس کے ساتھ	شریک کرنے والے	اور	جب	بدل دیں ہم	ایک آیت کو	جگہ	ایک آیت کے

جو اُس سے دوستی کریں اور جو لوگ اُسے شریک مانتے ہوں۔ ﴿١٠٠﴾ اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت کو بدل کر لاتے ہیں

وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

وَ	اللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يُنَزِّلُ	قَالُوْٓا	اِنَّمَآ	اَنْتَ	مُفْتَرٍ ۭ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ
اور	اللہ	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	وہ نازل کرتا ہے	کہتے ہیں وہ	وہ تو صرف	تو	گھڑنے والا	بلکہ	ان میں سے اکثر

”اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے“ تو کہتے ہیں کہ آپ خود ہی گھڑ کر لے آتے ہیں ، بلکہ اِن میں سے اکثر لوگ

﴿٩٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں پاکیزہ زندگی حاصل کرنے کا ایک سنہری اصول بیان کیا گیا ہے، یہ اصول مرد وعورت دونوں پر یکساں لاگو ہوتا ہے، اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ اگر مرد اس اصول پر عمل کرے گا تو اسے پاکیزہ زندگی حاصل ہوگی، عورت کو نہیں، کیونکہ شریعت اس نوع کے مضامین میں مردوں اور عورتوں کو یکساں مقام دیتی ہے، اصول یہ ہے کہ جو بھی شخص ایمان کی حالت میں اعمالِ صالحہ والی زندگی اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کو ”حیاتِ طیبہ“ کا نمونہ بنا دے گا اور آخرت کا اجر و ثواب اس کے علاوہ ہوگا۔

﴿٩٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں تلاوتِ قرآن کا ایک ادب بیان کیا گیا ہے کہ جب تلاوت شروع کرو تو پہلے تعوذ پڑھ لیا کرو، بظاہر یہ ایک چھوٹا سا جملہ اور مختصر سا عمل ہے، لیکن اس کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ شیطان جیسا طاقتور دشمن دور ہو جاتا ہے، بعض لوگوں کو یہ اشکال اور وہم ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک چھوٹے سے جملے میں شیطان کو بھگانے کی تاثیر پائی جائے؟ لیکن وہ اس کے مفہوم پر غور نہیں کرتے کہ شیطان سے مقابلہ کرنے والا براہِ راست شیطان سے نہیں ٹکراتا، بلکہ وہ خود کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیدیتا ہے، جس سے وہ ایک مضبوط اور محفوظ قلعے میں آجاتا ہے، اس کی مثال ایسے ہے کہ دو بچوں میں لڑائی ہوگئی، ایک بچے نے جب خود کو مغلوب ہوتے ہوئے دیکھا تو اس نے دور سے اپنے والد کو پکارا کہ یہ بچہ مجھے مار رہا ہے، مجھے بچاؤ، والد نے دور سے ہی جواب دیا کہ میں آ رہا ہوں، یہ سنتے ہی دوسرا بچہ بھاگ جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کا باپ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے، میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اعوذ باللہ پڑھنے والا بھی شیطان سے مقابلہ کرنے کیلئے اللہ کو پکارتا ہے اور جب اللہ اپنے بندے کی مدد کیلئے آتا ہے تو شیطان فوراً بھاگ جاتا ہے۔

﴿٩٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں شیطان کے غلبے اور تسلط سے بچنے کیلئے دو صفتیں ذکر کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ کہ وہ شخص مؤمن ہو اور دوسری صفت یہ کہ اس کا اپنے رب پر کامل بھروسہ اور اعتماد ہو، ایسے شخص پر شیطان کا تسلط قائم نہیں رہتا، گویا اگر عارضی طور پر شیطان حملہ کر دے، تب بھی اس کا اثر زیادہ دیر تک باقی نہیں رہ سکتا۔

﴿١٠٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں شیطان کے زیرِ اثر رہنے والوں کی دو خصلتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ شیطان کو اپنا رفیق اور دوست بنا لیتے ہیں اور دوسری یہ کہ وہ شرک میں مبتلا ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں پر شیطان کا مکمل تسلط اور غلبہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ شیطان کو ان لوگوں پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی، وہ انہیں جیسے نچاتا ہے، وہ اسی طرح ناچتے ہیں۔

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ

لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾	قُلْ	نَزَّلَهٗ	رُوْحُ	الْقُدُسِ	مِنْ	رَّبِّكَ	بِالْحَقِّ	لِيُثَبِّتَ
نہیں	جانتے	تُو کہہ	اتارا ہے اسے	روح نے	پاکیزہ	سے	تیرے رب کے	برحق	تا کہ جما دے

جانتے نہیں ہیں۔ ١٠١ آپ فرما دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے روح القدس "حق کے ساتھ" لیکر اترا ہے، تا کہ اہلِ ایمان کو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	هُدًى	وَّ	بُشْرٰى	لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾	وَ	لَقَدْ	نَعْلَمُ	اَنَّهُمْ
ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور	ہدایت	اور	خوشخبری	مسلمانوں کیلئے	اور	البتہ یقیناً	ہم جانتے ہیں	کہ بیشک وہ

پختگی عطا کرے، اور یہ مسلمانوں کیلئے سراپا ہدایت اور خوشخبری ہے۔ ١٠٢ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ

يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ

يَقُوْلُوْنَ	اِنَّمَا	يُعَلِّمُهٗ	بَشَرٌ ؕ	لِسَانُ	الَّذِيْ	يُلْحِدُوْنَ	اِلَيْهِ
کہتے ہیں	وہ تو صرف	سکھا دیتا ہے اسے	ایک انسان	زبان	اس کی	نسبت کرتے ہیں	اس کیطرف

کہتے ہیں اسے تو ایک آدمی آکر سکھا دیتا ہے، اُس شخص کی زبان ہی عجمی ہے

اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اَعْجَمِيٌّ	وَّ	هٰذَا	لِسَانٌ	عَرَبِيٌّ	مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ
عجمی ہے	اور	یہ	زبان	عربی	واضح	بیشک	جو لوگ	نہیں	ایمان لائے

جس کی طرف یہ اشارہ کرتے ہیں اور یہ کلام تو واضح عربی زبان میں ہے۔ ١٠٣ بیشک جو لوگ اللہ کی آیتوں پر

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي

بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ ۙ	لَا	يَهْدِيْهِمُ	اللّٰهُ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾	اِنَّمَا	يَفْتَرِي
ساتھ آیتوں کے	اللہ کی	نہیں	ہدایت دے گا انہیں	اللہ	اور	ان کیلئے	عذاب	دردناک	وہ تو صرف	گھڑتے ہیں

ایمان نہیں لاتے، اللہ اُنہیں ہدایت نہیں دے گا اور اُن کیلئے دردناک عذاب ہے۔ ١٠٤ جھوٹ تو وہ

الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْكَذِبَ	الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ ۚ	وَ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ
جھوٹ	وہ لوگ جو	نہیں	ایمان لائے	ساتھ آیتوں کے	اللہ کی	اور	وہ لوگ	وہی

لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی لوگ

١٠١ اس آیتِ مبارکہ میں "مسئلہ نسخ" پر کفار کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، اس مسئلے پر یہ ناکارہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ١٠٦ کے تحت چند سطریں لکھ چکا ہے، اس پر ایک نظر ڈال لی جائے، یہاں اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کا منشا جہالت اور لاعلمی کو قرار دیا ہے، گویا کہ مشرکین کا یہ اعتراض اپنے اندر کوئی علمی وزن اور اہمیت نہیں رکھتا، محض جہالت کی بناء پر یہ اعتراض کر رہے ہیں جیسا کہ تفصیل سے اپنے مقام پر ذکر ہو چکا ہے۔ ١٠٢ اس آیتِ مبارکہ میں نزولِ قرآن کی حقیقتِ واقعی بیان کی گئی ہے جس میں "من ربك" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہے، محمد ﷺ نے اسے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا ہے، یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ "روح القدس" کی طرف اتارنے کی جو نسبت کی گئی ہے، اس میں روح القدس صرف واسطہ ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن روح القدس کے واسطے سے محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے، پھر اس کی تین حکمتیں بیان فرمائی ہیں، پہلی یہ کہ اس طرح مسلمانوں کو ثابت قدمی عطا کی جائے، کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر انسان کے قدم ڈگمگانے لگیں اور اسی وقت موقع کی مناسبت سے کوئی حکیمانہ و حاکمانہ کلام سامنے آ جائے تو انسان کی ڈگمگاہٹ ختم ہو جاتی ہے اور اسے دوبارہ ثابت قدمی نصیب ہو جاتی ہے، دوسری حکمت یہ کہ اس کلام میں اہل ایمان کی رہنمائی اور ہدایت کا بھرپور مواد اکٹھا کر دیا گیا ہے اور تیسری حکمت یہ کہ اس کتاب میں اہلِ کتاب کیلئے بہت سی بشارتیں بیان کی گئی ہیں، جنہیں پڑھنے اور سننے سے ایمان تازہ اور دل خوش ہوتا ہے۔ ١٠٣ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کی ایک بیہودہ گوئی کا جواب دیا گیا ہے، وہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ کو یہ کلام فلاں شخص آکر سکھا جاتا ہے، وہ ان کا دوست بنا ہوا ہے، محمد ﷺ اس کی نوک پلک درست کر کے لوگوں کے سامنے "تازہ وحی" کے طور پر پیش کر دیتے ہیں، وہ خود بھی اس سے ملتے جاتے رہتے ہیں، کیونکہ محمد ﷺ میں خود تو اتنی قابلیت ہے نہیں کہ وہ ایسا کلام پیش کر سکیں، وجہ یہ ہے کہ وہ تو امی محض ہیں، انہوں نے ساری زندگی کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ کلام کسی اور کا ہے جو انہیں سکھا جاتا ہے، اس کا ایک جواب تو وہ ہے جو قرآن کریم نے دیا ہے اور وہی اصل جواب ہے کہ اہل مکہ جس شخص کی نسبت یہ اعتراض کر رہے ہیں، اس کی زبان تو عجمی ہے، جبکہ قرآن کریم عربی زبان میں فصاحت و بلاغت کی اس معراج پر فائز ہے جس کا مقابلہ کرنے سے تمام مخلوقات عاجز ہیں، بھلا ایک غیر عربی، عجمی ایسا فصیح و بلیغ کلام کیونکر پیش کر سکتا ہے؟ غور کیا جائے تو یہ اہل عرب کے منہ پر ایک بہت بڑا طمانچہ بن جاتا ہے کہ ایک عجمی نے تمام اہل عرب کو عاجز اور لاجواب کر دیا، اس کے باوجود انہیں اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت پر ناز ہے؟ اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ اگر یہ کلام محمد ﷺ کو کوئی بندہ سکھا جاتا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل کلام تو اُس غیر معروف عجمی کا ہوا جس کا نام بھی ٹھیک طرح آج کسی کو معلوم نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ پھر ایسے قابل اور باصلاحیت آدمی کو کیا تکلیف تھی کہ اس نے اپنا کلام اپنے نام سے پیش کرنے کی بجائے دوسروں کے نام سے پیش کیا؟ اس عاجز کو لکھنے پڑھنے کے ساتھ معمولی مناسبت ہے، حق تعالیٰ نے چند کتابیں اپنی خاص مہربانی سے لکھوا دی ہیں، لیکن میں اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرتا کہ میری لکھی ہوئی چھوٹی سے چھوٹی تحریر بھی کسی دوسرے فرد کے نام سے شائع ہو، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ عقیدت مندی یا مفاد پرستی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، ورنہ کوئی بھی اپنی تحریر دوسرے شخص کی طرف منسوب نہیں کرتا، پھر اگر وہ تحریر ایسی ہو کہ دنیا اس کے مقابلے سے عاجز آ جائے اور عرب کے فصحاء و بلغاء اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں، آخر وہ کون سی عقیدت مندی یا مفاد تھا جس کی بناء پر ایسے زبردست کلام کا مصنف اپنے نام سے ہی دستبردار ہو گیا؟ یہ مشرکین کی بیہودہ باتیں ہیں جن پر نہ عقل ان =

الْكٰذِبُوْنَ ۝١٠٥ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ

الْكٰذِبُوْنَ ۝	مَنْ	كَفَرَ	بِاللّٰهِ	مِنْۢ	بَعْدِ	اِيْمَانِهٖٓ	اِلَّا	مَنْ
جھوٹے	جوکوئی	کفرکرے	ساتھ اللہ کے	سے	پیچھے	اپنے ایمان کے	مگر	وہ جو

جھوٹے ہیں۔ ۱۰۵ جو شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے" سوائے اُس شخص کے جس پر

اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ

اُكْرِهَ	وَ	قَلْبُهٗ	مُطْمَئِنٌّۢ	بِالْاِيْمَانِ	وَ لٰكِنْ	مَّنْ	شَرَحَ
مجبور کردیا گیا	اور	اس کا دل	مطمئن ہو	ساتھ ایمان کے	اور لیکن	وہ جو	کھل گیا ہو

زبردستی کی گئی ہو اور اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو" لیکن جس کا دل

بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ

بِالْكُفْرِ	صَدْرًا	فَعَلَيْهِمْ	غَضَبٌ	مِّنَ	اللّٰهِ ۚ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ
ساتھ کفر کے	سینہ	تو ان پر	غضب	سے	اللہ کے	اور	ان کیلئے	عذاب

کفر کیلئے کھل گیا ہو تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور اُن کیلئے بڑا

عَظِيْمٌ ۝١٠٦ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى

عَظِيْمٌ ۝	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمُ	اسْتَحَبُّوا	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	عَلَى
بہت بڑا	وہ	اس وجہ سے کہ بیشک وہ	ترجیح دی انہوں نے	زندگی کو	دنیا کی	پر

عذاب ہے۔ ۱۰۶ یہ اِس وجہ سے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر

الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝١٠٧

الْاٰخِرَةِ ۙ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْكٰفِرِيْنَ ۝
آخرت کے	اور	بیشک	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	لوگوں کو	کفر کرنے والے

ترجیح دی ، اور یہ کہ اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ۱۰۷

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	طَبَعَ	اللّٰهُ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	وَ	سَمْعِهِمْ
یہی	وہ لوگ	مہر لگادی	اللہ نے	پر	ان کے دلوں کے	اور	ان کے کان کے

یہی لوگ ہیں جن کے دلوں ، کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر

= کا ساتھ دیتی ہے اور نہ نقل۔ ۱۰۴ اس آیتِ مبارکہ میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ جس کے پاس ایمان کی نعمت نہیں، اس کے پاس ہدایت کی دولت بھی نہیں ہو سکتی، ایمان کی مثال پاسپورٹ پر لگے ویزے کی سی ہے، جب تک انسان کے پاس ویزہ لگا ہوا پاسپورٹ نہ ہو، انسان سفر نہیں کر سکتا، سفر کو "ہدایت" سے تشبیہ دے لیجیے۔

۱۰۵ اس آیتِ مبارکہ میں آیاتِ الٰہیہ پر ایمان نہ لانے والوں کو مفتری اور کذاب قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اصل جھوٹے اور جھوٹ گھڑنے والے تو یہی لوگ ہیں جو حق روشن ہو جانے کے باوجود بھی ایمان نہیں لاتے۔

۱۰۶ اس آیتِ مبارکہ میں دو اہم مسئلے بیان کیے گئے ہیں، پہلے کا تعلق مرتد سے ہے اور دوسرے کا تعلق مکرہ سے، مرتد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو پہلے مسلمان ہو خواہ پیدائشی طور پر یا اپنی مرضی سے اسلام قبول کر کے، پھر اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین میں چلا جائے، چونکہ یہ دین اور دین والے سے بغاوت ہے، اس لیے اگر ایسا شخص توبہ کا موقع ملنے کے باوجود اسلام میں واپس نہ آئے تو اس کا کفر عام کافر سے بڑھ کر ہے، لہٰذا وہ واجب القتل ہے، جیسا کہ احادیثِ صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے، ایسے آدمی پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور اس کیلئے عذابِ عظیم تیار ہے جیسا کہ زیرِ تذکرہ آیت میں موجود ہے، جہاں تک تعلق ہے مکرہ کا تو اس کا لفظی معنی ہے "مجبور کیا ہوا" یعنی وہ مسلمان جسے کلمہ کفر کہنے پر اس طرح مجبور کر دیا جائے کہ کلمہ کفر نہ کہنے کی صورت میں اسے قتل کی دھمکی دی جائے اور اس مسلمان کو معلوم ہو کہ اگر اس نے دھمکی دینے والے کی بات نہ مانی تو وہ واقعی اسے قتل کر دے گا، اس موقع پر عزیمت کا پہلو تو یہ ہے کہ انسان اپنی جان کا پرواہ نہ کرے اور کلمہ کفر کہنے سے انکار کر دے لیکن چونکہ ہر شخص میں اتنی ہمت نہیں ہوتی، اس لیے شریعت نے یہ رخصت دی ہے کہ جان بچانے کیلئے اوپر اوپر سے کلمہ کفر کہہ لے، لیکن دل میں اس کا اعتقاد نہ رکھے، بلکہ اس کے دل میں ایمان اپنی پوری قوت اور حلاوت کے ساتھ موجود ہو، جیسے حضرت عمار بن یاسرؓ اور دیگر صحابہؓ کے ساتھ ہوا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر گرفت نہیں فرمائے گا۔

۱۰۷ اس آیتِ مبارکہ میں ارتداد کی اصل وجہ بیان کی گئی ہے کہ لوگ مرتد کیوں ہوتے ہیں؟ اور وہ یہ کہ ایسے لوگوں کی تمام تر کاوشوں اور توجہات کا مرکز دنیوی زندگی اور اس کی آسائشیں ہوتی ہیں، انہیں بس دنیا کی زندگی عزیز ہوتی ہے، نہ اس سے آگے اِن کی نظر جاتی ہے اور نہ انہیں اس کی کوئی فکر ہوتی ہے، وہ اپنی دنیوی زندگی کو آسان، پرتکلف اور بہتر بنانا چاہتے ہیں اس لیے جب انہیں اس آسانی اور بہتری کی پیشکش ہوتی ہے تو وہ اپنے دین کی قربانی دیدیتے ہیں اور دنیوی نعمتوں کو گلے لگا کر اسلام کا قلادہ اس سے اتار پھینکتے ہیں، آج بھی اگر کوئی شخص مرتد ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اسلام یا اس کی تعلیمات میں کوئی عیب ہے، بلکہ اس کی واحد وجہ یہی ہوتی ہے جو زیرِ تذکرہ آیت میں بیان کی گئی ہے۔

وَ اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ

وَ	اَبْصَارِهِمْ ۚ	وَ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾	لَا	جَرَمَ	اَنَّهُمْ
اور	ان کی آنکھوں کے	اور	وہ لوگ	وہی	بے خبر رہنے والے	نہیں	کوئی شک	کہ بیشک وہ

لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں ۔ ﴿۱۰۸﴾ کوئی شک نہیں ہے کہ وہی

فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ

فِي	الْاٰخِرَةِ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾	ثُمَّ	اِنَّ	رَبَّكَ	لِلَّذِيْنَ
میں	آخرت کے	وہی	نقصان اٹھانے والے	پھر	بیشک	آپ کا رب	ان لوگوں کیلئے

آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہوں گے ۔ ﴿۱۰۹﴾ پھر بیشک آپ کا رب اُن لوگوں پر جنھوں نے

هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ

هَاجَرُوْا	مِنْۢ	بَعْدِ	مَا	فُتِنُوْا	ثُمَّ	جٰهَدُوْا	وَ	صَبَرُوْٓا ۙ	اِنَّ
ہجرت کی انہوں نے	سے	پیچھے	وہ جو	آزمائے گئے	پھر	جہاد کیا انہوں نے	اور	صبر کیا	بیشک

آزمائش میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی ، پھر جہاد اور صبر کیا، بیشک

ع ۱۴ ۱۰ ۲۰

رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ

رَبَّكَ	مِنْۢ	بَعْدِهَا	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾	يَوْمَ	تَاْتِيْ	كُلُّ
تیرا رب	سے	اس کے پیچھے	البتہ بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	جس دن	آئے گا	ہر ایک

آپ کا رب اِس کے بعد بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ﴿۱۱۰﴾ جس دن ہر نفس اپنی ذات کی

نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

نَفْسٍ	تُجَادِلُ	عَنْ	نَّفْسِهَا	وَ	تُوَفّٰى	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّا	عَمِلَتْ
نفس	جھگڑا کرتا ہوا	سے	اپنی ذات کے	اور	پورا دیا جائیگا	ہر ایک	نفس کو	وہ جو	اس نے کیا

طرف سے جھگڑا کرتا ہوا آئیگا اور ہر نفس کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ

وَ	هُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾	وَ	ضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا	قَرْيَةً	كَانَتْ
اور	وہ	نہیں	ظلم کئے جائیں گے	اور	بیان کی	اللہ نے	مثال	ایک بستی کی	تھی وہ

اور اُن پر ظلم نہ کیا جائیگا ۔ ﴿۱۱۱﴾ اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی ہے جو

﴿۱۰۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مرتد ہو جانے والوں کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگ جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اگر یہ مہر نہ لگی ہوتی تو وہ ضرور اپنے دین کو دنیا اور اس کی نعمتوں پر ترجیح دیتے، لیکن اُن کی آنکھوں پر ایسی پٹی بندھی کہ وہ دین اور آخرت کو بھول گئے، غفلت کا شکار ہو گئے اور دنیا کے لالچ میں اپنے دین سے ہی دستبردار ہو گئے۔

﴿۱۰۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مرتد ہو جانے والوں کے اخروی خسارے اور نقصان کا ذکر کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے بڑا نقصان اور خسارہ کیا ہوگا کہ انسان حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بغاوت کے جرم میں نامزد کر کے پیش کیا جائے، کیونکہ مرتد باغی ہے اور کسی بھی ریاستی نظام میں باغی کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

﴿۱۱۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے مغفرت اور رحمت کا وعدہ کیا گیا ہے جنہوں نے مشرکین مکہ کے ظلم و ستم اور ان کی خوفناک دھمکیوں کے دباؤ میں جان بچانے کیلئے صرف زبان سے کلمہ کفر کہہ دیا تھا، لیکن ان کے دلوں میں ایمان پوری طرح موجود تھا، پھر وہ لوگ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے، وہاں جہاد میں بھی شریک ہوتے رہے اور اسلام پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ زبان کی لغزش معاف فرما دی جس پر انہیں مجبور کر دیا گیا تھا۔

﴿۱۱۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دو مضمون بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اپنا مقدمہ خود لڑنا پڑے گا، وہاں کوئی ''وکیل'' دستیاب نہیں ہوگا جو پیسے لیکر یا بلا معاوضہ کسی کا مقدمہ لڑے، اس سے واضح ہو گیا کہ وہاں کا عدالتی نظام دنیا کے عدالتی نظام کی طرح نہیں ہوگا اور دوسرا یہ کہ کسی شخص پر ظلم نہیں ہوگا، بلکہ اسے اس کے اعمال کا بدلہ ہی دیا جائیگا، اس سے واضح ہو گیا کہ وہاں ناانصافی کا کوئی تصور نہیں، ہر مظلوم کو انصاف مل کر رہے گا۔

اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ

اٰمِنَةً	مُّطْمَىِٕنَّةً	يَّاْتِيْهَا	رِزْقُهَا	رَغَدًا	مِّنْ	كُلِّ	مَكَانٍ
امن والی	اطمینان والی	آتا تھا اسے	اس کا رزق	بافراغت	سے	ہر ایک	جگہ سے

پُرامن اور پُر سکون تھی ، اُس کے پاس اُس کا رزق ہر جگہ سے بافراغت آتا تھا

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ

فَكَفَرَتْ	بِاَنْعُمِ	اللّٰهِ	فَاَذَاقَهَا	اللّٰهُ	لِبَاسَ	الْجُوْعِ
سو ناشکری کی اس نے	احسانات کی	اللہ کے	سو چکھادیا اسے	اللہ نے	لباس	بھوک کا

پھر اُس نے اللہ کی نعمتوں کی نا شکری کی ، تو اللہ نے اُسے بھوک اور خوف کے لباس کا

وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

وَ	الْخَوْفِ	بِمَا	كَانُوْا	يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾	وَ	لَقَدْ	جَآءَهُمْ
اور	خوف کا	اس وجہ سے جو	وہ تھے	کرتے رہے	اور	البتہ یقیناً	آیا ان کے پاس

مزہ چکھایا ، اُن کاموں کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے ۔ ۱۱۲ اور یقیناً اُن کے پاس انہی میں سے

رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ

رَسُوْلٌ	مِّنْهُمْ	فَكَذَّبُوْهُ	فَاَخَذَهُمُ	الْعَذَابُ	وَ	هُمْ
ایک پیغمبر	انہی میں سے	سوانہوں نے جھٹلایا اسے	سو پکڑ لیا انہیں	عذاب نے	اور	وہ

اللہ کا پیغمبر آیا ، تو انہوں نے اُس کی تکذیب کی ۔ اس لئے انہیں عذاب نے آ پکڑا کہ وہ

ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاشْكُرُوْا

ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾	فَكُلُوْا	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ	حَلٰلًا	طَيِّبًا	وَّاشْكُرُوْا
ظلم کرنے والے	سو کھاؤ تم	اس میں سے جو	دیا تمہیں	اللہ نے	حلال	پاکیزہ	اور شکر کرو تم

ظالم تھے ۔ ۱۱۳ تو اللہ نے تمہیں جو حلال ، پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ ، اور اللہ کی نعمتوں کا

نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ

نِعْمَتَ	اللّٰهِ	اِنْ	كُنْتُمْ	اِيَّاهُ	تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾	اِنَّمَا	حَرَّمَ
احسان کا	اللہ کے	اگر	تم ہو	اسی کی	عبادت کرتے	وہ تو صرف	حرام کیا اس نے

شکر ادا کرو ، اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو ۔ ۱۱۴ تو اللہ نے تم پر

۱۱۲ اس آیتِ مبارکہ میں جس بستی کی مثال بیان کی گئی ہے، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مکہ مکرمہ مراد ہے، تاہم آیت کے الفاظ میں عموم ہے جس میں مکہ مکرمہ بھی داخل ہے اور ہر وہ بستی بھی جس میں مذکورہ اوصاف پائے جاتے ہوں، منشا اس مثال کا یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بستی کے رہنے والوں کو امن و امان، سکون و اطمینان اور کشادہ بافراغت رزق عطا فرمائے تو انہیں چاہئے کہ اس پر اللہ کا شکر ادا کریں، کیونکہ جس شخص کو بیرونی امن، جسمانی سکون و اطمینان اور رزق کے حوالے سے کشادگی نصیب ہو جائے، ساری دنیا اس کے قدموں میں جمع ہو گئی، اب اسے اور کیا چاہئے، لیکن اگر اس کے بعد بھی وہ ناشکری کرے تو اس پر رزق کی تنگی اور خوف کی حالت کو مسلط کر دیا جاتا ہے کیونکہ اس نے امن و امان اور کشادہ رزق کی قدر نہیں کی۔

۱۱۳ اس آیتِ مبارکہ میں مذکورہ بستی والوں کے پاس پیغمبر بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے، گویا گزشتہ آیت میں ظاہری اور جسمانی نعمتوں کا ذکر تھا، جبکہ زیرِ تذکرہ آیت میں باطنی اور روحانی نعمت کا ذکر کیا گیا ہے، تصور کیا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں نے ظاہری نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا نہیں کیا اور ان کی ناقدری کرتے رہے، وہ اس روحانی نعمت کی قدر کیسے کرتے، چنانچہ انہوں نے پیغمبر کی تکذیب کی اور ان کی دعوت پر ایمان لانے سے صاف انکار کر دیا، جس کا نتیجہ عذابِ الٰہی کی شکل میں نکلا اور انہیں رسوا کر دیا گیا۔

۱۱۴ اس آیتِ مبارکہ میں دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ کے دیئے ہوئے حلال اور پاکیزہ رزق میں سے کھاؤ، مطلب یہ کہ حرام نہ کھاؤ، اللہ نے تمہیں جو حلال چیزیں عطا فرما رکھی ہیں، انہیں کھانے کی اجازت ہے اور دوسرا حکم یہ کہ اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو اور خود کو اس کا بندہ سمجھتے ہو تو پھر اس کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کیا کرو، تاکہ تمہاری نعمتوں میں مزید اضافہ ہو اور تم نعمتوں کے چھن جانے سے محفوظ رہو۔

عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ

عَلَيْكُمُ	الْمَيْتَةَ	وَالدَّمَ	وَ	لَحْمَ	الْخِنْزِيْرِ	وَ	مَآ	اُهِلَّ	لِغَيْرِ
تم پر	مردار کو	اور خون کو	اور	گوشت کو	خنزیر کے	اور	وہ جو	نام لیا گیا	علاوہ کا

مردار، خون ، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام

اللّٰهِ بِهٖ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اللّٰهِ	بِهٖ ج	فَمَنِ	اضْطُرَّ	غَيْرَ	بَاغٍ	وَّ	لَا	عَادٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ
اللہ کے	اس پر	سو جو کوئی	مجبور ہو جائے	نہ	سرکش	اور	نہ	حد سے تجاوز کرنے والا	تو بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا

لیا گیا ہو ، پھر جو شخص مجبور ہو جائے "جبکہ سرکش ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا" تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا ،

رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾	وَ	لَا	تَقُوْلُوْا	لِمَا	تَصِفُ	اَلْسِنَتُكُمُ	الْكَذِبَ
نہایت مہربان	اور	مت	کہو تم	اسے جو	بیان کرتی ہیں	تمہاری زبانیں	جھوٹ

نہایت مہربان ہے ۔ ﴿١١٥﴾ اور اپنی زبانوں سے جھوٹی باتیں بنا کر مت کہا کرو

هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط

هٰذَا	حَلٰلٌ	وَّ	هٰذَا	حَرَامٌ	لِّتَفْتَرُوْا	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ ط
یہ	حلال	اور	یہ	حرام	تاکہ تم گھڑو	پر	اللہ کے	جھوٹ

کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو،

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ط ﴿١١٦﴾

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَفْتَرُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	لَا	يُفْلِحُوْنَ ط ﴿١١٦﴾
بیشک	جو لوگ	گھڑتے ہیں	پر	اللہ کے	جھوٹ	نہیں	کامیاب ہوں گے

کیونکہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ، وہ کامیاب نہ ہوں گے ۔ ﴿١١٦﴾

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ص وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ

مَتَاعٌ	قَلِيْلٌ ص	وَّ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾	وَ	عَلَى	الَّذِيْنَ
سامان	تھوڑا سا	اور	ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور	پر	ان لوگوں کے جو

یہ تھوڑا سا سامان ہے ، اور اُن کیلئے درد ناک عذاب ہے ۔ ﴿١١٧﴾ اور یہودیوں پر

﴿١١٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں چار چیزوں کی حرمت بیان کی گئی ہے، یہ آیت تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ سورۂ بقرہ میں بھی گزر چکی ہے، اس لیے زیر تذکرہ آیت کی تفسیر کیلئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (١٧٣) ملاحظہ کیجئے۔

﴿١١٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مضبوط شرعی دلیل کے بغیر محض اپنی رائے اور خواہش کی بناء پر حلال اور حرام کا فتویٰ جاری کر دینے کو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت اور افتراء قرار دیا گیا ہے، کیونکہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور اس حلال کو دنیا کی کوئی طاقت حرام قرار دینے کی مجاز نہیں ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، ساری دنیا مل کر بھی اسے حلال قرار دینا چاہے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، مثلاً سود حرام ہے، اگر دنیا کی کوئی پارلیمنٹ یا مقننہ اسے حلال کر دے تو اس نے اپنی حدود سے تجاوز کیا، جس کا اسے کوئی اختیار نہیں ، اسی طرح گائے حلال ہے، پورا ہندوستان ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اسے حرام قرار دینا چاہے تو وہ حرام نہیں ہوگی، اس لیے اللہ کی طرف جھوٹی نسبت نہ کرو، ورنہ کامیابی سے دور ہو جاؤ گے۔

﴿١١٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف حلال و حرام کی جھوٹی نسبت کرنے والوں کو سمجھایا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی اور اس کی عیش و عشرت تو صرف چند روزہ ہے، اگر تم خدائی اختیارات میں دخل اندازی سے باز نہ آئے تو تمہارے لیے دردناک عذاب تیار ہے، اس لیے دنیا کا حقیر فائدہ حاصل کرنے کیلئے دائمی عذاب مت خریدو، یہ گھاٹے کا سودا ہے۔

هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ج وَمَا

هَادُوْا	حَرَّمْنَا	مَا	قَصَصْنَا	عَلَيْكَ	مِنْ	قَبْلُ ج	وَ	مَا
یہودی ہوئے	ہم نے حرام کردیا	وہ جو	بیان کیا ہم نے	تجھ پر	سے	پہلے	اور	نہیں

ہم نے وہ چیزیں حرام کی تھیں جو ہم اس سے پہلے آپ کے سامنے بیان کر چکے ہیں ، ہم نے اُن پر

ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ١١٨ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ

ظَلَمْنٰهُمْ	وَ	لٰكِنْ	كَانُوْۤا	اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ ١١٨	ثُمَّ	اِنَّ	رَبَّكَ
ظلم کیا ہم نے ان پر	اور	لیکن	تھے وہ	اپنی جانوں پر	ظلم کرتے رہے	پھر	بیشک	تیرا رب

ظلم نہیں کیا ، لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے رہے ۔ ١١٨ پھر بیشک آپ کا رب

لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

لِلَّذِيْنَ	عَمِلُوا	السُّوْٓءَ	بِجَهَالَةٍ	ثُمَّ	تَابُوْا	مِنْۢ	بَعْدِ	ذٰلِكَ
ان لوگوں کیلئے	عمل کیا انہوں نے	برا	نادانی سے	پھر	توبہ کی انہوں نے	سے	پیچھے	اس کے

اُن لوگوں پر جنہوں نے نادانی میں برائی کر لی ، پھر اُس کے بعد توبہ کر کے

وَاَصْلَحُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ١١٩ ع ١٥ ع ٩ ٢١

وَ	اَصْلَحُوْۤا ۙ	اِنَّ	رَبَّكَ	مِنْۢ	بَعْدِهَا	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ١١٩
اور	اصلاح کرلی	بیشک	تیرا رب	سے	اس کے پیچھے	البتہ بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

اپنی اصلاح کر لی ، بیشک آپکا رب اِس کے بعد بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ١١٩

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ

اِنَّ	اِبْرٰهِيْمَ	كَانَ	اُمَّةً	قَانِتًا	لِّلّٰهِ	حَنِيْفًا ؕ	وَ	لَمْ	يَكُ	مِنَ
بیشک	ابراہیم	تھا	ایک امت	فرمانبردار	اللہ کا	سب سے یکسو	اور	نہ	تھا وہ	سے

بیشک ابراہیم ایک پوری امت تھے ، اللہ کے فرمانبردار ، سب سے یکسو تھے اور وہ مشرکین

الْمُشْرِكِيْنَ ١٢٠ ۙ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى

الْمُشْرِكِيْنَ ١٢٠	شَاكِرًا	لِّاَنْعُمِهٖ ؕ	اِجْتَبٰىهُ	وَ	هَدٰىهُ	اِلٰى
مشرکوں کے	شکرگذار	اس کی نعمتوں کا	اس نے چن لیا اسے	اور	رہنمائی کی اس کی	طرف

میں سے نہ تھے ۔ ١٢٠ اُس کی نعمتوں کے شکر گزار ، اللہ نے انہیں چن لیا تھا اور سیدھے راستے کی طرف

١١٨ اس آیتِ مبارکہ میں یہودیوں پر کچھ چیزوں کے حرام کیے جانے کا حوالہ دیا گیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ حلال اور حرام کا معاملہ صرف مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ سابقہ امتوں کو بھی ان پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا جو کہ حق تعالیٰ کی حکمت کے عین مطابق ہے، بین السطور یہ بھی کہہ دیا گیا کہ جیسے یہودیوں نے سرکشی کی راہ اختیار کی تھی اور اللہ کے احکام کے برخلاف اپنی مرضی سے حلال اور حرام کرتے رہے، تم ایسا نہ کرنا، ورنہ تم بھی انہی کی طرح ظالم سمجھے جاؤ گے۔

١١٩ اس آیتِ مبارکہ میں اُن لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کا وعدہ کیا گیا ہے جن سے نادانی یا نفس اور شیطان کے زیر اثر کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور وہ فوراً توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلیں، کیونکہ گناہ سے توبہ کر لینے والا ایسے ہوتا ہے جیسے اس نے کبھی وہ گناہ نہ کیا ہو۔

١٢٠ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی ذات میں انجمن قرار دیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پورے ادارے اور انجمن کے برابر کام کیا، انہوں نے اللہ کی رضا کی خاطر باطل سے ٹکر لی اور ساری دنیا سے کٹ کر اللہ کے ہو رہے، مشرکین مکہ خود کو "ملت ابراہیم" میں شمار کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا ابراہیم مشرک تھے؟ ہرگز نہیں، پھر خود کو ابراہیم کی ملت میں شمار کرنے والے مشرک کیسے ہو گئے؟

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ

صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾	وَ	اٰتَيْنٰهُ	فِي	الدُّنْيَا	حَسَنَةً ؕ	وَ	اِنَّهٗ
راستے کے	سیدھے	اور	ہم نے اسے دی	بیچ	دنیا کے	بھلائی	اور	بیشک وہ

اُنہیں ہدایت عطا فرمائی تھی۔ [۱۲۱] اور ہم نے اُنہیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرمائی اور آخرت

فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ؕ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ

فِي	الْاٰخِرَةِ	لَمِنَ	الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾	ثُمَّ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	اَنِ
بیچ	آخرت کے	البتہ سے	نیکوکاروں کے	پھر	ہم نے وحی کی	تیری طرف	یہ کہ

میں بھی وہ نیکو کاروں میں سے ہوں گے۔ [۱۲۲] پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی بھیجی کہ

اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

اتَّبِعْ	مِلَّةَ	اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا ؕ	وَ	مَا	كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾
پیروی کر	ملت کی	ابراہیم کی	سب سے یکسو	اور	نہ	تھا وہ	سے	مشرکوں کے

ابراہیم کی ملّت کی پیروی کیجئے جو سب سے یکسو ہو گئے تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔ [۱۲۳]

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ

اِنَّمَا	جُعِلَ	السَّبْتُ	عَلَى	الَّذِيْنَ	اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ ؕ	وَ	اِنَّ
وہ تو صرف	بنایا گیا	ہفتہ	پر	ان لوگوں کے	اختلاف کیا انہوں نے	اسمیں	اور	بیشک

ہفتہ کا دن تو اُن لوگوں پر مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا، اور

رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

رَبَّكَ	لَيَحْكُمُ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	فِيْمَا	كَانُوْا	فِيْهِ
تیرا رب	البتہ فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان	دن	قیامت کے	اسمیں جو	تھے وہ	اسمیں

آپ کا رب اُن کے درمیان قیامت کے دن اُن چیزوں میں فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾	اُدْعُ	اِلٰى	سَبِيْلِ	رَبِّكَ	بِالْحِكْمَةِ	وَالْمَوْعِظَةِ
اختلاف کرتے	دعوت دے	طرف	راستے کے	اپنے رب کے	ساتھ حکمت کے	اور نصیحت کے

اختلاف کرتے تھے۔ [۱۲۴] اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ

[۱۲۱] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مزید تین خوبیاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے تھے، کیا ابراہیم کی ملت میں خود کو شامل کرنے والے ناشکری تو نہیں کر رہے؟ دوسری یہ کہ ان کا انتخاب خود اللہ تعالیٰ نے کیا تھا اس لیے وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے فرمانبردار رہے، تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت اور رہنمائی عطا فرمائی تھی، کیا مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں؟ ہرگز نہیں، اس لیے ان کا خود کو ابراہیم کی ملت میں شمار کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

[۱۲۲] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے دنیا و آخرت میں خیر اور بھلائی کا وعدہ کیا گیا ہے، اس لیے کہ انہوں نے دنیا میں خود کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ ثابت کیا اور ہر قسم کے امتحان میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا، اس لیے ان کی دنیا بھی اچھی ہو گئی اور آخرت بھی پاکیزہ ہو گی، جو شخص اُن کے نقشِ قدم پر چلے گا، وہ بھی دنیا و آخرت کی خیر حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔

[۱۲۳] اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیم کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ نبی علیہ السلام کو بھی عقائد اور فرمانبرداری کے باب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی مضبوطی اور ثابت قدمی کی تاکید کی گئی ہے تاکہ جس طرح وہ عقیدۂ توحید کی خاطر ساری دنیا سے ٹکرا گئے اور حق تعالیٰ کا ہر حکم بجالانے میں ایسی مستعدی دکھائی کہ فرشتے بھی حیران رہ گئے، آپ بھی ایسا ہی کیجئے، یاد رہے کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرنے سے ابراہیم کی شریعت کی پیروی کرنا مراد نہیں ہے، اس لیے کہ ہر نبی پر ان کے زمانے کے تقاضوں کے پیشِ نظر شریعت نازل کی گئی ہے۔

[۱۲۴] اس آیتِ مبارکہ میں "ہفتے کے دن" کے حوالے سے یہودیوں کے اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے، ہفتے کا دن یہودیوں کے یہاں نہایت محترم اور قابلِ تعظیم ہے، حالانکہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پر مقرر نہیں کیا گیا تھا، لیکن جب انہوں نے خود اس کا انتخاب کیا تو پھر لازم تھا کہ وہ اس کی تعظیم کا حق ادا کرتے لیکن کچھ لوگوں نے اس میں بھی اختلاف کی راہ اپنائی، اس اختلاف اور دیگر تمام اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن ہو جائے گا۔

الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ

الْحَسَنَةِ	وَ	جَادِلْهُمْ	بِالَّتِيْ	هِيَ	اَحْسَنُ ۭ	اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ
اچھی	اور	جھگڑا کراں سے	ساتھ اس کے جو	وہ	زیادہ اچھا	بیشک	تیرا رب	وہ

دعوت دیجئے ، اور اُن کے ساتھ تکرار بھی اُس طریقے سے کریں جو سب سے اچھا ہو ، بیشک آپ کا رب

اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ١٢٥

اَعْلَمُ	بِمَنْ	ضَلَّ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ	وَ	هُوَ	اَعْلَمُ	بِالْمُهْتَدِيْنَ ١٢٥
زیادہ جانتا	اسے جو	گمراہ ہوگیا	سے	اس کے راستے کے	اور	وہ	زیادہ جانتا	ہدایت پانے والوں کو

خوب جانتا ہے کہ کون اُس کے راستے سے بھٹک گیا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے ۔ [١٢٥]

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ

وَ	اِنْ	عَاقَبْتُمْ	فَعَاقِبُوْا	بِمِثْلِ	مَا	عُوْقِبْتُمْ	بِهٖ ۭ	وَ	لَىِٕنْ	صَبَرْتُمْ
اور	اگر	تم بدلہ لو	تو بدلہ لو	اتنا ہی	جو	تم تکلیف پہنچائے گئے	ساتھ اس کے	اور	البتہ اگر	تم صبر کرو

اور اگر تم بدلہ لو تو اُتنا ہی بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو ۔ اور اگر تم صبر کر لو

لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ١٢٦ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ

لَهُوَ	خَيْرٌ	لِّلصّٰبِرِيْنَ ١٢٦	وَاصْبِرْ	وَ	مَا	صَبْرُكَ	اِلَّا	بِاللّٰهِ
البتہ وہ	زیادہ بہتر	صبر کرنے والوں کیلئے	اور صبر کر	اور	نہیں	تیرا صبر کرنا	مگر	ساتھ اللہ کے

تو وہی صبر کرنے والوں کے حق میں زیادہ بہتر ہے ۔ [١٢٦] اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر بھی اللہ کی توفیق سے ہی ہے ،

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ١٢٧

وَ	لَا	تَحْزَنْ	عَلَيْهِمْ	وَلَا تَكُ	فِيْ	ضَيْقٍ	مِّمَّا	يَمْكُرُوْنَ ١٢٧
اور	مت	غمگین ہو	ان پر	اور نہ ہو	بیچ	تنگی کے	اس سے جو	وہ مکر کرتے ہیں

اور اُن پر غمگین نہ ہوں اور ان کے مکروفریب سے تنگ دل نہ ہوں ۔ [١٢٧]

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ١٢٨ ع

اِنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	وَّالَّذِيْنَ	هُمْ	مُّحْسِنُوْنَ ١٢٨
بیشک	اللہ	ہمراہ	ان لوگوں کے جو	ڈریں	اور جو لوگ	وہ	نیکی کرنے والے

بیشک اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو لوگ نیکی کرنے والے ہیں ۔ [١٢٨]

ع ٩ ١٦ ٢٢

[١٢٥] اس آیتِ مبارکہ میں "دعوت اور مجادلہ" کے اصول وضع کیے گئے ہیں، کسی بھی داعی کی دعوت اسی وقت مؤثر ہوسکتی ہے جب وہ ان رہنما اصولوں کا خیال رکھے، دعوت کا ایک اصول تو "حکمت" ہے یعنی داعی کی دعوت ایسے مضبوط اور روشن دلائل پر مبنی ہو جن میں کوئی جھول اور کمزوری نہ ہو، سننے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، الفاظ کا انتخاب عمدہ ہو، دلیل کے بغیر کوئی بات نہ کہی جائے، داعی کی بات میں جس قدر وزن ہوگا، مخاطب اسی قدر متاثر ہوگا، دوسرا اصول "موعظتِ حسنہ" ہے، یعنی داعی کے انداز میں نصیحت اور دل سوزی کا عنصر نمایاں ہو اور یہ وہی کرسکتا ہے جسے خود سوزِ جگر سے آشنائی ہو اور جو خود سوختہ جگر ہو، کیونکہ سوزِ جگر کیلئے سوختہ جگر ہونا ضروری ہے، جہاں تک تعلق ہے مجادلے کا تو اس میں یہ اصول متعین کیا گیا ہے کہ شائستگی کا دامن ہاتھ سے کبھی نہ چھوڑو، اس لیے کہ اگر مجادلے سے شائستگی کا پہلو نکل جائے تو وہ لڑائی جھگڑے کا سبب بن جاتا ہے اور شریعت اسے پسند نہیں کرتی، اول تو انسان کو دوسرے سے الجھنا ہی نہیں چاہیے اور اگر کبھی تکرار کی نوبت آہی جائے تو شائستگی کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے۔

[١٢٦] اس آیتِ مبارکہ میں مظلوم کو ظالم سے بدلہ لینے کی مشروط اجازت دی گئی ہے، شرط یہ ہے کہ بدلہ لینے میں حد سے آگے نہ بڑھے، اس لیے کہ اگر وہ حد سے آگے بڑھ گیا تو وہ ظالم بن جائیگا اور دوسرا فریق مظلوم بن جائیگا، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ مظلوم کا آئینی اور قانونی حق ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لے سکے، تاہم آیت کے اگلے حصے میں اعلیٰ اخلاق کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ انسان صبر کرے اور ظالم سے بدلہ نہ لے، ظاہر ہے کہ یہ بڑے حوصلے اور دل گردے کا کام ہے جو دل والے ہی کر سکتے ہیں۔

[١٢٧] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو صبر کرنے کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ نبی ﷺ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز تھے اور اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ظالم سے بدلہ لینے کی بجائے انسان صبر کرے، گویا بدلہ لینا نبی ﷺ کی شان کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا تھا اس لیے نبی ﷺ کو صبر کی تاکید کی گئی، اس کے علاوہ مشرکین کی باتوں سے غمگین اور ان کی سازشوں سے تنگ دل ہونے کی ممانعت کی گئی ہے، اس لیے کہ اللہ کی رحمت اور نصرت ہر لمحے آپ کے ساتھ ہے، آپ کو فکر مند ہونے کی کیا ضرورت؟ [١٢٨] اس آیتِ مبارکہ میں تقویٰ اور نیکی اختیار کرنے والوں کو اللہ کی معیت اور ہمراہی کی خوشخبری دی گئی ہے، اللہ جس کے ساتھ ہو، ساری کائنات اس کے ساتھ ہوتی ہے، اس لیے اللہ کی معیت حاصل کرنے کی کوشش کرو، جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

اٰیَاتُهَا ۱۱۱ — (۱۷) سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَكِّیَّةٌ (۵۰) — رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی

سُبْحٰنَ	الَّذِیْٓ	اَسْرٰی	بِعَبْدِهٖ	لَیْلًا	مِّنَ	الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ	اِلَی
پاک ہے	وہ جو	سیر کرائی اُس نے	اپنے بندے کو	رات کو	سے	مسجد	حرام کے	طرف

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ

الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ

الْمَسْجِدِ	الْاَقْصَا	الَّذِیْ	بٰرَكْنَا	حَوْلَهٗ	لِنُرِیَهٗ	مِنْ	اٰیٰتِنَا ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ
مسجد	اقصیٰ کے	وہ جو	برکت دی ہم نے	اس کے اردگرد	تاکہ ہم اسے دکھائیں	سے	اپنی نشانیوں کے	بیشک وہ	وہی

تک لے گئی جس کے آس پاس کی جگہ کو ہم نے بابرکت کیا ہے، تاکہ ہم اُنہیں اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ

السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱ وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ

السَّمِیْعُ	الْبَصِیْرُ ۝۱	وَ	اٰتَیْنَا	مُوْسَی	الْكِتٰبَ	وَ	جَعَلْنٰهُ	هُدًی	لِّبَنِیْٓ
خوب سننے والا	دیکھنے والا	اور	دی ہم نے	موسیٰ کو	کتاب	اور	بنایا ہم نے اسے	ہدایت	بیٹوں کیلئے

خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ ۱ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اُسے بنی اسرائیل کیلئے باعثِ ہدایت

اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ؕ۝۲ ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ

اِسْرَآءِیْلَ	اَلَّا	تَتَّخِذُوْا	مِنْ	دُوْنِیْ	وَكِیْلًا ۝۲	ذُرِّیَّةَ	مَنْ	حَمَلْنَا	مَعَ
اسرائیل کے	یہ کہ نہ	بناؤ تم	سے	میرے علاوہ	کارساز	اولاد	اس کی جو	ہم نے سوار کیا	ہمراہ

بنایا، کہ تم میرے علاوہ کسی کو کار ساز نہ بناؤ۔ ۲ تم اُن کی اولاد ہو جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ

نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی

نُوْحٍ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	عَبْدًا	شَكُوْرًا ۝۳	وَ	قَضَیْنَآ	اِلٰی	بَنِیْٓ	اِسْرَآءِیْلَ	فِی
نوح کے	بیشک وہ	تھا	بندہ	شکرگزار	اور	ہم نے فیصلہ کردیا	طرف	بیٹوں کے	اسرائیل کے	بیچ

سوار کیا، بیشک نوح شکر گزار بندے تھے۔ ۳ اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کیلئے یہ فیصلہ

سورۃ بنی اسرائیل

سورۂ بنی اسرائیل کی سورت ہے، اس میں کل حروف ۶۴۶۰، کلمات ۱۵۳۳، آیات ۱۱۱، اور رکوعات ۱۲ ہیں، اس سورت کی چوتھی آیت میں "بنی اسرائیل" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اسے سورۂ بنی اسرائیل کہا جاتا ہے، اس کا دوسرا نام سورۃ الاسراء بھی ہے جو کہ پہلی آیت میں آنے والے لفظ "اسری" کی مناسبت سے رکھا گیا ہے، بنی اسرائیل سے مراد تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہے اور اسراء کا لفظی معنی سیر کروانا ہوتا ہے، یہاں خاص قسم کی سیر مراد ہے یعنی وہ سیر جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر معراج میں کروائی گئی، یہ وہ شرف ہے جو "تاریخ کائنات" میں صرف ایک ہی ہستی کو مل سکا، جن کی امت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی رکھا، معراج کے حوالے سے یہ بات تمام اہل علم کے نزدیک تسلیم شدہ ہے کہ یہ سفر، ہجرت سے پہلے ہوا تھا، یہ بھی طے شدہ ہے کہ وقت رات کا تھا، اس پر بھی تقریباً اتفاق رائے ہے کہ معراج جسمانی تھی، نہ کہ صرف روحانی یا منامی، اختلاف صرف مہینے کے تعین میں ہے لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، اس سورت کا مرکزی مضمون رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت و عظمت بیان کرنا ہے، اس کے علاوہ سابقہ آسمانی کتابوں سے حکمت کی بعض باتیں، والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید، میانہ روی کی ترغیب، قتل ناحق کی مذمت، بدکاری کرنے، یتیم کا مال ناحق کھانے، زمین میں اترا کر چلنے، وعدہ خلافی کرنے اور ماپ تول میں کمی بیشی کرنے کی ممانعت، بعث بعد الموت پر مشرکین کے اعتراض کا جواب، حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ، حق تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں اور مشرکین کے بیہودہ مطالبات کا جواب اس سورت کا حصہ ہے، اختتام سورت پر اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء حسنیٰ سے پکارنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل

۱ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی عظمت واقعہ اسراء کے ذریعے ثابت کی گئی ہے کہ جو رب اپنے بندے کو رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں مکہ مکرمہ کی مسجد حرام سے بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ تک سیر کروا دے، وہ کس قدر طاقتور، خوبیوں کا مالک اور عیوب سے منزہ اور مبرا ہوگا، جب وہ ایسا خلافِ عادت کام کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا جو انسانی قدرت اور دسترس سے باہر ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ کوئی مشکل اس کیلئے مشکل نہیں ہے، اس کیلئے ہر مشکل ہی آسان ہے، جہاں تک تعلق ہے واقعہ اسراء اور معراج کا تو اس پر یہ عاجز اپنی کتاب جواہر الحدیث کی پہلی جلد میں نہایت مفصل کلام کر چکا ہے، وہاں اس سلسلے میں بہت سے لطیف نکات، اسرار و رموز جمع کر دیئے گئے ہیں اس لیے شائقین اس کا مطالعہ فرمائیں، یہاں ہمیں صرف اتنی بات کہنی ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سفر معراج کی صرف ایک حکمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبر کو یہ سفر اس لیے کروایا تھا کہ ہم انہیں اپنی قدرت کی عجیب و عظیم نشانیاں دکھا سکیں، قدرت کی یہ وہ نشانیاں ہیں جنہیں دیکھنے اور ان کی تاب لانے کی طاقت کسی انسانی آنکھ میں نہیں ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس مبارک سفر کیلئے پہلے تیار کیا گیا تھا، شق صدر، براق کی سواری اور جبرئیل امین کی معیت اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں، اس طرح نبی علیہ السلام کو عین الیقین کا ایسا اعزاز حاصل ہوا جو تاریخ کائنات میں کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ فصلی اللہ وسلم و بارك علیه.

الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ④ فَاِذَا

الْكِتٰبِ	لَتُفْسِدُنَّ	فِي	الْاَرْضِ	مَرَّتَيْنِ	وَلَتَعْلُنَّ	عُلُوًّا	كَبِيْرًا ④	فَاِذَا
کتاب کے	البتہ ضرور فساد کرو گے تم	بیچ	زمین کے	دو مرتبہ	اور البتہ ضرور چڑھ جاؤ گے تم	چڑھنا	بہت بڑا	سو جب

کر دیا تھا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد کر کے رہو گے اور تم ضرور بڑی سرکشی کرو گے ۔ ④ پھر جب

جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ

جَآءَ	وَعْدُ	اُوْلٰىهُمَا	بَعَثْنَا	عَلَيْكُمْ	عِبَادًا	لَّنَآ	اُولِيْ بَاْسٍ	شَدِيْدٍ
آیا	وعدہ	ان دونوں میں سے پہلا	بھیج دیئے ہم نے	تم پر	بندے	اپنے	طاقتور	نہایت

اُن دونوں میں سے پہلا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے نہایت طاقتور بندے مسلط کر دیئے ،

فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ⑤ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ

فَجَاسُوْا	خِلٰلَ	الدِّيَارِ	وَ	كَانَ	وَعْدًا	مَّفْعُوْلًا ⑤	ثُمَّ	رَدَدْنَا	لَكُمُ	الْكَرَّةَ
سو پھیل پڑے وہ	بیچ	شہروں کے	اور	تھا	وعدہ	پورا ہو کر رہنا	پھر	لوٹا دی ہم نے	تمہارے لئے	باری

سو وہ شہروں میں پھیل پڑے اور یہ وعدہ پورا ہو کر رہنا تھا ۔ ⑤ پھر ہم نے تم پر باری

عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ⑥ اِنْ

عَلَيْهِمْ	وَ	اَمْدَدْنٰكُمْ	بِاَمْوَالٍ	وَّ	بَنِيْنَ	وَ	جَعَلْنٰكُمْ	اَكْثَرَ	نَفِيْرًا ⑥	اِنْ
ان پر	اور	ہم نے تمہیں تقویت دی	ساتھ مالوں کے	اور	بیٹوں کے	اور	کر دیا ہم نے تمہیں	زیادہ	تعداد میں	اگر

لوٹا دی اور تمہیں مال و دولت اور بیٹوں سے تقویت دی ، اور تمہاری تعداد بھی زیادہ کر دی۔ ⑥ اگر

اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ

اَحْسَنْتُمْ	اَحْسَنْتُمْ	لِاَنْفُسِكُمْ	وَ	اِنْ	اَسَاْتُمْ	فَلَهَا	فَاِذَا	جَآءَ	وَعْدُ
تم نیکی کرو گے	نیکی کرو گے	اپنی جانوں کیلئے	اور	اگر	تم برا کرو گے	تو اس کیلئے	پھر جب	آیا	وعدہ

تم نیکی کرو گے تو اپنے فائدے کیلئے کرو گے اور اگر برائی کرو گے تو وہ بھی اپنے لئے ، پھر جب دوسرا وعدہ

الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ

الْاٰخِرَةِ	لِيَسُوْۗءٗا	وُجُوْهَكُمْ	وَ	لِيَدْخُلُوا	الْمَسْجِدَ	كَمَا	دَخَلُوْهُ	اَوَّلَ
پچھلا	تا کہ بگاڑیں وہ	تمہارے چہروں کو	اور	تا کہ داخل ہو جائیں وہ	مسجد میں	جیسا کہ	داخل ہوئے وہ اس میں	پہلی

آیا تو کچھ اور بندے مسلط کئے تا کہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑیں اور مسجد میں داخل ہو جائیں جیسے پہلی مرتبہ داخل

② اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دینے اور اس کا بنی اسرائیل کیلئے سببِ ہدایت ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی تھی، جس کا مرکزی نکتہ اور عنوان یہ تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا کارساز نہ بناؤ، دیکھا جائے تو تمام آسمانی کتابوں اور منقول شدہ تعلیمات کا خلاصہ یہی ایک نکتہ ہے، جس پر انسان اگر صدقِ دل سے عمل شروع کر دے تو اس کے عقائد، اخلاق، معاملات اور عبادات سب کا قبلہ درست ہو جائے۔ ③ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کا وہ واقعہ یاد دلایا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک کشتی تیار کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ انہوں نے تمام اہلِ ایمان کو اس کشتی میں سوار کر لیا، چنانچہ طوفانِ نوح سے وہی لوگ بچ سکے جو اُن کی تیار کردہ کشتی میں سوار ہو گئے اور انہی لوگوں سے انسانوں کی نسل چلی، نسلِ انسانی کی بقاء پر ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کا اسی طرح شکر ادا کرنا چاہئے جیسے حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ ④ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ایک سابقہ فیصلے کا حوالہ دیا گیا ہے، ممکن ہے کہ اس فیصلے کا ذکر تورات میں کیا گیا ہو اور ''الکتب'' سے تورات ہی مراد ہو، فیصلہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل دو مرتبہ زمین میں سخت فساد پھیلائیں گے اور نہایت سرکشی پر آمادہ ہو جائیں گے، جس پر انہیں سزا کا سامنا کرنا پڑے گا، چنانچہ جب ہم تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں اور بنی اسرائیل کی تباہی اور بربادی کے دل دہلا دینے والے واقعات پڑھتے ہیں تو ہم یہ نتیجہ بآسانی نکال لیتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پر ظلم نہیں تھا، بلکہ یہ ان کی سرکشی، فساد اور شرارت کا نتیجہ تھا، جس سے انہیں بہت پہلے آگاہ کر دیا گیا تھا، رہی یہ بات کہ وہ دو واقعے کون سے ہیں جن کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے تو اس سلسلے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی اور ہمارے نزدیک ایسے معاملات میں زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی تفصیل بیان نہیں فرمائی، ہم بھی اس کی کرید میں نہ پڑیں، بعض مفسرین نے اس سے بخت نصر اور طیطوس رومی کے زمانے میں پیش آنے والے حالات مراد لیے ہیں، جب بنی اسرائیل کی سرکشی اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی۔ واللہ اعلم۔ ⑤ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کی سرکشی اور اس کے نتیجے میں ان کی تباہی اور بربادی کا پہلا منظر بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو بنی اسرائیل پر مسلط کیا گیا، وہ نہایت طاقتور اور جنگجو لوگ تھے اور ان کی فتح اس قدر مکمل تھی کہ وہ بنی اسرائیل کے گلی محلوں اور ان کے گھروں میں گھس گئے تھے، جبکہ بنی اسرائیل ان کے مقابلے میں بالکل عاجز اور بے بس تھے، ممکن ہے کہ اس سے بخت نصر مراد ہو جس نے ۵۸۷ قبل مسیح میں اپنی طاقتور فوجوں کے ساتھ بنی اسرائیل پر فوجی حملہ کر کے انہیں تہس نہس کر دیا تھا اور بے دریغ ان کا قتلِ عام کیا تھا۔

⑥ اس آیتِ مبارکہ میں مکمل تباہی اور بربادی کے بعد بنی اسرائیل کو ایک موقع دیئے جانے اور اپنے پاؤں پر دوبارہ کھڑے کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ انہیں ایک مرتبہ پھر خوشحالی، مال و دولت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت سے نوازا گیا، اس طرح ان کی تعداد ایک مرتبہ پھر زیادہ ہو گئی، اور وہ اقوامِ عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام و مرتبہ دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کے اسباب اللہ تعالیٰ نے نہایت فراوانی سے انہیں مہیا فرما دیئے۔

مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝٧ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ

مَرَّةٍ	وَّلِيُتَبِّرُوْا	مَا	عَلَوْا	تَتْبِيْرًا ۝	عَسٰى	رَبُّكُمْ	اَنْ	يَّرْحَمَكُمْ	وَ	اِنْ
مرتبہ	اور تاکہ برباد کردیں	وہ جو	غالب آئیں	برباد کرنا	امید ہے	تمہارا رب	یہ کہ	وہ تم پر رحم کرے	اور	اگر

ہوئے تھے اور تاکہ جہاں غالب آئیں ، اُسے خوب اچھی طرح برباد کر دیں ۔ ⑦ قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے ، اگر

عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝٨ اِنَّ هٰذَا

عُدْتُّمْ	عُدْنَا	وَ	جَعَلْنَا	جَهَنَّمَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	حَصِيْرًا ۝	اِنَّ	هٰذَا
تم نے دوبارہ کیا	ہم دوبارہ کریں گے	اور	بنادیا ہم نے	جہنم کو	کافروں کیلئے	قیدخانہ	بیشک	یہ

تم دوبارہ کرو گے تو ہم بھی دوبارہ کریں گے ، اور ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنایا ہے ۔ ⑧ بیشک یہ

الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

الْقُرْاٰنَ	يَهْدِيْ	لِلَّتِيْ	هِيَ	اَقْوَمُ	وَ	يُبَشِّرُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	الَّذِيْنَ	يَعْمَلُوْنَ
قرآن	راستہ بتاتا ہے	وہ جو	وہی	زیادہ سیدھا	اور	خوشخبری دیتا ہے	ایمان والوں کو	وہ لوگ جو	عمل کرتے ہیں

قرآن وہ راستہ بتاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے اور اُن مؤمنین کو بشارت دیتا ہے جو نیک اعمال

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝٩ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

الصّٰلِحٰتِ	اَنَّ	لَهُمْ	اَجْرًا	كَبِيْرًا ۝	وَّ	اَنَّ	الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ
اچھے	کہ بیشک	ان کیلئے	ثواب	بہت بڑا	اور	یہ کہ بیشک	جو لوگ	نہیں	ایمان لائے	آخرت پر

کرتے ہیں کہ اُن کیلئے بڑا اجر ہے ۔ ⑨ اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ،

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٠ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ

اَعْتَدْنَا	لَهُمْ	عَذَابًا	اَلِيْمًا ۝	وَ	يَدْعُ	الْاِنْسَانُ	بِالشَّرِّ	دُعَآءَهٗ	بِالْخَيْرِ
ہم نے تیار کیا	ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور	دعا کرتا ہے	انسان	شر کی	جیسے اس کا دعا کرنا	خیر کی

ہم نے اُن کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۔ ⑩ اور انسان شر کی دعا ایسے کرتا ہے جیسے خیر کی دعا ہو ،

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝١١ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ

وَ	كَانَ	الْاِنْسَانُ	عَجُوْلًا ۝	وَ	جَعَلْنَا	الَّيْلَ	وَ	النَّهَارَ	اٰيَتَيْنِ	فَمَحَوْنَآ	اٰيَةَ
اور	ہے	انسان	بہت جلد باز	اور	بنادیا ہم نے	رات کو	اور	دن کو	دونشانیاں	پھر ہم نے مٹادیا	نشانی کو

اور انسان جلد باز واقع ہوا ہے ۔ ⑪ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے ، پھر ہم نے رات کی علامت کو

⑦ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل پر واضح کیا گیا ہے کہ تمہارے اچھے اعمال کا فائدہ خود تم ہی کو ہوگا، ہمیں نہیں اور تمہارے برے اعمال کا نقصان بھی تم ہی کو ہوگا، ہمیں نہیں، گویا بنی اسرائیل جن بدترین حالات کا شکار پہلی یا دوسری مرتبہ ہوئے ، اس کا سبب وہ خود تھے ، ان کی سرکشی ، بے راہ روی، احکام الٰہیہ سے بغاوت، انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی اور انہیں شہید کرنے جیسے بھیانک واقعات کے سبب وہ حقیقی طور پر بہت بڑی سزا کے مستحق قرار پائے تھے، چنانچہ دوسری مرتبہ بھی دشمن نے بنی اسرائیل کو سخت جانی اور مالی نقصان پہنچایا، ان کی مذہبی عبادت گاہوں کو پامال کیا اور ان کے شہروں اور علاقوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔

⑧ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی توقع اور امید دلائی گئی ہے کہ اب بھی اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرسکتا ہے اور تمہاری اس سزا کو ختم کرسکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تم توبہ کر کے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ، یاد رکھو! کہ اگر تم نے دوبارہ سرکشی پر کمر باندھی تو ہم ایک مرتبہ پھر تمہیں اقوامِ عالم عبرت کا نمونہ بنا دیں گے اور آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہو گی۔

ع ١٠ ١

⑨ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کے دو اہم وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ قرآن سب سے زیادہ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والا فیصلہ کن کلام ہے، گو کہ اس سے پہلے جو کتابیں آسمان سے نازل ہو چکی ہیں، وہ بھی لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے ہی نازل کی گئی تھیں، لیکن قرآن کریم میں یہ وصف ان سے زیادہ پایا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم نے سابقہ تمام آسمانی کتابوں کے مضامین کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے، دوسرا وصف یہ کہ قرآن کریم ایمان اور عمل صالح کا اہتمام کرنے والوں کو اجرِ کبیر کی خوشخبری سناتا ہے، انسان کا مزاج فطرۃً ایسا واقع ہوا ہے کہ خوشخبری سن کر زیادہ جلدی متاثر ہوتا ہے، اس لیے قرآن شوق دلانے والے مضامین بھی اہتمام کے ساتھ بیان کرتا جاتا ہے۔

⑩ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کا ایک تیسرا وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ منکرینِ آخرت کو دردناک عذاب سے ڈراتا ہے، چونکہ بعض لوگ سزا کے خوف سے گناہوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اس لیے قرآن کریم کے مضامین میں خوف کا پہلو بھی ساتھ ساتھ رہا ہے۔

⑪ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کی جلد بازی اور عجلت پسندی کا ذکر کیا گیا ہے، انسان کی عجلت پسندی اس قدر حد سے بڑھی ہوئی ہے کہ وہ شر کیلئے بھی ایسے دعا کرتا ہے جیسے خیر مانگ رہا ہو، ایسا عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو اپنے جذبات اور حواس پر قابو نہ ہو، چنانچہ کئی مرتبہ انسان کہہ دیتا ہے اللہ کرے مجھے موت آ جائے، اللہ کرے میرا ایکسیڈنٹ ہو جائے، اللہ کرے یہ ہو جائے، وہ ہو جائے، پھر جب اس کی وہ بددعا قبول ہو جاتی ہے تو وہ پچھتاتا اور افسوس کرتا پھرتا ہے۔

الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

الَّيْلِ	وَ	جَعَلْنَآ	اٰيَةَ	النَّهَارِ	مُبْصِرَةً	لِّتَبْتَغُوْا	فَضْلًا	مِّنْ	رَّبِّكُمْ
رات کی	اور	بنا دیا ہم نے	نشانی کو	دن کی	دیکھنے والا	تاکہ تم تلاش کرو	فضل	سے	اپنے رب کے

مٹایا اور دن کی نشانی کو دیکھنے والا بنایا ، تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو .

وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ

وَلِتَعْلَمُوْا	عَدَدَ	السِّنِيْنَ	وَ	الْحِسَابَ ۭ	وَ	كُلَّ	شَيْءٍ	فَصَّلْنٰهُ
اور تاکہ جان لو تم	گنتی	سالوں کی	اور	حساب	اور	ہر ایک	چیز کی	ہم نے تفصیل کی

اور تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کر سکو ، اور ہم نے ہر چیز کو تفصیل کے ساتھ

تَفْصِيْلًا ۝١٢ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ

تَفْصِيْلًا ۝	وَ	كُلَّ	اِنْسَانٍ	اَلْزَمْنٰهُ	طٰۗىِٕرَهٗ	فِيْ	عُنُقِهٖ ۭ	وَ	نُخْرِجُ	لَهٗ	يَوْمَ
تفصیل کرنا	اور	ہر ایک	انسان	لازم کر دی ہم نے اسے	اس کی تقدیر	بیچ	اس کی گردن کے	اور	ہم نکالیں گے	اس کیلئے	دن

کھول دیا ہے ۔ [١٢] اور ہم نے ہر انسان کی تقدیر اُس کے گلے میں لٹکا دی ہے ، اور قیامت کے دن ہم اُس کیلئے

الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝١٣ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ

الْقِيٰمَةِ	كِتٰبًا	يَّلْقٰىهُ	مَنْشُوْرًا ۝	اِقْرَاْ	كِتٰبَكَ ۭ	كَفٰى	بِنَفْسِكَ	الْيَوْمَ
قیامت کے	ایک کتاب	ملے گا وہ اس سے	کھلا ہونے کی حالت میں	پڑھ لے تو	اپنا نامۂ اعمال	کافی ہے	تو خود ہی	آج کے دن

ایک تحریر نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا ۔ [١٣] اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے، آج تو اپنے نفس کا حساب کرنے

عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝١٤ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ

عَلَيْكَ	حَسِيْبًا ۝	مَنِ	اهْتَدٰى	فَاِنَّمَا	يَهْتَدِيْ	لِنَفْسِهٖ ۚ	وَ	مَنْ
اپنے اوپر	حساب کرنے والا	جو کوئی	راہِ راست پر آئے	تو صرف	وہ ہدایت حاصل کرتا ہے	اپنی جان کیلئے	اور	جو کوئی

کیلئے خود ہی کافی ہے ۔ [١٤] جو شخص راہِ راست پر آئے تو وہ اپنے فائدے کیلئے ہی راہِ راست پر آئیگا اور جو

ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا

ضَلَّ	فَاِنَّمَا	يَضِلُّ	عَلَيْهَا ۭ	وَ	لَا	تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ	اُخْرٰى ۭ	وَ	مَا	كُنَّا
گمراہ ہو	تو صرف	وہ گمراہ ہوتا ہے	اپنی جان پر	اور	نہیں	بوجھ اٹھائے گا	کوئی بوجھ اٹھانے والا	بوجھ	دوسرے کا	اور	نہیں	رہے ہم

گمراہ ہو جائے تو اُس کا نقصان بھی اُسی کو ہوگا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ، اور ہم اُس وقت تک

[١٢] اس آیتِ مبارکہ میں رات اور دن کو قدرت کی دو اہم نشانیاں قرار دیا گیا ہے، رات تاریک ہوتی ہے اور دن روشن ہوتا ہے، ہزار ہا سال سے دن اور رات کا نظام کسی تعطل اور خرابی کے بغیر چلا آ رہا ہے، اس نظام سے مخلوقات کے بہت سے فوائد اور اللہ تعالیٰ کی بیش از بیش حکمتیں وابستہ ہیں، آج تک اس نظام کو تبدیل یا اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا نہیں جاسکا، رات کی تاریکی لوگوں کو جسمانی آرام اور روحانی سکون فراہم کرتی ہے اور دن کا نور اور اجالا لوگوں کو ذریعہ معاش کی فکر میں نکلنے پر آمادہ کرتا ہے، اس میں شک نہیں ہے کہ بعض لوگوں کی زندگی الٹی چل رہی ہے اور وہ دن کو آرام اور رات کو ملازمت کرتے ہیں، لیکن یہاں اقلیت کی بجائے اکثریت کی بات ہو رہی ہے، اس کے علاوہ رات اور دن کا یہ چکر شمسی اور قمری سالوں کی تعیین کا ذریعہ ہے، اسی سے ہفتے ، مہینے اور سال وجود میں آتے ہیں اور یہی نظام انسان کے حساب کتاب میں معاون اور مددگار بنتا ہے، سو جس طرح مقررہ وقت سے پہلے دن نہیں آ سکتا ، اسی طرح مقررہ وقت سے پہلے انسان کو خوشحالی اور فراوانی بھی نہیں مل سکتی اور جس طرح ہر رات کے بعد دن ضرور آتا ہے، اسی طرح ہر شر کے بعد خیر ضرور طلوع ہوتی ہے۔

[١٣] اس آیتِ مبارکہ میں انسان کے نامۂ اعمال کیلئے '' طائر'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس کا لفظی معنی پرندہ ہوتا ہے، چونکہ انسان کے اعمال پرندوں کی طرح بدلتے رہتے ہیں، کبھی نیکی اور کبھی گناہ، اس لیے اس سے بہتر تشبیہ اس موقع پر نہیں ہو سکتی تھی، یہ پرندہ گلے کا ہار بنا کر انسان کے گلے میں ڈال دیا جائیگا اور جب ضرورت محسوس ہوگی، اسے کتابی شکل میں پھیلا کر پیش کر دیا جائیگا تاکہ انسان اسے خود پڑھ سکے۔

[١٤] اس آیتِ مبارکہ میں قرار دیا گیا ہے کہ انسان کے اعمال کا محاسبہ اگر خود اسی کو کرنے دیا جائے تو وہ خود بھی کافی ہوگا، اس کا نامۂ اعمال اس کے سامنے ہوگا، اسے حکم دیا جائیگا کہ اسے پڑھ لے، چنانچہ اسے پڑھ کر انسان اپنے متعلق جو فیصلہ کرے گا، وہ بالکل صحیح ہوگا، کیونکہ اس میں کوئی بات خلافِ حقیقت نہیں ہوگی، میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر میدانِ حشر میں انسان سے یہ کہہ دیا جائے کہ تیری زندگی کی فلم یہاں چلائی جائے گی تو انسان کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا اور اس کی خواہش ہوگی کہ یہ فیصلہ واپس لے لیا جائے، خواہ اس کیلئے اسے کسی حساب کتاب کے بغیر فوراً جہنم میں بھیج دیا جائے، کیونکہ انسان اپنے اعمال کے متعلق بخوبی جانتا ہے اور اپنا محاسبہ خود کر سکتا ہے۔

مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً

مُعَذِّبِيْنَ	حَتّٰى	نَبْعَثَ	رَسُوْلًا﴿۱۵﴾	وَ	اِذَآ	اَرَدْنَآ	اَنْ	نُّهْلِكَ	قَرْيَةً
عذاب دینے والے	یہاں تک کہ	بھیج لیں ہم	کوئی پیغمبر	اور	جب	ارادہ کرلیں ہم	یہ کہ	ہم ہلاک کردیں	کسی بستی کو

عذاب نہیں دیتے جب تک کوئی پیغمبر نہ بھیج لیں ۔ ⑮ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں

اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا

اَمَرْنَا	مُتْرَفِيْهَا	فَفَسَقُوْا	فِيْهَا	فَحَقَّ	عَلَيْهَا	الْقَوْلُ	فَدَمَّرْنٰهَا
حکم دیتے ہیں ہم	اس کے مالداروں کو	سو نافرمانی کرتے ہیں وہ	اسمیں	تو ثابت ہوجاتا ہے	ان پر	فیصلہ	سو ہم اسے ہلاک کردیتے ہیں

تو اُس کے مالداروں کو حکم دیتے ہیں ، سو وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں ، پھر اُن پر فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے اور ہم انہیں مکمل طور پر

تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

تَدْمِيْرًا﴿۱۶﴾	وَ	كَمْ	اَهْلَكْنَا	مِنَ	الْقُرُوْنِ	مِنْ	بَعْدِ	نُوْحٍ ؕ	وَكَفٰى	بِرَبِّكَ
ہلاک کرنا	اور	کتنی ہی	ہلاک کردیں ہم نے	سے	بستیاں	سے	پیچھے	نوح کے	اور کافی ہے	تیرا رب

تباہ کر دیتے ہیں۔ ⑯ اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا ، اور آپ کا رب اپنے بندوں کے

بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ

بِذُنُوْبِ	عِبَادِهٖ	خَبِيْرًاۢ	بَصِيْرًا﴿۱۷﴾	مَنْ	كَانَ	يُرِيْدُ	الْعَاجِلَةَ	عَجَّلْنَا	لَهٗ
ساتھ گناہوں کے	اپنے بندوں کے	خوب باخبر	دیکھنے والا	جوکوئی	ہو	چاہتا	جلدی کو	جلدی دیدیتے ہیں ہم	اسے

گناہوں سے باخبر ہونے اور دیکھنے کیلئے کافی ہے ۔ ⑰ جو شخص ''جلدی کا گھر'' چاہتا ہو ، ہم جسے چاہتے ہیں ، اس میں سے

فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا

فِيْهَا	مَا	نَشَآءُ	لِمَنْ	نُّرِيْدُ	ثُمَّ	جَعَلْنَا	لَهٗ	جَهَنَّمَ ۚ	يَصْلٰىهَا	مَذْمُوْمًا
اسمیں	جو	ہم چاہتے ہیں	جس کیلئے	ہم چاہتے ہیں	پھر	مقرر کردی ہم نے	اس کیلئے	جہنم	داخل ہوگا وہ اسمیں	مذمت والا ہوکر

جلدی دے دیتے ہیں ، پھر ہم نے اُس کیلئے جہنم مقرر کر دی ہے ، جس میں وہ قابل مذمت اور دھتکارا ہوا

مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ

مَدْحُوْرًا﴿۱۸﴾	وَ	مَنْ	اَرَادَ	الْاٰخِرَةَ	وَ	سَعٰى	لَهَا	سَعْيَهَا	وَ	هُوَ	مُؤْمِنٌ
دھتکارا ہوا	اور	جوکوئی	چاہتا ہو	آخرت کو	اور	کوشش کرے	اس کیلئے	اپنی کوشش	اور	وہ	ایمان والا

داخل ہوگا ۔ ⑱ اور جو شخص آخرت چاہے اور اُسی کیلئے کوشش کرے ، اس حال میں کہ وہ مومن ہو ،

⑮ اس آیت مبارکہ میں تین اصول بیان کیے گئے ہیں ، پہلا یہ کہ انسان کے ہدایت یافتہ ہونے کا فائدہ اور گمراہی پر قائم رہنے کا نقصان خود اسی کو ہوتا ہے ، اس لیے اپنے نفع اور نقصان کا فیصلہ اسے خوب سوچ سمجھ کر کرنا ہوگا ، دوسرا اصول یہ کہ کوئی شخص اس دھوکے میں نہ رہے کہ فلاں آدمی میرے گناہوں کا بوجھ اٹھالے گا ، قیامت کے دن حق تعالیٰ کی بارگاہ عدل قائم ہوگی ، دنیا کے منصفوں ، ثالثوں اور قاضیوں کی نہیں ، اس لیے اتنا وزن جمع کرے کہ اس سے بآسانی اٹھ سکے ، تیسرا اصول یہ کہ کسی بھی بستی اور قوم کو اتمام حجت سے پہلے ہلاک نہیں کیا جاتا ، چنانچہ اس مقصد کیلئے ان کے پاس منتخب نمائندوں یعنی پیغمبروں کو بھیجا جاتا ہے جو انہیں حق تعالیٰ کی پسند اور ناپسند ، اتار چڑھاؤ اور ہر طرح کے حالات سے باخبر کرتے ہیں ، اس کے بعد بھی اگر وہ قوم اپنی روش پر باقی رہے تو اسے سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

⑯ اس آیتِ مبارکہ میں قوموں کی تباہی اور بربادی کا ایک اہم سبب بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی قوم کے آسودہ حال اور مالدار لوگ فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں پر جری ہو جائیں تو اس قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ متوجہ ہو جاتا ہے ، اس لیے کہ ان کی جرأت صرف ان کی ذات تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے اثرات بد اُن کے ماتحتوں اور معاشرے کے نچلے طبقوں تک منتقل ہوتے ہیں اور فسق و فجور کی ایک لہر پوری قوم کے جسم میں سرایت کر جاتی ہے ، اس کینسر کا علاج سوائے میجر آپریشن کے اور کچھ نہیں ہوتا ، سو اُس قوم کو تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

⑰ اس آیتِ مبارکہ کے پہلے جملے میں تو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بہت سی بستیوں اور قوموں کی ہلاکت کا حوالہ دیا گیا ہے جن کے آسودہ حال لوگوں نے اپنے مال و دولت کے نشے میں مست ہو کر آخرت کو فراموش کر دیا ، لیکن دوسرا جملہ گناہ گاروں اور مجرموں کو خبردار کرنے کیلئے نہایت اہمیت کا حامل ہے ، اس عاجز کا تاثر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ کرتے وقت اس جملے کا استحضار کر لے تو اس کے بڑھتے ہوئے قدم ایک لمحے کیلئے ٹھٹھک جائیں گے اور وہ بہرحال اپنے ارادے پر نظر ثانی کرنے کیلئے اندرونی کشمکش کا شکار ہو جائے گا ، کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونے کیلئے کافی ہے اور کوئی بندہ اس سے چھپا ہوا نہیں ہے ، وہ سب کو دیکھ رہا ہے ، اے کاش! کہ ہمیں یہ استحضار نصیب ہو جائے۔

⑱ اس آیتِ مبارکہ میں طالب دنیا کیلئے دنیا عطا فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس کیلئے دو شرطیں لگا دی گئی ہیں ، پہلی یہ کہ جسے ہم چاہیں ، اسی کو دیتے ہیں ، گویا ہر طالب کو دنیا نہیں ملتی ، دوسری یہ کہ جتنا ہم چاہتے ہیں ، اتنا ہی دیتے ہیں ، اس سے زیادہ نہیں ، گویا اس میں بھی خواہش مند کی فرمائش نہیں دیکھی جاتی ، یہاں بھی حق تعالیٰ کا ارادہ کام کرتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے طلب گار تو بہت ہیں ، لیکن وہ ملتی کسی کسی کو ہے اور جسے ملتی ہے ، وہ حق تعالیٰ کے ارادے اور منشا کے مطابق ملتی ہے ، ایسی صورتحال میں کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ انسان طالب دنیا بننے سے ہی اجتناب کر لے ، خاص طور پر جبکہ طالب دنیا کا اخروی انجام بھی اچھا نہیں ہوتا؟

فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۱۹ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ

فَاُولٰٓئِكَ	كَانَ	سَعْيُهُمْ	مَّشْكُوْرًا ۱۹	كُلًّا	نُّمِدُّ	هٰٓؤُلَآءِ	وَ	هٰٓؤُلَآءِ	مِنْ
تو یہی لوگ	ہے	ان کی کوشش	قدر دانی کی گئی	ہر ایک کو	ہم پہنچاتے ہیں	ان لوگوں کو	اور	ان لوگوں کو	سے

تو انہی لوگوں کی کاوش کی قدر دانی کی جائے گی ۔ ۱۹ ہم تو ہر ایک کو پہنچاتے ہیں ، انہیں بھی

عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۲۰ اُنْظُرْ كَيْفَ

عَطَآءِ	رَبِّكَ ؕ	وَ	مَا	كَانَ	عَطَآءُ	رَبِّكَ	مَحْظُوْرًا ۲۰	اُنْظُرْ	كَيْفَ
بخشش کے	تیرے رب کی	اور	نہیں	ہے	بخشش	تیرے رب کی	رکاوٹ ڈالی ہوئی	دیکھ لے	کیسے

اور اُنہیں بھی آپ کے رب کا فضل ، اور آپ کے رب کی بخشش میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ۔ ۲۰ آپ دیکھ لیجیے کہ ہم نے

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ

فَضَّلْنَا	بَعْضَهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ ؕ	وَ	لَلْاٰخِرَةُ	اَكْبَرُ	دَرَجٰتٍ	وَّ	اَكْبَرُ
فضیلت دی ہم نے	ان میں سے بعض کو	پر	بعض کے	اور	البتہ آخرت	زیادہ بڑی	درجوں میں	اور	زیادہ بڑی

کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت دی اور آخرت میں تو بڑے درجے اور بڑی

تَفْضِيْلًا ۲۱ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا

تَفْضِيْلًا ۲۱	لَا	تَجْعَلْ	مَعَ	اللّٰهِ	اِلٰهًا	اٰخَرَ	فَتَقْعُدَ	مَذْمُوْمًا
فضیلت میں	مت	بنا تو	ساتھ	اللہ کے	کوئی معبود	دوسرا	تو بیٹھ جائیگا	مذمت والا ہو کر

فضیلت ہے۔ ۲۱ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود مت ٹھہراؤ ، ورنہ قابلِ مذمت ہو کر ، بے بسی کے ساتھ

مَّخْذُوْلًا ۲۲ ع وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ ع ۲ ۱۲

مَّخْذُوْلًا ۲۲	وَ	قَضٰى	رَبُّكَ	اَلَّا	تَعْبُدُوْٓا	اِلَّآ	اِيَّاهُ	وَ	بِالْوَالِدَيْنِ
بے بس ہو کر	اور	فیصلہ کر چکا	تیرا رب	یہ کہ نہ	عبادت کرو تم	مگر	اس کی	اور	ساتھ والدین کے

بیٹھے رہو گے ۔ ۲۲ اور آپ کا رب یہ حکم دے چکا ہے کہ اُس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ

اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ

اِحْسَانًا ؕ	اِمَّا	يَبْلُغَنَّ	عِنْدَكَ	الْكِبَرَ	اَحَدُهُمَآ	اَوْ	كِلٰهُمَا	فَلَا	تَقُلْ
حسن سلوک کی	اگر	پہنچ جائے	تیرے پاس	بڑھاپے کو	ان میں سے ایک	یا	وہ دونوں	تو مت	کہہ

حسنِ سلوک کرو ، اگر اُن میں سے کوئی ایک یا وہ دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم انہیں اُف بھی

۱۹ اس آیتِ مبارکہ میں طالبِ آخرت کی کاوشوں اور محنت کی قدر دانی کیے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے، جس رب نے وعدہ کیا ہے، وہ نہایت قدر دان ہے، وہ انسان کی چھوٹی سی نیکی کی بھی بہت بڑی قیمت لگاتا ہے، گزشتہ آیت میں طالبِ دنیا کا انجام بیان کیا گیا ہے، اس انجام پر غور کرنے سے ایک عقلمند آدمی یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ آخرت کی خواہش اور جستجو میں ہر طرح سے بہتری اور خیر ہے، ویسے بھی دنیا فانی اور آخرت باقی ہے، جب محنت کرنا ہی ضروری ٹھہرا تو "باقی" کیلئے محنت کرنی چاہیے، نہ کہ فانی کیلئے۔

۲۰ اس آیتِ مبارکہ میں دنیا و آخرت دونوں کے طلب گاروں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دونوں کو ہی عطا فرماتا ہے، وہ کافر کے کفر کی وجہ سے اسے دنیا کی نعمت سے محروم نہیں کرتا، وہ برابر دنیا والوں کو دنیا اور اس کی آسائشیں دیئے جا رہا ہے اور اس سے کہیں زیادہ لا محدود فراوانی کے ساتھ اہلِ ایمان کو آخرت کی نعمتیں عطا فرمائے گا، اس کی بخشش اور مہربانی سے اپنے اور بیگانے سب ہی فیض پا رہے ہیں۔

۲۱ اس آیتِ مبارکہ میں آخرت کے حوالے سے اہلِ ایمان کے درجات میں فرق واضح کرنے کیلئے دنیا میں فرق مراتب پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ جس طرح دنیا میں بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت اور فوقیت دی گئی ہے، اسی طرح آخرت میں بھی فرق مراتب ہوگا، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں کل سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے، جس کی بناء پر نیچے والے اپنے سے اوپر والوں کو یوں دیکھیں گے جیسے زمین پر کھڑے ہو کر کسی ستارے یا سیارے کو دیکھا جاتا ہے۔

۲۲ اس آیتِ مبارکہ میں شرک کو قابلِ مذمت اور باعثِ رسوائی قرار دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ شرک کوئی قابلِ تعریف کام تو نہیں ہے جس پر مشرک کی تعریف کی جائے، بلکہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے، وہ کم ہے، کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ بغاوت کے مترادف ہے اور انسانیت کیلئے اس سے بڑی رسوائی نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی پیشانی اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے جھکا دے، آخرت کی رسوائی اور مذمت اس کے علاوہ ہے۔

لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا

لَّهُمَآ	اُفٍّ	وَّ	لَا	تَنْهَرْهُمَا	وَ	قُلْ	لَّهُمَا	قَوْلًا	كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾	وَاخْفِضْ	لَهُمَا
ان دونوں سے	اُف	اور	مت	جھڑک ان دونوں کو	اور	کہہ	ان دونوں سے	بات	نرمی والی	اور جھکا دے	ان دونوں کیلئے

مت کہنا اور انہیں مت جھڑکنا ، اور اُن کے ساتھ نرمی سے بات کرنا ۔ ٢٣ اور اُن کے سامنے عاجزی کے

جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ

جَنَاحَ	الذُّلِّ	مِنَ	الرَّحْمَةِ	وَ	قُلْ	رَّبِّ	ارْحَمْهُمَا	كَمَا	رَبَّيٰنِيْ
بازو	عاجزی کے	سے	شفقت کے	اور	کہہ	اے میرے پروردگار	ان دونوں پر رحم فرما	جیسا کہ	ان دونوں نے میری پرورش کی

بازو شفقت کے ساتھ جھکادو اور یوں کہو کہ پروردگار! اِن دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں میری

صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ

صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾	رَبُّكُمْ	اَعْلَمُ	بِمَا	فِيْ	نُفُوْسِكُمْ	اِنْ	تَكُوْنُوْا	صٰلِحِيْنَ	فَاِنَّهٗ
بچپن میں	تمہارا رب	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	بیچ	تمہارے دلوں کے	اگر	تم ہوئے	نیکوکار	تو بیشک وہ

پرورش کی تھی ۔ ٢٤ تمہارا رب وہ باتیں خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہیں ، اگر تم نیک ہوئے تو بیشک وہ

كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ

كَانَ	لِلْاَوَّابِيْنَ	غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾	وَاٰتِ	ذَا الْقُرْبٰى	حَقَّهٗ	وَ	الْمِسْكِيْنَ	وَ
ہے	رجوع کرنے والوں کو	بہت بخشنے والا	اور دیدے تو	قرابت دار کو	اس کا حق	اور	مسکین کو	اور

رجوع کرنے والوں کو بہت بخشنے والا ہے ۔ ٢٥ اور قریبی رشتہ داروں کو اُن کا حق دیا کرو ، نیز مسکین

ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ

ابْنَ السَّبِيْلِ	وَ	لَا	تُبَذِّرْ	تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾	اِنَّ	الْمُبَذِّرِيْنَ	كَانُوْٓا	اِخْوَانَ
مسافر کو	اور	مت	فضول خرچی کر	فضول خرچی کرنا	بیشک	فضول خرچی کرنے والے	ہیں وہ	بھائی

اور مسافر کو بھی ، اور فضول خرچی بالکل نہ کرو ۔ ٢٦ کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے

الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ

الشَّيٰطِيْنِ	وَ	كَانَ	الشَّيْطٰنُ	لِرَبِّهٖ	كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾	وَ	اِمَّا	تُعْرِضَنَّ	عَنْهُمُ
شیطان کے	اور	ہے	شیطان	اپنے رب کا	بہت ناشکرا	اور	اگر	تو اعراض کرے	ان سے

بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے ۔ ٢٧ اور اگر تم اُن سے اپنے رب کی

٢٣ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حکم کے ساتھ ساتھ والدین سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، یہ حکم اور تاکید تمام ادیان و مذاہب میں مشترک رہی ہے لیکن اسلام نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد دوسرے درجے میں ذکر کرکے اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کردیا ہے کیونکہ انسان پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب سے زیادہ احسانات اس کے والدین کے ہیں، لیکن جو انسان اپنے رب کا ناشکرا ہو، وہ اپنے والدین کا شکرگزار کیونکر ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑا ہو کر نہایت آسانی سے اپنے والدین کے سامنے کھڑا ہو کر کہہ دیتا ہے کہ آپ نے میرے لیے کیا ہی کیا ہے؟ اسے اپنے بوڑھے باپ کی کھانسی سے اپنے آرام اور نیند میں خلل محسوس ہوتا ہے، اسے اپنی بوڑھی ماں سے زیادہ اپنی جوان بیوی عزیز ہوتی ہے اور وہ بھول جاتا ہے کہ اس کا معمولی بخار اور نزلہ زکام اس کے ماں باپ کو ساری رات سونے نہیں دیتا تھا، وہ خود بھوکے رہ کر اسے پیٹ بھر کر کھلا دیتے تھے، خود بچے کھچے پر گزارہ کرکے عمدہ کھانا اسے کھلا دیتے تھے، اس کی فرمائش پوری کرنے کو وہ اپنا مقصدِ حیات بنا لیتے تھے اور یہ سب کچھ وہ بے لوث ہو کر کرتے تھے، ان کے احسانات کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ انسان انہیں جھڑکنے اور اف کہنے سے بھی اجتناب کرے اور ان کے ساتھ عزت و احترام اور ادب سے بات کرے، اس موضوع پر مفصل تحریر جواہر الحدیث جلد ثانی میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ٢٤ اس آیتِ مبارکہ میں اولاد کو والدین کے ساتھ نرم مزاجی، ہمدردی اور شفقت سے پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے، نیز اسے اپنے والدین کے حق میں دعا کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے، والدین کے مقام اور مرتبے کا تقاضا بھی یہی ہے، اس طرح اُن کا دل خوش ہوگا اور وہ اولاد کے حق میں دعائیں کریں گے جو اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کا فیصلہ لیکر اتریں گی اور اگر والدین یا ان میں سے کوئی ایک فوت ہوجائے تو اولاد کو ان کے ایصالِ ثواب کیلئے خاص طور پر دعائیں کرنی چاہئیں ، یہ دعائیں اُن کیلئے ذخیرہ بن جائیں گی۔ ٢٥ اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ انسانی ذہن میں جو خیالات آتے ہیں، اللہ اُن سے بخوبی واقف ہے اور اُسے معلوم ہے کہ کون کس جذبے سے اپنے والدین کی خدمت کرتا ہے؟ کس کا مقصد والدین کو خوش کرکے ان سے پیسے اور جائیداد بٹورنا ہے اور کون عبادت کے جذبے اور خلوص نیت کے ساتھ ان کی خدمت کررہا ہے، جو لوگ خلوص نیت کے ساتھ اپنے والدین کی خدمت میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی کوتاہیوں سے درگزر کا وعدہ اور اعلان فرمایا ہے۔ ٢٦ اس آیت مبارکہ میں ایک امر اور ایک نہی ہے، امر یہ کہ قریبی رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کے حقوق ادا کیا کرو، یہ ایک اجمالی حکم ہے اور مذکورہ تینوں گروہوں کے حقوق ایک دوسرے سے مختلف ہیں جن کی تفصیل کتب حدیث وفقہ میں بیان کردی گئی ہے، خلاصہ یہی ہے کہ ہر حقدار کو اس کا حق ادا کردیا جائے، جبکہ نہی کا تعلق فضول خرچی سے ہے، معاشیات اور اقتصادیات سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ دنیا کا کوئی فرد یا قوم معاشی طور پر اُس وقت تک مستحکم نہیں ہوسکتے جب تک کہ وہ میانہ روی اختیار کرکے فضول خرچی سے اپنا پیچھا نہ چھڑالیں، یہاں یہ واضح کردینا بھی ضروری ہے کہ ہر شخص کی فضول خرچی اس کی مالی حیثیت کے اعتبار سے بھی ہوتی ہے اور بیرونی صورتحال بھی اس میں مؤثر ہوتی ہے، اس میں بے موقع خرچ کرنا اور ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا بھی شامل ہے۔ ٢٧ اس آیت مبارکہ میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی اور شیطان کو اپنے رب کا ناشکرا قرار دیا گیا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ فضول خرچی کرنے والا اپنے رب کا ناشکرا ہے، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو ایسا شخص اللہ کی نعمتوں کو نہ صرف یہ کہ استعمال کررہا ہے، بلکہ ضرورت سے زیادہ کررہا ہے لیکن چونکہ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے خلاف کررہا ہے اس لیے اسے ناشکری قرار دیا گیا ہے، شکرگزاری کا تقاضا یہ ہے کہ انسان رب کی نعمتوں کو استعمال کرے، اس پر اس کی تعریف کرے، بقدرِ ضرورت بوقتِ ضرورت ان سے فائدہ اٹھائے اور اپنے مسلمان بھائیوں =

ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

ابْتِغَآءَ	رَحْمَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكَ	تَرْجُوْهَا	فَقُلْ	لَّهُمْ	قَوْلًا	مَّيْسُوْرًا۞
تلاش میں	رحمت کے	سے	تیرے رب کی	تو امید رکھتا ہوا اس کی	تو کہہ	ان سے	بات	نرمی کی

رحمت کے انتظار میں ''جس کی تمہیں امید ہو'' اعراض کرو تب بھی اُن سے نرمی کی بات کہو ۔ ۲۸

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ

وَ	لَا	تَجْعَلْ	يَدَكَ	مَغْلُوْلَةً	اِلٰى	عُنُقِكَ	وَ	لَا	تَبْسُطْهَا	كُلَّ	الْبَسْطِ
اور	مت	بنا	اپنا ہاتھ	بندھا ہوا	طرف	اپنی گردن کے	اور	مت	پھیلاؤ اسے	پورا	پھیلانا

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ بندھا ہوا بھی نہ رکھو اور اُسے مکمل طور پر کھول بھی نہ دو ،

فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

فَتَقْعُدَ	مَلُوْمًا	مَّحْسُوْرًا۞	اِنَّ	رَبَّكَ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ
تو بیٹھ جائے	ملامت والا ہو کر	تھک ہار کر	بیشک	تیرا رب	کشادہ کرتا ہے	رزق	جس کیلئے	وہ چاہتا ہے

ورنہ ملامت زدہ ہو کر ہارے ہوئے بیٹھے رہو گے ۔ ۲۹ بیشک آپ کا رب جس کیلئے چاہتا ہے ، رزق کشادہ

وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ ع وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ

وَ	يَقْدِرُ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	بِعِبَادِهٖ	خَبِيْرًا	بَصِيْرًا۞	وَ	لَا	تَقْتُلُوْٓا	اَوْلَادَكُمْ
اور	تنگ کرتا ہے	بیشک وہ	ہے	اپنے بندوں سے	خوب باخبر	دیکھنے والا	اور	مت	قتل کرو تم	اپنی اولاد کو

اور تنگ کر دیتا ہے ، بیشک وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، دیکھ رہا ہے ۔ ۳۰ اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے

خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً

خَشْيَةَ	اِمْلَاقٍ ؕ	نَحْنُ	نَرْزُقُهُمْ	وَ	اِيَّاكُمْ ؕ	اِنَّ	قَتْلَهُمْ	كَانَ	خِطْاً
اندیشے سے	تنگدستی کے	ہم	رزق دیتے ہیں انہیں	اور	خاص تمہیں	بیشک	ان کا قتل	ہے	گناہ

ڈر سے قتل نہ کرو ، ہم اُنہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی ، بیشک اُن کا قتل بہت بڑا

كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

كَبِيْرًا۞	وَ	لَا	تَقْرَبُوا	الزِّنٰٓى	اِنَّهٗ	كَانَ	فَاحِشَةً ؕ	وَ	سَآءَ	سَبِيْلًا۞
بہت بڑا	اور	مت	قریب جاؤ تم	بدکاری کے	بیشک وہ	ہے	بے حیائی	اور	بہت برا	راستہ

گناہ ہے ۔ ۳۱ اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ ، کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور وہ بہت برا راستہ ہے ۔ ۳۲

= اور بہنوں کو بھی اس میں شریک کرے۔

۲۸ اس آیتِ مبارکہ میں ایک خاص صورتحال کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر کوئی سائل اپنی درخواست لیکر آجائے اور اسے دینے کیلئے فوری طور پر تو کچھ موجود نہ ہو، لیکن کہیں سے رقم آنے کی توقع اور انتظار ہو تو سائل کو شائستہ انداز میں سمجھا دینا چاہیے اور سائل کو بھی اس کی مجبوری کا احساس کرنا چاہیے، عام طور پر پیشہ ور سائل انسان سے چمٹ جاتے ہیں اور اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے ہیں جس کی وجہ سے انسان زچ ہو جاتا ہے، ایسے موقع پر بھی اپنے حواس اور جذبات کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ ۲۹ اس آیتِ مبارکہ میں ہاتھ کو گردن سے باندھنے کا مطلب بخل اور کنجوسی کرنا ہے اور ہاتھ کو مکمل کھول دینے سے مراد یہ ہے کہ اپنی تمام جمع پونجی اڑا دے اور اسکے بعد اگلے وقت خود فقیر اور محتاج بن کر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے، یہ دونوں درجے افراط اور تفریط کے ہیں، جنہیں اختیار کرنے سے انسان کو ملامت اور حسرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چنانچہ بخیل کو دنیا میں ملامت کی جاتی ہے اور لوگ اسے بخل کا طعنہ دیتے ہیں اور آخرت میں اسے اپنے بخل پر حسرت ہوگی، جبکہ سارا مال اڑا دینے والا ضرورت پیش آنے پر خود کو ملامت کرتا ہے اور اسے بھی خود پر حسرت اور افسوس ہوتا ہے، اعتدال کا راستہ ان دونوں کے بیچوں بیچ میانہ روی ہے اور ''میانہ روی'' ہی معیشت کا بنیادی ستون ہے۔ ۳۰ اس آیتِ مبارکہ میں دو مضمون بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ انسان کے رزق کی تنگی اور کشادگی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، چنانچہ وہ اپنی مشیت اور علم کامل کے مطابق کسی کا رزق تنگ اور کسی کا رزق کشادہ کر دیتا ہے، رزق کی کشادگی انسان کی فضیلت اور رزق کی تنگی اس کی ذلت کا معیار نہیں ہے اور دوسرا مضمون یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے، گویا اسے اپنے بندوں کے بخل، سخاوت اور اعتدال پسندی کی پوری خبر ہے اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے کیونکہ کوئی چیز بھی اس کی نگاہوں سے مخفی نہیں ہے۔ ۳۱ اس آیتِ مبارکہ میں تنگدستی، فقر و فاقہ اور غربت کے اندیشے کی وجہ سے اپنی اولاد

ع ۳ ۸ ۴

کو قتل کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور ان کے قتل کو کبیرہ گناہ قرار دیتے ہوئے والد اور اولاد کے رزق کی ذمہ داری حق تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے اور اسلوب بیان ایسا معجزانہ لائے ہیں کہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی فوراً ''سبحان اللہ'' کہہ دے کہ والدین کے رزق کا ذکر بعد میں کیا اور اولاد کے رزق کا ذکر پہلے فرمایا، تاکہ انسان یہ سوچے کہ جس رب نے ہم سے پہلے ہماری اولاد کے رزق کا وعدہ فرمایا ہے، وہ تنگدستی اور غربت کی وجہ سے ہمیں مرنے نہیں دے گا، مفسرین کے نزدیک اس آیت کے مفہوم میں بلا عذرِ شدید ''اسقاطِ حمل'' بھی شامل ہے، کیونکہ وہ بھی ''قتلِ اولاد'' کی ایک شکل ہے، تاہم اہلِ علم سے اس کی شرائط اور مکمل تفصیلات سمجھ لینا زیادہ ضروری ہے۔ ۳۲ اس آیتِ مبارکہ میں ''بدکاری'' کو بے حیائی اور بے راہ روی قرار دے کر اس کے قریب جانے سے بھی منع کر دیا گیا ہے، یہ اسلوب بیان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بدکاری، جنسی بے راہ روی اور مرد و عورت کا ناجائز تعلقات قائم کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ نہ صرف اس کی ممانعت ہے، بلکہ جو چیزیں انسان کو اس کے قریب کر سکتی ہیں اور مستقبل قریب یا بعید میں انسان کو براہ راست بدکاری میں ملوث کر سکتی ہیں، ان کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے، موجودہ دور میں بہت سی ایسی نئی ایجادات متعارف ہو چکی ہیں جنہوں نے انسان کو بدکاری کے اس قدر قریب پہنچا دیا ہے کہ اب اس کیلئے اس پر عمل کرنا اور اپنے ناپاک ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا کچھ مشکل نہیں رہا، اسی وجہ سے معاشرہ اخلاقی طور پر بے راہ روی کا شکار ہو کر زوال اور تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے، نہ درسگاہیں اور علمی ادارے محفوظ ہیں، نہ کاروباری مراکز اور تجارتی مارکیٹیں محفوظ ہیں، نہ پبلک مقامات اور تفریحی مراکز محفوظ ہیں، حتیٰ کہ گھروں میں عزتیں محفوظ نہیں ہیں، اور اب تو یہاں تک مصدقہ اطلاعات آرہی ہیں کہ بہن اور بھائی کا مقدس رشتہ بھی اس بے راہ روی کی زد میں آگیا ہے اور بہنیں اپنے بھائیوں کا پانی قبول کر رہی ہیں اور انہیں ''اسقاط'' کروانا پڑ رہا ہے۔ أعاذنا الله منها۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا

وَ	لَا	تَقْتُلُوا	النَّفْسَ	الَّتِیْ	حَرَّمَ	اللّٰهُ	اِلَّا	بِالْحَقِّ ؕ	وَ مَنْ	قُتِلَ	مَظْلُوْمًا
اور	مت	قتل کرو	کسی نفس کو	وہ جو	حرام کیا	اللہ نے	مگر	ساتھ حق کے	اور جو کوئی	قتل ہو جائے	مظلوم ہو کر

اور کسی ایسے شخص کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہو، مگر حق کے ساتھ، اور جو شخص مظلوم ہونے کی حالت میں مارا جائے

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

فَقَدْ	جَعَلْنَا	لِوَلِیِّهٖ	سُلْطٰنًا	فَلَا	یُسْرِفْ	فِّیْ	الْقَتْلِ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ
تو یقیناً	کر دیا ہم نے	اس کے ولی کیلئے	اختیار	تو مت	حد سے تجاوز کرے	بیچ	قتل کرنے کے	بیشک وہ	ہوگا

تو ہم نے اُس کے ولی کو اختیار دیا ہے، سو وہ قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے، بیشک اُس کی

مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی

مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾	وَ	لَا	تَقْرَبُوْا	مَالَ	الْیَتِیْمِ	اِلَّا	بِالَّتِیْ	هِیَ	اَحْسَنُ	حَتّٰی
مدد کیا ہوا	اور	مت	قریب جاؤ	مال کے	یتیم کے	مگر	ساتھ اس کے جو	وہ	زیادہ اچھا	یہاں تک کہ

مدد کی جائے گی۔ ﴿۳۳﴾ اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اُسی طریقے سے جو زیادہ عمدہ ہو، یہاں تک

یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا

یَبْلُغَ	اَشُدَّهٗ ۪	وَ	اَوْفُوْا	بِالْعَهْدِ ۚ	اِنَّ	الْعَهْدَ	كَانَ	مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾	وَ	اَوْفُوا
پہنچ جائے وہ	اپنی جوانی کو	اور	پورا کرو	عہد کو	بیشک	عہد	ہوگا	پوچھا گیا	اور	پورا کرو

کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، اور عہد کو پورا کیا کرو، کیونکہ عہد کے متعلق باز پرس ہو گی۔ ﴿۳۴﴾ اور جب ماپ کر

الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ

الْكَیْلَ	اِذَا	كِلْتُمْ	وَ	زِنُوْا	بِالْقِسْطَاسِ	الْمُسْتَقِیْمِ ؕ	ذٰلِكَ	خَیْرٌ
ماپ	جب	تم ماپ کر دو	اور	وزن کرو	ساتھ ترازو کے	سیدھی	وہ	زیادہ بہتر

دیا کرو تو ماپ پورا کیا کرو اور سیدھی ترازو سے وزن کیا کرو، یہ زیادہ بہتر ہے اور اِس کا

وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ

وَّ	اَحْسَنُ	تَاْوِیْلًا ﴿۳۵﴾	وَ	لَا	تَقْفُ	مَا	لَیْسَ	لَكَ	بِهٖ	عِلْمٌ ؕ	اِنَّ	السَّمْعَ
اور	عمدہ تر	انجام میں	اور	مت	پیچھے پڑ	اس کے جو	نہیں	تجھے	اس کا	کوئی علم	بیشک	کان

انجام زیادہ عمدہ ہے۔ ﴿۳۵﴾ اور اُس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہ ہو، کیونکہ کان،

﴿۳۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں "قتل ناحق" کی ممانعت کی گئی ہے، یعنی اگر کسی شخص کو قتل کرنے اور اس کا خون بہانے کی کوئی معقول شرعی وجہ موجود نہ ہو تو اس کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہرگز نہ کیا جائے۔ معقول شرعی وجہ تین میں سے کوئی ایک چیز ہو سکتی ہے۔(۱) جسے قتل کیا جا رہا ہو، وہ قاتل ہو اور قصاص کے قانون پر عمل کرنے کیلئے اسے قتل کیا جائے۔(۲) کوئی شخص دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو جائے (۳) کوئی شخص شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کا ارتکاب کرے، اس کے علاوہ کسی صورت میں کسی کا خون بہانے کی اجازت نہیں ہے، اگر کوئی شخص مظلوم ہونے کی حالت میں قتل کر دیا جائے تو مقتول کے ورثاء کو قصاص کا تقاضا کرنے کا حق ہے لیکن اس میں بھی حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے، بعض لوگ غصے میں آ کر قاتل کے ناک، کان کاٹ دیتے ہیں، اس کے جسم پر زخم لگا کر اس پر نمک چھڑکتے ہیں اور اسے طرح طرح کی جسمانی اذیتیں پہنچاتے ہیں، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

﴿۳۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایک امر اور ایک نہی ہے، ممانعت تو اس چیز کی ہے کہ یتیم بچوں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ، کیونکہ کسی یتیم بچے کا مال کھا جانا کبیرہ گناہ ہے، اس لیے نہ صرف یہ کہ اس سے بچو بلکہ ہر اُس راستے کو ترک کر دو جس پر چل کر مستقبل میں تمہارے لیے اس مال میں سے کچھ حصہ لینے کی راہ ہموار ہو جائے، البتہ اگر کوئی شخص کسی یتیم بچے کا سرپرست ہو تو وہ اس کے مال کی نگہبانی اور حفاظت کر سکتا ہے، ایسی صورت میں اُسے تاکید کی گئی ہے کہ جب وہ بچہ نابالغ ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے، اس سلسلے کی مکمل تفصیلات سورۂ نساء کے آغاز میں بیان کر دی گئی ہیں، اس اجمالی اشارے کی تفصیل وہاں ملاحظہ فرمالیجئے اور حکم اس چیز کا دیا گیا ہے کہ اپنے وعدوں کو پورا کیا کرو، وعدہ اس لیے نہیں کیا جاتا کہ اسے توڑ دیا جائے، بلکہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ اسے پورا کیا جائے، خواہ وہ یکطرفہ ہو یا دوطرفہ معاہدہ ہو، قیامت کے دن اس کے متعلق باز پرس کی جائے گی اور عہد شکنی کی سزا دی جائے گی۔

﴿۳۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ماپ اور وزن پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، بہت سی چیزیں کسی پیمانے وغیرہ سے ماپ کر دی جاتی ہیں جیسے دودھ وغیرہ، بہت سی چیزیں وزن کر کے بیچی اور خریدی جاتی ہیں، جیسے چاول اور گھی وغیرہ، ان میں ڈنڈی مارنا اور گاہک کی آنکھوں میں دھول جھونکنا کبیرہ گناہ ہے، قوم شعیب اسی تجارتی برائی میں ملوث تھی، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو چیزیں گن کر یا میٹر اور گز کے حساب سے بیچی اور خریدی جاتی ہیں، ان میں کمی بیشی گناہ نہیں ہے، بلکہ یہاں ماپ اور وزن کا ذکر مثال کے طور پر کیا گیا ہے کہ باہمی لین دین اور تجارت کے جتنے طریقے بھی رائج ہیں، ان سب کا حکم وہی ہے جو یہاں ذکر کی گئی دو چیزوں کا ہے۔

وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿٣٦﴾ وَلَا تَمْشِ فِي

وَ	الْبَصَرَ	وَ	الْفُؤَادَ	كُلُّ	اُولٰٓئِكَ	كَانَ	عَنْهُ	مَسْئُوْلًا ۝٣٦	وَ	لَا	تَمْشِ	فِي
اور	آنکھ	اور	دل	ہرایک	ان میں سے	ہوگی	اس سے	پوچھ گچھ	اور	مت	چل	بیچ

آنکھ اور دل ان میں سے ہر چیز کے متعلق بازپرس ہوگی۔ ۳۶ اور زمین پر اتراتے ہوئے

الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ

الْاَرْضِ	مَرَحًا ۚ	اِنَّكَ	لَنْ	تَخْرِقَ	الْاَرْضَ	وَلَنْ	تَبْلُغَ	الْجِبَالَ
زمین کے	اترا کر	بیشک تو	ہرگز نہیں	پھاڑ سکتا	زمین کو	اور ہرگز نہیں	تو پہنچ سکتا	پہاڑوں کو

مت چلا کرو، کیونکہ تم زمین کو ہرگز نہیں پھاڑ سکتے اور تم لمبے ہو کر پہاڑوں تک بھی ہرگز نہیں

طُوْلًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ

طُوْلًا ۝٣٧	كُلُّ	ذٰلِكَ	كَانَ	سَيِّئُهٗ	عِنْدَ	رَبِّكَ	مَكْرُوْهًا ۝٣٨	ذٰلِكَ	مِمَّآ
لمبے ہوکر	ہرایک	وہ	ہے	اس کا برا	پاس	تیرے رب کے	ناپسندیدہ	وہ	اسمیں سے جو

پہنچ سکتے۔ ۳۷ ان میں سے ہر بات آپ کے رب کے نزدیک نا پسندیدہ ہے۔ ۳۸ یہ حکمت کی

اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

اَوْحٰٓى	اِلَيْكَ	رَبُّكَ	مِنَ	الْحِكْمَةِ ۭ	وَ	لَا	تَجْعَلْ	مَعَ	اللّٰهِ	اِلٰهًا	اٰخَرَ
وحی کی	تیری طرف	تیرے رب نے	سے	حکمت کے	اور	مت	بناؤ	ساتھ	اللہ کے	کوئی معبود	دوسرا

وہ باتیں ہیں جو آپ کی طرف آپ کے رب نے وحی کی ہیں اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مقرر نہ کرو،

فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿٣٩﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ

فَتُلْقٰى	فِيْ	جَهَنَّمَ	مَلُوْمًا	مَّدْحُوْرًا ۝٣٩	اَفَاَصْفٰىكُمْ	رَبُّكُمْ	بِالْبَنِيْنَ
توڈال دیا جائیگا	بیچ	جہنم کے	ملامت والا ہوکر	دھتکارا ہوا	توکیا تمہیں چن کردیئے	تمہارے رب نے	بیٹے

ورنہ تم ملامت زدہ ہو کر دھتکارے ہوئے جہنم میں پھینک دیئے جاؤ گے۔ ۳۹ کیا تمہارے رب نے تمہیں چن چن کر بیٹے دیئے

وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾ ع وَلَقَدْ

وَاتَّخَذَ	مِنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	اِنَاثًا ۭ	اِنَّكُمْ	لَتَقُوْلُوْنَ	قَوْلًا	عَظِيْمًا ۝٤٠	وَلَقَدْ
اور بنالیا	سے	فرشتوں کے	عورتیں	بیشک تم	البتہ کہہ رہے ہو	بات	بہت بڑی	اور البتہ یقیناً

اور فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا، بیشک تم بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔ ۴۰ اور یقیناً

۳۶ اس آیتِ مبارکہ میں غیر مصدقہ خبروں اور اطلاعات کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ جو شخص سنی سنائی باتوں پر "ایمان" لے آتا ہے، وہ انہیں لوگوں کے سامنے بیان بھی کرتا ہے اور بسا اوقات اسے وہ خبر جھوٹی ثابت ہونے پر شرمندگی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ یہ شخص کانوں کا کچا ہے، احادیث میں اسے انسان کے جھوٹا ہونے کیلئے کافی علامت قرار دیا گیا ہے، ایسا شخص معاشرے میں غیر یقینی اور بے چینی پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے، جب لوگوں کو اس کی اس بری عادت کا پتہ چلتا ہے تو وہ اس کی سچی باتوں پر بھی اعتماد نہیں کرتے، یوں لوگوں کا اس پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو جسمانی نظام عطا فرمایا ہے، اس کے ایک ایک عضو کے متعلق قیامت کے دن باز پرس ہوگی، ان میں سے آنکھ، کان اور دل کا بطور خاص ذکر فرما دیا جس سے ان کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

۳۷ اس آیتِ مبارکہ میں تکبر کی چال چلنے سے منع کیا گیا ہے، جو شخص سینہ پھلا کر اور گردن اکڑا کر دھم دھم کرتا ہوا زمین پر قدم رکھتا ہے، کیا وہ زمین کا سینہ پھاڑ دے گا یا پہاڑوں کی بلندی پر پہنچ جائے گا؟ آخر وہ اس "بے ڈھنگی چال" سے کون سا تیر مارے گا؟ ممکن ہے کہ اس کے سینے میں خم پڑ جائے اور اس کی گردن میں موچ آجائے اور چند لمحوں میں اس کا غرور و تکبر خاک میں مل جائے، اس لیے انسان کو عاجزی کی چال چلنی چاہیے۔

ع ۱۰

۳۸ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ تمام مضامین کو سمیٹتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اوپر جتنی بھی بری چیزوں کا تذکرہ ہوا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ اور بری ہیں، ان سے اجتناب کرنے میں ہی حق تعالیٰ کی رضامندی اور انسان کی فلاح اور بہتری ہے۔

۳۹ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ تمام احکامات اور نصیحتوں کو "حکمت" کی باتیں قرار دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نبی اکرم ﷺ پر القاء فرمائی ہیں، یہ گزشتہ آسمانی کتابوں خاص طور پر تورات کی اخلاقی تعلیمات کا خلاصہ ہے جس کا آغاز بھی شرک کی ممانعت اور مذمت سے کیا گیا ہے اور اس کا اختتام بھی شرک کی مذمت پر کیا گیا ہے کیونکہ شرک تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کی برائی سب گناہوں سے بڑھ کر ہے، اس لیے شرک سے اجتناب ساری انسانیت کی ضرورت ہے اور توحید خالص ہی انسانیت کیلئے نجات کا ذریعہ اور سبب ہے۔

۴۰ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد اور اس میں سے بھی بیٹیاں تجویز کرنے کے مشرکانہ نظریئے پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے، مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسے "بہت بڑی بات" قرار دیا ہے، یہ معمولی بات ہرگز نہیں ہے کہ اللہ کیلئے اولاد فرض کی جائے، اور وہ بھی مؤنث اولاد، جبکہ خود اپنے لیے وہ بیٹوں کی خواہش رکھتے ہیں اور اپنے یہاں بیٹی کی پیدائش کو شرمندگی اور ذلت سمجھتے ہیں، تعجب ہے کہ اللہ کیلئے اس گھٹیا سوچ میں ان کی عقل نے انہیں ذرہ برابر بھی خبردار نہیں کیا؟

صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَ مَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝۴۱ قُلْ لَّوْ

صَرَّفْنَا	فِیْ	هٰذَا	الْقُرْاٰنِ	لِیَذَّكَّرُوْا ؕ	وَ	مَا	یَزِیْدُهُمْ	اِلَّا	نُفُوْرًا ۝۴۱	قُلْ	لَّوْ
ہم نے بار بار بیان کیا	بیچ	اس	قرآن کے	تا کہ نصیحت حاصل کریں	اور	نہیں	اضافہ ہوتا ان کے	مگر	بدکنے میں	تُو کہہ	اگر

ہم نے اِس قرآن میں بار بار سمجھایا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، اور اِن کے بِدکنے میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔ ۴۱ آپ فرما دیجئے کہ اگر

كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ۝۴۲

كَانَ	مَعَهٗۤ	اٰلِهَةٌ	كَمَا	یَقُوْلُوْنَ	اِذًا	لَّابْتَغَوْا	اِلٰی	ذِی الْعَرْشِ	سَبِیْلًا ۝۴۲
ہوتے	اس کے ہمراہ	کئی معبود	جیسا کہ	وہ کہتے ہیں	اس وقت	البتہ حاصل کر لیتے	طرف	عرش والے کے	کوئی راستہ

اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے " جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں" تو وہ عرش والے کی طرف کوئی راستہ نکال لیتے ۔ ۴۲

سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا ۝۴۳ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ

سُبْحٰنَهٗ	وَ	تَعٰلٰی	عَمَّا	یَقُوْلُوْنَ	عُلُوًّا	كَبِیْرًا ۝۴۳	تُسَبِّحُ	لَهُ	السَّمٰوٰتُ
پاک ہے وہ	اور	برتر ہے	اس سے جو	وہ کہتے ہیں	برتر ہونا	بہت بڑا	تسبیح کرتے ہیں	اس کیلئے	آسمان

وہ پاک ہے اور اُن چیزوں سے بہت بلندوبرتر ہے جو یہ لوگ کہتے ہیں ۔ ۴۳ ساتوں آسمان ، زمین

السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ

السَّبْعُ	وَ	الْاَرْضُ	وَ	مَنْ	فِیْهِنَّ ؕ	وَ	اِنْ	مِّنْ	شَیْءٍ	اِلَّا	یُسَبِّحُ
ساتوں	اور	زمین	اور	جو کوئی	ان میں	اور	نہیں	سے	کچھ بھی	مگر	تسبیح کرتا ہے

اور اُن میں جو کوئی بھی ہے ، اُسی کی تسبیح بیان کرتے ہیں ، اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اُس کی تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح

بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ۝۴۴

بِحَمْدِهٖ	وَلٰكِنْ	لَّا	تَفْقَهُوْنَ	تَسْبِیْحَهُمْ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	حَلِیْمًا	غَفُوْرًا ۝۴۴
ساتھ اس کی تعریف کے	اور لیکن	نہیں	تم سمجھتے	ان کی تسبیح کو	بیشک وہ	ہے	بردبار	بہت بخشنے والا

بیان نہ کرتی ہو ، لیکن تم اُن کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو ، بیشک وہ بہت بردبار، بخشنے والا ہے۔ ۴۴

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

وَ	اِذَا	قَرَاْتَ	الْقُرْاٰنَ	جَعَلْنَا	بَیْنَكَ	وَ	بَیْنَ	الَّذِیْنَ	لَا	یُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ
اور	جب	آپ پڑھیں	قرآن	بنا دیتے ہیں ہم	آپ کے درمیان	اور	درمیان	ان لوگوں کے جو	نہیں	ایمان لائے	آخرت پر

اور جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور اُن لوگوں کے درمیان ایک پوشیدہ آڑ قائم کر دیتے ہیں

۴۱ اس آیت مبارکہ میں مضامین عبرت کے حوالے سے قرآن کریم کا اسلوب اور لوگوں کا رویہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ وہ توحید و رسالت ، بعث بعد الموت اور دنیا کی بے ثباتی جیسے موضوعات بار بار بیان کرتا ہے، ہر مرتبہ الفاظ اور جملوں کی بناوٹ میں نیا تنوع ہوتا ہے، پڑھنے والا اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا، سننے والا بیزار نہیں ہوتا اور دیکھنے والے کی آنکھیں سیر نہیں ہوتیں، البتہ جو لوگ مشرک اور نافرمان ہیں ، وہ پہلے سے زیادہ بدک جاتے ہیں اور بدکے ہوئے جانور کی طرح رسی تڑوا کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۴۲ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں اور بت پرستوں کو ایک اہم نکتے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے، اگر اس کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہوتے "جیسا کہ تمہارا گمان ہے" تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ہی اپنا راستہ استوار کرنے کی کوشش کرتے ، وہ بھی اسی کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ، وہ بھی اسی کی بارگاہ میں دست بستہ حاضر ہوتے، سوال یہ ہے کہ اس حقیقت کے باوجود تم لوگ اپنے کفر و شرک اور بت پرستی پر کیوں جمے ہوئے ہو؟ یہ جاننے کے بعد بھی کہ ساری کائنات اُسی کی محتاج ہے اور اسی کو خوش کرنا چاہتی ہے، تم اس کی ناراضگی کیوں مول لے رہے ہو؟

۴۳ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں اور بت پرستوں کی لغویات اور بیہودہ گوئی سے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور برتری ثابت کی گئی ہے، وہ ان عیوب اور خامیوں سے بھی پاک ہے جنہیں انسان عیب اور خامی سمجھتا ہے ، اور اُن عیوب سے بھی پاک ہے جنہیں انسان عیب نہیں سمجھتا لیکن وہ اللہ کیلئے عیب ہیں۔

۴۴ اس آیت مبارکہ میں ہر جاندار اور بے جان مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہونا مذکور ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک مخلوق کی تسبیح دوسری مخلوق کی تسبیح سے ملتی جلتی ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ایک مخلوق کی تسبیح دوسری مخلوق کو سمجھ بھی آتی ہو، یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر مخلوق کی تسبیح زبان قال سے ہی ہو، لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر مخلوق اپنے خالق کی حمد و ثنا اور پاکیزگی بیان کرنے میں برابر کی شریک ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ

حِجَابًا	مَّسْتُوْرًا ۴۵	وَّ	جَعَلْنَا	عَلٰی	قُلُوْبِهِمْ	اَكِنَّةً	اَنْ	يَّفْقَهُوْهُ	وَ	فِيْۤ
آڑ	پوشیدہ	اور	کر دیئے ہم نے	پر	ان کے دلوں کے	پردے	یہ کہ	وہ اسے سمجھ سکیں	اور	بیچ

جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ۔ ۴۵ اور ہم اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں تاکہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں ، اور اُن کے کانوں میں

اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى

اٰذَانِهِمْ	وَقْرًا	وَ	اِذَا	ذَكَرْتَ	رَبَّكَ	فِيْ	الْقُرْاٰنِ	وَحْدَهٗ	وَلَّوْا	عَلٰی
ان کے کانوں کے	بوجھ	اور	جب	آپ ذکر کرتے ہیں	اپنے رب کا	بیچ	قرآن کے	اکیلا	منہ موڑ لیتے ہیں	پر

بوجھ رکھ دیتے ہیں ، اور جب آپ قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہیں تو یہ لوگ بدک کر

اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ

اَدْبَارِهِمْ	نُفُوْرًا ۴۶	نَحْنُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَسْتَمِعُوْنَ	بِهٖۤ	اِذْ	يَسْتَمِعُوْنَ
اپنی پشتوں کے	بدک کر	ہم	زیادہ جانتے ہیں	وہ جو	کان لگا کر سنتے ہیں	اسے	جب	وہ کان لگا کر سنتے ہیں

پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگ جاتے ہیں۔ ۴۶ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ کس وجہ سے سنتے ہیں جب وہ آپ کی طرف کان

اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا

اِلَيْكَ	وَاِذْ	هُمْ	نَجْوٰۤى	اِذْ	يَقُوْلُ	الظّٰلِمُوْنَ	اِنْ	تَتَّبِعُوْنَ	اِلَّا	رَجُلًا
آپ کیطرف	اور جب	وہ	سرگوشی میں	جب	کہتے ہیں	ظلم کرنے والے	نہیں	تم پیروی کر رہے	مگر	ایک آدمی کی

لگاتے ہیں اور جب وہ سرگوشیاں کرتے ہیں ، جب ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر

مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا

مَّسْحُوْرًا ۴۷	اُنْظُرْ	كَيْفَ	ضَرَبُوْا	لَكَ	الْاَمْثَالَ	فَضَلُّوْا	فَلَا
جادو زدہ	دیکھ لے	کیسے	بیان کرتے ہیں وہ	تیرے لئے	مثالیں	سو گمراہ ہو گئے وہ	سو نہیں

جادو کیا گیا ہے ۔ ۴۷ آپ دیکھ لیجئے کہ یہ لوگ آپ کیلئے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں ، سو یہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا

يَسْتَطِيْعُوْنَ	سَبِيْلًا ۴۸	وَ	قَالُوْۤا	ءَ	اِذَا	كُنَّا	عِظَامًا	وَّ	رُفَاتًا	ءَ	اِنَّا
قدرت رکھتے	راستے کی	اور	کہتے ہیں	کیا	جب	ہم ہو جائیں گے	ہڈیاں	اور	چورا	کیا	ہم

گمراہ ہو چکے ہیں اس لئے راستہ پانے کی قدرت نہیں رکھتے ۔ ۴۸ اور کہتے ہیں کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو ہم

۴۵ اس آیتِ مبارکہ میں تلاوتِ قرآن کا فائدہ بیان کیا گیا ہے، یہ فائدہ ظاہری بھی ہو سکتا ہے اور باطنی وروحانی بھی، فائدہ یہ ہے کہ جو شخص قرآن کریم کی تلاوت کو اپنا معمول بنا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اور دین کے دشمنوں کے درمیان ایک آڑ اور حجاب قائم فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ کفار اور مشرکین کی ایذاء رسانیوں اور دست درازیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے، جیسا کہ شبِ ہجرت نبی ﷺ کفار و مشرکین کے درمیان سے ان کے سروں پر خاک ڈالتے چلتے گئے لیکن انہیں نبی ﷺ نظر نہ آئے اور نبی ﷺ بحفاظت تمام غارِ ثور میں جا پہنچے، روحانی طور پر یہ آڑ ایسے قائم ہوتی ہے کہ دشمنانِ دین کی سوچ اور فکر پر مہر لگ جاتی ہے، جس کی وجہ سے صحیح رخ پر ان کے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کو زنگ لگ جاتا ہے اور وہ فکرِ آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔

۴۶ اس آیتِ مبارکہ میں باطنی حجاب کا ذکر کیا گیا ہے، یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ گزشتہ آیت میں ظاہری حجاب مراد ہے، تلاوتِ قرآن کے حوالے سے کافر حجاب میں ہیں یعنی اگرچہ ان کے سینے میں دل دھڑکتے ہیں لیکن حقیقت میں ان پر غلاف اور پردہ آ چکا ہے جس کی وجہ سے حق بات ان کے دلوں پر اثر نہیں کرتی، ان کے کان دور سے کہی جانے والی بات سن لیتے ہیں لیکن قریب سے کہی جانے والی حق بات ان پر اثر نہیں کرتی اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہرے ہو گئے ہیں اور انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں ہے، ان کی حالت اتنی پتلی ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر بدکتے اور بھاگ جاتے ہیں، ان کے دلوں میں بتوں اور مجسموں کی محبت اس طرح رچ بس گئی ہے کہ معبودِ حقیقی کا تذکرہ بھی ان کے کانوں پر گراں گزرتا ہے۔

۴۷ اس آیتِ مبارکہ میں اصولی طور پر نبی ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے، کہ کوئی کافر اور مشرک جب یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ آپ کی بات توجہ سے سن رہا ہے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتنی توجہ سے سن رہا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟ ہمیں ان کی سرگوشیوں کا بھی علم ہوتا ہے جو وہ رات کے وقت اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف چپکے چپکے کرتے ہیں، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ ظالم لوگ آپ کو جادوگر، یا جادو زدہ قرار دے کر آپ کی اہمیت کم کرنا چاہتے ہیں، آپ مطمئن رہئے کہ یہ لوگ ہمارے علم کے دائرے سے باہر نہیں ہیں، جلد سزا پائیں گے۔

۴۸ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کو گمراہ قرار دیا گیا ہے جو نبی اکرم ﷺ کیلئے مختلف مثالیں اور نام تجویز کرتے ہیں، کوئی انہیں دیوانہ کہتا ہے، کسی کی زبان انہیں شاعر قرار دیتی ہے، کسی کے خیال میں وہ ساحر ہیں، یاد رہے کہ نبی ﷺ تو اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دماغ کی کوئی چول اپنی جگہ سے ہل گئی ہے جو کسی ایک رائے پر اتفاق نہیں کر پا رہے اور انہیں راستہ سجھائی نہیں دے رہا۔

لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ

لَمَبْعُوْثُوْنَ	خَلْقًا	جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾	قُلْ	كُوْنُوْا	حِجَارَةً	اَوْ	حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾	اَوْ
البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے	تخلیق میں	نئی	تُو کہہ	ہوجاؤ تم	پتھر	یا	لوہا	یا

نئی تخلیق کے ساتھ دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ۴۹ آپ فرما دیجئے کہ تم پتھر یا لوہا بن جاؤ۔ ۵۰ یا

خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ

خَلْقًا	مِّمَّا	یَكْبُرُ	فِیْ	صُدُوْرِكُمْ ۚ	فَسَیَقُوْلُوْنَ	مَنْ	یُّعِیْدُنَا ؕ	قُلِ	الَّذِیْ
مخلوق	اُمیں سے جو	مشکل لگے	بیچ	تمہارے سینوں کے	سوعنقریب کہیں گے وہ	کون	لوٹائے گا ہمیں	تُو کہہ	وہ جس نے

کوئی ایسی مخلوق جسے تم اپنے دل میں مشکل سمجھتے ہو، سوعنقریب یہ کہیں گے کہ ہمیں کون لوٹا کر لائے گا؟ آپ فرمادیجئے کہ وہی جس نے

فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ

فَطَرَكُمْ	اَوَّلَ	مَرَّةٍ ۚ	فَسَیُنْغِضُوْنَ	اِلَیْكَ	رُءُوْسَهُمْ	وَ	یَقُوْلُوْنَ
پیدا کیا تمہیں	پہلی	مرتبہ	سوعنقریب مٹکائیں گے وہ	تیری طرف	اپنے سروں کو	اور	کہیں گے

تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا، تو یہ آپ کے سامنے اپنے سر مٹکائیں گے اور کہیں گے

مَتٰی هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا ﴿۵۱﴾ یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ

مَتٰی	هُوَ ؕ	قُلْ	عَسٰٓی	اَنْ	یَّكُوْنَ	قَرِیْبًا ﴿۵۱﴾	یَوْمَ	یَدْعُوْكُمْ
کب ہوگا	وہ	تُو کہہ	امید ہے	یہ کہ	ہوگا	عنقریب	جس دن	وہ تمہیں پکارے گا

کہ یہ کب ہوگا؟ آپ فرما دیجئے شاید وہ وقت قریب ہی آگیا ہو۔ ۵۱ جس دن وہ تمہیں پکارے گا

ع ۱۲ ۵ ۵

فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۵۲﴾ ع وَ قُلْ

فَتَسْتَجِیْبُوْنَ	بِحَمْدِهٖ	وَ	تَظُنُّوْنَ	اِنْ	لَّبِثْتُمْ	اِلَّا	قَلِیْلًا ﴿۵۲﴾	وَ	قُلْ
توتم قبول کروگے	ساتھ اس کی تعریف کے	اور	تم گمان کروگے	نہیں	ٹھہرے تم	مگر	تھوڑا عرصہ	اور	تُو کہہ

توتم اُس کی تعریف کے ساتھ اُس کی پکار کو قبول کروگے اور تم یہ سمجھوگے کہ تم تھوڑا عرصہ ہی رہے ہو۔ ۵۲ اور اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ میرے بندوں سے

لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ

لِّعِبَادِیْ	یَقُوْلُوا	الَّتِیْ	هِیَ	اَحْسَنُ ؕ	اِنَّ	الشَّیْطٰنَ	یَنْزَغُ	بَیْنَهُمْ ؕ	اِنَّ
میرے بندوں سے	کہیں	جو	وہ	زیادہ عمدہ	بیشک	شیطان	دشمنی ڈالتا ہے	ان کے درمیان	بیشک

فرمادیجئے کہ وہی بات کہا کریں جو سب سے زیادہ بہتر ہو، شیطان اُن کے درمیان دشمنی پیدا کرواتا ہے، بیشک

۴۹ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے دوبارہ زندگی کے حوالے سے تعجب کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے اس تعجب کی بہت سی وجوہات بیان کی جاسکتی ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ اہم وجہ یہ ہے کہ انہیں حق تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور اس کی صفتِ قدرت کا صحیح اندازہ نہیں تھا، ان کی دانست میں یہ ناممکن تھا کہ انسان کی ہڈیاں گل سڑ جانے کے باوجود اسے دوبارہ کھڑا کیا جا سکے گا، اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قادرِ مطلق مانتے ہوتے تو انہیں دوبارہ زندگی پر کبھی تعجب نہ ہوتا۔

۵۰ ۵۱ ان آیتوں میں مشرکوں اور بت پرستوں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ تمہارے خیال میں جس مخلوق کو پیدا کرنا سب سے زیادہ مشکل ہوسکتا ہے، مثلاً لوہا، پتھر اور فولاد وغیرہ، تم وہ بن جاؤ، پھر دیکھو کہ تمہیں کون دوبارہ زندہ کرتا ہے؟ جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا، وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، اس کیلئے پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل تھا اور نہ دوسری مرتبہ مشکل ہوگا، اور اگر تم اپنے سر مٹکا مٹکا کر یہ سوال پوچھو کہ یہ تعجب خیز صورت حال کب رونما ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہت جلد قیامت قائم ہوگی، تم اسے دور سمجھ رہے ہو اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

۵۲ اس آیتِ مبارکہ میں دوبارہ زندہ ہونے کے دن کا حوالہ دیا گیا ہے کہ ایک آواز پر تمام لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل کر حاضر ہوجائیں گے، کوئی آدمی پیچھے نہ رہ سکے گا اور اُس وقت انہیں یوں معلوم ہوگا کہ دنیا میں انہیں نہایت معمولی اور مختصر مدت کیلئے بھیجا گیا تھا، حالانکہ اس سے قبل وہ قیامت کا مطالبہ کرتے رہے تھے، دنیا میں سو، دوسو سال زندگی گزارنے والا بھی یہی سمجھ رہا ہوگا، کہ میں نے دنیا میں ایک دن یا اس سے بھی کم وقت گزارا ہے، یوں بھی خوشحالی میں گزرا ہوا زمانہ انسان کو بدحالی اور تنگ دستی میں بہت مختصر معلوم ہوتا ہے۔

الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ

الشَّيْطٰنَ	كَانَ	لِلْاِنْسَانِ	عَدُوًّا	مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾	رَبُّكُمْ	اَعْلَمُ	بِكُمْ	اِنْ	يَّشَاْ
شیطان	ہے	انسان کیلئے	دشمن	کھلا	تمہارا رب	زیادہ جانتا ہے	تمہیں	اگر	وہ چاہے

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ ﴿۵۳﴾ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، اگر وہ چاہے

يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾

يَرْحَمْكُمْ	اَوْ	اِنْ	يَّشَاْ	يُعَذِّبْكُمْ	وَ	مَآ	اَرْسَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾
رحم کردے تم پر	یا	اگر	وہ چاہے	عذاب دے تمہیں	اور	نہیں	بھیجا ہم نے تجھے	ان پر	ذمہ دار

تو تم پر رحم کر دے اور اگر چاہے تو تمہیں عذاب دیدے، اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ ﴿۵۴﴾

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ

وَ	رَبُّكَ	اَعْلَمُ	بِمَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	لَقَدْ	فَضَّلْنَا	بَعْضَ
اور	تیرا رب	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	البتہ یقیناً	ہم نے فضیلت دی	بعض

اور آپ کا رب اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو

النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

النَّبِيّٖنَ	عَلٰي	بَعْضٍ	وَّ	اٰتَيْنَا	دَاوٗدَ	زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾	قُلِ	ادْعُوا	الَّذِيْنَ	زَعَمْتُمْ
نبیوں کو	پر	بعض کے	اور	دی ہم نے	داؤد کو	زبور	تُو کہہ	پکارو تم	جنہیں	تم گمان کرتے ہو

بعض پر فضیلت دی اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔ ﴿۵۵﴾ آپ فرمادیجئے کہ تم اللہ کے علاوہ جنہیں معبود

مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰۗىِٕكَ

مِّنْ	دُوْنِهٖ	فَلَا	يَمْلِكُوْنَ	كَشْفَ	الضُّرِّ	عَنْكُمْ	وَ	لَا	تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾	اُولٰۗىِٕكَ
سے	اس کے علاوہ	تو نہیں	اختیار رکھتے وہ	دور کرنے کا	تکلیف کو	تم سے	اور	نہ	تبدیل کرنے کا	وہی لوگ

سمجھتے ہو بلا لو، وہ تو تمہاری تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی اُسے تبدیل کرنے کا۔ ﴿۵۶﴾ جنہیں

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ

الَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	يَبْتَغُوْنَ	اِلٰى	رَبِّهِمُ	الْوَسِيْلَةَ	اَيُّهُمْ	اَقْرَبُ
جنہیں	پکارتے ہیں	تلاش کرتے ہیں وہ	طرف	اپنے رب کے	وسیلہ	کون اُن میں سے	زیادہ قریب

یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود اپنے رب تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ اُن میں سے کون زیادہ قریب ہے،

﴿۵۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ''بھلی بات'' کہنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ بھلی بات کہنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے، اس کا آخرت میں کوئی ردِعمل نہیں ہوتا، دنیا میں اس کا ردِعمل بعض اوقات ہو جاتا ہے لیکن اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے، اگر وہ وجہ دور ہو جائے تو یہاں بھی اس کا مثبت نتیجہ نکلتا ہے، اگر انسان بھلی بات نہ کہے تو بعض اوقات اس کے منہ سے بری بات یا بڑی بات نکل جاتی ہے اور اللہ کو یہ دونوں چیزیں ہی ناپسند ہیں، شیطان اُس بری یا بڑی بات کو لوگوں کے درمیان عداوت پیدا کرنے کا ہتھیار بنا لیتا ہے اور اُس کا ایسے کرنا قرین قیاس بھی ہے کیونکہ وہ تو انسان کا کھلا دشمن ہے، اس کا حل یہی ہے کہ انسان اسے اپنا دشمن سمجھنا شروع کردے اور وہ شیطان کو خوش کرنے کی بجائے رحمان کو خوش کرے۔ ﴿۵۴﴾ اس آیت مبارکہ میں رحمت ومہربانی اور عذاب کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف قرار دیا گیا ہے اور پہلے جملے میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ تمہارا رب تم سے خوب واقف ہے، تمہارے متعلق اس کا فیصلہ ناواقفیت پر مبنی نہیں ہو سکتا، اس کے علم کامل کی روشنی میں جو فیصلہ ہوگا، انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہوگا، اب اگر وہ کسی کیلئے سزا کا فیصلہ کرے تو اس سے پیغمبر ﷺ کی طبیعت پر بوجھ نہیں ہونا چاہیے کہ اسے ہدایت کیوں نہ ملی اور وہ اللہ کی پکڑ سے کیوں نہ بچ سکا؟ اس لیے آپ کو اس کی ذمہ داری دیکر نہیں بھیجا گیا، آپ کے ذمے تو پہلے ہی بہت سے اہم کام ہیں اور آپ نہایت خوبی اور کمال کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا فرما رہے ہیں، سو آپ انہی کی تکمیل میں مشغول رہیے۔ ﴿۵۵﴾ اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان فرق مراتب کا ذکر کیا گیا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام عظمت واحترام میں تو برابر ہیں، لیکن مقام اور مرتبے کے اعتبار سے ان میں فرق بھی ہے، چنانچہ بعض کا درجہ بعض کی نسبت زیادہ افضل ہے، ان میں سے خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے اور اس خصوصیت کے لیے بھی ''زبور'' کا حوالہ دیا گیا نہ کہ ان کی بادشاہت یا ہاتھ کی کاریگری اور زرہ سازی کی صنعت کا، وجہ اس کی یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے بادشاہت وغیرہ امور معیارِ ترجیح نہیں ہوتے، ان کیلئے آسمانی علم سب سے بڑی وجہ ترجیح ہوتا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آواز کا ایسا جادو عطا فرمایا تھا جس میں وہ تمام انبیاء میں ممتاز ہیں اور اس خوبصورت آواز کے ساتھ وہ زبور کی تلاوت فرماتے تھے جس پر چرند پرند، وحوش وطیور اور پہاڑ تک وجد میں آجاتے تھے، یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جو کلام اللہ کو خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھتا ہے، اُسے دوسروں پر امتیازی خصوصیت ملتی ہے، سو تم بھی قرآن کریم کو خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھا کرو، یہاں اس نکتے کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان فرق مراتب کا جو یہاں حوالہ دیا گیا ہے، اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، ہمارے لیے ہدایت یہ ہے کہ کسی نبی کو دوسرے نبی پر ترجیح نہ دو، سب پر ایمان لاؤ، انہیں اللہ کا پیغمبر اور نبی سمجھو، ان کی شان میں گستاخی کا تصور بھی مت کرو، قرآن وسنت کا مجموعی مزاج اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ کوئی مسلمان کسی نبی یا پیغمبر کی شان میں گستاخی کرے، یا بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کردے، جہاں تک تعلق ہے ترجیح اور فضیلت کا تو وہ اللہ کے یہاں ہے، بندوں کے یہاں نہیں۔ ﴿۵۶﴾ اس آیت مبارکہ میں دنیا بھر کے کافروں، مشرکوں اور بت پرستوں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ ان کے معبود اُن کی کسی تکلیف اور مصیبت کو دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی پھیر سکتے ہیں، اگر ان کے کسی معبود میں اتنی جرأت اور ہمت ہے تو وہ میدان میں آئے اور اپنی طاقت کو آزمائے، ظاہر ہے کہ پتھر اور لکڑی کے بے جان بتوں میں اتنی جرأت کہاں سے آئی؟ یہاں تو جاندار اور طاقتور مخلوق عاجز اور بے بس ہے۔

وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ

وَ	يَرْجُوْنَ	رَحْمَتَهٗ	وَ	يَخَافُوْنَ	عَذَابَهٗ ؕ	اِنَّ	عَذَابَ	رَبِّكَ	كَانَ
اور	امید رکھتے ہیں	اس کی رحمت کی	اور	ڈرتے ہیں	اس کے عذاب سے	بیشک	عذاب	تیرے رب کا	ہے

اور اُس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں ، بیشک آپ کے رب کا عذاب

مَحْذُوْرًا ۝ وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ

مَحْذُوْرًا ۝	وَ	اِنْ	مِّنْ	قَرْيَةٍ	اِلَّا	نَحْنُ	مُهْلِكُوْهَا	قَبْلَ	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	اَوْ
ڈرنے کی چیز	اور	نہیں	سے	کوئی بستی	مگر	ہم	اسے ہلاک کرنے والے	پہلے	دن	قیامت کے	یا

ڈرنے کی چیز ہے ۔ ۵۷ اور قیامت کا دن آنے سے پہلے کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم ہلاک نہ کر دیں ، یا

مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَ مَا

مُعَذِّبُوْهَا	عَذَابًا	شَدِيْدًا ؕ	كَانَ	ذٰلِكَ	فِي	الْكِتٰبِ	مَسْطُوْرًا ۝	وَ	مَا
عذاب دینے والے اسے	عذاب	سخت	ہے	وہ	بیچ	کتاب کے	لکھا ہوا	اور	نہیں

اُسے شدید عذاب میں مبتلا نہ کر دیں ، یہ بات کتاب میں لکھی جا چکی ہے ۔ ۵۸ اور ہمیں

مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ

مَنَعَنَاۤ	اَنْ	نُّرْسِلَ	بِالْاٰيٰتِ	اِلَّاۤ	اَنْ	كَذَّبَ	بِهَا	الْاَوَّلُوْنَ ؕ	وَ	اٰتَيْنَا	ثَمُوْدَ
روکا ہمیں	یہ کہ	بھیجیں ہم	نشانیاں	مگر	یہ کہ	جھٹلایا	اسے	پہلوں نے	اور	دی ہم نے	ثمود کو

نشانیاں بھیجنے سے کسی چیز نے روکا نہیں ، مگر یہ کہ پہلے لوگوں نے اُن کی تکذیب ہی کی ، ہم نے قوم ثمود کو

النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ وَ اِذْ

النَّاقَةَ	مُبْصِرَةً	فَظَلَمُوْا	بِهَا ؕ	وَ	مَا	نُرْسِلُ	بِالْاٰيٰتِ	اِلَّا	تَخْوِيْفًا ۝	وَ اِذْ
اونٹنی	دکھانے کو	سو ظلم کیا انہوں نے	اس پر	اور	نہیں	بھیجتے ہم	نشانیاں	مگر	ڈرانے کیلئے	اور جب

سمجھانے کیلئے اونٹنی دی تو اُنہوں نے اُس پر ظلم کیا ، اور نشانیاں تو ہم صرف ڈرانے کیلئے بھیجتے ہیں ۔ ۵۹ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب

قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ

قُلْنَا	لَكَ	اِنَّ	رَبَّكَ	اَحَاطَ	بِالنَّاسِ ؕ	وَ	مَا	جَعَلْنَا	الرُّءْيَا	الَّتِيْۤ
ہم نے کہا	تجھ سے	بیشک	تیرا رب	احاطہ کر چکا	لوگوں کا	اور	نہیں	بنایا ہم نے	دیکھنا	وہ جو

ہم نے آپ سے کہا کہ آپ کے رب نے لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے ، اور ہم نے جو کچھ آپ کو دکھایا اُسے

۵۷ اس آیتِ مبارکہ میں ان جاندار شرکاء کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں مشرکین اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دیتے تھے کہ اگر ان کے حالات کا تجزیہ کیا جائے تو مشرکین کیلئے اس سے لمحہ فکریہ برآمد ہوتا ہے، کیونکہ وہ تو خود اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کرنے میں سرگرم رہتے تھے، وہ ایسے بہانوں کی تلاش میں رہتے تھے جن سے وہ حق تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکیں، وہ حق تعالیٰ کی رحمت سے پر امید اور اس کے عذاب وسزا سے خوف زدہ رہتے تھے، انہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بے خوف ہو کر اطمینان سے بیٹھے رہنے والی چیز نہیں ہے، اس لیے مشرکوں اور بت پرستوں کا غیر اللہ کی پوجا کرنا عقل کے تقاضے پر بھی پورا نہیں اترتا۔

۵۸ اس آیتِ مبارکہ میں لوحِ محفوظ کے ایک فیصلے کا حوالہ دیا گیا ہے کہ قیامت آنے سے پہلے ہر بستی کا خاتمہ ضروری ہے، خواہ اس کی شکل کوئی بھی ہو، چنانچہ ممکن ہے کہ عذاب کے ذریعے کسی بستی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بستی طبعی موت مر جائے، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو کہ پورا ہو کر رہے گا۔

۵۹ اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کے فرمائشی معجزات نہ بھیجنے کی وجہ بیان کی گئی ہے، مشرکین مکہ ایسی بیہودہ فرمائشیں کرتے تھے جسے پڑھ اور سن کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا مقصد نبی علیہ السلام پر ایمان لانا نہیں تھا، بلکہ وہ لوگ صرف تفریح کر رہے تھے، کبھی کہتے تھے کہ صفا پہاڑی کو سونے کا بنا دیجئے، کبھی کہتے کہ مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کو ہٹا کر یہاں کی زمین قابلِ کاشت بنا دیجئے، کبھی کہتے کہ یہاں پانی کے چشمے اور نہریں بہا دیجئے، اللہ کیلئے تو ان فرمائشوں کو پورا کرنا مشکل نہ تھا، اس نے تو قوم ثمود کی فرمائش پر چٹان میں سے اونٹنی نکال کر دکھادی تھی، لیکن پہلی قوموں میں اللہ کا دستور یہ رہا ہے کہ اگر فرمائش پوری ہونے کے بعد بھی قوم ایمان نہ لائے تو اسے تباہ وبرباد کر دیا جاتا تھا، اس دستور کے مطابق ایمان نہ لانے کی صورت میں اہل مکہ کو بھی تباہی اور بربادی کا مزہ چکھنا پڑتا جو شہر مکہ کی حرمت نبی علیہ السلام کے تقدس اور امت کی بقاء کی خاطر حکمت کے خلاف ہوتا، اور یہ بات یقینی تھی کہ اہلِ مکہ ایمان پھر بھی نہ لائیں گے، اس لیے ان کی فرمائشوں کو پورا نہیں کیا گیا کہ یوں بھی معجزات کا مقصد ڈرانا ہے، گناہوں پر مزید جرأت دلانا نہیں۔

أَرَيْنٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ

اَرَيْنٰكَ	اِلَّا	فِتْنَةً	لِّلنَّاسِ	وَ	الشَّجَرَةَ	الْمَلْعُوْنَةَ	فِي الْقُرْاٰنِ ؕ
ہم نے تجھے دکھایا	مگر	آزمائش	لوگوں کیلئے	اور	درخت	لعنت کیا ہوا	بیچ قرآن کے

لوگوں کیلئے آزمائش ہی تو بنایا اور اُس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے ،

وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ع ﴿٦٠﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ ع ٦ ٨ ٦

وَ	نُخَوِّفُهُمْ ۙ	فَمَا	يَزِيْدُهُمْ	اِلَّا	طُغْيَانًا	كَبِيْرًا ﴿٦٠﴾	وَاِذْ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اور	ہم انہیں ڈراتے ہیں	سونہیں	بڑھتے وہ	مگر	سرکشی میں	بہت بڑی	اور جب	ہم نے کہا	فرشتوں سے

اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو اُن کی سرکشی میں بہت ہی زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ ﴿٦٠﴾ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے فرشتوں سے کہا

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ

اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ	اِبْلِيْسَ ؕ	قَالَ	ءَ	اَسْجُدُ	لِمَنْ	خَلَقْتَ
سجدہ کرو	آدم کو	تو سجدہ کیا انہوں نے	مگر	ابلیس	کہا اس نے	کیا	میں سجدہ کروں	اسے جو	تو نے پیدا کیا

کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا ، وہ کہنے لگا کہ کیا میں اُسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے

طِيْنًا ﴿٦١﴾ قَالَ أَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ز لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلٰى يَوْمِ

طِيْنًا ﴿٦١﴾	قَالَ	اَرَءَيْتَكَ	هٰذَا	الَّذِيْ	كَرَّمْتَ	عَلَيَّ ز	لَئِنْ	اَخَّرْتَنِ	اِلٰى	يَوْمِ
مٹی سے	کہا اس نے	یہ تو بتا	یہ ہے	وہ جسے	تو نے معزز کیا	مجھ پر	البتہ اگر	تو مجھے مہلت دیدے	تک	دن

پیدا کیا ہے؟ ﴿٦١﴾ وہ کہنے لگا کہ بھلا دیکھ تو سہی ، یہ ہے وہ شخص جسے تو نے مجھ پر بھی معزز کر دیا ؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک

الْقِيٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ

الْقِيٰمَةِ	لَاَحْتَنِكَنَّ	ذُرِّيَّتَهٗٓ	اِلَّا	قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾	قَالَ	اذْهَبْ	فَمَنْ	تَبِعَكَ
قیامت کے	البتہ ضرور لگام دیدوں گا میں	اس کی اولاد کو	مگر	تھوڑے سے	کہا اس نے	جا تو	سو جو کوئی	تیری پیروی کرے

مہلت دیدے تو میں اِس کی اولاد کو "سوائے تھوڑے سے افراد کے" لگام ڈال دوں گا۔ ﴿٦٢﴾ اللہ نے فرمایا جا ، ان میں سے

مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ

مِنْهُمْ	فَاِنَّ	جَهَنَّمَ	جَزَآؤُكُمْ	جَزَآءً	مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾	وَاسْتَفْزِزْ	مَنِ
ان میں سے	تو بیشک	جہنم	تمہاری سزا	سزا	پوری پوری	اور ہلا لے تو	جو کوئی

جو بھی تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی پوری پوری سزا جہنم ہوگی ۔ ﴿٦٣﴾ اور تو اُن میں سے جسے

﴿٦٠﴾ اس آیتِ مبارکہ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا بیان کیا گیا ہے کہ اس نے اپنی قدرت سے تمام لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور کوئی انسان اس احاطے اور حصار سے باہر نہیں نکل سکتا، پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو نشانیاں یہاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی نشانی واقعۂ معراج ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو اپنی قدرت کی ایسی عظیم نشانیاں دکھائیں جو کائنات میں کسی اور کو دیکھنا نصیب نہ ہوئیں، مشرکین مکہ کو اس سے بڑا معجزہ اور کیا چاہیے، لیکن مکہ مکرمہ کی تاریخ گواہ ہے کہ مشرکین کیلئے یہ معجزہ آزمائش بن گیا اور انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے یکسر انکار کر دیا، کیا ایسے لوگوں سے معجزہ دیکھ کر ایمان لانے کی توقع کی جا سکتی ہے؟ دوسری نشانی ابھی ظاہر نہیں ہوئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے کہ اہل جہنم کو جہنم میں کھانے کیلئے زقوم کا درخت دیا جائیگا، مشرکوں اور بت پرستوں کیلئے یہ چیز بھی تعجب کا باعث بنی کہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ جہنم آگ کا مرکز ہے اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ جہنم میں درخت ہوگا، کیا آگ اسے جلا کر خاک نہ کر دے گی؟ دراصل انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں ہے، ورنہ وہ یقین کر لیتے کہ جس رب کے حکم پر آگ نے ابراہیم خلیل اللہ کو جلانے سے انکار کر دیا تھا، اسی رب کے حکم سے زقوم کا درخت بھی جہنم کی آگ میں محفوظ رہے گا، فائدہ:۔ اس آیت میں لفظ "رؤیا" سے استدلال کر کے بعض حضرات نے واقعہ معراج کو خواب کا ایک تصوراتی سفر قرار دینے کی کوشش کی ہے، لیکن ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی تفسیر سے اس کا راستہ بالکل بند ہو جاتا ہے کہ اس کا معنیٰ "رؤیا عين اريها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم" ہے یعنی اس کے مراد خواب نہیں بلکہ بیداری کے عالم میں جاگتی آنکھوں سے دیکھنا مُراد ہے۔

﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں تخلیقِ آدم کے وقت فرشتوں کو سجدہ کا حکم دینا، فرشتوں کا اس حکم کی اطاعت کرنا، ابلیس کا روگردانی کرنا اور اپنی برتری اور بڑائی کا اظہار کرنا مذکور ہے، یہ ساری باتیں تفصیل کے ساتھ پہلے پارے میں بیان ہو چکی ہیں۔

﴿٦٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں شیطان کا چیلنج ذکر کیا گیا ہے کہ اگر مجھے قیامت تک مہلت مل جائے تو میں آدم کی اولاد کو لگام ڈال دوں گا جسے تو نے مجھ پر فوقیت اور عزت دیدی ہے، صرف تھوڑے سے لوگ ہی میرے حملے سے بچ سکیں گے۔

﴿٦٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان کو مہلت دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی اس کا اور اس کے پیروکاروں کا انجام بھی بیان کر دیا گیا ہے جو کہ یقینی طور پر جہنم ہے۔

اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِكَ وَ اَجۡلِبۡ عَلَيۡهِمۡ بِخَيۡلِكَ وَ رَجِلِكَ

اسۡتَطَعۡتَ	مِنۡهُمۡ	بِصَوۡتِكَ	وَ	اَجۡلِبۡ	عَلَيۡهِمۡ	بِخَيۡلِكَ	وَ	رَجِلِكَ
تو کرسکتا ہو	ان میں سے	اپنی آواز سے	اور	چڑھا کر لے آ تُو	ان پر	اپنے سوار	اور	اپنے پیادے

اپنی آواز سے ہلا سکتا ہو ، ہلا لے اور اُن پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا کر لے آ ،

وَ شَارِكۡهُمۡ فِي الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ وَعِدۡهُمۡ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ اِلَّا

وَ	شَارِكۡهُمۡ	فِي	الۡاَمۡوَالِ	وَ	الۡاَوۡلَادِ	وَعِدۡهُمۡ ؕ	وَ	مَا	يَعِدُهُمُ	الشَّيۡطٰنُ	اِلَّا
اور	شریک کرلے انہیں	بیچ	مالوں کے	اور	اولاد کے	اور وعدہ کرلے ان سے	اور	نہیں	وعدہ کرتا ان سے	شیطان	مگر

اور انہیں مال واولاد میں شریک کر لے اور اُن کے ساتھ وعدے کرلے ، اور شیطان تو دھوکے ہی کا

غُرُوۡرًا ۝۶۴ اِنَّ عِبَادِيۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

غُرُوۡرًا ۝۶۴	اِنَّ	عِبَادِيۡ	لَيۡسَ	لَكَ	عَلَيۡهِمۡ	سُلۡطٰنٌ ؕ	وَكَفٰى	بِرَبِّكَ
دھوکے کا	بیشک	میرے بندے	نہیں	تیرا	ان پر	کچھ زور	اور کافی ہے	تیرا رب

وعدہ کرتا ہے ۔ ۶۴ بیشک جو میرے بندے ہیں ، اُن پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا ، اور آپ کا رب کارساز ہونے

وَكِيۡلًا ۝۶۵ رَبُّكُمُ الَّذِيۡ يُزۡجِيۡ لَكُمُ الۡفُلۡكَ فِي الۡبَحۡرِ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ

وَكِيۡلًا ۝۶۵	رَبُّكُمُ	الَّذِيۡ	يُزۡجِيۡ	لَكُمُ	الۡفُلۡكَ	فِي	الۡبَحۡرِ	لِتَبۡتَغُوۡا	مِنۡ
کارساز	تمہارا رب	وہ جو	چلاتا ہے	تمہارے لئے	کشتیاں	بیچ	سمندر کے	تاکہ تم تلاش کرو	سے

کیلئے کافی ہے ۔ ۶۵ تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے ، تا کہ تم اُس کا فضل

فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡمًا ۝۶۶ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الۡبَحۡرِ ضَلَّ

فَضۡلِهٖ	اِنَّهٗ	كَانَ	بِكُمۡ	رَحِيۡمًا ۝۶۶	وَ	اِذَا	مَسَّكُمُ	الضُّرُّ	فِي	الۡبَحۡرِ	ضَلَّ
اس کا فضل	بیشک وہ	ہے	تم پر	بہت مہربان	اور	جب	چھولے تمہیں	تکلیف	بیچ	سمندر کے	گم ہوجاتا ہے

تلاش کرو، بیشک وہ تم پر نہایت مہربان ہے ۔ ۶۶ اور جب تمہیں سمندر میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ کے علاوہ

مَنۡ تَدۡعُوۡنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰٮكُمۡ اِلَى الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ ؕ وَكَانَ

مَنۡ	تَدۡعُوۡنَ	اِلَّاۤ	اِيَّاهُ ۚ	فَلَمَّا	نَجّٰٮكُمۡ	اِلَى	الۡبَرِّ	اَعۡرَضۡتُمۡ ؕ	وَ	كَانَ
جسے	تم پکارتے ہو	مگر	خاص وہی	پھر جب	وہ تمہیں نجات دیدے	طرف	خشکی کے	تم منہ موڑ لیتے ہو	اور	ہے

وہ سب گم ہو جاتے ہیں جنہیں تم پکارتے ہو ، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیدے تو تم اعراض کرنے لگتے ہو ، اور

۶۴ اس آیتِ مبارکہ میں شیطان کو کھلی چھوٹ دی گئی ہے کہ انسان کو گمراہ کرنے کیلئے وہ جو چاہے، طریقہ اختیار کرلے، تا کہ اس کے دل میں یہ حسرت نہ رہے کہ جنت سے نکالے جانے کے انتقام میں انسان سے پوری طرح بدلہ نہ لے سکا، اس لیے فرمایا کہ اگر تو کسی کو اپنی آواز سے گمراہ کرسکتا ہے تو کرلے، خواہ وہ گانے بجانے کے ذریعے ہو، یا نزاکت اور ملائمت کے ذریعے ہو، خواہ دماغ میں وسوسہ اندازی کے ذریعے ہو، بہت سی شیطانی آوازیں انسان کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں، اسی طرح اگر تو کسی کو اپنے سواروں کے لشکر سے مغلوب کرسکتا ہو تو کرلے، کسی کو پیدل فوج کے ذریعے مغلوب کرسکتا ہو تو اس میں کوتاہی نہ کر، ایڑی چوٹی کا زور لگا، کافروں اور مشرکوں کی پیدل اور سوار فوج دراصل شیطان ہی کی فوج ہے، اسی طرح اگر تو کسی کو مال و دولت کے ذریعے اپنا دیوانہ بنا سکتا ہو تو بنالے اور اگر اولاد کے ذریعے کسی پر اپنا جادو چلا سکتا ہو تو چلا لے، اگر محض وعدوں اور امیدوں سے کام چل سکتا ہو تو انہیں سبز باغ دکھا کر اپنے شیشے میں اتار لے، تیری کسی شیطانی کاروائی سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا، البتہ تیرے ارمان نکل جائیں گے اور تیرے دل میں انتقام کی حسرت باقی نہیں رہے گی۔

۶۵ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کا شیطانی تسلط و غلبہ اور وسوسہ اندازی سے محفوظ رہنا بیان کیا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا گیا ہے کہ تو ہر طرف اپنا جال بچھا دے اور دانہ بکھیر کر گھات لگا لے، میں تیرے اس جال سے اپنے خاص بندوں کو اس طرح نکال کر لے جاؤں گا کہ تیری ساری تدبیریں خاک میں مل جائیں گی اور تیری ساری محنت اور کوشش پر پانی پھر جائے گا ۔اللھم اجعلنا من عبادك المخلصين . آمين يا رب العالمين۔

۶۶ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی ایک صفت بیان کی گئی ہے، جس کے متعلق مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کے شرکاء یہ کام کبھی نہیں کرسکتے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سمندر میں کشتیوں کو چلاتا ہے، کسی بت، مجسمے اور مورتی میں کشتیوں کو چلانے کی طاقت نہیں ہے، اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال ہے کہ بحری جہاز کا انجن اور ایندھن انہیں چلا رہا ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے، سوال یہ ہے کہ اس انجن اور ایندھن کو کون چلا رہا ہے؟ اگر خدائی طاقت کو الگ کرلیا جائے تو کیا ان بحری جہازوں کی حیثیت پانی کی سطح پر بہنے والے تنکے سے زیادہ ہوسکتی ہے؟ پھر یہ بھی سوچو کہ اس بحری سفر کے ذریعے وہ تمہیں اپنا فضل یعنی رزق کی فراوانی عطا فرماتا ہے، اگر وہ چاہے تو بحری جہاز کو غرق کردے، منڈی میں مال تجارت کی قیمت ہی نہ لگے یا واپسی پر چور اور ڈاکو تمہارا مال ہتھیا کر لے جائیں، جو رب ایسا طاقتور ہو، اسی پر ایمان لا کر اسی کی اطاعت کرنی چاہیے۔

الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ

الْاِنْسَانُ	كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾	اَفَاَمِنْتُمْ	اَنْ	يَّخْسِفَ	بِكُمْ	جَانِبَ	الْبَرِّ	اَوْ	يُرْسِلَ
انسان	بہت ناشکرا	تو کیا تم بے خوف ہوگئے	یہ کہ	دھنسا دے	تمہیں	کنارے	خشکی کے	یا	بھیج دے

انسان بہت ناشکرا ہے۔ ﴿٦٨﴾ تو کیا تم اِس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کے کنارے میں دھنسا دے، یا تم پر پتھر

عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿٦٨﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ

عَلَيْكُمْ	حَاصِبًا	ثُمَّ	لَا	تَجِدُوْا	لَكُمْ	وَكِيْلًا ﴿٦٨﴾	اَمْ	اَمِنْتُمْ	اَنْ	يُّعِيْدَكُمْ
تم پر	کنکر	پھر	نہ	پاؤ گے تم	اپنے لئے	کوئی کارساز	یا	تم بے خوف ہوگئے	یہ کہ	وہ لوٹا دے تمہیں

برسانے والی آندھی بھیج دے؟ پھر تم اپنے لئے کوئی کارساز نہ پاؤ گے۔ ﴿٦٩﴾ یا اِس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ ایک مرتبہ

فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا

فِيْهِ	تَارَةً	اُخْرٰى	فَيُرْسِلَ	عَلَيْكُمْ	قَاصِفًا	مِّنَ	الرِّيْحِ	فَيُغْرِقَكُمْ	بِمَا
اس میں	مرتبہ	دوسری	سو بھیج دے	تم پر	سخت جھونکا	سے	ہوا کے	سو غرق کر دے تمہیں	اس وجہ سے جو

پھر تمہیں سمندر میں واپس لوٹا دے، پھر تم پر ہوا کا ایک سخت جھونکا بھیج دے اور تمہیں تمہارے کفر کے سبب غرق

كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ

كَفَرْتُمْ	ثُمَّ	لَا	تَجِدُوْا	لَكُمْ	عَلَيْنَا	بِهٖ	تَبِيْعًا ﴿٦٩﴾	وَلَقَدْ	كَرَّمْنَا	بَنِيْٓ	اٰدَمَ
تم نے کفر کیا	پھر	نہ	پاؤ گے تم	اپنے لئے	ہم پر	ساتھ اس کے	پیچھا کرنے والا	اور البتہ یقیناً	ہم نے عزت دی	بیٹوں کو	آدم کے

کر دے، پھر تم ہمارے خلاف اس کا پیچھا کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے۔ ﴿٧٠﴾ اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت دی،

وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى

وَ	حَمَلْنٰهُمْ	فِي	الْبَرِّ	وَ	الْبَحْرِ	وَ	رَزَقْنٰهُمْ	مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ	وَ	فَضَّلْنٰهُمْ	عَلٰى
اور	ہم نے انہیں سوار کیا	بیچ	خشکی کے	اور	سمندر کے	اور	دی ہم نے انہیں	سے	پاکیزہ چیزیں	اور	فضیلت دی ہم نے انہیں	پر

اُنہیں خشکی اور سمندر میں سواری دی، اُنہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا فرمایا اور انہیں اپنی بہت سی

كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ع ١٠

كَثِيْرٍ	مِّمَّنْ	خَلَقْنَا	تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾	يَوْمَ	نَدْعُوْا	كُلَّ	اُنَاسٍ	بِاِمَامِهِمْ
بہت سوں کے	ان میں سے جو	ہم نے پیدا کیا	فضیلت دینا	جس دن	ہم بلائیں گے	ہر ایک	انسان کو	ساتھ ان کے امام کے

مخلوق پر نمایاں فضیلت دی۔ ﴿٧١﴾ جس دن ہم ہر انسان کو اُس کے ''نامۂ اعمال'' کے ساتھ بلائیں گے۔

﴿٦٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں اور بت پرستوں سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ سمندری سفر کی مشکلات میں گھر جانے کے بعد تم کسے پکارتے ہو؟ اللہ کو یا اپنے بتوں کو؟ اگر تم اپنے بتوں کو اس موقع پر پکارتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ان پر پورا اعتماد ہے کہ وہ مشکل کی اس گھڑی میں تمہارا ساتھ دیں گے، سوال یہ ہے کہ وہ تمہارا ساتھ دیتے کیوں نہیں ہیں؟ اور اگر تم اللہ کو پکارتے ہو تو اس کا مطلب بھی اپنے خداؤں اور معبودوں سے بےزاری اور ناپسندیدگی کا اظہار ہے، کیونکہ اگر تمہیں ان پر بھروسہ ہوتا تو تم کسی اور کو پکارتے ہی کیوں؟

﴿٦٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ تم اس قدر بے خوف ہوگئے ہو کہ تمہیں اس چیز کا اندیشہ بھی نہیں رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ آسمان سے پانی کی بجائے پتھروں کی بارش شروع ہو جائے، اُس وقت تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کس سے مدد طلب کرو گے اور کون تمہاری کارسازی کر سکے گا؟

﴿٦٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کو مزید جھنجھوڑا گیا ہے کہ اگر ایک مرتبہ بحری سفر سے صحیح سلامت واپس آ جانے پر تم نازاں اور خوش ہو، اور اپنی سابقہ روش اور کفر و شرک کی طرف لوٹ گئے ہو تو کیا تمہیں دوبارہ سمندری سفر کی ضرورت پیش نہیں آ سکتی؟ اور کیا اُس وقت تمہیں تمہارے کفر کے سبب سمندر میں غرق نہیں کیا جا سکتا؟ کیوں نہیں، یقیناً یہ اُس کی قدرت اور دسترس میں ہے، پھر اسی پر بس کیا، وہ اگر مؤاخذہ اور گرفت کرنا چاہے تو تمہیں سمندر میں لے جانے اور پھر سزا دینے کی اسے احتیاج اور پابندی نہیں ہے، وہ اگر چاہے تو تمہارے بستر پر تمہاری گرفت کر سکتا ہے تو کیا کوئی ایسا سہارا ہے جو تمہیں اُس کی گرفت سے بچا سکے؟

﴿٧٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اولادِ آدم کیلئے چار خصوصی صفات کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی یہ کہ اللہ نے اولادِ آدم کو عزت دی ہے، وہ معزز اور مکرم ہے، لہٰذا اس کی تکریم ہونی چاہیے، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو خشکی اور تری کے سفر کیلئے سواری مہیا کی، سو وہ زمین اور پانی پر بآسانی سفر کرتا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتا ہے، تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو پاکیزہ اور حلال چیزیں رزق کے طور پر عطا فرمائیں، سو اسے چاہیے کہ حرام کی طرف قدم نہ بڑھائے اور چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت اور برتری عطا فرمائی، ان میں سے پہلی اور چوتھی خصوصیت بظاہر ایک دوسرے کے قریب تر ہے، لیکن حقیقت میں ایک دوسرے سے مختلف ہے کیونکہ پہلی میں تکریم اور چوتھی میں تفضیل ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک چیز مکرم ہو تو وہ دوسروں سے افضل بھی ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام مکرم تو ہیں، لیکن ہمارے پیغمبر ﷺ سے زیادہ افضل نہیں ہیں، البتہ اپنی ذات کے اعتبار سے انہیں بہت سے انبیاء و رسل پر فضیلت حاصل ہے۔

فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

فَمَنْ	اُوْتِيَ	كِتٰبَهٗ	بِيَمِيْنِهٖ	فَاُولٰٓئِكَ	يَقْرَءُوْنَ	كِتٰبَهُمْ	وَ	لَا	يُظْلَمُوْنَ
سو جو	دی گئی	اس کی کتاب	اس کے دائیں ہاتھ میں	تو وہ لوگ	پڑھیں گے	اپنی کتاب کو	اور	نہ	ظلم کئے جائیں گے وہ

سو جس شخص کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہی لوگ اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اور اُن پر ایک دھاگے کے برابر بھی

فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ

فَتِيْلًا ۝	وَ	مَنْ	كَانَ	فِيْ	هٰذِهٖٓ	اَعْمٰى	فَهُوَ	فِي	الْاٰخِرَةِ	اَعْمٰى	وَ	اَضَلُّ
دھاگے کے برابر	اور	جو کوئی	ہو	بیچ	اس کے	نابینا	تو وہ	بیچ	آخرت کے	نابینا	اور	زیادہ گمراہ

ظلم نہیں ہوگا ۔ [۷۱] اور جو شخص اِس دنیا میں نابینا رہا، سو وہ آخرت میں بھی نابینا اور راہِ راست سے

سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

سَبِيْلًا ۝	وَ	اِنْ	كَادُوْا	لَيَفْتِنُوْنَكَ	عَنِ	الَّذِيْٓ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ
راستے میں	اور	بیشک	وہ قریب تھے	کہ تجھے بہکا دیتے	سے	اس کے جو	وحی کی ہم نے	تیری طرف

بھٹکا ہوا ہوگا۔ [۷۲] اور قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کو اُس وحی سے بہکا دیتے جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے ،

لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ

لِتَفْتَرِيَ	عَلَيْنَا	غَيْرَهٗ	وَ	اِذًا	لَّاتَّخَذُوْكَ	خَلِيْلًا ۝	وَ	لَوْلَآ	اَنْ	ثَبَّتْنٰكَ
تا کہ تُو گھڑے	ہم پر	اس کے علاوہ	اور	اس وقت	البتہ بنالیتے وہ تجھے	دوست	اور	اگر نہ ہوتا	یہ کہ	ہم نے تجھے جما دیا

تا کہ آپ ہمارے حوالے سے کوئی اور چیز گھڑ کر لے آئیں، اگر ایسا ہوتا تو وہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے ۔ [۷۳] اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے

لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ

لَقَدْ	كِدْتَّ	تَرْكَنُ	اِلَيْهِمْ	شَيْئًا	قَلِيْلًا ۝	اِذًا	لَّاَذَقْنٰكَ	ضِعْفَ	الْحَيٰوةِ	وَ	ضِعْفَ
البتہ یقیناً	قریب تھا	مائل ہو جاتا تُو	ان کی طرف	کچھ	تھوڑا سا	اس وقت	البتہ ہم تجھے چکھاتے	دوگنا	زندگی کا	اور	دوگنا

تو آپ بھی اُن کی طرف معمولی سا مائل ہو سکتے تھے ۔ [۷۴] تب ہم آپ کو زندگی کا بھی دوگنا

الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنْ كَادُوْا

الْمَمَاتِ	ثُمَّ	لَا	تَجِدُ	لَكَ	عَلَيْنَا	نَصِيْرًا ۝	وَ	اِنْ	كَادُوْا
موت کا	پھر	نہ	پاتا تُو	اپنے لئے	ہم پر	کوئی مددگار	اور	بیشک	وہ قریب تھے

مزہ چکھاتے اور موت کا بھی دوگنا مزہ چکھاتے ، پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پاتے ۔ [۷۵] اور قریب تھا کہ

[۷۱] اس آیتِ مبارکہ میں "امام" سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک روحانی اور مذہبی رہنما ہیں اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دنیا میں جن لوگوں سے روحانی اور مذہبی رہنمائی حاصل کرتا رہا ہے، قیامت کے دن اسے ان لوگوں کے ساتھ بلایا جائیگا تا کہ دونوں فریقوں کی موجودگی میں فیصلہ کیا جائے، جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک "امام" سے نامۂ اعمال مراد ہے، آیت کے اگلے جملے سے اسی کی تائید ہوتی ہے، اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ حاضر ہوگا، لیکن اپنا نامۂ اعمال پڑھ کر خوش ہونے والے لوگ صرف وہی ہوں گے جنہیں ان کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائیگا، کیونکہ جن لوگوں کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا، وہ کہیں گے کہ "اے کاش! مجھے میرا نامہ اعمال نہ ملتا اور مجھے یہ بھی پتہ نہ چلتا کہ میرا کیا حساب کتاب ہوا ؟"۔ جعلنا الله من أصحاب اليمين. [۷۲] اس آیتِ مبارکہ میں "أعمى" کا لفظ ظاہری اندھے پن اور نابینا ہونے کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ، بلکہ اس سے مراد روحانی اور باطنی اندھا پن ہے ، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اس سے مراد بصارت کی نفی نہیں ہے، بلکہ بصیرت کی نفی ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں بصیرت سے محروم رہا، آخرت میں بھی وہ بے بصیرت ہی رہے گا، جو شخص دنیا سے ہدایت لیکر نہیں گیا، آخرت میں بھی اسے ہدایت نہیں مل سکے گی، اس سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ اس آیت کو نابینا لوگوں کے ساتھ متعلق قرار دیتے ہیں، وہ آیتِ قرآنی کے صحیح مفہوم سے آگاہ نہیں ہیں۔ [۷۳] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کی کوششوں اور کاوشوں کی منصوبہ بندیاں کھول کر بیان کر دی گئی ہیں، کہ ان لوگوں کی خواہش تو یہ ہے کہ کسی طرح آپ پر نازل ہونے والی وحی کے معاملے میں آپ سے عمل کرنے میں کوتاہی کروا دیں، یہ لوگ آپ کو مختلف قسم کی پیشکشیں کرتے رہتے ہیں تا کہ آپ وحی الٰہی کو چھوڑ کر ان کی طرف مائل ہو جائیں اور یہ لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ آپ کو ہماری طرف جھوٹی نسبت کرنے پر آمادہ کر سکیں، ایسا ہونا ممکن تو نہیں ہے، لیکن اگر ایک لمحے کے کروڑ ویں حصے میں اسے فرض کر لیا جائے تو یہ لوگ آپ کو اپنا گرمجوش دوست بنالیں گے اور پرانی ساری رنجشیں اور عداوتیں بھول جائیں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کی طرف سے اہلِ حق کو راہ سے ہٹانے کی کوششیں اور پیشکشیں ہر زمانے میں ہوتی رہی ہیں اور اہلِ حق انہیں نہایت استغناء اور بے نیازی سے ٹھکراتے بھی رہے ہیں۔ [۷۴] اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے نبی علیہ السلام کو ثابت قدم رکھنے کا انعام ذکر کیا گیا ہے کہ کفارِ مکہ کی ہزار کوششوں کے باوجود ہم نے آپ کو دین اور وحی پر ثابت قدم رکھا اور ان کا کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہونے دیا، اگر الله تعالیٰ یہ مہربانی نہ کرتا تو کفارِ مکہ کی کوششیں اس قدر مؤثر تھیں کہ وہ پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہلا سکتی تھیں، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اہلِ حق کو اپنے جال میں پھنسانے کیلئے کفار کس قدر مؤثر کاروائیاں کر سکتے ہیں؟ [۷۵] اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں بعض حضرات نے "عتاب" کا لفظ استعمال کیا ہے، جو اس ناکارہ کے نزدیک یہاں بے معنی ہے، کیونکہ یہاں "عتاب" نہیں، بلکہ حق تعالیٰ کے جلال کا اظہار مقصود ہے، تا کہ لوگ سنیں اور اس پر غور کریں کہ جب اپنے محبوب سے یہ بات فرمائی جا رہی ہے تو عام لوگوں کیلئے کیوں نہیں ہوگی؟ اور جہاں الله تعالیٰ نے اپنے جلال کا اظہار فرمایا ہے، ضروری نہیں کہ وہاں عتاب بھی ہو، اس لیے انسان کو چاہیے کہ جب اس آیت کی تلاوت کرے تو الله تعالیٰ کے جلال اور عظمت کا تصور کرے اور الله تعالیٰ سے دعا کرے کہ پروردگار! مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر، اپنی حفاظت میں لے لے، اگر پلک جھپکنے کی مقدار بھی تو نے مجھے میرے نفس کے حوالے کر دیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا، جیسا کہ احادیث میں اس مضمون کی دعا آئی ہے۔

لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ

لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ	مِنَ	الْاَرْضِ	لِيُخْرِجُوْكَ	مِنْهَا	وَ	اِذًا	لَّا	يَلْبَثُوْنَ
کہ تجھے ہلا دیتے	سے	زمین کے	تا کہ تجھے نکال دیں	اس سے	اور	اس وقت	نہ	رہتے وہ

یہ لوگ آپ کو زمین سے ہلا دیتے ، تا کہ آپ کو وہاں سے نکال دیں ، اُس وقت آپ کے پیچھے یہ لوگ بھی

خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۷۶ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا

خِلٰفَكَ	اِلَّا	قَلِيْلًا ۝۷۶	سُنَّةَ	مَنْ	قَدْ	اَرْسَلْنَا	قَبْلَكَ	مِنْ	رُّسُلِنَا
تیرے پیچھے	مگر	تھوڑا	دستور	اس کا جو	یقینا	ہم نے بھیجے	تجھ سے پہلے	سے	اپنے پیغمبر

تھوڑا عرصہ ہی رہ سکیں گے۔ ۷۶ یہ اُن لوگوں کا دستور ہے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر بنا کر بھیجا

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝۷۷ ع اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ

وَ	لَا	تَجِدُ	لِسُنَّتِنَا	تَحْوِيْلًا ۝۷۷	اَقِمِ	الصَّلٰوةَ	لِدُلُوْكِ	الشَّمْسِ	اِلٰى	غَسَقِ
اور	نہ	پائے گا تو	ہمارے دستور میں	کوئی تبدیلی	قائم کر	نماز	ڈھلنے کے وقت	سورج کے	تک	اندھیرے کے

اور آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔ ۷۷ سورج ڈھلنے سے لیکر رات کا اندھیرا ہونے تک نماز قائم

الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝۷۸ وَمِنَ الَّيْلِ

الَّيْلِ	وَ	قُرْاٰنَ	الْفَجْرِ	اِنَّ	قُرْاٰنَ	الْفَجْرِ	كَانَ	مَشْهُوْدًا ۝۷۸	وَ	مِنَ	الَّيْلِ
رات کے	اور	قرآن پڑھنا	فجر کے وقت	بیشک	قرآن پڑھنا	فجر کے وقت	ہے	حاضری کا وقت	اور	سے	رات کے

کیجئے اور فجر کے وقت قرآن کی تلاوت کیجئے ، بیشک فجر کے وقت تلاوت میں حاضری ہوتی ہے۔ ۷۸ اور رات کے وقت

فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا

فَتَهَجَّدْ	بِهٖ	نَافِلَةً	لَّكَ	عَسٰٓى	اَنْ	يَّبْعَثَكَ	رَبُّكَ	مَقَامًا
جاگ تو	ساتھ اس کے	اضافی حکم	تیرے لئے	امید ہے	یہ کہ	بھیجے گا تجھے	تیرا رب	مقام

تہجد کی نماز پڑھا کریں ، یہ آپ کیلئے اضافی حکم ہے ، عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر

مَّحْمُوْدًا ۝۷۹ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ

مَّحْمُوْدًا ۝۷۹	وَ	قُلْ	رَّبِّ	اَدْخِلْنِيْ	مُدْخَلَ	صِدْقٍ	وَّ	اَخْرِجْنِيْ
محمود پر	اور	تو کہہ	اے میرے پروردگار	داخل کر مجھے	داخل کرنا	سچا	اور	نکال مجھے

سرفراز کرے گا۔ ۷۹ اور آپ فرما دیجئے کہ پروردگار! مجھے خوش اسلوبی کے ساتھ داخل فرما اور خوش اسلوبی

۷۶ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کی ان سازشوں اور منصوبہ بندیوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو وہ نبی علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے نکال دینے کے سلسلے میں کر رہے تھے ، انہوں نے یہ سوچ لیا تھا کہ اگر نبی علیہ السلام اسی طرح آزادانہ طور پر دین اسلام اور عقائد صحیحہ کی تبلیغ کرتے رہے تو مکہ مکرمہ میں ہمارا رہنا دوبھر ہو جائیگا ، اس لیے انہوں نے ایسے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیئے کہ جن سے گھبرا کر اور تنگ آ کر نبی علیہ السلام خود ہی مکہ مکرمہ چھوڑ کر چلے جائیں ، اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اگر میرا حبیب مکہ مکرمہ میں نہیں رہے گا تو زیادہ عرصے تک تم بھی نہیں رہ سکو گے ، عنقریب ہی تمہیں بھی وہاں سے نکلنا پڑے گا خواہ اپنی مرضی اور خوشی سے یا زبردستی ، چنانچہ ایسا ہی ہوا ، پہلے وہ لوگ بدر میں نکلے اور ان میں سے بہت سے نامور لوگوں کو اپنے شہر کی مٹی بھی نصیب نہ ہو سکی اور بعد میں فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ شرک اور مشرکین مکہ کے وجود سے پاک ہو گیا۔

ع ۸

۷۷ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے دستور کا حوالہ دیا گیا ہے جو ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو نکالا ، وہ خود بھی زیادہ دیر تک اس علاقے میں آباد نہ رہ سکے اور اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

۷۸ اس آیتِ مبارکہ میں دو حکم دیئے گئے ہیں ، پہلا حکم نماز قائم کرنے کا ہے اور اس میں وقت کی تعیین بھی کر دی گئی ہے کہ یہ نمازیں زوال سے لیکر رات کے اندھیرے تک درمیان کے وقت میں ادا کی جائیں گی ، اس دوران چار نمازیں آ جاتی ہیں ، دوسرا حکم فجر کے وقت تلاوت کرنے کا ہے ، اس میں نماز فجر آ جاتی ہے ، اس طرح ایک ہی آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر مختلف انداز بیان کے ساتھ آ گیا ، اس انداز بیان سے نماز فجر کی اہمیت بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ نماز فجر میں قرآن کریم کے معقول حصے کی تلاوت کرنی چاہیے ، اسی وجہ سے نماز فجر میں طوال مفصل میں سے کسی سورت کی تلاوت مستحب ہے ، اس کے علاوہ بھی فجر کے وقت تلاوت کرنا انسان کے دل کو تازگی اور سکون عطا کرتا ہے ، کیونکہ اس وقت فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے اور ان کے انوار و برکات بھی انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

۷۹ اس آیتِ مبارکہ میں خصوصیت کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز تہجد کی پابندی کی تاکید کی گئی ہے ، آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کیلئے تہجد کی نماز فرض تھی ، امت کیلئے اس کی فرضیت اور تاکید باقی نہیں رکھی گئی ، اسی بناء پر یہاں 'نَافِلَةً لَّكَ' فرمایا گیا ہے جس کا ترجمہ اس ناکارہ نے "اضافی حکم" سے کیا ہے ، آیت کے اگلے جملے میں نماز تہجد کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر سرفراز فرمائے گا ، یہ وہ مقام ہے جو ساری مخلوق میں سے صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص کیا گیا ہے ، یہ شفاعتِ عظمیٰ کا وہ عظیم مقام ہے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کیلئے سفارش فرمائیں گے ، احادیث میں اس کی مکمل تفصیل اور وضاحت دی گئی ہے ، اس سے معلوم ہوا کہ روحانی ترقی کیلئے نماز تہجد میں ایک خاص تاثیر رکھی گئی ہے ، جو شخص بلند درجات کا حصول چاہتا ہو ، اسے نماز تہجد کا اہتمام اور اس کی پابندی کرنی چاہیے۔

مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَ قُلْ

مُخْرَجَ	صِدْقٍ	وَّ	اجْعَلْ	لِّيْ	مِنْ	لَّدُنْكَ	سُلْطٰنًا	نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾	وَ قُلْ
نکالنا	سچا	اور	بنادے	میرے لئے	سے	اپنے پاس	غلبہ	مددوالا	اور تُو کہہ

کے ساتھ مجھے نکال ، اور میرے لئے اپنے پاس سے ایسا غلبہ مقرر فرما جس میں تیری مدد شامل ہو ۔ ﴿۸۰﴾ اور آپ فرمادیجئے کہ

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ

جَآءَ	الْحَقُّ	وَ	زَهَقَ	الْبَاطِلُ ۭ	اِنَّ	الْبَاطِلَ	كَانَ	زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾	وَ	نُنَزِّلُ	مِنَ
آگیا	حق	اور	نکل بھاگا	باطل	بیشک	باطل	ہے	نکل بھاگنے والا	اور	ہم اتارتے ہیں	سے

حق آگیا اور باطل نکل بھاگا ، بیشک باطل نکل بھاگنے والا ہی ہے ۔ ﴿۸۱﴾ اور ہم قرآن میں

الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ

الْقُرْاٰنِ	مَا	هُوَ	شِفَآءٌ	وَّ	رَحْمَةٌ	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ	وَ	لَا	يَزِيْدُ	الظّٰلِمِيْنَ
قرآن کے	وہ جو	وہ	شفا	اور	رحمت	ایمان والوں کیلئے	اور	نہیں	بڑھاتا	ظالموں کو

وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنین کیلئے باعثِ شفاء اور رحمت ہے ، اور ظالموں کے تو نقصان ہی میں

اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا

اِلَّا	خَسَارًا ﴿۸۲﴾	وَ	اِذَآ	اَنْعَمْنَا	عَلَى	الْاِنْسَانِ	اَعْرَضَ	وَ	نَاٰ	بِجَانِبِهٖ ۚ	وَ	اِذَا
مگر	نقصان میں	اور	جب	ہم انعام کرتے ہیں	پر	انسان کے	اعراض کرتا ہے	اور	لپیٹ لیتا ہے	اپنے پہلوکو	اور	جب

اضافہ ہوتا ہے ۔ ﴿۸۲﴾ اور جب ہم انسان پر کوئی انعام کرتے ہیں تو وہ اعراض اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب

مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَــُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ

مَسَّهُ	الشَّرُّ	كَانَ	يَــُٔوْسًا ﴿۸۳﴾	قُلْ	كُلٌّ	يَّعْمَلُ	عَلٰى	شَاكِلَتِهٖ ۭ	فَرَبُّكُمْ
اسے چھوئے	تکلیف	ہوجاتا ہے وہ	مایوس	تُو کہہ	ہرایک	عمل کررہا ہے	پر	اپنے انداز کے	سوتمہارا رب

اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ ﴿۸۳﴾ آپ فرما دیجئے کہ ہر شخص اپنے اپنے انداز میں عمل کر رہا ہے، سو تمہارا رب

اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ

اَعْلَمُ	بِمَنْ	هُوَ	اَهْدٰى	سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾	وَ	يَسْــَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الرُّوْحِ ۭ	قُلِ	الرُّوْحُ
زیادہ جانتا ہے	اسے جو	وہ	زیادہ رہنمائی والا	راستہ کی	اور	پوچھتے ہیں تجھ سے	سے	روح کے	تُو کہہ	روح

زیادہ جانتا ہے کہ کس نے سیدھا راستہ پالیا ہے؟ ﴿۸۴﴾ اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ روح

﴿۸۰﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو ایک دعا سکھائی گئی ہے، جس کے تین حصے ہیں، پہلا یہ کہ مجھے جہاں داخل کرنا ہو، وہاں عزت و آبرو کے ساتھ داخل فرما، ذلت اور رسوائی کے ساتھ داخل نہ فرما، اس لیے کہ اگر داخلہ کے وقت ہی انسان کی عزت مجروح ہو جائے تو انسان کی طبیعت مکدر ہو جاتی ہے اور ساری زندگی وہ لمحات انسان کو یاد رہتے ہیں، اگرچہ بعد میں وہاں اسے بلند پایہ رتبہ اور عزت حاصل ہو جائے، دوسرا حصہ یہ کہ مجھے جس علاقے سے نکال کر لیجانا مقصود ہو، وہاں سے بھی مجھے بے آبرو کر کے نہ نکالنا، بہت مرتبہ انسان کسی بلند مقام پر فائز ہوتا ہے لیکن جب وہاں سے رخصت ہوتا ہے تو ذلت اور رسوائی اس کا مقدر بن چکی ہوتی ہے، اسے زنجیروں اور ہتھکڑیوں میں جکڑ کر وہاں سے نکالا جاتا ہے اور ساری دنیا میں اس کا تماشا بن جاتا ہے، تیسرا حصہ یہ کہ پروردگار! اپنی جناب سے مجھے غلبہ اور نصرت عطا فرما، تا کہ فریق مخالف دلیل کے میدان میں بھی عاجز ہو جائے اور جنگ کے میدان میں بھی مغلوب ہو جائے۔ ﴿۸۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دو اعلان کیے گئے ہیں، پہلا حق کے غلبے کا اور دوسرا باطل کے مغلوب ہونے اور نکل بھاگنے کا، یہ دونوں اعلان اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں اور ان میں سے کوئی اعلان بھی منسوخ نہیں ہوا، قرآن کریم کی کسی ایک آیت یا نبی علیہ السلام کی کسی ایک روایت سے بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اعلان منسوخ ہو گیا ہو، رہی یہ بات کہ پھر دنیا میں ہمیں حق مغلوب اور باطل غالب کیوں نظر آتا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حق میں سے غالب ہونے کی صفت نکل گئی ہے اور باطل میں سے مغلوب ہونے کا عیب ختم ہو گیا ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ اول تو باطل کا غلبہ عارضی ہے، پائیدار اور ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے، علاوہ ازیں اہم بات یہ ہے کہ باطل کا غلبہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں غالب ہونے کی صلاحیت ہے، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حق چیز مل گئی ہے، دراصل وہ اس حق کا غلبہ ہے، چونکہ باطل

ع ۹ ۹

نے اس حق کو تسلیم کر لیا اس لیے اسے غلبہ نصیب ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ کفار و مشرکین باطل پر ہونے کے باوجود ترقی پذیر اس لیے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں سے سیکھ کر جھوٹ، خیانت، بدعہدی، ناپ تول میں کمی جیسی باطل چیزوں سے پیچھا چھڑا لیا، لہٰذا ان کی ترقی کا راز باطل میں نہیں، بلکہ حق میں ہے۔ ﴿۸۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ شفاء کا ذریعہ اور سبب ہے، چونکہ الفاظ عام ہیں اس لیے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی بیماریوں سے شفاء مراد ہو سکتی ہے اور ہمارا مشاہدہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم کے ذریعے دل اور روح کی بیماریاں دور ہوتی ہیں، اسی طرح جسم اور ظاہری بیماریاں دور کرنے کا بھی سب سے زیادہ مؤثر نسخہ قرآن کریم سے ہی ملتا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ قرآن کریم طب کی کوئی کتاب نہیں ہے اور اس میں انسان کی جسمانی بیماریوں اور ان کے علاج کی تفصیلات درج نہیں کی گئی ہیں، لیکن یہ بھی ٹھیک ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے الفاظ میں وہ معجزانہ تاثیر ہے جو کسی دوسرے کے الفاظ میں نہیں ہے، ان تاثیرات کا ثبوت احادیث صحیحہ سے بھی ملتا ہے اور مشاہدہ و تجربہ بھی اس کی گواہی دیتا ہے، دوسری صفت یہ کہ قرآن کریم سراپا رحمت ہے، اس امت پر اللہ تعالیٰ کی کس قدر مہربانی ہے کہ قرآن رحمت اور پیغمبر رحمۃ اللعالمین بنا کر ہمیں عطا فرمایا اور اس نے خود کو رحمان و رحیم قرار دیا، اب بھی اگر کوئی شخص رحمت خداوندی کو حاصل نہ کر سکے تو اس کی محرومی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ ﴿۸۳﴾ اس آیت مبارکہ میں انسان کے اعتدال پر قائم نہ رہنے کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جب اسے خوشحالی نعمت اور راحت نصیب ہوتی ہے تو وہ اپنے رب کو ہی بھول جاتا ہے اور احسان فراموشی پر اتر آتا ہے، اور جب اسے مصیبت، بیماری اور تنگی کا سامنا ہوتا ہے تو وہ مایوسی اور ناامیدی کی دلدل میں ڈوب جاتا ہے، یہ دو انتہائیں ہیں جن پر انسان کھڑا ہے، اعتدال کا راستہ ان دونوں کے بیچوں بیچ ہے اور وہی اللہ کو پسند ہے۔ ﴿۸۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنی طبیعت اور رائے =

مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٥﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا

مِنْ	اَمْرِ	رَبِّيْ	وَ	مَآ	اُوْتِيْتُمْ	مِّنَ	الْعِلْمِ	اِلَّا	قَلِيْلًا ﴿٨٥﴾	وَ	لَئِنْ	شِئْنَا
سے	حکم کے	میرے رب کے	اور	نہیں	دیئے گئے تم	سے	علم کے	مگر	تھوڑا	اور	البتہ اگر	ہم چاہتے

تو میرے رب کا حکم ہے، اور تمہیں بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ ﴿٨٥﴾ اور اگر ہم چاہیں

لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾ اِلَّا

لَنَذْهَبَنَّ	بِالَّذِيْٓ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	ثُمَّ	لَا	تَجِدُ	لَكَ	بِهٖ	عَلَيْنَا	وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾	اِلَّا
البتہ ضرور لے جاتے	وہ جو	ہم نے وحی کیا	تیری طرف	پھر	نہ	پاتا تُو	اپنے لئے	اسمیں	ہم پر	کوئی کارساز	مگر

تو آپ کے پاس سے وہ وحی لیجائیں جو ہم نے آپ پر بھیجی ہے، پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی کارساز نہ پائیں گے۔ ﴿٨٦﴾ مگر یہ کہ

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾ قُلْ لَّئِنِ

رَحْمَةً	مِّنْ	رَّبِّكَ	اِنَّ	فَضْلَهٗ	كَانَ	عَلَيْكَ	كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾	قُلْ	لَّئِنِ
رحمت	سے	تیرے رب کی	بیشک	اس کا فضل	ہے	تجھ پر	بہت بڑا	تُو کہہ	البتہ اگر

آپ کے رب کی مہربانی ہو، بیشک آپ پر اُس کا بہت فضل ہے۔ ﴿٨٧﴾ آپ فرما دیجئے کہ اگر

اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ

اجْتَمَعَتِ	الْاِنْسُ	وَ	الْجِنُّ	عَلٰٓي	اَنْ	يَّاْتُوْا	بِمِثْلِ	هٰذَا	الْقُرْاٰنِ	لَا	يَاْتُوْنَ
اکٹھے ہوجائیں	انسان	اور	جنات	پر	یہ کہ	لے آئیں	ملتا جلتا	اس	قرآن کے	نہ	لاسکیں گے وہ

سارے انسان اور جنات اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس جیسا قرآن بناکر لے آئیں تو ایسا قرآن

بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ

بِمِثْلِهٖ	وَلَوْ	كَانَ	بَعْضُهُمْ	لِبَعْضٍ	ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾	وَ	لَقَدْ	صَرَّفْنَا	لِلنَّاسِ	فِيْ
اس سے ملتا جلتا	اگرچہ	ہوں	ان میں سے بعض	بعض کیلئے	پشت پناہ	اور	البتہ یقیناً	ہم نے پھیر دیا	لوگوں کیلئے	بیچ

نہ لا سکیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔ ﴿٨٨﴾ اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے

هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾ وَقَالُوْا لَنْ

هٰذَا	الْقُرْاٰنِ	مِنْ	كُلِّ	مَثَلٍ	فَاَبٰٓى	اَكْثَرُ	النَّاسِ	اِلَّا	كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾	وَ	قَالُوْا	لَنْ
اس	قرآن کے	سے	ہرایک	مثال	سوانکار کیا	اکثر	لوگوں نے	مگر	انکار کرنا	اور	کہتے ہیں	ہرگز نہ

ہر طرح کی مثال بدل بدل کر بیان کی ہے، سو اکثر لوگ انکار کے بغیر مانتے ہی نہیں ہیں۔ ﴿٨٩﴾ اور کہتے ہیں کہ ہم

= کے مطابق عمل کر رہا ہے، جس طرف انسان کا میلان ہوتا ہے، انسان اسی طرف چل پڑتا ہے، خواہ اس کا میلان اور رجحان کسی دلیل کی بنیاد پر ہو یا جذباتیت کی بنیاد پر، اب ان میں سے کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ؟ اس کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے۔

﴿٨٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں روح کے متعلق لوگوں کے سوال کا جواب دیا گیا ہے، سوال کی نوعیت چونکہ علمی ہے اور اہل مکہ جہالت کی دلدل میں دھنسے ہوئے تھے، اس لیے بظاہر یہ سوال انہوں نے یہودیوں سے حاصل کر کے نبی علیہ السلام سے پوچھا، اس لیے بعض روایات میں پوچھنے کی نسبت یہودیوں کی طرف اور بعض میں مشرکین کی طرف کی گئی ہے، ان کے سوال کا منشا روح کی حقیقت و ماہیت اور اس کے اجزاء کے متعلق پوچھنا ہے جس سے وہ نبی علیہ السلام کی علمی قابلیت کا امتحان اور جائزہ لینا چاہ رہے تھے، لیکن چونکہ یہ محض ایک علمی نوعیت کا مسئلہ ہے جو اگر تفصیل سے بیان کر بھی دیا جائے تو اس سے انسان کے عقائد اور اعمال کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس کے علاوہ بہت سی چیزیں انسان کی محدود عقل میں آنا ممکن بھی نہیں ہیں، اس لیے حق تعالیٰ نے جواب میں دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں، پہلی یہ کہ روح میرے رب کا امر ہے اور دوسری یہ کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے، ان دونوں باتوں کو ملانے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ روح کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے، اس کا علم جتنا بھی کامل ہو جائے، وہ نہایت معمولی اور تھوڑا ہے، اس لیے سوچ سمجھ کر سوال کرنا چاہیے، ورنہ چھوٹا منہ اور بڑی بات بن جاتی ہے۔

﴿٨٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کا جلال بیان کیا گیا ہے، اس میں عتاب کا پہلو تلاش کرنا بدذوقی کی علامت ہے۔

﴿٨٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم علیہ السلام پر حق تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور فضل و کرم کا ذکر کیا گیا ہے، اسی بناء پر گزشتہ آیت میں عتاب کا پہلو تلاش کرنے کو بدذوقی قرار دیا گیا ہے، کیونکہ دونوں آیتیں ایک ہی سلسلہ کلام سے جڑی ہوئی ہیں اور کلام کا منشا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی بیان کرنا ہے جس کیلئے نہایت بلند پایہ الفاظ اور منفرد اسلوب تعبیر اختیار کیا گیا ہے۔

﴿٨٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ساری دنیا کے انسانوں اور جنوں کو قرآن کریم کا مثل لانے کا چیلنج کیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ اگر یہ سب لوگ مل کر، ایک دوسرے سے تعاون کر کے قرآن کریم کا مثل لانے پر اتفاق کر لیں تب بھی تا صبح قیامت وہ ایسا کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہو سکیں گے، یہ چیلنج مختلف آیتوں میں مختلف اسلوبِ تعبیر کے ساتھ بار بار دہرایا گیا ہے، لیکن آج تک کوئی فرد، قوم یا ادارہ سامنے نہیں آیا جو اس چیلنج کو قبول کر سکے، قرآن کریم کی حقانیت کی یہی بہت بڑی دلیل ہے۔

﴿٨٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کا اسلوب اور لوگوں کا رویہ بیان کیا گیا ہے، قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ اس نے ہر نوع کے مضامین مختلف پیرایوں میں بار بار دہرائے ہیں، کیونکہ جب ایک چیز کو بار بار دہرایا جاتا ہے تو وہ ذہن میں راسخ ہو جاتی ہے اور لوگوں کا رویہ انکار اور ناشکری پر مبنی ہے، چنانچہ لوگوں کی اکثریت قرآن کریم کے ناصحانہ اور خیرخواہانہ مواعظ و نصائح کو قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔

نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝۹۰ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ

نُؤْمِنَ	لَكَ	حَتّٰى	تَفْجُرَ	لَنَا	مِنَ	الْاَرْضِ	يَنْۢبُوْعًا ۝	اَوْ	تَكُوْنَ	لَكَ
ایمان لائیں گے ہم	تجھ پر	یہاں تک کہ	تُو بہادے	ہمارے لئے	سے	زمین کے	ایک چشمہ	یا	ہو	تیرے لئے

آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ جاری کردیں۔ ۹۰ یا آپ کا کھجوروں

جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝۹۱ اَوْ

جَنَّةٌ	مِّنْ	نَّخِيْلٍ	وَّ	عِنَبٍ	فَتُفَجِّرَ	الْاَنْهٰرَ	خِلٰلَهَا	تَفْجِيْرًا ۝	اَوْ
ایک باغ	سے	کھجور کا	اور	انگوروں کا	سو تُو بہادے	نہریں	اس کے بیچ میں	بہانا	یا

اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور آپ اُس کے درمیان نہریں بہا کر دکھائیں۔ ۹۱ یا

تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

تُسْقِطَ	السَّمَآءَ	كَمَا	زَعَمْتَ	عَلَيْنَا	كِسَفًا	اَوْ	تَاْتِيَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْمَلٰٓئِكَةِ
گرادے	آسمان	جیسا کہ	تیرا گمان ہے	ہم پر	کوئی ٹکڑا	یا	لے آئے	اللہ کو	اور	فرشتوں کو

آپ اپنے گمان کے مطابق ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں، یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے

قَبِيْلًا ۝۹۲ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ

قَبِيْلًا ۝	اَوْ	يَكُوْنَ	لَكَ	بَيْتٌ	مِّنْ	زُخْرُفٍ	اَوْ	تَرْقٰى	فِي	السَّمَآءِ ؕ	وَ	لَنْ
سامنے	یا	ہو	تیرا	کوئی گھر	سے	سونے کے	یا	تُو چڑھ جائے	بیچ	آسمان کے	اور	ہرگز نہ

لے آئیں۔ ۹۲ یا آپ کے پاس کوئی سنہری گھر ہو، یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں، اور ہم

نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ

نُّؤْمِنَ	لِرُقِيِّكَ	حَتّٰى	تُنَزِّلَ	عَلَيْنَا	كِتٰبًا	نَّقْرَؤُهٗ ؕ	قُلْ	سُبْحَانَ	رَبِّيْ
ایمان لائیں گے ہم	تیرے چڑھنے پر	یہاں تک کہ	تُو اتار لائے	ہم پر	ایک کتاب	ہم اسے پڑھیں	تُو کہہ	پاک ہے	میرا رب

آپ کے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے پاس ایک کتاب اتار کر لائیں جو ہم پڑھ سکیں، آپ فرما دیجئے کہ پاکی میرے رب کی ہے

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝۹۳ ع وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ

هَلْ	كُنْتُ	اِلَّا	بَشَرًا	رَّسُوْلًا ۝	وَ	مَا	مَنَعَ	النَّاسَ	اَنْ	يُّؤْمِنُوْٓا	اِذْ	جَآءَهُمُ
نہیں	ہوں میں	مگر	ایک انسان	پیغمبر	اور	نہیں	روکا	لوگوں کو	یہ کہ	وہ ایمان لائیں	جب	آگئی ان کے پاس

میں تو صرف ایک انسان ہوں جسے پیغمبر بنا یا گیا ہے۔ ۹۳ اور لوگوں کو ایمان لانے سے کسی چیز نے نہیں روکا" جبکہ ان کے پاس

۹۰ ۹۳ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کی فرمائشوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان فرمائشوں کو پڑھ اور سن کر یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے کہ ان لوگوں کا مقصد ایمان لانا ہرگز نہیں تھا، ورنہ اللہ تعالیٰ کیلئے ان فرمائشوں کو پورا کرنا کچھ مشکل نہ تھا، وہ فرمائشیں حسب ذیل تھیں۔
(الف) سرزمین مکہ میں ایک چشمہ جاری کردیں۔
(ب) آپ کے پاس کھجور اور انگور کا ایک باغ ہونا چاہیے جس کے بیچوں بیچ نہریں جاری ہوں۔
(ج) ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر دکھائیں۔
(د) اللہ تعالیٰ اور فرشتے ہمارے سامنے آجائیں اور ہمیں آپ کی نبوت و رسالت کا یقین دلائیں۔
(ھ) آپ کے پاس سونے کا عالی شان محل ہونا چاہیے۔
(و) آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر جائیں اور وہاں سے ایک لکھی ہوئی کتاب ہمارے سامنے لیکر آئیں ، ان تمام فرمائشوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے صرف ایک جملہ کہلوایا ہے، سبحان اللہ! یہ کیسی فرمائشیں ہیں؟ میں نے کیا رب ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ میں تو ایک انسان ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بنا کر چن لیا ہے، میرا کام پیغام پہنچانا ہے، سو وہ میں کر رہا ہوں، اس سے آگے رب جانے اور اس کا کام۔

ع ۱۰ ۹ ۱۰

الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٤﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي

الْهُدٰٓى	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوْٓا	اَبَعَثَ	اللّٰهُ	بَشَرًا	رَّسُوْلًا ﴿٩٤﴾	قُلْ	لَّوْ	كَانَ	فِي
ہدایت	مگر	یہ کہ	وہ کہنے لگے	کیا بھیجا ہے	اللہ نے	انسان کو	پیغمبر بنا کر	تُو کہہ	اگر	ہوں	میں

ہدایت آچکی'' مگر اسی بات نے کہ وہ کہتے تھے کیا اللہ نے ایک انسان کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا؟ ﴿٩٤﴾ آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین میں

الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا

الْاَرْضِ	مَلٰٓئِكَةٌ	يَّمْشُوْنَ	مُطْمَئِنِّيْنَ	لَنَزَّلْنَا	عَلَيْهِمْ	مِّنَ	السَّمَآءِ	مَلَكًا
زمین کے	فرشتے	چلتے پھرتے	اطمینان کے ساتھ	البتہ ہم اتار دیتے	ان پر	سے	آسمان کے	فرشتہ

فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم اُن پر آسمان سے کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر نازل

رَّسُوْلًا ﴿٩٥﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

رَّسُوْلًا ﴿٩٥﴾	قُلْ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	شَهِيْدًۢا	بَيْنِيْ	وَ	بَيْنَكُمْ	اِنَّهٗ	كَانَ	بِعِبَادِهٖ
پیغمبر بنا کر	تُو کہہ	کافی ہے	اللہ	گواہی دینے کو	میرے درمیان	اور	تمہارے درمیان	بیشک وہ	ہے	اپنے بندوں سے

کر دیتے۔ ﴿٩٥﴾ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بننے کیلئے اللہ ہی کافی ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے

خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٩٦﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ

خَبِيْرًۢا	بَصِيْرًا ﴿٩٦﴾	وَ	مَنْ	يَّهْدِ	اللّٰهُ	فَهُوَ	الْمُهْتَدِ	وَ	مَنْ	يُّضْلِلْ	فَلَنْ
خوب باخبر	دیکھنے والا	اور	جسے	ہدایت دیدے	اللہ	تو وہی	ہدایت پانے والا	اور	جسے	وہ گمراہ کر دے	تو ہرگز نہیں

خوب باخبر، دیکھ رہا ہے۔ ﴿٩٦﴾ اور اللہ جسے ہدایت دیدے، وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو

تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى

تَجِدَ لَهُمْ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ	دُوْنِهٖ	وَ	نَحْشُرُهُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	عَلٰى
پائے گا تو اُن کیلئے	کئی دوست	سے	اس کے علاوہ	اور	ہم انہیں جمع کریں گے	دن	قیامت کے	پر

تم اللہ کے علاوہ اُس کیلئے ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے، اور ہم اُنہیں قیامت کے دن اُن کے چہروں کے بل

وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ

وُجُوْهِهِمْ	عُمْيًا	وَّ	بُكْمًا	وَّ	صُمًّا	مَاْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ	كُلَّمَا	خَبَتْ	زِدْنٰهُمْ
ان کے چہروں کے	اندھا	اور	گونگا	اور	بہرا	ان کا ٹھکانہ	جہنم	جب بھی	بجھے گی وہ	ہم بڑھا دیں گے انہیں

اندھا، گونگا اور بہرا کر کے جمع کریں گے ، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، جب بھی وہ بجھنے لگے گی، ہم اُسے مزید

﴿٩٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کے ایمان سے محرومی کا اصل سبب بیان کیا گیا ہے کہ انہیں ایک انسان کی نبوت و رسالت پر تعجب ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ نے اپنا کوئی نمائندہ بھیجنا ہی تھا تو اس نے اپنے پاس سے کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیج دیا؟ ہمارے جیسے ایک انسان کو نبوت کیلئے منتخب کیوں کیا؟ ہمارے لیے اپنے جیسے ایک انسان کی اطاعت کرنا ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے۔

﴿٩٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر زمین میں فرشتے رہتے ہوتے تو ہم کسی فرشتے کو ہی اپنا پیغمبر بنا کر بھیج دیتے، چونکہ زمین کو انسانوں سے آباد کیا گیا ہے لہٰذا انسان کی رہنمائی کیلئے انسان ہی زیادہ مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے، یہاں یہ بات بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر فرشتے بھیجنے سے کبھی انکار نہیں کیا، اس نے اپنے پیغمبر کے پاس فرشتے ہی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے، لیکن پیغمبر میں تو اتنی ہمت اور برداشت رکھی گئی ہے کہ وہ فرشتے کی آواز سن سکیں اور اسے دیکھنے کا تحمل کر سکیں، لیکن عام انسان میں اتنی طاقت نہیں ہے، اس لیے ہر انسان فرشتوں کو دیکھ اور سن نہیں سکتا۔

﴿٩٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی گواہی کو کافی قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اللہ سے بڑی گواہی کسی کی نہیں، وہ گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اُس کے پیغمبر ہیں، اس کے بعد مزید کسی گواہی کی ضرورت نہیں رہتی، اگر لوگ اسے تسلیم نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خوب باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے، وہ مناسب وقت پر فیصلہ فرمائے گا۔

سَعِيْرًا ﴿٩٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا

سَعِيْرًا ﴿٩٧﴾	ذٰلِكَ	جَزَآؤُهُمْ	بِاَنَّهُمْ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَ	قَالُوْٓا	ءَ	اِذَا	كُنَّا	عِظَامًا
بھڑکنے کو	وہ	ان کی سزا	اس وجہ سے کہ وہ	کفر کیا انہوں نے	ہماری آیتوں سے	اور	کہا انہوں نے	کیا	جب	ہم ہوجائیں گے	ہڈیاں

بھڑکا دیں گے۔ ﴿٩٧﴾ یہ اُن کی سزا ہے اِس بناء پر کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا

وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٩٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

وَّرُفَاتًا	ءَ	اِنَّا	لَمَبْعُوْثُوْنَ	خَلْقًا	جَدِيْدًا ﴿٩٨﴾	اَوَلَمْ	يَرَوْا	اَنَّ	اللّٰهَ	الَّذِيْ
اور چورا	کیا	ہم	البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے	تخلیق میں	نئی	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	کہ بیشک	اللہ	جس نے

ہوجائیں گے تو ہم نئی تخلیق کے ساتھ دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ﴿٩٨﴾ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جس اللہ نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ

خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	قَادِرٌ	عَلٰٓى	اَنْ	يَّخْلُقَ	مِثْلَهُمْ	وَ	جَعَلَ	لَهُمْ
پیدا کیا	آسمانوں کو	اور	زمین کو	قدرت والا	پر	یہ کہ	پیدا کردے	ان جیسا	اور	بنادے	ان کیلئے

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، وہ اِس بات پر بھی قادر ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کرسکے، اور اُس نے اُن کیلئے ایک وقت

اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ

اَجَلًا	لَّا	رَيْبَ	فِيْهِ ؕ	فَاَبَى	الظّٰلِمُوْنَ	اِلَّا	كُفُوْرًا ﴿٩٩﴾	قُلْ	لَّوْ	اَنْتُمْ
ایک مدت	نہیں	کوئی شک	اسمیں	سونہیں مانتے	ظلم کرنے والے	مگر	انکار کرنا	تُو کہہ	اگر	تم

مقرر کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے، سوظالم لوگ ناشکری کیے بغیر نہیں مانتے۔ ﴿٩٩﴾ (اے نبی! ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم

تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ

تَمْلِكُوْنَ	خَزَآئِنَ	رَحْمَةِ	رَبِّيْٓ	اِذًا	لَّاَمْسَكْتُمْ	خَشْيَةَ	الْاِنْفَاقِ
مالک ہوتے	خزانوں کے	رحمت کے	میرے رب کی	اس وقت	البتہ تم روک لیتے	اندیشے سے	خرچ ہونے کے

لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم خرچ ہونے کے اندیشے سے اُنہیں روک کر رکھ لیتے۔

ع ١١ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿١٠٠﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ

وَ	كَانَ	الْاِنْسَانُ	قَتُوْرًا ﴿١٠٠﴾	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسٰى	تِسْعَ	اٰيٰتٍۭ	بَيِّنٰتٍ	فَسْـَٔلْ
اور	ہے	انسان	چھوٹے دل والا	اور	البتہ یقینا	دی ہم نے	موسیٰ کو	نو	نشانیاں	واضح	تو پوچھ لے

اور انسان بہت چھوٹے دل والا ہے۔ ﴿١٠٠﴾ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں دیں، سو آپ بنی اسرائیل سے

﴿٩٧﴾ اس آیت مبارکہ میں ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ اور اختیار اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا گیا ہے یعنی اللہ کی مرضی ہے کہ وہ جسے چاہے ہدایت دے دے اور ہدایت صرف اسی کو مل سکتی ہے جسے وہ ہدایت دے، اگر وہ کسی کو گمراہ کرنے کا فیصلہ کر لے تو کسی کے پاس اسے ہدایت دینے کا حق اور اختیار نہیں ہے، ایسے لوگوں کا کوئی دوست اور کارساز نہیں ہوگا، وہ قیامت کے دن چہروں کے بل اٹھائے جائیں گے، یہ لوگ اندھے، بہرے اور گونگے ہوں گے، کیونکہ دنیا میں حق دیکھنے، حق سننے اور حق سمجھنے سے بے بہرہ رہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے یہ اعضاء سزا سے بچے ہوں گے، بلکہ اُن کی سزا ان کے حساب سے ہوگی، کیونکہ ان کا ٹھکانہ تو بہر حال جہنم ہے اور وہاں کی آگ کبھی بجھنے نہیں پائے گی۔

﴿٩٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گمراہ لوگوں کی اتنی سخت سزا کی وجہ بیان کی گئی ہے، اس کی پہلی وجہ کفر ہے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا، اس کے نتیجے میں ان کیلئے یہ سزا تجویز کی گئی ہے اور دوسری وجہ بعث بعد الموت کا انکار ہے کہ انہوں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی سے انکار کیا، اور اس پر اپنے تعجب کا اظہار کرنے لگے، ان کا یہ انکار اور تعجب حق تعالیٰ کی ناراضگی اور سخت سزا کا تقاضا کرتا ہے۔

﴿٩٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بعث بعد الموت یعنی دوبارہ زندگی پر دلیل دی گئی ہے کہ جس رب نے آسمانوں کی اتنی بڑی چھت تان دی، جس میں کوئی سوراخ اور پھٹن نہیں ہے اور وہ کسی ستون کے سہارے نہیں کھڑی، جس رب نے پانی کی سطح پر اتنی بڑی زمین بچھا دی اور اپنی قدرت کا اتنا عظیم نمونہ دکھا دیا، اس کیلئے انسان جیسی مخلوق کو پیدا کرنا، اسے موت دینا اور دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہوسکتا ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ اس نے ہر چیز کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اور وہ مقررہ وقت پر ہی اسے رونما کرتا ہے، لہٰذا وہ مقررہ وقت پر ہی موت دے گا اور مقررہ وقت پر ہی دوبارہ زندہ کرے گا، کافروں کے اس اعتراض سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اگر اللہ تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرسکتا ہے تو ہمارے آباؤ اجداد کو زندہ کر کے دکھائے، کیونکہ اس کا مقررہ وقت نہیں آیا۔

﴿١٠٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کے بخل اور کنجوسی کا حال بیان کیا گیا ہے کہ انسان نہایت تھڑ دلا واقع ہوا ہے، خرچ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کا رزق اپنے اختیار میں رکھا ہے، اگر کسی انسان کو رزق کی تقسیم کا ذمہ دار بنا دیا جاتا تو پھر دنیا میں کھانے اور پینے کیلئے صرف اسی کو ملتا جس سے وہ خوش ہوتا یا جو اسے خوش کرسکتا، باقی سارے لوگ بھوکے پیاسے مرجاتے، اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جتنے بھی خزانے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھے ہیں، اگر انسان کو ان خزانوں میں تصرف کا اختیار دیدیا جاتا تو وہ کم ہونے کے اندیشے سے اسے خرچ ہی نہ کرتا، جبکہ اللہ تعالیٰ مسلسل خرچ کر رہا ہے اور اس کے خزانوں میں ایک تل کے برابر بھی کمی واقع نہیں ہوئی۔

بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِذۡ جَآءَهُمۡ فَقَالَ لَهٗ فِرۡعَوۡنُ اِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ

بَنِیۡۤ	اِسۡرَآءِیۡلَ	اِذۡ	جَآءَهُمۡ	فَقَالَ	لَهٗ	فِرۡعَوۡنُ	اِنِّیۡ	لَاَظُنُّكَ
بیٹوں سے	اسرائیل کے	جب	وہ آیا اُن کے پاس	تو کہا	اس سے	فرعون نے	بیشک میں	البتہ تجھے سمجھتا ہوں

پوچھ لیجئے کہ جب وہ اُن کے پاس آئے تو فرعون نے اُن سے کہا کہ اے موسیٰ! میں تو تمہیں

یٰمُوۡسٰی مَسۡحُوۡرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ

یٰمُوۡسٰی	مَسۡحُوۡرًا ﴿۱۰۱﴾	قَالَ	لَقَدۡ	عَلِمۡتَ	مَاۤ	اَنۡزَلَ	هٰۤؤُلَآءِ	اِلَّا	رَبُّ
اے موسیٰ	جادوزدہ	کہا اس نے	البتہ یقیناً	تو جانتا ہے	نہیں	اتارا اس نے	یہ چیزیں	مگر	رب نے

جادو زدہ سمجھتا ہوں۔ ۱۰۱ موسیٰ نے کہا کہ تو یقیناً جانتا ہے کہ یہ چیزیں اُسی ذات نے سمجھانے کیلئے نازل فرمائی ہیں

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیۡ لَاَظُنُّكَ یٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا ﴿۱۰۲﴾

السَّمٰوٰتِ	وَ	الۡاَرۡضِ	بَصَآئِرَ ۚ	وَ	اِنِّیۡ	لَاَظُنُّكَ	یٰفِرۡعَوۡنُ	مَثۡبُوۡرًا ﴿۱۰۲﴾
آسمانوں کے	اور	زمین کے	سمجھانے کو	اور	بیشک میں	البتہ تجھے سمجھتا ہوں	اے فرعون	ہلاک شدہ

جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اے فرعون! میں تو سمجھتا ہوں کہ تو ہلاک ہو کر رہے گا۔ ۱۰۲

فَاَرَادَ اَنۡ یَّسۡتَفِزَّهُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ فَاَغۡرَقۡنٰهُ وَمَنۡ مَّعَهٗ جَمِیۡعًا ﴿۱۰۳﴾

فَاَرَادَ	اَنۡ	یَّسۡتَفِزَّهُمۡ	مِّنَ	الۡاَرۡضِ	فَاَغۡرَقۡنٰهُ	وَ	مَنۡ	مَّعَهٗ	جَمِیۡعًا ﴿۱۰۳﴾
سو ارادہ کیا اس نے	یہ کہ	ہلادے انہیں	سے	زمین کے	سو ہم نے غرق کر دیا اسے	اور	جو	اس کے ہمراہ	سب کو

پھر اُس نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کو زمین میں ہلا دے، تو ہم نے اُسے اور اس کے ہمراہ تمام لوگوں کو غرق کر دیا۔ ۱۰۳

وَّقُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡكُنُوا الۡاَرۡضَ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ

وَّ	قُلۡنَا	مِنۡۢ	بَعۡدِهٖ	لِبَنِیۡۤ	اِسۡرَآءِیۡلَ	اسۡكُنُوا	الۡاَرۡضَ	فَاِذَا	جَآءَ	وَعۡدُ
اور	کہا ہم نے	سے	اس کے پیچھے	بیٹوں سے	اسرائیل کے	رہائش رکھو تم	زمین میں	سو جب	آئے گا	وعدہ

اور اُس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ زمین میں سکونت اختیار کرو، پھر جب آخرت کا وعدہ

الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِیۡفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ

الۡاٰخِرَةِ	جِئۡنَا بِكُمۡ	لَفِیۡفًا ﴿۱۰۴﴾	وَ	بِالۡحَقِّ	اَنۡزَلۡنٰهُ	وَ	بِالۡحَقِّ	نَزَلَ ؕ	وَ	مَاۤ
آخرت کا	لے آئیں گے ہم تمہیں	لپیٹ کر	اور	ساتھ حق کے	ہم نے اسے نازل کیا	اور	ساتھ حق کے	یہ اترا	اور	نہیں

آئے گا تو ہم تم سب کو لپیٹ کر لے آئیں گے۔ ۱۰۴ اور حق کے ساتھ ہی ہم نے اِسے اتارا ہے اور حق کے ساتھ ہی یہ اترا ہے، اور ہم نے

۱۰۱ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات کا حوالہ آیا ہے لیکن ان کی تفصیل بیان نہیں کی گئی، اس لیے بعض مفسرین نے "آیات بینات" سے نو احکام مراد لیے ہیں اور اس کے لیے مسند احمد کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے جس میں یہی مراد متعین کی گئی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرک نہ کرو، چوری نہ کرو، بدکاری نہ کرو، ناحق قتل نہ کرو، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، بے گناہ کو حاکم کے پاس مت لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کر دے، پاکدامن عورتوں پر "گناہ" کی تہمت نہ لگاؤ اور میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار نہ کرو، لیکن سند کے اعتبار سے یہ روایت کمزور ہے، اس کے علاوہ آیت کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں "آیاتِ بینات" سے احکام مراد نہیں ہیں، بلکہ اس سے مراد معجزات ہیں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو وہ معجزات دکھائے تو فرعون کہنے لگا کہ موسیٰ! مجھے تو لگتا ہے کہ کسی نے تم پر جادو کر دیا ہے، یہ اندازِ بیان ہی بتا رہا ہے کہ "آیات بینات" کا لفظ معجزات کے معنی میں استعمال ہوا ہے، رہی یہ بات کہ وہ نو معجزات کیا ہیں، تو ان کی تفصیل سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۳ میں بیان کی گئی ہے، یعنی عصا، ید بیضاء، سنین، نقص ثمرات، طوفان، ٹڈی دل، جوؤں کا مسلط ہونا، مینڈک مسلط ہونا، پانی کا خون بن جانا، یہ معجزات مختلف اوقات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون و آلِ فرعون کو دکھائے۔ لیکن چونکہ ان کے مقدر میں ہدایت نہیں تھی، اس لیے وہ ایمان نہیں لائے۔

۱۰۲ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب مذکور ہے کیونکہ فرعون نے یہ کہا تھا کہ موسیٰ! مجھے تو لگتا ہے کہ کسی نے تم پر جادو کر دیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جواب دیا کہ تجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ معجزات اللہ تعالیٰ نے تیری آنکھیں کھولنے کیلئے ظاہر فرمائے ہیں، لیکن مجھے لگتا ہے کہ تیری تباہی اور ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور تو اب ہلاک ہو کر رہے گا۔

۱۰۳ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور آلِ فرعون کو غرق کر دینے کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب فرعون کی سرکشی اور شرارت حد سے زیادہ بڑھ گئی اور اس نے بنی اسرائیل کیلئے زندگی کو عذاب بنا دیا تو ہم نے فرعون کو پکڑ لیا اور فرعون کو اس کے تمام لشکر کے ہمراہ پانی میں غرق کر دیا، اس طرح بنی اسرائیل کو نجات مل گئی۔

۱۰۴ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کے غرق ہونے کے بعد کی حالت بیان کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کو زمین کا وارث بنا کر انہیں وہاں رہائش اختیار کرنے کی اجازت دے دی گئی، بنی اسرائیل کیلئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ فرعون اور اس کے لشکروں کو مصر سے نکلنے پر مجبور کرتے یا اسے دریا میں غرق کر سکتے، یہ تو ہم نے اپنی قدرت کی نشانی دکھائی اور ہم ایک مرتبہ پھر اپنی قدرت کی نشانی دکھائیں گے اور تم سب کو لپیٹ سمیٹ کر اپنے پاس جمع کر لیں گے۔

اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿١٠٥﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ

اَرْسَلْنٰكَ	اِلَّا	مُبَشِّرًا	وَّ	نَذِيْرًا ١٠٥	وَ	قُرْاٰنًا	فَرَقْنٰهُ	لِتَقْرَاَهٗ	عَلَى	النَّاسِ
بھیجا ہم نے تجھے	مگر	خوشخبری دینے والا	اور	ڈرانے والا	اور	قرآن کو	ہم نے جدا جدا رکھا	تاکہ تو اسے پڑھے	پر	لوگوں کے

تو آپ کو خوشخبری دینے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر ہی بھیجا ہے۔ ١٠٥ اور ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے رکھا، تاکہ آپ اسے لوگوں کے سامنے

عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿١٠٦﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ

عَلٰى	مُكْثٍ	وَّنَزَّلْنٰهُ	تَنْزِيْلًا ١٠٦	قُلْ	اٰمِنُوْا	بِهٖٓ	اَوْ	لَا	تُؤْمِنُوْا	اِنَّ	الَّذِيْنَ
پر	ٹھہرنے کے	اور ہم نے اسے اتارا	آہستہ آہستہ اتارنا	تو کہہ	تم ایمان لاؤ	اس پر	یا	نہ	ایمان لاؤ	بیشک	جو لوگ

ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں، اور ہم نے اسے آہستہ آہستہ کرکے اتارا ہے۔ ١٠٦ آپ فرما دیجئے کہ تم اِس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، جن لوگوں کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿١٠٧﴾

اُوْتُوا	الْعِلْمَ	مِنْ	قَبْلِهٖٓ	اِذَا	يُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	يَخِرُّوْنَ	لِلْاَذْقَانِ	سُجَّدًا ١٠٧
دیے گئے	علم	سے	اس سے پہلے	جب	تلاوت کی جاتی ہے	ان پر	گر پڑتے ہیں	ٹھوڑیوں پر	سجدہ کرتے ہوئے

اس سے پہلے علم دیا گیا ہے، جب اُن کے سامنے اِس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ١٠٧

وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿١٠٨﴾ وَيَخِرُّوْنَ

وَ	يَقُوْلُوْنَ	سُبْحٰنَ	رَبِّنَآ	اِنْ	كَانَ	وَعْدُ	رَبِّنَا	لَمَفْعُوْلًا ١٠٨	وَ	يَخِرُّوْنَ
اور	کہتے ہیں	پاک ہے	ہمارا رب	بیشک	ہے	وعدہ	ہمارے رب کا	البتہ ہو کر رہنے والا	اور	گر پڑتے ہیں وہ

اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ ١٠٨ اور وہ ٹھوڑیوں کے بل

لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۩ ﴿١٠٩﴾ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا

لِلْاَذْقَانِ	يَبْكُوْنَ	وَ	يَزِيْدُهُمْ	خُشُوْعًا ١٠٩	قُلِ	ادْعُوا	اللّٰهَ	اَوِ	ادْعُوا
ٹھوڑیوں پر	روتے ہیں وہ	اور	بڑھ جاتے ہیں وہ	خشوع میں	تو کہہ	پکارو تم	اللہ کو	یا	پکارو تم

روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اُن کے خشوع میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ ١٠٩ (اے نبی! ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان

الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ

الرَّحْمٰنَ	اَيًّا مَّا	تَدْعُوْا	فَلَهُ	الْاَسْمَاۗءُ	الْحُسْنٰى	وَ	لَا	تَجْهَرْ
رحمان کو	جیسے بھی	تم پکارو گے	تو اس کیلئے	بہت سے نام	اچھے	اور	مت	بلند کر آواز

کہہ کر، جس نام سے بھی اُسے پکارو گے تو سب بہترین نام اُسی کے ہیں، اور اپنی نماز بہت اونچی آواز سے بھی

١٠٥ اس آیت مبارکہ میں قرآن اور صاحب قرآن کا تذکرہ کیا گیا ہے، اگر کسی شخص کو جسم کے کسی حصے میں درد کی شکایت ہو تو اس آیت کا پہلا حصہ سات مرتبہ پڑھ کر دم کرلے، انشاء اللہ شکایت دور ہو جائے گی کیونکہ قرآن کریم برحق ہے اور اسے نازل کرنے والا بھی برحق ہے، اور جس پر اسے نازل کیا گیا ہے، وہ اپنی امت کو خوشخبری سنانے والے اور مستقبل سے آگاہ کرنے والے ہیں۔

١٠٦ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو نازل کرنے میں تدریجی پہلو اختیار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہم نے یہ قرآن ایک ہی مرتبہ پورے کا پورا نازل نہیں کردیا، بلکہ ہم نے اسے موقع اور حالات کی مناسبت سے تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا ہے، اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کرسکیں، اس کے علاوہ بھی اس میں بہت سی حکمتیں ملحوظ خاطر رکھی گئی ہیں جن کی تفصیلات کے یہ مختصر حواشی متحمل نہیں ہو سکتے۔

١٠٧ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کا استغناء اور اعجاز بیان کیا گیا ہے، استغناء اس اعتبار سے کہ اس قرآن پر کسی کے ایمان لانے یا نہ لانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ پہلے بھی برحق تھا، اب بھی برحق ہے اور ہمیشہ برحق رہے گا، ایمان نہ لانے والے خود اپنا نقصان کر رہے ہیں، جبکہ اعجاز اس اعتبار سے کہ اس پر ایمان لانے والوں میں اہل علم بھی شامل ہیں جو اس کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کی تلاوت سن کر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، اندھے بہرے ہو کر نہیں گر جاتے۔

١٠٨ ١٠٩ ان آیتوں میں کلام اللہ کی تلاوت سن کر اس کے اثرات سے متاثر ہونے والوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اس پاکیزہ کلام پر سر دھنتے ہیں، اللہ کی تعریف و تسبیح بیان کرتے ہیں، ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ ریز ہوتے ہیں، وہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور اس کلام کو سن کر ان کے خشوع و خضوع میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے مزید آباد اور معمور ہو جاتے ہیں۔

١١٠ اس آیت مبارکہ میں دراصل مشرکین مکہ کے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، وہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ ہمیں تو دو یا زیادہ خداؤں کی عبادت سے روکتے ہیں، جبکہ وہ خود اللہ کو بھی پکارتے ہیں اور رحمان کو بھی پکارتے ہیں، وہ یہ سمجھے کہ اللہ اور رحمان دو الگ الگ معبودوں کے نام ہیں، سو اس آیت میں اُن کی اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے پاکیزہ اور عمدہ نام ہیں، رحمان بھی انہی میں سے ایک خوبصورت نام ہے، اس لیے تم ان اسماء حسنیٰ میں سے جس نام کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کو پکارو گے، وہ خلافِ توحید نہ ہوگا، اس کے علاوہ اس آیت میں تلاوتِ قرآن کا ایک ادب بھی بیان کر دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اس کی تلاوت درمیانی آواز میں ہونی چاہیے، نہ بہت زیادہ چلا کر کہ کانوں کے پردے ہی پھٹ جائیں اور نہ بہت آہستہ کہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی سنائی نہ دے، یہ ادب نماز میں بھی ملحوظ خاطر رہے اور ان مجالس میں خاص طور پر جہاں لوگ مختلف ٹولیوں میں بیٹھے اپنے اپنے موضوعات پر گفتگو یا ذکر و تلاوت میں مگن ہوں، یا لوگ آرام کر رہے ہوں اور ان کی نیند متاثر ہونے کا خدشہ ہو۔ ١١١ اس آیت مبارکہ کو سمجھنے کیلئے اس پہلو پر غور کرنا ضروری ہے کہ انسان دنیا میں تین طرح کے لوگوں سے مدد کی خواہش رکھتا ہے، اپنے بڑوں سے، اپنے چھوٹوں سے اور اپنے برابر کے لوگوں سے، چونکہ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے، اس لیے "لم يتخذ ولدا" میں چھوٹوں سے، "ولم يكن له شريك في الملك" میں برابر کے لوگوں سے اور "ولم يكن له ولي من الذل" میں بڑوں سے مدد لینے کی نفی کر دی گئی، اسی طرح پہلے جملے میں عیسائیوں کی، دوسرے جملے میں مشرکین کی اور تیسرے جملے میں یہودیوں کی تردید بھی ہو گئی، لہٰذا جو رب =

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١١٠﴾ وَقُلِ

بِصَلَاتِكَ	وَ	لَا	تُخَافِتْ	بِهَا	وَابْتَغِ	بَيْنَ	ذٰلِكَ	سَبِيلًا ○	وَ	قُلِ
اپنی نماز میں	اور	مت	پست کر	اسے	اور تلاش کر	درمیان	اس کے	کوئی راستہ	اور	تُو کہہ

نہ پڑھیں اور نہ بہت پست آواز سے، اور اس کے درمیان کا راستہ تلاش کیجئے۔ ﴿١١٠﴾ اور آپ فرما دیجئے کہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي

الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْ	لَمْ	يَتَّخِذْ	وَلَدًا	وَ	لَمْ	يَكُنْ	لَهٗ	شَرِيْكٌ	فِي
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	جس نے	نہیں	بنائی	اولاد	اور	نہیں	ہے	اس کا	کوئی شریک	بیچ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے کوئی اولاد نہیں بنائی، حکومت میں اُس کا کوئی شریک

الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴿١١١﴾ ع ۱۲ ۱۱ ۱۲

الْمُلْكِ	وَ	لَمْ	يَكُنْ	لَهٗ	وَلِيٌّ	مِنَ	الذُّلِّ	وَكَبِّرْهُ	تَكْبِيرًا ○
حکومت کے	اور	نہیں	ہے	اس کا	کوئی مددگار	سے	ذلت کے	اور بڑائی بیان کر اس کی	بڑائی بیان کرنا

نہیں ہے، اور عاجزی سے بچانے کیلئے اُسے حمایتی کی ضرورت نہیں ہے اور اُس کی خوب بڑائی بیان کیجئے ﴿١١١﴾

اٰيَاتُهَا ۱۱۰ (۱۸) سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ (۶۹) رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْٓ	اَنْزَلَ	عَلٰى	عَبْدِهِ	الْكِتٰبَ	وَ	لَمْ	يَجْعَلْ	لَّهٗ
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	جس نے	نازل کی	پر	اپنے بندے کے	کتاب	اور	نہیں	رکھی	اس کیلئے

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی کجی

عِوَجًا ﴿١﴾ سکتہ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

عِوَجًا ○	قَيِّمًا	لِّيُنْذِرَ	بَأْسًا	شَدِيْدًا	مِّنْ	لَّدُنْهُ	وَ	يُبَشِّرَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
کوئی کجی	مضبوط	تاکہ ڈرائے	عذاب سے	سخت	سے	اپنے پاس	اور	خوشخبری دے	ایمان والوں کو

نہیں رکھی۔ ﴿١﴾ وہ مضبوط کتاب ہے، تاکہ اللہ کی طرف سے ایک سخت عذاب سے ڈرا دے اور مؤمنین کو خوشخبری دیدے

=ایسا عظیم اور ہمہ جہت کمالات والا ہو، اس کی تعریف اور کبریائی بیان کرنی چاہیے، اس لیے آیت کے شروع میں اُس کی حمد اور آخر میں اس کی کبریائی بیان کی گئی ہے۔ (الحمدللہ! آج مؤرخہ ۹ اگست ۲۰۱۸ء بروز جمعرات صبح نو بجے سورۂ اسراء کے حواشی سے فراغت ہوئی۔)

سورۃ الکہف

سورۂ کہف مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۶۳۶۰، کلمات ۱۵۷۷، آیات ۱۱۰ اور رکوعات ۱۲ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۹ میں الکہف کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ کہف رکھا گیا، کہف کا لفظی معنی غار ہے، اس سے مراد "غار والے" ہیں، بعض مفسرین کے مطابق ان لوگوں کا زمانہ قبل از مسیح کا ہے، جبکہ بعض محققین نے ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد قرار دیا ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی حقانیت سے متعلق ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو تین سو سال تک سلا کر دوبارہ بیدار کرسکتا ہے تو وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنے پر بھی مکمل قدرت رکھتا ہے، یہ لوگ بادشاہِ وقت "دقیانوس" کے ظلم وتسلط کی وجہ سے اپنے دین کے حوالے سے فکر مند ہو گئے تھے، یہ سارے پڑھے لکھے اور خوشحال لوگ تھے، ان میں سے ایک کا نام میکسی ملین تھا جو کہ بادشاہ کا داماد بھی تھا، یہ لوگ رات کے وقت ایک خفیہ راستے سے نکل کر ایک دشوار گذار پہاڑ کے غار میں پناہ گزین ہو گئے، اس غار میں میکسی ملین کا پہلے بھی آنا جانا لگا رہتا تھا، وہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک طویل نیند مسلط کر دی، اس دوران سب کچھ بدل گیا، یہاں تک کہ حکومت میں بھی توحید پرست برسر اقتدار آ گئے، توحید پرستی کے باوجود لوگوں میں یہ مباحثہ ہوتا رہتا تھا کہ بالآخر مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کی عملی شکل کیا ہو گی؟ سو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو دوبارہ بیدار کیا اور لوگ ان کا واقعہ سن کر سمجھ گئے کہ یقیناً دوبارہ زندگی برحق ہے، اس کے علاوہ دو بھائیوں کا واقعہ دنیوی زندگی کی مثال، آدم علیہ السلام وابلیس کا واقعہ، موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ، ذوالقرنین اور یاجوج وماجوج کا تذکرہ بھی اس سورت کا حصہ ہے۔

سورۃ الکہف

﴿١﴾ اس آیت مبارکہ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے کیا گیا ہے، جس کیلئے دلیل اس کی یہ خوبی ہے کہ اس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسی عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے، یہ کتاب شکوک وشبہات سے پاک ہے، جو شخص اس کتاب میں شکوک وشبہات اور ٹیڑھا پن تلاش کرتا ہے، اس کی عقل ٹیڑھے پن کا شکار ہے، اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ یہاں "الکتاب" سے مراد قرآن کریم اور "عبدہ" سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

﴿٢﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کرتے ہوئے قرآن کریم کا ایک وصف "قیما" بیان کیا گیا ہے، مفسرین نے اس کا معنی متعین کرنے میں بہت سے اقوال تحریر فرمائے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم ایسے عمدہ اور پختہ مضامین پر مشتمل ہے جس میں کسی بھی پہلو سے کوئی کمی نہیں پائی جاتی، اس کی فصاحت وبلاغت اعلیٰ درجے کی ہے، اس کے الفاظ میں تاثیر، اس کے معانی میں سمندروں جیسی گہرائی، اس کے احکام واضح، اس کے واقعات میں عبرت، اس کی نصیحتوں میں خیر خواہی اور اس کے انداز میں اچھوتا پن ہے جو بڑے بڑے سنگ دلوں کو موم اور نرم کر دیتا ہے، اس مبارک کتاب کو نازل کرنے کے دو اہم مقصد یہاں بیان کیے گئے ہیں، پہلا انداز ہے یعنی لوگوں کو مستقبل کے ہولناک حالات وواقعات اور خطرات سے نمٹنے کیلئے تیاری میں مدد فراہم کرنا اور دوسرا مقصد تبشیر ہے یعنی اہل ایمان کو ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کی برکت سے بہترین اجر وثواب کی خوشخبری=

الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾ مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ

الَّذِيْنَ	يَعْمَلُوْنَ	الصّٰلِحٰتِ	اَنَّ	لَهُمْ	اَجْرًا	حَسَنًا ﴿۲﴾	مّٰكِثِيْنَ	فِيْهِ
وہ لوگ جو	عمل کرتے ہیں	اچھے	کہ بیشک	ان کیلئے	ثواب	عمدہ	رہنے والے	اُس میں

”جو کہ نیک اعمال سرانجام دیتے ہیں“ کہ اُن کیلئے بہترین اجر ہے۔ ﴿۲﴾ وہ اس میں ہمیشہ

اَبَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۗ﴿۴﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ

اَبَدًا ﴿۳﴾	وَّيُنْذِرَ	الَّذِيْنَ	قَالُوا	اتَّخَذَ	اللّٰهُ	وَلَدًا ﴿۴﴾	مَا	لَهُمْ	بِهٖ	مِنْ	عِلْمٍ
ہمیشہ	اور ڈرائے	ان لوگوں کو جو	کہتے ہیں	بنالی ہے	اللہ نے	اولاد	نہیں	ان کیلئے	اس کا	سے	علم

رہیں گے۔ ﴿۳﴾ اور اُن لوگوں کو ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد بنا رکھی ہے۔ ﴿۴﴾ انہیں اور اُن کے آباؤ اجداد کو اس کا کچھ

وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ

وَ	لَا	لِاٰبَآىِٕهِمْ	كَبُرَتْ	كَلِمَةً	تَخْرُجُ	مِنْ	اَفْوَاهِهِمْ	اِنْ	يَّقُوْلُوْنَ
اور	نہ	ان کے باپوں کو	بہت بڑی ہے	بات	نکلتی ہے	سے	ان کے مونہوں کے	نہیں	کہہ رہے وہ

علم نہیں ہے، بہت بڑی بات ہے جو اُن کے منہ سے نکل رہی ہے، وہ تو محض جھوٹ

اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا

اِلَّا	كَذِبًا ﴿۵﴾	فَلَعَلَّكَ	بَاخِعٌ	نَّفْسَكَ	عَلٰٓى	اٰثَارِهِمْ	اِنْ	لَّمْ	يُؤْمِنُوْا	بِهٰذَا
مگر	جھوٹ	سو ہوسکتا ہے آپ	ہلاک کرنے والے	اپنی جان کو	پر	ان کے نشانات قدم کے	اگر	نہ	ایمان لائے وہ	ساتھ اس

بول رہے ہیں۔ ﴿۵﴾ اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو لگتا ہے کہ آپ افسوس کی وجہ سے ان کے پیچھے اپنی جان پر

الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ

الْحَدِيْثِ	اَسَفًا ﴿۶﴾	اِنَّا	جَعَلْنَا	مَا	عَلَى	الْاَرْضِ	زِيْنَةً	لَّهَا	لِنَبْلُوَهُمْ
بات کے	افسوس کرتے ہوئے	بیشک ہم نے	بنایا	جو کچھ	پر	زمین کے	باعث زینت	اس کیلئے	تاکہ ہم انہیں آزمائیں

کھیل جائیں گے۔ ﴿۶﴾ زمین پر جو کچھ ہے، ہم نے اُسے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم آزمائیں کہ اُن میں سے

اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ؕ﴿۸﴾

اَيُّهُمْ	اَحْسَنُ	عَمَلًا ﴿۷﴾	وَ	اِنَّا	لَجٰعِلُوْنَ	مَا	عَلَيْهَا	صَعِيْدًا	جُرُزًا ﴿۸﴾
ان میں سے کون	زیادہ عمدہ	عمل میں	اور	بیشک ہم	البتہ بنانے والے	وہ جو	اس پر ہے	میدان	کانٹ چھانٹ کر

کون زیادہ اچھے اعمال کرتا ہے۔ ﴿۷﴾ اور زمین پر جو کچھ ہے، ہم اُسے کانٹ چھانٹ کر میدان بنانے والے ہیں۔ ﴿۸﴾

= دینا، یہ دونوں پہلو انسان کی نفسیات کے قریب تر ہیں، چنانچہ بعض لوگ خوف کی وجہ سے اطاعت کرتے ہیں، ان کیلئے قرآن ”نذیر“ ہے اور بعض لوگ شوق کی وجہ سے اطاعت کرتے ہیں، قرآن اُن کیلئے ”بشیر“ ہے۔ ﴿۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ ان کے ایمان وعمل کی وجہ سے انہیں جس اجر وثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہے، وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، کبھی ختم نہ ہوگا، اس خوشخبری کے ذریعے اُن کی خوشیوں کو دوبالا کیا گیا ہے۔ ﴿۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نزول قرآن کا ایک اور مقصد اُن لوگوں کو انجام سے ڈرانا اور آگاہ کرنا بھی قرار دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں تاکہ ان میں سے کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں تو کسی نے اس کی برائی سے خبردار کیا ہی نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر نہایت مؤثر انداز میں اس نسبت کی تردید کی گئی ہے، جیسا کہ اگلی آیت میں بھی ہے۔ ﴿۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنے والوں کی سخت تردید اور مذمت کی گئی ہے، پہلے جملے میں فرمایا ہے کہ انہیں اور ان کے آباؤاجداد کو اس کا کوئی علم نہیں ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اتنے بڑے دعوے کی بنیاد ”علم“ نہیں ہے بلکہ جہالت ہے، یہ جاہل لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کر رہے ہیں، آیت کے آخری جملے میں اس نسبت کو ”جھوٹ“ قرار دیا گیا ہے، لہٰذا یہ نسبت کرنے والے لوگ جھوٹے ہوئے، گویا کہ یہ لوگ جاہل بھی ہیں اور جھوٹے بھی، اس کے ساتھ درمیان کا جملہ ملا کر پڑھیں تو بات واضح ہو جائے گی کہ یہ لوگ اپنی زبان سے اتنی بڑی بات نکال رہے ہیں، انہیں اس کی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، اس سے ان کا انجام معلوم کر لینا کچھ مشکل نہیں رہتا۔ ﴿۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر کفار ومشرکین اور اہل کتاب قرآن کریم پر ایمان نہیں لا رہے تو آپ کو اس قدر غمگین اور فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ اپنی جان کو ان کے غم میں کیوں گھلا رہے ہیں؟ اپنے دل پر اس قدر بوجھ رکھنے اور صحت کو خراب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کے اجر وثواب میں کوئی کمی ہرگز واقع نہ ہوگی، یہ آیت حق تعالیٰ کی نبی اکرم ﷺ سے محبت کی روشن دلیل ہے۔ ﴿۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں روئے زمین پر بکھری ہوئی زیب وزینت، رونق اور بہار کا اصل مقصد بیان کیا گیا ہے، کہ یہ ساری باغ وبہار اس لیے نہیں ہے کہ انسان اس کی رعنائیوں اور دل فریبیوں میں الجھ کر اپنے مقصدِ اصلی کو فراموش کر بیٹھے، اپنے خالق ومالک کو بھول جائے، ایمان اور عمل کو خیرباد کہہ دے اور ”بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست“ کا نعرہ لگا دے، بلکہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون اس کی دل فریبیوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوتا ہے؟ کس کی توجہ اپنے ایمان اور عمل کی حفاظت میں لگتی ہے؟ کس کی زندگی دنیا کو پانے میں اور کس کی عمر دنیا بنانے والے کو پانے میں خرچ ہوتی ہے؟ ﴿۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں زمین کی شادابی، تر وتازگی اور رونق وبہار کو عارضی قرار دے کر فرمایا گیا ہے کہ ہم ان تمام چیزوں کو ختم کرکے زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے، یہاں کوئی باغ، پھل اور پھول، کوئی فصل اور کوئی ہریالی باقی نہ رہے گی، کیا تم اس فانی اور عارضی بہار کو حاصل کرنے کیلئے اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کر رہے ہو؟ یہ نادانی ہے، کامیابی یہ ہے کہ انسان حقیقی تازگی، شادابی اور رونق وبہار کو تلاش کرے اور اس میں سرخرو ہو جائے۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ ۙ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا

اَمْ	حَسِبْتَ	اَنَّ	اَصْحٰبَ	الْکَھْفِ	وَالرَّقِیْمِ	کَانُوْا	مِنْ	اٰیٰتِنَا
کیا	تُونے سمجھا	کہ بیشک	رہنے والے	غار کے	اور کھوہ کے	تھے وہ	سے	ہماری نشانیوں کے

کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ غار اور کھوہ کے رہنے والے ہماری قدرت کی نشانیوں میں بہت

عَجَبًا ۝۹ اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ اِلَی الْکَھْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ

عَجَبًا۝۹	اِذْ	اَوَی	الْفِتْیَةُ	اِلَی	الْکَھْفِ	فَقَالُوْا	رَبَّنَا	اٰتِنَا	مِنْ	لَّدُنْکَ
تعجب خیز	جبکہ	ٹھکانہ لیا	چند نوجوانوں نے	طرف	ایک غار کے	سو وہ کہنے لگے	اے ہمارے پروردگار	ہمیں عطا فرما	سے	اپنے پاس

تعجب خیز تھے؟ ۹ جبکہ چند نوجوانوں نے ایک غار میں پناہ لی اور کہنے لگے کہ پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے خصوصی رحمت

رَحْمَةً وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِھِمْ فِی

رَحْمَةً	وَّھَیِّئْ	لَنَا	مِنْ	اَمْرِنَا	رَشَدًا۝۱۰	فَضَرَبْنَا	عَلٰٓی	اٰذَانِھِمْ	فِیْ
رحمت	اور مہیا فرما	ہمارے لئے	سے	ہمارے معاملے کے	ہدایت	سو ہم نے تھپکی دی	پر	ان کے کانوں کے	بیچ

عطا فرما اور ہمارے معاملے میں ہدایت کے اسباب مہیا فرما۔ ۱۰ سو ہم نے اُسی غار میں کئی سالوں کیلئے اُن کے

الْکَھْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا ۝۱۱ ۙ ثُمَّ بَعَثْنٰھُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی

الْکَھْفِ	سِنِیْنَ	عَدَدًا۝۱۱	ثُمَّ	بَعَثْنٰھُمْ	لِنَعْلَمَ	اَیُّ	الْحِزْبَیْنِ	اَحْصٰی
غار کے	بہت سے سال	گنتی میں	پھر	ہم نے انہیں دوبارہ زندہ کیا	تاکہ ہم جان لیں	کون سا	دونوں گروہوں میں	زیادہ یاد رکھنے والا

کانوں پر تھپکی دیدی۔ ۱۱ پھر ہم نے اُنہیں دوبارہ اٹھایا تاکہ ہم ممتاز کر دیں کہ دونوں گروہوں میں سے کس نے اُس مدت کو

لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝۱۲ ع نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ نَبَاَھُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّھُمْ فِتْیَةٌ ع ۱۲/۱۳

لِمَا	لَبِثُوْٓا	اَمَدًا۝۱۲	نَحْنُ	نَقُصُّ	عَلَیْکَ	نَبَاَھُمْ	بِالْحَقِّ	اِنَّھُمْ	فِتْیَةٌ
اسے جو	وہ ٹھہرے رہے	مدت	ہم	بیان کرتے ہیں	تجھ پر	ان کا واقعہ	ساتھ حق کے	بیشک وہ	چند نوجوان

زیادہ یاد رکھا ہے جتنی مدت وہ وہاں رہے۔ ۱۲ ہم آپ کے سامنے اُن کا سچا حال بیان کرتے ہیں، وہ چند نوجوان تھے

اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی ۝۱۳ ڰ وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا

اٰمَنُوْا	بِرَبِّھِمْ	وَزِدْنٰھُمْ	ھُدًی۝۱۳	وَّرَبَطْنَا	عَلٰی	قُلُوْبِھِمْ	اِذْ	قَامُوْا	فَقَالُوْا
ایمان لائے	اپنے رب پر	اور ہم نے انہیں بڑھادیا	ہدایت میں	اور مضبوط کردیا ہم نے	پر	ان کے دلوں کے	جب	کھڑے ہوئے وہ	تو کہنے لگے

جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے اُن کی ہدایت میں مزید اضافہ کر دیا۔ ۱۳ اور ہم نے اُن کے دلوں کو مضبوط کر دیا، جب وہ کھڑے ہوئے تو کہنے لگے

۹ اس آیت مبارکہ میں اصحاب کہف کا واقعہ شروع کیا گیا ہے، اس کے متعلق یہودیوں کے کہنے پر مشرکین مکہ نے نبی اکرم ﷺ سے سوال پوچھا تھا کہ اصحاب کہف کون لوگ تھے اور ان کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا؟ لوگ ان کے واقعے کو نہایت تعجب خیز سمجھتے تھے کہ تین سو سال تک کچھ نوجوان سوتے رہنے کے بعد اچانک ایک دن بیدار ہو گئے، لیکن اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ یہ تو کوئی ایسا خاص تعجب خیز واقعہ نہیں ہے، اس کائنات رنگ و بو میں اس سے زیادہ تعجب خیز واقعات واحوال اور مناظر بکھرے پڑے ہیں، اس آیت مبارکہ میں کہف اور رقیم دو لفظ آئے ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک چونکہ کہف کا معنی غار اور رقیم کا معنی پہاڑ کی کھوہ ہے، لہٰذا ان دونوں کا مصداق ایک ہی جماعت ہے جو عرف عام میں "اصحاب کہف" کے نام سے زیادہ مشہور ہے، جبکہ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اصحاب کہف سے مراد وہ نوجوان ہیں جن کا واقعہ یہاں بیان کیا گیا ہے اور اصحاب رقیم سے مراد وہ تین لوگ ہیں جو بارش سے بچنے کیلئے ایک غار میں چلے گئے تھے، وہاں ایک چٹان گرنے کی وجہ سے غار کا دہانہ بند ہو گیا، ان لوگوں نے اپنے اعمال کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو وہ چٹان ہٹ گئی اور انہیں وہاں سے نکلنا نصیب ہو گیا، احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے، لیکن اسلوب قرآنی کو دیکھا جائے تو پہلی رائے زیادہ وزنی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۰ اس آیت مبارکہ میں اصحاب کہف کے غار میں پناہ لینے کا ذکر کیا گیا ہے، آیت کا انداز بیان یہ بتا رہا ہے کہ اصحاب کہف عمر رسیدہ لوگ نہیں تھے، بلکہ نوجوان طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور اس کا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ نوجوان لوگ حکمتوں اور مصلحتوں کا شکار نہیں ہوتے، ان میں اپنے جذبات کو عملی جامہ پہنانے کی طاقت موجود ہوتی ہے، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ غار آبادی سے خاصے فاصلے پر تھا، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس غار کو انہوں نے اپنی پناہ گاہ کے طور پر منتخب کیا تھا اور وہاں پہنچ کر انہیں اطمینان اور یکسوئی نصیب ہو گئی، اس تنہائی میں بیٹھ کر ان نوجوانوں نے اللہ تعالیٰ سے دو دعائیں مانگیں، پہلی یہ کہ پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے خصوصی رحمت عطا فرما اور دوسری یہ کہ ہمارے معاملے میں ہدایت کے اسباب مہیا فرما، مطلب یہ کہ ہم نے تیری رضا کیلئے اور دین کی خاطر اپنے گھر بار اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر جو قربانی دی ہے، اس کے نتیجے میں تو ہم پر اپنی رحمت نازل فرما اور ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کے اسباب مہیا فرما، اس ویرانے غار میں ہماری رہنمائی اور ہدایت کیلئے باہر سے تو کوئی بندہ آ نہیں سکتا، اب یہ تیرا کام ہے کہ تو ہمارے لیے ہدایت کے راستے کشادہ فرما، یہی دعائیں انسان کو آبادی میں بھی مانگنی چاہئیں۔ ۱۱ اس آیت مبارکہ میں اصحاب کہف پر نیند طاری کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، تاریخی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ غار میں پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ان لوگوں کو تھکاوٹ کا احساس ہوا اور وہ آرام کی خاطر لیٹ گئے، اس دوران ایک غیر معمولی ہوا چلی جس نے ان پر گہری نیند طاری کر دی اور تاریخ کے عجائبات میں ایک نئے عجوبے کا اضافہ ہو گیا۔ ۱۲ اس آیت مبارکہ میں اصحاب کہف کے طویل نیند سے بیدار ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کا ایک مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ معلوم ہو سکے کہ کس جماعت اور گروہ نے غار میں ان کے سونے کی صحیح مدت یاد رکھی ہے، کیونکہ اصحاب کہف اپنی غیر معمولی طویل نیند سے بیدار ہو کر بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ ایک دن یا اس کا کچھ حصہ سوئے ہوں گے، جبکہ شہر والے ان لوگوں کو بھول چکے تھے، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ۱۳ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ نے اصحاب کہف کا واقعہ بیان کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے اور یہ اس کی اہمیت کی علامت ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ بیان فرمائیں گے، وہی حق بھی ہو گا اور =

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا

رَبُّنَا	رَبُّ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	لَنْ	نَّدْعُوَا	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اِلٰهًا	لَّقَدْ	قُلْنَآ	اِذًا
ہمارا رب	رب ہے	آسمانوں کا	اور	زمین کا	ہرگز نہیں	پکاریں گے ہم	سے	اس کے علاوہ	کسی معبود کو	البتہ یقیناً	کہا ہم نے	اس وقت

کہ ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اُس کے علاوہ کسی دوسرے کو معبود بنا کر ہرگز نہ پکاریں گے، اگر ایسا ہو تو ہم عقل سے دور کی

شَطَطًا ⑭ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ

شَطَطًا۝	هٰٓؤُلَآءِ	قَوْمُنَا	اتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اٰلِهَةً ؕ	لَوْلَا	يَاْتُوْنَ
عقل سے دور	یہ لوگ	ہماری قوم	بنالئے انہوں نے	سے	اس کے علاوہ	کئی معبود	کیوں نہیں ہوتا	وہ لائیں

بات کہیں گے۔ ⑭ یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کو چھوڑ کر کئی معبود بنا لیے ہیں، ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ وہ

عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ⑮

عَلَيْهِمْ	بِسُلْطٰنٍۢ	بَيِّنٍ ؕ	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا۝
ان پر	کوئی دلیل	واضح	سوکون	زیادہ ظلم کرنے والا	اس سے جو	گھڑے	پر	اللہ کے	جھوٹ

ان پر کوئی واضح دلیل لیکر آئیں؟ پھر اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ ⑮

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ

وَ	اِذِ	اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ	وَ	مَا	يَعْبُدُوْنَ	اِلَّا	اللّٰهَ	فَاْوٗٓا	اِلَى	الْكَهْفِ	يَنْشُرْ	لَكُمْ
اور	جب	تم ان سے کنارہ کشی کر چکے	اور	وہ جو	پوجتے ہیں	سوائے	اللہ کے	تو پناہ لے لو	طرف	ایک غار کے	پھیلا دے گا	تمہارے لئے

اور جب تم نے اُن سے کنارہ کشی کر لی اور اُن سے بھی جن کی یہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں تو اب کسی غار میں پناہ لے لو، تا کہ تم پر

رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ⑯ وَتَرَى

رَبُّكُمْ	مِّنْ	رَّحْمَتِهٖ	وَ	يُهَيِّئْ	لَكُمْ	مِّنْ	اَمْرِكُمْ	مِّرْفَقًا۝	وَ	تَرَى
تمہارا رب	سے	اپنی رحمت کے	اور	مہیا کردے گا	تمہارے لئے	سے	تمہارے معاملے کے	آسانی	اور	تو دیکھے گا

تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے اور تمہارے معاملے میں تمہارے لیے نرمی پیدا کردے۔ ⑯ اور آپ سورج کو

الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ

الشَّمْسَ	اِذَا	طَلَعَتْ	تَّزٰوَرُ	عَنْ	كَهْفِهِمْ	ذَاتَ الْيَمِيْنِ	وَ	اِذَا	غَرَبَتْ
سورج کو	جب	وہ طلوع ہو	بچ کر نکلتا ہے	سے	ان کے غار کے	دائیں جانب	اور	جب	غروب ہو

دیکھیں گے کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو اُن کے غار سے دائیں جانب بچ کر نکلتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے

=حقیقت کے عین مطابق بھی، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، لوگوں نے اس میں اپنی طرف سے جو اضافے کر رکھے ہیں، ضروری نہیں ہے کہ وہ حقیقت کے مطابق بھی ہوں، جو لوگ اس واقعے کا مرکزی کردار تھے، اس آیت سے ان کے متعلق تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(الف) وہ نوجوان تھے عمر رسیدہ لوگ نہیں تھے۔

(ب) وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تھے اور قوم کے شرک و بت پرستی سے بیزار تھے۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے اُن کی ہدایت میں اضافہ فرما دیا تھا، گویا یہ پہلے سے ہدایت یافتہ تھے اور اعلان حق نے اس میں مزید نکھار پیدا کر دیا تھا۔

⑭ ⑮ ان آیتوں میں ان نوجوانوں کا اپنی قوم کے سامنے دعوتِ توحید اور پیغام حق پیش کرنا مذکور ہے، مؤرخین نے لکھا ہے کہ کسی بیرونی مہمان شہنشاہ کی آمد پر "دقیانوس" نے دربار میں بہت اہتمام کروا رکھا تھا، لوگ باری باری آ کر شہنشاہ کو سجدہ کرتے تھے، جب ان نوجوانوں کی باری آئی جو سب کے سب نہایت ممتاز عہدوں پر فائز اور خوشحال گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی قیادت دقیانوس کا اپنا داماد میکسی ملین کر رہا تھا" تو انہوں نے شہنشاہ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اس موقع پر شہنشاہ سخت غضبناک ہوا، میکسی ملین نے اپنے ساتھیوں کے جذبات کی نمائندگی اور ترجمانی کرتے ہوئے دربارِ عام میں اعلان کیا کہ ہم شہنشاہ کو یا دقیانوس کو اپنا رب نہیں مانتے، ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اسے چھوڑ کر کسی اور بت یا مجسمے یا کسی اور چیز کی عبادت نہیں کر سکتے، اگر ہم حق واضح ہونے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی جاندار یا بے جان چیز کے سامنے جھک جائیں اور شرک و بت پرستی کو تسلیم کر لیں تو ہم ظلم و ناانصافی کی بات کریں گے، ہماری قوم کے پاس اپنے شرک اور بت پرستی کا جواز ثابت کرنے کیلئے ایک بھی واضح اور مضبوط دلیل نہیں ہے، جبکہ ہم اپنے عقیدۂ توحید کو سینکڑوں اور ہزاروں روشن دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں، اب جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت کرے، اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے؟

⑯ اس آیت مبارکہ میں اصحاب کہف کی باہمی مشاورت کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی یہ مشاورت بادشاہ کا دربار برخاست ہونے کے بعد تنہائی میں ہوئی تھی، شہنشاہ ان لوگوں کی جرأت و بے باکی اور سجدہ نہ کرنے پر سخت ناراض ہوا تھا اور انہیں قرار واقعی سزا دینا چاہتا تھا، لیکن اس نے اپنے غصے پر قابو پایا اور ان لوگوں کو سوچنے سمجھنے کی مہلت دیدی، اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر ان نوجوانوں نے ترک وطن اور ہجرت پر اتفاق کر لیا، انہیں یقین تھا کہ دقیانوس انہیں اپنے آبائی دین میں واپس جانے پر مجبور کرے گا، جس کیلئے وہ آمادہ نہیں تھے، میکسی ملین نے اپنے گھر کے آخری کمرے میں ایک خفیہ سرنگ کھود رکھی تھی جو شہر کے خارجی دروازے تک پہنچا دیتی تھی، چنانچہ رات کی تاریکی میں وہ سب ہم خیال لوگ جمع ہوئے اور اس خفیہ سرنگ سے ہوتے ہوئے شہر سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے، شہر کے اندر بادشاہ نے اپنے جاسوس اور کارندے پھیلا رکھے تھے، اس لیے انہیں خفیہ راستہ اختیار کرنا پڑا، یہاں سے وہ لوگ سیدھے اس غار میں پہنچے جس کا انتخاب میکسی ملین نے پہلے سے کر رکھا تھا، اس کی کچھ کیفیت اگلی آیت میں بیان کی گئی ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ اس غار میں وہ لوگ مستقل قیام کا ارادہ رکھتے ہوں، لیکن حق تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اسی جگہ اپنی قدرت کی نشانی اپنی مخلوق کے سامنے رکھ دے، سو ایسا ہی ہوا۔

تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ

تَّقْرِضُهُمْ	ذَاتَ الشِّمَالِ	وَ	هُمْ	فِي	فَجْوَةٍ	مِّنْهُ	ذَٰلِكَ	مِنْ	آيَاتِ	اللَّهِ
ان سے کترا جاتا ہے	بائیں جانب	اور	وہ	بیچ	کشادہ جگہ کے	اس سے	یہ	سے	نشانیوں	اللہ کی

تو بائیں جانب کترا کر نکل جاتا ہے اور وہ اُس کے کشادہ حصے میں ہیں، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا

مَن	يَهْدِ	اللَّهُ	فَهُوَ	الْمُهْتَدِ	وَ	مَن	يُضْلِلْ	فَلَن	تَجِدَ	لَهُ	وَلِيًّا
جسے	ہدایت دے	اللہ	تو وہی	ہدایت یافتہ	اور	جسے	وہ گمراہ کردے	تو ہرگز نہیں	تُو پائے گا	اس کیلئے	کوئی دوست

اللہ جسے ہدایت دیدے اُسی کو ہدایت ملتی ہے، اور جسے وہ گمراہ کردے تو آپ اُسے سیدھے راستے پر لانے والا کوئی رفیق ہرگز نہیں

مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ ع ٥ ١٤

مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾	وَ	تَحْسَبُهُمْ	أَيْقَاظًا	وَ	هُمْ	رُقُودٌ	وَ	نُقَلِّبُهُمْ	ذَاتَ الْيَمِينِ
رہنمائی کرنے والا	اور	تو سمجھے انہیں	جاگتے ہوئے	اور	وہ	سوئے ہوئے	اور	ہم انہیں کروٹ دلاتے ہیں	دائیں جانب

پائیں گے۔ ١٧ اور تم سمجھو کہ وہ جاگ رہے ہیں، حالانکہ وہ سو رہے ہیں، اور ہم انہیں دائیں بائیں کروٹ

وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ

وَ	ذَاتَ الشِّمَالِ	وَ	كَلْبُهُمْ	بَاسِطٌ	ذِرَاعَيْهِ	بِالْوَصِيدِ	لَوِ	اطَّلَعْتَ
اور	بائیں جانب	اور	ان کا کتا	پھیلائے ہوئے	اپنے دونوں بازو	چوکھٹ پر	اگر	تو جھانک کر دیکھے

دلا دیتے ہیں، اور چوکھٹ پر اُن کا کتا اپنے بازو پھیلائے ہے، اگر تم انہیں جھانک کر

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَكَذَٰلِكَ

عَلَيْهِمْ	لَوَلَّيْتَ	مِنْهُمْ	فِرَارًا	وَ	لَمُلِئْتَ	مِنْهُمْ	رُعْبًا ﴿١٨﴾	وَ	كَذَٰلِكَ
ان پر	البتہ تو منہ موڑلے	ان سے	بھاگ کر	اور	البتہ تو بھر جائے	ان سے	دہشت میں	اور	اسی طرح

دیکھو تو اُن کی طرف سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤ اور تمہارے اندر اُن کی دہشت بھر جائے۔ ١٨ اسی طرح

بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا

بَعَثْنَاهُمْ	لِيَتَسَاءَلُوا	بَيْنَهُمْ	قَالَ	قَائِلٌ	مِّنْهُمْ	كَمْ	لَبِثْتُمْ	قَالُوا	لَبِثْنَا
ہم نے انہیں اٹھایا	تاکہ ایک دوسرے سے سوال کریں	آپس میں	کہا	ایک کہنے والے نے	ان میں سے	کتنا عرصہ	تم ٹھہرے رہے	کہا انہوں نے	ہم ٹھہرے رہے

ہم نے انہیں اٹھادیا تاکہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں، چنانچہ اُن میں سے ایک نے کہا کہ تم کتنا عرصہ یہاں ٹھہرے رہے؟ وہ کہنے لگے کہ ہم ایک دن

١٧ اس آیتِ مبارکہ میں اصحابِ کہف کے غار کی کیفیت بیان کی گئی ہے، مؤرخین اور آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے اس غار کی تلاش اور جستجو میں اپنی بہترین توانائیاں صرف کی ہیں، چونکہ ہر شخص کی تحقیق کا دائرہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اس لیے اس غار کی تعیین میں بھی بہت سے اقوال سامنے آ گئے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ہر غار پر اصحاب کہف کا غار ہونے کا کتبہ بھی آویزاں ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ غار ترکی کے ایک شہر السس کے قریب واقع ہے، بعض کے نزدیک یہ اندلس میں واقع ہے، بعض حضرات نے اردن اور بعض حضرات نے شام کا ایک غار بیان کیا ہے، اردن کے ایک محقق تیسیر ظبیان نے نہایت وثوق کے ساتھ دعویٰ کیا ہے کہ یہ غار عمان کے قریب ایک پہاڑ پر واقع ہے، جو عمان سے ٧ کلو میٹر جنوب میں واقع ہے، قرآن کریم نے اپنے مزاج کے مطابق اس کا محل وقوع متعین نہیں کیا ہے کیونکہ اس کے ساتھ کسی عقیدے یا عمل کا تعلق نہیں ہے، البتہ اس کی کچھ علامات بتادی ہیں۔

(الف) غار کا دہانہ جنوب کی طرف ہے۔

(ب) غار کے بیچوں بیچ ایک کشادہ صحن نما جگہ ہے۔

(ج) غار میں ہوا اور روشنی کی آمد ورفت رہتی ہے جو زندہ رہنے کیلئے بے حد ضروری ہے۔

(د) غار میں سورج کی حرارت اور دھوپ نہیں جاتی، چنانچہ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو غار کی دائیں جانب سے ہوکر گزر جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں جانب سے کترا کر نکل جاتا ہے، جسم کو تغیر سے بچانے کیلئے یہ انتظام بھی ضروری تھا، ان تمام وجوہات کی بناء پر سینکڑوں سال تک اُن لوگوں کے جسم زمین کے اثرات اور سورج کی تاثیر سے محفوظ اصلی حالت میں پڑے رہے اور ثابت ہوگیا کہ اس غار تک ان لوگوں کی رسائی ایک غیبی انتظام تھا جو اللہ تعالیٰ نے خاص اس مقصد کیلئے بنایا تھا۔

١٨ اس آیتِ مبارکہ میں اصحابِ کہف کی حالت کا مرعوب کن ہونا بیان کیا گیا ہے، یعنی جو شخص بھی غار میں جھانک کر دیکھے، سخت دہشت زدہ ہوجائے، اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہ لاسکے اور مرعوب ہوکر وہاں سے بھاگ کھڑا ہو، یہاں اس منظر کے صرف تین اہم نکات بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ سوئے ہوئے ہونے کے باوجود بیدار معلوم ہوتے ہیں، دوسرا یہ کہ اس قدر گہری نیند ہونے کے باوجود وہ دائیں بائیں کروٹیں بھی بدلتے رہتے ہیں، تاکہ جسم ایک ہی حالت پر رہنے کی وجہ سے زمین کے اثرات سے متاثر نہ ہو، اور تیسرا نکتہ یہ کہ غار کی چوکھٹ اور دہانے پر ان کا کتا اپنے بازو پھیلائے بیٹھا ہوا ہے، وہ کتا بھی ان کے ساتھ امر ہوگیا، قرآنِ کریم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی اس غار کے اندر جھانک کر دیکھے گا، اس پر دہشت طاری ہوجائے گی اور وہ وہاں سے الٹے پیروں بھاگ جائیگا، اس کیفیت کا تعلق اصحاب کہف کی پہلی نیند سے ہے یا دوسری مرتبہ سونے سے؟ قرآن اس سے خاموش ہے اور بظاہر اس باریکی میں جانے کی کوئی خاص وجہ بھی نہیں ہے اس لیے ہمیں اسی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ

يَوْمًا	اَوْ	بَعْضَ	يَوْمٍ	قَالُوْا	رَبُّكُمْ	اَعْلَمُ	بِمَا	لَبِثْتُمْ	فَابْعَثُوْٓا	اَحَدَكُمْ
ایک دن	یا	کچھ حصہ	ایک دن کا	کہا انہوں نے	تمہارا رب	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	تم ٹھہرے	سو بھیجو تم	کسی ایک کو

یا اُس کا بھی کچھ حصہ یہاں رہے ہیں، پھر کہنے لگے کہ تمہارے رب کو زیادہ معلوم ہے کہ تم کتنا عرصہ یہاں رہے، سو اب اپنے میں سے

بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ

بِوَرِقِكُمْ	هٰذِهٖٓ	اِلَى	الْمَدِيْنَةِ	فَلْيَنْظُرْ	اَيُّهَآ	اَزْكٰى	طَعَامًا	فَلْيَاْتِكُمْ
اپنی چاندی کے ساتھ	یہ	طرف	شہر کے	سو وہ دیکھ لے	کون سا	حلال	کھانا	تو چاہیے کہ تمہارے پاس لائے

ایک آدمی کو یہ چاندی دیکر شہر بھیجو اور وہ دیکھ بھال کر لے کہ کون سا کھانا حلال ہے؟ پھر اس میں سے کھانے کیلئے

بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝۱۹ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا

بِرِزْقٍ	مِّنْهُ	وَلْيَتَلَطَّفْ	وَ	لَا	يُشْعِرَنَّ	بِكُمْ	اَحَدًا ۝۱۹	اِنَّهُمْ	اِنْ	يَّظْهَرُوْا
کچھ کھانے کو	اسمیں سے	اور چاہیے کہ نرمی کرے	اور	نہ	خبر دے	تمہاری	کسی ایک کو	بیشک وہ	اگر	غالب آگئے

کچھ لے آئے، نرمی سے کام لے اور تمہارے متعلق کسی کو بھی کچھ نہ بتائے۔ ۱۹ کیونکہ وہ لوگ اگر تم پر غالب

عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝۲۰

عَلَيْكُمْ	يَرْجُمُوْكُمْ	اَوْ	يُعِيْدُوْكُمْ	فِيْ	مِلَّتِهِمْ	وَ	لَنْ	تُفْلِحُوْٓا	اِذًا	اَبَدًا ۝۲۰
تم پر	سنگسار کر دیں گے تمہیں	یا	تمہیں لوٹا دیں گے	بیچ	اپنے دین کے	اور	ہرگز نہ	کامیاب ہو گے تم	اس وقت	کبھی بھی

آگئے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے، یا تمہیں اپنے دین میں واپس لوٹا دیں گے اور اس وقت تم کبھی بھی ہرگز کامیاب نہ ہو سکو گے۔ ۲۰

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ

وَ	كَذٰلِكَ	اَعْثَرْنَا	عَلَيْهِمْ	لِيَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ	وَّ	اَنَّ	السَّاعَةَ
اور	اسی طرح	ہم نے مطلع کر دیا	ان پر	تا کہ وہ جان لیں	کہ بیشک	وعدہ	اللہ کا	برحق	اور	بیشک	قیامت

اِس طرح ہم نے لوگوں کو اُن کے حوالے سے مطلع کر دیا، تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور یہ کہ قیامت میں

لَا رَيْبَ فِيْهَا ڄ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ

لَا	رَيْبَ	فِيْهَا	اِذْ	يَتَنَازَعُوْنَ	بَيْنَهُمْ	اَمْرَهُمْ	فَقَالُوا	ابْنُوْا	عَلَيْهِمْ	بُنْيَانًا
نہیں	کوئی شک	اسمیں	جب	وہ ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے	آپس میں	اُن کے معاملے میں	تو کہنے لگے وہ	تعمیر کر دو	ان پر	ایک عمارت

کوئی شک نہیں ہے، اُس وقت وہ اُن کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے، چنانچہ وہ کہنے لگے کہ تم ان کے اوپر کوئی عمارت تعمیر کر دو،

نِصْفُ الْقُرْاٰنِ بِاعْتِبَارِ عَدَدِ الْحُرُوْفِ بِاَنَّ التَّاءَ بَعْدَ الْفَاءِ مِنَ النِّصْفِ الْاَوَّلِ وَاللَّامَ الثَّانِيَةَ مِنَ النِّصْفِ الْاَخِيْرِ ۱۲

۱۹ اس آیت مبارکہ میں اصحاب کہف کے دوبارہ بیدار ہونے اور آپس میں ایک دوسرے سے سوال جواب کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن درمیان کے واقعات قرآن کریم نے حذف کر دیے ہیں، آیا دقیانوس کے کارندے اصحابِ کہف کا سراغ لگانے میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟ اصحابِ کہف کے اہل خانہ کے ساتھ دقیانوس نے کیا سلوک کیا؟ کفر و شرک اور بت پرستی کی یہ حکومت کب تک چلی؟ اہل توحید کو حکومت اور اقتدار کیسے مل گیا؟ کیا لوگوں میں اصحابِ کہف کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا یا نہیں؟ مؤرخین نے ان سوالات کے جواب تلاش کیے ہیں، لیکن قرآن کریم ان سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے اصلی مقصد پر توجہ مرکوز کرتا ہے کہ جب وہ لوگ سینکڑوں سال کی طویل نیند سے بیدار ہوئے تو انہیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ہی سوئے ہوں گے، لیکن اس بحث میں الجھنے کی بجائے انہوں نے اپنی بھوک مٹانے کیلئے کھانے کا بندوبست کرنا ضروری سمجھا، وہ آپس میں حلال کھانے کی اہمیت پر بات کر رہے تھے کہ جو آدمی بھی کھانا لینے جائے، اسے تین باتوں کا خیال رکھنا ہے، پہلی یہ کہ کھانا حلال ہو، حرام نہ ہو، دوسری یہ کہ غیر ضروری سختی اور ترشی کی بجائے نرم روی کا مظاہرہ کرے اور تیسری یہ کہ کسی کو اپنے متعلق پتہ نہ لگنے دے، تا کہ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائے، گویا اس وقت اپنے عقیدے کی دعوت دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ فی الحال بھوک مٹانے کے اسباب فراہم کرنا ضروری ہے، اگلا مرحلہ بعد میں دیکھا جائیگا۔

۲۰۔ اس آیتِ مبارکہ میں اصحابِ کہف کے احتیاط کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے، وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ وہ سینکڑوں سال اس غار میں سوتے رہے ہیں اور اس دوران ہر چیز ہی بدل گئی ہے، شہر ویران ہو گئے، ویرانے آباد ہو گئے، گاؤں شہر بن گئے اور شہر کھنڈر بن گئے، لوگوں کی کئی نسلیں ختم ہو چکی ہیں، دقیانوس کی حکومت قصۂ پارینہ بن چکی ہے، کفر و شرک اور بت پرستی کی تمام علامات مٹائی جا چکی ہیں، لوگ اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنے مالکِ حقیقی کی تعریف اور عبادت کر رہے ہیں، کسی توحید پرست کو اپنا ایمان بچانے کیلئے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اگر شہر کے لوگوں کو ہماری خبر لگ گئی تو وہ ہمیں شہنشاہ کے سامنے سجدہ نہ کرنے کے جرم میں سنگسار کر دیں گے، ورنہ ہمیں اپنے آبائی دین میں واپس لوٹ جانے پر مجبور کریں گے، ظاہر ہے کہ ایسا ہونے کی صورت میں ہم کامیابی کے اس راستے سے محروم ہو جائیں گے جس کی خاطر ہم نے اتنی بڑی قربانی دی ہے۔

رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ

رَبُّهُمْ	اَعْلَمُ	بِهِمْ	قَالَ	الَّذِيْنَ	غَلَبُوْا	عَلٰٓي	اَمْرِهِمْ	لَنَتَّخِذَنَّ	عَلَيْهِمْ
ان کا رب	زیادہ جانتا ہے	انہیں	کہا	ان لوگوں نے جو	غالب ہوئے	پر	اپنے معاملے کے	البتہ ضرور بنائیں گے ہم	ان پر

اُن کا رب اُن کا حال زیادہ جانتا ہے، جو لوگ معاملات پر غالب تھے، وہ کہنے لگے کہ ہم ان پر ایک مسجد

مَّسْجِدًا ۝۲۱ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ

مَّسْجِدًا ۝۲۱	سَيَقُوْلُوْنَ	ثَلٰثَةٌ	رَّابِعُهُمْ	كَلْبُهُمْ	وَ	يَقُوْلُوْنَ	خَمْسَةٌ
ایک مسجد	عنقریب وہ کہیں گے	تین	چوتھا ان میں	ان کا کتا	اور	کہیں گے	پانچ

تعمیر کریں گے۔ [۲۱] عنقریب لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے، چوتھا اُن کا کتا تھا، بعض لوگ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے،

سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ

سَادِسُهُمْ	كَلْبُهُمْ	رَجْمًۢا	بِالْغَيْبِ	وَ	يَقُوْلُوْنَ	سَبْعَةٌ	وَّثَامِنُهُمْ
چھٹا ان میں	ان کا کتا	پتھر مارنا	بن دیکھے	اور	کہیں گے	سات	اور آٹھواں ان میں

چھٹا اُن کا کتا تھا، یہ تو بن دیکھے پتھر مارنا ہے، اور بعض کہیں گے کہ وہ سات تھے، آٹھواں

كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڣ فَلَا

كَلْبُهُمْ	قُلْ	رَّبِّيْٓ	اَعْلَمُ	بِعِدَّتِهِمْ	مَّا	يَعْلَمُهُمْ	اِلَّا	قَلِيْلٌ	فَلَا
ان کا کتا	تُو کہہ	میرا رب	زیادہ جانتا ہے	ان کی تعداد کو	نہیں	جانتے انہیں	مگر	تھوڑے لوگ	سو مت

اُن کا کتا تھا، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اُن کی تعداد کو خوب جانتا ہے، اُنہیں بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں، سو

تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝۲۲ ع ۵ ۱۵

تُمَارِ	فِيْهِمْ	اِلَّا	مِرَاۗءً	ظَاهِرًا	وَّ	لَا	تَسْتَفْتِ	فِيْهِمْ	مِّنْهُمْ	اَحَدًا ۝۲۲
جھگڑا کر	ان میں	مگر	تکرار	سرسری	اور	مت	پوچھ	بیچ ان کے	ان میں سے	کسی ایک سے

آپ ان کے متعلق جھگڑا نہ کیجئے، سوائے اِس کے کہ سرسری طور پر تکرار ہو جائے اور آپ ان کے متعلق کسی سے بھی تحقیق مت کیجئے۔ [۲۲]

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝۲۳ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ

وَ	لَا	تَقُوْلَنَّ	لِشَايْءٍ	اِنِّىْ	فَاعِلٌ	ذٰلِكَ	غَدًا ۝۲۳	اِلَّآ	اَنْ	يَّشَاۗءَ	اللّٰهُ	وَ	اذْكُرْ
اور	مت	کہہ ہرگز	کسی چیز کیلئے	بیشک میں	کرنے والا ہوں	وہ	کل آئندہ	مگر	یہ کہ	چاہے	اللہ	اور	یاد کر

اور آپ کسی کام کے متعلق ہرگز نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کردوں گا۔ [۲۳] مگر یہ کہ اللہ چاہے، اور جب بھول جائیں

[۲۱] اس آیتِ مبارکہ میں اصحابِ کہف کو اس طویل نیند کے بعد بیدار کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے، اس میں اس کا پس منظر اور پیش منظر دونوں آ گئے ہیں، پس منظر یہ کہ عقیدۂ توحید پر قائم ہونے کے باوجود لوگوں میں دوبارہ زندگی کے حوالے سے معرکۃ الآراء مناظرے ہو رہے تھے، بعض لوگ صرف روحانی زندگی کے قائل تھے، بعض صرف جسمانی زندگی تسلیم کرتے تھے، بعض روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی زندگی کے قائل تھے اور بعض دونوں کا انکار کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اپنی قدرت کا ایک نمونہ لوگوں کو دکھائے، جس کے بعد یہ جھگڑا ختم ہو جائے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کیسے ممکن ہے؟ اور لوگوں کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ جو رب سینکڑوں سال چند نوجوانوں کو سلا کر دوبارہ بیدار کر سکتا ہے، وہ مرنے کے بعد لوگوں کو دوبارہ زندہ بھی کر سکتا ہے، اسی سے قیامت کا برحق ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے اور مُردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے، اور پیش منظر یہ کہ جب لوگوں کو اس عجیب واقعے کی اطلاع ہوئی تو وہ جوق در جوق اصحابِ کہف سے ملاقات کیلئے اس غار کی جانب روانہ ہو گئے، خود بادشاہ اپنے وزیروں، مشیروں اور معززینِ شہر کے ہمراہ ان سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا، لوگ وہاں کوئی یادگار تعمیر کرنا چاہتے تھے، بادشاہ اور اس کی کابینہ نے وہاں ایک مسجد تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

[۲۲] اس آیتِ مبارکہ میں اصحابِ کہف کی تعداد کے حوالے سے مختلف اقوال نقل کر کے ان میں سے ایک قول کی تردید کی گئی ہے جس کے مطابق اصحابِ کہف کل پانچ افراد تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا، اسے بن دیکھے تیر چلانا کہا گیا ہے، دراصل بہت کم لوگ اصحابِ کہف کی اصل تعداد کو جانتے ہیں اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اس لیے نبی اکرم ﷺ کو اس سلسلے میں دو ہدایتیں دی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اصحابِ کہف کے متعلق کسی سے تکرار کرنے کی ضرورت نہیں، سرسری بات ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، دوسری یہ کہ کسی سے بھی ان کے متعلق تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ حقیقت وہی ہے جو یہاں بیان کر دی گئی، اس کے علاوہ مؤرخین نے جو تفصیلات ذکر کی ہیں، ان میں مبالغہ آرائی، غلط بیانی اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے، اس لیے اس کے پیچھے پڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

[۲۳] [۲۴] ان دونوں آیتوں کو ایک خاص پس منظر میں پڑھنا چاہیے کہ جب مشرکین مکہ نے نبی اکرم ﷺ سے اصحابِ کہف کے متعلق سوال پوچھا تو آپ نے یہ سوچ کر کہ جبریل آئیں گے تو ان سے پوچھ کر بتا دوں گا، فرما دیا کہ کل بتا دوں گا، ذہن سے انشاء اللہ کہنا نکل گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے پندرہ دن تک جبریل امین خدمتِ اقدس میں حاضر ہی نہ ہوئے۔ =

رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا

رَبَّكَ	اِذَا	نَسِيْتَ	وَقُلْ	عَسٰٓى	اَنْ	يَهْدِيَنِ	رَبِّيْ	لِاَقْرَبَ	مِنْ	هٰذَا
اپنے رب کو	جب	تُو بھول جائے	اور تُو کہہ	امید ہے	یہ کہ	رہنمائی کرے گا میری	میرا رب	زیادہ قریب	سے	اس کے

تو اپنے رب کو یاد کیجئے، اور کہہ دیجئے کہ عنقریب میرا رب مجھے اِس سے زیادہ قریب کی راہِ نیکی کی طرف ہدایت

رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ

رَشَدًا ﴿۲۴﴾	وَ	لَبِثُوْا	فِيْ	كَهْفِهِمْ	ثَلٰثَ	مِائَةٍ	سِنِيْنَ	وَازْدَادُوْا	تِسْعًا ﴿۲۵﴾	قُلِ
نیکی کی	اور	ٹھہرے وہ	بیچ	اپنے غار کے	تین	سو	سال	اور مزید رہے	نو سال	تُو کہہ

عطا فرمائے گا۔ ۲۴ اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور اُس پر نو سال مزید رہے۔ ۲۵ آپ فرما دیجئے کہ

اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ

اللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	لَبِثُوْا ۚ	لَهٗ	غَيْبُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ؕ	اَبْصِرْ بِهٖ
اللہ	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	وہ ٹھہرے	اس کیلئے	بھید	آسمانوں کے	اور	زمین کے	کیا خوب دیکھتا ہے وہ

اللہ زیادہ جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت رہے، اُسی کے پاس آسمانوں اور زمین کے بھید ہیں، وہ کیا خوب دیکھتا

وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ز وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ

وَ	اَسْمِعْ ؕ	مَا	لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِهٖ	مِنْ	وَّلِيٍّ ز	وَّ	لَا	يُشْرِكُ	فِيْ	حُكْمِهٖٓ
اور	کیا خوب سنتا ہے وہ	نہیں	ان کیلئے	سے	اس کے علاوہ	سے	کوئی دوست	اور	نہیں	شریک کرتا وہ	بیچ	اپنے حکم کے

اور سنتا ہے، اُس کے علاوہ اُن کا کوئی دوست نہیں ہے اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک

اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ

اَحَدًا ﴿۲۶﴾	وَاتْلُ	مَآ	اُوْحِيَ	اِلَيْكَ	مِنْ	كِتَابِ	رَبِّكَ ۚ	لَا	مُبَدِّلَ
کسی ایک کو	اور تلاوت کر	وہ جو	وحی کی گئی	تیری طرف	سے	کتاب کے	تیرے رب کی	نہیں	کوئی تبدیل کرنے والا

نہیں کرتا۔ ۲۶ اور آپ پر آپ کے رب کی جانب سے جو کتاب وحی کی گئی ہے، اُس کی تلاوت کیجئے، اُس کے احکامات کو کوئی تبدیل

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ قف وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ	وَ	لَنْ	تَجِدَ	مِنْ	دُوْنِهٖ	مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾	وَاصْبِرْ	نَفْسَكَ	مَعَ
اس کے کلمات کو	اور	ہرگز نہیں	پائے گا تُو	سے	اس کے علاوہ	چھپنے کی کوئی جگہ	اور روکے رکھ	اپنی ذات کو	ہمراہ

نہیں کر سکتا، اور آپ اُس کے سوا چھپنے کی کوئی جگہ ہرگز نہ پائیں گے۔ ۲۷ اور آپ اپنی ذات کو اُن لوگوں کے ساتھ

= نبی اکرم ﷺ کی طبیعت پر سخت بوجھ ہوا، ادھر مشرکین نے بھانت بھانت کی بولیاں بولنا شروع کر دیں، بالآخر وحی نازل ہوئی، اصحابِ کہف کا قصہ بھی سنایا گیا اور آئندہ کیلئے ان شاء اللہ کہنے کی تاکید کی گئی، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض اوقات انسان بھول بھی تو جاتا ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ جوں ہی یاد آئے، اپنے رب کا ذکر کرے اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور سیدھے راستے کی دعا کرے۔

۲۵ اس آیتِ مبارکہ میں اصحابِ کہف کے غار میں ٹھہرنے کی کل مدت تین سو نو سال بیان کی گئی ہے لیکن اسلوبِ بیان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تین سو سال اور نو سال ایک دوسرے سے مختلف ہیں، سو بعض مفسرین کا خیال ہے کہ تین سو سال کی مدت شمسی مہینوں کے اعتبار سے ہے، جس میں قمری مہینوں کے اعتبار سے نو سال کا اضافہ کیا جائے تو یہ مدت تین سو نو سال بن جاتی ہے، بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ تین سو سال تک سوئے رہنے کے بعد اصحابِ کہف کی آنکھ کھلی، لیکن وہ پھر دوبارہ سو گئے اور نو سال بعد دوبارہ بیدار ہوئے، ظاہر ہے کہ ان احتمالات کیلئے کوئی مستند اور مضبوط ذریعہ دستیاب نہیں ہے، اس ناکارہ کے نزدیک یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اصحابِ کہف تین سو سال تک مسلسل سونے کے بعد بیدار ہوئے، بھوک لگنے پر ایک آدمی کو کھانا لانے کیلئے بھیجا، یوں شہر کے لوگوں کو ان کے احوال معلوم ہوئے، لوگ ان سے ملاقات کیلئے ان کے غار میں پہنچے اور ان سے شہر میں چلنے کی فرمائش کی، لیکن اصحابِ کہف نے اسی غار میں رہنے کو ترجیح دی اور دوبارہ سو گئے، اس مرتبہ وہ صرف نو سال سوتے رہے، ممکن ہے کہ اس بیداری کے بعد کچھ وقت انہوں نے اللہ کی عبادت میں گزارا ہو اور اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا ہو، لیکن یہ بھی صرف احتمال ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۶ اس آیتِ مبارکہ میں اصحابِ کہف کے غار میں رہنے کی حقیقی مدت اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالے کر دی گئی ہے اور یقیناً وہی اس غار میں ان کے قیام کی اصل مدت سے واقف ہے، کیونکہ زمین و آسمان کی ہر پوشیدہ چیز اس کے سامنے ظاہر ہے، وہ خوب دیکھتا اور سنتا ہے، وہی اپنے بندوں کے تمام معاملات کا کارساز ہے، اس کے حکم میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے، وہ اپنے فیصلوں میں آزاد اور خود مختار ہے، اسے کسی کے مشورے یا اجازت کی ضرورت نہیں۔

۲۷ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نازل فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کو تبدیل کرنا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ ان کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر کسی انسان کو کہیں جائے پناہ نہیں مل سکتی، انسان جتنا مرضی بھاگ لے، بالآخر اسے اللہ تعالیٰ کے پاس ہی واپس آنا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ وہ پہلے ہی اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کر لے۔

اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ

اَلَّذِیْنَ	یَدْعُوْنَ	رَبَّهُمْ	بِالْغَدٰوةِ	وَ	الْعَشِیِّ	یُرِیْدُوْنَ	وَجْهَهٗ	وَ	لَا	تَعْدُ
ان لوگوں کے جو	پکارتے ہیں	اپنے رب کو	صبح	اور	شام	چاہتے ہیں وہ	اس کی ذات	اور	مت	ہٹا

روکے رکھیں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں، آپ اُن سے اپنی

عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ

عَیْنٰكَ	عَنْهُمْ ۚ	تُرِیْدُ	زِیْنَةَ	الْحَیٰوةِ	الدُّنْیَا ۚ	وَ	لَا	تُطِعْ	مَنْ	اَغْفَلْنَا	قَلْبَهٗ
اپنی نگاہیں	ان سے	تُو چاہتا ہے	زینت	زندگی کی	دنیا کی	اور	مت	اطاعت کر	وہ جو	غافل کر دیا ہم نے	اس کا دل

نظریں نہ ہٹائیں، کہ دنیوی زندگی کی زینت چاہیں اور اُس شخص کی بات نہ مانیے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے

عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿٢٨﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫

عَنْ	ذِكْرِنَا	وَاتَّبَعَ	هَوٰىهُ	وَ	كَانَ	اَمْرُهٗ	فُرُطًا ﴿٢٨﴾	وَ	قُلِ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكُمْ ۫
سے	اپنی یاد کے	اور پیروی کی اس نے	اپنی خواہش کی	اور	تھا	اس کا معاملہ	حد سے نکلا ہوا	اور	تُو کہہ	حق	سے	تیرے رب کے

غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا ہے اور اُس کا معاملہ حد سے باہر نکلا ہوا ہے ٢٨ آپ فرما دیجئے کہ حق تو تمہارے رب کی طرف سے ہے،

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ

فَمَنْ	شَآءَ	فَلْیُؤْمِنْ	وَّ	مَنْ	شَآءَ	فَلْیَكْفُرْ ۙ	اِنَّآ	اَعْتَدْنَا	لِلظّٰلِمِیْنَ	نَارًا ۙ
سو جو	چاہے	تو ایمان لے آئے	اور	جو	چاہے	تو کفر کرے	بیشک ہم نے	تیار کر رکھی ہے	ظالموں کیلئے	آگ

سو جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے، بیشک ہم نے ظالموں کیلئے ایک آگ تیار کر رکھی ہے

اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی

اَحَاطَ	بِهِمْ	سُرَادِقُهَا ۭ	وَ	اِنْ	یَّسْتَغِیْثُوْا	یُغَاثُوْا	بِمَآءٍ	كَالْمُهْلِ	یَشْوِی
احاطہ کرلیں گی	ان کا	اس کی قناتیں	اور	اگر	وہ پانی مانگیں گے	فریاد رسی کئے جائیں گے	پانی سے	جیسے پیپ	بھون دے گا وہ

جس کی قناتیں اُن کا احاطہ کرلیں گی، اگر وہ پانی مانگیں گے تو اُن کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جیسے پیپ ہو، وہ چہروں کو بھون

الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

الْوُجُوْهَ ۭ	بِئْسَ	الشَّرَابُ ۭ	وَ	سَآءَتْ	مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾	اِنَّ	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا
چہروں کو	بدترین	مشروب	اور	بدترین	آرام گاہ	بیشک	جو لوگ	ایمان لائے

ڈالے گا، بہت برا ہے یہ مشروب، اور بدترین آرام گاہ ہے۔ ٢٩ بیشک جو لوگ ایمان لائے

٢٨ اس آیت مبارکہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان میں سے بھی خصوصیت کے ساتھ فقراء صحابہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی گئی ہے اور ان کے دو خصوصی وصف بیان کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ انہیں اپنی ہم نشینی کا شرف عطا فرمائے رکھیں، پہلا وصف یہ کہ وہ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان کے مقابلے میں رؤساء و معززین مکہ ہیں جو اپنے کفر و شرک اور بت پرستی پر قائم ہیں، جنہیں ان غرباء کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی توہین محسوس ہوتی ہے، اگر ان دونوں گروہوں کا موازنہ کیا جائے تو ایک طرف ہمیں اخلاص، للّٰہیت، قربانی، اطاعت، محبت اور خدمت جیسے پاکیزہ جذبات نظر آتے ہیں، جبکہ دوسری طرف تکبر، خود پسندی، چوہدراہٹ کا گھمنڈ، آبائی فخر و غرور، مفاد پرستی، خواہش نفس کی پیروی، ذکر اللہ سے غفلت اور دنیا کی ظاہری زیب و زینت دکھائی دیتی ہے، کوئی بھی دانشمند آدمی پہلے گروہ کو چھوڑ کر دوسرے گروہ کو ترجیح دینا پسند نہیں کرے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نہیں کرتے تھے، یہاں ان سے خطاب کر کے امت کو سنانا مقصود ہے، نیز اس سے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا پہلو نمایاں کرنا بھی پیش نظر ہے۔

٢٩ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کو ایمان اور کفر کے درمیان اختیار دیا گیا ہے، کیونکہ انسان مجبورِ محض ہے، اسے اپنی مرضی سے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، چاہے تو ایمان لے آئے اور چاہے تو کفر اختیار کر لے، حق بات وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور وہ یہ کہ دنیا میں جو لوگ کفر و شرک کو ترجیح دیکر اپنی جانوں پر ظلم کریں گے، آخرت میں انہیں اس کی بدترین سزا بھگتنا پڑے گی، اس کا ایک منظر یوں تصور کرو کہ کسی شخص کے چاروں طرف قناتیں لگی ہوئی ہوں، وہ وہاں سے بھاگ کر نکل نہ سکتا ہو اور وہ قناتیں کپڑے یا پیراشوٹ کی نہ ہوں، آگ کی ہوں، وہ شخص آگ میں کس قدر ہلکان ہوگا، پھر جب پیاس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ پینے کیلئے پانی مانگے تو اسے اس قدر کھولتی ہوئی پیپ دی جائے جو چہرے کے قریب پہنچنے پر کھال کو جلا دے، کیا ایسی قناتوں میں انسان آرام سے رہ سکتا ہے؟ کیا ایسا مشروب انسان کیلئے خوشگوار اور لذت بخش ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انسان کو اپنے کفر و شرک پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا ﴿ۚ۳۰﴾ اُولٰٓئِکَ

وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	اِنَّا	لَا	نُضِیۡعُ	اَجۡرَ	مَنۡ	اَحۡسَنَ	عَمَلًا ﴿ۚ۳۰﴾	اُولٰٓئِکَ
اور	عمل کیے انہوں نے	اچھے	بیشک ہم	نہیں	ضائع کرتے	ثواب	اس کا جو	اچھے کرے	عمل	یہی لوگ

اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے، ہم اُن لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جنہوں نے اچھے اعمال کیے ہوں۔ ﴿۳۰﴾ انہی

لَهُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ

لَهُمۡ	جَنّٰتُ	عَدۡنٍ	تَجۡرِیۡ	مِنۡ	تَحۡتِهِمُ	الۡاَنۡهٰرُ	یُحَلَّوۡنَ	فِیۡهَا	مِنۡ
ان کیلئے	باغات	ہمیشہ رہنے کے	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	زیور پہنائے جائیں گے	اسمیں	سے

لوگوں کیلئے ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں اُنہیں سونے کے

اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّ یَلۡبَسُوۡنَ ثِیَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ

اَسَاوِرَ	مِنۡ	ذَهَبٍ	وَّ	یَلۡبَسُوۡنَ	ثِیَابًا	خُضۡرًا	مِّنۡ	سُنۡدُسٍ
کنگنوں کے	سے	سونے کے	اور	پہنیں گے وہ	کپڑے	سبز	سے	باریک ریشمی

کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اورموٹے ریشمی کپڑے

وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَّکِـِٕیۡنَ فِیۡهَا عَلَی الۡاَرَآئِکِ ؕ نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتۡ

وَّ	اِسۡتَبۡرَقٍ	مُّتَّکِـِٕیۡنَ	فِیۡهَا	عَلَی	الۡاَرَآئِکِ ؕ	نِعۡمَ	الثَّوَابُ ؕ	وَ	حَسُنَتۡ
اور	موٹے ریشمی	تکیہ لگائے ہوئے	اسمیں	پر	تختوں کے	کیا خوب	ثواب	اور	بہترین

پہنیں گے، وہاں وہ تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے، کیا خوب ثواب ہے اور کیا خوب

مُرۡتَفَقًا ﴿ع۳۱﴾ وَ اضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَیۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا

مُرۡتَفَقًا ﴿۳۱﴾	وَ	اضۡرِبۡ	لَهُمۡ	مَّثَلًا	رَّجُلَیۡنِ	جَعَلۡنَا	لِاَحَدِهِمَا
آرام گاہ	اور	بیان کر	ان کیلئے	مثال	دو آدمیوں کی	بنائے ہم نے	ان میں سے ایک کیلئے

آرام گاہ ہے۔ ﴿۳۱﴾ اور آپ اِن کے سامنے دو آدمیوں کا واقعہ بیان کیجئے جن میں سے ایک کو ہم نے

جَنَّتَیۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّ حَفَفۡنٰهُمَا بِنَخۡلٍ وَّ جَعَلۡنَا بَیۡنَهُمَا زَرۡعًا ﴿ؕ۳۲﴾

جَنَّتَیۡنِ	مِنۡ	اَعۡنَابٍ	وَّ	حَفَفۡنٰهُمَا	بِنَخۡلٍ	وَّ	جَعَلۡنَا	بَیۡنَهُمَا	زَرۡعًا ﴿ؕ۳۲﴾
دو باغ	سے	انگوروں کے	اور	ڈھانپ دیا انہیں	کھجوروں سے	اور	رکھی ہم نے	ان دونوں کے درمیان	فصل

انگوروں کے دو باغ دیئے تھے، اور اُنہیں کھجوروں سے ڈھانپ دیا تھا، اور اُن دونوں کے درمیان فصل رکھی تھی۔ ﴿۳۲﴾

۴ ع۹ ۱۶

﴿۳۰﴾ اس آیت مبارکہ میں اہلِ ایمان کو خوشخبری دی گئی ہے کہ جو مؤمن بھی نیک عمل کرے گا، ہم اس کی نیکی اور اجر و ثواب کو ضائع نہیں ہونے دیںگے، ہمارے پاس اس کی ہر نیکی محفوظ رہے گی، یہ اتنی بڑی بشارت ہے کہ انسان اسے سن کر مزید نیکیاں جمع کرنے کا خواہش مند بن جاتا ہے کیونکہ اسے اپنے رب کے وعدے پر یقین ہوتا ہے۔

﴿۳۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح کا اہتمام کرنے والوں کیلئے بہترین ثواب اور بہترین آرام گاہ کا وعدہ کیا گیا ہے، انہیں بہترین باغات عطا کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے، انہیں موٹے اور باریک ریشمی لباس پہننے کیلئے دیئے جائیں گے جن کے رنگ سبز ہوں گے، وہ عالیشان تختوں پر نہایت عزت و وقار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا کریں گے، ان نعمتوں کا تصور ہی انسان کے دل و دماغ میں شگوفے کھلا دیتا ہے، حقیقت اس سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔

﴿۳۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دو آدمیوں کی مثال بیان کی گئی ہے، مثال کا مقصد مخاطب کو اپنی بات سمجھانا ہوتا ہے، بعض اوقات مثال فرضی بھی ہوتی ہے اور بعض اوقات حقیقی بھی ہوتی ہے، یہاں بھی مفسرین کے دو قول ہیں، بعض مفسرین نے اسے فرضی اور بعض نے اسے حقیقی مثال قرار دیا ہے، دونوں صورتوں میں مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ دنیا اور اس کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں، تکبر اللہ کو پسند نہیں ہے اور اس کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے، نیز یہ کہ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے اور انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، یہ مثال دو آدمیوں کے گرد گھومتی ہے جن میں سے ایک کے پاس انگور کے دو بہترین باغ تھے، ان باغات کو بہترین منصوبہ بندی کے ساتھ تیار کیا گیا تھا، چہار اطراف کناروں پر کھجوروں کے درخت اور بیچوں بیچ قابل کاشت زمین، جہاں موقع کی مناسبت سے فصل کاشت کی جاتی تھی۔

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

كِلْتَا	الْجَنَّتَيْنِ	اٰتَتْ	اُكُلَهَا	وَ	لَمْ	تَظْلِمْ	مِّنْهُ	شَيْـًٔا	وَّفَجَّرْنَا	خِلٰلَهُمَا
دونوں	باغ	لاتے تھے	اپنا پھل	اور	نہیں	کم کرتے تھے	اسمیں سے	کچھ بھی	اور بہادی ہم نے	ان دونوں کے بیچ

دونوں باغ اپنا پھل لاتے تھے اور اس میں کچھ کمی نہیں کرتے تھے ، اور ہم نے اُن دونوں کے بیچوں بیچ ایک نہر جاری

نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ

نَهَرًا ﴿٣٣﴾	وَّ	كَانَ	لَهٗ	ثَمَرٌ	فَقَالَ	لِصَاحِبِهٖ	وَ	هُوَ	يُحَاوِرُهٗٓ	اَنَا	اَكْثَرُ
ایک نہر	اور	ہوا	اس کیلئے	پھل	سوکہا اس نے	اپنے ساتھی سے	اور	وہ	باتیں کررہا تھا اس سے	میں	زیادہ ہوں

کر دی تھی۔ ۳۴ اور اُسے اُس کا پھل ملا، تو وہ اپنے ساتھی سے باتیں کرتا ہوا کہنے لگا کہ میں مال کے اعتبار سے تجھ سے زیادہ

مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ

مِنْكَ	مَالًا	وَّاَعَزُّ	نَفَرًا ﴿٣٤﴾	وَ	دَخَلَ	جَنَّتَهٗ	وَ	هُوَ	ظَالِمٌ	لِّنَفْسِهٖ	قَالَ	مَآ	اَظُنُّ
تجھ سے	مال میں	اور معزز ترین	افراد میں	اور	داخل ہوا	اپنے باغ میں	اور	وہ	ظلم کرنے والا	اپنی جان پر	کہا اس نے	نہیں	سمجھتا میں

اور افراد کے اعتبار سے معزز ترین ہوں۔ ۳۵ اور وہ اپنے باغ میں اس طرح داخل ہوا کہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا

اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى

اَنْ	تَبِيْدَ	هٰذِهٖٓ	اَبَدًا ﴿٣٥﴾	وَّ	مَآ	اَظُنُّ	السَّاعَةَ	قَآئِمَةً	وَّلَئِنْ	رُّدِدْتُّ	اِلٰى
یہ کہ	فنا ہوگا	یہ	کبھی	اور	نہیں	سمجھتا میں	قیامت کو	قائم ہونے والی	اور البتہ اگر	مجھے لوٹایا گیا	طرف

کہ یہ کبھی بھی فنا ہوگا۔ ۳۶ اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت بھی قائم ہو گی، اور اگر مجھے اپنے رب کے پاس

رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ

رَبِّيْ	لَاَجِدَنَّ	خَيْرًا	مِّنْهَا	مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾	قَالَ	لَهٗ	صَاحِبُهٗ	وَ	هُوَ	يُحَاوِرُهٗٓ
اپنے رب کے	البتہ ضرور پاؤں گا	زیادہ بہتر	اس سے	پلٹنے کی جگہ	کہا	اس سے	اس کے ساتھی نے	اور	وہ	باتیں کررہا تھا اس سے

لوٹایا گیا تو میں اس سے بھی بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔ ۳۷ اُس سے اُس کا ساتھی باتیں کرتا ہوا کہنے لگا

اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ

اَكَفَرْتَ	بِالَّذِيْ	خَلَقَكَ	مِنْ	تُرَابٍ	ثُمَّ	مِنْ	نُّطْفَةٍ	ثُمَّ	سَوّٰىكَ
کیا تو نے کفر کیا	اس ذات سے	پیدا کیا اس نے تجھے	سے	مٹی کے	پھر	سے	پانی کے قطرے کے	پھر	تجھے برابر کردیا

کہ کیا تُو اس ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے، پھر پانی کے ناپاک قطرے سے پیدا کیا ، پھر تجھے برابر

۳۲-۳۳۔ اس آیتِ مبارکہ میں دونوں باغوں کی پیداواری صلاحیت اور اس کیلئے پانی کا بہترین انتظام بیان کیا گیا ہے، چنانچہ وہ دونوں باغ اپنی پوری پیداوار لیکر آتے تھے، کسی کا پھل کم نہیں ہوتا تھا اور انہیں سیراب کرنے کیلئے ایک نہر انہی باغوں کے درمیان جاری کردی گئی تھی جس سے وہ باغ ہمہ وقت سیراب رہتے تھے اور کبھی بھی پانی کی قلت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔

۳۴۔ اس آیتِ مبارکہ میں اس شخص کو اپنی محنت کا پھل ملنے کا ذکر کر کے اپنے ساتھی سے اس کا مکالمہ بیان کیا گیا ہے، اس مکالمے میں واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے سامنے اپنے مال و دولت کی کثرت اور اولاد و اہل خانہ کی اضافی تعداد پر فخر کر رہا ہے، وہ غرور و تکبر کی آخری سٹیج پر پہنچ چکا ہے جہاں انسان اپنے رب کا شکر گزار ہونے کی بجائے مال و اولاد کو اپنی ہنر مندی اور قابلیت کا نتیجہ قرار دینے لگتا ہے اور بہت مرتبہ وہ وہاں سے لڑھک کر شرک کی دلدل میں جا گرتا ہے۔

۳۵ ۳۶ ان دونوں آیتوں میں مال و اولاد رکھنے والے شخص کے خیالات بیان کیے گئے ہیں، بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ خیالات ایسے شخص کے ہیں جو مرنے کے بعد والی زندگی پر یقین نہیں رکھتا، خواہ اس وجہ سے کہ وہ مشرک ہے یا اس وجہ سے کہ وہ جاہل ہے، یا اس وجہ سے کہ اس فانی دنیا میں اس کا دل اس قدر الجھ چکا ہے اور وہ یہاں کی دلچسپیوں اور رنگینیوں میں اس قدر کھو چکا ہے کہ اس دنیا کو چھوڑ کر جانا اس کے تصور میں بھی نہیں ہے، سیاق کلام سے اس آخری وجہ کی تائید ہوتی ہے کیونکہ جہاں اس نے یہ کہا ہے کہ میرا خیال نہیں ہے کہ یہ باغ و بہار کبھی فنا ہوگی، یا کبھی قیامت آئے گی، وہیں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر مجھے میرے رب کے پاس واپس لے جایا گیا تو وہاں پر بھی مجھے بہترین ٹھکانہ اور ایسی ہی شاہانہ زندگی میسر ہوگی، تاہم بعض مفسرین نے کچھ دوسرے پہلوؤں کو دیکھ کر اس کے مشرک ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم

رَجُلًا ۝٣٧ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝٣٨ وَلَوْلَآ اِذْ

رَجُلًا ۝٣٧	لٰكِنَّا	هُوَ	اللّٰهُ	رَبِّيْ	وَلَآ	اُشْرِكُ	بِرَبِّيْٓ	اَحَدًا ۝٣٨	وَلَوْلَآ	اِذْ
مرد	لیکن	وہ	اللہ	میرا رب	اور نہیں	شریک کرتا میں	ساتھ اپنے رب کے	کسی ایک کو	اور کیوں نہ ہوا	جب

مرد کر دیا۔ [37] لیکن وہی اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ [38] اور جب تم اپنے

دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا

دَخَلْتَ	جَنَّتَكَ	قُلْتَ	مَا	شَآءَ	اللّٰهُ	لَا	قُوَّةَ	اِلَّا	بِاللّٰهِ	اِنْ	تَرَنِ	اَنَا
تو داخل ہوا	اپنے باغ میں	کہا تو نے	جو	چاہے	اللہ	نہیں	کوئی طاقت	مگر	ساتھ اللہ کے	اگر	تو دیکھتا ہے مجھے	میں

باغ میں داخل ہوئے تو تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے، کسی کی کوئی طاقت نہیں سوائے اللہ کے، اگر تم مجھے مال و اولاد کے

اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝٣٩ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ

اَقَلَّ	مِنْكَ	مَالًا	وَّ	وَلَدًا ۝٣٩	فَعَسٰى	رَبِّيْٓ	اَنْ	يُّؤْتِيَنِ	خَيْرًا	مِّنْ
کم تر	تجھ سے	مال میں	اور	اولاد میں	سو امید ہے	میرے رب سے	یہ کہ	دے گا مجھے	بہتر	سے

اعتبار سے اپنے سے کم تر دیکھتے ہو۔ [39] تو ممکن ہے کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر باغ

جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا

جَنَّتِكَ	وَ	يُرْسِلَ	عَلَيْهَا	حُسْبَانًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	فَتُصْبِحَ	صَعِيْدًا
تیرے باغ کے	اور	بھیج دے گا	اس پر	لو کا جھونکا	سے	آسمان کے	سو وہ صبح کو ہو جائے	میدان

عطا فرما دے اور اس پر آسمان سے لو کا ایک جھونکا بھیج دے اور وہ صبح کے وقت چٹیل میدان

زَلَقًا ۝٤٠ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝٤١ وَاُحِيْطَ

زَلَقًا ۝٤٠	اَوْ	يُصْبِحَ	مَآؤُهَا	غَوْرًا	فَلَنْ	تَسْتَطِيْعَ	لَهٗ	طَلَبًا ۝٤١	وَ	اُحِيْطَ
چٹیل	یا	صبح کو ہو جائے	پانی اس کا	خشک	تو ہرگز نہیں	تو کر سکے گا	اسے	تلاش	اور	سمیٹ لیا گیا

رہ جائے۔ [40] یا صبح کو اُس کا پانی خشک ہو جائے، سو تم اُسے تلاش کر کے لانے پر بھی قادر نہ ہو۔ [41] اور اُس کا سارا

بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى

بِثَمَرِهٖ	فَاَصْبَحَ	يُقَلِّبُ	كَفَّيْهِ	عَلٰى	مَآ	اَنْفَقَ	فِيْهَا	وَ	هِيَ	خَاوِيَةٌ	عَلٰى
اس کا پھل	سو اس نے صبح کی	پلٹتا رہا	اپنی ہتھیلیاں	پر	اس کے جو	خرچ کیا اس نے	اس میں	اور	وہ	گرا ہوا	پر

پھل سمیٹ لیا گیا، سو وہ صبح کے وقت اُس مال پر ہاتھ ملتا رہ گیا جو اُس نے اُس باغ پر خرچ کیا تھا ''جو کہ اپنی چھت کے بل

[37] [38] ان آیتوں میں پہلے شخص کے رفیق اور ساتھی کا ذکر کیا گیا ہے، جس نے اس کے غرور و تکبر اور فاسد و بیہودہ خیالات پر کاری ضرب لگائی ہے، لیکن اس میں اپنی نیکی اور پارسائی کا رعب جمانے کی بجائے نصیحت و خیرخواہی اور ہمدردی کا جذبہ غالب نظر آتا ہے، چنانچہ وہ اپنے ساتھی کے خیالات کی اصلاح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جس اللہ نے تمہیں وجود بخشا اور تمہیں صحت مند کامل مرد بنایا، تم اسی کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ یا اسی کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہو؟ میں تو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتا، میں تو اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رب مانتا ہوں، تمہیں بھی اپنے کفر حقیقی یا کفران نعمت کے دائرے سے نکل جانا چاہیے، اس کے علاوہ پاکیزہ اخلاق، بندگی اور عاجزی کا تقاضا یہ تھا کہ تم اپنے باغ کی خوبصورتی، رعنائی اور پیداوار کو دیکھ کر ''ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ'' کہتے، نہ یہ کہ تم اس سے دل لگا لیتے اور غرور و تکبر پر مبنی جملے زبان سے ادا کرتے، تم نے مجھے مال و اولاد کی قلت کا طعنہ دے کر اپنے مال و اولاد کی کثرت پر بھی فخر کیا ہے، تمہیں ان نعمتوں پر فخر کرنا زیب نہیں دیتا، تمہیں تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرا رب اس بات پر مکمل قدرت اور دسترس رکھتا ہے کہ وہ مجھے تم سے زیادہ مال و اولاد عطا فرما دے، تمہارے اس باغ سے کہیں زیادہ عمدہ اور خوبصورت باغ مجھے عطا فرما دے اور تمہارے باغ پر کوئی آسمانی یا زمینی آفت بھیج کر اسے منٹوں سیکنڈوں میں تباہ و برباد کر دے، اس کیلئے کیا مشکل ہے کہ وہ آگ کا ایک بگولہ بھیج دے، یا نہروں کا پانی خشک کر دے اور تمہاری ساری اکڑفوں ختم ہو جائے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اس نے اپنے ساتھی کو اس دنیا کی حقیقت سمجھا دی۔

عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ

عُرُوْشِهَا	وَ	يَقُوْلُ	يٰلَيْتَنِيْ	لَمْ	اُشْرِكْ	بِرَبِّيْٓ	اَحَدًا ﴿۴۲﴾	وَ	لَمْ	تَكُنْ	لَّهٗ
اپنی چھتوں کے	اور	کہنے لگا	اے کاش! میں	نہیں	شریک کرتا	ساتھ اپنے رب کے	کسی ایک کو	اور	نہ	ہوئی	اس کیلئے

گرا پڑا تھا" اور کہنے لگا کہ اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔ ۴۲ اور کوئی جماعت

فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ

فِئَةٌ	يَّنْصُرُوْنَهٗ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	وَمَا	كَانَ	مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾	هُنَالِكَ	الْوَلَايَةُ
کوئی جماعت	مدد کرتے وہ اسکی	سے	علاوہ	اللہ کے	اور نہ	ہوا وہ	بدلہ لینے والا	وہیں	اختیار

ایسی نہ ہوئی جو اللہ کے علاوہ اُس کی مدد کرسکتی، اور نہ وہ خود ایسا تھا کہ بدلہ لے سکے۔ ۴۳ وہیں ظاہر ہوگیا کہ سب اختیار

لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ

لِلّٰهِ	الْحَقِّ ؕ	هُوَ	خَيْرٌ	ثَوَابًا	وَّ	خَيْرٌ	عُقْبًا ﴿۴۴﴾	وَاضْرِبْ	لَهُمْ	مَّثَلَ	الْحَيٰوةِ
اللہ کا	سچا	وہ	زیادہ بہتر	ثواب میں	اور	زیادہ بہتر	انجام میں	اور بیان کیجئے	ان کیلئے	مثال	زندگی کی

سچے اللہ کا ہے، وہی بہترین ثواب والا اور بہترین بدلہ دینے والا ہے۔ ۴۴ اور آپ اِن کے سامنے دنیوی زندگی کی مثال

الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ

الدُّنْيَا	كَمَآءٍ	اَنْزَلْنٰهُ	مِنَ	السَّمَآءِ	فَاخْتَلَطَ	بِهٖ	نَبَاتُ	الْاَرْضِ	فَاَصْبَحَ
دنیا کی	جیسے پانی	اتارا ہم نے اسے	سے	آسمان کے	رل گیا	اس کے ساتھ	سبزہ	زمین کا	پھر صبح کو ہو گیا

بیان کیجئے جیسے پانی، کہ ہم نے اُسے آسمان سے اتارا، پھر اُس کے ساتھ رَلا ملا زمین کا سبزہ نکلا، پھر وہ صبح کو

هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ

هَشِيْمًا	تَذْرُوْهُ	الرِّيٰحُ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾	اَلْمَالُ
چورا چورا	بکھیرتی ہیں اسے	ہوائیں	اور	ہے	اللہ	پر	ہر ایک	چیز کے	قدرت والا	مال

چورا چورا ہو گیا جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ ۴۵ مال

وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

وَالْبَنُوْنَ	زِيْنَةُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ	وَالْبٰقِيٰتُ	الصّٰلِحٰتُ	خَيْرٌ	عِنْدَ	رَبِّكَ
اور بیٹے	زینت	زندگی کی	دنیا کی	اور باقی رہنے والی	نیکیاں	زیادہ بہتر	نزدیک	تیرے رب کے

اور بیٹے تو دنیوی زندگی کی زینت ہیں، اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی زیادہ بہتر ہیں

۴۲ اس آیتِ مبارکہ میں باغ والے کے دونوں باغوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ اپنے رویے پر نظرِ ثانی کرنے کیلئے تیار نہ ہوا اور اُس نے اپنے ساتھی کی مخلصانہ خیرخواہی کو قبول نہ کیا تو اس پر آفت اتری اور اس کا سارا پھل تباہ و برباد ہوگیا اور اس نے جتنا سرمایہ اُس باغ پر لگا رکھا تھا، وہ سب ڈوب گیا، اب وہ افسوس کرنے لگا اور کہنے لگا کہ کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا، کاش! میں نے غرور اور تکبر کی زبان اختیار کرنے سے اجتناب کیا ہوتا، لیکن وقت نکلنے کے بعد "اے کاش!" کہنے سے وقت ہاتھ تو نہیں آتا۔

۵ ع ۱۳ ۱۷

۴۳ اس آیتِ مبارکہ میں باغ والے کی بے بسی اور کمزوری بیان کی گئی ہے، مشکل وقت میں بعض اوقات انسان خود تدبیر کرتا ہے اور بعض اوقات اس کے متعلقین اس کی مدد کرتے ہیں، اس باغ والے پر جب آفت نازل ہوئی تو نہ وہ اپنی تدبیر سے اپنی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھا سکا اور نہ ہی اس کے متعلقین اس کی کوئی مدد کر سکے، اس کی بگڑی ہوئی حالت کسی سے سنور نہ سکی۔

۴۴ اس آیتِ مبارکہ میں مذکورہ واقعے سے ایک حقیقی نتیجہ اخذ کیا گیا ہے، عام طور پر مادیت کی نگاہ سے دیکھنے والے حقائق کی نظر نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس واقعے سے سب سے پہلا اور اہم ترین نتیجہ یہ نکلا کہ اختیار، سلطنت اور اقتدارِ معبودِ حقیقی کا ہے، کوئی اس کے اختیار کے آگے دم نہیں مار سکتا، جیسے باغ والا متکبر آدمی اپنے باغ کو بچانے میں کامیاب نہیں ہوسکا، دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے، اور تیسرا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جس کا انجام بہتر کردے، اُسی کا انجام بہتر ہوتا ہے، ضروری نہیں ہے کہ جس کا آغاز اچھا ہو، اس کا انجام بھی اچھا ہو۔

۴۵ اس آیتِ مبارکہ میں دنیا کی زندگی اور اس کی تازگی و رونق کا عارضی اور فانی ہونا ایک مثال کے ذریعے سمجھایا گیا ہے، کیونکہ مثال کے ذریعے مخاطب بات کو بآسانی اور زیادہ جلدی سمجھ لیتا ہے، چنانچہ انسان اس بات پر غور کرے کہ آسمان سے بارش برستی ہے، زمین کے سینے کو چیرتی ہوئی اس میں اتر جاتی ہے، کچھ عرصے بعد زمین سے سبزہ اور پیداوار حاصل ہوتی ہے، یہ سبزہ، خوشنما پھول اور عمدہ پھل انسان کی نگاہوں کو تازگی اور راحت اور دل و دماغ کو سرور اور فرحت بخشتے ہیں، لیکن یہ رونق اور تازگی ہمیشہ باقی نہیں رہتی، کچھ عرصے بعد یہ چیزیں زرد ہوجاتی ہیں اور زمین پر جھڑ جھڑ کر گر پڑتی ہیں، پھر ہوا انہیں اچھال کر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کرتی رہتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ باغوں کی شادابی اور لہلہاتی، ہری بھری فصلوں کا نظروں کو بھانا ہمیشہ کیلئے نہیں ہوتا، چند دنوں کیلئے ہوتا ہے اور اس کے بعد یہ ساری شادابی اور رونق ختم ہوجاتی ہے، اسی طرح دنیا پر جو شادابی اور رونق نظر آرہی ہے، وہ بھی چند روزہ اور عارضی ہے، ایک دن یہ بھی ختم اور فنا ہوجائے گی، یہاں ایک اور پہلو بھی قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ جو ذات زمین کا سینہ پھاڑ کر اس میں سے نباتات کو نکال سکتی ہے، وہ ذات اسی زمین سے مُردوں کو نکالنے پر بھی مکمل قدرت اور دسترس رکھتی ہے۔

ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ﴿٤٦﴾ وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ

ثَوَابًا	وَّ	خَيْرٌ	اَمَلًا ﴿٤٦﴾	وَ	يَوْمَ	نُسَيِّرُ	الْجِبَالَ	وَ	تَرَى	الْاَرْضَ	بَارِزَةً ۙ
ثواب میں	اور	زیادہ بہتر	امید میں	اور	جس دن	ہم چلائیں گے	پہاڑوں کو	اور	تو دیکھے گا	زمین کو	ہموار

اور امید کے اعتبار سے بھی زیادہ بہتر ہیں۔ ﴿٤٦﴾ اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلا دیں گے اور آپ زمین کو ہموار دیکھیں گے،

وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿٤٧﴾ ۚ وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ

وَّ	حَشَرْنٰهُمْ	فَلَمْ	نُغَادِرْ	مِنْهُمْ	اَحَدًا ﴿٤٧﴾ ۚ	وَ	عُرِضُوْا	عَلٰى	رَبِّكَ	صَفًّا ؕ
اور	ہم انہیں جمع کریں گے	سو نہیں	چھوڑیں گے ہم	ان میں سے	کسی ایک کو	اور	پیش کئے جائیں گے	پر	آپ کے رب کے	صف بستہ ہوکر

اور ہم اُنہیں جمع کرلیں گے، اُن میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ ﴿٤٧﴾ اور اُنہیں آپ کے رب کے سامنے قطار اندر قطار پیش کیا جائے گا،

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ۫ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ

لَقَدْ	جِئْتُمُوْنَا	كَمَا	خَلَقْنٰكُمْ	اَوَّلَ	مَرَّةٍ	بَلْ	زَعَمْتُمْ	اَلَّنْ	نَّجْعَلَ	لَكُمْ
البتہ یقیناً	تم آئے ہمارے پاس	جیسا کہ	پیدا کیا ہم نے تمہیں	پہلی	مرتبہ	بلکہ	تم سمجھے تھے	یہ کہ ہرگز نہیں	بنائیں گے ہم	تمہارے لئے

تم ہمارے پاس اُسی طرح آئے ہو جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا، بلکہ تم تو یہ سمجھتے تھے کہ ہم تمہارے لیے وعدے کا کوئی وقت ہرگز

مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ

مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾	وَ	وُضِعَ	الْكِتٰبُ	فَتَرَى	الْمُجْرِمِيْنَ	مُشْفِقِيْنَ	مِمَّا	فِيْهِ
وعدے کا وقت	اور	رکھ دی جائے گی	کتاب	سو تو دیکھے گا	مجرموں کو	ڈرنے والے	اس سے جو	اسمیں

مقرر نہ کریں گے۔ ﴿٤٨﴾ اور نامۂ اعمال لاکر رکھ دیا جائے گا، پھر آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اُس چیز سے ڈر رہے ہیں جو اس میں درج ہے،

وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ

وَيَقُوْلُوْنَ	يٰوَيْلَتَنَا	مَالِ	هٰذَا	الْكِتٰبِ	لَا	يُغَادِرُ	صَغِيْرَةً	وَّلَا	كَبِيْرَةً	اِلَّاۤ
اور کہیں گے	ہائے افسوس	کیسی ہے	یہ	کتاب	نہیں	چھوڑتی	کوئی چھوٹی	اور نہ	کوئی بڑی	مگر

اور کہتے ہیں کہ ہائے افسوس! یہ کیسی کتاب ہے جو کسی چھوٹی یا بڑی چیز کو نہیں چھوڑتی، مگر یہ کہ

اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ

اَحْصٰىهَا ۚ	وَ	وَجَدُوْا	مَا	عَمِلُوْا	حَاضِرًا ؕ	وَ	لَا	يَظْلِمُ	رَبُّكَ
محفوظ کرلیا ہے اسے	اور	پائیں گے وہ	جو کچھ	عمل کیا انہوں نے	موجود	اور	نہیں	ظلم کرے گا	تیرا رب

اُسے محفوظ کر رکھا ہے، اور اُنہوں نے جو اعمال کیے ہوں گے، اپنے سامنے حاضر پائیں گے، اور آپ کا رب کسی پر بھی

﴿٤٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دو چیزوں کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے، پہلی چیز مال و اولاد اور اولاد میں سے بھی بیٹے ہیں، انسان کے دل میں ان کی چاہت اور محبت پائی جاتی ہے اور وہ ان کے حصول کیلئے تمام تر وسائل اور تدابیر کو اختیار کرتا ہے، دوسری چیز وہ نیک اعمال ہیں جو انسان کی اخروی زندگی کیلئے اس کا قیمتی سرمایہ ہیں، ان میں سے پہلی چیز یعنی مال و اولاد کو دنیوی زندگی کی رونق اور تازگی قرار دیا گیا ہے، گویا اس سے انسان کی دنیوی زندگی پرلطف ہو جاتی ہے، جبکہ دوسری چیز یعنی اعمال صالحہ کو ''باقی'' رہنے والی حقیقت قرار دیا گیا ہے، ان کے بدلے جس اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ سب سے بہترین ہے اور انہی نیکیوں پر انسان اچھے انجام کی توقعات وابستہ کرسکتا ہے، دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ''فانی'' چیزوں کے حصول میں مست ہو کر انسان ''باقی'' سے غافل نہ ہوئے اور ''فانی'' کی کثرت کی بجائے ''باقی'' کی کثرت کو ترجیح دے۔

﴿٤٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن پہاڑوں اور زمین کی کیفیت بیان کی گئی ہے، یہ بلند و بالا مضبوط پہاڑ'' جنہوں نے زمین کو ہلنے سے روکا ہوا ہے'' قیامت کے دن ان پہاڑوں کو چلا دیا جائیگا، اس کے بعد انہیں دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح فضا میں بکھیر کر اڑا دیا جائیگا، رہ گئی زمین تو وہ بالکل ہموار میدان بن جائے گی جس میں کوئی آڑ اور کوئی ٹیلہ نہ ہوگا اور اس میں چھپنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی، جہاں تک تعلق ہے انسانوں کا تو اُن میں سے ایک بھی باقی نہیں بچے گا، سب کو وہاں حاضر ہونا پڑے گا اور اس حاضری سے کوئی مستثنیٰ نہ ہوگا۔

﴿٤٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں میدانِ حشر کی صفوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ میدانِ حشر میں صف بندی ہوگی، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان صفوں کی کل تعداد ایک سو بیس ہوگی، جن میں سے اسی صفیں صرف نبی اکرم ﷺ کی امت کی ہوں گی اور بقیہ تمام اتنیس چالیس صفوں میں ہوں گی، وہاں ہر شخص اکیلا ہوگا جیسے دنیا میں ہر انسان اکیلا آتا ہے اور اکیلا چلا جاتا ہے، اسی طرح حشر کے میدان میں بھی کوئی کسی کے ساتھ نہیں ہوگا۔

اَحَدًا ﴿۴۹﴾ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ

اَحَدًا ﴿۴۹﴾	وَ	اِذْ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِکَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ
کسی ایک پر	اور	جب	کہا ہم نے	فرشتوں سے	سجدہ کرو تم	آدم کو	تو سجدہ کیا انہوں نے	سوائے

ظلم نہ کرے گا۔ ﴿۴۹﴾ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے

اِبْلِیْسَ ؕ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ

اِبْلِیْسَ ؕ	کَانَ	مِنَ	الْجِنِّ	فَفَسَقَ	عَنْ	اَمْرِ	رَبِّهٖ ؕ
ابلیس کے	تھا وہ	سے	جنوں کے	سو نافرمانی کی اس نے	سے	حکم کے	اپنے رب کے

سجدہ کیا، وہ جنات میں سے تھا، سو اُس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی،

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ ؕ

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ	وَ	ذُرِّیَّتَهٗٓ	اَوْلِیَآءَ	مِنْ	دُوْنِیْ	وَ	هُمْ	لَکُمْ	عَدُوٌّ ؕ
تو کیا تم اسے بناتے ہو	اور	اس کی اولاد کو	بہت سے دوست	سے	میرے علاوہ	اور	وہ	تمہارے لئے	دشمن

تو کیا تم مجھے چھوڑ کر اُسے اور اُس کی اولاد کو اپنا دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں،

بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ

بِئْسَ	لِلظّٰلِمِیْنَ	بَدَلًا ﴿۵۰﴾	مَآ	اَشْهَدْتُّهُمْ	خَلْقَ	السَّمٰوٰتِ
بہت برا ہے	ظالموں کیلئے	بدلہ	نہیں	گواہ بنایا میں نے انہیں	پیدائش میں	آسمانوں کی

ظالموں کیلئے بہت ہی برا بدلہ ہے۔ ﴿۵۰﴾ میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کی تخلیق

وَ الْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا کُنْتُ مُتَّخِذَ

وَ	الْاَرْضِ	وَ	لَا	خَلْقَ	اَنْفُسِهِمْ ۪	وَ	مَا	کُنْتُ	مُتَّخِذَ
اور	زمین کی	اور	نہ	پیدائش میں	ان کی اپنی جانوں کے	اور	نہیں	ہوں میں	بنانے والا

یا خود اِن کی اپنی تخلیق کے وقت گواہ نہیں بنایا تھا، اور میں گمراہوں کو اپنا

الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ نَادُوْا شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ

الْمُضِلِّیْنَ	عَضُدًا ﴿۵۱﴾	وَ	یَوْمَ	یَقُوْلُ	نَادُوْا	شُرَکَآءِیَ	الَّذِیْنَ
گمراہوں کو	مددگار	اور	جس دن	کہے گا وہ	پکارو تم	میرے شرکاء کو	جنہیں

مددگار بنانے والا نہیں ہوں۔ ﴿۵۱﴾ اور جس دن اللہ فرمائے گا کہ میرے اُن شرکاء کو آواز دو

ع ۶ / ۱۸

﴿۴۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نامۂ اعمال کی جامعیت بیان کی گئی ہے، انسان زمین کی پشت پر جو عمل بھی کرتا ہے "خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اچھا ہو یا برا" سب ایک دستاویز میں لکھا جا رہا ہے، اسی دستاویز کو "نامۂ اعمال" کہا جاتا ہے، یہ نامہ اعمال ہر شخص کا تیار ہوتا ہے، دو فرشتے اس کا ہر عمل نوٹ کرنے پر مقرر ہیں، یہ فرشتے خلافِ حقیقت کوئی بات درج نہیں کرتے اس لیے یہ ممکن نہیں کہ کسی پر ظلم کا معمولی سا امکان بھی ہو، چنانچہ جس نے نیکیاں کی ہوں گی، اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں ہی درج ہوں گی، اور گناہ کرنے والے کے نامۂ اعمال میں گناہ ہی درج ہوں گے، سوائے اس کے کہ اس نے توبہ کر لی ہو تو وہ گناہ اس میں درج نہ ہوں گے، ظاہر ہے کہ اس طرح نیک لوگ اپنے اعمال نامے کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور گناہ گار و مجرم لوگ نہایت خوف زدہ ہوں گے، یہاں اسی کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿۵۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدہ ریز ہونے کا حکم دینا اور ابلیس کا اس سے انکار اور تکبر کرنا مذکور ہے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابلیس بنیادی طور پر جنات میں سے ہے، فرشتوں میں سے نہیں، یہاں ہمیں اس پہلو پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر ابلیس جنات میں سے تھا تو وہ فرشتوں کے درمیان کیا کر رہا تھا؟ ہمیں اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ ابلیس اور اس کی ذریت انسانوں کی دشمن ہے، اس دشمن کو اپنا دوست بنا لینا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دینا پرلے درجے کی کم عقلی اور حماقت ہے، اسی بناء پر قرآن تاکید کرتا ہے کہ اس دشمن کو پہچانو اور اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔

﴿۵۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کو شیاطین اور ان کی ذریت کے دائرہ اثر سے نکالنے کیلئے ان کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ یہ تو خود مخلوق ہیں، خدائی کے منصب پر کیسے فائز ہو گئے؟ کیا زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت انہیں مہمان خصوصی کے طور پر بلایا گیا تھا؟ کیا وہ اس موقع پر موجود تھے؟ کیا اُن سے اس سلسلے میں کوئی مشورہ لیا گیا تھا؟ کیا اللہ تعالیٰ کو مشورہ اور تعاون حاصل کرنے کیلئے ان گمراہوں کے علاوہ کوئی اور دستیاب نہیں تھا؟ ایسا ہرگز نہیں ہے، وہ تو اپنی تخلیق کے وقت موجود نہ تھے کہ ان سے مشورہ لیا جاتا، چہ جائیکہ زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت موجود ہوتے اور مشورہ دینے کی صلاحیت رکھتے، پھر تم ان کے پیچھے چل کر کیوں گمراہ ہو رہے ہو؟

زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ

زَعَمْتُمْ	فَدَعَوْهُمْ	فَلَمْ	يَسْتَجِيْبُوْا	لَهُمْ	وَ	جَعَلْنَا	بَيْنَهُمْ
تم مانتے تھے	سو وہ انہیں پکاریں گے	سو نہیں	جواب دیں گے وہ	انہیں	اور	کردیں گے ہم	ان کے درمیان

جنہیں تم مانتے تھے، وہ اُنہیں پکاریں گے تو وہ اُن کی پکار کا جواب نہیں دیں گے، اور ہم اُن کے درمیان ہلاکت کی جگہ

مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا

مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾	وَرَاَ	الْمُجْرِمُوْنَ	النَّارَ	فَظَنُّوْٓا	اَنَّهُمْ	مُّوَاقِعُوْهَا
ہلاکت کی جگہ	اور دیکھیں گے	مجرم لوگ	جہنم کو	تو گمان کریں گے	کہ بیشک وہ	گرنے والے اسمیں

حائل کر دیں گے۔ ۵۲ اور جرم کرنے والے لوگ جہنم کو دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور وہ وہاں سے

وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا

وَ	لَمْ	يَجِدُوْا	عَنْهَا	مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾	وَ	لَقَدْ	صَرَّفْنَا	فِيْ	هٰذَا
اور	نہ	پائیں گے وہ	اس سے	پھرنے کی جگہ	اور	البتہ یقیناً	ہم نے بار بار بیان کی	بیچ	اس

راستہ بدلنے کی جگہ بھی نہ پائیں گے۔ ۵۳ اور یقیناً اِس قرآن میں ہم نے لوگوں کیلئے

الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ

الْقُرْاٰنِ	لِلنَّاسِ	مِنْ	كُلِّ	مَثَلٍ ؕ	وَ	كَانَ	الْاِنْسَانُ	اَكْثَرَ	شَیْءٍ
قرآن کے	لوگوں کیلئے	سے	ہر ایک	مثال	اور	ہے	انسان	زیادہ	کسی بھی چیز کے

ہر طرح کی مثالیں بدل بدل کر بیان کی ہیں، اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو

جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ

جَدَلًا ﴿۵۴﴾	وَ	مَا	مَنَعَ	النَّاسَ	اَنْ	يُّؤْمِنُوْٓا	اِذْ	جَآءَهُمُ
جھگڑے میں	اور	نہیں	روکا	انسانوں کو	یہ کہ	وہ ایمان لائیں	جب	آئی ان کے پاس

واقع ہوا ہے۔ ۵۴ اور لوگوں کے پاس جب ہدایت آگئی تو اُنہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت طلب

الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ

الْهُدٰى	وَ	يَسْتَغْفِرُوْا	رَبَّهُمْ	اِلَّآ	اَنْ	تَاْتِيَهُمْ	سُنَّةُ	الْاَوَّلِيْنَ
ہدایت	اور	مغفرت طلب کریں	اپنے رب سے	مگر	یہ کہ	آجائے ان کے پاس	دستور	پہلوں کا

کرنے سے کسی چیز نے نہیں روکا، سوائے اِس کے کہ اُن کے پاس پہلوں کا دستور آپہنچے

ع ۴ ۱۹

۵۲ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن معبودانِ باطلہ اورشیاطین کی بے بسی ظاہر کی گئی ہے، کہ مشرکین سے اپنے معبودوں کو بلانے کیلئے کہا جائیگا، وہ اپنے معبودوں کو پکاریں گے لیکن کہیں سے جواب نہ پائیں گے اور بالآخر ہلاکت کے گڑھے میں جا گریں گے۔

۵۳ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں کے جہنم کی آگ دیکھنے اور اس سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہ پانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۵۴ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کا سب سے زیادہ جھگڑالو ہونا بیان کیا گیا ہے، کیونکہ قرآن کریم میں توحید و رسالت اور عقیدۂ قیامت اور دیگر اہم مضامین کو تفصیل کے ساتھ بار بار بیان کیا گیا ہے لیکن انسان اتنا جھگڑالو ہے کہ ان پر کان دھرنے کی بجائے بحث مباحثے میں الجھ جاتا ہے اور اصل حقیقت اور کام سے دور چلا جاتا ہے۔

أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا

أَوْ	يَأْتِيَهُمُ	الْعَذَابُ	قُبُلًا ﴿٥٥﴾	وَ	مَا	نُرْسِلُ	الْمُرْسَلِينَ	إِلَّا
یا	آجائے ان پر	عذاب	سامنے سے	اور	نہیں	بھیجتے ہم	پیغمبروں کو	مگر

یا عذاب اُن کے سامنے آکھڑا ہو۔ ﴿۵۵﴾ اور ہم تو پیغمبر بھیجتے ہی

مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ

مُبَشِّرِينَ	وَ	مُنذِرِينَ ۚ	وَ	يُجَادِلُ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	بِالْبَاطِلِ
خوشخبری دینے والے	اور	آگاہ کرنے والے	اور	جھگڑتے ہیں	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	ساتھ باطل کے

خوشخبری سنانے اور آگاہ کرنے کیلئے ہیں، اور کافر لوگ باطل کولیکر جھگڑا کرتے ہیں

لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا ﴿٥٦﴾

لِيُدْحِضُوا	بِهِ	الْحَقَّ	وَ	اتَّخَذُوا	آيَاتِي	وَ	مَا	أُنذِرُوا	هُزُوًا ﴿٥٦﴾
تاکہ ہلادیں	اس کے ذریعے	حق کو	اور	بنالیا انہوں نے	میری آیتوں کو	اور	وہ جو	ڈرائے گئے وہ	مذاق

تاکہ اُس کے ذریعے حق کو اُس کی جگہ سے ہلا دیں، اور اُنہوں نے میری آیتوں کو اور جو ڈر اُنہیں سنایا گیا، اُسے مذاق بنالیا۔ ﴿۵۶﴾

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ

وَ	مَنْ	أَظْلَمُ	مِمَّنْ	ذُكِّرَ	بِآيَاتِ	رَبِّهِ	فَأَعْرَضَ	عَنْهَا	وَ	نَسِيَ
اور	کون	زیادہ ظالم	اس سے جو	نصیحت کی گئی	ساتھ آیتوں کے	اس کے رب کی	سو وہ منہ پھیرلے	اس سے	اور	بھول جائے

اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اُس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے، پھر وہ اُن سے اعراض کرے اور اُن چیزوں کو

مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۚ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ

مَا	قَدَّمَتْ	يَدَاهُ ۚ	إِنَّا	جَعَلْنَا	عَلَىٰ	قُلُوبِهِمْ	أَكِنَّةً	أَنْ
وہ جو	آگے بھیجا	اس کے ہاتھوں نے	بیشک ہم	ڈال چکے	پر	ان کے دلوں کے	پردے	یہ کہ

بھول جائے جو اُس کے ہاتھ آگے بھیج چکے، بیشک ہم اُن کے دلوں پر پردے ڈال چکے ہیں تاکہ

يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ

يَفْقَهُوهُ	وَ	فِي	آذَانِهِمْ	وَقْرًا ۖ	وَ	إِنْ	تَدْعُهُمْ	إِلَى	الْهُدَىٰ
وہ اسے سمجھیں	اور	بیچ	ان کے کانوں کے	بوجھ	اور	اگر	تو انہیں پکارے	طرف	ہدایت کے

وہ اسے سمجھ ہی نہ سکیں، اور اُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے، اگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں

﴿۵۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اس پہلو کو واضح کیا گیا ہے کہ آخر پیغام ہدایت آجانے کے بعد بھی وہ کون سی چیز ہے جو لوگوں کو ایمان لانے سے روکتی ہے؟ اور آخر وہ کیوں اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے؟ آیت کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس کوئی معقول اور قابل قبول عذر نہیں ہے، یہ لوگ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ جیسے حالات پہلی امتوں پر آئے، انہیں بھی انہی حالات کا سامنا کرنے کو ملے اور ان پر بھی پہلی قوموں کی طرح کوئی عذاب نازل کیا جائے۔

﴿۵۶﴾ اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد اور کافروں کا رویہ بیان کیا گیا ہے، انبیاء علیہم السلام کو اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو خوشخبری سنائیں، انہیں دنیا میں نفرتیں پھیلانے کیلئے نہیں بھیجا جاتا، انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کو مستقبل کے حالات اور مرنے کے بعد والی زندگی کی ہولنا کیوں سے آگاہ کرنے کیلئے بھیجے جاتے ہیں تاکہ بعد میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اگر ہمیں کسی نے ان حالات سے آگاہ کیا ہوتا تو ہم کبھی بھی ان گناہوں میں مبتلا نہ ہوتے، سو انبیاء کرام علیہم السلام کا لوگوں کو آگاہ کرنا ہمدردی اور خیر خواہی کے پاکیزہ جذبے پر مبنی ہے لیکن کفار اور مشرکین باطل کی حمایت میں حق کے ساتھ الجھ رہے ہیں، اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑا رہے ہیں اور انہیں مستقبل کے حوالے سے جو کچھ بتایا جا رہا ہے، اسے اپنے قہقہوں میں اڑا رہے ہیں، کیونکہ انہیں اپنے نفع اور نقصان، صحیح اور غلط، دوست اور دشمن کا اندازہ ہی نہیں ہے۔

فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝٥٧ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ

فَلَنْ	يَّهْتَدُوْٓا	اِذًا	اَبَدًا ۝٥٧	وَ	رَبُّكَ	الْغَفُوْرُ	ذُو الرَّحْمَةِ	لَوْ
تو ہرگز نہ	ہدایت پائیں گے وہ	اس وقت	کبھی بھی	اور	تیرا رب	بہت بخشنے والا	مہربانی والا	اگر

تو یہ ہرگز ہدایت نہ پائیں گے۔ ۵۷ اور آپ کا رب بہت بخشنے والا، رحمت والا ہے، اگر

يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ

يُؤَاخِذُهُمْ	بِمَا	كَسَبُوْا	لَعَجَّلَ	لَهُمُ	الْعَذَابَ	بَلْ	لَّهُمْ
وہ ان کی پکڑ کرنے لگے	بدلے اس کے جو	انہوں نے کمایا	البتہ جلدی کردے	ان کیلئے	عذاب	بلکہ	ان کیلئے

وہ لوگوں کی پکڑ اُن کے اعمال کی وجہ سے کرنے لگے تو اُن پر فوراً عذاب بھیج دے، بلکہ اُن کیلئے

مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ۝٥٨ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى

مَّوْعِدٌ	لَّنْ	يَّجِدُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖ	مَوْىِٕلًا ۝٥٨	وَ	تِلْكَ	الْقُرٰٓى
وعدے کا وقت	ہرگز نہ	پائیں گے وہ	سے	اس کے علاوہ	سرکنے کی جگہ	اور	وہ	بستیاں

وعدے کا وقت مقرر ہے، وہ اُسے چھوڑ کر کہیں سرکنے کی جگہ بھی ہرگز نہ پائیں گے۔ ۵۸ اور یہی وہ بستیاں ہیں

اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝٥٩ ع وَاِذْ قَالَ

اَهْلَكْنٰهُمْ	لَمَّا	ظَلَمُوْا	وَ	جَعَلْنَا	لِمَهْلِكِهِمْ	مَّوْعِدًا ۝٥٩	وَ	اِذْ	قَالَ
ہلاک کردیا ہم نے انہیں	جب	ظلم کیا انہوں نے	اور	بنا دیا ہم نے	ان کی ہلاکت کیلئے	وعدے کا وقت	اور	جب	کہا

کہ جب انہوں نے ظلم کیا تو ہم نے اُنہیں ہلاک کردیا، اور ہم نے اُن کی ہلاکت کا ایک وعدہ مقرر کر رکھا تھا۔ ۵۹ اور اُس وقت کو یاد کیجیے جب موسیٰ نے

ع ۸ ۶ ۲۰

مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ

مُوْسٰى	لِفَتٰىهُ	لَآ	اَبْرَحُ	حَتّٰٓى	اَبْلُغَ	مَجْمَعَ	الْبَحْرَيْنِ	اَوْ
موسیٰ نے	اپنے جوان سے	نہیں	ٹلوں گا میں	یہاں تک کہ	پہنچ جاؤں	جمع ہونے کی جگہ	دو سمندروں کی	یا

اپنے خادم سے کہا کہ میں تو پیچھے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ جاؤں، یا

اَمْضِيَ حُقُبًا ۝٦٠ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا

اَمْضِيَ	حُقُبًا ۝٦٠	فَلَمَّا	بَلَغَا	مَجْمَعَ	بَيْنِهِمَا	نَسِيَا	حُوْتَهُمَا
چلتا رہوں	طویل عرصہ	سو جب	وہ دونوں پہنچے	جمع ہونے کی جگہ	ان دونوں کے درمیان	بھول گئے وہ	اپنی مچھلی

مدتِ دراز تک چلتا ہی رہوں۔ ۶۰ پھر جب وہ دونوں دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے،

۵۷ اس آیتِ مبارکہ میں اس شخص کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے جو نصیحت و خیر خواہی پر مشتمل آیاتِ قرآنی سے اعراض کرے، اور اپنی کرتوتوں اور گناہوں کو بھلا بیٹھے، ظاہر ہے کہ اگر انسان کو اپنے گناہوں کا احساس ہو اور اس کی ان پر نظر ہو تو کسی نہ کسی وقت انجام کی فکر اور جواب دہی کا خوف اس پر غالب آ ہی جاتا ہے، ورنہ انسان کی آنکھوں پر پردہ، دل پر مہر اور کانوں میں بوجھ آ جاتا ہے اور اس کیلئے حق بات کو قبول کرنا مشکل ہو جاتا ہے، ایسے لوگوں کو کبھی ہدایت نہیں ملتی۔

۵۸ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کر کے کائنات پر ان کا ایک اثر ذکر کیا گیا ہے، پہلی صفت یہ کہ وہ بہت بخشنے والا ہے اور دوسری صفت یہ کہ وہ بہت رحم والا ہے، اس کیلئے الرحمٰن یا الرحیم کی بجائے "ذوالرحمة" کی منفرد تعبیر اختیار کی گئی ہے، ان دونوں صفتوں کا ہی اثر ہے کہ لوگوں کی فوری گرفت نہیں ہوتی، اگر وہ بخشنے والا اور مہربان نہ ہوتا اور لوگوں کے گناہوں پر فوری گرفت شروع کر دیتا تو اس کائنات کا نظام کبھی کا درہم برہم ہو چکا ہوتا۔

۵۹ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ اقوام کی تباہی اور بربادی کا سبب خود اُن کے اپنے ظلم کو قرار دیا گیا ہے، اس لیے کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، لہٰذا یہ بات بھی متعین ہو گئی کہ لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں اور اسی کے سبب ہلاک ہو جاتے ہیں۔

۶۰ یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک خاص واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، جس کا پس منظر صحیح بخاری وغیرہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے خطاب فرمایا، یہ خطاب چونکہ پیغمبرانہ تھا اس لیے اپنی مثال آپ تھا، وعظ کے بعد ایک آدمی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت! روئے زمین پر سب سے بڑا عالم اس وقت کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہوں، حقیقت کے اعتبار سے یہ بات ٹھیک ہے، لیکن حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ علم کی اہمیت کو مزید اجاگر کیا جائے، سو وحی آئی کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین میں رہتا ہے، نام اس کا خضر ہے، وہ آپ سے بھی زیادہ بڑا عالم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ملنے کی جگہ اور نشانی معلوم کی اور اپنے خادم خاص حضرت یوشع علیہ السلام کو سفر کی تیاری کی ہدایت فرمائی، اس آیت میں خادم سے مراد بھی حضرت یوشع علیہ السلام ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جب تک میں مجمع البحرین نہیں پہنچ جاتا، میں اپنا سفر جاری رکھوں گا، چاہے اس کیلئے کتنی ہی طویل مدت گزر جائے، اس سے آگے کی تفصیلات خود آیاتِ قرآنی میں موجود ہیں، یاد رہے کہ مجمع البحرین کا لفظی معنی دو دریاؤں کا سنگم ہے، یعنی وہ جگہ جہاں دو دریا آ کر مل جاتے ہیں، لیکن اس کی حقیقی مراد متعین کرنے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کی تعیین کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا چاہیے، کیونکہ اس کے متعین نہ ہونے سے ہمارے ایمان اور عمل پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اور اگر تعیین ہو بھی جائے، تب بھی زیادہ سے زیادہ یہ ایک علمی مسئلہ ہوگا۔

فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ

فَاتَّخَذَ	سَبِيْلَهٗ	فِي	الْبَحْرِ	سَرَبًا ﴿٦١﴾	فَلَمَّا	جَاوَزَا	قَالَ
سو بنالیا اس نے	اپنا راستہ	بیچ	سمندر کے	سرنگ بنا کر	سو جب	وہ دونوں آگے بڑھے	کہا اس نے

سو اُس نے سمندر میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنا لیا۔ ﴿٦١﴾ پھر جب وہ دونوں اُس جگہ سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے

لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ز لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾

لِفَتٰىهُ	اٰتِنَا	غَدَآءَنَا ز	لَقَدْ	لَقِيْنَا	مِنْ	سَفَرِنَا	هٰذَا	نَصَبًا ﴿٦٢﴾
اپنے جوان سے	لیکر آ ہمارے پاس	ہمارا کھانا	البتہ یقینا	ہم نے پائی	سے	اپنے سفر کے	یہ	تکلیف

اپنے خادم سے کہا کہ ہمارا کھانا لاؤ، اس سفر میں تو ہمیں بڑی مشقت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ﴿٦٢﴾

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ

قَالَ	اَرَءَيْتَ	اِذْ	اَوَيْنَآ	اِلَى	الصَّخْرَةِ	فَاِنِّيْ	نَسِيْتُ
کہا اس نے	کیا دیکھا تو نے	جب	ہم نے پناہ لی	طرف	چٹان کے	تو بیشک میں	بھول گیا

وہ کہنے لگا کہ دیکھیے تو سہی، جب ہم اُس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کی بات

الْحُوْتَ ز وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ج وَاتَّخَذَ

الْحُوْتَ ز	وَ	مَآ	اَنْسٰنِيْهُ	اِلَّا	الشَّيْطٰنُ	اَنْ	اَذْكُرَهٗ ج	وَاتَّخَذَ
مچھلی کو	اور	نہیں	بھلایا مجھے وہ	مگر	شیطان نے	یہ کہ	اس کا ذکر کروں	اور بنالیا اس نے

بھول ہی گیا، اور مجھے اس کا ذکر کرنا شیطان ہی نے بھلا دیا اور اُس نے سمندر میں

سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ق عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ق فَارْتَدَّا

سَبِيْلَهٗ	فِي	الْبَحْرِ ق	عَجَبًا ﴿٦٣﴾	قَالَ	ذٰلِكَ	مَا	كُنَّا	نَبْغِ ق	فَارْتَدَّا
اپنا راستہ	بیچ	سمندر کے	عجیب طرح	کہا اس نے	وہ	وہی جو	ہم تھے	تلاش کر رہے	سو دونوں لوٹ آئے

عجیب طرح راستہ بنالیا۔ ﴿٦٣﴾ موسیٰ نے کہا کہ اُسی کو تو ہم تلاش کر رہے تھے، چنانچہ وہ دونوں اپنے نشاناتِ

عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾ لا فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ

عَلٰٓى	اٰثَارِهِمَا	قَصَصًا ﴿٦٤﴾	فَوَجَدَا	عَبْدًا	مِّنْ	عِبَادِنَآ
پر	اپنے نشانات کے	پہچانتے ہوئے	سو پایا ان دونوں نے	ایک بندہ	سے	ہمارے بندوں کے

قدم پہچانتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔ ﴿٦٤﴾ سو اُنہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا،

﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مجمع البحرین پہنچنے کا ذکر کیا گیا ہے، ان کیلئے علامت یہ مقرر کی گئی تھی کہ ایک تلی ہوئی مچھلی اپنے ساتھ رکھ لیں، جہاں وہ مچھلی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہو کر اپنا راستہ بنا لے، وہیں ہمارا وہ بندہ موجود ہو گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سفر کرتے ہوئے جب وہاں پہنچے تو تھکاوٹ کی وجہ سے نیند آ گئی، حضرت یوشع علیہ السلام جاگ رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ان کے سامان میں موجود مچھلی زندہ ہو گئی اور سمندر میں سرنگ بناتی چلی گئی، انہوں نے سوچا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوں گے تو انہیں اس کے متعلق بتاؤں گا، لیکن وہ بھول گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیدار ہونے پر آگے روانہ ہو گئے۔

﴿٦٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تھکاوٹ اور کھانا طلب کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، اسلوب بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک اور تھکاوٹ کا احساس اپنی منزل سے آگے بڑھ جانے کے بعد ہوا، اس میں اشارہ تھا کہ آگے مت جائیں، آپ اپنی منزل پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔

﴿٦٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یوشع علیہ السلام کا جواب مذکور ہے، انہوں نے اپنی بھول چوک کو تسلیم کر لیا اور اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بنایا تھا۔

﴿٦٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا منزلِ مقصود کو پہچان لینا اور اس کی طرف پلٹ جانا مذکور ہے۔

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ

اٰتَيْنٰهُ	رَحْمَةً	مِّنْ	عِنْدِنَا	وَ	عَلَّمْنٰهُ	مِنْ	لَّدُنَّا	عِلْمًا ﴿٦٥﴾	قَالَ
دی ہم نے اسے	رحمت	سے	اپنے پاس	اور	علم دیا ہم نے اسے	سے	اپنے پاس	ایک علم	کہا

جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی تھی اور جسے ہم نے اپنے پاس سے خصوصی علم دیا تھا۔ ﴿٦٥﴾ موسیٰ نے

لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾

لَهٗ	مُوْسٰى	هَلْ	اَتَّبِعُكَ	عَلٰٓى	اَنْ	تُعَلِّمَنِ	مِمَّا	عُلِّمْتَ	رُشْدًا ﴿٦٦﴾
اس سے	موسیٰ نے	کیا	میں آپ کی پیروی کرسکتا ہوں	پر	یہ کہ	آپ مجھے سکھائیں	اس سے جو	علم دیا گیا آپ کو	بھلائی کا

اُن سے کہا کہ کیا میں اس شرط پر آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں کہ آپ کو ہدایت کی جن باتوں کا علم دیا گیا ہے، اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیجئے؟ ﴿٦٦﴾

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى

قَالَ	اِنَّكَ	لَنْ	تَسْتَطِيْعَ	مَعِيَ	صَبْرًا ﴿٦٧﴾	وَ	كَيْفَ	تَصْبِرُ	عَلٰى
کہا اس نے	بیشک تو	ہرگز نہ	کرسکے گا	میرے ساتھ	صبر	اور	کیونکر	صبر کرسکتا ہے تو	پر

اُنہوں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر کسی صورت صبر نہیں کر سکیں گے۔ ﴿٦٧﴾ اور آپ اُس چیز پر کیونکر صبر کر سکتے ہیں

مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

مَا	لَمْ	تُحِطْ	بِهٖ	خُبْرًا ﴿٦٨﴾	قَالَ	سَتَجِدُنِيْٓ	اِنْ	شَآءَ	اللّٰهُ
وہ جو	نہیں	احاطہ کیا تو نے	اس کا	خبر میں	کہا اس نے	عنقریب تو پائے گا مجھے	اگر	چاہا	اللہ نے

جسے سمجھنا آپ کی دسترس میں ہی نہیں ہے۔ ﴿٦٨﴾ موسیٰ نے کہا کہ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا

صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا

صَابِرًا	وَّلَآ	اَعْصِيْ	لَكَ	اَمْرًا ﴿٦٩﴾	قَالَ	فَاِنِ	اتَّبَعْتَنِيْ	فَلَا
صبر کرنے والا	اور نہیں	نافرمانی کروں گا میں	تیرے لئے	حکم کی	کہا اس نے	پھر اگر	تو میری پیروی کرے	تو مت

پائیں گے اور میں کسی حکم میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ ﴿٦٩﴾ انہوں نے کہا کہ پھر اگر آپ میرے ساتھ رہنا ہی چاہتے ہیں تو کسی

تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾

تَسْئَلْنِيْ	عَنْ	شَيْءٍ	حَتّٰٓى	اُحْدِثَ	لَكَ	مِنْهُ	ذِكْرًا ﴿٧٠﴾
پوچھ مجھ سے	سے	کسی چیز کے	یہاں تک کہ	شروع کروں میں	تیرے لئے	اس کا	تذکرہ

چیز کے متعلق مجھ سے سوال نہ کیجئے، یہاں تک کہ میں خود ہی آپ کے سامنے اُس کا ذکر شروع کروں۔ ﴿٧٠﴾

﴿٦٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور حضرت خضر علیہ السلام کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خاص بندہ قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں "تکوینیات" میں بعض اہم ذمہ داریوں پر متعین فرما رکھا تھا، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی خصوصی رحمت کا ذکر فرمایا، اسی وجہ سے ان پر وہ اسرار و رموز کھولے گئے تھے جو عام لوگ تو کیا، بہت سے انبیاء پر بھی نہیں کھولے گئے، تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم لدنی عطا فرمایا تھا، یعنی ایسا علم جو ظاہری اسباب کے بغیر منجانب اللہ حاصل ہو، اسی بناء پر بعض حضرات نے حضرت خضر علیہ السلام کو نبی تسلیم کیا ہے اور بعض حضرات نے انہیں صرف ولی قرار دیا ہے، اسی طرح ہر زمانے میں یہ موضوع گرم رہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں؟ اس عاجز کے نزدیک یہ صرف ایک معلوماتی نکتہ ہے، اس کا ہمارے عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے اگر کوئی واضح رائے قائم نہ ہو سکے، تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

﴿٦٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علمی استفادے کی غرض سے حضرت خضر علیہ السلام سے ان کی رفاقت کی درخواست کرنا مذکور ہے، اسلوبِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم حضرت یوشع علیہ السلام کو واپس بھیج دیا تھا۔

﴿٦٧﴾ ﴿٦٨﴾ ان آیتوں میں حضرت خضر علیہ السلام کا جواب مذکور ہے، چونکہ وہ تکوینیات پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریعیات پر مامور تھے اور ان دونوں کا میدان ایک دوسرے سے جدا ہے، بعض اوقات شرعی اعتبار سے
ع ٩ ١١ ٢١
ایک کام غلط اور ناجائز نظر آ رہا ہوتا ہے لیکن تکوینیات کے نقطہ نظر سے وہی ضروری ہوتا ہے، اس لیے حضرت خضر علیہ السلام نے اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا خدشہ ظاہر کیا کہ آپ میرے ساتھ چل نہیں سکیں گے۔

﴿٦٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کے سامنے صبر کرنے کا عزم بیان کیا گیا ہے، انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ میں کسی بھی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے، میں نہایت خاموشی سے آپ کے ساتھ رہوں گا، دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکوینی امور کا علم نہیں دیا گیا تھا اس لیے انہیں خلافِ توقع کسی صورت کے پیش آنے کا اندازہ نہ تھا۔

﴿٧٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت خضر علیہ السلام کی ایک شرط بیان کی گئی ہے، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ہمراہ رکھنے کیلئے اس شرط پر آمادہ ہوئے کہ جب تک میں خود سے کوئی بات ذکر نہ کروں، آپ مجھ سے کوئی سوال نہیں پوچھیں گے کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام بخوشی اس پر آمادہ ہو گئے۔

فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ

فَانْطَلَقَا ٝ	حَتّٰٓى	اِذَا	رَكِبَا	فِى	السَّفِيْنَةِ	خَرَقَهَا ؕ	قَالَ
سو وہ دونوں چل پڑے	یہاں تک کہ	جب	سوار ہوئے دونوں	بیچ	کشتی کے	اس نے پھاڑ دیا اُسے	کہا اس نے

سو وہ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو اُنہوں نے اسے پھاڑ دیا، موسیٰ کہنے لگے

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ

اَخَرَقْتَهَا	لِتُغْرِقَ	اَهْلَهَا ۚ	لَقَدْ	جِئْتَ	شَيْـًٔا	اِمْرًا ﴿٧١﴾	قَالَ
کیا تو نے پھاڑا اسے	تاکہ غرق کردے	کشتی والوں کو	البتہ یقیناً	تو آیا	ایک چیز	عجیب	کہا اس نے

کہ کیا آپ نے اِسے اس لیے پھاڑا ہے کہ کشتی والوں کو غرق کر دیں؟ آپ نے تو بڑا عجیب کام کیا ہے۔ [٧١] اُنہوں نے کہا

اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ لَا

اَلَمْ	اَقُلْ	اِنَّكَ	لَنْ	تَسْتَطِيْعَ	مَعِىَ	صَبْرًا ﴿٧٢﴾	قَالَ	لَا
کیا نہیں	کہا میں نے	کہ بیشک تو	ہرگز نہ	کر سکے گا	میرے ساتھ	صبر	کہا اس نے	مت

کہ کیا میں نے نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر کسی صورت صبر نہیں کر سکیں گے؟ [٧٢] موسیٰ نے کہا کہ میری

تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾

تُؤَاخِذْنِىْ	بِمَا	نَسِيْتُ	وَ	لَا	تُرْهِقْنِىْ	مِنْ	اَمْرِىْ	عُسْرًا ﴿٧٣﴾
پکڑ کر میری	اس وجہ سے جو	میں بھول گیا	اور	مت	قریب کر مجھے	سے	میرے معاملے کے	مشکل میں

اس بھول پر میری گرفت نہ کیجیے اور میرے معاملے میں سختی سے کام نہ لیجیے۔ [٧٣]

فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ

فَانْطَلَقَا ٝ	حَتّٰٓى	اِذَا	لَقِيَا	غُلٰمًا	فَقَتَلَهٗ ۙ	قَالَ	اَقَتَلْتَ
سو وہ دونوں چل پڑے	یہاں تک کہ	جب	دونوں ملے	ایک لڑکے سے	تو قتل کر دیا اُسے	کہا اس نے	کیا تو نے قتل کر دیا

چنانچہ وہ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ ایک لڑکے سے آمنا سامنا ہوا تو انہوں نے اسے مار ڈالا، موسیٰ کہنے لگے کہ کیا آپ نے ایک معصوم جان کو

نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾

نَفْسًا	زَكِيَّةًۢ	بِغَيْرِ	نَفْسٍ ؕ	لَقَدْ	جِئْتَ	شَيْـًٔا	نُّكْرًا ﴿٧٤﴾
ایک جان کو	پاکیزہ	بغیر	کسی جان کے	البتہ یقیناً	تو آیا	ایک چیز	ناقابل قبول

بغیر کسی جان کے عوض کے قتل کر دیا؟ آپ نے تو ناقابلِ قبول کام کیا ہے۔ [٧٤]

[٧١] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے سفر پر روانہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اس سفر میں وہ دریا پار کر کے کسی علاقے میں جانا چاہ رہے تھے، دریا پر پہنچے تو ایک کشتی تیار مل گئی، کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان کر دونوں حضرات کو کرائے کے بغیر سوار کر لیا، کچھ دیر بعد حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا اور انہوں نے اس پر فوراً گرفت کی، وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کشتی والوں کے احسان کا بدلہ حضرت خضر علیہ السلام انہیں نقصان پہنچا کر ادا کریں گے، لیکن ایسا کرتے ہوئے وہ اس وعدے کو بھول گئے جو انہوں نے خاموش رہنے اور سوال نہ کرنے کے سلسلے میں حضرت خضر علیہ السلام سے کیا تھا۔

[٧٢] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی پیشین گوئی یاد دلائی گئی ہے کہ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ خاموش نہ رہ سکیں گے۔

[٧٣] ۔اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عذر کرنا مذکور ہے کہ میں بھول گیا تھا، اس بھول چوک پر میری گرفت کر کے مجھے اپنی رفاقت اور ہم نشینی سے محروم نہ کیجیے۔

[٧٤] ۔اس آیتِ مبارکہ میں سفر کے اگلے مرحلے میں پیش آنے والا ایک اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے، کشتی سے اتر کر یہ دونوں حضرات آگے چل پڑے، راستے میں ایک لڑکا نظر آیا، جس کا نام "جیسور" بیان کیا گیا ہے، حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی گردن مروڑ دی، وہ لڑکا وہیں مر گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر حیرت زدہ رہ گئے، انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ایک معصوم اور بے گناہ لڑکے کی جان لے لیں گے اور اس آسانی سے اسے مار ڈالیں گے، شرعی اعتبار سے بھی یہ کبیرہ گناہ ہے، اس لیے اس موقع پر ان کا خاموش رہنا بنتا بھی نہیں تھا، اس لیے انہوں نے اس پر فوراً اعتراض کیا۔

